تاریخ ہندوستان

سلطنتِ اسلامیہ کا بیان

جلد پنجم

اقبال نامۂ اکبری

جس میں

شہنشاہِ ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کا حال اول سے آخر تک
مستند و معتبر فارسی اور انگریزی کتابوں سے لکھا گیا ہی

مصنفہ

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بار سوم ایک ہزار جلد

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج میں ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء طبع ہوئی

قیمت فی جلد [illegible] روپیہ

فہرست کتب موجودہ بکڈپو

مدرسۃ العلوم علیگڈھ

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں (جن میں سے جلد پنجم کتاب ہذا قیمتی للعہ ہی) بہ تفصیل ذیل

جلد اول صفحہ ۱۲۴ (جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) عرب جاہلیت (۴) ایک سو اٹھارہ خاندان اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنی (۷) خاندان غوری۔ قیمت ۔ ۸ر

جلد دوم (۶۰۴ صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ (۳) سلاطین سادات اور لودہی کی تاریخ قیمت ۔ ۳ر

جلد سوم۔ اس جلد کے تین حصے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) بابر نامہ اس میں خاندان تیموریہ کے انساب تیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ذکر بالتفصیل اور ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی فردوس مکانی کا بیان ہی (۲) شگرف نامہ ہمایوں اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت آشیانی کا حال روز ولادت سے ایران کے جانے تک ہی (۳) رزم نامہ شیر شاہی اس میں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان ہی قیمت .. ۱۲ر

جلد چہارم۔ اس کے دو حصے ہیں حصہ اول میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور۔ حصہ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ گولکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمہ تاریخ دکن و پرتگیزوں کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کا ریویو قیمت ۔ ۱ر

جلد ششم کارنامہ جہانگیری جس میں شہنشاہ جہانگیر کا حال کل لکھا ہی قیمت ۔ ۴ر

(پتہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ج)

جلد پنجم

اقبال نامۂ اکبری

اس جلد میں ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کا بیان اوّل سے آخر تک ۸۰۰ صفحوں میں لکھا ہی۔ اکبر نامہ اور آئین اکبری اور طبقات اکبری اور منتخبات التواریخ سے زیادہ تر حالات نقل کئے گئے ہیں اُس کی مذہبی تحقیقات میں دبستان المذاہب کی مدد لی گئی ہی۔ منتخب اللباب خافی خاں سے کچھ مضامین نقل ہوئے ہیں۔ اس بادشاہ کے امرا کا حال مآثر الامرا سے زیادہ تر لکھا ہی۔ بہت کم ایسی فارسی تاریخیں ہونگی جن کی ورق گردانی اس بادشاہ کے حال کے دریافت کرنے میں نہ کی گئی ہو گی۔ انگریزی تاریخوں میں جو کچھ اُس کی نسبت لکھا گیا ہی اکثر اُس کو نقل کیا ہی۔ اس بادشاہ کے حالات اور واقعات کو ٹکڑے ٹکڑے سن و تاریخ کی قید کے سبب سے نہیں کیا ہی۔ بلکہ ہر ایک واقعہ کا مسلسل بیان کیا ہی خواہ وہ کسی سنہ میں شروع اور کسی سنہ میں ختم ہوا اکثر ہم نے سنہ ہجری کو اوپر اور سنہ جلوس کو نیچے لکھا ہی اور سنہ عیسوی کو اکثر نہیں لکھا اس لئے ہم نے سنہ الٰہی و سنہ ہجری و سنہ عیسوی کی فہرست نیچے لکھی ہی۔ جس سے ایک سنہ کے معلوم ہونے سے دوسرا سنہ معلوم ہو جائے گا۔

سال الٰہی	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	سال الٰہی	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
۱	۲۷ ربیع الاول سنہ ۹۶۳	۱۰ یا ۱۱ مارچ سنہ ۱۵۵۶ء	۲	۹ جمادی الاول سنہ ۹۶۴	۱۰ یا ۱۱ مارچ سنہ ۱۵۵۷ء
۳	۲ جمادی الاول سنہ ۹۶۵	″ سنہ ۱۵۵۸ء	۴	۲۰ جمادی الآخر سنہ ۹۶۶	″ سنہ ۱۵۵۹ء
۵	۱۲ جمادی الآخر سنہ ۹۶۷	″ سنہ ۱۵۶۰ء	۶	۲۴ جمادی الآخر سنہ ۹۶۸	″ سنہ ۱۵۶۱ء
۷	۵ رجب سنہ ۹۶۹	″ سنہ ۱۵۶۲ء	۸	۱۵ رجب سنہ ۹۷۰	″ سنہ ۱۵۶۳ء
۹	۲۷ رجب سنہ ۹۷۱	″ سنہ ۱۵۶۴ء	۱۰	۸ شعبان سنہ ۹۷۲	″ سنہ ۱۵۶۴ء

سال الٰہی	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	سال الٰہی	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
١١	١٠ ر شعبان سنہ ٩٧٣	١٠ ر یا ١١ مارچ سنہ ١٥٦٦ء	١٢	٢٩ ر شعبان سنہ ٩٧٤	١٠ ر یا ١١ مارچ ١٥٦٧
١٣	١١ ر رمضان سنہ ٩٧٥	" " سنہ ١٥٦٨ء	١٤	٢٢ ر رمضان سنہ ٩٧٦	" " سنہ ١٥٦٩ء
١٥	٢ ر شوال سنہ ٩٧٧	" " سنہ ١٥٧٠ء	١٦	١٤ ر شوال سنہ ٩٧٨	" " سنہ ١٥٧١ء
١٧	١٤ ر شوال سنہ ٩٧٩	" " سنہ ١٥٧٢ء	١٨	٦ ر ذیقعد سنہ ٩٨٠	" " سنہ ١٥٧٣ء
١٩	١٧ ر شوال سنہ ٩٨١	" " سنہ ١٥٧٤ء	٢٠	٢٧ ر ذیقعد سنہ ٩٨٢	" " سنہ ١٥٧٥ء
٢١	٩ ر ذی الحجہ سنہ ٩٨٣	" " سنہ ١٥٧٦ء	٢٢	٢٠ ر ذی الحجہ سنہ ٩٨٤	" " سنہ ١٥٧٧ء
٢٣	٢ ر محرم سنہ ٩٨٦	" " سنہ ١٥٧٨ء	٢٤	١٣ ر محرم سنہ ٩٨٧	" " سنہ ١٥٧٩ء
٢٥	٢٤ ر محرم سنہ ٩٨٨	" " سنہ ١٥٨٠ء	٢٦	٥ ر صفر سنہ ٩٨٩	" " سنہ ١٥٨١ء
٢٧	١٥ ر صفر سنہ ٩٩٠	" " سنہ ١٥٨٢ء	٢٨	٢٨ ر صفر سنہ ٩٩١	" " سنہ ١٥٨٣ء
٢٩	٨ ر ربیع الاول سنہ ٩٩٢	" " سنہ ١٥٨٤ء	٣٠	٩ ر ربیع الاول سنہ ٩٩٣	" " سنہ ١٥٨٥ء
٣١	٢٩ ر " سنہ ٩٩٤	" " سنہ ١٥٨٦ء	٣٢	١١ ر ربیع الثانی سنہ ٩٩٥	" " سنہ ١٥٨٧ء
٣٣	٢٢ ر ربیع الثانی سنہ ٩٩٦	" " سنہ ١٥٨٨ء	٣٤	٤ ر جمادی الاول سنہ ٩٩٧	" " سنہ ١٥٨٩ء
٣٥	١٤ ر جمادی الاول سنہ ٩٩٨	" " سنہ ١٥٩٠ء	٣٦	٢٤ ر " سنہ ٩٩٩	" " سنہ ١٥٩١ء
٣٧	٥ ر جمادی الاخری سنہ ١٠٠٠	" " سنہ ١٥٩٢ء	٣٨	١٧ ر جمادی الاخری سنہ ١٠٠١	" " سنہ ١٥٩٣ء
٣٩	٢٨ ر " سنہ ١٠٠٢	" " سنہ ١٥٩٤ء	٤٠	٩ ر رجب سنہ ١٠٠٣	" " سنہ ١٥٩٥
٤١	٢٠ ر رجب سنہ ١٠٠٤	" " سنہ ١٥٩٦ء	٤٢	٢ ر شعبان سنہ ١٠٠٥	" " سنہ ١٥٩٧
٤٣	١٣ ر شعبان سنہ ١٠٠٦	" سنہ ١٥٩٨ء	٤٤	٢٣ ر " سنہ ١٠٠٧	" " سنہ ١٥٩٩
٤٥	١٤ ر رمضان سنہ ١٠٠٨	" " سنہ ١٦٠٠ء	٤٦	١٥ ر رمضان سنہ ١٠٠٩	" " سنہ ١٦٠١
٤٧	٢٦ ر " سنہ ١٠١٠	" " سنہ ١٦٠٢ء	٤٨	٦ ر شوال سنہ ١٠١١	" " سنہ ١٦٠٣
٤٩	١٧ ر شوال سنہ ١٠١٢	" " سنہ ١٦٠٤ء	٥٠	٢٨ ر " سنہ ١٠١٣	" " سنہ ١٦٠٥

فہرست مضامین اقبال نامہ اکبری

برلاس بھیجی ۹۶۸ھ ۱۰۰- خواجہ عبد المجید خاں کا ولایت پنہ کا فتح کرنا ۹۶۹ھ ۱۰۱- خواجہ عبد المجید آصف خاں کا ولایت گڈھ کٹنگہ کا فتح کرنا ۹۷۱ھ ۱۰۲- مہدی قاسم خاں کا ولایت گڈھ میں مقرر ہونا ۱۰۸- ملک گکھرون پر بادشاہ کا فتح پانا ۹۷۰ھ ۱۰۹- جنگ پرونکہ کہ بادشاہ خود آپ لڑا ۹۶۹ھ ۱۱۱-

کل معاملات ومہمات کابل جو اس بادشاہ کے عہد سلطنت میں واقع ہوئے ۱۱۲

منعم خاں کا کابل میں تعین ہونا ۹۶۸ھ ۱۱۲- کابل سے غنی خاں کا نکالا جانا ۹۷۰ھ ۱۱۳- ابو الفتح اور فضیل بیگ کا قتل ہونا ۹۷۰ھ ۱۱۵- منعم خاں کا کابل کی طرف جانا اور شکست پانا ۹۷۰ھ ۱۱۶- منعم خاں کا حال ۹۷۰ھ ۱۱۷- ابو المعالی ۹۷۱ھ ۱۱۷- مرزا اشرف حسین کی بغاوت اور ابو المعالی کی بغاوت ۹۷۱ھ ۱۱۸- ابو المعالی کا کابل میں جانا اور سزا پانا ۹۷۱ھ ۱۱۹- کابل سے مرزا محمد حکیم کا بھاگنا اور بادشاہ سے استمداد چاہنا ۱۲۱- مرزا سلیمان کا پھر کابل آنا اور مرزا محمد حکیم کا بھاگنا ۹۷۳ھ ۱۲۴- مرزا محمد حکیم کی سرکشی ۹۷۴ھ ۱۲۶- بادشاہ کا اس فساد مٹانے کے لئے پنجاب آنا ۱۲۷- مرزا سلیمان کا کابل سے بھاگنا اور مرزا محمد کا پھر مسند حکومت پر بیٹھنا ۹۷۴ھ ۱۲۷- مرزا محمد حکیم کا نور الدین وشادمان کا بھیجنا اور خود پنجاب میں آنا ۹۸۸ھ ۱۲۸- بادشاہ کا پنجاب جانا ۱۲۹- خواجہ شاہ منصور دیوان کی عمر کا تمام ہونا ۱۳۰- مرزا محمد حکیم کا ناکام کابل جانا ۹۸۹ھ ۱۳۲- بادشاہ کا سفر دریائے سندھ کی طرف ۱۳۴- بالناتھ ٹلہ کی زیارت ۱۳۴- بادشاہ کا حکم مرزا کو سمجھانا اور شاہزادہ مراد کا لشکر سمیت بھیجنا ۹۸۹ھ ۱۳۴- بادشاہ کے لشکر کا مرتب ہونا اور مرزا پاس حبیب اللہ کو بھیجنا ۹۸۹ھ ۱۳۶- کابل کے سفر کے باب میں ارکان دولت کی رائیں ۹۸۹ھ ۱۳۶- قلعہ اٹک بنارس کی تعمیر ۹۸۹ھ ۱۳۹-

امراء بہار و بنگالہ کی سرتابی اور اُن کی سزا کے واسطے سپاہ کی روانگی ۲۵۱

مہمات و معاملات گجرات ۳۱۴

قلعہ سوانہ وچندر سین پسر راجہ مالدیو کے معاملات ومہمات ۴۰۱

معاملات راجہ بدہ گڈھ ۴۰۸

مہمات ومعاملات کشمیر - تمہید ۴۱۲

شمال مشرقی افغانوں کے ساتھ لڑائیاں تمہید ۵۲۷ -

معاملات بدخشان و توران و خراسان ۵۶۰

بعض حوادث بدخشان

شاہزادہ سلیم کی پیدائش اور اُس کی ناہنجاریاں

انتظام سلطنت اکبری ۶۰۶

دفتر اول منزل آبادی ۶۱۳

دفتر دوم سپاہ آبادی ۶۸۲

فرمان ثبتی

دفتر سوم ملک آبادی

بادشاہ کے باقی حالات ۷۶۷

نصائح اکبری ۷۹۶

بادشاہ کے شوق کی چیزیں ۸۰۲

شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات ۸۰۸

امراے دربار اکبری ۸۷۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِقبال نامۂ اکبری

اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی

چونکہ مسلمانوں کی سلطنت ہند کا زمانہ اکبر کے عہد دولت سے ایک اور ہی طور کا شروع ہوتا ہے اور اس سلطنت کے تعلقات اور سلطنتوں کیساتھ بدلتے ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت یہ شہنشاہ اکبر تخت پر بیٹھا اُسوقت کا حال بتلائیں کہ ہندوستان میں کیا ہو رہا تھا۔ اس شہنشاہ کیوقت سے یہ کہنا درست ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت ہندوستان میں ہوئی ورنہ پہلی سلطنتوں کو دہلی کی سلطنت کہنا درست ہے جس میں ممالک مفصلۂ ذیل داخل تھے وہ ملک جسکو ۱۸۵۷ء میں ممالک مغربی و شمالی کہتے تھے۔ بنگال پریسیڈنسی کا وہ حصہ جسکو مغربی بہار اب کہتے ہیں۔ ممالک متوسطہ کے بعض اضلاع۔ راجپوتانہ کے بعض اضلاع پنجاب، سلاطین تغلق کچھ عرصہ تک یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ بنگال اور دکن پر بھی فرمانروا تھے۔ مگر شمال سے ہندوستان پر ایسے حملے ہوئے کہ دکن کے ہندو راجاؤں نے اپنے تئیں آزاد کر لیا۔ اور دہلی کی سلطنت سے کچھ تعلق نہ رکھا۔ تلنگانہ۔ کرناٹک کے راجہ خود مختار ہو گئے۔ دکن کی تاریخ کو جلد ششم میں پڑھ لو کہ جس سے تم کو معلوم ہو کہ دکن میں کون کونسی سلطنتیں قایم ہوئیں۔

بڑی مملکت اڑیسہ ہمیشہ آزاد رہی سلطنت دہلی کی کبھی مطیع نہیں ہوئی۔ اس ملک میں بڑے بڑے جنگل تھے۔ اس کا طول گنگا کے دہانہ سے گوداوری کے دہانہ تک پانچسو میل تھا اور اس کا عرض کہیں تین سو میل اور کہیں چار سو میل تھا۔ مغربی ہندوستان نے بیگانہ حملہ آوروں کی اطاعت کو ترک

کر دیا تھا اور بعض ریاستیں اسمیں خود مختار ہو گئیں تھیں۔ اکبر کی تخت نشینی کیوقت غایت مغربی حصص ہند میں مملکت گجرات میں ایک مسلمان افغان بادشاہ آزاد تھا اس وجہ ہمایوں نے اُسے تاخت و تاراج کیا تھا۔ مگر ہندوستان سے اس کے خارج ہونیکے بعد پھر یہ ملک آزاد ہو گیا اور پھر کسی نے اُس پر دست درازی نہیں کی۔ اُس نے خود مالوہ پر کامیابی کیساتھ حملہ کیا اور اُس میں زیادہ تر حصہ وہ شامل ہو گیا کہ جسکو اب سنٹرل انڈیا (ممالک متوسطہ ہند) کہتے ہیں۔ یہ مملکت اکبر کی تخت نشینی کیوقت آزاد تھی۔ یہی حال خاندیس کا تھا۔ یہی کیفیت راجپوتانہ کی تھی جسکا مفصل حال لکھتے ہیں۔ مہمات رانا سنگا کا حال بابر کے عہد دولت میں بیان ہو چکا ہے۔ رانا کو جو بابر نے شکست دی اس کا بڑا اثر میواڑ پر ہوا۔ اور جب ہمایوں کو شیر شاہ نے خارج کر دیا تو راجاؤنکو شیر شاہ کی اطاعت کرنی پڑی مگر شیر شاہ کی وفات کے بعد سلطنت میں جو خرابیاں پیدا ہوئیں تو پھر ریاست میواڑ آزاد ہو گئی۔ وہ اکبر کی تخت نشینی کیوقت راجپوتانہ کی بڑی ریاستوں میں سے گنی جاتی تھی اور اور راجپوتانہ کی ریاستونکا حال یہ تھا کہ جیپور کے راجاؤں نے بابر کی عظمت کو قبول کیا تھا۔ راجہ بہاریہ نے اپنی سپاہ سے بابر کی مدد کی تھی۔ شیر شاہ سے شکست پانے سے پہلے ہمایوں نے اسکو خطاب راجہ امیر کا دیا تھا۔ جب اکبر نے پانی پت کی لڑائی میں فتح پائی تو جیپور میں راجہ بہاریا کا بیٹا بھگوان داس راج کرتا تھا۔ اس زمانہ میں جودھپور کا راجہ جیپور کے راجہ پر بڑی فوقیت رکھتا تھا۔ اسکے راجہ مالدیو نے جیسی شیر شاہ کو تکالیف پہنچائیں ایسی کسی اور دشمن نے اُسکو نہیں پہنچائیں۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ہندوستان سے جب ہمایوں بھاگا ہے تو راجہ جودھپور نے اپنے ملک میں اُسے پناہ نہیں دی۔ جب شہنشاہ اکبر دہلی میں تخت نشین ہوا ہے تو یہ راجہ بالکل آزاد تھا اور راجپوتانہ میں سب راجوں سے زیادہ عظیم الشان و جلیل القدر سمجھا جاتا تھا جیسلمیر اور بیکانیر۔ ریگستان کے کنارہ کی ریاستیں آزاد تھیں۔ راجپوتانہ کی اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا حال بھی ایسا ہی تھا اور سندھ و ملتان کا حال بھی راجپوتانہ کا سا تھا۔ میوات بگھیل کھنڈ کسی غیر کے تابع نہ تھے۔ لیکن گوالیار۔ اوچھہ۔ چندیری نرور۔ بنہاؤ۔ آگرہ کے قرب کے سبب بادشاہ کی حالت کے منتظر رہتے تھے اُسکے موافق کبھی زیادہ کبھی کم اطاعت کرتے تھے اور خراج دیتے تھے۔

بادشاہ۔ سلطان۔ شہنشاہ۔ جو چاہو کہو۔ وہ فقط اُن اُمراء کا بادشاہ ہوتا تھا۔ جنکو وہ اضلاع او صوبوں کی حکومت سپرد کرتا تھا۔ یہ اُمرا اپنے اپنے علاقوں میں خودمختار بادشاہ ہوتے تھے۔ بادشاہ اُن اضلاع وصوبوں کے اندرونی انتظام میں دخل نہیں دیتا تھا۔ ہاں اُن اُمراء کو جو نائب السلطنت ہوتے تھے بدلنے کا اختیار رکھتا تھا۔ یہ سب صوبے اصل میں نائب السلطنت کی ماتحتی میں آزاد ہوتے تھے۔ برائے نام بادشاہ کی اطاعت کرتے تھے۔ انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں جو ممالک مسلمانوں کے زیر حکومت تھے انمیں سلطنت علی الاتصال نہیں تھی۔ بادشاہ فقط اپنے دربار اور میدان جنگ میں حکمراں ہوتا تھا۔ مگر انکا یہ کہنا بادشاہ کی نسبت درست ہے مسلمانوں کی نسبت یہ کہنا صحیح نہیں ہے اسلیے کہ وہ تو سلطنت کرتے ہی تھے خواہ بادشاہ کے زیر حکم ہوں یا نہوں۔

ہندوستان کا جو حصہ مسلمانوں کے زیر حکومت تھا۔ اُسکی آبادی میں سات آٹھویں حصے ہندو رہتے تھے اسلیے کہ یہ سب مسلمانوں کی حکمرانی سے اضی و خوش رہتے تھے وہ جزیہ دیتے تھے۔ مگر اپنے تمام مراسم مذہبی کے ادا کرنے میں آزاد تھے۔ کوئی روک ٹوک اُنکو اس باب میں نہ تھی۔ مسلمانوں کی گورنمنٹ کے تمام کارخانوں میں ہندؤں کا عنصر بڑا قوی تھا۔ اکثر صوبوں میں بعض مناصب و عہدہ ہائے جلیل ایسے تھے کہ وہ عالی نسب ہندؤں کیلیے مخصوص تھے وہ فقط صوبے کے نائب السلطنت کے ماتحت تھے۔ لڑائی کے زمانہ میں ہندو اپنے حصہ کے موافق بقدر تعلق مسلمانوں کے مدد سپاہ سے کرتے تھے اور میدان جنگ میں اپنی فوج کو بھیجتے تھے۔

ہر صوبے میں ایک مقامی سپاہ رہتی تھی جو صوبے کے حاکم کے زیر فرمان ہوتی جہاں اسکی ضرورت سمجھتا وہاں وہ بھیجتا مگر اسکے سوائے ماتحت ایک اور سپاہ ہوتی جو اس مقامی سپاہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی وہ بادشاہی سپاہ کہلاتی تھی اور خاص تعداد اس کی ہر صوبے میں رہتی تھی وہ خزانہ شاہی سے تنخواہ پاتی تھی اور کچھ فوج ایسی بھی بادشاہوں کی ہوتی تھی کہ اُسکو گھوڑے اور وردی اور ساز وسامان بادشاہوں کی سرکار سے ملتا تھا مگر زیادہ تر سپاہ ایسی ہوتی تھی کہ وہ اپنے ہتھیار اور گھوڑے اپنے گھر سے لاتی اور چھوٹے بڑے گروہ اُنکے سرداروں سمیت آتے۔ الگ الگ سپاہی نوکر نہیں ہوتا تھا۔

جب کسی صوبے میں شورو فساد برپا ہوتا ہے تو بادشاہی سپاہ کمک کے لیے بھیجی جاتی تھی اور ا

سپاہ کا ایک اعلیٰ افسر ہوتا تھا۔ اگر یہ سپاہ بہت ہوتی تو اُس کا افسر صوبے کے حاکم کا ہمسر و برابر سمجھا جاتا تھا وہ خاص بادشاہ سے اپنے کاموں کی جوابدہی کرتا۔

کبھی کبھی ضرورت کیوقت بادشاہ صوبوں کے حاکموں کے نام فراہمی سپاہ کا فرمان صادر کرتا۔ صوبہ دار اپنے علاقہ کے زمینداروں سے مدد لیتا اور اپنے خاص صوبہ کی سپاہ سے مدد کرتا اور اگر خزانہ میں روپیہ ہوتا تو نئی بھرتی کرتا۔

یورپ کے تمام شائستہ قوموں کا اصولِ اعظم یہ ہے کہ اوّل خدا۔ پھر قانون۔ بعد ازاں بادشاہ یہی اُصول قدیم سے مسلمانوں کے ہاں چلا آتا ہے کہ اوّل خدا۔ پھر شریعت (قانون) بعد ازاں بادشاہ یہ اُصول مسلمہ ہے جسکے موافق اُمورات سلطنت کے احکام اور انتظام میں۔ امام۔ خلیفہ۔ سلطان (بادشاہ) پابند قانون تھا اور وہ خود مختار شتر بے مہار نہ تھا۔ شریعت کا پابند رہنا اُس کے فرائض منصبی میں تھا ہندوستان میں جن بادشاہوں نے اپنے تئیں مطلق العنان بنایا اور رعایا کی جان و مال و اسباب آزادی کا خود اپنے تئیں مختار بنایا۔ تمام ملک کی زمین کا اپنے تئیں مالک بنایا۔ محصول و خراج گھٹانے بڑھانے اور مقرر اور موقوف کرنے کا اختیار لیا۔ سپاہ کی پرورش اور جنگی اور ملکی منصب داروں عہدہ داروں کے موقوف و بحال و مقرر کرنے کا اقتدار ایسا اپنے ہاتھ میں لیا کہ جس ادنیٰ سے ادنیٰ کو چاہیں آسمان پر چڑھائیں اور جس اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے آدمی کو چاہیں خاک میں ملائیں۔ جس کو چاہیں رعایا میں سے سخت سے سخت سزا دیں۔ قید کر دیں۔ جرمانہ، مصادرہ لیں ہاتھ پاؤں ناک کان کٹوا دیں۔ دار پر چڑھا دیں۔ اپنے غصہ میں یا کسی جرم کے شبہ میں جو جی میں آئے کر بیٹھیں اُنھوں نے اسلام کے مسئلہ مسلمہ کے خلاف کام کیا۔ بہت ہی کم بادشاہ سلمانِ ہند میں ایسے ہوئے ہونگے جو ان اوپر کے اختیارات کو وہ کام میں لاسکے ہوں اختیارات کے موافق عمل کرنیکے موانع بہت تھے۔ مسلمان تھوڑے ہندو بہت تھے۔ ہندوؤں میں بعض قومیں بڑی شجاع و دلیر لڑنیوالی موجود تھیں جب اُنکی مرضی کے خلاف کوئی کام ہوتا تو وہ تلوار لیکر سامنے کھڑی ہوتیں۔ سوا اسکے مسلمانوں کی سلطنت کے ارث کا کوئی قانون نہ تھا۔ اس لئے بادشاہ کے مرنے پر لڑائی جھگڑا ایسا کھڑا ہوتا کہ

بادشاہ شرع و قانون کے پابند اختیارات

بادشاہوں کو اپنے اختیارات پر پورا عمل کرنیکا موقع نہیں ملتا۔ اور اگر وہ کسی کام میں اپنی مرضی کو کام
لاتا تو جا بجا بغاوتیں برپا ہو جاتیں۔ اگر بادشاہ اپنے ارادے پر اصرار کرتا تھا تو یہ موانع ایسے پیش
آتے تھے کہ اُسکو بڑی مشکل میں ڈالتے تھے مسلمانوں کے ہاں شریعت کے موافق رعایا ایسی آزاد تو تی
ہی کہ سوائے شریعت کے احکام کے کسی حکم کی بادشاہ کے پابندی نہیں ہوتی اور جبتک قانونِ شریعت
اجازت نہ دے بادشاہ کو کسی رعایا پر کچھ اختیار نہ تھا جس قوم میں کہ ذاتی معاملات میں بادشاہ مدعی اور
مدعا علیہ ہو سکتا ہو اُسمیں مشکل ہی کہ کوئی بادشاہ خود مختار شترِ بے مہار ہو کہ جو جی میں آئے وہ کرے اور پھر جسکے
ساتھ یہ موانع پیش ہوں جو اوپر بیان ہوئے۔ جس بادشاہ نے اپنی خواہشاتِ نفسانی اور ارادوں کو
بغیر پابندی شریعت ظاہر کیا وہ برباد ہوا۔ مہذب قوموں میں مجلس شوری جسکو کونسل کہتے ہیں ہوتی
ہی اس کا ہونا مسلمانوں کے ہاں مذہباً واجب تھا کہ جو مہم پیش آئے اسمیں صلاح و مشورہ سے اہتمام کیا جائے اور
اسمیں جو بات ٹھیر جاوے اُس پر عزم مصمم کیا جاوے اور خدا پر توکل کر کے اُس کا آغاز کیا جاوے۔
ہندوستان میں بادشاہوں کے ہاں مجالس شوری تھیں۔ مگر مستشار مؤتمن کم ملتے تھے اس لیے اِن مجالس
کے نیک نتیجے کماحقہٗ ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ بادشاہ کے ہاں ایک وزیر اعظم ہوتا تھا۔ اُسکی حسن لیاقت
پر اسکی کارپردازی موقوف ہوتی۔ کبھی کبھی ان وزراء کے اختیارات ایسے بڑھ جاتے تھے کہ بادشاہ کے
اختیارات بھی وہی عمل میں لاتے تھے اور بادشاہ یونہی محل میں پڑا عیش و طرب میں مصروف رہتا
تھا۔ اِن وزیروں کی کچہریاں جُدا جُدا ہوتی تھیں۔ مگر انکی خدمات کے حدود ٹھیک ٹھیک معین نہ تھیں۔ کبھی
بادشاہ خود اُنکے کام کرنے لگتا تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں مستغیث خود آتے انکی عرضیاں خود بادشاہ
پڑھتا اور تحقیقات حال کرتا۔ جسکے سبب سے اُس کی انصاف و عدالت کا دُور دُور شہرہ ہوتا تھا۔ اور خود
اُسکو بھی اپنی رعایا کا حال طرح طرح کا معلوم ہوتا رہتا تھا۔

مہذب قوموں کی طرح مسلمانوں کے ہاں قانون شریعت کے ماتحت حکومت ہی۔ حکومت کے ماتحت قانون
شریعت نہ تھا۔ اُنکے ہاں قرآن و حدیث کے موافق علم فقہ مدون ہوا ہی جسمیں وہ سارے اُصول و
قوانین پائے جاتے ہیں جن پر اس زمانہ میں مہذب قوموں کو فخر و ناز ہی۔ اکثر ایک عدالت مفتیوں اور

قاضیونکی تھی۔ اس کا قانون صرف شریعت تھا وہ اس شریعت کے موافق انفصال مقدمات کرتے تھے۔ بہت سی کتابیں فتوؤنکی ہیں۔ جو مسلمانوں کی عدالت کے نظائر اور فیصلجات کی کتابیں ایسی ہی ہیں جیسی کہ آجکل ہائی کورٹ عدالت کے نظائر کی کتابیں ہیں۔ یہ قاضی دیوانی کے مقدمات فیصلہ کرتے جیسے وراثت۔ حقیت۔ ملکیت۔ نکاح۔ طلاق وغیرہ۔ اور تمام مقدمات جو سلطنت کے امن و عافیت پر کچھ اثر نہیں کرتے تھے مگر ایک اور عدالت پادشاہی کارکنوں کی تھی جسمیں فوجداری کے مقدمات فیصلہ ہوتے تھے اس عدالت میں گو کبھی کبھی قاضی سے بھی استفسار و استفتا کیا جاتا مگر اسکے قوانین کی حدود معین نہ تھی۔ یہ کارکن بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے۔ غرض جو کچھ قانونی عمل کیا اُس سے رعایا رضامند اور خوش تھی۔ اور تمام عدالتوں کا انتظام قابل اطمینان تھا مسلمانوں اور ہندوؤں کی اغراض ایسی شامل ہوگئیں تھیں کہ مسلمان جو یہاں آکر بسے تھے اور ہندو جو پہلے سے بستے تھے عدالت دونوں کو ایک آنکھ سے دیکھتی تھی اور قانون ان دونوں کی یکساں حمایت کرتا تھا۔ جسمیں مسلمانوں کی شریعت اور اس ملک کا رسم و راہ دونوں شامل تھے۔ ملک ایسا سرسبز و شاداب و آباد رہتا تھا کہ باوجودیکہ سلسلۂ جنگ جاری رہتا تھا اور اس کا تار نہیں ٹوٹتا تھا مگر رعایا سب خوشحال رہتی تھی۔

ذکر بادشاہی ابوالمظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

دنیا میں اکبر جیسے بشر کمتر پیدا ہوئے ہیں کہ جسکی قبل از ولادت اور بعد از رحلت وہ تعظیم و تکریم ہوئی ہو جو اولیاء کرام اور سلاطین عظام کی ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو دنیا میں والا رتبہ بزرگ گذرے ہیں اُن کے پیدا ہونے سے پہلے اُنکی ولادت کی بشارت غیبی معرض تحریر میں آتی ہیں۔ گو وہ اکثر صداقت پر مبنی نہیں ہوتیں مگر عقیدت اُنکو منواتی ہے۔ چنانچہ اکبر کے لیئے بھی ایسی بشارت غیبی بیان کی جاتی ہیں کہ وہ نور جو بے وسیلۂ بشری و رابطہ صلبی حضرت النقوا کے بطن میں ظاہر ہوا تھا وہی چند قرنوں کی تربیت کے بعد اس اکبر کے عنصر پاک میں نمودار ہوا۔ قاچولی بہادر کے ردیا ہے جو ہم نے پہلے بیان کیئے ہیں کہ

سات ستارے دیکھے تھے اسکی تعبیر بھی مولود والا صفات کی ذات سمجھی جاتی ہی بہت سے خواب جو ماں اور انّا نے دیکھے کہ بغل میں ہماری ماہ آیا - کہیں مکان میں کہیں پیشانی میں نور چمکا - غرض ایسے نورانی کرشموں سے اسی شہزادے سے مراد لی جاتی ہی جیسی بشارت کہ کسی قدسی صفات کے ولادت سے پہلے بیان ہوتی ہیں وہ اس حمیدہ اوصاف کی نسبت بھی ذکر کی جاتی ہیں - یہ حال تو قبل از ولادت تھا - اور بعد رحلت ہندوؤں نے اس قدرت الٰہی کو اپنے معبود کی طرح پوجا بعض مسلمانوں نے بھی اسکو ولی جانا - ابتک اسکی قبر میں یہ تصرف موجود ہی کہ قیصر ہند کا نائب السلطنت والا دودمان فیاض زماں لارڈ نورتھ برک جب اسکی قبر کی زیارت کو آیا تو اُسنے اپنی جیب خاص سے اُسکی قبر پر دس ہزار روپیہ کا غلاف چڑھایا - بس اس سے زیادہ کوئی معیار انسان کی عزت کا نہیں ہی کہ حیات اور وفات کے بعد خلائق کے عوام وخواص کا مخالف وموافق کا مقبول ہو - مہذّب قومیں جس تعظیم وتکریم سے اس شہنشاہ اکبر کا نام لیتی ہیں ایسی کسی اور ایشیائی بادشاہ کا نہیں لیتیں - بالاتفاق سب فرنگستانی مورّخ یہ کہتے ہیں کہ اکبر ہی نے ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کی جڑ جمائی - پہلے مسلمانوں کی سلطنت کا حال اکاش بیل کا سا تھا کہ آندھی کے جھوکوں میں ادھر سے ادھر اُڑی پھرتی تھی - سلطنت کی جڑ پکڑنے کے یہ معنی ہیں کہ بادشاہ کی رعیت کے دل میں محبت ہو اور زبان پر اسکے لیے ہر وقت دعا ہو - بعض انگریزی مورّخوں نے لکھا ہی کہ اکبر سلطنت ہند کا ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کا محسن تھا -

ہمایوں شہنشاہ کی سلطنت کے ذکر میں ہمنے بیان کیا کہ کس طرح مریم مکانی حمیدہ بانو بیگم کے مرض عشق میں ہمایوں مبتلا ہوا جسکا علاج سوائے نکاح کے کچھ اور نہو سکا - اس پیوند مبارک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوّل شب روز یکشنبہ ۱۹ ماہ رجب سنہ ۹۴۹ء میں ۸ بجے ۲۰ منٹ پر شہزادہ والا گہر اکبر امر کوٹ میں پیدا ہوا - اس کا عرض خط استوا سے ۲۵ درجہ ہی اور جزائر خالدات سے طول ۱۰۵ درجہ ہی - باپ اسوقت امر کوٹ سے چار فرسخ پر دلکشا وخوش ہوا سرزمین میں اُترا ہوا تھا - قاصدوں نے بہت جلد جاکر باپ کو یہ مژدہ سنایا - باپنے اس نوید کے سنتے ہی درگاہ خداوندگار میں جبین نیاز کو خاکساری کیساتھ خاک پر ملا بعد ازاں نقارۂ شادی بلند آواز ہوا - ایک جشن آئین ہمایوں مرتب ہوا - مطربوں نے دستاں سرائی اور

مغنیوں نے جادو نوائی کی۔ ظریفوں نے ظرافت کی رنگ آمیزی کی۔ ندیموں نے وہ بذلہ گوئی کی کہ
اہلِ مجلس کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ گئے۔ سپہ سالاروں اور وصف آرایوں نے مبارکبادی دی۔ طوائف
اعظم و اہالی و افاضل و موالی نے مراسم تہنیت و تعظیم ادا کیں۔ منجموں نے مولود مسعود کا زائچہ طالع بنایا جس کے
خانوں کے احکام سے طول بقا۔ مدارج سلطنت تفاخر و معارج خلافت پر ارتفاع تبلایا۔ مولنا چاند۔ پنڈت
جوتک رای۔ امیر فتح اللہ شیرازی نے آٹھ زائچے بنائے۔ گو اس سبب سے کہ فلک الافلاک کی حرکت و سکون
میں منجموں کا اختلاف ہی۔ اسلیے ان زائچوں کے خانوں میں اختلاف تھا مگر طالع کے سعید ہونے میں سب کا
اتفاق تھا۔ یہ عجب اتفاق کی بات ہی کہ جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند اور شہنشاہ اکبر کے زائچے ملتے جلتے ہیں۔ گو ایشیا میں
ابتک ان جنم پتروں کی قدر چلی جاتی ہی اور معلوم نہیں کبتک چلی جائیگی۔ مگر فرنگستان میں تو وہ صرف ایک دل لگی
رہ گئی ہی۔ ان جنم پتروں کی تفصیل گو پڑھنے والوں کو بڑی دلچسپ معلوم ہوگی مگر اسکا تاریخمیں لکھنا معیوب
سمجھا جاتا ہی۔ اسلیے اسکو قلم انداز کرتا ہوں۔ اکبرنامہ کی طرح چند صفحے سیاہ نہیں کرتا۔ نام میں بھی اسکے
بڑی لطیفہ سنجیاں ہوئیں ہیں کہ ہمایوں کو یہ نام خواب میں غیب سے تبلایا گیا تھا۔ اکبر کے حروف کے عدد بھی
آفتاب کے عدد کی برابر دو سو تیئس ہیں۔ جس میں یہ اشارہ ہی کہ جیسے مہر سے نور عالم آرا پیدا ہی۔ ایسی ہی
شہنشاہ والا کی جبہہ سے نور ہویدا ہی۔ اس نام میں ایک اور یہ لطیفہ نکالا ہی کہ ابجد کے اٹھائیس حروف
میں ہی سات سات حرفونکو ایک ایک عنصر سے منسوب کیا ہی۔ اکبر میں جو چار حروف ہیں انمیں الف
آتشی و کاف آبی و بے بادی و رے خاکی ہی جسمیں یہ کنایہ ہی کہ اس نام میں عناصر کا کمال اعتدال ہی کہ نہ
کوئی عنصر ایسا ہی کہ اسمیں نہ ہو اور نہ کوئی عنصر مکرر ہی۔ بس اس کا اعتدال مسمی کی حسن سیرت و صحت بدن
طول عمر و ارتقاء دولت و دوام مسرت میں دخل رکھتا ہی۔ پھر ایک اور لطیفہ یہ ہی کہ بیچ میں جو دو حرف
کاف اور بے ہیں۔ انمیں کاف آبی ہی جو اپنے دشمن بالا آتش کو فنا کر رہا ہی۔ اور بے کہ بادی ہی وہ اپنے
دشمن پایان خاک کو برباد کر رہی ہی۔ جیسے منجموں نے زائچے بنائے ایسے شاعروں نے ولادت کی تاریخیں
یہ کہیں۔ مصرعہ تاریخ ع شہنشہ جہانگیر نوشت +۵ شب و روز و مہ و سال میلاد (۹۴۹) + شب یکشنبہ و پنج رجب است۔
اس میں واو نہیں پڑھی جاتی اسکے عدد نہیں لگانے چاہئیں۔ اکبر نے سات اناؤں کا دودھ پیا جنمیں سی بعض انکی

اولاد و خاندان کو اپنے عہد سلطنت میں مناصب و عہدہائے جلیلہ پر سرفراز کیا جسکا ذکر آگے آویگا۔

تم نے پہلے لکھا ہی کہ جب ہمایوں مجبور ہو کر سندھ سے بھاگا اور قندہار کا قصد کیا اور شال میں وہ پہنچا تو اُسنے سنا کہ مرزا عسکری قندھار سے آتا ہی اسلیے یہاں سے بھی جلدی فرار کرنا ضرور ہوا۔ میاں بیوی تو چلنے کو تیار ہو گئے مگر مشکل بچے کی تھی۔ موسم نہایت سخت تھا۔ گھوڑے کی سواری تھی۔ جلدی کا سفر تھا۔ ایک برس کا بچہ کب اِن مصائب کا متحمل ہو سکتا تھا۔ یہ سمجھکر کہ چچا اس ننھے بھتیجے سے کیا لڑیگا اور بدسلوکی کریگا۔ مع پرتل اور خرگاہ اور اسکے ملازموں کے یہیں چھوڑ کر ہمایوں روانہ ہوا۔ ایران کی سرحد پر وہ پہنچنے ہی کو تھا کہ مرزا عسکری ہمایوں کے لشکر میں آیا۔ اُس کو بھائی کے نکلجانے کا سخت افسوس ہوا۔ مگر وہ بھتیجے کو دیکھکر خوش ہوا اور بہت پیار کیا اور اپنے ساتھ ۱۸ رمضان ۹۵۰ھ کو قندھار لیگیا اور اپنی بیوی سلطان بیگم کو اسکی پرورش سپرد کی اور اپنے محل کے قریب اسکو ایک محل میں رکھا۔ ماہم آغا۔ جیجی انگہ و انگہ خاں ہمیشہ اسکی خدمت میں رہتے تھے۔ اُس وقت اس بچے کی عمر ایک سال تین مہینے کی تھی۔

ایک دن ماہم انگہ والدہ ادہم خاں نے جو اکبر کی خدمت میں رہتی تھیں مرزا عسکری سے عرض کیا کہ بزرگوں کی رسم یہ ہی کہ فرزند پاؤں چلنا شروع کرتا ہی تو باپ یا دادا یا کوئی اور بزرگ جو عرف میں بجائے باپ کے ہو اپنے سر پر سے دستار اُتار کے اُسکے پاؤں میں مارتا ہی تو وہ نونہال زمین پر گر پڑتا ہی۔ اب اس شاہزادہ کا باپ یہاں نہیں ہی اور آپ باپ کی جگہ ہیں اس شگون کو آپ بجالائیں مرزا نے اسی وقت اپنی دستار اُتار کر اکبر کے پاؤں میں ڈالی کہ وہ گر پڑا۔ انھیں دنوں میں تبرک و یمن کے لیے حسن ابدال میں اُس کا سر مونڈن ہوا۔

چچا کی قید میں یہ بھتیجا ایک سال تک رہا کہ اسکے باپ کے دن پھرے کہ وہ شاہ طہماسپ سے لشکر لے کر مغربی افغانستان میں داخل ہوا۔ جب مرزا کامران کو کابل میں اس کی خبر ہوئی تو اُس نے کابل سے اپنے معتمد بھیجے کہ اکبر کو قندھار سے کابل میں لے آئیں۔ جب قندھار میں مرزا عسکری پاس یہ معتمد آئے تو مرزا کے صلاح کار جمع ہوئے اور آپسمیں صلاح مشورہ ہوا کہ شہزادہ کو کابل بھیجنا چاہیئے یا نہیں۔ بعض نے یہ صلاح دی کہ ہمایوں کا اقبال پھر چمکا ہی اسکو باپ پاس نہایت احترام اور اعزاز کے ساتھ بھیجنا چاہیئے

اور اسکے ذریعہ سے استغفار جرائم کرنا چاہیئے بعض نے کہا کہ مرزا کامراں کی خاطر کو ہاتھ سے نہیں دیا جائے مرزا عسکری نے ایسے جرم نہیں کیے ہیں کہ ہمایوں کو اپنا منھ بھی دکھا سکے۔ غرض یہ آخر بات سمجھ پسند آئی۔ گو جاڑے کا موسم نہایت سخت تھا۔ اکبر کو اور اُس کی بہن بخشی بانو بیگم کو مع اُنکے ملازمین کے کابل روانہ کیا۔ اس لحاظ سے کہ کوئی راہ میں اسکو نہ پہچانے۔ اکبر کو مرزا اور اُس کی بہن کو بیجہ کہتے تھے غرض راہ میں وہ پہچانا گیا مگر بخیر و عافیت وہ کابل میں مع اپنے ملازمین کے پہنچا۔ مرزا کامراں نے بھتیجے کو اپنی پھوپھی خانزادہ بیگم کے حوالہ کیا جس نے اُس کی پرورش ماں کی۔ یہ حال ہمنے شنگرف نامہ میں بھی لکھا ہے۔ مرزا کامراں ایک دن جشن کر رہا تھا اور اُس نے شاہزادہ اکبر کو بھی بلایا تھا۔ اتفاقاً مرزا کامراں کے بیٹے مرزا ابراہیم کے لیے ایک نقارہ منقش شب برات کی تقریب کے سبب سے تیار ہوا تھا اُس کے لینے کی طرف اکبر کو میلان ہوا مرزا کامراں نے کہا کہ دونوں شاہزادے کشتی لڑیں جو پچھاڑ دے وہ نقارہ لے لے۔ ابراہیم عمر میں ایک برس اکبر سے بڑا تھا اور بظاہر قوی معلوم ہوتا تھا۔ غرض دونوں میں کشتی ہوئی۔ اکبر نے ابراہیم کو پچھاڑ دیا اور نقارہ لے لیا جس سے مرزا کامراں رنجیدہ خاطر ہوا اور اُس کو اپنے لیے بدشگونی سمجھا۔ کچھ دنوں کے بعد ہمایوں نے کابل کو تسخیر کر لیا۔ اور وہ اپنے نونہال کو دیکھکر نہال نہال ہوا۔

رسم و عادت کے موافق اسکے ختنہ کی مراسم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اوائل بہار میں وہ ارتہ باغ میں کہ نہایت دلکش و دلکشا تھا آیا اور حکم دیا کہ بیگمات اپنے اپنے درجے کے موافق اس باغ کی آئین بندی کریں اور چار باغ کی آئین بندی امراء اور اعیان شہر کریں۔ غرض امراء نے بڑی دھوم دھام سے آئین بندی کی اور ارباب صنائع اور طوائف محترفہ نے آرائش دکان اور گرمی بازار میں نہایت مبالغہ کیا۔ بادشاہ بہادر وزدن کو جشن کرتا کہ اس عرصہ میں حضرت مریم مکانی بھی تشریف لائیں۔ بیگمات کا جھمگھٹ لگا اُن میں اکبر نے اپنی ماں کو پہچان لیا اور اُسکے گلے چمٹ گیا۔ رسم ختنہ ادا ہوئی بادشاہ رنگ داں میں گیا اور وہاں خوشی میں آکر امام قلی قورچی سے خود کشتی لڑا اور مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا کو آپسمیں کشتی لڑوائی اور امراء کی جوڑیں بندھوائیں۔

پھر ہمایوں بدخشاں کی تسخیر کو گیا کہ مرزا کامراں نے کابل پر تسلط کر لیا اور شہزادہ اکبر پھر اس کی قید میں آیا۔ ہمایوں نے بدخشاں سے پھر آنکر کابل کا محاصرہ کیا اور مرزا کامراں نے اکبر کو توپ کے برابر رکھا جس کا بیان مفصل ہم ہمایوں کی سلطنت میں کر آئے ہیں۔ غرض کابل پھر فتح ہوا۔ اور ہمایوں نے اپنے بیٹے کو صحیح وسالم دیکھا۔ اب اس سال کی ساتویں شوال کو اکبر کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تھی کہ رسم و عادت کے موافق بادشاہ نے اکبر کی مکتب نشینی کی رسم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ جب ساعت اس مکتب نشینی کی آئی تو اکبر کہیں جا کر چھپ گیا ہر چند اس کی جستجو میں تکاپو کی مگر وہ ہاتھ نہ آیا ہر چند اسکی تعلیم میں کوشش کی گئی اور کئی معلم بدلے گئے مگر اس نے مکتب میں معلم سے کچھ علم نہ حاصل کیا امی ہی رہا جو استاد سے نہیں بلکہ اپنی ہی طبع خداداد سے استعداد حاصل کی کہ جس کو ارباب حکمت و اصحاب ریاضت و صاحبان علوم ظاہری و وارثان صنایع کلی و جزوی دیکھکر دنگ ہوتے تھے۔

پھر ہمایوں کابل سے بدخشاں گیا اور وہاں سے کابل میں آیا اور یہاں سے بلخ فتح کرنے گیا کہ مرزا کامران نے پھر اس سے دغا کی۔ ہمایوں نے کابل کی حکومت اکبر کے سپرد کی جس کی عمر اس وقت نو آٹھ سال کی تھی۔ اور محمد قاسم خاں برلاس کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ مرزا کامراں نے کابل پر قبضہ کر لیا اور اکبر پھر تیسری دفعہ چچا کے ہاتھ میں گرفتار رہا۔ مگر ہمایوں نے کابل کو فتح کر لیا۔ اور بیٹا صحیح سلامت اس پاس آگیا۔ اس فتح نمایاں کے جلدو میں جو اس نے انعام و جاگیریں تقسیم کیں تو اس نے اپنے بیٹے کو محروم نہیں رکھا چرخ کے ضلع میں اس کو جاگیر عطا کی اور حاجی محمد خاں سیستانی کو اس کا وزیر مقرر کیا۔ اب ہمایوں کی مصیبت کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ روز بروز بہتری ہوتی جاتی تھی۔ پھر ہمایوں نے ولایت غزنین اکبر کو حوالہ کی اس وقت دس سال کی عمر تھی۔ ہمایوں کو اکبر کی تربیت و تعلیم کا بڑا خیال تھا اس کو کھیل کود کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ ہمایوں نے تنبیہ کے طور پر ایک منشور لکھا جسمیں یہ حضرت نظامی کی بیت پیشانی پر لکھی۔ ع غافل منشیں نہ وقت بازی ست + وقت ہنر است و کار سازی ست + اول ملا زادہ عصام الدین سے درس لیا تھا۔ مگر اخوند صاحب کبوتر بازی کے عشق میں گرفتار تھے۔ اس لیے وہ معزول ہوئے۔ ان کی جگہ مولانا بایزید مقرر ہوا۔ کئی ملاؤں کے

نام کے قرعہ ڈالے گئے تو مولانا عبدالقادر کے نام قرعہ نکلا۔ وہ اُستاد مقرر ہوئے۔ رسوم و عادات
کے موافق معلم مقرر ہوتے رہے۔ مگر شاہزادہ اپنے کھیلوں میں مصروف رہا۔ اول سرزمین کابل میں
سب جانوروں میں بزرگ تر شتر کو دیکھا اسی کے تماشوں میں وہ مصروف ہوا۔ پھر اسپ تازی کا شوق ہوا
چوگان بازی میں کمال پیدا کیا۔ پھر کبوتر بازی کی دھت ہوئی پھر سگ دوانی کی طرف میلان خاطر ہوا
ایک دن سفید سنگ میں کتوں کے شکار میں کچھ آدمیوں کو کوہ پر مقرر کیا کہ وہ ہرنوں کو گھیر کر بیابان
میں لائیں اور کچھ آدمیوں کو شکاری کتے حوالہ کیئے۔ مگر یہ شاہزادہ کو لڑکا سمجھکر اپنے کھانے میں
مشغول ہوئے۔ ہرن نکل گئے۔ اور اُن پر کتے نہ چھوڑے گئے تو وہ آدمیوں پر خفا ہوا اور یہ حکم دیا
کہ کتوں کی طرح اُن کے گلے میں پٹہ ڈال کر سارے لشکر میں پھرائیں۔ جب ہمایوں نے یہ حال
سُنا تو وہ بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ عنقریب سلطنت عظیم پر وہ کامیاب ہوگا۔ اس کی طبیعت میں
سیاست شاہانہ اور ایجاد آئین کے اُصول ہیں۔ اکبر کی عمر بارہ سال آٹھ مہینے کی تھی کہ وہ ذی الحجہ
۹۶۱ھ میں باپ کے ساتھ ہندوستان کی یورش کے لیے کابل سے روانہ ہوا۔ جب ہمایوں پنجاب
وغیرہ کو فتح کر کے سرہند میں پہنچا تو ایک لشکر کا حصہ اس شہزادہ کے نام پر مقرر ہوا۔ اس شہزادہ
کو چیتے کی شکار کی لت یہیں سے لگی۔ ولی بیگ بدرخاں جہاں کو ماچھیواڑہ کی جنگ میں افغانوں
کا ایک چیتا ہاتھ لگ گیا تھا اُس نے اُس پیکر بدیع و عجیب کو صیدگاہ اقبال کے شیر شکار کی پیشکش
میں دیا یہ پہلی دفعہ تھی کہ اُس نے چیتے کو دیکھا اس چیتے کا نگہبان دندو تھا جس کو خطاب فتح خاں
کا ملا اب وہ قراولوں میں نوکر تھا۔

ہم حضرت ہمایوں کی تاریخ میں لکھ آئے ہیں کہ جب سلطان سکندر شاہ شور شکست کھا کر کوہ
سوالک کی طرف بھاگا تو بادشاہ نے ایک سپاہ اُس کے دفع کرنیکے لیے روانہ کی بیرام خاں
کو اس کا سپہ سالار بنایا اور اس کے ساتھ اکبر کو اس کا شاگرد بنا کر دشمن شکاری کی مشق کے
لیے ساتھ کر دیا۔ پنجاب کے دامن کوہ میں یکایک ہمایوں کے مرنے کی خبر آئی۔ اکبر کو باپ سے بہت
محبت تھی وہ خبر کو سنکر بہت رویا۔ اور باپ کی روح کے ثواب کے لیے بہت صدقات دیئے اسوقت

اکبر کو لیکر بیرام خاں کلانور میں آیا - جمعہ کے دن ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۶ء کو بڑی دہوم دھام سے کلانور کے باغ میں تخت خلافت پر بیٹھا - یہ اس کی تخت نشینی کی تاریخیں ہیں - جلوس خداوند عالم پناہ + کام بخش + اس وقت بادشاہ کی عمر تیرہ برس نو مہینے کی تھی اگرچہ اس عمر میں بھی عقل کی صفائی اور ذہن کی رسائی وہ رکھتا تھا کہ کب کسی کو اس سن میں نصیب ہوتی ہے - مگر پھر بھی اس کی نازک عقل میں سلطنت کا بار اٹھانے کی تاب و تواں نہ تھی - تمام مالی و ملکی مہمات کا اختیار بیرام خاں کے ہاتھ میں تھا - اگر غور سے دیکھیں تو بیرام خاں خانخاناں جیسا اتالیق و سپہ سالار اور وزیر مشیر عقیدت شعار خیرخواہ بادشاہ کو نہ ملتا اور حل و عقد امور خلافت تمام لشکر کا انتظام اس کی رائے وافی درایت اور کف کافی کفایت میں نہ دیا جاتا تو ہندوستان میں خاندان مغلیہ کا جمنا دشوار ہوتا اکبر محبت کے سبب سے اُسکو خان بابا کہتا تھا -

اس جلوس کیوقت ممالک محروسہ میں اعاظم منتظم یہ تھے - مرزا سلیمان بدخشاں میں آرایش و آسائش کے ساتھ حکمراں مقرر تھا - کابل غزنین اور انکی تمام حدود میں ہوشمند و کاردان منعم خاں منتظم تھا اور محمد حکیم مرزا مع مستورات کے اسکے پاس آسودہ حالی سے رہتا تھا - قندہار مع توابع و لواحق کے بیرام خاں کی جاگیر میں تھا وہ شاہ محمد قلاتی کے سپرد تھا دارالملک دہلی کے دادہوں کا نام پہلے بیان کر چکے ہیں - دارالخلافت آگرہ اور اس کے نواح اسکندر خاں اوزبک کی حکومت سے رونق پاتے تھے سرکار سنبل کا انتظام علی قلی خاں شیبانی کی تدبیر سے ہوتا تھا - سرکار کالپی میں عبداللہ خاں اوزبک کی سرداری انتظام کرتی تھی - میوات میں تردی بیگ خاں کے ملازم امن رکھتے تھے - بیانہ اور کول جلالی اور اس کے حدود میں قیا خاں لوازم خدمت بجالاتا تھا - بیانہ میں حیدر محمد خاں بادشاہ کے احکام کو جاری کرتا تھا ان سب کے نام بادشاہ نے احکام بھیجدیئے کہ وہ اپنی اپنی جاگیر میں برقرار رہیں -

ہمنے پہلے بیان کیا ہے کہ شاہ ابوالمعالی حسین و تیز فہم و شجاع ہمایوں کا بڑا لاڈلا متبنی تھا اور اُس کو اپنی دانش کے بھروسہ پر بیرام خاں کی ہمسری کا خیال پیدا ہوا - بادشاہ کو لڑکا سمجھا گستاخیاں اور شرارتیں کرنے لگا - بادشاہ نے اپنے جلوس کے جشن میں اُسکو بلایا تو وہ یہ چند عذر بدتر از گناہ نہ آنے کے درمیان لایا کہ ابھی میں ہمایوں کی تعزیت سے فارغ نہیں ہوا - اگر آیا تو حضرت شہنشاہ کا سلوک

میرے ساتھ کس طرح ہوگا۔ مجلس میں کہاں بیٹھیوں گا۔ امرا مجھسے کس طرح پیش آئینگے۔ جب اس کی بلانے میں مبالغہ کیا گیا تو وہ آیا۔ اور سو حجتیں ساتھ لایا۔ حضرت شہنشاہ کے داہنی طرف آنکر بیٹھا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو دسترخوان بچھا۔ وہ بھی کھانا کھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب اُس نے ہاتھ دہونے کے لیے پھیلائے تو لنگ خاں قوچین نے جو بڑا چابک دست قوی بازو تھا تیز دستی کر کے پیچھے سے آنکر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کے دستگیر کر لیا اور اور لوگوں نے بھی اسکی ہمدستی کی۔ ابو المعالی فرط حیرت سے بد ہیبت و پا ہوا۔ آدمی جو اُسکے ساتھ تھے وہ خاندان شاہی کے نمک پروردہ تھے ان سب نے اُسے چھوڑ دیا اور بادشاہ کا دامن پکڑا۔ آئین سلطنت و قانون نصف میں بند و زنداں کو اس سبب سے مستحسن جانتے ہیں کہ اِس میں فتنہ انگیز امتحان کی کسوٹی پر کسے جاتے ہیں اور بند سے پند پاتے ہیں۔ آدمی ایک طلسم بدیع نما اور معمائے مشکل کشا ہے۔ ایک جرم کے ظہور میں اُسکو عدم خانہ میں نہیں بھیجنا چاہیئے اس لیے کہ اِس عالی نہاد کی بنیاد کو سوائے قدرت ایزدی کے کوئی تعمیر نہیں کر سکتا اس لیے دانش پیشہ منتظموں نے اس کاخ والا اساس کے ڈھانے کو مستحسن نہیں جانا ہے ع کہ نتواں سر رشتہ پیوند کرد + مگر جس آدمی کی بدگوہری۔ بددرونی۔ شور انگیزی۔ فتنہ اندوزی بارہا تجربہ میں آگئی ہو اُس کو زنداں میں بھیجنا کار آگاہوں کا کام نہیں ہے۔ اشرار کی نیستی میں کوشش کرنا جمہور انام کے ساتھ لطف کرنا ہے اسلیے بیرم خان نے اس قیدی کا کام تمام کرنا چاہا تھا مگر اکبر نے رحم دلی کے سبب سے منع کیا اور کہا کہ یہ میری جلوس کا اوّل سال ہے اس کو سید کے خون سے آلودہ نہ کرد۔ اُس فتنہ انگیز کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر لاہور بھیجدیا اور یہاں اسکو پہلوان کلگز عسس لاہور کے سپرد کیا اُسنے بے پروائی سے یا بد اندیشی سے اس کی نگاہداشت میں احتیاط نہ کی۔ وہ بندی خانہ سے بھاگ گیا۔ لاہور میں مرزا شاہ اور ایک جماعت نے پہلوان کلگز کو مقید کیا۔ پہلوان نے بیعزتی کے خوف سے زہر کھاکر اپنے تئیں زندان جسمانی سے خلاص کیا۔ منعم خان فرمانروائے کابلستان نے خوش ہو کر ابو المعالی کے بھائی مرزا ہاشم کو بہ لطائف الحیل طلب کر کے مقید کیا۔ اس کی جاگیر میں کھردو و غوربند و ضحاک وغیرہ تھے۔

بادشاہ کو سلطان سکندر شاہ سور کا استیصال منظور تھا لیکن اسکو بیگمات بہت یاد آتی تھیں اور

بہت سی جاں سپار ملازم ہندوستان میں تازہ آئے تھے وہ بھی اپنے بال بچوں کو یاد کرتے تھے اور کابل جانے کا قصد رکھتے تھے۔ اس لیے بادشاہ نے اپنے معتمد اولیائے دولت کو کابل بھیجکر بیگمات اور تمام ملازمونکے اہل و عیال کو یہاں لانیکے لیے بھیجا کہ ملازم یہاں ثابت قدم ہو کر اپنی ولایت کے جانیکا قصد نہ کریں۔ خود جلوس کے پانچویں دن کوہستان سوالک سے جس کو ہماچل بھی کہتے ہیں کوچ کیا۔

بادشاہ قصبہ دھمری کے قریب آیا۔ پیر محمد خاں آگے لشکر لیکر کوہستان سوالک کے حوالی میں غنیم پاس جا پہنچا۔ اور کچھ لڑکر سکندر شاہ کو شکست دی وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں بھاگ گیا بادشاہی لشکر بادشاہ سے آن ملا۔ چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا۔ بادشاہ قصبۂ جالندھر میں آسائش خلائق کی خاطر سے آگیا اور یہاں باغ میں مقیم رہا۔

جب بادشاہ ہمایوں کے مرنے کی خبر پھیلی تو حاجی خاں نے جو شیر شاہ کے غلاموں سے تھا اس نے ایک جمعیت فراواں کو لیکر نارنول کا محاصرہ کیا۔ جہاں کا مجنوں خاں قاقشال جاگیردار تھا وہ قلعہ میں متحصن ہوا۔ راجہ بہاری مل کچھوایہ حاجی خاں کے ہمراہ تھا۔ جب اہل قلعہ کا قافیہ تنگ ہوا تو راجہ مذکور نے درمیان میں پڑکر قلعہ لے لیا مجنوں خاں کو بادشاہ پاس بھیجدیا۔ آیندہ بیان ہوگا کہ اس راجہ کو شہنشاہ اکبر نے اپنی عنایات سے مہاراجہ بنادیا۔ اور اسکے سارے بیٹوں اور پوتوں اور نواسوں کو مراتب و مناصب ارجمند مرحمت کیے۔ اس وقت تردی بیگ دہلی میں حاکم تھا وہ حاجی خاں کے سر پر گیا۔ نارنول کو اسکے ہاتھ سے چھڑایا۔ اور سرکشوں کو تادیب و تنبیہ کرکے دار الملک دہلی کو واپس چلا آیا۔

بادشاہ جالندھر میں تھا کہ اس پاس یہ خبر آئی کہ مرزا سلیمان حاکم بدخشاں نے بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ نے کمک کا اہتمام کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ہمایوں کی رحلت کی خبر کابل و بدخشاں میں پھیلی تو مرزا سلیمان اور اس کے بیٹے ابراہیم نے کوہستان بدخشاں سے لشکر جمع کرکے کابل پر دست درازی شروع کی اسکے کئی سبب ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ اہل بدخشاں میں اخلاص کم نشان ہے۔ دوم مرزاؤں نے اپنے معاملہ نافہمی اور نادانی سے سوداگری کو چھوڑکر اپنے نقصان کا معاملہ اختیار کیا۔ سوم بدذاتی و بدروئی سے اپنا فائدہ اوروں کے نقصان میں دیکھا۔ چہارم تیرہ باطن کوتہ اندیشوں کے اغوا نے ان کی

نظر کو سوائے اپنے نقد وسود کے کسی اور طرف نہیں دیکھنے دیا۔ خرم بیگم نے مرزا کو اکسادیا وہ مرزا
کی کوچ (بیوہ منکوحہ) تھی اور مرزا نے اپنی کوچک دلی سے اپنے ملکی اور مالی مہمات کا مدار ٹھیرایا تھا۔
وہ مرزا ہندال کی تعزیت کے لیے کابل میں آئی تھی۔ مگر حقیقت میں وہ مرزا اسلیمان و مرزا ابراہیم سے رنجیدہ
ہو کر اور حج کا بہانہ بنا کر یہاں آئی تھی۔ اور رنجیدگی کا باعث یہ تھا کہ جب اس بیگم کو اپنی رائے و تدبیر
کے سبب سے بدخشان مالی و ملکی کا اختیار حاصل ہوا اور اس نے کسی گروہ پر نوازش اور کسی گروہ سے
کاوش شروع کی تو حسد پیشوں نے اپنی بدذاتی سے ناشائستہ باتیں اسکی نسبت کہنی شروع کیں اور اسکے چھوٹے
بھائی حیدر بیگ کے ساتھ متہم کیا تو فوراً ابراہیم نے آزردہ ہو کر حیدر بیگ کو مار ڈالا۔ بیگم رنجیدہ ہو کر کابل
میں آئی بعد ازاں مرزاؤں کو اپنے اس کام سے پشیمانی ہوئی اور اپنے آدمیوں کو بھیجکر اس کو بلا لیا۔ اس
بیگم نے کابل کا ظاہری حال دیکھکر مرزا اسلیمان کو بہکایا کہ ولایت کابل کا لے لینا نہایت آسان ہے مگر ہمایوں
کے خوف سے مرزا چپکا رہا اور جب حادثہ ناگزیر پیش آیا تو کابل پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ منعم خاں کو جب
حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اس نے میدان میں جنگ صف کرنا مناسب نہ جانا۔ اسباب قلعہ داری کا
مہیا کر کے قلعہ نشینی اختیار کی۔ قلعہ کابل کی شکست و ریخت و برج بارہ کی مرمت کرائی۔ پہلے اس سے
کہ مرزا کابل میں آئے۔ بادشاہ کو اس حال کی عرضداشت لکھی۔ مرزا کی نگاہ اپنی کثرت سپاہ اور بادشاہ
کے قلت لشکر پر تھی اس لیے وہ کوچ بر کوچ کرتا ہوا سال اول الٰہی میں کابل میں آیا اور قلعۂ کابل کا محاصرہ
کیا۔ مرزا کے آدمی قلعہ کے باہر سے حملہ کرتے اور بادشاہ کی سپاہ قلعہ کے اندر سے توپ و تفنگ سے انکو پرے ہٹاتی
جب بادشاہ کے پاس منعم خاں کی عرضداشت پہنچی تو اس نے لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر
ایک جماعت نے عرض کیا کہ آدمی جو بیگمات کو لینے گئے ہیں کمک کے لیے کافی ہونگے۔ یہ گروہ اگرچہ
لڑائی میں شریک نہیں ہوا۔ مگر ہندوستان سے بادشاہ کے لشکر آنے کی خبر نے متحصنوں کی دلنوازی
اور مخالفوں کی خاطر شکنی کی۔ مرزا نے یہ تدبیر کی کہ قاضی خاں بدخشی کو کہ اس کے مخصوصوں میں
سے تھا اور علم و عقل میں ممتاز تھا۔ برسم رسالت منعم خاں کے پاس بھیجا۔ منعم خاں نے اس کے
ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اس کو یقین ہو گیا کہ اہل حصار پاس ذخیرہ بہت ہے اور انکی تعداد زیادہ ہے

منعم خاں کی تدبیر البتہ قابل ستائش ہے کہ باوجود کمال تنگی و بے سامانی کے ایسے دوربین ایلچی کو خلاف واقع کمال استعداد اور فراخی احوال کا یقین دلایا۔ بعد اس کے منعم خاں نے فرستادہ کو واپس کیا اور یہ پیغام کہلا بھیجا کہ حصار کے اندر اس قدر آدمی ہیں کہ میں باہر آن کر لڑ سکتا ہوں مگر احتیاطاً نہیں لڑتا برسوں کا سامان قلعہ داری اور آذوقہ موجود ہے۔ سوائے اس کے ہندوستان کا لشکر مور و ملخ سے زیادہ چلا آتا ہے تو اپنے اندیشۂ ناصواب سے درگزر اور کافر نعمتی میں اپنے تئیں خاص و عام میں انگشت نما نہ کر۔ مرزا کو یہ خیال تھا کہ قلعہ میں آذوقہ کم ہے اور یہاں کے آدمی بادشاہ سے کہ لڑکا ہے بے وفائی کرینگے مگر ایلچی کی زبانی یہ حال سنکر اس کو ناامیدی ہوئی۔ قاضی خاں کو پھر قلعہ میں بھیجا اور ان شرائط پر صلح کی۔ اوّل اس کے نام کا خطبہ پڑھایا جائے۔ دوم یہ کہ آب باراں سے بدخشاں تک اس سے متعلق ہو۔ منعم خاں نے شرائط کو قبول کر لیا۔ اس کا خطبہ پڑھا۔ اور یوں اپنا پیچھا اس سے چھٹایا۔ مرزا نے مقدم بیگ کو آب باراں کا منتظم مقرر کیا۔ خود بدخشاں چلا گیا۔

کابل کو جب مرزا سے نجات ہوئی تو بیگمات ہندوستان کو روانہ ہوئیں اور بادشاہ کی خدمت میں آگئیں۔ خرد سال بادشاہ کو تخت نشینی کی ابتدا میں چند روز تک میدان جنگ میں صرف ایک ہی اپنا دشمن سکندر سور معلوم ہوتا تھا جس کے برباد کرنے کے لئے بادشاہ نے اسے بھیجا تھا۔ پھر اس نے خود اس کے استیصال کے واسطے اپنا لشکر بھیجا۔ پنجاب کا قبضہ میں رکھنا مقدم تھا پھر کابل میں ہنگامہ برپا ہونے کی خبر آئی۔ یک نشد دو شد۔ ابھی بادشاہ کی خاطر جیسی کہ چاہیے مہمات سکندر سے فارغ نہیں ہوئی اور کابل کی طرف نگراں تھی کہ ۸ ذی الحجہ کو جالندھر میں اس پاس خبر آئی کہ دار الملک دہلی کو ہیمو نے لے لیا۔ اس کا مجمل بیان یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ہیمو نے ابراہیم کو کہ مدعی سلطنت تھا لڑائیاں لڑ کر شکست دی اور سب جگہ غالب آیا۔ سلطان محمد کو جس نے اپنے تئیں سردار بنایا تھا شکست دیکر ملک عدم کو روانہ کیا۔ تاج خاں کرانی اور رکن خاں لوحانی کو جنگوں میں ہزیمت دی۔ غرض بائیس لڑائیوں میں سلطان عدلی شاہ کے مخالفوں پر یہ یکتا بنیا فتحیاب ہوا اور غالب رہا۔ ان کامیابیوں سے اس کے دل میں سلطنت کی ہوس پیدا ہوگئی۔ جب ہمایوں نے ہندوستان کو فتح کیا تو وہ اور مشاغل میں مشغول تھا مگر جب شہنشاہ اکبر

تخت پر بیٹھا تو شاہ عدلی کو چنار گڑھ میں اُس نے چھوڑا اور خود آگرہ کو بے محاصرہ و جنگ کے لیتا ہوا دہلی
کی طرف متوجہ ہوا۔ آگرہ میں سکندر خاں حاکم تھا وہ جدا ہو کر اپنے آدمیوں کے ساتھ دہلی میں آیا وہ ہیمو سے
لڑ نہیں سکتا تھا اس لئے قلعہ سے بھاگا۔ ہیمو کے فوج نے تعاقب کر کے اُسکی فوج کے دو تین ہزار آدمی
زخمی و قتل کئے کچھ بھاگے کچھ دریا میں ڈوبے۔ اور اٹاوہ سے میاں خاں۔ کالپی سے عبد اللہ خاں اوزبک
اور بیانہ سے حیدر محمد خاں دہلی میں آگئے۔ صلاح وقت دیکھ کر تمام سرکاروں اور صوبوں سے امراء دہلی میں
مجتمع ہوئے۔ دہلی میں تردی بیگ ناظم تھا اُس نے سامان پیکار تیار کیا۔ اور جانفشانوں کو مملکت کی سب
طرفوں سے اکھٹا کیا۔ علی قلی شیبانی کے سوا سب ہی امراء اسمیں شریک ہوئے۔ علی قلی کے شریک نہ ہونے کا
یہ سبب تھا کہ شادی خاں نے جو شاہ عدلی کے امراء بزرگ میں سے تھا اور سرکار سنبل کے اکثر پرگنے
اس کے تصرف میں تھے اسکے دفع کرنیکے لئے وہ متوجہ ہوا تھا اور اُس نے اپنے ملازموں محبت خاں لطیف خاں
غیاث الدین کو اپنے سے پہلے بھیجا تھا کہ آب رہب سے گزر کر اسکے آنے کے منتظر رہیں مگر یہ جماعت اپنی مردانگی
کے نشہ میں ایسی مست تھی کہ تدبیر و احتیاط سے ہاتھ اُٹھایا۔ مگر ناگہاں شادی خاں نے اُن پر حملہ کیا۔ ان معاملہ
نافہموں نے بے ڈھنگی جنگ کی اور شکست پاکر بھاگے۔ لطیف خاں مع ایک جماعت کے دریا میں ڈوب مرا۔
علی قلیخاں نے اس سانحہ کی خبر سنکر بادشاہ کے امراء کے ساتھ جو اسکی کمکی کے ساتھ مشورہ کر کے شائستہ آئین
کے ساتھ شادی خاں سے لڑنے کو روانہ ہوا جس روز کی صبح کو لڑنے کا اُس نے ارادہ کیا تھا اُس کی شب کو
تردی بیگ کا نوشتہ آیا کہ ہیمو چلا آتا ہے اسکے ساتھ ساز و سامان جنگ بہت ہے۔ مناسب وقت یہی ہے کہ اول
اسکے آشوب کو دُور کریں۔ یہ امر سب مہمات میں اہم ہے فوراً یہاں چلے آؤ۔ علی قلیخاں نے اپنے کام کو چھوڑا
دہلی کی طرف چلا۔ پہلے اس سے کہ وہ دہلی پہونچے۔ پیر محمد شروانی اندیشہار تباہ ساتھ لے کر دہلی میں آیا
ہیمو کے پاس پچاس ہزار سوار۔ ہزار فیل۔ اکاون کمان۔ پانسو توپیں تھیں۔ اسکو اپنی کامیابیوں کے
سبب سے اپنی بزرگی پر گھمنڈ تھا۔ بادشاہ کو لڑکا سمجھا تھا۔ سہ شنبہ غرہ شہر ذی حجہ ۹۶۳ھ کو ہیمو دہلی کے
نزدیک آیا۔ اور تغلق آباد کے حوالی میں اُترا۔ تردی بیگ نے بھی دہلی میں ثبات قدمی کی۔ سب طرح کی
مستحسن تدبیریں کیں اور امراء خوانین کو باہم جمع کر کے بزم مشورہ آراستہ کی۔ شیر مرد تو احتیاط کے سبب سے

اور شتر دل بیدلی کی وجہ سے جنگ پر راضی نہ تھے وہ یہ کہتے تھے کہ ہمکو مناسب ہی کہ جبتک شاہنشاہ نہ آئے جس طرح سے ہو سکے قلعہ کو استحکام دیں اور شبخوں کے مارنے کی گھات میں بیٹھے رہیں۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ علی قلی خاں اور اس حدود کے امرا کے آنے تک جنگ کو موقوف رکھنا چاہیئے۔ ایک گروہ بہادر دل کا جن کو معرکۂ رزم عشرت گاہ بزم سے زیادہ تر خوش معلوم ہوتی ہی کہتا تھا کہ کارزار کرنے میں زیادہ توقف کرنا نہیں چاہیئے ؎ زمانہ ازاں کس تبرا کند ٭ کہ او کار امروز فردا کند۔ آخر یہی رائے قرار پائی اور سب جنگ پر دل نہاد ہوئے۔ چہار شنبہ دوم ذی حجہ دونوں طرف کی فوجیں آراستہ ہوئیں۔ قول نے تردی بیگ کی شہامت سے انتظام پایا اور اسی قول میں یہ امرا بھی شریک ہوئے افضل خاں و اشرف خاں و مولنٰا پیر محمد شروانی کہ برسم وکالت بیرام خاں کی جانب سے انتظام مہام کے لیئے آیا تھا یا اس شرارت کے ارادہ سے کہ تردی بیگ کے ہنگامہ آراستہ کو برہم زدہ کرے اور بنے بنائے کام کو بگاڑے۔ حیدر محمد خاں و قاسم مخلص۔ حیدر بخشی و علی دوست خاں باربیگی اور ایک اور جماعت نے برانغار کو استحکام دیا تھا اور اسکندر خاں اور ایک اور جماعت نے جرانغار کو زینت دی تھی۔ عبداللہ اوزبک وقیا خان۔ لعل خان اور ایک اور جماعت ہراول میں معرکہ آرائی کرتی تھی۔ ہیمو کی جانب بھی سپاہ جیسی کہ نبرد کے لئے آراستہ ہونی چاہیئے آراستہ تھی۔ طرفین کے بہادر کارزار میں جان لڑاتے تھے۔ تردی بیگ کے لشکر ہراول اور جرانغار نے اپنی مردانگی سے غنیم کے ہراول اور برانغار کو اپنے آگے سے ہٹا دیا۔ اور بہت کچھ غنائم کو حاصل کیا۔ چار سو ہاتھی چھین لئے۔ حسین خاں جلوانی کو کہ مخالف کے امراء عظام میں سے تھا فنا کیا۔ تین ہزار سے زیادہ مخالفوں کے آدمی مارے۔ ہیمو نے سو ہاتھی منتخب کر کے ایک بہادر لشکر لیا اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہی لشکر کا ایک گروہ بھگوڑوں کے پیچھے گیا اور ایک گروہ لوٹ پر جھک پڑا۔ تردی بیگ خاں پاس تھوڑے آدمی تھے۔ وہ یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ کہ ہیمو نے اُس پر بہادرانہ حملہ کیا اُس کے ساتھیوں نے یاوری نہیں کی۔ مولنٰا پیر محمد خاں شروانی نے بھی اس لئے کہ سپہ سالار تردی بیگ کو شکست ہو فرار اختیار کیا۔ تردی بیگ نے بھی جان کو عزیز رکھکر بھاگنے سے عار نہ کیا۔ فتح کی صورت بگڑ گئی شکست ہوئی دانشوروں کے اس تجربہ پر کسی نے نظر نہ کی کہ ان شیر دلوں کی نسبت جو پیکار کی تلاش میں رہتے ہیں۔ گریزندہ زیادہ

زخمی ہوتے ہیں۔ بہ نسبت اُن جوانمردوں کی جو حریص مرگ ہوتے ہیں اور بیباک جنگ کرتے ہیں وہ
لوگ جلد ہلاک ہوتے ہیں کہ جان کو عزیز سمجھتے ہیں اور موت سے بھاگتے ہیں۔ ہیمو نے تردی بیگ کا تعاقب
نہیں کیا کہ وہ اس کے بھاگنے کو خداع عظیم جانتا تھا جو بہادر کہ ہیمو کے لشکر مفرور کے تعاقب میں گئے تھے
وہ بھی تردی بیگ کی راہ پر دوڑے۔ ہیمو دار الملک دہلی میں داخل ہوا اور اپنا لشکر دہلی میں جمایا۔ اور راجہ
بکرماجیت لقب رکھا۔ اور ہندوستان سے مغلوں کے بالکل استیصال کرنے کا عزم جزم کیا تردی بیگ اور
امرا یہ کرسکتے تھے کہ علی قلی خاں شیبانی اور امراء و سرداروں کو متفق کرکے شکست کا تدارک کرتے یا
حوالی دہلی میں رہ کر بادشاہ کی کمک کا انتظار کھینچتے۔ مگر ان کاموں میں سے کوئی کام نہ کیا۔ سیدھے سرہند
کو بھاگے اور ملک کو دشمن کے لئے خالی چھوڑ گئے جس کو اس نے بے تکلف لے لیا۔ میرٹھ میں علی قلی
شیبانی کو یہ خبر ہوئی وہ تنہا ہیمو سے نہیں لڑ سکتا تھا اس لئے وہ بھی سرہند میں چلا آیا۔ جب جالندھر
میں بادشاہ پاس اس حادثہ کی خبر پہنچی تو وہ سُنکر گھبرایا اور کیوں نہ گھبراتا آخر کم عمر تھا۔ تمام امیروں کے
آنکھوں کے سامنے ہمایوں کا زمانہ پھر گیا۔ اور جب یہ اور سنا کہ ہیمو کے پاس لاکھ سپاہیوں کی فوج اور ہزار
ہاتھی ہیں اور یہاں ساری کرامات بیس ہزار سپاہ ہی تو اور بھی جان نکل گئی۔ سب امرا کہنے لگے کہ ایسی
حالت میں مقابلہ کرنا اپنی جان سے ہاتھ دھونے ہیں۔ بہتر ہی کہ جنت مکانی کی طرح کابل کو ہم سب جائیں
اور وہاں سے دوسرے سال سب سامان درست کرکے آئیں اور ہیمو سے بدلہ لیں۔ جب اکبر نے یہ حال دیکھا
کہ سوائے پنجاب کے سارا ملک افغانوں کے قبضہ میں چلا گیا ہی اور اب امیروں کے دل ہارنے سے پنجاب
بھی ہاتھ سے چلا تو وہ بڑا دلگیر ہوا اور بیرام خان کو خان بابا کہہ کے کہنے لگا کہ میں نے اپنے تمام ملکی و مالی
مہمات کا مدار آپ کی صلاح و مشورہ پر رکھا ہی جو کچھ صلاح دولت ہو وہ عمل میں لائیں۔ اور میرے حکم پر موقوف
نہ رکھیں۔ خان بابا نے کہا کہ حضور کا سارا دربار میرے دشمنوں سے بھرا پڑا ہی بھلا میری کون سُنے گا ورنہ
اس معرکہ کا سنبھال لینا کون بڑی بات ہی۔ اس پر اکبر نے ہمایوں کی روح کی اور اپنے سر کی قسم دی کہ
آپ کسی دشمن سے نہ ڈریں اور یہ مصرع پڑھا ؎ دوست گر دوست بود ہر دو جہاں دشمن باش۔ یہ سُنکر
بیرم خاں نے انجمن امرا جمع کی۔ یہ مقولہ سچ ہی کہ ضرور نہیں کہ مشورہ کاروں کے مجمع میں ہمیشہ دانائی ہو۔

[illegible]

اکثروں نے بالاتفاق کہا کہ اس اجنبی ملک میں اپنے تئیں ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلوانا اور اپنا گوشت چیل کووں کو کھلانا کیا عقل کی بات ہے۔ بہتر ہے کہ کابل چلیں۔ سال آیندہ میں آنکر ہیمو سے لڑیں بھڑینگے اس پر بیرام خاں نے کہا کہ جس ملک کو دو دفعہ لاکھوں جانیں دیکر لیا ہو۔ اس کو نامردی سے چھوڑ کر چلے جانا ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔ بادشاہ تو ہنوز بچہ ہے اس پر کون الزام لگائے گا۔ مگر سفید بالوں پر روسیاہی کا وسمہ لگے گا۔ دہلی کو ہم نے دو دفعہ کھویا اور لیا۔ خواہ کچھ ہی جان جوکھوں کیوں نہ ہو اسکو لینا ضرور ہے اصل دہلی ہے۔ کابل اسکے آگے بے اصل ہے۔ دہلی اگر پاس ہو تو کابل کا لے لینا کیا بات ہے۔ خاقان اکبر نے باوجود صغرسنی کے زبان سے فرمایا کہ ہاں ہاں وہی کرنا چاہیئے کہ خان بابا کہتا ہے۔ اب ہم کہاں جائینگے بغیر لڑے بھڑے مرے مارے ہندوستان نہیں چھوڑینگے۔ غرض اس نوعمر بادشاہ کی باتوں نے کہنہ سال امیروں کے دلوں پر ایسی تاثیر کی کہ اُنکی رگوں میں شجاعت وغیرت کا خون جوش میں آیا اور سب تلواریں ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ بیرام خاں اور اکبر نے اس وقت ہندوستان کی سلطنت کے آگے کابل کی ریاست کو ہیچ جانا۔ اُسکو معلوم تھا کہ ہیمو دہلی میں سلطنت جانے کے لئے ضرور ہے کہ پنجاب کو فتح کریگا۔ اسلئے اُنھوں نے دہلی کے فتح کے لئے پیش قدمی کی۔ سلطان سکندر کی طرف سے بادشاہ کی خاطر جمع نہ تھی اسلئے خضر خواجہ خاں کو کہ سلاطین مغل کی نسل سے تھا اور بابر بادشاہ کی دختر گلبدن بیگم سے اس کا نکاح ہوا تھا پنجاب کی پراگندگیوں کے دور کرنیکے لئے اور سکندر شاہ کے دفع کرنیکے واسطے متعین کیا۔ اور بادشاہ نے خود ہیمو کے قلع قمع کا قصد کیا۔ اسلئے تردی بیگ خاں اور اور امراء کے نام فرمان جاری کیا کہ وہ قصبہ تھانیسر میں اس سے ملیں اور اُنکی دلدہی بھی کی کہ ایسے واقعات کے پیش آنے سے بیدل نہیں ہونا چاہیئے اور خود دسویں ذی حجہ یعنی عید قربان کے روز جالندہر سے چلا۔ ستلج سے عبور کر کے ۱۸ کو سہرند (سرہند) میں آیا۔ یہاں علی قلی شیبانی اور امراء شکست یافتہ فرمان پہنچنے سے سرہند میں آگئے۔ اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ تردی بیگ کو بہرام خاں نے مار ڈالا اس کا حال ہم پیچھے لکھینگے اس عرصہ میں ہیمو دہلی میں اپنی بکرماجیتی کرتا رہا۔ اور سپاہ کو جمع کرتا رہا۔ جب اُسکو خبر پہنچی کہ اکبر سرہند میں آگیا ہے تو اُس نے اپنے توپخانہ کو پانی پت بھیجا جو دہلی سے

سے شمال میں میس کوس کے (۵۳) میل فاصلہ پر ہے۔ اور خود مع سواروں پیادوں کے پیچھے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اکبر بھی پانی پت کی طرف سرہند سے چلا آتا تھا احتیاطاً اس نے علی قلی خاں شیبانی کو دس ہزار سواروں کے ساتھ پہلے روانہ کیا تھا۔ علی قلی خاں پانی پت میں آیا اور جب اسکو خبر ہوئی کہ ہیمو کا توپخانہ وہاں آگیا ہے اور سپاہ بھی اُسکے ساتھ نہیں ہے تو وہ اُس پر چڑھ گیا اور توپ خانہ چھین لیا اسکے ساتھ جو آدمی تھے وہ بے جنگ بھاگ گئے۔ ہیمو کو اس واقعہ سے بڑا افسوس ہوا۔ یہ توپیں اس پاس ترکی سے آئی تھیں اور وہ بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ اکبر اور بیرام روز پنجشنبہ دوم محرم ۹۶۴ھ مطابق ۵ نومبر ۱۵۵۶ء کو پانی پت کے میدانوں میں آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ہیمو کی سپاہ انکی طرف حرکت کر رہی ہے۔

ہیمو نے اپنی سپاہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ دست راست کی سپاہ شادی خاں کاکر کو اور دست چپ کی اپنے بھائی رمن کو جو بڑا تیز چالاک بہادر تھا حوالہ کی اور تیسرے حصہ کا اہتمام خود لیا۔ بادشاہ کی سپاہ کے مقابلہ میں پانسو ہاتھی آئین جنگ کے موافق کھڑے کئے۔ یہ وہ ہاتھی تھے کہ ہندوستان کے بادشاہوں نے جمع کئے تھے۔ تیزپائی اور چرب دستی انکی مشہور تھی۔ وہ عمارات عالی کو اپنی ایک جنبش میں ویران کرتے تھے۔ اپنی کھلاڑیوں میں مضبوط درختوں کو جڑ سے اُکھیڑ کر پھینک دیتے تھے۔ میدان جنگ میں سواروں کو گھوڑوں سمیت سونڈ میں اُٹھا لیتے تھے وہ ہتھیاروں سے سجے ہوئے تھے اُنکی سونڈوں پر دشنے اور حربے لگے ہوئے تھے۔ اُنکی پیٹھ پر رعد انداز اور تخش افگن بیٹھے ہوئے تھے۔ رجپوت و افغان تیس ہزار سوار ہیمو کے ساتھ تھے۔ شیر شاہ و سلیم شاہ کے وقت کے بڑے بڑے بہادر اپنے نامور ہاتھیوں پر سوار تھے اور ہیمو خود اپنے ایک بھاری ہاتھی پر جس کا ہوائی نام تھا سوار تھا اُس نے اول بادشاہ کے ہراول کے میسرہ پر حملہ کیا اور اسکو پراگندہ کر دیا۔ اسکے ہاتھیوں سے بادشاہ کے میمنہ اور میسرہ کے قدم اُکھڑے اور بعض بڑے بڑے نامور بہادر قتل ہوئے۔ مثل محمد قاسم خاں نیشاپوری۔ حسین قلی خاں و شاہ قلی خاں محرم۔ لعل خاں بدخشی۔ بادشاہ کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان کے گھوڑے ہاتھیوں کے سامنے نہیں کھڑے رہتے تو وہ پیادہ پا ہو کر تلواریں ہاتھ میں لیکر دشمن پر چلے ہیمو کے افسران کو روک نہ سکے وہ خود قلب سپاہ پر جس میں بیرام خاں افسر تھا جھکا۔ اس جوانمرد جنگ آزمودہ سپہ سالار کی

سپاہ نے تیر اندازی کر کے سواروں کو گرایا۔ علی قلی خاں شیبانی کا لشکر ایسی جگہ مقیم تھا کہ وہاں ہاتھیوں کا
گزر نہیں ہو سکتا تھا اس نے پیچھے جا کر تیر اندازی اور تیغ زنی کی۔ ہیمو قوی حملے کرتا تھا اور بادشاہ کے
بڑے بڑے بہادروں کو پست پا کرتا تھا اسکی طرف سے بھی بھگوانداس جو بڑا تیز دست بہادر تھا اور شادیخاں
دونوں ہلاک ہوئے۔ ناگاہ اس گیرودار میں ہیمو کے ایک تیر ایسا لگا کہ اسکی آنکھ کو پھوڑ کر سر سے پار نکل گیا۔
اسکی سپاہ جو تگ و تاز کر رہی تھی جب اُس نے دیکھا کہ دشمن کا تیر نشانہ پر لگا تو اُسکی ہمت شکستہ ہو گئی وہ
پراگندہ ہوئی۔ اسی ہنگامہ میں شاہ قلی خاں محرم چند سپاہیوں کے ساتھ اس ہاتھی کے پاس پہنچا کہ جس پر
ہیمو سوار تھا مگر اسکو معلوم نہ تھا کہ وہ اس پر سوار ہے۔ اس نے فیلبان کے مارنے کا قصد کیا کہ ہاتھی کو پکڑے
سو فیلبان بیچارہ اپنی جان کے خوف کے مارے پکارا کہ ہیمو اسی ہاتھی پر سوار ہے۔ شاہ قلی خاں نے فیلبان کو
امان دی اور انعام بادشاہی کا اُمیدوار کیا۔ اس ہاتھی کو اور چند ہاتھیوں کے ساتھ لیکر میدان جنگ سے
جُدا ہوا۔ بعض لکھتے ہیں کہ ہیمو بیہوش تھا۔ ہاتھی کا فیلبان مارا گیا تھا بے سر ہاتھی جنگل کو جاتا تھا کہ شاہ قلی نے
پکڑ لیا۔ جب ہیمو کے لشکر کو شکست ہوئی تو فیلبانوں کو تیروں سے بادشاہ کا لشکر مارتا تھا اور ہاتھی ہوا
کی طرح بھاگتے تھے۔ اس لڑائی میں میدان جنگ میں پانچہزار آدمی ہیمو کے قتل ہوئے اور جو بھاگ کر
مارے گئے اُنکا شمار معلوم نہیں۔ پندرہ سو ہاتھی بادشاہ کے ہاتھ لگے۔ اس عرصہ میں شاہ قلیخاں محرم ہیمو کو
کو باندھ کر بادشاہ کے روبرو لایا۔ ہرچند اُس سے باتیں کیں مگر اس نے کسی بات کا جواب نہ دیا معلوم
نہیں کہ جانکر جواب نہیں دیا یا اسمیں جواب دینے کی توانائی نہیں تھی یا شرم کے مارے بات کرنی پسند
نہ کی بیرام خان خانخانان نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس کافر کو تلوار سے قتل کیجئے تاکہ مہر کے طغرا میں اسم
مبارک کے ساتھ غازی کا لفظ زیادہ کیا جائے اور ثواب اعظم حاصل ہو۔ مگر اس رحم دل کم عمر بادشاہ نے فرمایا
کہ اس بندھے ہوئے مردہ کافر کو مار کر غازی نہیں بن سکتا۔ غرض اس ثواب موہومہ کی اُمید میں بیرام خاں
نے ہیمو کا سر تلوار سے جدا کیا۔ بادشاہ نے اُسکا سر کابل کے در پر اور دھڑ دہلی کی دروازہ پر لٹکانے کے لئے بھیجدیا۔
جہانگیر نے تزک جہانگیری میں اور ابوالفضل نے اکبرنامہ میں یہ ایک لطیفہ لکھا ہے کہ جب ہمایوں دارالسلطنة
دہلی میں اسکندر کی فتح کے بعد آیا ہے تو باپ کے اشارہ سے اکبر تصویر خانہ میں تصویر کی مشق کرتا تھا میر

سید علی مصور اسکو اس بدیع صنعت کی راہ روش بتلاتا تھا۔ ایک دن اُس نے آدمی کی تصویر بنائی جسمیں اسکے سب عضو عضو بند بند جدا بنائے۔ ایک شخص نے اکبر سے پوچھا حضور نے یہ کسکی تصویر بنائی ہی اس نے جواب دیا کہ ہیمو کی حالانکہ اس وقت ہیمو کا نام و نشان بھی وہ نہیں جانتا تھا جسوقت بیرام خاں نے اصرار کیا کہ بادشاہ ہیمو کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں تو اسوقت اُسنے اس تصویر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میں پہلے ہی ہیمو کی بند بند جدا کر چکا ہوں۔

ابو الفضل نے ایک اور لطیفہ لکھا ہی کہ جب بادشاہ جالندھر سے ہیمو کے استیصال کے لئے چلا ہی تو ایک دن میر آتش کو حکم دیا کہ مسرت خاطر اور آدمیوں کے تماشہ کے لئے اقسام آتشبازی کو سرانجام دے اور ہیمو کی صورت کی آتش بازی بناکے آگ لگائے تھوڑی دیر میں یہ گلزار آتش تیار ہوا۔ ہیمو کی صورت بھی آئی جس میں آگ لگائی گئی اس بزم بازی میں اس نے پہلے ہی اپنے کشتنی بدخواہ کو سوختنی بنایا۔

پانی پت میں تیس برس پہلے اکبر کے دادا بابر کو یہاں فتح حاصل ہوئی تھی اور اس سے پہلے اس کے جد امجد امیر تیمور صاحبقران کو اسی میدان میں ظفر نمایاں حاصل ہوئی تھی مگر نتیجہ ان دونوں لڑائیوں کا سوائے اسکے نہ تھا کہ ایک فتح حاصل ہوئی۔ مگر اکبر کو جو یہ فتح حاصل ہوئی تو اسکا نتیجہ اعظم یہ پیدا ہوا کہ اسکے خاندان نے ساری ہندوستان میں دو سو برس تک بڑی شان و شوکت سے سلطنت کی جب سے اسکا تنزل شروع ہوا کہ اسی پانی پت کے میدان میں شمال سے ایک حملہ آور نے آن کر اسی خاندان کی بادشاہ کو شکست دی اور بعد اسکے ایک بیگانہ قوم نے بحر اطلانٹک کے جزیرہ سے نکل کر اسکا کام تمام کردیا قطع نظر اسکے اکبر کی اس فتح کو اسکے باپ دادا کی فتوح پانی پت پر اور طرح سے بھی فضیلت ہی۔ اس وقت ہیمو پاس وہ اسباب جمع تھا کہ ہندوستان کے فرمان فرمایوں کو میسر نہ تھا۔ سپاہیان کار طلب کا ہجوم۔ مبارزان کارزار کی فراوانی اسباب توپ خانہ کی افزونی۔ فیلان زبردست کی کثرت۔ امراء افغان کو جس میں مقدم شادی خاں میواتی تھا۔ ہیمو نے مناصب و اضافہ کا اُمیدوار کیا تھا اور خزانہ کا مُنہ کھول دیا تھا۔ بہت انعام دیے اور سپاہ کی تسلی کی۔ اس کی سپاہ میں تیس ہزار افغان اور راجپوت تھے۔ شیر شاہ اور سلیم شاہ کے وقت کے بڑے بڑے بہادر اپنے ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے تھے پادشاہ کی سپاہ میں

کل دس ہزار آدمی تھے جن میں پانچ ہزار قابل نبرد تھے اس قلیل سپاہ سے بادشاہ نے ہیمو کی کثیر سپاہ پر فتح پائی - امیر تیمور کو تو سلطان ابراہیم سے پانی پت کی لڑائی میں ۱۲۰ ہاتھی ہاتھ آئے شہنشاہ اکبر کو پندرہ سو اور اسی پر اور غنائم کا قیاس کرنا چاہیے بڑا خزانہ اور جواہر خانہ ہاتھ لگا جو سپاہ کو تقسیم کیا - اور ہاتھی اور توپ خانہ سرکار شاہی میں داخل ہوا - یہ لڑائی جمعہ کے دن صبح کو ۱۰ ماہ محرم ۹۶۴ھ کو موضع کھرونده میں واقع ہوئی جو پانی پت کے پاس ہے اور پھر وہاں ایک مشہور سرائے بنائی گئی - بگرفت ہیمو را - اس فتح کی تاریخ ہوئی -

بادشاہ کا دہلی میں آنا اور امرا کو خطاب و سپاہ کو انعام دینا ۹۶۴ھ

اسی فتح کے روز سکندر خاں اوزبک کو ہزیمت یافتوں کے تعاقب کے لئے اور دار الملک دہلی کی حراست کے واسطے روانہ کیا اُس نے کچھ شریر اور معطل آدمیوں کو زندان زندگی سے خلاصی دی اور ملک کی پراگندگی کا منتظم ہوا دوسرے روز بادشاہ ایک دن میں بغیر کسی مقام کے پانی پت سے دہلی میں آیا جہاں اس کا دادا تیس برس پہلے آیا تھا اور باپ اسکو چھوڑ کر بھاگا تھا - مگر اس طفل چاردہ سالہ نے وہ اپنا کرشمہ دکھایا کہ اپنے باپ دادا پر سبقت لیگیا - دہلی میں ہر صنف و ہر طبقہ کے آدمیوں نے آن کر نذر دی اور مجنوں خاں قاقشال نے راجہ بہاری مل کا اخلاص جو اسنے نارنول کے محاصرہ میں مشاہدہ کیا تھا بادشاہ سے عرض کیا - بادشاہ نے اُسکو طلب کیا جس روز کہ وہ اور اُس کے اقربا بادشاہ سے خلعت رخصت لینے بارگاہ بادشاہی میں آئے تھے - بادشاہ مست ہاتھی پر سوار تھا شورش مستی میں ہاتھی جس طرف دوڑ جاتا تھا - آدمی ہٹ جاتے تھے مگر جب وہ ان راجپوتوں کی طرف گیا تو وہ اپنی جگہہ سے نہ ہلے جیسے کھڑے تھے ویسے ہی کھڑے رہے انکا اس طرح کھڑا رہنا اسکو بہت بھایا - راجہ سے اس نے فرمایا کہ ہم تجھکو نہال کرینگے چنانچہ ایسا ہی اسنے کیا جس کا ذکر آگے آئیگا فتح کی خوشی میں جشن ہونا شروع ہوا - انعام میں خزانے دیے گئے جس جس گروہ نے کہ جاں سپاری میں ہمت دکھلائی تھی اُن پر طرح طرح کی نوازش کی گئی - تشریف وضیع و خرد و بزرگ کو عطایا دی گئیں - انہیں سے خان زماں خاں کے خطاب سے علی قلی خاں شیبانی سرفراز ہوا اور سرکار سنبل معہ میاں دوات کے کل پرگنات کے اسکو جاگیر میں دیے گئے ان حدود کے انتظام کے واسطے اسکو رخصت کیا - عبد اللہ خاں اوزبک کو شجاعت خاں کا خطاب ملا و سرکار کالپی اسکو مرحمت ہوئی اسکندر خاں کو خان عالم کا خطاب ملا - پیر محمد خاں شروانی کو ناصر الملک کا خطاب عنایت ہوا اور اسکو اپنی خدمت میں رکھا - میاں خاں کو دار الخلافہ آگرہ کی حدود کا انتظام سپرد ہوا - غرض ہر ناحیہ کا ایک منتظم بادشاہ نے مقرر کیا -

اس اثناء میں خبر آئی کہ شیر شاہ کے غلام حاجی خاں نے الور اور تمام میوات میں فساد مچار کھا ہے بادشاہ نے مولانا پیر محمد ناصر الملک کو فوج دیکر اُس کی تادیب کے واسطے روانہ کیا ہے حاجی فقط اس لشکر کی ہیبت سے بھاگ گیا ساری میوات پر بادشاہ کا قبضہ ہوگیا۔ یہاں کی حدود میں ایک قصبہ دیونی ماچاری (ماجاری) نہایت مستحکم تھا۔ اس قصبہ میں ہیمو کا مال واسباب اندوختہ کیا ہوا موجود تھا۔ وہیں اس کے اہل وعیال تھے۔ اس کا باپ اسی برس کا بوڑھا زندہ تھا اس بڈھے نے بھی بادشاہ کے لشکر سے ایک کارزار کی جسمیں وہ گرفتار ہوا ناصر الملک نے اُس سے کہا بڑے میاں اب مسلمان ہو جاؤ اُس نے کہا کہ جس مذہب کی اطاعت میں میرے اسی برس گذری ہوں اس آخر وقت میں اُس سے مخالفت اور نئے دین سے موافقت نہیں کر سکتا اور فقط جان کے خوف سے بے سمجھے تمہارے طریقہ کو نہیں اختیار کر سکتا۔ اس جواب کا جواب مولانا پیر محمد تیغ زبان سے دیا اور اس کا سارا مال و اسباب اور اہل واعیال و پچاس ہاتھی ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حاجی خاں اجمیر کو اپنا مامن سمجھا اور وہاں چلا گیا یہاں رانا کو جو اس رانا کا بیٹا تھا کہ بابر سے لڑا تھا طرح طرح سے تنگ کیا۔ آخر کو ان دونوں میں اجمیر کے نواح میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا جس میں حاجی خاں اور اس کے وکیل مظفر خاں نے کارہای نمایاں دکھائے۔ رانا کی کثرت سپاہ جس پر اس کو بڑا گھمنڈ تھا کچھ کام نہ آئی اس نے شکست پائی اجمیر اور ناگور اور اسکی مضافات پر حاجی خاں کا قبضہ ہو گیا وہ بڑا صاحب اقتدار ہو گیا اسکے استیلا کی خبر سنکر محمد قاسم خاں نیشاپوری و سید محمود بارہ۔ شاہ قلی خاں محرم اور ایک جماعت کو دفع کرنے کے لئے بادشاہ نے تعین کیا اب دوابہ تو دشمنوں سے خالی ہو گیا یہ میوات مطیع ہوا۔ زمینداروں کی تسلی و تشفی کے واسطے بادشاہ نے میوایتوں سے ناتہ رشتہ کرنا شروع کیا حسن خاں میواتی کے چچازاد بھائی جمال خاں کی دو لڑکیاں تھیں ایک کے ساتھ بادشاہ نے خود شادی کی اور دوسری کے ساتھ بیرم خاں کی شادی کرائی۔ اُسوقت یہ ناتہ رشتہ کرنا بھی انتظام ملکی کے حق میں اکسیر کا حکم رکھتا تھا بادشاہ کا ارادہ تھا کہ ممالک شرقیہ ہندوستان کی طرف توجہ کرے کہ اس اثناء میں خبر آئی کہ نواحی لاہور میں فقیر خواجہ خاں اور سکندر سور کے مابین لڑائی ہوئی اور خواجہ کو شکست ہوئی وہ لاہور میں آگیا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے ہمنے پہلے لکھا ہے کہ پیر محمد خاں سے سلطان سکندر شکست پاکر جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا گیا تھا اور خضر خاں سکندر شاہ کی مدافعت کے لئے مقرر ہوا تھا وہ مع امراء و نظام کے جا کر لاہور میں رہتا تھا جب یہ خبر آئی کہ ہیمو نے دہلی فتح کر لی تو بادشاہ دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ ملا عبداللہ سلطان پوری نے سکندر شاہ کو یہ مقدمات لکھ بھیجے کہ پہاڑوں سے نکلو۔ پنجاب کو لیلو

یہ خوب موقع ہے اُس ملا کو افغانوں نے تو شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا اور حضرت ہمایوں نے اُس کو مخدوم الملک بنایا تھا وہ ظاہر میں بادشاہ کی محبت کا دم بھرتا تھا اور دل میں افغانوں سے الفت رکھتا تھا اُس کے کہنے سے سلطان سکندر نے پنجاب کے کوہستانی زمینداروں کو اپنے ساتھ لیا۔ پنجاب سے روپیہ خوب وصول کیا۔ خضر خواجہ خاں لاہور کو حاجی محمد خاں شیبانی کو سپرد کر کے خود سکندر سے لڑنے گیا۔ دو ہزار منتخب سپاہی ساتھ لیکر موضع جمناری میں کہ لاہور سے دس کوس پر ہے سکندر کے لشکر کثیر سے جا بھڑا مگر میدان جنگ میں اُس کے آگے نہ ٹھیر سکا شکست پاکر الٹا لاہور میں آیا اس اثنا میں ملا عبداللہ کی روبہ بازی کا حال حاجی محمد خاں شیبانی کو معلوم ہو گیا تو اُس نے ملا کو شکنجہ میں دھرا اور زمین میں آدھا گاڑ کر ساری عمر کا جمع کیا ہوا روپیہ اُس سے اوگلوایا غرض بڑی تعذیب سے اُس کی جان کو جسم سے نکالا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے بہت جلد سیالکوٹ اور اُس کے حدود میں سکندر خان خان عالم کو خضر خواجہ کے اعتضاد کے لئے بھیجا مگر پنجاب سے امرا جو یہاں وارد و صادر ہوئے انکی زبانی متواتر بادشاہ نے سنا کہ سکندر خاں سور نے بڑا لشکر جمع کیا ہے اور مان کوٹ کو اپنا مامن بنایا ہے جہاں وہ میدان میں شکست پاکر محفوظ رہ سکتا ہے فتح مذکور پانے سے اس کے ہمراہیوں کی عزت بڑھ گئی ہے جب تک بادشاہ وہاں نجائیگا یہ مشکل کام آسان نہیں ہوگا اس لئے بادشاہ نے ممالک شرقیہ ہندوستان کی عزیمت موقوف کی یورش پنجاب کا ارادہ مصمم کیا بادشاہ کے آدمیوں نے دیوان لسان الغیب میں فال دیکھی یہ بیت نکلی ؎ سکندر را نمی بخشید آبے * بزور و زر میسر نیست این کار۔ اس سے بادشاہ کے مخلصوں کو ایک اعتضاد ہوا۔ بالغ نظر تو فال کو کب معتبر جانتے ہیں مگر ایسے اوقات میں کہ خاطر مضطرب ہوتی ہے ایسے تفاولات پریشان دلوں کو اطمینان دیکر خوش کرتے ہیں بادشاہ کا تو اس مقولہ پر جو اسکی سلطنت کی جان تھی عمل تھا کہ جو کام کیا جائے وہ پورا کامل طور پر کیا جاوے۔ غرض چہارم شہر صفر ۹۶۳ھ کو مہدی قاسم کو دہلی سپرد کی اور خود پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ منزل بمنزل آہستہ شکار کھیلتا ہوا چلا۔ ترک تاجیک فوج فوج اسکی خدمت میں چلے آتے تھے خصوصاً کابل و قندہار و بدخشان سے جدید و قدیم ہواخواہوں کی جمع کثیر اُس کی درگاہ میں آئی۔ جب جالندھر کی حدود میں بادشاہ آیا تو سکندر نے اس نواح میں فتنہ فساد برپا کر رکھا تھا وہ کوہ سوالک میں چلا گیا۔ بادشاہ کو اسکے فتنہ کا مٹانا منظور تھا اُس نے راہ کی دشواری کی پروا نہ کی وہ سکندر کے پیچھے کوہ سوالک میں چلا گیا یہاں کا عالم ہی اور تھا وہ ہندوستان کے خود سرون اور

گردن کشوں کی گریزگاہ تھا قصبہ دسے سوہ میں پہنچا اور پھر قصبہ دھمری میں آیا یہاں جشن نوروزی تھا جس سے سال دوم الٰہی شروع ہوا (سال الٰہی ہر جشن نوروز سے شروع ہوتا ہے) یہاں پادشاہ پاس یہ خبر آئی کہ سلطان سکندر کوہ سوالک میں اسلئے بھاگ آیا ہے کہ اس کا خیال یہ ہے کہ پادشاہی لشکر کو پہاڑ کی تنگ راہوں سے چکر دں میں لاکر شکار کروں مگر پادشاہ نے اس بات کی کچھہ پروانہ کی اور ناصر الملک کو بہادروں کی جماعت کثیر کے ساتھہ روانہ کیا کہ اس پہاڑ کے زمینداروں کو تاخت و تاراج کرے اسنے تھوڑے عرصہ میں پہاڑ کے بہت سے راجاؤں کی تنبیہ و تادیب کی اور سب ان کا مال و اسباب لوٹ لیا سکندر پاس جو کوہستان کی جمعیت تھی وہ پریشان اور بے جنگ فرار ہو گئی پادشاہ ان بھگوڑوں کے پیچھے روانہ ہوا قلعہ مان کوٹ میں سکندر چلا گیا۔ مان کوٹ کا قلعہ چار استوار قلعوں سے بنا ہے سلیم خاں نے اسوقت کہ گکھروں کا استیصال اسکو منظور تھا ان کو قریب قریب پہاڑیوں پر عجیب و غریب طرح سے بنایا ہے ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک قلعہ سنگ و ساروج سے بنایا ہے یہ سب قلعے دیکھنے والے کو ایک ہی قلعہ معلوم دیتا ہے اصل وہ جگہہ جہاں قلعہ بنائے ہیں ایسی محکم ہے کہ اسکو قلعہ خداداد کہنا چاہئے اور ادس پر یہ مستحکم قلعہ بنائے ہیں وہ دشمن کو اپنی بڑی ہولناک شکل دکھاتے ہیں اس پر لشکر کا پہنچنا مشکل اور اگر پہونچ بھی جائے تو وہاں کے رہنے والوں کو زیردست بنانا بہت دشوار۔ میٹھا پانی وہاں کثرت سے آذوقہ جسقدر چاہیے آسانی سے میسر۔ ان قلاع عظیمہ کے بنانے سے سلیم شاہ کا اصلی مطلب یہ تھا کہ جب ہمایوں ہندستان کو جائے تو وہ لشکر پنجاب کے لئے اسے مقر و مامن بنائے اور لاہور اجاڑ کر وہاں بسائے اور وہاں بڑا لشکر رکھکر پنجاب کی حدود پر فرماں روائی کرے اور لاہور کے خراب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ شہر اقسام تجار و اصناف مردم کا مسکن تھا تھوڑی توجہ سے وہاں لشکر عظیم اور اس کا سارا ساز و سامان میسر ہو سکتا تھا اسکو خوف رہتا تھا کہ خاندان تیمور کا لشکر وہاں استعداد و فرمان بہم نہ پہنچائے جسکا علاج کچھہ نہو سکے مگر یہ ارادہ اُس کا موت نے پورا ہونے نہ دیا۔

جب شہنشاہ اکبر کو یہ معلوم ہوا کہ اس قلعہ میں سکندر متحصن ہے تو اُس نے اُس قلعہ کے محاصرہ کا حکم دیا پادشاہ کی فوج نے قلعہ کو گھیر کر اپنا دائرہ کا مرکز بنا لیا اور آداب قلعہ گیری کے موافق اپنے

سکندر سور کے تعاقب میں ... کرنا اور اس کا تعاقب سنہ ۹۶۳

قلعہ مان کوٹ کا محاصرہ سنہ ۹۶۴

مورچل بناتے۔ پہلے ہی دن قلعہ سے افغان باہر نکلے تھے کہ ادہم خاں نے اُن پر حملہ کرکے شکست دی غرض ہر روز جنگ دوست سردار اور کار طلب زبردست بادشاہ کے مورچوں سے نکلکر پیشدستی میں دست بردی کرتے تھے اور اہل قلعہ توپ و تفنگ کی مار سے کسی شخص کو قلعہ کے گرد نہ پھرنے دیتے تھے محاصرہ کے لوازم بوجہ احسن سرانجام پاے تھے اور مورچل اور سرکوب آگے بڑھتے جاتے تھے ناصر الملک کا مورچہ سب سے آگے بڑھا ہوا تھا اُس نے کارہاے نمایاں کئے تھے آٹھ مہینے تک لشکر شاہی اُسپر جھولا کیا اور کچھہ نکرسکا سکندر خاں کو یہ امید تھی کہ سلطان عدلی ضرور مشرق سے سازو سامان مہیا کرکے دہلی اور آگرہ پر چھاپا مارےگا۔ بادشاہ کا لشکر اس طرف جائیگا یوں قلعہ مان کوٹ بچ جائیگا۔ مگر جب اُس نے سنا کہ سلطان عدلی حاکم بنگالہ کے ساتھہ لڑکر اس جہان سے گذر گیا اور ہیمو بقال کا حال بھی یہی ہوا تو اسکو نا اُمیدی پر نا اُمیدی ہوئی اور بھٹان قلعہ پریشان خاطر و پراگندہ دل ہوئے۔ اس حالت یاس میں مجبور ہوکر نہایت عجز و انکسار کے ساتھہ اپنے کاردان معتمد بھیجکر التماس کی کہ پادشاہ سلامت اپنے معتمدوں میں سے کسی کو قلعہ کے اندر بھیجے کہ میری خاطر بیقرار کو تسلّی پذیر کرے مجھے لشکر پادشاہی کا ضمیمہ بناے پادشاہ نے آتگہ خاں کو قلعہ کے اندر بھیجا اسکے سامنے سکندر نے خجالت سے یہ اظہار کیا کہ میں عقل عاقبت اندیش نہیں رکھتا تھا۔ کوتاہ بینی کی۔ میرا منہ نہیں ہے کہ پادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوں میں اپنے بیٹے کو بندگی کے لئے بھیجتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ کوئی جگہہ میرے لئے نامزد ہوجاے کہ میں وہاں چند روز رہ کر پھر پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ تا زندہ ام بندہ ام اس فرستادہ نے ملائمت کے ساتھہ خدمت کی اور ناصر الملک کے لئے جو خانخاناں کی وکالت رکھتا تھا بلکہ رکن سلطنت تھا نقد و جنس بھیجے اسلئے مشار الیہ نے سکندر کی دولت خواہی سے اسکی التماس کا خلاصہ بیرام خاں سے عرض کیا۔ بیرام خاں نے اُسکو پادشاہ سے عرض کیا پادشاہ نے اسکے لئے خرید اور بہار جاگیر میں دیے اُس نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو امراء معتمد میں سے غازی خاں کی ہمراہ بھیجدیا اور پیشکش اور چند ہاتھی برگزیدہ اس باب بھیجے ۲۷ رمضان شنبہ کو قلعہ کی کنجیاں اولیاء دولت کی سپرد ہوئیں وہ حصار کے زنداں سے نکلکر خرید و بہار میں گیا اور یہاں سے دو سال بعد جہاں سے گیا قلعہ مان کوٹ کی حراست ابوالقاسم برادر محمد قاسم موجی کو سپرد ہوئی چھہ مہینے کچھہ دنوں بعد کوہ سوالک سے ۲ شوال [illegible] ۹۶۴ھ
کو بادشاہ لاہور میں آیا۔ یہاں کے ایام توقف میں یہ سانحہ پیش آیا کہ تتھل زمیندار قتل ہوا یہ زمیندار اپنی کمبختی سے

سکندر شاہ کی ہمراہ ہوا۔ زمینداروں کی اکثر یہ دستور و رسم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ یکجہت نہیں ہوتے سب طرف دیکھتے رہتے ہیں جس جانب کو غالب اور شورا فزا جانتے ہیں اسکی ہمراہ ہوتے ہیں جب جنت آشیانی کا انتقال ہوا سکندر شاہ سور نے ہنگامہ برپا کیا تو یہ اُس کے ساتھ ہوگیا اور اُسکے ہنگامہ کو آرایش دی جب بادشاہ کے لشکر کو دیکھا کہ وہ قلعہ مان کوٹ کا محاصرہ کر رہا ہے اور اہل قلعہ پر بری بنی ہوئی ہے تو زمیندارانہ حیلے بنا کر لشکر شاہی سے آن ملا۔ بیرام خاں کو جب اس کے فساد برپا کرنے کی حقیقت معلوم ہوئی تو اُسکو مار ڈالا اور اس کی بجائے اُس کے بھائی اُجمل کو مقرر کیا۔

بہادر خاں برادر زماں خاں جس نے زمین داور میں فتنہ و فساد اوٹھایا تھا شرمندہ و سر افگندہ زمین داور سے آن کر بادشاہ کا زمین بوس ہوا بیرم خاں کی سفارش سے بادشاہ نے اسکے اعمال ناشائستہ کی سزا دی مگر اس سفارش سے اس کی نخوت اور بدکاری اور بڑھ گئی عطوفت اصلی یہ ہی کہ آدمی کو بدکاری کی سزا دیکر اسطرح برنیت کرے کہ پھر بدی کے گرد نہ پھرے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ جب حضرت ہمایوں نے ہندوستان کی طرف توجہ کی تو بیرام خاں کی جاگیر میں قندہار مقرر تھا وہ شاہ محمد قلاتی کے اہتمام سے آراستہ تھا۔ زمین داور بہادر خاں کی داوری کے لئے تفویض ہوئی تھی جب ہندوستان میں ہمایوں بادشاہ ہوگیا تو بہادر خاں نے قندہار کے لینے کا ارادہ کیا اوّل مکر و فریب سے چاہا کہ فرغنیمت کر کے قندہار کو اپنے تصرف میں کر لوں مگر حرام نمکی سے کارکشائی نہ ہوئی اس سرگزشت کی شرح یہ ہی کہ بہادر خاں نے اپنا راز سربستہ فرخ حسین پسر خواجہ قاسم ہزارہ پر کھولا اور کئی مسلح آدمیوں کو اس کے گھر میں جو شہر قندہار کے اندر تھا چھپایا اور ایک دن مقرر کیا کہ دروازہ کے نگہبانوں کا کام تمام کریں اور بہادر خاں بھی دروازہ ماشورہ سے آئے اور باہم اتفاق کر کے شاہ محمد کو مار کر قندہار پر قبضہ کر لیں مگر جس روز یہ کام ہونے کو تھا جاسوسوں نے اسکی خبر حارسان قلعہ کو پہنچا دی اسوقت ان آدمیوں کی گرفتاری کے لئے آدمی متعین ہوئے سازش کرنیوالے سراسیمہ ہوکر دروازہ ماشورہ پر دوڑے وہاں دروازہ مقفل تھا قفل کو توڑ نہ سکے کچھ خندق میں گرے کچھ دیوار سے اپنے پانو سر کے بل گرے کچھ بھاگ کر منافقوں کے گھر میں چھپے جنکو تلاش کر کے شاہ محمد نے مار ڈالا جب بہادر خاں کا یہ داؤ نہ چلا تو وہ زمین داور میں آیا اور لشکر تیار کیا اور قندہار پر آکر لڑنا شروع کیا شاہ محمد نے سوچا کہ ہندوستان کی کمک تو بہت دور ہے فرمان روای ایران سے ملتجی ہوا کہ حضرت ہمایوں نے یہ قرار دیا تھا کہ فتح ہندوستان کے بعد قندہار شاہ ایران کی ملازموں کو حوالہ کیا جائیگا اگر آپ مناسب جانیں تو ایک جماعت کو بھیجدیں کہ وہ بہادر خاں کا بھی علاج کرے۔ اور قندہار بھی

قندہار کے معاملات سنہ ۹۶۴ھ سنہ ۲ جلوس

آن کرے لے شاہ ایران نے سیستان وغیرہ وگرم سیر سے تین ہزار ترکمان بسرداری علی یار بیگ افشار بھیجدیے بہادر خاں کو اس لشکر کی خبر نہ تھی اس کے سر پر یہ بلاے ناگہانی آئی تو وہ اس سے سخت لڑائی لڑا دو دفعہ وہ گھوڑے سے گرا آخر کو بھاگا زمین داور اور اس حدود میں ٹھیر نہیں سکتا تھا شرمندگی کا مارا پادشاہ کی خدمتمیں ملتان کوٹ میں آیا اس کو پادشاہ نے ملتان جاگیر میں دیا اور محاصرہ میں ایک مورچل اسکے سپرد کیا اسنے کام خوب کیا اسی طرح شاہ ملا قلاتی نے شاہ ایران سے کمک لیکر اور عہد وپیمان کرکے بہادر خاں کو ہزیمت دی مگر وہ اپنے عہد وپیمان پر قایم نہ رہا پہلے شاہ ایران نے اپنے بھائی سلطان حسین مرزا کو ایک لشکر کے ساتھ قندہار لینے کیلیے بھیجا شاہ محمد لوازم داری میں سعی کی اور قلعہ کے محاصرہ میں امتداد ہوا ایک دن بہادروں نے قلعہ سے نکل کے خلیفہ ساہو کے مورچہ پر حملہ کیا اسکو زخمی اور جمع کثیر کو قتل کیا سلطان حسین مرزا سے کچھ کام نہ بنا وہ قلعہ چھوڑ گیا۔ پادشاہ ایران نے اور لشکر بہت سا بھیجا کہ کسی نہ کسی طرح قلعہ فتح ہو علی قلی خاں نے اس کا بیڑا اوٹھایا تھا اس نے قلعہ کے لینے میں سخت کوشش کی مگر تیر وبندوق نے اسکو ملک عدم میں پہونچایا۔ ایران کے لشکر میں تفرقہ پڑا سلطان حسین مرزا جو سراسیمہ قلعہ کے گرد بیٹھا تھا کہ اس اثنا میں شاہ محمد قلاتی نے پادشاہ پاس اپنی عرضداشت بھیجی اور حقیقت حال پر آگاہ کیا پادشاہ نے جواب میں یہ حکم بھیجا کہ جنت آشیانی نے فتح ہندوستان کے بعد شاہ ایران کو قندہار حوالہ کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا جاے اور تو ناحق ایران کی سپاہ سے لڑا اس کی عذرخواہی کرکے ہمارے پاس جلد آ یہی اس نے کیا سلطان حسین مرزا کو قلعہ حوالہ کیا۔

کابل سے مریم مکانی اور بیگمات کا آنا ۹۶۴ھ سنہ ۲ جلوس

اسی محاصرہ کے اثنا میں یہ خوش خبری آئی کہ مریم مکانی معہ اور بیگمات کے لاہور میں آگئیں ہیں اور پادشاہ کے اشارہ کی منتظر ہیں ہم نے پہلے لکھا ہے کہ پادشاہ نے ان کے لینے کے واسطے اپنے معتمد بھیجے تھے مگر اس آنے میں کچھ اس سبب سے توقف ہوا کہ کابل میں مرزا سلیمان کی شورش شروع ہوئی اور کچھ اس وجہ سے کہ ہیمو کے ہنگامہ کی کابل میں بُری خبریں اڑ رہی تھیں کابل کے دہلی دروازہ پر ہیمو کا سر لٹکا تو سب طرح سے اطمینان ہوا یہ بیگمات کابل سے روانہ ہوئیں منعم خاں بھی انکے ساتھ ہوا اور محمد قلی خاں برلس کو کابل سپرد کیا مگر جب وہ جلال آباد میں آیا تو اوسکو تردی بیگ کا حال معلوم ہوا کہ بیرام خاں نے اُسے قتل کیا اسلیے وہ اُلٹا کابل گیا اور محمد قلی خاں برلس کو ہندوستان روانہ کیا راہ میں پادشاہ کی دو اعیانی بہنوں کا انتقال ہوا پادشاہ ماہم انگہ کو جو اس کی آسائش گہوارہ سے آرائش تخت تک ہمیشہ ملازمت میں رہی تھی اور نیک خدمتیں کرتی تھی استقبال کے لیے لاہور بھیجا وہ لاہور جا کر ان بیگمات کو پادشاہ کے

لشکر کی طرف لائی۔ بادشاہ بھی محاصرہ بیرام خاں کو سپرد کرکے ایک منزل استقبال کو گیا۔ مریم مکانی نے اپنے نور بصر کو دیکھ کے آنکھوں کو روشن کیا۔ بڑی خرمی وخوش دلی ہوئی پھر بادشاہ لشکر میں آیا جہاں امتداد محاصرہ سے سپاہ دل تنگ ہو رہی تھی مگر بہت سی نئی سپاہ کے آنے سے اور اہل وعیال کے ہندوستان میں پہنچنے سے وہ تازہ دم ہوکے زیادہ قلعہ کشائی میں اہتمام کرنے لگے۔

خان زماں خاں نے رکن خاں لوحانی کو جو شاہ عدلی کے امراء بزرگ میں سے تھا شکست دی در حدود سنبل میں گردن کشوں کو لکھنو تک مطیع کیا پھر حسن خاں بچگوتی کو دفعہ کیا۔ اس سرگذشت کا مجمل بیان یہ ہے کہ ہندوستان کے مشہور زمینداروں میں سے حسن خاں تھا اور وہ اپنی برادری اور خویشوں اور بادشاہی نوکروں میں ممتاز تھا اور ہندوستان کے فرماں روایوں کے عہد میں مستحکم مقاموں میں رہ کر غارت وتباہ کرنے کے منصوبے باندھا کرتا تھا۔ جب بادشاہ قلعہ مانکوٹ کے محاصرہ میں مصروف ہوا تو وہ ایک لشکر گراں جمع کرکے سنبل کو غارت وتباہ کرنے لگا اور دل خاں سور کو کہ افغانوں کے بڑے سرداروں میں تھا اپنا ساتھی بنالیا۔ خان زماں کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو یہاں کے امراء بادشاہی کو ساتھ لے کر لکھنؤ سے باہر اس سے لڑا۔ حسن خاں پاس بیس ہزار سوار جنگی تھے۔ اور خان زماں خاں پاس چار ہزار۔ مگر بادشاہ کی سپاہ کو فتح ہوئی۔ بہت غنیمت ہاتھ لگی اس نے دو ہاتھی جو بڑے نامی تھے وہ بادشاہ کی خدمت میں بھیجے۔

۹۶۶ھ میں جب بادشاہ دار الخلافہ آگرہ میں تھا تو اُس نے سنا کہ افغانوں کی ایک قوم ہے جس کو میانہ کہتے ہیں اُس نے سرونج کی حدود میں فتنہ فساد اوٹھا کے شورش وآشوب کا ارادہ رکھتی ہے بادشاہ نے کمال خاں گکھر کو جو اس خدمت کی لیاقت رکھتا تھا بھیجا۔ اس نے جاکر ان افغانوں کو ٹھیک بنایا اور فتح وظفر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں جلد آیا۔

مرزا عبداللہ مغل کی بیٹی سے کہ اصل نسل کی شریف تھی بادشاہ کا نکاح ہوا۔ بیرام خاں کو

اس نکاح مین تامل اس سبب سے تھا کہ اسکی بہن مرزا کامران کی بیوی تھی اس لیئے وہ اسکو کامرانیہ
سمجھاتا تھا۔ مگر ناصر الملک نے اس کو سمجھایا کہ ایسے کامون مین توقف رہنا نہایت ناخوش ہے اسکے
سمجھانے سے بیرام خان نے پادشاہ کے نکاح کا اہتمام خود کیا اور جشن شاہانہ مرتب کیا ہم نے پہلے
لکھا ہے کہ مانکوٹ فتح کرکے ١٢ شوال کو لاہور مین پادشاہ آیا کہ پنجاب کا شائستہ انتظام کرے وہ
یہان چار مہینے چودہ روز رہا۔ ١٥ صفر سنہ ٩٦٥ھ دار الملک دہلی کو روانہ ہوا جب جالندھر مین آیا تو
ہمایون کی بھانجی سلیمہ سلطان بیگم سے بیرام خان کا انعقاد کیا۔ ہمایون نے یہ نسبت ٹھیرائی تھی
اور فرمایا تھا کہ ہندوستان کی فتح کے بعد یہ عقد نکاح ہوگا۔ اب بیرام خان نے نکاح کی درخواست
پادشاہ سے کی اس نے نکاح کر دیا۔ ماہم آنگہ نے اس کا سارا اہتمام کیا۔ جمعہ ٢٥ جمادی الاخری
پادشاہ دہلی مین دوبارہ آیا۔ خانخانان کہ مہمات و معاملات مالی و ملکی کا مالک تھا اور آیندہ
اور دو سال تک رہا۔ اب ہم وہ تمام حالات لکھتے ہین جس سے بیرام خان کا زوال آیا ؞

بیرام خان کے ظلم و ستم۔ بادشاہ کے ساتھ بے لطفی

معلوم نہین کہ بیرام خان جیسے عاقل و دانشمند و فرزانہ کے دماغ مین اختیارات شاہانہ نے کیون فتور ڈالا کہ وہ
ایسا غرور مین آگیا کہ اپنے سامنے کسی کو نہین دیکھ سکتا جس کسی کو دیکھتا کہ وہ میری ہمسری کا دعوی رکھتا ہے
اسکا سر تن پر نہ رکھتا۔ اب ہم ان امیرون کا حال لکھتے ہین جنکو اس نے قید کیا۔ یا کسی طرح ذلیل کیا
یا مار ڈالا ابو المعالی کے قید ہونیکا حال سنہ ٩٦٣ھ ١٥٥٦ء مین پہلے ہم نے لکھا ہے اب تردی بیگ کے قتل کا بیان
لکھتے ہین جسکے لکھنے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی اسی سنہ کا واقعہ ہے۔

تردی بیگ خان کو بیرام خان اپنا ہمسر سمجھکر ہمیشہ اسکی طرف سے اندیشہ مین رہتا تھا تردی بیگ بھی اپنے
تئین لشکر شاہی کا سپہ آرا سمجھکر بیرام خان کے برباد کرنے کی تدابیر کے سوچ بچار مین اور وقت فرصت کے
انتظار مین رہتا تھا۔ ہر ایک نے تعصب مذہب جو دین برانداز ہی متم دین سمجھکر ایک دوسرے کو پائمال کرنیکا
ضمیمہ بنا رکھا تھا اور فرصت کی تلاش مین رہتا تھا۔ باوجود اس مخالفت کے جس کا منشا نافہمیدگی ناتوان بینی

وحسار تھا ایک دوسرے کو مکر و تزویر سے توقان کہتا تھا توقان کے معنی ترکی زبان مین ہمزاد (برادر
بزرگ) کے ہین تردی بیگ دہلی مین شکست کھاکر بادشاہ سے سرہند مین ملا وہ اپنے نزدیک تو یہ سمجھا تھا کہ
بھاگنے سے جان بچ گئی۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ خندق سے نکلکر کنوئین مین گرنا پڑے گا اور بیرام خان اسکی
جان کے لیئے عزرائیل بنے گا۔ اس شکست سے مرزا کی وقعت مین فرق آگیا تھا۔ رقیب کو یہ موقع خوب
ہاتھ آیا۔ اس نے مرزا سے دوستی اور محبت کو اور بڑھایا اور مولانا پیر محمد خان شروانی کی سعی سے اپنے
گھر مین بلایا اور طہارت کا بہانہ بناکے خود تو خرگاہ سے باہر گیا اور مرزا کو یہان چھوڑ دیا۔ فرمان بردون نے
اُس کا کام تمام کیا اور مرزا کے رازدارون خواجہ سلطان دبیر منشی کو اور اسکے قریب کے قرابت دار خنجر بیگ کو
پکڑ کر قید کیا۔ بادشاہ اُس وقت شکار مین مصروف تھا جب بادشاہ کو صورتِ واقعہ پر اطلاع ہوئی تو گو
ظاہر مین تو چین بجبین نہ ہوا لیکن دل مین اُس نے کہا کہ اسکا بدلہ خدا بیرام خان سے لیگا جب بادشاہ شکار
سے واپس آیا تو بیرام خان نے پیر محمد کی زبانی عرض کرایا کہ مین نے جو یہ دلیری کی کہ بغیر حضور کے حکم کے
تردی بیگ کو قتل کیا تو اس مین سوائے دولت خواہی درگاہ عالی کے کوئی امر اور نہ تھا۔ تردی بیگ نے
دیدہ و دانستہ فریب و بدنیتی سے فساد کے عار کو اختیار کیا اسکی بے اخلاصی اور نفاق سب پر ظاہر ہے
کہ اول سے آخر تک اس سے جیسے ناپسندیدہ حرکات صادر ہوئی ہین اگر ایسی تقصیرات کی سزا مین تغافل کیا
جائے تو مہمات مین خلل پڑتا ہے اس گستاخی سے کہ مین نے حضور سے اجازت نہین لی شرمندہ ہون۔ اس
جرأت کا سبب یہ ہے کہ مین جانتا تھا کہ حضور اپنے لطف و عطوفت کے سبب سے اسکے مارنے پر راضی نہین ہونگے
اس صورت مین اس ضروری کام سے منع فرماتے پھر اسکے خلاف کرنا گستاخی کو اندازہ سے بڑھا دیتا اور امتثال
امر موجب خلل ملک و فساد لشکر ہوتا۔ امید ہے کہ نظر عفو سے یہ میرا کام منظور ہو کہ اور بددرون عبرت پکڑ کر تقصیر
پر دلیر نہ ہون۔ بادشاہ نے بیرام خان کی معذرت کو قبول کر لیا اور اس کو بلا کر گلے لگایا اور کہا کہ بارہا
مین نے یہ کہا ہے کہ اختیار تمہارا ہے مگر خانخانان کی یہ جرأت بادشاہی امرا اور مقربین کو خصوصاً ماہم انگہ
کو نہایت ناگوار گذری اور وہ اس سے حسد کرنے لگے۔ فرشتہ نے لکھا کہ ثقات سے یہ بات سُنی گئی کہ اگر تردی بیگ
کو بیرام خان نہ مارتا تو لشکر چغتائی کا انتظام نہ رہتا۔ پھر شیر شاہ کا زمانہ آگیا ہوتا سچ ہے۔ ع کسے را کہ

دیدی تیغ در جنگ پشت ٭ بکش گر عدو در مصافش نہ کشت ٭ تاریخ بدایونی مین لکھا ہے کہ تردی بیگ کے نفاق کو خان زمان اور گواہون کی شہادت سے بیرام خان نے پادشاہ کی خاطر نشان کر کے ایک طرح کی اجازت اسکے قتل کے لیئے حاصل کر لی تھی تو قتل کیا۔ مصاحب بیگ پسر خواجہ کلان جو پادشاہ کی خدمت مین عزت موروثی رکھتا تھا اور اپنے حقوق سابق کے ادعا کے سبب خانخانان کی اطاعت مین سر نہ جھکاتا تھا اور اسکی ساتھ کچھ ادائی کرتا تھا یہ وہ اچھا نہ کرتا تھا۔ خانخانان اس کا تحمل نہ ہو سکتا تھا اس نے مصاحب بیگ کے پائون مین بیڑیان ڈال کر بیت اللہ بھیجنا چاہا۔ مگر ناصر الملک اس کے قتل پر مصر ہوا۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ کاغذ کے پرچہ پر ایک طرف قتل دوسری طرف نجات لکھائی جائے اور وہ اوچھال کر پھینکا جائے جو رخ اوپر آئے وہ حکم غیب سمجھا جائے۔ اس کے موافق عمل کیا جائے جب یہ کاغذ پھینکا گیا تو قتل اوپر آیا۔ اسپر عمل ہوا۔ واہ کیا انصاف ہوا۔ ایک بے گناہ کی جان لینا لڑکون کا کھیل چوتی کی چٹ پٹ کرنے کا ہو گیا۔ اس سے بھی اور امرا ناراض ہوئے۔ پادشاہ کو بھی ناگوار گذرا ٭ خطرہاست در قرب شاہان بسے ٭ کہ با شاہ خویشی ندارد کسے ٭

مصاحب بیگ کے بعد اس خواجہ کی موت آئی۔ وہ بادشاہ قلی تھا۔ مزاج کا بیباک تھا۔ کسی کی تواضع۔ بے تقریب خوشامد و چاپلوسی نہین کرتا تھا۔ بزرگان دنیا اپنے کام کی رونق کے لیے سب کو اپنی درگاہ کا چاپلوس بنانا چاہتے ہین اس سبب سے اکثر امرا اُس کو دوست نہین رکھتے تھے۔ ظرافت و مسخراپن اسکی عادت مین داخل تھا۔ یہ عیب بزرگون کے لیے سب سے بدتر ہے۔ سب سرداروں سے ہنسی کرتا تھا بلکہ اس ظرافت مین جسکو نادان خوش طبعی کہتے ہین۔ دو رازکار باتین کر کے زندگی بسر کرتا تھا۔ کوئی شخص نہین بچا تھا کہ پہلو مین اسے ظرافت کا خار نہ لگایا ہو۔ محمد قلی خان برلاس نے اسکو غزنین کی حکومت دی تھی۔ ارباب غرض کو موقع ملا کہ منعم خان کی خاطر کو اس سے برآشفتہ کیا۔ اس نے کسی انتقام دیرینہ کا فکر تازہ کیا۔ ہندوستان مین بیرام خان کی خاطر کو اسنے برہم زدہ کر دیا اور اسکے قتل کے درپے کیا وہ دور بینی اور بنیاب ذاتی کہان ہی کہ اپنے صدا کی دو کو منظور رکھکر بندہا و کار آمد اپنی اغراض نفسانی کے واسطے تیر انتقام کا ہدف نہ بنائین اور اپنے سود و زیان پر نظر نہ کر کے ارباب استعداد کی برآمد کار کا ملاحظہ کرین۔ اب خواجہ حیران تھا کہ کیا کرے ان ہندوستان مین نغیبو خان بے چارہ

بیرام خان کا استیلا۔ نہ ہندوستان مین آسکتا تھا۔ نہ کابل مین رہ سکتا تھا۔ بیوفائی کو وہ اپنا عار سمجھتا
تھا کہ کسی اور پاس چلا جاتا۔ منعم خان نے اسکی تسلی کے واسطے آدمی بھیجے۔ عہد و پیمان کرکے اسکو بلایا
اور مقید کیا۔ پھر اشارہ کرکے اسکی آنکھون مین نشتر لگوائے۔ مگر تقدیر سے ان نشترون سے اسکی آنکھون
کی بینائی نہ گئی۔ وہ ہندوستان کو جاتا تھا کہ منعم خان نے آدمیون کو بھیجکر اسکو اور اس کے چھوٹے بھائی
جلال الدین کو گرفتار کرایا اور قیدخانہ مین مقید کیا۔ اور اس دولت خواہ پادشاہ کا خون اپنی غرض کے
کے لئے کیا۔ بیرم خان نے بھی اس کے قتل کا فرمان درست کرکے یہان سے بھیجدیا۔ پادشاہ نے اس
بے گناہ کے انتقام کو منتقم حقیقی کے سپرد کیا۔

فتنہ اندوز۔ ناتوان بین۔ حسد پیشہ۔ بے سعادت۔ کہ حقیقت مین قضا سے دلتنگ اور خدا سے
بجنگ ہوتے ہین اور کوتہ خردی سے اورون کی شادی سے اندوہگین ہوتے ہین اور آدمیونکی غمگینی
اور اندوہ سے شادمانی کرتے ہین۔ ایسے آدمیون نے بیرام خان کی خاطر کو پیر محمد خان سے متغیر کرادیا۔
ناصر الملک فرط عقیدت و اخلاص سے دولتخواہی و کارکشائی کی مراسم بجالاتا اور مہمات ملکی و مالی کو
سرانجام دیتا۔ نہ خدمت گزاری مین چین بجبین ہوتا۔ نہ دل مین کوئی گرہ ڈالتا۔ اپنی درستی اور
راستی پر اعتقاد رکھتا۔ ضرور ایسا شخص مرجع خواص و عوام اور محل ازدحام طوائف انام ہمیشہ ہوتا ہے
اس سبب سے بے حوصلہ حسد آلودہ دل اس سے خون ہوتا ہے۔ تیرہ رائے افترا اور بہتان اسپر لگاکے
کارشکنی کرتے ہین۔ بزرگون کی خاطر تو بسبب افزونی مشغلہ و عدم فرصت کے ان نکس طینتون
کی تشخص سے پریشان ہوتی ہے۔ پیر محمد خان خلق کا ملاذ و معاذ بن گیا حسد پیشون کا خون جوش مین آیا
انھون نے سخن سازی اور فتنہ اندازی مین اہتمام کرنا شروع کردیا۔ بیرام خان کے انحطاط کا زمانہ قریب
تھا۔ اس کا پیمانۂ دولت عنقریب پر ہونے کو تھا۔ اسنے سر رشتۂ تدبیر کہ انسان کا سر سامان ہے ہاتھ سے
چھوڑدیا۔ اور اپنے تیئن اہل حسد کے ہاتھ مین حوالہ کیا۔ ناصر الملک کی بلند ہمتی کے کامون سے وہ توہم
مین پڑا حسد پیشون۔ ناتوان بینون۔ غرض گویون کی حرف و حکایات سے اسنے اپنے مخلص کو جسکو اسنے
خود معتبر کیا تھا بغیر کسی ایسے امر کے جس سے وہ مستوجب عزل ہوتا معزول کیا۔ تقریب اس طرح

ناصر الملک پیر محمد خان کا معتوب ہونا ۹۶۶ھ ۱۵۵۹ء سنہ ۴ جلوس

ہوئی کہ ناصر الملک بیمار ہوا۔ بیرام خان اسکی عیادت کو گیا۔ غلام ترک نے جو دربان تھا نادانستگی کے سبب سے
بیرام خان سے کہا کہ مین آپکے آنے کی خبر کرتا ہون یہ سُنکر خانخانان متغیر ہوا اور کہا ع بلے خود کردہ را
درمان نہ باشد۔ ملا پیر محمد اس واقعے سے واقف ہوکر گھر سے باہر دروازہ پر آیا۔ نہایت تواضع اور
خجالت سے عذرخواہی کرنے لگا کہ دربان نے حضور کو پہچانا نہین اس کے جواب مین بیرام خان نے
کہا کہ آپ نے تو مجھے پہچانا نہین آپ کا دربان مجھے کیا پہچانتا وہ گھر مین آیا کچھ آدمی اس کے ساتھ
داخل ہوئے کچھ دہان ٹھیر کر تیوری پر بل ڈالے ہوئے باہر آیا۔ ناصر الملک کی فکر مین لگا۔ یار لوگون کو
موقع ہاتھ لگا انھون نے بہت باتین بنائین۔ خاصکر شیخ گدائی نے چند روز بعد اپنے نوکرون کے ہاتھ
ناصر الملک پاس بیرام خان نے پیغام بھیجا کہ تو طالب علمی اور فقیر کے لباس مین قندھار مین آیا تھا۔ چونکہ
آداب اخلاص مین تو اپنے تئین صادق دکھلاتا تھا اور ہمیشہ خدمات پسندیدہ بجالاتا تھا۔ تجھکو مراتب
ومناصب بزرگ پر سر بلند کیا۔ ملائی کے پایہ سے سپہ آرائی کے درجہ پر پہنچایا۔ مگر تو تنک حوصلہ
تھا کہ ایک ہی ساغر مین بدمست ہو گیا۔ ہم کو خطرہ ہے کہ تجھ سے مفاسد عظیمہ ظہور مین آئین گے جس کا
علاج دشوار ہوگا بہتر یہی ہے کہ پھر اپنے فقیری گدڑون مین گوشہ گزینی اختیار کرو۔ علم ونقارہ
اور اسباب جاہ وجلال اور اپنے تکبر اور ترفع کے مواد حوالہ کرو اور اپنی اصلاح مزاج مین مشغول
ہو تا کہ اس کے بعد جو ہماری رائے مین آئے وہ ہم تیرے لیئے تجویز کرین پیر محمد ایک آزاد مرد تھا اس نے
کچھ پروانہ کی خوشی خوشی اسباب امارت واپس بھیجدیا اور شگفتہ خاطر ہوکر عزلت اختیار کی۔ پھر
بداندیشون کی کوشش سے بیرام خان نے اس کے ساتھ ایک جماعت کو ہمراہ کر کے قلعہ بیانہ مین بھیجدیا
وہان اس نے بعض آدمیون کی معرفت جو شرارت وخیریت مین متوسط الحال تھے سفر حجاز کی راہ
حاصل کی اور وہ گجرات کو روانہ ہوا وہ رادھن پور مین پہنچا تھا کہ مرزا شرف الدین حسین واد ہم خان کا
خط پہنچا کہ جہان ہو وہین ٹھیر جاؤ۔ آگے نہ جاؤ۔ دیکھو پردہ غیب سے کیا ظہور مین آتا ہے وہ الٹا پھر کر جہابا مین
مین مقیم ہوا۔ جب بیرام خان کو یہ حال معلوم ہوا شاہ قلی خان محرم وحرم خان کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا
کہ اس کو گرفتار کرین۔ جب یہ جماعت وہان پہنچی تو طرفین مین جنگ ہوئی اتنے مین رات ہوگئی۔

بیر محمد خان چند آدمیون کے ساتھ بھاگ گیا۔ سارا مال و اسباب اُس کا دشمنون کے ہاتھ آیا۔
القصہ بیرام خان نے اپنی بے پروائی سے حسد پیشون کے اغوا سے اس مخلص کاروان کو ہاتھ سے کھویا اور اپنے پانوٗن مین آپ کلھاڑی ماری۔ پادشاہ اس قضیہ کو اغراض فاسدہ پر مبنی سمجھا اور اس کے بھی مکافات ایزد کارساز کے سپرد کی۔ بیرام خان پر اپنا ملال ظاہر نہین کیا۔ پیر محمد خان کے بعد بیرام خان نے حاجی محمد خان شیبانی کو کہ قدیم نوکرون مین سے تھا منصب وکالت تفویض کیا۔ اگرچہ اس وکالت کا اطلاق اسپر کیا جاتا تھا مگر معنے اس کے شیخ گدائی تھا۔ جو شیخ جمالی کنبوہ شاعر دہلوی کا صاحبزادہ تھا۔ ہمایون کی شکست ثانی کے بعد جب بیرام خان گجرات مین گیا تھا تو شیخ نے اُسکے ساتھ ان ایام غربت مین سلوک کیا تھا اسکے عوض مین بیرام خان نے بھی شیخ کو ہندوستان کے تمام اکابر پر تقدیم دیکر منصب جلیل القدر صدارت کا اس کو دیا تھا۔ اسکے گھر سماع مین جو بڑی پر تکلف وکان تدویر ہوتی تھی خانخانان اور خود شہنشاہ جایا کرتے تھے۔ دنیا عجب مرد افگن بادہ ہے اسنے شیخ کو بھی چت کیا۔ مساکین وضعفاء کے ساتھ توجہ کرنی چھوڑی۔ قدیم خاندانون کی آراضی معاش و اوقاف پر قلم مارنا شروع کیا۔ تکبر کہ قدیم دولتون کا بنیاد افگن ہے تو نئی دولتون کا ذکر تو کیا ہے وہ اختیار کیا اور اپنے تئین اور اپنے مربی کو پایہ والا سے نیچے گرایا اس کا حال آگے پڑھو۔

پادشاہ شکار کھیلنے کو الیار گیا وہان اُس سے شکاریون نے عرض کیا کہ شیخ محمد غوث کے ہمراہ سوداگر بہت گائین آگرہ مین لائے ہین پادشاہ نے حکم دیا کہ قیمت دیکر گائین سوداگرون سے خریدی جائین۔ پھر لوگون نے کہا کہ شیخ محمد اور اُسکے عزیزون پاس سوداگرون کی گایون سے بھی بہتر گائین ہین۔ اگر مراجعت کے وقت اسکے گھر حضور تشریف فرما ہون تو وہ ان گایون کو حضور کی نذر کرے گا۔ آگرہ مین بادشاہ اُس کے گھر گیا۔ شیخ نے اس کے قدمون کو بیرام خان کی آفت کا حرز جانا۔ اور کل اپنی گائین اور گجرات کے بہت سے تحفے تحائف پیش کش مین دیئے اور حلوے اور عطریات حاضر کیئے۔ آخر مجلس مین بادشاہ سے شیخ نے پوچھا کہ آپنے کسی کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہے پادشاہ نے جواب دیا کہ نہین۔ شیخ نے اپنا ہاتھ دراز کرکے پادشاہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ ما دست شما را گرفتیم۔ اُس وقت پادشاہ نے مروت و حیا کے سبب سے

کچھ نہ کہا مسکرا کر چلا آیا مگر رات کو جب بزم جام و بادہ مرتب ہوئی تو گایون کے لینے پر اور شیخ کی درازدستی پر بڑے قہقہے اُڑے ؎ بزیر دلق ملمع کمندہا دارند ۔ درازدستی این کوتاہ آستینان ۔ این شیخ کا بڑا بھائی بہلول (پھول) تھا جس کا ذکر پہلے ہوا ہے کہ مرزا ہندال نے اس کا خون اپنی گردن پر لیا تھا۔ دونون بھائی اگرچہ فضائل و کمالات علمی سے عاری تھے مگر بعض اوقات پہاڑون مین جا کر ریاضات و دعوات اسماء کرتے تھے اور اس کو اپنے جاہ و جلال کی دستاویز بناتے تھے۔ امراء سادہ لوح زود فریب کے وساطت سے سلاطین کی صحبت مین جاتے تھے اور اپنی ولایت کی متاع بیچتے تھے۔ برادر کلان ساری عمر پادشاہ ہمایون کی خدمت مین رہا جب شیر شاہ کا زمانہ آیا تو وہ ہمایون کے خاندان کا دولت خواہ مشہور تھا۔ محمد غوث افغانون کے خوف سے گجرات چلا گیا۔ کہتے ہین کہ صحرا و جنگل مین بارہ برس تک بعض پتی کھا کر زندگی بسر کی غرض وہ بڑا مشائخ ہند مشہور تھا۔ جب شہنشاہ اکبر کی سلطنت ہندوستان مین ہوئی تو دارالخلافہ آگرہ مین وہ خود مع عیال و اطفال کے آیا۔ شہنشاہ خود اس کے گھر گیا ہندوستان مین ائمہ مین نفاق و حسد باہم لازمہ ذاتی ہے۔ شیخ گدائی کو اپنی دوکان پر اسکی دوکان کھلنی گوارا نہوئی ؎ بہ نزد خرد این سخن روشن است ۔ کہ ہم پیشہ ہم پیشہ را دشمن است ۔ شیخ گدائی بیرام خان کا نفس ناطقہ بن رہا تھا۔ اس نے اس کو ایسا بہکا دیا کہ وہ شیخ سے آشنا نہوا بلکہ مجالس متعدد منعقد کر کے وہ رسالہ پڑھوایا جس مین شیخ نے معراج کا حال لکھا تھا کہ معراج مین مجالست و مکالمت خدا تعالی کے ساتھ ہوئین اور اسی قسم کے عجیب و غریب دعوی سادہ لوحون کے دلون کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے کیے۔ یہ باتین عقلاً و نقلاً مذموم و ملوم تھین۔ اس سبب سے شیخ لعنت ملامت کے تیرون کا چاند ماری بنا۔ وہ ان گستاخیون کا متحمل نہ بنا۔ گوالیار مین جا کر گوشہ نشین ہوا۔ ۱۷ رمضان ۹۷۰ھ کو یہین انتقال کیا۔ کہتے ہین ایک لاکھ تنکہ اسکی تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ شہنشاہ اکبر اپنے امراے کے قتل اور مقید اور ذلیل ہونے کو بیرام خان کے ہاتھ سے دیکھتا تھا اور اسکے مکافات کو خدا کے سپرد کرتا تھا مگر اس کا دل روز بروز اپنے اتالیق کی طرف سے ہٹتا جاتا تھا۔ آدمیون نے تو ان دنون میں بے لطفی کر دا ہی تھی ہاتھیون نے اور بھی اس بے لطفی کو اپنی قد کی حد سے بڑھایا۔ ان

ہاتھیوں کا پہلا واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ کو ہاتھیوں کی کشتی کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ مانکوٹ کے محاصرہ کی دنوں میں بادشاہ
ہاتھیوں کی کشتی کا تماشا دیکھتا تھا دو ہاتھیوں میں لڑائی بڑی دیر تک رہی اور یہ دونوں
ہاتھی لڑتے ہوئے خانخاناں کے خیمہ کے پاس گئے خلایق کا ہجوم اور تماشائیوں کا اژدحام عوام کا
غوغا ہوا۔ اس ہل چل مین کچھ خیمے اکھڑ گئے اس سے خانخانان کو توحش ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ خیمہ گاہ کا بازار
لٹ گیا۔ بیرام خان کو بادشاہ کی طرف سے وہم ہوا کہ شاید یہ کام پادشاہ کے اشارہ سے ہوا کہ میری جان
جائے۔ بعض فتنہ انگیزون نے اسکی تصدیق کرکے اسکی پریشان خاطری کو اور بڑھایا کہتے ہین کہ خانخانان ان
دنون کچھ بیمار تھا کئی دنبل نکل آئے تھے صدمہ جسمانی پر یہ آفت روحانی اور آئی اس نے اپنے محرمون کی معرفت
ماہم آنگہ کے پاس پیغام بھیجا کہ مین نے پادشاہ کی کوئی تقصیر نہین کی۔ دولتخواہی کے سوائے کوئی امر ظہور
مین نہین آیا۔ فتنہ سازون نے کس طرح کوئی میرا گناہ ثابت کیا جو اس بے عنایتی کا سبب ہوا کہ مست
ہاتھیون کو میرے خیمہ مین گھسا دیا۔ ماہم آنگہ نے اس کو ایسی باتین تسلی بخش لکھین کہ جس سے اسکی شورش خاطر
کم ہوئی۔ خافی خان لکھتا ہے کہ پادشاہ نے امیر کبیر شمس الدین خان کو خانخانان کے تسلی کے واسطے بھیجا اور
بہت قسمین کھاکر کہا کہ ہاتھی اسطرف اتفاقیہ چلے گئے تھے۔ فیلبانون کو بھیجدیا کہ جو وہ چاہے ان کو سزا دے
بیرام خان کی جو کم بختی کے دن آئے ہوئے تھے اس نے ہاتھیون کو جو بادشاہ کے شوق کی چیز تھی خواہ مخواہ
امیرون مین تقسیم کرکے فیلخانہ خالی کرنا شروع کیا جس سے پادشاہ آزردہ خاطر ہوا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے
کہ ایک دفعہ پادشاہ کا ہاتھی بدمست ہوکر فیلبان کے بس کا نہ رہا۔ اس نے بیرم خان کے ہاتھی کو جاکر ایسا
مارا کہ اسکی آنتین نکل پڑین۔ بیرام خان نے غصہ مین آن کر فیلبان کو مار ڈالا۔ یہ ادب و اخلاص سے بعید تھا
اسپر ارباب خبرت نے بڑی نفرین کی اور اس سے زیادہ عجیب واقعہ یہ ہے کہ پادشاہ کا ایک ہاتھی بدمست
ہوکر دریائے جمن مین چلا گیا وہان بیرام خان کشتی مین بیٹھا ہوا سیر کر رہا تھا۔ یہ ہاتھی کہ فیلبان کے بس مین
نہین رہا تھا بیرم خان کی کشتی کیطرف لپکا جس سے خانخانان پر حالت غریب طاری ہوئی۔ پھر فیلبان
فیل پر غالب ہوا اور بیرم خان کو اس حیوان کے آسیب سے بچایا جب پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو باوجود
بیگناہی کے فیلبان کو باندھ کر بیرام خان کی دلجوئی و دلدہی کے لئے اس پاس بھیجدیا۔ بیرام خان نے

کہ ادبار آگیا تھا اس فیلبان کو قتل کیا۔ کچھ خیال نہین کیا کہ یہ پادشاہ کا فیلبان ہے اور پادشاہ نے اپنی مردمی کے سبب سے لے بھیجا ہے قطع نظر اس سے اسنے یہ نہ جانا کہ برمست چہ گرفت خصوصا اس حیوان بدمست پر۔ یہ حیوان عظیم جب بدمست ہوتا ہے تو کسی کے بس کا نہین ہوتا۔

پادشاہ اور بیرام خان کی باہم ناراضی کا علانیہ اظہار و پادشاہ کی خود مختاری کا استہاسنہ ۵ جلوس سنہ ۹۶۷ھ ۱۵۶۰ء

بیرام خان کی مردانگی اور فرزانگی مین کس کو کلام ہے۔ پادشاہ کے ساتھ جو عقیدت اور اخلاص اسکو تھا اسمین کون شبہ کر سکتا ہے مگر اسکے ادبار کا زمانہ جو آیا تو ایسی نامستحسن حرکات اس سے سرزد ہونے لگین کہ پادشاہ بھی اسکی تند مزاجی اور خود مختاری سے عاجز ہو گیا۔ امرا چغتائیہ بھی اسکے تحکم کے متحمل ہو ادھر بیرام خان اور اسکے مصاحب ولی بیگ اور شیخ گدائی کنبوہ بادشاہ کے مخالف ہوئے ادھر پادشاہ اور بعض اسکے مصاحب بیرام خان کے زوال کی تدابیر سوچنے لگے۔

خدا تعالیٰ کی حکمتین تو خدا ہی جانتا ہے مگر اسکی مصلحتین تھوڑی سی عاقل بھی پہچانتا ہے۔ یہ قدیم سے رسم چلی آتی ہے کہ جب کوئی شخص اندوہ دراز مین گرفتار ہوتا ہے تو اس سے پہلے چند امر ایسے ایسے صادر ہوتے ہین کہ ان مین خدا تعالیٰ کی رضامندی نہین پائی جاتی۔ آدمی جب عالم اسباب مین اپنے جمال کا جلوہ دکھائے تو خرد کی کہ سب سے زیادہ بزرگ عطیہ آلہی ہے پیروی کرکے ایسے کام کرے کہ جس سے استرضاو آلہی ہو اور ہرگز اس کو معطل و ہرزہ نہ کرے۔ اوّل ان آدمیون کو کہ شغلے بہت رکھتے ہین یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ اپنی صحبت مین خوشامد گویون کو کمتر دخل دے اگر زمانہ کی وضع احتراز کلی دشوار کرے تو ناگزیر از روی بصیرت و بصارت ایک دو ملازمون اور آشناؤن کو چن لے کہ وہ خلوتون مین کلمہ حق کو سناتے رہین سچی بات تو بہت تلخ ہوتی ہے اور اکثر طبیعتون اور مزاجون کو ناگوار گذرتی ہے۔ خوشامد گویون کی کثرت ہوتی ہے اور افزون مشغلہ کو حق و باطل کی اور صواب و خطا کی تمیز کے لیے فرصت کم ہوتی ہے اور بادہ کامروائی ہوش ربا ہوتا ہے۔ ہزارون کامرواؤن مین ایک ایسا ہوتا ہے کہ فراخ حوصلگی

کے سبب سے مایۂ ہوش کو برجا رکھے۔ زمانہ گذشتہ کو دیکھئے کہ فرمانروایون کی بے توجہی سے خوشامد گویون نے کسقدر گھر اور خاندان خراب کئے ہین۔ کارخانۂ انتظام عالم مین خوشامد ناگزیر ہے لیکن اسقدر کہ عقل کے نزدیک مستحسن ہو اور یہ اسپر منحصر ہے کہ اصول معاملات مین کوئی امر فروگذاشت نہو اور عقل گرہ کشا کو یکبارگی ہاتھ سے نہ دے کہ خواہش و غضب کہ عدو کے فرمان بر ہونے چاہئین بے پروائی سے فرمان روا ہو جاوین ۵

قطعہ

چاہ است و راہ و دیدۂ بینا و آفتاب — تا آدمی نگاہ کند پیش پای خویش
چندین چراغ دارد و بیراہ می رود — بگذار تا بیفتد و بیند سزای خویش
دشمن بدشمن آن نہ پسندد کہ بیخرد — با نفس خود کند بمراد و ہوای خویش

بیرام خان اپنے تئین معاملہ دانی و عقیدت و اخلاص بادشاہی مین یگانۂ روزگار جانتا تھا اور خوشامد گویون کے ہجوم نے یہ عقیدہ اپنی ذات کی نسبت پیدا کر دیا تھا کہ بغیر اسکے بحالت ہندوستان کا انتظام نہین ہو سکتا اس لیئے وہ تیرہ رائے کوتاہ بین ہم صحبتون کے سبب سے بیراہ جاتا تھا اور انہی اعمال سے خجالت زدہ ہوتا تھا۔

ہمایون نے بیرام خان کو شہنشاہ اکبر کا اتالیق بنایا تھا یہ نوجوان سعادتمند اس کو اپنی محبت کے سبب سے خان بابا کہتا تھا اس سبب سے اسکی حرکات ناشائستہ بہت در گذر کرتا تھا۔ مگر جب یہ کام اندازہ سے باہر ہو گیا اور ولی بیگ ذوالقدر شیخ گدائی کنبوہ کی خوشامد گوئی سے بیرام خان نے خیالات خام پکانے شروع کیئے۔ بادشاہ اسپر مطلع ہوا تو اُس نے یکجہت اخلاص پیشون مین جیسے کہ ماہم آنگہ۔ کہ عقل و تدبیر و اخلاص مین یکتا تھی و ادہم خان و مرزا شرف الدین حسین اور اپنے قریب کے آستان نشینون کی جماعت مین راز سربستہ کو کھولا کہ بیرام خان کو اور اسکے خوشامد گویون کی مجلس کو سزائے لایق دے اور خواب غفلت سے بیدار کرے اور خود اورنگ آرائی کرے اول یہ مشورہ بیانہ مین ہوا جہان وہ شکار کو گیا تھا۔ ہر نوجوان بادشاہ کے گرد ایسے آدمی ہوتے ہین کہ جنکو ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر شاہانہ اختیارات سوائے بادشاہ کے کسی اور کے ہاتھ مین ہونگے تو وہ

پادشاہ کے اوران کے اپنے حق مین زہر ہون گے - ان آدمیون کے اس خیال کے وجود کی تحقیق کی ضرورت نہین اکثر وہ اپنی خودغرضی پر مبنی ہوتی ہین اور شاذ و نادر وہ بغیر اپنی کسی خودغرضی کے نوجوان پادشاہ کے خاص اخلاص کے سبب سے ہوتی ہین جس کو وہ چاہتے ہین کہ اپنے اختیارات شاہانہ کو جس کا وہ مستحق ہے کام مین لائے۔ شہنشاہ اکبر کے پاس بھی ایسے آدمی تھے جنہون نے اس سے اپنا راز کہا - ان پادشاہ قلیون کا زمانہ بھی بیرام خان کے ہاتھ سے ایسا ہی تنگ تھا جیسا کہ خود پادشاہ کا تھا-

اس وقت مین کہ بے اخلاصی کی بادسموم کا طوفان چل رہا تھا تھوڑا سا اخلاص بھی بہت معلوم ہوتا وہ اس اندیشۂ صواب مین اہتمام کرنے لگے - ماہم آنگہ نے یہ راز سربستہ شہاب الدین احمد خان کو لکھا وہ دہلی کا حاکم تھا اور رائے و تدبیر و حق شناسی مین ممتاز تھا-

اس کام کے ارادہ سے دارالخلافہ آگرہ سے ۲ جمادی الاخری ۹۶۷ھ کو پادشاہ نے کوچ کیا اور ظاہر یہ کیا کہ مین کول شکار کھیلنے جاتا ہون - دریاے جمن سے عبور کیا تو مرزا ابوالقاسم پسر مرزا کامران کو اس شکار مین کہ صید مقصود ہاتھ لگے بلا لیا اسکی طرف ہمیشہ بیرام خان کو تعلق خاطر اور توجہ باطنی تھی اسکی مجلس مین بداندیش اسکو پادشاہ بنانے کی نظر سے دیکھتے تھے - یہ اس کا بلانا عقل دوربین کا کام تھا کہ کور باطنون کے ہاتھ مین عناد و فساد کا عصا نہ رہے-

پادشاہ جلیسر مین آیا اور سکندرہ کی طرف کوچ کیا کہ محمد باقی بقلانی سے کہ ادہم خان کا خسر تھا ماہم آنگہ نے بلا کر محرم راز کیا - مگر اس فرومایہ نے اس خبر کو بیرام خان تک پہونچایا مگر بیرام خان نے اسکی بات کو بے وقعت جان کر کچھ خیال نہ کیا - پادشاہ شکار کھیلتا ہوا کول مین آیا ماہم آنگہ نے ارادہ کیا کہ پادشاہ کو دہلی لے چلون وہان پادشاہ کی والدہ مریم مکانی اور اُس کا رشتہ دار شہاب الدین احمد بھی ہے وہان جو صلاح و مشورہ باہم ہو اُس پر عمل ہو - غرض یہ سوچ سمجھکر اسنے پادشاہ سے عرض کیا کہ دہلی مین حضور کی والدہ کی دشمنون کی طبیعت خراب ہو اور آپ کے دیدار کے لیئے بیتاب ہین - یہ سنکر پادشاہ کو تاب نہ رہی وہ فوراً دہلی کو روانہ ہوا - خورجہ مین شہاب الدین احمد خان مع اپنے بھائیون اور خویشون کے

استقبال کے لیئے حاضر ہوا۔ اب ماہم آنگہ اور اس کا داماد شہاب الدین احمد ایک سے دو ہوئے بادشاہ ۲۸ جمادی الاخری سنہ ۹۶۷ھ کو دہلی مین آیا۔ ماہم آنگہ بادشاہ کو سمجھاتی تھی کہ بادشاہ بادشاہ نہین۔ سارے بادشاہی اختیارات بیرام خان کے ہاتھ مین ہین۔ کوئی بادشاہ بغیر اختیار کے نہین ہوتا۔ یہان یہ غضب ہے کہ بادشاہ بھی بیرام خان کے اختیار مین ہے۔ ایک دن ماہم آنگہ اور اس کے ہمدمون کی جماعت ترسان لرزان اشک ریزان بادشاہ سے عرض کرنے لگی کہ جس وقت بیرام خان کو معلوم ہوگیا کہ ہم دہلی مین حضور کو لے گئے تو وہ ہم کو زندہ نہین چھوڑے گا پیسہ پر رکھ کر بوٹیان اڑائیگا۔ پھر بادشاہ بھی اُس کا کچھ نہ کر سکے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ حضور ہم کو حج جانے کی اجازت دین۔ یہان ہم حضور کی بہت خدمت کر چکے ہین اب وہان خدا کے گھر مین آپکے لیئے دعا مانگین گے بادشاہ بھلا اس اپنی پیاری انا کی جدائی کو کب گوارا کر سکتا تھا۔ مگر خان بابا کے حقوق کو بھی یک لخت دل سے نہین مٹا سکتا تھا اور معزول نہین کر سکتا تھا اس لیئے اس نے بیرام خان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مین دہلی مین اپنے ارادہ سے اپنی مان کی عیادت کو آیا ہون اسمین شہاب الدین احمد اور ادہم خان اور ماہم انگہ کا دخل کچھ نہین ہے۔ ان کو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے۔ ایک استمالت کا خط لکھ بھیجو کہ خاطر انکی مطمئن ہو اس فرمان کا بھیجنا تھا کہ خانخانان کے دشمنون کی بن آئی اُنھون نے اوپر اوپر جھوٹی سچی خبرین اڑائین۔ اور وقوعی اور غیر وقوعی باتون سے طرح طرح کی قسمین کھا کر اور شہادتین دیکر بادشاہ کی طبیعت کو خانخانان سے بالکل منحرف کیا۔ جب بیرم خان پاس بادشاہ کا پیغام پہونچا تو وہ بہت سٹ پٹایا۔ اُسکے جواب مین بہت معذرت وقسم مغلظہ کے ساتھ کی اور اپنے دو دوستون اور حاجی محمد خان کے ساتھ قرآن شریف بھی بھیجا اور عرضداشت لکھی کہ خدا میرا منہ کالا کرے اگر کبھی مجھ خیر خواہ کے دل مین بادشاہ کے دلی نیک خواہون کی طرف سے بدی آئی ہو مگر اس کا کام بگڑ چکا تھا۔ بادشاہ نے نہ قسم کو نہ معذرت کو سُنا نہ قرآن شریف کا خیال کیا بلکہ حاملان عریضہ کو بھی واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ بادشاہ نے اپنی عقل سے اور مخلصونکی رہنموئی سے اپنے مخصوصون اور قدیمی متعلقین کو مناشیر بھیجدیے کہ بیرام خان نے ہجوم مشاغل دنیوی کے سبب سے

راہ سداد سے انحراف اختیار کیا اس لیے وہ ہماری نظر سے گر گیا - ہم دہلی مین چلے آے - جو شخص کہ ہم سے اخلاص رکھتا ہے یا معاملہ فہم ہے اور نجات اپنی چاہتا ہی اور اپنا مقصد حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس فرمان کے پہونچتے ہی ہماری خدمت مین حاضر ہو کہ ہر شخص کو مراتب والا اور منصب گرامی سے ہم سرافراز کرین کہ یہ ہمارے زمانہ اختیار کا آغاز ہے -

شمس الدین خان انگہ کو جو بھیرہ مین تھا لکھا کہ جب فرمان کے مضمون سے مطلع ہو تو لاہور پر آن کر متصرف ہو اور شہر کو میر خان محمد کلان کو سپرد کر کے بہت جلد ہمارے پاس حاضر ہو - اُس نے حکم کی تعمیل کی - اب منعم خان کو کابل مین بھی فرمان گیا -

شمس الدین خان محمد انگہ جب پادشاہ کی خدمت مین آیا تو اس کو بیرام خان کا علم و نقارہ و تمن و توغ عنایت ہوا اور پنجاب کی حکومت و حراست تفویض ہوئی - تھوڑے زمانہ مین دور و نزدیک کے کان مین بیرام خان سے پادشاہ کے تغیر مزاج کا آوازہ پہنچ گیا تو تمام امیر و منصب دار بیرام خان کو چھوڑ چھوڑ کر پادشاہ کی خدمت مین آنے لگے - بادشاہ کی بھلائی کو تو کیا برائی کو بھی بیرام خان کی بھلائی سے اچھا جاننے لگے اسکی سخت گیری اور ناخدا ترسی کے آگے پادشاہ کی بُرائی کی کچھ اصل نہ سمجھتے تھے - سب سے اول اس سے قیا خان گنگ جدا ہوا - بادشاہ کی ناراضی کے آثار کے ظاہر ہوتے ہی کوئی پایہ کا آدمی بیرام خان کا طرفدار نہ رہا -

بیرام خان گو بڑا عاقل تھا مگر ایسا غافل ہوا کہ دار الخلافہ آگرہ سے دار السلطنت دہلی تک پادشاہ شکار کھیلتا گیا اور یہ نہ سمجھا کہ وہ مجھے شکار کر رہا ہی میرے اقبال کو برعکس کر کے لا بقا بنا رہا ہی وہ اس فارغ دلی و آزاد خاطری سے اپنے استقلال کا دم مارتا تھا اور غرور کے نشہ مین مست ایسا تھا کہ اگر اس قسم کی باتین سُنتا تو وہ باور نہ کرتا - اگر ان کے سچے ہونیکا خیال دل مین کچھ آتا تو اپنے پندار مین ایسا گرفتار تھا کہ انکی کچھ وقعت نہین کرتا تھا - ابتک وہ پادشاہ کو لڑکا اور شاگرد اور اپنے تئین خان بابا اتالیق سمجھتا تھا - یہ نہین جانتا تھا کہ شاگرد اس کا اُستاد ہو گیا ہے - اس کا وہ آقا بنا چاہتا ہے -

؎ کس نیاموخت علم تیر از من * کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد -

جسوقت کہ پادشاہ کے فرمان امرا پاس پہنچے اور نزدیک و دور خبر ہو گئی کہ پادشاہ بیرام خان سے ناراض

ہوگیا تو اس کو یقین ہوا کہ اس بار پادشاہ کا شکار دوسری طرز پر ہوا ہے کہ مجھے نظر سے گرا کر خود کارخانہ سلطنت
کے انتظام پر متوجہ ہوا ہے۔ اس نے مرزا قاسم خان کی خبر پوچھی مگر وہ یہان کہان تھا پادشاہ پاس تھا۔
ناگزیر حیلہ و تدبیر کرنے لگا۔ پادشاہ کی خدمت مین محمد خان و حاجی محمد خان سیستانی و خواجہ امین الدین محمود
کو روانہ کیا کہ اس کی نہایت لوازم فروتنی و نیازمندی کو بجا لائین اور تقصیرات کا عذر کرین اور چرب
زبانی سے کام بنائین۔ جب پادشاہ پاس یہ لوگ آئے تو پادشاہ کی باتین وہ ہوش افزا سنین کہ
نہایت شرمندہ و سرافگندہ ہوئے اور اُن کے جواب دینے مین اپنی مصلحت نہ سمجھی۔ بادشاہ نے
ان کو رخصت بھی نہ کیا۔ ان لوگون کے لکھنے سے اور اپنے متعلقین کے متفرق ہونے سے بیرام خان
سراسیمہ ہوا۔ سررشتۂ تدبیر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ دل مین بہت سی تدبیرین سوچین ان مین اس
تدبیر کو مقدم جانا کہ چل کر بادشاہ کے قدمون مین گرے اور روئے پیٹے اس طرح اپنا علاج کرے۔
جب اس حقیقت حال کو ہوشمند خبردارون نے پادشاہ کے کانون مین پہونچایا تو ایک جماعت نے
یہ رائے دی کہ خواہ کسی طرح بیرام خان آئے اُسکا آنا خدشہ و فریب سے خالی نہوگا پہلے اس سے کہ وہ یہان
دہلی مین آئے پادشاہ کو لاہور لے چلئے اور اسکی ملاقات پادشاہ سے نہونے دیجئے۔ ابھی جنگ ظاہری کا
اسباب مہیا نہین ہے معلوم نہین ملاقات کے بعد کیا صورت پیش آئے اگر بیرام خان لاہور مین آئے
تو کابل مین پادشاہ کو لے جائے دوسری جماعت کہتی تھی کہ کہین نہ جائیے خوب جنگ کیجئے۔ پادشاہ نے بھی
سوچ بچار کرکے بنرد و کارزار پر اپنی رائے کو قرار دیا۔ ترسون محمد خان و میر حبیب اللہ کو بھیجا کہ بیرام خان کو آنے سے
منع کرین اور لکھ دین کہ ابکی دفعہ اس سے مین نہین ملونگا خواہ کیسے ہی دوستی کے لباس مین وہ آئے۔ جب یہ
تدبیر نہ چلی تو بڑا تردد و اندیشہ ہوا۔ اگرچہ ولی بیگ و شیخ گدائی اس کو صلاح دیتے تھے کہ پہلے اس سے کہ ہجوم علام
ہو اپنا کام دلخواہ کر لینا چاہیئے لیکن کبھی اسنے یہ ارادہ نہین کیا کہ اپنے آقا کے فرزند پر تلوار اُٹھائے اسکو شرم آتی
تھی کہ جسکی ہواخواہی کا اظہار زبان سے ساری عمر کیا ہو اب اس سے پیکار کیجئے ابتک اس کو یہ خیال چلا جاتا
تھا کہ بغیر اسکے ممالک ہندوستان کا انتظام نہین ہوگا اس لئے بہتر ہے کہ دوستی کے لباس مین دشمنی کیجئے
کہ دفعتہً بدنامی جاودانی کا داغ پیشانی پر نہ لگے کبھی اسکو یہ سوجھتی تھی کہ مالوہ کی تسخیر کے لیے بہادر خان کو بھیجا ہے

اس کو خود لشکر لے جا کر فتح کیجیے اور وہان آرام کر کے فرصت کار کی طلب مین رہیے - بعض اوقات
اس کا اندیشہ یہ جولانیان کرتا تھا کہ دار الخلافہ آگرہ کو چھوڑیے اور سنبل کی راہ علی قلیخان کو اپنے ساتھ
متفق کیجیے اور افغانون کے ملک مین آن کر چند روز رہیے اسباب جمعیت وہان سرانجام دیجیے
کبھی تجرد کو اپنے ساتھ انتساب کر کے کہتا تھا کہ مدت سے میرا ارادہ تھا کہ ترک و تجرید کو اختیار کر کے
باقی عمر کو اماکن شریفہ و عتبات علیہ مین بسر کیجیے - اندنون مین بادشاہ خود انتظام ممالک مین مصروف
ہوا ہے اس سے بہتر کیا توفیق ہوگی کہ اپنی نیت کو قوت سے فعل مین لاؤن اور پادشاہ سے اسکی
درخواست کرون - اسنے اپنے اسی ارادہ کو مصلحت جانا اور بہادر خان کو جو مالوہ کی طرف متوجہ تھا
اُٹھا بلا کر پادشاہ پاس بھیجا کہ آہنگ تجرد اس کا سب کے نشان خاطر ہو جائے - ظاہر مین یہ حج کی نیت
تھی مگر باطن مین کچھ اندیشی تھی - اول اسکندر خان کے بیٹے کو غازی خان کے ہمراہ رخصت کیا کہ وہان
ممالک محروسہ مین شورش برپا کرے اور اطراف مین مکاتبات پنہانی بھیجکر خود الور گیا کہ وہان سے اہل و عیال کو
لیکر پنجاب کی جانب جائے اگر کام تدبیر سے نہ بن پڑے تو ریاست کا سامان درست کرے کہ وقت منازعت کام آئے
جب بیرام خان کے اس اندیشہ نادرست کی خبر پادشاہ کو ہوئی تو اُس نے یہ فرمان جو پندنامہ ہوش افزا ہی
بیرام خان کو لکھا کہ تم نے ایک جماعت سے جو اس تمہاری رنجش و آزار کا سبب ہوئی ہے مشورہ کر کے
مآل و حال کا ملاحظہ نہ کیا اور ان کے بہکانے سے ولایتون کے برہم کرنے کے درپے ہوئے - اسکندر کے
بیٹے اور غازی خان کو روانہ کیا کہ ملک مین شورش مچائین - بہادر قاسم خان کو مکتوب لکھکر اسکے دیوان
مبارک کے ہاتھ بھیجا کہ لاہور کیطرف ہم آتے ہین قلعہ کو نگاہداشت کرو اور کسی اور کو نہ دے دینا - تاتار خان
پنج بھیہ کو بھی پیغام دیا ہے اور اطراف و جوانب مین خبرین بھیجی ہین کہ ہر طرف سے خلل پیدا ہوا اور خود الور گئے
ہو کہ وہان سے لاہور جاؤ - اگرچہ ہم کو یقین ہے کہ ان امور کی ابتدا تم سے خود نہین ہوئی کسی اغوا اور ضلالت
کے باعث ہوئی ہوگی جس سے مہمات کی نوبت یہان تک پہنچی ہے اب تم آپ ہی کہو کہ یہ کیا صورت ہی
کہ تم نے چالیس برس تک بطرح اخلاص و ارادت کی اور طرح طرح کی عنایت و رعایت حاصل کر کے
عزت و دولت کی منتہا پر پہونچے - تمہارا نام ہمارے دودمان عالی شان کے اکرام و احسان کے سبب سے

اکثر معمورۂ عالم مین کمال صدق واخلاص سے مشہور ہوا اس آخر عمر مین بغاوت کرتے ہو اپنے خدا سے اس
معاملہ مین نہین شرم کرتے باوجود اس رنجش وآزار اور امور نامناسب وناہموار کے ہم ابتک تمھاری خاطر
کو عزیز رکھتے ہین اور تمہاری خیریت چاہتے ہین۔ ہماری اور تمہاری ملاقات مین تاخیر وتوقف واقع
ہو گیا ہے۔ اگر تمھارے لیئے ان حدود مین کوئی سرحد اور ولایت ہم مقرر کردین تو ارباب غرض پھر
اس طرح کی باتین کرین گے کہ جن سے تمہاری خاطر آزردہ ہو اس لیے ہمارے نزدیک مناسب یہ ہے کہ
جیسا تم نے عرضداشت مین درخواست کی ہے کہ حرمین شریفین کے طواف کا ارادہ ہے پس اس نیت پر
عازم جازم ہو کر متوجہ ہو۔ اپنے آدمی بھیجدو کہ جو کچھ ہم کو نذر کرنا ہو وہ آگر سہرند ولاہور سے لے جائین اور
تمھارے پاس پہنچادین جب حج کرکے ہمارے پاس آؤگے تو ہم تم سے بہت اچھی طرح ملین گے اور جو تم
چاہوگے اس مین ہم مضائقہ نہین کرینگے اور تمھاری خدمات سابقہ کو ملاحظہ کرکے پیشتر سے بیشتر خاطر جوئی
کرینگے۔ ارباب غرض کے کہنے سے تم منحرف ہو کر بدنام نہو۔ ہماری بدولت مقاصد دنیوی کی نہایت کو
پہونچے ہو۔ ہماری دلالت سے سعادت اخروی سے بھی بہرہ ور ہو۔ مگر بیرام خان نے اس فرمان پر کچھ لحاظ نہین
کیا۔ ماہم انگہ اپنی عقل سے مہمات کا انتظام کرتی تھی۔ اس نے شہاب الدین احمد خان وخواجہ جہان کو اپنا
پیش دست بنایا تھا۔ جو امراء بادشاہی آس پاس آتے تھے اُن کو دلاسا دیتی تھی اور جمہور خلایق کی دلدہی کا
سامان کرتی تھی۔ روز بروز اطراف مملکت سے امراء اور یکہ جوانان چلے آتے تھے اسنے مصلحت ملکی اور معاملہ
نافہم ظاہر پرستون کے لیئے بہادر خان برادر علی قلیخان منصب بزرگ وکالت کا پادشاہ سے دلادیا اس پر
فہم پیشہ معاملہ دان کام کی کنہ کو تو پہونچے نہین تھے زبان درازی کرنے لگے کہ اس وکالت کے مہم خطیر
وامر عظیم کے واسطے وقوف کامل وتجربہ تمام ودیانت وافر وحوصلہ فراخ وکمد فراوان درکار ہے اور ان صفات
کے ساتھ کمال آزادگی بھی ہونی چاہیے کہ اپنے سود وزیان سے درگذر کرکے اپنی ہمت اپنے صاحب کی
مزید کار مین مصروف ہو۔ اگر اپنے ولی نعمت کا کام اس شخص سے نکلتا ہو کہ جس نے اسکے باپ کو مارا ہو تو
اس کے رواج کار مین کوشش کرے خلق کے ساتھ اس کا طریقہ صلح کل ہو پادشاہ جو ہوتا ہے خدا اس کو
ہزاروں آدمیون مین سے منتخب کرکے اہل عالم کو اس کے سپرد کرتا ہے۔ طوائف متلونہ وطبقات ملل ونحل

اسکی راے زرین کے مفوض کرتا ہے۔ اگر اس پادشاہ کا وکیل ایسے خدیو کا نشان نہو تو نظام عالم کے سے ہو سکتا ہے۔ مذاہب مختلفہ وادیان متنوعہ جن کے اختلاف وافتراق مین حکمت بالغہ آلہی ہی کیسے رفاہیت پا سکتے ہین۔ مگر نفس امر مین یہ بات آدمیون کی نافہمیدگی سے تھی۔ کیونکہ یہ امر مستعار ظاہر بینون کی مصلحت پر مبنی تھا اور اس سے اس شورش کا دفع کرنا مقصود تھا کہ ترکان سادہ لوح کی ایک جماعت نے قیا خان گنگ و سلطان حسین جلائر و محمد امین دیوانہ کے ساتھ اتفاق کر کے شہاب الدین احمد خان وخواجہ جہان اور اس قسم کے آدمیون کا قصد کیا تھا اس سبب سے پادشاہ نے ان فتنہ اندوزون کی آشوب کی آگ بجھانے کے لیے منصب وکالت بہادر خان کو دیدیا۔ قیا خان کو قدیم خدمات مستحسن کے سبب سے بہرائچ اور اُسکی حدود دیدین۔ محمد امین دیوانہ بھاگ کر صحرا مین آوارہ ہوگیا۔ جب ان بداندیشون کے ہنگامہ مین سنگ تفرقہ پڑا تو بہادر خان کو اُماوہ جاگیر مین دے کر رخصت کیا۔ ان دنون مین بہادر خان پر رسم وکالت کا اطلاق ہوتا تھا مگر معنے اس خدمت کے ماہم انگہ پر صادق آتے تھے وہی وکالت کرتی تھی۔ اے ظاہر پرست صورت کو کیا دیکھتا ہے اس کار شگرف مین خرد اور حوصلہ کی ضرورت ہے یہ دونو صفت ماہم انگہ پر ختم تھین م

اے بسا زن کہ بہنگام خرد مردانہ

بیرام خان کی کوئی تدبیر درست نہ بیٹھتی تھی وہ سہ شنبہ ۱۲ رجب کو دار الخلافہ آگرہ سے الور کی طرف چلا راستہ مین بیانہ مین اُسنے شاہ ابو المعالی و محمد امین دیوانہ کو کہ فتنہ وفساد کے دور کرنے کے لیئے قلعہ بیانہ مین مقید کیئے گیے تھے چھوڑ دیا۔ ظاہر مین تو اُن سے یہ کہا کہ پادشاہ پاس جاؤ مگر رہائی سے مقصود اصلی یہ تھا کہ فتنہ برپا کرین۔ جب پادشاہ کو بیرام خان کی آگرہ سے الور کیطرف روانہ ہونے کی اور وہان سے پنجاب کی طرف جانے کی خبر ہوئی تو پادشاہ کی یہ راے ہوئی کہ دار الملک دہلی سے چلکر حدود ناگور مین قیام کیجیے کہ بیرام خان کے اس حدود مین پاؤن نہ جمین اور اگر ممالک پنجاب مین جانے کا قصد کرے تو سر راہ روکا جاے۔ جمعہ ۲۲ رجب کو بادشاہ نے دہلی سے کوچ کیا۔ پھر احتیاطاً میر عبد اللطیف قزوینی کی معرفت یہ مواعظ اپنی طرف سے لکھکر بیرام خان کو سُنائے کہ اے میرے خان بابا تمھارے

حقوق خدمت وحقائق عقیدت سب میرے دل مین منقش ہین اور جہان مین وہ مشہور ہین مین لڑکا تھا لڑکپن کا مقتضا یہ تھا کہ مین سیر وشکار مین مصروف رہتا تھا اور سارے مہمات سلطنت اور انتظام تم کو سپرد کر رکھا تھا جو اب تک تم نے جاہا وہ کیا۔ مین نے اس مین کچھ دخل نہین دیا۔ اب میرا ارادہ ہے کہ خود کاروبار جہانبانی اور معدلت گستری کرون۔ اب تم جیسے خیرخواہ خردمند کو چاہیئے کہ اس بات کو عطیات آلہی سے سمجھکر خدا کا شکر کرو اور کچھ عرصہ کے لیئے مہمات دنیا کے شغل سے دل اُٹھا کر حج کو جاؤ۔ خلا ورملا مین تم ہمیشہ سعادت حج کا شوق ظاہر کیا کرتے تھے۔ ہندوستان مین جسجگہ اور جسقدر چاہو جاگیر لے کر اور اسکے محاصل کو اپنے آدمیون کی معرفت اُگھوا کے فصل بفصل سال بسال اپنی سرکار مین منگالو۔

جب بادشاہ جھجر مین ۱۲ رجب کو آیا تو بیرام خان کی رہ گذر روکنے کے لئے خود اپنا جانا بادشاہ نے مناسب نہ جانا۔ ادہم خان۔ شرف الدین حسین مرزا۔ پیر محمد خان۔ شاہ بداغ خان ومجنون خان اور ایک جماعت کو ناگور کیطرف روانہ کیا کہ اگر بیرام خان واقع مین سفر حجاز کا قصد نہ کرے اور اس سفر کی شہرت دینے سے یہی غرض ہو کہ دہوکہ دے کر پنجاب چلا جاؤن اور وہان شورش برپا کرون تو اُسکو یہ لشکر سزا دے اور نہین تو اہتمام کر کے اُس کو ممالک محروسہ سے باہر نکال دے۔ ناگور اور اُس کے حدود مرزا شرف الدین حسین کو حوالہ کیئے۔ امراء عظام اس خدمت کے اہتمام مین آیئن شائستہ کے ساتھ مصروف ہوئے اور خود بادشاہ چارشنبہ ۱۱ شعبان کو دہلی مین آگیا۔ بیرام خان سرکار میوات مین تھا کہ بادشاہ کی فوج کے آنے کی خبر اس کے لشکر مین منتشر ہوئی دفعتہً اسکے ہنگامہ کی رونق دور ہوئی سوای ولی بیگ اور اسکے دو بیٹون حسین قلی بیگ واسمعیل قلی بیگ کے کہ بیرام خان کے خویش تھے وشاہ قلی خان محرم وحسین خان اور چند اور آدمیون کے کوئی اُس پاس نہ رہا۔ ساری سپاہ اسکی فوج فوج بن کر بادشاہ پاس جانی شروع ہوئی۔

بادشاہ کا لشکر اُسکی طرف جب فوج فوج چلا تو اُسنے دیکھا کہ اب مجال توقف نہین ہے دل سے ریاست کا خیال دور کر کے ایک عرضداشت بھیجی کہ جسمین طرح طرح سے نیازمندی اور عذرخواہی کی اور جدائی کا افسوس ظاہر کیا

بادشاہ کا دہلی مین آنا اور لشکر کو بیرام خان کی راہ روکنے کے لیے پنجاب بھیجنا ۹۶۷

اور حرمین شریفین کی زیارت کے لیے رخصت مانگی اور چند فیل و تمن و توغ و علم نقارہ و سائر ادوات امارت کو حسین قلی بیگ کے ہمراہ بھیجدیا امراء کو لکھدیا کہ آپ میری طرف کس لیے تصدیع فرماتے ہین میرا خود دل دنیا اور اس کے کاروبار سے سرد ہو گیا ہے۔ اسباب ریاست بادشاہ پاس بھیجدیا ہے امرا اس دم مین آن کر بھر گئے حسین قلی دہلی مین بادشاہ پاس آیا اور خلق مین مشہور ہو گیا کہ بیرام خان حج کو گیا شیخ گدائی بادشاہ کی خدمت مین آیا۔ اگرچہ لائق سیاست تھا مگر بادشاہ نے اسپر مرحمت فرمائی اس عرصہ مین ناگاہ یہ شہرت وافواہ ہوئی کہ بیرام خان پنجاب کے صوبہ کیطرف آیا نہین کہ ایک شورش برپا ہوئی بادشاہ کی سپاہ کے بھیجنے کے سبب سے وہ ممالک محروسہ سے نکلکر بیکانیر مین آیا رای کلیان اور اُس کا بیٹا رائے سنگہ جو اس سرزمین مین سب سے بڑا رتبہ رکھتے تھے وہ بیرام خان سے ملنے آئے۔ بیرام خان کو یہ مقام دلپذیر معلوم ہوا۔ وہ یہان چند روز رہا۔ پھر وہ یہان سے پنجاب کیطرف گیا اور بادشاہ سے کھلی بغاوت اختیار کی اور سرحد کے امرا کو لکھا کہ مین سفر حجاز پر متوجہ تھا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ بادشاہ سے ایک جماعت نے جھوٹ موٹ کی باتین لگا کر مجھے آوارہ کیا ہے اور بادشاہ کا مزاج میری طرف سے متغیر کر دیا ہے خصوصاً ماہم انگہ نے کہ وہ اپنے تئین مستقل سمجھتی ہے اور کہتی ہے کہ مین نے بیرام خان کو نکلوا دیا۔ اس لیئے مین نے ارادہ کیا ہے کہ ایک دفعہ ان بدکردارون کو سزا دیکر بادشاہ سے سفر مبارک کی تازہ رخصت لون اور اس طرح اور مقدمات لکھ بھیجے اور خواجہ درویش اور تربک جو پنجاب کے امراء عظام مین سے تھا اس پاس مظفر علی بھیجا کہ اس کو لے آئے۔ جب بادشاہ کو یہ اخبار معلوم ہوئے تو اُس نے فرمان جو ایک نصیحت نامہ ہے بھیجا۔

خان خانان کو معلوم ہو۔ کہ ہمارے خاندان کے پروردہ نعمت اور تربیت کردہ عنایت ہو اور تمھارے حقوق خدمات ہماری درگاہ مین ثابت ہین حضرت والد ماجد نے امر عظیم القدر ہماری آتالیقی کا تم کو اس لئے سپرد کیا تھا کہ صدق نیت و اخلاص تمھارا دیکھا تھا جب والد کا انتقال ہوا تو اخلاص اور دولتخواہی مین کمر صدق و جان سپاری باندہ کر مہمات وکالت کے تم متعہد ہوئے۔ ہم نے بھی خدمات کی مشقت اور نیک اندیشی تمھاری دیکھکر حل و عقد رتق و فتق امور کو ایسا تمھارے قبضہ اختیار مین چھوڑ دیا کہ اس سے

متصور نہین ہوسکتا۔ بُرا بھلا جو تمھارے دل مین آیا وہ تم نے کیا ہم نے کچھ دخل نہین دیا تم سے اس پانچ سال کے عرصہ مین چند امور ناشائستہ ایسے ظہور مین آئے کہ خاطر جمہور کو تم سے نفور ہوا۔ اسکی مثال شیخ گدائی کی تربیت ہے۔ کہ تم نے باایں ہمہ زیرکی و دانائی فاضل و قابل باحسب و نسب آدمیون کو چھوڑکر اپنی مصاحبت و آشنائی کے لیئے اسکو انتخاب کیا باوجودیکہ وہ منصب صدارت کا متعہد تھا و ظہور مناشیر پر مہر کرتا تھا ہم نے اسکو تسلیم سے معاف کیا تھا۔ باوجود اسکی کمال جہل و نادانی کے محافل مین جمیع سادات صحیح النسب اور علماء جلیل الحسب پر جنکے ہم عظمت و شان و حالت کا ملاحظہ کرکے مراسم تعظیم و احترام بجالاتے تھے ہم نے اسکو تقدیم دی باوجودیکہ وہ خاندان سادات کی محبت و دوستداری کی شیخیان مارتا تھا اسنے عمدًا اس فرقہ شریفہ کی مذلت و خواری کو تجویز کیا۔ تم نے اس اپنے تربیت کردہ کو جو دلون کا مردود اور نظرون کا مطرود تھا اس طائفہ پر ترجیح دی۔ ساوران بزرگونکی ارواح مقدسہ سے کسی طرح شرم و آزرم نہ رکھی اسکو اس مرتبہ پر پہنچایا کہ وہ سوار ہماری سامنے آتا اور ہم اس سے مصافحہ کرتے۔ تم نے اپنے ماتحت نوکرون کو جنکی حالت و لیاقت معلوم۔ خطاب سلطانی و خانی و علم و نقارہ ممور جانگیرین اور سیر حاصل ولایتون سے ممتاز کیا اور حضرت جنت آشیانی (ہمایون) کے وقت کے خواتین و سلاطین کے امراء و معتمدون کو جنکی اصالت و حالت و استحقاق سب پر روشن تھا کمال بے اعتباری کے ساتھ خشک روٹیون سے محتاج کیا۔ ان سب کے خون و ناموس کا قصد کیا۔ بابری ملازمون اور خدمتگارون کو جنھون نے برسون امیدواری اور خدمت کی تھی اور وہ رعایت و عنایت کے مستحق تھے اُنکے لیئے اقل معیشت بھی تجویز نہین کی۔ وہ جماعت کہ شکار اور سواری مین میری ملازمت مین ہوتے تھے اور ہزار محنت و مشقت سے خدمت کرتے تھے۔ انکے خون بیگنہ کے تم پیاسے تھے۔ طرح طرح کی بے اعتدالیان انکے ساتھ تم کرتے تھے اور اگر اپنے نوکرون مین سو گناہ مثل قتل۔ چوری۔ راہ زنی۔ تاراج اور طرح کے فسق و فجور ظہور مین آتے تو سب معاف تھے۔ اور اگر ہماری ملازمون مین سے کچھ ذرا قصور ہوتا یا کوئی جھوٹا بہتان اُنپر باندھ دیتا تو ان کے قتل و حبس و تاراج مین تاخیر نہوتی۔ ہماری خبر ہونے تک انکی بے آبروئی ہوتی۔ اور طرح طرح کی اُنپر جفا ہوتی۔ بعضے آدمی نہایت کمینے اور سفلے تمہاری خدمت مین رہتے تھے اور خوشامد کرتے تھے۔ جیسے کہ شاہ قلی نارنجی۔ محمد طاہر۔ لنگ ساربان اور تم اپنی سادگی سے اس طائفہ کو راست گو جانکر تربیت کرتے تھے

اوران کو تقویت دیتے تھے۔ شاہ قلی نے بے حیائی کرکے فرمان نہ سُنا محمد طاہر نے ایسا جواب درشت دیا کہ وہ
اس کا مستحق تھا کہ زبان اسکی کاٹی جاتی بلکہ قتل کیا جاتا۔ لنگ ساربان نے تمھاری حضور مین ایک جماعت کے
روبرو ایسا درشت لفظ کہا کہ وہ بھی سیاست کا مستحق تھا۔ ولی بیگ کو تم خود جانتے ہو کہ وہ قزلباش مین
کیا عزت واعتبار رکھتا تھا بغیر کسی خدمت واصالت وحالت کے اس کو تم نے اپنا داماد بنا کر امراء عظام سے
بڑا بنا دیا۔ یہان تک کہ سید قلی مرزا پر کہ علو سیادت وانتساب سلطنت مین ممتاز تھا تقدیم دی حسین قلی کو جس نے
ابتک ایک مرغی پر بھی پنجہ نہین لگایا تھا۔ اسکندر زمان عبد اللہ خان و بہادر خان کے برابر تم نے رعایت کی
اور آباد جاگیرین اس کو دین اور خوانین عظام کو ویران جاگیرین دیکر ناخوش کیا۔ ان دنون مین اکثر مجالس مین
ایسی حرکات تم سے سرزد ہوئی تھین کہ وہ ہماری خاطر کی باعث رنجش وآزار ہوتی تھین چونکہ ہم کو تمھاری خاطر
عزیز تھی اور تم کو دولتخواہ اپنے خاندان کا ہم سمجھتے تھے اور تمھارے قول وفعل پر اعتماد رکھتے تھے ان تمام ناہموا
اعمال وکردار کو تم مین خیر خواہی ومحض نیک اندیشی تصور کرتے تھے۔ دیدہ ودانستہ اپنے کرم حلیم سے اُن سے
درگذر کرتے تھے۔ ان دنون مین ہم کو معلوم ہوا کہ تم نے اس جماعت باغیہ کی باتون مین آکر یہ قصد کیا ہے کہ
معدودے چند کہ ہمارے ہمراہ ہین انکو علحدہ کرکے ہم کو تنہا کردین۔ اس شرارت کے دفع کرنے کے لیے دار الخلافت
آگرہ سے دار الملک دہلی کیطرف متوجہ ہوئے ہین۔ اور تم کو لکھا کہ بعضے امور تم سے ایسے ظہور مین آئے ہین کہ ہم نہین
چاہتے کہ تم ہماری ملازمت کرو۔ اگرچہ تم نے ہمکو بہت آزار پہنچائے ہین مگر بدستور تم کو خان خانان جانتے ہین۔
اور کہتے ہین۔ تمھاری خاطر سے ہم نے سخت قسمین کھا کر کہا کہ ہم تمھارے جان ومال وناموس کا قصد نہین رکھتے
ہین۔ ہم نے خود مہمات جہان بانی کو اپنے ہاتھ مین لیا ہے جو تم چاہتے ہو عرضداشت مین لکھکر عرض کرو۔ جو ہماری
نزدیک مناسب ہوگا اُسپر حکم دینگے۔ ہمکو یہ خیال تھا کہ جب وقت تم یہ خبر سُنو گے کہ ہم خود مہمات سلطنت مین مشغول
ہوئے تو تم مسرور ہوگے اور تسلیم ورضا مین راسخ دم وثابت قدم رہو گے۔ ہمارے خاندان کے حقوق نعمت وتربیت کے چالیس برس
سال سے تمھاری ذمہ پر ہین اور تم نے سن المہد الی العہد اس سے پرورش پائی ہے بالکل فراموش خاطر کرکے
اس جماعت مفسد ومفتن کے کہنے مین آگئے کہ وہ اپنی اغراض نفسانی کے سبب سے چاہتے ہین کہ اہل بغاوت کے
جریدہ مین تمکو لائے اور اس آخر عمر مین سعادت اُخروی سے محروم کرے۔ شقاوت ابدی مین مبتلا کرے چنانچہ اس نے

اپنی کمال شیطنت اور خباست وخود پسندی سے تم کو بے راہ کر دیا۔ ولد اسکندر کو تم نے پیغام دیا کہ مخالفت و منازعت
کرے تتار خان بیچ بھتیہ پاس آدمی بھیجا کہ دامن کوہ مین آنکر خرابی و دست اندازی ان حدود مین کرے خود لاہور کا
خیال کرکے چلے ہو کہ وہان جا کر فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کرو اور مخالفت کا طریقہ اختیار کرو اور ممالک محروسہ کے
اطراف مین خلل ڈالکر ہماری دودمان کے چراغ کو اپنے دم شر سے ٹھنڈا کرو ٭ چراغے راکہ ایزد بر فروزد ٭ ہر آنکس
تف کند ریشش بسوزد ٭ پردۂ غرور و پندار نے تمھارے دیدۂ اعتبار کو کور کر دیا ہے۔
ہم کو تمہارے اخلاص و اعتقاد پر کہ تمہاری چہرۂ احوال و جبہۂ اعمال سے واضح ہے ابتک ایسا اعتبار چلا آتا ہے
کہ ایسی شرارتون کے کام کرنے تم سے دور معلوم ہوتے ہین اور ہم کو اسپر یقین نہین ہوتا اس لیئے کہ تم ہمارے خاندان کے
پروردہ نعمت و تربیت کردہ ہو۔ تم پر ہمارے حکم کی اطاعت واجب و لازم ہے ہم بر سبیل حجت فرماتے ہین کہ اپنے ان
افعال و اعمال قبیحہ سے درگذر کرو اور اس جماعت مخذول العاقبت کو جسنے ہماری دولت و عزت کو نقصان پہنچایا
ہے اور وہ اپنی اغراض کے سبب باغی بنانا چاہتی ہے مقید کر کے ہمارے پاس بھیجدو جیسے ہم نے اس پانچ سال
مین تمھاری خاطر کی ہے کہ جو کچھ تم نے کیا اس مین مناقشہ نہین کیا۔ جو کچھ تم نے عرض کیا خواہ معقول یا نا معقول تمہاری
صوابدید سے عدول نہین کیا اس لیئے تم کو بھی چاہیئے کہ ہمارے حکم کو سمعاً و طاعۃً انقیاد کر کے برخلاف نہ کرو جب
تم اس حکم پر عمل کروگے ہمارا دل تم سے صاف ہو جائیگا اور تمہارے جرائم و تقصیرات کو بالکلیہ معاف کر دین گے
جسوقت ہماری ملازمت کو چاہو گے اور وقت بھی اس کا اقتضا کریگا تو ہم تمکو بلائین گے کہ تمہارا اجاب رفع ہو۔
اب تک ہم کو تمہاری خدمات ملحوظ و منظور ہین گو ان خدمات کی عوض مین بھی برابر رعایتین ہو چکی ہین ہم یہ نہین
چاہتے کہ تمہارا نام کہ مدتون اخلاص و ارادت و انقیاد و اعتقاد کے ساتھ امصار و بلاد مین مشہور تھا۔ اب وہ بغاوت
و عناد و فساد کے ساتھ منتشر ہو اور آخر عمر مین قراچہ قراجخت کے زمرہ مین تمہارا حشر ہو۔ تمہاری عبودیت کے حقوق کے
سبب سے ہم نے تمکو آگاہ کیا۔ زنہار کچھ اور خیال نہ کرنا اور خوب یقین رکھو کہ اگر از روے جہل و کوتہ اندیشی کے بے راہ ہوگئے
اور نخوت و پندار سے اپنا دماغ پریشان کر کے اہل ادبار کی سلک مین آؤ گے تو ہمارا لشکر تمہارے درپے ہوگا اور ہمارے
اقبال کا عنفوان اور تمہارے ادبار کا آغاز ہے اس لیے یقین ہوتا ہے کہ ہم کو فتح عظیم ہو اور تم شرمسار گرفتار ہو
بیدولتی اس معنے پر استدلال نہین کرنے دیتی کہ ان پانچ سال مین تم نے اپنے آدمیون کے ساتھ کیسی رعایت کی

ہے وہ اس واقعہ کے دن کام آئین۔ کوتہ اندیشی ونادانی کے سبب سے آدمی نہین جانتا کہ دولت عنایت الٰہی کے ساتھ ہے جسوقت یہ عنایت نہو تو کوئی بے دولت کام مین نہین آتا۔ چنانچہ تم نے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا کہ جن آدمیون کو تم فرزند و برادر کہتے تھے اور کبھی انکی جدائی کا گمان نہ کرتے تھے وہ امیر جدا ہو گئے اور جو رہ گئے ہین وہ بھی ایک ایک کر کے علیحدہ ہو جاوینگے اور ہماری درگاہ مین آجاوینگے اور رفتہ رفتہ تمکو تنہا چھوڑ دینگے ایسی جگہہ سوائے تسلیم و رضا کے کوئی اور چیز فائدہ نہین دیتی ؎ سر نیاز بباید نہاد و گردن طوع ٭ کہ ہرچہ حاکم عادل کند ہمہ داد است ٭

خانخانان اس دستور العمل سعادت سے پندپذیر نہوا بلکہ اور شورش پر زیادہ آمادہ ہوا۔ وہ بیکانیر سے پنجاب کیطرف متوجہ ہوا۔ جب قلعہ تبرہندہ مین پہونچا۔ یہ شیر محمد دیوانہ کی جاگیر مین تھا وہ اسکے مخصوصون مین سے تھا کوئی کہتا ہے کہ متبنیٰ تھا اپنے بیٹے عبدالرحیم کو مع اہل وعیال و احمال و اثقال کے اس قلعہ مین شیر محمد کو حوالہ کیا اور خود وہان سے چلا شیر محمد نے اپنے اصلی ولی نعمت کے حق مین بہتر سمجھکر اُس سے فرار کیا۔ اسکے تمام اسباب و اشیا پر کہ تبرہندہ مین چھوڑ گیا تھا متصرف ہوا اور اہل وعیال کو ملازمت مین لایا۔ بیرام خان نے جو درویش محمد اوزبک و مظفر علی کو اپنے مال وعیال کی طلب مین شیر محمد پاس بھیجا تو اُس نے مقید کر کے بادشاہ پاس بھجدیا اور بادشاہ کو اپنا صاحب حقیقی سمجھکر ولی نعمت مجازی کو چھوڑ دیا اور سچ مچ بادشاہ کا خیرخواہ بن گیا۔ جب بیرام خان تہارہ کے نزدیک پہونچا تو مرزا عبداللہ مغل نے قلعہ کو مضبوط کیا۔ ولی بیگ نے اُس سے لڑکر شکست پائی۔

بادشاہ دہلی مین تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ بیکانیر سے بیرام خان پنجاب کیطرف گیا تو بادشاہ نے اول لشکر شمس الدین محمد خان کو دیکر اس لیے بھیجا کہ خانخانان کو پنجاب مین نہ گھسنے دے اور پھر خود بادشاہ سامان یورش تیار کر کے پنجاب روانہ ہوا اور خواجہ عبدالمجید مخاطب بہ آصف خان کو دہلی سپرد کی اور اسکو یہ نصیحتین کین کہ اپنے جاہ و خرد پر مغرور نہونا۔ نعمت رسیدگی کا پاس ہمیشہ رکھکر اپنی سربلندی کو فروتنی پر منحصر سمجھنا اور اپنی مزد خدمت ہماری عنایت و تربیت کو سمجھنا۔ چشم و دل و دست و زبان کو آدمیون کے مال سے کوتاہ رکھنا۔

بیرام خان کی بغاوت کی شورش ہوئی تو مصلحت و احتیاط کے لیے حسین قلی بیگ کو قید کر کے ادہم خان کو سپرد کیا اور اُسے کہدیا کہ اگر حسین قلی بیگ کو کوئی گزند پہونچی گی تو تجھ سے بازخواست ہوگی۔

۲۰ ذی قعدہ کو دارالملک دہلی سے اس فتنہ کے دور کرنے کے لیے روانہ ہوا پادشاہ نے جو لشکر پہلے روانہ کیا تھا وہ پرگنہ وکدار مین جو نواحی پرگنہ جالندھر مین ستلج و بیاہ کے درمیان واقع ہے پہونچا۔ اور گوناچور پر جو دکدار سے متعلق ہے بیرام خان کو جاکر اس نے روکا۔ بیرام خان جالندھر کے لینے مین اہتمام کر رہا تھا کہ آتگہ خان کے لشکر کے آنے کی خبر سنی۔ وہ ان اتگہ خان کو کیا سمجھتا۔ اس سے لڑنے کو تیار ہوا۔ طرفین سے بآئین جنگ لشکر تیار ہوے۔ بیرام خان پاس لشکر بہت نہین تھا مگر کیفیت کے اعتبار سے زیادتی رکھتا تھا اور لشکر پادشاہی سے زیادہ اعتماد کے لایق تھا۔ پادشاہ کے لشکر مین سے اکثر نے اپنی بدنہادی و بددلی و دوزبانی سے بیرام خان کو نوشتے بھیجے تھے۔ غرض موضع گوناچور مین اوائل ذی الحجہ ۹۶۷ھ مین طرفین سے کوشش دلیرانہ ظہور مین آیئن۔ پادشاہ کا لشکر اول بھاگا۔ دشمن کا لشکر اسکے پیچھے پڑا۔ اور بیرام خان خوش خوش جاتا تھا کہ آتگہ خان کی فوج ایک پشتہ کی پناہ مین کھڑی تھی کہ وہ اسکے سامنے آئی۔ بیرام خان ہاتھیون کو آگے کر اسکے مدافعت کے لیئے کھڑا ہوا مگر آخر کار شکست پائی۔ پادشاہی لشکر نے مخالف کی سپاہ کو پراگندہ کر دیا اسمعیل قلی خان کو زندہ گرفتار کیا۔ ولی بیگ زخمی ہو کر پکڑا گیا اور اعیان مخالف گرفتار ہوے اور بہت غنیمت پادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آئی۔ آتگہ خان نے بھگوڑون کا دور تک دوراندیشی کے سبب سے تعاقب نہین کیا۔

پادشاہ شکار کھیلتا ہوا نواحی سہرند مین تھا کہ خبردارون نے اس فتح کی خبر سُنائی۔ لوازم شکر و سپاس وقوع مین آئے مراسم نشاط و شادمانی کی تقدیم ہوئی۔ مہام سلطنت نے انتظام تازہ پایا۔ کوتہ حوصلون کو فراخی مشرب نصیب ہوئی۔ پھر ان سادہ لوحون کو سررشتہ دانش ہاتھ لگا۔ دولت نے مغرورون کے ہاتھ سے خلاصی پائی۔ پادشاہ وقت کو ناحق شناسون کی ستم شریکی سے نجات ہوئی۔ خردمندون کو افزائش دریافت نصیب ہوئی۔ دولت نے منھ دکھایا۔ اقبال نے چہرہ کشادہ کیا۔ عالم نے طراوت تازہ پائی۔ زمین و زمان کو از سرنو تازگی ہوئی۔ کور باطن حسد پیشہ خاکساری کے گڑھے مین گرے۔ اور ادبار کی خاک انکے سر پر چڑھی۔ انصاف پیدا اور معدلت آشکارا ہوئی۔ یہ پادشاہ کے زمانہ اختیار کی فتح اول تھی۔

بادشاہ سہرند مین مقیم تھا کہ منعم خان حسب الحکم اور امرا کی ساتھ دوشنبہ ۱۸ ذوالحجہ ۹۶۷ھ کو پادشاہ کی خدمت مین آیا اس کو منصب عالی وکالت اور خطاب خانخانی کا اور خلعت مرحمت ہوا اور شمس الدین اتگہ خان بھی یہین آیا۔

اس کو جامہ راقو وجامہ فتاحی بیرام خان اور اعظم خانی کا خطاب علاوہ اپنے ساتھ مرزا ولی بیگ اور بڑی بڑی سرداروں کو پاؤن مین زنجیر اور گلے مین طوق ڈال کر اور بیت سی غنائم لایا تھا۔ ولی بیگ نے زندان مین زندگانی سے نجات پائی۔ اس کا سر ممالک شرقیہ مین عبرت کے لیے بھیجا گیا مگر جب یہ سر پرگنہ اٹاوہ پہنچا تو یہان کے جاگیردار بہادر خان نے سر لے جانے والے کو مار ڈالا مگر یہ حال پادشاہ پر نہ کھلنے دیا۔

یہان سے پادشاہ سہ شنبہ ۲ ذی الحجہ ۹۶۷ھ کو شکار کھیلتا ہوا لاہور مین گیا اور منعم خان نے یہان کا سارا اہتمام اتگہ خان کو حوالہ کیا اور جب پادشاہ کو یقین ہوا کہ تلواڑہ مین راجہ گنیش پاس بیرام خان ہے تو وہ سہ شنبہ ۱ محرم ۹۶۸ھ کو کوہ سوالک کی طرف چلا۔ اس نواح مین تلواڑہ ایک جاے مستحکم دریاے بیاس کے کنارہ پر ہے پادشاہ نے یہ چاہا کہ ارباب غرض کے مکر وتزویر بغیر اس مہم کو خود انجام دے۔ ماچھیواڑہ مین پادشاہ کا منتظر لشکر تھا کہ وہ یہان آیا اور منعم خان جس کو اس نواح کا انتظام سپرد تھا وہ پادشاہ پاس آیا۔ حوالی سوالک مین اس لشکر نے تنگناہاے کوہستان مین جا کر کوہی رایون اور راجاؤن کو شکست دی اور ملک کو تاخت وتاراج کیا اور جانبین سے بڑے بڑے حملے ہوے خوب لڑائیان ہوئین۔ پادشاہی لشکر مین سلطان حسین خان جلائر کہ ایک جوان بہت خوش قامت ومتناسب الاعضا شجاع تھا لڑائی مین مارا گیا جب اس کا سر جدا کر کے بیرام خان پاس مبارکباد کہتے ہوئے لوگ لائے تو اُسنے اپنی آنکھون پر رومال رکھا اور اس کی حسن خدمات کو یاد کیا اور ہاے ہاے کر کے رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ میری زندگی پر سو نفرین کہ جسکے لیے میری شامت نفس کے سبب سے ایسے جوان ضائع ہون۔ جب بیرام خان نے نواحی کوہستان مین پادشاہ کے خود آنے کا حال سُنا تو عاقبت اندیشی یہ کی کہ جمال خان اپنے معتمد غلام کو پادشاہ کی خدمت مین بھیجا جس نے بیرام خان کیطرف سے پادشاہ سے عرض کیا کہ مجھ سے بعض امور بطریق اضطرار نہ بر سبیل اختیار سرزد ہوے ہین۔ جس سے مجھے نہایت ندامت ہے۔ میرے قصور معاف ہون۔ پادشاہ نے اپنے لطف وکرم سے اسکی ساری تقصیرات معاف کر دین اور اسکی تسلی خاطر کے لیے مولانا عبد اللہ سلطان پوری کو اور اپنے مقربون کے ساتھ بھیجا کہ اس کو مطمئن کر کے ہمارے پاس لے آؤ۔ ان آدمیون سے بیرام خان کی تسلی نہ ہوئی اور اُس نے کہا کہ مین اپنے کیے سے خود خجل ہون اور ہر طرح کی سیاست کا مستحق ہون۔ پادشاہ کے مکارم اخلاق سے خاطر جمع ہوئی مگر

کل ارکان چغتائی اور امراء دولت سے ہراسان ہوں اگر منعم خان آن کر میری تسلی اور پیمان درست
اور عہد موکد کرے تو میں پادشاہ کی درگاہ میں سجدہ کرنے کو موجود ہوں پادشاہ سے اجازت لے کر باقی عمر مکہ
شریفہ میں گذاروں گا اور اپنے گناہوں کی تلافی کروں گا۔ پادشاہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔

جب پادشاہ حدود قصبہ حاجی پور میں آیا جو دامن کوہ ستلج و بیاہ کے درمیان واقع ہے تو اس نے منعم خان
اور امراء کو بھیجا کہ بیرام خان کو ہماری عنایتوں کا وعدہ کر کے مطمئن کر کے ہمارے پاس لے آؤ۔ جب یہ امراء
تنگنائے وحشت میں کہ جہاں بیرام خان نے پناہ لی تھی گئے تو زمینداروں کا ہجوم ہوا اور ممالک ہندوستان
میں زمینداروں کی جمعیت کا جو قاعدہ مقرر ہے اسکے موافق لڑنے کو تیار رہتے۔ تنگ راہوں کو
طے کر کے یہ بادشاہی امراء اس قلعہ میں پہونچے جہاں بیرام خان تھا۔ منعم خان کو دیکھتے ہی بیرام خان کا
دل بحال ہو گیا کہ پادشاہ کا زبانی جو پیغام آیا تھا وہ بیان واقع تھا آگے بڑھ کر وہ آیا اور اس سے ملا
اور نہایت رقت کی منعم خان اس کی استمالت کر کے پادشاہ پاس لایا۔ بابا زنبور اور شاہ قلیخان محرم
نے بیرام خان کا دامن پکڑ کر بڑی گریہ اور زاری کی کہ ہرگز نہ جا اسمیں غدر و مکر ہے۔ ہرچند منعم خان نے انکو
دلاسا دیا مگر سود مند نہوا تو اس نے ان سے کہا کہ تم رات کو یہیں مقیم ہو کر خبر کے منتظر رہو جب خاطر جمع
ہو تو ملازمت پر متوجہ ہونا۔ یہ خوف زدہ بیرام خان کو چھوڑ کر چلے گئے اسکے ہمراہ نہ گئے۔ بیرام خان پادشاہ
کی خدمت میں محرم سنہ۹۶۸ میں آیا۔ رومال گردن میں ڈالے ہوئے سجدہ بجا لایا اور پادشاہ کے قدموں پر
سر رکھ کر رو دیا شرم گناہ یا شوق عفو سے خوب چلا چلا کر رویا۔ پادشاہ نے اپنے ہاتھوں سے اسکا
سر اٹھایا اور اپنے رومال سے اس کے آنسوؤں کو پوچھا پرسش احوال زبان عذر پذیر سے فرمائی اور
اس قانون کے موافق کہ ایام وکالت میں بیرام خان کی جائے پادشاہ کے دست راست پر مقرر تھی اسکو
بٹھایا اور منعم خان کو اس کے پہلو میں جگہہ دی اور امراء اور ارکان سلطنت و اعیان مملکت اپنی اپنی
جگہہ بیٹھے اور مرحمت اور مکرمت کی زبان سے اس قدر انبساط اور التفات فرمایا کہ گرد حجاب و غبار خجالت
بیرام خان کی پیشانی سے زائل ہو گیا مگر اصل بات یہ ہے۔ مصرع

اگر گناہ ببخشد شرمساری ہست

(حاشیہ) …رام خان کا بادشاہ کی خدمت میں آنا سنہ ۹۶۸

پھر بادشاہ نے اُٹھکر اپنے ہاتھہ سے خلعت فاخرہ جو اسکی بغل مین تھا مرحمت کیا۔ اور خوشی خاطر سے اُس کو سفر حجاز کی رخصت دی حزم دور اندیشی کی راہ سے ترسون محمد خان و حاجی محمد خان سیستانی کو ہمراہ کیا کہ ممالک محروسہ کی انتہا تک اسکے ساتھ جائین۔ اور اس کو مخوف مسالک سے باہر نکال دین۔ یہ دونون حدود ناگور سے واپس آگئے کہتے ہین کہ بیرام خان نے حاجی محمد خان سیستانی سے شکایت کی کہ تو کل حقوق قدیم کو فراموش کر گیا اور تیری بیوفائی اور مخالفت سے جیسی کوفت مجھے پہونچی ہے ایسی کسی اور سے نہین پہونچی حاجی محمد خان نے جواب مین کہا کہ تم نے باوجود دعویٰ اخلاص اور فزونی تربیت حضرت جنت آشیانی اور مراحم و اشفاق شاہنشاہی باغی ہو کر تلوار ہاتھہ مین لی اور اس سے جو کچھہ ظہور مین آیا وہ آیا۔ میرا تمہاری ترک صحبت کرنا کیا دور تھا مین کیا کرتا۔ اس سے بیرام خان شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔

ہم نے جو بادشاہ اور خانخانان کے درمیان رنجشون کے معاملات بیان کیٔے ہین وہ زیادہ تر ابوالفضل کے اکبر نامہ سے نقل کیٔے ہین جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیرام خان کی ذات سے بادشاہ کے دل مین عداوت کا خیال کبھی نہین آیا مگر اس کے ساتھ ایک جماعت شریرون کی تھی جسکی خوشامد گوئی سے خانخانان سے حرکات ناپسندیدہ سرزد ہوتی تھین اور بغاوت پر آمادہ کراتی تھین وہ ان کو سزا دینی چاہتا تھا۔ اب اور مورخ خصوصاً خافی خان اپنی تاریخ منتخب اللباب مین یہ لکھتا ہے کہ بیرام خان کے دل مین بادشاہ سے کبھی بغاوت کا خیال نہین آیا۔ ایک گروہ ایسے آدمیون کا بادشاہ کے ساتھہ ہو گیا جو بیرام خان کی طرف سے حق ناحق باتین لگا کر بھڑکاتے تھے وہ اس بد کردار فرقہ کے کیفر کردار کے منصوبے مین رہتا تھا مجبوری اس کو بادشاہ سے لڑنا پڑا جب بیرام خان نے بیت اللہ کی راہ لی تو جس منزل مین وہ پہونچا وہان کے زمیندار اور حاکم کہ اسکے دشمنون کے متوسل تھے تصدیع دیتے اس کو متواتر خبر پہونچی کہ بدبختون کے اشارے سے مخالفون کا ارادہ ہے کہ اسکو ہلاک کرین۔ اکثر ہمراہی اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس وسوسہ کے سبب سے سانگانیر سے کہ دارالخلافہ آگرہ سے بیس کوس ہے اس نے مراجعت کی اور حج کے ارادہ کو فسخ کرکے دنیا کے ساتھ پھر دلبستگی کرنے

کرنے سے بڑی بدنامی اُٹھائی اُس عرصہ مین مولانا پیر محمد خان اپنے ہمدمون کی تحریر سے پھر بادشاہ کی خدمت مین آئے اور از سر نو ان کو خطاب عطا ہوا اور اضافہ منصب ہوا اور فیل و نقارہ ملا اور امیرون کی رفاقت کے ساتھ بیرام خان کی تنبیہ کے لیئے نامزد ہوا۔ بیرام خان جس نے دو بارہ بیت اللہ کے سفر کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اسکی راہین ایسی رُکی ہوئی تھین کہ وہ جا نہین سکتا تھا۔ برگشتگی ایام کے سبب سے وہ پنجاب کی طرف متوجہ ہوا کہ قندھار و مشہد مقدس کی راہ سے زیارت مرقد حضرت امام رضا و نجف اشرف کی کرکے عازم بیت اللہ ہو جب اسنے سُنا کہ ملا پیر محمد اسکی تنبیہ کے لیئے مقرر ہوا ہے تو ناچار جان و آبرو کی حفاظت کے لیئے اسنے سپاہ کی نگاہداشت اور جمعیت مین کوشش کی اور قندھار جانے کے قصد سے پنجاب کی راہ اختیار کی۔ جب پیر محمد سرہند کے قریب آیا تو اُسنے بیرام خان کی شکایتین اور اُسکی بغاوت کے اراوے ایسے شدومد کے ساتھ بادشاہ کو لکھے کہ بادشاہ بیرام خان سے پہلے کی نسبت دوگنا آزردہ خاطر ہوگیا جب بیرام خان کے لیئے میدان ایسا تنگ ہوا تو بادشاہ سے اُسنے یہ عرض کیا کہ میرے حاسدون کے اعتبار اور آرزو کے موافق حضور کی تین پشت کی خدمت دیرینہ میری پامال تہمت کفران نعمت ہوئین اور میرے دشمنون نے رافضی کے خون کو حلال سمجھکر اس کا فتویٰ دے دیا مین اپنی جان کی محافظت کے واسطے جو سب مذہبون مین واجب ہے چاہتا ہون کہ چند آدمیون کی مدد و رفاقت سے ان بلاؤن سے اپنے تئین نجات دون اور اس سبب سے کہ اہل غرض کے اظہار کے موافق مجھے اسباب بغاوت پر حضور آمادہ جانتے ہین تو اس خداوند کی خدمت مین حاضر ہونے کو اگرچہ نفس الامر مین بیت اللہ ہی کا ارادہ ہو کفر جانتا ہون۔ سارا عالم جانتا ہی کہ ہم ترکون کے خاندان مین نمک حرامی کبھی نہین ہوتی اس واسطے مین نے مشہد کی راہ اختیار کی ہے کہ روضۂ امام رضا و عتبات نجف اشرف و کربلا کے طواف کے بعد اپنے ولی نعمت کی بقاء عمر اور سلطنت کے لیے از سر نو کعبۃ اللہ کا احرام کرون۔ التماس یہ ہے کہ اگر بندہ کو حضور نمک حرام واجب القتل جانتے ہین تو کسی بے نام و نشان کو یقین کیجئے کہ بیرام کا سر کاٹ کے نیزہ پر ٹکائیگا کہ حضور کے اور بدخواہون کو تنبیہ اور عبرت ہو مصرعہ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اگر یہ نہین تو فوج کا سردار سواے ملاے خارجی (ملا پیر محمد) کوئی اور مقرر ہو - یہ نمک حرام میرا
نمک پروردہ ہے اور فدوی ہی کا اخراجی ہے - جب پادشاہ پاس یہ عرضداشت پہونچی
تو اُس نے پیر محمد کو بلا لیا اور شمس الدین اتگہ کو بھیجدیا - جس سے اسکی لڑائی ہوئی - اور مورخون
نے یہ لکھا ہے کہ بیرام خان کو شکست ہوئی مگر خافی خان نے یہ لکھا ہے کہ اتگہ خان کو شکست ہوئی -
پھر بیرام خان نے اپنے ولی نعمت کی سپاہ سے لڑنا مناسب نہین جانا - کوہ سوالک مین چلا گیا اور
پادشاہ اس شکست کی خبر سُنکر لاہور مین آیا - منعم خان جب کابل سے آیا تو بیرام خان کی تنبیہ کے لئے
لکھی جنگل کی طرف متوجہ ہوا - جب کوہستان مین داخل ہوا تو یہان کے زمیندار بیرام خان کی حمایت
کے لیے جمع ہوئے مگر بیرام خان نے دیکھا کہ ولی نعمت کے ساتھ سواے اطاعت کے دونون صورتون
مین مردود جہان ہوتا ہے اس لیئے زمیندارون کو قصد فاسد سے منع کیا اور امان چاہی -
دونون ہاتھ باندھکر اور دستار گلے مین ڈال کر پادشاہ کی خدمت مین آنکر قدمون مین گرا اور
خوب رویا - پادشاہ نے اپنے دست مبارک سے سر اُٹھایا اور دست شفقت سینہ پر رکھکر خلعت
خاصہ مرحمت کیا - زبان سے فرمایا کہ حق موروثی تیرا ہم پر ہے - اگر ارادہ نوکری کا ہو تو سرکار کالپی
و چندیری تیری اقطاع مین مقرر کیجاتی ہے اور اگر ہماری مصاحبت کا شوق ہو تو اپنی مجلس مین مصاحب
مقرر کرتا ہون - سب طرح سے تیری غمخواری کرون گا - اگر بیت اللہ کا ارادہ ہی تو عزت و آبرو کے ساتھ
روانہ کرون گا - بیرام خان نے جواب مین عرض کیا کہ الحمد للہ جو انسان کی آرزو کی انتہا ہوتی ہے وہ حضرت
فردوس مکانی و جنت آشیانی اور حضور کی رکاب سعادت مین ظہور مین آئی - اب میرے دل کی مراد فقط
کہ قدمبوسی کی سعادت از سر نو حاصل کرکے اور عفو جرائم کراکے کعبۃ اللہ جاؤن وہ حاصل ہوئی مین
نہین جانتا کہ اس نعمت کا شکر کہ بمنتہاے دلی حاصل ہوئی کس زبان سے ادا کرون اور کس طرح بجالاؤن
اور اس بیت کا مضمون پڑھا ؎

زانجا کہ لطف شامل خلق کریم تست
جرم نہ کردہ عفو کن و ماجرا مپرس

امیدوار ہون کہ اپنے فضل بے پایان سے عفو جرائم کرکے بدرقۂ فاتحہ بیت اللہ مرحمت فرمائین -

پچاس ہزار روپے اور لوازم سفر از روی لطف و کرم عنایت ہوے اور وہ رخصت ہوا۔ بیرام خان مکہ کو ۹۶۵ سن مین مع فرزندون و چند ہمراہیون کے روانہ ہوا بندر کھنبائت متعلقہ احمد آباد مین آیا یہان چند مقام کیئے مبارک خان لوحانی جس کے باپ کو جنگ ہیمو مین بیرام خان نے اپنے ہاتھ سے مارا تھا وہ دشمنون کی رہنموئی سے رفیق راہ ہوا اور فرصت کا منتظر رہا۔ ایک دن ایک زخم کاری سے بیرام خان کا کام تمام کیا اور افغانون نے کہ اسکی مددگار گوشہ و کنار مین تھے اس کے خیمہ و خانہ پر آن پڑے اور لوٹ لیا وقت واپسین کوئی کہتا ہی کلمہ شہادت جاری تھا اور کہتا تھا کہ صد شکر ولی نعمت کی راہ مین سفر بیت اللہ مین درجہ شہادت پر پہنچا **شہید شد محمد بیرام** - اسکی تاریخ ہوئی۔ مرزا عبد الرحیم اس کا چار سال کا لڑکا اور سلیمہ سلطان بیگم اور متعلق احمد آباد مین آئے۔ یہان سے بادشاہ نے اُن کو بُلا لیا۔ سلیمہ سلطان بیگم سے کہ حسن و جمال مین کمال رکھتی تھی اور شاعر تھی اس سے پادشاہ نے نکاح کیا۔

بعض مورخون کے نزدیک بیرام خان بغاوت اور نمک حرامی کی تہمت سے بری اور پاک تھا اور بعض کے نزدیک وہ اہل بغی مین تھا۔ ابو الفضل نے بیرام خان کی وفات کا حال اس طرح لکھا ہے بیرام خان اصل مین نیک ذات و نجیب صفات تھا مگر بد مصاحبی سے جو سب سے زیادہ بد تر آدمی زاد کے واسطے ہی اس نے اول اپنے حسنات دیکھے اسپر خوشامد کی افزونی سے مستی کا اضافہ ہوا قاعدہ ہے کہ جو شخص اپنی نیکیون اور ہنر پر نظر رکھتا ہے تو اُسکی پیش گاہ مین خوشامدیون کا بازار گرم ہوتا ہے خوشامد کو بیان واقع سمجھ کر خود پرست و خود آرا ہوتا ہے - بیرم خان کو بھی یہ واقعہ پیش آیا کہ اورون کے عیوب دیکھنے مین ایسا مصروف ہوا کہ اپنے عیب کے دیکھنے مین نہ مشغول ہوا اور پادشاہ کی صغر سنی عدم اشتغال مہمات ملکی کے پردہ مین پادشاہ کے حسن معنوی کو نہ دیکھ سکا خوشامدیون سے اس کا خانہ ایسا خراب نہین ہوا جیسا کہ راست کردار معاملہ نافہم سے جو اس کے کوتاہ عقل دوست تھے۔ یہ اسکی بڑی سعادتمندی تھی کہ وہ پادشاہ کو رضی کر کے اور خود خوش ہو کر عزت و ناموس و اہل و عیال و اسباب اموال کے ساتھ اماکن شریفہ کی زیارت کو گیا وہ اول شہر گجرات مین پہونچا کہ پہلے نہروالہ مشہور تھا اُس نے چند روز آرام کے لیے قیام کیا ان ایام مین اس شہر کی ریاست خوشی خان فولادی سے تعلق رکھتی تھی اور طوائف افغان اس کے شریر شور افزا تھے

ان مین مبارک خان لوحانی بھی تھا کہ اس کا باپ جنگ ماچھیواڑہ مین بیرام خان کی امیری مین مارا گیا تھا۔ اس دیوانہ افغان نے انتقام کا ارادہ کیا اور بیرام خان کا قصد کیا۔ سوائے اسکے سلیم شاہ پسر شیر شاہ کی کشمیری بیوی اور اس بیوی سے اسکی بیٹی دونون بیرام خان کے قافلہ کے ساتھ تھین اور اس کا حجاز کا مقصد تھا اور یہ قرار پاگیا تھا کہ اس لڑکی سے پسر بیرام خان کی نسبت ہوگی اس سبب سے بھی افغانون مین شورش تھی۔ بیرام خان پٹن کے باغون اور مکانات کی سیر کیا کرتا تھا۔ ایک دن دل کش سیرگاہ کولاب بزرگ کے نشیمن مین کشتی پر بیٹھ کر سیر کرنے گیا تھا کشتی سے اتر کر سوار ہونا تھا کہ مبارک خان اور چالیس اور افغان کولاب کے کنارہ پر بیرام خان کے مارنے کے مقصد سے بیٹھے تھے یہ معلوم ہوتے تھے کہ اس سے ملنے آئے ہین بیرام خان نے اس جماعت کو طلب کیا۔ جب مبارک خان گیا تو اس نے ایسا خنجر مارا کہ اسکے سینہ سے پار ہوگیا۔ دوسرے افغانون نے تلوار مار کر بالکل کام تمام کیا اس حال مین کلمہ اللہ اکبر اسکی زبان پر تھا یون اسنے درجہ شہادت پایا اس کی حکومت مین ایک سادہ لوح سید نے اسکی مجلس مین اُٹھ کر کہا تھا کہ نواب کی شہادت کی نیت سے فاتحہ ہم پڑھتے ہین تو بیرام خان نے مسکرا کر کہا تھا کہ مین شہادت چاہتا ہون مگر نہ اسقدر جلد۔ اس کے ہمراہی متحیر و متوحش ہو کر تو کہین ہین کہین ہوگئے۔ بیرام خان خاک و خون مین پڑا تھا کہ فقرا اور مساکین کی ایک جماعت نے اسکے قالب خونین کو شیخ حسام کے مقبرہ کے گرد خاک کے حوالہ کیا۔ بروز جمعہ ۱۴ جمادی الاولے ۹۶۸ھ کو یہ واقعہ پیش ہوا۔ تاریخ اس واقعہ کی یہ ہوئی

قطعہ

بیرام بطوف مکہ چو بربست احترام	در راہ شد از شہادتش کام تمام
در واقعہ ہاتفے پے تاریخش	گفتا کہ شہید شد محمد بیرام

پھر وہ حسین قلی خان خان جہان کی سعی سے مشہد مقدس مین مدفون ہوا اس حادثہ مین پٹن کے اوباشون و فتنہ پردازون نے بیرام خان کے لشکر پر دست دراز کیا۔ اور کوئی چیز نہین چھوڑی اس مرحوم مظلوم کے گھر مین اس حادثہ سے ایک آشوب عظیم ہوا محمد امین دیوانہ و بابائے زنبور و خواجہ

ملک عبدالرحیم کہ بیرام خان کا خلف الصدق تھا اور اس وقت چار سال کا تھا اپنی والدہ اور بعض خدمتگارون کے ساتھ احمد آباد کو روانہ ہوئے۔ اسکے پیچھے بھی افغان پڑے۔ مگر یہ مصیبت زدہ لڑتے ہوئے احمد آباد مین پہونچ گئے۔ چار مہینے یہان توقف کیا محمد امین دیوانہ اور بعض خدمتگار عبدالرحیم کو لے کر بادشاہ پاس چلے۔ پہلے اس سے کہ وہ پہونچین بادشاہ نے بیرام خان کی وفات کی خبر سُنکر عبدالرحیم کو بلانے کا فرمان لکھا تھا وہ حدود جالور مین ان کو ملا۔ اس فرمان کا حاصل یہ تھا کہ عبدالرحیم ہمارے پاس آکر تربیت پائے سنہ ۹۶۹ کے اوائل مین وہ بادشاہ پاس آگرہ مین آگیا باوجودیکہ بہت لوگون نے بدگوئی و بداندیشی کی مگر بادشاہ نے اس کو تربیت کیا۔ لڑکپن مین اسکو مرزاخانی کا خطاب دیا پھر بتدریج و تربیت مدارج عالی پر پہونچایا اور پھر مرتبہ اعلی خانخانی کا پایا

بیرم خان اور بادشاہ کی رنجشون کے درمیان جو واقعات پیش آئے

ہم ہر واقعہ کو مسلسل بیان کرتے ہین جس سے وہ بخوبی سمجھ مین آئے۔ اس کو سنہ کی قید سے ہم حصے کر کے نہین بیان کرتے۔ جو واقعات بیچ مین چھوٹ جاتے ہین ان کو اس واقعہ کے تمام و کمال بیان کے بعد لکھ دیتے ہین۔

علی قلی خان زمان کی عشق و عاشقی کی داستان بھی عجیب ہے۔ ہم اس داستان کے ناپاک بیان سے اپنی تاریخ کے اوراق کا منہ کالا اس سبب سے کرتے ہین کہ بعض چھوٹے چھوٹے واقعات بھی ایسے ہوتے ہین کہ ان کے بیان کرنے سے تاریخ مین نتائج عظیم پیدا ہوتے ہین۔ یہ واقعہ ایسا ہی ہے۔ جنت آشیانی کے عہد مین شاہم بیگ پسر ساربان ایک نوجوان سادہ رو تھا حسن صورت و جمال ظاہری مین اسکی شہرت تھی وہ بادشاہ کے قورچیون مین یعنی خواصون مین نوکر تھا حضرت جنت آشیانی کا منظور نظر تھا بعد واقعہ ناگزیر کے وہ بدستور شاہی قورچیون مین منسلک رہا علی قلی خان زمان جس کو اپنے شیعہ مذہب مین ایسا غلو تھا کہ معلوم ہوتا تھا تقیہ اسکے مذہب مین نہین ہے وہ اسپر عاشق ہوا۔ اسنے شاہم بیگ کو جو جالندھر مین بادشاہ کے پاس تھا بلا لیا۔ اس نے یہان آنکر اپنی حسن فریبی

شاہم بیگ ساربان سے عشق و رواداری علی قلی خان زمان

کا بازار ایسا گرم کیا کہ خان زمان کی عقل و ہوش کو خرید لیا۔ وہ اس کے ساتھ وہ سلوک کرتا تھا
جو سلاطین کے لیے مخصوص ہے اس کو مسند پر بٹھاتا اور اس کے آگے خود دست بستہ کھڑا ہوتا اور
شاہم شاہم کہتا جو اس راز سے محرم تھے انھون نے مولانا پیر محمد کی معرفت پادشاہ کو اس امر سے
اطلاع دی۔ پادشاہ نے خان زمان کو لکھا کہ آدمی نا خوشامدگو بدذاتون کی صحبت سے اور فرمانبرداری
آز سے سلطان شہوت و غضب کا مغلوب ہوتا ہے اور طرح طرح کے بُرے کام کرتا ہے۔ اب تو
اپنے کیئے سے پشیمان ہو کر اس کردار ناشائستہ کا تدارک نیکو خدمتی سے کر۔ اور شاہم بیگ کو ہمارے
پاس بھیجدے۔ ہم تیرا قصور معاف کر دین گے۔ اگر بیخبروی اور بے شرمی سے احکام پادشاہی
نافرمانی کرے گا تو تیری سزا تیری بغل مین موجود ہے۔ علی قلی خان کو معشوق کا فراق طبیعت پر
شاق تھا اس مین گفتگو شروع کی۔ پادشاہ نے سلطان حسین خان جلائر کو قصبہ سندیلہ اس
نظر سے عنایت کیا کہ وہ خان زمان خان کو زیادہ سرکش ہونے دے خان زمان نے یہ قصبہ پہلے
اسماعیل خان پھر ابراہیم خان اوزبک کو اپنی طرف سے جاگیر مین دیا تھا قاعدہ ہے کہ کسی جماعت کا
سردار بدعملی و حرام نمکی سے موصوف ہوتا ہے تو اُسکے پیرو بھی ناگزیر بے بہرہ ہوتے ہین اس لیے
اسمعیل خان نے پرگنہ مذکور نہ دیا اور لڑنے کے لیے کھڑا ہوا۔ سلطان حسین خان کو پادشاہ کی حمایت
پر بھروسا تھا اُسنے بزور پرگنہ کو لے لیا اسمعیل خان علی قلی کے پٹھون مین گھس کر ایک لشکر کثیر اُسپر
چڑھا لایا۔ سلطان حسین خان اُس سے لڑا۔ اور فتحیاب ہوا۔ سب سے بدتر مرنا حرام نمکی مین مرنا ہے۔ سو
ایک جماعت کثیر کا مرنا ایسا ہوا۔ علی قلی خان کا خود ارادہ ہوا کہ لشکر لے کر سلطان حسین خان کے رو بُرو
جائے۔ لیکن عقلمندون نے اس اندیشۂ نادرست کی روسیاہی سے باز رکھا۔ وہ بھی نصیحت پذیر ہو کر
اپنا چارہ کار کرنے لگا۔ ناصر الملک بھیجا سکے احوال کی نکوہش کرتا اور اسکے سر پر لشکر بھیجنے کا اہتمام کرتا
بیرام خان کو علی قلی خان کی خاطر ایسی منظور تھی کہ اپنے بزرگ منشی سے اسکے ناہنجار کامون کو یہ سمجھتا کہ وہ
ہوئے ہی نہین۔ علی قلی خان کو گھر مین وہ نصیحتین کرتا مگر عشق کب اُن کو سننے دیتا اور اپنے کام سے
باز رکھنے دیتا تھا۔ اب مکر و حیلے کرنے لگا۔ اُس وقت ناصر الملک بالکل صاحب اختیار تھا اور

مہمات ملکی ومالی اسی کی راے زرین کے حوالہ تھین۔ وہ اپنی نیک دلی سے پادشاہ کی خیرخواہی کے لیے بیرام خان کا پاس ولحاظ ہنین کرتا تھا۔ اس کے پاس اپنے ایک معتمد نوکر برج علی کو بھیجا۔ اس نے وہان جاکر اسے بیڈول باتین کہین کہ ناصر الملک نے اسے خوب پٹوایا اور پھر قلعہ دہلی کے برج سے گرا کر پستی کے خندق مین گرایا اور اس کو اپنے نام کا مظہر بنایا۔ بیرام خان اس سے نہایت آزردہ ہوا اور دل مین اسکے کینہ ناصر الملک کے ساتھ پیدا ہوا جس کا انتقام اس سے لیا جس کا بیان پہلے ہم نے کیا مجبوری علی قلی خان کو آخر پادشاہ کے حکم کی اطاعت کرنی پڑی۔ شاہم بیگ کو اپنے سے دور کرنا پڑا وہ اس سے جدا ہوکر قصبہ سرہرپور مین گیا کہ عبدالرحمن پسر موئد بیگ کی جاگیر مین تھا وہ عبدالرحمن سے معشوقی کا علاقہ رکھتا تھا۔ اسکے گھر مین رہنے لگا۔ آرام جان کو یاد کیا۔

آرام جان کا قصہ یہ ہی کہ وہ ایک کسبی تھی علی قلی خان اس کو چہ گرو پر بھی عاشق تھا اور اس سے نکاح کرلیا تھا۔ مگر بیباکی اور بے آزرمی سے اپنی مجلس خاص مین کہ شاہم بیگ جسمین ہوتا اور بزم شراب ہوتی وہ اس عورت کو بلاتا۔ وہ گاتی اور سرمایہ فساد وافساد ہوتی۔ شاہم بیگ کو اس سے تعلق خاطر پیدا ہوا۔ علی قلی خان ہوا و ہوس کا مغلوب تھا۔ اسنے اپنی وسیع آمدنی کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ اپنے خرچ مین لاتا اور دو حصے شاہم بیگ کو دیتا۔ یہان تک کہ اس آرام جان اپنی نکاحی بیوی کو شاہم بیگ کے حوالہ کیا۔ کچھ دنون اسکے ساتھ اس نے مزے اڑائے۔ پھر جس طرح یہ عورت اس کو ہاتھ لگی تھی اسیطرح اُسے عبدالرحمن کے حوالے کردی۔ اس نے اس سے نکاح کرلیا۔ شاہم بیگ اس کے یہان مہمان تھا عین مستی وبیہوشی مین وہ اس آرام جان کی یاد مین بے آرام ہوا۔ عبدالرحمن کو بھی وہ علی قلی خان سمجھائی مگر اسمین حمیت تھی اس نے اس درخواست کو نامنظور کیا۔ اسپر شاہم بیگ کو غصہ آیا اور تمام حقوق آشنائی اور دوستی کو یکبارگی چھوڑا۔ جس رابطہ کی ہوا وہوس پر بنا ہوتی ہے وہ اسیقدر ثبات رکھتا ہے۔۔۔

شاہم بیگ نے شورش مین آکر عبدالرحمن بیگ کو باندھ لیا۔ موید بیگ برادر یا پدر عبدالرحمن بیگ کو جب اس سرگذشت کی خبر ہوئی وہ مسلح ہوکر شاہم بیگ پر چڑھ گیا۔ وہان انکے آدمیون سے لڑائی ہوئی جسمین شاہم بیگ کے ایک تیر لگا جس سے اسکی جان نے پرواز کی۔ عبدالرحمن بیگ نے نجات پائی اور سیدھا بھاگ کر

پاس آیا۔ اور مورد عنایات شاہی ہوا جب یہ واقعہ علی قلیخان نے سُنا تو اُس نے عبدالرحمن خان بیگ کا تعاقب کیا مگر گنگا کے کنارہ تک آکے نا امید پھر گیا۔ شاہم بیگ کی لاش کو کولاب جونپور کے کنارہ پر دفن کیا۔ اور قبر پر ایک عمارت عالیشان تعمیر کی۔

تجرد گزینی کا یہ عجیب سانحہ ہے کہ قبول خان ناچنے کا فن خوب جانتا تھا اس سے شاہ قلی خان محرم تعلق خاطر رکھتا تھا۔ پادشاہ کو اپنے امراؤ ملازمون کا یہ طور و طریقہ پسند نہ تھا۔ خواہ اسمین پاکبازی کیون نہو کیونکہ اسمین بھی ناخوشی ہوتی ہے جسکو اہل ہوش خوب جانتے ہین۔ پادشاہ کو مطلق ایسے کام پسند نہ تھے شاہ قلی اپنی طبیعت کا مغلوب تھا وہ اس کام سے باز نہین آتا تھا پادشاہ نے اس لڑکے کو اُس سے جدا کرکے اپنے پاسبانون کے حوالہ کیا۔ شاہ قلی نے اپنے گھر بار کو آگ لگائی۔ اور بھبوت بدن کو مل کر جوگی بنگیا بیرام خان نے اسکے دلاسے کے لیئے غزل کہی پھر وہ اپنے اس کام سے منفعل ہوا پادشاہ نے اُسکو بحال کردیا

پادشاہ پاک نہاد تھا۔ وہ جمیع خلایق کو خصوصًا اپنے مقربون کو چاہتا تھا کہ وہ عفت اختیار کرین وہ اپنے آدمیون کی اصلاح اطوار و اوضاع مین عطوفت پدری و رافت اتالیقی کرتا تھا اور ناشائستہ حرکت نہین کرنے دیتا تھا اُس کو دلی نفرت اس عشقبازی سے تھی جسکا بیان ہوا ہی۔ پادشاہ نے جب سُنا کہ جلال خان اسکے ندیمون مین سے ایک جوان صاحب حسن کے ساتھ بے اعتدالیان کرتا ہے تو اسکو نہایت ناگوار ہوا۔ اُس نے اس معشوق کو جب اُس سے علیحدہ کرلیا تو وہ دیوانہ ہوگیا۔ اور رات کو اپنے معشوق کو ہمراہ لیکر راہ فرار اختیار کی۔ مرزا یوسف اور ایک جماعت کثیر اسکے تعاقب مین پادشاہ نے بھیجی وہ اس گرفتار ہوا و ہوس کو مع جوان کے مقید کر کے لائی۔ اسکے مناسب حال تادیب ہوئی کہ جلوخانہ مین مدتون تک لکدکوب مین رہا۔ مگر پھر بادشاہ نے قصور معاف کردیا اور اپنا ندیم بنالیا۔ وہ اس ندیمی کے کام مین بے بدل تھا۔

مظفر خان پر یہ آفت آئی کہ سب کو حیرت ہوئی کہ اُسنے ایک سادہ رو قطب خان سے علاقہ خاطر ایسا پیدا کیا کہ عقل و ہوش اسکے گم ہوگئے۔ پادشاہ نے قطب خان کو طلب کرکے نگہبانون کے حوالہ کیا کہ مظفر خان کے فریب مین آکر بلائے عظیم مین مبتلا نہو۔ مظفر خان نے نافہمی سے لباس فقیر پہنکر صحرا کی راہ لی۔ پادشاہ نے اسکی نادانی اور بے تمیزی پر نظر کرکے پھر مہربانی کی کہ اس کا یار خدمتگار اس پاس بھجوا دیا

اور بہت سی نصیحتین کین۔

ہتکانٹ میں ادہم خان کا بھیجنا

آگرہ کے قریب ھت (ھاتھ) کانٹ ایک بڑا مستحکم مقام ہے۔ یہان کے زمیندار بھدرو یہ قوم کے تھے وہ ہوشیاری اور مردانگی مین مشہور تھے۔ سلاطین ہند سے ہمیشہ سرکشی کرتے رہتے تھے بیرام خان نے ادھم خان کو یہان کا جاگیر دار مقرر کیا۔ وہ ہمیشہ اس سے متوہم رہتا تھا۔ اس لیئے یہ جاگیر مقرر کی کہ وہ گھر سے دور ہو جاے گا۔ اور متمردون کو بھی ٹھیک بنا دیگا ۔ چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار۔ ادھم خان نے یہان آکر سرکشون کو درست کیا۔

نوجوان پادشاہ کی مشکلات اور اُس کے اصول سلطنت

اٹھارہ برس کی عمر اور یہ سلطنت کا بھاری بوجھ اُٹھانا اسی کا کام تھا۔ خدا نے عجیب عقل و فہم دماغ مین اور خوبیان دلمین اور زور و قوت چستی و چالاکی جسم مین اُسکو عطا کی تھین۔ اگر اُسکی سوانح عمری اول سے آخر تک خیال کیجیئے تو ہر ایک بات انوکھی معلوم ہوتی ہے پیدا ہوا تو اُس وقت کہ باپ کن بلاؤن اور آفتون مین مبتلا تھا۔ پلا تو چچا کی قید مین جو باپ کی جان کا دشمن تھا۔ لڑکپن مین کھیل کھیلا تو یہ بدمست ہاتھیون کو سدھاتا اور ان کو لڑاتا اور اگر گرتا تو بھی چڑھنے سے نہ ڈرتا۔ شیرون کے شکار تلوار سے کرتا پھر دس بارہ برس کی عمر مین باپ کے ساتھ جاکر لڑائیون مین نام پیدا کیا۔ اب بیرام خان جیسے وزیر سے سب اختیار سلطنت کو چھین لیا غرض خواہ اُس کے سپاہیانہ کام دیکھیئے۔ خواہ اُسکے انتظام ملکی کی تدابیر پر خیال کیجیئے ایک شان کبریائی نظر آتی ہے۔ اگر اکبر کی ذات مین یہ سب صفات جمع نہوتین تو ہندوستان مین خاندان تیمور کی سلطنت جمنی ناممکن ہوتی اُس کو بعض مشکلات بہ نسبت اور مسلمان خاندانون کے زیادہ تر تھین پہلے جن مسلمان خاندانون نے یہان حکومت کی انھون نے اپنے وطن مالوفہ سے تعلق نہین چھوڑا اُن کی آمد و رفت اپنی زبردست قومون کے ساتھ برابر رہی۔ غزنین و غور کے خاندانوںکا ملک اور دار السلطنت ہندوستان سے متصل تھا۔ خلامون کے خاندانون کی سلطنت مین برابر اُنکی قومون کی آمد و رفت جاری رہی مگر اس اعتبار سے خاندان تیمور ضعیف اور کمزور تھا اور اسکی بنیاد کو

استحکام نہ تھا۔ نہ تو وہ کوئی اپنا وطن رکھتا تھا۔ نہ کسی زبردست قوم کے ساتھ رشتۂ اتحاد رکھتا تھا۔ غرض کوئی امید اس بات کی نہ تھی کہ اگر ہندوستان مین برا وقت آئیگا تو ہموطن اُسکی امداد کرینگے۔ یا کوئی اور زبردست قوم اُسکے ہمراہ ہوکر اُس کا قدم آگے بڑھوائے گی۔ کوئی مخزن سپاہ اُسکے پاس ایسا نہ تھا کہ مصیبت کے وقت کام آتا۔ اس خاندان کی سپاہ مین جو سپاہی تھے وہ مختلف ممالک متوسط ایشیا کے رہنے والے تھے فقط غنیمت کی امید پر جمع ہوگئے تھے اور جو سپاہ کے سردار اور افسر تھے وہ کچھ آپس مین ناتہ رشتہ نہ رکھتے تھے نہ ایک خاندان کے تھے فقط ملکون کے فتح کرنے اور اپنی قسمت آزمائی کے لیے ساتھ تھے۔ جب کوئی ملک فتح ہوتا تو وہ اُس کے ٹکڑے کرکے آپس مین تقسیم کرنا چاہتے تھے اس خاندان کی سلطنت کے قیام اور استحکام مین کوشش نہین کرتے تھے چنانچہ اس کا تجربہ ہمایون کے عہد مین ہوچکا تھا کہ اُسکے ساتھ سے یہ سردار کیسے جلد جلد جدا ہوگئے اور بات کی بات مین وہ ہندوستان سے نکالا گیا اور پھر کوئی اپنے وطن سے اہل وطن کی جماعت ایسی نہ لاسکا کہ ہندوستان کو لے لیتا۔

اکبر اپنے خاندان کی اس ضعیفی کو سمجھتا تھا۔ یہ تو بیرام خان ہی کے ہاتھ کو خدا نے قدرت دی تھی کہ اُس نے ان سب مختلف سردارون کو ایسی بندش مین جکڑ رکھا تھا کہ ان کا نکلنا دشوار تھا جس وقت وہ نہ رہا یہ بندش ڈھیلی ہوئی اور اکبر کو افسرونکی معاملات کی دقتین وہ پیش آئین جو اُسکے باپ کو آئین تھین مگر اپنی تدابیر صائب سے سب کا علاج کر لیا۔ ملکون کی فتح مین سردارون کی بغاوت کا بھی بیان کرینگے جس سے یہ مضمون طالب علم سمجھ جائینگے۔ مگر ہم سردارونکی بغاوت کا جدا مضمون نہین لکھین گے۔

اکبر کی سلطنت کا زمانہ اسکی خود مختاری سے پہلے جو چھ برس کا پانی پت کی لڑائی کے بعد گذرا اسکے اندر ہندوستان مین اسکی ملکداری کی کیفیت یہ تھی کہ پنجاب اور اضلاع ممالک شمالی مغربی جو اس زمانہ مین کہلاتے ہین اُس پاس تھے اسمین گوالیار و اجمیر بھی مغربی لکھنؤ تک اور باقی ملک اودھ اور الہ آباد جونپور تک مشرق مین شامل تھے۔ بنارس بہار اضلاع بنگال و بہار مین خاندان سور اور افغان فرمان روائی کرتے تھے

کل دکن اور مغربی ہندوستان کا بڑا حصہ اُس کی مُطیع سلطنت سے باہر تھے۔

اسمین شبہ نہین اپنے اتالیق بیرام خان کی پنج سالہ حکومت مین اکبر نے اس مسئلہ پر خوب غور کرلی تھی کہ ہندوستان پر کس طرح سلطنت کرنی چاہیئے کہ کل امراء غرباء اور رعیت و رؤساء کے دلون کا پادشاہ مالک ہوجائے اور وہ اُسکو اپنی قوم کا پادشاہ سمجھنے لگین۔ اس مسئلہ مین بڑی دشواریان تھین۔ سلاطین اسلام کی چارسو برس کی سلطنت مین کبھی یہ کوشش نہین کیگئی کہ ہندوستان مین جو مختلف قومین اور باشندے رہتے ہین اُن مین یک دلی پادشاہ کے ساتھ پیدا کی جائے۔ رعایا اور پادشاہ کے اغراض آپس مین وابستہ اور پیوستہ ہوجائین ہر بادشاہ اپنی قوت اور عظمت کے سبب سے اُس مدت تک سلطنت کرتا تھا کہ کوئی قوی اس سے زیادہ پیدا ہوا بار بار خاندانون کے تغیر نے سلطنتون کے سریع الزوال ہونیکا اصول قائم کردیا تھا۔ ہر خاندان کی سلطنت زود زوال سمجھی جاتی تھی بنگالہ سے گجرات تک ان خاندانون کی شاخین تھین جو سلطنت کی مدعی تھین ان مین سے ہر ایک یہ جانتا تھا کہ ان مغلون کی سلطنت چند روزہ ہے ابھی کوئی نیا حملہ آور آئے گا اس کا کام تمام کردے گا ہمایون نے سلطنت کے سریع الزوال ہونے کے اصول کو اور بھی قائم کردیا تھا قنوج مین شکست پاکر جو وہ بھاگا تو مغلون کی سلطنت کا نشان کوئی باقی نہ تھا۔ یہان کی ساری سرزمین مین اس کی ایک شاخ کا بھی پتا نہ تھا۔

ان واقعات نفس الامری کو اکبر خوب سمجھتا تھا اور اپنے دل مین یہ سوال سوچتا تھا کہ مین کیا عمل کرون کہ امراء و رؤساء و غرباء و رعیت پُرانی باتون کو بھول جائین۔ میرا فتح کرنے سے یہ مقصد ہو کہ سب کو متحد کرون اور جب فتح کرلون تو وہ اصول قائم کرون کہ سب قسم کے آدمیون کو وہ مطبوع و مرغوب ہون جیسے اُن کو رؤساء پسند کرین ویسے ہی رعایا پسند کرے اور دونون متفق ہوکر اسکو یہ سمجھین کہ وہ ہمارا مائی باپ ہے جو سب طرح سے ہماری محافظت کرتا ہے وہ بر ملا گو ہم سے دور رہتا ہی مگر ہم کو یقین دلاتا ہے کہ قدیمی حقوق اور استحقاق سب قائم رہین گے ان مین کچھ خلل نہین واقع ہوگا جو شخص سب سے زیادہ قابل و لائق ہوگا وہ اسکے حق کو دیکھے گا خواہ وہ کسی مذہب کا کسی قوم کا کسی ذات

ہوگا۔ وہ ایسے قوانین کو عمل مین لائے گا جس مین سب قسم کے آدمیون کے لیے انصاف و عدل ہو۔ یہ اصول اکبر کے دل مین تھے کہ مین قائم کرون۔ اکبر کا دل خدا نے پاک و صاف بنایا تھا کہ وہ اسکے سبب سے ہمہ تن اس مین مصروف ہوا کہ اس وسیع ملک کی سب قومون کو متحد کردون اور خود ان کا سر گروہ بنجاؤن۔ اس لیے اس نے صلح کل کا مذہب اختیار کیا۔ شیعہ۔ سنی۔ ہندو۔ مسلمان۔ یہود و نصاریٰ سب اسکے نزدیک برابر تھے۔ کوئی عمدہ عہدہ بڑے سے بڑا ایسا نہ تھا کہ جس پر ہندو ممتاز نہ تھے۔ مسلمانون کے ہر فرقے کے آدمی بقدر لیاقت چھوٹے بڑے عہدے رکھتے تھے۔ اس کو مذہب نسل خاندان کا کچھ خیال نہ تھا۔ اسکے ہان گورے کالے نہ تھے۔ اس صلح کل کے مذہب نے رعایا کو اسکی خیر خواہی مین متفق کرایا۔ بعض متعصب مصنفون نے اسپر یہ الزام لگایا کہ اُس نے اوصاف آلہی کا دعویٰ کیا۔ ہان یہ بات انکی اس معنے کر سچ ہے کہ اس زمانہ مین اور اس ملک مین جہان زور ہم معنے حق تھا وہ خدا کا رسول ایسا پیدا ہوا کہ اُس نے خدا تعالیٰ کے اوصاف و قدرت کو اس پیرایہ مین زمین پر ظاہر کیا کہ ہندوستان کے آدمیون مین موانست۔ مسالمت مذہبی۔ عدل و رحم۔ سب کے حقوق مساوات داخل کیے۔ جو منصوبے اُس نے باندھے تھے اُنکی تکمیل کے لیے ایک برصہ درازی کی ضرورت تھی مگر سردست اس نے استحکام سلطنت کے لیے جو منصوبے ضروری تھے وہ اختیار کیے۔

اول کل ہندوستان کی سلطنت ایک ہاتھ تلے اسطرح لائی جائے کہ کل روسا و رعیت پر اعتدال اور ان کے دل مین اس کا وقار ایسا پیدا ہو کہ وہ سب اُسکے دل و جان سے وفادار ہوجایئن۔

دوم جو ملک پہلی سلطنت کے قبضہ و تصرف سے باہر نکل گئے ہین ان کو دوبارہ حاصل کرے۔

سوم ملک کے نظم و نسق مین انقلابات عظیم سے خلل پڑ گئے ہین ان کو درست کرے۔

اب آیندہ ہم شہنشاہ اکبر کی تاریخ کے دو حصے کرتے ہین۔ پہلے حصے مین ممالک کی فتوح کا بیان کرکے دوسرے حصے مین اسکے انتظام و اخلاق وغیرہ کا بیان لکھین گے۔

جو ممالک کہ سلطنت سے نکل گئے تھے اُن کی فتح ❀❀

جب بادشاہ قلعہ مان کوٹ کے محاصرہ مین مصروف تھا تو یہ واقع پیش آیا تھا کہ قلعہ گوالیار جو ہندوستان کے مشہور قلعون مین تھا۔ اور استحکام مین اپنی نظیر کمتر رکھتا تھا وہ مبارز شاہ عدلی کے قبضہ مین تھا بھیل خان (سہیل خان) جو سلیم شاہ کا غلام تھا وہ یہان قلعہ دار تھا۔ راجہ رام ساہ نے جسکے باپ دادا اس قلعہ کے حاکم تھے بہت سے راجپوتون کو ساتھ لے کر قلعہ کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ کو نہایت تنگ کیا۔ آگرہ سے قیاخان گوالیار کی طرف متوجہ ہوا۔ رام ساہ نے قلعہ کا پیچھا چھوڑا۔ اور قیاخان کے روبرو لڑنے کے لیے ہوا۔ مگر اس کو شکست ہوئی اور قیاخان نے قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا۔ یہ مضبوط قلعہ استواری و محکمی مین پہلے زمانے کے فرزانون کا ایک کارنامہ اور قدیم کار آگہون کا ایک ایسا اثر بدیع ہے کہ نیروی بازو سے اس کا تسخیر کرنا دشوار ہے۔ جب سنہ ۹۶۶ مین بادشاہ آگرہ مین آیا تو حبیب علی خان و مراد و علی سلطان اور ایک جماعت کثیر کو قیاخان کی کمک کے لیے بھیجا۔ بھیل خان نے قلعہ داری کے اہتمام مین کسی بات کو اُٹھا نہین رکھا اسکے خیر خواہون نے اسے سمجھایا کہ اگرچہ قلعہ مستحکم ہے اور اسباب قلعہ داری مہیا ہے مگر پادشاہ کے لشکر سے مقابلہ مشکل۔ اسکی سمجھ مین بھی یہ بات آگئی۔ اس لیے ربیع الآخر سنہ ۹۶۶ کو حاجی محمد خان سیستانی کو بُلایا۔ اُسنے اسکی خاطر پریشان کو مطمئن کیا اور پادشاہ پاس لے آیا۔ اس نے قلعہ کی کنجیان اولیاء دولت کو سپرد کین وہ اسکے مقاصد کے ابواب کی مفتاح بنین۔ قلعہ گوالیار کی فتح ۹۶۶ھ

اکبر نے اپنی کل فتوحات مین جو اصول اختیار کیے اُن کو ابوالفضل اسطرح بیان کرتا ہے۔ بنی نوع آدم کے افراد کے ہر طبقہ کے لیے ایک عبادت لازم اور ایک طاعت واجب ہے سلاطین پر بھی یہ عبادت لازم ہے کہ وہ آسودگی رعایا کے اندیشہ مین رہین اپنی ساری ہمت خسروانہ کو زیردستون و شکست یابون کی ترفیہ حال مین صرف کرین۔ سوختگان کے سر پر سے ستمگارون و فتنہ سازون کا بھاری بوجھ اُٹھائین اول تدابیرات لائقہ کے ساتھ اصول فتوحات اکبری

سنبھیان درست کردار اور نیک اندیش مقرر کرین اگر ایسا گروہ دیر مین بہم پہونچے تو امراء مختلف
جو آپس مین تعارف رکھتے ہون اپنی خرد دور بین کی نیروسے تعین کرے تاکہ اس طریقہ سے
تعلق کے چھوٹے بڑون کے حالات معلوم ہوتے رہین۔ دوم اپنے تفرس کی نظر کو کام مین لائو
کہ وہ فروغ آگہی رکھتا ہے اور لطف و قہر مین ملاحظہ درست کرے۔ سوم ہر روش سے
اپنی خرد والا کو نظر دور بین اور فراخ حوصلہ کی قوت کے ساتھ کام مین لائے۔ ارباب
استعداد کو کہ وہ مشرب اخلاص رکھتے ہون قوت و قدرت دے اور ان کے اعتبار کے پایہ کو
بڑھائے اور اپنے اعتبار کی پاسبانی کرے اور اپنی بزرگی کے وقت مین خردی کی آنکھ سے
نہ دیکھے اور بے اخلاص گروہ مین سے ہر ایک ساتھ اسکی حالت کے مناسب پیش آئے اور
ارباب فتنہ و فساد کو کہ وہ شورش کرکے اپنی ہوا و ہوس سے افساد کو اصلاح جانتے ہین بعد
از نصیحت مناسب وقت تادیب کرے۔ اور فرمان وہان والا جیسی کہ اپنے ملک کی معموری
مین اپنی خصلت عالی کو مصروف رکھتے ہین اسی طور سے اور دنگی ولایتون مین ہمت معدلت
پژوہ کو مشغول رکھین تسخیر ملک اور جہان کشائی کو اپنی بساط آگاہی پر مبنی کرین تاکہ روز
بروز ان ملکات کے نتائج سے عمر و دولت نشاط و فراخی مملکت مین افزونی ہو۔ یہ سب
صفات پادشاہ مین فطری ہین نہ کسبی۔ انگریزی مورخ انھین اصول کو اپنے طرز پر اسطرح ادا
کرتے ہین کہ اکبر نے اپنے دشمنون کو دوست بنانے کا طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ وہ ان کو یقین
دلا دیتا تھا کہ مین تم کو مایوس نہین کرون گا۔ بلکہ ان کو جاہ و حشمت دونگا اور عزت زیادہ کرون گا
اس کا مقصد اعلی یہ تھا کہ مین سب کو متحد کرون اپنے مغلوب تباہ شدون پر ہمیشہ زیادہ سخاوت
وفیاضی کرتا۔ بجائے اسکے کہ انکی قوت و قدرت اس سے باہر علحدہ رہتی وہ اس کو اپنی قوت مین شامل
کر لیتا۔ جو مخالفین ابتدا مین اسکی مخالفت کرتے تو وہ ان کے دل مین یہ بات بٹھا دیتا کہ
میری فتح سے اور تمہاری اطاعت سے تمہاری عزت وجاہ مین کچھ بٹا نہین لگے گا۔ بلکہ انکی
اور ترقی ہوجائیگی۔ سب جگہہ ان اصولون کو جو ابوالفضل نے بیان کیے یا انگریزی مورخ بیان کرتے ہین

اسکی ساری فتوحات اور تسخیر ممالک مین توضیح و تشریح کے ساتھ دیکھو گے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ شیر شاہ نے اپنے عہد سلطنت مین مالوہ کی حکومت شجاعت خان کو سپرد کی تھی۔ یہ سردار خاص اسکی خیل کا تھا جب وہ مرگیا تو باز بہادر اُس کا بیٹا جانشین ہوا اب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ ممالک مالوہ مین باز بہادر کے ظلم سے رعایا پر بڑا ستم ہو رہا ہے تو پادشاہ نے یہ چاہا کہ وہان لشکر بھیجکر اس دیار کے طبقات خلائق کو آسیب حوادث سے بچائے اس لیے سنہ ۹۶۶ (۱۵۵۹) مین مالوہ کی فتح کے لیے بہادر خان کو بھیجا تھا۔ مگر بیچ مین بیرام خان کا جھگڑا اکھڑا ہو گیا اس لیے خانخانان نے اُسے سپہری سے اُٹھا بلایا مگر اب پھر پادشاہ نے سنہ ۹۶۸ (۱۵۶۱) مین پہلے سے بہت زیادہ لشکر بڑے زور و شور کے ساتھ مالوہ کی فتح کے لیے بھیجا۔ اور ادھم خان کو اسکا سپہ سالار مقرر کیا کہ جنوب کی جانب یورش کرے اور مالوہ کے ستم رسیدون کے زخمون کا مرہم بنے۔ اور داد و دہش کرے۔ اگر والئی مالوہ اپنی بیخردی کے خواب گران سے بیدار ہو کر اطاعت کرے اور اپنے ایام بیہوشی کا تدارک۔ تو اُسکو مراحم خسروانی کا امیدوار کرے۔ آستان بوسی کے لیے بھیجدے ہم اُسکی لیاقت کے موافق صلۂ انعام دینگے۔ اگر وہ اطاعت و خدمت پر راضی نہو تو اُسکو ایسی سزا دے کہ جس سے اورون کو عبرت ہو۔ یہ لشکر آئین شائستہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ نہ ایسا تند جاتا تھا کہ اردو بازار اُس کے ساتھ نہ چل سکے نہ ایسا سُست چلتا تھا کہ کسی کو گمان اُسپر خویشتن داری کا ہو بیت

رہرو آن نیست کہ گہ تند و گہ آہستہ رود ٭ رہرو آن ہست کہ آہستہ و پیوستہ رود

جب یہ لشکر مالوہ کے قریب پہنچا تو باز بہادر کی مدہوشی و بدمستی تحقیق معلوم ہوئی کہ وہ تغلب و تسلط کے ساتھ ہنگامہ حکومت کو گرم کر رہا ہے تو ترتیب صفوف و تزئین افواج و غا اچھی طرح ہوئی باز بہادر ذاتی بیخرد اور فطری بے جوہر تھا وہ مہمات ملکی پر توجہ نکرتا تھا۔ شراب جسکی حکیمون نے ایک قدر معین اور وقت مشخص قرار دیا ہے اور ترتیب و ترکیب عنصری کے لحاظ سے اُسکی بعض طبائع و امزجہ کے ساتھ نسبت تجویز کی ہے وہ ہمیشہ رات دن اس سے اشتغال رکھتا اور اپنے غفلت کے اسباب کو بڑھاتا اور نغمہ راسباب طرب جن کو دانشمندون نے اس وقت کے لیے تجویز کیا ہے کہ کاروبار خلایق کے فرط مشاغل سے طبیعت کو فلاکت ہو تو انتعاش طبیعت و انبساط حال کے لیے توجہ کرے یہ مفسد

ہر بزاس کو مقصد عظمیٰ سمجھ کر اس مین ہمیشہ اوقات گرامی کو جس کا بدل ہنین ہے صرف کرتا۔ نخوت مستی و کبر مستانہ مین اپنا زمانہ بسر کرتا اس سے غافل تھا **بیت**

درین مجلس چنان کن پردہ سازی — کہ ناید شحنہ در شمشیر بازی

سارنگ پور مین جہان اسکی غفلت سرای تھی جب لشکر پہونچا تو وہ اپنی مدہوشی سے قدری بیدار ہوا۔ خمار آلودہ سارنگ پور سے نکل کر تین کوس پر منزل کی اور لشکر جمع کر کے لڑنے کا ارادہ کیا۔ طرفین کے لشکرون مین دو تین کوس کا فاصلہ تھا۔ فریقین سے ہمیشہ دلاور لوازم نبرد کو بجالاتے۔ پادشاہ کے لشکر نے نقلہ غلہ کی جسکو ہندی مین بنجارہ کہتے ہین راہین بند کر دین۔ ایک دن جنگ عظیم ہوئی۔ ادہم خان کو فتح ہوئی۔ باز بہادر بھاگ گیا۔ خاندیس کیطرف جاکر برہان پور مین آیا۔ اس کا تمام مال و اسباب و حرم خانہ جسمین اسکی سرمایہ نشاط و پیرایہ حیات پاترین دلولی زنان تھین ہاتھ آئے۔ جب لڑائی ہو رہی تھی تو ہندوستان کی رسم کے موافق چند اپنے معتمد آدمی عورتون اور پاترون کے سر پر مقرر کیے تھے کہ اگر اسکی شکست کی خبر تحقیق ان کو معلوم ہو جائے تو تمام عورتون اور پاترون کو تیغ سے بے دریغ مار ڈالین کہ وہ بیگانون کے ہاتھ مین نہ پڑین۔ جب باز بہادر کی شکست کی خبر ان نوکرادون کو معلوم ہوئی تو انھون نے ان پری پیکرون کا نقش ہستی آب تیغ سے مٹایا۔ بعض کو زخمی کیا۔ جن مین کچھ رمق حیات باقی تھی۔ ایک جماعت کی جان باقی تھی کہ پادشاہی لشکر پہنچ گیا جس سے انکی جان بچگئی۔ ان عورتون کی سر دفتر روپ متی ایک نازنین پدمنی تھی اُس کا حسن عالم مین مشہور تھا۔ باز بہادر اسپر عاشق تھا اور ہمیشہ ہندی اشعار اُسکے عشق مین کہتا ایک بیداد گر نے چند زخم کاری لگائے تھے کہ لشکر آنے سے یہ طاؤس نیم بسمل نیجان باہر نکل گیا۔

جب باز بہادر بھاگ گیا تو ادہم خان سراسیمہ و حیران سارنگ پور مین گیا کہ وہان دفائن و خزاین پر قبضہ کرے وحرم خانہ و پاترون و گائنون پر متصرف ہو جنکا نغمہ حسن و حسن نغمہ شہرہ آفاق تھا اور حسن کے ناز و کرشمے کی داستانین کوچہ و بازار مین بیان کیجاتی تھین۔ ان سب چیزون پر وہ قابض ہوا۔ اس نے روپ متی کی جستجو مین آدمی بھیجے جب یہ خبر اُسکے کان مین پہنچی تو خون ناجوش مین آیا۔ زہر ہلاہل کا پیالہ درشکامی باز بہادر کے

مردانہ پیا۔ اپنے ناموس کو اپنے ساتھ قبر مین لے گئی۔ بعض مورخ یہ لکھتے ہین کہ وہ ادہم خان کی قید مین آئی۔ جب اس کو یقین ہوگیا کہ منت سماجت سے اسکی عفت نہین بچ سکتی تو اس نے ادہم خان سے ایک وقت کا وعدہ کیا۔ اُسوقت وہ خوب بن سنور کر پلنگ پر لیٹی۔ زہر کا پیالہ پی لیا۔ ادھم خان جب پلنگ کے پاس آیا تو اُس نے اُس نازنین کو بستر مرگ پر آرام کرتے ہوئے دیکھا۔

جب ادھم خان کو فتح ہوئی تو اُس کو مستی لگی۔ پیر محمد خان اسکے واعظ بیغرض تھے لیکن اسنے کچھ نصیحت نہ سُنی۔ جو ملک فتح ہوا تھا وہ اس طرح تقسیم ہوا کہ سارنگ پور اور چند پرگنے ادھم خان کو کہ اس مہم کا ظاہر سردار تھا اور منڈوا چین پیر محمد خان کو جو حقیقی سردار تھا۔ سرکار ہندیا قیا خان کو اور مندسور اور اُسکی حدود صادق خان کو ملی۔ ادھم خان جمیع شرائف و نفائس اشیاء و ذخائر و دفائن کو جو ایک زمانہ دراز کے جمع کیے ہوئے تھے اور مشہور پاترون و کامل سازندون کو لے کر عیش و عشرت مین مشغول ہوے۔ اور چند زنجیر فیل غنائم مین سے اور عرائض فتح پادشاہ پاس بھیجے۔

جب مالوہ مین ادھم خان کی فتح سے فساد پیدا ہوا تو پادشاہ نے اسکے احوال کی اصلاح اہم جانی۔ اور وہان کا ارادہ مصمم کیا۔ پادشاہانہ حسن تدابیر اسے کہتے ہین کہ مبادی سال مین نظر ہر کار کے خاتمہ پر ہو۔ اور نظر دور بین ہدایت فکرت مین حسن خاتمت و نقش نہایت پر نظر کرے۔ پادشاہ یکشنبہ ۱۲ شعبان سنہ ۹۶۸ھ کو آگرہ سے مالوہ کی یورش دلکش کے لیے چلا۔

جب پادشاہ قلعہ رنتنبھور پر پہونچا تو اس جگہہ کے حاکم رای سرجن نے پیشکش لایق اپنے آدمیون کے ہاتھ بھیجی پادشاہ نے اس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ نہین کیا۔ پھر وہ قلعہ گاگرون کے حوالی مین آیا۔ وہ بھی مالوہ کے مضبوط قلعون مین تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ باز بہادر نے اپنے معتمدون مین سے کسی کے حوالہ یہ قلعہ کر رکھا ہے اور پادشاہ کے لشکر نے اسے فتح نہین کیا۔ پادشاہ نے اس کا محاصرہ لشکر سے کرایا کہ قلعہ دار نے قلعہ کی کنجیان حوالہ کردین اور پادشاہ کی خدمت مین چلا آیا۔ اور یہان سے پادشاہ سارنگپور کیطرف چلا۔ اتفاق زمانہ سارنگپور سے گاگرون کی تسخیر کے ارادہ سے ادھم خان آتا تھا اُسکو پادشاہ کے آنے کی خبر نہ تھی۔ اسکی مان ماہم آنگہ نے قاصد تیز رو بھیجا کہ اُس کو پادشاہ کے آنے کی خبر کردین مگر وہ پادشاہ کی تیز روی کو نہ پہونچ سکا ادہم خان نے جب پادشاہ کو دفعۃً دیکھا تو جھجک

پادشاہ کا مالوہ جانا ۹۶۸ھ

رہ گیا۔ اسکی رکاب پر بوسہ دیا۔ پادشاہ نے اپنی ناراضی کا اظہار کچھ نہین کیا۔ سارنگ پور مین آیا
ادھم خان کے گھر مین اُترا۔ ادھم خان نفائس و لطائف پادشاہ کے سامنے لایا مگر پادشاہ اس سے
خوش نہین ہوا۔ اس لیے کہ آئین اخلاص یہ ہے کہ غیبت صوری کے زمانہ مین حاضر معنوی روحانی ہو کر
اپنے صاحب کے اکرام اور احترام مین اہتمام لازم جانے اور اپنی خواہش کو ولی نعمت کی رضا مین محو کر دے
مگر اخلاص نہ ہر سر مین ہوتا ہے نہ ہر دل مین۔ پادشاہ کی تربیت و عاطفت کے برابر تزویر و تلبیس کی
دکان آراستہ کرنی کیا معاملہ گذاری ہے۔ حساب دانی۔ سوداگری بھی اس کو نہ آئی۔ وہ پاکبازی کی بساط
پر نرد دغا کھیلتا تھا اور اپنا منہ کالا کرتا تھا۔ وہ ریا کے ساتھ پادشاہ کا تملق کرتا تھا اس لیے پادشاہ
خوش نہ ہوتا تھا۔ ہر کار اس کا پسندیدہ خاطر نہوتا تھا۔ ابھی پادشاہ کے اہل خانہ نہین آئے تھے اس لیے
وہ ادھم خان کے گھر کے کوٹھے پر رات کو سویا۔ یہ بے سعادت بدنیت اس گھات مین منتظر فرصت تھا
کہ شاید پادشاہ کی نظر اسکے حرم خانہ پر پڑے تو وہ اس کا بہانہ کرکے پادشاہ کا کام تمام کرے۔ مگر
پادشاہ کا دل اس ناپاک خیال سے خالی تھا وہ آرام سے رات بھر سویا۔ اور ادھم خان کو قدرت
اور فرصت اپنے کام کے کرنے کی نہین ملی۔

دوسرے روز ماہم آنگہ آگئی۔ اب اُس نے پادشاہ کی ضیافت اور پیشکش کا سامان کیا۔ اور باز بہادر کا سارا مال و اسباب
اور تمام حرمین و پاترین جو ہاتھ لگا تھا وہ پادشاہ کی نذر مین دیا جسمین سے کچھ پادشاہ نے ادھم خان کو دیدیا۔ سارنگپور
مین پادشاہ چار روز رہا۔ ۲ رمضان ۹۶۸ھ کو آگرہ کو روانہ ہوا۔ ادھم خان نے پادشاہ کی پہلی منزل مین
یہ شرارت کی کہ باز بہادر کی دو نادر جمیلہ حرمین کہ پادشاہ کی نذر کی تھین ان کو بھگا کرلے گیا جب پادشاہ
کو خبر ہوئی تو اُس نے کوچ موقوف کیا اور انکی تلاش مین آدمی بھجوائے۔ دونون گرفتار ہو کر آئین۔ مگر ماہم انگہ
نے یہ خیال کرکے کہ ان عورتون کی زبانی اسکے بیٹے کا بھانڈا پھوٹے گا دونون بیگناہون کو مار ڈالا سر بریدہ
آواز نکند۔ پادشاہ نے چشم پوشی کی راہ مین پادشاہ نے ایک شیر کو اپنے ہاتھ سے شمشیر سے مار ڈالا۔
۱۹ رمضان ۹۶۸ھ کو اپنے دار الخلافہ مین داخل ہوا۔ اب اس یورش مین ایک مہینہ سات روز لگے
چار روز سارنگپور مین توقف ہوا۔ سولہ روز جاتے مین اور سترہ روز آتے مین صرف ہوئے پادشاہ

جب آگرہ مین آیا تو اُس نے ادھم خان کو اپنے پاس بلایا اور اُسکی جگہ پیر محمد خان شروانی کو ریاست مالوہ مستقل طور پر عطا کی - اسطرح ماہم انگہ اپنے بیٹے کے آنے سے خوش ہوئی اور صوبہ مالوہ کی جمہور رعایا ادھم خان کے ستم سے نجات پاکر امن وامان مین کامروا ہوئی - پیر محمد خان کو ایک ستمگار کی شرکت سے خلاص ہوئی - باز بہادر حدود آوا اس مین جاکر اپنی جمعیت سرانجام کر رہا تھا یہ خبر سنکر پیر محمد خان نے ایک فوج آراستہ کی اور اس طرف کی عزیمت کی - اس کو اپنی تہور کا نشا تھا - اس مین عقل و تدبیر پر شجاعت غالب تھی - وہ قلعۂ بیجاگڈہ کی تسخیر پر متوجہ ہوا یہان باز بہادر کی طرف سے اعتماد خان قلعہ کا منتظم تھا - اس نے قلعہ کو مستحکم کیا - وہ بذاتہ رفعت و متانت مین مشہور تھا - محاصرہ مین امتداد ہوا - روز بہادرون نے اس قلعہ کے لیے کوشش کی - ایک دن سحر کو خسرو شاہ چند کمند لگا کر قلعہ کے اندر دو سو جوانون کو لے گیا - جب صبح ہوئی تو اہل قلعہ خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور لڑنے پر تیار - خوب لڑے - مگر آخر کار ناچار الامان کی فریاد کرتے ہوئے پریشان ہوئے - اعتماد خان ایک آدمی کو ہمراہ لے کر پیر محمد خان پاس امان کے لیے آتا تھا کہ ایک تیر اُس کے ایسا لگا کہ جان گئی اسکے ہمراہی نے جہان تک ہوسکا شمشیر بازی کی - مردانگی سے جان دی - کچھ آدمی تلوار سے بچے تھے کہ انھون نے امان مانگ کر جان بچائی - پیر محمد خان نے چند روز یہان رہکر قلعہ کا انتظام کیا پھر سلطانپور مین گیا - تھوڑی سی لڑائی سے اس کو ممالک محروسہ مین داخل کیا - وہ قلعہ بیجاگڈہ مین واپس آیا یہان اسکو خبر لگی کہ میران مبارک شاہ والی خاندیس پاس باز بہادر پناہ گزین ہوا ہے - میران نے اسکے ساتھ اپنا لشکر کیا ہے - پیر محمد خان نے اپنا زائد اسباب قلعہ مین چھوڑا - ہزار جوان ساتھ لیے اور یہ ارادہ کیا کہ ایلغار کرکے ناگاہ آسیر و برہان پور مین پہونچکر مخالفونکی جماعت کا کام تمام کرے - دریای نربدہ سے گذر کر چالیس کوس ایک رات مین چلا - آسیر سے دو کوس ایک چھوٹا سا قلعہ تھا - اُس کو ایک ساعت مین تسخیر کرلیا میران نے قلعہ آسیر سے اس قلعہ کی محافظت کے لیے آدمی بھیجے تھے - اس وقت کہ پیر محمد خان قلعہ کو فتح کرکے خاندیس کے دار الحکومت برہان پور کیطرف جاتا تھا - ناگاہ لشکر غنیم کے سپاہی دور سے دکھائی دیے - پیر محمد خان نے خسرو شاہ اور یار علی بلوچ کو بھیجا کہ اس لشکر کو دفع کرے اُنھون نے

جاکر تھوڑے عرصہ مین اس جمعیت کو پریشان کردیا اور اُلٹے چلے آئے صبح کو وہ شہر برہان پور مین آئے اور اس شہر عظیم کو غارت اور تاراج کیا۔ بہت نقد و جنس اونھون کو ہاتھ آئی۔ میران قلعہ آسیر مین بیٹھا تھا۔ پیر محمد خان نے صلاح وقت دیکھکر معاودت کی کہ اس پاس خبر آئی کہ باز بہادر خاندیس کے لشکر لیے ہوے نزدیک آگیا ہی۔ وہ اس لشکر کو لیکر بیجاگڈہ مین لڑنے کو گیا تھا مگر جب اس نے سُنا کہ پیر محمد خان کچھ آدمیون کے ساتھ آسیر و برہان پور کو تسخیر کرنے گیا ہے تو وہ سوچ سمجھکر اس طرف آیا۔ ایسے وقت مین کہ مخالف کا لشکر غنیمت کے مال سے لدا ہوا متفرق ہوکر آہستا جاتا تھا باز بہادر کے قریب آنے کی خبر لشکر مین پھیلی۔ پیر محمد خان نے اہل دانش کو بُلاکر مشورہ کیا اکثر آدمیون نے متفق ہوکر کہا کہ اسوقت جنگ مناسب نہین ہی۔ لشکر نے بہت سفر کیا ہے اور فتوحات حاصل کی ہین اور ہر شخص غنیمت سے گرانبار ہو رہا ہے۔ مناسب یہ ہی کہ جنگ کو طرح دیکر آب نربدہ سے اُتریں۔ منڈیہ مین آرام کرین اور تازہ سپاہ لیکر لڑنے پر متوجہ ہون۔ مگر پیر محمد خان نے یہ صلاح نہ مانی اور لڑنے پر متوجہ ہوا۔ ہمراہیون نے پہلو تہی کی۔ لوازم ہمراہی بجا نہ لائے۔ تھوڑی سی لڑائی سے بھاگ گئے۔ پیر محمد خان کو یار علی بلوچ بہ عنف لے آیا کہ اب توقف کی کیا جگہہ ہے وہ نربدہ کے کنارہ پر شام کو پہونچا۔ ہر چند لوگون نے سمجھایا کہ غنیم دور ہے رات کو یہین آرام کرو مگر اس نے یہ ارادہ کیا کہ دریا مین گھوڑے پر سوار ہوکر پار چلا جاؤن سراسیمہ ہوکر دریاء نربدہ مین گھوڑے پر سوار ہوکر وہ چلا۔ دریا مین ایک قطار خچرون کی تیر کر جاتی تھی کہ اُسکے گھوڑے کے پہلو سے وہ لگی گھوڑا بھی سوار کی عقل کیطرح اپنی جگہہ پر نہ رہا۔ پیر محمد خان پانی مین گرا۔ جماعت اسکی نزدیک تھی اسنے بددردی سے اسکے بچانے مین کوشش نہین کی۔ وہ ہاتھ پاؤن مارکر ہلاک ہوا۔ یار لوگون نے لطیفہ کے طور پر کہا کہ در آب فی النار شد۔ غرض ایسا مخلص کاردان جوان مرد عالی ہمت مفت جان سے گیا۔ بادشاہی امراء جو یہان جاگیردار تھے وہ اپنی جاگیرین چھوڑ چھوڑ کر بادشاہ پاس آگئے اور باز بہادر کا مالوہ پر پھر تصرف ہوگیا بادشاہ نے عبد اللہ اوزبک کو جو جان سپار بزرگ منش اور اس ملک سے خوب واقف تھا مالوہ کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ امور سیاست و دار و گیر اُس کے سپرد کیے اور خواجہ معین الدین احمد خان فرنخودی

کوکہ وزرائے بیوتات مین ممتاز تھا اُسکے ہمراہ کیا۔ کہ ولایت کے نظم ونسق اور جاگیرون کی تشخیص اور محال خالصہ کا تعیّن کرے۔ خان کا اس کو خطاب دیا اور حکم دے دیا کہ جب ملک فتح ہوجائے تو عبداللہ خان اوزبک وہی رہ کر ملک کشائی کرے اور معین خان اس ملک کی رعایا اور وہان کے متوطنین اور تمام وضیع وشریف ساکنین کو استمالت وعواطفت شاہی سے قوی دل کرے۔ پادشاہی لشکر کے گذرنے سے جو تفرقہ پیدا ہوا ہو اُسکی تلافی کرے اور صلاح دولت دیکھکر امرا اور کل ملازمین مین جاگیرون کی تقسیم کرے۔ یہ سب کام کرکے ہمارے پاس چلا آئے۔ حکم عالی کے بموجب عبداللہ خان اوزبک یہان آیا سنہ ۹۶۹ء کے اوائل مین وہ مالوہ کی تسخیر کے لیے متوجہ ہوا۔ باز بہادر اس لشکر کی روانگی کا حال سُنکر بھاگ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس سے لڑنے کی مجھ مین تاب نہین ہے غرض نہ تلوار کی بجلی چمکی نہ تیرون کا مینہ برسا ولایت مالوہ پر لشکر شاہی کا قبضہ ہوگیا پادشاہ کے لشکر نے باز بہادر کا تعاقب کرکے اس کا بہت لشکر مارا۔ باز بہادر مالوہ سے نکلکر مدتون دربدر پڑا پھرا۔ اول بھرجی زمیندار بگلانہ پاس گیا۔ پھر چنگیز خان پاس گیا۔ پھر شیر خان فولادی سے توسل ڈھونڈا یہان نظام الملک دکنی کا امیدوار ہوا۔ سب جگہ سے حیران پریشان ہوکر مارواڑ کے رانا اودے سنگھ سے چند دفعہ التجا کی۔ جب پادشاہ نے اسکی یہ خستہ حالی دیکھی تو حسن خان خزانچی کو بھیجکر اُس کو اپنے پاس سنہ ۹۷۸ مین بُلا لیا اور نوازشہائے خسروانہ سے سربلند ہوا۔ سلاطین مالوہ کے پائے تخت منڈو مین عبداللہ خان اوزبک نے بطریق استقلال حکمرانی شروع کی۔ اس ملک کے بلاد اور قصبات وقریات امرا مین ان کے رتبے کے موافق تقسیم ہوے۔ اولیاء دولت نے اُجین وسارنگپور اور محال جاگیر مین آرام لیا۔ معین خان انقسام جاگیر وانتظام ملکی کے بعد پادشاہ کی خدمت آیا۔

پادشاہ اپنی سلطنت کے ذمے فرض وقت سمجھتا تھا کہ ہمیشہ ملک کے احوال سے اور اعیان دولت کے اوضاع سے خبردار رہے۔ اور ان تنگ حوصلہ خود سرون کا اپنی تدبیر ورائے سے علاج پہلے اس سے کرے کہ وہ کامیاب دولت ہوکر ملک مین فساد کرین۔ جب اس نے سُنا کہ عبداللہ خان اُزبک کہ پادشاہ کا نمک پروردہ تھا مالوہ مین شورش برپا کر رہا ہے اور اپنی تنگ ظرفی

عبداللہ خان ازبک کا مالوہ مین متعین ہونا سنہ ۹۶۹

عبداللہ خان کا باغی ہونا پادشاہ کا مالوہ کو جانا سنہ ۹۷۰ راہ مین ہاتھیون کا شکار کھیلنا

سے پادشاہ سے کفران نعمت کرنے کو ہے تو یورش مالوہ کا قصد مصمم کیا اور ہاتھیون کے شکار کا بھی ارادہ کیا۔ اس نے ۱۲ر ذیقعدہ سنہ ۹۷۱ھ کو اسی موسم مین سفر کیا کہ ابر کے فیلان کج خرام نے مستی و مدہوشی سے تمام زمین و زمان مین جوش و خروش کر رکھا تھا۔ ہر وقت مستی سے ٹپکتے تھے اور سیلاب روان کرکے نشیب و فراز کو نہین جانتے تھے۔ سرکشی اور گردن افرازی سے کجک برق کے فرمان پذیر نہین ہوتے تھے پادشاہ نے نرور و سیپری کیطرف قصد کیا۔ یہان ہاتھیون کا کھیت تھا۔ اہلی ہاتھیون سے وحشی ہاتھیون کو پکڑا۔ اسیطرح شکار کھیلتا ہوا مالوہ کی طرف اس برسات مین چلا کہ امتداد برق و باران واشتداد خلاب و سیلاب و فور گل ولای لزج سے اور گڑھونکی کثرت سے جو زمین مالوہ مین ہوتے ہین پادشاہ کے لشکر کا چلنا دشوار تھا۔ گھوڑے دریائی گھوڑون کیطرح پیرتے تھے۔ شتر جہازونکی طرح طوفان نوردی کرتے تھے راہ مین اسقدر کیچڑ تھی کہ اُسمین گھوڑون کے پاؤن سینہ تک دھس جاتے تھے اور سبک رفتار اونٹون کو اپنے بال بھی گران معلوم ہوتے تھے۔ جرثقیل سے بہزار دشواری حرکت کرتے تھے اگرچہ منزلون مین مویشی کے لیئے چارہ دانہ میسر نہین ہوتا تھا مگر سبزہ تر و تازہ راہ مین ایسا ملتا تھا کہ جانور اُس سے سیر ہو کر خوش رہتے تھے پادشاہ منڈو مین آیا۔ اثنا ر راہ مین اشرف خان و اعتماد خان کو پہلے سے روانہ کیا تھا کہ وہ عبد اللہ خان اوزبک کو جو اپنے اعمال ناشائستہ سے متوہم و خائف ہے عنایات شاہی کی نوید سُنا کر اُس پاس لے آئین کہ وہ سرکش نہو۔ پادشاہ سارنگ پور مین اور یہان سے اوجین مین کہ پہلے ملوک مالوہ کا تخت گاہ تھا آیا اور پھر دھار مین آیا۔ یہان کی ہوا بڑی خوشگوار تھی۔ یہان عبد اللہ خان کے پاس سے اشرف خان اور اعتماد خان آئے جنکی زبانی معلوم ہوا کہ عبد اللہ ان شرائط سے صلح کرنا چاہتا ہے کہ کوئی اس کو مالی و جانی ضرر نہ پہونچے اور ولایت منڈو اُس پاس بدستور سابق مفوض رہے بعض امرا اُس پاس رہین منعم خان خانخانان کی سفارش سے ان شرائط کو پادشاہ نے منظور کرلیا اور اعتماد خان اور دربار خان کے ہاتھ عفو تقصیر اور اسکی ملتمسات کو منظوری کا پیغام بھیجدیا۔ عبد اللہ خان اس سبب سے کہ خائن تھا خائف تھا وہ منڈو سے بھاگ کر لوانی مین چلا گیا۔ پادشاہ نے اسکے تعاقب مین لشکر روانہ کیا اور خود ۲۶ر ذی الحجہ سنہ ۹۷۱ھ کو لوانی مین آیا۔ اثنار راہ مین اعتماد خان اور دربار خان واپس آئے عبد اللہ خان

حضور کی موعظت کو خدبعیت سمجھا۔ پادشاہ نے ہراول سے لڑائی شروع کی۔ پادشاہ ایلغار کرکے اپنے لشکر کی کمک کو گیا۔ لڑائی مین ایسی جگہ پہونچا کہ تیر اُسکے سر پر گذرتے تھے۔ پادشاہ کی اس جنبش سے اُسکے لشکر کو دشمن پر فتح عظیم ہوئی باوجودیکہ پادشاہی لشکر دشمن کے لشکر سے بہت کم تھا۔ اس نواح کے کل زمینداروں اور رئیسوں نے پادشاہ کی اطاعت اختیار کی۔ عبداللہ خان بھاگا۔ پادشاہی لشکر نے اُسکے پیچھے جاکر حملہ کیا۔ وہ سب اپنے بال بچون کو جنگل مین چھوڑکر اور اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر بھاگ گیا۔ اور سرحد گجرات مین پہنچا۔ پادشاہ ۲ محرم ۹۷۲ھ کو منڈو مین آیا اور تمام ممالک محروسہ مین فتحنامے بھیجے۔ ایک مہینے یہان توقف کیا۔ یہان سنا کہ چنگیز خان حاکم گجرات کے پاس عبداللہ خان گیا ہی۔ پادشاہ نے اسکے نام فرمان منعم الملک کے ہاتھ بھیجا کہ وہ عبداللہ خان کو باندھکر ہمارے پاس بھیجدے یا اپنے ملک سے اسکو باہر نکال دے۔ چنگیز خان نے اس فرمان کے جواب مین لکھا کہ مین بندہ پادشاہ ہون فرمان پذیری ناگزیر ہے حضرت خطاپوش وعطاپاش ہین۔ اگر اسمرتبہ اس کا گناہ بخش کر نوازش کرین تو اُس کو حضور کی خدمت مین بھیجدون۔ یہ بندہ نوازی سے دور نہ ہوگا۔ اگر یہ التماس قبول نہو تو مین اس کو اس ولایت سے دور نکال دون گا۔

پادشاہ نے اس صوبہ کا ایسا عمدہ جدید انتظام کیا کہ تمام سردار اور رئیس اس سرزمین کے اسکے آگے سجدہ کرنے لگے اور آخر محرم ۹۷۲ھ مین آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ قرابہادر خان کو اور امراء کے ساتھ منڈو مین حاکم مقرر کیا۔ راہ مین ہاتھیون کا شکار کھیلتا ہوا ۲۱ ربیع الاول ۹۷۲ھ کو دارالخلافہ آگرہ مین آیا۔ یہان منعم الملک چنگیز خان کی عرضداشت مذکور اور پیشکش لایا۔

ممالک شرقیہ کی فتوحات

ان چند برسون مین علی قلیخان خان زمان خان نے ممالک شرقیہ مین افغانون پر فتوحات عظیم حاصل کین۔ پہلے لکھ چکے ہین کہ حدود سنبل مین خان زمان منتظم مقرر ہوا تھا تو اُس نے لکھنؤ تک ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب بیرم خان کا جھگڑا تمام ہوا تو افغانون نے جانا کہ ہم کو فرصت ہی۔ انھون نے مبارز خان عدلی کے بیٹے کو

خان زمان خان ۹۶۸ھ مین فتح

اپنا سردار بنایا۔ اور شیر خان اس کا نام رکھا اور سب نے متفق ہو کر یہ ارادہ کیا کہ چلکر خان زمان خان کو ٹھکانے لگائیے۔ خان زمان نے یہ خبر پاکر جونپور کے قلعہ کو مستحکم کیا۔ سوائے اسکندر خان اوزبک کے اس نواح کے تمام سرداران کو جمع کیا۔ افغانون کا لشکر بڑا زور آور تھا۔ بیس ہزار سوار اور پچاس ہزار پیدل اور پانسو ہاتھی تھے۔ اس سے آگے جاکر لڑنا مصلحت وقت نہین معلوم ہوتا تھا۔ افغان ایک لشکر گران لیکر گومتی کے کنارہ پر جونپور کے پاس آگئے۔ یہ شہر اسی ندی کے کنارہ پر واقع ہے اور تیسری روز ندی سے پار اترے۔ سپاہ کو لڑنے کیلئے مرتب کیا۔ خان زمان بھی لشکر آراستہ کر کے لایا۔ شائستہ آئین کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی۔ خان زمان کے لشکر نے حسن خان بچگوتی کے لشکر کو تیرون کی مار سے بھگا دیا مگر شیر شاہ نے لشکر شاہی کو بھگا کر شہر کے کوچون تک پہنچا دیا۔ پھر خان زمان نے اس لشکر کے پیچھے آنکر تیرونکی بوچھار سے دشمن کے لشکر کو پریشان کر دیا اور بڑی فتح حاصل کی اور بہت سی غنیمت اور بہت سے ہاتھی اسکے ہاتھ آئے۔ اس فتح سے خان زمان خان کا ایسا مغز چلا کہ وہ پادشاہ کو ایک لڑکا سمجھا اور اسکی قوت و قدرت کو بے حقیقت جانا۔ ساری غنیمت کو خود ہی ہضم کرنا چاہا۔ گستاخ بیباک ایسا ہو گیا کہ پادشاہ کو خود گوشمالی کے لیے آنا پڑا۔ عقلمند جانتے ہین کہ جو شخص نیک ذاتی خیر اندیشی کے صفات سے موصوف ہوتا ہے اور اپنے احوال کے روزنامچہ کو مطالعہ کرتا ہے جب وہ مخالفون پر نصرت پاتا ہے اور کاردان معاون اس پاس جمع ہوتے ہین اور اسباب دنیا میسر ہوتے ہے تو وہ نیازمند زیادہ ہو جاتا ہے اور اپنے ولی نعمت کے شکر کے لوازم کو بجا لاتا ہے اور اس شکر کا تمتہ حسن عقیدت اور لطف خدمت کو بناتا ہے اور مراسم یکجہتی کو بڑھاتا ہے اور خالق کے سامنے زیادہ فروتنی اور مخلوق سے بہت تواضع کرتا ہے اپنے صاحب کی بندگی و اخلاص مین زیادہ کوشش کرتا ہے اپنے نوکرون کی قدردانی کر کے ان کے ساتھ حسن سلوک زیادہ کرتا ہے لیکن وہ ان سب کے خلاف کام کرتا ہے جو سوائے صورت کے آدمیت سے بہرہ ور نہین رکھتا سوائے نام کے اصالت اس کو نصیب نہین ہوتی۔ وہ تھوڑے سے اعتبار اور برآمد کار سے اپنے پایہ کو بھول جاتا ہے اول خدا کے ساتھ اس کا طریقہ کچھ اور ہو جاتا ہے دوم اپنے ولی نعمت صاحب کے ساتھ تکبر و ترفع کی طرز اختیار کر کے کچھ اور باتین دلمین سوچنے لگتا ہے سوم اپنے ہمراہیون اور ہمنسبتون کے ساتھ اترانے لگتا ہے چہارم جمہور انام کے ساتھ ستم و عنف سے سلوک کرتا ہے

وہ یہ جانتا ہے کہ مین اپنی بزرگی کا اسباب مرتب کرتا ہون۔ دانا جانتا ہو کہ وہ اپنے ادبار اور ہلاکت کے لیے معرکہ کر رہا ہو۔ اس بیان کا مصداق علی قلیخان زمان کا حال ہے کہ ان دنون جو اُسنے شیر شاہ پسر سلطان عدلی کو ایسی شکست دی تو اُس کا دماغ آسمان پر چڑھ گیا۔ قریب تھا کہ اُس کا بھانڈا پھوٹ جائے کہ بادشاہ کی عقل کامل کا یہ اقتضا ہوا کہ برسم شکار اس حدود کیطرف چلے۔ اُسنے زبان سے کہا کہ اگر اس بدسرشت کو سعادت سے کچھ بہرہ ہوگا تو خواب غفلت سے بیدار ہو کر ہماری قدمبوس کے لیے حاضر ہوگا ہم اسکی تقصیرات معاف کر کے موافقت کرینگے وہ ہمارا ہی لگایا ہوا درخت ہو بزرگونکی گزیدہ تر صفت یہی ہو کہ عذر کو قبول کرین اور گناہ بخشین کہ آدمی ہشیاری اور مستی کی معجون مرکب ہے۔ اگر وہ ملازمت کے لیے نہ حاضر ہو تو پہلے اس سے کہ مرض مزمن ہو اور اُس کا معالجہ دشوار ہو اس کا کام تمام کیا جائے اور اس مرض بوم کو ستمگار کے ہاتھ سے خلاصی دیجائے۔ غرض پنجشنبہ ۲ شعبان ۹۷۴ھ کو وہ بلاد شرقیہ کیطرف متوجہ ہوا۔ دار الخلافہ آگرہ کی حراست معین الدین احمد خان فرنخودی کو سپرد کی۔ جب حدود کالپی مین بادشاہ کا گذر ہوا عبد اللہ خان اوزبک کے گھر مین اُترکر اسکی عزت کو بڑھایا۔ پھر یہان سے کڑہ گیا۔ یہان شکار کھیلا تو خان زمان خان اور اُس کا بھائی بہادر خان خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور بادشاہ کی خدمت مین آئے۔ انکے بھلے دن کچھ باقی تھے غنیمت کا سب مال و اسباب اور نامور ہاتھی بادشاہ کی پیشکش مین دیئے۔ بادشاہ نے انکی تقصیرات معاف کین اور فرمایا کہ پھلدار درختون کے کاٹنے سے جب آدمی ناخوش ہوتا ہو تو انسان کو کہ ایک برومند شجر ایزدی ہے قطع کرنے سے کیا ثمرہ ملتا ہوگا اس لیے ہم تمہاری خجالت و ضراعت کے سبب سے قصور معاف کرتے ہین۔ کڑہ مین بادشاہ بیس روز رہا۔ یہان انتظام بخوبی کر کے آگرہ کو روانہ ہوا اور دس روز مین ۱۷ ذی الحجہ ۹۷۴ھ دار الخلافہ آگرہ مین داخل ہوا۔ اس سفر مین ایک مہینہ چودہ روز لگے۔ جانے مین چودہ روز آنے مین دس روز ٹھیرنے مین بیس روز۔

اس سفر مین چنار گڈھ اولیاء بادشاہی کے ہاتھ آیا۔ یہ ایک حصن حصین ہو کہ اور بادشاہونے اسکو شمشیر اور لشکر اور فزونی تدبیر سے تسخیر کیا ہو اسلیے کہ باہر کے آدمی تو اسکے ارتفاع و استحکام کے سبب سے اندر دخل نہین دیسکتے اور اندر کے آدمیون کو باہر کے آدمیون کی ضرورت اس سبب سے نہین ہوتی کہ کھانے پینے

کا سامان افراط سے موجود ہوتا ہے۔ مجمل بیان اس واقعہ کا یہ ہو کہ جب شیر شاہ پسر سلطان عدلی کو شکست ہوئی تو یہ قلعہ فتو کو جو اسکی خیل کے خواص مین تھا ہاتھ آگیا وہ اس حصار کو اپنا مامن سمجھکر اس کا استحکام کرتا تھا کہ پادشاہ نے خواجہ عبد المجید آصف خان کو اسکی تسخیر کے لیے نامزد کیا مگر فتو کی یہ دانشمندی اور سعادتمندی تھی کہ وہ یہ سمجھا کہ افغانون کے ادبار کے دن آگئے ہین لڑنے سے سوائے ذلت کے کچھ اور نہین حاصل ہوگا۔ اُسنے پادشاہ سے درخواست کی کہ فتح محمد آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور کے روبرو لے جائے۔ پادشاہ نے اسکی درخواست کو قبول کر لیا۔ شیخ محمد اسکو پادشاہ کے سامنے لایا اس نے مرتبہ امارت اس کو مرحمت فرمایا۔

فتح خان بٹنی اور اُسکے بھائی حسن خان اور ملو خان اور ایک جماعت کثیر نے قلعہ رہتاس مین ایک لشکر آراستہ کیا اور وہان سے آکر ولایت بہار اور بعض بعض محال پر کہ خان زمان سے متعلق تھین اپنے تصرف مین کر لیا اور سلیم شاہ کے بیٹے اواز خان کو اپنا سردار بنا کر شورش و فساد برپا کیا۔ اس فتنہ کے مٹانے کے لیے خان زمان اور اس حدود کے امرا متوجہ ہوئے۔ مگر افغانون کا لشکر پر زور تھا۔ خان زمان نے ان سے لڑنے مین مصلحت نہ جانی۔ سون ندی کے کنارہ پر اندھیاری (اندناری) کے مقام پر قلعہ بنا کر اقامت کی۔ اندنون مین مولانا علاء الدین لاری و ملا عبد اللہ سلطان پوری و شہاب الدین خان وزیر خان پادشاہ کیطرف سے یہان اس لیے آئے ہوئے تھے کہ خان زمان کو نصائح ارجمند کرکے اس کا عقیدتمند بنائین اور سلیمان کررانی حاکم بنگالہ جو خان زمان سے ملا تھا اور اسنے خطبہ شاہنشاہی پڑھوایا تھا اسپر پادشاہ کے الطاف کا اظہار کرین اور اگر ہو سکے تو اُس کو پادشاہ پاس لائین ان امیرون نے خان زمان کے قلعہ مین پہونچکر پادشاہ کی عنایت کی نوید اس کو پہونچائی۔ یہ سب خان زمان پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ افغانون نے لشکر آراستہ کرکے اور فیلان مست کو لیکر خان زمان کے قلعہ پر حملہ کیا۔ خان زمان نے بھی لشکر لے کر لڑنا شروع کیا۔ مگر افغانون نے خان زمان کو فوراً شکست دی اور اُس کا سارا لشکر بھاگ گیا اور اسکے منازل اور محل کو افغانون نے لوٹنا شروع کیا۔

خان زمان اپنے قلعہ کی دیوار کے نیچے کمین مین بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ کام کرے یا گوشہ گیری کرے۔ حسن خان

پٹنی ہاتھی پر سوار ایک جماعت کو لے کر روبرو آیا۔ خان زمان کے آدمی بھاگے۔ تھوڑے آدمی مرنے کا ارادہ کر کے قلعہ کے ایک برج پر چڑھ گئے۔ وہان دیگ (توپ) لگی ہوئی تھی اسکو بھر کر افغانون کی فوج پر چلائی اسکے چھوٹتے ہی گولہ حسن خان کے ہاتھی پر لگا جس سے ہاتھی مرگیا اور فوج بھاگی۔ یہ تائید ایزدی تھی کہ خان زمان کے لشکر مین کوہ پارہ ایک ہاتھی تھا جو مست ہو رہا تھا اور زنجیرون سے بندھا ہوا تھا۔ جسوقت کہ خان زمان خان کا لشکر بھاگا ہے۔ یہ افغان فیلون کو کھول کر لے گئے تھے اس ہاتھی نے اپنی بدمستی مین افغانون کے ایک ہاتھی کو مار ڈالا جس سے وہ شور مچا کہ افغانون کے لشکر نے جانا کہ بادشاہی لشکر داخل ہوا اس خوف سے وہ بھاگنے لگا تو بادشاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا اور ایک فتح عظیم اسکو حاصل ہوئی اور بہت غنیمت اور ہاتھی ہاتھ آئے۔ خان زمان نے جونپور کو مراجعت کی اور زمانیہ سے بادشاہ کے امیرون کو جو آئے تھے واپس بھیجا۔

خان زمان علی قلی خان کی بغاوت دور کرنے کے لئے بادشاہ کے لشکر کا یورش کرنا اور اس یورش مین سوانح کا پیش آنا

سنہ ۹۷۲ ہجری

اہل ہوش دنیا کو کہتے ہین کہ وہ شراب کا حکم رکھتی ہے **مصرعہ** کانچنان را آنچنان پر می کند یعنی جیسا آدمی ہوتا ہے ویسا ہی اسکو بناتی ہے اگر آدمی سعادت مند ہے تو وہ اسباب دنیوی کو ہزار نیکیون کا سرمایہ بناتا ہے۔ اپنی سعادت کو بڑھاتا ہے اپنی ذات کو آرائش دیتا ہے دین و دنیا دونون سنوارتا ہے اگر وہ فطرت مین بدگوہر و تیرہ درون و سیاہ بخت ہے تو ہمیشہ ذخائر دنیا کو ہزار وبال کا سرمایہ بناتا ہے۔ اپنی ترفع صدری سے خلق کو صدہا طرح کے آزار پہونچاتا ہے۔ روز بروز اسکا تاریک دل اور زیادہ سیاہ ہوتا جاتا ہے نہ وہ قدر نعمت جانتا ہے نہ اپنے ولی نعمت کو پہچانتا ہی

اپنی حالت کے موافق مکر و تدبیر کرتا ہے۔ کبھی اپنے کام سے پردہ اُٹھا کر ظاہر و باطن مین بغاوت کرتا ہے۔ اس حال کا مصداق علی قلی خان کا احوال ہے جسکی تفصیل آگے لکھی جاتی ہے۔

جب پادشاہ نے سُنا کہ اسکندر خان اوزبک سرکشی کا خیال رکھتا ہے تو وہ اغماض کر کے ہاتھی کا شکار کھیلنے چلا گیا۔ اور اسکندر خان پاس اس مضمون کا فرمان اشرف خان کے ہاتھ بھیجا کہ تم بغاوت کے خیال سے باز آؤ اور میرے پاس چلے آؤ مین تمھارے قصورون کو معاف کر دونگا۔ اسکندر خان کی جاگیر مین ملک اودہ تھا جب یہان اشرف خان آیا تو اُسکی تعظیم کی اور فرمان کی ظاہری فرمانبرداری کی اور پادشاہ پاس جانے کے لیے مُدتون تک ایسے حیلے کرتا رہا کہ اب سامان تیار ہو جاے تو چلتا ہون۔ مگر در پردہ وہ اور اہل نفاق کے ساتھ سازش رکھتا تھا اور کچھ اور ہی خیالات پکاتا تھا۔ آخر کار اُسنے اشرف خان سے کہا کہ ابراہیم خان نیازی آق سقال یعنی ریش سفید ہے اور ہمسایہ مین رہتا ہے۔ ہم تم اُس سے چل کر ملین۔ اس ارادہ سے وہ اودہ سے سرہر پور مین جو ابراہیم خان کی جاگیر تھی گئے۔ پھر وہان سے علی قلیخان پاس دوڑے گئے۔ جب ان جماعتون کا مجموعہ ہوا تو سبنے بغاوت کے اظہار مین جرأت کی۔ آپس مین یہ مشورہ ٹھیرا کہ پادشاہ تو بہت دور ہاتھی کے شکار مین مشغول ہے۔ ہم دو جوق ہو جاوین۔ اسکندر خان اور ابراہیم خان لکھنو کی راہ قنوج پر دوڑے اور اسکے حدود مین خلل پیدا کرے اور علی قلیخان اُس کا بھائی بہادر خان مانک پور کی جانب سے مجنون قاقشال پر جو یہان کا جاگیردار ہے چڑھ جاوین اور شرارت برپا کرین۔ اشرف خان کو بطور قیدیون کے رکھا۔ ابراہیم خان و سکندر خان لکھنو کی طرف اور علی قلیخان و بہادر خان کڑہ مانک پور کیطرف چلے گئے۔

جب ان حدود کے امرا سارے مثل شاہم خان جلائر شاہ بداغ خان محمد امین وغیرہ نے ان نمک حرامون کے اتفاق کرنے کا اور فتنہ انگیزی برپا کرنے کا حال سُنا تو انھون نے جمعیت کا سامان کر کے ان باغیون کو روکنا چاہا۔ ان امرا اور اسکندر خان و ابراہیم خان کے ساتھ قصبہ نیمکار مین پیکار ہوئی۔ محمد امین دیوانہ نے بُری طرح دشمن پر حملہ کیا۔ اسکے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی

وہ اُس سے گرا اور قید ہوا۔ شاہم خان اور شاہ بداغ خان نے جب محمد امین کا حال یہ دیکھا تھا تو ان کو چاہئے تھا کہ وہ اس کا چارہ کار کرتے اور بہادری دکھاتے مگر وہ دشمن کی کثرت سپاہ کے خوف سے قلعہ نیمکار مین چلے گئے اور بادشاہ کو اس حال سے اطلاع دی۔ علی قلیخان اور بہادر خان مانک پور دوڑے گئے اور اُسکی حدود مین تاخت و تاراج کرنے لگے کہ مجنون قاقشال مرد معرکہ دیدہ تجربہ کار تھا صفدر جنگ کو مناسب نہ جانا۔ قلعہ مانک پور مین متحصن ہوا۔ آصف خان پاس قاصد بھیجکر اس کو بلایا۔ آصف خان کو جب اطلاع ہوئی تو وہ ولایت گڈھ کچھ سپاہ کو سپرد کرکے بہت سپاہ لیکر گڈھ مین آیا مجنون خان کو آصف خان کے آنے سے تقویت ہوئی وہ قلعہ مین سے اپنی سپاہ کو باہر علی قلیخان کی فوج سے لڑنے کے لیئے بھیجنے لگا۔ ان دونون نے بادشاہ کو حقیقت ماجرا لکھ بھیجی۔

بادشاہ شکار سے فارغ ہوکر آگرہ مین آگیا تھا کہ اُس کو متواتر عرائض سے اہل بغاوت کا حال معلوم ہوا تو اُس نے ارادہ کیا کہ باغیون کے خار دار درخت کو پہلے اس سے کہ وہ ہوا مین سربلند کرے اور رجز کو قائم کرے اپنے طیش و غضب کی تند باد سے بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دے اس لیئے اُسنے لشکر کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اسکے جمع ہونے سے پہلے منعم خان کو بہت سے بہادرون کے ساتھ برسم منقلا بھیجا اور بعد اسکے خود اپنے چلنے کا سامان درست کیا۔ تھوڑے دنون مین بڑا لشکر تیار ہوا اور دو ہزار زنجیر فیل اسکی ہمراہ ہوئے۔

آگرہ ترسون خان کو حوالہ کرکے بادشاہ پنجشنبہ ۲۳ شوال ۹۷۲ھ کو دریا جمن سے پار ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ رات کو سفر ہوتا تھا۔ منزل بمنزل چلکر قنوج کی سواد مین پہونچا۔ منعم خانخانان آگے بھیجا گیا تھا وہ یہان آملا۔ قیا خان بھی باغیون کے گروہ مین تھا۔ خانخانان کی سفارش سے بادشاہ نے اُس کا قصور معاف کیا اور وہ بادشاہ پاس آگیا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اسکندر خان لکھنؤ مین ہے بادشاہ آدھی رات کو گھوڑے پر سوار ہوکر بطور ایلغار ایک شبانہ روز مین لکھنؤ مین جا پہونچا یوسف محمد خان کوکلتاش و شجاعت اور کچھ اور بہادرون کو ہراول بناکے بھیجا۔ اسکندر خان لشکر شاہی کے خوف سے لکھنؤ سے بھاگ گیا۔ بادشاہ نے یہان آرام لیا۔ لشکر اسکے پیچھے روانہ کیا۔ اسکے جو کوئی باغیون

بادشاہ کا اسکندر خان کو لکھنؤ سے بھگانا ۹۷۲ھ

مین سے ہاتھ لگا اس نے آب شمشیر سے اسکے کاسہٴ سر مین خاک بھری اسکندرخان جان بچاکر علی قلیخان سے جا ملا - پادشاہ کے لشکر کے گھوڑے تھک گئے تھے اس لیے اور زیادہ تعاقب نہین کیا علی قلیخان اور بہادرخان جو مجنون خان اور آصف خان سے مقابلہ کر رہے تھے یہ حال سُنکر متزلزل ہوئے اور کرّہ سے جونپور چلے گئے اور بنہ و بار کو چھوڑ کر گذر نرہن سے دریاے گنگ کو عبور کیا دریا کے پار جا کر قلب زمینون مین پناہ لی - پادشاہ جونپور مین آیا راہ مین آصف خان و مجنون خان اُس سے ملے - آصف خان نے جو گدڑہ کو فتح کیا تھا تو اپنی سپاہ کو آراستہ کیا تھا اس سپاہ رزمخواہ کو جو پانچ ہزار تھی پادشاہ کو ملاحظہ کرایا جس سے پادشاہ بہت خوش ہوا - پادشاہ جمعہ کے روز ۱۴ ذی الحجہ کو جونپور مین آیا - ان ممالک کی اصلاح مین مصروف ہوا جو اعتدای مفسدون کے ظلم سے وہ خراب ہو رہا تھا -

پادشاہ نے علی قلیخان اور اور اہل عصیان کے تعاقب مین آصف خان کو بھیجا - یہ اہل بغاوت حاجی پور کے نزدیک روبرو آئے قلب جگہہ مین مقیم ہوئے اور سلیمان کررانی جو بنگالہ مین حکمران تھا اور فتح خان پٹنی اور اُس کا بھائی حسن خان رہتاس مین ریاست رکھتا تھا - ان افغانون سے علی قلیخان نے کمک مانگی یہ افغان استمداد پر مستعد ہوگئے - پادشاہ نے حاجی محمد خان سیستانی کو سلیمان کررانی پاس بنگالہ بھیجا کہ وہ اس کو علی قلیخان کی معاضدت و مظاہرت سے ڈرائے - حاجی محمد خان رہتاس پہنچا خودسر افغانون کی ایک جماعت نے اس کو بنگالہ نہ جانے دیا اور علی قلی پاس بھیجا جب وہ علی قلیخان کے پاس آیا تو اس سبب سے کہ وہ روابط اسکے ساتھ رکھتا تھا اور اس طمع سے کہ وہ اسکے موافق ہو جائے بہت عزت و حرمت سے پیش آیا - مگر مقید طور پر اس کو رکھا - حاجی محمد خان ہمیشہ اسکو سودمند نصیحتین کرتا رہتا تھا - انصاف یہ ہے کہ باغیون کی تخویف و تحذیر کے لیے اس کا رہنا بہت کام آیا کہ اسکی ہدایت سے باغی اطاعت کی راہ پر آئے -

پادشاہ کے لشکر کی برابر علی قلیخان چلتا رہا مگر کچھ اس کو فائدہ نہ ہوا - اب اس نے سکندرخان اور بہادرخان کو ایک جماعت کے ساتھ ولایت سرار مین بھیجا کہ وہان لوٹ مچائین جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو شاہ بداغ و

وسعید خان وقیا خان اور امرا کو بسر کردگی امیر معز الملک کو حکم ہوا کہ باغیون کو سر راہ روکین کہ اس حدود مین جا کر وہ فتنہ برپا کرین یہ لشکر خیر آباد تک دوڑا گیا۔ پادشاہ علی قلیخان کا یہ علاج کرکے مطمئن کے ساتھ الہ آباد مین آیا۔ علی قلی خان نے اب مکر و تزویر کی راہ اختیار کی۔ سروقد نامی عورت کو کہ جو پہلے جنت مکانی کی خدمتگارن تھی منعم خان پاس بھیجا اور اسکی معرفت منعم خان کو یاد دلایا کہ ہم تم بھی قدیمی دوست آشنا ہین اور پھر اور اپنے معتمد آدمیون کو بھیجکر اُن سے یہ درخواست کی کہ صلح کرادو منعم خان نے کہنہ عملہ کی صلاح سے دشمنون کے استیصال سے دست کشی کی تھی اس نے علی قلیخان کی ملتمس کو پادشاہ سے عرض کرکے سفارش کی اس نے قبول کی اور غیاث علی قزوینی کو بھیجا کہ وہ علی قلیخان کو مراحم خسروانی کا یقین دلادے اور وہان کی صحبت کے اسرار پر واقف ہوکر ان کے دقائق پر پادشاہ کو مطلع کرے۔

منعم خان نے علی قلیخان کو لکھا کہ مناسب یہ ہے کہ ہم تم قاصد و پیغام بغیر ملکر عقیدت و خدمت کے استحکام مین اہتمام کرین اندنون شہرت ہو رہی تھی کہ علی قلیخان کے قتل کے لیئے عادل خان و جمال خان بلوچ مقرر ہوئے ہین اس لیئے اس کو منعم خان پاس آنے مین توقف ہوا وہ بھی چاہتا تھا کہ معاملہ مصالحت بذریعہ مراسلت و مکاتبت انجام پائے۔ منعم خان اس بات کو نہین قبول کرتا تھا آخر کو یہ قرار پایا کہ دریا کے درمیان دونون ہین ملاقات ہو ہر ایک کے ساتھ چند آدمی ہون یون ان دونون مین کشتی کے اندر ملاقات ہوئی اور گلے ملے۔ اگلی پچھلی محبت کی چھوٹی بڑی باتین ہوئین۔ پھر عہد و پیمان باقی مقرر ہوئے۔ مرزا غیاث الدین علی نے پادشاہ سے سارا حال عرض کیا۔ اس نے خواجہ جہان کو علی قلیخان پاس اور زیادہ اطمینان کے لیے بھیجدیا۔ خواجہ نے علی قلیخان سے ملکر مجنون خان قاقشال و بابا خان اور بعض امرا کی اس سے آشتی کرائی۔ اس باب مین بڑی گفتگو ہوئی کہ وہ پادشاہ کے پاس جائے اسنے کہا کہ مین نے پادشاہ کی ایسی ناسپاسی کی ہو کہ اُسکے روبرو جانے کی دلیری یکبارگی نہین کرسکتا اب مین اپنی والدہ کو اور ابراہیم خان کو جو ہماری ریش سفید ہے پادشاہ پاس بھیجتا ہون پھر خود حاضر ہون گا۔

دوسرے روز علی قلیخان کی والدہ اور ابراہیم خان اور بعض اور امرا پیش کش کے لیے بڑی بڑی
نامی ہاتھی لیکر بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ ابراہیم خان کی گردن مین تیغ و کفن ڈال کر بادشاہ
کے روبرو خانخانان آیا۔ بادشاہ نے قصور معاف کیا اور خانخانان سے یہ فرمایا کہ اگرچہ یہ ظاہر ہے
کہ یہ بدنصیب اپنے عہد کی وفا نہین کرتے مگر تیری خاطر سے ان کے قصور معاف کرتا ہون اور جاگیرین
انکی بدستور برقرار رکھتا ہون۔ خانخانان اس عنایت شاہانہ سے بہت خوش ہوا۔ ابراہیم خان کی
گردن سے تلوار اور کفن جدا کیا اس مژدہ عفو کو والدہ علی قلی کو سنوایا وہ محل مین بیٹھی گریہ وزاری کر رہی
تھی اور نوید بخشایش کی منتظر تھی۔

چند روز کے بعد بادشاہ پاس یہ خبر آئی کہ میر معز الملک اور بہادر خان کی لڑائی ہوئی اس سرگذشت
کی تفصیل یہ ہے کہ علی قلیخان نے سرکار سروار مین بہادر خان و سکندر خان کو بھیجا تھا کہ وہان شورش انگیزین
ناگاہ بادشاہ کی سپاہ انکے مقابلہ کے لیے سامنے آئی توان کے اوسان گئے جب مرد میدان اپنے تئین
نہ سمجھے تو یہ مکر کیا کہ ظاہر مین میر معز الملک کو کہلا بھیجا کہ ہمارا کیا مقدور ہے کہ ہم بادشاہ کے لشکر کا
مقابلہ کر سکین اب ہمارے جرائم کے معاف کرانے کا واسطہ بنین تو ہم بڑے بڑے ہاتھی بادشاہ
کی پیشکش کے لیے بھیجین۔ جب ہمارے گناہ بادشاہ معاف کردے تو ہم خود اسکی ملازمت مین حاضر
ہون۔ میر معز الملک نے لکھا کہ تمھارے گناہ و جرائم اس قسم کے نہین ہین کہ وہ معاف کیے جائین وہ تو
آب شمشیر سے دھوئے جائینگے۔ بہادر خان نے معز الملک کو لکھا کہ آؤ ہم تم بالمشافہ اس امر کا فیصلہ کرین
اسکو معز الملک نے قبول کیا۔ دونون نے اپنے اپنے مقدمات پیش کیے مگر صلح نہوئی اور بات نہ بنی کچھ زمانہ گذرا
جب بادشاہ کو اس سرگذشت کا حال معلوم ہوا تو اسنے لشکر خان اور راجہ ٹوڈرمل کو حکم دیا کہ وہ اپنے
آدمیون کے ساتھ لشکر سے جا ملین اگر صلاح حال جنگ مین دیکھین تو لشکر کے ضمیمہ بنین اور اگر اس
جماعت کی التماس کے قبول مین صلاح دیکھین تو ہمارے فضل و رحمت سے ان کو مایوس نہ کرین
ان دو دولتخواہون نے جب مخالفون سے کہا کہ تم جو عقیدت و اخلاص زبانی ظاہر کرتے ہو اگر وہ سچا
ہے تو عزم درست و خاطر مطمئن کے ساتھ بادشاہ کے آستانہ پر چلو ورنہ حیلہ و بہانہ بنانا نامردون کا

کام نہین ہے۔ مگر زبان سے اُن کا دل موافق نہ تھا اس لیے مصالحت نہوئی۔ نواحی خیرآباد مین مخالفون نے اپنے پاؤن جمائے۔ پادشاہ کے لشکر کو اسکی خبر نہ تھی کہ علی قلی کے قصور پادشاہ نے معاف کردیے ہین۔ راجہ اور لشکرخان نے جنگ کو قرار دیکر ترتیب صفوف وتسویہ افواج کیا۔ دوسری طرف بھی فوج آراستہ ہوکر کھڑی ہوئی۔ پادشاہ کے لشکر کو شکست فاحش ہوئی۔ کچھ امیر مخالف سے جاملے کچھ اپنے مال کی حفاظت مین لگے۔ کچھ تعلق ونمک حرامی کے سبب سے نہ لڑے۔ راجہ ٹوڈرمل وقیاخان واعتمادخان لشکر لے کر میدان مین کھڑے ہوئے مگر شکست یافتہ لشکر کو نہ لڑا سکے۔ غرض یہ پراگندہ سپاہ جمع ہوکر قنوج مین چلی آئی اور پادشاہ کو حقائق سرگذشت پر مطلع کیا۔

پادشاہ ان کے عفو جرائم کرچکا تھا اس لیے اُس نے اس شکست کی کچھ پروا نہ کی۔ امراء کو طلب کرلیا اس جنگ کے سبب سے اہل نفاق کورنش سے محروم ہوئے اور اخلاص مند عنایت خاص کے ساتھ مخصوص ہوئے۔

جب پادشاہ نے منعم خان کی استدعا سے علی قلی خان کے جرائم معاف کیے تھے اور اُس کو اور بہادرخان کو جاگیر مرحمت کی تھی تو اسکی التماس کا قبول ہونا اس شرط پر مشروط تھا کہ پادشاہ کا لشکر جبتک انکی حدود مین ہے۔ خان زمان دریا سے عبور نہ کرے اور جب پادشاہ آگرہ مین جائے تو وہ اپنے وکیل پادشاہ کے پاس بھیجکر مناشیر جاگیر دفتر شاہی سے حاصل کرین اور اپنی جاگیرون پر متصرف ہون مگر جب پادشاہ چنار اور بنارس کی سیر کو گیا تو علی قلی خان دریا سے عبور کرکے محمدآباد مین آیا اور اپنے آدمیون کو غازی پور اور جونپور روانہ کیا۔ پادشاہ شکار کھیل کر بنارس مین آیا کہ علی قلی نے خلاف شرط کام کیا کہ آب گنگ سے عبور کیا۔ خواجہ جہان ومظفرخان وراجہ بھگونت داس کو آہستہ آہستہ منزل بمنزل روانہ کیا اور خود شب یکشنبہ رجب ۹۷۳ھ کو بطور ایلغار کے روانہ ہوا جعفرخان تکلو وقاسم علیخان کو غازی پور مین مقرر کیا۔ جب وہ قلعہ غازی پور کے دروازہ پر پہونچے تو ایک برج سے مخالفین کودکر علی قلی پاس دوڑے گئے اور اس کو مطلع کیا۔ وہ یہ خبر سنکر سراسیمہ ہوا اور کشتی مین سوار ہوکر دریا پار بھاگ گیا۔ پادشاہ دریاے جونپور (گومتی) سے ہاتھی پر سوار ہوکر پار گیا اور آخر شب آرام کرکے سحر کو پھر سوار ہوا۔ کچھ دن

چڑھا تھا کہ اپنے لشکر سے ملا - علی قلیخان اپنا اسباب و خیمہ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا - خبر آئی کہ وہ آب سردار
سے پار اُترنے کو ہے - پادشاہ کا لشکر اُسکے پیچھے گیا - اشیائ اموال سے بھری ہوئی کشتیاں اُس نے
پکڑ لین اور ارمغان فتح اُسکو سمجھے - کہتے ہن کہ محمد خان بے خبر محمد آباد مین تھا - پادشاہ کا لشکر اس کو
گرفتار کر لیتا - مگر منعم خان نے اپنے رونق کار کے لیے اس کا گرفتار ہونا نہ چاہا - اور یہ دغا کی کہ اول
اُسنے اس رات کو اسپر حملہ نہین کیا کہ لشکر پہنچا تھا - دو دم آدمی بھیجکر اُس کو بھگا دیا جب پادشاہ مئو
مین آیا تو اسکو معلوم ہوا کہ بہادر خان جونپور مین آکر اپنی مان کو لے گیا اور اشرف خان کو مقید کر لیا
اس کا ارادہ ہے کہ پادشاہ کے لشکر سے لڑے - اس لیے پادشاہ آب سردار سے پار اُتر کر اپنے
لشکر سے آن ملا - اس اجمال کی تفصیل یہ ہو کہ جب علی قلیخان کے تعاقب مین پادشاہ کے ایلغار
کی خبر سکندر خان اور بہادر خان کو پہونچی اور ان کو معلوم ہوا کہ والدہ علی قلیخان اشرف خان کے پاس
گرفتار ہے اور اُس پاس چندان لشکر نہین ہے - جونپور کے قلعہ کا لے لینا نہایت آسان ہے تو وہ بہت
جلد چل کر جونپور مین پہونچے - اشرف خان نے قلعہ داری کا سامان کچھ تیار نہین کیا تھا وہ قلعہ کے دروازہ
کو جلا کر اندر داخل ہوئے اور اشرف خان کو مقید کر لیا اور اپنی والدہ کو خلاصی کر کے ہمراہ لیا -
باوجودیکہ عمر بھر سے اسکی اور اسکے بھائی کی جاگیر مین جونپور تھا اور اہل شہر سے بہت سے روابط اور
انکی خدمات کے حقوق تھے مگر اسنے سب پر دست اندازی کر کے پائمال کیا اور ان کو غریب بنا دیا بہت سے
تاجرون کو لوٹ کر بنارس مین وہ گیا اور یہان بھی کچھ لوٹا مارا - پھر زمانیہ مین گیا - وہان خبر معلوم ہوئی
کہ علی قلی خان کے تعاقب سے پادشاہی لشکر پھر آیا سکندر خان اور بہادر خان گذر نرھن سے دریار
گنگ سے پار اُترے - پادشاہ جونپور مین آیا - اُس نے یہان اقامت کا ارادہ کیا کہ جب تک علی قلیخان
دستگیر نہو یہان سے وہ نہ جائے - جب علی قلیخان کو یہ حقیقت حال معلوم ہوئی تو اس نے مرزا میرک
رضوی کہ اسکے خاص ہم نشینون مین تھا پادشاہ پاس بھیجا اور اپنے عجز و درماندگی کا اظہار کیا - اپنے
شریکون مین سے ہر ایک کی تقصیر کا عذر کیا اور منعم خان نے ہزار زبان سے چاپلوسی کی کہ وہ
قصور معاف کرا دے - خانخانان پادشاہ کا مزاجدان تھا وہ خود اس امر عظیم پر جرأت نہین کر سکتا

اس لیے اُس نے ارباب عزت کی ایک جماعت کو جسکی خدا پرستی کے سبب پادشاہ احترام کرتا تھا شریک کیا۔ اس نے پادشاہ کے روبرو بخشش و بخشایش کی داستانین بنائین۔ پادشاہ نے ازبا بغی کے قصور معاف اس شرط سے کردیے کہ وہ اپنی متاع اعمال و دائم افعال سے توبہ نصوح کرکے پادشاہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرین اور دولتخواہی اور جان سپاری مین ثابت قدم رہین۔ جب ان باتون کے آثار ایسے ظاہر ہون گے تو ان کو جاگیرین بدستور سابق ملینگی خانخانان اور اس جماعت نے پادشاہ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ پادشاہ نے اپنے معتمدون کو علی قلی پاس بھیجدیا کہ اسکی ندامت کو توبہ سے استحکام دین بخشش و بخشائش کی نوید سے اطمینان بخشین۔ خود جونپور سے آگرہ کی طرف دوشنبہ ۱۱ شعبان ۹۷۳ھ کو مراجعت کی۔ منظفر خان و منعم خان کڑہ مین ٹھہر گئے کہ وہ آدمی جو علی قلی خان پاس گئے تھے واپس آئے۔ جب علی قلیخان پاس پادشاہ کے معتمد گئے اور اسکی تسلی کی تو اس نے دوام عبودیت کے لیے عہد قسم کے ساتھ کیا۔ پہلے پادشاہ نے بہادر خان کو بھائی کہا تھا اور علی قلیخان کو بہت دوست سمجھا تھا۔

جب سمجھانے والے واپس آئے تو مظفر خان و منعم خان کڑہ سے روانہ ہوئے۔ مظفر خان کو منعم خان کیطرف سے توہم ہوا وہ پادشاہ پاس ایلغار کرکے پہلے آیا اور بزرگان زمان کی دوروئی کا حال خوب بیان کرکے پادشاہ کی خاطر نشان کیا۔ جس سے مظفر خان کا پایۂ اعتبار بلند ہوا بعض امیرون کو جو پادشاہ نے سزا دی تو منعم خان بھی ہشیار ہوا جس وقت پادشاہ مہمات پنجاب کی تنظیم سے فارغ ہو کر مراجعت کر رہا تھا تو منعم خان خانخانان کی عرائض دولتخواہانہ آگرہ سے پادشاہ پاس آئین کہ علی قلیخان و بہادر خان و اسکندر خان نے پھر خط بندگی سے سر نکالا ہے اور مرزا حکیم کے نام کا خطبہ پڑھوایا ہے۔ مرزا کو اپنے اغراض فاسد کے واسطے مصیبت مین ڈالتے ہین۔ یہ نہین جانتے تھے کہ پادشاہی ایک عطیہ ہوتا ہے کہ جسکی ہزارون شرطین ہین جب تک وہ کسی مین فراہم نہین ہوتین وہ پادشاہی کے لائق نہین ہوتا محض نسب اور مال کا جمع ہونا لشکر کا فراہم ہونا پادشاہی

کے لیے کافی نہین ہوتا - پادشاہ مین یہ صفات ہونی چاہیے کہ والا فطرت عالی عطوفت. فراخ حوصلہ فسراوان تحمل - دریافت بلند - وافی کرم - اصلی شجاعت - عدل وافر - نیت درست - جد عظیم - عمل شائستہ - فکر عمیق - تغافل مستحسن - لائق عذر پذیر ہو - یہ سب صفات قدیمی کتابون مین حکماء نے لکھی ہین - سوائے اسکے وہ اپنی خواہش ناباستہ وغضب ناشائستہ کو دانش پر غالب نکرے صلح کل اس کا مذہب ہو طوائف انام وطبقات ملل پر قادر ہو اور ان کو ایک نظر تربیت وعاطفت سے دیکھے - یہ سب صفات شہنشاہی ہین اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہی کسے کہتے ہین اور سلطنت کے معنے کیا ہین -

غرض اس گروہ کی بغاوت پادشاہ کو ناگوار معلوم ہوئی اس لیے مرزا میرک رضوی کو جو علی قلیخان کیطرف سے آیا تھا - خان باقی خان کے سپرد کیا - اور خود دار الخلافہ کی طرف چلا کہ ارباب بغی وفساد کو سزا دے پنجاب کا خود ہی انتظام کر کے فارغ ہوا - جب پادشاہ دہلی مین آیا باقی خان کے پاس سے مرزا میرک رضوی بھاگ گیا - اور خانخانان نے تمام ممالک محروسہ کا حال سُنایا - علی قلیخان وبہادر خان اور مخالفونکی عصیان کا طومار پڑھا - قاعدہ ہے جو مبدا فطرت مین بد نہاد وبے جوہر ہوتا ہے اس کو مرحمت ونصیحت سودمند نہین ہوتی بلکہ اُسکو زیان پہونچاتی ہے - مدارا وموعظت کو ضعیف سمجھکر اور شورش زیادہ کرتا ہے - دانش منش بزرگون کو کوئی اور چارہ نہ تھا کہ بد روز بدکارونکا علاج حبس وضرب کے سوا کچھہ اور کرتے - جب یہ علاج بھی اُن خراب باطنون پر اثر نہ کرتا تو اُن کا عدم خانہ مین بھیجنا خلق کے حال پر بلکہ خود اُن کے احوال پر رحم کرنا تھا - اشغال سلطنت کے متکفل اس رمز سیاست کو نہ سمجھے اُنھون نے اول ہی مرتبہ ان باغیون کا علاج نہ کرایا مدارا کر کے یہ فساد پھیلا دیا -

علی قلیخان کو جب یہ خبر ہوئی کہ پادشاہ مرزا محمد حکیم کے فساد مٹانے مین مصروف ہے جس کا بیان آگے آئے گا تو اسوقت باغیون نے فرصت کو غنیمت گنا اور یہ خیالات فاسد کرنے لگے کہ علی قلی خان اپنی جمعیت کے ساتھ راہ لکھنؤ سے گنگ کے کنارہ تک تمام ولایات پر تصرف کرے - بہادر خان کرہ وما نکپور مین آصف خان ومجنون خان کی برابر جائے -

اسکندرخان وابراہیم خان سرکار اودہ اور اسکے حدود پر متصرف ہو۔ پس یہ قرار دیکر وہ اس سے جدا ہوئے۔ سرکار قنوج مین شور وشر پیدا کرنے کے لیے علی قلی خان روانہ ہوا۔ ان حدود مین کوئی سردار ایسا نہ تھا کہ اسکے ساتھ جاگیر دار یہان کے متفق ہوکر فتنہ انگیزون کا مقابلہ کرتے اس لئے یہ جاگیردار قنوج مین چلے گئے۔ جب علی قلیخان نے قنوج مین گرد حوادث اڑائی تو مرزا یوسف خان یہان کا جاگیردار قلعہ شیر گدھ مین متحصن ہوا۔ خلائق پریشان ہوئی اس نے عرائض متواتر پادشاہ پاس بھیجنی شروع کین۔

پادشاہ ایسا حق شناس تھا کہ رعیت کی آسودگی کو اپنی آسایش خیال کرتا تھا اور اپنی شادمانی خلائق کی رفاہیت سمجھتا تھا۔ پس جو شخص ایسے پادشاہ کی فرمانبرداری نہین کرتا تھا وہ اپنی ہلاکت مین اہتمام کرتا تھا۔ خصوصًا وہ شخص کہ اس خاندان کا پروردہ نعمت ہو۔ اور اسی کے ذریعہ سے اسباب دنیوی اور بزرگی ظاہری فراہم کیا ہو اس سے زیادہ کیا نامردی ونامردانگی ونامعاملہ فہمی ہوگی۔ کہ اپنے اسباب بزرگی کو ولی نعمت سے سرکشی مین صرف کرے۔ اسکی مثال علی قلیخان کا احوال ہو کہ جب پادشاہ نے آگرہ مین اسکی عصیان وطغیان کا حال سُنا تو منعم خان خانخانان کو آگرہ اور اُسکے حدود کی حراست سپرد کی اور دو ہزار ہاتھی اپنے ساتھ لیجانے کے لیے منتخب کیے۔ قیا خان مظفرخان مرزا قلی۔ قلیج خان اور امراء کو حکم دیا کہ جلد جاکر مرزا یوسف کی معاونت کرین جو قنوج مین گھر رہا ہو سہ شنبہ ۲۶ شوال ۹۷۴ھ کو خود کوچ کیا۔

جب پادشاہ قصبہ سکتیہ مین آیا تو علی قلیخان قنوج سے بھاگ کر اپنے بھائی بہادر خان پاس کڑہ چلا گیا وہ آصف خان اور مجنون خان کی برابر فتنہ انگیزی کرتا تھا۔ پادشاہ گنگا پار قصبہ پونان مین آیا تو محمد قلی برلاس کو سردار بناکر اور اسکے ساتھ نامور بہادر اور کارگذار دلاور کرکے ۴ ذیقعدہ ۹۷۴ھ کو اسکندر خان سے لڑنے کے لیئے بھیجا کہ وہ اودہ مین فتنہ برپا کر رہا تھا اور خود کڑہ مانک پور کیطرف چلا۔ جب رائے بریلی مین آیا تو آصف خان اور مجنون خان کی عرائض آئین کہ علی قلیخان اور اسکا بھائی گوالیسار کے حدود مین گنگا سے پار ہوکر جانا چاہتے ہین۔ بمجرد اس خبر کے سننے کے پادشاہ

آگرہ سے جونپور پر پادشاہ کا جانا اور فتح پانا اور خان زمان اور بہادر خان کا قتل ہونا سنہ ۹۷۴

نے ایلغار کا ارادہ کیا۔ امرا جو پادشاہ پاس تھے معلوم نہین پست فطرتی سے یا کسالت سے یا تن پرستی سے یا اس لیئے کہ باغیون کا کام انجام پانے سے اُنکی خود فروشی کی کساد بازاری ہو اس ایلغار پر راضی نہوئے۔ مگر پادشاہ نے ۹ ذیقعد کو قصبہ مذکور سے ایلغار کیا۔ ایک رات اور آدہے دن مین وہ مانک پور مین آیا۔ محب علیخان یہان کا جاگیردار لوازم خدمت بجا لایا۔ لشکر پادشاہ کے ساتھ بہت تھوڑا پہنچ سکا۔ آصف خان پادشاہ سے آملا۔ اس کو حکم ہوا کہ وہ اپنے لشکر مین جائے جو خان زمان کی برابر پڑا ہے۔ کچھ دیر نہوئی تھی کہ ہتوا میورہ کہ بڑا معتبر قاصد تیزرو تھا خبر لایا کہ علی قلیخان و بہادر خان پرگنہ سنگرور مین گنگا کا پل باندہ کر اُتر گیے۔ پادشاہ نے اس خبر کے سُنتے ہی راجہ بھگونت داس اور خواجہ جہان کو یہان لشکر مین چھوڑا اور خود اتوار کے دن گنگا سے ہاتھی پر بیٹھکر پار اُترا۔ صرف گیارہ آدمی ساتھ تھے اور دو نامی ہاتھی تھے رات کو پادشاہ نے آرام کیا۔ فتنہ گر و نکا لشکر ایک کوس پر تھا۔ اس وقت مجنون خان اور آصف خان بھی آگئے۔ مجنون خان تو رات ہی کو حملہ کرنے کو کہتا تھا۔ مگر آصف خان نے کہا کہ دن مین آدمی شرم چشم اور آزرم رو کے سبب اچھی طرح کام کرتے ہین پادشاہ کو یہ رائے پسند آئی۔

علی قلی خان اور بہادر خان اپنی خودکامی مین ایسے مغرور تھے کہ رات بھر شرابین اُڑاتے اور ناچ دیکھتے رہے اور بازی بشکن بشکن کھیلتے رہے۔ عجب یہ ہے کہ ان مستون کے خیمہ مین ایک آدمی نے غل مچا کر کہا کہ بادشاہ دریا سے عبور کر کے بیشمار لشکر لے کر آگیا ہے مگر انھون نے جانا کہ آصف خان اور مجنون خان کے لشکر کی خبر دیتا ہے۔

۱۰ ذی الحجہ مین جو پادشاہی فتح کا غرہ اور باغیون کی عمر کا سلخ تھا پادشاہ لڑنے کو تیار ہوا۔ اول پادشاہ ہاتھی پر سوار ہوا مگر ہوا گرم بہت تھی تو گھوڑے پر سوار ہوا۔ علی قلیخان اور بہادر خان بھی جنگ کے لیئے تیار ہوئے۔ لڑائی ہوئی۔ باغیون کو شکست ہوئی۔ وہ ایسے بے اوسان بھاگے کہ ان کو آگا پیچھا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ نہ تن کی خبر تھی نہ سر کی۔ بہادر خان کا گھوڑا چراغ پا ہوا وہ زندہ گرفتار ہوا علی قلیخان کے تیر پر تیر لگا وہ ہاتھی سے گرا۔ ایک فیلبان نے اپنے ہاتھی کے پاؤن سے کچل ڈالا۔

اسی فیلبان سے علی قلیخان نے کہا کہ مین بڑا آدمی ہون اگر زندہ مجھے پادشاہ پاس لے جائیگا تو بڑا انعام پائیگا۔ مگر اس نے مکار سمجھکر کچھہ خیال نہ کیا۔ پادشاہ علی قلیخان کا حال پوچھتا تھا کہ بہادر خان کو نظر بہادر پکڑ کر پادشاہ کے روبرو لایا اُسے پادشاہ نے کہا مین نے تیرا کیا کیا تھا جو یہ تلوار مجھپر تو نے کھینچی۔ ندامت اور خجالت کے سبب سے اُس کو کچھہ اور جواب نہ بن آیا سوائے اسکے کہ اس نے کہا کہ الحمدللہ اس آخری وقت مین اس پادشاہ کا دیدار نصیب ہوا جسکی ذات گناہون کی عفو کرنے والی ہے۔ پادشاہ نہین چاہتا تھا کہ اس کو نیست کرے۔ مگر اولیا دولت نے بہت کہہ کر پادشاہ سے حکم دلایا کہ اُس کے تن کو سر سے تلوار نے ہلکا کیا۔ پادشاہ کو علی قلی خان کے حال دریافت کرنے کی بڑی جستجو تھی۔ کوئی کہتا بھاگ گیا کوئی کہتا کہ لڑائی مین مارا گیا۔ جب اس کا فوجدار ارباب خان آیا تو اُس نے کہا کہ اس کو ہاتھی نے مار ڈالا۔ تو پادشاہ نے حکم دیا کہ ان نمک حرام ملعون کا سر جو لائے۔ تو وہ ایک مُہر طلا پائے۔ اور جو ہندوستانیون کا ایک سر لائے وہ ایک روپیہ انعام پائے۔ عوام سرون کے پیچھے دوڑے۔ علی قلیخان کا سر ایک شخص لایا اسکے خواجہ سرا نے اسے پہچانا اور بتایا کہ وہ ہمیشہ پان بائین دانتون سے کھاتا تھا دیکھو کہ اسطرف کے دانت اس کے سیاہ ہون گے اس کے دیکھنے سے یقین ہو کہ یہ اُسی کا سر ہے۔ پادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اولیاء دولت جنہون نے جانسپاری اور حق گذاری کی تھی ان کو ازدیاد مناصب اور اعتلائے مراتب سے سرافراز کیا۔ فتحیابون کے ساتھ علی قلیخان و بہادر کے سرون کو آگرہ۔ دہلی۔ ملتان اور ممالک محروسہ مین بھیجا۔ یہ فتح الہ باس کے پاس قصبہ سکراول مین ہوئی تھی وہان ایک شہر آباد کر کے اس کا نام فتحپور رکھا۔ پھر پادشاہ الہاباس گیا۔ راہ مین اور باغیون کے جرم عفو کرتا گیا۔ بہادر خان کی عورتین اور پاترین پادشاہ کے ہاتھ آئین بنارس مین پادشاہ گیا تو نادانی سے شہر کا دروازہ لوگون نے بند کر دیا۔ اس لیے پادشاہ نے شہر کو کچھہ لٹوایا تھا پھر منع کر دیا۔ شہاب خان کو جونپور کی حراست کے لیے اور قلیچ خان کو سرہرپور بھیجا۔ بعضے اوزبک وہان تھے۔ بنارس مین تین روز رہ کر پادشاہ جونپور مین آیا۔ یہان کی رعایا کہ بہت دنون سے لگدکوب مین آرہی تھی انکے حال پر عنایت کی۔ پھر کڑہ مین وہ آیا۔ پادشاہ نے

جاگیرداروں کو اپنی اپنی جاگیروں مین بھیجدیا۔ اور منعم خان خانخانان کو آگرہ سے بلایا بعض نامی باغی پکڑے آئے وہ ہاتھیوں کے پیروں تلے کچلے گئے۔ بعدازان سب باغیوں کے معافی جرائم کا اشتہار دیدیا
آگرہ سے جب منعم خان کڑہ کے قریب بادشاہ پاس آگیا تو اُس کو تمام محال جاگیر علی قلیخان بہادر خان اور جونپور و بنارس و غازی پور سے لیکر آب خوشاب تک تفویض ہوئے خود بادشاہ آگرہ مین ۱۸ محرم سنہ ۹۷۵ھ کو آگیا۔ فتح اکبر مبارک اسکی تاریخ ہوئی۔
اسکندر خان کے سر پر جو سپاہ بسرکردگی محمد قلیخان برلاس بھیجی گئی تھی اُس کا احوال یہ ہے کہ وہ کوچ بکوچ یکشنبہ ۷ ذی الحجہ شہر اودہ کے میدان مین پہونچی اس لشکر کے آنے سے اسکندر خان قلعہ اودہ مین متحصن ہوا۔ امرا نے اس کا محاصرہ کیا اور اپنے مورچل قائم کئے اور لڑنا شروع کیا شہر کے پہلو مین ایک تل (ٹیلہ) بلند تھا جس کا نام سرگ دواری تھا اور وہ قلعہ و شہر دونون کا سرکوب تھا۔ اسکندر اپنے ہمراہیوں کی ایک جماعت کو اس مقام پر لے گیا اور وہان توپ اور بندوق سے لڑنا شروع کیا۔ اول اس مقام کو محمد قلیخان برلاس نے بڑی دلیری اور جوانمردی سے چھین لیا جب اوزبک اس ٹیلہ سے نیچے گرے تو بڑے سراسیمہ ہوئے۔ اس اثنار مین بادشاہ کے لشکر کے فتح کی اور علی قلیخان اور بہادر کے قتل کی خبر اندر اور باہر مشہور ہوئی جس سے اولیاء دولت کا استظہار ہوا اور اعدا کی کمر ٹوٹی۔ اسکندر خان نے اس خبر کو مخفی کیا گو اس کا اشتہار ہو گیا تھا۔ اور امراء شاہی سے صلح کی گفتگو شروع کی اور اس مین ردّوبدل ہوتی رہی۔ اسکندر نے متذبذب ہو کر اولیاء دولت کو حرف و حکایت مین لگایا اور خود رات کو قلعہ کے ایک دروازہ سے نکل کر کشتی مین بیٹھ دریا سے عبور کیا اور گرداب خطر سے نیم جان نکل گیا۔ جب اولیاء شاہی کو اسکے بھاگنے کی خبر ہوئی تو انہون نے شہر پر قبضہ کیا۔ اسکندر نے دریا مین اسطرف کشتیاں نہین چھوڑی تھین۔ اس لیے بادشاہی لشکر کو تو ان کشتیون کے جمع کرنے مین دو تین روز کا توقف ہوا اس اثنار مین اسکندر نے اہل و عیال کی طرف سے خاطر جمع کرکے پیغام بھیجا کہ مین اپنے عہد پر قائم ہون۔ راجہ ٹودرمل کی اور اسکی ملاقات کشتی مین

ہوئی مگراس ملاقات کا نتیجہ نقش برآب اورگرہ بر باد تھا۔ اولیاء دولت نے قسمین کھائین اور لوازم استمالت کو بجالائے مگر اسکندر اپنے قول پر نہ قائم رہا اور کہنے لگا کہ مجھ سے ایسی تقصیرات سرزد ہوئی ہین کہ بادشاہ کی درگاہ مین جانے کی دلیری نہین کرسکتا۔ مناسب یہ ہے کہ بوسیلہ استغفار جرائم کے میری جاگیر کو بحال کرادو اور کوئی خدمت اس صوبہ مین نامزد کراو۔ تاکہ نیک خدمتی کی دستاویز پر بادشاہ کی سعادت ملازمت حاصل کردن۔ غرض یون ہی باتین بناکر وہ گورکھپور چلا گیا۔ بادشاہ نے بھی یہ سمجھ کر کہ وہ ممالک محروسہ سے باہر چلا گیا اس کا کچھ تعرض نہ کیا اور اس کی تمام جاگیر محمد قلی برلاس کو عنایت کی۔

اسکندر خان اوزبک سلیمان کررانی حاکم بنگالہ پاس گیا۔ کچھ دنون وہان وہ رہا۔ افغانون نے اس کا اپنے پاس رکھنا مناسب نہ جانا اسکی گھات مین لگے کہ اسکندر خان نے منعم خان سے التجا کی جو کچھ مجھ سے ہوا نادانستگی مین ہوا۔ مین اس سے خجل ہون۔ اگر اس خاصی کی درگاہ والا مین شفاعت کرادیجیے تو اس دنیا مین میری زندگی ہوجائے اور زندگانی باقی بھی ہاتھ آئے۔ منعم خان نے اس کے نوشتہ کو اپنی عرضداشت کے ساتھ بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے فرمان اُسکے امیدوار ہونے کا بھیجا وہ خود اور یوسف ولد سلیمان اوزبک کو ہمراہ لیکر ایلغار کرکے بادشاہ پاس چلا آیا۔ افغانون کو خبر بھی نہوئی۔ اسکی تقصیر معاف ہوئی۔ تھوڑے زمانہ مین ممالک شرقیہ مین سرکار لکھنؤ سکندر خان کو عنایت ہوئی۔

سال دہم ۹۷۲ھ کے واقعات مین سے یہ ہے کہ بادشاہ نے حسن خان خزانچی کو ولدیت اڑیسہ مین کہ ہندوستان کے شرقی اور جنوبی سمت مین واقع ہے اور جس زمانہ سے کہ ہندوستان فتح ہوا ہے کسی سلاطین اسلام کا پرتو بھی اسپر نہین پڑا اور ولایت اڑیسہ کے فرمان روا ہمیشہ باعتبار اقتدار کے ممتاز رہے خصوصًا راجہ مکند جو بالفعل یہان فرمان روائی کرتا تھا افغانون کا تسلط جب سے کہ بنگالہ پر ہوا تھا اُنکے دل مین اس ملک کے فتح کرنے کی تمنا تھی لیکن یہ امید اُنکی بر نہ آئی۔ اس لیے کہ اسکے گرد بڑے بڑے عقبات خطرناک اور پست و بلند پہاڑ اور جنگل سخت دشوار

گذارتے تھے کہ پادشاہون کو اس مملکت پر دست تصرف پہنچنا مشکل تھا اور اس سرزمین لشکر لے جانا متعسر تھا۔ جو شخص ولایت بنگالہ سے بھاگ کر جگناتھ کے راجہ پاس چلا جاتا پھر والی بنگالہ کے ہاتھ وہ نہ آتا۔ چنانچہ راجہ کی پناہ مین ابراہیم سور گیا راجہ نے اڑیسہ مین کچھ ملک اسکو دے دیا۔ ہرچند سلیمان کررانی نے اسپر تسلط پانے کے لیے سر پٹکا مگر کچھ نہ کر سکا بلکہ اس سے ڈرتا رہا۔ جب پادشاہ جونپور مین تھا تو اسے حسن خان خزانچی کو اور مہاپاتر کہ فنون شاعری سے ماہر اور موسیقی مین بے مثل تھی بہانگے راجہ پاس بھیجا کہ وہ اختیار کرے۔ راجہ نے ان دونون کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور پادشاہ کی بندگی اختیار کی۔ اور عریضہ بھیجا کہ اگر سلیمان پادشاہ کی اطاعت نہ اختیار کرے اور علی قلیخان سے ارتباط پیدا کرے تو مین ابراہیم جو اس کا خصم دعویدار سلطنت ہے ساتھ لے کر بنگالہ مین جاؤن اور سلیمان کے لیے وہ کارپردازی کرون کہ اور فتنہ انگیزون کو عبرت ہو۔ راجہ نے تین مہینے کے بعد حسن خان اور مہاپاتر کے ساتھ اپنا ایلچی اور ہاتھی پیشکش بھیجے۔

واقعہ عبد المجید خان کا ولایت پنہ فتح کرنا ۹۶۹

خواجہ عبد المجید خان دیوان قوم کا تاجیک تھا۔ اہل قلم کے طبقہ مین داخل تھا۔ مگر قلم سے سیف پر بقضائے عدالت ترقی کیا تھا اور سیف و قلم کا جامع اور طبل و علم کا صاحب ہوا تھا۔ خطاب آصف خانی رکھتا تھا۔ تیغ زنی مین ترک اس کا لوہا مانتے تھے۔ وہ کڑہ مین کہ ایک ولایت وسیع ہے جاگیر رکھتا تھا تو اس نے اپنی کاروانی اور کارطلبی کے سبب سے خود یہ ارادہ کیا کہ وسیع مملکت پنہ کو اپنے تصرف مین لائے۔ رامچندر یہان کا راجہ تھا مدتون سے اسکے باپ دادا یہان راج کرتے چلے آتے تھے۔ آصف خان نے اسکو نصائح ارجمند کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ اب آپ کلاہ سری کو سر سے اتار دیجئے اور حلقۂ عبودیت گوش اطاعت مین پہنئے ممالک محروسہ کے خراج گذارون مین آکر امن و امان سے کامیاب ہوجیے۔ غازی خان سوری کو جو پادشاہ سے باغی ہوکر آپ سے ملا ہے بھیج دیجئے۔ مگر راجہ اس اطاعت و عبودیت کی درخواست سے اور زیادہ مغرور ہوگیا اور جنگ پر آمادہ ہوا۔ آصف خان شائستہ سامان کے ساتھ اسکے سر پر چڑھ گیا۔ راجہ نے بھی غازی خان سوری کو ساتھ لیا اور راجپوت و افغانون کا لشکر لے کر لڑنے کو کھڑا ہوا۔ طرفین کے لشکرون نے جنگ مین جان لڑائی بے اندازہ ردوگیر کے بعد آصف خان

غالب آیا۔ راجہ رامچندر شکست پاکر قلعہ باندھو مین کہ یہان کے قلعون مین سب سے زیادہ مستحکم ہے متحصن ہوا بہت غنیمت پادشاہ کے لشکر کے ہاتھ لگی اور نامور راجاؤن کی استدعا اور استشفاع سے پادشاہ کا فرمان صادر ہوا کہ راجہ رامچندر نے ہماری اطاعت اختیار کی ہے اور وہ ہمارے پاس آنے کو ہے اس لیئے اسکے ملک پر کوئی تاخت نہ کرے اس فرمان کے مطابق آصف خان وہان سے مراجعت کر کے اپنی جاگیر مین آیا۔

خواجہ عبدالمجید آصف خان کا ولایت گڈہ کتنگہ کو فتح کرنا سنہ ۹۷۱ھ

خواجہ عبدالمجید آصف خان نے اپنی حسن خدمت سے ولایت گڈہ کو تھوڑے اہتمام سے فتح کر لیا ہندوستان مین ممالک وسیع ہین ان مین ایک ملک کو گونڈوانہ کہتے ہین جس مین قوم گونڈ بستی ہے۔ اس قوم مین آدمیون کی تعداد کثیر ہے۔ اکثر وہ جنگلون مین رہتے ہین۔ یہین وہ توطن اختیار کر کے اکل و مشارب و مناکح مین سرگرم رہتے ہین۔ یہ قوم ہندوؤن کی رذیل قومون مین سے ہے۔ ہندو اس قوم کو دین و دنیا کے قوانین اور آداب سے باہر جانتے ہین اور کمین ذات سمجھتے ہین۔ اس ولایت کے مشرق مین رتن پور کہ ولایت جھاڑ کھنڈ مین سے ہے متصل ہے اس کے مغرب کو اتصال رائے سین سے ہے جو صوبہ مالوہ کے مضافات مین سے ہے اس کا طول ڈیڑھ سو کوس ہے اسکے شمال مین ولایت پٹنہ ہے اور جنوب مین دیار دکن عرض اسی کوس۔ اس ملک کو ولایت گڈہ کتنگہ کہتے ہین۔ ایک ملک وسیع ہے جسمین بڑے بڑے قلعے و حصن بلند واقع ہین اور شہر و قصبات آباد ہین۔ ستر ہزار دہات اسمین بستے تھے۔ سب شہرون مین بڑا شہر گڈہ ہے اور کتنگہ ایک گاؤن کا نام ہے۔ ان دونون اسمون کے ساتھ ملکر یہ ملک موسوم ہوا ہے اس کا دار الحکومت قلعہ چوراگڈہ ہے۔ پہلے زمانہ مین یہان راجہ ایک نہین ہوتا تھا بلکہ بہت سے راجا و رائے راج کرتے تھے۔ اب بھی گو نظم و نسق سابق درہم و برہم ہو گیا ہے انکے راجہ ہین۔ گڈہ کا راجہ۔ کرولا کا راجہ۔ ہریا کا راجہ۔ سلواتی کا راجہ۔ دانگی کا راجہ۔ کتھولا کا راجہ۔ گڈہ کا راجہ۔ منڈلا کا راجہ۔ دیوہار کا راجہ۔ لانجی کا راجہ۔ سپاہ اس ملک مین زیادہ تر پیادہ پا ہوتی ہے اور سوار کم۔ ہندوستان مین جب سے مسلمانون کی حکومت ہوئی تو انھون نے ان راجاؤن کے

مستحکم قلعون کے فتح کا ارادہ کیا۔ خیال تک نہین کیا ان دنون مین کہ آصف خان جاگیردار کرطمہ ہوا ولایت پنہ کو فتح کیا۔ تو اس ملک مین رانی درگاوتی راج کرتی تھی۔ شجاعت وسخاوت و تدبیر مین نامور تھی اور اپنی صفات برگزیدہ کے سبب سے سارے ملک کو اپنی قلمرو مین رکھتی تھی۔ ۲۳ ہزار آباد موضع اسکے تصرف مین تھے۔ بارہ ہزار موضعون مین اسکے شقدار (تحصیلدار) رہتے تھے اور باقی موضع آباد تھے جن کے راجہ سب اسکے مطیع تھے۔ اس کا شوہر یہان کا راجہ دلپت تھا جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا بیرنارائن پانچ برس کا جانشین ہوا۔ اور رانی درگاوتی نے راجہ ادھار کا بیٹا اور راجہ مان برہمن کو اپنے ساتھ شریک کرکے راج کے سارے کاروبار کا اہتمام اپنے ذمہ لیا جنہین وہی غالب رہی۔

لوازم شجاعت مین وہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی تھی اپنی عقل دوراندیش سے عجیب عجیب کام کرتی تھی۔ باز بہادر سے بہت دفعہ بڑی بڑی لڑائیان لڑی اور ہر ایک حرب مین غالب رہی۔ بیس ہزار سوار و ایک ہزار ہاتھی اپنے پاس جمع کر لیے۔ سارے راجاؤن کے خزانہ اسکے ہاتھ آئے تیر و بندوق خوب لگاتی تھی۔ ہمیشہ شکار کو جاتی تھی اور جانورون کو بندوق سے شکار کرتی تھی یہ اسکی عادت تھی کہ جب وہ سنتی کہ کہین شیر آیا ہے تو جب تک اُس کو بندوق سے نہ مار لیتی پانی نہ پیتی غرض اسکی بزم اور رزم دونو کی داستانین ہندوستان مین بہت مشہور ہین خوشامدگویون کے سبب سے اس کو اپنی ظاہری کامروائی پر غرور ہو گیا تھا۔

جب آصف خان نے پنہ کو فتح کیا تو درگاوتی کو اپنے لشکر و شجاعت و عقل پر ایسا بھروسہ تھا کہ وہ اپنے زبردست ہمسایہ سے ذرا خوف نہین کرتی تھی۔ آصف خان نے اس ہمسائگی کی حالت مین ملائمت و موانست کا طریقہ جاری رکھا۔ جاسوسون اور ہوشیار تاجرون کو بھیجکر اسکے مداخل و مخارج کا واقعی حال دریافت کر لیا کہ اس رانی کے پاس بہت خزانے اور دفینے ہین تو اس بلاد کی عروس کے ہم آغوش کرنے کا اور اس کے ساتھ کدخدا ہونے کا خیال وہ دل مین لایا اول لہو ولعب کے طور پر اس شاہد کے خط و خال پر دست درازی شروع کی اور سرحد کے مواضع و قریات کو تاخت

وتاراج کرنا آغاز کیا۔ اسی سال ۹۷۱ھ مین پادشاہ کے حکم سے دس ہزار پیادے اور سوارے گرگڈہ کی تسخیر
کا ارادہ کیا۔ اور حدود کے جاگیرداروں محب علی خان و مراد خان و وزیر خان و بابائے قشقال وغیرہ اور ایک جماعت
کثیر کو جمع کیا۔ رانی کامرانی کے ساتھ بے خبر راج کر رہی تھی کہ اُس کو خبر لگی کہ لشکر شاہی دموہ مین آپہنچا
اسکی عملداری مین یہ بڑا شہر تھا۔ اس سے اسکی کلول مین غلہ... لگا لشکر اس کا گرد آوری کے لیے
اور اپنے اہل وعیال کو کسی امن مین پہونچانے کے لیئے متفرق ہوا۔ رانی پاس پانچسو آدمی رہگئے۔ اسپر
بھی رانی اپنی جرارت پر اعتماد کرکے پادشاہ کے لشکر کے مقابل لڑنے کھڑی ہوئی غرور کا قاعدہ ہی کہ
تہوّر پیدا کر دیتا ہے۔ راجہ ادہار نے جو اشغال حکومت کا متکفل تھا خیراندیشی سے رانی سے اپنے لشکر
کے متفرق ہونے کا اور شاہی لشکر کے متفرق ہونے کا اور شاہی لشکر کے زیادہ ہونے کا حال بیان
کیا تو رانی نے جواب دیا کہ اس لشکر کا برہم زدہ ہونا تو تیری بیوقوفی کے سبب سے ہی۔ مین نے مدتون
اس دیار مین ریاست کی ہے۔ بھلا میری طبیعت مین بھاگنے کا خیال کب آسکتا ہے۔ بیعزت جینے
سے باعزت مرنا خوشتر ہے۔ اگر پادشاہ دادگر یہان ہوتا تو مین اُسکے پاس جاتی۔ یہ لوگ میری قدر
کیا جانین یہی بہتر ہے کہ جوانمردانہ مرجاؤن۔ چار منزل وہ پادشاہ کے لشکر سے لڑنے چلی تو دو ہزار آدمی
اس پاس جمع ہوئے۔ آصف خان نے دموہ مین توقف کیا۔ اعیان دولت نے رانی سے متفق ہوکر کہا
کہ جنگ کرنا مستحسن ہے۔ مگر سرشتہ تدبیر کو ہاتھ سے دینا شجاعت و فرزانگی کا آئین نہین ہے۔ چند روز
مضبوط مقامون مین ٹھیرکر انتظار کرنا چاہیے کہ متفرق لشکر جمع ہوجاوے۔ رانی یہ بات سُنکر گڈہ کے
مغرب رویہ ایک درخت زار مین چلی گئی۔ شمال رویہ اسکے ایک اور درخت زار تھا اسمین وہ آہستہ آہستہ
روانہ ہوئی اور موضع نرہی مین کہ گڈہ کے مشرق رویہ ہی پہنچی وہان آدمیونکی درآمد و برآمد دشوار تھی۔ چارونطرف
اسکے اونچے اونچے پہاڑ تھے ندی گور اسکے آگے تھی ایک جانب اسکے دریاے نربدا بہتا تھا۔ نہایت تنگ ہولناک
ایک گریوہ تھا جس کو دریا پار جا کر طے کرنا پڑتا تھا تو اُس ضلع پر رسائی ہوتی تھی آصف خان دموہ مین رانی کے آنے
کی خبر سُنکر ٹھیرا۔ اسکو نہ معلوم ہوا کہ رانی کہان غائب ہو گئی یہ ملک ایسا تھا کہ اسمین کسی کا پتا لگانا دشوار تھا
آخر وہ گڈہ مین آیا مواضع و قریات پر عمل دخل شروع کیا۔ رانی کی خبر پاکر اسکے پیچھے گیا۔ اسکی رانی کو خبر ہوئی

تو اُس نے اپنے لشکر کے سرداروں کو بلاکر مشورہ کیا کہ اگر کسی اور جگہہ جانا مصلحت ہو تو بتاؤ کہ لشکر کے جمع ہونے تک وہان بسر کرون - میرے دل مین تو یہ ارادہ ہی - کب تک درختون کی پناہ مین بسر کرونگی - میدان جنگ مین چلکر بسر کرون جس کا جی چاہے میرے ساتھ چلے اور نہین اپنی راہ لے میری طرف سے اس کو اجازت ہی - لڑائی مین ان دو صورتون کے سوا کہ مرنا ہے یا فتح پانی کوئی اور تیسری صورت نہین ہے آخر سب آدمیون نے اس کا ساتھ دیا - پانچ ہزار آدمی اس پاس جمع تھے - نظر محمد اور آق محمد نے اور بہادرون کی جمع کثیر نے سر گریوہ کو کہ نکلنے کی جگہہ تھی بزور لے لیا - رانی سلاح در بر مغفر بر سر ہاتھی پر سوار اپنے بہادرون کے ساتھ جنگ پر مستعد ہوئی - شائستہ طور پر آہستہ آہستہ روانہ ہوئی - دلیرون اور دلاورون سے کہتی تھی آگے بہت تیز نہ بڑھو - دشمن کو آگے آنے دو - غرض ایک جنگ عظیم ہوئی - بہت آدمی مارے گئے تین سو مغل قید ہوئے - اور رانی غلبہ کر کے بھگوڑون کا تعاقب کیا - اور گریوہ سے باہر آئی - دن ختم ہونے کو تھا رانی نے پوچھا کہ کیا صلاح ہے - ہر شخص نے اپنی مردانگی کے موافق بات کہی - رانی نے کہا کہ آج ہی کی رات شب خون مار کر دشمن کا کام تمام کرنا چاہیئے - اگر یہ نہین منظور تو رات کو آرام کرکے صبح کو آمادہ جنگ ہون - مگر اس مین یہ خوف ہے کہ اس گریوہ کے سر پر آصف خان قبضہ کرے گا - تو پچا لگا دے گا - پھر آسان کام مشکل ہو جائیگا کوئی اسکی صلاح سے متفق نہوا - وہ رات کو ٹھیرے - رانی نے ماتم رسیدون کو پرسہ دیا گھر آئی تو بعض اپنے دلی دوستون سے شبخون مارنے کے لیے کہا - مگر کسی نے اس کا کہا نہ مانا صبح کو وہی ہوا جو اس نے کہا تھا - رانی ہاتھی پر سوار ہوئی اور ہاتھیون کو اپنے اپنے مقام پر کھڑا کیا اور لڑنا شروع کیا مردانہ حملے کیے - عجب کارنامے دکھائے - تیسرے پہر تک ہنگامہ جنگ گرم رہا - رانی کے بیٹے راجہ بیر ساہ نے تین دفعہ بادشاہ کے لشکر کو بھگا دیا - مگر آخر کو وہ زخمی ہوا جب رانی کو بیٹے کا یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے کہا کہ اسکو میدان جنگ سے لے جا کر کسی امن مین بھیجدین - اس حکم کی تعمیل سے لشکر مین سے ایک جماعت کثیر میدان جنگ سے نکل گئی اور لشکر مین فتور پڑا - تین سو آدمی اسکے پاس رہ گئے مگر اسکے عزم مین کچھ سستی نہین ہوئی اپنے بہادرون کو جنگ مین سرگرم کرکے اہتمام کرتی -

تھی کہ ناگاہ کمان کے قضا خانہ سے ایک تیر اسکی کنپٹی مین لگا۔ اسنے حرکت کرکے اس تیر کو زور سے کھینچکر نکال لیا مگر اس کا پیکان اندر رہا وہ نہ نکلا۔ دوسرا تیر آن کر گردن مین لگا۔ اس کو بھی اپنی ہمت سے نکال لیا۔ مگر درد کی افراط سے غشی نے غلبہ پایا جب رفتہ رفتہ ہوش مین آئی تو ادھار کو کہ جو قوم سے بگھیلا تھا اور شجاعت اور یکجہتی مین امتیاز رکھتا تھا اور اسکے آگے ہاتھی پر بیٹھا تھا اس نے مخاطب ہوکر کہا کہ مین نے اسلئے تجھے تربیت کیا تھا کہ کسی دن کام آئے آج وہ دن ہی کہ جب تک مین مغلوب ہوئی ہون مبادا ناموس وننگ مین مغلوب ہون اور مخالف کے ہاتھ لگون حق نمک ادا کر۔ اور اس خنجر آبدار سے میرا کام تمام کر۔ ادھار نے کہا کہ مجھ مین کہان توانائی ہے کہ اس کام کو کرون جس ہاتھ نے عطیے لئے ہون وہ ایسا کار دوراز کار کب کرسکتا ہے۔ مگر ہان مجھ سے یہ ہوسکتا ہے کہ اس معرکۂ جانکاہ سے باہر لے جاؤن۔ اس فیل بادرفتار پر مجھے بھروسہ ہے۔ جب دھار کی نرم ولی کی یہ بات سُنی تو اسنے دشنام اس کو دی کہ مجھپر یہ عار تو گوارا کرتا ہے اور خنجر لے کر اپنا کام تمام کیا مردانہ اس دنیا سے رخصت ہوئی اور اس کے وفادار دوستون نے بھی وفاداری کرکے اپنی نقد حیات کو اس کے کام مین صرف کیا۔ آصف خان کو ایک فتح بزرگ حاصل ہوئی ہزار ہاتھی اور بہت سا مال ہاتھ آیا۔ ملک وسیع ممالک محروسہ مین داخل ہوا رانی کی مدت حکومت سولہ برس تھی۔

جب رانی کی حکومت رانی ٹھنڈی ہوئی آصف خان نے دو مہینے کے بعد قلعہ چوراگڈھ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ۔ دفائن۔ نفائس جواہر سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے راجاؤن کے زمانہ دراز کی کمائی یہان اندوختہ تھی جسکو وہ اپنی سلامتی کا سبب سمجھتے تھے اب وہ ہلاکت کا سبب ہوئی پادشاہ کی سپاہ نے ان خزانون کی طمع مین قلعے کے فتح کرنے مین جان لڑادی۔ رانی کا بیٹا کہ جنگ گاہ سے یہان قلعہ مین آیا تھا کچھ تھوڑا سا لڑا تھا کہ قلعہ فتح ہوگیا۔ اور راجہ مرگیا۔ بھوج کا یتھ اور میان بھکاری رومی کو ہندوستان کے راجاؤن کی رسم کے موافق جوہر (جیوہر) کی رسم کا مہتمم مقرر کیا چوب و پنبہ و خس و روغن اور اس قسم کی چیزین جمع کین اور خواہی نخواہی عورتون کو اسمین دھکیل خاکستر کیا جس کسی عورت نے اسمین تقاعد کیا اسکو بھوج نے مار ڈالا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ خرمن گل سب

خاکستر ہو گیا اور اس کو ٹٹولا تو دو آدمی زندہ نکلے۔ لکڑیاں اُنپر ایسی حائل ہوئین کہ آگ سے بچا دیا۔
ایک اُن مین رانی کی بہن کملاوتی اور دوسرے پراگڈھ کے راجہ کی بیٹی تھی یہ دونون عورتین کہ طوفان
آتش سے زندہ بچین پادشاہ کی خدمت مین بھیجی گئین۔

القصہ جب قلعہ فتح ہوا تو سونا چاندی۔ زر مسکوک و غیر مسکوک و مرصع آلات و جواہر و لآلی و ہیاکل و تماثیل
و اصنام مرصع مکلل۔ جانورونکی صورتین ساری سونے کی بنی ہوئین۔ اور اور نفائس و اجناس بے حساب
آصف خان اور اُسکے آدمیون کے ہاتھ آئے۔ کہتے ہین کہ آصف خان کے فقط حصے مین سو دیگین
اشرفیون کی سوا اور بہت اسباب کے ہاتھ آئین۔ جب آصف خان کو ایسی دولت ہاتھ لگی کہ
جس سے وہ صاحب خزائن و جواہر ہو گیا تو اس کا اعتبار بہت بڑھ گیا۔ مگر اُسکی عقل درست نہ تھی
اس بادۂ ہوش ربا نے اُسکا حوصلہ ظاہر کر دیا کہ ان نفائس اجناس و نشر الف جواہر مین سے پادشاہ
پاس کچھ نہ بھیجا۔ اسمین نہ اخلاص تھا نہ انصاف نہ یہ سمجھا کہ اس حرکت سے میرا ادبار آئیگا ہزار ہاتھیون میں سے
دو سو پادشاہ پاس بھیجے۔ باقی ہاتھیون کو ہضم کر گیا اور ساری دولت و جواہر کو خاک پوش کیا۔ او
گڑھ اور گڑھ مین تکیہ لگا کے حکومت کرنے لگا۔

جب پادشاہ تیسری دفعہ علی قلیخان زمان کی تادیب کے لیے جونپور کی جانب گیا ہی تو اس نے آصفخان
کو بلایا وہ پادشاہ سے آن کر جونپور مین ملا۔ پادشاہ نے اُسکو سپاہ مین منصب ارجمند و پایہ عالی دیا۔ مگر
خیانت گزین کو ہمیشہ خوف دامنگیر رہتا ہے وہ فتنہ اندوزونکی باتون مین آنکر گڈھ کو بھاگ گیا۔ اس نے
اپنی کوتاہ خردی اور خست نفس و کفران نعمت کے سبب سے چوڑاگڈھ کے خزانون کو چھپایا تھا۔ ہرچند
اہلکاران سلطنت کو وہ رشوت دیتا تھا۔ مگر اُن حریصون کا پیٹ تو خاک سے بھی نہین بھرتا اس لیے
یہ رشوت کام نہ آئی۔ یہ رشوت خوار ہمیشہ اس کو رمز دا یما مین ایسی باتین سُناتے رہتے تھے جس سے
اس کو توہم رہتا۔ انہی دنون مین کہ لشکر شائستہ پادشاہ نے اُسے عنایت کیا تو بڑے بڑے آدمیون کو
اُسپر حسد ہوا۔ تسویلات و تذویرات مین کوشش کرنا اُن کا کام ہی ہوتا ہے۔ اسکے ناقص ورک معاملہ
نافہم۔ فتنہ اندوز دوستون نے ایک بات کی ہزار باتین دو رویہ بنائین کہ جن سے وہ بے دل ہوا

روز یکشنبہ ۱۰ صفر ۹۷۳ھ کو مع اپنے بھائی وزیرخان کے ولایت گڈھہ کیطرف چلا اور سب اسباب و خیمہ یہین چھوڑ دیا - پادشاہ کو جب یہ خبر ہوئی تو شجاعت خان کو مع اور بہادرون کے اسکے تعاقب مین بھیجا - گنگا کے کنارہ پر اسکی آصف خان سے خوب بندوق چلی - مگر رات ہوگئی تھی اس لئے آصف خان گڈھہ کو بھاگ گیا اور شجاعت خان اس کا تعاقب مشکل سمجھا وہ پادشاہ پاس چلا آیا -

جب پادشاہ آگرہ مین آیا تو اس نے آصف خان کی جونپور سے بھاگ جانے کے سبب سے مہدی قاسم خان کو ملک گڈھہ کی حراست کے لیے متعین کیا کہ وہ جاکر وہان بندوبست کرے اور آصف خان کو پکڑ کر بھیجدے مہدی قاسم خان شائستہ آئین کے ساتھ لشکر لے کر چلا تھا اور ہنوز گڈھہ مین نہ پہنچا تھا کہ آصفخان خبردار ہوکر تحسر و تاسف کے ساتھ ولایت گڈھہ کو چھوڑ کر وحشیون کی طرح جنگل کو چلا گیا - مہدی قاسم خان گڈھہ پر باستقلال متصرف ہوا اور آصف خان کے پیچھے پڑا - علی قلی خان ہمیشہ اس تدبیر مین رہتا تھا کہ آصف خان کو اپنا دوست بنائے رکھے اس نے اس حالت مین اسکو خطوط لکھے - وہ مع اپنے بھائی وزیرخان کے جونپور مین علی قلی خان سے جا ملا - مہدی قاسم نے ولایت گڈھہ کا انتظام کرلیا

جب علی قلی خان کی کمند خدعیت اور دام صحبت مین آصف خان پھنسگیا تو اس کو یہ صحبت نوش نہ آئی اور علی قلیخان کے تکبر بیجا اور ترفع بے معنے سے وہ رمیدہ خاطر ہوا - علی قلیخان طمع سے اسکے اموال کی تاک مین لگا - آصف خان بھاگنے کی فرصت پانے کا منتظر رہتا تھا - اس اثنا مین علی قلیخان نے آصف خان کو بہادرخان کے ہمراہ بھیجا - وزیرخان کو اپنے پاس رکھا - وزیرخان نے حقیقت حال اپنے بھائی کو لکھی اور دونون بھائیون نے مل کر ٹھیرالیا کہ کب فرار کرینگے - ایک رات بہادرخان سے آصف خان نے جدا ہوکر کڑہ مانک پور کی راہ لی - اور وزیرخان بھی اسی راہ پر جونپور سے بھاگا - بہادرخان کو جب آصف خان کا حال معلوم ہوا تو اسنے تعاقب کیا اور قلعہ جناوہ پر اسے جالیا - دونون مین لڑائی ہوئی - آصف خان شکست پاکر گرفتار ہوا - بہادرخان نے اس کو عماری دار فیل پر سوار کرکے روانہ کیا - بہادرخان کے آدمی تو لوٹنے مین لگے کہ وزیرخان اور اس کا بیٹا بہادرخان آن پہنچے اور انھون نے مستعد ہوکر بہادرخان کے آدمیون کو پریشان کردیا - بہادرخان نے حکم بھیجا کہ ہاتھی پر آصف خان کا

مہدی قاسم خان کا ولایت گڈھہ مین مقرر ہونا

آصف خان کا قصور معاف ہونا

کام تمام کرین - دو تین تلوارین اُسکے لگین اور تین انگلیان اسکی اور ٹکین اور ناک پر زخم آیا کہ اسکے بھائی اور بھتیجے نے ایسی بہادری کی کہ اُس کو چھڑا لیا اس کارزار مین بہادر پسر وزیرخان نے بڑے کارنمایان کیے - یہ سب حدود کترہ مین آ گئے آصف خان نے پادشاہ کی خیرخواہی کا سچے دل سے ارادہ کر کے اپنے بھائی وزیرخان کو مظفر خان پاس اُس وقت بھیجا کہ پادشاہ پنجاب کو جاتا تھا مظفرخان نے پادشاہ سے عرض معروض کر کے اُسکی تقصیرات کو معاف کرایا - اور آصف خان کے نام فرمان بھجوایا کہ وہ بالفعل حدود مانکپور مین مجنون خان قاقشال کے ساتھ رہے اور جب ہم آگرہ مین آئین تو وہ ہماری خدمت مین حاضر ہو -

پادشاہ کی نیت درست و اندیشہ راست سے مہمات ملکی و مالی مربوط ہوتے ہین - جو پادشاہ صاحب اقبال ہوتے ہین وہ شوکت ظاہری اور عظمت معنوی سے اپنے تئین بھول نہین جاتے وہ دلون کے آباد کرنے مین سعی کرتے ہین خرد و بزرگ کی رفاہیت مین اونچی ہمت لگاتے ہین - اور ذاتی دولتمندی سے بقدر گنجائش مطابق اپنی نیت کے عمل کر کے اہل جہان کے پاسبان ہوتے ہین - ایزد دانا ایسے پادشاہون کے کام بناتا ہے اور دولت اور عظمت انکی بڑھاتا ہے اور ان کے مخالفون کو دو ستون سے آزار پہنچا کر اور اقسام نکبت اور انواع نکبت مین گرفتار کرا کے معدوم کرتا ہے جن کا باطن دنیا کی ہوا و ہوس سے خراب ہوتا ہے ان کے لیے برخلاف نتیجے پیدا ہوتے ہین اس کا چراغ دولت شعلۂ خس کی طرح کم بقا - نہال اقبال اُس کا سایہ درخت کی طرح زود زوال ہوتا ہے - اسکی مثیل ہم آگے بیان کرتے ہین -

گکھرون کا ملک دریاے سندھ اور دریاے بہت کے درمیان پہاڑون کے غارون و گھاٹون اور شعاب و تلال کے درمیان واقع ہے - کوہ سوالک سے لیکر کشمیر کی حدود تک انھین کا ملک گنا جاتا ہے اس ملک مین ہمیشہ انھین کا تسلط رہا - گو سلاطین ہند نے لشکر گران اور استعداد فراوان سے مدتون تک اس ملک کی امینت مین صرف کیا ہے اس کا حال پہلے بہت دفعہ لکھا گیا ہے مگر اس زمانہ ۹۷۰ھ مین پادشاہ کی حسب دلخواہ یہ کام ہو گیا اور ملک اُسکے تصرف مین آ گیا جس کا بیان آگے ہوتا ہے کہ

اور آگ کی گرمی سے جوان موضع کے اطراف مین لگ رہی تھی - کچھ آدمی اس کے درختون کے سایہ مین بیٹھے تھے - ان سے چشم پوشی کرکے بادشاہ خود لڑائی مین مصروف ہوا - بادشاہ نے دیکھا کہ ایک جیبہ پوش مقبل خان ایک کوٹھے پر ایک دشمن سے کشتی لڑ رہا ہی اور اس کو کوٹھے سے پھینکنا چاہتا ہے کہ دشمن کے اور آدمی آگئے اور اُس کا کام تمام کرنے کو ہین تو اُسنے ہاتھی بپکایا اور کوٹھے کے نیچے آن کر اپنے آدمیون کو اوپر چڑھایا - ایک آدمی خود بادشاہ کے اوپر سے چڑھا اور مقبل خان کو بچایا - دشمن کا کام تمام کیا - سرکش ایک مضبوط حویلی مین تھے بادشاہ نے خود جاکر اُس حویلی کی دیوارون کو ہاتھیون سے ڈھوایا اور ایک ہزار سرکشون کو قتل کرایا - بادشاہ کی سپر پر رجپوتون کے سات تیر لگے جس مین پانچ پانچ اُنگل اسکے اندر گھس گئے اور دو باہر لٹکتے رہے - عادل خان نے بادشاہ کو پہچانا نہین - اسکی یہ بہادری دیکھ کر کہا کہ تو اپنا نام بتا کہ مین بادشاہ سے تیری اس بہادری کا ذکر کرکے سفارش کرون - بادشاہ نے اپنی صورت اس کو دکھائی اور اس کا شکریہ ادا کیا - پہر دن باقی تھا کہ بادشاہ اس کام سے فارغ ہوا - اس سے سرکشون کو بڑی عبرت ہوئی -

کل معاملات و مہمات کابل جو اُس بادشاہ کے عہد سلطنت مین واقع ہوئے

منعم خان کا کابل مین تعین ہونا

ہم اول کابل کا بیان وہان تک بیان کر چکے ہین کہ مرزا سلیمان کا خطبہ کابل مین منعم خان نے پڑھوایا اور مرزا سلیمان بدخشان چلا گیا اب آگے داستان سنو - جب بادشاہ نے منعم خان کو بلایا تو اسنے کابل اپنے پسر غنی خان کے سپرد کیا - حیدر محمد خان اختہ بیگی کو اس کا مساعد و معاون بنایا کہ حدود کابل کی مہمات کا انتظام دونون ملکر کرین مگر دونون کو نہ حوصلہ اور طفل مشرب تھے آپس مین نہ بنی بگاڑ ہوا تو بادشاہ پاس دہلی مین غنی خان کی عرضداشت آئی جس سے معلوم ہوا کہ حیدر محمد آختہ بیگم ناراض ہی - بادشاہ نے منعم خان سے مشورہ لیکر حیدر محمد کو بلا لیا اور

غنی خاں کی اعانت اور کمک کے لیے بہت سے امیر اور ایک جماعت کثیر بسرکردگی ابوالفتح بھیجدی
یہ ابوالفتح منعم خاں کا سگا بھتیجا اور فضیل بیگ کا بیٹا تھا۔ چندروز غنی خاں اور ابوالفتح نے معاونت
و موافقت سے کام کیا اور ملک میں امن و امان رہا۔

بادشاہ کو ہمیشہ کابل اور اسکے حدود کے انتظام کی اور وہاں کے سوانح کے استخبار کی طرف
توجہ رہتی تھی۔ اس نے سنا کہ ماہ چوچک بیگم والدہ مرزا محمد حکیم نے غنی خاں کو اسکی بے اعتدالیوں کے
سبب سے عشرت سرائے کابل سے باہر نکال دیا۔ بادشاہ نے منعم خاں کو مرزا محمد حکیم کا اتالیق مقرر
کرکے کابل کو رخصت کیا۔ اس سرگذشت کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ فضیل بیگ آنکھوں سے اندھا تھا مگر
گربزی و شرارت میں ہمہ تن چشم تھا اور اپنے بھتیجے غنی خاں کی حکومت سے ہمیشہ پیچ و تاب کھاتا
تھا غنی خاں اصل میں ہوشمندی و سعادتمندی سے بے نصیب تھا۔ پھر اُسپر ریاست کی سرمستی نے
اسے اور بھی پایہ اعتدال سے گرادیا تھا اور بدمصاحبی نے کہ آدمی زاد کی بدترین آفات ہے اور
بھی اسکو شقاوت کے گڑھے میں دھکیلا تھا اس نے ماہ چوچک بیگم اور اسکی جماعت کو اپنے ساتھ متفق
کیا۔ شہور سنہ ۹۷۰ھ میں غنی خاں ایک دن فالیز برزمہ کی طرف گیا تھا کہ اس نے شہر کو مستحکم کرکے قلعہ کے
دروازے بند کردیے اور لشکر آراستہ کرکے کھڑا کردیا کہ غنی خاں کو شہر میں آنے نہ دے وہ سیاہ سنگ کے
پشتہ پر دروازے کے سامنے آیا مگر کچھ نہ کرسکا اور پہلوان عیدی کوتوال کو ایلچی بنا کے بھیجا کہ مکر و تزویر سے
کام چلائے اس نے جاکر غنی خاں سے کہا کہ تو بادشاہ کے حکم سے یہاں کی حکومت کے لیے نہیں مقرر
ہوا۔ تیری ستمگاری اور بے اعتدالی سے یہاں کے آدمی تنگ آگئے ہیں اس لیے مناسب
یہ ہے کہ صحیح سلامت بادشاہ کی خدمت میں جائے اور وہاں اپنے اطوار کو درست کرے اور
بادشاہ کا فرماں یہاں کی حکومت کے لیے لائے تو اُسپر عمل کیا جائے۔

اسی گفتگو میں غنی خاں سے آدمی جدا ہونے شروع ہوئے۔ وہ ایک عرصہ تک پڑا رہا۔
مگر شہر میں جانے کی کوئی صورت نہ ہوئی اور قریب تھا کہ گرفتار ہوجائے کہ حمزہ عرب اور
میر ستغیث الدین نیشاپوری کی ہدایت سے وہ جلال آباد میں آگیا۔ اور شہر میں اُسکا تمام مال و

ہوا کہ گو سلطان آدم نے اول مرتبہ رابطہ عبودیت کو توڑا مگر اس سبب سے کہ عنایت پادشاہی اسپر چلی جاتی ہے اگر اپنا آدھا ملک اپنے برادر زادہ کو دیدے تو آدھا ملک اس پاس رہنے دو۔ اگر وہ ایسا ہی اپنی نافرمانی پر ثابت قدم رہے تو اُسکی تادیب کے لیئے کمال خان کو سارا ملک دلادو۔ سلطان آدم نے پھر سرکشی کی۔ افواج شاہی اُسکے سر پر چڑھی۔ قصبہ ہیلان مین ایک جنگ عظیم ہوئی گکھڑون کی سرشت مین جرأت وجلاوت داخل ہے۔ جدال وقتال واقع ہوا۔ مگر آخر کو پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ اور اُن صحرائی وحشی نژادون کو ہزیمت ہوئی۔ سلطان آدم دستگیر ہوا اور اس کا بیٹا لشکری خان بھاگ کر کشمیر گیا اور کچھ دنون گمنام رہا۔ تھوڑے دنون بعد وہ بھی اسیر ہوا۔ گکھڑون کا تمام ملک پادشاہ کے قبضہ مین آیا۔ وہ کمال خان کو بالاستقلال دیاگیا۔ سلطان آدم اور اُس کا بیٹا اُسکے حوالہ ہوا۔ اس نے بیٹے کو تو وہان بھیجا جہان سے کوئی آ نہین سکتا اور باپ جبتک نہ مرا قید سے نہ چھوٹا۔ اگر وہ پادشاہ کے حکم کی اطاعت کرکے آدھے ملک پر قناعت کرتا تو کل ملک سے محروم نہوتا۔ اس نافرمانی نے اس کو اور اسکے خانمان کو برباد کردیا۔

جنگ پرونکہ پادشاہ خود بدولت سنہ ۹۶۹

دارالخلافہ آگرہ سے تیس کروہ پر ایک قصبہ سکینہ تھا اسکے دہات کے باشندے بڑے سرکش خصوصًا پرگنہ تھکینہ کے آٹھ موضعون کے باشندے سرکشی۔ دزدی۔ آدم کشی۔ بے باکی وبے اعتدالی مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے وہ خود کھوٹے تھے اور اُن کے محال ومساکن قلب تھے۔ تہور جسکو نادان مردانگی کہتے ہین وہ ان مین تھا۔ ہمیشہ حکام وعمال انکے بیداد کے ہاتھ سے فریاد کرتے تھے سنہ ۹۶۹ مین پادشاہ یہان شکار کھیلنے آیا۔ تو ایک برہمن جاپہ نامی فریادی آیا کہ یہان کے آدمیون نے میرے بیٹے کو مار ڈالا ہے اور اس کا اسباب لوٹ لیا ہے۔ اس مظلوم کی نالش سُنکر اس فرقہ متمردہ کی تادیب کے لئے جسکو خود پادشاہ گیا تو وہ سرکش بھاگ کر موضع پرونکہ مین پہنچے یہان پادشاہ نے پہلے اپنے آدمی بھیجکر فہمائش کرائی کہ راہ راست اختیار کرین مگر اُنھون نے نہ مانا اور موضع کو مستحکم کرکے جنگ کے لیے کھڑے ہوئے۔ انکی جمعیت چار ہزار آدمیونکی تھی اور پادشاہ کے پاس دو ہزار آدمی تھے۔ طرفین مین ہنگامہ زد وخورد گرم ہوا۔ پادشاہ نے دیکھا کہ ہوا کی شدت سے

اسباب غارت ہوا۔ کابلیوں کو یہ دلیری اس سبب سے ہوئی کہ اس نے تولک خاں قوچین سے بدسلوکی کی
تھی جسکی سرگذشت یہ ہے کہ غنی خاں کو جوانی اور ریاست کی مستی نے شقی بنا دیا تھا وہ اپنا فائدہ اور دل
کے نقصان میں دیکھتا تھا ستیزہ کاری اور ہرزہ درائی میں بسر کرتا تھا کسی کے پایۂ قدر کو جانتا نہ تھا
بدمستانہ سلوک کرتا تھا۔ تولک خاں قوچین نامور دلاوروں اور جنت آشیانی کے مقربوں میں سے
تھا اس سبب سے اسکو مع اسکے عزیزوں کے گرفتار کرکے قید کر دیا ؎ بدبا تو نہ کرد ہر کہ
بد کرد ✤ آں بد بیقین بجائے خود کرد ✤ بعض ارباب صلاح نے بیچ میں پڑکر اس کو قید سے
خلاص کرایا تولک خاں نے اس بے آبروئی کے سبب سے یہاں کا رہنا چھوڑا۔
بابا خاتون کے موضع میں صبر کیے منتظر بیٹھا رہا۔ کہ کب موقع ملے کہ انتقام لوں۔ ان دنوں میں
بلخ سے ایک قافلہ آیا تھا۔ اس کا اسباب انتخاب کرنے کے لیے غنی خاں چاریکان میں کچھ تھوڑے
آدمیوں کو ساتھ لیکر آیا۔ یہاں آنکر بزم بدمستی ترتیب دی اور ترانۂ خود پرستی ساز کیا۔
تولک خاں توگاہ وبیگاہ انتقام کی گھات میں لگا رہتا تھا۔ اس کو خوب یہ موقع ہاتھ
لگا۔ آدھی رات کو وہ غنی خاں پر چڑھ گیا۔ وہ شراب پیے خواب میں تھا اسکو پکڑ لیا۔ اور
زبانی سرزنش میں اپنی بھڑاس نکال کر دل کو ٹھنڈا کیا۔ یہ سمجھکر کہ جب حاکم کو گرفتار کر لیا تو
شہر لے لینا کیا بڑی بات ہے۔ وہ لشکر لیکر شہر پر گیا۔ مگر ناکام رہا۔ صلح اس طرح ہو گئی کہ کابل کا
پانچواں حصہ ستار سے حد ضحاک تک اس پاس رہے اور غنی خاں خلاص ہو۔ **ابیات**
در اندیش اے حکیم از کار ایام ✤ کہ پاداش عملیا بی سرانجام ۔ سلامت بایدت
کس را میازار ✤ ادب را در عوض تیز ست بازار ۔
غنی خاں نے کابل میں آنکر اپنی جگھ ابھی گرم نہیں کی تھی کہ اُس نے عہد وپیماں کے
دفتر کو چھپر پر رکھا اور جمعیت تمام کے ساتھ تولک خاں سے انتقام لینے کے لیے اس کے
سر پر چڑھ گیا۔ تولک خاں اس سے لڑ نہ سکا۔ کوئی لکھتا ہے کہ وہ پادشاہ پاس ہندوستان
بھاگا۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ غنی خاں سے لڑا اور اس کا سارا کنبہ مارا گیا۔

غنی خاں فتحیاب ہو کر کابل میں آیا۔ تحکم و ترفع خود رائی و خود آرائی میں مصروف ہوا۔ اور سرکار محمد حکیم کو بے حقیقت سمجھکر اسکی پروا نہ کی۔ اس سبب سے مرزا کے آدمی اور کل اہل کابل اس سے تنگدل ہوئے۔ وہ فضیل بیگ اور اسکے بیٹے ابوالفتح کے ساتھ شریک ہو کر اسکے دفع کے درپے ہوئے غنی خاں ایک دن خالیز پر گیا سے تو خربوزہ خور ترا بخالیز چہ کار۔ کو نہ سمجھا۔ رات کو وہیں آرام کیا۔ ابوالفتح بیگ اور شہر کے ناموروں نے مرزا محمد حکیم کو قلعہ کابل کے آہنین دروازہ پر لاکر نقارہ اور نفیر کا آوازہ بلند کیا اور ایک غلغلہ عظیم شہر والوں نے مچایا۔ غنی خاں یہ سنکر سراسیمہ ہوا۔ شہر کی طرف دوڑا۔ جب اسکے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ ابواب موافقت مسدود اور مداخل مخالفت مفتوح۔ توپخانہ سے ایک گولہ بھی اسکے شامیانہ پر لگا۔ غرض یہ حال دیکھ وہ ہراسان حسرت و حرمان کا داغ دل کی آرزو اور ارمان کا درد لیکر اور خان و مان و حکومت کابل سے دل برکندہ ہو کر ہندوستان کو چلا۔ جانے کے بعد ماہ چوچک بیگم نے مرزا محمد حکیم کی وکالت فضیل بیگ کو دی۔ مگر وہ نابینا تھا اس لیے اس کا بیٹا ابوالفتح بیگ باپ کی نیابت میں مہمات و معاملات فیصل کرتا تھا۔ باپ تو آنکھوں کا اندھا تھا۔ مگر بیٹا عقل کا اندھا تھا۔ اس نے جاگیریں اندھا دھند تقسیم کیں۔ بُری بُری جاگیریں سرکار مرزا کے ملازموں اور اچھی اچھی جاگیریں جنکو اپنے یگانوں کے واسطے تجویز کیں مرزا خضر خاں کو کہ سرداران ہزارہ میں تھا غزنین آیا اور بابوس بیگ کو مقید کر کے اسکے حوالہ کیا۔ اس نے اس بیچارہ کا تمام اموال اور اسباب باقیماندہ لیکر اسکو مار ڈالا۔ جس شخص کو نہ عقل صلاح بین ہو کہ اُسکی روشنی سے مسالک اعمال میں چلے۔ نہ دیدہ بینا ہو کہ اوروں کے احوال کو دیکھکر عبرت پکڑے۔ نہ مصاحب خیر اندیش دوربین ہو کہ اُسکے سخن پر اعتماد کرے تو وہ اس سرائے مکافات میں اپنے کیے کی سزا پاتا ہے۔ ابھی دو مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ مرزا کی والدہ اور قدیمی ملازم اسکی ستم کی برداشت نہ کر سکے ادھوں نے ایک دن دعوت میں اپنے خیمے میں بلایا اور اُس کو خوب شراب پلا کر مست کیا۔ جب نشہ کا زور ہوا اور وہ سو گیا تو اس کو اس جماعت نے کہ خونریزی سے مخمر ہو رہی تھی مار ڈالا۔

سر کاٹ نیزہ پر لگایا۔ دھڑ کو پھینک دیا۔

جب بوالفتح کی سرگذشت فضیل بیگ نے سُنی وہ سب اپنا اسباب لاد لود کر اپنے داماد مرزا سنجر پسر خضر خاں پاس جانا چاہتا تھا کہ اہل کابل نے اُسے بھاگنے کی فرصت نہ دی۔ اور بیٹے پاس جلد پہنچا دیا اس واقعہ کے بعد بیگم نے ولی بیگ کو وکیل سلطنت مقرر کیا۔ یہ بھی عقل کے پورے تھے اپنا لقب عادل شاہ رکھا۔ بادشاہ سے اپنے تئیں کم نہ سمجھا۔ جو خطاب بادشاہ دیتے ہیں وہ اُس نے عطا کرنے شروع کیے۔ تھوڑے دنوں میں بیگم نے اسکی نیت کے فساد کو سمجھکر اس کو عدم آباد میں بھیجدیا۔ خود آپ کابل کا انتظام کرنا شروع کیا اور مصلحت وقت سمجھکر حیدر قاسم کوہ بر کو جس کے باپ دادا بابر و ہمایوں کے وقت سے امیر چلے آتے تھے مرزا کا وکیل مقرر کیا۔

منعم خاں کا کابل کی طرف جانا اور شکست پانا سنہ ۹۶۹

جب بادشاہ کو مہمات کابل کی پریشانیوں پر علم ہوا تو اُس نے مرزا محمد حکیم کا اتالیق منعم خاں کو مقرر کیا کہ وہاں جا کر اپنے بیٹے کا انتقام دے اور کابلیوں کے احوال کی پریشانیوں کا تدارک کرے اُسکے ساتھ اور امرا بھی گئے۔ منعم خاں دوڑا دوڑ جلال آباد میں آیا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چلنے کی بھی پروا نہ کی۔ ماہ چوچک بیگم نے جب سُنا کہ منعم خاں آتا ہے تو وہ ڈری کہ معلوم نہیں منعم اپنے برادر و پسر و برادرزادہ کے لیے کیا کیا ستم برپا کریگا۔ اس نے اپنے امراء سے مشورہ لیکر ایک سپاہ کو اور اسکے ساتھ مرزا محمد حکیم کو کابل سے روانہ کیا کہ لمغانات میں جا کر منعم خاں سے لڑیں۔ اس نے کہا کہ اگر مصاف میں ہم غالب ہوئے تو اس سے بہتر کیا ہے اور اگر مغلوب ہوئے تو بادشاہ پاس بھاگ جائینگے۔

وہ غلامان میں منعم خاں پہنچا تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ عیدی سرمست جلال آباد میں آیا اور اُس نے قلعہ کو مستحکم کیا۔ دوسرے روز خانخاناں نے جلال آباد کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اسی اثنا میں اس پاس خبر آئی کہ مرزا محمد حکیم اور لشکر کابل کا آپہونچا۔ چہارباغ کے

قریب مقام خواجہ رستم میں منعم خاں اور لشکر کابل میں لڑائی ہوئی اور منعم خاں کو شکست فاحش ہوئی ۔ تیس لاکھ ٹنکہ کا اسباب اس کا غارت ہوا ۔ گر سپاہ لوٹ پر نہ جھک پڑتی تو منعم خاں بھی گرفتار ہو جاتا ۔

اب منعم خاں بکرام میں آیا ۔ پادشاہ پاس اپنے حال کی عرضداشت بھیجکر درخواست کی کہ حج کی اجازت پائے ۔ اور اگر یہ اجازت نہو تو پنجاب میں جاگیر عنایت کیجیے ۔ پادشاہ نے اسے لکھا کہ جو تمھاری پہلے جاگیر تھی وہ بدستور تمھارے لیے مقرر ہوئی ۔ یہاں ہمارے پاس چلے آؤ ۔ وہ اواخر ۹۷۰ھ میں پادشاہ پاس چلا آیا ۔ مگر نہایت شرمندہ و خجالت زدہ رہتا تھا ۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ابو المعالی اپنے رنگ یو دمکر و تزویر سے یا نگہبانوں کی بدنیتی و گرسنہ چشمی سے اول سال جلوس میں لاہور سے کلکتہ کو توال کی بند سے بھاگا تھا ۔ باقی آیندہ حال اس کا بطریق اجمال لکھتے ہیں ۔ وہ کابل کی مہمات سے بھی کچھ تعلق رکھتا ہے ۔ یوسف کشمیری اسکا خدمت گار تھا ۔ اسکے توسل سے وہ گکھڑوں کی ولایت میں گیا ۔ کمال خاں زمیندار نے اسے مقید کیا ۔ حیلہ سازی کر کے یہاں سے بھی بھاگا اور نوشہرہ میں کہ بھمبر اور راجوری کے درمیان ایک قصبہ ہے گیا ۔ ان دنوں میں حاکم کشمیر غازی خاں سے کشمیر میں شوریدہ خاطر ہو رہے تھے ۔ یہاں ابو المعالی پاس آٹھ سات سو کشمیری اور تین سو مغل اور فراہم ہو گئے ۔ شمس ملک چاورہ اور خواجہ حاجی ملازمان جنت مکانی نے آنکر اور اسکے ہنگامہ کو رونق دیدی ۔ دولتخاں ملک حاکم کشمیر جسکو غازی خاں مذکور نے کور کیا تھا اور کشمیر کے اور بڑے بڑے امیر اُس پاس مجتمع ہوئے ۔ اس جماعت کر کے گروہ ٹپن میں غازیخاں سے لڑا مگر ناکام رہا ۔ آوارہ ہو کر پھر ہندوستان میں آیا ۔ آشفتہ و پریشان تغیر وضع کر کے گانوں گانوں پھرتا پھرتا دیبال پور میں آیا ۔ جو بہادر خاں کے برادر علی قلیخاں کی جاگیر میں تھا ۔ بہادر خاں کے ایک نوکر تولک کے گھر میں چھپا پڑا رہا ۔ تولک کی بیوی اپنے خاوند سے ناراض تھی اس نے بہادر خاں سے جاکر کہدیا کہ ابو المعالی میرے گھر میں چھپا ہوا ہے اور تیرے مارنے کا

اُس کو اعزاز و احترام کے ساتھ کابل میں بُلایا۔ بیگم کو بعض آدمیوں نے یہ سمجھا دیا تھا ترمذ کے ساوات کرام میں سے ابوالمعالی ہی۔ بلوچستان و کاشغر کے سلاطین سے وہ سلسلہ پیوند رکھتا ہی جب وہ یہاں آجائیگا تو اس کو گران قدر بنا کے اپنی بیٹی ہمشیرہ مرزا محمد حکیم کی شادی اس سے کر دینا جس سے سب اندیشے رفع ہو جاینگے اور سب طرف کے کھٹکے اُٹھ جاینگے یہ بیگم بڑی لیاقت رکھتی تھی اور اپنے خاص وزیروں اور اہلکاروں سے جسقدر خائف رہتی تھی۔ ویسی بیگانہ دشمنوں اور اجنبی غنیموں سے نہیں ڈرتی تھی۔ مگر اس کے اہلکاروں نے ایسی پٹی پڑھائی کہ اُس نے ابوالمعالی جیسے خبیث باطن کو کاروبار ریاست سپرد کر دیا۔ اول یہ بدباطن ایسی چالیں چلا کہ جس سے بیگم کو کچھ شبہ نہ رہا کہ یہ وزیر بڑے کام کا ہاتھ آیا۔ اس نے اپنی بیٹی خیر النسا بیگم کا نکاح اس سے کر دیا۔ جب ابوالمعالی کو گھر میں یہ اختیار ملا تو اس نے بیگم کو اور اُسکے بڑے بڑے ملازموں کو نہ پوچھا کہ تم کون ہو۔ اب شگون پسر قراصنہ خاں اور شادمان جو بیگم سے پہلے رنجیدہ خاطر ہوئے تھے ابوالمعالی سے جا کر گھسے اور اس کو سمجھایا کہ بیگم جب تک قید حیات میں ہی تم کو امور ملکی میں استقلال نہیں ہوگا فضیل بیگ و ابوالفتح اور شاہ بیگ کی طرح تم بھی جلد مارے جاؤگے بہتر ہوگا کہ تم پیش دستی کر کے بیگم کا کام تمام کرو۔ مرزا محمد حکیم تو خرد سال ہی اُس کو جس راہ پر چاہوگے لگا لوگے۔ ابوالمعالی کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ اُس نے وسط شعبان سنہ ۹۷۰ھ میں بیگم کو عدم کا رستہ بتایا اُسوقت وکالت کا منصب پشتینی حیدر قاسم رکھتا تھا۔ دوسرے دن اُس کو قتل کیا اور اُسکے بھائی محمد قاسم کو مقید کیا تو چند امیروں نے متفق ہو کر ابوالمعالی کے قتل کا قصد کیا۔ مگر انکا بھانڈا پھوٹ گیا۔ ابوالمعالی کو سارا حال معلوم ہو گیا تو ان امیروں سے لڑائی ہوئی۔ ابوالمعالی کا پلہ بھاری رہا۔ اس ہنگامے میں محمد حیدر قاسم کے بھائی محمد قاسم کو قید سے رہائی ہوئی وہ بدخشاں میں مرزا سلیمان پاس گیا اور ابوالمعالی کی فتنہ انگیزی کا حال بیان کیا اور کابل چلنے پر اُس کو برانگیختہ کیا۔ مرزا محمد حکیم نے باوجود خرد سالی کے اپنی والدہ کے واقعہ سے غمناک ہو کر دو لتخواہوں

[illegible]

ہوکر دولتخواہوں کی تعلیم سے پوشیدہ اپنے آدمی مرزا سلیمان کے پاس بھیجے اور اُس سے بلانے
کی اور انتقام کی چارہ جوئی کی استدعا کی۔

مرزا سلیمان کو جب اس حال کی اطلاع ہوئی تو وہ کابل پر اُدھار کھائے ہوئے بیٹھا تھا فوراً خرم بیگم کو ساتھ لیکر کابل کو روانہ ہوا۔ ابوالمعالی اپنی بیخردی سے مرزا محمد حکیم کو اپنے ساتھ متفق جانتا تھا۔ ادھر یہ اسکو اور کابلی لشکر کو لیکر آب غوربند کے پُل پر پہنچا اور ادھر مرزا سلیمان کا لشکر بھی یہاں پل پر آیا دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ کابلیوں کو شکست ہوئی۔ مرزا محمد حکیم کو لوگ لشکر کا افسر بناکے لے گئے اور اس بہانہ سے مرزا سلیمان کے پاس لے آئے اب حقیقت حال سے ابوالمعالی کو اطلاع ہوئی تو آنکھیں کھلیں اُس نے لڑنے سے دل برداشتہ ہوکر بھاگنے کی ٹھیرائی مگر دشمنوں نے بھاگنے نہ دیا۔ اسکو پکڑ کر مرزا سلیمان کے پاس لائے اس نے مرزا محمد حکیم پاس اُسے بھیجدیا اس نے عید رمضان ۹۷۱ھ کو اُسے پھانسی دی۔

چو بد کردی مباش ایمن ز آفات — کہ واجب شد طبیعت را مکافات

مرزا سلیمان مہمات کابل کی سرانجام کرنے میں اور مرزا محمد حکیم کی تربیت میں مصروف ہوا۔ بدخشاں سے اپنی لڑکی کو بُلا کر مرزا سے نکاح کردیا۔ امید علی کو کہ اسکے امراء معتمدین تھا مرزا کا وکیل بنایا اور خود بدخشاں چلا گیا۔ خرم بیگم بجد تھی کہ کابل کو بدخشاں میں مرزا سلیمان ملالے مگر اس نے یہ بات نہ مانی اور کہا کہ اس کام کے جلد کرنے میں نیکنامی نہیں ہے کچھ دنوں بعد یہی صورت ہوجائیگی۔ بالفعل اس نے کابل پر قبضہ رکھنے کی یہ سیم اللہ یہ کی کہ ولایت کابل کا تین چوتھائی حصہ جو عمدہ تھا وہ بدخشانیوں کو جاگیر میں دیا اور ایک چوتھائی حصہ جو بُرا تھا وہ کابلیوں کو جاگیر میں دیا مرزا سلیمان کو بڑا ارمان تھا کہ وہ کابل پر متصرف ہو۔ اور بدخشاں کے کسی محال میں مرزا محمد حکیم کو رکھے اس لیے وہ دوستی کے لباس میں دشمنی کا کام کرگیا کہ بدخشیوں کو کابل میں جاگیردار بناکے خود بدخشاں چلا گیا۔ جو کابلی عاقل تھے وہ کچھ سمجھے کہ مرزا سلیمان کا کیا اصل مقصد ہے مگر یہ مقصد انکے نزدیک ایسا مشکل تھا کہ اُس کے پورا ہونے کا

ابوالمعالی کا کابل میں جانا اور مرنا سنہ ۹۷۱ھ

عہد وپیماں کرکے حسین قلی کو حوالہ کیا حسین قلی نے قلعہ اپنے معتمد کو حوالہ کیا اور مرزا کا پیچھا کیا۔ اس کو ممالک محروسہ سے باہر نکال دیا۔

جالور میں ابوالمعالی اور مرزا شرف حسین میں ملاقات ہو کر یہ عہد وپیماں ہوئے کہ ابوالمعالی تو کابل جائے اور وہاں سے مرزا محمد حکیم کو لاکر ہندوستان کا بادشاہ بنائے اور یہاں جسقدر ہوسکے بغاوت پر لوگوں کو مرزا آمادہ کرے۔ ابوالمعالی مرزا کے تین سو آدمی لیکر حاجی پور کی طرف گیا۔ جہاں حسین قلیخاں اور اور امراء کے اہل وعیال تھے۔ مگر یہاں پہلے بادشاہی لشکر آگیا تھا۔ کچھ کام اُسکا نہ بنا۔ مایوس ہو کر نارنول گیا۔ نارنول سے کچھ خزانہ بادشاہ پاس جاتا تھا کہ ابوالمعالی نے اسے لوٹ لیا۔ اور شہر کو بھی غارت کیا۔ جب بادشاہی لشکر وہاں بھیجا گیا۔ احمد بیگ و اسکندر بیگ نے نارنول سے بارہ کوس پر ابوالمعالی کے بھائی خانزادہ محمد کو گرفتار کیا۔ بادشاہی لشکر کے آنے کی خبر سنکر نارنول کو ابوالمعالی بھاگا۔ لشکر شاہی نے بھی اسکا پیچھا کیا۔ دھرسو کے مقام میں احمد بیگ اسماعیل علی قلیخاں کے آدمیوں کو دو شتر بار زر ہاتھ آئے زر دوست آدمیوں میں ایسا نزاع ہوا جس سے انکے صاحبوں میں کچھ گفتگو و رنجش ہوئی۔ اس سبب سے اسمٰعیل قلی دھرسو میں رہا اور احمد بیگ اسکندر بیگ آگے ایک منزل گئے۔ بدبختیوں درماندہ انہیریوں نے بھی غدر مچایا واما قلی ایک نمک حرام ان سے جدا ہو کر ابوالمعالی پاس گیا اور کیفیت حال پر مطلع کیا وہ ایک درخت زار میں کمین میں بیٹھا جب احمد بیگ اسکندر بیگ نکلے تو اس نے کمین سے نکلکر ان پر حملہ کیا۔ جب ابوالمعالی کو بادشاہ کے لشکر کے آمد کی خبر ہوئی تو وہ بھاگ کر کابل کی طرف بے راہ چلا بادشاہ اُس وقت متھرا میں شکار کھیل رہا تھا کہ اس نے ابوالمعالی کے تعاقب میں بداغ خاں اور سرداروں کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب تک ابوالمعالی ہاتھ نہ آئے تکاپو سے وہ باز نہ آئیں جب ابوالمعالی ملک سندھ میں پہنچا تو اُسنے ماہ چوچک بیگم والدہ مرزا محمد حکیم کو ایک عرضداشت بھیجی اور اُسکی پیشانی پر یہ شعر لکھا ؎ ما بدین در نہ پئے عزت وجاہ آمدہ ایم ✦ از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم ✦ بیگم نے بھی اس عرضداشت کے جواب میں یہ مصرع لکھا ع کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

یقین اُن کو نہ تھا مرزا سلیمان نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ کابل میں جن بدخشانیوں کو جاگیردار مقرر کر چکا تھا اُنھیں پر بس کرتا بلکہ اُس نے اور بدخشی عبدالرحمن بیگ پسر تولک وزنگری بردی قوش بیگی کو ایک جماعت کے ساتھ داخل کیا تو پھر کابلیوں کو مرزا سلیمان کے ارادہ کا پورا حال کھلا وہ اسکے معالجہ کے درپے ہوئے۔ خواجہ حسن نقشبندی و باقی قاقشال سیوندوک بیگ و علی محمد اسپ و بندہ علی میدانی نے مع تمام میدانیوں خواجہ خضریوں کے دیار محمد آخوند و فیروز و خلیفہ عبداللہ نے بدخشانیوں کے نکالنے کا عمدہ اہتمام کیا۔ حقیقت معاملہ مرزا محمد حکیم سے جواب سن تمیز کو پہنچ گیا تھا عرض کیا اور مرزا بھی تنگی معاش و بدخشانیوں کی بدسلوکی سے تنگ ہو گیا تھا۔ وہ بھی اُنکے نکالنے کے درپے ہوا اُس نے ولایت غزنین جو مرزا سلیمان نے قراتیم و ابن حسین کابلی کو دی تھی اُس نے اُن کو بدل کر قاسم بیگ پرواچی کو دیدی اور جلال آباد اور اُس کے حدود نیلاب تک جو مرزا سلیمان نے قاضی خاں وغیرہ کو دیدی تھی وہ اُس سے لیکر خالصہ بنایا۔ غرض یوں بتدریج اُس نے بدخشانیوں کے تسلط کو اُٹھا کر ان کو نکال دیا۔ اہل بدخشاں یہاں سے ذلیل ہو کر مرزا سلیمان پاس گئے اور غازی خاں نے ہندوکوہ میں مرزا سلیمان سے ملاقات کر کے شرح و بسط کے ساتھ تمام حالات جو گزرے تھے عرض کیے مرزا سلیمان جلدی سے کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ جب اس کے آنے کی خبر مرزا محمد حکیم کو ہوئی تو اُس نے کابل کے قلعہ کو باقی قاقشال اور اپنے تجربہ کار معتمدوں کو سپرد کیا اور خود اپنے ہوا خواہوں کی جماعت کو ساتھ لیکر جلال آباد اور پشاور کی طرف چلا۔ جب مرزا سلیمان کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ مرزا کے گرفتار کرنے کے لیے کابل کو چھوڑ کر جلال آباد کی طرف چلدیا۔ مرزا جلدی سے پشاور میں نواحی قبیلہ جیب میں چلا آیا اسکو خاکی گلہ بان نے خبر دی کہ مرزا سلیمان جلال آباد میں آگیا اور یہاں حرم بیگم کو چھوڑ کر خود ان حدود کی طرف چلا ہے۔ مرزا نے آب سندھ سے عبور کر کے ایک عرضداشت اپنے بھائی پاس بھیجی جسمیں کابل کی سرگزشت اور اپنی مستمندی معروض کر کے ہر طرح کی استعداد اور استعانت چاہی۔ اور آب سندھ ساگر پر توقف کیا۔ اندنوں میں ولایت

پنجاب میر محمد خاں برادر کلاں اتگہ خاں کو تفویض ہوئی تھی - مرزا نے اپنے دیوان
خواجہ بیگ محمود کو اس پاس بھیجکر امداد طلب کی میر محمد خاں اور امراء پنجاب نے
قاضی عماد کے ساتھ مرزا کی خدمت میں بہت تحفے تحائف بھیجے - مرزا سلیمان نے
جب سُنا کہ مرزا محمد حکیم آب سندھ سے پار چلا گیا ہی تو وہ پشاور میں آنکر الٹا جلال آباد
میں چلا گیا - اثنا راہ میں شنواری افغانوں سے لڑائی ہوئی - بدخشانیوں کا بازار لٹا -
ہارون شنواری جو سب میں بڑا سردار تھا وہ قتل ہوا - جلال آباد میں قنبر اور ایک
جماعت کو چھوڑ کر مرزا سلیمان کابل کی طرف متوجہ ہوا - اور آنکر کابل کا محاصرہ کر لیا -
اہل قلعہ نے قلعہ داری میں اہتمام کیا بادشاہ پاس نگرچین میں مرزا کی عرضداشت
پہونچی - بادشاہ نے قطب الدین خاں کو مرزا کا اتالیق مقرر کیا اور میر محمد خاں
کو حکم ہوا کہ پنجاب کا لشکر لیجا کر مرزا حکیم کو کابل میں مسند حکومت پر بٹھا دے -
خزانہ عامرہ سے نقد وافی اور اسباب شوکت اور اجناس فراغت ساتھ لیجائے
حسب الحکم یہ سارا لشکر مرزا کے ساتھ گذرا اور اٹک بنارس سے گذر کر کابل کی طرف
چلا - مرزا پاس وہ اب سامان جمع ہو گیا کہ اس کے خواب و خیال میں نہ تھا جب
لشکر جلال آباد میں آیا تو قنبر پاس جس کو مرزا سلیمان نے یہاں چھوڑا تھا نصیحت کی
گئی کہ قلعہ حوالہ کرے مگر جب اس نے قلعہ نہ دیا تو اُسپر بادشاہی لشکر نے حملہ کیا
اور نردبانیں لگا کر قلعہ کے اندر داخل ہوا - بدخشانیوں نے اپنی قوت و توانائی
کے موافق دشمنوں کی مدافعت کی - قنبر اور تین سو آدمی جو اُس کے ہمراہ تھے
سب ہلاک ہوئے - صرف دو آدمی بچے جنھوں نے مرزا سلیمان کو یہ ساری
یکٹ کہانی سُنائی - ادھر مرزا سلیمان نے یہ حال سُنا اُدھر بادشاہی لشکر
کی آمد آمد کی خبر ہوئی تو وہ کابل کا محاصرہ چھوڑ کر بدخشاں بھاگ گیا راہ میں
آب پروان پر ایک سیل میں اس کا اسباب پرتال ڈوب گیا - کابل میں مرزا محمد حکیم

آیا۔ لشکر شاہی کے افسروں نے اپنے وطن میں جا کر سیریں کیں۔ اور پھر ہندوستان کو معاودت کی اور مرزا حکیم کی چھوٹی بہن سکینہ بانو بیگم لشکر کے ساتھ بھائی سے ملنے یہاں آئی۔ مہمات کابل کے انتظام کے واسطے خان کلاں وہاں آیا۔ مرزا محمد حکیم کی طبیعت میں سعادت ذاتی نہ تھی۔ اس لیے نہ عقل مصلحت بیں اسمیں بڑھتی تھی۔ نہ اخلاص مند سعادت منش ملازم اُس کو بہم پہونچتے تھے۔ جب حضرت شہنشاہی کی توجہ سے مہم کابل کا انتظام ہو گیا۔ اور خواجہ کلاں وہاں کے مہام کا سربراہ ہوا تو کابل کے فتنہ پردازوں نے اپنی بدخوئی سے فتنہ انگیزی شروع کی۔ محمد حکیم باوجود حداثت سن کے عقل معاملہ رس سے بہرہ وافر نہیں رکھتا تھا۔ ہمیشہ واہی باتوں پر دل لگاتا تھا۔ میر محمد خاں درست اخلاص و تیز مزاج تھا۔ ذرا سی بات سے اس کا مزاج متغیر ہو جاتا تھا اور کام میں سختی کرنے لگتا تھا۔ اسیلیے مرزا سے اور کابلیوں سے اسکی نہ بنتی۔ مرزا اگرچہ تبعیت کا اظہار یک گونہ کرتا تھا مگر بڑے بڑے کام وہ بغیر استصواب خاں کلاں کے کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی بہن کا نکاح خواجہ حسین نقشبندی سے کر دیا جسکی پہلی شادی ماں نے ابوالمعالی سے کی تھی نہ اُس نے حضرت شہنشاہی سے استصواب لیا اور نہ خان کلاں سے صلاح لی۔ جب خواجہ کو اس نسبت عالی کا افتخار حاصل ہوا تو وہ مرزا کے گھر کا بندوبست کرنے لگا۔ اور جن کاموں سے اُس کو مناسبت نہ تھی اُنیں دخل دینے لگا اور مرزا کے اکثر آدمی ایسی حرکتیں کرنے لگے کہ خواجہ کلاں کو ناگوار تھیں اس لیے وہ وہاں سے چلا آیا۔ میر محمد خاں نے بھی کابل کو سلام کیا اور بادشاہ اور مرزا کے گھر کا اور کابل کا حال شرح و بسط سے لکھ بھیجا۔

اب پھر کابل کا میدان خالی ہوا امراء شاہی میں سے وہاں کوئی باقی نہیں رہا۔ مرزا سلیمان ہمیشہ کابل کی تاک میں لگا رہتا تھا۔ اب اُسنے دیکھا کہ کابل بادشاہی امرا سے خالی ہے جسکے خوف سے بھاگا تھا وہ چوتھی دفعہ ٩٧٣ھ ١٥٦٦ء میں لشکر فراہم کر کے اور اپنی بیوی حرم بیگم کو لیکر کابل کی جانب روانہ ہوا۔ جب مرزا محمد حکیم کو اسکے آنے کی خبر ہوئی تو

مرزا سلیمان کا پھر کابل آنا اور مرزا محمد حکیم کا بھاگنا ٩٧٣ھ

اُس نے قلعہ کابل معصوم کوکہ کو سُپرد کیا وہ اُسکے معتمدوں میں مردانگی و فرزانگی میں ممتاز تھا اور خود خواجہ حسن نقشبندی کو جو اس کا وکیل کل تھا ساتھ لیکر شکردرہ اور غوربند میں گیا۔ مرزا اسلیمان نے کابل کا محاصرہ کیا۔ مگر اپنی کمند قدرت کو تسخیر قلعہ کے کنگرہ تک پہنچنے میں کوتاہ دیکھا اور مرزا کے حال سے اطلاع پائی کہ غوربند اوراُسکے نواح میں ہی تو حرم بیگم کے تلبیس سے کام نکالنا چاہا۔ یہ بیگم غوربند کو روانہ ہوئی اور مرزا اسلیمان کو حوالی کابل میں چھوڑا۔ سخن سنج آدمیوں کو مرزا حکیم پاس ایلچی بناکے بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں نے تجھکو ہمیشہ سگے بیٹے سے زیادہ عزیز سمجھا خصوصاً جب سے کہ میرے اور تیرے درمیان رشتہ ہوا میرا دل چاہتا ہی کہ مجھ میں اور تجھ میں یک جہتی رہے۔ اس دفعہ میرے آنے کی کچھ غرض سوا اسکے نہیں کہ تجھ سے ملوں۔ اور بنارار تباط مستحکم کروں۔ بیگم کے دم میں مرزا محمد حکیم آگیا۔ اور یہ قرار پایا کہ قریہ قراباغ میں کہ کابل سے بارہ کوس پر ہی وہ بیگم سے ملاقات کر کے قواعد ارتباط کو مستحکم کرے۔ بیگم پاس اپنے اپنے معتمد بھیجے کہ عہدوشرط بغیر کسی مکروفریب کے قرار پائیں۔ جب یہ آدمی بیگم پاس آئے تو اُس نے سخت قسمیں کھائیں کہ کوئی فریب نہ ہوگا زبان اور دل ایک ہونگے قول کے موافق عمل ہوگا۔ مرزا کے آدمیوں کے واپس جاکر اسکو قراباغ میں آنے پر برانگیختہ کیا کہ بیگم سے ملاقات کر کے عقد فرزندی اور عہد یگانگی کمال وثوق کے ساتھ باندھا جائے بیگم نے یہ سمجھکر کہ میرا فریب چلگیا مرزا اسلیمان پاس قاصد بھیجا کہ قراباغ میں مرزا سے ملاقات کی ٹھیری ہی تم قلعہ کے کنارہ پر سپاہ کو چھوڑکر تھوڑے آدمیوں کے ساتھ قراباغ کے حوالی چلے آؤ اور پشتہ کے پیچھے کمین گاہ میں بیٹھے رہو۔ جب مرزا آئے تو اُسے دستگیر کرلو۔ مرزا اسلیمان اس خبر کو سنکر محمد قلی شغالی کو کابل کا محاصرہ حوالہ کرکے راتوں رات قراباغ میں اس پشتہ کے پیچھے کمین میں بیٹھا مرزا کو ہر چند باقی قاقشال نے سمجھایا کہ بیگم تم کو اس بہانہ سے مرزا کے پنجہ میں پھنسانا اور جھوٹی قسموں کا جال ڈال کر دشمن کے کمند میں ڈالنا چاہتی ہی تم ہرگز نہ جاؤ جاؤگے تو پچتاؤ گے۔ مگر مرزا حکیم نے کچھ نہ سُنا اور چند آدمیوں کے ساتھ قراباغ روانہ

ہوا اثنائے راہ میں ایک کابلی نے جو مرزا سلیمان کے لشکر کے ساتھ آیا تھا اس نے مرزا کے آدمیوں سے کہا کہ میں رات کو مرزا سلیمان کے ساتھ آیا ہوں۔ اس پشتہ کی پناہ میں کمین گاہ میں مرزا کی امید میں وہ بیٹھا ہے۔ جب مرزا نے یہ سنا تو اُسکے کان کھڑے ہوئے۔ کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مرزا سلیمان کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے مرزا کا تعاقب کیا اور اسکے چند آدمیوں کو گرفتار کیا۔ خلاصہ کہ باقی قاقشال اور اسکے بھائی مرزا کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچاکر غوربند میں لیگئے۔ خواجہ محمد حسن کا ارادہ ہوا کہ مرزا کو حاکم بلخ پاس لیجائے۔ مگر باقی قاقشال اسکو بادشاہ کی خدمت میں مشرف ہونے کے لیے آب نیلاب پر لے آئے اور مرزا سے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھجوائی۔ بادشاہ کو کابل کا حال پہلے سے معلوم ہو گیا تھا۔ اس لیے مرزا کے خال فریدوں کو وہاں جانے کے لیے حکم دیا تھا کہ مرزا خردسال وبے پرواہ ہے۔ وہ وہاں جاکر اسکی مہمات کا منتظم ہو اور اس کی محافظت کرے کہ فتنہ انداز آدمی مرزا کی صحبت میں نہ آنے پائیں۔ یہ مرزا فریدوں وہاں ہنوز پہنچا نہ تھا کہ مرزا سلیمان کابل میں آگیا اور یہ واقعہ پیش آیا۔ جب مرزا محمد حکیم کے ایلچی عرضداشت لائے تو اُس نے خوشخبر خاں کو نقود اور اجناس وافی اور خلعت و اسپ خاص دیگر مرزا کے پاس بھیجا اور امیر پنجاب کو حکم دیا کہ کابل کی یورش کا سامان کر کے مرزا سلیمان کو دفع کریں خوشخبر خاں جب مرزا پاس گیا تو اُس نے بادشاہ کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھا۔

خوشخبر خاں سے پہلے فریدوں مرزا محمد حکیم پاس آگیا تھا۔ اس نے مرزا کو یہ بہکایا کہ کابل میں جو نقصان ہوا ہے بہت آسانی سے اس کا معاوضہ یوں ملسکتا ہے کہ پنجاب اور لاہور پر قبضہ کر لیجے اور خوشخبر خاں کو گرفتار کیجے۔ مرزا نے اپنی بیوقوفی سے فریدوں کی اور باتیں مان لیں۔ مگر اتنی بات عقل کی کی کہ خوشخبر خاں کے قید کرنے پر راضی نہ ہوا اور اُس کو رخصت کر دیا۔ سلطان علی المخاطب بہ لشکر خاں اور حسن خاں جو درگاہ شاہنشاہی کے مردود تھے وہ اور فریدوں کے ساتھ فساد اور افساد میں شریک ہو گئے۔

غرض مرزا میں تو نہ عقل دوربین تھی نہ دل حقیقت گزیں تھا وہ آب نیلاب سے گزر کر لاہور کی سمت میں آیا اور اسکے آدمیوں نے بھیرہ میں دست اندازی کی۔ جب امرا پنجاب کو یہ خبر ہوئی تو میر محمد خاں حاکم پنجاب نے لاہور کے قلعہ کو مستحکم کیا اور صورت حال پر بادشاہ کو مطلع کیا۔

بادشاہ اس خبر کو سُنکر آگ بگولا ہوا۔ مرزا محمد حکیم کو یہ خیال تھا کہ فریب و فسوں سے امرا پنجاب میری جانب ہو جائینگے وہ لاہور میں مہدی قاسم کے باغ میں اُترا۔ دوسرے روز قلعہ کے کنارہ پر پہنچکر لشکر کی صف بندی کی۔ مگر قلعہ کی توپ و تفنگ زنی نے کسی آدمی کو قلعہ کے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ آگرہ کو منعم خانخانان کو اور دیوانی مظفر خاں کو دیکر بادشاہ ۳ر جمادی الاولی ۹۷۴ھ کو پنجاب کی طرف روانہ ہوا دس روز میں دہلی میں آیا یہاں بزرگوں کے مرقدوں کی زیارت کی اور اُن کے مجاوروں اور معتکفوں کو بہت کچھ نذر کیا اور حضرت جنت آشیانی کے روضہ کی زیارت کی پنجاب کو روانہ ہوا۔ جب دریائے ستلج کے کنارہ پر پہنچے تو اُس کو معلوم ہوا کہ مرزا اُسکے آنے کی خبر سُنکر بھاگ گیا۔ اوسط رجب میں بادشاہ لاہور میں آیا یہاں سب امرا اور غربا کو خوشدل کیا۔ مرزا محمد حکیم بھاگ کر کابل گیا تو اُسکو مرزا سلیمان سے خالی پایا۔ اسکی سرگزشت اس طرح ہی کہ ہم نے پہلے لکھا ہی کہ محمد قلی شغالی اور ایک جماعت کثیر کو قلعہ کابل کے محاصرہ میں چھوڑ کر مرزا سلیمان مرزا حکیم کی گرفتاری کے لیے گیا تھا معصوم کوکہ نے محمد قلی کو شکست پر شکست دی اور بدخشانیوں کا سارا اسباب چھین لیا محمد سلیمان مرزا کی دو بیٹیوں کو محمد قلی ایک باغ کی چار دیواری میں چھوڑ گیا۔ کابلیوں نے ان کو گرفتار کرنا چاہا۔ مگر معصوم کوکہ نے ان کو اس حرکت ناشائستہ سے باز رکھا مرزا حکیم کو مرزا سلیمان گرفتار نہ کر سکا تو کابل کے قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ اِدھر اہل قلعہ نے بدخشانیوں کو اپنے بہادرانہ حملوں سے تنگ کیا اُدھر وبا نے بھی اُسکے لشکر میں قدم رکھا اس لیے مرزا سلیمان نے صلح کر لی۔ اوّل بدخشاں بیوی کو روانہ کیا اور پھر آپ چلا۔ مرزا محمد حکیم کی ناہنجاریاں بادشاہ سنتا تھا مگر گوشمالی نہیں کرتا

تھا وہ اکثر اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ یہ مرزا والد ماجد کی نشانی ہو بیٹا اور پیدا ہو سکتا ہو۔ مگر بھائی نہیں پیدا ہو سکتا۔ مگر یہ بھائی بادہ پیمائی اور برنائی کی بدمستی اور خوشامد گویوں کی دمسازی سے باز نہیں آتا تھا۔ کوئی ناصح عاقل اس پاس ایسا نہیں تھا کہ وہ اسکو بادشاہ کی بدسگالی سے باز رکھتا اور سمجھاتا کہ آتش بلند کو تھوڑا سا پانی نہیں بجھا سکتا ناسور کہن کا مرہم خارش نہیں بن سکتی۔ مرزا نے پہلے سالوں میں چاہا تھا کہ ہندوستان کی عافیت گاہ میں حکومت کرے اور پنجاب کا کابل پر اور اضافہ کرے۔

مرزا محمد حکیم کا نورالدین وغیرہ کو بھیجنا اور خود پنجاب میں آنا ۹۸۸ھ

مگر مرزا سلیمان اس کو بدخشاں کی طرف لے گیا۔ اس چیرہ دستی سے وہ اور دلیر ہوا۔ اور جب ہند میں ۹۸۸ھ میں دیار شرقی میں شورش پیدا ہوئی تو یہاں کے فتنہ پردازوں نے اُسے بہکایا کہ ہمارا ارادہ ہو کہ آپ کے نام کا خطبہ پڑھوائیں اور سکہ چلائیں۔ کچھ اہل کابل نے اغوا کیا۔ اس نے اواسط آذر ۹۸۸ھ میں حاجی نورالدین کو بھیجا کہ وہ آب سند سے اُترا اس نواح میں مرزا یوسف خاں اقطاع دار تھا اس نے ایک فوج کو بسر کردگی حسن بیگ روانہ کیا سعید خاں گکھر اور مجاہدین اس سے راہ میں ملے۔ جلدی میں لشکر کمتر روانہ ہوا تھا اسلیے ارادہ یہ تھا کہ چند روز بعد لڑائی ہو۔ لشکر جمع ہو جائے۔ مگر لڑائی جلد ہو گئی اور بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ ناگاہ ہرنوں کا ریوڑ نظر آیا حسن بیگ کو شکار کا شوق بہت تھا وہ اسکے پیچھے دوڑا۔ ایک ہرن کو تیر مار کر زخمی کیا۔ اتفاقاً نورالدین بھی اس طرف سیر و تماشے کو آیا تھا۔ دونوں آمنے سامنے آئے۔ ہرنوں کے شکار سے آپسمیں ایک دوسرے کے شکار کرنے کو آمادہ ہوئے۔ ان دونوں میں خوب آویزش ہوئی۔ دونوں کوشش مردانہ کام میں لائے نورالدین زخمی ہو کر بھاگ گیا اسکے ساتھی کچھ اسیر ہوئے۔ بہت سے ڈوب مرے وہ خود حدود پشاور میں مارا گیا۔ اس ہنگامہ میں یہ معلوم ہوا کہ مرزا یوسف خاں نے سرحد پر دوربینی و خرم سگالی نہیں کی۔ بادشاہ نے اسے وہاں سے بدل دیا اور کنور مانسنگھ کو حواشی سندھ کی حکومت سپرد کی۔ وہ اس ملک کے انتظام کے لیے سیالکوٹ سے روانہ

ہوا دور اندیشی کے سبب ایک فوج بسرکردگی زین الدین علی آگے روانہ کی۔ حدود راولپنڈی میں
ساحل سندپر شادمان کے پہنچنے کی خبراس پاس آئی وہ جلد لڑنے کو چلا۔ نورالدین کے ساتھ سے
مرزا اپنی غنودگی خرد سے واقف نہ ہوا۔ اُس نے شادمان کو بہت انبوہ کے ساتھ روانہ کیا مرزا
اس کو اپنے لشکر کی سپر سمجھا تھا۔ ۷ ردی کو وہ مغرور آب سندھ سے گزرا۔ قلعہ نیلاب کے محاصرہ پر پاؤں
جمائے۔ زین الدین علی اور کنور مان سنگھ اور گماشتوں نے استحکام حصار میں ہمت و حوصلہ کو صرف کیا
تب کنور نزدیک آیا۔ تو ابو خاں کچھواہ کو ہراول اور اپنے بھائی سورج سنگھ کو التمش بنایا
مخالف بے خبر تھا بتیرہ کی آواز سے بیدار ہو کر پیکار کے درپے ہوا۔ میدان جنگ کو رونق دی
ناموس دوست ہستی دشمن آپسمیں خوب لڑے۔ اس جنگ میں راجہ سورج سنگھ زخمی
ہوا مگر شادمان نیست ہوا۔ شادمان سلیمان بیگ اندجانی کا بیٹا تھا۔ اس کا دادا
لقمان بیگ جنت مکانی کا منظور نظر تھا۔ اسکی ماں مرزا کے گھوارہ کی خدمت میں رہتی تھی
اس نے مرزا ہی کے ساتھ نشوونما پایا تھا۔ بادشاہ نے یہ خبر سُنکر فرمایا کہ مرزا شادمان
کے مرنے کی خبر سُنکر بتیابانہ ہندوستان کو آئیگا۔ ہماری پنجاب کے سفر کی بھی تیاری
کرو پیش بینی و معاملہ شناسی کے سبب سے رائے رائے سنگھ و جگناتھ و راجہ گوپال
اور بہت سے اخلاص پیشہ امیروں کو بہت سے ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا۔
امرائے سندپاس حکم بھیجا کہ اگر مرزا دریائے سندھ کے عبور کرنے کا ارادہ کرے
تو اُس کو سر راہ روکنا نہیں۔ مگر لڑائی میں توقف کرنا۔ ہم خود عنقریب وہاں آئینگے اور
جو ہمارے دل میں ہی وہ ظہور پائیگا۔ ۸ ربہمن کو بادشاہ پاس خبر آئی کہ مرزا پنجاب کی طرف
آیا ہی۔ بادشاہ کے اشارہ سے منجموں کی جماعت نے ساعت نیک بتانے کے لیے
مشورہ کیا۔ بادشاہ کو دریائے شرقی کی نگرانی کا اندیشہ تھا۔ آسائش ملک و خلق
کے لیے بادشاہوں نے یہ چاہا کہ سلطان سلیم کو امرا کے ساتھ دارالخلافہ میں چھوڑ جائے
اور خود پنجاب میں آئے۔ مگر شاہزادہ نے مریم مکانی کے وسیلہ سے ہمراہ جانے کی

درخواست کی۔ بادشاہ نے اُس کی ملتمس کو قبول کیا اور مرزا دانیال کو دارالخلافہ میں چھوڑا۔ دوم محرم ۹۸۹ھ کو اس ساعت میں کہ منجموں نے بتائی پنجاب کی طرف روانہ ہوا تھا۔ حزم واحتیاط سے جنگ کا سامان کیا اور پنجشنبہ وجمعہ کے گشکداروں کو تو اپنے پاس رکھا۔ اور سشنبہ وچہارشنبہ کے امرا سے برانغار کو آرائش دی اور دوشنبہ وشنبہ کے امیروں کو جرانغار اور یکشنبہ کے مبارزوں کو ہراول بنایا، ارکو تھانیسر میں بادشاہ آیا۔ شیخ جلال سے ملا۔ شیخ پیر خدا پرست تھا۔ اس ولایت کے آدمی اس کے معتقد تھے۔ بادشاہ کے اشارہ سے ابوالفضل نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کی ساری عمر نیکیوں کی صحبت میں گزری۔ روحانی مرض کا علاج آپ بتلائے کہ دل سراسیمہ کو اختلاف کے تفرقہ سے نجات ہو۔ اوّل شیخ نے آنکھوں کے آنسوؤں سے جواب دیا اور پھر یہ بیت زبان پر لایا ؎

آہ ز استغنائے دلبر آہ آہ — گر تعظم بست بر کونین راہ

سکندر ذوالقرنین ہمیشہ اپنی بزم سلطنت کے خاصوں سے کہا کرتا تھا کہ ندیم اور بزلگو اور ہوتے ہیں اور ارکان دولت وبزرگان درگاہ اور ہوتے ہیں۔ اوّل کا کام یہ ہی کہ کسی شاداب نکتہ اور نادر حکایت سے گو جھوٹی ہو وہ شگفتگی پیدا کرتے ہیں۔ چراغ طرب میں روغن ڈالتے ہیں۔ اور خوشحالی کو گزند دل شکنی کیحالت میں برقرار کرتے ہیں۔ عروس نشاط کو شگرف کاری سے آراستہ رکھتے ہیں۔ اور دوّم بمنزلہ دست وبازو کے ہوتے ہیں۔ سارا مقصد ان کا یہ ہوتا ہی کہ فساد عالم کا علاج کریں۔ شکستہ کاروں کا تریاک ورزمانہ کے کہن زخموں کے مرہم بنیں۔ زبان سے وہ بات کہیں کہ پراگندگی زمانہ دور ہو۔ کار برہم شدہ فراہم ہو جہاں میں آسودگی بڑھے۔ شادمانی ایمنی کے ساتھ ہمدوش ہو۔ اگر خریدار اس کا نایاب ہو تو خموشی ونیک اندیشی سے چارہ کار کریں۔ بارگاہ دولت کو جو آسیب پہونچتا ہی زیادہ تر اس کا سبب یہی ہوتا ہی کہ یہ دونوں گروہ اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ وہ اپنے کار پردازان

دولت سے فرماتا کہ جو شخص ہماری خوشنودی کے خیال سے راستی کو چھوڑتا ہے اور درست عیار
نہیں رہتا اور سپاہ و رعیت کو تنگ گیری سے ہماری کشائش طلب کرتا ہے اُس سے تھوڑے
دنوں میں ہمارا دل پھر جاتا ہے اور ہماری سیاست سے وہ ٹھیک بنایا جاتا ہے۔ اس حال کا
مصداق خواجہ منصور شاہ کی حالت ہے کہ وہ ہمیشہ جاہ طلبی و آزمندی سے محاسبات دیوانی
میں خردہ گیری و سخت گیری کرتا۔ آدمیوں کی غمخوارگی اس کے دل ہی میں نہیں آتی تھی
وہ اپنا گھر ہی بھرنا چاہتا تھا۔ ایک دفعہ میں وہ ناستودہ کردار نیست ہو گیا۔ جب کنور مان سنگھ
نے شادمان کو کشتہ کیا تو اُسکی رخت گاہ میں سے چند پروانے مرزا محمد حکیم کے منشی کے ہاتھ
کے لکھے ہوئے برآمد ہوئے کنور مان سنگھ نے ان کو بادشاہ پاس بھیجدیا۔ ان میں سے ایک
خواجہ کے نام تھا جسکے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ یکجہتی و نیک اندیشی کی عرائض تمہاری پیہم
پہونچیں اس سے ہماری توجہ تمہارے حال پر زیادہ ہوئی۔ اب قریب ہے کہ نتائج سے تم متمتع
ہو گے۔ بادشاہ نے اس کو بدکاروں کی سازش سمجھکر خواجہ کے منہ پر کچھ نہ کہا۔ نواحی سیت
میں ملک ثانی (ثانی) جو مرزا کے قدیمی نوکروں میں تھا بنہ دبار کے ساتھ درگاہ میں آیا۔ یہ شہرت
ہوئی کہ مرزا نے اُسکو اسلیے بھیجا ہے کہ رنجش کو اپنا پیشرو بنائے اور چاپلوسی کے لوازم بجالائے۔
سادہ لوحوں کو بہکا کر اپنے بس میں لائے اور بدکاروں کو زیادہ تر بنائے۔ دوراندیشی
واحتیاط گزینی سے اس کو تصرف سے باز رکھا تو خواجہ سے بہت سی باتیں اسکی جانبداری
کی ظہور میں آئیں طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ ملک علی جو مرزا کا وزیر تھا اور جسکا لقب
وزیر خاں تھا۔ خواجہ کی منزل میں اُترا اور خواجہ کی معرفت وہ بادشاہ کی خدمت
میں جانا چاہتا تھا۔ خواجہ نے بادشاہ سے اسکے ملنے کی تقریب کی بادشاہ
نے خواجہ کو خلوت میں طلب کرکے اس نامہ کو اُس سے پڑھوایا اُس نے ایسے
جواب دیئے کہ جس سے بدگمانی اور زیادہ ہوئی بادشاہ نے اس کو اختلاط سے باز
رکھا اور دوربینی کو کارفرمایا۔ ۱۹ کو ملک علی کو توال شہر کچھ نوشتے بادشاہ کے

روبرو لایا جس نے خواجہ کی تباہ سگالی تازہ ہوئی۔ ان نوشتوں سے معلوم ہوا کہ فیروز پور جو خواجہ کی جاگیر میں تھا وہاں کی سپاہ مرزا سے یکتائی رکھتی ہے اور عنقریب اُس سے ملنے کو ہے۔ اس سے بادشاہ کو غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ اگر خواجہ کسی راستی منش کو ضامن دے تو بدستور زندان میں رہے ورنہ وہ ٹھکانے لگایا جائے جس سے کوتہ اندیشوں کی گوشمالی ہو۔ اور بدگوہروں کی تنبیہ۔ خواجہ نے جواب میں بیہودہ باتیں بنائیں مگر ضامن اس کو میسّر نہ ہوا۔ ناگزیر حکم سیاست ہوا۔ سرای کوٹ کچھوانہ میں درخت سے لٹکا کے اس کو پھانسی دیگئی۔ اس سے لشکر کو بڑی خوشی ہوئی۔ حقیقت میں حسودان سخن ساز اور بادسرایاں غرض گذار نے اسکو یہ دکھایا۔ خواجہ جیسا امارہ نویس خردہ گیر نکتہ سنج باربردار شیوا زبان شخص گو کمتر پایا جاتا ہے۔ بادشاہ نے بارہا فرمایا کہ اس کے مرنے سے حساب کے بازار کی رونق گئی اور سررشتہ محاسبہ ہاتھ سے نکلگیا۔ خواجہ کے حالات کو طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ ملک علی کے قاصدوں کو گذر لدھیانہ کی سرائے میں ایک پیادہ ملا جسکے پاؤں سوجھ رہے تھے اس نے اُن سے کہا کہ میں خواجہ کے شقدار شرف بیگ کا ملازم ہوں میں نے یہ خطوط خواجہ پاس بھیجے ہیں۔ میرے پاؤں کا حال دیکھتے ہو کیا ہو رہا ہے۔ تم ان خطوں کو لیکر جلد خواجہ پاس پہنچادو۔ جب مُہر توڑ کر اُن خطوں کو نکالا تو انمیں ایک عرضداشت شرف بیگ کی تھی جسمیں پرگنہ فیروزپور کا حال لکھا تھا دوسرا خط ایک شخص نے دوسرے شخص کے نام اس مضمون کا لکھا تھا کہ میں نے فریدون خاں سے ملاقات کی وہ مجھے مرزا محمد حکیم پاس لیگیا۔ باوجودیکہ اور سارے پرگنوں میں اپنے عمال اس نے بھیجدیئے ہیں مگر ہمارے پرگنوں میں نہیں بھیجے ہمیں معاف رکھا ہے۔ بادشاہ نے اس خط کو شرف بیگ کا خط خواجہ کے نام خیال کیا۔ خواجہ سے ارکان دولت ناراض تھے سب نے متفق ہو کر اسکو پھانسی لگوائی۔

ہندوستان میں کچھ شورش برپا تھی اور کچھ قرنوں سے آشوب کی آتشگاہ بن رہا تھا تو اس دیار کے آدمیوں نے اور کچھ کابل کے فتنہ پردازوں نے اس آشفتہ رائے جوان مرزا سے

مرزا حکیم کا عصیان سنہ ۹۸۹ ۲۵

جلدہ

حرکات ناشائستہ سرزد کرائیں اُس نے کچھ سپاہ پہلے بھیجی کہ فتنہ برپا کریں مگر وہ سپاہ سرنگوں ہوئی۔ اب اس کو چاہیے تھا کہ اپنے پندار سے باز رہتا مگر اسکے برخلاف وہ پیکار کے درپے ہوا جب وہ دریائے سندھ سے پار اُترا تو اس نواح کے امراء فرمان شاہی کے کاربند ہو کر دار الملک لاہور میں جمع ہو کر قلعہ داری کے لیے آمادہ ہوئے۔ مرزا یوسف خاں نے رہتاس کی پاسبانی کی۔ مرزا سے کوئی بادشاہ ناشناسا بھی جا کر نہیں ملا۔ روشناسوں کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ سپاہ ناکام رہا۔ رعیت کا دل اپنی طرف نہ دیکھا۔ ہر لحظہ ناامیدی اسکے اندوہ کو بڑھاتی تھی۔ مگر ہرزہ گویوں کی جھوٹی باتیں اس کا دل خوش کرتی تھیں پریشان خیالی میں وہ اپنا وقت کاٹتا تھا۔ ہوا کو ہاون میں کوٹتا تھا اور پانی کو چھلنی میں چھانتا تھا یہاں تک کہ لاہور کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔ شاہی مبارزوں کی کنارہ کشی نے اسکے دل کو کچھ دنوں خوش رکھا۔ وہ انکے کارنامے بہت سُن چکا تھا۔ اس وقت اسکا دل لڑائی پر نہیں لگتا تھا۔ اسکے ارادوں کی یاوری کرتا تھا۔ بادشاہ کے نہ آنے کی خبر سُننے سے اسکے دل کو تقویت ہوتی تھی۔ جب بادشاہ پنجاب کو دارالخلافہ سے چلا تو مرزا لاہور کے قریب بڑی شورش مچا رہا تھا۔ مہدی قاسم کے باغ میں بیس روز تک خوش دماغی کرتا رہا اور شیخ چلّی کے سے خیالات کرتا تھا۔ سعید خاں و راجہ بھگونت داس و کنور مان سنگھ و سید حامد و محمد زماں اور جاگیرداران نے قلعہ کو کسی قدر استحکام دیا تھا۔ وہ کارزار کے لیے آمادہ رہتے تھے بادشاہ کا حکم پیکار کے ہنگامہ برپا کرنیکا نہ تھا۔ بہادر اپنے مورچوں میں ہوشیار رہتے تھے عامہ بند یاوہ گویوں کے اختلاط سے شہر کو باز رکھتے تھے۔ دروازے کھُلے رکھتے تھے۔ مرزا کی طرف سے بارہا شبیر خواجہ و نادعلی و قربان علی و مرزا اسکندر جوشش مردانگی کرتے تھے۔ مگر مُنہ کی کھاتے تھے۔ مرزا اپنے کار کی ناروائی سے زیادہ آشفتہ ہو رہا تھا کہ ناگاہ لشکر شاہنشاہی کے آنیکا آوازہ اسکے کان میں پہنچا۔ تو وہ حیران پریشان ہو کر آب راوی سے عبور کر کے کابل کو بھاگا بھیرہ کے نواح میں دریائے بہت سے عبور کرنے میں کچھ اسکے آدمی سیل فنا میں ڈوبے۔ اُس نے کھمب کی راہ سے آب سندھ کو عبور کیا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔ جب بادشاہ نے اس کا یہ حال سُنا تو اُس نے

حکم بھیجا کہ مرزا کے تعاقب سے ہمارا لشکر باز رہے مبادا اور پاؤں کی شورش میں مرزا کی کشتی ڈوب جائے کہ پھر اس سلیم دل کا علاج کچھ نہ ہو سکے۔ ہم غافل ہو کر کب اسکی نقش ہستی کو اس طرح مٹانا چاہتے ہیں امید ہے کہ وہ سعادت پذیر ہو۔ اور نیز میرزان قدردانی میں بیٹے سے زیادہ بھائی ہوتا ہے۔

بادشاہ ۲۴ر فروری کو سرہند میں پہنچا۔ ۲۸ر حوالی ماچھواڑہ کی حوالی میں دریائے ستلج کا پل باندھ کے عبور کیا۔ امرا پنجاب یہاں آنکر ملازمت سے مشرف ہوئے۔

بادشاہ کا سفر دریائے سندھ کی طرف

اب بادشاہ نے پنجاب سے ساحل سندھ کی طرف سفر کیا۔ یہاں اسکا ارادہ ایک قلعہ بنانے کا تھا۔ کہ وہ سرکشوں کو راہ پر لائے۔ اور بندگان خدمت گذار کی بزرگ پناہ بنائے۔ اس نے راہ میں نگرکوٹ کی سیر کا ارادہ کیا اور اس ارادے سے ۱۷ کو کلانور میں آیا۔ دھم اردی بہشت کو ایک باغ کی بنیاد یہاں رکھی۔ نندنہ میں شکار کھیلا۔ بالناتھ ٹلہ کی زیارت کے لیے متوجہ ہوا۔ یہ ایک بڑا اونچا پہاڑ رہتاس کے قریب ہے۔ وہ بالناتھ جوگی کا نائش گڈھ ہے۔ اسکو لوگ بزرگ سمجھتے ہیں اور بہت آدمی یہاں آتے ہیں۔ ہندوستان میں طرح طرح سے آزادی کی راہ کھلی ہوئی ہے۔

بالناتھ جوگی کی زیارت

ایک گروہ کا نام جوگی ہے۔ پاتنجل کے قانون پر چلتے ہیں۔ فنا میں اپنی بقا جانتے ہیں۔ بہت خلاف عادات ان سے ظہور میں آتے ہیں۔ اکثر انمیں خرسندی و کم آزاری میں نامور ہیں اور عرصہ آگہی میں تیزرو ہیں۔ بالناتھ اس گروہ کا سرآمد ہے۔ بادشاہ کو تو بزوہش الہی منظور تھی ہر طائفہ اور ہر جانب میں متوجہ ہونے کو ایزدی پرستش جانتا تھا۔ اس سبب سے وہ ایزد پرستوں کی خلوتگاہ میں جاتا تھا۔ اس جوگی کے بھی پاس گیا۔ یہاں سے ۱۲ر خرداد کو ساحل سند ساگر پر پہنچا۔ یہاں سے اس نے اپنی شیر میں گفتار عقیدت گزینوں کو مرزا پاس بھیجا کہ سخنان دلاویز اس کو سنائیں ؎

تواں ساخت دلہائے فولاد نرم + بہ نیروئے پیوند گفتار گرم +

بادشاہ نے جو فرمان بھیجا اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہر والا شکوہ باوجود توانائی اور قوت کے مالش سے باز رہ کر نصیحت کرتا ہے اس کا مطلب سوائے خیرسگالی اور خلوص کے کوئی امر اور نہیں ہوتا

سعادت پذیر نیک اختر اپنی بیدانشی سے بیدار ہوکر شرمندہ چہرہ اور حق پذیر دل لیکر اس کی انجمن میں آتے ہیں اور ظاہری اور باطنی نیائش کرکے چارہ گری اپنی کرتے ہیں۔ اور جو بدگوہر تیرہ رائے ہوتے ہیں وہ حیلہ وبہانہ بناتے ہیں اور بیہودہ حجتیں گھڑتے ہیں جنسے تباہ ہوجاتے ہیں۔ اے میرے بھائی تو مجھے بیٹے سے زیادہ پیارا ہی آگاہ ہوکہ اور سلاطین شہزادہ والا تبار ہر سرزمین کے بزرگ میری عنایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ تو میرا بھائی ہوکر کب تک مایوس رہیگا اور باجی ہمنشینوں کی صحبت سے اپنا نقصان کریگا۔ ان ملس طینتوں کی باتوں پر کان نہ لگا۔ اور اندیشۂ درست۔ دل پشیمان واعتقاد شائستہ وخاطر امیدوار لیکر میرے پاس چلا آکہ آیندہ زندگی تیری عزت وآبرو سے بسر ہو۔ نیکنامی ہو۔ دنیا اور عقبیٰ درست ہو۔ اگر تو اپنی شرمندگی اور بدکاری کے سبب سے ہمارے پاس نہیں آتا اور خوف کے مارے ہماری خدمت گاری پر دل نہادہ نہیں ہوتا تو ہماری بخشش وبخشائش مشہور ہی سب نزدیک دور کو اس کا یقین ہی۔ وہ بادشاہ ان نصائح کو افسانہ سمجھا۔ اور اس کا جواب گفتار بیفروغ میں لکھا۔ پھر بادشاہ نے اپنی محبت کے سبب سے مرزا کو اشارہ کیا کہ اگر دل وزبان دونوں ایک ہیں اور وہموں کی زیادتی کے سبب سے چندروز تک ملازمت میں نہیں آتا تو کسی اپنے بیٹے کو اپنی بہن بخت نساء بیگم کے ساتھ روانہ کردے اور اگر یہ بھی منظور نہیں ہی تو خواجہ حسن نقشبندی کو اس سرزمین کے اعیان کے ساتھ بھیج کہ رسوم پیمان وسوگند کو بجالائے۔ جب ہم اسکو قبول کریں تو بخشائش اور بازگشت کو دستآویز بنائے۔ مگر پندہائے ہوش افزا کو خوابیدہ بخت۔ شوریدہ رائے سنتے ہیں۔ ناچار بادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ مانسنگہ دلاوروں کو ساتھ لیکر آب سندھ سے گذر کر پشاور میں جائے اور وہاں کے سرکشوں کو نیکو خدمت بنائے۔ اور تیر کو شاہزادہ سلطان مراد کو بہت سے امراء کے ساتھ دریا سے عبور کرکے ولایت پشاور کو روانہ کیا اور کہدیا کہ اگر مرزا بیدار ہوکر فرمان پذیری اختیار کرے تو اسکو بہت سی نوازشوں کا امیدوار کرے۔ اور نہیں کابلستان میں دوڑ جائے۔ پھر بادشاہ نے فوجوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ قول کو خود زینت دی مرزا

بادشاہ کے لشکر کا مرتب ہونا اور مرزا کے پاس جمیعت لشکر کو بھیجنا سنہ ۹۸۹

یوسف خاں و رائے رائسنگھ۔ و رائے درگا و گوجر خاں و سورج سنگھ۔ و مدن چوہان - و شیخ عبد الرحیم و بانکا رائے۔ و رامچند و ٹھاکرسین۔ و سلیم خاں کاکر علی و سید محمد موجی و کرم اللہ کنبو و پرتھی راج و رامداس چوہان و متھراداس و سونول داس و کلہ کچھواہہ اسکرن و کجرہ و جرارہ بیگ و شیخ ولی جلال و میر حسن و ایک جماعت کثیر اس سپاہ میں افسر مقرر ہوئے جرانغار کی سپاہ داری سید حامد بخاری و مخصوص خاں و سید مہدی قاسم و ابوالقاسم نمکین و عرب ابو القاسم و سید حسین و حسن قلی بیگ عبد اللہ بلوچ اور نامور جوانمردوں کے سپرد ہوئی۔ برانغار کو قلیچ خاں و جلال خاں و شیخ جمال بختیار و نور ملیح و مرزا فولاد و جمال خاں بلوچ و شیخ گکھر و ملک درویش جالونہ و عالم لوحانی و مولانا الہداد امروہہ و شہباز خاں لودی نے رونق دی و راجہ مان سنگھ و نورنگ خاں و شیرو بہ خاں و مادھو سنگھ و محمد بیگ تکلو و مان سنگھ دربانی و جگمال سلہدار و بہادر خاں قوردار و سرحن و پہلوان علی و سکت سنگھ و جگت رائے و رامچند و بھگوانداس و شیخ کبیر و جبار قلی و نقیب پوانہ اور ایک گروہ اور ہراول کی آرائش میں مشغول ہوئے۔ بادشاہ نے پھر اپنی عاطفت فطری و رافت ذاتی کے سبب مرزا حکیم پاس منشور حاجی حبیب کاسن کے ہاتھ بھیجا۔ یورش کا موسم نکلا جاتا تھا اور لشکر کثیر کو تنگناؤں میں کسی قدر دشواری تھی۔ اسکو لکھا کہ تجھکو چاہیے کہ فرمان پذیری کی طرزوں میں سے کسی طرز کو قبول کرے تاکہ لشکر حدود بکرام سے واپس چلا جائے۔ اور تیرا کام نیکنامی کے ساتھ ہو اور بادشاہ کی نوازش کی دستاویز سرانجام پائے۔ بادشاہ کو یہ خوف تھا کہ مبادا لشکر شاہی کے شکوہ و خوف سے مرزا وحشت جو بیگانوں میں چلا جائے۔ اور کارگزاروں کو حکم ہوا کہ دریا کا پل بنائیں۔ اُنھوں نے کشتیاں جمع کرنے میں تگاپو کی اور کشکداران ہفت رودنے منازل دریائی کے بنانے میں سعی کی۔ بادشاہ نے ارادہ کیا تھا کہ اگر مرزا فرمان نہ مانے تو خود جائے۔

جن دنوں میں بادشاہ ساحل دریائے سندھ پر مقیم تھا۔ اور دریا سے پار زابلستان جانیکا قصد تھا تو اکثر لشکر کے مخصوص امرا اس یورش سے باز رکھنے میں کچھ نارسائی کے سبب ایک گروہ تنگ حوصلگی کی وجہ سے ایک طائفہ ولایت سردسیر کے خوف کے مارے ایک طبقہ تن پرستی

وہند دوستی کے سبب سے کچھ سفر کے نقصانوں کی وجہ سے بعض مرزا کی ہواخواہی کیوجہ سے داستانسرائی کرتے تھے مگر بادشاہ
کب اپنے ارادے سے باز رہتا تھا - ابوالفضل کو حکم دیا کہ ان سب کا بیان اور وجوہ کلیہ ہمارے سامنے پیش کرے - وہ جانتے نہیں
دیر اسلیے کرتا تھا کہ عقل مصلحت بیں مرزا کی یاوری اور سعادت اندوزی دستگیری کرے مگر وہ اس دیر سے روز
بروز زیادہ مغرور ہوتا جاتا تھا ۵ دشمناں از سخن نرم تو مغرور شدند + وقت باشد کہ زیاں کار بود خوش سخنی +
بادشاہ اکثر کہا کرتا کہ جس عضو میں فساد ہو جاے تو عاقلوں نے اسکے قطع کرنے کا آئین مقرر کیا ہے
کہ اور اعضا میں گزند نہ پہنچے - اس طرح اگر افراد انسانی میں کسی کے جوہر سعادت میں ایسا خلل پڑے
کہ وہ اوروں کو پراگندہ کرے تو اسکا نقش ہستی صفحہ جہان سے مٹانا چاہیے - لیکن بادشاہ اپنی
مہر و رافت کے سبب سے اسپر عمل نہیں کرتا تھا - بادشاہ کو دریا سے عبور کرنے میں یہ خوف تھا کہ کہیں
مرزا کی زندگی نہ ختم ہو جائے - اسلیے اسمیں توقف کرتا تھا جب عاطفت اپنے انداز سے گذری اور
مدارا مداھنہ ہوگئی تو اس نے یکم تیر کو دریا سے عبور کیا اور جہاں دریا سندھ اور دریا
کابل ملتے ہیں وہاں فرودکش ہوا اور اردوے بزرگ اور بہت سے پرتال کو سندھ کے کنارہ پر چھوڑا اور
اس سرزمین کی حکومت قاسم خاں کو سپرد کی کہ یہاں کے سرکشوں کو مطیع کرے اور عمدہ پل بنائے -
۸ امرداد کو حاجی حبیب اللہ مرزا کی عرضداشت لایا جسمیں مرزا نے کچھ پشیمانی و شرمندگی کا اظہار
اور فرمان پذیری کا پیمان سوگند کے ساتھ کیا تھا لیکن بادشاہ کے فرمان کو نہ مانا - اس لیے
اسکی گفتار سچی نہ معلوم ہوئی - عذر اُس وقت مقبول ہوتا ہے کہ گفتار و کردار ایک ہوں - دگرنہ
داستان سرا فریب آرا زبان سے نیائش گری اور عمل میں بیکاری کرتے ہیں - پہلے بہت سے
سادہ لوحوں نے کارکرد اور گفتار کی ناشناسائی سے بہت نقصان اُٹھائے ہیں - مدارا
کے لیے شائستہ یہ ہے کہ گلشن سراے لسانی سے عملخانہ نگارین تر نہ ہو تو کمتر بھی نہو ورنہ گریزی
وابلہ طرازی کو بازار میں لاتا ہے - اس لیے بادشاہ نے اسکے عذر کو نہ مانا - اور شاہزادہ مراد
کو بلرام سے آگے جانے کا حکم دیا اور خود بھی کوچ کرکے آب کابل کے کنارہ پر پہنچا -
خواجہ محمد علی اور ایک جماعت کو پھر مرزا پاس بھیجا کہ وہ کہا مان جائے - خود بادشاہ

دولت آباد میں آیا اس منزل میں ایک شاطر مرزا کی عرضداشت لایا جسمیں کردار گذشتہ سے پشیمانی اور آیندہ پیمان نیکو خدمتی کو عرض کیا تھا۔ مگر بادشاہ نے اسے جھوٹ سمجھکر نہ مانا۔ اور مجلس مشورہ امرا کو بُلا کر منعقد کی اور حکم دیا کہ ہر ایک اس عرضداشت کا جواب اپنی کارشناسی سے لکھے۔ اور ابوالفضل کو حکم دیا کہ ہر ایک کی صوابدید کو دلنشین کر کے عرض کرے۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ ہر شخص نے وہی کیا جو پہلے کیا تھا کسی کا ارادہ جانے کا نہ ہوتا تھا۔ اس لیے سب نے اپنے اس مطلب کو کہ مرزا کی خطائیں معاف ہوں اور لشکر واپس مختلف روشوں سے ادا کیا۔ ابوالفضل نے کہا کہ جب شاہزادہ مرزا مراد کی سرکردگی میں ایک لشکر دور دست راہ پر روانہ کیا گیا ہی اور یہاں سے منزل مقصود تک پہنچنا آٹھ سات روز کی راہ ہی بمجرد گمنام فرستادوں کی گفتار اور جھوٹے نوشتوں پر اعتبار کر کے مراجعت کرنا سزاوار نہیں ہی ہندوستان میں بارش کا موسم ہی۔ حدود سندھ میں برسات کے ختم ہونے تک توقف کرنا پڑیگا۔ اگر کوچ کیا جائیگا تو بارش میں اسباب سپاہ گری کا نقصان ہوگا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہی کہ جو کام قریب الاختتام ہی وہ پورا کیا جائے پھر مالش سزا یا بخشش نمایاں کی جائے۔ اس کہنے پر ابوالفضل سے اہل مشورہ ناراض ہوئے۔ ایک سلامت رو نے دوستانہ ابوالفضل سے یہ کہا کہ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس تیری صلاح سے شناسائی اور حق گوئی ظہور میں آئی ہی لیکن آشوب گاہ تعلق میں اہل زمانہ اور بارگاہ کے سلطنت کے چیرہ دستوں کے ساتھ سازش و موافقت ناگزیر ہی ابوالفضل نے جواب دیا کہ رازگوئی کی انجمن میں اور مشورہ کے صفوت کدہ میں جو وقت کے مناسب بات ہو اسکے چھپانے سے اور اسکے خلاف پر مائل ہونے سے ناخوشی پیدا ہوتی ہی اور دین و دنیا کا زیان ہوتا ہی۔ صورت گاہ زود زوال کے لیے جان فرسائے معنوی ہونا کیوں آدمی قبول کرے جو راہ فضول میں آوارہ نہیں ہوتا اُسکے دامن پر گرد نہیں بیٹھتی۔ مجھے جب تک بادشاہ پوچھیگا نہیں میں کچھ نہیں کہونگا اور صلاح کار

اپنی صلاح گزارش کریں سب نے متفق ہوکر کہدیا کہ حکیم مرزا کی بخشائش کیجائے اور جھوٹ موٹ یہ بھی کہدیا کہ ابوالفضل کی بھی یہ رائے ہی۔ وہ اس وقت درد سر وتپ کے سبب سے موجود نہ تھا بادشاہ اس صلاح سے نہایت ناراض ہوا۔ ابوالفضل سے بھی خفا ہوگیا۔ پھر جب ابوالفضل نے ساری حقیقت حال عرض کی تو خفگی جاتی رہی۔ غرض بادشاہ منزل بمنزل زابلستان میں چلا کورکھتری میں پہنچا۔ یہاں ایک غار بڑا گہرا ہی کہ اُسکے اندر مرتاضان باستانی کے خلوتکدہ کی راہ ہی۔ راہ کی دشواری اور تاریکی اور پیچیدگی سے وہاں رسائی مشکل ہی۔ مگر بادشاہ تنہا اسکے اندر گیا۔ پھر بادشاہ حصار بکرام میں آیا۔ یہاں کے عوام اس ولایت کو پرشاور کہتے ہیں اور اس شہر کا نام بھی یہی لیتے ہیں۔ یہاں کی حکومت یار علی ناظر کے سپرد ہوئی۔

انہیں ایام کے سوانحہ میں سے ہی کہ ۱۵ خرداد کو اقصائے شرقی ممالک میں ایک قلعہ کی بنیاد رکھی اور کٹک نبارس اُسکا نام رکھا اور خواجہ شمس الدین خافی کو اسکی تعمیر کا اہتمام سپرد کیا۔ تھوڑے دنوں میں وہ بند ہوگیا۔ ہندوستان وکابلستان کے درمیان ایک عجیب برزخ بنگیا۔ گردن کشونکی فرمان پذیری کا سرتاسر ہوا۔ مایہ آزرمندونکی روزی کا دستاویز بنا۔ مالدارونکی بضاعت کا اطمینان ہوا۔ مسافرونکے لیے امینی کا مقر تھا

کابل کے واقعات

بادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ مرزا کسی طرح راہ پر آجائے۔ اس لیے وہ آہستہ جاتا تھا۔ اور ہر منزل میں چند مقام کرتا تھا۔ شاہزادہ مراد کو بھی حکم بھیجدیا تھا کہ رفتار میں سرعت نہ کرے۔ مگر مرزا خوشامد گو بدگوہروں کی ہمنشینی کے سبب سے کسی طرح بادشاہ پاس آنے پر راضی نہ ہوتا تھا ہرچند اسکی بہن نے چاہا کہ میں بادشاہ پاس جاکر ملاقات کروں مگر اسپر راضی نہ ہوا۔ کج گرائی سے خواجہ حسن بدخشاں کی طرف چلا گیا۔ مرزا نے اپنے بنہ وبار کو مستحکم مقامات میں بھیجا اور قزاقی کے ارادہ پر آمادہ ہوا۔ جب اسکو معلوم ہوا کہ بادشاہ حدود بکرام میں مقیم ہی اور لشکر بسرکردگی شاہزادہ مراد آتا ہی تو اس نے کارزار کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے آپ جریدہ تیز روی کو اختیار کیا۔ سلطان سلیم کو لشکر عظیم کی نگہبانی سپرد کی۔ اور حکم دیا کہ لشکر منزل بمنزل آہستہ روانہ ہوا

اور خود گرم رفتار ہوا اور خیبر کے سخت گریووں کو طے کر کے حواشی دکہ میں دریا کے کنارہ کچھ آرام کیا جلال آباد میں خان درویش خاں و شمس الدین کروری کو لشکر کے آرام کے لیے متعین کیا پادشاہ پاس مرزا کی خبر روز آتی تھی کہ وہ کیا کرتا ہی۔ پادشاہ بافراغ صفا میں تھا کہ کوئی شخص مرزا کی خبر نہ لایا اور قراول بھی آدمی راہ سے پھر آئے۔ افغانوں نے راہ بند کر کے اُنھیں آگے نہیں جانے دیا جب پادشاہ گندمک میں آیا تو حاجی محمد احدی جس کو پادشاہ نے بلانیکے لیے بھیجا تھا وہ خبر لایا کہ لشکر شاہی کو گزند پہنچی ہی۔ پادشاہ نے رازگوئی کی مجلس جمع کی۔ ہر ایک سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ جب تک لشکر آنکر ملے توقف کرنا چاہیے بعض نے کہا کہ ہم اتنے کم آدمی ہیں کہ توقف کرنا مناسب نہیں۔ واپس جا کر لشکر سے ملنا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ آگے بڑھنا چاہیئے پادشاہ کے خوف سے مخالف پراگندہ ہو جاینگے۔ غرض شہریار اپنی شجاعت خداداد اور خاطر ہمیشہ بہار کے سبب سے آگے بڑھا۔ لشکر آراستہ کیا۔ قول میں خود رہا۔ اور برانغار میں زین خاں کوکلتاش۔ جرانغار میں مطلب خاں تخت تیگچی واحدی ہراول میں نامزد ہوئے۔ پھر پادشاہ پاس فتح کی خوشخبری آئی۔ مگر یہ عرضداشت کرم اللہ کنبوہ کی تھی اور قاصد افغان تھے۔ اسلیے اسپر اطمینان خاطرخواہ نہ ہوا۔ مگر جب پادشاہ سرخاب میں آیا تو شاہزادہ کی عرضداشت آئی جسمیں فتح کا بیان لکھا ہوا تھا۔

حکیم مرزا فرومایہ بدگوہروں کی دمسازی سے کہ خانہ برباد کرنیوالی ہوتی ہی۔ پادشاہ کے فرمان پذیری کی راہ سے باہر نکل گیا اور ہندوستان کی شرقی دیار کی شورش سے پادشاہ کے برخلاف ہو گیا۔ مگر جب یہاں ہندوستان میں آنکر ناکام اُلٹا گیا تو کبھی وہ اپنے نصیبوں کو روتا۔ کبھی اپنی کج گرائی پر ہنستا۔ کبھی اپنے اہل مجلس کو سرزنش کرتا۔ اس پریشانی میں تھا کہ پادشاہ کی آمد آمد کا شہرہ ہوا۔ اب نہ رائے بودن نہ رائے آویختن۔ نہ گوہر عقل کی صفائی تھی کہ پادشاہ کی خدمت میں آتا۔ نہ اُسکے ہمراہیوں میں ہوشمندی تھی کہ اسکے بیٹوں میں سے کسی کو پادشاہ کی خدمت میں لاتے اسکی ہمشیرہ اور خواجہ حسن دونوں خوف کے مارے بدخشاں کو چلے گئے فریدون اور کچھ اور امرا کہ سرمایہ شورش تھے ان کا کبھی یہ ارادہ ہوتا تھا کہ خیبر کے درہ کی

استواری کو اپنی پناہ بنایئے کبھی یہ ارادہ ہوتا تھا کہ بنگش کی راہ سے ہندوستان میں جاکر فساد مچائے۔ بعض کا یہ ارادہ تھا کہ حصار کابل کو استحکام دیکر کوہستان کی تنگنائے میں زاویہ نشین ہوں۔ مگر بادشاہ کے لشکر کی خبر سنکر سب بے اوسان تھے کچھ سامان نہیں کرتے تھے کابل کی رعایا کو پسند نہ تھا کہ وہ اپنے شہر کے دروازوں کو بند کریں کہ اپنے ولی نعمت کو آنے نہ دیں۔ مرزا نے قلعہ کی کنجیاں ارباب شہر کے حوالہ کیں کہ بادشاہ کی نذر کریں اور خود قراباغ میں چلا گیا۔ ہر شخص نے اپنا اسباب دور دور بھیجدیا۔ مرزا کو یہ خیال تھا کہ اگر بادشاہ کا لشکر زور کرے تو توران میں بھاگ جائیے اور نہیں تو ہمیں کوہ وصحرا نوردی کرے جس شخص کے اندر خود خرد نہ ہوا اور کوئی دوست تلخ گو نہ ہو تو وہ ہمیشہ ناکام رہتا ہے۔ مرزا غوربند کے کنارہ پر سراسیمہ و پریشان پڑا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ یاروں نے سمجھایا کہ بادشاہ کا لشکر پشاور سے آگے قدم نہیں بڑھائیگا۔ اسکے لشکر میں یکتادلی نہیں ہے۔ غرض اسکو ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ وہ کارزار کے لیے سرگرم ہوا اسکے ساتھ ان دوستوں نے دشمنوں کا کام کیا۔ مرزا نے فریدوں کو بہت ہمراہیوں کے ساتھ بھیجا کہ آق سرا میں رہ کر سپاہ و رعیت کے فراہم کرنے میں اہتمام کرے۔ اسکے پیچھے خود بھی جاکر لڑنے کے لیے تیار ہوا۔ جب بادشاہ کا لشکر قریب آیا تو اسکا لشکر پراگندہ تھا مرزا نے ارادہ کیا جب تک لشکر جمع ہو درہ سنجد میں ٹھیرے۔ اور فریدون کمین گاہوں میں ٹھیر کر بادشاہی لشکر کو گزند پہنچائے۔ حیدر علی کو کابل روانہ کیا کہ وہاں سے فارغ ہو کر نبرد گاہ میں آئے۔ جب بادشاہی سپاہ کمین گاہ سے گزری اور سید حامد بخاری و مخصوص خاں کہ لشکر کے چنداول تھے۔ دوراندیشی کو چھوڑ کر بہت آگے چلے گئے۔ سوائے سید بہاؤالدین اور چند اور امیروں کے کوئی پیچھے نہ رہا۔ ادھر اردو کو دشمنوں نے پرتال شاہی پر دراز دستی کی اور بہت سا اسباب لوٹ کر وہ لیگئے۔ جب چنداول سپاہ کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے گئے۔ دشمن بھاگ گئے احدی نے جو بادشاہ کو ناخوش خبر سنائی تھی جسکا اوپر ذکر ہوا وہ یہی شورش تھی جس نے اسکو بری طرح بیان کیا۔ شیخ جمال بختیار ایک طائفہ کو ساتھ لیکر یہ چاہتا تھا کہ چنارتو کی راہ سے اپنی منزل گاہ پر پہنچے۔ اگر غنیم دو چار ہوں تو اسیر دستبرد

کہے۔ اس روز مرزا چار تو میں آیا تھا۔ اور فریدون کے حال کا جویا تھا۔ ناگاہ ایک فوج کی دور سے سیاہی نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ لشکر پادشاہی کچھ آتا ہے۔ علی محمد اسپ کی سرکردگی میں مرزا کی سپاہ روانہ ہوئی۔ شیخ فالیز پر مقیم تھا۔ اس نے جنگ گاہ کو خوب رست کیا۔ اس زد و خورد میں فریدون عقب سے آیا غنیم یہ سمجھا کہ لشکر شاہی کمک کو آیا۔ وہ لڑائی چھوڑ کر دور کھڑا رہا۔ شیخ نے اُسکو بیگانہ لشکر جانا اور اس طرح لڑنے لگا۔ طرفین سے دلاوروں نے خوب داد مردانگی دکھائی۔ پادشاہی لشکر لڑتا بھڑتا آخر دکابل میں شاہزادہ کے لشکر سے جا ملا۔ اُسی روز شگونہ قراول جان نثار ہوا۔ اور کئی سردار پادشاہی کام آئے۔ اس سے دشمنوں کی نخوت بڑھی۔ میر عبداللہ کے ہاتھ لشکر کے لیے خزانہ جاتا تھا وہ بھی سب لٹ گیا۔ حکیم مرزا ایک بلندی پر جو لشکر گاہ شاہی کے قریب تھا اُترا۔ اس آویزش و تاراج سے اسکی سپاہ کا دل بڑھا۔ وہ سپاہ و رعیت کے فراہم کرنے میں ایک رات دن لگا رہا۔ ایک قدیمی دستور یہاں کے فتنہ اندوزوں اور مکر اندیشوں کا چلا آتا ہے وہ اپنے دشمن کے اُمرا و افسران کے نام جعلی خط بھیجتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ وہ ہم سے سازش رکھتے ہیں تا کہ انکی نسبت بدگمانی ہو۔ چنانچہ مرزا کے آدمیوں نے بھی ایک اجل گرفتہ کے ہاتھ خطوط قلیچ خاں و مرزا یوسف خاں و تورنگ خاں و علی مراد خاں اور بعض اور امراء چغتائی کے نام بھیجے۔ اور انکے ساتھ یک جہتی کا بیان ان میں کیا۔ مرزا یوسف خاں نے آشفتہ ہو کر ان خطوں کو معرکہ میں پھاڑ کر پھینک دیا اور علی مراد نے جو خط لایا تھا اُسکو بھی مار ڈالا۔ مخالفوں پر مرزا کی یہ تدبیر نہ چلی۔

۲۰ امرداد کی رات کو پہاڑ پر آگ روشن کر کے کابلیوں نے شورش مچائی اور شبخون مارنے کا قصد کیا۔ قزاق و امیر خاں اسلام آبادی اور افضل تولکچی کو دائیں طرف سے اور نور محمد و خواجہ خضری اور ہزارہ کے پیادوں کو بائیں طرف سے روانہ کیا کہ اندھیری رات میں پادشاہ کے لشکر کو گزند پہنچائیں۔ شاہی لشکر ہوشیار تھا آمادہ پیکار رہا۔ ۲۰ امرداد چارشنبہ غرہ جب کو مرزا اتنگنا سے نکلا۔ نبرد گاہ کو آراستہ کیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ ابھی ہراول کے سب دلیر نہ لڑے تھے کہ مرزا بھاگ گیا پھر فریدون لڑنے آیا امراء ہراول میں

سے نورنگ خاں سے لڑکر اس کو پسپا کیا - نور کم بیگ اور مردان بیگ و شیخ مبارک بادشاہی لشکر میں کام آئے - مرزا کو اس سے دلیری ہوئی - جب لشکر میں شمشیر زنی خوب ہونے لگی تو زابلیوں کو کچھ غلبہ ہوا اس وقت راجہ مان سنگھ نے جنبش کی اس طرح سے افسروں کو ہاتھیوں پر بٹھا کر لشکر کو آراستہ کر کے لڑایا - اور توپوں کو چلایا کہ اس نے دشمنوں کی دلشکنی کی - غرض اس ہراول سے کہ چند دیوار آہنی کا حکم رکھتی تھی کابلیوں کو شکست ہوئی علی محمد اسپ درچند اور ہوا خواہ مرزا کے بھاگ گئے ان کا تعاقب اس سبب سے نہ ہوا کہ خبر مشہور تھی کہ مرزا عقب سے حملہ کریگا - یوں یہ فتح بزرگ آسانی سے حاصل ہوئی - اس بھاگنے میں دشمن کے بہت سپاہی کام آئے - مرزا کے آدمی شیخی بگھارا کرتے تھے کہ بادشاہ کے لشکر میں جتنے آدمی ایرانی تورانی ہیں وہ بے جنگ مرزا سے ملجائینگے - رجپوتوں اور افغانوں کو ہم مارینگے اور ہندی شہزادوں کو گرفتار کرینگے - اس افسانہ طرازی سے غنودہ خرد مرزا کا خواب پندار زیادہ ہوگیا تھا - یہ ظاہری باتیں بھی وہ نہیں سمجھتا تھا کہ ایرانیوں اور تورانیوں کا اخلاص بادشاہ کے ساتھ مشہور تھا راجپوتوں کی بہادری اور ہندی شیخ زادوں کی نادرہ کاری اور ہندوستانی زمینداروں کی جوانمردی کے کارنامے پوشیدہ نہیں تھے - مرزا محمد حکیم کا ارادہ تھا کہ تاخت کر کے مرجائے مگر علی محمد اسپ نے اس سے کہا کہ پہلے مجھے فراشخانہ نیستی میں بھیجیے پھر آپ تاخت و تاز کیجیے - غرض اسکے کہنے سے بادشاہ جنگگاہ سے باہر گیا پھر اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر غور بند میں پہنچا - شاہزادہ مراد ۱۲ امرداد کو سیاہ سنگ میں آیا اور جشن فتح آراستہ کیا - بادشاہ سرخاب سے جگدلک کو جاتا تھا کہ اس فتح کی نوید شاہزادہ مراد نے اس پاس بھیجی - بادشاہ بھی سیاہ سنگ میں آیا - راجہ مان سنگھ اور شاہزادہ اس سے راہ میں ملے - ترک و تاجیک جوق جوق اس سرزمین میں بادشاہ کی کورنش بجالائے - یہاں چند روز رہ کر اس نے تمام سیرگاہیں دیکھیں - اور ان مقاموں کا ملاحظہ کیا جہاں وہ اپنی خردسالی میں جایا کرتا تھا - بادشاہ نے یہاں رہ کر چاہا کہ زمینداروں کے زخموں پر مرہم رکھے

جلال آباد کو ہاتھی روانہ کیے اور سید حامد و سید بہاء الدین کو اسکے ہمراہ کیا۔ انھیں دنوں میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مرزا دیوانہ وار سراسیمہ غوربند میں ہے اور اُس کو یہ خیال ہے کہ اگر لشکر شاہی اسکا جویا ہو تو قلندر بنکر توران چلا جائے اس سے بادشاہ کو اندیشہ تھا کہ اگر ایسا ہوگا تو عبداللہ خاں حاکم توران بادشاہ کو دق کریگا۔ اس نے لطیف خواجہ و قاضی عبداللطیف کو اندرزگوئی کے لیے بھیجا کہ الطاف شاہنشاہی اسکے دلنشین کرکے یہاں لے آئیں۔ ۲۹ کو ارک کابل میں بادشاہ آیا جشن عالی ترتیب دیا۔

بادشاہ ایسا خداشناس یزداں پرست تھا کہ جہان اور اہل جہاں کی آرائش میں بزم و رزم کے آراستہ کرنے میں دادار جان آفریں کی رضامندی کا طلب گار رہتا وہ اپنے کاموں کو خویشتن داری سے آلودہ نہ کرتا۔ وہ اپنی نیک نیتی سے دشمنوں کو دوست بنا لیتا۔ بڑے بڑے جرموں کا معاف کر دینا اور ملکوں کا دیدینا اس کے آگے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ندامت گزینوں کی پہلی ناہنجاریاں اس کی مہربانی میں مخل نہ ہوتی تھیں۔ جب کسی کی پیشانی کی زبان پشیمانی کی گویائی کرتی تو فوراً قہر سے لطف پر وہ مائل ہو جاتا۔ بعض جان نثار مخلصوں کی رائے یہ تھی کہ وہ کسی آدمی کو کمین گاہ میں لگا کر حکیم مرزا کو ٹھکانے لگائے۔ مگر اسکی رائے یہ تھی کہ کیوں اپنے نفس نیرنگ ساز کی خواہشوں کی برامد کے لیے تائید ایزدی کی نیرو کو چھوڑ دے اور اپنی آسائش کے واسطے اپنے بھائی کی جانکاہی میں کوشش کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی نیک اندیشی سے ہمارے خلاف کام کرتا ہے تو وہ عبادت کرتا ہے ورنہ بیمار نادانی ہے۔ نادانی کے رنجوروں کو آزار دینا روا نہیں ہے جب بادشاہ کابل کے ملک میں تھا تو مرزا مرہی گیا ہوتا مگر اس جانکاہی کی حالت میں بادشاہ کے فرستادوں نے بخشش و بخشائش کا مژدہ اس کو سُنایا جس سے اس میں جان آگئی۔ اول اس کو وہ خواب و خیال سمجھا پھر اسکو فریب کاری جان کر باور نہ کیا۔ جب حقیقت حال پر اس کو اطلاع ہوئی تو اُس نے معذرت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھکر گریہ و

مرزا حکیم کی معافی ۲۹ ۹۸۹ھ

زاری کی اپنی نارسائی خرد و نامساعدی بخت و ہمراہیوں کی بیوفائی اور اپنی شرمساری کی داستان پڑھی اور کہا کہ مجھے اول پادشاہ کی آستاں بوسی کرنی چاہئے تھی اب میرا یہ حال ہے کہ ہول دل ساتھ ہے کس دل سے کس دستاویز سے پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں۔ کیا منہ دکھاؤں اور کیا آرزو لیجاؤں ہمشیرہ و خواجہ حسن سے ہرچند کہا کہ پادشاہ کے پاس جاکر عذر خواہی کریں مگر میری بدنصیبی سے وہ بدخشاں چلے گئے۔ اب پادشاہ کے پیغام روح افزا سے میری جان میں جان آئی اُمیدوار ہوں کہ اس مرتبہ حاضری سے مجھے معاف رکھیں۔ اپنے بیٹے کو پادشاہ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جب میری خاطر کو آرام ملے گا۔ تو میں پادشاہ کی کورنش کے لئے حاضر ہونگا۔ اس مضمون کی عرضداشت لکھکر علی محمد اسپ کے ساتھ بھیجی۔ غرہ شہر پور لطیف خواجہ و قاضی عبداللطیف نے پادشاہ سے مرزا کی پریشانی کا حال عرض کیا پادشاہ کو وہ گران گذرا۔ حکم ہوا کہ ابھی بہادر پکڑکر مرزا کو لے آئیں کہ آتے میں علی محمد اسپ پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ وہ اس خاندان کا قدیمی رفیق تھا اس نے ایسی باتیں بنائیں کہ پادشاہ نے مرزا کا قصور معاف کیا۔ اور از سر نو زابلستان اس کو عنایت کیا۔ پادشاہ کے یہاں رہنے سے مرزا اسرایمہ ہوتا۔ اس لئے وہ ہندوستان کو رہ نورد ہوا۔ اور سلطان مراد اور امراء کو حکم ہوا کہ منزل بمنزل راہ سپر ہوں۔ اور خود جلال آباد کو جہاں اردوے بزرگ تھا ایلغار فرمائی۔

پادشاہ فتحپور سیکری میں تھا اور پنجاب میں سیر و شکار کا ارادہ رکھتا تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ مرزا حکیم مرزبان کابل ۶۔ امرداد کو دنیا سے رخصت ہوا اور زابلستان میں شورش برپا ہوئی۔ پادشاہ نے اس اپنے بھائی کے ساتھ بہت نیک سلوک کئے۔ جب اس نے ابتدا میں ناسپاسی کی تو اس کو خردسال اور نادیدہ کار سمجھ کر کوئی گزند نہیں پہنچائی اس کے ہمراہیوں کو جنھوں نے اس کو دستاویز شورش بنایا تھا مناسب سزائیں دیں۔ جب اس نے ہندوستان میں فتنہ پردازی کی اور بعد ازاں لڑا بھی اسکی خطائیں معاف کیں اور کابلستان اسکو پھر عطا کیا۔ لیکن اس پر بھی اس بھائی نے پادشاہ کی رضاجوئی نہیں کی۔ بدکرداری اور کج گرائی سے باز نہ آیا۔ بادہ پیمائی میں گرفتار ہوا اور ایسی بیماریوں کا چشمہ سار بنا۔ جن کا علاج دشوار تھا

ساغر زندگی اس کا لبریز ہوا۔ نابکار پاجیوں کی صحبت سے اور احمق بدذاتوں کی دمسازی سے اپنی
نخل حیات کا ثمر چکھا نہ تھا۔ دولت دیکھی نہ گل مراد چُنا۔ اس دنیا سے چلدیا۔ بادشاہ کو بھائی کا غم ہوا
اس کی اولاد کی پرورش کا خیال ہوا بعض کابلی اس کے بیٹوں کو توران میں لیجانا چاہتے تھے۔ اور
اس سے اپنا کام نکالنا چاہتے تھے۔ سپاہ کو بھی توران جانیکا خیال تھا۔ بادشاہ نے ولی بیگ ذوالقدر و
فتح اللہ کو بہت جلد کابل بھیجا کہ وہ ان بیم زدہ کج گرا کابلیوں کو اپنے ارادہ سے باز رکھیں اور کنور مان سنگھ
کو حکم ہوا کہ تھوڑا لشکر لیکر بہت جلد کابل جائے۔ مرزا کے پس ماندوں کو اور آدمیوں کو جو ترک و تاجیک ہوں
ہمارے پاس لے آئے فریدوں مرزا یہ نہیں چاہتا تھا کہ مرزا کے کم عمر بیٹے اور توزک پادشاہ کی خدمت
میں جائیں اس فکر میں تھا کہ ان کو ماوراءالنہر لے جائے۔ کنور مان سنگھ آن پہونچا۔ شاہ بیگ پرشاور
سے کابل میں آگیا۔ ساحل سندھ سے دریا پار خواجہ شمس الدین اور بہادر لشکر کے پہلے سے چلے
پشاور میں لشکر جمع ہو گیا۔ خواجہ شمس الدین اس کو ساتھ لے کر چلا۔ کابلیوں نے درہ خیبر کی راہ بند
کردی تھی اسے کھول لیا۔ راہ زن اور فتنہ اندوزوں کو کونوں میں بٹھا دیا۔ یہ لشکر جلال آباد
میں آیا۔ مرزا نے اپنی زندگی میں بخت نساء بیگم کے ساتھ اپنے بیٹے افراسیاب کو روانہ کیا تھا مرزا
شاہرخ کے بیٹوں حسن وحسین کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ باپ کے مرنے کی خبر سنکر
افراسیاب تو کابل چلا گیا تھا۔ مگر باقی اور سب جلال آباد میں موجود تھے وہ لشکر سے ملے
۲۹۔ آبان ۹۹۳ھ کو مان سنگھ تنگ میں تھا۔ مرزا کیقباد اور افراسیاب دونو لشکر سمیت
کنور مان سنگھ سے ملے اور بادشاہ کی نوازش کے امیدوار ہوئے۔ صبح کو وہ کابل میں آئے
کشادہ دستی اور شیریں زبانی سے گروہا گروہ آدمیوں کے دلوں کو ہاتھ میں لائے
چہارم آذر کو کنور مان سنگھ نے ملک کی پاسبانی اپنے بیٹے جگت سنگھ اور خواجہ شمس الدین کو
حوالہ کی۔ اور خود مرزا حکیم کے اہلخانہ اور ملک کے سرداروں کے ساتھ مراجعت کی
۲۵۔ کو قصبہ راولپنڈی میں پادشاہ پاس آیا۔ اوس وقت افراسیاب کی عمر چودہ برس کی
اور کیقباد کی عمر پندرہ برس کی تھی ان پر بادشاہ نے سب طرح کی عنایت کی

مرزا کے بیٹوں کا بادشاہ پاس آنا ۹۹۳ھ

فریدوں کو جو فتنہ گری کا خوگر تھا اسکو زین خاں کوکہ کے حوالہ کیا۔
مرزا کامراں کے عہد سے ہندوستان کے پادشاہ سے کابلستان کا عجیب تعلق ہوگیا تھا کہ اگر ہندوستان پر کوئی مصیبت اور آفت آن پڑے تو کابلستان سے اس کو اعانت و استعانت کی کوئی امید نہ تھی اور اگر کابل میں زبردست حاکم ہو جائے تو اندیشہ تھا کہ وہ ہندوستان چھین لے۔ اگر وہاں کوئی کمزور اور ضعیف حاکم ہو تو اس خوف سے اسکی امداد کرنی پڑتی تھی کہ مبادا کوئی اور زبردست پادشاہ اس پر غلبہ و تسلط کرے اور ہندوستان سے ڈانڈا ملائے جس سے ہمیشہ خطرہ رہے۔ ہمیشہ زبردست ہمسایہ خوفناک ہوتا ہے اور زبردست ہمسایہ کو کھائے بغیر چھوڑتا نہیں۔ ایسا تعلق ان دونو ملکوں میں برٹش گورنمنٹ میں بھی چلا آتا ہے۔

واقعات متفرقہ جو ۹۶۹ھ سے ۹۷۵ھ یعنی چھ سال جلوسی میں واقع ہوئے

۹۶۹ھ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ پادشاہ پاس شاہ طہماسپ فرمانروائے ایران کا ایلچی آیا یہ ایک رسم قدیم چلی آتی ہے کہ بزرگان دانش منش دینی و دنیوی میامن کی تحصیل کے لئے اور صوری و معنوی مقاصد کے حصول کے لئے اقبالمند بزرگوں کے ساتھ انتساب پیدا کرتے ہیں اور ایک دلی و یک جہتی کی بنا کو مستحکم کرتے ہیں اور اس طرز سے نظام دولت کو سرانجام دیتے ہیں اس لئے شاہ طہماسپ نے اپنے چچا کے بیٹے سید بیگ بن معصوم بیگ کو ایلچی کے طرز پر یہاں بھیجا کہ وہ حضرت جنت نشانی (ہمایوں) کی تعزیت کرے اور جلوس شاہنشاہی کی تہنیت دے۔ وہ عربی عراقی گھوڑے اور نفائس و اقمشہ و بدائع اشیاء تحفہ کے طور پر ایک مکتوب کے ساتھ لایا جسکا مضمون یہ تھا کہ سب جانتے ہیں کہ ہمارے اور پادشاہ غفران دستگاہ

(ہمایوں) کے ساتھ خصوصیت ذاتی اور نہایت رابطہ صوری ثابت و محقق تھا اور ہم میں محبت و دوستی کا عہد اور یک جہتی و برادری کا عقد ہوا تھا۔ اس بادشاہ عالی شان کے اعلائے شان کی طرف ہمیشہ ہماری توجہ رہی۔ اب اس محبت موروثی کی تجدید کی جاتی ہے کہ جس سے مراسم مخالصت و موافقت کی تقدیم ہو۔ بادشاہ نے اس ایلچی کو دو لاکھ روپئے دیکر رخصت کیا۔ اور مکتوب کا جواب باصواب لکھا۔

بادشاہ کا اجمیر جانا ۹۶۹ھ

شہنشاہ نے آگرہ کے دار الخلافہ سے فتحپور کی طرف جانیکا قصد شکار کے ارادہ سے کیا جب منڈھاکر گانوں کے قریب آیا تو خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین سرہٗ کے تفاخر و مناقب قوالوں کے اس کے روبرو گائے۔ خواجہ کے جلائل کمالات خوارق عادات بارہا اسکی مجلس میں پہلے بھی مذکور ہو چکے تھے وہ ہمیشہ حق اور حقیت کا جویا رہتا تھا اور فرط طلب سے وہ ملک تقدس کے مسافروں سے توسل اور استمداد ہمت چاہتا تھا۔ اس سبب سے خواجہ کے مرقد کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ عین شکار گاہ میں صید معنوی کا عزم مصمم ہوا۔ چہارشنبہ ۸۔ جمادی الاولی ۹۶۹ھ کو چند ہمراہیوں کے ساتھ اجمیر کی طرف روانہ ہوا جب موضع کلاولی میں وہ آیا تو چغتی خاں نے عرض کیا کہ راجہ بہاری مل کچھواہہ چیوتوں کا بڑا راجہ ہے وہ ہمیشہ حضور کے خاندان کا دولت خواہ رہا ہے وہ ایک مدت سے شرف الدین حسین مرزا کی بدسلوکی سے پہاڑوں میں متحصن ہے اگر ارشاد ہو تو اس کو بلالوں۔ اس راجہ کے ستم زدہ ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ میوات اور اس کے حدود مرزا شرف الدین کو جاگیر میں دی گئیں تو مرزا نے یہ کہا کہ قصبہ انبیر پر قبضہ کرلوں۔ یہ قصبہ ولایت مارواڑ میں راجہ بہاری مل کے بزرگوں کا دار الریاست تھا اس اثنا میں راجہ بہاری مل کے بڑے بھائی کے بیٹے سوجا مل نے جو ریاست اپنی لینی چاہتا تھا مرزا سے مل کر لشکر کشی کرا دی۔ مرزا پاس جمیعت زیادہ نہ تھی اس طرح صلح کرلی کہ کچھ روپیہ راجہ نے مقرر کیا اور بہاری مل کے بیٹے جگن ناتھ کو اور بھتیجوں راج سنگھ پسر اسکرن اور کنگار پسر جگمال کو گرو کیا۔ جس کو ہندی میں کہتے ہیں کہ اُدل لیا۔ اور اجمیر کی طرف مرزا چلا گیا اس سال میں اس کا ارادہ مصمم تھا کہ لشکر

فراہم کرکے اس خاندان کا نام ونشان باقی نہ رکھے۔
شہنشاہ اکبر نے چغتے خاں کو اجازت دی کہ راجہ کو بلالے جب وہ قصبہ دیوسہ میں آیا تو یہاں
کے آدمی فرار ہو گئے اس پر شہنشاہ نے ارشاد کیا کہ ہم تو سوا عنایت و رافت کے کوئی اور امر جمہور خلق
کے ساتھ کرتے نہیں۔ کوئی وجہ اس گروہ کے ملک کے ویران کرنے کی نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صحرانشین وحشیوں
نے جو مرزا اشرف حسین سے آزار کھینچا ہی اس پر ہم کو قیاس کرکے وہ ہراساں ہوئے ہیں۔ راجہ بہاری مل
کے بھائی روپسی کا بیٹا جے مل شہنشاہ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ روپسی اس قصبہ میں راجہ تھا۔ اسکو
شہنشاہ نے بلایا وہ بھی آیا۔ دوسرے دن قصبہ سانگانیر میں چغتے خاں راجہ بہاری مل کو لایا اور بساط
بوس کرایا۔ راجہ نے اپنی بیٹی کی شہنشاہ سے بیاہ کرنے کی درخواست کی اس نے منظور فرمائی
اور اس کو اس بیاہ کی تیاری کے لئے رخصت کر دیا۔ قصبہ سانبھر میں جب شہنشاہ
آیا تو مرزا شرف الدین حسین مرزا اس پاس آیا۔ شہنشاہ نے راجہ بہاری مل کی خاطرداری کے
لئے اس سے جگن ناتھ و راج سنگھ و کنگار کو جو مرزا کے گرو میں تھے مانگے۔ مرزا نے اس کو قبول
کیا مگر وقت کو ٹالتا رہا۔ شہنشاہ اس کو سچا جان کر اون کے آنے کا متردد رہا۔ پھر شہنشاہ
نے اجمیر میں جاکر حضرت خواجہ کے روضہ منورہ کی زیارت کی۔ اسکا ارادہ ہوا کہ یہاں سے جلد
معاودت کروں۔ اس لئے شرف الدین حسین کو میرٹھ (میرتھا) کی تسخیر کا حکم دیا اور اس کی
کمک کے واسطے اور امرا مقرر کئے۔ اور دار الخلافہ کو روانہ ہوا اور مرزا کو حکم دیا کہ گروگرفتہ کو حاضر
کرے سانبھر میں مرزا ان آدمیوں کو لایا۔ راجہ بہاری مل نے اپنی بیٹی کی شادی شہنشاہ سے
بڑی دھوم دھام سے کی۔ یہ پہلا ہی راجپوت راجہ ہے جس نے شہنشاہ کی اطاعت قبول کی
اور اپنی بیٹی بیاہی۔ اس کے چار بھائی تھے۔ جن کے نام پورن مل۔ روپسی۔ اسکرن۔ جگمل
تھے۔ اس خاندان نے رتبہ والا پایا۔ اس کی اولاد کی خیرخواہی اور والا جاہی کا بیان
اپنے اپنے موقع پر ہوگا۔ جب شہنشاہ رنتھنبور کے سواد میں آیا تو راجہ بہاری مل مع فرزندوں
اور خویشوں کے خدمت شاہی میں آیا اور مان سنگھ خلف راجہ بھگونت داس خلف

راجہ بہاری مل اول دفعہ شہنشاہ کی نظر عنایت سے سرافراز ہوا۔ راجہ یہیں سے رخصت ہوا۔ اور راجہ بھگونت داس اور مان سنگھ اور معزز رجپوتوں کو وہ اپنی ساتھ لیکر دارالخلافہ میں روز جمعہ ۸۔ جمادی الاخری ۹۶۹ھ کو داخل ہوا۔

اس زمانہ میں قلعہ میرٹھ (میرٹھا) مالدیو راجہ مارواڑ کے قبضہ میں تھا۔ ہندوستان کی رسم و اسم کے اعتبار سے یہ راجہ اور رایوں اور راجاؤں میں مزید اعتبار اور وفور اقتدار میں امتیاز رکھتا تھا اس نے اس قلعہ کو جگمال کو جو اُسکے بزرگ سرداران میں سے تھا حوالہ کیا تھا۔ اور پانچسو چیدہ رجپوت اسکی کمک کے واسطے مقرر کر رکھے تھے جن کا سردار دیوداس تھا۔ وہ جرأت و ہمت میں اس گروہ میں پیش دست تھا۔ حکم شاہی کے مطابق شرف الدین حسین افواج کے ساتھ اس قصبہ میں آیا اور بے محابا تہور کرکے لشکر کو قلعہ کے نیچے لے آیا۔ ابھی سپاہیوں نے اپنے چہرہ کی گرد نہ جھاڑی تھی۔ گھوڑے آب و آتش میں غرق تھے۔ چار سواروں نے جاکر قلعہ کے دروازہ پر تیر لگائے۔ رجپوتوں نے اپر خشت و سنگ و تیر و تفنگ چلائے۔ دو سواروں کو مار رکھا۔ دو کو زخمی کرکے بھگا دیا۔ پھر مرزا شرف الدین نے آہستہ کام کرنا اور قلعہ گیری کا اسباب فراہم کرنا شروع کیا۔ شہر میں قیام کیا۔ قلعہ نشین روز لڑتے۔ قلعہ کے ایک برج کی تہ تک سرنگ لگائی گئی اور بارود سے بھری گئی اور اُڑائی گئی جس سے برج دھنئے کی روئی کی طرح اڑ گیا۔ حصار میں ایک بھنیا قا پڑ گیا۔ پادشاہی لشکر اندر گھسا۔ راجپوت جان سے ہاتھ دھو کر دن بھر خوب لڑتے رہے۔ رات کو دونو لشکر اپنے اپنے مورچوں پر گئے رجپوتوں نے راتوں رات قلعہ کے رخنوں کو بھر کر مستحکم کر لیا۔ مگر آخر کار اہل قلعہ کا قافیہ ایسا تنگ ہوا کہ قلعہ انکے لئے زندان بن گیا۔ اہل قلعہ پناہ مانگتے تھے اور باہر جانا چاہتے تھے مگر مرزا راضی نہیں ہوتا تھا آخر کو یہ قرار پایا کہ اہل قلعہ تمام اسباب چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ ملک گیری کے آداب میں داخل ہے کہ زنہاریوں کا عجز قبول کیا جائے۔ اس لئے لشکر شاہی نے انکو راہ دی۔ جگمال تو باہر چلا گیا۔ دیوی داس نے مرنے کا ارادہ کیا۔ اور سارا اسباب اپنا جلا دیا۔ چار پانچ سو سوار لے کر لشکر شاہی کے روبرو آیا۔ ایک رجپوتوں کی جماعت جمیں جی مل اور ہون کرن سردار

بادشاہی لشکر میں تھے۔ اور وہ اہل قلعہ سے قدیم نزاع رکھتے تھے۔ اس نے مرزا شرف الدین حسین سے کہا کہ آدمیوں نے نقض عہد کیا کہ اپنے اسباب کو جلایا اور قرار داد یہ تھی کہ اسباب کو چھوڑ کر باہر جاینگے جب وہ اپنے پیمان پر ثابت نہیں رہے تو انکو سلامت جانے دینا ایسے حال میں کہ وہ مغلوب ہوئے دور اندیشی کی دور ہی۔ مرزا نے بھی یہ رائے انکی پسند کی۔ لڑائی کی تیاری کی۔ دیوی داس بھی پھر کر بادشاہی لشکر سے ایسی مردانہ لڑائی لڑا کہ داستان رستم کو دکھایا۔ بلکہ اس کو بھلا دیا۔ آخر کار وہ گھوڑے سے گرا اور ایک گروہ نے اسکو پارہ پارہ کیا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ پادشاہی لشکر فتحمند ہوا۔ اور تمام ولایت میرٹھ اور قلعہ میرٹھ۔ اولیائے دولت کے قبضہ میں آئے۔ جو بر چھوٹ تنندہ باقی رہے وہ مالدیو پاس چلے گئے۔ اس قلعہ نے میواڑ کے راجہ اور شہنشاہ کے درمیان چھیڑ چھاڑ شروع کرادی۔

اوائل ربیع الاول ۹۶۹ھ میں شمس الدین محمد خاں انگہ جس کو اعظم خان کا خطاب ملا تھا پنجاب سے شہنشاہ کی خدمت میں آیا۔ شہنشاہ نے اپنی عنایت سے معاقد مالی وملکی کی تنظیم اور سپاہی و رعیت کی مہام کا انصرام اس کو سپرد کیا۔ ماہم انگہ حسن خدمات اور فزونی خرد و فراوانی عقیدت کے اپنے تئیں وکیل السلطنت بالاستقلال سمجھتی تھی وہ اس بات سے آزردہ ہوئی منعم خاں خانخاناں کہ بظاہر وکیل ہو کر مسند وکالت کو آرایش دیتا تھا۔ وہ بھی آزردہ دل ہوا۔ وہ انصاف و فارغی خاطر و ناچیائی مشاغل دنیوی کہاں ہیں۔ کہ ایسے شخص کو کہ مشاغل گیتی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھالے۔ اور اشغال مہمات کا متکفل ہو اس کو اعظم عطیات الٰہی جانکر شکر بجالائیں کہ اس زمانہ میں خان اعظم کو منعم خاں و ماہم انگہ امداد غیبی سے شمار کرتے۔ اور سچے دل سے آداب شکر بجالاتے اور نہ اس سے انگار دروں اور آزردہ دل ہوتے۔ انصاف کی پیشگاہ میں حقیقت کار یہ ہے۔ جب کوئی خدمت گذار کاموں کو اچھی طرح کرے تو اس سے آزردہ ہونا بیراہ جانا ہے۔ اور خواہش نفس کا مغلوب ہونا۔ بلکہ اپنی پانوں پر آپ گرانا اور اپنے ہاتھ سے خراب کرنا ہے۔ ادہم خاں چھوٹا بیٹا ماہم انگہ کا جسکی عقل درست تھی جوانی پر مست و دولت میں مدہوش تھا۔ عہدہ سے معزول تھا ہمیشہ شمس الدین انگہ پر حسد کرتا تھا منعم خاں خانخاناں بھی اس بیماری سے دردمند تھا مگر وہ دور کی سوچتا تھا میٹھی چھری تھا

ادہم خاں فتنہ وغدر پر تحریک کرتا تھا شنبہ ۱۲۔ رمضان سنہ ۹۶۹ میں ایک عجیب امر یہ واقع ہوا کہ دولتخانہ کے دیوان میں منعم خاں و انگہ خاں و شہاب الدین احمد خاں اور بڑے بڑے آدمی بیٹھے ہوئی مہمات سلطنت میں مشغول تھی۔ کہ ادہم خاں بے اعتدلانہ ایک جماعت کے ساتھ جو اس سے زیادہ بے اعتدال تھی بارگاہ دولت میں آیا۔ حاضرین مجلس اسکی تعظیم کو سروقد کھڑے ہوئی۔ مگر انگہ خاں نے بھی نیم قد سے تعظیم کی۔ بجز قد تعظیم نہ دینے کا بہانہ بنا کے خنجر کھینچکر اوسکی طرف وہ گیا اور اپنے آدمیوں کو کہا کہ کیا دیکھتے ہو۔ ہاتھ صاف کرو غرض اس بزرگ کو دولتخانہ کے صحن میں شہید کیا۔ پھر اس بیباکی کو دیکھئے کہ یہ خون کرکے بھاگا نہیں۔ حرم سرائی کیطرف متوجہ ہوا۔ دولتخانہ سے صفہ پر گیا جو چاروں طرف سے آدمی کے آدھے قد کی برابر اونچا تھا۔ تلوار ہاتھ میں تھی اندر جانیکا ارادہ تھا۔ حاضرین مجلس پر ایسی بیہوشی چھائی کہ نہ انہوں نے اُسے مارا نہ سب نے ملکر اوسکو پکڑا نہ وہ اسکے معنی سمجھے کہ تلوار ہاتھ میں لیکر کس ارادہ سے وہ محلسرا کے اندر جاتا ہے۔ جب اس قتل سے غوغا مچا تو بادشاہ نے قصر کی دیوار سے جھانک کر حال پوچھا۔ رفیق نے سارا ماجرا سنایا۔ تعجب کرکے اس سے دوبارہ پوچھا تو اُسنے لاش کو دکھایا۔ بادشاہ غصہ میں بھرکر دوسرے دروازہ سے تلوار ہاتھ میں لیکر آیا۔ ادہم خاں کو دیکھ کر کہا ای لاڈلے بچے تو نے میرے انگہ کو کیوں مارا۔ اس گستاخ نے پادشاہ کے دونو ہاتھ پکڑ لئے۔ اور کہا کہ آپ تفحص کیجئے غور رسی فرمائے۔ کچھ تلاش کیجئے۔ پادشاہ نے تلوار کو چھوڑ کر دونوں ہاتھ اپنے چھٹائے اور اسکی تلوار کیطرف ہاتھ پھیلائے کہ اس اثنا میں وہ بھی اپنی تلوار کی طرف متوجہ ہوا شہنشاہ نے ایک گھونسا اسکے منہ پر مارا کہ وہ گرا۔ اس گھونسہ کا نشان اسکے چہرہ پر گرز لگنے کا نشان معلوم ہوتا تھا۔ فرحت خاں و سنگرام وہاں کھڑے تھے۔ انکو شہنشاہ نے غصہ سے کہا کہ کیا تماشہ دیکھتے ہو اس دیوانہ کو باندھو۔ انہوں نے اوسے باندھ لیا۔ حکم دیا کہ صفہ کے اوپر سے اوندھا منہ کر کے نیچے پھینکو۔ لوگوں نے اسکا ملاحظہ کرکے اس طرح پھینکا کہ اسکی نیمجاں باقی رہی تو بادشاہ نے پھر اسکو اوپر گھسوا کر نیچے پھینکا تو جان نکل گئی۔ منعم خان خانخاناں و شہاب الدین احمد خاں بھی غضب شاہنشاہی کے خوف کے مارے بھاگ گئے۔ یوسف محمد خاں پسر بزرگ انگہ خاں نے اپنی باپ کے واقعہ کا حال سنا تو انگہ خیل کو مسلح ساتھ لیا اور ادہم خاں اور ماہم انگہ کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر جب اسنے

یہاں آنکر دیکھا کہ خود شہنشاہ نے انصاف کر دیا تو وہ پھر کچھ نہ بولا۔ شہنشاہ نے حرم سرا میں جا کر ماہم انگہ سے کہدیا کہ ادہم نے ہمارے انگہ کو مارا ہم نے اُسے مارا۔ وہ یہ سُنکر بادشاہ کے ادب کے سبب سے ظاہر میں رو دی پیٹی نہیں۔ مگر دل اُسکا زخم جانستان سے مجروح ہوا۔ چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ بیٹے کو دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر بادشاہ نے اسکی تسلی تشفی باتیں کہکر روک لیا۔ اوسی روز بادشاہ نے دو نو نعشیں دہلی بھیجدیں ماہم انگہ پہلے سے بیمار تھی۔ اب بیٹے کی سوگواری میں اور زیادہ مریض ہوئی اور بیٹے کے چہلم کے دن شوال میں جاں بحق ہو گئی۔ بادشاہ کو اس اپنی انگہ کا نہایت غم ہوا وہ رویا اور اُسکا جنازہ دہلی روانہ کیا۔ کچھ قدم خود بھی اس کے ساتھ گیا۔ ان ماں بیٹوں کے مقبرہ پر ایک عمارت عالیشان تعمیر کرا دی جو ابتک تین سو برس گذرنے پر بادشاہ کی شان و شوکت و نیک سیر ہونے پر شہادت دیتی ہی

آدمی زاد کی نہاد میں دو امر غریب ہیں۔ اول طبیعت کہ نہ اس میں تمیز ہے نہ اسکی آنکھیں ہیں دوم عقل کہ دور بین کارشناس ہے۔ اکثر آدمی بے پروائی سے تباہ اندیشوں میں گرفتار ہو کر خرد کو کہ کارفرما صلاح اندیش ہے معزول کرتا ہے اور طبیعت کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور جو کام اسکے لئے کہ دشمن سو فکر و تدبیر سے نہیں کر سکتا۔ وہ بے فکری سے اپنے لئے آپ سامان کر لیتا ہی اسکی مثال خانخاناں منعم خاں کا حال ہی۔ کہ بادشاہ نے اسکو کس اعزاز و احترام سے کابل سے بلایا۔ اور منصب وکالت و حکومت کل عنایت کیا۔ ان نعمتوں کی قدر اُسنے کچھ نہ کی۔ اس خوف سے کہ واقعہ خان اعظم ادہم خاں میں وہ بھی اس آتش کی شعلہ افروزی میں متہم تھا۔ اُسی روز بھاگ گیا۔ وہ اپنی نامعاملہ فہمی سے یہ سمجھتا تھا کہ بعد اس واقعہ کے اس خاندان کی کارگاہ حل و عقد اور جمیع مہمات ملکی و مالی کا بندوبست اسی کے اختیار و اقتدار میں بغیر کسی دوسرے آدمی کی شرکت کے ہو گا۔ مگر یہ بات بنی نہیں تو اسکو یہ سودائے خام ہوا کہ بادشاہ کی درگاہ سے بھاگ کر کابل اپنے بیٹے غنی خاں حاکم کابل پاس جائے۔ اس ارادہ سے دارالخلافہ سے بھاگ کر دامن کوہ کی راہ لی محمد قاسم میر بحر اس کے ساتھ تھا۔ جب بادشاہ نے سنا تو فرمایا کہ منعم خاں کہیں جانے کا نہیں جلد آ جائیگا۔ فرصت جو امیروں نے ہر چند بادشاہ سے تصریحاً و کنایتاً عرض کیا کہ اس کا اسباب و اموال ضبط کیا جائے مگر اس فراخ حوصلہ قدردان

پادشاہ نے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ کابل میں چلا جائیگا تو وہ بھی ہمارا ملک ہے اس حال میں بھی وہ ہمارا ملازم ہے۔ وہ تنگدلی کے سبب سے بھاگا ہے یہ نہیں ہے کہ وہ ہمارا دولتخواہ نہیں ہے۔ اگر وہ نہ آئیگا تو اُسکا مال و اسباب اس پاس ہم روانہ کر دینگے۔ کوئی شخص اسکے اسباب کو انگلی نہ لگائے چھ روز کی آوارہ گردی کے بعد حوالی پرگنہ سوات میں منعم خاں پہنچا۔ یہ پرگنہ میر محمد منشی کی جاگیر میں تھا اسکے نوکر قاسم علی سیستانی کو جو یہاں شقدار تھا خبر ہوئی۔ کہ دو شاہی امیر جاتے ہیں اسنے جا کر دونو کو گرفتار کر لیا۔ سید محمود بارہ نے منعم خاں کو پہچان کر بڑی خاطرداری کی۔ اور پادشاہ پاس لے آیا جسنے سر پر تیغ سیاست چلانیکی جگہ تاج ریاست رکھا۔ وہی منصب وکالت اور خطاب خانخانی عنایت کیا۔

پادشاہ کے تیر لگنا اور اور حالات

۲۵ جمادی الاولی ۹۷۰ھ کو دہلی میں پادشاہ آیا تھا۔ ۲۷ کو شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے مزار منور پر زیارت کو گیا تھا۔ وہاں سے اولٹا اپنے خیمہ گاہ کو آتا تھا۔ ماہم انگہ کے مدرسے کے قریب ایک کافر نعمت کھڑا تھا۔ اس نے پادشاہ کو نشانہ بنا کر تیر مارا وہ اسکے داہنے شانہ میں لگا اور ایک جب اُتر گیا۔ تیر کے لگنے سے اس خطاوار کو گرفتار کیا۔ پادشاہ کے خیرخواہوں نے عرض کیا کہ اول اسکے حال کی تشخیص کریں۔ پھر اسکو خاک میں ملائیں۔ مگر شہنشاہ نے فرمایا کہ فوراً اسکو نشانہ اجل بناؤ توقف میں یہ اندیشہ ہے کہ معلوم نہیں وہ ہمارے اخلاص مندوں میں سے کس کس کو متہم کرے اُسی وقت اوسکو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پادشاہ نے اپنا تیر نہایت استقلال سے نکلوایا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر گھر آیا۔ تھوڑے دنوں میں زخم اچھا ہوا۔ اگرچہ پادشاہ نے اس نابکار کے تشخیص حال سے بمقتضائے دوربینی پردہ پوشی کی۔ مگر اس قدر مشخص ہوا کہ یہ شخص شرف الدین حسین کے باپ کے غلاموں میں تھا اور تعلق فولاد اسکا نام تھا۔ مرزا نے پادشاہ کے قتل کے لئے شاہ ابو المعالی کے ساتھ اس کو کیا تھا۔ جب ہندوستان سے کابل کی طرف شاہ ابو المعالی بھاگ گیا تو وہ اسی سبب سے یہاں پڑا رہا کہ پادشاہ کی جان نکالوں۔ پادشاہ کی کُتیا کا نام مہوہ تھا اس نے پادشاہ کے زخمی ہونے کے غم میں سات روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا دیوانی ہو گئی

کتا بھی کیا اپنی وفا دکھاتا ہے۔

سلطنت کے منصب والا کا یہ اقتضا ہے کہ معاملات کی باز پرس میں دوست دشمن خویش و بیگانہ کو منظور نظر نہ رکھے اور مظلوم کی داد دی اور ظالم سے مظالم کی عوض سزا دی اور دولت عظمی کے مخصوص اپنی خصوصیت کی نسبت سرمایہ ستم و ستیزہ نہ بنائے۔ اور اگر کوئی ناہنجاری اُن سے ظہور میں آئے تو راست کردار بے خوف و خطر اس مظلمہ کی اطلاع دیں۔ اور ستم رسیدوں کے عرض احوال میں دلیری کریں۔ اس وقت شہنشاہ نے اپنے میں اسی خصلت کو خواجہ معظم کے معاملہ میں دکھایا۔ خواجہ معظم مریم مکانی کا برادر اخیافی (سوتیلا بھائی جسکا باپ اور ہو) تھا وہ اس نسبت کے سبب سے بے اعتدالیاں کرتا تھا بارہا جنت آشیانی (ہمایوں) کے زمانہ میں حرکات ناشائستہ کر چکا تھا مگر پادشاہ اپنی بیوی کے خاطر سے چشم پوشی کرتا تھا۔ یورش بدخشاں جس سال میں ہوئی ہے اُسنے خواجہ رشیدی دیوان جنت آشیانی کو مار کر کابل بھاگ گیا۔ مقربین شاہی نے اس کا قصور معاف کرایا۔ مگر پھر وہی اعمال ناپسندیدہ اس سے سرزد ہوئے جسکے سبب سے نکالا گیا۔ حجاز گیا وہاں حج کر کے اپنی شرارتوں پر اور شرارتیں بڑھا کر ہندوستان میں آیا۔ ایک دفعہ دولت سرائے شاہنشاہی میں اعیان اور ارکان سلطنت جمع تھے۔ مرزا عبداللہ مغل کو بیوجہ گھونسے مارے اور لاتیں خوب لگائیں۔ دوسری دفعہ بیرام خاں سے بدرشتی پیش آیا اور خنجر پر ہاتھ دوڑایا۔ پھر وہ خارج ہوا۔ گجرات میں گیا اپنی بدخوئی کے ہاتھ میں گرفتار تھا وہاں سے شہنشاہ پاس اول مرتبہ آگرہ میں آیا۔ اس کے ساتھ رعایت و عنایت کی گئی بی بی فاطمہ جنت آشیانی کی اُردو بیگنی تھی۔ اور شہنشاہ اکبر کے محل میں یہ اعتبار رکھتی تھی۔ اس کی بیٹی آغا دختر خواجہ کی بیوی تھی ہمیشہ اس کی ناجنسی و بدخوئی کے سبب سے زندان بلا میں گرفتار رہتی تھی۔ اور طرح طرح کے آزار اُٹھاتی تھی۔ ایک دن مضطربانہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ استغاثہ پیش کیا کہ خواجہ اپنے پرگنہ کو جاتا ہے اور میرے بیٹی کو ہمراہ لیجاتا ہے۔ اپنی بدخوئی اور بدگمانی سے باربار وہ کہہ چکا ہے کہ میں

تیری بیٹی کو مار ڈالونگا۔ مگر یہاں دار الخلافہ میں حضور کے خوف سے اس امر کا مرتکب نہیں ہوا اب
معلوم نہیں اپنی جاگیر میں لیجاکر اسکا حال کیا کرے۔ شہنشاہ نے اس قدیم الخدمت عورت کی گریہ وزاری
پر رحم فرماکر ارشاد کیا کہ اب میں شکار کو جاتا ہوں۔ تیری خاطر سے میں خواجہ معظم کے گھر کی طرف کے جاؤنگا
وہ بر سر راہ مجھے سلام کرتے آئیگا میں اُسے سمجھا کر منع کر دونگا کہ وہ تیری لڑکی کو ساتھ نہ لیجائے۔ جب
بادشاہ اسکے گھر کی طرف چلا تو اس نے دستم خاں و مقبول خاں کو بھیجکر خواجہ کو اپنے آنے کی اطلاع دی
بادشاہ کا مطلب جو اس اطلاع سے تھا وہ سمجھ گیا۔ اس نے جھنجھلا کر بادشاہ کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ تم جاکر
حضور سے کہہ دو کہ وہ نہیں آتا۔ اور غصہ میں لال پیلا ہو کر اپنی حرم سرا میں گیا۔ وہاں زہرہ آغا حمام میں نہاکر
کپڑے پہن رہی تھی کہ اس سفاک نے خنجر سے اسکا کام تمام کیا۔ روزن خانہ سے سر نکال کے جس جگہ
دستم خاں کھڑا تھا خون سے بھرا ہوا خنجر ڈالدیا۔ اور چلایا کہ میں نے خون کیا خون کیا جاکر کہہ دو۔ دستم خاں
نے اس خبر کو حضور میں پیش کیا۔ یہ دیکھکر شہنشاہ قہر و غضب میں بھر کر خواجہ کے گھر میں آیا۔ خواجہ بھی تلوار
کے قبضہ پر ہاتھ دھر سامنے آیا۔ شہنشاہ نے للکار کر کہا کہ یہ کیا وضع ہے کہ شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ دھرا
ہے۔ اگر تونے اس کو ذرا حرکت دی تو تیرا سر اسی تلوار سے اڑا دونگا۔ خواجہ کے ہاتھ پاؤں دبدبۂ
شاہی سے پھول گئے۔ آدمیوں نے اُسے مقید کر لیا۔ اسکا ایک گجراتی غلام تلوار لئے خواجہ کے پیچھے کھڑا
ہوا تھا اسکے تیور بگڑے ہوئے شہنشاہ نے دیکھ کر قتلق قدم خاں سے فرمایا کہ بزن۔ یہ حکم ہوتے ہی
قدم نے اس صفائی سے اسکا سر اُڑایا کہ بن سر اکچھ دیر تک کھڑا رہا۔ اس کی گردن سے خون بہتا رہا
دیوانہ خواجہ سے پوچھا گیا کہ تونے اس عاجزہ کو کس گناہ کے سبب سے مارا۔ تو یہ سفاک بیباک بیہودہ
بکواس کرنے لگا۔ لات گھونسوں سے خاموش کیا گیا۔ پھر دریا پر اسکو لاتیں مارتے ہوئے بال کھینچتے ہوئے لائے
اسکے لئے اور اسکے ملازموں کیواسطے جو اسکی بدمستی و آشفتہ دماغی میں ہم کاسہ تھے حکم ہوا کہ ہاتھ
اور گردن باندھ کر جمنا میں غوطے دیئے جائیں۔ ہر چند خواجہ کو بہت غوطے دیئے گئے مگر وہ اپنی
سخت جانی سے ہرزہ گوئی سے باز نہ آیا۔ اور بزرگان دین کو گالیاں دیتا رہا جس سے
جانتا تھا کہ بادشاہ کو سخت رنج ہوتا ہے۔ سب کو یقین تھا کہ ان غوطوں میں موج فنا کی تھپیڑ و نہیں

مرجاویگا۔ مگر وہ سنگ دلی اور سخت جانی سے زندہ رہا تو شہنشاہ نے اسکو مقبل خاں کے حوالہ کیا
اور قید کرکے قلعہ گوالیار بھیجدیا۔ یہاں دیوانہ ہوکر قید میں مرگیا۔

تھانیسر میں ایک ایسا بڑا تالاب ہی جسکو چھوٹا دریا کہنا چاہیے۔ وہاں ایک فضاء وسیع ہی جسکو کورکہیت
وکرچھیتر کہتے ہیں۔ گرہن کے دن یہاں ہندوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہی۔ سونا۔ چاندی۔ جواہر۔ اقمشہ۔
امتعہ نفیسہ ظاہر و پوشیدہ پن ہوتے ہیں۔ زر کو پنہاں پانی میں ڈالتے ہیں جس سے کہ ع گفتہ است نکوئی
کن و در آب انداز۔ کا مضمون سمجھ میں آتا ہے۔ اس سال میں پادشاہ کے آنے سے پہلے بہت سے
سناسی یہاں جمع ہوگئے تھے۔ اسکے دو گروہ تھے ایک کا نام کُر تھا۔ دوسرے کا نام پوری۔ ایک جگہ
پر دونو کا جھگڑا ہوا۔ ہر ایک کہتا تھا کہ ہم وہاں اُترینگے۔ ان لوگوں کی تجرد گزینی اس وجہ سے نہیں ہی کہ انکا
دل دنیا سے سرد ہی۔ اگر نفس الامر میں تارک دنیا ہوتے تو ہمیشہ آزمند ہوکر شہوت و غصہ کے مغلوب اور حرص و
قہر کے مقہور نہیں ہوتے۔ ان میں نزاع کا باعث یہ تھا کہ تالاب کے کنارہ پر ایک مکان متعین تھا کہ وہاں گروہ
پوری بیٹھکر دام گدائی بچھاتے تھے۔ ہزاروں ہندو ان کو پُن دیتے تھے۔ ان دنوں میں گروہ کُر نے
غلبہ کرکے پوریوں کی جگہ چھین لی۔ یہ کُروں سے لڑ نہیں سکتے تھے کہ اپنی جگہ اُن سے چھٹا لیتے
ان کے گرو کیسو پوری نام قصبہ انبالہ میں شہنشاہ کی خدمت میں دادخواہ آئے کہ ہماری جگہ کُروں نے
زبردستی چھین لی ہے۔ اگرچہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے مگر ہمت کرکے ان سے لڑینگے اپنا خون خاک
میں گرائینگے۔ یا اس قطعہ خاک کو ان سے لینگے۔ کُروں کے گرو نے آن کر یہ عرض کیا کہ یہ جگہ موروثی
ہماری ہے پوریوں نے چند مدت سے چھین لی ہے۔ اب ہم یہاں آنکر بیٹھے ہیں۔ جبتک بدن سے
جان کا تعلق ہے ہم کو اس زمین سے تعلق ہے جب پادشاہ تھانیسر میں آیا تو ان کے معرکہ میں
گیا۔ دونو گروہ ایسے اپنے اپنے جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ شہنشاہ نے ہرچند انکو سمجھایا کہ
لڑو بھڑو نہیں۔ مگر اس سمجھانے سے اور زیادہ بگڑے تو پادشاہ نے اون کو لڑنے کی اجازت دیدی
کہ وہ اپنے کئے کی سزا پائیں۔ اتفاقاً اُس دن ان سناسیوں کا ہجوم بہت زیادہ آگیا تھا
جانبین سے صفیں آراستہ ہوئیں۔ اول ہر طرف سے ایک مرد لاف زن آگے آیا اور تلوار سے لڑا

پیر تیر وکمان سے۔ آپسمیں خوب تیر باران ہوا۔ پوریوں کے گروہ نے گُرون پر تیر مارنے شروع کئے پوری کم تھے اس لئے پادشاہ نے چند نفر کہ جنگ سنگ خوب جانتے تھے۔ اور نیمچہائے توران اور چرو لے ہندوستان کو اشارہ ہوا کہ پوریوں کی کمک کرو۔ اس کمک شاہی سے پوریوں کا پلہ بھاری ہوا۔ انہوں نے گُرون کے گرو آنند کو مار کر ان کو پراگندہ کردیا۔ پادشاہ نے یہ تماشا دیکھکر اپنی سپاہ سے ایسا انتظام کرادیا کہ پھر دنگہ فساد کچھ نہیں ہوا۔ لاہور سے پادشاہ دہلی کو آتا تھا کہ راہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔

سال نہم جلوس ۹۷۲ھ کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ صوبہ بہار میں ہندوستان کے قلاع والا ارتفاع میں سے ایک قلعہ رہتاس ہے جو ایک پہاڑ پر نہایت بلند ہے اور عرض طول اسکا پانچ کوس سے زیادہ ہے۔ زمین ہموار سے اس قلعہ کی سطح کا ایک کوس کا ارتفاع ہے اس میں سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس بلندی کے اس میں جس جگہ چاہو دو دو گز نیچے کھود و تو میٹھا پانی نکل آتا ہے۔ اس قلعہ کی بنا کی ابتدا سے کسی فرمانروا نے سوا شیر شاہ کے اس پر استیلا نہیں پایا۔ ہم آیندہ لکھیں گے کہ شیر خاں نے اس کو کس فریب سے لیا تھا۔ یہ قلعہ فتح خاں پٹنی کے ہاتھ آیا۔ وہ شیر خاں کے بڑے سرداروں میں تھا۔ اس قلعہ کی پشت گرمی سے وہ سلیمان کررانی حاکم بنگالہ سے خوب منازعت کرتا تھا اور دور بینی کے سبب سے شہنشاہ اکبر پاس بھی ہمیشہ عرضداشت بھیجا رہتا تھا اور اسمیں اپنی دولتخواہی کا اظہار کرتا تھا۔ جن دنوں میں علی قلیخان زمان کی بغاوت نے شہرت پائی تو پادشاہ نے قلیج خاں کو فتح خاں پاس بھیجا کہ اوسکے احوال سے آگاہ ہو کر اسکو اطاعت اور خدمتمیں ایسا پختہ کرے کہ جب ہم جونپور میں آئیں تو وہ وہاں آجائے۔ قلیج خاں نے بہت جلد جاکر فتح خاں کو اطاعت شاہی میں پختہ بنایا اور اسکے چھوٹے بھائی حسن خاں پٹنی کو دار الخلافہ میں پادشاہ کی خدمت میں لایا۔

جب پادشاہ جونپور میں سال دہم ۹۷۳ھ میں آیا تو قلیج خاں کو پادشاہ نے دوبارہ فتح خاں پاس اس نظر سے بھیجا کہ سلیمان حاکم بنگالہ نے قلعہ رہتاس پر فوج بھیج رکھی تھی کہ علی قلیخاں کی مساعدت و معاضدت سے اسکو فتح کرے۔ سلیمان کے لشکر نے علی قلیخاں کے استظہار سے

فتح خاں کی اطاعت سے قلعہ رہتاس ہاتھ آنا سنہ ۹۷۲ھ

پادشاہ کا قلیج خاں کو دوبارہ فتح خاں پاس بھیجنا سنہ ۹۷۳ھ

فتح خاں کو تنگ کر رکھا تھا۔ مگر اس اثنا میں جب اس پاس خبر آئی کہ پادشاہی لشکر اسکے سر پر چلا آتا ہی تو اس نے محاصرہ سے ہاتھ اوٹھا کر قلعہ گیری کے دائرہ سے قدم باہر رکھا۔ فتح خاں دوروئی اور تزویر سے اپنا کام چلاتا تھا جب سلیمان کے لشکر کی مزاحمت سے حوالی قلعہ خالی ہوا تو اس نے ذخیرہ و آذوقہ کی گرد آوری میں اہتمام کیا اور اپنے بھائی حسن خاں پاس جسکو قلیچ خاں اپنی ہمراہ پادشاہ پاس لایا تھا۔ مخفی پیغام بھیجا کہ آذوق و ذخیرہ کی طرف سے میرا دل بیفکر ہے تو جس طرح ہو سکے یہاں قلعہ میں چلا آ۔ حسن خاں کا علانیہ جانا تو دشوار تھا اس نے یہ بہانہ بنایا کہ پادشاہ کسی خاص آدمی کو میری ہمراہ کر دے کہ وہاں جا کر میں اپنے بھائی کو استمالت شاہی سے یہاں لے آؤں کہ وہ قلعہ کی کنجیاں حضور میں نذر دے۔ اس لئے پادشاہ نے یہ خدمت قلیچ خاں کے حوالہ کی وہ فتح خاں پاس گیا۔ اس نے ظاہری ملائمت منافقانہ بہت کی اور جھوٹے وعدے کر کے وقت کو ٹالا۔ قلیچ خاں نے یہ حال دیکھ کر مراجعت کی۔ اور پادشاہ سے یہ سارا حال عرض کیا۔ پادشاہ نے اس قلعہ کی فتح کو ولایت شرقیہ کی فتح کے ساتھ موقوف رکھا۔

سال دہم جلوس ۹۷۳ھ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حدود سامانہ میں شیر محمد نے تاخت تاراج کرنی شروع کی۔ خواجہ معظم کا خدمتگار وہ تھا۔ پھر بیرم خاں پاس وہ آیا اس نے حسن صورت کی وجہ سے اپنا مقرب بنایا۔ اور اوس کے اقبال کے زمانہ میں اس نے اعتبار پایا اس کے ادبار کے زمانہ میں وہ سامانہ گیا تھا۔ ان دنوں میں کہ پادشاہ علی قلی کی بغاوت مٹانے کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے فساد برپا کیا۔ ملا نور محمد ترخاں نے کہ ان حدود میں فوجدار تھا میر دوست محمد کو سامانہ میں مقرر کیا تھا۔ شیر محمد نے اس کو اپنے گھر مہمان بلایا اور اپنی مجلس میں ناگاہ ایک تیر اس کے سینہ میں لگایا اور کام تمام کیا۔ اس پرگنہ میں اس کا مال و اسباب جو تھا لے لیا اور پھر مالیر کی طرف گیا اس پرگنہ میں خالصہ کی مقدار کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور آدمی جمع کر کے ولایت محروسہ میں تاخت کرنے لگا۔ ملا نورالدین نے ایک جماعت کو ساتھ لیا۔ اور موضع دہنوری میں کہ سامانہ کی حدود میں ہے پہونچیا

شیر محمد اپنی عشرت میں مشغول تھا۔ ملا نور الدین فی الحقیقۃ کچھ نہ سمجھا۔ چند آدمیوں کو لیکر مقابلہ کو آیا کہ اس کے گھوڑے نے درخت کے تنہ سے ٹکر کھائی وہ گرا۔ پیادوں کی جماعت نے اُسے قید کر لیا۔ ملا نے اُسے قتل کیا۔

سال یازدہم ۹۷۹ھ کے واقعات میں سے یہ واقعہ ہے کہ خاندان تیمور کے شہزادوں نے غدر مچایا جسکی تفصیل یہ ہے۔ محمد سلطان فرزند رشید سلطان ویس مرزا ابن بایقرا ابن منصور بن بایقرا ابن عمر شیخ بن امیر تیمور تھا۔ والدہ محمد سلطان مرزا کی سلطان علی مرزا کی بیٹی تھی۔ اس مرزا نے اپنی فرمانروائی کے عہد میں محمد سلطان مرزا اپنے نواسے کو خود تربیت کیا تھا۔ جب وہ مرگیا اور خراسان میں تفرقہ عظیم برپا ہوا تو محمد سلطان مرزا حضرت فردوس مکانی (بابر) کی خدمت میں آیا۔ جنے اسپر بہت عنایت کی۔ اور جب جنت آشیانی (ہمایوں) کی سلطنت ہوئی تو بدستور سابق ان پر مہربانی شاہی ہے۔ اسکے دو بیٹے تھے ایک الغ مرزا اور دوسرا شاہ مرزا۔ یہ دونو پادشاہ کے ملازم رہے۔ انکے معاملات جو ہمایوں کے ساتھ ہوئے وہ ہمایوں کی سلطنت کے تاریخ میں بیان ہو چکے ہیں۔ الغ مرزا کو اپنے اعمال کی مکافات لشکر ہزارہ کی تاخت میں ملی اس کے دو بیٹے تھے سکندر مرزا اور محمد سلطان مرزا الغ مرزا کے کشتہ ہونے کے بعد شہنشاہ ہمایوں نے ان لڑکوں کی تربیت کی اور اسکندر مرزا کو الغ مرزا کا اور محمد سلطان مرزا کو شاہ مرزا کا خطاب دیا شہنشاہ اکبر کی سلطنت ہوئی تو اس نے محمد سلطان مرزا کو مع بنائر و عشائر کے اپنی عنایت سے سرفراز کیا۔ محمد سلطان مرزا بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس کو سپاہ گری سے معاف رکھ کر پرگنہ اعظم پور کہ سرکار سنبل میں تھا۔ خرچ معیشت کے لئے مرحمت کیا۔ کہ یہاں آرام کر کے اشغال دعا میں مشغول ہو بڑھاپے میں اس کے کئی بیٹے ہوئے۔ اول ابراہیم حسین مرزا۔ دوم محمد حسین مرزا سوم مسعود حسین مرزا چہارم عاقل حسین مرزا۔ شہنشاہ نے ان مرزاؤں میں سے ہر مرزا کو لایق جاگیریں سرکار سنبل میں دیں۔ اکثر مہمات میں وہ پادشاہ کے ساتھ رہتے تھے۔ جب اس سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی جاگیروں میں چلے جاتے تھے۔ ان دنوں میں کہ پادشاہ مرزا حکیم کی شورش کے مٹانے کے لئے دار الخلافہ آگرہ سے پنجاب کو روانہ ہوا تو الغ مرزا اور شاہ مرزا اور ابراہیم حسین مرزا۔ و

تیموری مرزاؤں کا فساد ۹۷۹ھ

محمد حسین مرزا نے علم بغاوت بلند کیا۔ اپنی ساتھ آدمیوں کو جمع کر کے ولایت سنبل اور اسکے نواح میں تاخت تاراج شروع کی۔ جب اس نواح کے سب جاگیردار اس سے لڑنے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان میں انسے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس لئے وہ خان زمان و سکندر خاں پاس چلے گئے مگر ان کجرو خود سروں کی ان شورش طلب بدنہادوں کے ساتھ صحبت نہ نبھی۔ کیونکہ ان میں سے ہر یک کو سری اور سرداری کا دعوی تھا۔ وہاں سے پھر کر دوآبہ میں آن کر اور فساد مچایا۔ نیکار دنیکھار میں گئے۔ کہ یہاں کا جاگیردار یار شاہی خواہر زادہ حاجی خاں سیستانی تھا وہ ان کی مدافعت کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر اس نے اول شکست پائی اور ان شہزادوں کو بہت اسباب اور ہاتھی زر نقد اور اشیا ہاتھ لگے۔ اس طرح لوٹتے مارتے دہلی کی حدود میں آئے۔ تاتار خاں دہلی کو مستحکم کر کے اور منعم خاں آگرہ سے چلکر انکے مدافعت کے لئے آئے تو مالوہ کو خالی سمجھکر اسطرف چلے۔ قصبہ سنپت میں میر معز الملک سے جو پادشاہ پاس پنجاب جاتا تھا دو چار ہوئے۔ اسکا اسباب لوٹ لیا۔ منعم خاں نے انکا تعاقب صلاح وقت نہ دیکھا وہ آگرہ چلا آیا۔ اس جماعت نے جا کر مالوہ کو قبضہ میں کر لیا۔ اسوقت مالوہ میں محمد قلی برلاس حاکم تھا اور وہ بعض مہمات کی ضرورت کے سبب سے پادشاہ پاس گیا ہوا تھا۔ اس کے داماد خواجہ ہادی معروف بہ خواجہ کلاں نے اجین کو مستحکم کیا۔ مگر اسکے جو ہمراہی تھے وہ ایسے ذلیل و رذیل تھے کہ وہ مرزاؤں سے جا ملے۔ خواجہ کی بساط میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے لوٹ لیا۔ ہنڈیہ میں قدم خاں برادر مقرب خاں دکنی تھا۔ محمد حسین مرزا نے جا کر اس کا محاصرہ کیا۔ مقرب خاں دکنی قلعہ سنتواس میں تھا۔ مہدی قاسم خاں حج کو جاتا تھا اس کا بھانجا حسین خاں اس کے ساتھ کچھ دور گیا تھا کہ وہ پھر کر سنتواس میں آیا تھا کہ مرزاؤں کا غوغا سنا تو اس نے بھی قلعہ سنتواس میں پناہ لی۔ ابراہیم حسین خاں نے اس کا محاصرہ کیا۔ اس اثنا میں محمد حسین مرزا ہنڈیہ پر متصرف ہوا۔ قدم خاں کو مارا۔ اسکے سر کو قلعہ سنتواس میں لائے تو مقرب خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ مرزا پاس آنکر ملا حسین خاں بھی باہر آیا۔ مرزا نے ہر چند اسے نوکری کو کہا۔ مگر اس نے اسے قبول نہ کیا۔ جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اسنے حکم دیا کہ محمد سلطان مرزا کو اعظم پور سے قلعہ بیانہ میں پہنچا دو۔

جب بادشاہ چتوڑ کے قلعہ کو خود گیا تو اس نے سال دوازدہم ۹۷۶ھ میں شہاب الدین احمد خاں کو ان مرزاؤں کے مالوہ سے نکالنے کی خدمت حوالہ کی۔ شاہ بداغ خاں و مراد خاں و حاجی محمد خاں سیستانی اور ایسے ہی اور امیروں کو مالوہ میں جاگیریں دے کر انکے ذمہ اس کام کو کیا۔ وہ قلعہ گاگروں سے رخصت ہو کر جلد اُجین میں پہنچے۔ مرزا پہلے اس سے کہ بادشاہی لشکر پہنچے گجرات بھاگ گئے۔ جسکی تفصیل یہ ہی کہ الغ مرزا جو سب میں بڑا تھا وہ بادشاہی لشکر کی خبر سنکر ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا پاس اجین میں گیا۔ تاکہ سب بھائی متفق ہو کر اپنے لئے کوئی تدبیر نکالیں۔ جب ان کو یہ خبر ہوئی کہ لشکر شاہی قلعہ گاگرون کے قریب ہو گیا تو وہ سب منڈو میں آئے۔ بادشاہی لشکر کا خوف ان پر ایسا طاری ہوا کہ ان کے قدم یہاں بھی تھمے۔ وہ گجرات کی جانب بھاگے۔ اور چنگیز خاں کا دامن پکڑا۔ وہ سلطان محمود گجراتی کا غلام تھا اور اب یہاں فرمانروائی کرتا تھا۔ اب آگے ہم حال لکھیں گے کہ گجرات کے فتح ہونے سے ان مرزاؤں کا کیا ستیاناس ملا۔

سال نہم ۹۷۷ھ کی سوانح میں سے نگرچین کا بسانا ہے۔ ایک موضع گکرالی تھا۔ اس گل زمین کی آب و ہوا دلکشا۔ اور زمین وصحرا کی طراوت بڑی دلکش تھی۔ اس میں اور دار الخلافہ میں ایک فرسنگ کا فرق تھا۔ بادشاہ نے اس حصار دولت افزا میں دلکش عمارت بنائیں اور جانپرور باغ لگائے تھوڑے دنوں میں چابکدست معماروں نے ان کو تیار کر دیا۔ اور اعیان مملکت و ارکان خلافت نے اپنے حسب حال یہاں مکانات تعمیر کرائے اور باغ لگائے۔ بادشاہ نے اس جگہ کا نام نگرچین یعنے مکان آرامش و آسودگی رکھا۔ یہاں بادشاہ چوگان بازی اور سیر و شکار سے دل اپنا خوش کیا کرتا تھا۔ نگرچین اس بادشاہی کے عہد میں بالکل ویران ہو کر بے نام و نشان ہو گیا۔ | نگرچین بسانا سنہ ۹۸۲

بادشاہ کبھی جانداروں کی حیات کے لئے زراعت و تخم ریزی و آبدہی سے زمین کی اصلاح کرتا کہ اسباب امیری میسر ہوں۔ کبھی حفظ اموال و اقوات و حراست نام و ناموس اور افراد انسانی کی بقا کی نگہبانی کے لئے مستحکم قلعے بناتا کہ دولت صوری و معنوی کی مراد حاصل کرے ان دنوں دار الخلافہ آگرہ میں کہ ہندوستان کا مرکز تھا۔ ملکی و مالی مصالح کے لئے | قلعہ آگرہ کی بنیاد رکھنا

ایک ایسے قلعہ عالی کی تعمیر کا حکم دیا کہ وہ اس سلطنت کے لائق ہو۔ پہلے ایک قلعہ شہر کی شرقی سمت میں جمنا کے کنارہ پر تھا۔ حوادث روزگار کے تصادم سے اسکے ارکان میں اختلال آگیا تھا۔ اسکو بالکل اوکھیڑ ڈالا۔ اور اسکی جگہ حصن حصین و حصار سنگین بنایا۔ بنیاد اسکی ایسی گہری کہودی کہ وہ پانی سے بھی نیچی گئی احاطہ اسکا ڈیڑھ میل تھا۔ دیوار کا عرض تین گز پادشاہی اور ارتفاع بیس گز تھا (۶۰ فیٹ) ہر روز تین چار معمار۔ چابکدست اور قوی بازو مزدور اور عملہ فعلہ ہمیشہ کام کرتا تھا بنیاد سے کنگرہ تک وہ سنگ سرخ سے بنایا گیا۔ پتھروں کو آہنی حلقوں سے ایسا وصل کیا کہ اسکے اندر بال برابر بھی درز نہ رہی۔ آٹھ سال میں یہ قلعہ مع کنگروں و فصیل و سنگ اندازوں کے تیار ہوا اور ۳۵ لاکھ روپیہ اس میں خرچ ہوا۔ قاسم جان میر بحر و بر اسکی تعمیر کا مہتمم تھا۔ وہ نہایت لائق و قابل افسر انجنیر (میر عمارت) تھا۔ یہ قلعہ ابتک موجود ہے فرنگستانی سیاح اسکو دیکھ کر بہت تعریف کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں وہ حقیقت میں ایسا مستحکم نہیں جیسا وہ بظاہر دکھائی دیتا ہے اس زمانہ کی سائنٹفک انجنیری اسمیں بہت نہیں خرچ ہوئی۔ مگر پھر بھی وہ سارے شہر اور دربار پر اپنی فرمانروائی کی شان دکہاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا ارادہ فتحپور سیکری میں اپنے دار الخلافہ بنانے کا تھا اور وہاں قلعہ کی بنیاد کے نشان بھی ہیں۔ مگر حضرت سلیم چشتی نے اس سے فرمایا کہ یہ مقام فقیر کے حوالہ کرو۔ اور اپنا قلعہ آگرہ میں بناؤ۔ فتحپور سیکری کی آب و ہوا خراب تھی۔ کوئی دریا وہاں نہ تھا اس لئے یہاں جمنا کے کنارہ پر جس میں کشتیاں و جہاز چل سکتے ہیں یہ قلعہ تعمیر کرایا۔ شاہجہاں نے اور عمارت بنواکے اسکو اور زیادہ رونق دلائی جسکا بیان اسکی سلطنت میں ہوگا۔

پادشاہ کا اقبال سال بسال و ماہ بماہ و ہفتہ بہفتہ و روز بروز بڑہتا جاتا تھا۔ ملکوں کی فتوح۔ ولایتوں کی معموری۔ راہوں کی ایمنی۔ اور نرخ اشیاء کی ارزانی نے ترک و تاجیک و سپاہی و سوداگر و ملا و درویش اور تمام اقسام کی خلق کو چاروں طرف سے پادشاہ کی خدمت میں بلایا۔ سال ہشتم سنہ ۹۷۰ھ میں کاشغر سے خواجہ معین خاوند محمود سے یہ خواجہ عبد اللہ معروف خواجگان خواجہ کی اولاد میں سے تھے۔ جب وہ حوالی آگرہ میں آئے تو اکثر امرا ان کے استقبال کو گئے۔ اور شہنشاہ نے بھی درویش نوازی کی مراسم کو ادا کیا وہ

پیشوائی کو گیا۔ مرزا شرف الدین حسین جنکا ذکر اوپر ہوا انہیں کے صاحبزادہ تھے۔

سال نہم ۹۷۱ھ میں سید اجل امیر مرتضیٰ جو علامہ جرجانی کی اولاد میں سے تھے۔ اور فنون معقول ومنقول میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ حرمین شریفین کا طواف کرکے بادشاہ پاس آئے۔ بادشاہ نے بھی انکے آنے کو مغتنم جانا۔ امراء کی بغاوتیں سات سال تک رہیں۔ جب عبداللہ خاں اوزبک مالوہ سے شکست پاکر گجرات بھاگا ہے تو اور اوزبک سرداروں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ نوجوان بادشاہ بابر کی اولاد ہے جو اوزبک کے خون کی پیاسی تھی وہ اپنے باپ دادا کا بغض ہم سے نکالیگا اور ہمکو ذلیل وخوار کریگا ۹۷۲ھ میں اکثر اوزبک سردار باغی ہوئے خانزماں اور آصف خاں۔ سکندر خاں وغیرہ نے سرکشی اختیار کی۔ بادشاہ نے ان باغیوں کی لڑائیوں کا خاتمہ اس خوبی سے کیا کہ وہ اسکی عقل ودانش کا کارنامہ ہے۔ ان باغیوں کی لڑائیوں کی صورتیں مختلف رہیں۔ ان میں بادشاہ کی فتح اکثر رہی۔ مگر کبھی کبھی باغیوں کو بھی فتح ہوئی۔ ان سب صورتوں میں بادشاہ نے اپنی اطاعت کے لئے نہیں بلکہ انہیں کے فائدہ کے لئے انکو اپنا دوست بنایا۔ بعض باغیوں نے اطاعت اختیار کرکے اپنی حالت پہلے سے بہتر کرلی۔ بعض نے اپنے قصور بار بار معاف کرائے۔ مگر اپنی شرارت سے باز نہ آئے۔ آخر کو بادشاہ نے اپنی ذاتی کوشش وسعی سے سب بغاوتوں کو خاتمہ پر پہنچایا۔

امراء کی بغاوتوں کا خاتمہ

بیگانہ ملکوں پر شہنشاہ اکبر کے متوجہ ہونے کا بیان

اب تم نے دیکھ لیا کہ کن کن بادشاہی سرداروں نے بغاوت کی اور ان سرکشوں کے دفع کرنے میں بادشاہ کو کیا کیا دشواریاں پیش آئیں۔ ادھر ان اپنے سرداروں سے کارزار کرتا ادھر شیر شاہ کے جانشینوں سے برسرپیکار رہتا۔ اسنے اپنے بدخواہوں کو خواہ اپنی زور اور قوت سے غارت غول کیا۔ خواہ اپنی عنایت ومروت سے خیر خواہ بنایا۔ وہ اپنی پچیس برس کی عمر میں بخت ہوگیا تو اب اسکو فرصت ملی۔ کہ بیگانہ ملکوں پر وہ متوجہ ہو۔ اول وہ رجپوتوں کے ملک پر متوجہ ہوا۔

قلعہ چتوڑ کے معاملات

شہنشاہ اکبر ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ گردن افراز سرکشوں کو پائمال کروں۔ تمام ہندوستان کی وحدت انتظامی یعنی سب جگہ ایک ہی پادشاہی انتظام قائم کروں۔ آسودگی و آسائش خلق کو پہنچاؤں۔ رعیت کے سکھ چین میں اپنی راحت سمجھوں۔ جن فاسد و ملاغ گردن کشوں کے دماغ میں سرداری کا مالیخولیا پیدا ہوتا تھا معالجہ وہ خوب کرتا تھا۔ جب وہ اپنے دار الخلافہ میں پنجاب سے آیا تو اس کو محمد سلطان مرزا کے بیٹوں کے فساد اٹھانے کا حال معلوم ہوا جن کا علاج اس نے بخوبی کیا۔ اس کا آگے بیان آئیگا۔

مالوہ کو پادشاہ لشکر لئے جاتا تھا۔ جب وہ دھول پور میں آیا۔ رانا اُدے سنگھ کا بیٹا سکت سنگھ شہنشاہ کی ہمراہ تھا۔ اس سے پادشاہ نے خطاب کر کے فرمایا کہ ہند کے اکثر زمیندار اور بزرگ ہماری آستانہ بوسی سے سرفراز ہوئے۔ مگر تمہارا رانا ہماری پائے بوسی کو نہیں آیا۔ اگر ہم ایلغار اسپر کریں تو ہماری خدمت تو کیا کریگا۔ پادشاہ نے یہ بات خوش طبعی سے اس سے کہی تھی کہ مالوہ کے فتنہ انداز غافل ہوں کہ پادشاہ کا قصد اور طرف ہے۔ مگر یہ راجہ کا لڑکا اس رمز کو نہیں سمجھا۔ بلکہ اسنے یہ جانا کہ حقیقت میں پادشاہ میرے باپ کو سزا دینے جاتا ہے۔ اسکو اپنی اس بدنامی کا خوف ہوا کہ لوگ کہینگے کہ وہ خود جاکر پادشاہ کو باپ پر چڑھا لایا ہے۔ ان وہموں کے سبب سے وہ بھاگ گیا۔ ہنسی کی پھنسی ہوئی۔ مغربی ہندوستان کے حصہ اعظم میں رانا اُدے سنگھ چتوڑ کا راجہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قدیمی راجہ تھا۔ وہ اپنے خاندان کا افتخار اور کوہستان محکم اور متین قلعے ملک و مال رجپوتوں کی سپاہ جاں نثار۔ غرض سارے سامان دنیا کے جن سے انسان کو نخوت ہوتی ہے رکھتا تھا۔ اس کا باپ رانا سنگا بابر سے لڑا تھا۔ اس نے اپنے غرور اور خودداری کے سبب سے یہ نہ جانا کہ اکبر کون ہے۔

اب پادشاہ نے رانا سے لڑنے کا ارادہ مصمم کیا۔ اواسط ربیع الاول ۹۷۵ھ کو وہ اس کام کے لئے چلا۔ اول ولایت ہندوارہ میں قلعہ سیوی پور میں آیا۔ یہ رانا کا قلعہ آگرہ سے ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں میواڑ کے تھا۔ رنتھبور کے رائے سرجن ہاڈا کی سپاہ کی کچھ

آدمی اسیں تھے - وہ پادشاہی لشکر کے قریب آنے سے بھاگ گئے - پادشاہ دو روز یہاں ٹہرا اور یہاں کی نواح وحوالی سے آذوقہ کا سامان قلعہ میں فراہم کرکے نظر بہادر کو اسکی حراست سپرد کی - یہاں سے چھ کوس سفر کرکے وہ کوٹہ میں آیا - یہ بھی ان حدود میں ایک محکم جگہ تھی - یہ ولایت شاہ محمد قندہاری کو سپرد ہوئی - پھر وہ مالوہ کی سرحد پر گاگرون میں آیا - کوٹہ کی طرح یہاں بھی قیام کیا - یہاں سے لشکر بسرکردگی شہاب الدین احمد خاں مالوہ میں محمد سلطان مرزا کے بیٹوں کی بغاوت کے دور کرنے کے لئے بھیجا گیا - وہ پادشاہی لشکر کے آنے کی خبر سنکر اجین سے منڈو میں بھاگے - جب یہاں بھی انکے کان میں پادشاہی لشکر کے نقاروں کی آواز آنے لگی تو الغ مرزا کی جان نکل گئی - اور باقی مرزا گجرات میں چنگیز خاں پاس چلے گئے اسکے ساتھ ہی پادشاہ نے آصف خاں اور اسکے بھائی وزیر خاں کو حکم دیا تھا کہ قلعہ مانڈل کو فتح کرے - وہ رانا کے مستحکم قلعوں میں سے تھا - اور راوت بلوی سولنگی یہاں قلعہ دار تھا - اسنے سخت مقابلہ کیا - مگر پادشاہی لشکر نے اُسے فتح کرلیا -

شہنشاہ اکبر پاس تین چار ہزار سوار تھے کہ وہ چتوڑ کی طرف چلا کہ شاید رانا لشکر کی کمی کا خیال کرکے پہاڑوں میں سے میدان میں باہر آئے - اور اس کا کام آسانی سے تمام ہوجائے - مگر اودے سنگہ بہادر رانا سنگا کا نامرد وارث تھا - اس میں یہ کہاں جرأت تھی کہ وہ اپنی جان نثار سپاہ کے ساتھ آنکر اکبر کی برابر مرد میدان ہوتا - وہ جانتا تھا کہ پادشاہ پاس قلعہ گیری کا سامان اس قدر کم ہے کہ وہ قلعوں کی طرف متوجہ نہیں ہوگا - اس گمان سے قلعہ چتوڑ کو مستحکم کرکے چند سال کا آذوقہ وہاں جمع کیا - اور میرتھا کے جواں مرد جے مل کو اسے حوالہ کیا اور پانچہزار راجپوت نامور ناموس پرست اس قلعہ میں متعین کئے اور اطراف و نواح کو ایسا ویران کیا کہ دشمنوں کو صحرا میں گھاس کا پتا بھی نہ ملے اور خود تنگنا اردلی پربت میں دور چلا گیا کہ عاقبت میں اس خوف سے رہی جو اسکے ملک پر چھا رہا ہے - پادشاہ نے یہ سوچا کہ رانا کے پیچھے پہاڑوں میں سرگردان پھرنے سے قلعہ چتوڑ کا فتح کرنا بہتر ہوگا - چتوڑ کی فتح کے لئے بادشاہ کا جانا ۹۷۵ھ

پنجشنبہ ۱۹ - ربیع الاول ۹۷۵ھ کو اس نے قلعہ چتوڑ کے سامنے خیمے ڈالدیے - اسی روز

کالی گھٹاؤں نے پہاڑوں کو گھیر لیا۔ اور قلعہ پر تاریک نقاب ڈالدی۔ عوصف ریاح کی شدت اور بوارق وصواعق کے صدمات نے زمین و زماں کو متزلزل کیا۔ اور ابر اور رعد کے شور نے کون و مکان میں جوش و خروش مچایا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان کے معاملات میں نیچر حصہ لینا چاہتا ہے۔ اور یہ شدید طوفان آیندہ طوفان کا چربہ اتار رہا ہے۔ ایک سچا ہندو تو ان بادلوں کی گرج کا ترجمان یہ ہوگا کہ وہ اندر کی آ... ہے اور یہ یقین کریگا کہ چتوڑ کا محافظ جو سورج ہے غصہ سے بول رہا ہے۔ اور رنج و الم کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔ غرض مسلمانوں کو باد و باران کے طوفان سے اذیت ہوئی۔ ایک گھنٹہ میں ہو... صاف ہوئی تو قلعہ دور سے نظر پڑا۔ دوسرے روز بادشاہ نے پہاڑ کے گرد دورہ کیا اور ارباب مساحت کو حکم دیا کہ وہ مساحت اور حساب صحیح کریں کہ اس کے موافق حملہ کی تیاری اور سپاہ کی تقسیم ہو۔ دورہ کوہ دو کروہ اور مابین کوہ آمد و رفت خلائق کی راہ پانچ کروہ پیمائش ہوئی۔ اس کی تسخیر کے لئے بخشیان عظام کو حکم ہوا کہ مورچوں کی تقسیم کریں۔ جو بادشاہ کی ہمراہ سپاہ تھی اس نے اپنے مورچے جمائے۔ اور جو سپاہ نئی آتی جاتی تھی وہ جدا اپنے مورچل بناتی تھی۔ اس طور سے ایک مہینے میں قلعہ کے تمام دور کو لشکر شاہی نے گھیر لیا۔ اسی زمانہ میں بادشاہ نے اپنے امراء کو بھیجا کہ وہ پاس کے ملک کو تاخت و تاراج کریں اور اس حدود کے سرکشوں کی تادیب و تنبیہ کریں۔ شہر رامپورہ کے لئے آصف خاں کو ایک جماعت امراء کے ساتھ متعین کیا۔ اس نے جاتے ہی تلوار کی کنجی سے فتح حاصل کی۔ لوگ بتاتے تھے کہ اودے پور و کوہلیر دگوہیر کی طرف رانا ہے۔ اس لئے وہاں حسین قلی خاں کو روانہ کیا کہ رانا کو گرفتار کرے۔ حسین قلیخاں شہر اودے پور میں جو رانا کی دارالایالت تھی آیا۔ یہاں کے گردن کشوں کو مار اوبارا۔ اور جہاں رانا کے آدمیوں کے گروہوں کو دیکھا ان کو تہ تیغ کیا۔ اور بہت کچھ لوٹ کا مال حاصل کیا اور رانا کی جستجو میں تکاپو کی مگر اوس کا پتا نہ پایا تو بادشاہ نے اوس کو اپنے پاس بلا لیا اس عرصہ میں لشکر کے بہادر چتوڑ کے قلعہ پر حملہ آوری کرتے اور دلیری اور دلاوری کی داد دیتے خاص کر عالم خاں و عادل خاں لیکن کچھ سودمند نہ ہوا۔ اہل زمین کا

ہاتھ آسمان پر کب پہنچتا ہے کہ اس قلعہ پر انکی دسترس ہوئی - اکبر ہمیشہ تاکید کرکے تیز جلو بہادر ونکو فرماتا کہ اس طرح کی تاخت کو شجاعت نہیں کہتے ہیں - بلکہ وہ تہور میں داخل ہے کہ ارباب دانش اس کو اعتدال سے باہر جانتے ہیں - اور اخلاق ذمیمہ میں سے گنتے ہیں - ان آدمیوں کو تہور نے ایسا مغلوب کر رکھا تھا کہ پادشاہ کی نصائح ہوش افزا کو نہ سنتے تھے اور ہمیشہ قلعہ کے گرد دوڑے جاتے تھے اور بہت سے مردان نبرد اپنے شجاعت کے چہرہ پر زخموں کا گلگونہ ملتے - اور اس انجمن مرد آزمائی میں شہادت کا خوش مزہ جام پیتے - اسلئے کہ یہ صفدر جو تیر و تفنگ پھینکتے وہ برج و کنگرہ کے سطح کو چھیلتے ہوئے گذر جاتے اور کچھ کام نہ کرتے - اور اس طرف سے جو وہ آتے تو گھوڑوں اور آدمیوں کا کام تمام کرتے اس واسطے پادشاہ نے ان سب باتوں پر خیال کرکے حملہ کی نہایت مناسب تدبیر یہ سوچی کہ وہ اپنی تمام سعی اور کوشش کو تین مورچلوں پر جمع کرے - اول مورچل لاکھوٹہ کے دروازہ کے محاذی یہاں کا اہتمام اسنے خود کیا اور حسن خاں چغتا اور راجہ پتر داس و قاضی علی بغدادی اور اختیار خاں فوجدار و کبیر خاں کو اپنے ساتھ شریک کیا - اس طرف خارا تراش نقابوں نے نقب لگانے میں بازوے ہمت کے قوی کیا - دوسرا مورچل شجاعت خاں و راجہ ٹوڈرمل و قاسم خاں میر بر و بحر کو سپرد ہوا اس مورچل میں ایک تیر کے فاصلہ سے عین بارش میں کمر کوہ سے جس کے قلعہ پر قلعہ تھا ساباط کی بنیاد رکھی گئی - مورچل سوم کا اہتمام خواجہ عبد المجید آصف خاں و وزیر خاں اور اور ونکو سپرد ہوا - بڑی بڑی توپوں کو اپنی جگہ سے یہاں لانے میں کام کو طول ہوتا تھا - اس لئے پادشاہ نے خود ہیں اپنے سامنے توپیں ڈھلوائیں - مگر انہوں نے کچھ کام نہ دیا - پادشاہ کے پاس ایک دیگ بزرگ (بڑی توپ) آئی جو آدھ من (۱۹ اسیر) کا گولہ پھینکتی تھی -

جب اہل قلعہ کو اس حال پر جو انکے وہم و خیال میں نہیں گذرتا تھا اطلاع ہوئی تو ہوش اُڑے کہ روز بروز اُنکے استیصال کا سامان زیادہ ہوتا جاتا ہے ناچار حیلہ و تزویر کے درپے ہوئے ایک دفعہ ساندٹ اسلحدار کو اور دوسری دفعہ صاحب خاں کو بھیجا کہ پادشاہ سے عرض کریں کہ وہ پادشاہ کی اطاعت کرتے ہیں اور ہر سال پیشکش دینے کا اقرار کرتے ہیں - بعض اولیاء دولت نے

اس سخن کو تحسین جان کر عرض کیا کہ اس قرار داد پر اس شغل کو چھوڑنا عین صلاح ہی۔ لیکن سلطنت کی خیر خواہی نے اس بات کو نہ مانا۔ اور پادشاہ نے فرمایا کہ خلاصی جب ہی ان کو ہوگی کہ رانا اپنے تئیں حوالہ کرے پادشاہی آدمی ایسے بہ تنگ ہو رہے تھے کہ اس مہلکہ سے نکلنے میں کوشش کرتے تھے مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔

فتح کے یقینی حاصل کرنے کے لئے اور اپنی سپاہ کے جان بچانے کے لئے پادشاہ نے ساباط بنانے کا حکم دیا۔ یہ ساباط پیچدار سلامت کوچے تھے جو قلعہ سے ایک تیر انداز کے فاصلہ سے شروع ہوئے تھے اور وہ دو دیواروں کے بیچ میں تھے۔ اور یہ دیواریں اوٹھا کر قلعہ کے قریب اسطرح لگئے تھے کہ ٹوکری کی بناوٹ کے بڑے بڑے بیلن یعنی اسطوانہ کی شکل اندر سے خالی بنائے تھے اور انکے اندر مٹی بھری تھی۔ انہیں باہر بھینس کی کھالوں سے منڈھا تھا۔ اور بیلدار انکو اپنی سپر متحرک بناتے تھے۔ اور انکو آگے آگے لڑھکاتے لیجاتے تھے اور انکی آڑ میں اپنا کام بناتے تھے جب وہ قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچے تو وہاں کوٹھیاں ڈالیں اور سیڑھیاں بنا کے زمین کے اندر نقبیں لگائیں جن میں بارود بھری گئی اور پھر وہ اڑائی گئیں۔ ان کاموں کے کرنے میں وقت اور روپیہ بہت صرف ہوا۔ باوجود احتیاطوں کے جانیں بہت تلف ہوئیں پانچہزار گل کار و نجار و سنگتراش و آہنگر و نقاب رات دن کام کرتے تھے۔ ان میں سے بحساب اوسط ہر روز سو دو سو آدمیوں کو اہل قلعہ کے چابکدست توپچی اڑا دیتے تھے۔ یہ سب کاریگر اپنی خوشی سے آتے تھے۔ پادشاہ نے ان کو بیگار میں پکڑنے کی ممانعت کردی تھی۔ اور اس کام کے عملہ فعلہ کو انعام دینے میں پادشاہ نے روپیہ کو ٹھیکری کر دیا تھا۔ اس لئے اس خطرناک کام میں جو کاریگر مارے جاتے تھے ان کی جگہ اور آجاتے تھے۔ اور ساباط آگے بڑھتے چلے جاتے تھے مردوں پر کچھ خیال نہیں کیا جاتا تھا ان کے جسم اینٹوں کی جگہ دیواروں میں چنے جاتے تھے۔ غرض باوجود ان سب موانع کے کام بہت ہوتا تھا۔ پادشاہ کے مورچل خاص سے جو ساباط بنا تھا وہ ایسا وسیع تھا کہ دس سوار برابر برابر اوس کے اندر چلے جاتے تھے اور بلند ایسا تھا کہ فیل نشین نیزہ کو ہاتھ میں لیکر اوس کے نیچے چلا جاتا تھا۔ ان تیاریوں میں

تین ہفتے صرف ہوئے۔ قلعہ کو دو جگہ سے مجوف کیا تھا۔ ایک مجوفہ میں ایک سو بیس من بارود۔ اور دوسرے مجوفہ میں اسی من بارود بھری تھی۔ بادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ سپاہی مسلح و مکمل مترصد رہیں کہ سرنگ کے اڑتے ہی جب دیوار پھٹے تو وہ اس میں سے قلعہ کے اندر جا کر متصرف ہوں۔ اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ ہر نقب میں جدا جدا فتیلے لگائے جائیں اور الگ الگ وہ اڑائی جائیں۔ لیکن کبیر خاں نے جو اس کام کا مہتمم تھا ایسی تدبیر کی کہ دونو ایک ہی دفعہ ایک شتابہ سے اڑائی جائیں نتیجہ سے یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ کی رائے درست تھی۔ چہارشنبہ ۱۵ جمادی الاخری ۹۷۵ھ کو باروت میں آگ لگائی گئی۔ ایک برج بیخ و بنیاد سے اکھڑ اڑا اوس پر جو مخالف کی سپاہ لڑ رہی تھی اس کو ہوا میں لے اڑا۔ اور اس کو پراگندہ و پریشان کر دیا۔ دیوار کے پھٹتے ہی اس پر بادشاہ کی سپاہ بے تشخیص و ملاحظہ چڑھ گئی کہ قلعہ کے اندر جائے۔ کہ ناگاہ دوسرا مجوفہ اڑا اس سے وہ لشکر جو قلعہ کے اندر گھستے کو تھا۔ اور دشمنوں کا وہ گروہ جو انکی مدافعت کے لئے آیا تھا وہ نو اُڑ گئے۔ جسموں سے ان کی جانیں جدا ہوئیں۔ ان کے اعضا کی پیوستگی میں گسستگی آئی۔ سنگ فرسنگوں پر جا کر گرے۔ پچاس کوس کے گروہ میں اسکی مہیب آواز گئی۔ جس سے لوگوں کو تعجب ہوا یہ خطا اس سبب سے ہوئی کہ ان دونوں مجوف جاؤں میں فتیلہ کو ایک ہی جگہ سے روشن کیا تھا ایک جلد بارود میں جا لگا۔ اور دوسرا دیر میں پہنچا۔ چاہئے یہ تھا جیسا کہ بادشاہ نے ارشاد کیا تھا۔ کہ جدا جدا شتابے لگا کے الگ الگ سرنگیں اڑائی جاتیں۔ پادشاہی دو سو آدمی مرے۔ جن میں سے بیس پادشاہ شناس تھے۔ سید جمال الدین پسر سید احمد سادات بارہ۔ میرک بہادر نوجوان محمد صالح پسر میرک خاں کولابی اور بعض اور نامور کام آئے۔ دربار کوہ میں چالیس آدمی عافیت کے لئے بیٹھے۔ ان پر قلعہ کے اینٹ پتھر ایسے گرے کہ وہ مرے کے مرے رہ گئے۔ دشمنوں کے بھی چالیس آدمی مرے۔ جب پادشاہی بہادروں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اہل قلعہ سے لڑنے لگے اہل قلعہ بھی ایک طرف لڑنے میں جان لڑاتے اور دوسری طرف اپنی شکستہ دیوار کی مرمت کرتے تھوڑے عرصہ میں انہوں نے اپنی دیوار پہلی سی عریض و بلند بنالی۔ اس روز آصف خاں مورچل کی سرنگ میں شتابہ لگایا گیا۔ مگر وہ خوب نہیں اڑی۔ مخالفوں کے صرف تیس آدمی

اس سے مرے۔ پادشاہی لشکر کو اگرچہ کوئی آسیب نہیں پہنچا۔ مگر اس نے کچھ کام بھی نہیں کیا۔ ان سرنگوں کے اُڑنے نے پادشاہ کے لشکر کی شماتت اہل قلعہ سے کرائی اور انکی نخوت بڑھائی۔ مگر پادشاہ کی توجہ پیشتر سے بیشتر ہوئی۔ پادشاہ نے لشکر کو سمجھایا کہ تیز دستی ایسے کاموں میں کچھ کام نہیں کرتی صبر سے کام کو سرانجام دینا چاہئے۔ پادشاہ سامان کو قلعہ گیری کی بہتر روش جانتا تھا۔ اسکے انتظام میں اہتمام زیادہ کرتا تھا۔ بارہا وہ ساباط میں قلعہ کے نزدیک جاتا اور بندوق اندازی کرتا۔ ایک دن وہ حصار کے گرد پھرتا تھا۔ مورچل لاکھوٹہ کے نزدیک آیا۔ پادشاہی لشکر پناہیں بنا کر لوازم محاصرہ کی تقدیم کرتے تھے ایک دیوار کی پناہ میں پادشاہ کھڑا ہوا اور دیوار کے روزن میں سے بندوق اندازی کرنے لگا۔ قلعہ میں ایک قدر انداز کم خطا ایسا تھا کہ اہل لشکر نے اسکی شکایت پادشاہ سے کی کہ اس نے مورچل میں ایک آفت مچا رکھی ہے کہ ناگاہ اسی بندوقچی نے جلال خاں کے سر کو تاک کر بندوق لگائی گولی اس کے کان میں لگتی ہوئی چلی گئی۔ کچھ بڑا آسیب نہیں پہنچا۔ پادشاہ نے کہا کہ جلال خاں وہ قدر انداز مجھے نظر نہیں آتا۔ اگر وہ دکھائی دے تو تیرا انتقام لوں۔ اب جلدی میں اس بندوقچی کی بندوق سے انتقام لیتا ہوں۔ یہ کہکر اس نے اپنی بندوق اس کی بندوق کی طرف ماری اس کی گولی روزن سے نکلکر بندوقچی کے ایسی لگی کہ وہ مرگیا۔ اس وقت تو یقین نہیں ہوا کہ بندوق اس بندوقچی کے لگی۔ مگر اسکی بندوق کے نیچے ہونے سے یہ قیاس اسیر ہوتا تھا اگر احوال تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس بندوقچی کا نام اسمٰعیل تھا اور وہ پادشاہ کی اس گولی سے مرگیا۔ اسی طرح اہل حصار کے نامدار بادشاہ کی گولیوں سے فنا ہوتے تھے۔ چتوڑ کی ایک پہاڑی قلعہ کے نزدیک ہے اس کی جانب کے مورچل پر بادشاہ گیا۔ اتمام کار میں خود اہتمام کرتا تھا۔ وہاں گولے گولیاں آتے تھے وہ کچھ پروا نہ کرتا تھا۔ الا آہستہ آہستہ وہاں جاتا تھا۔ کہ ایک گولا ایسا آن کر پڑا کہ بیس آدمی اس سے مرگئے۔ ایک دن خان عالم اسکے پاس کھڑا تھا کہ ایک گولی آن کر اس کو لگی۔ اس کے جبیہ سے گذر کر نیچے کے کپڑوں میں آئی اور پسینے سے ٹھنڈی ہو گئی۔ ایسی ہی مظفر خاں کے ایک بندوق لگی اور خیر رہی۔ یہ سب باتیں لوگ پادشاہ کے قدموں کی

برکت کے سبب سے سمجھتے تھے۔ ہمت شاہنشاہی سے راجہ ٹوڈرمل اور قاسم خاں میر بحر و بر نے مورچل کے کام کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ ساباط کے اوپر منازل و مواقف دلکشا بنائے گئے۔ ان کے تمام ہونے سے پہلے دن رات اور ایک دن بادشاہ یہاں اہتمام کرتا رہا۔ اسکی سپاہ نے قلعہ کشائی پر دل لگا رکھا تھا۔ اور قلعہ کی دیوار کو وہ ویران کرتے تھے۔ دشمن بھی خوب لڑتے تھے۔ اور بادشاہ خود بندوق اندازی کی داد دیتا تھا اور سطح ساباط کے نشیمن میں مقام کرکے اپنے پُر دل دلیروں اور زنجیر گسل شیروں کا تماشا دیکھتا تھا۔ ان ایک دن و رات میں اسکی سپاہ لڑنے میں ایسی مصروف رہی کہ خواب و خور کا خیال کچھ نہیں کیا ۲۵۔ شعبان صبح شنبہ کو یہ قلعہ مفتوح ہوا اس سانحہ کی شرح یہ ہے کہ شب گذشتہ سے قلعہ کے اطراف و جوانب سے لشکر نے ہجوم کرکے جنگ شروع کی۔ اور کئی جگہ دیوار میں رخنہ ڈال دیا۔ ساباط کے نزدیک بادشاہی سپاہ نے چیرہ دستی کرکے قلعہ کی دیوار استوار کو بہت گرا دیا اور جانفشانی اور جانستانی کی داد دی۔ آدھی رات گئی ہوگی کہ اہل قلعہ شگاف دیواریں ہجوم کرکے ایک طرف جان کو فدا کرتے تھے اور دوسری طرف کرپاس و پنبہ و روغن و ہیزم سے اس لئے پُر کرتے تھے کہ اگر بادشاہی سپاہ اسمیں آئے تو اسمیں آگ لگا کر کسی کو نہ آنے دیں۔ اسی اثنا میں بادشاہ نے دیکھا کہ ایک شخص جیبہ ہزار میخی جو سرداری کی نشانی ہے پہنے ہوئے اس شگاف گاہ میں آن کر اہتمام کر رہا ہے۔ مگر معلوم نہ ہوا کہ کون ہے۔ بادشاہ نے اپنی خاص بندوق سنگرام کو لیکر اس کی طرف چھوڑا۔ شجاعت خاں اور راجہ بھگونت داس سے کہا کہ میں سادی و بسلی کے سبب جو شکار کرنے کے وقت ظہور میں آئی ہے یقین کرتا ہوں کہ میری گولی اس آدمی کے لگی ہوگی۔ خانجہاں نے کہا کہ یہ شخص ہر رات کو آنکر اہتمام کرتا ہے اگر پھر وہ نہ آئے تو غالباً اس آدمی کو بندوق لگی ہوگی۔ اس واقعہ پر ایک ساعت گذری تھی کہ جبار قلی دیوانہ خبر لایا کہ اس شگافگاہ میں مخالفوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اسی حال میں قلعہ کے اندر کئی جگہ آگ لگی ہوئی نظر آئی۔ امراء شاہی اس پر خیال کر رہے تھے کہ راجہ بھگونت داس نے معروض کیا کہ یہ آتش جوہر (جیوہر) ہے کہ ہندوستان کی رسم ہے کہ جب ایسی حالت پیش آتی ہے تو صندل و عود وغیرہ کا خرمن اپنی مکنت کے موافق جمع کرتے ہیں اور طرح طرح کی خشک لکڑیاں اور روغن مہیا رکھتے ہیں۔ حکم بردار سنگدل معتمدوں کو عورات پر متعین کرتے ہیں۔ جسوقت شکست متیقن ہوتی ہے وہ درد

مارے جاتے ہیں۔ تو یہ سنگدل ان بے گناہ عورتوں کو آتشکدہ کی آگ میں ڈالکر خاکستر کرتے ہیں (فارسی میں اسکو جوہر کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں وہ جیوہر ہے یعنی جانوں کا کھونے والا) تحقیق ہو گیا کہ پادشاہ کی بندوق نے شیردل جیمل کو ہلاک کیا۔ جس سے قلعہ کا کام تمام ہوا۔ یہ آگ بھی جوہر کی تھی۔ قوم سیسودیہ خاصان رانا کے خانہ پتا میں۔ اور راٹھوروں کے گھر میں۔ اور چوہانوں کے گھر میں ایسرداس کے اہتمام سے یہ جوہر ہوئے۔ تین سو عورتیں ان میں جلیں۔

جیمل کے مرنے سے ہر راجپوت بیدل ہو گیا۔ جب اسکی لاش شہر کو چلی تو سب پر مایوسی چھا گئی۔ قلعہ کی دیوار پر کوئی نہ ٹھیرا۔ جب عورتیں جل چکیں تو مردوں نے زعفرانی لباس پہنا اور پان کا بیڑا کھایا کہ اب لڑکر مرنا چاہئے جب صبح ہوئی تو اکبر شہنشاہ نے حکم قلعہ کے اندر جانے کا دیا اور آسمان شکوہ ہاتھی پر بیٹھا اور اپنی سپاہ کو قلعہ کے اندر لیگیا۔ کئی ہزار پیادے ہمراہ تھے جنگی ہاتھیوں نے بڑے بڑے کام کئے۔ اول فتح میں پچاس ہاتھی اور آخر میں تین سو ہاتھیوں نے قلعہ کے اندر دشمنوں کو پائمال کیا۔ یوں تو ہر جگہ کشتوں کے پشتے لگے۔ مگر ان تین مقاموں پر بڑی خونریزی ہوئی رانا کے محل پر۔ مہادیو کے مندر پر۔ اور رامپورہ دروازہ پر۔ قلعہ کے ہر محلہ پر حملہ ہوا۔ ہر قدم پر خونریزی ہوئی ہر بازار و گلی ہر گھر ایک قلعہ تھا جسکو حملہ کرکے لیا۔ رات کے پچھلے پہر سے دن کے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ راجپوت شیروں کی طرح لڑے۔ سورداس چوہان نے ایک ہاتھی کا دانت اپنے ایک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے جمدہر مارا اور کہا کہ یہ میرا مجرا پادشاہ سے کہدینا۔ جب پادشاہ گوبندیام کے مندر پاس آیا تو جسم لرزاں ایک لڑکے کا جسکا نام پتا تھا۔ ہاتھی کے پانوں تلے کچلا گیا۔ اگرچہ اس لڑکے کی عمر سولہ برس کی تھی۔ مگر وہ سورج دروازہ کا محافظ تھا۔ اس نے بڑے بڑے بہادری کے کام کئے۔

نو رانیاں پانچ ان کی لڑکیاں۔ دو چھوٹے لڑکے اور سپہ لار۔ ون وڈ بڑی راجپوتوں کی بیویاں جوہر میں جلیں۔ اور اس قلعہ میں آٹھ ہزار جنگ جو راجپوت تھے۔ رعایا جو اس لڑائی میں انکے ساتھ یکتائی اور خدمت گذاری میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی تھی۔ چالیس ہزار یا تیس ہزار سے زیادہ تھی۔ یہ قلعہ پہلے ۱۰ محرم ۷۰۳ھ کو سلطان علاؤالدین نے چھ ماہ سات روز میں فتح کیا تھا۔ سلطان نے رعایا کو مع

نہ تھی اس لئے اس کو امن دیا گیا تھا۔ مگر بادشاہی لشکر سے وہ خوب کلہ بہ کلہ لڑی۔ اس لئے قتل عام کا حکم ہوا اور ایک جماعت کثیر ابتر ہوئی۔

ہم قلعہ چتوڑ کے بیان جس طرح سے رجپوت بیان کرتے ہیں ہم آگے لکھینگے جس سے معلوم ہو کہ سلطان علاءالدین اور شہنشاہ اکبر کی آئین فتح میں کیا کیا کارنمایاں کئے۔ زمانہ دراز سے یہ قلعہ میواڑ میں اپنی متانت میں مشہور ہے۔ اور تاریخ و افسانہ دونو اسکی متانت اور استواری کی تعریف کرتے ہیں۔ ایک مسافر بوندی سے جنوب مغرب کو پھرتی دفعہ ندی بناس کی چک پھیریوں میں پھرتا ہوا اور بہت سے قلعوں کے ڈھیر دیکھتا ہوا ایک میز نماکتل پر پہنچیگا جو دریا بناس کے شرقی کنارہ پر کھڑا ہوا ہے۔ اسکو کتل چتوڑ کہتے ہیں وہ ایک دائرہ کی شکل کا ہے جسکا محیط تین میل ہے۔ وہ ایک بڑا کتل ہے جسکو ٹی ٹان نے اپنے ہاتھوں سے پہاڑ سے کھینچ لیا ہے۔ اسکا ارتفاع ۵۰۰ فیٹ ہے اور اسکا محیط قاعدہ پر قریب آٹھ میل کے ہے۔ اسکو سب طرف سے خوفناک ڈھلان اور دندانہ دار کھندا نے حفاظت کرتے ہیں۔ صرف اس کے جنوبی رُخ پر آدمی چڑھ سکتا ہے اس پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ کا حصار ہے۔ جسکی جابجا نیچر خود حفاظت کرتا ہے اور اس کے ضعیف مقامات جنوب میں ہیں جن کو قلعہ بنانیوالوں نے نیچر سے بھی زیادہ وہشت ناک متین کر دیا ہے۔ حصاروں کی دوہری فصلیں ہیں جس کے باہر کی فصیل بلندی کوہ کے کنارہ پر ہے۔ اول تو پہاڑ ہی خود فصیل بنا ہوا ہے جسمیں آدمی کا گذر نا دشوار ہے اور پھر اس میں جہاں پانی کے چشمے یا کسی اور طرح کی بستی ہے۔ وہاں بڑی بڑی اونچی دیواریں بنادی ہیں اور ان پر برج اور کنگورے بنائے ہیں۔ جنوبی سرے پر تنگ نصف چاند کی شکل کی پہاڑی ہے۔ جس کو چتوڑی کہتے ہیں وہ قلعہ سے ۱۵۰ گز سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہوگی وہ چتوڑ سے ملی ہوئی ہے لیکن اس سے نیچی ہے اسکو دانائی کے ساتھ قلعہ کے احاطہ سے باہر رکھا ہے مگر یہ ایک ضعیف مقام ہے جس سے حملہ آوروں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اسکے ہمسایہ میں قلعہ کی بلندی پر ایک رستہ پہاڑ میں کٹا ہوا بنا ہے جو اول شمال کی طرف جاتا ہے اور پھر پیچدار ہو کر اوپر جاتا ہے جس میں متواتر سات دروازے آتے ہیں جن میں سے ہر ایک میں گذرنا پڑتا ہے تو اس کی بلندی پر رسائی ہوتی ہے رامپول اور رامپور دروازے سب سے زیادہ اونچے ہیں

کماں رس میں (یہ ایک کتاب ہے جسمیں رانا کماں کی داستان لکھی ہے) لکھا ہے کہ میواڑ کے چوراسی مضبوط قلعوں میں چتر کوٹ (چتوڑ) کا قلعہ سب سے زیادہ مستحکم و متین ہے۔ وہ زمین کے سطح مسطح سے اوپر نکلا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین نے اپنی پیشانی پر قشقہ لگایا ہے کسی دشمن کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ وہاں کے رئیس کو خوف کا خیال دل میں آتا ہی اس کی چوٹی پر سے گنگا بہتی ہے۔ اس کی بلندی پر جانے کے راستے ایسے پیچدار ہیں کہ اگر تم وہاں کسی طرح پہنچ بھی جاؤ تو پھر وہاں سے آنے کی امید نہیں۔ پہاڑ پر برج اسکی حفاظت کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں جو لوگ رہتے ہیں وہ کبھی خواب میں بھی خوف سے نہیں چونکتے۔ اسکے کٹھار میں غلے بھرے ہوئے ہیں۔ اسکے تالاب و حوض اور کنوئیں بھرے اور چھلکتے رہتے ہیں۔ رام چندر یہاں خود آنکر بارہ برس رہے ہیں۔ یہاں چوراسی بازار ہیں۔ لڑکوں کے لئے مدارس ہر قسم کے علم کی تعلیم کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ قوم نیدر کی بہت منشی ہیں۔ اور اٹھارہ قسم کے اہل حرفہ رہتے ہیں۔ پھر اس کتاب میں قلعہ کے اندر اور گرد کے ہر ایک درخت اور جھاڑی اور پھول کا حال لکھا ہے۔ سب اقوام کے راجہ گہیلوت میں سوار اور پیادے بکثرت ان کی ہمراہ ہیں اور راجپوتوں کی کل چھتیس قومیں ان کی باجگذار ہیں۔ وہ چھتیس کلیاں سنگہار ہیں ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ پادشاہ کو اس قلعہ کے قدر انداز و کم خطا بندوقچیوں کی تلاش تھی وہ اس طرح قلعہ سے نکل گئے کہ پادشاہی لشکر تو لوٹ میں مصروف تھا۔ اونہوں نے بیوی بچوں کو اسیروں کی طرح مقید کیا۔ ان کی مشکیں باندہیں۔ اور بیچ میں رکھا اور باہر ادہر ادہر پہرہ دار تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ پادشاہی پیادہ قیدیوں کو لئے جاتے ہیں اس تدبیر سے ہزار بندوقچی باہر چلے گئے۔ غرض یہ قلعہ ۲۵۔ شعبان ۹۷۵ھ کو فتح ہو گیا۔ اور یہاں پادشاہ نے قیام کیا۔ ۱۱۔ شنبہ ۲۷۔ شعبان کو نقارہ مراجعت بلند آوازہ ہوا۔ خواجہ عبد المجید آصف خاں کو ساری سرکار مرحمت ہوئی۔ رانا نے اپنے تئیں حوالہ نہیں کیا۔ وہ کچھ دنوں چھپا رہا اور سب آفتوں سے بچا رہا۔ اس کے پاس دو قلعے رنتنبھور اور کالنجر تھے جنکی فتح کا ذکر آگے آتا ہے۔

جب قلعہ کے فتح کرنے کا پادشاہ نے ارادہ کیا تھا تو اوس نے یہ منت مانی تھی کہ اگر فتح ہو گی تو میں پیادہ پا خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے روضہ کی زیارت کو اجمیر میں جاؤنگا۔ جب یہ فتح ہوئی تو اس نے لشکر کو حکم دیا کہ وہ سوار آئے میں خود پیادہ پا جاؤنگا۔ لوئیں چلتی تھیں۔ ریت اُڑتی تھی اس میں وہ ۔ ۲۹۔ شعبان ۹۷۵ھ کو پیادہ پا چلدیا۔ مگر جب اسطرح قصبہ مانڈل میں آیا تو شگوفہ قراول جو پہلے اجمیر روانہ کیا تھا وہاں سے واپس آیا اُس نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ نے خواب میں آنکر پیادہ پا آنے سے منع کیا ہے کہ اس سے آپکو تکلیف و شرمندگی ہوتی ہے۔ تو وہ سوار ہوا۔ اور جب اجمیر ایک منزل رہا تو پھر پیادہ پا چلا۔ اور ۷۔ رمضان ۹۷۵ھ کو روضہ کی زیارت کی اور دس روز قیام کیا۔ پھر اجمیر سے راہ میں شکار کھیلتا ہوا۔ ۱۵۔ شوال ۹۷۵ھ کو آگرہ میں داخل ہوا۔ ۹۷۵ھ بادشاہ کا پیادہ پا اجمیر جانا

جب پادشاہ قلعہ چتوڑ کو فتح کر کے آگرہ میں آیا تو اس نے قلعہ رنتنبھور کی فتح کا ارادہ کیا یہ قلعہ اجمیر سے ۱۱۵ میل ہے۔ اور وہ سردار اور فوج شاہی جو قلعہ چتوڑ کو نہیں گئی تھی وہ اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے بسر کردگی اشرف خاں روانہ کئے یہ لشکر تھوڑی دور چلا تھا کہ یہ خبر آئی کہ ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا گجرات سے شکست پا کر مالوہ میں آئے ہیں اور اجین کو لے لیا ہے۔ ...... اس لئے پادشاہ نے اس لشکر کو مرزاؤں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جسکا حال ہم آیندہ لکھینگے۔ یوں اس قلعہ کی تسخیر کے لئے سپاہ کی روانگی میں توقف ہوا۔ ۹۷۶ھ فتح رنتنبھور

پادشاہ دوشنبہ غرہ رجب ۹۷۶ھ کو حصار رنتھبور کی فتح کو دہلی سے روانہ ہوا اور سہ شنبہ ۲۱۔ شعبان کو قلعہ کے میدان میں آیا۔ یہ قلعہ کوہستان کے درمیان واقع ہے اس سبب سے اور قلعوں کو برہنہ کہتے ہیں اور اسکو خوش پوش۔ اور اس قلعہ کا اصل نام رن تہ پوری ہے رن ایک بلند کوپچہ ہے جو قلعہ کا سرکوب ہے۔ قلعہ اس کے نیچے واقعہ ہے اس لئے اسکو رن تہ پور یعنی ایسا شہر کہ کوہ رن کے نیچے واقع ہے۔ وہ بہت بلند اور مستحکم ہے۔ ان دنوں میں رائے سرجن اس قلعہ پر تسلط رکھتا تھا۔ اس نے سب طرح کے سامان سے اسکو تیار کیا۔ اور اول ہی سے لڑائی کا ارادہ کیا تھا۔ پادشاہ نے اس قلعہ کے گرد پہاڑوں کو دیکھ بھال کر گرداگرد مورچے بنائے

اور ایسا محاصرہ کیا کہ اہل قلعہ کسی طرح آجا نہیں سکتے تھے۔ اہل قلعہ توپ اندازی اور آتشباری میں گرم ہوئے۔ پادشاہ نے ساباط کہ دشمنوں کے سرکوب ہوں بنائے۔ قاسم خاں میر بر و بحر و راجہ ٹوڈرمل نے اس کام کا اہتمام نہایت خوبی و شتابی سے کیا درّہ رن میں چابکدست معماروں اور سخت بازو خارا تراشوں اور آہنگروں اور نجاروں اور جملہ فعلہ عمارت نے ایک ایسا ساباط بنایا کہ وہ حصار کی بلندی کا دست و گریبان ہوا۔ ایسی بڑی بڑی توپیں کہ جنکو دو سو جوڑیاں بیلوں کی کھینچتی تھیں۔ ہزار جر ثقیل سے بڑی مشکل سے ان پہاڑوں کی نشیب فراز اور مارپیچ راہوں میں آہنین بازو کہاروں اور سنگین دوش حمالوں نے کوہچہ رن پر چڑھائیں۔ وہ توپیں قلعہ ڈھانے کے لیے چلائیں گئیں۔ جنکی گونج پہاڑوں کے اندر کانوں کے پردے پھاڑتی تھی جن کے گولے ہر دفعہ دیوار میں ایک رخنہ ڈالتے رہتے تھے۔ غرض اس آتش زنی سے سورجن کی آتش پندار ٹھنڈی ہوئی۔ اُسنے محاصرہ کی یہ کیفیت دیکھکر پادشاہ کی خدمت میں اپنے دو بیٹے اود سنگہ و بھوج سنگہ بھیجے۔ اُنھوں نے باپ کا جرم پادشاہ سے معاف کرایا۔ پادشاہ نے حسین قلیخاں کو سورجن سنگہ کے پاس بھیجدیا۔ وہ اس کو شنبہ سوم شوال کو قلعہ سے پادشاہ پاس لایا۔ اس نے قلعہ کی چاندی سونے کی کنجیاں پادشاہ کی نذر کیں۔ اور تین روز کی اجازت مانگی کہ میں اپنا اسباب مال قلعہ سے باہر نکالکر قلعہ کو بندگان حضور کو سپرد کرونگا۔ پادشاہ نے اُسے اجازت دیدی اور اُسنے تین روز بعد اپنا اسباب مال نکالکر قلعہ کو مع انباروں اور جمیع آلات و ادوات قلعہ داری کے پادشاہ کے حکم سے مہتر خاں کو حوالہ کیا جس قلعہ کو سلطان علاء الدین نے ایکسال میں فتح کیا تھا۔ پادشاہ نے ایک مہینہ میں فتح کرلیا۔ پادشاہ اجمیر میں درگاہ کی زیارت کرکے چہار شنبہ ۲۴ ذی قعدہ کو دارالخلافہ آگرہ میں آگیا

یہ قلعہ کالنجر وہی ہے جسکی تسخیر میں شیر شاہ کی جان گئی تھی۔ وہ پہاڑ پر نہایت بلند و مضبوط قلعہ ہے۔ اس قلعہ پر راجہ رامچندر والی ولایت پٹہ متصرف تھا جب افغانوں کا ادبار آیا تو اُس نے قلعہ کو بجلی خاں پسر خواندہ بہار خاں سے نہایت گراں قیمت نقد دیکر خریدا تھا اور اُس پر اپنا قبضہ و تسلط جمایا تھا جن دنوں میں پادشاہ قلعہ رنتنبھور کی فتح کو گیا تھا تو اس نے

مجنون خاں قاقشال اور شاہم خاں جلائر کو اور امرار کو جو شرقی سمت میں جاگیریں رکھتے تھے حکم دیا تھا کہ قلعہ کالنجر کو فتح کرلیں۔ ان بادشاہی امرار نے جاکر اسکا محاصرہ کیا اور کسی اہل قلعہ کو باہر نکلنے کے لیے جائے باقی نہیں رکھی۔ قلعہ چتور اور رنتھنبور کی فتح کی شہرت نے یہاں اہل قلعہ کا دل سرد کیا۔ راجہ رامچند نے امان طلب کی اور قلعہ بادشاہی ملازموں کے سپرد کردیا۔ بادشاہ پاس اس فتح کی خبر آگرہ میں چہارشنبہ ۲۹ ذی القعدہ ۹۷۶ھ میں آئی۔ مجنوں خاں قاقشال کو یہاں کی قلعہ داری مرحمت ہوئی۔

فتح گجرات اور محمد سلطان کے فرزندوں کی بغاوت

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ محمد سلطان کے فرزندوں نے بغاوت اختیار کی اور مالوہ میں جاکر اپنے پاؤں جمائے۔ اور جب لشکر شاہی مالوہ میں آیا تو وہ گجرات میں بھاگ گئے۔ سلطان محمود کی شہادت کے بعد اس کا غلام چنگیز خاں قلعہ جانپانیر و سورت و بروچ پر مسلط ہو گیا تھا۔ اور اس وقت وہ احمد آباد پر قبضہ کرنے کا قصد رکھتا تھا۔ ایسے وقت میں مرزاؤں کے آنے کو مغتنم سمجھا۔ اور خوب جمعیت لیکر احمد آباد پر چڑھا۔ حوالی شہر میں معرکہ نبرد گرم ہوا۔ اور اعتماد خاں کو شکست دیکر احمد آباد پر متصرف ہوا وہی یہاں کا حکمراں ہوا۔ مرزاؤں نے اس پیکار میں کارہائے نمایاں دکھائے تھے چنگیز خاں نے اُن پر مہربانی کرکے حوالی بروچ میں انکو جاگیریں دیدی تھیں۔ مگر یہ جاگیریں ان شاہزادوں کی شاہ خرچی کے لیے کافی نہ تھیں۔ اسلیے اُنھوں نے چنگیز خاں کی اجازت بغیر اوروں کی جاگیروں پر قبضہ کرنا شروع کیا اور ناحق کے حق اپنے جتانے اور شیخیاں بگھارنی شروع کیں۔ چنگیز خاں نے اُن کے رفع کرنے کے لیے لشکر بھیجا۔ اس سے تاب مقابلہ نہ لاسکے۔ خاندیس میں بھاگے وہاں بھی دنگا و فساد کرکے اُجین میں مالوہ کے قصد سے آئے۔ مراد خاں جاگیردار اُجین اور مرزا عزیز اللہ دیوان سرکار مالوہ کو دو روز پہلے اہل فتنہ کا حال معلوم ہو گیا تھا اُنھوں نے قلعہ اُجین کی تاسیس و تعمیر کرلی تھی۔ جب بادشاہ کو اس فتنہ و فساد کی خبر آئی تو قلعہ

رنتبھور کی تسخیر کے لیے جو سپاہ جاتی تھی اُسکو مالوہ میں بھیجکر اس فتنہ کا دفع کرنا مقدم جانا۔ حسب الحکم
بادشاہی لشکر مالوہ کی طرف عناں تاب در برسات کی شدت میں منزل پیما ہوا۔ بادشاہ نے
قلیچ خاں و خواجہ غیاث الدین علی قزوینی کو اس لشکر کی کمک کے لیے اور بھیجدیا جب سرونج میں
لشکر شاہی آیا تو شہاب الدین احمد خاں کہ یہاں کا جاگیردار تھا۔ ان امرا سے سامان شائستہ کے
ساتھ ملا۔ اور سارنگپور میں شاہ بداغ خاں جو یہاں کا حاکم تھا وہ بھی آنکر شریک ہوا مرزاؤں
نے جب اس لشکر کا حال سنا تو وہ منڈو کی طرف بھاگے۔ مراد خاں اور میر عزیز اللہ دیوان
اور تمام اُمراء عظام نے ان کا تعاقب کیا۔ مرزا سراسیمہ ہو کر دریائے نربدا کے پار گئے۔ بہت سے
آدمی انکے اس دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ اس نواح میں جھجھار خاں حبشی نے گجرات میں تفرقہ
برپا کر کے چنگیز خاں کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس لیے مرزا گجرات کو اپنا مفر عظیم سمجھکر چلے گئے۔ بادشاہی
لشکر نے آگے تعاقب نہیں کیا۔ ان مرزاؤں نے گجرات کو حاکم سے خالی پایا۔ قلعہ چانپانیر و سورت کو بے جنگ و
جدال لے لیا اور ابراہیم حسین قلعہ بروج میں پہنچا۔ رستم خاں ترکی غلام جو چنگیز خاں کا بہنوئی تھا
اُس نے قلعہ کو مضبوط کیا اور اُس میں متحصن ہوا۔ دو سال تک یہ مرزا قلعہ پر جھولا کیا۔ مگر کچھ نہ
کر سکا۔ رستم خاں ہمیشہ قلعہ سے نکلکر اُن سے لڑتا اور اپنی رستمی دکھاتا۔ مگر بیسرا تھا۔ امداد اور اعانت سے
نا امید تھا اسلیے صلح کر لی۔ فند و مکر سے ارباب شرارت نے اسکی جان تن کے حصار سے باہر نکال لی

یہ خدا پرست بادشاہ بغیر اپنی اغراض کے خلق کی آسودگی میں اپنی آسائش جانتا اور ہمیشہ
اہم اور مہم میں تمیز کرتا۔ زمانہ کی پراگندگیوں و پریشانیوں کے دور کرنے میں توجہ کرتا۔
شہروں کی فتح اور ممالک کی تسخیر میں اول فکر و اندیشہ اسکو یہ ہوتا کہ زمانہ کے ستم رسیدوں کی
غمخواری اور دادرسی کرے۔ اسیواسطے جس ملک میں فرمانروا ہشیار دل اور رعیت پروری کے
ساتھ فرمانروائی کرتا باوجود اسباب تسخیر کے اس ملک کی طرف وہ نگاہ طمع نہیں کرتا۔ اسکے دلمیں یہ بات
جمی ہوئی تھی کہ جسقدر ملک میں وسعت بڑھیگی تو ہندوستان میں سلطنتوں کی کثرت ایک قہرمان
دادگر کی وحدت میں آئیگی۔ اور اس سے عموم رعایا اور خصوص خلائق کا حال اچھا ہوگا۔

اسلیئے وہ اُن ہی ولایات پر توجہ کرتا کہ جو عدالت دست فرمانروایوں سے خالی ہوتیں اور ان کو اپنی معدلت کی روشنی سے روشن کرتا۔ رعایا کو حوادث کی تفسیدگی سے بچا کر اپنے سایہ عاطفت میں لاتا۔ اور وحدت قہری کی وحدت آزادی کے ساتھ دلخواہ صورت پیدا کرتا۔ قدرت ایزدی نے طبقۂ انام کی استعدادوں میں تفاوت عظیم رکھا ہی۔ ایک طائفہ تو ایسا ہی کہ وہ بادشاہ کی خردمندی و طرز نشست و برخاست و بخشش و بخشائش اور خلق کی خطاؤں کے اغماض نظر کو دیکھکر اُس کو بزرگ جانتا ہی۔ اور یگانہ درگاہ الہٰی شمار کرتا ہی اور اسکی خدمت کو عبادت ایزدی جانتا ہی اور اپنے عقیدت و اخلاص کو بڑھاتا ہی۔ ایک گروہ ایسا ہی کہ وہ ان کاموں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ سطوت صوری اور افزائش ملک ظاہری کو دیکھکر بادشاہ کی بزرگی معنوی کا گرویدہ ہو کر کمند ارادت کو گلے میں ڈالتا ہی۔ اور اپنے تئیں مخلصان جان سپار کے زمرہ میں داخل کرتا ہی۔ لہذا اس زمانہ میں کہ ملک دہلی شور انگیز مگس طینتوں سے پاک ہوا اور فتنہ اندوز کوردل مستی و ناکامی کے گڑھے میں گرے تو بادشاہ نے ملک گجرات کی طرف توجہ کی۔ وہاں کی رعایا حد سے زیادہ ستم زدہ ہو رہی تھی۔ سلطان محمود والی گجرات نے اپنی بے پروائی سے چرب زبان دشمنوں کو دوست بنایا۔ اور اُسکے تیرہ دروں ملازموں نے اپنے صاحب و منعم کے زیان میں اپنے فائدہ کو دیکھا تو اس دنیا سے وہ رخصت ہوا جس کا حال صوبۂ گجرات کی تاریخ میں مفصل بیان ہوگا۔ اس دیار کے امرا نے خصوصاً سید مبارک اور اعتماد خاں اور عماد الملک نے خودکامی اختیار کی۔ اُنھوں نے سلطان احمد کے فرزندوں میں سے کسی کو پیدا کرکے برائے نام اُس کو بادشاہ بنایا اور در پردہ خود حکمرانی کرنے لگے۔ اور جب بادشاہ سن رشد کو پہنچا تو اُسکا بھی کام تمام کیا۔ اور اراذل میں سے کسی کا چھوٹا سا لڑکا لے لیا۔ جس کا نام نتو تھا۔ اور یہ مشہور کیا کہ وہ سلطان محمود کا بیٹا ہی اُسکو تخت پر بٹھایا اور مظفر شاہ اسکا لقب رکھا اور مملکت کو اس طرح آپسمیں تقسیم کر لیا کہ گجرات کا دار الحکومت احمد آباد اور کنبات اور اکثر حصہ اس ولایت کا اعتماد خاں کے تصرف میں آیا۔ سرکار پٹن موسیٰ خاں و شیر خاں فولادی کے حصہ میں آئی اور سورت۔ بروچ۔ وبڑودہ و چانپانیر عماد الملک کے بیٹے چنگیز خاں کے حصہ میں آئے۔

دندوقہ و دولقہ وغیرہ سید حامد نبیرہ سید مبارک کو ملے۔ جونہ گڈھ ولایت سورتھ میں خان غوری کے لیے مُعیّن ہوے۔ اعتماد خاں اپنی گربزت سے اس سفلہ خرد سال کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ ان بے سرے سرداروں میں آپس میں جھگڑا شروع ہوا چنگیز خاں کو جھجار خاں حبشی نے مار ڈالا۔ اور شیر خاں فولادی کے بہکانے سے نتو احمد آباد سے بھاگ کر پٹن میں آیا۔ اور شیر خاں فولادی نے احمد آباد پر لشکر کشی کی۔ اعتماد خاں احمد آباد میں متحصن ہوا۔ اور اُس نے مرزاؤں سے التجا کی۔ ایک ہنگامہ شورش برپا ہوا اور بازار فتنہ و فساد گرم ہوا۔ بادشاہ نے تسخیر گجرات کو اہم مہام میں جانکر اس شورش کے اسباب کا انتظام کیا۔ اور دوشنبہ ۲۰ صفر ۹۸۰ھ کو دار الخلافہ فتحپور سے گجرات کے تسخیر کے ارادہ سے سفر کیا۔ اور اجمیر میں پہنچکر بہت سے امیروں کو برسم منقلا گجرات کی طرف روانہ کیا اور خود دوشنبہ ۲۲ ربیع الثانی کو اجمیر سے سفر کیا کہ خود شکار کھیل کر خوش ہو اور اُمرا جو آگے گئے ہیں وہ کار طلبی میں اپنا جوہر ہنر دکھائیں۔ اور گجرات کو جلد تر تصرف میں لاکر ستم رسیدہ رعایا کا تدارک کریں جب بادشاہ ناگور سے دو منزل تھا کہ شاہزادہ سلیم کی ولادت کا مژدہ اس پاس پہنچا جسکا حال ہم پیچھے بیان کرینگے۔ بادشاہ چہارشنبہ ۹ جمادی الاولی کو قصبہ ناگور میں آگیا۔ اُمرا رعظام جو پہلے سے بھیجے گئے تھے وہ قصبہ بھاؤر اجن (بھارو راجن) میں کہ سروہی کے نزدیک ہی ٹھیرے ہوئے تھے۔ سروہی کے راجہ رائے رائسنگہ دیوھرہ نے راجپوتوں کو برسم رسالت بھیجا اور اطاعت کا دم بھرا۔ خان کلاں ان رجپوتوں میں سے ہر ایک کو پان دے دیکر رخصت کرتا تھا کہ ایک راجپوت نے اس کے جمدھر مارا کہ تین انگل اُس کے شانہ سے نکلکر باہر آیا۔ اس راجپوت کو اور آدمیوں نے مار ڈالا جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ یہاں آیا اس نے سروہی میں فوج کو بھیجا کہ یہانکے سرکشوں کو ہلاک کرے یہانکے آدمی شعاب جبال میں بھاگ گئے۔ بہادر راجپوت اپنے معمول کے موافق مہادیو کے مندر پر جو سروہی سے ایک کوس پر تھا خوب جان لڑا کر لڑے۔ یہ مر مٹے مگر ہٹے نہیں۔

بادشاہ نے رائے رائسنگہ کو حدود جودھپور اور سروہی میں مقرر کیا کہ اگر کوئی گروہ

باغیوں کا گجرات سے نکلکر ممالک محروسہ میں فساد مچائے تو اسکو جانے نہ دے۔ جب بادشاہ گجرات کی حدود میں پہنچا تو یہاں سے شاہ فخرالدین کو منشور دیکر اعتماد خاں پاس بھیجا کہ اُس کو سمجھا کر ہمارے پاس لے آئے۔ وہ ہمیشہ عرضداشتیں بھیجا کرتا۔ اور بادشاہ پاس خبر آئی کہ شیر خاں فولادی نے حضور کے لشکر کے آمد کا حال سنکر احمد آباد کا محاصرہ چھوڑ دیا اور سورٹ اور جوناگڈھ کی طرف بھاگ گیا۔ اپنے بیٹوں محمد خاں و بدر خاں کو پٹن بھیجدیا کہ اہل عیال و اسباب کو وہاں سے لیکر محکم مقاموں میں پہنچادیں اور اب وہ سب اپنا اسباب لیکر باپ پاس جاتے ہیں۔ اور ابراہیم حسین مرزا کہ اعتماد خاں کی کمک کو آیا تھا وہ بھی اپنی محال میں گھر جاتا ہی۔ اعتماد خاں حضور کی خدمت میں آتا ہی۔ بادشاہ نے راجہ مان سنگھ کو بھیجا کہ شیر خاں کے بیٹوں کو پکڑ لائے ان لڑکوں کی ساتھ کی جماعت نے بھاگ کر جنگلوں میں پناہ لی۔ اور بادشاہ کی سپاہ نے اُنکے اشیاء و اسباب پر دستبرد کی۔ بادشاہ غرہ رجب ۹۸۰ھ کو شہر پٹن میں کہ پہلے نہروالہ مشہور تھا آیا۔ یہاں سے احمد آباد کی طرف چلا۔ موضع جوتانہ میں اس نے آدمی بھیجکر ننو مظفر شاہ کو پکڑوایا اور اس کو کرم علی کے حوالہ کیا۔ گجرات کے عمدہ امراء، میر ابو تراب، اعتماد خاں، اختیار الملک، ملک شرق، جھجھار خاں حبشی و وجیہ الملک، مجاہد خاں بادشاہ کی خدمت میں آئے۔

۱۴ رجب ۹۸۰ھ کو بادشاہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ جب بادشاہ قصبہ کڑی میں پہنچا تو یہاں امراء گجرات کو بلا کر فرمایا کہ اس ملک کو ہم نے اعتماد خاں کے سپرد کیا اور وہ جن امیروں کو کہے گا ہم چھوڑ دینگے۔ مناسب یہ ہی کہ ہر امیر اپنا ضامن دے تا کہ مراسم خرم و دور اندیشی میں فتور نہ ہو اور لوازم فتوت میں قصور نہ ہو۔ اعتماد خاں کا ضامن میر ابو تراب ہوا سب امیروں کا سوائے حبشیوں کے اعتماد خاں ضامن ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ حبشی جس طور سے کہ سلطان محمود کے غلام تھے۔ ہمارے غلام رہیں گے اُن کو امراء عظام کے حوالہ کیا۔

ہر ملک میں ہزاروں رند و اوباش و مفسد آدمی رہتے ہیں اُنھوں نے مشہور کیا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہی کہ گجراتیوں کے لشکر کو خلق لوٹ لے۔ یہ سنتے ہی بدمعاش و اوباش لوگ اُن پر جھک پڑے۔ بادشاہ نے خود آنکر اس کا یہ بندوبست کیا کہ غارتگروں سے مال چھین کر

مالکوں کو دلوایا۔ اور اُن کو فیلان مست سے پائمال کرایا۔ ۱۴ رجب کو بادشاہ احمد آباد میں آیا مظلوموں پر نوازش کی۔ ظالموں کی گذارش کی۔ آرزومندوں کا کام نکلا۔ نیازمندوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ جشن ہوا جسمیں شادی پر شادی اور خرمی پر خرمی ہوئی۔ احمد آباد مصر جامع ہے۔ تین سو اسّی پورے یعنی محلے اُسمیں آباد ہیں۔ ہر محلہ بمنزلہ شہر کے ہے۔

جب گجرات میں امن آمان ہوگیا۔ تو احمد آباد اور دریا مہندری کی طرف کا ملک خان اعظم مرزا کوکہ کو عنایت ہوا۔ اور جانپانیر و سورت اور اسکے حواشی و حوالی جن پر مرزا متسلط و متصرف تھے۔ ان امرار گجرات کو عنایت کیے کہ ابھی تازہ مطیع ہوئے تھے۔ ان کا سرگروہ اعتماد خاں گجراتی کو مقرر کیا۔ ان امراء قدیم و جدید نے اس مملکت کی مہمات کے انتظام کا عہد و پیمان لیا۔ اور خود بادشاہ نے مرزاؤں کے استیصال کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اب بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ دریاء شور کی سیر کرکے دارالخلافہ کو مراجعت کرے ۲۲ شعبان ۹۸۰ھ کو وہ کنبائت کی طرف جو احمد آباد سے تیس کوس ہے چلا۔ امراء گجرات نے چندروز کی رخصت لی۔ کہ شہر میں جاکر اپنے کاموں کا سرانجام کریں۔ بادشاہ نے ان خودآرایوں کے ایتلاف کے لیے حکیم عین الملک کو یہاں چھوڑا۔

اثناء راہ میں بادشاہ نے سُنا کہ اختیارالملک بھاگ گیا۔ اعتماد خاں ڈرا اور امرار گجرات سرکش ہونے کو ہیں۔ بادشاہ نے شہباز خاں کو بھیجا کہ اس خائف و خائن گروہ کے پاس چلا جائے اور اسکا علاج کرے۔ بادشاہ کنبائت میں آیا۔ روم و شام و ایران کے تاجر اسکی خدمت میں آئے۔ اُن پر اس نے بہت مہربانی کی۔ پھر اس نے جہاز میں سوار ہوکر سمندر کی سیر کی۔ اعتماد خاں اور بعض اور امرائے گجرات کو شہباز خاں گرفتار کرکے بادشاہ کے روبرو لایا۔ اُنھوں نے پیمان بندگی کو توڑا تھا۔ اس لیے اس جماعت میں سے ہر ایک کو بادشاہ نے اپنے امرار کے حوالہ کیا۔ یہ جماعت گجراتی ایک معجون مرکب ہراس و فریب و رندی و دوستی کی تھی جسمیں قدرے راستی و سادگی و فروتنی بھی تھی۔ انکا سرگروہ اعتماد خاں تھا۔ جب ان امرار نے بادشاہ کی آمد سُنی تو سررشتہ تدبیر انکے ہاتھ سے نکل گیا۔ حیلہ اندازی کرکے بادشاہ

کے پابوس ہوئے ۔سب یہ سوچتے تھے کہ کسی طرح پھر ان کو اس ملک کی ایالت بدستور سابق ملجائے مگر وہ یہ جانتے تھے کہ جب تک بادشاہ اس ملک میں ہی حکومت ملنی دشوار ہی۔ اسلئے اُنھوں نے ارادہ کیا کہ الگ الگ ہوکر شورش برپا کیجیے ۔ اختیارالملک تو فرصت پاکر بھاگ گیا۔ اور اعتماد خاں اور اسکے ساتھ اور بھاگنے کو تھے کہ میر ابوتراب اور حکیم عین الملک نے انکو باتیں بناکر روکا کہ شہباز خاں پہنچ گیا وہ اختیارالملک کے پیچھے نہیں پڑا کہ اعتماد خاں وغیرہ ہاتھ تلے سے نکلجائینگے ۔اسلئے وہ انکو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لایا۔ اگر بادشاہ انکو پہلے سے قید کرلیتا تو خلقت پر بادشاہ کی خیراندیشی اور بزرگ منشی ایسی ظاہر نہ ہوتی اب انکی گرفتاری کی وجوہ معقول تھی۔ خلقت اس سے نہایت مسرور تھی ۔

جب بادشاہ کو ان نامعقول امیروں کی مہم سے فراغت ملی تو اُس نے مرزاؤں کے استیصال پر کمر باندھی۔ یہ مرزا مالوہ سے بھاگ کر گجرات میں آئے تھے تو بڑودہ اور اسکے حدود میں مرزا ابراہیم حسین کا غلبہ اور سورت اور اسکے نواح میں محمد حسین مرزا کا تصرف اور جانپانیر اور اسکے مضافات میں شاہ مرزا کا تعلق تھا۔ بادشاہ نے بندر کھنبایت کا انتظام حسن خاں خزانچی کو تفویض کیا۔ اور خود برودہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور شہباز خاں و قاسم خاں و باز بہادر خاں کو جانپانیر کو روانہ کیا کہ اس قلعہ کو دشمنوں سے خلاص کرے۔ خان اعظم مرزا کوکہ کو احمدآباد کی ایالت اور اس حدود کی حراست عنایت کی۔ ان سب امیروں کو بادشاہ کی رعیت پروری کے رموز و فراخیٔ حوصلہ و دوستداری معدلت و دوام آگاہی و طبقات مردم کا حفظ مراتب اور عموم خلائق کی عرض ناموس کی حمایت و عاطفت عام و صلح کل خوب سمجھائے اور فرمایا کہ مجھے خیال ہی کہ جو ہم نے تم میں جوہر کاردانی سمجھ رکھے ہیں اس کا یقین تم دلادوگے ۔ بادشاہ قصبہ بڑودہ میں آیا۔ دوسرے روز اس نے سُنا کہ مرزاؤں نے قلعہ سورت کو مستحکم کیا ہی اور وہ حدود جانپانیر میں جمع ہوئے ۔بادشاہ نے خان عالم و سید محمود خاں بارہ و راجہ بھگونت سنگھ و مان سنگھ اور بعض امیروں کو ان مرزاؤں کی سرزنش کے لیئے روانہ کیا۔ آدھی رات کو بادشاہ کو خبر ہوئی کہ بادشاہ کے آمد کی خبر مرزا ابراہیم حسین نے سنکر قلعہ بروچ میں رستم خاں رومی کو اس سبب سے مار ڈالا کہ اس کا

مرزاؤں سے بادشاہ کی لڑائی ۹۸۰ھ

قصد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا تھا۔ پہلے تو بادشاہ نے امیروں کو اُن میرزاؤں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا۔ مگر اب اس کا خود ارادہ ان سے جاکر لڑنے کا ہوا

بادشاہ نے جو لشکر پہلے مرزاؤں کے لیے بھیجا تھا اُس کو اُلٹا بلا لیا۔ اور اپنے ساتھ تھوڑا سا لشکر اُس نے لیا۔ اس کو خوف تھا کہ ابراہیم حسین مرزا لشکر کی کثرت سُنکر کہیں اور نہ چلا جائے رات دو گھنٹے باقی تھی کہ بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ ملک اشرف گجراتی راہ بتانے کے لیئے ساتھ ہوا۔ مگر تیز روی میں راہ بھولا۔ اسلیے دشمن تک پہنچنے میں کچھ توقف ہوا۔ دشمن بھاگ کر دریا بیکانیر سے گذر کر قصبہ سرنال میں بہت سی جمعیت کے ساتھ چلا گیا۔ بادشاہ سے وہ چار کوس پر تھا۔ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ اُنھوں نے یہ عرض کیا کہ لشکر ابھی آیا نہیں اور غنیم پاس جمعیت بہت ہی دن کو لڑنا نہیں چاہیے رات کو شب خون مارنا چاہیے بادشاہ نے کہا کہ مجھے شب خون پسند نہیں۔ وہ تلبیس و تزویر کی صورت رکھتا ہی۔ یہی بہتر ہی کہ دن کے کام کو رات پر نہ ٹالیں۔ بادشاہ تیز روی کر کے قصبہ سرنال میں کہ ایک ٹیلہ پر واقع ہی پہنچا۔ اُس وقت بادشاہ کے ساتھ چالیس آدمی تھے کہ لڑنیکا ارادہ کیا۔ بادشاہ کا لشکر رستہ بھول گیا تھا۔ اسلیئے اسکے آنے میں توقف ہوا غرض بادشاہ دو سو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑنے گیا۔ دریا میں گھوڑا ڈال کر پار اُترا۔ دریا کا کنارہ ایسا ٹیڑا بیڑا تھا کہ بادشاہ کا لشکر اس کنارہ کی کجیوں کے سبب سے جدا جدا ہو گیا۔ ابراہیم مرزا لڑنے کھڑا ہوا۔ بادشاہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دروازۂ سرنال پر گیا تھا۔ کچھ آدمیوں نے اُسے روکا۔ ان سب کو مار ڈالا جب وہ شہر میں آیا تو معلوم ہوا کہ ابراہیم حسین دوسری طرف سے نکلکر لڑ رہا ہی۔ بادشاہ شہر سے نکلکر اس طرف گیا دوستوں کی دلدہی اور دشمنوں کی جان ستانی میں کوشش کی۔ بھوپت سنگھ برادر راجہ بھگونت سنگھ اس لڑائی میں کام آیا۔ یہاں زمینیں کیکروں سے خارستان بن رہی تھیں۔ دو سوار ہم پہلو نہیں گزر سکتے تھے۔ ان تنگناؤں میں بادشاہ آہستہ آہستہ جاتا۔ راجہ بھگونت اسکے ساتھ تھا۔ ہر طرف ہنگامہ جانفشانی اور جاں ستانی گرم تھا۔ مخالفوں میں سے تین آدمی دلیر شہریار شیر دل کی طرف آئے۔ انمیں سے ایک نے راجہ بھگونت سنگھ کے نیزہ مارا مگر وہ خالی گیا

راجہ نے اس کے برچھا ایسا مارا کہ اُس کا حال دگرگوں ہوا۔ باقی دو آدمیوں نے بادشاہ پر حملہ کیا کانٹوں کے جھاڑ جھنکار درمیان میں تھے۔ بادشاہ نے جب ان کو دیکھا تو گھوڑے کو اُس جھاڑی سے کدایا تو وہ دونوں ڈر کر بھاگ گئے۔ ابراہیم مرزا کا دل لڑائی سے ہار گیا۔ اور دفعتہً وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ گیا۔ بادشاہی لشکر نے اسکا تعاقب کیا اور اُسکے بہت آدمیوں کو مارا۔ بادشاہ نے سرنال میں آکر شکرانہ ادا کیا۔ اور چارشنبہ ۱۰ر شعبان کو اپنے لشکر سے آن ملا۔

بادشاہ نے شاہ قلیخاں محرم و صادق کو بھیجا کہ قلعہ سورت کی حدود میں جا کر کسی اہل قلعہ کو باہر نہ جانے دیں۔ مرزا کامران کی بیٹی گل رُخ بیگم کو جو ابراہیم حسین مرزا اپنے بیٹے مظفر حسین مرزا کو نکالکر دکن میں چلی گئی۔ بادشاہی آدمی ہر چند اُسکے پیچھے پڑے۔ مگر یہ فرزانہ عورت ایسی مردانہ گئی کہ کسی کے ہاتھ نہیں آئی بادشاہ کو تحقیق ہو گیا کہ مرزاؤں نے قلعہ سورت کو اپنی پناہ گاہ سمجھکر مستحکم کیا ہے۔ اور تمام فوج جمع کر کے اُسکی حراست ہم زبان کو سپرد کی۔ جو پہلے جنت آشیانی کے قورچیوں میں تھا مگر باغی ہو کر ان مرزاؤں سے ملگیا تھا۔ بادشاہ نے جب اسکی تسخیر پر توجہ کی اور راجہ ٹوڈرمل کو بھیجا کہ اس حصن حصین کے مداخل و مخارج کو ملاحظہ کر کے اطلاع کرے کہ اسکی تسخیر آسان طور پر کیجائے۔ یہ امر قرار پا گیا تھا کہ بادشاہ خود اس قلعہ کو فتح کریگا۔ راجہ نے اس دشوار کار کو آسان تبلایا۔ اس نے اقبال شہنشاہی پر نظر کی اگر زمانہ کے مزاج کا ملاحظہ کرتا تو عرض مطلب میں یہ جرأت نہ کرتا۔ اُس وقت ایک نیا وسیع ملک ہاتھ آیا تھا جہاں مدار دار الملک سے دور تھا چند مہینے سے لشکر برابر سفر کر رہا تھا۔ واقعہ طلب شورافزا ہر گوشہ میں بھرے ہے تھے۔ کچھ اس دیار کے فتنہ انداز بھی بھو دیار مشرق کے مناسب نہ تھا کہ بادشاہ خود اس قلعہ کو فتح کرتا۔ مگر بادشاہ جانتا تھا کہ اگر میں خود اپنی ذات سے اس قلعہ کی فتح میں نہیں مصروف ہونگا تو ان سرکشوں کی جڑ نہیں کٹے گی وہ پھر بحال ہو جائینگے۔ ناحق طول ہو گا۔ اس لیئے اُس نے اس دشوار کار کو آسان اس طرح کیا کہ خود اسپر متوجہ ہوا۔ اس نے شاہم خاں جلائر کو حکم دیا کہ فوج کو قلعہ جا پانیر پر لے جائے۔ قاسم خاں میر بر و بحر کو جو وہاں ہے یہاں ساباط و نقب لگانے کے لیئے بھیجدیے۔ جب بادشاہ نے احمد آباد اور اس نواح کا

سب طرح سے بند و بست کر دیا تو وہ خود دوشنبہ ۷ رمضان ۱۸۰ھ کو حوالی قلعہ میں ایک کوس پر آن پہنچا
اور اُس روز مداخل و مخارج کو دیکھکر مورچلوں کو امرا میں تقسیم کیا۔ دو تین روز بعد دولتخانہ عالی ایسا قلعہ
کے نزدیک آیا کہ وہاں توپ تفنگ کے گولے وگولیاں آتی تھیں۔ داروغہ فراشخانہ نے عرض کیا کہ
پاس یہاں ایک کولاب (تال) ہی جسکو بلاب کہتے ہیں اگرچہ وہ دیوار قلعہ سے متصل ہی لیکن زمین کی
پستی و بلندی اور بعض درخت ایسے حائل ہیں کہ وہ توپ تفنگ کے مانع ہیں۔ بادشاہ وہاں اپنا
دولتخانہ لے گیا۔ غرض ایک مہینہ سترہ روز محاصرہ رہا۔ بادشاہ کے لشکر نے اہل قلعہ کا پانی کھینچنا بند
کر دیا۔ اور سرنگ لگانیوالوں نے دیوار تک سُرنگوں کو پہنچا دیا۔ دمدمے ایسے اونچے بنائے کہ اہل قلعہ
کو تیر انداز کرنے لگے۔ توپ اندازوں نے کاربرداری نمایاں کی۔ بہت گولہ بارود خرچ کیا۔
اہل قلعہ کا آنا جانا بالکل بند کر دیا تو انکا خورد ٹوٹا۔ ہمزبان نے اپنے خسر ملا نظام الدین لاری کو بادشاہ
پاس بھیجا۔ اس زبان آور کاردان کی تقریر نے بادشاہ عجز دوست عاجز پرور پر تاثیر کی۔ اگرچہ
امرا نے عرض کیا کہ اہل قلعہ میں جب تک قوت و طاقت جگر میں تھی تمرد وعصیاں کیا اور اب جو دیکھا
کہ بادشاہ کی فتح آجکل میں ہونیوالی ہی تو امان مانگتے ہیں۔ انکو امان دینے کی جگہ قتل کرنا چاہیے۔
مگر بادشاہ نے فرمایا ؎ بدی را مکافات کردن بدی ✤ بر اہل صورت بود بخردی ✤ بمعنی کسانے
کہ پے بردہ اند ✤ بدی دیدہ و نیکوی کردہ اند ✤ مولوی نظام لاری بادشاہ سے رخصت ہوا۔
اہل قلعہ کو مژدۂ امان سُنا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مولانا نظام الدین کے ساتھ قاسم علیخاں و
خواجہ دولت ناصر جائیں اور ہمزبان اور تمام قلعہ کے آدمیوں کو ولاسا دیکر اپنے ہمراہ لائیں۔
دیانت مند محرر جاکر تمام صامت و ناطق اموال قلعہ کو ضبط کر کے ہمارے سامنے پیش کریں۔ اور تمام
آدمیوں کے نام نویسی کر کے ہماری نظر سے گذاریں۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ ہمزبان باوجودیکہ بادشاہ
کو گالیاں دینے میں بڑا زبان زور تھا اُسکی زبان کاٹی گئی۔ بعض اور مفسد بعد تادیب کے موکلوں
کو سپرد کیے گئے۔ یہ فتح ۲۳ شوال ۱۸۰ھ کو ہوئی تھی جسکی تاریخ ہمزباں داد قلعہ سورت۔ ہوئی
دوسرے روز جو بادشاہ قلعہ کو دیکھنے گیا۔ وہاں کی بڑی بڑی بھاری بھاری توپیں نظر پڑیں

جن کو سلیمانی اس وجہ سے کہتے تھے کہ سلطان روم نے جس سال میں کہ فرنگیوں سے بنادر ہندوستان کے لے لینے کا ارادہ کیا تھا تو اُس نے اُن توپوں کو جوناگڈھ میں اپنے لشکر کے ساتھ جو جہازوں میں آیا تھا بھیجا تھا۔ مگر کچھ موانع ایسے عارض ہوئے کہ لشکر سے کچھ کام نہو سکا تو توپوں کو قلعہ جوناگڈھ میں وہ چھوڑ گیا اور خود اپنے ملک کو چلا گیا۔ سمندر کے کنارہ پر یہ توپیں پڑی رہیں۔ جب خداوند خاں نے قلعہ سورت بنایا تو اُن توپوں کو قلعہ پر لگایا۔ بادشاہ نے ان توپوں کو دارالخلافہ آگرہ میں بھجوایا۔ اس قلعہ کی حکومت وحراست قلیج خاں کو سپرد ہوئی۔

سورت کے قلعہ کا حال یہ ہے کہ وہ چھوٹا سا ہے۔ مگر جدید قلعوں میں نہایت متین استوار ہے۔ کہتے ہیں کہ صفر آغا نام غلام سلطان محمود گجراتی مخاطب خداوند خاں نے ۹۴۷ھ میں دریا تاپتی کے کنارہ پر اسکو بنایا۔ جو سمندر سے ۲۰ میل ہے کہ فرنگیوں کے حملوں کو دفع کرے۔ جب تک یہ نہ بنا تھا فرنگی مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح کی شرارت کرتے تھے۔ جب قلعہ بن رہا تھا تو کئی دفعہ جہاز تیار کر کے حملہ کرنے کے لیئے فرنگی آئے مگر کچھ نہ کر سکے۔ خداوند خاں نے ہوشیار معماروں کو جو اُسوقت میں دستیاب ہوئے بلا کر استحکام حصار میں اہتمام کیا۔ دقیقہ رس معماروں نے اس طرح قلعہ کو تعمیر کیا کہ قلعہ کی دو طرفیں جو خشکی کے متصل تھیں ایک خندق ۲۰ گز عریض ایسی گہری کھودی کہ پانی نکل آیا اور پانی کے اندر سے چونہ و خشت پختہ و سنگ سے وہ بنائی۔ پتھروں کو لوہے کے قلابوں سے جوڑ کر انہیں پارہ پلایا۔ کہ کوئی درز انمیں باقی نہیں رہی۔ کنگرے اور سنگ انداز نہایت ہیبت ناک ہوئے۔ اور ہر برج پر چوکھنڈی بنائی جس کو اہل فرنگ پرتگیزوں کا ایجاد بتاتے ہیں۔ جب اہل فرنگ اس قلعہ کی تعمیر کو زور سے نہ روک سکے تو زر سے ان کو روکنا چاہا اور بہت روپیہ پیش کیا کہ قلعہ نہ بنایا جائے مگر خداوند خاں نے انکی اس درخواست کو نہ مانا اور قلعہ بنا لیا۔ جسکی دیواریں بیس بیس گز بلند تھیں اور دو دیواروں کا آثار پانچ پانچ گز کا تھا۔ اور چاروں طرف کی دیواروں کے آثار ملکر پندرہ گز تھی۔

بندر گوہ سے ایک جماعت نصاریٰ بادشاہ کی خدمت میں آئی۔ اصل میں اس گروہ کو اہل سورت نے اپنی حمایت کے لیئے بلایا تھا کہ قلعہ ان کو سپرد کر کے آپ سلامت رہیں جب اس گروہ نے بادشاہ

کے سامان قلعہ گیری اور لشکر کو دیکھا تو اپنے تئیں ایلچی بناکر بادشاہ کی بارگاہ میں آئے اور کورنش بجالائے اور اپنے ملک کی طرح طرح کی نفیس دستکاریاں بادشاہ کو دکھائیں۔ بادشاہ نے انمیں سے ہر ایک کو اپنی عنایت سے مخصوص کیا۔ اور پرتگال کے عجائب و غرائب کا اور وہاں کے اوضاع کا حال پوچھا۔ غرض اس وحشی گردہ سے ایسی باتیں کیں کہ ان کو موانست بادشاہ سے ہو گئی۔

محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا توپٹن کی حدود میں شورش کے کمین میں بیٹھے تھے۔ ابراہیم مرزا سرنال میں شکست پاکر ان مرزاؤں سے ایدر میں ملا۔ ابراہیم حسین مرزا کو جو شکست ہوئی تھی اسکے باب میں ان تینوں بھائیوں میں گفتگو ہوئی۔ نکتہ گیری سے درشتی پر اور درشتی سے رنجش پر نوبت آئی جسکا انجام یہ ہوا کہ ابراہیم حسین مرزا جو شمشیر زنی میں مشہور تھا۔ مگر دماغ عقل سے خالی رکھتا تھا۔ اپنے بھائیوں سے رنجیدہ ہو کر دار الخلافہ آگرہ کی طرف چلا۔ (طبقات اکبری میں اس رنجش کا ذکر نہیں ہے اُسمیں لکھا ہے کہ وہ بھائیوں کی صلاح سے گیا) ان دو بھائیوں نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ بادشاہ نے یہ حال سُنکر سید محمود خاں بارہہ اور شاہ قلیخاں محرم و راجہ بھگونت سنگہ داس کو دار الخلافہ کی طرف تعین کیا۔ کہ وہ ابراہیم مرزا کا تعاقب کریں۔ اس تعاقب سے مرزا ابراہیم کی شورش نے تسکین پائی جس کا آگے بیان ہوگا۔ محمد حسین مرزا و شاہ مرزا و فولادیوں نے جو کوہستان میں پڑے پھرتے تھے پٹن میں ڈیرے ڈالے۔ سید احمد خاں بارہہ نے قلعہ کی حراست میں کمر ہمت چست کی۔ جب خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے سپاہ جمع کی اور مالوہ کا لشکر جو گجرات کو آتا تھا وہ بھی اس پاس آگیا۔ شیخ محمد بخاری کو بھی دولقہ سے خان اعظم نے بلالیا۔ خان اعظم اس لشکر کو لیکر پٹن کی طرف چلا ۱۸ رمضان ۹۸۰ھ کو حدود پٹن میں آیا۔ طرفین کے لشکر مرتب ہو کر لڑنے کے لیئے میدان جنگ میں آئے شیر خاں فولادی نے حیلہ سازی سے خان اعظم پاس آدمی مصالحت کے لیئے بھیجے خان اعظم نے اس کا جواب دیا کہ اگر حرف صلح سچ ہے تو تم اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ ہم تمھاری جگہ پر آجائیں۔ ہمارے آئین میں پھرنا جائز نہیں ہے۔ اس بات کو مخالفوں نے نہ مانا۔ وہ ان کا صلح کا پیغام جھوٹا تھا۔

دونوں طرف کی فوجیں مرتب ہو کر میدان نبرد میں آئیں۔ مرزاؤں کی ہراول کی فوج نے بادشاہی

ہراول کو شکست دی۔ اور خان اعظم دست راست پر قطب الدین محمد خاں تھا۔ اسکو بھی پریشان کیا
شاہ محمد انکا زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ جب فوج کے ان دو حصوں نے شکست پائی تو وہ احمد آباد کی طرف
بھاگے۔ قطب الدین احمد کا خیمہ گاہ اُکھڑ گیا۔ شیخ محمد بخاری جاگیردار دولقہ مارا گیا۔ جب اعظم خاں نے
یہ حال معائنہ کیا تو اُس نے ارادہ کیا کہ خود اس کا انتقام لے اور جب لڑے کہ بداغ خاں نے جو خود
مرد معرکہ تھا۔ اعظم خاں کی باگ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر پھیر لی اور جانے نہ دیا۔ غنیم کا لشکر لوٹ کی تلاش
میں متفرق ہوا اور اُسکے غول میں تھوڑے آدمی رہ گئے۔ اعظم خاں نے بداغ خاں کے ساتھ اتفاق کر کے
میدان جنگ میں آنکر غنیم کے قلب لشکر پر حملہ کر کے شکست دی اور پادشاہی لشکر کو فتح ہو گئی اور
اسکے مخالف اطراف میں چلے گئے۔ شیر خاں فولادی نہایت عجز و ناتوانی کے ساتھ امین خاں حاکم
جوناگڈھ پاس گیا اور وہاں آسایش سے رہا۔ اور محمد حسین مرزا اور امرا دکن کو گئے۔ یہ فتح ۱۸ رمضان
سنہ ۹۸۰ کو ہوئی۔ ابوالفضل نے قطب الدین کو لکھا ہی کہ اُس نے حملہ کر کے فتح پائی۔ اعظم خاں اور
امرا نے مرزاؤں کا تعاقب کیا۔ مگر پادشاہ نے اسکو اپنے پاس سورت میں بلایا۔ اور اور امرا کو
تعاقب میں بھیجا۔ اعظم خاں نے پٹن کا انتظام کر کے بدستور سابق سید احمد خاں بارھہ کو حوالہ کیا اور
۲۰ شوال کو سورت میں پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام امرا اور نوکروں کی جانسپاری
کا فرداً فرداً بیان کیا۔ اثنا راہ میں قطب الدین محمد خاں اور امرا کو معمور آباد میں بھیجا کہ اختیار الملک
اور لشکر مفرور کی تنبیہ کرے وہ جنگلوں کے حصار میں متحصن ہوا ہی۔ قصبہ معمور آباد میں قطب الدین خاں
پہنچا تو اور افواج کو بھیجکر اختیار الملک اور حبشیوں کو جنگل سے نکال کر قلعوں پر متصرف ہوا اور اپنے
تھانے وہاں بٹھائے اور قصبہ محمود آباد میں پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بگلانہ ایک ولایت ہی کہ جسکا طول سو کوس اور عرض تیس کوس ہی ہمیشہ دو ہزار سوار اور دس ہزار
پیادے اسمیں رہتے ہیں جمع اسکی ساڑھے چھ کروڑ دام ہی۔ اس ملک میں جو حاکم ہوتا ہی اسکو بھرجی
کہتے ہیں۔ سالھیر و مولھیر دو سنگین قلعے قلہ کوہ پر واقع ہیں۔ دو بڑے شہر انتاپور۔ اور جنباپور
اسمیں ہیں۔ یہ ملک گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہی اسکے حاکموں کی یہ عادت ہمیشہ رہی کہ

۱۰ [illegible] ۹۸۰ [illegible]

جلدہ

جس جانب کو غالب دیکھتے ہیں اسکی ہر ایک طرح کی وہ اطاعت کرتے ہیں اس زمانہ میں کہ شہنشاہ گجرات کو فتح کیا تو بھرجی نے بادشاہ کی درگاہ میں حاضر ہوکر اور خدمات شائستہ بجالا کر سرخروئی حاصل کی۔

شرف الدین جسکا پہلے حال بیان ہوا ہے کہ وہ بادشاہ سے باغی ہوگیا تھا وہ فولادیوں سے ملگیا اور جالور انکو دیدیا جس کو اس نے خود فتح کیا تھا۔ کچھ دنوں پٹن میں رہ کر چنگیز خاں سے التجا کی پھر مرزاؤں سے ملگیا۔ اس وقت کہ حاکم خاندیس گجرات کی فتح میں ناکام رہا اسکا ہمراہ ہو پھر تباہ حال ہوکر محمد حسین مرزا سے ملا۔ جب مرزاؤں میں تفرقہ پڑا تو دکن کو بھاگا۔ یہاں کے زمیندار نے اسکو دولتخواہی بادشاہ کی نظر سے یا اپنے فوائد کی وجہ سے اُسے گرفتار کیا اور مال اسباب لوٹ لیا۔ ابراہیم حسین کی بیوی بھاگی تھی اسکی گرفتاری کے درپے یہ زمیندار ہوا۔ مگر ناکام رہے مرزا کی دو برس کی لڑکی اسکو ہاتھ لگی۔ بادشاہ نے اس لڑکی اور اور قیدیوں کو اپنے آدمی بھیجکر بُلایا لڑکی کو محلسرا میں دیدیا۔ اور اس خواجہ زادہ کو ہاتھی سے کہ مست نہ تھا ڈرایا اور پھر قیدخانہ میں بھیجدیا۔

سال سیزدہم ۹۸۰ھ کا ایک سانحہ یہ ہے کہ بادشاہ کی مجلس میں ہندوستان کے شجاعوں کا ذکر ہوتا تھا کہ وہ اپنی جان کی قدر کچھ نہیں کرتے۔ چنانچہ بعضے راجپوت ایک برچھ کو دوست رکھتا ہے لیکر کھڑے ہوتے ہیں اور دو مردانہ ہمسر دور سے ان دونوں سنانوں (انیون) کے محاذی دوڑتے ہیں کہ یہ سنان اُنکی پیٹوں سے گزر جاتے ہیں۔ یہ سُنکر اس پہلوان الہٰی کے دل میں یہ آئی کہ شمشیر خاصہ کا قبضہ دیوار میں مضبوط گاڑا اور پھر تلوار کے سر پر سینہ رکھکر کہا کہ اگر راجپوت اس طور پر اپنی شجاعت ظاہر کرتے ہیں تو ہم اس شمشیر پر حملہ کرتے ہیں۔ سب دیکھنے والے یہ دیکھکر سکتے کے عالم میں تھے کہ مان سنگہ نے دوڑ کر ایسی سُبکدستی کی کہ اس شمشیر کو دو پھینکدیا۔ بادشاہ کی گھائی میں کچھ زخم لگا۔ اور نوکر شمشیر کو دور لے گئے۔ بادشاہ نے غصہ ہوکر مان سنگہ کو زمین پر دے مارا اور رگڑنے لگا کہ سید مظفر نے بادشاہ کی زخمی انگلیوں کو مروڑ کر مانسنگہ کو چھڑایا۔ جس سے زخم بڑھ گیا مگر تھوڑے دنوں میں اچھا ہوگیا بعض نے لکھا ہے کہ اہل مجلس میں سے کسی نے شراب کے نشہ میں رجپوتوں کی شجاعت کی یہ تعریف

جھجھار خاں حبشی کا مارا جانا

کی تھی جب بادشاہ سورت سے چلکر بروج میں آیا تو والدۂ چنگیز خاں دادخواہ بادشاہ پاس آئی کہ اس جھجھار خاں حبشی زبردست نے براہ دوستی میرے بیٹے کو بُلا کر اس کا ساغر زندگانی لبریز کیا۔ اگرچہ یہ بات مشہور تھی۔ مگر پھر بھی بادشاہ نے اس معاملہ کی خوب تشخیص تحقیق کرائی۔ اور اسمیں سوال وجواب ہوئے تو خوب جرح ہوئی۔ مدعی کا دعویٰ سب طرح سے سچ ثابت ہوا تو بادشاہ نے عدالت سے خاص وعام کے روبرو اس حبشی کو ہاتھی کے پاؤں تلے مسلوایا جس سے اس بیچاری بڑھیا کے دل میں ٹھنڈک پڑی جھجھار خاں حبشی گجرات کے امرار بزرگ میں سے تھا۔ اور جمعیت اور قوت میں ممتاز تھا ایسے قوی دست کو سزا دینے سے بادشاہ کی عدالت کی شہرت ہوگئی۔

بادشاہ کا احمد آباد میں آنا اور وہاں سے آگرہ روانہ ہونا ۹۸۰ھ

۲ رذی القعدہ کو احمد آباد کے باہر بادشاہ کے خیمے لگے اور بادشاہ نے دس روز رہ کر یہاں کا یہ انتظام کیا کہ اس سرزمین کو ایک سلطنت کبریٰ تھی۔ خان اعظم کو تفویض کی اور سرکار پٹن خان کلاں کو عنایت ہوئی۔ سرکار بروج اور اسکی حدود قطب الدین خاں عم خاں اعظم کو دولقہ دوندوقہ سید حامد بخاری کو اور ایسے ہی اور محال اور امرار کو مرحمت ہوئیں اگرچہ خان کلاں و قطب الدین محمد خاں عم خاں اعظم عمر میں بڑے تھے مگر بادشاہ کے نزدیک آئین سلطنت میں عدالت یہی ہے کہ مدار عنایت عقل پر ہو نہ سال پر۔ ع بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال + اور اعتماد فزونی اخلاص پر ہو نہ درازی عمر پر۔ دوربینی عمدہ ہوتی ہے۔ نہ بزرگی جثہ اِل جوہر معقول ہوتے ہیں۔ نہ عظیم ہیکل محسوس۔ اساس فرماندہی شمائل واخلاق پر موقوف ہے۔

دوشنبہ ۱۰رذی الحجہ ۹۸۰ھ کو بادشاہ آگرہ کو روانہ ہوا۔ جب سدھ پور میں آیا تو خان معظم کو یہ نصیحتیں لکھیں کہ فزونی آگاہی۔ فراخی حوصلہ۔ آدمیوں کی خطاؤں سے اغماض نظر۔ گنہگاروں کا عذر قبول کرنا۔ فصل خصومات میں غور عظیم کرنا۔ اور جان وانجان کو یکساں جاننا۔ اُس کو اور امرار کو اپنی اپنی جاگیروں میں رخصت کیا۔ اور راجہ علی خاں حاکم خاندیس جو آیا تھا وہ بھی رخصت ہوا۔ اور مظفر خاں کو جو ایام محاصرہ سورت میں حاضر ہوا تھا اور اس کی ناہمواری

کو پادشاہ نے معاف کر دیا تھا۔ صوبہ مالوہ عنایت ہوا۔ مان سنگھ و شاہ قلی خاں محرم کو اور بعض بعض امرا کو حکم ہوا کہ ایدر کی طرف سے ڈونگر پور اور اس کے حدود میں جائیں اور پھر دار الخلافہ میں آئیں +

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا ۹۸۱ھ

۱۰ محرم کو اجمیر میں بادشاہ آیا اور زیارت سے مشرف ہو کر اپنے دار الخلافہ فتحپور میں دوم صفر ۹۸۱ھ کو آ گیا۔ اس سفر میں بادشاہ سروہی میں تھا کہ اس پاس امرا پنجاب کی عرضداشت آئی کہ مرزا ابراہیم گرفتار ہو گیا اور مر گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہم نے پہلے لکھا تھا۔ کہ وہ ایدر سے اپنے بھائیوں سے جدا ہو کر دار الخلافہ کی طرف چلا ہے۔ اُس نے اپنے چھوٹے بھائی مسعود مرزا کو بھی ہمراہ لے لیا تھا۔ وہ گجرات سے ایلغار کر کے میرٹھ (میرٹھا) کی نواح میں آیا۔ اور ایک قافلہ کو کہ گجرات سے آگرہ کو آتا تھا۔ اس قلعہ سے گیارہ کوس پر لوٹ لیا اور ناگور میں آیا۔ فرخ خاں پسر خاں کلاں جو بادشاہ کی طرف سے یہاں حاکم تھا وہ قلعہ میں متحصن ہوا۔ مرزا ابراہیم نے چند غریبوں اور فقیروں کے گھر جو شہر سے باہر تھے لوٹے اور نار نول گیا۔ رائے رام سنگھ اور اور امرا جو بادشاہ نے گجرات کے جانے کے وقت ہزاروں سواروں کے ساتھ جودھپور میں تعین کیے تھے۔ وہ ایلغار کر کے ناگور میں آئے اور فرخ خاں کو ساتھ لیا۔ اور مرزا کے تعاقب میں چلے۔ موضع کھتولی میں کہ ناگور سے بیس کوس پر ہے رات کو پہونچے۔ مرزا ہوشیار ہو کر بھاگنے کا انتظام کرتا تھا۔ ۲ رمضان ۹۸۰ھ کو لشکر کے آدمی ایک بزرگ حوض پر افطار کو آئے۔ مرزا کچھ تھوڑی دور گیا تھا۔ اُلٹا آیا۔ اور اُس نے اس سپاہ پر جو اسکے تعاقب میں تھی حملہ کیا۔ اس جماعت نے ثبات قدمی کر کے اپنی حفاظت کی۔ مرزا نے تین دفعہ اپنی سپاہ کی توپ بنا کے دو طرف سے شاہی لشکر پر تیروں کا مینھ برسایا جب دیکھا کہ کچھ کام نہیں نکلتا تو وہ بھاگ گیا۔ ایک توپ سپاہ کا رات کو اس سے جدا ہو گیا تھا وہ اس نواح کے مواضع و قریات میں گرفتار ہوا۔ اکثر آدمی ان میں مارے گئے۔ ان میں سے

سو آدمی زندہ فرخ خاں کے ہاتھ سے گرفتار ہوئے۔ مرزا ابراہیم خاں تین سو آدمیوں کو ساتھ لیکر چلا۔
اور راہ میں جو قصبات آئے۔ اُن کو لوٹتا مارتا جمنا گنگا سے پار اُتر کر پرگنہ سرکار سنبل اعظم پور میں
جو اسکی جاگیر میں تھا آیا۔ اُس کو یقین تھا کہ سرکار سنبل اور اس کا قلعہ مثل کوہ کمایوں جس کی خندق
دریا رگنگ ہی ہاتھ آجائیں گے۔ اور بہت جمعیت اس پاس جمع ہو جائیگی۔ مگر یہ صورت نہ ہوئی۔
حسین خاں مہدی قاسم خاں کانٹ گولہ کے جاگیردار اسکے رفع کرنے کے لیے مستعد ہوئے۔ پانچ
چھ روز یہاں رہ کر وہ پنجاب کی طرف بھاگا۔ قصبہ پانی پت اور کرنال کو کہ سر راہ تھے غارت
کرتا ہوا آگے چلا۔ راہ میں اوباش واقعہ طلب بہت اس کے ساتھ ہوئے اور خلق خدا کو آزار
پہنچانے لگے۔ مرزا دیپال پور میں آیا۔ تو اس نے سنا کہ نگر کوٹ کے فتح میں جو امرا اور لشکر مصروف تھا
وہ اسکے پیچھے آتا ہے۔ تو اس نے لاہور کا ارادہ ترک کیا۔ اور ملتان کی طرف چلا جب لشکر شاہی تلنبہ
کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ مرزا کل اس قصبہ میں آیا تھا۔ اور آج مقیم ہے۔ ترتیب افواج میں افسران
سپاہ مشغول ہوئے۔ حسین قلی خاں و اسمٰعیل قلی خاں اور ایک اور جماعت قول نبی۔ محب علیخاں
و مرزا یوسف خاں برانغار میں مقرر ہوئے۔ خرم خاں و دولت خاں سہدی و شاہ
غازی خاں تبریزی جرانغار میں قرار پائے۔ جعفر خاں۔ فتو۔ اور بعض اور دلاور
ہراول مقرر ہوئے۔ اس طرح انتظام کرکے رواں ہوئے۔ اس روز ابراہیم حسین مرزا کچھ
آدمیوں کے ساتھ شکار کو گیا ہوا تھا۔ مسعود مرزا نے جب لشکر شاہی کے آنے کا حال سنا تو
خود جنگ کے لیے مستعد ہوا اور سپاہ کو بلایا اور فوج کے قریب گیا۔ اور لڑائی میں مشغول ہوا
مگر وہ گرفتار ہوگیا۔ اور بہت آدمی اُسکے مارے گئے۔ ابراہیم مرزا بہت تگا پو کر کے
بھاگا اور ملتان کے قریب آیا۔ بلوچوں نے اسکی راہ روکی۔ دریا رگارا سے جو اس دریا
کا نام ہے جو بیاس اور ستلج کے ملنے سے بنتا ہے اُترنا چاہتا تھا۔ مگر رات بھی کشتیاں
نہیں اُسکے کنارہ پر سو رہا۔ قوم جھیل نے جو مچھلیاں بیچا کرتے تھے۔ اس پر شبخون مارا
مرزا کے ساتھ آدمی بعض مجروح و بعض مغلوب بے حال تھے وہ اس گروہ کو لیکر لڑنے

کھڑا ہوا ع صف مغلوب را ہولے لبند است + جمیل غالب ہوئے۔ مرزا کی گردن میں سر کے پیچھے ایسا تیر لگا کہ وہ منہ کی راہ سے نکل گیا۔ اب مرزا نے اپنا حال دگرگوں پایا تو وہ لباس بدل کر اپنے آدمیوں سے جدا ہوا۔ اسکے دو ایک قدیمی غلام قلندروں کا لباس پہنا کر باہر لیجانا چاہتے تھے۔ مگر مرزا کو ضعف اس قدر رہا کہ ناچار ایک درویش گوشہ نشین شیخ زکریا کے گھر میں مقام کرنا پڑا۔ شیخ نے بظاہر تو مرزا کے جراحت پر ملائمت کے مرہم رکھے۔ مگر ملتان کے حاکم سعید خاں کو خفیہ اطلاع دی ع ہر کجا گوشہ نشینے است ورد مگرے ہست سعید خاں نے اپنے غلام دولت خاں کو بھیجا۔ وہ مرزا کو مقید کر کے لے آیا۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے قیدی کو اپنے پاس بلایا۔ مگر بادشاہ کے پاس روانہ ہونے سے پہلے اُس جہاں کو روانہ ہوا جب حسین قلیخاں بادشاہ پاس فتحپور سیکری میں آیا مسعود حسین مرزا کو اور اُسکے تین سو آدمیوں کو قید کر کے اس طرح لایا کہ مرزا کی آنکھیں سی ہوئی تھیں۔ اور قیدیوں کے مُنہ گائے کی کھالوں میں جنکے سینگ الگ نہیں کیے گئے تھے لپٹے ہوئے تھے + بدایونی لکھتا ہے انکے منہ گدھے۔ سُور۔ کی کھالوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ چرمہائے گاؤ در گلو انداختہ۔ جسکے معنی یہ ہیں۔ گلوں میں تسمے گائے کے چمڑے کے پڑے ہوئے تھے۔ غرض اُن قیدیوں کی ایک عجیب ہیئت تھی بادشاہ نے دیکھتے ہی فوراً مسعود حسین کی آنکھیں کھلوائیں اور چند سرغنوں کو تو بُری طرح مارا باقی سب کو رہا کر دیا۔ سو آدمی مرزاؤں کے ساتھ ایسے بھی تھے۔ کہ خانی کا خطاب رکھتے تھے۔ انکو حسین خاں نے جو سنبل سے چلکر اس لڑائی میں شریک ہوا تھا اپنے گھر جانے کی اجازت دی اور اس نے حسین قلیخاں سے کہدیا کہ بادشاہ کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی قیدی مارا جائے اسلیے میں نے ان قیدیوں کو بادشاہ کے صدقہ میں چھوڑ دیا۔ اُسی روز سعید خاں ابراہیم حسین مرزا کو بادشاہ کے روبرو لایا۔ انھیں دنوں میں بادشاہ نے حسین قلیخاں کو خان جہاں کا خطاب دیا۔

اس سنہ کے واقعات میں سے ایک یہ ہے

ابوالفضل نے اکبرنامہ میں یہ لکھا ہے کہ راجہ جے چند راجہ نگر کوٹ بادشاہ کی خدمت میں تھا

اس نے اپنی مآل اندیشی سے اپنے خرد سال بیٹے ہری چند کو راجہ گوبند چند جسوال کے حوالہ کیا تھا اس زمانہ میں گوبند چند نے قلعہ میں آنکر لوازم قلعہ داری کا اہتمام کیا۔ مگر تاریخ بدایونی میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا۔ بادشاہ کو ایام طفلی سے کل اصناف ہنود کی طرف رغبت دلی تھی۔ خاصکر برہمنوں اور کبیوں (شاعروں) کی طرف ایک برہمن کی برہم داس نامی کالپی کا رہنے والا ہنود کی مداحی میں نامور۔ فہم و ادراک میں بلند پایہ بادشاہ کا ملازم ہوا۔ بادشاہ کی ہمزبانی سے اس نے مزاج میں دخل پیدا کیا۔ روز بروز اسکی تربیت سے منصب عالی پر پہنچا۔ شرف ندیمی سے مشرف ہوا۔ اول کب رائے (ملک الشعرا) کا خطاب ہوا۔ بعد ازاں راجہ بیربل (یعنی بہادر نامور) کا خطاب ملا۔ راجہ جَے چند حاکم نگر کوٹ سے بادشاہ کا مزاج برہم ہوا اور جَے چند کو مقید کیا۔ اور ولایت نگر کوٹ راجہ بیر بر کو جاگیر میں عنایت کی۔ اور حسین قلیخاں کو حکم ہوا کہ مرزا یوسف خاں و جعفر خاں و فتح خاں چتاری و مبارک خاں گکھر و غازی خاں اور امرائے پنجاب کو لیکر ہری چند سے نگر کوٹ لیکر راجہ بیر بر کو دلاوی۔ راجہ بیر بر لاہور میں آیا۔ حسین قلیخاں مع اور امرار پنجاب کے نگر کوٹ پر متوجہ ہوا۔ جب یہ سیاہ دھری کے قریب پہنچی تو یہاں کا ناظم چھوٹو نام جو جے چند کا رشتہ دار تھا اور اپنے قلعہ کی استواری پر مغرور تھا۔ خود تو ایک گوشہ میں چھپ گیا۔ اور اُس نے وکلار کو پیشکش دیکر بھیجا اور عرض کیا کہ میں خوف کے سبب سے خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔ مگر راہداری کا کفیل ہوں۔ حسین قلیخاں نے وکلار کو خلعت دیکر رخصت کیا اور ایک قریہ میں کہ سر راہ تھا اپنا تھانہ مقرر کیا اور آگے چلا۔

جب قلعہ کوٹلہ میں پہنچا تو یہاں مقام کیا۔ یہ قلعہ بہت بلند ہے۔ وہ پہلے گوالیار (پہاڑوں میں ہے) کے راجہ رامچند سے متعلق تھا۔ مگر راجہ دھرم چند اور راجہ جے چند نے بزور اُس سے چھین لیا تھا۔ راجہ جے چند کی طرف وہاں جو افسر محافظ مقرر تھے اُنھوں نے اس لشکر پر کہ لوٹنے گیا تھا تیر و تفنگ چلائے جب حسین قلیخاں خان جہاں نے یہ حال سُنا تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اطراف قلعہ کو ملاحظہ کرنے گیا۔ قلعہ کے محاذی اس نے ایک پہاڑ

دیکھا کہ وہ قلعہ کا سرکوب ہوسکتا تھا۔ اس پہاڑ پر نہایت مشقت سے توپیں چڑھائیں اور وہاں سے اُنہیں قلعہ پر چلایا۔ لوگوں سے قلعہ کی عمارات شق ہونی شروع ہوئیں۔ اور بہت سے آدمی اسکی دیوار کے نیچے دب مر گئے۔ اور قلعہ میں بڑی کھلبلی پڑی۔ جب عصر کا وقت آیا تو حسین قلیخاں اپنے خیمہ میں آیا۔ اور مورچے پر لشکر کو چھوڑ آیا۔ توپوں کے صدموں سے راجپوت جو قلعہ کے اندر تھے رات کو سب بھاگ گئے۔ جب صبح کو حسین قلیخاں کو خبر ہوئی تو وہ ڈنکا بجاتا ہوا قلعہ کے اندر گیا۔ اور راجہ گوالیار کو یہ قلعہ دیدیا۔ اسی کے باپ دادا کا وہ تھا۔ مگر یہاں اپنا تھانہ بھی مقرر کیا۔

اب حسین قلیخاں آگے چلا تو ایک جنگلستان ایسا آیا کہ درختوں کی کثرت سے وہاں مور و مار کا گذرنا مشکل تھا۔ ایک گروہ جنگل کو کاٹکر راستہ بناتا تھا تو لشکر چلتا تھا۔ متواتر کوچ کر کے اول رجب ۹۸۰ھ کو راجہ رامچندر کے باغ چوگان میں کہ نگرکوٹ کے قریب تھا پہنچا۔ لشکریوں نے اپنے زور بازو و شجاعت سے پہلے ہی حملہ میں حصار بھول کو جو مہامائی کا مندر تھا لے لیا۔ یہاں سوا پجاریوں کے اور کوئی نہیں رہ سکتا تھا۔ راجپوتوں کی ایک جماعت جنھوں نے اپنا مرنا ٹھان لیا تھا خوب بہادری سے لڑی اور مری۔ وہ برہمن جو ایک لمحہ اُس بتخانہ سے جدا نہ ہوتے تھے اور چند سال سے اس کی خدمت کرتے تھے اُنھوں نے بھی لڑکر اپنی جان اسپر سے قربان کی۔ اس ہنگامہ فساد میں بتخانہ کو دارالامن سمجھکر ہندوؤں کی دو سو کالی گائیں چلی آئیں تھیں۔ بعض سادہ لوح ترکوں نے اُن کو ایسے وقت میں کہ تیر و تفنگ مینھ کی بوندیوں کی طرح برس رہے تھے ذبح کیا اور اُنکے خون کو اپنے موزوں میں بھر کر بتخانہ کی دیواروں اور چھتوں پر پھینکا۔ نگرکوٹ کا شہر بند بیرونی ان کے قبضہ میں آگیا۔ ان کی عمارات کو ڈھا کر لشکر کے اُترنے کے لیے میدان صاف کیا۔ پھر قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ ساباط و سرکوب تیار ہوئے چند بھاری توپیں اس پہاڑ پر کہ قلعہ کے محاذی تھا چڑھائیں۔ ہر روز چند توپیں قلعہ اور راجہ کے مکانات پر ماری جاتیں۔ اتفاقاً ایک دن کارفرمائے توپخانہ نے اس

مکان پر توپ لگائی جس کو مستحکم سمجھکر راجہ وہاں کھانا کھانے آیا تھا۔ اسّی آدمیوں کے قریب اس مکان پر دب کر رہ گئے۔ ان میں سے ایک بھوج دیو ولد راجہ بختمل راجہ مُو تھا۔ اوائل شوال سنہ ۹۸۰ھ میں خطوط سے معلوم ہوا کہ مرزا ابراہیم نے ملک میں شورش برپا کی ہو اس لیے بعض امراء کی یہ صلاح ہوئی کہ قلعہ کا صلح سے معاملہ طے کرکے اس کوہستان سے نکلکر مرزا کی شورافزائی کا علاج پہلے اس کے آنے سے کرنا چاہیے۔ بعض امیروں کی یہ رائے تھی کہ بہت محنت اُٹھا کر قلعہ کا کام اختتام کے قریب پہنچا ہو صلح نہیں کرنی چاہیے۔ امرا نے کہا کہ اس قلعہ کے لینے اور نہ لینے کے ضرر و نفع کی مقدار معلوم۔ مگر مرزا کی فتنہ افزائی کا ایک سانحہ عظیم ہے۔ خانجہاں نے کہا کہ میں صلح اس شرط سے کرتا ہوں کہ ہر ایک اہل مجلس صورت مجلس کو لکھکر اپنی مہر کرے۔ اگر اس محاصرہ کا اُٹھا دینا بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہو تو ہر یک جوابدہی اپنی آپ کرے امرائے خط لکھ دیئے اور صلح ان شرائط پر ٹھہری جس سے راجہ بہت خوش ہوا اوّل راجہ اپنی لڑکی بادشاہ سے بیاہنے کے لیے بھیجدے۔ دوم پیشکش لائق تیار کرے۔ سوم اپنے آدمی معتبر جیسے فرزند وخویش ہیں ہماری جمع خاطر کے لیے ہمراہ کرے کہ اگر شہریار کو یہ صلح نہ پسند ہو تو جب تک وہ قلعہ حوالہ کرے یہ آدمی گرد (اول) میں رہیں چہارم یہ ولایت راجہ بیربر کو ملی ہو بہت سے مباخ اسکو دے۔ راجہ نے چاروں شرطوں کو قبول کر لیا۔ خان جہاں نے پانچویں یہ شرط پیش کی۔ راجہ گوپی چند آن کر ملاقات کرے۔ راجہ کی تسلی کے واسطے مرزا یوسف خاں کو قلعہ کے اندر بھیجا کہ وہ راجہ کے آنے تک وہیں رہے۔ راجہ ان کے ساتھ چلا آیا۔ خان جہاں نے راجہ کو رخصت کیا۔ مگر راجہ نے کہا کہ اب تم غنیم سے لڑنے جاتے ہو۔ میں تمھارے لشکر کے ساتھ چلتا ہوں۔ طبقات اکبری میں لکھا ہو کہ اہل قلعہ نے پانچ من سونا بوزن اکبرشاہی اور اجناس قماش بادشاہ کی پیشکش کے لیے دے۔ راجہ گوپی چند کے محل کے سامنے ایک مسجد (ہشت طاق) بنایا گیا روز جمعہ اواسط شوال سنہ ۹۸۰ھ میں منبر پر حافظ محمد باقر نے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ خطیب نے بادشاہ کا نام جتنی دفعہ لیا اس کے سر پر سونا

نثار کیا گیا۔ سکہ جاری کیا گیا۔ اس لئے ملا حسین قلیخاں یہاں سے روانہ ہوا۔
بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ جو تنگدل حسد اندوزوں کے لیے سرمایہ خوشدلی اور پراگندہ خاطر نفاق اندیشوں کے واسطے باعث نشاط۔ مگر حقیقت میں وہ افزائش اقبال شہنشاہی کے مقدمہ اور آمال و آمانی کی کنجی اور فتنہ فساد کے دروازہ کا قفل اور مواد اخلاص کی افزونی اور اہل نفاق کے لیے خمیر مایہ ہلاکت ہوتے ہیں۔

اسی قبیل سے گجرات میں شورشوں کا برپا ہونا اور بادشاہ کا انکے مٹانے کے لیے جانا تھا جس کی شرح یہ ہے کہ جب بادشاہ خان اعظم کوکہ کو گجرات کے سب اختیارات دیکر دارالخلافہ کو روانہ ہوا تو خان نے دیکھا کہ ایدر کی حدود میں رائے نرائن یہاں کے زمیندار اور شیر خاں فولادی کے بیٹوں کے ساتھ اختیار الملک متفق ہو کر فساد برپا کر رہا ہے تو اس نے مہمات ملکی میں تاخیر کو مناسب سمجھا۔ وہ احمد آباد نہ گیا اور ایدر کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا مقیم اس نواح میں جاگیردار تھا وہ فتنہ اندوزوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ خان سے آن ملا۔

خان اعظم اس گروہ کے استیصال میں مصروف تھا کہ محمد حسین مرزا نے تازہ فتنہ برپا کیا اسکی تفصیل یہ ہے کہ محمد حسین مرزا کو دولت آباد دکن کی حدود کی طرف سے خبر پہنچی کہ سورت سے بادشاہ اپنے دارالخلافہ کو روانہ ہوا۔ تو اس نے سورت کے لے لینے کا ارادہ کیا اور اس کی حدود میں آکر شورش برپا کی۔ مگر قلیج خاں نے اپنے قلعہ کو لڑائی کے لیے تیار کیا تو مرزا نے اسکے لینے کا منصوبہ چھوڑ دیا۔ بروچ میں آیا اور قطب الدین خاں کے ملازموں سے ملکر اُسے لے لیا اور وہاں سے کھنبایت میں آیا۔ حسن خاں یہاں کا متصدر اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا وہ بھاگ کر احمد آباد چلا گیا۔ مرزا کو بے جنگ کھنبایت ہاتھ آگیا۔ خان اعظم نے سید حامد و سید بہاء الدین و شیخ محمد مونگیری کو قطب الدین خاں کی مدد کو بھیجا۔ ان دنوں میں اختیار الملک اور وہ جماعت کہ پہاڑوں کی تنگنائے میں چلے گئے تھے باہر آئے۔ خان اعظم نے ایک مستحکم جا اپنی پناہ گاہ بنائی تھی۔ مخالفوں کا گروہ اس پر دست اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس گروہ نے یہ ارادہ کیا کہ احمد آباد

پر چڑھے - اگر اعظم خاں اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلے تو اس سے لڑے نہیں احمد آباد پر قبضہ کیجے جب خان اعظم کو ان مخالفوں کی احمد آباد کی طرف جانے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ جلدی سے اس شہر میں آگیا۔ اسی رات کو محمد حسین مرزا کو کھنبایت میں شکست ہوئی تو خان اعظم کے لشکر سے دور دور جاکر اختیار الملک اور پسران شیر خاں فولادی سے مرزا ملا۔ اس شکست کا حال یہ ہی کہ خان اعظم کے ملازموں اور قطب الدین و سید حامد بخاری اور نورنگ خاں سے جو کھنبایت میں پہنچے مرزا لڑا۔ باوجودیکہ اس پاس کم آدمی تھے مگر بہت ہاتھ پاؤں مارے اور شکست پائی سید بہاء الدین مارا گیا۔ امرائے اس فتح کو غنیمت جانا۔ اس کا تعاقب نہیں کیا۔

خان اعظم نے احمد آباد میں آکر اسکے مداخل و مخارج کو مستحکم کیا۔ چند روز بعد مخالف بھی احمد آباد میں آئے۔ دونوں میں روز لڑائیاں شروع ہوئیں۔ اگرچہ بادشاہی لشکر اس قدر تھا کہ اگر وہ صف آرا ہوتا تو فتح کرتا۔ مگر خان اعظم کو اپنے ملازموں اور قطب خاں پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے وہ اس کام میں مبادرت نہیں کرتا تھا۔ پادشاہ کی نصیحت اسکو یاد تھی کہ اگر مخالف جمع ہو کر ہنگامہ شورش گرم کریں تو جنگ میں نہایت حزم و احتیاط چاہیے۔ ایک دن فاضل بیگ خاں نکلکر مخالفوں سے لڑا اور زخمی ہوا جس سے وہ مرگیا اور سلطان خواجہ گھوڑے سے گر کر خندق میں جا پڑا۔ اس کو رسیوں سے نکالا۔ سب کی یہ رائے ہوئی کہ ان مخالفوں سے لڑنا نہیں چاہیے۔ خان اعظم نے ایک عرضداشت تمام حال کی لکھکر سلطان خواجہ کے ہاتھ پادشاہ پاس بھیجی۔ پادشاہ کو اس عرضداشت سے جب سارا حال معلوم ہوا تو ارادہ ہوا کہ ایلغار کر کے وہاں جائے۔ لشکر شاہی ابھی ایک برس لڑ کر گجرات سے آیا تھا اس نے اپنی جاگیروں سے روپیہ نہیں وصول کیا تھا۔ اسلیے پادشاہ نے خزانہ شاہی سے روپیہ انکو دیدیا اور بہت سا لشکر کا سامان تیار کیا۔ پادشاہ جانتا تھا کہ سارا لشکر بھیر بنگاہ سمیت جلد نہیں جاسکتا۔ اس لیے اس نے دو ہزار کار آزمودہ منچلے بہادر چنے چغتائے دل اور سپاہی ... تھو لیے اور رہتہ کے حاکموں کو حکم بھیجا کہ جتنی کوتل سانڈنیاں ہوں تیار کر کے اپنی انتخابی موج

ساتھ سر راہ حاضر ہوں۔ شجاعت خاں۔ راجہ بھگونت سنگھ۔ سید محمود بارھہ۔ رائے رائسنگھ کو پہلے سے روانہ کیا۔ مگر زبان سے یہ فرمایا کہ ہم سے پہلے سرکار پر کوئی نہیں پہنچے گا۔ دہلی کی حراست راجہ ٹوڈرمل اور امیروں کو سپرد کر کے ۲۸ ربیع الآخر ۹۸۱ھ کو سوار ہوا۔ تین چار جان نثار اور نامی سردار اور منصب دار اس کے ساتھ تھے۔ سانڈھنیوں پر بیٹھکر کوتل گھوڑا لگا نہ دن دیکھا نہ رات جنگل اور پہاڑ کاٹ ساڑھے چار سو میل سفر کو نو دن میں ختم کیا جسکو قافلہ دو تین ماہ میں طے کرتا ہے۔ بادشاہ کبھی گھوڑے پر کبھی سانڈھنی پر سوار ہوتا کبھی گاڑی میں بیٹھتا۔ گاڑیبان سے وہ کہدیتا کہ خواہ کیسا ہی تجھ کو آہستہ روی کے لیئے لوگ کہیں۔ مگر تو کچھ نہ سُننا۔ اپنے آرام کی فکر اس سفر میں وہ نہیں کرتا تھا۔ راہ میں جالور کی نواح میں ایک کاروان سے گھوڑے خریدے پٹن سے لشکر کو شائستہ طور پر مرتب کیا۔ راہ میں لشکر اس کے ساتھ جا بجا سے ہوتا گیا یہاں سے خود سو سوار لیکر چلا۔ جب وہ موضع مالینہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مخالف یہاں قلعہ کو مستحکم کر کے جنگ کے لیے تیار ہیں۔ بادشاہ نے اپنے لشکر کو بھیجکر اُن شخصوں کو بھگایا اور مار اوہ قلعہ میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے محقر قلعہ کو اس لائق نہ جانا کہ خود اُس پر متوجہ ہوتا بعد ازاں مرزا یوسف خاں اور قاسم خاں لشکر کے لیے آتے تھے۔ اُن کو دیکھکر اہل قلعہ بھاگ گئے۔ قلعہ فتح ہوگیا۔

بادشاہ جب احمد آباد سے تین کوس پر پہنچا تو آصف خاں کو احمد آباد میں بھیجکر سب امرا کو بلایا۔

جب بادشاہ کا لشکر غنیم کے قریب آیا تو یہ واقعہ عجیب پیش آیا کہ بادشاہ نے خود جیبہ (زرہ بکتر) پہنا اور اپنے خاص ملازمین کو جیبہ تقسیم کر رہا تھا کہ جیل پسر روپسی کو دیکھا کہ وہ باپ کا جیبہ ایسا بھاری پہنے ہوئے کھڑا ہے کہ اُس کے بوجھ سے دبا جاتا ہے بادشاہ نے دیا کرکے اُس کو خاص اپنا ہلکا پھلکا زرہ بکتر جیبہ خانہ سے منگا کر عنایت کیا اور اُس کا بھاری زرہ بکتر بال دیو کے پوتے کرن کو دیدیا اس پاس جیبہ نہ تھا۔ جب روپسی جیل کے پاس گیا تو اُس نے اپنی زرہ بکتر کو پوچھا کہ کیا ہوا تو اُس نے تمام حال عرض کیا۔ روپسی اور مال دیو کے خاندان میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی۔ اس لیئے وہ ایسا خفا ہوا کہ......

...... اس نے بادشاہ پاس آدمی بھیجکر زرہ بکتر اپنا منگایا۔ اس گستاخی پر بادشاہ خفا نہیں ہوا۔ بلکہ نہایت خوش اخلاقی سے جواب دیا کہ زرہ بکتر کے عوض میں ہم نے اپنا خاص زرہ بکتر دیدیا ہے۔ یہ جواب سنکر روپسی نے اپنا زرہ بکتر اُتار کر پھینکدیا اور کہا کہ اب ہم بغیر زرہ بکتر کے لڑینگے۔ بادشاہ نے اس معاملہ نافہم کو بجائے تادیب کرنے کے خود اپنا زرہ بکتر اُتار کر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ مجھکو یہ گوارا نہیں کہ میرے سردار مجھ سے زیادہ جان جوکھوں میں پڑیں۔ یہ مردی نہیں ہی کہ میں مسلح ہوں اور وہ بے سلاح ہوں۔ پیچھے بادشاہ سے روپسی کی طرف سے معذرت ہوئی کہ اس نے بھنگ کے نشہ میں یہ حرکت کی ہی۔ بادشاہ نے اس کی معذرت قبول کرلی۔

بادشاہ کا خود احمد آباد میں آنا اور محمد حسین مرزا پر فتح پانا سنہ ۹۸۱

بادشاہ نے ۵ رجمادی الاول سنہ ۹۸۱ کو لڑائی میں فیروزی پائی جسکی تفصیل یہ ہی کہ جب بادشاہ کا لشکر غنیم کے قریب آیا تو غنیم سامنے نہ آیا۔ بعض مقربین بادشاہ نے عرض کیا کہ شب خون مارنا چاہیے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس میں خدعہ ہی ؎ شبِ خون بود پیشۂ بیدلاں ازیں ننگ دارند خیلِ یلاں ÷ بادشاہ نے نقارۂ جنگ بجایا۔ مخالفوں کو اپنی کثرت پر غرور تھا۔ محاصرۂ تنگ کر رکھا تھا اور شیر خاں فولادی کے آنے کے منتظر تھے۔ جب بادشاہ کا لشکر سابرمتی کی ندی پر آیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ فوج آئین کے ساتھ مرتب ہوکر دریا کو عبور کرے۔ امرار لشکر گجرات کے منتظر تھے کہ اس اثنار میں تین سو سوار گجراتیوں کے جو مقام سرکیج سے پھرے تھے نمایاں ہوئے۔ بادشاہ نے اپنی بندوقچیوں کو حکم ان سے لڑنے کا دیا۔ سوار بھاگ کر اپنے مورچل میں چلے گئے۔ جب بادشاہ کے نقارہ اور کرنا کا آوازہ دشمن کے لشکر کے کان میں پہنچا تو محمد حسین مرزا سراسیمہ ہوکر برسم قراولی آیا۔ سبحان قلی ترک اور کئی بہادر اس دریا کے کنارہ پر کھڑے مخالف کا تفحص حال کر رہے تھے۔ مرزا نے بہ آواز بلند اس فوج کا حال استفسار کیا۔ سبحان قلی نے مرزا کے ڈرانے کو جواب دیا۔ اے بیخبر تجھے خبر نہیں کہ یہ شاہی لشکر ہی اور لشکر میں شہنشاہ ہے۔ کیا کھڑا پوچھتا ہی جا اپنی جماعت کو

رہبری کر۔ محمد حسین مرزا نے کہا کہ اے برادر تو مجھے ڈراتا ہی اور اپنی طرف سے باتیں بناتا ہے۔ چودھواں دن ہی کہ میرے جاسوسوں نے ایک خبر دی ہی کہ بادشاہ فتحپور میں ہی۔ اس پر سبحان خاں نے قہقہہ مارا۔ مرزا نے کہا کہ اگر تو سچ کہتا ہی کہ شہنشاہ یہاں آیا ہی تو اسکے نشان کے ہاتھی کہاں ہیں جو اسکے ساتھ رہتے ہیں۔ سبحان خاں نے اسکا جواب دیا کہ بادشاہ کو نواں دن ہی کہ فتحپور سے چلا ہی۔ ہاتھیوں کو کیا ہاتھ پر اُٹھا لاتا۔ تو مرزا کو یقین بادشاہ کے آنے کا ہوا اور وہ اپنے لشکر میں دوڑا گیا اور تسویہ صفوف میں مصروف ہوا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ غنیم اسکے آنے سے بے خبر تھا۔ تو اپنی مردانگی اور فتوت کے سبب لڑائی میں اتنا توقف کیا کہ اسکو خبر ہو جائے۔ نقارہ بجا کر اپنے آنے کی اسکو اطلاع کی کہ قراول خبر لائے کہ غنیم جلیبہ پوشی وصف آرائی کر رہا ہی۔ حکم شاہی صادر ہوا کہ دریا سے عبور ہو۔ ہر چند امراء نے سمجھایا کہ خان کلاں کے لشکر کو آنے دیجیے۔ مگر اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ دریا پایاب تھا لشکر اُتر گیا۔

مرزا نے ولی خاں پسر جھجھار خاں حبشی کو دست راست کی فوج کا سردار بنایا اور حبشیوں اور گجراتیوں کی ایک جماعت اسکے ساتھ کی محمد خاں پسر شیر خاں فولادی کو افغانوں کے انبوہ کے ساتھ دست چپ سپرد کیا۔ شاہ مرزا بہت سے بدبختی ماوراء النہری کہ جنکے خود استخوان حرام نمکی سے پرورش پائے تھے اپنے ہمراہ لیے اور بادشاہ سے لڑنے کو تیار ہوا بیس ہزار سپاہ کی جمعیت اسکے ساتھ تھی۔ بادشاہ دریا سے ایک کوس پر بلندی پر بیٹھا لشکر کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ کہ آصفخاں نے آنکر عرض کی۔ مرزا کو کہ کو کہ حضور کے آنیکی خبر نہیں ہوئی۔ جب کوئی حضور کی تشریف آوری کی خبر دیتا تھا تو اُسکو وہ میر ابوتراب اور تمام دو تنخواہوں کے لطائف الحیل سمجھتا تھا جب سکو قسمیں دیکر خاطر نشان کیا کہ حضور تشریف لے آئے ہیں تو وہ لشکر گجرات کو آراستہ کر کے آنے پر مستعد ہوا ہی۔ ابھی اس نے اپنی سرگذشت پوری نہیں کی تھی کہ غنیم کا لشکر درختوں میں سے نمودار ہوا۔ ہراول پادشاہی لڑنے گیا۔ مگر شکست پا کر اُلٹا چلا آیا۔ بادشاہ نے راجہ

بھگونت داس سے کہا کہ اگرچہ غنیم کا لشکر بظاہر بہت ہی مگر عنایت ایزدی ہمارے ساتھ زیادہ ہی
آؤ ہم تم یکدل ویک رو ویک راہ ہوکر اُس فوج سے چلکر لڑیں جس لشکر کی بیرقیں سرخ
ہیں وہ محمد حسین مرزا کا لشکر ہی اگر اس کا کام تمام کر دیا تو بیڑا پار ہی۔ محمد حسین مرزا اپنے لشکر میں
سب سے آگے بڑھکر آتا تھا۔ شاہ قلی خاں محرم وحسین خاں نے عرض کیا کہ تاخت کا وقت ہی۔
بادشاہ نے فرمایا کہ عقل دوربیں معاملہ داں ہمیشہ واعظ و نگہبان و کار فرمائے آدمی زاد کی ہی۔
ابھی پلہ دور کا ہی اور ہم بظاہر کم ہیں دور جا کر تاخت اور آویزش کرنے میں جمعیت لشکر میں پراگندگی
ہو گی اور کوئی شائستہ کام نہیں ہوگا۔ جو ہر مردانگی ظاہر نہ ہوگا اور مسلک احتیاط ہاتھ سے جائیگا مثال
سے اسکی توضیح کی کہ ہاتھ کی انگلیوں کو باندھکر گھونسہ مارئے تو وہ زیادہ اثر کریگا اور کارگر ہوگا۔
بہ نسبت اسکے کہ پانچوں انگلیوں کو کھول کر مارئے۔ وہ دانستہ آہستہ آہستہ بُردلی و
مردانگی سے خراماں خراماں چلا۔ اپنے لشکر کو مدارج خرد سکھاتا۔ مراتب دلیری بتلاتا۔
جس سے وہ یک دل سے ہزار دل ہوتے ان کا اخلاص بڑھتا معاملہ دانی رونق پاتی۔
بادشاہ کی فوج دشمن کے نزدیک ہوئی۔ مگر اس میں نظم و نسق نہ رہا۔ برانغار کی فوج شکست
پاکر اُلٹی پھری۔ جب مخالف بہت نزدیک ہوا تو اُس پر تاخت کی۔ اللہ اکبر کے غلغلہ کا اور
سورن کے زمزمہ کا شور ہوا چقلش عظیم ہوئی۔ ایک دو تلواروں کے ہاتھوں کی رد و بدل
میں بادشاہ کے دست راست کی فوج کو غنیم نے پسپا کیا۔ محمد حسین مرزا نے بادشاہ کی
جانب چپ کی سپاہ کو مار ہٹایا۔ وہ یہ جانکر کہ کھیت میرے ہاتھ آیا کچھ آگے گیا تھا کہ بادشاہ
کی فوج قول نے مرزا کے جرانغار و برانغار کو مار کر تباہ کر دیا۔ جسکی تفصیل آگے ہوتی ہے۔
مان سنگھ درباری اور رگھو داس کچھواہہ و محمد وفا و کرن نبیرہ مالدیو نے بڑی بڑی جوانمردیاں
کیں۔ راگھو داس کی جان گئی اور محمد وفا زخمی ہوا۔ اس زد و خورد میں ایک جوان مرد
نے بادشاہ پر شمشیر کا ہاتھ چلایا جو اُسکے گھوڑے پر پڑا جس سے وہ جبراغ پا ہوا۔
مگر اس شہسوار شہریار نے گھوڑے کو سنبھال کر شمشیر زن کو برچھ مارا کہ اس کے اندر

بیٹھ گیا۔ جب اُس کو کھینچا تو سنان اُسکی ٹوٹ گئی کہ دوسرے آدمی نے آنکر بادشاہ کی ران میں تلوار ماری مگر بادشاہ بچ گیا۔ ایک اور آدمی نے آنکر نیزہ مارا۔ مگر چیلہ گوجر نے برچھے سے اُس کو مار ڈالا اُسی وقت قول بادشاہی دردمند ہو کر بادشاہ سے نزدیک ہوئی۔ اس فوج میں میر بدخشی نے اپنی بدذاتی و بیخبری سے بادشاہ کی خبر ناخوش اُڑا دی تھی۔ بادشاہ نے جب اس قول کی فوج میں جا کر اپنی آواز اُس کو سُنائی تو اُسکی جان میں جان آئی۔ اور دشمن کے دفعہ کرنے میں وہ متوجہ ہوئی۔ سید محمود خاں بارہا اور رائے رائسنگھ و فرحت خاں قول سے جدا ہو کر لڑے اور فتح پائی بادشاہ آہستہ آہستہ احمد آباد کی طرف جاتا تھا اور مرزا کوکہ اور لشکر گجرات کے دیر لگانے کا سبب پوچھتا تھا کہ مغل کلانوت نے آنکر کہا کہ یوسف خاں کوکلتاش مارا گیا۔ بادشاہ اسکے مرنے کے افسوس میں تھا کہ مژدۂ فتح پہنچا کہ محمد حسین مرزا گرفتار ہوا۔ قول شاہی سے لڑنے میں اسکے چہرہ پر زخم لگا تھا وہ بھاگا جاتا تھا کہ گھوڑا اُس کا ببولوں کے کانٹوں سے گرا۔ گدا علی جو یکہ بادشاہی تھا وہ اس پاس گیا اس سے کہا کہ تو آمین تجھے بچا لونگا۔ اس نے قبول کیا۔ اس کو اپنے آگے گھوڑے پر بٹھا کر بادشاہ پاس لے چلا۔ خان کلاں کا ملازم ساتھ ہو لیا۔ جب وہ حضور والا میں آیا تو دونوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے مرزا کو پکڑا ہی۔ بادشاہ نے مرزا سے پوچھا کہ تم بتاؤ کس نے تم کو پکڑا ہی تو اُس نے جواب دیا کہ مجھے کسی نے نہیں پکڑا۔ حضور کے نمک نے گرفتار کیا ہی۔ بادشاہ نے مرزا کے ہاتھ جو پیچھے بندھے ہوئے تھے کھلوا کر مانسنگہ درباری کے حوالہ کیے۔ شاہ مدد کوکہ مرزا کا کوکہ تھا بادشاہ کے روبرو لائے اُسکو بادشاہ نے اپنے نیزہ سے مار ڈالا اُس نے سرنال کی لڑائی میں بیچ بت بڑودہ راجہ بھگونت اس کو مارا تھا محمد حسین مرزا نے مان سنگہ درباری سے پانی مانگا۔ فرحت خاں چیلہ نے اُسکے سر پر دوہتڑ ماری کہ ایسے شور انگیز بدخواہ دولت کو پانی پلانا کس آئین میں درست ہی۔ بادشاہ نے جب انکا شور سُنا تو فرحت خاں پر اعتراض کیا اور آب خاصہ طلب کر کے اسکو پلا کر اپنی عنایت سے سیراب کیا۔ ابر رحمت برسایا۔ برق مہربانی چمکائی۔ حوصلہ کا روز بازار دکھایا۔ قدردانی کی

آرائش پدید کی۔ جرم بخشی و مجرم نوازی کا رتبہ بلند کیا۔ اپنی والا فطرتی و فتوت و اہلیت مردانگی کی داد دی۔

ابھی بادشاہ پاس کو کہ مرزا ہنیں آیا تھا کہ بادشاہ آگے بڑھا جاتا تھا۔ اُس نے رائے رائسنگھ کو حکم دیا کہ محمد حسین مرزا کو ہاتھی پر ڈال کر ساتھ لے چلو۔ اسوقت اکثر آدمی بادشاہ کی استراحت کے لیے گوشوں میں چلے گئے تھے۔ سو آدمیوں کے قریب بادشاہ کے پاس تھے کہ سامنے سے ایک فوج نمودار ہوئی جس میں پانچہزار آدمیوں سے زیادہ معلوم ہوتے تھے بعض یہ سمجھے کہ فوج گجرات مرزا کوکہ کی ہی۔ بعض نے کہا کہ شاہ مرزا کا لشکر ہی۔ جو محمود آباد کو ابتدا ء جنگ میں بھاگ گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ اختیار الملک اس لشکر کو لیے چلا آتا ہی۔ بادشاہ کا لشکر اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کے سبب سے ڈرا نقارہ جنگ کا حکم ہوا۔ مگر نقارچی کے خوف کے مارے ایسے ہوش اُڑے ہوئے تھے کہ اُسے بادشاہ کا حکم سُنائی نہیں دیا۔ برچھے سے ہوشیار کیا گیا۔ تو اُس نے نقارہ پر چوب لگائی شجاعت خاں اور راجہ بھگونت سنگہ نے آگے بڑھکر مخالفوں پر تیر چلائے۔ اس ہنگامہ میں بادشاہ کے حکم سے محمد حسین مرزا کا سر جدا کیا گیا۔ یہ فوج کہ پرشکوہ معلوم ہوتی تھی جتنی لشکر شاہی کے قریب آتی جاتی تھی۔ پراگندہ ہوتی جاتی تھی۔ اختیار الملک کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر اس سے جدا ہوا کہ مہلکہ سے نکل جائے۔ کہ خاربست زقوم کے صدمہ سے زین سے زمین پر گرا۔ سہراب ترکمان جو بادشاہی یکون میں تھا۔ اسکے پیچھے جاتا تھا۔ اس کا سر تن سے جدا کیا۔ یہ لشکر احمد آباد کا محاصرہ کر رہا تھا جب اس نے سُنا کہ بادشاہ آتا ہے اور محمد حسین مرزا گرفتار ہو گیا ہی تو وہ حواس باختہ ہو کر گریزاں ہوا۔ اختیار الملک دو ہزار آدمیوں کے ساتھ بادشاہ کے لشکر کی دست راست کی طرف سے اور فوج کلاں خیلان آراستہ کے ساتھ بائیں طرف سے بھاگ گئی۔ بادشاہ کو فتح حاصل ہوئی۔ نو دن میں بادشاہ نے وہ کام کیا جو برسوں میں ہوتا ہی۔ میدان جنگ میں دشمنوں کے بارہ سو آدمی مارے گئے۔ اور زخمی جو ادھر اُدھر بھاگے انمیں پانچسو جنگلوں میں مرگئے۔ اور پانچسو

بنجاں نکل گئے۔ غرض ان مرزاؤں کا حال یہ ہوا کہ ابراہیم حسین مرزا تو سعید خاں کی قید میں ہلاک ہوا محمد حسین مرزا اس لڑائی میں تلوار سے قتل ہوا۔ شاہ مرزا کہیں بھاگ گیا۔ بادشاہ کی طرف سو آدمی مارے گئے جنمیں نامور آدمی یہ تھے سیف خاں کوکہ۔ سہراب خالہ زاد صادق خاں، راگھو داس، عمر علی جلائر۔

جب بادشاہ کو اختیار الملک سے فراغت ہوئی کچھ دن باقی تھا کہ ایک فوج آراستہ نمودار ہوئی۔ قریب تھا کہ لشکر شاہی سے ایک مٹ بھیڑ ہو کہ شیخ محمود غزنوی نے اطلاع دی کہ مرزا کوکہ کا لشکر آتا ہے۔ بادشاہ اس سے خوش ہوا اور کوکہ مرزا پر ایسی عنایت و شفقت کی جیسے کہ باپ بیٹے پر کرتا ہے۔ اختیار الملک کا سر بادشاہ پاس سہراب لایا۔ بادشاہ سجدۂ شکر میں جبہ سا ہوا۔ عبرت عوام کے لیئے اس نے باغیوں کے سروں کا منار بنایا۔ کوئی لکھتا ہے کہ آخر روز میں بادشاہ احمد آباد میں آیا۔ منازل سلاطین گجرات میں گیا۔ اور فتح نامے تیز رو قاصدوں کے ہاتھ چاروں طرف روانہ کیے اور اپنے جان نثار مخلصوں کو انعام اکرام دیا۔ اپنے دار الخلافہ آگرہ کی طرف مراجعت کا عزم مصمم کیا۔ مرزا کوکہ نے بعض ارباب عمام اور اصحاب گوشہ نشین کا شکوہ کیا کہ وہ ان فتنہ اندوزوں کے ہمراہ تھے ان میں سے ایک شیخ وجیہ الدین کہ علم معقول و منقول میں متصف تھے اور آداب قناعت و عزلت و اصلاح نفس میں اشتغال رکھتے تھے۔ انھوں نے حرام خوروں کا مال اپنے گھر میں بہت کچھ جمع کر رکھا تھا۔ جب شیخ سے پوچھا کہ آپ کو ان امور سے کیا مناسبت تھی۔ مولوی نے عرض کیا کہ آشنائی اور آنکھوں کی شرم اسکا سبب ہوئی۔ کہ میں نے اپنے گھروں میں سے ایک گھر ان کو دیدیا۔ وہ سچا معلوم ہوتا تھا اس لیے بادشاہ نے چھوڑ دیا۔ میر غیاث الدین قادری کے فرزندوں کے گھر میں سے اختیار الملک کے اموال برآمد ہوئے۔ ان کو بھی بادشاہ کی دوربینی اور غریب پروری سے نجات ہوئی۔ شیخ مظفر خویش شیخ عبد النبی کہ صدر گجرات تھے اور رشوت ستانی کے سبب سے مرزا نے ان کے سر پر جوتیاں لگوائیں تھیں۔ ان کو بھی بادشاہ نے معاف کر دیا بہت سے مخالفو نکے زخمی بادشاہ کے روبرو آئے انکو بھی نجات دی

احمد آباد میں بادشاہ اعتماد خاں گجراتی کے مکانات میں اُترا ہوا تھا کہ شجاعت خاں نے منعم خانخاناں کی نسبت کلمات ناشائستہ زبان سے نکالے اور مجلس معلیٰ کا ادب مرعی نہ رکھا اور دولت شاہی کے اس تورہ کا لحاظ نہیں کیا کہ وہ حافظ حدود اور مرتب مراتب ہے اس بے ادب کی تادیب ضرور تھی۔ اس کو قاسم خاں کے حوالہ کیا کہ اسکو خانخاناں پاس لے جائے۔ اُس کا جو جی چاہے وہ اسکا حال کرے۔ قطب الدین اور نورنگ خاں کو بروج کی طرف بھیجا کہ شاہ مرزا اس طرف بھاگا ہے اس کا علاج کرے۔ راجہ بھگونت داس اور شاہ قلی خاں محرم اور لشکر خاں کو رخصت کیا کہ وہ ایدر کی راہ سے رانا کی ولایت میں جائیں۔ اور ان حدود کے سارے گردن کشوں کو تابع بنائیں۔ اور جو سرکشی کرے اس کی تنبیہ و تادیب شائستہ کر کے خواب غفلت سے بیدار کریں۔ شہر پٹن کی حکومت بدستور خاں کلاں کو عنایت ہوئی۔ دندوقہ و دولقہ اور بعض اور محال وزیر خاں کو مرحمت ہوئے۔

بادشاہ کا گجرات سے دارالخلافہ کو آنا سنہ ۹۸۱

گیارہ روز میں مملکت گجرات کی مہمات سے بادشاہ نے انفراغ پایا۔ یکشنبہ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۹۸۱ھ کو دارالخلافہ کے قصد سے چلا۔ محمود آباد میں اوّل منزل ہوئی۔ مرزا کوکہ کو رخصت کیا۔ خواجہ غیاث الدین علی قزوینی کو گجرات کی بخشیگری عنایت کی کہ وہ باستصواب مرزا کوکہ کے اپنے کام کو رونق دیا کرے اور آصف خاں کا خطاب دیا۔

چار دن بعد جب ست پور میں بادشاہ آیا تو معلوم ہوا کہ راجہ بھگونت داس جو ایدر کی راہ سے بھیجا گیا تھا اس سے قصبہ بدہ نگر میں شیر خاں فولادی کے غلام راولیا نے قلعہ کو استحکام دیکر لڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر وہ لڑا نہیں۔ جوگیوں کے لباس میں قلعہ سے بھاگا جاتا تھا کہ گرفتار ہو گیا۔ بادشاہ اجمیر میں آیا اور شرائط زیارت روضہ خواجہ معین الدین کی بجالایا۔ اور حکم دیا کہ لشکر آہستہ آہستہ چلے اور خود بطور ایلغار دارالخلافہ کو روانہ ہوا۔ بکر میں آیا تھا کہ راجہ ٹوڈرمل جسکو دارالخلافہ سے بلایا تھا وہ یہاں آیا۔ اسکو جمع گجرات کی تحقیقات اور بعض مہمات کی تنقیح کے لئے گجرات روانہ کیا۔ کہ بمقتضائے وفور کاردانی

عدالت و نصفت کے موافق بغیر اغراض بشری و دواعی طمع منتج مقرر کرے اور اسکی نقل بادشاہ پاس بھیجدے کہ متصدیان کارگاہ سلطنت اسکے موافق سپاہ و رعیت کے ساتھ عمل کریں۔ ۸- جمادی الاخری کو بادشاہ دار الخلافہ میں داخل ہوا بیتنالیس دن اس آنے جانے میں لگے۔ بادشاہ کے کارہا عظیم میں سب سے بڑا کام مہم گجرات کا انصرام دینا سمجھا جاتا ہے سپاہ جو ایدر کی طرف بھیجی گئی تھی اس نے قلعہ بدہ نگر پر قبضہ کیا۔ ایدر کا زمیندار نرائن داس تھا وہ خدمات شائستہ بجالایا پیشکش بادشاہ کے لئے روانہ کی گوگندہ میں جہاں رانا رہتا تھا۔ اس نے بادشاہ پاس نہ حاضر ہونے کے بہت سے عذر کئے اور راجہ بھگونت داس کو اپنا شفیع بنایا۔ اور چھوٹا بیٹا ساتھ کیا۔ اور عرض کیا کہ میں خود خوف کے مارے حاضر نہیں ہو سکتا یہ خوف دور کرکے حاضر ہونگا۔ کچھ دنوں بعد راجہ ٹوڈرمل جو گجرات کی جمع مقرر کرکے بادشاہ پاس آتا تھا تو اس سے بھی رانا نے یہی عذر پیش کیا۔ بادشاہ نے مظفر خاں کو وکیل سلطنت مقرر کیا۔ جب اسے داغ سپاہی کا سخن درمیان آیا۔ تو وہ حقیقت معاملہ پر نہ پہنچا۔ بیہودہ باتیں بنانے لگا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آقا اور نوکروں میں مخالفتوں کا ہونا بادشاہ کو ناگوار خاطر تھا۔ دون ہمت زر بندہ ملازم جو عقل و اخلاص سے کچھ فروغ نہیں رکھتے۔ اوروں کے نقصان میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں۔ بہت بے انصافی و بے تمیزی و قدر ناشناسی عمل میں آتی ہے۔ اس سبب سے نوکر تھوڑی سی ناملائمی میں بے وفا ہو کر دوسرا صاحب قبول کر لیتا ہے اور تیرہ رائی سے اپنی بیوفائی کی برائی پر خیال نہیں کرتا۔ آقا اور سردار بھی مغلوب آز ہو کر جمع مال میں کوشش کرتے ہیں۔ ناموس کی بقا کا خیال نہیں کرتے۔ کچھ نوکروں کو دیتے ہیں اور ناموس کی عوض میں درہم و دینار جمع کرتے ہیں اس لئے بادشاہ نے ارادہ کیا کہ معاملہ قانون داغ اور ممالک محروسہ کا خالصہ بنانا۔ اعیان دولت کا پایہ مقرر کرنا۔ اور جمعیت و خدمت و اخلاص و بے غرضی و کار طلبی کی رعایت کرنی اور رواتب و وظائف و ادراوات مقرر کرنا یہ سب کام اپنی خرد دور بین سے عدالت کے موافق مقرر کرے اس کا ذکر راجہ ٹوڈرمل سے بھی کیا تو اس نے یہی عرض کیا کہ یہ اندیشہ صواب ہے لیکن

ظن غالب یہ ہے کہ منعم خاں و مظفر خاں اس معاملہ پر راضی نہ ہوں۔ پادشاہ نے جب یہ باتیں مظفر خاں سے کہیں۔ اس نے خود آرائی اور معاملہ نشناسی سے اس آئین کے رواج میں تساہل کیا اس لئے اکبر پادشاہ کی نظر عاطفت سے گر گیا۔ اب اکبر کا دوسرا بڑا کام یہ تھا کہ اس نے بنگالہ و بہار کو فتح کیا۔

بنگالہ میں سلیمان حاکم بنگالہ کا شہنشاہ اکبر کا خطبہ پڑھوانا ۹۸۰ھ

جب مبارز خاں عرف شاہ عدلی فرمانروائی اور پادشاہی کا مدعی تھا تو تاج خاں کرانی اپنے بھائیوں سمیت بہار میں آیا۔ محمد خاں حاکم بنگالہ کے عہد میں شورش برپا کرتا رہا اور بہادر شاہ کے زمانہ میں گربزی و نفاق کو رواج دیتا رہا۔ جب بہادر شاہ اپنی موت مر گیا۔ اور اسکے بھائی جلال الدین نے بہار و بنگال کی ریاست کا دعوی کیا تو ان دونوں بھائیوں تاج خاں و جلال الدین میں کبھی مخالفت سے کبھی موافقت سے بسر ہوتی تھی۔ بہت سے واقعات کے بعد جلال خاں مر گیا۔ اور تاج خاں ریاست بنگالہ اور بہار کا مالک ہو گیا اور یہ بھی تھوڑے دنوں میں ملک عدم کو روانہ ہوا۔ اس کا چھوٹا بھائی سلیمان کرانی بنگالہ و بہار اور اس کے حدود پر مستقل حاکم ہوا۔ خان زمان سے دوستی پیدا کر کے اپنے تئیں مستقل کر لیا۔ بے سرے افغان سب اس کے گرد جمع ہو گئے اس نے خزانے اور ہاتھی بہت سے جمع کئے۔ جب خان زماں اپنی بد افعالی کی سزا میں گرفتار ہوا اور شہنشاہ اکبر نے منعم خاں خان خاناں کو جونپور اور اس کے نواح کی حکومت حوالہ کی جس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ زمانیہ جس کو خان زمان نے آباد کیا تھا اس میں خان زمان کی طرف سے اسد اللہ خاں حاکم تھا۔ جب خان زمان مر گیا تو اسد اللہ خاں نے سلیمان پاس آدمی بھیجکر ایک حاکم طلب کیا کہ زمانیہ اس کو سپرد کر کے نمک حرام بنے۔ مگر خان خانان کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے آدمی بھیجکر اسد اللہ خاں کو سمجھایا وہ نصیحت پذیر ہوا اور خان خاناں کے گماشتہ قاسم مشکی کو زمانیہ سپرد کر کے خود خان خاناں پاس چلا آیا۔ افغانوں کا لشکر جو زمانیہ کے خیال سے آیا تھا وہ بے بہرہ پھر گیا۔ لودی کہ عقل و تدبیر میں افغانوں کے اندر ممتاز تھا وہ سون ندی کے کنارہ پر سلیمان شاہ کا وکیل مطلق تھا اس نے

یہ دیکھکر کہ خانخاناں صلاح جو اور مصالحہ طلب ہے اس سے دوستی پیدا کرلی اور اس طرح افواج شاہی کے صدمات سے اپنے ملک کو امین کرلیا۔ اسکے اور منعم خاں کے درمیان تحف و ہدایا و رسل و رسائل بھیجے جاتے تھے جس سے رابطہ رسمی کو ہر ایک طرح کا استحکام ہوتا تھا۔ جسوقت کہ پادشاہ قلعہ چتوڑ کی فتح کو روانہ ہوا تو راجہ اڈیسہ اور ابراہیم کے استیصال کے درپے سلیمان تھا منعم خانخاناں سے اسکو اطمینان نہ تھا اسلئے وہ لودی کے وسیلہ سے سلسلہ یکجہتی کا محرک ہوا کہ اس سے خاطر جمع ہو۔ دوستانہ خط و کتابت کے بعد یہ امر قرار پایا کہ منعم خانخاناں اسکی ملاقات کو آئے۔ خانخاناں یہ سوچا کہ سلیمان سے ملنے سے ظاہری انتظام ہو جاویگا اگرچہ دوربین خیر خواہ اس اندیشہ ناصواب کے مانع ہوئے۔ مگر وہ سوچے سمجھے امیر ہمراہ لیکر پٹنہ چلا۔ راہ ہی میں لودی نے آنکر تعظیم و احترام کی رسم کو ادا کیا۔ بعد ازاں سلیمان کا بڑا بیٹا بایزید آیا۔ جب پٹنہ پانچ چھ کوس رہا تو سلیمان استقبال کو آیا۔ اول خانخاناں نے سلیمان کو اپنی منزل میں بلاکر جشن کیا۔ دوسرے روز سلیمان نے خانخاناں کی مہمانی کی اور منبر پر شہنشاہ اکبر کے نام کا خطبہ پڑہوایا اور سکہ چلایا اور لائق پیشکش دیں۔ اس کے اعیان میں سے ایک جماعت نے شورش انگیز ہوکر یہ چاہا کہ منعم خاں کو گرفتار کرلیجئے لیکن لودی نے سمجھایا کہ اس شہنشاہ کے خانخاناں کو گرفتار کرنے سے کیا فائدہ اٹھاؤگے۔ جو ہر مسکین کو تربیت کرکے خانخاناں بنا سکتا ہے۔ سوا اس کے ابراہیم شاہ ہمارا مخالف کمین میں بیٹھا ہوا ہے سلیمان نے تو لودی کا کہا مان لیا۔ مگر اور افغان غل مچاتے رہے۔ منعم خاں یہ خبر سنکر بلطائف الحیل اپنے لشکر سے جدا ہوا۔ اور لودی کی صلاح سے جریدہ چلا۔ بہت دور جاچکا تھا کہ افغانوں کو خبر ہوئی۔ مگر اب وہ کیا کرسکتے تھے ناچار ملائمت اختیار کرنی پڑی۔ بایزید لودی جریدہ خانخاناں کے روبرو آئے۔ اعزاز اور اکرام کرکے واپس گئے۔ خانخاناں گنگا سے دو تین منزل چلا تھا کہ قلعہ چتوڑ کی فتح کی خبر اس پاس آئی جس سے اولیاء دولت کو تقویت ہوئی۔ اور سلیمان دلجمعی کے ساتھ بنگالہ میں آیا۔ اور اپنے مہمات کے انصرام میں مشغول ہوا۔ ملک اڈیسہ کو جس میں جگناتھ کا مندر ہے اس نے فریب سے لے لیا۔ اور وہاں سے

راجہ کو بد عہدی کرکے مار ڈالا - اور ابراہیم کو نہ جسکی عقل درست تھی نہ نصیبہ بلند تھا۔ اور بر گردان ہو گر راجہ اڈیسہ پاس کیا تھا اور سروری کا اندیشہ اپنی ساتھ رکھتا تھا۔ اسکو قسم اور تزویرسے اس نے ہاتھ تلے لاکر عدم خانہ کو رخصت کیا۔ سلیمان کررانی اڈیسہ و بنگالہ و بہار کا مستقل فرمانروا کیا۔ اس نے یہ عمل منافقانہ جاری رکھا کہ ہمیشہ عرائض اور پیشکش بادشاہ پاس بھیجتا تھا اس سبب سے اسکے نفاق دلی کا پردہ فاش نہیں ہوتا تھا۔ وہ ۹۸۰ھ میں مرگیا۔ اوسوقت بادشاہ خود مہم گجرات میں مصروف تھا منعم خانخاناں کو حکم بھیجا کہ وہ بہار و بنگالہ و اڈیسہ کو تسخیر کرے۔ سلیمان کا بڑا بیٹا بایزید باپ کا جانشین ہوا۔ اس کی بیخردی کا ضمیمہ زیادہ سری ہوئی اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ باپ مغرور سرکشوں کو اپنی مدارا سے مطیع رکھتا تھا۔ اس نے اُسے چھوڑ دیا۔ خود رائی سے تنگ گیری اور کینہ کشی اختیار کی اور اپنے باپ کے اعیان کا ذلیل کرنا اپنا پیشہ بنایا۔ عماد اس کے چچازاد بھائی کا بیٹا ہانسوی تھا وہ اس کا داماد بھی تھا۔ اور یک جہتی اور دوستی بھی اسکے ساتھ رکھتا تھا۔ اس کی بدسلوکی سے رنجیدہ ہوا۔ اس حدود کے فتنہ جویوں نے اس کو ملک کی طمع دلائی اور اسکو سمجھایا کہ بایزید کو ٹھکانے لگائے۔ اس بدبخت نے ان سب نسبتوں کو جو اس کے ساتھ تھیں چھپر پر رکھا اور بایزید کو مار ڈالا۔ یہ شہنشاہ اکبر کی اقبالمندی تھی کہ یہ کام وہ ہوا کہ اس کے اولیا دولت ہزار رنگ پو کرتے تو نہ ہوتا۔ لودی اس ملک کا نفس ناطقہ تھا اس نے اس دیار کے اعیان سے اتفاق کرکے سلیمان کے چھوٹے بیٹے کو بادشاہ بنایا اور ہانسوی کو قید کرکے قتل کیا۔ گوجر خاں کررانی نے جو اس ملک کی شمشیر تھا برخلاف لودی کی رائے کے بایزید کے بیٹے کو صوبہ بہار میں فرمانروا بنایا۔ بنگالہ سے لودی بہت سا لشکر لے کر بہار کے قصد سے چلا۔ اور منعم خان خاناں کی بے توجہی اور لودی کے فسون و فسانہ نے گوجر خاں کو مطیع بنایا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب سلیمان کے مرنے کی شہرت ہوئی تو منعم خان خاناں چنارگڈھ سے صوبہ بہار کی طرف متوجہ ہوا اس نے تنگری قلی و فرخ بر خلیق و پایندہ محمد تغلق سگ کش اور ایک جماعت کو حاجی پور بھیجا اور طالبی اور مرزا علی اور ندیم بیگ کو

حال افغانوں کا اور بنگالہ و بہار میں فتح ہونا مغلوں کا سنہ ۹۸۲ھ

ظن غالب یہ ہے کہ منعم خاں و مظفر خاں اس معاملہ پر راضی نہ ہوں۔ پادشاہ نے جب یہ باتیں مظفر خاں سے کہیں۔ اس نے خود آرائی اور معاملہ شناسی سے اس آئین کے رواج میں تساہل کیا اس لئے اکبر پادشاہ کی نظرِ عاطفت سے گر گیا۔ اب اکبر کا دوسرا بڑا کام یہ تھا کہ اس نے بنگالہ و بہار کو فتح کیا۔

جب مبارز خاں عرف شاہ عدلی فرمانروائی اور پادشاہی کا مدعی تھا تو تاج خاں کررانی اپنے بھائیوں سمیت بہار میں آیا۔ محمد خاں حاکم بنگالہ کے عہد میں شورش برپا کرتا رہا اور بہادر شاہ کے زمانہ میں گریز و نفاق کو رواج دیتا رہا۔ جب بہادر شاہ اپنی موت مر گیا۔ اور اسکے بھائی جلال الدین نے بہار و بنگال کی ریاست کا دعوی کیا تو ان دونوں بھائیوں تاج خاں و جلال الدین میں کبھی مخالفت سے کبھی موافقت سے بسر ہوتی تھی۔ بہت سے واقعات کے بعد جلال خاں مر گیا۔ اور تاج خاں ریاست بنگالہ اور بہار کا مالک ہو گیا اور یہ بھی تھوڑے دنوں میں ملک عدم کو روانہ ہوا۔ اس کا چھوٹا بھائی سلیمان کررانی بنگالہ و بہار اور اُس کے حدود پر مستقل حاکم ہوا۔ خان زمان سے دوستی پیدا کر کے اپنے تئیں مستقل کر لیا۔ بے سرے افغان سب اس کے گرد جمع ہو گئے اس نے خزانے اور ہاتھی بہت سے جمع کئے۔ جب خان زماں اپنی بد افعالی کی سزا میں گرفتار ہوا اور شہنشاہ اکبر نے منعم خاں خان خاناں کو جونپور اور اس کے نواح کی حکومت حوالہ کی جس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ زمانیہ جس کو خان زمان نے آباد کیا تھا اُس میں خان زمان کی طرف سے اسد اللہ خاں حاکم تھا۔ جب خان زمان مر گیا تو اسد اللہ خاں نے سلیمان پاس آدمی بھیجکر ایک حاکم طلب کیا کہ زمانیہ اس کو سپرد کر کے نمک حرام بنے۔ مگر خان خانان کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے آدمی بھیجکر اسد اللہ خاں کو سمجھایا وہ نصیحت پذیر ہوا اور خان خاناں کے گماشتہ قاسم مشکی کو زمانیہ سپرد کر کے خود خان خاناں پاس چلا آیا۔ افغانوں کا لشکر جو زمانیہ کے خیال سے آیا تھا وہ بے بہرہ پھر گیا۔ لودی کہ عقل و تدبیر میں افغانوں کے اندر ممتاز تھا وہ سون ندی کے کنارہ پر سلیمان شاہ کا وکیل مطلق تھا اس نے

حالات سلیمان حاکم بنگالہ کا شہنشاہ اکبر کا خطبہ پڑھوانا سنہ ۹۸۰

یہ دیکھکر کہ خانخاناں صلاح جو اور مصالحہ طلب ہے اس سے دوستی پیدا کرلی اور اس طرح افواج شاہی کے صدمات سے اپنے ملک کو امین کرلیا۔ اسکے اور منعم خاں کے درمیان تحفۂ ہدایا و رسل و رسائل بھیجے جاتے تھے جس سے رابطہ رسمی کو ہر ایک طرح کا استحکام ہوتا تھا۔ جسوقت کہ پادشاہ قلعہ چتوڑ کی فتح کو روانہ ہوا تو راجہ اڈیسہ اور ابراہیم کے استیصال کے درپے سلیمان تھا منعم خانخاناں سے اسکو اطمینان نہ تھا اسلئے وہ لودی کے وسیلہ سے سلسلہ یکجہتی کا محرک ہوا کہ اس سے خاطر جمع ہو۔ دوستانہ خط و کتابت کے بعد یہ امر قرار پایا کہ منعم خانخاناں اسکی ملاقات کو آئے۔ خانخاناں یہ سوچا کہ سلیمان سے ملنے سے ظاہری انتظام ہو جاویگا اگرچہ دوربین خیر خواہ اس اندیشہ ناصواب کے مانع ہوئے۔ مگر وہ سو چنے چنے امیر ہمراہ لیکر پٹنہ چلا۔ راہ ہی میں لودی نے آنکر تعظیم و احترام کی رسم کو ادا کیا۔ بعد ازاں سلیمان کا بڑا بیٹا بایزید آیا۔ جب پٹنہ پانچ چھ کوس رہا تو سلیمان استقبال کو آیا۔ اول خانخاناں نے سلیمان کو اپنی منزل میں بلاکر جشن کیا۔ دوسرے روز سلیمان نے خانخاناں کی مہمانی کی اور منبر پر شہنشاہ اکبر کے نام کا خطبہ پڑہوایا اور سکہ چلایا اور لائق پیشکش دیں۔ اس کے اعیان میں سے ایک جماعت نے شورش انگیز ہو کر یہ چاہا کہ منعم خاں کو گرفتار کرلیجے لیکن لودی نے سمجھایا کہ اس شہنشاہ کے خانخاناں کو گرفتار کرنے سے کیا فائدہ اٹھاؤگے۔ جو ہر مسکین کو تربیت کرکے خانخاناں بنا سکتا ہے۔ سوا اس کے ابراہیم شاہ ہمارا مخالف کمین میں بیٹھا ہوا ہے سلیمان نے تو لودی کا کہا مان لیا۔ مگر اور افغان غل مچاتے رہے۔ منعم خاں یہ خبر سنکر بلطائف الحیل اپنے لشکر سے جدا ہوا۔ اور لودی کی صلاح سے جریدہ چلا۔ بہت دور جا چکا تھا کہ افغانوں کو خبر ہوئی۔ مگر اب وہ کیا کرسکتے تھے ناچار ملائمت اختیار کرنی پڑی۔ بایزید لودی جریدہ خانخاناں کے روبرو آئے۔ اعزاز اور اکرام کرکے واپس گئے۔ خانخاناں گنگا سے دو تین منزل چلا تھا کہ قلعہ چتوڑ کی فتح کی خبر اس پاس آئی جس سے اولیاء دولت کو تقویت ہوئی۔ اور سلیمان دلجمعی کے ساتھ بنگالہ میں آیا۔ اور اپنے مہمات کے انصرام میں مشغول ہوا۔ ملک اڈیسہ کو جس میں جگناتھ کا مندر ہے اس نے فریب سے لے لیا۔ اور وہاں کے

راجہ کو بد عہدی کرکے مار ڈالا - اور ابراہیم کو نہ جسکی عقل درست تھی نہ نصیبہ بلند تھا۔ اور گرداں ہوکر راجہ اڈیسہ پاس گیا تھا اور سروری کا اندیشہ اپنی ساتھ رکھتا تھا۔ اسکو قسم اور تزویر سے اس نے ہاتھ تلے لاکر عدم خانہ کو رخصت کیا۔ سلیمان کررانی اڈیسہ و بنگالہ و بہار کا مستقل فرمانروا کیا۔ اس نے یہ عمل منافقانہ جاری رکھا کہ ہمیشہ عرائض اور پیشکش پادشاہ پاس بھیجا تھا اس سبب سے اسکے نفاق دلی کا پردہ فاش نہیں ہوتا تھا۔ وہ ۹۸۱ھ میں مرگیا۔ اسوقت پادشاہ خود مہم گجرات میں مصروف تھا منعم خانخاناں کو حکم بھیجا کہ وہ بہار و بنگالہ و اڈیسہ کو تسخیر کرے۔ سلیمان کا بڑا بیٹا بایزید باپ کا جانشین ہوا۔ اس کی بیخردی کا ضمیمہ زیادہ سری ہوئی اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ باپ مغرور سرکشوں کو اپنی مدارا سے مطیع رکھتا تھا۔ اس نے اسے چھوڑ دیا۔ خود رائی سے تنگ گیری اور کینہ کشی اختیار کی اور اپنے باپ کے اعیان کا ذلیل کرنا اپنا پیشہ بنایا۔ ہانسوی جو اس کے چچازاد بھائی کا بیٹا تھا وہ اس کا داماد بھی تھا۔ اور یک جہتی اور دوستی بھی اسکے ساتھ رکھتا تھا۔ اس کی بدسلوکی سے رنجیدہ ہوا۔ اس حدود کے فتنہ جویوں نے اس کو ملک کی طمع دلائی اور اسکو سمجھایا کہ بایزید کو ٹھکانے لگائے۔ اس بدبخت نے ان سب نسبتوں کو جو اس کے ساتھ تھیں چھپر پر رکھا اور بایزید کو مار ڈالا۔ یہ شہنشاہ اکبر کی اقبالمندی تھی کہ یہ کام وہ ہوا کہ اس کے اولیاء دولت ہزار تگاپو کرتے تو نہ ہوتا۔ لودی اس ملک کا نفس ناطقہ تھا اس نے اس دیار کے اعیان سے اتفاق کرکے سلیمان کے چھوٹے بیٹے کو پادشاہ بنایا اور ہانسوی کو قید کرکے قتل کیا۔ گوجر خاں کررانی نے جو اس ملک کی شمشیر تھا برخلاف لودی کی رائے کے بایزید کے بیٹے کو صوبہ بہار میں فرمانروا بنایا۔ بنگالہ سے لودی بہت سا لشکر لے کر بہار کے قصد سے چلا۔ اور منعم خان خاناں کی بے توجہی اور لودی کے فسون و فسانہ نے گوجر خاں کو مطیع بنایا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب سلیمان کے مرنے کی شہرت ہوئی تو منعم خان خاناں چنار گڈہ سے صوبہ بہار کی طرف متوجہ ہوا اس نے تنگری قلی و فرخ بر خلیق و پاینده محمد تغلق سگ کش اور ایک جماعت کو حاجی پور بھیجا اور طالبی اور مرزا علی اور ندیم بیگ کو

سلیمان کا مرنا اور بنگالہ و بہار میں فتنہ و فساد کا ہونا سنہ ۹۸۱ھ

پٹنہ بھیجا۔ گوجر خاں میں ان سے لڑنے کی قوت نہ تھی۔ اس نے تحفے و ہدیے بھیج کر یک جہتی کا دم بھرا۔ اور یہ قرار دیا کہ پادشاہ کے ملازموں میں داخل ہوتا ہوں اور بنگالہ کی فتح میں شائستہ خدمات بجا لاؤں گا میری ملتمس یہ ہی کہ پادشاہ کے ملازموں کے زمرہ میں داخل کرکے گورکھپور میرے اہل عیال جاگیر میں دیا جائے اور صوبہ بہار امراء شاہی اپنی جاگیر میں لے لیں۔ یا یہ کہ سرکار حاجی پور اور بہار اس سال مجھے دیدیں کریں اس کا حاصل نقد سرکار اعلیٰ میں داخل کروں۔ اور دوسرے سال مجھے بنگالہ میں جاگیر دیدیں۔ منعم خانخاناں نے اس کی درخواست قبول کی اور یہ ارادہ کیا کہ گورکھپور اس کو دیدے۔ اس اثناء میں لودی کہ اس دیار کی روباہ تھی حقیقت حال سے واقف ہوکر ہاشم خاں سے کہ ہمیشہ دورنگی رکھتا تھا۔ اتفاق کرکے اس مہم کو اس نے درہم وبرہم کردیا۔ گوجر خاں جب خانخاناں سے مایوس ہوا تو وہ لودی سے جاکر ملا۔ لودی کو یقین تھا کہ افغان خراب ہونگے باوجودیکہ وہ داؤد سے مخالفت رکھتا تھا۔ اس نے خانخاناں کے ساتھ صلح کا ڈول ڈالا۔ انکو التفات اور آشنائی قدیم کو یاد دلایا۔ جو سلیمان کے ساتھ خانخاناں رکھتا تھا۔ اور یہ قرارداد ہوا کہ دو لاکھ روپیہ نقد اور ایک لاکھ روپیہ کا قماش پیشکش لیکر افواج پادشاہی ابھی چلی جائے۔ منعم خاں نے پیشکش لیکر مراجعت کی۔

ان دنوں میں خبر آئی کہ گورکھپور کو یوسف محمد نے لیا اور فساد مچایا۔ اس سرگزشت کی شرح یہ ہے کہ یوسف محمد پسر سلیمان اوزبک کو منعم خاں پادشاہ پاس لے گیا تھا۔ پادشاہ نے نصیحت پذیری اور اصلاح مندی کے واسطے دار الخلافہ آگرہ میں مقید کیا تھا جب پادشاہ نے مہم گجرات کے لئے سفر کیا تو بندی خانہ آگرہ سے کسی طرح نکل بھاگا اور آدمیوں کو جمع کرکے گورکھپور کو پاینده محمد سگ کش سے لے لیا۔ جب خان خاناں کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے اس فتنہ کے دور کرنے کے لئے خان محمد بہسودی اور پاینده محمد سگ کش اور تنگری قلی کو بھیجا اور خود بھی قصبہ محمد آباد سے محمد قلی خاں برلاس اور مجنوں خاں قاقشال اور اور امیروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں مجنوں خاں

قاقشال سب قاقشالوں کو ہمراہ لیکر خانخاناں کے لشکر سے بھاگ گیا۔ اسکے بھاگنے کا سبب یہ تھا کہ یاروں نے جھوٹی خبر اُڑادی تھی کہ مسم گجرات میں باباخاں جباری خاں وغیرہ شہباز خاں کو مار کر مرزاؤں کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اس سبب سے مجنوں خاں قاقشال کی گرفتاری کا حکم بادشاہ نے بھیجا ہے۔ منعم خاں نے ہرچند اسکو تسلی دی مگر اس نے نہ مانا جب اُس پاس باباخاں جباری خاں کے خط آئے جن میں عنایات شاہی کا بیان لکھا ہوا تھا تو اُس کی خاطر جمع ہوئی۔ منعم خاں گورکھپور کو فتح کرکے واپس آیا تو مجنوں خاں اس کے لشکر میں خجل ہوکر آیا۔ خانخاناں نے اسکی دلجوئی کی۔ اس اثنا میں داؤد لشکر گراں لیکر جونپور پر متوجہ ہوا۔ اپنے سے آگے لودی کو منتخب لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے زمانیہ پر قبضہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکو ویران کیا محمد قاسم خاں مہردار امان لیکر نکل آیا۔ خانخاناں نے بھی سزاول بھیجکر امرا کو چاروں طرف سے جمع کیا۔ محمد قلی خاں برلاس مجنوں خاں قیا خاں و راجہ گجپتی اور ایک جمع کثیر کو آگے روانہ کیا اور خود آہستہ آہستہ چلا۔ خانخاناں نے لسان الغیب میں فال دیکھی تو یہ شعر نکلا ؎

اے پادشہ خوباں داد از غم تنہائی — دل بے تو بجان آمد وقت است کہ باز آئی

اس غزل کو اپنے عریضہ میں ملفوف کرکے درگاہ والا میں بھیجا۔ لودی نے زمانیہ کو سے کر پانچ چھ ہزار سپاہ بسرداری یوسف محمد گنگا پار بھیجے۔ یہ یوسف محمد گورکھپور سے بھاگ کر افغانوں سے مل گیا تھا۔ مرزا حسین خاں و راجہ گجپتی وغیرہ ملازمان شاہی اس لشکر سے لڑے اور اس کو شکست دی اور بہت آدمی مارے۔ اس کے بعد محمد قلی خاں برلاس اور امرا بھی آگئے لودی نے سیاہ آب (کالی ندی) اور آب گنگ کے درمیان قلعہ بنایا اور بھاری لشکر لیکر اُس میں ہو بیٹھا ہر روز اس کے اور پادشاہی لشکروں میں لڑائی ہوتی۔ اگرچہ پادشاہی لشکر دل نہاد ہوکر لڑتا مگر غنیم پاس لشکر و فیل و توپخانہ بہت تھا۔ پادشاہ سورت کے قلعہ کی فتح میں مصروف تھا اس لئے منعم خاں صلح چاہتا تھا۔ لودی اس کو قبول نہیں کرتا تھا۔ امراء شاہی کا عجیب حال تھا۔ نہ رائے جنگ کردن نہ روئے برگشتن کہ ناگاہ یہ واقعہ پیش آیا کہ داؤد شاہ بنگالہ سے مونگیر میں آیا۔ یہاں یوسف خاں کو مار ڈالا۔ وہ اس کے چچازاد بھائی تاج خاں کا بیٹا

لودی اور داؤد اور خانخاناں و جرخاں کے معاملات

تھا۔ اسکی طرف سے اسکو یہ اندیشہ تھا کہ لودی اسکو بلند پایہ کریگا۔ لودی تاج خاں کا نوکر تھا اور اپنی بیٹی کو اس لڑکے کے ساتھ نامزد کر چکا تھا۔ داؤد سے لودی کے بد اندیشوں نے جو کچھ کہا اسکو سچ جانا جب لودی کو یہ خبر ہوئی تو وہ داؤد سے برگشتہ ہو گیا۔ اور منعم خاں سے بڑی نیازمندی کے ساتھ مصالحت کا طالب ہوا۔ اور لائق پیشکش درگاہ والا میں بھیجیں۔ داؤد نے جب لودی کے برگشتہ ہونے کی اور اس کے آنے کی خبر سنی تو سراسیمہ ہو کر گڈھی کو مضبوط کیا۔ اور سپاہیوں میں باپ کا خزانہ تقسیم کیا لودی۔ جلال خاں سدہوری اور کالا پہاڑ راجو پھر گئے۔ جب اسکی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ ناگریز لودی جو داؤد کے قصد سے جاتا تھا وہ قلعہ رہتاس میں متحصن ہوا۔ منعم خاں سے استمداد چاہی۔ صریح لکھا کہ میں درگاہ والا کا ملازم ہوں اور جلد آپ سے ملونگا اور آپ کے وسیلہ سے پادشاہ کی پائے بوسی سے مشرف ہونگا۔ منعم خاں نے ہاشم خاں و تنگری قلی وغیرہ کو کمک کے لئے بھیجا۔ پادشاہ کی آمد کا ترصد تھا۔ پادشاہ جب گجرات کی مہمات سے فارغ ہو کر دار الخلافہ میں آیا تو وہ ممالک شرقیہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا کہ مغرور گردن کشوں کو ان حدود سے نکالے۔ نوارہ کا عملہ اور انتظام پرمانند خویش راجہ ٹوڈرمل سے متعلق تھا۔ اس نوارہ میں جنگی کشتیاں ہوتی تھیں۔ جن میں توپ خانہ ہوتا تھا۔ پرمانند اور لشکر خاں میر بخشی کو نوارہ کے ساتھ روانہ کیا۔ اور ان حدود کے امرا کبار اور جاگیرداروں کے نام حکم بھیجا کہ یکجہتی اور اتفاق کو اپنا رویہ بناکر منعم خاں خان خاناں کی صلاح سے باہر نہ جانا۔ اگرچہ بادشاہ نے بہت سا لشکر ان مہمات کے لئے نامزد کیا۔ مگر سب آدمیوں کی یہ حالت نہیں ہوئی کہ مراسم خدمت کو غائبانہ حاضرانہ کی برابر بجالائیں۔ اکثر ضعیف اعتقاد اور سوداگر طبیعت ہوتے ہیں کہ خدمت بے بہا اور تردد بے مجرا کو اکارت جانتے ہیں۔ اور منفعت نقد پر مرتے ہیں۔ راجہ ٹوڈرمل کو کہ امانت و دیانت و عنایت و محرمیت میں امتیاز رکھتا تھا پادشاہ نے مقرر کیا کہ وہ آدمیوں کے حاضر کرنے میں اور لشکر کی شان دیکھنے میں اہتمام کرے زر بندہ گروہ اس کو جاسوس خدمت سمجھ کر کاہلی اور فتنہ اندوزی کی طرف مائل نہ ہوں

بندگان اخلاص منید کے شعار کے موافق وہ خدمت آرا ہوں اور ہماری غیبت میں چستی وچالاکی ایسی کریں جیسی ہماری حاضری میں۔ منعم خانخاناں تربینی کے کنارہ پر جہاں گنگا جمنا و سرسوتی ملتے ہیں پہنچا تھا کہ راجہ ٹوڈرمل آنکر اس سے ملگیا۔ ان پاس تھوڑے عرصہ میں لشکر گراں جمع ہوگیا۔ لشکر شاہی کی ترتیب اس طرح ہوئی کہ قول سپاہ منعم خانخاناں کی شمشیر و تدبیر سے استحکام پایا اور جرانغار کا ناظم محمد قلی خاں برلاس مقرر ہوا۔ ہراول میں خاں عالم کار طلب ہوا۔ کچھ لشکر شاہی دریا سے پار گیا تو وہ انبوہ افغانوں کا بھاگ گیا جو اس قلعہ میں تھا کہ افغانوں نے ابھی بنایا تھا۔ اسی اثنا میں تنگری قلی خاں کی تحریر آئی کہ داؤد خاں سے لودی مل گیا اور ہم کو رخصت کیا۔ اور اب وہ بر سر پرخاش ہے۔ قتلو خاں و گوجر خاں کے موں میں لودی آگیا۔ داؤد نے اسکو پیغام دیا کہ تو بجائے سلیمان کے ہے۔ اگر اس خاندان کی محبت کے سبب سے تو مجھ سے خفا ہوگیا ہے۔ حق دولت تو نے ادا کیا اور میں اس سے ناخوش نہیں ہوا۔ اور تجھ ہی سے جمیع امور میں مجھے استظہار ہے۔ اس وقت سے کہ لشکر والا شکوہ سر پر آیا ہے۔ تو ہمیشہ خیر اندیش رہا ہے۔ عزیمت پیکار کے لئے چست کر۔ لشکر و خزانہ و توپ خانہ تیرے ہمراہ کرتا ہوں غرض گوجر خاں کے وسیلہ سے داؤد خاں اور لودی میں صلح ہوگئی۔ اور داؤد نے لودی کو اپنے سے پہلے لڑنے کو بھیجا۔ لودی نے لشکر شاہی کے روبرو قلعہ بنایا اور جنگ و ستیزہ سے پیش آیا دریائے سون کے کنارہ پر لڑائیاں کشتیوں پر ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ لعل خاں نے تیز دستی کر کے مخالفوں کی چودہ کشتیاں چھین لیں۔ اس میں لعل خاں کا بیٹا جان دینے سے سرخرو ہوا۔ دشمن بہت ہلاک ہوئے۔ اسی زمانہ میں لودی کا مارا جانا مشہور ہوا۔

اس قضیہ کی حقیقت اکبر نامہ میں یہ لکھی ہے کہ لودی مطمئن خاطر ہو کر ہنگامہ نبرد کو گرم رکھتا تھا کہ داؤد اس کے بعد یہاں آیا۔ جلال خاں کدھوریہ کے گھر میں اترا اور آدمی بھیجا کہ لودی اور اسکی وکیل کالو اور بھول کو بلا لائے۔ ان سے بعض باتوں کا مشورہ کرنا ہے۔ لودی دلجمعی کے ساتھ بھول کے ساتھ آیا۔ کالو ساتھ نہ آیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کام میں خیر نہیں معلوم ہوتی۔ داؤد اول لودی کے لوازم تعظیم بجا لایا۔ اور پھر خود چلا گیا۔ قتلو اور ایک اور جماعت آئی لودی کو

گرفتار کرنے لگے کہ اسکے ملازم نے قتلو کے ایک تلوار ماری مگر لوگوں نے اس نوکر کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ لودی کو مقید کرلیا۔ افغانوں میں ایک شورش برپا ہوئی سب اعیان نے اسکے مارنے پر اتفاق کیا۔ داؤد نے اس سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ لودی نے کہا کہ میری عرض و ناموس میں دست درازی نہ کرنی چاہیئے۔ کوتہ اندیشونکے اغوا سے اس بلا میں پڑا ہوں صلاح حال یہی ہے کہ خلوت کدہ عدم میں آرام کروں۔ ان احمقوں نے اسکو اور بھول کو نہانخانہ عدم میں بھیجدیا۔ یہ بھی شہنشاہ اکبر کی اقبالمندی تھی کہ لودی افغان جسکو ہزار تدبیر سے دور کرنا دشوار تھا وہ مخالفوں کے ہاتھ سے دُنیا سے اُٹھگیا۔ اسمٰعیل پسر لودی کو کہ بہت ہی چھوٹا تھا منعم خاں پاس لائے۔

طبقات اکبری میں اس واقعہ کو یوں تحریر کیا ہے کہ لودی نے ....

جلال خاں کروری کو بھیجکر داؤد سے صلح کرلی۔ مگر داؤد ایک لونڈا اوباش تھا۔ اور سلطنت کے کاموں سے محض ناآشنا۔ اِدھر قتلو خاں نے جس پاس مدّتوں سے ولایت جگناتھ تھی بہکایا۔ اِدھر سریدھر بنگالی نے اُسکو اُکسایا۔ خود وہ عقل کا پورا ہی تھا۔ لودی کو کہ امیر الامرا اور مدار الملک تھا گرفتار کرکے مقید کرلیا اور سریدھر بنگالی کو حوالہ کیا۔ لودی نے بندی خانہ میں قتلو اور سری دھر کو بلایا اور انکی زبانی داؤد کو پیغام بھیجا کہ اگر تو اپنے ملک کی اصلاح میرے مارنے میں سمجھتا ہی تو مار ڈال۔ اگرچہ میری مارنیکے بعد تو بہت پشیمان ہوگا۔ تجھے ہمیشہ خیرخواہانہ نصیحت کرتا رہتا ہوں۔ اب بھی یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مجھے مار کر تو بے تحاشا مغلوں سے لڑے تجھے فتح ہوگی ؎ ہرگزشت پیشین رابدل میست ۔ اور اگر تو یہ کام نہیں کریگا تو مغل تجھپر چڑھ آئینگے اور تو انکو نہ ہٹا سکیگا۔ مغلوں کی مصالحت پر مت بھولنا وہ اپنے وقت پر کبھی نہیں چھوڑتے ہیں افغانوں کا ادبار آچکا تھا۔ خدا انکا زوال چاہتا تھا۔ اور شہنشاہ کے عدل و انصاف کا آفتاب متمردوں پر چمکانا منظور الٰہی تھا۔ داؤد نے یہ قرار دیا کہ لودی کو مار ڈالنا چاہیئے کہ میری حکومت بالاستقلال خاطر جمعی کے ساتھ ہو۔ لودی سے قتلو و سری دھر عداوت رکھتے تھے جانتے تھے کہ اگر لودی زندہ نہ رہیگا تو ان کو وکالت اور وزارت ملجائیگی۔ انکو یہ موقع خوب ملا جے غرضیکہ

بناوٹ سے داؤد سے اُنہوں نے لودی کے قتل کے مقدمات خوب گھڑے۔ داؤد بے بادۂ ارغوانی میں مست اور جوانی میں مغرور تھا۔ اس نے لودی کو قتل کروا دیا۔ ہاتھیوں اور خزانوں اور سب چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ وہ حماقت اور نادانی سے بیہوش تھا۔ دفع غنیم کی طرف اصلا متوجہ نہ ہوا اور اس صلح ناتمام پر کہ لودی نے کی تھی اعتماد کر کے کچھ پروانہ کی۔ لودی اپنے حسن تدبیر و اصابت رائے و جدت فہم سے ملکت بنگالہ کو آشوب سے بچاتا تھا اسکے قتل کرنیکا داؤد کو دلی افسوس تھا۔ باوجودیکہ اس پاس اتنا لشکر اور سامان جنگ تھا۔ مگر بغیر اس کے کہ شمشیر میان سے نکالے۔ یا تیر کمان میں لگائے۔ پٹنہ میں آن کر متحصن ہوا۔ اور اس کی مرمت کر کے مورچے جمائے۔ خانخانان ان حالات کو سُنکر خوش ہوا اور دریا سون سے شائستہ آئین سے پار اُترا۔ مراسم احتیاط کے برتنے سے آسان کام مشکل ہو گیا۔ افغانوں کا لشکر ایسا متفرق ہو گیا تھا کہ اگر لشکر بادشاہی ہمت کر کے تیز دستی کرتا تو آسانی سے کام انجام پاتا۔ چابکی وچستی کی جگہ تاخیر کی۔ لشکر تمام زرہ و بکتر پہن کر سوار ہوتا۔ راجہ تو ڈرمل آگے جاتا۔ لشکر کے اُترنے کی جگہ تجویز کرتا اور اس زمین کو آدمیوں میں تقسیم کرتا۔ وہ جلدی سے قلعہ بنا لیتے۔ گہری خندق کھودتے۔ غرض پٹنہ تک بھی حزم احتیاط جاری رہیں افواج شاہی نے یہاں آنکر مورچلوں کو قسمت کیا اور محاصرہ کر لیا۔

برسات شروع ہونے کو تھی کہ منعم خان خانان کی متواتر عرضیاں بادشاہ پاس آئیں کہ حصار پٹنہ کے محاصرہ پر مدت گذر گئی ہے۔ قلعہ کے ایک جانب دریا ہے۔ قلعہ کے اندر آذوق خوب پہنچتا رہتا ہے اسکے پاس سامان قلعہ داری دلخواہ ہے۔ لشکر و توپ خانہ خزانہ اور ہاتھی بہت ہیں۔ ابر و باراں کے موسم کے آنے نے اور آب و باد کی طوفان خیزی نے لشکر شاہی کو متزلزل اور مضطرب کر رکھا ہے۔ اگر حضور تشریف لائیں تو یہ مشکل آسان ہو جائے۔ اکبر علی خاں اور اسکے بیٹے نے بہادرانہ لڑ کر جان دی۔ عالم خان نے تیغ بہاری پر گرم روی کر کے بڑے بڑے ہاتھی اور غنائم حاصل کیے۔ حسن خان پٹنی اس زمانہ کے

نہایت شجاع اور دلیروں میں تھا۔ وہ مخالفوں کے لشکر سے جدا ہوکر بادشاہی لشکر میں آگیا تھا۔ منعم خاں نے اُسکو عواطف شاہی سے ستمال کیا۔ اور سرکار سارن اسکی جاگیر مقرر کی۔ وہ اولیاء دولت کی دلجمی اور اپنے گرمی ہنگامہ کیلئے ہمیشہ دشمنوں کے استیصال کے لئے دلنشیں باتیں کیا کرتا تھا۔ اس نے یہ دو کام بتائے۔ جن سے یہ عقد مشکل نما آسانی سے حل ہو جائیگا۔ اول دریاے بن پن (یہ دریا پٹنہ سے ۰ میل پر مشرق میں گنگا کے داہیں کنارہ پر ہے) کا بند توڑدینا چاہیے کہ اس موسم میں جو پانی ہر روز بڑھتا جاتا ہے وہ گنگا میں جا ملیگا اور نہیں تو قلعہ کی چاروں طرف پانی کھڑا ہو جائیگا جس سے محاصرین پر کام دشوار ہو جائیگا۔ دوئم تدبیر کی کارفرمائی اور تیز دستی کے زور سے حاجی پور کو غنیم کے ہاتھ سے نکال لنا چاہیئے کہ قلعہ میں آذوق اس شہر سے پہنچتا ہے۔ منعم خانخانان نے حاجی پور کی تسخیر کے لئے خان عالم کو حکم دیا مگر اسنے عذر کیا کہ میں شہنشاہ کے حکم سے ہراول میں افسر مقرر ہوا۔ اسلئے یہ معاملہ التوا میں پڑ گیا۔ مجنوں خاں بند توڑنے کیلئے مقرر ہوا اسنے راتوں رات جاکر اس کام کو بخوبی سرانجام دیا۔ سلیمان اور بابو منگلی غنیم کے امراء کبار اس رات کو خواب غفلت میں سوتے تھے شرمندگی کے مارے گھوڑا گھاٹ کو وہ چلے گئے۔

جب محاصرہ کو امتداد ہوا اور منعم خاں کی یہ عرائض آئیں تو بادشاہ نے خود یورش کا ارادہ کیا۔ اور بڑی بڑی کشتیوں کے تیار کرنے کا حکم دیا اور یہ قرار دیا کہ حضرت شہنشاہ اور شاہزادے اور بعض بیگمات اور ارباط رزم و بزم کے مقرب تو کشتیوں میں جائیں اور باقی لشکر خشکی کی راہ سے روانہ ہو۔ سب طرف لشکر بہت جلد جمع ہوگیا اسباب یورش میں کشتیاں عجیب و غریب تھیں۔ اُن میں طرح طرح کے منازل دلکشا اور مناظر فرح بخش بنائے گئے اور وہ باغ اور چمن جن کا زمین پر لگنا مشکل تھا وہ لگائے گئے ان خانہاء آبی (کشتی) کے سر پہ ایک جانور کی شکل بنائی گئی کہ جسکو دیکھکر لوگ حیران ہوتے تھے۔ ایک بڑی کشتی کارخانہ کے واسطے تھی ہر امیر کے لئے حسب مراتب

کشتی میں منزل تیار کیگئی اس لشکر کی سربراہی مرزا یوسف خاں رضوی کو سپرد ہوئی۔

ابوالفضل لکھتا ہے کہ سلطنت کرنیوالوں کا اور فرمان دہاں دادگری آئیں کا اقتضا یہ ہے کہ فرمان پذیروں کو تو قناعت اسپر کرنی چاہیے جوان پاس ہو کہ وہ ان چیزوں کی گرد آوری میں جوانکے ہاتھ میں نہیں ہیں پراگندہ دل نہ ہوں۔ اسیطرح فرمانروایان انصاف گزیں عدالت دوست کو لازم نعرت اور فرض وقت ہے کہ جن مملکتوں کو تصرف میں رکھتے ہیں اکتفا نہ کریں اور ملکوں کی تسخیر میں دل لگانے کو عبادت جانیں۔ اسیں منصف دانش پروروں نے زمانہ کی مزاج شناسی کرکے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ معمورۂ عالم نے عالی فطرتوں کی بے توجہی سے انقسام پایا ہے۔ ایک فراخ حوصلہ کاردان دادگر کو قرار ہو تو اختلاف کا غبار نہ پیدا ہو اور اہل جہان کو آسائش ہو اس سبب سے شہنشاہ اکبر اور ملکوں کے تسخیر کی فکر کرتا تھا۔ اس مضموں کا ماحصل انگریزی مورخ اسطرح بیان کرتے ہیں کہ اکبر کی یہ رائے تھی کہ جب تک ساری ہندوستان کا ایک بادشاہ نہ ہو اسمیں امن وامان نہیں رہ سکتا۔ اسی اُصول کو برٹش گورنمنٹ نے اختیار کرکے کل ہندوستان پر اپنی فرمان روائی جمائی ہے۔ اِنکے مدبروں کی بھی یہ رائے تھی کہ جب تک ہندوستان میں پیرے مونٹ پاور یعنی ایک قوت سب پر غالب نہ ہو ہندوستان میں امن وامان نہیں قائم رہ سکتا بادشاہ نے جب سامانِ یورش تیار کیا تو شہاب الدین احمد وکیل دیوان خالصہ کو آگرہ تفویض کیا۔ اور شنبہ ۹ صفر ۹۸۲ھ کو مع شاہزادوں اور بیگمات کے کشتی میں بیٹھا ؎ ساختہ از حکمت کار آگہاں ؛ خانہ گردندہ بگرد جہاں ؛ نادرۂ حکم خدائے حکیم ؛ خانہ رواں خانگیانش مقیم ؛ اہل سفر راہمہ بروے گزر ؛ ہمرہ او ساکن دادر سفر ؛ ایک کشتی میں ایک منزل میں ایک ہاتھی نامی بال سندر مع دو ہتنیوں کے سوار تھا اور ایک دوسری منزل میں فیل سمن۔ یہ عجیب تماشا تھا کہ دریا میں طرح طرح کی کشتیاں چل رہی ہیں ان کے اونچے اونچے بادبان لگے ہوئے ہیں انکے نقش ونگار و پوششیں طرفہ نگار بہار دکھا رہی ہیں۔ دریا کی موجوں کا تلاطم بھی

ہوا شدت سے چل رہی یا گھنگور گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ موسلا دھار مینھ برس رہا ہے۔ بجلی کوندتی چمکتی کڑکڑاتی ہے۔ بادل گرجتے ہیں۔ قصبہ اٹاوہ کے قریب جمنا کی طغیانی نے چند کشتیاں ڈبو دیں قصبہ کالپی میں ایک دن توقف کیا۔ ایک برہمن کو اس قصور میں کہ اسنے دختر کو زوجہ بنایا تھا پھانسی دی۔ گو بعض نے یہ صلاح دی کہ اس برہمن کو مارنا نہیں چاہیئے جس سے معلوم ہو کہ ہندوں کے مذہب میں ایسی نامعقول حرکتیں ہوتی ہیں جسکے سبب سے مسلمانوں کو انسے نفرت ہو۔ الہاباد پاس پہنچنے تک گیارہ کشتیاں غرق ہوئیں۔ نقارخانہ کو بھی آسیب پہنچا۔ مگر سب کشتیاں سلامت باہر نکل آئیں۔ جب بادشاہ چنارگڈھ میں پہنچا تو دریا کے چڑھاؤ اور ہوا کی شدت کو دیکھکر اکثر آدمیوں نے خشکی کی راہ اختیار کی۔ مگر بادشاہ بے خوف و خطر کشتی میں سوار چلا۔ بنارس میں تین روز توقف کیا۔ ہر روز کشتی سے اُتر کر بادشاہ شکار بھی کھیلتا تھا۔ جونپور میں بادشاہ تھا۔ بادشاہ نے دل لگی سے عوام کی شوریدگی خاطر کے دور کرنیکے لئے۔ میر عبدالکریم جفری سے اس یورش کی استخراج احوال کے لئے فرمایا تو اسنے علم جفر کے آئین ضوابط کے موافق مفردات حروف سے استنباط کرکے اس بیت کو ترتیب و تالیف کیا ؎ بزودی اکبر از بخت ہمایوں ؛ برد ملک از کف داؤد بیروں احمقوں نے یہ واقعہ دستاویز تسکین بنایا۔ جب بادشاہ آگرہ میں تھا تو میر جفر دان سے نے یہ حکم لگایا تھا ؎ گرچہ باشد لشکرے جرار بیحد و شمار ؛ لیک باشد فتح و نصرت در قدوم شہریار جب بادشاہ جونپور میں واپس آیا تو اس نے فال جفریہ نکالی ؎

مژدۂ فتح بناگاہ رسد	سرِ داؤد بدرگاہ رسد

کہتے ہیں یہ علم اہل بیت کا حصہ ہے اور اسکی تحصیل کے لئے چند شرائط موقوف علیہ ہیں غرض یہ بات اہل شیعہ نے گھڑ رکھی ہیں۔ جفر کی فالین بھی مثل اور فالوں کے جعلی اور اختراعی ہیں۔ جس کسیکو تھوڑی سی بھی قوت عقل ہو تو مثل انکی فالیں ایجاد کرسکتا ہے۔ علم جفر کی بابت عارف جامی کے اس قول کو یاد رکھنا چاہیئے ؎

چند حرفے نوشتہ پہلو بہم	وز عدو زیر شان نہادہ رقم

بستہ باخود تخیلے باطل	یکسر از حلیۂ خرد عاطل
مرد را وقت اہل دل رادق	چیست ایں جفر جعفر صادق
جعفر صادق از تو بیزار است	صادقاں راز کا ذباں عار است
طرفہ تر آنکہ ایں جاہ وجلال	کہ ندارند ز زمانہ مثال
بخرد گرچہ درجہاں سمرند	ایں زحارف ازاں خراں بخرند
ایں جواہر کہ فاضلاں سفتند	واں معارف کہ عارفاں گفتند
ہمہ در گوش ہوش شان باد است	طبع شان زاجتناب شان شاد است

عیسی خاں نیازی کی شکست سنہ ۹۸۲ھ

بادشاہ کی کشتیوں نے جب گذر چونسہ پر لنگر ڈالے تو اس فتح کا مژدہ اسکو پہنچا کہ افغان بسر کردگی عیسی خاں نیازی قیا خاں کے مورچل پر حملہ آور ہوا اور جنگ عظیم ہوئی عیسی خاں کارزار کرنے اور کار سر کرنے میں مشہور تھا۔ مورچل سے شاہی لشکر نکلکر لڑا۔ اور راجہ تو ڈرمل اسکی کمک کو آیا تو لشکر خان کے غلام کے ہاتھ سے عیسیٰ خاں مارا گیا اور فتح ہوئی بادشاہ اس فتح بہت خوش ہوا اور شاہزادوں کو یہ مژدہ سُنا کر انکے دل سے فکر دور کیا۔ غرض شہنشاہ ایسے پرشور موسم میں کہ ہمیشہ مینھ برستا اور سیل سیلابوں کا زور تھا۔ چہارشنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۹۸۲ھ کو پٹنہ کے قریب آیا منعم خانخانان نے اسکے آنیکی خوشی میں آتشبازی اور توپونکی دھواں دھون کی وہ دھوم دھام کی کہ مخالفوں کو خوف پیدا ہوا۔ دوسرے روز بادشاہ نے قلعہ کا معائنہ کیا حاجی پور قلعہ کے محاذی تھا اور ان دونوں شہروں کے درمیان گنگا کا دو کوس کا پاٹ تھا اور بڑے زور شور سے بہتا تھا۔ اس کی فتح کو قلعہ کے فتح ہونے کے لئے ضروری جانا۔ دوسرے روز مرزا علی علم شاہی اور شمس الدین بخاری اور راجہ گجپتی اور سپاہ کو عالم خاں کی سرکردگی میں بھیجا۔ وہ کشتیوں میں سوار ہوا۔ اور توپ خانہ ساتھ لے کر روانہ ہوئے انہیں دنوں میں داؤد کا ایلچی بادشاہ پاس آیا۔ خانخانان نے خالدین خان کو داؤد پاس بھیجکر یہ نصیحتیں کی تھیں کہ ابھی سر رشتہ کار تیرے ہاتھ میں ہی اپنے روزنامچہ کو پڑھ

حاجی پور پر لشکر کشی

بادشاہ کے اقبال پر نظر کر۔ اپنے اوپر رحم کر۔ اور جانداروں کے خون اور آدمیونکے مال و ناموس
کی ویرانی کا سبب نہ ہو۔ دنیا کی ہستی کا بھی ایک اندازہ ہوتا ہی۔ کس لئے تو ہوش میں نہیں آتا
اور بادشاہ کے فتراک کا وابستہ نہیں ہوتا۔ داؤد خاں نے بہت تامل کرکے خالدین کے ساتھ
اپنے اعیان میں سے ایک شخص کو بھیجا اور بہت سی نیازمندی کی باتیں بنائیں کہ میں سروری اپنے
لئے نہیں چاہتا۔ لودی نے مجھے اس پندار میں ڈالا اور وہ اپنے سزای کردار کو پہنچا۔ میں اب
اطاعت شاہنشاہی کے لئے تیار ہوں۔ کچھ جگہ مجھے ملجائے۔ اسکو میں سرمایہ سعادت جانونگا۔
خردسالی اور مستی شباب کے سبب سے مجھ سے خطائیں ظہور میں آئیں۔ جب تک میں انکی تلافی خدمات شائستہ
سے نہیں کرونگا۔ آستان بوس نہیں ہو سکتا۔

بادشاہ اسکے دل کی باتوں کو خوب سمجھا اور یہ جواب دیا کہ ہم ظل اللہ ہیں۔ اندک پذیر اور بسیار بخش ہیں
اگر داؤد سچا ہے تو ہمارے پاس چلا آئے۔ سارا ادبار اُسکا ہم دور کردینگے ورنہ ان تین باتوں میں سے
ایک بات قبول کرے کہ ہزاروں آدمیوں کی جان و مال تلف نہ ہوں۔ اول ایک آدمی اپنا ہمارے
لشکر میں اور ہم اپنا ایک آدمی اسکے لشکر میں بھیجدیں کہ وہ نبردگاہ میں لشکر میں سے کسی آدمی کو نہ
جانے دے پھریں اور تو دونو آنکر جس ہتھیار سے تو کہے لڑیں۔ جو کوئی فیروزمند ہو اُسکا ملک ہو
اگر یہ تیری ہمت نہ ہو تو تو اور میں ایک ایک اپنے سردار کو لڑنے کے لئے بھیجیں کہ انمیں سے جسے
نصرت ہو اُسی کے لشکر کی ظفر سمجھی جائے اور اگر کوئی شیر مرد ایسا اُس پاس نہ ہو تو ہاتھیوں کو
انتخاب کرکے لڑائیں۔ جو غالب ہو۔ اُسی کی فتح ہو بادشاہ کی یہ باتیں سنکر اُس افغان کے ہوش
اُڑے۔ کسی بات پر راضی نہ ہوا بادشاہ پنج پہاڑی ہاتھی پر سوار ہو کر گیا۔ یہ پنج پہاڑی پانچ گنبد
اینٹ کے ٹھوس قدیمی زمانہ کے بنے ہوئی ہیں اور ایسی بلند ہیں کہ پہاڑیاں معلوم ہوتی ہیں۔ یہاں
بادشاہ پر افغانوں نے توپیں چلائیں۔ مگر وہ محفوظ رہا۔

بادشاہ شاہم خاں کے مورچل میں گیا یہاں سے حاجی پور نظر آتا تھا۔ بادشاہ کے لشکر
اور افغانونکے لشکر میں لڑائی شروع ہوئی۔ لڑائی ترازو تھی۔ بادشاہ نے چند اپنی

جنگی کشتیاں کمک کو بھیجیں۔ قلعہ نشینوں نے بھی اپنے جنگی جہاز لڑنیکو انسے بھیجے۔ لڑائی ہوئی پادشاہی لشکر نے انکو بھگا دیا۔ حاجی پور کی فتح ہونیکا حال یہ ہو کہ یہ مہم عالم خاں کی سپرد ہوئی تھی۔ وہ کشتیوں میں سوار ہو کر رودبانوں کی ہدایت سے اوپر کیطرف چلا اور رات کو اسطرح کہ غنیم کو خبر نہ ہوئی اُس نہر میں پہنچا کہ دریا رگنگ سے جُدا ہوتی ہی اور حاجی پور تک جاتی ہی قلعہ نشینوں نے بھی کشتیوں میں بیٹھکر مبارزت پر مبادرت کی۔ اول لشکروں کے درمیان کشتیوں ہی میں حرب زنی۔ بندوق بازی ہوئی۔ غالب یہ معلوم ہوتا تھا کہ افغانوں کو فتح ہو مگر بھر غراب شاہنشاہی نے جو اپنا زور ڈالا تو دشمن سامنے نہ ٹھہر سکے۔ پادشاہ کی کشتیاں چڑھاؤ پر مشکل سے جاتی تھیں اسلئے مخالفوں کا کام انجام کو نہ پہنچا سکیں۔ پھر یہ دریا نورد گنڈک نہری میں جا کر حاجی پور کی طرف مڑے۔ قلعہ کے اوپر سے اُنپر توپونکے گولے برسنے لگے تو گرد کشتیوں سے اُترکر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ فتح خاں پسر عادل خاں وابراہیم خاں اللہ دیا سروانی کوچہ بند ہو کر سرگرم پیکار ہوئے۔ فتح خاں مردآزمائی کر کے مارا گیا۔ بعض اوباشوں نے شہر میں آگ لگا کر لوٹنا شروع کیا۔ پادشاہی لشکر کو قلعہ ہاتھ آیا۔ راجہ گجپتی و مرزا علی بیگ اور سید شمس الدین بخاری اور اسکے بیٹوں نے خان عالم کی ہمسایہ میں خدمت نمایاں کیں۔

جب حاجی پور فتح ہوا اور داؤد خاں پاس پیغام شاہی جسکا اوپر مذکور ہوا پہنچا تو غفلت سے ہوش میں آیا۔ اب اسکی تدبیر میں نہ نور تھا نہ ضمیر میں فروغ۔ وہ قلعہ سے نکل کر کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ گیا۔ گوجر خاں جو اس گروہ کا میر شمشیر تھا ہاتھیوں اور سپاہیوں کو لے کر خشکی کی راہ سے بھاگا۔ اب انکے ایسے ہوش اُڑے اور اوسان گئے۔ کہ کشتی میں بیٹھنے والوں نے قلت اور کثرت پر کچھ خیال نہیں کیا۔ آدمیوں کے زیادہ بیٹھنے سے کچھ کشتیاں ڈوب گیئں۔ نشیب کو سمجھے نہ فراز کو نہ کشتی کو نہ دریا کو۔ خندق اتنے جاندار مرے کہ وہ بھر گئی۔ دریا میں بھی بہت آدمی غرق ہوئے۔ قلعہ پٹنہ یوں بے جنگ ہاتھ آگیا۔ بادشاہ قلعہ کے اندر گیا اور سپاہ کو داؤد کے تعاقب میں بطور

بطور ایلغار کے روانہ کیا۔ مگر دشمن ایسے گریز پا تھے کہ یہ لشکر اس تک نہ پہنچ سکا۔ اس فتح میں دو سو بیٹھ ہاتھی ہاتھ لگے اور بہت سی غنیمت حاصل ہوئی۔ دشمنوں کے آدمی جو دریا گنگ اور پن پن اور نہر میں ڈوبے تھے اُنکی لاشیں نکالکر ان کی کمر میں سے اشرفیوں کی ہمیانیاں پادشاہی لشکر نے نکال لیں۔ حسین خاں پسر سلطان عدلی ہاتھ آیا اُسکو خان خاناں نے قتل کرایا۔ اس فتح کی تاریخ یہ ہوئی ۶ ملک سلیمان زداؤد رفت ۹۸۲۔ اب بعض امیروں کی رائے یہ تھی کہ برسات میں بہار کے مخالفوں کو نیست و نابود کرنا چاہیے اور بعد برسات کے بنگالہ کو تسخیر کرنا چاہیے۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ ابھی بنگالہ پر لشکر کشی نہ کرنی چاہیے۔ پادشاہ نے اس دوسری رائے کو پسند کیا۔ وہ خود اس مہم پر جاتا۔ لیکن عقلمندوں کے اس قول کو جانتا تھا کہ جس خدمت کو ادنیٰ امیر سرانجام دے سکتے ہوں وہ طبقہ اوسط کو سپرد کرنی نہیں چاہیے اور جس خدمت کو طائفہ اوسط سرانجام دے سکے وہ نوئینان بزرگ کو حوالہ نہیں کرنی چاہیے اور جو کام اس گروہ والا سے صورت اتمام پائے فرزندوں اور خویشوں کو نہ دینا چاہیے اور جو مقاصد اس گروہ سے سرانجام پا سکیں اسکو خود پادشاہ کو نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے اس نے بنگالہ کی فتح کا اہتمام منعم خان خاناں کے سپرد کیا۔ اور بیس ہزار لشکر اور بہت اسباب ملک گیری کا اسکو حوالہ کیا اور آسانی کار کے لیے حدود بہار میں اسکی جاگیر مقرر کی۔ جونپور کو خالصہ بنایا۔ اسکی وزارت رضوی خان کو سپرد ہوئی۔ راجہ ٹوڈرمل کو علم و نقارہ مرحمت ہوا اور لشکر کے ساتھ بھیجا۔ غرض حسن خدمات کے جلدو میں امرا کو بزرگ منصب اور سیر حاصل جاگیریں عطا کیں خود جونپور کی طرف روانہ ہوا۔ اس شہر میں آنکر اس نے مقام کیا کہ بہار کے مفسدوں کو تنبیہ کرے۔ قاسم خاں جسکو کالو کہتے تھے اور محمود خاں اور افغانوں کی ایک جماعت نے حدود بہار میں فساد مچایا۔ میرزادہ علی خاں و شاہ غازی خاں تبریزی اور جاگیرداروں نے بہار کے تمام مفسدوں کو برباد کر دیا۔

پادشاہ نے جو سپاہ بنگالہ کی فتح کے لیے بھیجی تھی اسکی فتوحات کی

تفصیل یہ ہی کہ اس نے قصبہ سورج گڈھ کو فتح کیا۔ یہاں سے افغانوں کو بھگایا پھر قصبہ منگیر پر تصرف کیا راجہ سنگرام زمیندار گورکھپور اور پورنمل راجہ کیدھور اور اس نواح کے بہت زمینداروں نے اطاعت اختیار کی۔ خانخانان اس موسم باراں میں لشکر گراں دریا کی اور خشکی کی راہ سے اپنی کاردانی کے سبب نہایت شائستہ طریقہ سے لیگیا۔ اور فیروزمندی میں اہتمام کیا۔ بھاگلپور اور (کھیل گانو) میں افغان ٹھہرے ہوئے تھے وہ بے جنگ ہاتھ آیا جب موضع کونہ میں لشکر شاہی پہنچا تو یہاں تحقیق معلوم ہوا کہ اسماعیل خاں سلحدار جسکو داؤد نے خانخانان کا خطاب دیا تھا اسنے گڈھے کے حصن حصین کو بڑے اہتمام سے استحکام دیا ہی۔ بڑی مشکل یہ آنکر پڑی کہ پادشاہ کے لشکر گاہ سے گڈھی تک پانی ہی پانی بھرا ہوا تھا لشکر کا گذر نہیں ہو سکتا۔ گڈھی کو دروازہ بنگالہ کہتے ہیں۔ اُسکے ایک طرف بڑے اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ جنپر پیادہ کا چڑھنا دشوار ہی۔ سوار تو کیا چڑھیگا۔ اسطرف گنگا میں بہت سے دریا ملے ہیں اور وہ بہت زور سے بہتی ہیں اس مرحلہ میں مجلس شورہ منعقد ہوئی اور یہ قرار پایا کہ یہیں اس عقدہ کی کشائش کا طلبگار ہونا چاہیئے۔ اس نواح کے زمینداروں نے بتلایا کہ ولایت تبلی راہ (بتلی یا بتلی) میں ایک پوشیدہ راہ ہے جس میں باربردار چوپایہ تو نہیں جا سکتا مگر تیز سوار جا سکتے ہیں۔ پس اس راہ سے گڈھی کی فتح کا ارادہ کیا۔ مجنون خاں قاقشال اور قیا خاں دونو الگ الگ لشکر لیکر اسطرف روانہ ہوئے یہاں دونو فوجوں کے آنے سے گڈھی میں غنیم ایسا ڈرا کہ وہ بے لڑے بھاگ گیا۔ اس طرح گڈھی جو لڑنے سے بھی کمتر ہاتھ آتی ہے بہ آسانی ہاتھ آگئی۔ گڈھی کے فتح ہونے سے داؤد بھاگا ٹانڈہ پر دریائے گنگ کے دو شقیں ہوگئی ہیں۔ ایک شعبہ ساتگام کو جاکر ملک اُڈیسہ پر منتہی ہوتا ہے اور دوسرا محمود آباد و فتح آباد و سنارگانو و چٹگانو کو جاتا ہے۔ داؤد دریا کی راہ سے ساتگام کی طرف بھاگا۔ کالا پہاڑ و سلیمان و بابو منگل گھوڑا گھاٹ کو بھاگے۔ منعم خاں ٹانڈہ میں کہ مرکز بنگالہ ہے پہنچا۔ اور راجہ ٹوڈرمل بھی یہاں آیا۔ انتظام ایسا کیا کہ سب جگہ بنگالہ میں انتظام ہوجاے۔ چاروں طرف سپاہ بھیجی۔ محمد قلی خاں برلاس کو ساتگام کی

طرف بھیجا کہ وہ داؤد کو سامان جنگ کرنے کی فرصت نہ دے۔ اور مجنوں خاں قاقشال کو گھوڑے گھاٹ کی طرف روانہ کیا کہ اسطرف کے فساد کو مٹائے اور مراد خاں کو فتح آباد و بکلہ کیطرف روانہ کیا کہ اسمیں امن قائم کرے۔ اعتماد خاں کو سارگانو میں بھیجا کہ ظالموں کے ہاتھ سے اس ملک کو چھڑائے

جنید کررانی کہ درگاہ شاہی سے فرار ہوا تھا اور داؤد کا چچازاد بھائی تھا۔ گجرات اور دکن سے مایوس ہوکر جھارکھنڈ میں فتنہ اندوزی اور شر انگیزی کی گھات میں بیٹھا۔ راجہ توڈرمل نے جاکر اس فساد کو مٹا دیا۔ قاقشال جب گھوڑا گھاٹ میں آئے تو سلیمان منگلی کہ یہاں کا جاگیردار تھا۔ اور امراء افاغنہ میں شجاعت میں ممتاز تھا جمعیت کرکے دشمن کی ممانعت و مدافعت کے لئے آیا۔ سخت محاربہ ہوا۔ مجنون خاں کو فتح ہوئی۔ سلیمان منگلی مارا گیا سب اہل و عیال اُسکے اسیر و دستگیر ہوئے۔ قاقشالوں کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ سلیمان منگلی کی لڑکی سے مجنون خاں نے اپنے بیٹے جباری کا نکاح کیا اور کل ولایت کو قاقشالوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ یہ سارا حال خانخانان کو لکھ بھیجا۔ یہ سیر آباد ملک اولیاء دولت کے تصرف میں آیا جنید جھارکھنڈ سے پہاڑوں میں جاکر چھپ گیا اور فوج شاہی پھر کر بردوان میں آئی۔

اس زمانہ میں محمود خاں پسر سکندر خاں و محمد خاں اور جنید اور خودسروں نے قصبہ سلیم پور میں شورش برپا کی۔ راجہ توڈرمل نے شائستہ فوج بھیجکر معرکہ جنگ آراستہ کیا اور اس گروہ کو پھر خاک میں ملایا پسر سکندر خاں بھاگ گیا جنید نے پہاڑوں سے نکلکر شورش برپا کی راجہ توڈرمل نے اسطرف توجہ کی جنید جھارکھنڈ سے داؤد پاس گیا تھا۔ خودسری اور زیادہ طلبی کے سبب سے اس سے صحبت نہ نبھی وہاں بغاوت کی اور نظر بہادر و ابوالقاسم نمکین اور امراء آگے لشکر سے جاتے تھے۔ وہ اس سے دور دور رہے مگر جنید نے ان پر حملہ کیا۔ راجہ توڈرمل نے لشکر شاہی کو شکست سے بچایا۔ جنید تاب مقاومت نہ لایا جھارکھنڈ کی جانب بھاگا۔ اس کا فتنہ بھی فرو ہوا۔

یار محمد ارغون قراول مو طھیر کے نزدیک آیا اور تاخت وتاراج کی اور اسباب اموال بہت تصرف میں لایا۔ اور ایار بڑے نامور ہاتھی کو اس نے لے لیا۔ ہرچند منعم خاں نے اسے طلب کیا مگر اس نے معذرت کر کے نہ بھیجا اور جھار کھنڈ کی حدود میں جا کر مال جمع کیا اور یہاں سے شہر بلگھتہ تک لوٹتا مارتا جنگل لونی و کنکر میں جہاں افغاں اپنا بنہ و بار رکھتے تھے پہنچا وہاں دست برد کر کے خوب مال مارے۔ اسکی نیت میں یہ تھا کہ جھار کھنڈ سے بھاگ کر بادشاہ پاس چلا جاؤں اور اپنا جمع کیا ہوا مال مامن میں پہنچاؤں۔ جب وہ تارہ میں آیا تو بھوپت چوہان کی رہنمائی سے جنید نے اس پر شب خون مارا اور سارا اسکا اندوختہ اور مال سوداگری اور اس قافلہ بزرگ کا اسباب لوٹ لیا۔ چوروں پر مور پڑے تو وہ لشکر شاہی میں راجہ توڈرمل پاس آیا۔

محمد قلیخاں برلاس ہوشمندانہ داؤد کی طرف مرحلہ پیما ہوا۔ جب ساتگام بیس کوس رہا تو داؤد بھاگ کر اڈیسہ میں چلا گیا لشکر شاہی بندر ساتگام میں آیا اس نواح کا انتظام کیا مسرعان راست گو نے اطلاع دی کہ سرھری کہ داؤد کا نفس ناطقہ ہے نفائس خزانہ کو چھتر میں لیے جاتا ہے۔ محمد قلیخاں نے ہرچند سرعت کی کہ اس کو لوٹے۔ مگر سود مند نہ ہوئی۔ دشمن اپنی سبک پائی سے مامن میں پہنچ گیا۔ اس لشکر کے تمام اعیان کی رائے یہ تھی کہ اپنی حدود میں آسائش سے رہیں۔ اس اثنا میں راجہ توڈرمل اس فوج سے آن ملا۔ اس نے اڈیسہ کے فتح کرنے اور داؤد کے استیصال کے لیئے لشکر کو سختی سے ہمت افزا اور اخلاص طرازانہ باتیں سمجھائیں اور اپنی دانش اور بردباری سے محمد قلی خاں برلاس کو چلنے پر آمادہ کیا۔ مگر جب قصبہ مندل پور میں لشکر آیا تو محمد قلیخاں کا آخر وقت آگیا۔ پان کھانے سے ایسی حرارت ہوئی کہ وہ بالکل سرد ہو گیا۔ کوئی اور سبب نکا نہیں معلوم ہوا ایک خواجہ سرا غلام کی بد اندیشی پر لوگوں کو گمان ہوا۔ اس سانحہ ناگزیر سے لشکر میں بے انتظامی ہو لی۔ زمانہ کے واقعہ طلبوں کا بازار گرم ہوا۔ اکثر آدمیوں نے قیا خاں کو جو خانخانان سے رنجیدہ رہتا تھا۔ سردار بنا کے یہ ارادہ کیا کہ جھار کھنڈ سے

پادشاہ پاس چلے جائیں۔ جنید کے دفعہ کرنے کو دست آویز کورنش بنائیں۔ راجہ تو ڈرمل
اپنے عقل و اخلاص کو بہت کام میں لایا مگر وہ سود مند نہ ہوا۔ خانخانان پاس آدمی
بھیج کر روپیہ منگایا۔ اور ان زربندوں کو بقدر آرامش روپیہ دیا۔ منعم خاں و شاہم خاں و
خواجہ عبداللہ اس لشکر سے آن کر لے تو کچھ انتظام ہوگیا۔ داؤد کے استیصال کے واسطے یہ لشکر
ناخوش راہ نورد ہوا۔

داؤد جو اقصائے ہندوستان میں بھاگ گیا تھا۔ جب اس نے سنا کہ پادشاہ کے لشکر میں اختلاف ہے
اور جہاں خاں نے جو اسکی دلدہی کی تو اس نے لڑنے کے ارادہ سے بغاوت کی۔ امرائے شاہی
بردوان سے نکلکر مدارن کی راہ سے کوچ بکوچ چتوہ میں آئے مگر اعیان لشکر کی پیشانی سے یہ
معلوم ہوتا تھا کہ وہ لڑنے سے دل چرلاتے ہیں۔ راجہ نے دوربینی کرکے یہ خیال کیا کہ لشکر کا
حال یہی رہا تو لڑائی کے دن کہ عقیدت اور شجاعت کی جوشش کا زمانہ ہوتا ہے۔ کام کیونکر
چلیگا۔ اسلئے اس نے خانخانان کو لکھا کہ اگر آپ اس لشکر سے ملجائینگے تو لشکر کی بددلی کم ہوجائیگی
خانخانان پاس پادشاہ کا حکم بھی آیا تھا کہ دیدہ وری اور دوربینی سے مہم کی زبونی کو آسان
نہ شمار کرنا۔ داؤد کے استیصال کی بھی ہمت کرنا تاکہ ایک ہی دفعہ میں اس ملک کے
رہنے والے اسکی شورش سے آسودہ ہوجائیں۔ پادشاہ کے حکم کے موافق
وہ چتوہ میں لشکر شاہی سے آملا۔ داؤد بہت سا لشکر لے کر ہرپور میں آیا۔ جو بنگالے
اور اڈیسہ کا برزخ ہے۔ اس نے مداخل کا استحکام کیا۔ پادشاہ کے لشکر میں بہت
سے اعیان لشکر اور عموماً سپاہی کوتہی حوصلہ و پستی فطرت و ناشناسائی کار و بداندیشی
باطن اور کاہلی سے اپنی خدمات پر دل نہاد نہیں ہوتے تھے اور جب یہ چاہتے تھے کہ صلح
ہوجائے۔ خانخانان نے کارآگاہوں کی انجمن جمع کرکے اول اقبال شاہنشاہی کا دفتر
کھول کر دلدہی اور جگر بخشی میں استادی کی اور بعد ازاں اس عقدہ مشکل نما کی کشایش
میں اور ناموس اور دولت کی پاسبانی میں سخن سرا ہوا۔ ہر ایک نے

اپنی شناسائی و مردانگی کے اندازہ اور عقیدتمندی فراخی حوصلہ کے مقدار کے موافق جواب دیا۔ بعض نے صلح کو جنگ پر مقدم رکھکر سلامت جوئی کی۔ بعض نے محاربت کو مصالحت پر ترجیح دیکر جوہر مردانگی کو دکھایا۔ بعض نے جنگ کو پسند کیا۔ مگر راہونکی صعوبت کے سبب سے تامل کیا۔ بعض نے اپنی شجاعت کے سبب سے شکل اور آسان کو یکساں سمجھکر پیکار کا شوق ظاہر کیا غرض راجہ توڈرمل کی سعی اور منعم خاں کی ثبات پائی سے لڑائی کی ٹھہری۔ مگر راہ اور تلاش کی روبرو جانے سے کام مشکل ہوتا تھا۔ الیاس خاں لنگاہ اس ملک کی راہونسے خوب واقف تھا اسنے ایک آسان رستہ بتلایا۔ اور کارطلب ملازموں نے اس رستہ کو صاف کرکے آسان گذار بنایا۔ اس راہ سے چستی وچالاکی سے لشکر ملک اڈیسہ میں آیا۔ داؤد کی ساری تدبیریں جو استحکام راہ کیلئے تھیں وہ بیکار تھیں۔ وہ پھر کر پیکار پر آمادہ ہوا اور مقام نکرد ہی میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ طرفین سے دلاوروں اور نام آوروں میں تلوار چلنے لگی۔ جمعہ ۲۰ ذی قعدہ ۹۸۲ھ کو داؤد کو شکست ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے کہ منعم خاں نے لشکر اسطرح مرتب کیا کہ قول کا انتظام خود لیا۔ لشکر خاں وہاشم خاں ومحسن خاں کو اپنا شریک بنایا۔ شجاعت خاں خان زادہ خاں سے التمش کو رونق دی (التمش ایک ترکی لفظ ہے جسکے معنے ساٹھ کے ہیں مگر اس فوج کو کہتے ہیں جو ہراول اور سپہ سالار لشکر کے درمیان ہوتی ہے) فوج ہراول خاں عالم کو اور برانغار شاہم خاں جلائر اور جرانغار اشرف خاں وراجہ ٹوڈرمل کو سپرد کی۔ سپاہ مخالف میں۔ قلب لشکر میں داؤد اور میمنہ میں سکندر برادر خاں جہاں اور میسرہ میں اسمعیل خاں اور مقدمہ میں گوجر خاں منتظم تھی خان عالم اپنی نوجوانی سے میدان جنگ میں سب سے آگے بڑھکر تلوار چلاجاتا تھا وہ اب بھی بہت آگے بڑھ گیا۔ خانخانان نے درشت گوئی کرکے اسکو واپس بلایا۔ ابھی بادشاہ کے لشکر میں انتظام نہیں ہوا تھا کہ گوجر خاں اپنے سبک پا تیز رو ہاتھیوں کو آگے اور سپاہ کو پیچھے رکھکر لڑنے آیا۔ ان ہاتھیوں کے دانتوں اور سرگروں میں درندے جانوروں کے سیاہ اور ڈراونے پوست لگادئے تھے جس سے انکی شکل عجیب ہوگئی تھی۔ بادشاہ کے ہراول کی گھوڑے

ان کے سامنے نہ ٹھہرے اور شکست ہوئی ۔ شاہم خاں کا گھوڑا تلوار کے زخم سے چراغ پا ہوا ۔ وہ زین سے زمین پر گرا ۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑا ۔ مگر ایک ہاتھی نے اُسکو زمین پر دے پٹکا اور زمین کا پیوند بنا دیا ۔ جب ناظم فوج کا یہ حال ہو تو گوجر خاں نے اسکی ساری فوج کو مار کر ہٹا دیا اور التمش پر جُھکا ۔ اسکے سردار خان زادہ محمد خاں کو ملک بقا کا مسافر بنایا ۔ اس سپاہ کو بھی اپنی جگہ سے مار کر ہٹایا ۔ قول پر متوجہ ہوا اور اُسمیں ہل چل ڈالدی منعم خانخاناں لشکر کی دلدہی کرتا تھا ۔ اسکے خود تین زخم لگے لشکر خاں اور حاجی خان سیستانی اور ہاشم بھی زخمی ہوگئے ۔ منعم خاں ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اگرچہ سر کا زخم اچھا ہو گیا مگر بینائی میں فرق آگیا ۔ گردن کے زخم نے اندمال پایا ۔ مگر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتا کندھے کے زخم سے ہاتھ سر تک نہیں پہنچ سکتا غرض گوجر خاں نے بادشاہی لشکر کا خستہ حال کیا اور اُسکو بالکل تاراج کیا ۔ اور پکار پکار کر اپنے لشکر کی دلدہی اس طرح کرنے لگا کہ میں نے منعم خاں کو زخمی کیا اب امتداد جنگ کس لئے ہے کوشش کرو اور کام ختم کرو ۔ اب اسکا لشکر لوٹ پر جُھک پڑا اور پریشان ہو گیا کہ اس اثنا میں میا خاں اور اس کا بیٹا جو بھاگ گئے تھے پھر کر مرنے پر تیار ہوئے اور خواجہ عبداللہ اور سردار آپس میں ملکر آب رفتہ را بجوی آوردند ۔ یہ لشکر شاہی لڑ رہا تھا کہ ایک تیر گوجر خاں کے ایسا لگا کہ وہ سفیر مرگ ناگہانی ہوا اسکے مرتے ہی اسکے ہمسر اور ہم بازو دل شکستہ ہو کر بھاگے منعم خاں بھی جو تین کوس بھاگ کر چلا گیا تھا اُلٹا میدان جنگ میں آنکر لڑنے لگا ۔ راجہ ٹوڈرمل اور داؤد کے لشکروں میں لڑائی ہوئی ۔ ایک شخص نے راجہ کو منعم خاں اور عالم خاں کی خبر ناخوش سنائی تو راجہ نے مستقل ہو کر یہ کہا کہ شاہنشاہی اقبال ہمارا یاور ہے ۔ اگر ایک مر گیا دوسرا زخمی ہوا تو اس سے لشکر شاہی کو کچھ گزند نہیں پہنچا اب عنقریب فتح ہوتی ہے شاہم خان بھی شکست پا کر آتا تھا اسکو سید شمس الدین نے تلخ و شیریں باتیں کہکر آمادۂ جنگ کیا ۔ غرض بادشاہ کے لشکر شکست یافتہ نے پھر ہنگامہ کارزار خوب گرم کیا ۔ اور داؤد کو بھگا دیا اسکے لشکر کو پریشان کر دیا ۔ بہت آدمیوں کا کشت و خون

تین روز تک ہوا اور خون سے صحرا لالہ زار بنا۔ رزم کی بزم میں بہت سے دلیر ایسے ست پڑے تھے کہ کبھی ہوشیار نہ ہوئے لشکر شاہی کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ خانخانان کو نا امیدی کے بعد ارجمندی حاصل ہوئی۔ اس کے زخم نصرت کے مرہم سے بھر گئے۔ اگرچہ بنگالہ پہلے بھی بادشاہ کے تصرف میں آگیا تھا مگر حقیقت میں آج کے روز سے سمجھنا چاہیئے کہ یہ وسیع ملک فتح ہوا۔ منعم خاں اسیروں کے جمع کرنے میں غصے کو کام میں لایا اور ان کو قتل کیا اور ان کے سرونکے آٹھ مینار اونچے اونچے بنائے۔ لشکر خاں نے جو لڑائی میں زخمی ہوا تھا اس کی بے پروائی سے نقاہت اُسپر غالب ہوئی اس نے قالب خالی کیا۔ یار محمد ارغون جسکا پہلے حال لکھا ہے کہ فیل ابار اسکو ہاتھ لگا تھا جسکو منعم خاں نے طلب کیا وہ اس نے نہ دیا تھا اور اپنی نیکو کاری کو خود رائی سے برباد کیا تھا اس لڑائی میں بھی اس نے بعض ملازموں سے غنائم کے چھین نے میں زیادتی کی۔ اس گروہ نے اپنی داد طلب کی۔ منعم خاں کے دل میں پہلے ہی اس سے کینہ تھا اسکو ایسا پٹوایا کہ اسکا دم نکل گیا۔ اسپر یہ ظلم ہوا۔

منعم خاں نے داؤد کے تعاقب میں شاہم خاں جلائر اور راجہ تودرمل کو بھیجا۔ جب وہ قصبہ بھدرک میں پہنچا تو اسکو معلوم ہوا کہ جب داؤد بھاگا جاتا تھا تو جہاں خان مدارا دلدہی کر کے اسکو کٹک میں لیگیا جو اس دیار میں بڑا مضبوط قلعہ ہے اس ملک کے آدمی اسکے گرد جمع ہوئے اور ان لوگونکو یہ خیال تھا کہ اگر بادشاہی لشکر ادھر آئے تو اس سے میدان رزم گرم کیجئے اور جو شکست پہلے ناگہانی ہوگئی ہی اسکا عوض لیجئے اس خبر کو سنکر لشکر شاہی میں سراسیمگی پھیلی ہر چند راجہ تودرمل نے لشکر کو تسلی و تسکین دی مگر کارگر نہ ہوئی اس لئے راجہ نے خان خانان کو لکھا کہ اگر یہ سپاہ لڑائی میں کام نہ کرے گی تو بڑی دشواری پیش آئیگی اس لئے آپ اس کام کا اہتمام اپنے ذمہ لازم جانیں۔ بے توقف یہاں تشریف لائے خانخانان کے زخم باوجودیکہ ہرے تھے مگر وہ سنگاسن میں بیٹھکر اس شہر میں آیا۔ کچھ اپنی بخشش و بخشایش سے کچھ غصہ کی نگاہ سے لشکر کو جنگ پر آمادہ کیا۔ جس سے حصار حصین میں افغانوں کو لغزش ہوئی۔ نہ سامان قلعہ داری تھا

نہ اسباب پیکار نہ جائے گریز۔ داؤد کو متواتر شکستیں ہو چکی تھیں۔ گوجر خاں اسکا وزیر مارا گیا تھا۔ اسلیئے اس نے مکرو فریب سے عجز و زاری کے ساتھ صلح کی درخواست کی فتو و شیخ نظام کو بھیجا۔ یہ فریب کار و جادو منش لشکر منصور کے سرداروں کو زر و سخن سے صلح پر لائے۔ ان کمبخت سرداروں نے داستان مصالحت کو غنیمت جانا اور اسکو اپنے مزید اعتبار کا ذریعہ جانا راجہ تو ڈرمل حقیقت کار سے آگاہ تھا اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ صلح نہ ہو مگر غرضمندوں نے اسکی ایک نہ سُنی داؤد کے پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں کا تباہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ بندوں اور نوکروں کی طرح بادشاہ کی خدمتگاری کے لئے بندہ حاضر ہے۔ مگر التماس یہ ہے کہ مملکت وسیع بنگالہ میں کچھ جگہ مجھے بھی ملجائے اوقات گذاری اپنی جماعت کے ساتھ ہو جائے میں اس پر قانع ہو کر کبھی سرکشی نہیں کرونگا۔ اُمرا نے ان شرائط کو خانخانان سے عرض کیا۔ اس نے امرا کی ملتمس کو اس شرائط سے منظور کیا کہ داؤد میرے پاس آئے اور میرے پاس اپنے عہد و پیمان کو سوگند سے موکد کرے۔ داؤد نے اس شرائط کو قبول کیا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ خانخانان نے ہاشم خاں کو بھیجکر شرائط صلح کی تنقیح کرائی۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اول داؤ بادشاہ کی نوکری تسلیم کرے اور نامور ہاتھی اور پیشکش درگاہ والا میں بھیجے اور کچھ دنوں کے بعد خدمات پسندیدہ کرکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو اور بالفعل اپنے معتمد خویشوں میں کسی کو درگاہ والا میں بھیجدے داؤد نے شرائط منظور کرلیں۔ غرہ محرم سنہ ۹۸۳ھ کو داؤد مع اپنے امرا کے خانخانان کے خیمہ میں آیا۔ اسکا استقبال اور اعزاز و احترام کیا گیا داؤد نے کمر سے تلوار کھولکر خانخانان کے آگے رکھدی۔ جسکے معنے یہ تھے کہ میں نے سپہ گری کو چھوڑا اور اپنے تئیں بادشاہ کے حوالہ کیا۔ جو بادشاہ کا دل چاہے اسکے ساتھ سلوک کرے طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ اسنے یہ کہا کہ آپ جیسے عزیزوں کو زخم پہنچتا ہے اس لئے میں سپاہ گری سے بیزار ہوں۔ خانخانان نے تلوار لیکر اپنے خواص کو

سپرد کی اور داؤد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھایا۔ دونوں نے کھانا بے تکلف ساتھ بیٹھکر کھایا۔ غرض عہد و پیمان قسم کے ساتھ ہوئے۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ بعد اسکے خانخانان نے بادشاہ کیطرف سے ایک خلعت و شمشیر و کمر مرصع اسکو پہنایا۔ داؤد نے اپنی فروتنی دکھانے کیلئے دار الخلافہ کیطرف سجدہ کیا۔ اس دیار کے نفائس امتعہ و شرائف اسباب اور نامور ہاتھی اور بہت سا خزانہ پیشکش کے طور پر دیا۔ شیخ محمد پسر بایزید کو جو اسکا بھتیجا تھا۔ بادشاہ کی خدمت کے لئے ہمراہ کیا۔ غرض اس روز خوب جشن ہوا اور جب وہ رخصت ہوا تو بعض محال اڈیسہ اسکو یتول میں دئے گئے۔ راجہ تودرمل اس صلح کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے نہ اس صلحنامہ پر دستخط کئے نہ وہ اس مجلس میں حاضر ہوا وہ فکرمند ہی رہا۔

گھوڑ گھاٹ کی سوانح سورش کا حال یہ ہی کہ جب خانخانان کٹک کو روانہ ہوا تو جلال الدین سور کی اولاد کالا پہاڑ و بابو منگلی نے زمینداروں کے ساتھ اتفاق کر کے سورش برپا کر کے قاقشالوں پر گرے قاقشال کچھ لڑے مگر ذلیل ہو کر وہاں سے نکالے گئے اور گھوڑا گھاٹ کی ولایت پر افغان متصرف ہوئے اور قاقشال کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑے کہیں انکا پانو جمنے نہ دیا وہ حوالی ٹانڈہ میں رہے خانخانان جلد غنیم کے روبرو آیا۔ دریا گنگ کے دو شعبے ہوتے ہیں۔ وہاں ایک پل باندھا اور دوسرے پل کے باندھنے کی تیاری تھی کہ غنیم کے پیر اکھڑے اور بھاگے۔ خانخانان حدود ٹانڈہ تک آیا۔ یہاں سے لشکر کو بسر کردگی مجنون خاں ولایت گھوڑا گھاٹ میں بھیجا اس نے اس ملک کو فتنہ پردازوں سے خالی کر کے لے لیا مخالف پریشان ہو کر جنگلوں میں ناپدید ہوئے۔

بادشاہ کو قلعہ رہتاس کی تسخیر منظور تھی۔ یہ قلعہ متانت میں بے نظیر تھا۔ اسکے اوپر بہت سے دہات آباد تھے وہاں زراعت ہوتی تھی۔ جس سے قلعہ کے نگہبانوں کو کافی آذوقہ ملتا تھا۔ خوشگوار چشمے اس میں جاری رہتے تھے۔ باوجودیکہ وہ پہاڑ پر تھا مگر اس میں پانی تھوڑی دور پر کاوش سے نکل آتا تھا۔ اس قلعہ کو ہیبت خاں کررانی اور اس کے بیٹے بہادر خاں استحکام دے کر خواب غفلت میں پڑے سوتے تھے کہ بادشاہ نے

اس خدمت پر فرحت خاں کو نامزد کیا اور مظفر خاں کو ہمراہ کیا اور بڑے بڑے امیر ونکو لکھا کہ اسکی کمک کریں۔ مظفر خاں نے اپنے اندوختہ سے لشکر کا سامان درست کیا۔ جونڈہ اور سہسرام کو کہ بادشاہ نے ابتک کسی کو جاگیر میں نہیں دئے تھے۔ اپنی شجاعت سے اُنپر قبضہ کیا اور اپنا سامان مہیا کیا۔ بہادر خاں لپسر ہیبت خاں قلعہ رہتاس سے نکلکر شوراف زاہوا مظفر خاں نے تیزدستی کرکے اسکے مال ومنال اور ہاتھی چھین لئے۔ اس زمانہ میں اور اُمرا قلعہ رہتاس کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ کچھ عرصہ گزرا تھا کہ بادشاہ کا فرمان مظفر خاں پاس آیا کہ اگر وہ اور ملازموں کے ساتھ اتفاق کرکے قلعہ کے تسخیر کی میعاد مقرر کرسکے تو اس کام میں مصروف ہو۔ اور اگر اسکا تعہد نہ کرسکے اور اسکی تسخیر میں زمانہ دراز لگے تو صوبہ بہار کے تمام متمردوں کی سزا میں تگاپو کرکے ہمارے پاس چلا آئے جو سرکش تجھ سے التجا کرے اُسکو بخشش و بخشایش سے سربلند کرے اور جو نہ کرے تو اسکو ایسی مالش دے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ مظفر خاں نے اس فرمان کی جواب میں عرض کیا کہ قلعہ گیری کا اسباب لشکر میں موجود نہیں ہی اس لئے میں کوئی تعہد نہیں کرسکتا۔ مناسب یہی ہے کہ اس عرصۂ دلکشا کو ناسپاسوں کے خاروخس سے پاک کروں۔ بعد ازاں وہ لشکر کو لے کر اس خدمت پر مستعد ہوا۔ بادشاہ جو لشکر چھوڑ گیا تھا اُسکو ساتھ لیا۔ محسن خاں و آفاق وعرب بہادر جو منعم خاں کی جاگیر کا اہتمام رکھتے تھے اسکے ساتھ شریک ہوئے۔ اور انہوں نے شائستہ کام کئے اور سارے صوبے میں متمردوں کو تتر بتر کردیا۔ ابراہیم پور سے آدم خاں بٹنی اور چرکان (جرکان) سے دریا خاں کاشی بے جنگ بھاگ کر جھارکھنڈے میں چلے گئے۔

جب اس ملک میں کوئی کام باقی نہیں رہا تو منعم خاں کے گماشتوں کو مظفر خاں کی اوپر بھی بر حسد ہوا۔ اسلئے بے آزرمی سے اُسے رخصت کیا اس کی جاگیر کوئی معین نہ تھی اسلئے جونڈہ اور سہسرام کو معاودت کی۔ خداداد برلاس اور خواجہ

شمس الدین نے اس کی رفاقت کی۔ اثنا رراہ میں اُسے معلوم ہوا کہ ان دونوں قصبوں پر اہلِ رہتاس نے قبضہ کرلیا ہی۔ اپنی شمشیر و تدبیر سے ان قصبوں کو دشمنوں سے چھین لیا کچھ اپنے اندوختہ سے کچھ اِدھر اُدھر لوٹ مار سے اپنا کام چلایا کہ ناگاہ بہار میں سورش برپا ہوئی اور اس ملک کے ناظموں نے مظفر خاں کو بُلایا۔ اسنے اُنکے پہلے سلوک پر نظر نہ کی وہاں دوڑ کر خدمات شائستہ بجا لایا جسکی تفصیل یہ ہی کہ خانخانان نے بنہیر میں کہ ولایت بہار اور جھارکھنڈ کے درمیان میں ہی عرب بہادر کو منتظم مقرر کیا تھا۔ حدود جھارکھنڈ سے حاجی خاں و غازی خاں دو بھائی افغانوں کو ساتھ لے کر نکلے اور قلعہ بنہیر پر قبضہ کرلیا اور اہل قلعہ کو شربت واپسین چکھایا۔ عرب بہادر بھاگ گیا اس صوبہ کے امرا جمع ہو کر سورش کے مٹانے کے درپے ہوئے۔ افغان کوہستان کی تنگناؤں میں چلے گئے اُمرا نے انکی برابر جاکر توقف کیا۔ اب نہ اُلٹے جانے کو نہ آگے بڑھنے کو مصلحت سمجھتے تھے۔ ایک دن افغانوں نے گریوہ میں راجہ بھگونت داس کے ملازم تین سو راجپوت اور انکے سوار اور جوان مرد و مردانہ وار گھس گئے یہ احمقانہ کام انکا سرسبز نہ ہوا۔ ہزیمت اُٹھائی تین بڑے سردار اور سو آدمی اس لڑائی میں کام آئے اس واقعہ سے اُمرا کے استقلال میں بھی خلل آیا۔ ناگزیر اپنے پہلے ناہموار سلوک سے شرمگیں ہو کر کاردانوں کو بھیجا اور مظفر خاں سے استمداد چاہی۔ یہ عالی ہمت لشکر کو لے کر آموجود ہوا اعیان لشکر کی عزیمتوں میں منعم خاں کی تحریر کے سبب سے فتور آگیا تھا۔ اس تحریر کا خلاصہ یہ تھا کہ جھارکھنڈ کی راہ سے جنید بہار کی طرف جاتا ہے۔ تنگری بردی بہت سے لشکر کے ساتھ اس کام کے لیئے مقرر ہوا ہے مگر جب تک کمک نہ پہنچے۔ وہ جنگ پر مبادرت نہ کرے اور محمد خاں گکھر کے مارے جانے کا اور یار محمد قراول کے لٹ جانیکا حال اسمیں لکھا ہوا تھا۔

مظفر خاں نے ثبات پائی اور دلدہی میں کوشش کرکے اس تحریر کا جواب لکھا کہ عقل دوربین کا مقتضا یہ ہے کہ جو سرگزشت گزری ہے وہ پیکار میں مزید دلیری

اور افزونی اہتمام کا سبب ہو۔ پہلے اس سے کہ ان خودسروں سے جنید ملے ان کا کام تمام کیا جاوے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ دس روز میں اس نواح میں جنید آیگا۔ مگر یہ اُمید ہی کہ ایک روز میں دشمن پراگندہ کردیئے جائینگے اس سے لشکر کی شکستہ ہمت میں توانائی آئی۔ وہ اس ملک کے راہ شناسوں سے راہ پوچھکر گریوہ میں لشکر کو مرتب کرکے لیگیا اور خواجہ شمس الدین کو سپاہ کے ساتھ دشمن کے عقب میں بھیجا۔ دشمن نے جب دیکھا کہ غنیم کی سپاہ نے آگے اور پیچھے آن کر گھیر لیا تو وہ بھاگا لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی اُمرا نے تعاقب کیا۔ دشمن نے گریوہ آرامپور میں جو جھارکھنڈ کی اعمال میں سے ہی جاکر لشکر کو مرتب کیا اور وہاں سے وہ پھرا۔ ان میں عمدہ سردار آدم خاں پٹنی پسر فتح خاں و دریا خاں کاکرا اور جلال خاں سور و حسین خاں و یوسف پٹنی و عمر خاں کاکرا اور محمود کاسو تھے مظفر خاں نے بھی میدان کارزار کو آرائش دی۔ جنگ عظیم ہوئی۔ حسین خاں و غازی خاں و جلال خاں سور ہلاک ہوئے۔ آخر کو جب افغانوں کا ہاتھ نہ چل سکا تو پاؤں سے کام لیا۔ بھاگ نکلے۔ پادشاہی فوج کو فتح ہوئی اور وہ اپنی جگہہ پر چلے گئے۔

جنید جسنے بہار کا قصد کیا تھا جب اس واقعہ کا حال سُنا تو اس نے کچھ توقف کیا پھر بہار میں جاکر سورش مچائی۔ اس دیار کے اُمرا پٹنہ میں جمع ہوئے اور مظفر خاں سے دوستانہ خط و کتابت کرکے اُس سے امداد چاہی۔ ان دنوں پادشاہ نے اس کو جاگیر میں غازی پور مرحمت کیا تھا اس سے اور بھی اس کا دل بڑھگیا تھا۔ فتنہ انگیزوں کی استیصال میں اور زیادہ کوشش کرنے لگا۔ اور پن پن کا پل باندھ کر پار گیا۔

اس اثنا میں خانخاناں کا پیغام مظفر پاس آیا کہ جنید سے لڑنے میں شتابی نہ کرے میں خود آتا ہوں۔ اُمرا نے اپنی عزیمت کو فسخ کیا۔ مظفر خاں نے داستان موعظت اور کارستان معاملت کی تفتیح تفصیل کے ساتھ کی مگر سودمند نہ ہوئی۔ یہانکے پھرجانے سے آزردہ خاطر تھا وہ ایسا کار طلب تھا کہ جنید سے تنہا لڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر

حاجی پور کی سورش برپا ہونیکا آوازہ بلند ہوا۔ اسطرف اُسکو جانا پڑا۔ یہاں اسکی طرف سے
میر محمود شوکتی انتظام ناظم تھا اسکو اور سو آدمیونکو تاجخان بنوار و فتح خاں موسی زئی و شہباز خاں
بحری و سلیمان بنوار بھائی کو پورن رائے نے مار ڈالا وہ خداداد برلاس اور عرب اور خواجہ شمس الدین
کیساتھ حاجی پور کیطرف گیا۔ تب دشمن کے سامنے سے دشوار تھا اس لئے وہ قصبہ سوانہ میں گنگا سے
اُتر گیا اور حاجی پور اُسکے سامنے درمیان دریا رگندک طغیانی پر تھا۔ ادی کرن زمیندار جنپا رن
اسکے دوستوں میں تھا۔ اسنے اپنے برادری کے آدمیوں سے کشتیاں دلوائیں اور آسان راہ
بتائی۔ مظفر خاں نے کچھ سپاہی بسرکردگی قاسم علی سیستانی اور عرب بہادر کے اس راہ
سے بھیجے۔ جب ان کے پہنچنے کی خبر آگئی تو وہ کشتیوں میں لشکر کو خود سوار کر کے غنیم کی
برابر آیا۔ افغانوں نے تیروں بندوقوں سے بہت کچھ زور مارا مگر آخر کو بھاگنا پڑا۔
حاجی پور فتح ہوا اور بہت سی غنیمت مظفر خاں کو حاصل ہوئی۔ اس کو معلوم ہوا کہ نہر
مدھ گندک کے اس طرف فتح خاں موسی زئی و جلال خاں عربی و سلیم برمیہ اور ستری
اور جسبری اور بہت سے افغانان سورش برپا کرنے کے لئے جمع ہیں۔ مظفر خاں اپنی کارطلبی
اور دور بینی کے سبب سے اس گروہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ وہ خود چند آدمیوں کو لیکر
ندی پر گذرگاہ کی تلاش میں گیا۔ اس ندی کا عرض بہت کم اور عمق بہت زیادہ تھا سامنے
دو سو سوار نظر آئے ان سے لڑنے کے لئے خواجہ شمس الدین و عرب بہادر کو اشارہ کیا وہ
گئے کہ دشمن نے کمک طلب کی مگر اس فوج کو دیکھکر اپنے لشکرگاہ میں وہ چلا گیا۔ مگر جب
کمک ان پاس گئی تو بھڑنے کے لئے آیا۔ مظفر خاں بھی اپنے لشکر سے جاملا مگر اسکی
سپاہ تھوڑی سی لڑ بھاگی اور بہت سی دریا میں غرق ہوئی۔ مظفر خاں بھی دریا کی فوج
خیزی میں جانا چاہتا کہ خواجہ شمس الدین اسکی باگ پکڑ کر کوہستان کی طرف لے گیا غرض
مظفر خاں کا حال نہایت تنگ ہوگیا پچاس آدمیونکے ساتھ دامن کوہ میں وہ پڑا تھا۔
لشکر شاہی میں مظفر خاں کے مارے جانے کی شہرت ہوگئی مگر اس کا ایک قاصد

لشکر میں جا پہنچا جسنے تردد دور کیا - خداداد برلاس و مہر علی تین سو سپاہ کے ساتھ دریا سے
پار ہو کر روبراہ ہوئے - دشمن سے لڑائی شام تک ہوئی رات کو دشمن بھاگ گیا شکست کے
بعد فتح سے لشکر شاہی میں غوغا و جوش ہوا - افغان بھاگ کر تاج خاں بنوار پاس گئے اسکی
تدبیر کے موافق فتنہ انگیز ہوئے مال اور سپاہ کی افزونی سے اور عقل کی کمی سے لڑنے
پر تیار ہوئے مظفر خاں نہایت احتیاط سے آب مدھ گندک سے پار گیا - اور اسباب
نبرد کو فراہم کرنے لگا - وہ ایسی جگہ اُترا کہ جسکے تین طرف پانی تھا اور ایک طرف دلدل
افغانوں نے اسکے لشکر کے گرد دائرہ بنایا - مگر یہ جگہ ایسی قلب تھی کہ وہ ناکام رہے جتنی
کوشش ہوتی تھی اتنی ناامیدی بڑھتی تھی اب مظفر خاں کا لشکر ایسا بڑھتا گیا کہ اس نواح
کے زمیندار اسکے طرفدار ہوتے گئے - پل بنایا خندق کھود کر ایک پناہ بنائی - اسکی آڑ میں لشکر کو مرتب کیا
پل پر سے لشکر گذرنے لگا - تو افغانوں کے لشکر نے اس پر حملہ کیا - پادشاہی پیادے
بھاگے - تو سواروں کا دل بھی چھوٹا - بھاگنے والوں کے صدموں سے پل ٹوٹا - تین سو
پیادے و سوار دریا میں ڈوبے - خواجہ شمس الدین و خداداد برلاس دشمنوں پر تیر
اندازی کرتے تھے کہ ایک تیر حسین خاں کے گھوڑے کے لگا وہی سپاہ کا سردار
تھا وہ گھوڑے سے گرا کہ افغانوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑا - پھر شیر مردوں نے پل بنایا
اور اُس سے لشکر کو اُتارا - افغان بھاگ کر تاج خاں کی قلبگاہ میں گئے مظفر خاں
نے انکا تعاقب کیا انکے قریب پہنچا - اکثر اعیان افغان خندق کی جا کو تلاش کرتے
تھے - اُن کو خبر نہ تھی کہ دشمن کا لشکر قریب آگیا ہے - ناگاہ مظفر خاں کے آدمی ان کے
سر پر پہنچے وہ بھاگے بہت سے مارے گئے - ان میں سے تاج خاں بنوار کا سر
حاجی خاں پہلوان کاٹ کر لایا - اور جمال خاں غلزئی زندہ گرفتار ہوا - اور بہت سے
اسیر شمشیر اور گرفتار کمند ہوئے - رات کی تاریکی اور درختوں کے جھنڈوں نے
لشکر شاہی کو انکے منازل پر جانے نہ دیا - مگر بہت سے بہادروں نے اس سرزمین میں

غنیمت پائی - صبح کو لشکر اپنی منازل پر آیا وہ لشکر کے آنے سے پہلے دریا پر بھاگ کر چلے گئے تھے اس دریا کو وہ اپنی پناہ سمجھتے تھے مگر اس نے انکو ہلاک کیا۔ بہت دقت سے غرقاب سے وہ نکل کر ساحل نجات پر پہنچے وہ پریشان و پراگندہ ہو گئے۔ کچھ دریا میں ڈوبے۔ کچھ اِدھر اُدھر پراگندہ ہوئے۔ انکا سارا گھر بار لٹا۔

جب اس یورش سے تسکین ہوئی تو ستری وچتری نے افغانوں سے اتفاق کر کے ولایت نگرہ (ننگرہ) پر تصرف کیا۔ اس ملک کا طول تیس کوس اور عرض بیس کوس منگیر کے محاذی ہے درمیان میں گنگا موج خیز تھی۔ مظفر خاں نے وزیر جمیل و خداداد برلاس و خواجہ شمس الدین اور بعض امرا کو انکے استیصال کے لئے بھیجا۔ لڑائی ہوئی فتح خاں کہ مخالف گروہ کے اعیان کا سردار تھا مارا گیا اور اُناسی آدمی اور مارے گئے اور اس ملک پر قبضہ شاہی ہو گیا۔ فتح ولایت نگرہ ۹۸۲ھ

منعم خاں جب مظفر خاں کی فیروزمندی دیکھی تو اس نے یہ چاہا کہ وہ یہاں پر نہ رہے بادشاہ پاس چلا جائے۔ اس پاس حکم تھا کہ جب جائے مظفر خاں کو بادشاہ پاس بھیجدے۔ اب اس نے لکھا کہ یہاں سے بادشاہ پاس چلے جاؤ۔ مگر اسوقت اس پاس بادشاہ کا یہ حکم آگیا کہ وہ ان حدود کی خدمات میں سرگرمی کرے۔ اور جب تک ہم نہ بُلائیں وہ نہ آئے۔ گو منعم خاں اسکو ہمارے پاس آنے کو کہے جیسا وہ خانخانان کی تحریر سے پژمردہ خاطر ہوا تھا۔ ایسا ہی وہ بادشاہ کے فرمان سے شادمان و شگفتہ خاطر ہوا۔ حاجی پور میں جا کر بساط انبساط بچھایا بادشاہ نے اس ملک وسیع کی حراست گنذر جوسہ سے گڈھی تک اسکی تدبیر و شجاعت کو تفویض کی اور حکم دیدیا کہ سپاہ میں سب چھوٹے بڑے اسکی صلاح پر چلیں وہ قوانین سلطنت اور احکام خلافت کا پابند ہو کر عدالت پیرا ہوا۔

داؤد کے ساتھ منعم خاں صلح کر کے گھوڑا گھاٹ دوڑا گیا اور اسطرف کے فتنہ کو فرو کر کے وہ شہر گور میں آیا۔ یہ شہر پہلے زمانہ میں

منعم خاں کا مرنا اور خانجہاں کا اپنی جگہ مقرر ہونا۔ اور داؤد کا فتنہ برپا کرنا ۹۸۳ھ

دارالملک تھا۔ اس کو افغانوں نے اسلیئے کہ اسکی آب وہوا ان کو ناموافق تھی چھوڑ کر خواص پور ٹانڈہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا تھا۔ منعم خاں نے اس نظر سے کہ گھوڑا گھاٹ خود فتنہ اندوزوں کا سرچشمہ ہی لشکر کے قریب ہوجائیگا۔ اور ان حدود کی شورش بالکل فرو ہوجائیگی اور اس دلکشا جگہ میں عمدہ قلعہ موجود ہی اور بڑی بڑی عمارات بنی کھڑی ہیں حکم دیدیا کہ تمام آدمی اور سپاہ اور رعیت خواص پور ٹانڈہ کو چھوڑ کر گور میں آباد ہوں۔ مگر اس سے وہ غافل تھا کہ تداول روزگار اور خرابی عمارات سے اس جگہ کی ہوا میں خواص سمیت آگیا ہی خصوصاً یہ سمیت اور زیادہ ہوجاتی ہی کہ برسات کا موسم ختم ہوتا ہی۔ اور بنگالہ کے اکثر حصہ پر پانی بھر جاتا ہی ہر چند حقائق شناسوں نے اس کو سمجھایا۔ مگر اُس نے عام پسند توکل اختیار کرکے شہر گور میں ایک خلق کو گور میں سلایا۔ توکل کے معنی یہ ہیں مراتب تدبیر و فروغ خرد کو کہ عالم اسباب کے بان ہیں ملحوظ کرکے اسکی کارسازی کو خدا کے حوالہ کرے۔ نہ عقل صواب اندیش واسباب ظاہر کو ترک کرے اسی سبب سے بہت سے امیر کہ جنمیں سے ہر ایک معرکہ آرائی کے لائق تھا بستر خواب پر ہم آغوش نیستی ہوئے اور عام دیہوں میں موت کا بازار گرم ہوا۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ مُردوں کے دفن کرنے سے آدمی عاجز ہوگئے اور پانی میں بہانے لگے۔ اگرچہ اس سال میں تمام دیار مشرق میں تند باد فنا چل رہی تھی۔ مگر اس شہر میں اس کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔

خانخانان اپنی بات پر ایسا اڑا کہ اس مرگ عام سے خبر نہ ہو کہ اس اثنا میں خبر مشہور ہوئی کہ جنید نے بہار میں فتنہ برپا کیا۔ اس بہانہ سے گور کے گورستان سے آدمیوں کو نجات ہوئی۔ تعجب ہی کہ اس طوفان وبا میں منعم خاں تندرست رہا۔ مگر ٹانڈہ میں جاکر رجب المرجب ۹۸۳ھ کو تھوڑی بیماری سے پیمانہ حیات اُس کا لبریز ہوا۔ اس سے لشکر کی جمعیت میں خلل عظیم واقع ہوا۔ اگرچہ اولیاء دولت نے شاہم خاں کو سردار بنایا۔ اور اعتماد خاں خواجہ سرا کو کارساز اپنا کیا مگر اعیان لشکر کی بے اتفاقی اور اکثر کی وہم گرائی اور عام مصلحت بینوں کی کوتہی حوصلہ و ارباب نفاق کی شعلہ افزونی نے کسی ایک بات پر مشورہ نہ دیا۔ خیر اندیشونکی شمع افروزی سے نور یک جہتی نہ چمکا جب داؤد نے

یہ قضیے سُنے تو اُس نے صلح کے پردہ کو اُٹھا دیا اور شکست عہد کیا۔ نظر بہادر کو جو قصبہ بھدرک میں تھا محاصرہ
کر لیا۔ عہد و پیماں کر کے اس کو مار ڈالا۔ مراد خاں جلیسر سے ہمت ہار کے بے آویزش کے ٹانڈہ میں
آیا۔ شاہ بردی اس صوبہ کے کارخانہ کشتی اور توپ خانہ کا سربراہ تھا اُس سے عیسیٰ خاں زمیندار
لڑا۔ اگرچہ شاہ بردی کو فتح ہوئی۔ مگر توہم کے وفور سے اس سرزمین کو چھوڑ کر توپ خانہ اور
نوارہ سمیت امرا سے آن ملا۔ غرض امرا پادشاہی کہ ٹانڈہ میں تھے اُن کا کوئی معتبر سردار نہ تھا
وہ اس ملک کو خالی چھوڑ کر حاجی پور میں چلے آئے۔ سپاہ کے افسر اس دیار سے ایسے دل گرفتہ
ہوئے کہ گنگا پار شہر گور میں آئے۔ اصل میں سب کی نیت میں یہ تھا۔ کہ اس طرح اپنے اندوختوں کو
اس دیار سے نکال لیں اس لیے بات اُنھوں نے یہ بنائی کہ دریا کو بیچ میں ڈالکر ہم جنگ پر دل نہاد
ہوتے ہیں اور حدود گھوڑا گھاٹ کے آدمی بھی ہم سے ملجائینگے۔ جب دریا سے عبور کیا تو قتلق قدم نے
ایک مزوّر نامہ بنا کے پادشاہ کی طرف سے یہ خبریں مشہور کیں۔ اسکو آزمنتوں اور ناموس دشمنوں نے
دست آویز بنا کر پرینہ اور ترہت کی راہ سے بہار کی طرف راہ لی۔ تعجب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کہ
آدم تاج بند جو پادشاہ کے فرامین خانخاناں اور امراء بنگالہ کے نام لے گیا تھا۔ شرارت ذاتی
سے اس شورش میں منعم خاں کے فیلخانہ اور اموال کو اپنے تصرف میں لایا۔ اور ہزاروں
ابواب اخذ و جبر کے کھول کر یہ ظاہر کیا کہ پادشاہ کے حکم والا سے حراست اموال میں کوشش
کرتا ہوں۔ مگر حقیقت میں آزمند ہو کر اپنے زعم میں اپنے گھر کو آباد کرتا۔ اور اپنے لیے اسباب
نکال ہمیشہ کے لیے سرانجام دیتا تھا خانخاناں کے اولاد کوئی نہ تھی اس لیے اس کا سارا مال
صامت و ناطق دیوان اعلیٰ کی سرکار میں ضبط ہوا اور اس کی تفصیل پادشاہ پاس بھیجی گئی۔

جب امرا کی عرضداشت ان واقعات کی پادشاہ کے سامنے پیش ہوئی تو اُس نے خانجہاں
کو جو پنجاب کا حاکم خود مختار تھا اور اب بدخشاں کو لشکر لیجانے کو تیار تھا اس کو بنگالہ کی
فتح اور اس ناحیہ کے تصفیہ کے لیے مقرر کیا اور وہ بنگالہ کو روانہ ہوا۔ راجہ ٹوڈرمل اسکے
ہمراہ گیا۔ حکم نافذ ہوا کہ بنگالہ کے کل امرا اور زمیندار خان جہان کو احکام خلافت کا کارفرما جانیں

اور انکی صلاح دید کو ہماری مرضی سمجھیں۔ اور ملک کی فتح اور آبادانی میں تگاپو کریں۔ امرائے بنگالہ صوبہ بہار میں بھاگل پور کے حوالی میں پہنچے تھے۔ کہ خان جہاں لشکر لیکر وہاں آگیا۔ یہ اہل غرض سراسیمہ ہوئے کہ نہ رائے برگشتن وہمراہی گزیدن نہ روئے تافتن و عزیمت درگاہ نمودن۔ اکثر نے شرم کے ساتھ خوب توضیح سے کہا کہ ہم کو یہ ملک ناسازگار ہے۔ اوراس دیار کی ہوا مسموم ہے۔ ہزاروں آدمیوں کی جان لے چکی ہے۔ ہم معاودت نہیں کرینگے بعض نے یہ فتنہ اُٹھایا کہ مذہب کو چھیڑا کہ خان جہاں قزلباش ہے اور ہم اس کی سرداری نہیں قبول کرینگے۔ راجہ ٹوڈرمل کی تدبیرافزائی اور خان جہاں کی فراخ حوصلگی نے سب کو خاموش کردیا۔ اور سب نے اُسکی ہمراہی کو قبول کیا۔ اسمٰعیل قلیخاں نے پیش دستی کی کہ وہ گڈھی کے فتح کرنے کو روانہ ہوا۔ داؤد نے یہاں تین ہزار آدمی معین کیے تھے۔ اور ایاز خاصہ خیل کو یہاں کا منتظم بنایا تھا۔ اس لشکر شاہی نے زندہ گرفتار کرلیا اور مارڈالا۔ داؤد کو یہ خیال نہ تھا کہ بادشاہی لشکر ایسا جلد آجائیگا اب وہ اپنی چارہ گری میں مصروف رہے آک محل کو اپنا معسکر بنایا جسکے ایک طرف دریا رحصار بنا ہوا تھا۔ اور دوسری طرف پہاڑ تھا جو کسی کو جانے نہ دیتا تھا۔ آگے دلدل تھی جس نے رستہ بند کررکھا تھا قطع نظر اس سے کہ وہ اپنا استوار تھی ولایت بنگالہ کی پیش گاہ تھی۔ چنانچہ اس مرحلہ دشوار گزار کے بیٹھنے والے جیسے حوادث سے محفوظ رہے ایسے ہی بالفعل یہ مملکت لشکر کی بے سپری سے عموماً محفوظ رہی۔ خانجہان نے دشمن کی برابر صفوف نبرد کو آمادہ کیا لیکن عوائق مکانی اور زمانی نے عرصہ مبارزت کو آراستہ نہ ہونے دیا۔ ہرطرف سے جوانمرد آنکر سرفشانی اور جانستانی کرتے جس سے انکی مردانگی ظاہر ہوتی بادشاہ پاس یہ پیغام آیا کہ اگر کوئی تازہ فوج کمک کو جلد بھیجی جائے تو بنگالہ کی فتح دلخواہ ہوجائے۔ ورنہ پھر برسات کا موسم آتا ہے جو بنگال میں طوفان مچاتا ہے۔

بادشاہ نے مظفر خاں اور تمام امراء صوبہ بہار کے نام حکم بھیجدیا کہ اس ملک کی سپاہ

تیار کر کے بنگالہ پر متوجہ ہوں - بادشاہ کو سپاہ بنگالہ کی تنگدستی اور کم آذوقی کا حال بھی معلوم ہو گیا تھا - اس لیے نقد و جنس سے کشتیاں مالامال کر کے روانہ کیں - جس سے سپاہ بنگالہ کے ضعیف دلوں کا چارہ ہوا اور دشمن کے دلوں میں خطر پیدا ہوا ....

خواجہ عبداللہ نقشبندی اپنے مورچل سے آگے بڑھ کر گئے اور دشمنوں سے لڑے شکست پائی اور اپنی جان گنوائی -

لشکر شاہی ایک محل پر آیا اور اس سے داؤد کے ساتھ ہنگامہ کارزار گرم ہوا جائے ایسی قلب تھی کہ میدان رزم آراستہ نہیں ہو سکتا تھا - یوں ہی جو انمرد اپنے جوہر مردانگی کو بازار رزم میں دکھلاتے تھے - مخالفوں کو یہ خیال تھا کہ برسات آئی ہے وہ اس لشکر شاہی کو پراگندہ کر دیگی - بادشاہی لشکر کے اعیان اکثر الوس چغتائی سے تھے - وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ مہم بزرگ خان جہاں کے اہتمام سے تمام ہو - وہ قزلباش تھا - اُن میں وہ عقیدت نہ تھی کہ اپنے صاحب کے کام کے لیے کیش اور دین کی مخالفت کا خیال نہ کر کے برآمد مراد میں کوشش کرتے - لشکر بنگالہ وبا کے پھیلنے سے اس ملک سے برداشتہ خاطر تھا - وہ یہ سعی کرتا تھا کہ یہ کام آگے نہ چلے اس میں یہ عقل نہ تھی کہ پیمانہ زندگی کے پر ہونے میں مال و مکان کو سود و زیاں میں دخل نہیں ہے بلکہ جو مدت عمر کہ علم ایزدی میں ہے اُسقدر رہوتی ہے خواہ آدمی شیروں کے جنگل میں رہے یا عشرت کدہ بزم میں - نہ اس میں یہ اخلاص تھا کہ اپنے ولی نعمت کی خدمت میں جانفشانی کر کے اپنے اوپر احسان کرنا - ظاہر میں ان کو کیفیت اور کمیت میں غنیم زیادہ معلوم ہوتا تھا - اس لیے وہ لڑنے پر دل نہیں لگاتا تھا - اور مستحکمی جا کے سبب سے بھی ہنگامہ نبرد رونق نہ پاتا تھا برسات کی شدت اور پانی کی طغیانی بھی رزم آرا نہیں ہونے دیتی تھی - اور غلہ کی کمی اور نرخ کی بیشی بھی ہمت ہراتی تھی -

خانجہاں اور راجہ ٹوڈرمل اخلاص مندی اور زمانہ کی مزاج شناسی کے سبب سے دلدہی و ہمت بخشی و جدکاری میں بڑی کوشش کرتے تھے - ہمراہیوں کی ناملائمی کو

بڑی قیمت پر خرید کر کے اپنے جوہر خدمت کو قابل تحسین بناتے تھے۔ غرض اس لشکر کی صورت کے دیتی تھی کہ اس سے کچھ کام نہ ہوگا۔ لشکر بہار کا انتظار تھا جس کو پادشاہ بنگالہ میں جانیکا حکم دے چکا تھا۔ مظفر خاں اس کو ٹال رہا تھا کہ پادشاہ کے سزاول اس پاس متواتر آئے۔ وہ لشکر تیار کر کے کاکل پور (باگل پور) میں لایا اور یہیں اقامت کا ارادہ کیا۔ اکثر بزرگان لشکر سے وہ سخن آرائی اور نکتہ گوئی کرتا کہ موسم باراں نے طوفان مچا رکھا ہی اس ملک میں جانا اور کام کا نہ بنانا دل کا توڑنا ہی۔ مناسب یہ ہی کہ جب تک برسات ختم ہو یہیں قیام کریں۔ خانجہاں امتداد مقابلہ اور اشتداد عسرت سے تنگ ہو گیا ہی معاودت کرے۔ طلوع سہیل کے شروع میں کہ ہوائیں اچھی چلتی ہونگی۔ پانی کم ہو گیا ہوگا اُس وقت یکتا دلی کے ساتھ بنگالہ کی تسخیر اور افغانوں کا استیصال مناسب ہوگا۔ اس اثنا میں محب علیخاں آیا اس نے مظفر خاں سے کہا کہ جب پادشاہ کا حکم جزم ہو کہ بنگالہ میں جا کر بیکار آرا ہو تو یہ مصلحت بینی اور تدبیر اندیشی و توقف گزینی شائستگی نہیں رکھتیں وہ عقیدت اور معاملت سے بعید ہیں۔ پادشاہی حکم کی اطاعت کر کے ایک دل یک جہت ہو کر خدمت کے لیئے جانا چاہیئے۔ اور جس کام کا طول کھچ گیا ہی اُسے سرانجام دینا چاہیے۔ یہ بات محب علیخاں نے ایسی سچی عقیدہ و اخلاص سے کہی کہ سب کے دلنشین ہو گئی۔ اُس طائفہ نے بھی جو تاخیر کے درپے تھا خواہی نہ خواہی اسے قبول کر کے ایک یہ شاخسانہ نکالا۔ کہ کارشناس آدمیوں کو بھیجکر پہلے لشکر بنگالہ سے عہد و پیمان استوار کرنے چاہئیں۔ کہ جب دو لشکر ملجائیں تو کارزار کو تاخیر میں نہ ڈالیں اور اس بزرگ کام کو انجام دیں مبادا اعیان لشکر جنگ پر دل نہاد ہو کر یہ بہانہ بنائیں کہ حضرت شہنشاہی کو آ جانے دیں۔

(پادشاہ بنگالہ کے قصد سے ۲۵ ربیع الاول ۹۸۳ھ کو فتحپور سے چل چکا تھا) جس سے موسم کی خرابی میں یہ لشکر بھی پھنس جائے۔ میر معزالملک اور وزیر جمیل کو بھیجکر خاطر جمع کی گئی پھر یہ دونوں لشکر ۲۹ تیر ماہ الٰہی ۹۸۴ھ کو مل گئے اور آپسمیں خوب عیش و طرب کی مجلس اور جشن ہوئے۔ خانجہاں اور مظفر خاں کے درمیان مشورہ ہو کر ترتیب افواج اور تسویہ صفوف

اس طرح ہوئی کہ قول کو خانجہاں آراستہ کرے۔ برانغار کو لشکر بہار رونق دے جرانغار کو
راجہ ٹوڈرمل وجباری وبابا قاقشال واعتماد خاں خواجہ سرا اور راجہ گوپال آراستہ کریں۔
ہراول میں شاہم خاں ومراد خاں وخان محمد بہسودی واسمٰعیل بیگ اوزبک ہنگامہ افروز ہوں
التمش میں اسمٰعیل قلیخاں وقیا خاں مقرر ہوئے اور غنیم کی فوج کی ترتیب یہ تھی کہ قول میں
داؤد اور دست راست میں کالا پہاڑ اور دست چپ میں جنید اور ہراول میں خانجہاں حاکم اڈیسہ
مقرر ہوئے تھے۔ اسمٰعیل افغان کو داؤد نے خانجہاں کا خطاب دیا تھا۔ پنجشنبہ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۹۸۲
کو رزمگاہ کی طرف لشکر نے رخ کیا۔ سب جگہ پانی پانی ہی تھا اور پل باندھنے کو بھی جگہ نہ تھی
مگر دامنہ کوہ میں ایک راہ لشکر کو ملگئی جس کی بڑی خوشی ہوئی۔ مگر تھوڑی دور چلکر آب عمیق سیاہ
آگے آیا۔ اب نہ روے گزشتن ونہ راے برگشتن تھی۔ سب غم کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے مگر
تھوڑی دیر میں ندی کا پانی اُتر کر پایاب ہوگیا۔ غنیم حقیقت حال پر آگاہ ہوکر نبرد کا طلبگار
ہوا اِدھر سے بابا خاں جرانغار کا لشکر لیکر لڑنے کو آگے بڑہا۔ اُدھر سے کالا پہاڑ سرپے
آیا۔ ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ سینوں پر سناں چلنے لگے خون کی رو سروں کو گیند کی طرح
لڑکانے لگی۔ بابا خاں عنان تاب ہوا۔ مگر جباری اور بہادروں نے مدد کی۔ سخت لڑائی
ہوئی۔ اور قریب تھا کہ پادشاہی لشکر کو شکست ہو کہ راجہ ٹوڈرمل حمایت کو آگیا اور
جنگ حیرت افزا میں کالا پہاڑ زخمی ہوا۔ خان نے بچاؤ بھاگنے میں سمجھا آگے دلدل بڑی
تھی اس لیے پادشاہی لشکر نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔ اُلٹے چلے آئے۔ برانغار شاہی
سے دشمن کچھ نہ لڑا۔ جنید کہ شمشیر افغانان تھا۔ فنون نبرد سے خوب آگاہ تھا وہ اپنی چارپائی
پر سوتا تھا کہ پادشاہی لشکر کی توپ کا گولہ اس کو لگا جس سے اُسکی ران ٹوٹ گئی۔
پادشاہی ہراول کو مراد خاں دریا سے پار لے کر گیا۔ اور پیشدستی کی ایک ہنگامہ عظیم
برپا ہوا۔ دشمنوں نے شاہی لشکر کو بھگا دیا تھا کہ اُس کی مدد کو ہراول کا لشکر اور
التمش آیا اور پھر مفرور سپاہ کو لڑنے کے لیے اُلٹا لایا۔ سپاہیوں کی تلواریں خون سے

لال ہوئیں۔ کسی نے جان سپاری کی کسی نے گریز کی۔ لڑتے لڑتے کمریں شکستہ ہوئیں
ہاتھ میں قوت رہی نہ سر میں نیرو۔ غنیم کا سرگروہ مقدمہ خانجہاں مارا گیا۔ اور مخالف
کی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ وہ سراسیمہ ہو کر بھاگا۔ پادشاہی لشکر اسکے پیچھے پڑا۔ بہت سے
سرکش دریاؤں اور ندیوں کی طرف بھاگے اور وہاں ڈوبے داؤد کا گھوڑا دلدل میں پھنسا
طالب بدخشی پسر خواجہ ابراہیم کہ مرزا ہندال کے معتبروں میں تھا اپنی بدگوہری سے
داؤد کو عرصہ کارزار سے اپنے گھوڑے پر لے گیا کہ مراد سیستانی اور حسین بیگ گرد
کو اسکی خبر ہوئی وہ داؤد کو مقید کر کے خانجہاں پاس لائے۔ خانجہاں نے اُس سے
پوچھا کہ وہ عہد و پیماں جو قسم کھا کر لیے تھے کہاں گئے تو اُس نے شرمندہ ہو کر
جواب دیا کہ وہ سب خان خاناں کے ساتھ تھے اب ازسر نو تمہارے ساتھ ہو جائیں
خان جہان نے یہ سنکر اُسکا سر اُڑا دیا۔ اور سید عبداللہ کے ہاتھ پادشاہ پاس سر
اور ٹانڈہ میں دھڑ بھجوایا۔ پادشاہ نے اس فتح کی خبر سُنی بڑا جشن کیا۔ اور نامطان ملک کے
نام فتحنامے روانہ کیے۔ پادشاہ نے خود بنگالہ جانے کا قصد نہ کیا۔ ایک منزل چلکر وہیں
اُلٹا آگیا۔ جانے سے اس دوروست بے ہنگام یورش سے اس کے لشکر کو تکلیف ہوتی
خانجہاں کی حسن سعی اور راجہ ٹوڈرمل کی یاوری سے یہ ملک وسیع یا ہاتھ آیا جس سے عموم خلائق
کو آسودگی ہو گی۔

صوبہ بہار کے نامور زمینداروں میں سے راجہ گجپتی تھا۔ وہ ہمیشہ لشکر شاہی کی ہمراہی
کرتا اور بنگالہ کی جمہات میں خدمات شائستہ بجالاتا۔ رخصت لیکر اپنی ولایت میں آیا جب
خانجہاں افواج لیکر اسکے پاس ہو کر گذرا تو اسکو کچھ ایسا وہم پیدا ہوا کہ وہ لشکر کے ہمراہ
نہ ہوا۔ جب لشکروں کے مقابلہ میں طول ہوا تو وہ رہزنی کرنے لگا اور ضعیفوں کو آزار
پہنچانے لگا۔ واقعہ جو آدمیوں کا ہجوم اسکے گرد ہوا۔ بلاد اصلا پر پھر رفتہ رفتہ اسکی
فتنہ زائی کا ہنگامہ گرم ہونے لگا۔ قصبہ آرہ کے نواح میں اسکا غلبہ ہوا یہاں کا جاگیردار

فرحت خاں اُس سے لڑ نہ سکا۔ ناچار متحصن ہوا۔ راجہ نے اُسے گھیر لیا۔ اور داؤ دسے ملگیا۔ بادشاہی ملازموں کی راہ روکنے لگا۔ پیشرو خاں کشتی میں سوار ہوکر دار الخلافہ سے بنگالہ کو ایلغار کر کے جاتا تھا اسکو پکڑ کر مقید کر لیا۔ فرہنگ خاں پسر فرحت خاں نے سُنا کہ گجپتی نے اسکے باپ کو گھیر رکھا ہے تو وہ پتول سے اس طرف متوجہ ہوا قراطاق خاں بھی اس نواح میں تھا وہ اسکے ساتھ گیا۔ جب فرہنگ خاں کے راجہ کے نواڑہ سے لڑائی ہوئی اور اُسکو وہ شکست دیکر دریا رسون سے گذر گیا۔ پھر راجہ اس سے لڑنے کھڑا ہوا فرہنگ خاں نے گجپتی پر تلوار کے دو وار کیے۔ قریب تھا کہ اسکو مار ڈالتا۔ مگر شمشیر بازوں نے فرہنگ خاں کے گھوڑے کے پے کاٹ دیے۔ وہ پیادہ ہوکر لڑا اور مارا گیا۔ پھر قراطاق خاں اپنی مردانگی دکھا کر نیست ہوا۔ فرحت خاں تہور پدری کے سبب سے قلعہ سے باہر آیا اور جان سے گیا۔ گجپتی غازی پور کی غارتگری کے فکر میں ہوا کہ شہباز خاں لشکر سمیت وہاں جا پہنچا گجپتی ڈر کر گذر چونسہ پر بھاگا لشکر شاہی نے کشتیوں کو جمع کر کے دریا کو عبور کیا۔ اور گجپتی کے وہ پیچھے پڑا۔ اسکا کچھ اسباب توپ کشتیاں چھین لیں۔ اثنا راہ میں قلعہ کا محاصرہ کیا۔ یہاں کے قلعہ دار سنگرام نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ شہباز خاں نے قلعہ اپنے آدمیوں کو سپرد کیا۔ اور گجپتی کے پیچھے پڑا۔ ہاتھ نہ آیا۔ لشکر شاہی نے معاودت کر کے اپنی راہ لی۔ دوسرے روز دریا کے کنارہ پر گجپتی آنکر رات تک لڑا۔ اور اپنے سامنے سے لشکر کو عبور نہ ہونے دیا۔ سنگرام کی رہنمونی سے لشکر اسکی بنگاہ کے لوٹنے کے لیے گیا۔ کئی جگہ بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ گجپتی نے لشکر شاہی پر شبخون مارا مگر ناکام رہا اور جگدیس پور میں چلا گیا۔ یہ جگہ نہایت مستحکم ہے۔ دو مہینے تک جنگل کو لشکر شاہی نے کاٹا پھر قلعہ کو فتح کیا اور گجپتی کے زہ و زاد پر قبضہ کیا۔ گجپتی بھاگ کر کوہستان رہتاس میں چلا گیا۔ یہاں اسکا بھائی بیری سال بہت سے بہادروں کے ساتھ رہتا تھا۔ کہ لشکر شاہی نے دفعتہً جا کر اسکا کام تمام کیا۔ جب گجپتی پامال حوادث ہوا تو اُسکا بیٹا سریرام قلعہ شیر گڈھ کی قلعہ داری کے لوازم میں مصروف ہوا۔ شہباز خاں مع لشکر کے وہاں آیا اور سامان قلعہ گیری کا مہیا کیا۔ اس سرزمین کے اکثر سرکش اُسکے مطیع ہوگئے۔ اتفاق سے یہ نیا گُل کھلا کہ یہ قلعہ

رہتاس جنید کے ہاتھ آیا۔ اس نے اپنے معتمد سید محمد کو سپرد کیا۔ اور جب جنید مر گیا اور مظفر خاں نے اس حصار کی تسخیر کا ارادہ کیا تو اہل قلعہ نے اپنے معتمدوں کو شہباز خاں پاس بھیجکر امان طلب کی۔ اُس نے کشادہ پیشانی سے قبول کی۔ قلعہ یوں ہاتھ آ گیا۔ مظفر خاں بھی اس واقعہ کو سنکر بہت خوش ہوا۔ جب قلعہ رہتاس ہاتھ آیا شیر گڈھ کو سری رام نے حوالہ کر دیا۔ ان نیک خدمتوں کو بجا لاکر شہباز خاں بادشاہ پاس گیا بادشاہ نے قلعہ رہتاس کی حراست محب علیخاں کو سپرد کی

ساتگاؤں میں داؤد کا نوزاد تھا۔ اور متی و جمشید خاصہ خیل اور بہت افغانوں نے یہاں شورش برپا کر رکھی تھی جب میانۂ ولایت بنگالہ متمردوں سے صاف ہوا تو خانجہاں اس طرف متوجہ ہوا۔ متی نے داؤد کا اندوختہ گزیدہ جمع کیا تھا اور نیک بختی سے چاہتا تھا کہ بندگان بادشاہی میں داخل ہو جمشید نے تمام افغانوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس سے لڑائی ٹھانی۔ متی اس سے لڑا مگر آخر کو کہیں چھپ گیا۔ اُس کا سارا مال اسباب افغانوں کے ہاتھ آیا۔ یوسف بلوچ و سرمست افغان اور متی کے کچھ دوست جمشید سے عوض لینے پر آمادہ ہوئے۔ وہ ایک دن ان لوگوں کی دلدہی کرنے گیا تھا کہ اس کا پیمانہ زندگی آب خنجر سے اُنھوں نے لبریز کیا۔ بادشاہی لشکر کی انگلی بھی نہ ہلی کہ وہ شورش مٹ گئی۔ داؤد کی ماں نے مع سب اپنے متعلقین کے پناہ مانگی اور یہ قرار پایا کہ جب لشکر حدود ٹانڈہ میں جائے تو وہ مع اپنے بیٹوں کے خانجہاں کی خدمت میں حاضر ہو خانجہاں نے اسکی نیازمندی کو قبول کیا۔ اور ساتگاؤں سے پھر اپنی قرارگاہ پر چلا آیا۔ اس گروہ نے اپنے پیمان کا پاس کیا اور خان جہاں پاس چلا آیا ۹۸۲ھ میں خانجہاں کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ ملک بنگالہ قبضہ میں آیا ولایت بھاٹی میں ابراہیم نرل و موسیٰ زئی فتنہ و فساد کے گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں یہاں کا زمیندار عیسیٰ باتیں بنا کر اپنا وقت گزارتا ہے۔ شاہ بردی میر نوارہ بھی اپنے گھمنڈ میں بھول رہا ہے۔ خانجہاں نے سپاہ آراستہ کر کے اس طرف بھیجی ہے۔ قصبہ کو اس میں نولکھا ماداؤد نے مع اپنے متعلقین کے اور محمود خاں خاصہ خیل مشہور بہ متی اور بہت سے سرکش افغان خان جہاں کی پناہ میں آئے۔ بہت مال ہاتھ لگا اور بہت عمدہ اندوختے لیے گئے

خانجہاں کی لشکر کشی ساتگاؤں پر اور اس کی عرضداشت سنہ ۹۸۲ھ

نولکا اور متی میں دشمنی ہوئی۔ خانجہاں نے متی کو مار ڈالا۔ تا کہ مال جو لیا گیا ہی پوشیدہ
رہے۔ شاہ بردی سمجھانے سے راہ پر آگیا ہی۔ قصبہ بھوال میں لشکر شاہی آیا۔ ابراہیم نرل و
کریم داد اور اس سرزمین کے اور افغانوں نے فرمان پذیری کی داستان درمیان
میں لاکر یکجہتی میں سخن سرائی کی عیسیٰ نے جو گریوہ نشین تھا ایک لشکر گران بیجا جس کے
سردار شاہ بردی اور محمد قلی تھے وہ دریا، کنارہ سندھ سے گزر کر حدود کتل میں آیا۔
یہاں سخت لڑائی ہوئی۔ عیسیٰ بھاگ گیا۔ اور بہت سے نفائس غنائم لشکر شاہی کو ہاتھ
لگے۔ مگر عیسیٰ کے نامدار امراء میں سے مجلس دلاور و مجلس پرتاب ندیوں اور دریاؤں
سے نوارہ لائے۔ اور مار دھاڑ کی آگ کو بھڑکایا۔ پادشاہی لشکر میں لغزش آئی
اور اُس نے پیٹھ دکھائی۔ اس چپقلش میں کچھ دریا نوردوں میں سے کشتیاں چھوڑ کر
بھاگے تھے۔ محمد قلی نے تیز دستی اور مردانگی سے مخالفوں کی کشتیوں پر قبضہ کر کے
لڑنا شروع کیا۔ مگر وہ گرفتار ہو گیا کہ اس عرصہ میں تیلہ غازی زمیندار آگیا اور اس نے
ایسی جرأت اور بہادری کی کہ پادشاہ کے لشکر کو ناامیدی کی حالت میں فتحمند کیا او
دشمنوں کو بھگا دیا اور بہت غنیمت ہاتھ آئی اس حال میں ابراہیم نرل نے اپنے بیٹے کو
مع تحائف کے بھیجکر پناہ مانگی۔ سپہ آرا خان جہاں نے اس کو پناہ دیکر معاودت
کی صحت پور میں کہ حوالی ٹانڈہ میں ہے۔ عشرت و کامرانی سے وہ اوقات بسر
کرنے لگا ۹۸۶ھ میں اسی مقام پر تابش تپ اور بستگی شکم کے امراض میں ڈیڑھ
مہینہ مبتلا رہا اور مر گیا۔ اس کی جگہ ایالت بنگالہ پر مظفر خاں مقرر ہوا۔
۳ر فروردین ماہ الٰہی ۲۴ ۹۸۷ھ کو بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ سپاہ کی بخشیگری
رضوی خاں سے متعلق ہوئی اور شغل دیوانی میر ادھم و رائے پتر داس کی کاردانی
کو مفوض ہوئی اور حکیم ابوالفتح صدارت اور امینی پر مقرر ہوا۔ اور اور امراء کو
بھی لکھا گیا کہ اسکے ہمراہ جائیں۔ سب کو خلعت فاخرہ اور اسپ عنایت ہوئے او

خانجہاں کا [illegible] وفات [illegible]

اسمٰعیل قلیخاں یعنی پسر خانجہاں کو حکم دیا گیا کہ جب نیا مرزبان اُس سرزمین میں آئے
تو کشادہ پیشانی سے ملک اُس کے حوالہ کرکے ہمارے پاس جلد آئے کہ اسکی سوگواری
کے زخم پر نوازش شاہ کا مرہم لگے۔ لقیا خاں اور بابا خاں جباری اور کل امراء بنگالہ
کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ سپہ آرا کی صوابدید سے باہر کوئی کام نہ کریں۔

امراء بہار و بنگالہ کی سرتابی اور انکی سزا کیواسطے سپاہ کی روانگی

منصف پادشاہوں کا بڑا فرض یہ ہے کہ وہ شہروں اور ملکوں میں جنمیں طوائف انام
اور گوناگوں جانور فراہم ہوتے ہیں۔ دوربین معدلت اندوز فراخ حوصلہ ملازموں کے سپرد
کریں۔ تاکہ فروغ بینش سے آدمیوں کا جوہر روشن ہو۔ اور راستی کی ترازو میں
تلے۔ دادو ہی اور دولت افزائی اپنی شائستہ جگہ پکڑے اور کشادگی ہمت بار برداری
اور ناملائم کش ہو۔ اور خوی گزیدہ کی قوت ناکامی کے وقت اپنی پاسبانی کرے
اور پیش بینی کو اپنا یار بنائے۔ تاکہ روزگار کی پریشانی کا انتظام ہو۔ اور آسودگی اور
شادمانی ہو۔ اگرچہ انھیں باتوں پر خیال کرکے پادشاہ نے امراء مذکور کو بنگالہ میں مقرر کیا تھا
مگر روزگار بوقلموں کی نیرنگی اور دیر کہن کی شگرف کاری بیان نہیں ہوسکتی۔ اسکی سب سے
بدتر خو یہ ہے کہ وہ بدسیرت فتنہ اندوزوں کی پرورش کرتا ہے اور باطل ستیزوں کے گروہ
کے ہنگامہ کو رونق دیتا ہے اور نیک سگال سعادت گزینوں کی غم افزائی اور خرد پژوہ
حقیقت منشوں کی جان گزائی کرتا ہے۔ دوربیں ہشیار خرام اس نقش بدیع کی پردہ کشائی
نہیں کرتے اور چون وچرا کرنے میں خاموش رہتے ہیں ؎

بے اندیشہ کردم پیش وپس را + بجگتہا راہ درہ نیست کس را
دریں بستان زبان باید درو کرد + خموشی را بحیرت پیش رو کرد

اس دشوار معمے کی گرہ کشائی دشوار ہے۔ سوانح روزگار کے دیکھنے والے کم ہیں اور

کوتاہ حوصلہ ہیں اور انکی آنکھ تمام نشیب فراز کو نہیں دیکھتی ہے وہ پاؤں میں کانٹا چبھنے کو آشوب جہان اور ایک شخص کے گزند پہنچنے کو بلاے عام سمجھتے ہیں۔ مگر تیز نگاہ و حقیقت پژوہ جانتا ہے کہ زہر گیاہ اور تریاق دونوں نشو و نما پاتے ہیں اور جانوروں میں دل صید افگن اور جان شکر نشاط کرتا ہے آدمیوں میں بھی نیک بد کا ظہور اور خفا ہوتا ہے اور جس طرح ادویۂ جسمانی میں دونوں زہر اور تریاق کام میں آتے ہیں ایسے ہی معالجہ روحانی میں دونوں گروہ نیک بد زمانہ شناس پر ظاہر ہے کہ نیک اختر والا گوہروں کی کارروائی اور بدکیش لئیموں کی تباہی سے ہستی کو فروغ ہوتا ہے اور اسباب پاداش سرانجام پاتا ہے۔ آسائش خلق میں فتنہ اندوزوں کی سرافرازی اُسی کے لیے ہوتی ہے کہ وہ زیان و نقصان کے گڑھے میں نگون کیے جائیں ؎

این بادہ کہ روزگار دارد + یک مستی و صد خمار دارد
گر برد فراز از نشیبت + ہشدار کہ میدہد فریبت

اسی سے چارچمن ابہت کی خار پیرائی اور نونہالان شہادت کی طراوت افروزی ہوتی ہے۔ طرز تعلق کا دانا جانتا ہے کہ حق پرست دولتمندوں کی کامیابی آرائش جمال ہے اور بطلان منشی شقاوت اندوزوں کی برآمد زیب و زینت جلال ہے۔ غرض ان دونوں میں لطف ایزدی و جمال الہی جلوہ دکھاتا ہے۔ اس تمہید کی تفصیل یہ ہے کہ امرار بہار پادشاہ سے پھر گئے۔ ہر ایک اپنی اپنی آرزو کے پورا ہونے سے خوش ہو گیا ۹۸۷ھ کے شروع میں پادشاہ نے پرکھوتم و مولانا طیب و شیخ نجم الدین و شمشیر خاں خواجہ سرا کو بہار کی طرف روانہ کیا کہ اس صوبۂ معمورہ کے انتظام میں اپنی کارروائی کام میں لائیں ملک کی آبادی میں سپاہ کی تیمارداری میں زیردستوں کی غمخواری میں کوشش کریں مگر فرومایہ تنگ حوصلوں نے پٹنہ میں جاکر ڈیڑے ڈالدیے۔ اور اپنی حرص کا دامن دراز کیا۔ کار داغ میں سخت گیری اور خیرہ روئی اختیار کی اور اپنے اندھے پنے سے مدارا اور پوزش پذیری کو کہ جسکے بغیر دارو گیر جہاں انتظام نہیں پاتا

چھوڑ دیا۔ ایک دو نے تو اخلاص کے سبب سے اپنی طبیعت خرد دوست کا عقیدت سے علاج کیا۔ اور کسی ایک نے معاملہ پر نظر کر کے پہلی نعمتوں کی فراموشی کو اپنے حال کی ناکامی سمجھکر کوئی شکوہ نہیں کیا۔ اور بعض نے سوداگری سمجھکر محنت کی اور ظاہر میں اپنا کچھ نہ بگاڑا۔ مگر بہت سے بدذات ایسے طمع کے اسیر تھے کہ وہ اپنے بادشاہ سے برگشتہ ہوئے اور شورش میں سر اُٹھایا اور مخالفت میں گردن بلند کی۔ نہ انکے دل میں اخلاص تھا اور نہ انکو اپنے معاملہ میں سود وزیان کی شناخت تھی نہ عقل صواب اندیش نہ رائے ظاہر بیں تھی۔ نہ کوئی دانا اُن کا ہمنشین نہ دل ہمت گزیں تھا۔ پٹنہ اور اسکے نواح میں معصوم علی کابلی کے اقطاع تھے۔ وسعید بیگ بخشی (عرب جاگیردار سہرانو کے تھے سعادت علی کے پاس پرگنے تمودائن (نمود اری) بھک کے تھے۔ حاجی کولابی اور بعض اور کی تیول میں دیوارہ تھا سعید بخشی اور اس کا بیٹا بہادر اور درویش علی سنجر ترہت اور اسکے نواح میں خوان نعمت پر بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے اور اور آدمیوں نے کار برداروں کی سخت گیری سے بغاوت اختیار کی، اور قسم دوم کے آدمیوں کو اس نے اپنی چرب بانی اور سخن سرائی سے بھکایا جیسے کہ شاہم خاں جاگیردار حاجی پور اور میر معز الملک میر اکبر و سہاجی خاں پرگنہ دار آرہ اور اسکے نواح کے تھے یہ سب ملکر شورافزا ہوئے۔ بادشاہ کا اخلاص چھوڑا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ آدمی دیوار سے گر کر خاک کی برابر ہوتا ہے۔ ہم جو بادشاہ کی اخلاص بلندی سے گرتے ہیں ہمارا کیا حال ہوگا۔ کتے بلی کو نہ دیکھا کہ وہ کیسے انسان کے بندۂ احسان ہوتے ہیں اور کیسے اسکے ساتھ دوستی وموانست کرتے ہیں اور ہمسران جنس میں کیسی مواسا اور مدارا ہوتی ہے۔ آشناؤں اور یکجا نشینوں دراحسان ونوازش کے اسیروں پر کون سے امر ناگریز ہوتے ہیں ان سب معاملہ شناس آزمندوں نے ملکو اپنی خواہش کا دروازہ کھول دیا اور عموم لشکری پر کار دشوار کر دیا وہ لوگ کہ زر بندگی کے سبب سے بجائے سپاہ کے زر جمع کرتے وہ رشوت دینے سے عاجز ہوگئے اور جو لوگ کہ سپاہ میں روپیہ صرف کرتے وہ ان حریصوں کے پیٹ بھرنے سے متحیر ہوئے اسلیے دونوں گروہوں نے اس کو فتنہ اندوزی کا بہانا بنایا اور

شورش کا خیال کیا۔ محب علیخاں سب کو پٹنہ سے محب علی پور میں جو رہتاس کے قریب تھا لے گیا۔
اور داغ کے کام میں مصروف ہوا فقط وہی کام روائی کرتا۔ اور اور امرا ر سپاہ روئی اور
خیرہ چشمی کرتے اس اثنا ر میں کہ محب علی داغ میں سرگرم تھا بنگالہ سے ایک بڑا قافلہ آیا جس کی
سپاہ وردی برملا تھی۔ مظفر خاں نے خانجہاں کے اندوختوں اور منتخب ہاتھیوں کو اور داؤد کی
ماؤنکا کو مع سارے خاندان اور سامان کے فتح جنگ منگلی کے ہمراہ بادشاہ کے پاس روانہ کیا تھا اسکے
ساتھ بہت سی سپاہ بھی اور سوداگر بر تال لیے ہوئے ہمراہ تھے۔ فرصت جو نا سپاس لوٹنے کی گھات
میں لگے۔ اور آپسمیں عہد و پیمان کرنے میں تگا پو کرنے لگے۔ محب علیخاں نے انکو نصیحت کر کے
اس ناشائستہ حرکت سے باز رکھا اور اس سبب سے کہ عموم اہل کار دان فتنہ اندوزوں کی چیرہ دستی
سے ہراساں تھے اسلیے سپاہ بسرکردگی حبش خاں اسکے ہمراہ کر دی اس میں فتنہ پردازوں نے
شہر پٹنہ کو لوٹ لیا۔ محب علیخاں قلعہ رہتاس میں قلعہ داری کے لیے چلا گیا۔ رائے پر کھوتم اس خیال
سے کہ معصوم خاں فرنخودی کو لڑائی کے لیے لائے غازی پور گیا۔ شمشیر خاں نیارس اس خیال سے
گیا کہ راجہ ٹوڈرمل کی سپاہ کو جا کر آمادۂ پیکار کرے۔ عرب عبدہ جو نے ارادہ کیا کہ قافلہ مذکور کو
لوٹ لے مگر وہ گذر چونسہ سے گذر گیا اور اُسکو سوائے چند ہاتھیوں کے جو پیچھے رہ گئے تھے کچھ اور
ہاتھ نہ آیا۔ حبش خاں نے مرد آزمائی میں کار پردازی کی مگر گرفتار ہو گیا۔ عرب نے یہ چاہا کہ محب علیخاں
کے ساتھ حبش خاں ایسی روبہ بازی کرے کہ وہ اس کا ہمداستاں ہو جائے۔ مگر حبش خاں نے کہا
کہ محب علیخاں میری باتوں میں نہیں آئیگا اور وہ کسی طرح آپکے ساتھ یکدل نہیں ہوگا۔ اگر آپ دلدہی کا
پیمان استوار کریں اور میری خواہش کو قبول فرمائیں تو میں رہتاس میں جا کر اہل قلعہ کو آپکا طرفدار
بناؤں۔ پھر بہ آسانی اس مرزبان کے پیمانہ حیات کو لبریز کروں اس طرح سے یہ بلند قلعہ ہاتھ
آجائیگا اور پناہ حوادث ہوگا۔ غرض یہ دوست دشمن نما اپنی چرب زبانی اور افسانہ گوئی سے
اس خطرگاہ سے نکلا اور اپنے خداوند پاس گیا اور یہ ساری باتیں کہدیں اسی اثنا ر میں
رائے پر کھوتم کا واقعہ ناگزیر پیش آیا۔ جب وہ غازی پور میں گیا معصوم خاں فرنخودی نے

بہانہ سازی اور حیلہ اندوزی اختیار کی اور اس کو گنڈرچونسہ پر روانہ کیا کہ میں وہاں آنکر تجھ سے ملوں گا۔ یہ سادہ لوح اسکے دم میں آگیا اور نگبسر میں اور اس ولایت کی سپاہ جمع کی اور کئی جاگیردار اس کے ساتھ متفق ہوئے۔ ایکدن وہ گنگا کے کنارہ پر اشنان کر رہا تھا اور ایشور کی پوجا میں لگ رہا تھا کہ ناگہانی عرب بہت سی سپاہ لیکر اس حدود میں آیا۔ قابو پاکر چیرہ دستی کی رائے کے بیدل ساتھیوں نے آمادگی کا بہانہ کرکے کنارہ کیا۔ وہ خود لڑائی میں گرم ہوا۔ زخمی ہوا۔ ہمراہی کشتی میں ڈال کر اُسکو غازی پور میں لائے۔ دو روز بعد یہ نیک نام دنیا سے سدھارا۔ محب علیخاں میدان جنگ میں آیا۔ جبش خاں نے شربت جانفشانی پیا۔ عرب بھاگا۔ جب پادشاہ کو ان واقعات پر اطلاع ہوئی تو راجہ ٹوڈرمل و شیخ فرید بخشی و مہر علیخاں سلدوز و راجہ اسکرن و رائے لونکرن و نقیب خاں و قمر خاں و شاہ خواجہ ابوالقاسم و ابوالمعالی و باقر سفرچی اور ایک گروہ انبوہ کو فرمان ہوا کہ اس ملک میں جاکر ناسپاس بدسگالوں کو سزا دیں۔ ترسون خاں و معصوم خاں فرنخودی و غازی خاں بدخشی و رائے سرجن اور اور جاگیرداران صوبہ الہ آباد و اودھ کو فرمان بھیجا گیا کہ جب لشکر شاہی اس دیار میں آئے تو اسکے ساتھ ساز و سامان پسندیدہ لیکر یکتائی و یکجہتی اسکے ساتھ کریں۔ اور ترسون خاں اور راجہ کی صوابدید سے باہر نہ ہوں۔ یہ بھی اشارہ ہوا کہ صادق خاں و باقی خاں و الغ خاں حبشی و طیب خاں و میر ابوالمظفر چندیری و تردر سے اس طرف جائیں۔

جن اقبالمند بادشاہوں کی خدا تائید کرتا ہے وہ اپنی ہمت کو ان دو کاموں کے آراستہ کرنے میں لگاتے ہیں۔ اول فرومایہ بداندیشوں کو جو روباہ بازی و حیلہ سازی سے نیک سگالوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں انکے کار پر سے پردہ اُٹھاکر اپنی سلطنت کو انکے خس و خاشاک سے پاک کرتے ہیں اور سعادتمند حقیقت اندوزوں کو جو نارسیدگی دولت اور بدکاروں کی پیش آمد کے سبب ناشناسائی میں رہتے ہیں۔ شناخت کرکے عشرت سے کامیاب کرکے اپنی دولت کو بڑھاتے ہیں۔ زیادہ تر روزی کے فراخ کرنے کو اسباب شادمانی

جمع کرنے کو۔ ناملائم کے پیش لانے کو۔ اور آدمیوں کو شکنجہ غم میں کھینچنے کو آغاز سے انجام پر پہنچاتے
ہیں۔ جو شخص کہ درستی دریافت کو شائستگی کردار کے ساتھ ہم آغوش رکھتا ہے وہ آرامش
سے بے آرامی میں نہیں جاتا اور افزونی جاہ اور فراوانی مال سے اپنی آگہی کو گزند نہیں پہنچاتا
آزمائش کے دن دونوں زمانوں میں فرمان پذیری اور خدمتگزاری کو سر پر رکھتا ہے اور
خوش ہوتا ہے اور اپنے نفس کی بیہودگی کو روکتا ہے مگر جسکی اصل سرشت بدگوہر ہوتی ہے وہ شناخت
کی شاخسار سے پھل نہیں دکھاتا ہے اور اگر کچھ اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے تو کرداری گلشن کی نسیم
اس کو نہیں پہنچتی اور وہ اپنی معیشت کی افزونی میں اپنا چراغ ہوا میں رکھ دیتا ہے اور بدمست
ہو جاتا ہے اور ناکامی میں سعادت سے کنارہ کر کے بے اعتدالی کرتا ہے۔ یہی حال امراء بنگالہ کا
ہے۔ ایمنی روزگار اور آبادی اقطاع اور افزائش مال سے انکی بینائی زماں زماں تاریک
ہوتی گئی۔ اور بیدانشی اور کج گرائی سے اپنے فائدے زیان کاری میں سوچکر روپیہ جمع کرتے
اور سپاہ پر نگاہ کمتر رکھتے اور شورش کے داؤں گھات میں لگے رہتے۔ ان دنوں میں
منظفر خاں یہاں آیا۔ اس نے اپنے بزرگ عہدہ کی قدر نہ کی اور ملک و لشکر کے انتظام
میں کوشش نہ کی حساب دانی کو جو انکے اعتبار کا سرمایہ تھا چھوڑ دیا اور ہمیشہ اس
سے چیں بہ جبیں رہنے لگا اور زبان کو شکایت اور آزردگی سے آلودہ کرنے لگا ہم
نے لکھا ہے جس وقت وہ ریاست بنگالہ پر مقرر ہوا ہے تو اسکی امداد کے لیے دیوان
اور بخشی اور امین بھی مقرر ہوئے تھے۔ کوتاہ بینی سے اس نے انکو اپنا حریف جانا اور
ان سے آزردہ ہوا اور کام سے ہاتھ اُٹھالیا اور شکوہ فروش ہوگیا اور اس گروہ کو مہمات
سپرد کر کے خود رعیت اور سپاہ کی تیمارداری کو چھوڑ بیٹھا۔ یہ نہ سمجھا کہ ملک وارد گیر میں
جتنے یار و یاور زیادہ ہوتے ہیں اتنا ہی انجام کار شائستگی کے ساتھ ہوتا ہے مان
لیا جائے کہ اس سودے میں اس کو زیان ہوا۔ یا پایہ جاہ اسکا پستی کی طرف مائل ہوا۔
مگر ان کو ایسے فتنہ زار میں اس طرح جینا کیونکر سزاوار ہو سکتا تھا۔ اور تعلق کی

حالت میں مدارانہ رکھنے سے کیسے منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا تھا۔
دیارِ بنگالہ ایسی سرزمین ہو کہ اُس کی آب ہوا کا اثر سفلہ پروری ہو جس سے ہمیشہ فتنے برپا ہوتے خاندان کے خاندان تباہ ہوتے ہیں۔ دولتیں زوال پاتی ہیں۔ اس واسطے پہلے زمانہ کی کتابوں میں اس ملک کا نام بلغاک خانہ لیا جاتا ہو۔ ابن بطوطہ نے اس کو لکھا ہو کہ وہ ایک جہنم ہو جو نعمتوں سے بھرا ہوا ہو۔ یا یوں کہو کہ ایک آتشناک جنت ہو سپہ آرا اپنے جامے کے پندار میں ایسا آیا کہ آشناو بیگانے کو دلاسا نہ دیتا۔ اور اس کے کاربردار رشوت ستانی پر پل پڑے۔ زور سے زر کو لیکر اپنے لیے جمع کرنے لگے۔ کاش یہ آزمندی تری ہوتی اور راہ آزرم سے بیراہی نہ ہوتی اور سررشتہ معاملہ دانی کو ناہنجاری سے نہ توڑتے جو کوئی زیردستوں کا خانہ خراب کر کے اپنے مکان کو نگارین بناتا ہو وہ تھوڑے دنوں میں اپنی آبرو کھوتا ہو اور اپنی زندگی کی بنیاد اُکھیڑتا ہو۔ اول یہ ہوا کہ خانجہاں کے اندوختوں کے وہ درپے ہوئے۔ اسمٰعیل قلیخاں اور تمام ترکمانوں سے پرخاش شروع کی ترکمانوں نے انکے معدۂ حرص کو ناشتا دیکر گرگ آشتی کی اور بادشاہ پاس چلے گئے۔
پھر علی العموم اس ناحیہ کے ترکمانوں کے زرطلبی و سخت گیری اس طرح کرنی شروع کی جیسے کہ صوبہ بہار میں کارگزار کر رہے تھے۔ بابا خاں اپنا یہ دکھڑا رو دیا کرتا تھا کہ ستر ہزار روپیہ خرچ کر چکا ہوں مگر ابھی سو سوار داغ نہیں ہوئے ہیں اور تیول داروں کا حال اس سے بھی زیادہ بدتر تھا۔ غرض ناظم اپنی آبادی کے لیے اوروں کی خرابی کے درپے ہوے۔
زردوست شوریدہ مغزوں نے آزار پاکے فرمان پذیری سے گردن نکال لی اور گنگا پار جاکر دار الملک ٹانڈہ کے گرد چلے گئے۔ اور یکم ذالحجہ ۹۸۸ھ میں فتنہ برپا کیا۔ اُنھوں نے مودت حقوق نعمت رسیدگی فراموش کے۔ نمک شناسی کو نظر سے پنہاں کیا۔ بنگالہ میں بابا خاں جباری۔ وزیر جمیل سرغنہ فتنہ تھے اور باقی اور سعید توقبائی۔ و مرزا حاجی بیگ۔ و عرب بخشی و صالح و میرکی خاں و مرتضیٰ قلی ترکمان و فرخ بھی فساد کی ہیزم میں چنگاری ڈال کر دور کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور قیا خاں حاکم اڑیسہ و مراد خاں حاکم فتح آباد اور رشید تردی

حاکم سُنار گاؤں کو انکو خدمتی کی توفیق نہ ہوئی۔ یک جہتی کرکے اپنی قوت نہ دکھائی بے راہ جانے کے اسباب بہت سے ہیں۔ اول عقل کی کجلائی ہی کہ وہ سیدھی راہ سے باہر نکالتی ہی اور سود کو زیان میں بتلاتی ہی دوم بدذاتی ہی کہ دل کو سیاہ کرتی ہی اور چراغ احسان سے روشنی نہیں لیتی سوم افزائش مال جو نیک سرشت خردمندوں کو گمراہ کرتا ہی بخرد و بدنہادوں کا ذکر تو کیا ہی چہارم حواشی جونپور میں معاملہ داغ میں رضوی خاں کی دغابازی ہی خطاب بخشی گری کا اُس کے نام پر تھا۔ وہ طمع کرکے گداطبع بنا۔ پہلے داغوں کی تصحیح نہیں کی اور از سر نو کام شروع کیا جس سے زر بندہ تنگ چشموں پر کار دشوار ہوا اور وہ اندیشہ تباہ سے سراسیمہ ہوئے پنجم کوئی مرد خیرسگال ایسا نہ تھا کہ اپنی دانادلی و سیرچشمی و کاردانی و نیک اندیشی سے اس ہنگامہ شورش کو فرو کرتا۔ زر پرست غافل نہ ایسے گرامی گوہر کی جستجو کرتے تھے۔ ششم خالدین خاں کی آبروریزی اسکی تیول داری سے جلیسر کو نکال کر میر جمیل الدین حسین انجو کے حوالہ کیا اور چونکہ اُس نے روپیہ تحصیل کیا تھا۔ اسلیے مظفر خاں نے مدارا کو چھوڑ کر شکنجہ میں ایک ہاتھ اسکا رکھکر لٹکایا۔ اس سے اور زردوستوں کو خوف پیدا ہوا جب خانجہاں مرگیا تھا تو اسمعیل قلیخاں نے بعض آدمیوں کی جاگیریں بے حکم شاہی کے بڑھادیں۔ پہلے مظفر خاں نے انکی بازخواست کو مصلحت وقت نہ دیکھا ہفتم روشن بیگ کو قتل کرنا۔ وہ وہ پہلے خالصہ کا عمل گذار تھا۔ خیانت کے سبب سے کابل بھاگ گیا تھا۔ وہاں سے فتنہ اندیشوں کے اشارہ سے بنگالہ میں آیا۔ شورش افزائی اور بدآموزی پر مستعد ہوا۔ بادشاہ نے یہ حال سُنکر اسکی نسبت حکم فرمایا کہ وہ ٹھکانے لگایا جاوے۔ مظفر خاں نے زمانہ کو نہ دیکھا اُسکے قتل کرنے سے یہ جانا تھا کہ اور سرکش اسکے نیازمند ہونگے۔ برخلاف اس کے وہ اور سرکش ہوگئے۔ اور زردوستی اور خویشتن داری اور کین توزی پر آمادہ ہوئے ہشتم شاہ منصور دیوان کی کفایت اندوزی جب بہار و بنگالہ فتح ہوئے تو بادشاہ نے اس سبب سے کہ اس ولایت کی آب ہوا گھوڑوں کو ناساز ہی اور آدمیوں کے لیے بھی بعض خال

جان گزا ہیں تو اُس نے بنگالہ میں سپاہ کا وظیفہ دس بیس اور بہار میں دس پندرہ روپیہ کر دیا تھا۔
خواجہ نے وقت کو نہ دیکھا۔ بنگالہ میں دس پندرہ اور بہار میں دس بارہ وظیفہ کا فرمان بھیجدیا۔
منظفر خاں حکم کا پابند ہوا۔ اور امارہ نویسی سر سال سے کی۔ اور بہت مال ان سے طلب کیا۔
فتنہ اندوز زر دوستوں کو بدکاری کے لیے یہ بہانہ ہاتھ آیا۔ اگر وہ انصاف کرتا۔ پادشاہ
کے حکم پر عمل کرتا تو یہ ناسپاسی اور گردن تابی ظہور میں نہیں آتی۔ ہم پادشاہ کا مذہب
صلح کل کا اختیار کرنا جس کا ذکر پادشاہ کے مذہب کی باب میں بیان کرینگے۔ لوگوں نے
جانا کہ پادشاہ مذہب اسلام سے پھر گیا اسکو بھی انھوں نے اپنی آزمندی اور حرص کا بہانہ
بنایا منظفر خاں نے مع اور بہت سے سرداروں کے گنگا کے کنارہ پر ان فتنہ اندوزوں سے
معرکہ نبرد آراستہ کیا۔ نجات خاں آیا نہیں۔ وزیر جمیل آیا۔ مگر دوردئی اختیار کی۔ اس
سرکش گروہ نے اپنا نقصان دیکھکر مصالحت کے لیے سلسلہ جنبانی کی۔ اعیان دولت نے
اُس سے بے اعتنائی کی۔ وہ اسکے منتظر تھے کہ کوئی بندہ خیر سگال تنگ گیریوں کو پادشاہ کو
سُنا کر فرمان عاطفت لے آئے۔ پادشاہ کا فرمان بھی منظفر خاں کی نکوہش میں آیا اور
ان کو بخشش و نجشائش سے شاد کیا۔ لڑائی ہو رہی تھی کہ قاسم نوچہ گھوڑے کی ڈاک میں اولیا
دولت پاس پہنچا تو اولیا دولت کی آنکھیں کھلیں۔ خوشامد و معذرت گزاری کرنے لگے۔ پادشاہ
کے حکم سے خود سر دن نے تازہ جان پائی اُنھوں نے جشن کیا اور یہ چاہا کہ بعض اعیان لشکر
کے ذریعے سے منظفر خاں پیمان نیک اندیشی استوار کرے تاکہ خوف ہمارا دور ہو اور ہم بندگی
اختیار کریں۔ منظفر خاں نے اپنے امرا کو اُن پاس بھیجا۔ اور اس گروہ کے سرداروں نے
خلوت کدہ میں اُن سے خاکساری کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی باتیں کیں۔ مگر یہ
اتحاد خدا کو منظور نہ تھا اس لیے دوستی میں کدورت پیدا ہوئی اور گرد فتنہ اٹھی۔
نرائن داس گھلوت اور رائے پتیمبر داس کے بعض رجپوتوں کے دل میں آئی کہ ان تھوڑے
ایک ناسپاسوں کے مار ڈالنے کا موقع اس سے زیادہ اچھا نہیں لگے گا۔ ان میں سے

ایک نے رائے سے کان میں چپکے سے یہ کہدیا۔ اُس نے سادہ لوحی سے اور آدم شناسی سے
رضوی خاں سے گزارش کی اُس نے رمز و اشارے سے اس گروہ کے سرداروں کو مطلع
کیا۔ ان میں سے ہر ایک بہانہ بنا کے مجلس اتحاد سے باہر آیا اور فتنہ و فساد برپا کیا۔ ابو اسحاق نے
رضوی خاں کو جس نے بیوقوفی سے پردہ دری کی دستگیر کیا۔ غرض ہر طرف سے ایک طوفان
فتنہ اُٹھا اور اس میں جوانمردوں نے میدان جنگ میں خواب واپسیں میں آرام کیا عقلمندوں
نے اس واقعہ سے جان لیا کہ پیمان توڑنا اور بیدلی کی راہ پر چلنا اور فرمان پذیری سے سر پھیرنا
اور راز گوئی کی جگہ کو نہ پہچاننا۔ زیان و بلا کو سر پر بلانا ہے۔ جب بادشاہ کو ان حالات پر
اطلاع ہوئی تو وہ خود بنگالہ جاتا۔ مگر مرزا حکیم کا اندیشہ ہندوستان میں آنے کا لگا ہوا تھا
اسلیے اس نے مرکز سلطنت سے سرکنا مناسب نہ جانا۔ داد س سے کام چلایا۔
بادشاہی لشکر و سرکشوں میں دریائے گنگ کے کنارہ پر تیر و تفنگ رواں رہتے
گو مخالفوں کا انبوہ زیادہ تھا۔ مگر وہ لشکر شاہی سے ہزیمت پاتا۔ اس سبب سے
بادشاہ کے کارپردازوں کو سخت گیری پر اور جرأت ہوئی۔ مرزا بیگ قاقشال لشکر کو
ساتھ لیکر گنگا پار گیا اور ٹانڈہ کی طرف چلا کہ بادشاہ کے لشکر کو دودلہ کرے۔ مظفر خاں در
خواجہ شمس الدین اور امرا نے اس سے لڑکر شکست دی۔ گردن فرازوں نے پناہ
مانگی اس عذر پذیری کے زمانہ میں بزرگان دولت کا تکبر اور بڑھا اور لابہ گری اور
نیاز گزاری کام میں نہ آئی۔ اگرچہ بہار کی آشوب کی خبریں سنتے تھے مگر اسکی پرواہ
کچھ نہ کرتے تھے اور اس کا خیال بھی نہ کرتے۔ بہار و بنگالہ کے سرکش آپس میں ملجائیں گے۔
سستی غرور کے درپے خمار ناکامی ضرور ہوتا ہے۔ بہار کے فتنہ انداز بنگالہ کے سرکشوں
سے یوں ملے کہ جب بہار کے سرکشوں نے سُنا کہ بادشاہ کی سپاہ آنیوالی ہے
تو وہ حیرت میں ہوئے کہ اب نہ رائے آویزش ہے نہ راہ گریز تو اس سراسیمگی
میں اُنھوں نے اپنے آدمیوں کو بھیجکر بنگالہ کے سرکشوں کے ساتھ یکجہتی کا پیمان

بہار و بنگال سرکشوں کا [illegible] سنہ ۹۸۸ھ

کر لیا۔ جب بہار کے سرکشوں کے آنے کی خبر آئی تو مظفر خاں نے تمر خاں و خواجہ شمس الدین کو بھیجا
کہ وہ گڈھی کی جو بنگالہ کا دروازہ ہے پاسبانی کریں مگر ان کے پہنچنے سے ایک دن پہلے سرکشوں
نے اس گڈھی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگرچہ لڑائی ہوئی۔ مگر تمر خاں کے ہمراہیوں نے بیدلی کی اور
خواجہ شمس الدین زخمی ہوا۔ دونوں اسلیے چلے آئے۔ اس زمانہ میں بابا جان قاقشال بہت سے
آدمیوں کو ساتھ لیکر آگ محل میں دریا گنگ سے پار جا کر بہار کے سرکشوں کے ساتھ ملگیا مظفر خاں
حسین بیگ نعۃ علی (عنبر علی) کو سپاہ کے ساتھ بھیجا کہ کھاری گنگ (گڈھی گنگ) پر مخالفوں کو
روکے۔ مگر دشمن دریا پار چلے آئے مظفر خاں کے پاس اور آدمی بھاگ کر ان سے جا ملے۔ ہر روز
پادشاہی لشکر سے لڑائی ہوئی۔ ناموس کی پاسبانی میں جانیں جاتیں۔ تیر و خدنگ کے
مُرغ ہوا میں اُڑ کر خون پینے کے لیے چونچ کھولتے۔ جام کی طرح ہاتھ میں شمشیر خون سے بھری ہوئی
رہتی اور اپنے جُرعہ سے خاک کو مست کرتی۔ سرداروں کے سر پاؤں میں روندتے جاتے۔
خواجہ شمس الدین نے فتح پائی۔ مگر حسین بیگ کی جان گئی۔ دس روز تک لڑائی رہی
سرکشوں کو ایسی شکستیں پے درپے ہوئیں کہ ان کے دانت کھٹے ہوگئے تو اُنھوں نے اس لیے
ایک مجلس راز جمع کی اور یہ کہا کہ ابھی یہ حال ہے جب لشکر شاہی آجائیگا تو معلوم نہیں کیا
حال ہوگا اسلیے بہتر ہوگا کہ ندی کی راہ سے گنگا میں جائیں اور وہاں سے اڈیسہ میں پناہ
لیں اور اگر کہیں قابو پائیں تو پادشاہی مورچل پر دست جرأت دراز کریں غرض
اُنھوں نے ندی میں کشتی کا لنگر اُٹھایا اور قاقشال اور بہت سے اور فتنہ انداز گنگا
میں آپس میں مل گئے۔ راہ میں پادشاہی مورچل پر توپ چلائی جس سے سپاہیوں کے
پاؤں اُکھڑے اور بے لڑے بھاگے اور زلف علی بدخشی اور کوچک قندوزی کہ اس گروہ
میں عمدہ تھے بہت سے آدمیوں کو ہمراہ لیکر مخالف سے جا ملے مظفر خاں کو جب اطلاع
ہوئی تو وہ سٹ پٹایا۔ بدگمانی اور بیدلی سے دیوانہ ہوگیا نہ عقل چارہ گر اُس کی رہ نما
تھی نہ کسی فریاد رس کی بات سُننے کی طاقت تھی ہرچند کارشناس خیر سگالوں نے

گذارش کی کہ اس گروہ کے ویرانی سے کیا بگڑا ہی۔ لشکر کو شائستہ آئین کے ساتھ بھیجنا چاہیے مگر یہ پند سودمند نہ ہوئی۔ اس کا حال روز بروز زیادہ آشفتہ ہوتا گیا۔ اختلاف رائے، تذبذب عقل و توہم بیجا و دشمن نشناسی اور دوست داری جان سے انتظام اس کے ہاتھ سے گیا۔ نہ خود افواج شاہی کو لڑنے کے لیے بھیجتا نہ اور امراء کو جو ہر جگہ پر اُس کے حکم کے انتظار میں بیٹھے تھے لڑنے کی اجازت دیتا۔ بہت سی گفتگو کے بعد خواجہ شمس الدین کو کچھ لشکر کے ساتھ بھیجا کہ وہاں جاکر قابو کی تلاش میں بیٹھے اور حقیقت حال سے اطلاع دی ایک جماعت اپنے عیال کے اندیشہ سے اسکے ساتھ نہ گئی۔ ایک جماعت کو شتر دلی سے ہمراہی کی توفیق نہیں ہوئی۔ جب کارفرما کا دل برقرار نہ ہو تو فرمان پذیر کی گرفت کیا ہوسکتی ہی ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی +

خواجہ شمس الدین نے گزارش کیا کہ میں نے کچھ راہ طے کی تھی کہ کیا دیکھتا ہوں گروہ کے گروہ آدمی غنیم پاس چلے آتے ہیں۔ اور اُس کے ہمراہی اُس سے روز بروز جدا ہوتے جاتے ہیں تھوڑے دنوں میں کوئی اُس پاس سوائے مطلب مصاحب کے پاس نہ رہا۔ ناچار وہ میدان کارزار میں آیا اور زخم کھا کر زندگانی کو نیک نامی کی عوض میں بیچا۔ اس اثنا میں محمد علی ارلات آیا جس کو اس نے جانا کہ ایک دوست آیا مگر اس نے ایک نیزہ اسکے مارا جس سے وہ گر پڑا۔ مرنے کے قریب ہوا کہ ناگاہ مرزا محمد کہ جس سے کچھ امید امداد نہ تھی آیا۔ مہربانی کر کے معصوم خاں پاس اس کو لے گیا۔ اس نے دلدہی کر کے قاضی زادہ کو حوالہ کیا۔ ہاتھی پر سوار ہو کر جاتا تھا زمانہ کی نیرنگی سے نصیحت کا سبق پڑھتا تھا۔ اگرچہ لڑائی نہ تھی اور سرکشوں کا گروہ بڑھتا جاتا تھا مگر ان کو عجب طرح کا خوف و خطر تھا۔ ناگاہ ایک بڑا لشکر نظر آیا جو معلوم ہوتا تھا کہ سرکشوں کے گروہ کو پراگندہ کریگا۔ مگر اس کا سردار وزیر جمیل دشمنوں سے دوستی کے قصد سے آیا تھا لڑنے کے لیے نہیں آیا۔ وہ بادشاہی حقوق کو فراموش کر کے جمیل سے جاملا

مگر پھر بھی دشمنوں کو خوف تھا کہ مظفر خاں سے لڑائی میں معلوم نہیں کہ کیا حال ہوگا۔ اسی اثنا میں ان پاس خبر آئی کہ مظفر خاں قلعہ نشین ہوگیا ہی جس سے وہ دلیر ہوئے اور جلد اسکو جا گھیرا۔ مظفر خاں کے پاس سوائے میر جلال الدین آنجو و حکیم ابو الفتح و جعفر بیگ و باقر انصاری و تردی بیگ یکہ او یزو عیسی ترکمان اور چند اور ملازموں و خیلا تلاشوں کے کوئی پاس نہیں ہا تھا ناچار وہ شہر بند ٹانڈہ میں بیٹھ رہا تھا۔ اور اندوختہ کو پراگندہ کر رہا تھا۔ مگر بے ہنگام خوش خوئی و گرم خوئی سے کیا فائدہ ہوتا ہی اور بے وقت زر فشانی اور کالا دہی سے کیا ہنگامہ کو رونق ہوسکتی ہی۔ جو دانشمند فرزانہ ہوتے ہیں وہ بیکاری کے زمانہ میں تیغ مردوں پر بخشش و عاطفت کرتے ہیں اور ناکامی کی جانگزائی سے پہلے واقف ہوکر اسکی چارہ گری کرتے ہیں۔ سرکشوں نے مظفر خاں سے کہا کہ اگر وہ ہمارا طریقہ اختیار کرے تو ہم اُس کو سب سے زیادہ پایہ والا پہ اختصاص دینگے اور اگر اس کو یہ منظور ہوگا تو ہم اس کو حجاز جانے کی اجازت دیں گے۔ مظفر خاں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ناسپاہی و بیراہہ روی تو دین و دنیا کی زیان افزائی ہی۔ پاسبانی ناموس کے ساتھ مجھے دریا کی راہ سے پادشاہ پاس جانے کی اجازت دیجائے سرکشوں نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ اس کو اپنا تہائی مال لیجانے دینگے۔ مگر اس گروہ کی باتوں پر اس کو اعتبار نہ تھا اس لیے اس نے معصوم خاں پاس بیس ہزار اشرفیاں بھجیں اور پرانی دوستی یاد دلائی کہ اس کے ناموس کی پاسبانی کرے۔ معصوم خاں نے بھی اسکو جواب دلدہی کے ساتھ دیا۔ مرزا شرف الدین حسین خاں قلعہ سے بھاگ کر معصوم خاں پاس آیا۔ یہ شرف الدین حسین خاں وہی ہی جو واجب القتل تھا۔ مگر پادشاہ نے اس کو چند روز قید کرکے بنگالہ ۹۸۷ھ میں بھیجدیا تھا کہ اگر اُس کے اطوار درست ہوں تو اس ملک میں جاگیر دیدی جائے۔ اور نہیں حجاز بھیجدیا جائے۔ اس خواجہ زادہ میں کوئی ندامت کا اثر نہ تھا۔ مظفر خاں نے فرمان پذیری اور خیر اندیشی سے قلعہ ٹانڈہ میں زندانی اس کو بنایا اور موسم کشتی کا منتظر تھا کہ یہ

طوفان آشوب تھا۔ اس نے قلعہ کے نگہبانوں کے ساتھ سازش کرکے باہر جانے کی تدبیر کی وہ قلعہ سے نیچے اترتا تھا کہ ایک جماعت کو اس کی اطلاع ہوئی تیر اس پر چلائے مگر وہ زخمی ہوکر مخالفوں سے جا کر ملگیا۔ اور مخالفوں کو اس نے یہ بتلا کر کہ اہل قلعہ بڑے خوف زدہ ہو رہے ہیں ان کو اور دلیر کیا۔ دوسرے دن سحر کو سرکشوں نے اپنے پیمان استوار کو توڑ کر شورش برپا کی۔ قاقشالوں نے تاراج کرنے میں پیش دستی کی۔ ہر جانب سے ایک گروہ قلعہ پر چڑھ آیا اور اس معمور کو لوٹ لیا معصوم خاں نے اپنے قرار کے موافق بنگاہ مظفر خاں پر آرام کیا تا کہ اسکے ناموس میں سرکش خلل انداز نہ ہوں اور بہت سامال خود اس کے ہاتھ آئے۔ مظفر خاں اپنے چند غلاموں کے ساتھ ہتیار لگا کر حیران تھا کہ کیا کرے نہ رائے پیکار نہ روے گریز۔ معصوم خاں ایک دو آدمیوں کے ساتھ آیا۔ اور منافقوں کی طرح باتیں کرنے لگا کہ مظفر خاں کے حرم سرا میں غوغا ہوا۔ معصوم خاں وہاں بھاگا گیا اور قلعہ سے باہر جان سلامت لے گیا۔ سب سرکشوں کو بہت دولت ہاتھ آئی۔ خاصکر مرزا شرف الدین حسین کو بہت روپیہ اس طرح ملا کہ اس برہم زدگی میں مظفر خاں نے آٹھ لاکھ روپیہ صندوقوں میں بھر کر ایک کولاب میں ڈالدیا تھا کہ عافیت کے زمانہ میں کام آئے مگر مرزا کو اس سے اطلاع ہوئی اس نے اس روپیہ کو صندوقوں سے نکال لیا اس میں پتھر بھر دیے اس روپیہ کے ذریعے سے مدتوں تک وہ شورش برپا کرتا رہا۔ سرکشوں نے بعض امرا کو قید کیا۔ بہت سے امرا ان سے مل گئے۔ حکیم ابوالفتح اور رائے پتر داس دل کر کے تدبیر سے بھاگ کر بادشاہ پاس چلے گئے۔ خواجہ شمس الدین کو سعید بیگ نے آشنائی کا پاس کرکے اپنی پناہ میں رکھا۔ اس طرح جان کاہی کے آسیب سے رستگاری ہوئی۔ مگر زرطلبی کے شکنجہ میں گرفتار ہوا۔ جعفر بیگ نے بذلہ گوی و نکتہ سرائی سے اس بازخواست سے رہائی پائی۔ مظفر خاں کو سرکشوں نے مارڈالا اور منصبوں کے مقرر کرنے کے لیے اور ولایت کی تقسیم کے واسطے اور مرزا حکیم کے نام کا

خطبہ پڑھنے کے لیے اُنھوں نے انجمنیں منعقد کیں۔ خانجہاں کی بارگاہ کو لگایا اور آراستہ کیا اور اس میں سب اکھٹے ہوئے۔ خان جہاں خان وکیل بنا۔ خاندوران خان کا خطاب ملا۔ بابا قاقشال خان خانان بنا۔ اور ریاست بنگالہ سپرد ہوئی۔ جباری خانجہاں خان ہوا اور دس ہزار سپاہ کا سردار ہوا۔ وزیر جمیل خان زمان ہوا۔ اور تو زک بیگی کا منصب ملا۔ خالدین خاں نے اعظم خانی کا اور خان محمد بہسود نے خان عالمی کا اور عبدالباقی نے خداوند خانی کا اور مرزا بیگ نے بہادر خانی کا خطاب پایا۔ خواجہ شمس الدین کو شکر خانی کا اور جعفر بیگ کو آصف خانی کا خطاب ملا تھا۔ مگر اُنھوں کی تدبیر سے اسکے قبول کرنے کو اور وقت پر ٹالا۔ عرب یہاں موجود نہ تھا مگر اس کو شجاعت خانی کا خطاب ملا۔ اسی طرح اور امراء کو مناصب اور خطاب عنایت ہوئے۔ جب مناصب اور اقطاع کا فیصلہ ہوا تو یہ قصد ہوا کہ مرزا حکیم کے نام کا خطبہ پڑھا جاوے۔ مگر مینھ کا وہ طوفان آیا کہ بارگاہ کے ٹکڑے ہوگئے اور تمام خیمے اور شامیانے کیچڑ سے پُر ہوگئے اور ہر ایک میر افتان وخیزان اپنے گھر چلا گیا کہ اس اثناء میں بادشاہ کی سپاہ کی آمد کا آوازہ ہوا جس سے وہ منبر پر خطبہ پڑھوانے کو بھول گئے اور کچھ اور ہی فکر میں ہوئے۔ زبردستی کو چھوڑ کر میدان جنگ میں آنا پڑا۔ اب ہم یہ لکھتے ہیں کہ اس عرصہ میں بہار کے سرکشوں کا حال کیا ہوا۔

اُس زمانہ میں کہ بہار کی سرزمین میں سرکشوں نے سر اُٹھایا بہادر پسر سعید بدخشی ترہت میں عمل گزار تھا اس نے شورش و فساد برپا کیا اپنے بیٹے کو یہاں چھوڑ کر وہ سرکشوں کے ساتھ مل گیا اور مال خالصہ کو سپاہیوں میں تقسیم کرکے خود بڑا سردار بن گیا۔

معصوم خاں نے سعید بدخشی کو بھیجا کہ پدرانہ نصیحت کرکے اپنے بیٹے کو اس حرکت سے روکے مگر بیٹے نے باپ کی نصیحت کو کچھ نہ سُنا اور اپنے خدائے مجازی کو قید کیا۔ اسی کشاکش میں بادشاہ کا لشکر آگیا۔ معصوم خاں بہت سے سرکشوں کو ساتھ لیکر بنگالہ چلا گیا۔ اور پٹنہ میں عرب کو مقرر کیا۔ شاہم خاں نے سرکشوں سے اپنا پیمان توڑا اور حاجی پور میں چلا گیا۔

اور علم دولتخواہی بلند کیا اور ادلیا، دولت کو اپنی نیت دکھانے کے لیے اُس نے ایک لشکر بہادر
سے لڑنے کے لیے بھیجا مگر وہ شکست کھا کر اُلٹا چلا آیا جس سے سرکشوں کی اور نخوت بڑھی تو
پھر خود لشکرکشی کرکے اُس نے فتح پائی اور سعید کو مار ڈالا محب علیخاں دوبارہ عرب سے پٹنہ
میں لڑا اور اس کو شکست دیکر شہر میں بھگایا یہاں سعادت علیخان کہ اُسکی نگاہ کا نگہبان تھا
اس سے پھر گیا۔ عرب اُس سے لڑا زخمی ہوکر بھاگ گیا۔ شہر پٹنہ پر محب علیخاں کا قبضہ ہوگیا بادشاہ
کی سپاہ اپنا سامان درست کرکے جونپور میں آئی اور اس حدود پر ترسون خاں۔ صادق خاں
غازی خاں۔ والغ خاں اور بہت سے امرا لشکر شاہی اُس سے آنکر ملے۔ غازی پور سے
دو کوس پر معصوم خاں فرنخودی بھی لشکر شاہی سے ملا۔ مگر اسکی ہرزہ درائی کو سب جانتے تھے
اس لیے اس کو حکم ہوا کہ وہ ہراول بنکر آگے جائے کہ بالفعل اس کی گزند سے کچھ خوف نہ
ہے۔ گنگا کے کنارہ پر جاکر مظفر خاں کی سرگزشت لشکر کو معلوم ہوئی محب علیخاں شاہم خاں
وسماجی خاں وباقی کولابی بھی لشکر شاہی سے آن ملے۔ پٹنہ کے حوالی میں ایک عمدہ مجلس
جمع ہوئی اور بزرگان دولت نے یک جہتی و یکتادلی کا عہد و پیمان کیا اور سپاہ اسطرح
مرتب ہوئی کہ قول میں ترسون خاں، راجہ توڈرمل رائے سرجن راجہ اسکرن جہتر خاں
اور برانغار میں محب علیخاں۔ شاہم خاں۔ میر ابوالمظفر اور جرانغار میں صادق خاں
الغ خاں نقیب خاں قمر خاں اور ہراول میں معصوم خاں فرنخودی۔ شیخ فرید بخاری۔
سید ابوالقاسم۔ سید ابوالمعالی۔ سید عبدالواحد۔ سید عبدالہادی مقرر ہوئے اس منزل
سے سپاہ سلاح بند ہوکر اس سبب سے چلی کہ بعض بزرگان لشکر کا دل دگرگون تھا اور سرکشوں
کا طائفہ قزاقی کررہا تھا۔ عرب جیب اور بعض اور سرغنہ تنگناؤں میں جا چھپے۔ لشکر شاہی
پر دشمن کوئی وار نہ کرسکے۔ جب لشکر منزل منگیر میں آیا تو معصوم فرنخودی نے یہ
ارادہ کیا کہ راجہ توڈرمل کو مار ڈالے۔ جسکی تدبیر و شجاعت اخلاص سے لشکر کا انتظام تھا
اس نے چند آدمیوں کا لشکر آراستہ کرکے راجہ سے درخواست کی کہ آپ اس کو ملاحظہ فرمائیے۔

راجہ نے عذر کیا۔ اس طرح معصوم کا پردہ ڈھکا رہا۔

اس زمانہ میں بنگالہ کے سرکش گڈھی سے گزر کر بادشاہی لشکر کے قراولوں سے کچھ لڑے۔ راجہ توڈرمل نے اپنے لشکر کے عاقلوں کو انجمن مشورہ میں جمع کیا۔ بعض بہادروں نے اُن میں سے کہا کہ ایزدی تائید پر بھروسہ کرکے لڑائی شروع کرنی چاہیے۔ بعض ژرف نگاہ ہشیار خرام نے گذارش کی کہ آج شورش کی تند باد کا طوفان اُٹھ رہا ہے۔ اور نیک اندیش نیک سگال کی تمیز دور ہوئے بتاہ پیچ سے نہیں ہوتی۔ معصوم خاں فرنخودی جیسر بادشاہ کے بہت احسان ہیں وہ تذبذب کی حالت میں ہو رہا ہے۔ دوربینی کا اقتضا یہ ہے کہ حصاری ہونا سزاوار ہے اس عرصہ میں یہ حال معلوم ہو جائیگا کہ سرکشوں کے لشکروں میں سے کون آنکر ہم سے ملتا ہے اور ہم میں سے کون ان سے جاکر ملتا ہے۔ آخر یہی رائے پسند ہوئی۔ قلعہ منگیر میں بادشاہی لشکر کی گنجائش نہ تھی۔ اس لیے ایک اور سرزمین میں شائستہ حصار بنایا گیا۔ امرار خدمت گزار نے مورچل بنائے۔ اور خندق اور دیوار بنانے میں کوشش کی۔ تھوڑے دنوں میں بلند چاردیواری چوڑی تیار ہوگئی اور حصار شہر ایک قلعہ بن گیا۔ سرکشوں نے اسکے حوالی میں شورش برپا کی اور توپ تفنگ طرفین سے چلنی شروع ہوئیں۔ اس زد و گیر میں بادشاہ کے لشکر میں سے بہت سے آدمی دشمنوں سے جا ملے۔ انکے سرگروہ تمر خاں وہمایوں و قلی شاہ تھے۔ اُس طرف سے بھی گروہا گروہ آدمی ادھر آنکر ملے۔ قلعہ گزینی کی سرگزشت ہمراہیوں کی بدگوہری۔ مخالفوں کا ہجوم اور تازہ کمک کے لیے گزارش عرائض میں لکھکر اُمرا لشکر نے پادشاہ پاس بھیجیں۔ بادشاہ نے مرزا کوکہ کو پنجہزاری منصب اور اعظم خانی کا خطاب دیکر روانہ کیا اسکی اطاعت کے لیے لشکر کے نام فرمان جاری کیا۔ اندنوں بنگالہ سے حکیم ابوالفتح پادشاہ پاس آگیا تھا۔ اس نے پادشاہ کے روبرو بنگالہ کی برہمزدگی اور سپاہ کی ناسپاسی کا بیان شیوا زبانی سے ادا کیا اور اپنا حال بھی قلعہ پر سے کودنے کا۔ اور پیدل چلنے سے پاؤں میں چھالے پڑنے کا ذکر کیا۔ عرض کیا کہ میر معزالملک اگرچہ اول سرکشوں

کے ساتھ گیا تھا۔ لیکن دوراندیشی کر کے ان سے جدا ہو گیا۔ اس زمانہ میں کہ سرکشوں کا ہنگامہ شکست ہو رہا ہے۔ تعجب ہے کہ اس نے آدمیوں کو جمع کر کے جونپور میں فساد مچا رکھا ہے۔ اور مولانا محمد تبریزی فتنہ اندوزی میں اسکے ساتھ گندھا ملا کے چلتا ہے۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ اسد خاں ترکمان مانک پور سے اس حدود میں جا کر ان زیادہ سروں کو پادشاہ پاس حاضر کرے۔ وہ پادشاہ کے فرمان کا کاربند ہوا اور سرکشوں کو پکڑ کر پادشاہ پاس لے چلا۔ راہ میں اٹاوہ کے قریب کشتی ڈوب گئی جس میں یہ سرکش تھے۔ خان اعظم کے نام خرم اندوزی کے سبب پادشاہ نے حکم دیا کہ معز الملک کے چھوٹے بھائی علی اکبر کو مسلسل کر کے زمانیہ سے ہمارے پاس بھیجدے اگرچہ وہ سرکشوں میں شریک نہ ہوتا تھا۔ مگر آتش فساد میں پھونکیں مارتا تھا۔ پادشاہ پاس وہ آیا اور زندان میں بھیجا گیا۔

قلعہ نشین لشکر شاہی پاس آذوق بجر دریا سے آتا تھا۔ مرزا شرف الدین حسین اور معصوم خاں نے پٹنہ کی راہ سے خشکی کی گذرگاہ کو بند کیا اور ایک نوارہ دریائی بنا کر دوسری راہ روکنے کا ارادہ کیا۔ جب لشکر شاہی کو اطلاع ہوئی کہ کشتیاں دشمنوں کی نو کوس کے فاصلہ پر آ گئی ہیں۔ تو صادق خاں۔ الغ خاں۔ نصیب خاں۔ و باقر سفرچی خشکی کی راہ سے دوڑے۔ رائے پتر داس دریا کی راہ روانہ ہوا۔ مہتر خاں دریا سے پار گیا۔ غرض اس خوبی سے یہ تیز دست بہادر چلے کہ دشمن کی تین سو کشتیاں کو کہ ساز پیکار سے پُر تھیں تصرف میں لائے جس سے لشکر کو بڑی تقویت ہوئی۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب مظفر خاں جان سے گیا تو معصوم خاں نے خواجہ شمس الدین کو مالدار سمجھکر اپنی حمایت میں لے لیا تھا مگر جب روپیہ خوشخوئی سے نہ وصول ہوا تو خیرہ روئی شروع ہوئی۔ قریب تھا کہ اس شکنجہ فرسائی میں قالب تہی ہو کہ عرب بہادر نے اس کی دوستی سابق کا بدلہ کرنا چاہا اور اس خیال سے کہ اس کے اندوختہ کو نصیحت کر کے لے اپنے پاس بلا لیا۔ اس کے پاؤں کو زنجیروں سے نکالا اور اسکی لابہ گری شروع کی۔ خواجہ نے فرصت پا کر ان

لشکر شرقی کو مخالفوں کا نوارہ ہاتھ لگنا سنہ ۹۸۸ ۲۵

ستیزہ کاروں کی انجمن سے کنارہ کیا اور قصبہ کھڑگ پور میں راجہ سنگرام سے ملگیا۔ راہ کے بند ہونے سے لشکر سے تو نہ مل سکا لیکن دشمن کی سراسیمگی کا سبب اس طرح ہوا کہ لشکر مخالف میں جو سوداگروں کا کارواں جاتا تھا اس کو لوٹ لیتا اور جو اس گروہ کے مویشی چرنے آتے انکو دستبرد کرتا۔ تھوڑے دنوں میں حسن علی عرب آفاق دیوانہ و مرزا حسین نیشاپوری و علی قلی و عزیز اور بہت سے آدمی جو بیچارگی کے سبب سے غنیم سے ملے تھے اس سے آن ملے اور بارہ سو آدمیوں کے قریب اس پاس جمع ہوگئے جس سے بدکاروں کے کاموں کے رونق کم ہوگئی۔

یہ شاہ منصور دیوان آوارہ نویسی اور کفایت اندوزی سے سیاہ کی داد و ستد میں باریک بینیاں کرتا۔ اور وزارت کے کام کو چھوڑ دیا۔ آئین استیغا کو اختیار کیا۔ وزیر اُسے کہتے ہیں کہ دیدہ وری اور راستی سے مال کی پاسبانی کرے۔ بندگان بادشاہی کی نگاہداشت میں ہمت لگائے۔ داد و دہش نرمی و درشتی میں میانہ روی کرے۔ دوست و دشمن کے ساتھ یکساں رہنے کو راست میزانی جانے۔ بائست وقت و ہنر اور حال کو ہاتھ سے نہ دے زر اندوزی کو سب سے بہتر کام نہ جانے۔ کشادہ پیشانی و شیریں زبانی اور دل توانگر و خاطر مہربانی اور انصاف ہمیشہ کرے۔ ناتواں بینی مشکل پسندی و سخت گیری نہ کرے فراخ حوصلگی کرے۔ اور خلقت کی خدمت کو نرخ گراں سے خریدے۔ تاکہ گروہا گروہ سود و زیاں کے بازار سے نکلکر عقیدتمند ہو جائیں خواجہ نے اپنی حد سے پرے پاؤں نکالے۔ کفایت اندوزی شروع کی۔ اور نہ زمانہ کی شورش کا خیال کیا نہ دستبرد روزگار کو منظور رکھا۔ بقایا کی بازخواست کی۔ راجہ توڈرمل نے بادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ اولیاء دولت ہنگامہ نبرد گرم رکھتے ہیں۔ اور سربازی کا بازار تیز ہے۔ کاربرداران سلطنت بے تاملی اور وقت ناشناسی سے ایسے معرکۂ زد و گیر میں آویزش جانفشانی و دلشکری کے درمیان داد و دہش کے کیسے کا منہ بند کر کے مال برگرفتہ کو طلب کرتے ہیں۔ اس بازیافت کا نام کیا رکھنا چاہیئے اور طلبگار بے ہنگام کو کس گروہ میں سے شمار کرنا چاہیے۔ شہریار نے شاہ منصور کو

موقوف کرکے اس کا کام شاہ قلی محرم کو سپرد کیا اور وزارت کا منصب الاوزیر خاں کے حوالہ کیا۔ اس سے شرقی دیار کی سپاہ نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور لڑنے پر کمر ہمت چست کی اور بہت سے سرکشوں نے اطاعت کی۔

ترسون خاں و راجہ توڈرمل و محب علیخاں و معصوم خاں فرنخودی سرداری کا پاس کرکے حصار سے باہر آنکر نہ لڑتے۔ مگر صادق خاں و شیخ فرید و الغ خاں جانوں کی داد و ستد کا ہنگامہ گرم رکھتے۔ اس دو مہینے کے عرصہ میں کہ سرکشوں سے جنگ ہی بادشاہ خزانے اور لشکر سے برابر مدد کرتا رہا پیشرو خاں و صالح و زین الدین و تاراچند کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اگرچہ خان اعظم اور شہباز خاں اور اور امرا بادشاہی لشکر سے ہنوز آنکر نہیں ملے ان کے آنیکی شہرت نے سرکشوں کے لشکر میں ہل چل ڈالدی اور وہ بھاگ کر چلے گئے۔ بادشاہی لشکر نے یہ سمجھکر کہ اس بھاگنے میں اُنکی کوئی تزویر ہو۔ حصار سے باہر آنکر انکے پیچھے پڑے مگر بعض عاقلوں نے ہمت کی اور محب علیخاں و مہر علیخاں کو ہراول بناکے بھیجا مگر وہ احتیاط اور ناشناسائی کے سبب سے دودلی کے ساتھ قدم اُٹھاتے تھے۔ کہ خواجہ شمس الدین بارہ سو سواروں کو لیکر اُن سے آن ملا۔ اور اُس نے دشمن کی برہمزدگی اور تباہ حالی کو عام لشکر پر روشن کیا۔ اور افزونی بدسگالی اور کمی خیر اندیشی اور گرم بازاری دوروئی کو دور کیا۔

اب بنگالہ میں اڑیسہ میں قیا خاں اور فتح آباد میں مراد خاں اور ساتگاؤں مرزا نجات زبان سے باتیں تو نیک خدمتی کی بناتے مگر گفتار سے کردار میں آدھا قدم بھی نہیں اُٹھاتے۔ مراد خاں تو عمر طبعی پر پہنچ کر مر گیا۔ اور اس ناحیہ کے زمیندار مکند نے اسکے بیٹوں کو بھی مہمان بلاکر طعمہ اجل چکھایا۔ قیا خاں کی بھی حیات ختم ہوئی۔ اس نواح کے بومیوں (دیسیوں) نے چیرہ دستی کی۔ مرزا نجات پر قتلو چڑھ گیا۔ حدود سلیم پور میں مرزا بُری طرح لڑکر بھاگ گیا۔ اور پرتاب بار فرنگی کی پناہ میں گیا۔ بابا قاقشال سخت بیمار ہوا۔ مگر اس جان کنی میں بھی ہمزبان کو مرزا نجات کے سر پر

سرکشوں اور بادشاہی لشکر کی لڑائی سنہ ۹۸۸ھ

اڑیسہ کا حال سنہ ۹۸۸ھ

بھیجا۔ اس نے راہ کے درمیان جب قتلو کی چیرہ دستی سُنی تو اُس سے بنگلوٹ میں لڑا اور شکست پائی۔ تو بابا نے کین توزی کا ہنگامہ آراستہ کیا۔ قتلو نے آشتی کے لیئے افسانہ سرائی کی۔ مرزا شرف الدین حسین وجباری بنگالہ کی طرف گئے۔ معصوم خاں کابلی کیدھور کے زمیندار کی رہنمونی سے بہار کی طرف گیا۔ عرب بہادر و کورم پسر ترخاں قزاقی کرنے لگے۔ چودھری گشتہ پادشاہی لشکر کے لیے خزانہ لیے جاتا تھا کہ عرب بہادر دکورم نے اسکے لوٹنے کو قدم اُٹھاے۔ مگر وہ چالاکی کرکے خزانہ کو حصار پٹنہ میں لے گیا۔ اُنھوں نے قلعہ کو گھیرا۔ بہادر خاں نے قلعہ کی حفاظت خوب کی۔ پادشاہی لشکر دشمن کے پیچھے آہستہ آہستہ جاتا تھا۔ اُس نے معصوم خاں کابلی کی طرف جانے سے مُنہ موڑا۔ اور پٹنہ کی طرف چلا۔ آئین یہ قرار پایا کہ افواج تو منزل بمنزل کوچ کرے اور بعض تیز دست دلاوری کرکے آگے جائیں۔ معصوم خاں فرنخودی نے اس خدمت کی درخواست کی۔ راجہ توڈرمل اس سے عاجز آرہا تھا اس کو رخصت کیا اور احتیاطاً اسکے پیچھے محب علیخاں اور جہر علیخاں کو روانہ کیا۔ ان سب نے ملکر پٹنہ کے اہل قلعہ کو بچایا۔ جن کو دشمن گھیر کر ستارہا تھا۔ دشمن کچھ لڑکر بھاگ گئے۔ قلعہ اور خزانہ انکے ہاتھ سے بچ گیا۔ اگرچہ معصوم خاں فرنخودی شائستہ خدمت بجا لایا۔ مگر بے صلاح ومشورہ پادشاہ کے لشکر سے جدا ہوکر جونپور چلا گیا۔ اور راہ میں بہادر خاں کے گماشتوں سے حاجی پور چھین لیا۔ اور حوالی ترہت سے نکلکر بہت سا ملک دبا بیٹھا اور سرکار حاجی پور کا مالک بن گیا۔

شورش عرب فرو ہوئی تھی اور لشکر شاہی سرائے رانی سے بہار کو جاتا تھا کہ معصوم علیخاں کابلی کا کام تمام کرے۔ مگر بارش کی شدت کے سبب سے دریا رین پن پراس کو توقف کرنا پڑا۔ جب ہوا میں اعتدال ہوا تو لشکر چلا۔ معصوم خاں بہار سے نکلکر کوہستان شمالی کے دامنہ میں آیا۔ لشکر شاہی قصبہ گیا میں پہنچا۔ غنیم شہر بہیرہ میں آیا اور چار کوس چلکر اس نے حلقہ باندھا۔ پانی کی کثرت سے لشکر شاہی کا

سلسلۂ انتظام ٹوٹ گیا۔ دو فرسنگ پر غنیم تھا۔ بادشاہی لشکر اپنی کثرت کی نخوت سے اور دشمنوں کی قلت کے سبب سے خواب غفلت میں ہوا۔ لیکن راجہ توڈرمل اور صادق خاں خوب ہوشیار تھے اور پیکار کے لئے تیار تھے۔ رات کو خان بیگ۔ اور الغ بیگ حبشی کی قراولی تھی۔ سرگردہ خواب غفلت میں خود سوتے تھے۔ اور خواب آلودہ نوکر کار آگہی کے لئے بھیجے تھے۔ غنیم نے دن کو اپنے میں لڑائی کی توانائی نہیں دیکھی۔ رات کو اُلّو کی طرح دست برد کا ارادہ کیا۔ ایک پہر گذری تھی کہ بہت سے سپاہیوں کو لیکر جنگ کا آہنگ کیا۔ اور غافلوں پر غالب ہوا۔ ماہ بیگ اور چند حبشیوں کو مارا اور لشکر شاہی صادق خاں کے لشکر پر گرا۔ وہ بہادری سے لڑا کہ کمال خاں فوجدار نے دو فیل باد رفتار لایا۔ جس سے لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ اور دشمنوں کے سواروں کو اُنھوں نے سونڈوں میں پکڑ پکڑ کر گرانا شروع کیا۔ ان ہاتھیوں پر جو تیر لگا انکو اور زیادہ تیز دست بنایا۔ ایک ہاتھی کے بیاسی اور دوسرے کے پچپن تیر لگے بادشاہی سپاہ کے بہت آدمی زخمی ہوئے مگر کوئی مرا نہیں اس کو فتح حاصل ہوئی اور معصوم خاں بنگال کو بھاگا۔ اور گڈھی پر بادشاہی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔

خان اعظم کے لشکر پہنچنے سے پہلے بہت سی سرکشی فرو ہو گئی تھی۔ خان اعظم کے لشکر کے آنے میں دیر اس سبب سے لگی کہ جب لشکر گذرچوسا سے گذرا تو رجنبہ کے زمیندار دلیت نے سرکشی اور مردم آزاری کے لئے سر اُٹھایا۔ خان اعظم۔ اس سرکشی کی سزا کے درپے ہوا۔ شہباز خاں بھی آن پہنچا اُس نے دلیت کی بنگاہ جگدیس پور کو غارت کیا۔ درخت زاروں میں سرکش چلے گئے اور لڑائی ہوتی رہی۔ اس اثنا میں خان اعظم اور شہباز خاں میں رنجش ہو گئی۔ خان اعظم یہاں سے جاکر اس لشکر شاہی سے جا ملا جس پر ایک دن پہلے معصوم خاں کابلی نے شبخون مارا تھا۔ اس سے لشکر میں رونق ہی اور ہو گئی۔

عرب بہادر شرکرے کر شہباز خاں سے لڑنے آیا۔ شاہی لشکر میں سے

[illegible] ۹۸۸ھ [illegible] ۱۵۸۰ء

سعادت علیخاں اُس سے لڑنے گیا اُس نے دشمنوں کو پراگندہ کر دیا۔ رہتاس کے متصل قلعہ گنت میں سعادت علیخاں کو شہباز خاں نے مقرر کیا۔ دلپت اور عرب بہادر نے اُس پر حملہ کیا۔ اور قلعہ لے لیا اور سعادت علیخاں کو مار ڈالا۔

جب لشکر شاہی سے خان اعظم مل گیا تو سرکشوں نے بنگالہ کی طرف رُخ کیا۔ لشکر شاہی میں بعض ایسے بداندیشہ تھے کہ اُنھوں نے سرکشوں کا تعاقب کر کے ایک ہی دفعہ میں سارے سرکشی کو فرد نہ کیا۔ مگر ہاں ملک بہار کے انتظام میں خوب ہمت صرف کی۔ بھیرہ سے رہتاس تک کی دید بانی محب علی خاں کو سپرد ہوئی۔ یہ لشکر شاہی گیا میں آیا۔ راجگڈھ کے پاس دوست محمد بابا دو سو آدمیوں سے آن ملا۔ وہ باغی ہو گیا تھا جب لشکر شاہی غیاث پور میں آیا تو معلوم ہوا کہ شہباز خاں سے عرب بہادر شکست پا کر سارنگ پور کی طرف جاتا ہے ضعیف کشی اور زبردست آزاری میں دست درازی کرتا ہے۔ شاہم خاں کو اس نواح میں جاگیر دیکر روانہ کیا کہ اس سرکشی کا علاج کرے انھیں دنوں میں بہار میں غازی خاں بدخشی کو متعین کیا۔ معصوم علیخاں فرنخودی کی فتنہ پردازی کی بڑی شہرت ہو رہی تھی اسلیے ترسون خاں کو جونپور جانے کی اجازت ہوئی۔ صادق خاں و شیخ فرید بخاری والغ خاں حبشی و طیب خاں کو منگیر کی طرف روانہ کیا کہ اس نواح کو مخالفوں کے خس و خاشاک سے پاک و صاف کریں۔ خان اعظم و راجہ تو ڈرمل اور اور سپاہ پٹنہ و حاجی پور کو روانہ ہوئی۔ مگر اس سے پہلے کہ یہ پٹنہ میں امرا ملیں۔ شہباز خاں نے وہاں آنکر اپنی اور ہی دُکان جما رکھی تھی۔ اُس نے دلپت اور عرب کی مالش کی تھی اور بہادر کے ہاتھوں سے حاجی پور کو چھڑایا تھا۔ لیئے وہ اپنے تئیں کچھ اور ہی سمجھنے لگا تھا۔ معصوم خاں فرنخودی جونپور آیا۔ خان اعظم و راجہ تو ڈرمل نے حاجی پور میں اقامت کی۔ شہباز خاں نے پٹنہ میں اپنے کاموں کو رونق دی۔ امرا کو منصب اور جاگیریں دیکر اپنا اقتدار خوب بڑھا لیا۔ خان اعظم سب سے دل گرفتہ ہوا۔ راجہ نے بھی طرح دی اس طرف کی تمام مہمات شہباز خاں کے ہاتھ میں آئیں۔ نیک اندیشوں اور سچے کارگزاروں نے چاہا کہ اُن کے

درمیان یک جہتی رہے اور دوتائی نہو گمر مدارا نہ رہے۔ لشکر شاہی کے دو حصے ہوگئے آپسمیں اغراض نفسانی کے سبب سے یہ بات بھی قرار نہ پائی کہ ایک گروہ خدمت بنگالہ کو اپنے ذمہ لیتا۔ اور دوسرا مہمات بہار سے دارالخلافہ تک پاسبانی کو اپنے اہتمام میں لیتا خان اعظم و راجہ تھوڑا لشکر لیکر ترہت کو روانہ ہوئے۔ منافقانہ شہباز خاں کو بھی بلایا مگر وہ بہت سا لشکر لیکر جونپور گیا اور ظاہر یہ کیا کہ میں معصوم خاں فرنخودی کو مطیع کرنے جاتا ہوں۔ اصل مطلب اس کا یہ تھا کہ اس ہنگامہ سے اور ہر روز کی گفتگو سے نجات ہوجائے۔

شرف الدین حسین کا مرنا سنہ ۹۸۸ھ

جب معصوم خاں کابلی بھاگ کر بنگالہ میں گیا تو مرزا شرف الدین حسین اور اسکے درمیان بگاڑ ہوگیا۔ اور ایک دوسرے کی گھات میں لگا۔ مرزا پاس لوٹ کا مال بہت جمع تھا اسکے پاس آدمی بہت تھے معصوم خاں نے روبہ بازی کرکے چاپلوسی اور لابہ گری کی اور اُس کو اس طرح مسموم کیا کہ ایک پسر ہندی مرزا محمود نام اس کا دوست تھا معصوم نے اس کو روپیہ کا لالچ دیا اس نے خشخاش میں زہر ملا کر مرزا کو دیا تھوڑی دیر میں وہ مرگیا۔

نیابت خاں کا سر اٹھانا سنہ ۹۸۸ھ

میر ہاشم نیشاپوری کا بیٹا نیابت خاں تھا۔ چھوٹی عمر میں بادشاہ نے اُسکی پرورش کی تھی اور اس کا اعتبار بڑھایا تھا وہ خالصہ کا عمل پرداز تھا۔ خردہ گیر آوارہ نویسوں نے باقی نکالی تھی۔ اُس زر بندہ نے حق گزاری سے سرکشی کو بہتر جانا اور فتنہ اُٹھایا قصبہ کڑہ کا محاصرہ کیا۔ الیاس خاں لنگاہ اسمٰعیل قلیخاں کے تھوڑے نوکرون کو ساتھ لیکر اُن سے لڑا۔ اور مارا گیا۔ بادشاہ نے اسمٰعیل قلیخاں و عبدالمطلب خاں و شیخ جمال بختیار اور اور اخلاص مند بہادروں کو اجازت دی اور وزیر خاں کو جس کو بادشاہ نے اودھ کا جاگیردار مقرر کیا تھا اور امرا کو لکھا کہ یک جہتی کرکے اس سرکش کو سزا دیں جب لشکر آیا تو وہ بعض قلعوں کو مستحکم کرکے اریل میں چلا گیا۔ وزیر خاں نے اُس قلعہ کی فتح کرنے سے پہلے آلہاباس کے لینے کا قصد کیا۔ نیابت خاں کے پیچھے اسمٰعیل قلیخاں گیا۔ غرض دونوں میں خوب لڑائی ہوئی۔ دوست دشمن نے ایکدوسرے کے لڑنے کی تعریف کی۔ اسمٰعیل قلیخاں

کی مردانگی سے فتح ہوئی نیابت خاں بھاگ کر کہیں چھپ گیا۔ لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔

ہم نے پہلے لکھا ہی کہ معصوم خاں فرنخودی لشکر شاہی سے جدا ہوکر اپنی خودسری سے جونپور چلا گیا تھا۔ بہت آدمیوں کو اُس نے یہاں جمع کر لیا جب اس نے سُنا کہ پادشاہ پنجاب میں مرزا حکیم کے آنے کی خبر سُنکر گیا ہی تو اُس کے باطن میں جو خبث بھرا ہوا تھا وہ اوس نے باہر اُگلا۔ اور ترسون خاں کے گماشتوں سے اُس نے جونپور کو بزور لے لیا۔ کھُلی بغاوت اختیار کی۔ پادشاہ کو اسکے باغی ہونے کا یقین نہیں ہوتا تھا۔ اس نے چند عاقل صلاح اندیش اس پاس بھیجے کہ اس کو راہ پر لائیں اور کہیں کہ کیا وہ لشکر شاہی سے جا ملے یا ہمارے پاس چلا آئے مگر پادشاہ کے اس کہنے سننے نے اسکا مالیخولیا اور بڑھایا اس نے نامعقول غدر کرکے اپنی فتنہ اندازی کو اور بڑھایا۔ پھر پادشاہ نے فرمان بھیجا کہ اگر وہ ان دو کاموں سے کوئی ایک کام نہیں اختیار کرتا تو جونپور کو چھوڑ کر وہ اودھ میں چلا جائے یہ صوبہ اُس کی جاگیر میں دیا جاتا ہی اس کا انتظام کرے۔ وہ اودھ میں چلا گیا۔ ظاہر میں فرمان پذیر ہوا۔ مگر حقیقت میں وہ یہاں اس لیے آیا کہ اسباب شورش کے تیار کرنے کی فرصت پائے۔ پادشاہ نے شگوفہ قزادل او دو آدمیوں کو اس کا حال دریافت کرنے کو بھیجا اُنھوں نے اپنی کوتاہ عقلی اور حرص درازی سے پادشاہ کو اسکے مخلص اور خدمت گزار ہونے کا یقین دلانے کے لئے عرض کیا کہ اگر وہ اپنے مقربین سے ایک دو کو اسکے پاس بھیجے تو وہ حضور کی آنکر قدمبوسی کرے۔ پادشاہ نے شاہ قلی محرم و راجہ بیربر کو اس خدمت پر رخصت کیا۔ جب وہ اسکے قریب آئے اور نامہ یک جہتی بھیجا تو وہ ناشائستہ کلمات زبان پر لایا اس لیے یہ دونوں اُلٹے چلے آئے۔ ہم نے پہلے لکھا ہی کہ خان اعظم اور راجہ توڈرمل ترہت کی جانب منزل پیما ہوئے اور شہباز بہت سا لشکر لیکر جونپور کی طرف آیا اس سبب سے بنگالہ کے سرکشوں کی سزادہی کا کام کھٹائی میں پڑا۔ جب شہباز خاں حوالی قصبہ بھیمہ میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ ترسون خاں سے عرب بہادر شکست

پاکر یہاں ٹھہر رہا ہے اور زیر دستوں کو تکلیف دیتا ہے اس نے بعض اپنے بہادروں کو بھیجکر
اس کو خوب سزا دی اور خود جگدیس پور میں آیا یہاں گردن کشوں کی مالش میں مصروف
ہوا۔ اس کو یقین ہوگیا کہ معصوم فرانخودی بالکل باغی ہوگیا۔ نیابت خاں اور عرب بہادر
اس کے ہنگامہ کو رونق دیتے ہیں۔ تو وہ اودھ کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک نامہ اس کو اس
مضمون کا لکھا۔ نیابت خاں و شاہ دانہ کو گرفتار کرکے عرب بہادر پادشاہ پاس روانہ ہو
یا پہلے ان کو بھیجدے تاکہ اسکے کام پر سے پردہ اُٹھے مگر اس نامہ کو وہ افسانہ سمجھا اور آب سر سے
بار اپنا بنہ و بار قلب جا میں بھیجدیا اور خود ترکوں کو آمادہ جنگ ہوا۔ شہباز خاں بھی کارزار پر
آمادہ ہوا اور لشکر کو اس طرح مرتب کیا۔ قول کا اہتمام خود لیا۔ برانغار ترسون خاں کو دیا۔
جرانغار مہتر خاں و بہار خاں و سید عبداللہ خاں و قمر خاں کو دیا۔ ہراول میں مہر علیخاں
سلدوز و جیون خاں کوکہ و مرزا ابوالقاسم و میر ابوالمعالی کے حوالہ ہوا مفاخر محمد کو کمین
میں بٹھایا۔ مخالف نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ دست راست میں عرب بہادر کو
دست چپ میں شاہ دانہ و عابد کو مقدمہ میں۔ مرزا قلی توقبا کو اور التمش میں نیابت خاں کو
مقرر کیا۔ قلب گاہ میں خود رہا۔ ۱۲ بہمن ۹۸۸ھ کو اودھ سے پچیس کوس پر سلطان پور بلہری
پر دونوں لشکر ملے۔ اول پادشاہی ہراول نے دشمن کو شکست دی مرزا قلی مارا گیا۔
پادشاہی برانغار نے بھی اپنے مقابل کی سپاہ کو ہٹایا۔ معصوم خاں نے قول میں آنکر پیکار
شروع کی۔ شہباز خاں کے دل میں ہول اُٹھا اور وہ بھاگا مگر جب برانغار اور ہراول کو
اسکی خبر ہوئی تو وہ اس کی مدد کو آئے مخالف کے لشکر میں یہ افواہ اُڑ گئی کہ معصوم خاں
مارا گیا جس سے ہنگامہ مخالف پراگندہ ہوگیا جب معصوم خاں کچھ چلکر میدان میں آیا تو اُس نے
اپنے لشکر کو نہ پایا سامنے اس کے ایک لشکر نمودار ہوا جس کو وہ اپنا سمجھکر خوش ہوا اُسکی
طرف گیا تو معلوم ہوا کہ وہ برانغار شاہی ہے وہ اور زیادہ بھر اسیمہ ہوا لشکر شاہی نے اسکے
خیمہ گاہ پر پہنچکر لوٹنا شروع کیا۔ لوٹ کے مال لشکر لیکر خیموں میں لائے تھے کہ معصوم پھر

لڑنے آیا اور زخمی ہو کر ایک بلندی پر چڑھ گیا۔ میدان جنگ پادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آیا مگر اس کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ آگے بڑھکر دشمن کا کام تمام کرتے وہ اودھ کو چلا گیا۔ پادشاہی لشکر اکبر پور میں اودھ سے بارہ کوس پر آنکر ٹھہرا۔ شہباز خاں وہم کے مارے جونپور میں میدان جنگ سے بیس کوس پر چلا آیا۔ غرض پادشاہی لشکر کو ایک فتح بزرگ حاصل ہو گئی۔

بنگالہ کے ناسپاسوں میں بہادر بھی سر بر آوردہ تھا۔ اس نے اقصای بہار میں خان محمود بہسودی سے اتفاق کر کے ظلم کرنا شروع کیا پادشاہی امرا میں دورنگی کی ہوا چل رہی تھی اور بنگالہ کی طرف لشکر کی روانگی میں تاخیر ہو رہی تھی۔ صادق خاں منگیر میں دالغ خاں حبشی وبابو منگل بھاگل پور میں غافل پڑے تھے ان سرکشوں نے ان کو ستایا۔ اور ایسے غالب ہوئے کہ وہ بھاگ کر منگیر میں آئے۔ صادق خاں نے بعض سرداروں کو بھیجا۔ اُن سے لڑائی ہوئی اور بہادر مارا گیا۔ اور سب اُسکے ساتھی بنگالہ کو بھاگ گئے۔ بہار اب بالکل سرکشوں کے خس وخاشاک سے پاک ہوا۔

شہباز خاں کی پہلی کام روائی اور ناکامی اوپر بیان ہوئی۔ اب وہ تیز دستی اور کاردانی سے پھر ہنگامہ آرا اور تھوڑے عرصہ میں آمادہ کارزار ہوا۔ معصوم خاں شکست پاکر لشکر کے جمع کرنے میں معروف ہوا اور پادشاہی دولت کو جو اُس پاس جمع تھی خرچ کرنے لگا۔ پادشاہی فوج بھی دشمن سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئی معصوم خاں بھی اُن سے لڑنے نکلا۔ اسکی فوج میں دست راست پر عرب بہادر تھا۔ اور دست چپ پر نیابت خاں اور مقدمہ میں شاہ دانہ تھا اور خود کمین میں بیٹھا تھا۔ ۲۴ بہمن ۹۸۸ھ کو دونوں لشکروں نے میدان جنگ آراستہ کیا۔ معصوم خاں نے کچھ توقف کیا۔ پادشاہی لشکر نے خندق کو کھودلیا۔ دوسرے روز جنگ شروع ہوئی پادشاہی ہراول اور ہاتھیوں نے غنیم کے ہراول کو شکست دی مخالف کے برانغار نے لشکر شاہی جرانغار پر زور ڈالا اور اس کے کام کو دشوار کیا مگر پادشاہی ہراول

اور التمش نے آنکر اسے سنبھال لیا۔ اور دشمن کو سب طرح سے میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اور
بہت مال اسباب اس کا لوٹ لیا۔ شہباز خاں نے فیروزمندی کو غنیمت جانا بنرد گاہ سے
اُس نے آدھا قدم نہ بڑھایا۔ لشکر نے جاکر شہر کا کنارہ لوٹا۔ عرب بہادر نے اُن کو مار کر
بھگایا۔ مشہور یہ ہوا کہ شہباز خاں بھاگا معصوم خاں تھوڑی دیر سُنکر خوش ہوا شہر کے اندر اور
باہر نگاہداشت کی اور برج دوبارہ درست کیا۔ ایک توپ دروازہ پر لگائی لڑنے پر آمادہ ہوا
مگر یہ توپ پھٹ گئی جس سے چھوٹے دوست زربندے پراگندہ ہوگئے اب معصوم خاں کو
شہر بند حوادث سے نکلنے کو جانہ تھی نہ بیٹھنے کی جا تنگنائے آشوب میں تھی بنہ و بار اس کثرت
سے تھا کہ اُس کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا اس اندیشہ جانکاہ میں عرب نیابت خاں
و شاہ دانہ جنسے اس کا سارا کام بنا ہوا تھا اس سے جدا ہوگئے اور اپنا اندوختہ یہیں چھوڑ گئے۔
معصوم خاں سات آدمیوں کو لیکر پوشیدہ بھاگا اس بری حالت میں زمیندار کوچ
اس سے ملا اور اپنے گھر لے گیا اور سارا مال اسباب اس کا سنگوایا۔ دوستی کے لباس
میں قزاقی کرکے اس کو باہر نکال دیا۔ وہ نہایت تباہ حال ہوکر دریا رسرد سے پار اترا۔
راجہ مان زمیندار نے اسکی دستگیری اپنے گھر لے جاکر کی۔ شہباز خاں نے امید و بیم کی
داستان راجہ کو لکھکر بھیجی کہ وہ معصوم خاں کو حوالہ کرے یا مار ڈالے مگر اس نے انکار
کیا اور پوشیدہ معصوم خاں کو اپنے آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا وہ کہیں جاکر چھپ گیا
شہباز خاں قصبہ اودھ میں آیا اور تمام معصوم خاں کے زہ وزاد و بنہ و بار پر قبضہ کیا
ڈیڑھ سو ہاتھی ہاتھ آئے۔ بادشاہ پاس فتحنامہ بھیجا گیا۔ بادشاہ نے شہباز خاں کو
لکھ بھیجا کہ معصوم خاں کے زہ وزاد اپنے پاس رکھے لوگوں میں مشہور تھا کہ معصوم خاں دامنہ
شمالی کوہ سے کابل جانا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے اس کے روکنے کے لیے قلیج خاں
کو اس طرف روانہ کیا۔ اُس نے واپس آنکر بادشاہ کا اطمینان کر دیا کہ وہ
ادھر نہیں گیا۔

قیا خاں کا مارا جانا ۹۸۹ھ

جب سے بنگالہ میں ہنگامہ شورش برپا تھا قیا خاں ملک اڈیسہ میں اپنا زمانہ گذارتا تھا اگرچہ اسکی ہمت نے یاوری نہیں کی کہ اسباب شورش کو تسکین دیتا۔ مگر اس سرزمین کو مخالفوں کی گرد سے پاک وصاف رکھتا تھا۔ ان دنوں ملک بنگالہ پادشاہی سپاہ سے خالی ہوا تو قتلو خاں نے غلبہ پایا۔ قیا خاں اس سے لڑکر حصار نشین ہوا امداد بیکار اور ہمراہیوں کی جدائی سے ناکام رہا اور مردانہ لڑکر جان اپنی دیدی۔

عرب بہادر کی اور سرکشی ۹۸۹ھ

عرب بہادر و نیابت خاں و شاہ دانہ معصوم خاں سے جدا ہوکر حدود سنبل میں فتنہ بچانے گئے کہ اس ملک سے دولت لوٹ کر سامان فتنہ سازی بہم پہنچائیں۔ اور اگر یہ نہو تو مرزا حکیم پاس راتوں کو سفر کرکے چلے جائیں۔ اس حدود کے فوجدار عین الملک نے قلعہ بریلی کو مستحکم کرکے سپاہ کو جمع کیا۔ نام بردوں نے اول یہ خیال کیا کہ امید و بیم کی داستان گزارش کرکے حکیم کو اپنا یار و یاور بنائیں جب اس کام میں اُن کو ناامیدی ہوئی تو حصار کے گرد آئے اور آدمے شہر کے گروہ میں آگ لگائی۔ حکیم استقلال سے قائم رہا۔ اس شورش میں رات ہوگئی تو سرکشوں نے دن کو لڑنے کا ارادہ کیا۔ زمین شکستہ تھی اور لشکر کے آنے کی بھی ان کو خبر تھی اس لیئے وہ قلعہ سے زیادہ دور جاکر ٹھیرے۔ حکیم نے ایک ہوشیار معزور جاسوس بناکر غنیم کے لشکر میں بھیجا کہ وہ خود غنیم کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے اور جب اُس کو وہ بہت تکلیف دیں تو یہ ان سے کہے کہ لشکر شاہی چاروں طرف سے جمع ہوگیا ہے ان کا ارادہ شبخون مارنے کا ہے اور مجھے اُسی کی خبرگیری کے لیے بھیجا ہے۔ یہ تدبیر چل گئی آدھی رات کو دشمن بھاگ گیا ناامید حصاریوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ تھوڑے عرصہ میں مختار بیگ بداؤں سے شیخ محمد غزنوی شمس آباد سے شیخ معظم و میر ابوالحسن امروہہ سے غلام حسین سلیم پور سے وقاسم لکھنؤ سے و مولانا محمود و ابوالقاسم سنبل سے آکر ملگئے اولیاء دولت کو ایک رونق تازہ ہوئی۔ سرکش اس نواح سے بہت دور چلے گئے لیکن اس ملک کے اطراف میں لوٹ مار کرتے رہے وہ غریبوں کے مارنے کو مردانگی جانتے تھے راجہ کماؤں و

دارام شاہ وکمت سین راجہ اور بہت سے سرکش زمیندار انکے ساتھ ہوگئے اور بڑی شورش مچائی۔ حکیم نے ایمیں تفرقہ ڈالا نیابت خاں کو اپنے ساتھ بلایا ان سب کو ہراول بناکے شاہ دانہ سے لڑایا۔ غرض پادشاہی لشکر کو سب طرف فتح ہوئی۔

شہباز خاں سے معصوم خاں شکست پاکر پر درخت صحرا میں چلا گیا اور ہر روز خارزار میں پھر کر اپنے پاؤں کو زخمی کرتا اس سرگردانی میں اس کے ملازموں میں سے مقصود اس پاس آیا جسکے پاس مدتوں کی دولتیں جمع تھیں وہ سب اس نے اپنے آقا پر نثار کیں۔ پھر اس شوریدہ پشت نے آدمیوں کو جمع کر شہر بہڑائچ کو لوٹ لیا۔ ترعلی وزیر خاں اس سے کچھ لڑے مگر اپنے ہمراہیوں کی نالائقی سے کچھ کام نہ کر سکے یہ آباد شہر مع توابع اسکے قبضہ میں آیا۔ وزیر خاں وبہتر خاں اور اقطاع داروں نے یک جہتی کی اور اس سے لڑنے کو آمادہ ہوئے دریا سرو کو درمیان میں رکھکر توپ بندوق سے لڑنا شروع کیا۔ معصوم خاں دن کو لڑتا رات کو لشکر سے باہر کنج تنہائی میں چلا جاتا تھوڑے عرصہ میں اس سرزمین کے رہنے والے لشکر شاہی کے خدمت گزیں ہوئے۔ جس سے لشکر کو بڑی قوت حاصل ہوئی ایک رات کو معصوم خاں اپنا بنہ وبار چھوڑ کر فرار ہوا بکلیان پور تک لشکر نے اُس کا تعاقب کیا وہ سارے رستہ لوٹ مار کرتا ہوا اور مجمود آباد کو ویران کرتا ہوا جونپور لوٹنے کے ارادہ سے گیا۔ ترہت سے شاہم خاں۔ غازی پور سے پہاڑ خاں چاندپور سے قاسم خاں آئے تو معصوم خاں گھبرایا اس کے ساتھیوں نے ساتھ چھوڑا اپنے اندوختوں کو چھوڑ کر آب سرد سے گذر ہلدی سے پار گیا۔ فتنہ اندیشی سے بس کی حاجی پور میں مرزا کوکہ پاس نیاز نامہ بھیجا اس نے پرانی آشنائی کا پاس کر کے مردمی کی اور نقد وجنس وجاگیر سے یاوری کی اور پادشاہ سے التماس بخشش کی شہریار نے بخشش کر کے سفارش سے اسکی تقصیریں معاف کیں جس سے ایک خلق شگفتہ خاطر ہوگئی۔

بہادر خاں سعید بخشی کا بیٹا تھا اس نے جو رعیت آزاری اور سرکشی کی اس کا بیان اُوپر

معصوم خاں فرنخودی کی تقصیرات کی معافی سنہ ۹۸۹ ۲۶

بہادر خاں کا مارا جانا سنہ ۹۸۹ ۲۶

ہوا ہی کوہستان ترہت کو اپنی شورش گاہ اُس نے بنا رکھا تھا ہنگام فرصت میں لوٹ مار کرتا
یہ نواح غازی خاں بدخشی کی جاگیر میں آئی خان اعظم نے اسکی یاوری کی۔ اس نے کاردانی کو
مردانگی کے ساتھ پیوند دیا۔ اور خدمت گزینی کو آگاہ دلی کے ساتھ ہمدوش کیا تو بہادر نے
اُس سے دل شکن شکستیں پائیں۔ بنہ وبار اس کا تاراج میں گیا اس لیئے اُس نے گریزت
ولابہ گری اختیار کی غازی خاں پاس آکر ملاقات کی اسکی گفتار وکردار سے فتنہ اندوزی
وشورافزائی کے آثار نمودار تھے اس لیے اُسکو غازی خاں نے مقید کرکے خان اعظم پاس
حاجی پور بھیجدیا اس نے بادشاہ پاس روانہ کیا۔ زنجیر گردن میں اور کندہ پاؤں میں تھا
بادشاہ نے اُس کو قتل کروادیا۔

شہباز خاں بادشاہ پاس حدود پانی پت میں آیا وہ معصوم خاں فرنخودی کو شکست
دیکر دارالخلافہ فتحپور کی پاسبانی کرتا تھا لیکن وہ حوصلہ سے زیادہ بادۂ دنیا پی گیا تھا اسلیے
پرسش کے وقت خودآرائی اور خویشتن فروشی اور خودسری کرتا تھا۔ ۲۴ ذی قعدہ ۹۸۸ھ کو
تسلیم چوکی میں بخشیاں بارگاہ نے مرزاخاں کو جو خطاب عالی خانخانان کا رکھتا تھا اسپر تقدیم دی
شہباز نے حکم کے ماننے میں سرتابی کی۔ کچھ بڑبڑانے لگا۔ بادشاہ نے پندپذیری وسعادت آموزی
کے لیے اُس کو رائے سال درباری کے حوالہ کیا کہ معاملہ دانی کے مکتب میں سبق پڑھے۔

اواسط بہمن ۹۹۰ھ میں معصوم خاں فرنخودی فتحپور میں آیا ابھی مستی اُسکی بالکل جھڑی نہ
تھی دارالخلافہ سے باہر ٹھیرا۔ اس کا منتظر تھا کہ بادشاہ اسکی پرسش کرے خان اعظم کی
سفارش نے اُسکی یاوری کی تھی اور دامنہ کوہ بھی ولایت میں اس کو دی تھی اور یہ قرار پایا
تھا کہ جب بادشاہ کابل سے دارالخلافہ میں آئے تو وہ اس کی خدمت میں جائیگے وہ
خان زماں سے رخصت لیکر اپنے اقطاع میں گیا۔ بہت سے آدمی اس پاس جمع ہوئے
خان اعظم اسکے بھیجنے سے پشیمان تھا۔ چارہ گری کے درپے ہوا اس سے معصوم خاں
رہ نہیں سکتا تھا اس لیے وہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا اس کے دل میں ارادہ

تھا کہ اگر قابو ملے تو شورش مچائیے۔ نہیں درگاہ والا میں جائیے۔ اس نے سارے رستہ میں فتنہ پردازی کے لیے بہانے ڈھونڈے۔ مگر اس پاس سامان جنگ نہ تھا اسکی ماں و بہن و بیوی قید میں تھیں۔ اسلیے ناچار اس نے بادشاہ کی قدمبوسی سے اپنا پندار بڑھانا چاہا۔ دارالخلافہ کے پاس عشوہ فروشی کرتا رہا حضرت مریم مکانی کی سفارش کے لیے ڈھب لگایا اور زنہار نامہ حاصل کیا عین الملک سے ملکر شورش کا ارادہ کیا مگر کچھ کام نہ بنا۔ شہباز خاں کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا لیکن مریم مکانی کا زنہار نامہ اس پاس تھا کون اس سے بول سکتا تھا بادشاہ پاس اسے بھیجدیا اس نے اسکی تقصیرات معاف کردیں خان اعظم اور بہت سے امرا دیار بہار کے بادشاہ کے جشن نوروزی سنہ ۹۹۰ھ میں مبارک آباد کے لیے بادشاہ پاس آگئے تھے خبیطہ و جباری اور ترخاں دیوانہ نے بنگالہ سے بہار میں آکر رعیت آزاری اور زیر دستوں پر دراز دستی شروع کی۔

جشن نوروزی سنہ ۹۹۰ھ

۵ ارصفر سنہ ۹۹۰ھ کو نوروز کا جشن ہوا محفل آراستہ ہوئی۔ بادشاہ نے اہل مجلس سے ارشاد کیا کہ ان میں سے ہر یک کسی پسندیدہ کار کو عرض کرے اول اس نے خود فرمایا کہ حقیقت میں سوا ایزد بے ہمال کے کسی کو خداوندی سزاوار نہیں اور مردم زاد کو بندگی لائق ہے مجھ مشت ضعیف کی کیا مجال ہے کہ اپنے تئیں صاحب کہوں اور بنی نوع سے بندگی چاہوں اسی وقت کئی ہزار غلام آزاد کردیئے اور زبان سے فرمایا کہ جو آدمی بزور گرفتار ہوں ان کو بندہ (غلام) بنانا۔ اور اُن سے پرستاری چاہنا شائستگی سے بعید ہے آج سے اس گروہ کا نام چیلہ اس لیے رکھا کہ چیلہ کے معنی ہندی میں مرید کے ہیں شاہزادہ سلطان سلیم نے عرض کیا کہ زناشوئی بارہ برس کی عمر سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ اس سے نقصان بہت ہوتے ہیں اور فائدے کم خان اعظم مرزا کوکہ نے عرض کیا کہ ممالک محروسہ کے مرزبان کسی کی جان لینے میں دلیری نہ کریں اور جب تک بادشاہ کی منظوری نہ منگائیں اس بنا ایزدی کی خرابی میں ہاتھ

نہ لگائیں۔ مرزا خانخاناں نے التماس کیا کہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کا پکڑنا جیسے کہ چڑیاں اور مچھلیاں ہیں ناشائستگی میں داخل ہے تھوڑے فائدہ کے لیے بہت جانوں کا نقصان ہوتا ہے وہ موقوف کیا جائے۔ راجہ ٹوڈرمل نے کہا کہ بارگاہ دولت میں روز خیرات ہوتی ہے اسلیے ایک قانون مرتب کیا جائے کہ ہر ہفتہ یا ہر ماہ یا ہر سال مفلسوں کے حال پر امرا متوجہ ہوں مرزا یوسف خاں نے استدعا کی کہ تمام شہروں اور قصبوں سے سوانح کا روزنامچہ آیا کرے۔ راجہ بیربر نے یہ خواہش کی کہ ہمیشہ سب طرف راستی منش حد گزیں جاسوسی میں تگادو کریں۔ اور دادخواہ مظلوموں کا حال اور ضروری کاموں کو بادشاہ سے عرض کریں قاسم خاں کی ملتمس یہ تھی کہ قلمرو کی رہ گزروں پر سرائے آباد کی جائیں کہ جن سے مسافروں کو آسائش ہو۔ شیخ جمال نے عرض کیا کہ مردم شناس بے غرض آدمی کچھ مقرر کیے جائیں کہ کم مایہ مفلسوں کو بارگاہ حضور میں لائیں۔ شیخ فیضی نے یہ آرزو کی کہ شہروں و بازاروں میں کچھ کارشناس ہنرگزیں مقرر ہوں کہ وہ ہر چیز کا نرخ دیدہ وری سے مقرر کریں۔ حکیم ابوالفتح نے دارالشفائے مقرر کرنے کے لیے درخواست کی۔ ابوالفضل نے عرض کیا کہ ہر شہر و قصبہ کے داروغوں کو حکم ہو کہ اپنے اپنے علاقہ کے بنہ واروں کے نام بنام اور حرفہ بحرفہ لکھکر بھیجدیں اور ہمیشہ ان کی آمد و خرچ کو غور سے دیکھتے رہیں۔ بیکار و ہرزہ گرد اور بدبختوں کو برباد کرتے ہیں یہ وہی باتیں تھیں جو بادشاہی گفتار سے امرا نے دریوزہ کی تھیں وہ سب منظور ہوئیں جس سے افسردہ جہاں نے تازہ روئی پائی۔

جب نوروز کی عشرت ختم ہوئی تو ملک کے کام میں بادشاہ مشغول ہوا۔ اس نوروز کی نیت کے لیے خان اعظم اور بہت سے امرا آئے تھے۔ ۲۷ فروری کو خان اعظم کو لشکر کے ساتھ بنگالہ روانہ کیا ترسون خاں۔ شاہم خاں شاہ قلیخاں محرم۔ شیخ فرید اور بہت سے امرا کو اس لشکر میں شامل کیا صادق خاں و محب علی خاں اور صوبہ بہار و اودھ کی سپاہ کو فرمان ہوا کہ آمادہ پیکار ہو کر اس لشکر سے ملیں ان اندنوں خبر آئی کہ بنگالہ

میں باغیوں نے شورش برپا کی ہے۔ جباری و خبیطہ و ترخاں دیوانہ نے اور بہت سے بدذاتوں نے صوبہ بہار میں آکر رعیت آزاری شروع کی ہے۔ حاجی پور اور کچھ اور بلاد پر قبضہ کر لیا ہے۔ خان اعظم کے آدمی انکو نہ بچا سکے صادق خاں و محب علی خاں ان کے علاج کے درپے ہوئے معصوم خاں کابلی نے ان شورہ پشتوں کی یاوری سے سر اُٹھایا تھا۔ بہادر کو روہ قتلو کے افغانوں کی فوج لیکر شہر ٹانڈہ کے حوالی میں آیا۔ صادق خاں پٹنہ میں ثابت قدم رہا۔ اور اس نے اس طرف کو اقطاع واروں کو جمع کیا اور آپسمیں یکتائی پیدا کی اور فوج یوں آراستہ کی کہ قول میں خود رہا۔ برانغار میں محب علی۔ اور جرانغار میں لنع خاں حبشی اور ہراول میں پہاڑ خاں۔ و ابوالمعالی۔ توپ خانہ محمد علی بیگ کو سپرد ہوا۔ جانب مخالف میں یوں صف آرائی ہوئی کہ خبیطہ جو سرکشوں کی شمشیر تھا قلب گاہ میں۔ دست راست میں جباری۔ اور دست چپ میں خبیطہ کے بھانجے وستم ورستم مقدمہ میں ترخاں دیوانہ و سعید بیگ کچھ بادشاہی لشکر اور توپ خانہ گنگا کے پار گیا۔ اور گنگا کے کنارہ پر ایک حصار بنایا ہمیشہ دونوں طرف سے خوب جنگ ہوئی۔ چالیس روز تک لڑائی ہوتی رہی سرکشوں نے شبخون مارا جس میں صادق خاں کا عمزاد علی یار بیگ مارا گیا مگر سرکش ناکام رہے امرار شاہی دریا سے گزر کر صف آرا ہوے خوب لڑائی ہوئی استاد زکریا و قادر علی نے توپ خانہ شاہی کو خوب چلایا۔ لڑائی کا پلڑا کبھی ادھر جھکتا تھا۔ کبھی اُدھر۔ ناگاہ میرک حسین برادر عرف خانجہانی خبیطہ کا سر کاٹ کر لایا توپ سے وہ مارا گیا تھا ہوا خواہ اسکے تن بیجان کو لیکر چلے مگر سراسیمگی سے رستہ میں اسکو پھینک دیا۔ غنیم کا لشکر پانچہزار تھا اور بادشاہی لشکر صرف دو ہزار۔ مگر اس قلیل لشکر نے اس کثیر سپاہ پر فتح کامل پائی اور دشمنوں کو پراگندہ کر دیا مشرقی دیار کے ناسپاسوں میں نور محمد بھی نامور تھا۔ رعیت کی دل آزاری کی راہ میں ٹڈگیں بھرتا تھا۔ نورمحمد کا مارا جانا سنہ ۹۹۰

جب خان اعظم مرزا کوکہ بادشاہ سے رخصت ہو کر حوالی جونپور میں آیا تو یہ

ناخن خیز بنگالہ سے ترہت کی راہ سے آیا اور خواجہ عبدالغفور نقشبندی سے ہمداستان ہو کر سارن کی حدود میں لوٹ مچائی۔ ان تباہ کاروں نے پادشاہی لشکر کی آمد سنی اس سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ سوداگروں کا بڑا قافلہ جاتا تھا اسکے لوٹنے کو وہ آئے۔ سوداگروں نے جوالوں (مٹی بھرے بورے) کو پناہ بنایا اور ان سے لڑے۔ اور انکو بھگا دیا۔ پھر وہ ترہت سے بارہ کوس پر پہنچکر زیردستوں کو آزار دینے لگے۔ کہ پادشاہی لشکر آن پہنچا۔ اسنے باہر جانے کے لیے پل باندھا تو وہ بھاگ کر کلیانپور کے زمیندار پاس پناہ لے گئے مگر وہاں سے ناکام آئے پادشاہی لشکر کے کچھ آدمی انکے پیچھے ہو گئے۔ عبدالغفور کا ارادہ ہوا کہ ترہت کی راہ سے بنگالہ جائے۔ مگر اس کو مع ستر آدمیوں کے گروہ کھتہ نے مار ڈالا کھیتہ کی قوم کوہستان میں بہت رہتی ہے وہ صورت و سیرت میں قلماق ہیں۔ نور محمد پور ترخاں گیا کو جاتا تھا کہ وہ جنیپارن کے پاس خان اعظم کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ گردن میں طوق اور ہاتھوں میں کندہ ڈالا گیا اور گردن مارا گیا جس سے اور بدگوہروں کی آنکھیں کھلیں۔

سنہ جلوس روز دوشنبہ ۲۶ صفر ۹۹۱ھ کو جشن نوروزی ہوا۔ اس سال آغاز بنگالہ کی تیسری دفعہ فتح ہونے سے ہوا۔ پہلے سال میں بہار کے فتنہ اندوزوں کی سزا کے لیے اور بنگالہ کی تسخیر کے لیے خان اعظم مرزا کوکہ کو لشکر کے ساتھ پادشاہ نے بھیجا تھا۔ مگر اس لشکر کے پہنچنے سے پہلے بہار کے سرکشوں کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ صادق خاں گھوڑے کی ڈاک میں پادشاہ پاس آیا موسم بارش نے لشکر کو روکا اور اس سال میں ارادہ مذکور پورا نہ ہوا۔ جب یورش ابر اور ریزش باران موقوف ہوئی۔ شاہ قلیخاں محرم صادق خاں شیخ ابراہیم شیخ فرید کو پادشاہ نے رخصت کیا۔ تمام اودھ صوبۂ الہاباس واودھ وبہار کے تمام تیول داروں کے پاس پادشاہ نے لائق سزاول بھیجے تھوڑے دنوں میں بڑا لشکر حاجی پور میں جمع ہوا اور کشائش کار میں ہمتیں طلبگار ہوئیں۔ خان اعظم لشکر لیکر گڈھی کی طرف چلا۔ ترسون خاں و شیخ ابراہیم و میرزادہ علی خاں و سید

عبد اللہ خاں و کیجک خواجہ و سبحان قلی ترک دریا سے گذر اس طرف کے فتح کرنے میں مصروف ہوئے۔ راہ میں درخت زار اور ندیاں اور گل آب بہت تھے سب کو طے کیا منگیر کے قریب لشکر آپس میں ملے۔ اور حدود دکمل گاؤں (کہل گاؤں) سے ترسون خاں و شاہ قلیخاں محرم و محب علیخاں و میرزادہ علیخاں و شیخ ابراہیم ورائے پتر داس ایک دو منزل آگے گئے۔ سرکشوں نے کالی گنگ کے پاس لڑنے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے مرزا شرف الدین حسین و بابا قاقشال اور بہت سے فتنہ انداز مر چکے تھے۔ اب معصوم علیخاں کابلی ناسپاسوں کے ہنگامہ آرا تھے و قتلو لوحانی ولایت اڈیسہ میں چیرہ دستی رکھتا تھا اور بنگالہ کے کچھ حصہ پر اس نے قبضہ کر لیا تھا معصوم خاں کابلی نے قتلو سے پیمان یکتائی کر لیا تھا کہ امرار شاہی سے بڑے سامان کے ساتھ لڑینگے وہ گھوڑا گھاٹ میں آیا اور جباری و مرزا بیگ و رتمام الوس قاقشال کو اپنے ہمراہ لیا اور ان کی خاطر جمع کے لیے اپنا زہ وزاد ان کی بنگاہ میں چھوڑا اور خود لشکر لیکر کالی گنگ پر آیا اور استواری جان و آمادگی پیکار میں ہمت چست کی ۹ر فروردین ۹۹۱ھ کو لشکر شاہی نے گڈھی کو کہ دروازہ ملک بنگالہ ہے لے لیا ۱۰ر کو دشمنوں کے ساتھ صف آرا ہوئے کالی گنگ کے کنارے پر مورچل جمائے اور پیکار کے واسطے کشتیاں تیار کیں اولیار دولت کو قتلو کی طرف سے تردد تھا اس لیے سید عبد اللہ خاں و میرزادہ علیخاں و خواجہ عبدالحی و شیخ محمد غزنوی کو بسر کردگی وزیر خاں چار ہزار سوار دیگر بلکھنہ کو روانہ کیا۔ یہ فوج معسکر شاہی سے بارہ کوس پر دیدبانی و چارہ جوئی کے لیے بیٹھی ہر روز تیر و تفنگ سے بڑی لڑائی ہوئی۔ بادشاہی لشکر میں کوچک دلوں کی بیہودگی سے لشکر کے بزرگوں کی عزیمت میں خلل پڑا۔ لشکر غنیم بڑا گراں وزن ان کو معلوم ہوا۔ بادشاہ سے کمک طلب کی بشیر بیگ نواچی باشی کو گھوڑے کی ڈاک میں بھیجکر بادشاہ کو مطلع کیا جس پر بادشاہ کو تعجب ہوا۔ ۱۳ر اُردی بہشت ۹۹۱ھ کو مرزا خاں وزین خاں کوکہ و اسمعیل قلیخاں و مخصوص خاں اور بہت سے امرار کو شرقی دیار کی

طرف روانہ کیا۔ مگر یہ لشکر نہ پہنچنے پایا تھا کہ پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور دشمن اس طرح پامال ہوئے کہ قاضی زادہ جو بداندیشوں میں بڑا نامور تھا اور فتح آباد سے لڑائی کے لیے بہت سی کشتیاں شائستہ سامان کے ساتھ لایا تھا وہ توپ سے اُڑ گیا معصوم خاں کالا پہاڑ کہ جنگ بحری میں یکتا تھا اس کا جانشین ہوا وہ بھی توپ سے مارا گیا معصوم خاں کابلی سے الوس قاقشال و خالدین کا بگاڑ ہوا پادشاہی سخن سرا کاردانوں نے دلاویز گفتار انکی دستاویز بنائی بہت سے فرمان پذیر ہوئے اوّل خالدین سے سوگند و پیمان ہوئے پھر مرزا قاقشال و جباری سے بہت سے آدمیوں سے غائبانہ عہد و پیمان ہوئے یہ امر قرار پایا کہ وہ کارزار سے ہاتھ اُٹھائیں اور اپنے بنگاہ کو چلے جائیں اور چند روز بعد لشکرگاہ میں انکر خدمات پسندیدہ بجالائیں۔ گفتار کے موافق کرداریں۔ مخالف سراسیمہ ہوکر آزردہ خاطر ہوکر بھاگ گئے۔ خان اعظم نے ہر چند انکا تعاقب کیا۔ مگر ایک جماعت کی ہرزہ گوئی اور بیدلی سے کچھ پیش نہ گئی جب اس فتح کی نوید پادشاہ پاس پہنچی تو اس نے جو لشکر کمک کے لیے بھیجا تھا واپس بلالیا۔

جب معصوم خاں بھاگا تو وہ قاقشالوں کی بنگاہ پر پہنچا کہ اُسکے زہ و زاد پر گزند نہ پہنچے اور وہاں سے اپنے کنبے کو نکالے۔ کابلی کی دوست داری کے سبب مرزا محمد قاقشال اس کے کنبے کو سلامت گاہ میں لے گیا تھا۔ قاقشالوں نے گھوڑا گھاٹ کی نواح میں ایک جگہ کو استوار کیا۔ اور آمادہ پیکار ہوئے معصوم خاں نے گھوڑا گھاٹ کو لوٹا اور اس گروہ سے لڑنا شروع کیا خان اعظم نے محب علی خاں و شیخ ابراہیم فتحپوری و بابوی منگلی و سکندر علیغنی کو چار ہزار سوار دیکر بسرکردگی ترسون خاں اس ناحیہ میں روانہ کیا جس وقت کہ قاقشالوں کا حال تنگ ہو رہا تھا یہ لشکر انکے پاس آیا سرکش بھاگے۔ پادشاہی لشکر نے ان کا تعاقب کیا اور گھوڑا گھاٹ میں وہ آیا مرزا بیگ خالدین دو وزیر جمیل

اور آدمیوں نے اپنے وعدہ کے موافق بادشاہی اطاعت کی اور لشکر سے اس لیے جدا ہوئے کہ معصوم خاں کو ٹھکانے لگائیں۔

جب معصوم خاں یوں ناکام ہوا تو اب لشکر شاہی قتلو کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ اور اس کی طرف چلا۔ خان اعظم پاس دیار کی ہوا سے دل گرفتہ تھا اور ناحیہ کی خدمت چاہتا تھا۔ اُس نے پادشاہ سے اپنی بدلی کی درخواست کی۔ شہریار مہربان دل نے فرمان بھیجا کہ اگر کوئی امرا میں سے لشکر کے انتظام کو اور آبادی ملک کو چند روز کے لیے اپنے ذمہ لے تو خان اعظم اس کو حوالہ کرے اور اپنے اقطاع میں جا کر آسائش کرے اور نہیں چند روز توقف کرے کہ شہباز خاں وہاں پہنچے۔ اس کو ہم نے خورداد سنہ ۹۹۱ کو اس خدمت پر مقرر کر کے بھیجا ہے۔ شہباز خاں بنگالہ میں سنہ ۹۹۱ھ

پہلے ہم نے لکھا ہے کہ خان اعظم اور کل امرا کی توجہ قتلو کے علاج کرنے کی طرف تھی۔ اس لیے صلح کی درخواست کی جن کا جواب یہ دیا گیا کہ اگر اُسکی گفتار کے موافق کردار کو کارگزاران شرقی دیار دیکھیں گے تو اسکو ملک اڈیسہ دیدینگے۔ اس اثنا میں صادق خاں کو خان اعظم اپنا کام سپرد کر کے چلا گیا تو قتلو نے نا دلخواہشیں کیں اور وزیر خاں کی طرف رجوع کی اس نے کشادہ پیشانی سے قبول کیں اور خود حاجی پور کی طرف روانہ ہوا۔ اسکے چلے جانے سے قتلو نے کوتاہ بینی اور تنگ حوصلگی سے نخوت بڑھائی اور نامنجار شرطیں پیش کیں جس سے وزیر خاں آشفتہ ہوا۔ اور حدود شیر پور سے قتلو سے لڑنے کو آیا۔ آذر سنہ ۹۹۱ کو ہر دو ان میں لشکر آیا۔ پھر قتلو لشکر سے چھ کوس پر آیا اور نیازمندی کو اپنا پیشرو بنایا جس سے اڈیسہ پر مداران اور دھدی پور کا اور اضافہ امرا شاہی نے کر دیا اور اس نے پیمان کیا کہ پادشاہ کی میں اطاعت کرونگا۔ اور اپنے بھتیجے کو بہت سے تحائف کے ساتھ درگاہ والا میں بھیجوں گا۔ جب یہ شرائط منظور ہوئیں تو اُس نے اور پاؤں پھیلائے۔ اور ارادہ کیا کہ باتیں بنا کر لشکر کے سرداروں میں سے ایک کو اپنے ہاتھ میں لائے اور پھر اپنا کام

وزیر خاں کا فتح اور قتلو کا اطاعت کرنا سنہ ۹۹۱ھ

دلخواہ بنائے۔ اسنے درخواست کی کہ میں اپنے بیٹے کو درگاہ والا میں بھیجتا ہوں۔ صادق خاں
جریدہ اپنے لشکر سے اور میں بھی چند آدمیوں کے ساتھ آؤں اور ملکر اپنا دل خوش کروں اور
اپنی خلاصہ زندگی کو اُس کے حوالہ کروں۔ صادق خاں نے دوربینی کے سبب اس
امر کو قبول نہیں کیا۔ شیخ فرید بخش کو یہ خدمت سُپرد ہوئی وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ روانہ
ہوا۔ جو جگہ قرار پائی تھی وہاں آیا۔ قتلو خاں کا نشان نہ پایا قتلو لوگ باتیں بنا کر قتلو کی منزل گاہ
میں شیخ کو لے گئے۔ قتلو بڑی نیازمندی کے ساتھ پیش آیا۔ مگر اس کی نیت میں یہ بات
تھی کہ جب آدمی اپنی اپنی جگہ چلے جائیں تو شیخ کو ایک کونہ میں بٹھاؤں اور اس کو
گرو کر کے اپنا کام بناؤں۔ شیخ کو جب حال کھلا تو اُسنے اول شب بھاگنے کا ارادہ کیا
جلوخانہ میں کوئی گھوڑا نہ تھا۔ چند جگہ راہ میں اسکی آدمیوں سے مُٹ بھیڑ ہوئی اور کئی آدمی
مارے گئے۔ شیخ اپنے ہاتھی پر سوار ہوا۔ مگر تقدیر سے فیل فرمان پذیر نہ تھا بیراہ چلا۔ رات
اندھیری تھی۔ اسلیئے اسکے پیچھے آدمی نہیں بڑھ سکتے تھے۔ شیخ نے ندی سے عبور کیا۔ کہ چند
تیراندازوں نے اُسے آلیا اور زخمی کیا۔ وہ ہاتھی سے اُتر کر بھاگا۔ دشمنوں نے جانا کہ وہ ہاتھی
کی عماری میں بیٹھا ہے۔ اس رواروی میں ایک ملازم شیخ کا گھوڑا لے آیا۔ وہ لشکر میں آیا تو
امراء بے خبر با خبر ہوئے اور آب دمودر پر سے گذر کر دو کوس پر اُس سے لڑنے گئے اس نے قلعہ
بنا کر لڑنا شروع کیا۔ حصار میں قتلو نے پناہ لی۔ اور دوسرے مقام پر بہادر کوروہ آیا۔
جنگ ہوئی۔ غرہ امرداد سنہ ۹۹۱ء کو صادق خاں و شاہ قلی محرم نے بہادر سے لڑکر
اسکا قلعہ لے لیا وہ بھاگ کر قتلو پاس چلا گیا۔ دوسرے روز پادشاہی لشکر نے توپیں
بلند جگہ پر لگا کر قتلو کو بھگا دیا۔

عرب بہادر حدود سنبل سے بہار میں آیا اور لوٹ مار شروع کی۔ جب خان اعظم بنگالہ
سے اس نواح میں آیا تو اُسنے سبحان قلی کے ہمراہ لشکر بھیجا کہ اس سرکش کو ٹھیک
بنائے۔ ترہت و چنپارن کے درمیان وہ لڑا اور شکست پا کر جون پور میں چلا گیا

یہاں سے راجہ توڈرمل کے بیٹے گوردہن نے اسکو پہاڑوں میں بھگا دیا۔

شہباز خاں کو فتح اور معصوم خاں کا آوارہ ہونا ۹۸۵ھ

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ معصوم خاں کابلی کو شکست دیکر اڈیسہ کی طرف گیا اور قتلو خاں کررانی کو شکست دیکر وہ دریائے دامودر کے کنارہ پر مقیم ہوا۔ لشکر کا ایک حصہ گھوڑا گھاٹ میں قاقشالوں کے بچانے کے لئے گیا۔ تھوڑے دنوں میں معصوم خاں نے بہت سا لشکر جمع کیا۔ اور ملک بھاٹی سے مرزا بیگ قاقشال سے لڑنے آیا وہ ترسون خاں پاس تاجپور کی حدود میں چلا گیا۔ ترسون خاں قلعہ نشین ہوا۔ سرکش شہر ٹانڈہ سے سات کوس پر پہنچے۔ اور اُنہوں نے اس ملک کو تاخت و تاراج کیا اور بڑی شورش مچائی شہباز خاں کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے کچھ لشکر تیز رو کشتیوں میں روانہ کیا کہ معصوم خاں کے آنے کو روکیں اور خود لشکر آراستہ کرکے پٹنہ سے خشکی کی راہ پر چلا اور تھوڑے عرصہ میں آشوب گاہ میں پہنچ گیا معصوم خاں کہ دریائے جمنا کے پاس پہنچ گیا تھا یہیں ٹھہر گیا۔ اور امراء اڈیسہ جو ٹانڈہ میں تھے۔ اُن کو لکھا کہ قتلو خاں میں بادشاہی لشکر سے لڑنے کی قوت نہیں رہی ہے اسلئے بہتر ہے کہ اُن میں سے کچھ اس جانب کو چلے آئیں۔ اُمراء شاہی میں سے وزیر خاں نے تو قتلو کے دفع کرنے کا اہتمام اپنے ذمہ لیا۔ اور شہباز خاں نے اور سرکشوں کے سزا دینے کا کام لیا وہ دریائے گنگ سے پار اُترا۔ یہ تائید ایزدی ہوئی کہ شاہ بردی ان دنوں میں مرگیا تھا اسکے تین ہزار توپ چی بھاٹی سے آکر ملازم شاہی ہوئے۔ پھر ترسون خاں اور مرزا بیگ قاقشال شہباز خاں کے لشکر سے آن ملے شاہ قلیخاں محرم اور اُمراء ہنگامہ آرا ہوئے۔ ان دنوں میں خبر آئی کہ سرکشوں کی سپاہ بسر کردگی بابائے بھکری قصبہ سنتوس میں گئی ہے اور ترسون خاں کے نوکروں نے ہزیمت پائی ہے شہباز خاں نے محب علیخاں و تیمور بدخشی و سلیم خاں کو روانہ کیا اور بعد ازاں خود جلد چلا غنیم پہلے ہی سے فوج کی آمد سنکر بھاگ گیا۔ بہت سی غنیمت بادشاہی لشکر کو ہاتھ آئی اٹھارہ کوس کی پھر راہ دشوار کو طے کرکے جمنا کے کنارہ پر شہباز خاں

آیا دوسرے کنارہ پر معصوم خاں اُس سے لڑنے کو تیار ہوا۔ معصوم خاں نے فرمان پذیری کے لئے خط لکھے۔ اور شہنشاہ کی شائستہ خوئی کی تحسین اور اپنی لغزشوں کی نفرین کی اور بہت سی چھپی خبریں لکھیں ایک رات دن میں تین دفعہ پیغام بھیجے۔ جسکے جواب اُمرار شاہی نے لکھے۔ آخر کو پیمان نامہ پر لشکروں کے سرداروں کی مُہریں ہوئیں اور یہ ٹھہرا کہ کل کے دن بزم یکجہتی آراستہ ہو کہ تھوڑے ایک فتنہ دوستوں نے اُسے پوشیدہ لکھکر ڈرایا۔ اور معصوم خاں فرخودی کی داستان یاد دلائی۔ اُسنے فریب اور پند میں تمیز نہیں کی اور اس سرگذشت کو لکھکر عذر آرا ہوا۔ شہباز خاں برآشفتہ ہوا اور آشنا و بیگانہ سے ناہنجاری کے ساتھ پیش آیا اور آپس میں دوئی ہوگئی۔ جس سے سرکشوں کی نخوت بڑھی۔ جنگ جو جوانمرد تیر و تفنگ کی بارش میں دریا سے پار گئے اور ہنگامہ پیکار گرم کیا ہر آذر کو سرکش بھاگ گئے اور فتح شاہی کا آوازہ دور و نزدیک سب پاس پہنچ گیا۔ اس شتاب روی میں نوارہ شاہی نہ پہنچا۔ لیکن نراین زمیندار و امرار قاقشال اپنی کشتیاں لائے۔ محب علیخاں و سلیم خاں سرمور سرکشوں کے تعاقب میں گئے۔ سرکشوں میں سے مرزا محمد اور رستم نے پھر کر کارزار اختیار کی۔ شہباز خاں کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ بہت جلد اس وقت کہ پیش دست لشکر تنگ ہو رہا تھا آگیا۔ سخت جنگ ہوئی بہت سے سرکش مارے گئے۔ فرالقدی گرفتار ہوا۔ پیل ہر پرشاد اور اور ہاتھی اور بہت سا اسباب غنیمت کا ہاتھ آیا۔ مرزا بیگ قاقشال اور سنگرام اور دلپت شائستہ خدمت بجالائے۔ صبح کو شکر ندیوں اور دلدلوں سے گذر کر گھوڑا گھاٹ کے قریب آیا اس لشکر کا حصہ کچھ لُٹ گیا۔ معصوم خاں چند آدمیوں کے ساتھ ولایت بھاٹی میں گیا اور جباری ملک کوچ میں اور ہر گروہ ایک کونے میں چھپا۔ اور شیر پور کی طرف جہاں بہت سے سرکشوں کا بنگاہ تھا وہ چلے گئے دو تین دن انسے کچھ لڑائی ہوئی۔ اور زہ و زاد انکا چھینا۔ ڈیڑھ سو نامی آدمی انکے قید کئے پہلے ہی روز کہ اُمرار آپس میں ملے راہ کے اندر صادق خاں کا ہاتھی شہباز خاں کی

طرف دوڑا قریب تھا کہ اُسکا کام تمام کرے مگر وہ بچگیا اگرچہ ظاہر میں کوئی آسیب اُسکو نہیں پہنچا مگر دلمیں اُسکے کینہ بیٹھا۔ پھر ان میں آشتی کی جگہ دشمنی برملا ہوئی تو صادق خاں بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔

شہباز خاں امرا بھاٹی سے لڑ رہا تھا اور وزیر خاں اڈیسہ کی طرف آمادہ آویزش تھا درمیان کا ملک خالی تھا۔ اس زمانہ میں ولایت کوچ سے جباری گھوڑا گھاٹ میں آیا تاجپور کو سلیم خاں سرمور کے آدمیوں سے اور پرنیہ کو ترسوں خاں کے خویشوں سے لے لیا اور دار الملک ٹانڈہ کی طرف متوجہ ہوا۔ حسن علی کوتوال بیمار بستر پہ پڑا تھا۔ شیخ الہ بخش صدر دست و پا زنی کرتا تھا اور آدمیوں کی کمی سے حیرت میں تھا۔ ناگہاں شیخ فرید آگیا اسکے آنے سے خوف جاتا رہا وہ آزردہ ہو کر لشکر اڈیسہ سے بادشاہ پاس جاتا تھا وہ بادشاہ کے حکم سے اُلٹا پھرا۔ جب وہ اس حدود میں آیا تو جباری نے کنارہ کیا۔ شیخ تاجپور میں آدمیوں کی دلدہی کرنے بیٹھا اور شاہی گماشتے اپنے تیول میں گئے۔

جب بنگالہ تیسری دفعہ فتح ہوا۔ کار آگاہوں کی ہوشیاری سے میرزا بیگ و وزیر جمیل و خالدین فرخ بر غلیق اور بعض آدمیوں نے دولت خواہی کی راہ لی۔ لیکن اپنی بد اعمالی کی سبب سے ہمیشہ بیمناک اور سراسیمہ رہتے تھے۔ جب شہباز خاں سے بگڑ کر صادق خاں بادشاہ کی خدمت میں جاتا تھا کہ اماں خواہوں نے اسکا پلہ ڈھونڈا اور بادشاہ پاس اسکے ساتھ جانے کا قصد کیا مگر بادشاہ نے موہن داس کو گھوڑے کی ڈاک میں اس حکم کے لیجانیکے لئے بھیجا کہ صادق خاں اُلٹا جا کر وزیر خاں سے ملجائے اور امان خواہوں کو نوازش فراوانی کا امیدوار کرکے ہمارے پاس بھیجدے۔ یہ تیز رو قاصد ٹانڈہ میں صادق سے ملا۔ وہ بادشاہی فرمان کا فرمان پذیر ہوا۔ بے قراروں بیمناکوں کی شکیبائی کے لئے اپنے بڑے بیٹے زاہد کو ان کی ہمراہ کرکے بادشاہ پاس بھیجا وہ بادشاہ پاس آئے اور بادشاہانہ نوازش سے سربلند ہوئے۔

سنہ ۹۸۸ھ [illegible]

شہباز خاں نے معصوم خاں کو شکست دی تو وہ اُسکے پیچھے ملک بھاٹی کو گیا۔ اس نے ندی نالوں دریاؤں کی طغیانی پر کچھ خیال نہیں کیا۔ اسکو یہ خیال تھا کہ اس ولایت کا مرزبان عیسیٰ جو زبان سے ہمیشہ عقیدت گذار رہتا ہے اسکا امتحان ہو جائیگا۔ اگر وہ معصوم خاں اور اور ناسپاسوں کو ہمکو سپرد کردیگا تو البتہ اُسکے دل اور زبان کی یکرنگی ظاہر ہوگی اور اگر یہ نہوگا تو اس کا پردہ فاش ہو جائیگا اور اپنی نادرستی کا پاداش پائیگا۔ بھاٹی کے معنے نیچی زمین کے ہیں۔ چونکہ بنگالہ سے وہ زیادہ اونچا ہے اسلئے اُسکا یہ نام ہے مشرق سے مغرب تک اسکا طول قریب چارسو کوس کے ہے اور جنوب سے شمال تک قریب تین سو کوس کے عرض ہے اُس مُلک کے مشرق میں دریار شور و ملک جیسور ہے مغرب میں کوہستانی ملک۔ جنوب میں ٹانڈہ۔ شمال میں دریار شور و کھتہار۔ کوہستان تبت۔ اس ملک کے سردار کا باپ راجپوتان بنس میں سے تھا۔ اس زمین میں بھی زوردار ہیں جنکے سبب سے وہ ہمیشہ نخوت اور سرکشی کرتا۔ سلیم شاہ کے عہد میں تاج خاں و دریا خاں بڑی سپاہ لے کر اس ملک پر چڑھے اور اسکو اپنا مطیع کیا مگر تھوڑی مُدت کے بعد پھر وہ ناسپاس ہوا اُنہوں نے اُسکو پکڑ کر مار ڈالا اور اسکے دو بیٹوں عیسیٰ اور اسماعیل کو سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ قطب الدین خاں عیسیٰ کے چچا نے جب نیکو خدمتی کے سبب سے تازہ روئی پائی تو وہ سخت تنگاپو کر کے توران کی زمین سے ان دو بھائیوں کو لایا۔ عیسیٰ نے پختگی و آہستگی سے نام پیدا کیا۔ بنگالہ کے بارہ زمینداروں کو اپنا تابع کیا۔ پیش بینی اور دور اندیشی کے سبب سے بنگالہ کے مرزبانوں کو ہمیشہ پیشکش بھیجتا رہا مگر اُنکے پاس کبھی نہیں آیا دور ہی سے زبان سے پیرو ہونے کا اقرار کرتا رہا۔ جب دریار گنگ کے کنارے پر خضر پور کے نزدیک بادشاہ کا لشکر اُترا۔ یہ جگہ اس دربار میں آنے جانے کی گذرگاہ تھی۔ اسلئے یہاں دریا کے دونو کناروں پر استوار قلعے بنائے گئے تھے تھوڑے دنوں میں یہ دونوں قلعے بادشاہی لشکر نے خوب لڑ کر فتح کر لئے۔

کرتے اور نیالش گری اختیار کرتے۔ مگر خود غنودگی سے تیرگی نے افزایش پائی اور نخوت بڑھائی۔ شہباز خاں خود بینی سے دل آزاری کرنے لگا اور سر رشتہ تدارک کو چھوڑ کر بیہودہ باتیں بنانے لگا۔ مخالف کی بھی تیہ کاری زیادہ ہوئی۔ لوٹ کا بازار گرم ہوا۔ سرمایہ زندگی گراں ارزاں ہوا۔ غنیم کو یہ خیال تھا کہ برسات میں لشکر شاہی ضرور اُلٹا جلد جائیگا۔ لیکن بارش کم ہوئی تو شرمندگی مٹانے کے لئے اس نے بہت سے بیلدار جمع کرکے دریا برہمپتر کو پندرہ جگہ سے کاٹ کر بادشاہی مورچلوں میں چھوڑ دیا کہ جس سے وہ بالکل ڈوب گئے اور بڑی جنگی کشتیاں بلند سر اور لمبی شہباز خاں کے قلعہ کے پاس لایا۔ ان کشتیوں کو یہاں کے لوگ پتارہ کہتے ہیں طرفین سے توپ اندازی اور بندوق افروزی شروع ہوئی اور لشکر شاہی میں پراگندگی آئی کہ مخالفوں کی کشتیوں کا سرگروہ بندوق سے مارا گیا۔ کئی کشتیاں ٹکرا کر ڈوبیں اور دفعتاً پانی کم ہوگیا۔ ناچار دشمن بھاگے اور بہت سے سیلاب نیستی میں دھسے۔ ہر مورچل میں بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی مگر سید حسن تھانہ دار ڈھاکہ کو مغلوب کرکے پکڑ لیا اور اس گرفتار کی معرفت صلح کا ڈول ڈالا۔ شہباز خاں نے اُسے قبول کیا۔ عیسیٰ خاں نے فرمان پذیری پر کمر باندھی اور خدمت گذاری کو وہ اپنی رستگاری سمجھا۔ قرار یہ پایا کہ بندر سنار گانو میں بادشاہی داروغہ ہووے معصوم خاں حجاز جاوے۔ اور ہمیشہ پیشکش بھیجی جائے۔ عیسیٰ نے بہت سا مال خرچ کرکے امرا کو راضی کرلیا۔ لشکر شاہی نے یورش کیا۔ جب شہباز خاں ندیوں پر سے اُتر کر بھوال میں آیا اور اُسکو اُمید تھی غنیم کی گفتار کردار کی صورت میں آئے۔ لیکن لشکر شاہی کے بدگوہروں نے ایسی ناسزا گفتار اس زمیندار کے ساتھ کیں کہ وہ دودلہ ہوگیا اب وہ کچھ اور شرطیں پیش کرنے لگا۔ سپہ آرا کا دل آشفتہ ہوا۔ اس نے کہا کہ ہر وقت رائے کو بدلنا اور نئی باتیں بنانی درست اندیشوں کا کام نہیں ہے۔ سخت روئی اور درشت گوئی کا آغاز ہوا اور آویزش

پرآمادگی ہوئی - ۱۹ رمہر ماہ الٰہی ۹۹۲/۲۹ سنہ کو عیسیٰ لڑائی پر متوجہ ہوا - اُمرا شاہی نے اپنی کوتاہ بینی وتباہ سگالی سے اپنے نقصان میں فائدہ جانا - اور شہباز خاں کی شکست کو اپنی درستی - اول محب علی خاں بغیر لڑے لشکر سے اُٹھکر چلا گیا - ہر ایک امیر اپنی جگہ چھوڑ جہاں اُسکا جی چاہا چپت بنا شاہ قلی محرم کچھ لڑا - آدمیوں کے ہمراہی نہ کرنیسے زخمی ہوا اور بھوال کو چھوڑ دیا - شہباز خاں خواب سے بیدار ہوا - تالیف قلوب کرنے لگا - لیکن پشیمانی بیجا میں فائدہ نہ تھا - ناگزیر دار الملک ٹانڈہ کیطرف چلا - سارے اندوختے برباد گئے - پسران میر عدل اور راور آدمی اسکے اسیر ہوئے - شیخ محمد غزنوی اور بعض اور اُمرا ڈوب گئے - کھنکار و سید عبد الرحمٰن و راجہ گوپال و میرزادہ علی خاں اُس ہنجار بازگشت میں ترخاں دیوانہ و مرزا محمد و نوروز علی قاقشال سے جو غارت گری سے واپس آگئے تھے مل گئے اور بدنصیبی سے یہ سمجھے کہ وہ اپنے ہی ہیں - جب دونوں مل گئے تو لڑائی ہوئی نوروز مارا گیا اور سرکش بھی بھاگ گئے - بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی - بہت غنیمت ہاتھ آئی آٹھ روز بعد یہ اُمرا شیر پور میں آئے - شہباز خاں کا ارادہ تھا کہ یہیں لشکر کو درست کرے اور پھر جا کر لڑے - مگر اسکی بد خوئی کے سبب سے اسکے ہمراہ عاجز ہو گئے تھے وہ اسباب پر دل نہاد نہ ہوئے - جب وہ ملک ٹانڈہ میں آئے تو وزیر خاں گشادہ پیشانی اور گرم خوئی سے پیش آیا - شہباز خاں اپنے پہلے منصوبے کو کام میں لانا چاہتا تھا - مگر رایوں میں اتفاق نہ ہوا اور دلوں سے دورنگی نہ نکلی ناگزیر اُس نے پادشاہ پاس جانے کا قصد کیا - پادشاہ نے آگہی پا کر چند سزاول بھیجے کہ اُسکو واپس بھیجیں - اور ہر ایک امیر کے مناسب سرزنش کر کے نصیحتیں ہوش افزا فرمائیں سعید خاں اور اور صوبہ بنگ و بہار کے اور جاگیرداروں کے نام فرمان صادر کیا کہ یک جہتی کر کے اس بومی کو سزا دینے میں کوشش کریں - اول پیشرو خاں و خواجگی فتح اللہ کو اس خدمت پر روانہ کیا اور بعد ازاں راے راے سل کچھواہہ اور مجاہد کنبوہ کو کہ تلخ سخنوں سے شیریں کام کر کے ہنگامہ کو گرم کریں -

معصوم خاں کو شکست ۲۴ سنہ ۹۹۳ھ

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ بھاٹی کے لشکر کو خود پرستی اور ناتواں بینی سے کیا پیش آیا۔ شہباز خاں شکایت کرتا ہوا پادشاہ کی طرف چلا۔ صوبہ بہار کے اُمرا میں سے محب علی خاں کے سوا کوئی اپنے تیول میں نہیں بیٹھا۔ عیسیٰ نے دور اندیشی سے اپنا بنگاہ نہیں چھوڑا۔ اسکے اشارہ سے معصوم شیر پور میں آیا۔ بعض سرکشوں نے مالدہ سے لیکر ٹانڈہ سے بارہ کوس پر عمل دخل اپنا کرلیا۔ وزیر خاں کو لڑنے کی تو توفیق نہ ہوئی مگر وہ اپنی جگہ کو سنبھالے رہا۔ اور شہر بزرگ ٹانڈہ کو دشمنوں سے بچا لیا پادشاہی سزاولوں نے تلخ گوئی اور راست گذاری سے شہباز خاں کو بازگشت پر اور بہار کے اور جاگیرداروں کو مقصود پر رہ گرا کیا اور یک جہتی اُن میں پیدا کی شہباز خاں پاس فرمان والا آیا کہ اگر اور سپاہ درکار ہو تو راجہ تو ڈرمل اور مُطلب خان و شیخ جمال بختیار کو بھیجدوں اسکی عرضداست جواب میں آئی کہ یہاں لشکر بہت ہے اور سب کارگذاری پر آمادہ ہیں ۔۱۰ ذی الحجہ سنہ ۹۹۳ کو وہ بنگاہ میں آئے اور ولایت بھاٹی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ دشمن سراسیمہ ہو کر بے لڑے بھاگا۔ جمنا کے کنارہ پر اطلاع ہوئی کہ معصوم خاں شیر پور میں ہے اور اسکو خیال بھی نہیں ہے کہ لشکر شاہی دریا سے پار آیگا۔ شہباز خاں نے دریا کے پار جانے اور آگے بڑھنے کو لشکر سے کہا کہ امرا نے اسکو پسند نہیں کیا۔ رامداس اور خواجگی فتح اللہ کی کاروانی اور کوشش سے بہانہ ورزی اور گراں پائی کو جا نہیں رہی کام و ناکام اسس دریا سے وہ گذرے۔ جب نزدیک پہنچے تو غنیم بھاگا۔ کچھ دشمن اسیر ہوئے بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ ملک کو چھوڑنا اور سب امرا کا دشمن کے پیچھے جانا مناسب نہ تھا اسلئے شہباز خاں اور شاہ قلی یہاں رہے وسعید خاں و وزیر خاں و صادق خاں و محب علیخاں و سید عبداللہ خاں آٹھویں بہمن کو آگے روانہ ہوئے۔ رامداس اور خواجگی فتح اللہ ان کے ساتھ ہوئے جو ملک پہلے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اب وہ حاصل ہو گیا تھا اور غنیمت بھی ہاتھ لگی تھی۔ اسلئے یہ سب شیر پور میں آئے۔ اب لشکر میں دوئی اور دوروئی نہیں تھی۔

جب لشکر شیرپور میں آیا معصوم خاں اُڈیسہ کی طرف فتح آباد سے بھاگا اور رستم خاں قاقشال نے اسطرف توقف اس نظر سے کیا کہ پادشاہی سپاہ کے دو ٹکڑے ہو جائینگے تو مجھے موقع ملیگا کہ میں اُسپر دستبرد کروں ۔ اسے معصوم خاں کے آنے کا علم بھی نہ ہوا تھا کہ اس سرکش نے لشکرگاہ شاہی سے بارہ کوس پر سورش برپا کی ۔ شاہ قلی محرم و محب علی خاں و راجہ گوپال داس و میرزادہ علی خاں اور خواجہ باقر لڑنے کو چلے تو وہ بھاگا اور اُمرا شاہی نے اسکا تعاقب شہزادپور تک کیا ۔

تباہ بیچی و غرض پرستی عقل صلاح اندیش کو دیوانہ بناتی ہے اور گوش حقیقت شنوا کو سیماب غفلت میں آگندہ کرتی ہے ۔ پادشاہ کی نصیحتیں کچھ کام نہ آئیں ۔ بدشگالوں کی ہمراہی شہباز خاں کو شورش میں لائی ۔ پھر اسنے مدارا کی راہ چھوڑی ۔ صادق خاں کا دل بیکار رہوا ۔ اور زبان دلشکنی کرنے لگی ۔ اس گروہ میں جانفشانی ہمت تھی مگر خرد معاملہ دان ہمراہ نہ تھی کہ اپنے خداوند اور پادشاہ کے برآمد کار میں خویشتن بینی کو چھوڑ کر بزم آرائے دوستی ہوتے ۔ اپنی ناستودہ خواہشوں کے زیربار ہوئے اور بے ہنگام خشم شروع کیا اور انصاف کو چھوڑا اور بے راہ چلے ۔ اگرچہ سرگروہ حرف اخلاص کو زبان پر لاتے تھے مگر اس میں راستی نہ تھی ۔

پہلے اخلاص مندوں کی دو قسمیں دانشمند کر گئے ہیں ۔ ایک وہ اخلاص مند ہیں جو اپنی آئیں یکتائی کو اپنی سود اندوزی کے لئے قبول کرتے ہیں اور اس روش سے اپنی خودکامی کے پایہ کو بلند کرتے ہیں ۔ اگر یہ لوگ سوداگروں سے آگے قدم رکھتے ہیں لیکن آگاہ دل ان سود بندوں پر یگانگی کا نام نہیں رکھتے ہیں دُوم وہ اخلاص مند والا نگہ حقیقت پژوہ ہیں کہ غرض دشمن دل کو فروغ دوستی سے روشن کرتے ہیں ۔ خدا کے برگزیدوں کو اپنا سردار بناتے ہیں اور تعجب اسمیں یہ ہے کہ سرمایہ کامروائی ان کو اس طرح ملتا ہے جیسے کہ کسان کو مویشی کا چارہ درازی داستان دکوتہی گفتار کے بعد امرا شاہی نے مدارا کے وقت درشت گوئی اور سخت گیری اختیار کی ۔ ان دنوں میں معصوم خاں کی شورش کی شہرت تھی

یہ قرار پایا کہ غنیم دو جگہ ہے اسلئے پادشاہی فوج بھی دو فوجیں ہو کر خدمت بجائے۔ ۲۰ بہمن ۹۹۲ سنہ کو
کو وزیر خاں و شاہ قلی خاں محرم و صادق خاں و محب علی خاں و راجہ گوپال و کیچک خواجہ نے
معصوم خاں کو شکست دینے کی خدمت لی اور جدائی اختیار کی شہباز خاں و بہادر خاں و سید
عبداللہ و میرزادہ علی خاں بابوسے منگلی تمر بدخشی و شاہ قاسم نے اور ترسون خاں کے بھائیوں
ابابکر اور رام نے اسطرف کے بدنہادوں کی چارہ گری کو اپنے ذمہ لیا۔ اسی طرح ہر روز کی خانگی
برخاش دور ہوئی اور ہر گروہ اپنی خدمت پر مستعد ہوا۔

معصوم خاں نے لشکر شاہی کی آمد سنی تو اسنے مقام ترمہانی جہاں گنگا و جمنا و سابی
اور سرسرو ملتی ہیں دو قلعہ بنائے (آرائش محفل میں لکھا ہے کہ ڈھاکہ سے کچھ فرسنگ پر گنگا
کی دو شاخیں ہوتی ہیں۔ ایک شاخ پدماوتی تو مشرق کی طرف بہ کر برہمپتر میں چٹگام
میں ملتی ہے اور دوسری شاخ شمال کو بہ کر تین شاخوں میں تقسیم ہوتا ہے جن کے
نام سرستی جمنا۔ گنگا ہیں) بیگ محمد والغ بیگ اور جیند اور بدگوہروں کو زمینداروں کے
ساتھ یہاں بٹھایا۔ اسکو وہ در بند سمجھا اور آپ پیچھے جاکر ٹھہرا۔ امرا پیکار ہنگامہ آرا ہوئے
عیسی نے کاروانوں کو بھیجکر لابہ گری کی مگر اسکی شنوائی نہ ہوئی۔ لشکر شاہی نے کشائش
قلعہ پر ہمت لگائی۔ سخت لڑائیاں ہوئیں۔ ہر بار غنیم ایک انبوہ کے ساتھ بھاگا۔ اہر فروردین
کو ایک قلعہ کو کشتیوں کی لڑائی سے لے لیا اور دوسرے کو دوسرے دن فتح کر لیا۔ پھر معصوم خاں
کی طرف توجہ کی۔ اس میں لڑائی کی تاب نہ تھی۔ اس نے دریا نوردی اختیار کی
ناسپاسوں کے ہجوم سے اور شورش دریا سے اسکی کشتی ڈوبی۔ بہت تگاپو
کرکے نیم جان کنارہ پر گیا۔ اسکی دوسری دفعہ بے آبروئی ہوئی طاہر تاجپور
میں شورش برپا کر رہا تھا۔ تمر بدخشی نے بُری طرح لڑکر شکست پائی جس سے وہ
اور بدمست ہوا۔ ترخاں دیوانہ دار الملک ٹانڈہ میں آیا اور فتنہ برپا کیا اور بعض
نے گھروں میں آگ لگائی۔ شہباز نے قاسم خاں و محمد خاں و محمد جان نثار کو

معصوم خاں کا ذلیل ہونا سنہ ۹۹۳

ترخاں دیوانہ و طاہر کا ... سنہ ۹۹۳

بھیجکر اسکی خوب مالش کی اور وہ ولایت مورنگ میں بھاگ کر مر گیا اور اسطرح طاہر بھی ناکام رہا۔

جب اُمراء بہار خدمت گذاری کے لئے بنگالے دوڑے گئے۔ یوسف افغاں نے تاخت و تاراج شروع کی۔ حبیب علی پور محب علیخاں جوش جوانی میں آکر اُس سے لڑا اور مارا گیا۔ محب علیخاں اس سے بڑا پریشان ہوا اور جانے کے لئے بیتاب ہوا۔ مگر اُمراء بنگالہ نے اسے جانے نہ دیا۔ شاہ قلی خاں محرم بادشاہ پاس جاتا تھا اس سے کہا کہ وہ راستہ میں یوسف کو ٹھیک بناتا جائے اس نے تھوڑے دنوں ان سب باغیوں کو برباد کردیا۔

اوپر بیان ہوا کہ اُمراء بنگالہ نے اپنی خود بینی اور غرض پرستی سے رشتہ یکدلی کو توڑا۔ صادق خان ایک طرف ہوا اور شہباز خاں دوسری طرف۔ جہالت کی ترقی تھی اِس لئے یہ جُدائی سودمند نہ ہوئی۔ کام دونوں نے چھوڑا۔ لیکن آپس میں کیں توزی شروع کی۔ بادشاہ نے خواجہ سلیمان کو نصیحت کے لئے فرمان دیکر بھیجا کہ ایک کام دو گروہ کو سونپنا شائستگی نہیں رکھتا۔ خیر سگال کاردیدہ انجمن آراستہ کریں اور سپاہ گری کے سرداروں میں ژرف نگہی کو کام میں لائیں ان میں سے جو چاہے بنگالہ کا انتظام اپنے ذمہ لے لے اور دوسرا صوبہ بہار میں چلا جائے۔ خواجہ اول صادق خاں پاس گیا اُس نے خامکاری سے بغیر اسکے کہ دونوں گروہ جمع ہوں بنگالہ کے انتظام کو اپنے ذمہ لے لیا۔ شہباز خاں اور سعید خاں اور سردار اس سے درہم ہوئے بغیر اسکے کہ بنگالہ بالکل فتح ہو وہ اس سے باہر نکل گئے۔

لشکر شاہی کے آنے سے عیسیٰ زمیندار اگرچہ پریشان خاطر تھا مگر اس نے دیکھا کہ بزرگان لشکر اپنی غرض پرستی اور کوتاہ بینی سے باہم عنا در کھتے ہیں تو اس نے کچھ دنوں آرام کیا۔ عاقبت بینی سے اس نے صادق خاں اور اور سرداران لشکر کے پاس اپنے کارداں آدمی بھیجے۔ اور لابہ گری اختیار کی

یہ قرار دیا کہ معصوم خاں کابلی کو حجاز روانہ کرے اور خود بندگان سعادت سرشت میں داخل ہوکر خدمت گذاری کرے اور اپنے خویشوں میں سے ایک کو بادشاہ کی پرستاری کے لئے بھیجے اور عمدہ پیشکش روانہ کرے اور اس شورش میں لشکر شاہی کا جو کچھ گیا ہو اُسکو حوالہ کرے وہ اس سامان میں تھا کہ بنگالہ سے شہباز خاں و سعید خاں اور امرا چلے آئے جسکا اوپر بیان ہوا تو پھر عیسیٰ نے سررشتہ نیاز کو چھوڑا اور بڑی خواہشیں کرنے لگا۔ اُمرا نے ولایت کا ایک حصہ اُسکو دیا اس نے بھی کچھ اطاعت اختیار کی۔ ہاتھی اور توپ وغیرہ جو کچھ اسکو ہاتھ آئے تھے واپس بھیجدئے۔ معصوم خاں کو اُس نے نہیں بھیجا مگر فتنہ اندوزی سے باز رکھا۔ شہریار نے صلح کو منظور کرلیا مگر امرا کے اس طرح چلے آنے کو ناپسند کیا۔ خواجہ سلیمان نے عرض کیا کہ میں نے شہباز خاں سے ہرچند کہا کہ چند روز بنگالہ میں توقف کرے مگر اُس نے غصہ سے قبول نہیں کیا۔ بادشاہ نے خواجہ کو ناظر دولت کے ساتھ پھر روانہ کیا کہ وہاں جاکر شہباز خاں کے کام سے مطلع ہو اور امرا کو پیش کرے

اس زمانہ میں کہ اس ملک کو کچھ امن تھا امیر اس سبب سے کہ عیسیٰ اپنی قرارداد کا کاربند ہو نواحی اڈیسہ میں چشم براہ تھے کہ اس بدعقل نے سلیمان سرہٹی کی دستیاری سے فتنہ انگیزی کی اور افغانوں کا ایک ہنگامہ جمع ہوا اور لوٹ مار کرنے لگا۔ وزیر خاں صالح پور پر گیا۔ بردوان کے قریب لڑائی ہوئی۔ خوب لڑکر بردوان میں مجبوراً وہ حصاری ہوا اُمرا نے اطلاع پاکر اس کی کمک کے لئے فوج روانہ کی خود بھی پیچھے چلے۔ جب پہلے فوج غنیم سے چھ کوس پر پہنچی تو دشمنوں نے حصار کا محاصرہ چھوڑ دیا اور کارزار پر آمادہ ہوئے۔ دریائے ننگل کوٹ پر لشکر شاہی ٹھہرا اس پاس اور سپاہ بھی آگئی اور دریا سے ہاتھی پر سوار ہوکر پایاب ہوسکتے تھے اسی اثنا میں خواجہ سلیمان و ناظر دولت بادشاہ کے پاس سے آئے اور فتح کی نوید لائے۔ تھوڑے عرصہ میں دریا کی برابر دوگلی قلعے

سنہ ۹۹۳ھ وزیر خاں کی محصوری اور امرا

بنالے کہ دریا سے گذرنے کے وقت مخالف چیرہ دستی نہ کرے ۱۳ خرداد ۹۹۳؁ کو امرا کو فتح ہوئی اور انجمن نشاط آراستہ ہوئی۔ رات بھر بارش رہی صبح کو سپاہ نے بارش میں دریا سے عبور کیا۔ کچھ آدمی اور گھوڑے سیلاب میں بہہ گئے۔ غنیم نے صف آرائی کی۔ صادق خاں صفیں آراستہ کر کے قلعہ میں جاکر سو رہا اور کار آگاہوں کو مقرر کیا۔ کہ فوجوں کو درست رکھیں۔ دوپہر ہوئی تو دشمنوں نے یہ خیال کر کے کہ آج لڑائی نہیں ہوگی وہ اپنے بنگاہ کو چلے گئے تو صادق خاں نے لڑنے کا ارادہ کیا اور امراء سے کہا کہ میری یہ تدبیر اس لئے تھی کہ دشمن عنان تاب ہو۔ اب میں لڑنے پر آمادہ ہوں۔ دلاور میدان جنگ میں آئے غنیم نے بھی اپنے لشکر کے دو حصے کئے ایک وزیر خاں سے اور دوسرا صادق خاں سے لڑنے لگا۔ وزیر خاں کو شکست ہونے کو تھی کہ محب علیخاں و میرزادہ علیخاں نے اُسے جاکر سنبھال لیا۔ تھوڑی دیر میں مخالف کو بے آبرو کیا تین سو آدمی غنیم کے مارے گئے اور سو آدمی بادشاہی کام میں آئے۔ شاہی لشکر نے تعاقب کر کے ہزار آدمی اور مارے اس ملک سے فتنہ دور ہوا۔

جب بنگالہ کو بغیر انتظام کے چھوڑ کر امراء باہر چلے آئے تو دستم قاقشال نے گھوڑا گھاٹ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ سیف الملک و خواجہ مقیم نے قلعہ کی اچھی نگہبانی کی اس اثناء میں بابوے منگلی لشکر پور سے آیا۔ مشہور یہ ہوا کہ محب علیخاں آکر ملا ہے غنیم قلعہ کو چھوڑ کر دور چلا گیا۔ بادشاہی لشکر نے باہر آنکر ہنگامۂ پیکار گرم کیا اور اپنے گروہ کے ساتھ مارا گیا۔ دستم بھاگا اور اپنے گروہ کے ساتھ مارا گیا۔ اس کا بیٹا توش قال اسیر ہوا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ تنہا وزیر خاں اس ملک کی مہمات کو سرانجام نہیں کر سکتا اور ابھی سرکش اپنی ناسپاسی سے باز نہیں رہتے۔ اسلئے شہباز خاں کے چھوٹے بھائی کرم اللہ کو بادشاہ نے بھیجا کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو بنگالہ لیجائے بادشاہ دریا ربت کے کنارہ پر تھا کہ اسنے سُنا کہ شہباز خاں اسکی خدمت میں بیتابانہ چلا آتا ہے تو اُس نے سزاول بھیجے کہ اسکو کام ونا کام اُلٹا لیجائیں

وہ جونپور میں اس سے ملے - وہ ۲۰ بہمن ۹۹۴ سنہ کو بنگالہ کا پاسبان ہوا زبان کے دل آسے سے اور دست کشادہ سے اس نے دلوں کو صید کیا - سب کج گرا افغانوں نے اطاعت اختیار کی اور شورشوں کی گرد بالکل بیٹھ گئی - زیر دستوں کو آسودگی ہوئی - عیسیٰ کی کین توزی کے سبب ملک بھاٹی کو سپاہ روانہ کی - صادق خاں نے جو ملک آشتی کے سبب سے دیدیا تھا وہ لے لیا - بندر چاٹ گانؤ تک قبضہ ہوگیا - عیسیٰ نے بہت سے تحائف بھیج کر لابہ گری کی اور گذارش کیا کہ معصوم نے اپنی بدبختی سے ناسپاسی اختیار کی تھی اب وہ لرزان ہی چاہتا ہے کہ چند دنوں غائبانہ شائستہ سے پرستاری کرے اور اب وہ اپنے بیٹے کو بھیجتا ہے - یہاں جواب ملا کہ بہتر یہی ہے کہ وہ حجاز جاوے اور وہانسے پھر کر بادشاہ پاس آئے - قتلو سے بھی افغان جدا ہو کر شہباز خاں سے آملے اس نے ملک اڈیسہ اسکو دیدیا -

اڈیسہ اور دکن کے درمیان ایک آباد ملک کوکرہ ہے - یہاں کا زمیندار مادھو سنگھ اس سبب سے کہ ایک کوہ دشوار گذار اس پاس تھا بڑا غرور کرتا تھا - بادشاہی لشکر نے وہاں جاکر لوٹ مار کی اس نے بھی مالگذاری کا اقرار کرکے اطاعت اختیار کی - مرزبان مگھ نے بہت سے ہاتھی اور مال اسباب بھیجکر یک جہتی اختیار کی تعجب ہے کہ امراء بزرگ میں سے سوائے وزیر خاں کے کوئی اور نہ تھا کہ یہ سب کام شائستگی کے ساتھ ہوتے اس دیار میں سب سے زیادہ ضروری اسباب نبرد میں سے نوارہ ہے - اسکا بھی انتظار کچھ نہ تھا اور دشمن پاس جنگی کشتیاں بہت تھیں -

۲۱ امرداد ۹۹۶ سنہ ۳۲ جلوس کو وزیر خاں نے اس دنیا سے انتقال کیا اور اسکی جگہ سعید خاں صوبہ بہار سے بنگالہ میں مقرر ہوا اور راجہ بھگونت سنگھ اور مان سنگھ کو صوبہ بہار میں اقطاع ملیں - گھوڑا گھاٹ میں پایندہ خاں جاگیردار مقرر رہا - جب سعید خاں بنگالہ پہنچ گیا تو شہباز خاں بادشاہ پاس آگیا -

سنہ ۹۹۸ میں راجہ مان سنگھ کی پیش کش بہار سے بادشاہ پاس آئے

سنہ ۹۹۵ھ

صوبہ بہار میں راجہ مان سنگھ کا انتظام سنہ ۹۹۸ھ

اس نے آگہی کو مردانگی کے ساتھ ہمدوش اور ہمت کو جد کاری کیساتھ ہم آغوش کیا۔ اس طرف کا بالکل انتظام کرلیا۔ سرکشوں کو فرمان پذیر بنایا۔ پورنمل کیدھوریہ بڑی خود بینی و نخوت فروشی کرتا تھا۔ راجہ چابک دستی کر کے اسکے بنگاہ پر چڑھ گیا۔ اور ناکامی میں وہ اپنے قلعہ کو پناہ سمجھتا تھا اسکو نہ بچا سکا۔ اسکی شورش بدمستی افسردگی خمار نے لابہ گری کر کے پناہ مانگی۔ نامور ہاتھی اور منتخب اسباب سپاس گذاری کے ساتھ پیش کیا۔ اپنی بیٹی راجہ کے بھائی چندربھان کو بیاہی۔ پھر راجہ سنگرام کو درست کرنے راجہ گیا وہ فرمان پذیر ہوا۔ ہاتھی اور اس ملک کے تحائف نذر کیئے۔ پٹنہ میں راجہ آیا۔ اننت پر چڑھ کر گیا۔ بہت غنیمت جمع کی راجہ کے بیٹے جگت سنگھ نے بھی یہ خدمت کی کہ ناگہانی بنگالہ کے سرکشوں میں سے سلطان قلی قلماق اور کچکنہ نے فتنہ برپا کیا۔ گھوڑے گھاٹ کی راہ سے تاجپور اور پرنیہ کو لوٹا مارا اور دربھنگہ میں آئے۔ فرخ کی ہمت نے یاوری نہ کی وہ پٹنہ میں آیا جگت سنگھ جو قصبہ بہار کا پاسبان تھا پیکار کے لئے آمادہ ہوا۔ فرخ خاں اور اقطاع دار اُس کے ساتھ ہوئے۔ جب وہ حاجی پور سے سات کوس پر پہنچے تو غنیم نے اپنے میں لڑائی کی طاقت نہ دیکھی۔ بھاگ گیا۔ تیزی کے ساتھ اُسکا تعاقب کیا۔ اور انکے اندوختوں پر قبضہ کیا۔ راجہ نے نفائس غنیمت اور ۵۴ ہاتھیوں کو بادشاہ پاس بھیجا۔

جب راجہ مان سنگھ کی کاروائی سے صوبہ بہار کا انتظام ہوگیا اور گردن کش تابع ہوگئے تو ۹۹۷ھ کے آخر میں جھارکھنڈ کی راہ سے ملک اڈیسہ کے فتح کا ارادہ راجہ نے کیا اور بھاگل کے نزدیک توقف کیا اور سعید خاں حاکم بنگالہ کو ہمراہ لیا۔ برسات کے قریب آنے سے اور وقت پر یہ کام مقرر کیا۔ ۹۹۸ھ کے شروع میں بردوان کی راہ سے روانہ۔ پہاڑ خاں۔ بابوے منگلی رائے پترداس کو توپخانہ کے ساتھ بنگالہ سے ساتھ لیا۔ جہان آباد میں بنگاہ بنایا۔ برسات کے ختم ہونے پر یہ خیال تھا کہ سعید خاں و مخصوص خاں اور زمینداران سے آن ملینگے

قتلو خاں جس پاس اُڈیسہ تھا وہ لشکر شاہی سے پچیس کوس پر آیا - اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا بہادر کو روہ کو بہت سپاہ کے ساتھ رائے پور بھیجا - راجہ نے ایک فوج اسکی مالش کے لیئے ببرکردگی جگت سنگہ روانہ کی - بہادر حصاری ہوا اور لابہ گری کی - جگت سنگہ نوجوان ناآزمودہ کار کو افسانے سُناکر بے پروائی کے خواب میں سُلایا اور خود قتلو سے مدد مانگی - ۲ خرداد ۹۹۸ھ کو جبوقت جگت سنگہ بادہ غنودگی سے سرخوش ہورہا تھا ناگہانی بہادر بہت سا لشکر لیکر اُسپر حملہ آور ہوا اور غالب ہوا - قتلو خاں نے جلال خاں کو اور بہت دلاوروں کو ببرکردگی عمر خاں برادر زادہ و میر و پور کا سود خواجہ عیسیٰ اپنے وکیل کو روانہ کیا - ہرچند حمیر زمیندار نے بہادر کی حیلہ سازی کو اور اسکی یاوری کے لئے لشکر کے آنے کو جگت سنگہ سے کہا مگر اس نے کچھ نہ سُنا ہزاروں کوشش سے کچھ سپاہ قراولی کے لیئے بھیجی - غنیم درخت زار میں آیا - خیمہ و پرتال کو یہاں چھوڑکر پوشیدہ راہ سے چلا - غنیم کے جلد چلے جانے نے لوگوں کی غفلت کو اور زیادہ کیا آخر روز میں غنیم آیا - یہاں نہ کوئی تدبیر تھی نہ لشکر میں انتظام تھا - بہت سے بے لڑے پراگندہ ہوگئے - کچھ لڑے - بیکہ راٹھور مہین داس و نروچارن نے لڑکر جان دی - پادشاہی لشکر کو شکست ہوئی - لیکن اسطرف بھی عمر خاں و میرو اور پسران ہمایوں قلی مع اور عزیزو نکے مارے گئے - نوجوان مدہوش جگت سنگہ کو حمیر اپنے گھر لے آیا - مشہور یہ ہوگیا کہ وہ مرگیا راجہ نے انجمن رازگوئی مرتب کی اور چارہ گری کے درپے ہوا - بہت آدمیوں نے یہ گذارش کی کہ مناسب یہ ہے کہ سلیم آباد میں جہاں سپاہیوں کا زہ وزاد ہے اُلٹے جائیں اور وہاں سے آنکر آمادہ پیکار ہوں - راجہ نے جواب دیا کہ انکا جانا غنیم کو اپنے اوپر دلیر بنانا اور مہم کو برباد کرنا ہے - اغوق کو طلب کیا اور لڑنے کا ارادہ کیا - قتلو بیمار تھا شتاب روی سے دس روز میں پیمانہ عمر اسکا لبریز ہوا - خواجہ عیسیٰ نے اسکے چھوٹے بیٹے نظر خاں کو باپ کا جانشین بنایا - اس سے افغانوں کا ہنگامہ کچھ افسردہ ہوگیا - لابہ گری اور حیلہ سازی کرکے وہ آشتی کے جویا ہوئے سپاہ کی نزاردلی اور بارش کی فزونی سے صلح کو تو راجہ نے

قبول کرلیا اور یہ عہد ہوا کہ پادشاہی خطبہ و سکہ جاری ہو اور خدمت گذاری اور فرمان پذیری کے سوا کچھ اور خیال نہ کیا جائے۔ جگناتھ کہ سب سے بڑا پرستش کدہ ہے مع توابع کے خالصہ میں دیا جائے اور دولت خواہ زمینداروں کو کچھ آسیب نہ پہنچایا جائے مخالفوں نے زمانہ سازی اور فریب کاری سے سب شرطوں کو قبول کرالیا۔ ۱۹ شہریور ۳۵ سنہ ۹۹۹ کو راجہ کے پاس قتلو کو خواجہ عیسیٰ لایا۔ ڈیڑھ سو ہاتھی اور بہت سے منتخب اشیار پادشاہ کے پیش کش کے لئے روانہ کئے گئے۔ راجہ نے اُسکی دلدہی کی اور خود بہار میں چلا آیا۔

جب تک عیسیٰ خاں زندہ رہا۔ عہد و پیمان برقرار رہا۔ جب وہ مرگیا تو عہد و پیمان ٹوٹ گیا۔ افغانوں نے پرستش کدہ جگناتھ کو لے لیا۔ ولایت حمیر کو جو پادشاہ کا فرمان پذیر تھا لوٹ لیا۔ راجہ مان سنگہ آشتی سے پشیمان تھا۔ اس نے پادشاہ سے اجازت حاصل کرلی کہ بنگ و بہار کی سپاہ اس خدمت پر نامزد کی جائے۔ ۲۳ آبان سنہ ۱ کو وہ دریا کی راہ سے چلا۔ اور تولک خاں اور امیروں کو خشکی کی راہ پر روانہ کیا۔ مادھو اور لکھی رائے اور زمینداروں کو جھارکھنڈ کی راہ سے بسر کردگی یوسف خاں والی کشمیر روانہ کیا۔ جب سپاہ بنگال میں آئی تو یہاں کا سپہ آرا سعید خاں بیمار تھا۔ راجہ کارطلبی کے سبب سے آگے روانہ ہوا۔ جب سعید خاں اچھا ہوا تو وہ راجہ کے لشکر سے جاملا۔ اسکے ساتھ اور امرا اور چھ ہزار پانچسو سوار تھے۔ بہت سے ملک پر قبضہ کرلیا۔ تبہ کار افغانوں نے صلح چاہی۔ لیکن اس سبب سے کہ آزمودہ را آزمودن ابلہی است انکے پیغام صلح کو کسی نے نہ سُنا۔ اور انکو پیمان شکنی پر لعنت ملامت کی۔ اگرچہ امرار بنگالہ کہ آشتی کرنے پر راضی تھے مگر مدنا پور کے درخت زار میں جو اڈیسہ کے وسط میں ہی غنیم مقیم ہوا۔ ۱۳ فروردین سنہ ۱ کو راجہ نے اپنے ہراول کو اجازت دی کہ ایک سرکوب کو کہ غنیم کے نزدیک ہے لیکر قلعہ بنائیں۔ غنیم نے دریا کے پار آنکر اپنی سپاہ کو مرتب کیا۔ قتلو خاں کے بیٹے نعیب خاں اور جمال خاں قلب لشکر میں تھے۔ تین ہزار سوار اور پچیس ۲۵ ہاتھی ان کے پاس تھے۔

جرانغار و برانغار میں دو ہزار سوار پچیس ہاتھی اور ہراول میں بارہ سو سوار اور اسی ہاتھی تھے خوب لڑائی ہوئی کچھ دیر تک معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون مغلوب ہوگا اور کون غالب مگر آخر کو بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور دشمن کے تین سو آدمی اور بادشاہ کے چالیس مارے گئے۔

جب فتح مند سپاہ نے غلبہ پاکر تعاقب کیا تو دوسرے روز جلیسر میں کہ اڑیسہ کے منتخب شہروں میں سے ہے وہ آئی۔ ممبر پر خطبہ شاہی پڑھا گیا سکہ نے بادشاہ کے نام سے رونق پائی سعید خاں بنگالہ میں آیا۔ تھوڑے دنوں میں سب زمیندار اسکے مطیع ہوگئے اور اُسکا سارے ملک پر قبضہ ہوگیا۔ راجہ مان سنگہ نے یہانکے فتنہ کو مٹایا۔ قصبہ بھدرک میں معلوم ہوا کہ پسران قتلو اور خواجہ سلیمان اور امرا تین سو ہاتھی لیکر قلعہ کٹک میں فراہم ہوئے ہیں یہ ایک حصار انتہا پر شور دریا کے کنارہ پر تھا۔ افغان جنگل میں کہ دریا شور سے ملا ہوا تھا بھاگ گئے اور علاؤ لخاں خاصہ خیل قتلو نے قلعہ آل حوالہ کیا۔ کلکل گھاٹی کے قریب نند راجہ کہ اس سرزمین کا منتخب زمیندار تھا بادشاہی لشکر سے آن کر ملا۔ راجہ رامچندر رے پناہ مانگنے والونکو سارنگ گڈھ میں راہ دی جب راجہ مان سنگہ کٹک پہنچا تو یوسف خاں حاکم کاشمیر کو اسکے گرد چھوڑ گیا اور خود جگناتھ کی جاترا کو اس قصد سے گیا کہ راجہ رامچندر رے سے نزدیکی ہو جاوے اور فرصت پاکر اسپر دست بازی کرے جو اُس نے سوچا تھا جب وہ عمل میں آیا تو وہ سیلی میں آیا ہر روز لڑائی ہوئی اُس کی نصیحت گذاری سے رامچندر رے نے فرمان پذیری قبول کی اور اپنے بیٹے بیربل کو پیش کس کے ساتھ روانہ کیا راجہ کٹک میں پھر آیا اور قلعہ سارنگ گڈھ کے قریب ٹھہرا۔ اسوقت یہ معلوم ہوا کہ پٹھانوں نے جلیسر پر حملہ کیا۔ بابو منگلی نے اپنے میں لڑنے کی قوت نہ دیکھی تو کنارہ کیا راجہ نے پہاڑ خاں کو بھیجا اس نے جلیسر کو پھر لے لیا اور افغان کو پراگندہ کر دیا سارنگ گڈھ میں جو افغان تھے وہ بھی راجہ پاس حاضر ہوئے ہر ایک کو خسروانی نوازش کا امیدوار کیا۔

جب اُڑیسہ کے سرتابوں نے فرمان پذیری اختیار کی تو راجہ نے اپنی

ولایت اڑیسہ کا فتح ہونا سنہ ۱۰۰۱ھ

افغانوں کا بے راہ ہونا سنہ ۱۰۰۱ھ

کاروائی کے سبب سے خواجہ سلیمان وخواجہ عثمان شیرخاں ونصیب خاں کو خلیفہ آباد میں تیول دیئے
طاہرخاں وخواجہ باقر انصاری کو ہمراہ لیا - اور جو ہرزہ در مکّار تھے - انکی جاگیروں کو ضبط
کر کے انکو اپنے پاس طلب کیا - یہ جاگیردار ڈر گئے اور فتنہ افزائی کو اپنی دستاویز رہائی سمجھے
۲۷ بہمن ۱۰۰۱ھ کو گورکھپور کے قریب باقر چند ہاتھیوں کو لئے اپنی جاگیر کو جاتا تھا اس کو
انہوں نے لوٹ لیا وہ زخمی ہوکر الگ ہوگیا - راجہ نے اپنے بیٹے ہمت سنگہ کو اُسکی مدد کے
لئے بھیجا - مگر وہ کچھ تھوڑی دور جاکر اُلٹا چلا آیا - ملک کو افغان لیتے ہوئے بندر سنارگانو کو چلے
گئے - کچھ قدرت نہ پاسکے ناکام رہے اور چاند رائے کی بنگاہ پر متوجہ ہوئے - اس نے باپ کے
کہنے سے ان کی گرفتاری کا ارادہ کیا - مگر جب دلاور و سلیمان و عثمان نے چار کوس پر دائرہ
بنایا یعنی ڈیرہ ڈالا تو اس نے انکو مہمان بلایا - ۵ اسفندریار مذ ۱۰۰۱ھ کو وہ اس کے بنگاہ میں آئے
دلاور کسی کام کو اُٹھا تھا کہ اُسکو دستگیر کر لیا سلیمان کو جب معلوم ہوا تو وہ تلوار ہاتھ میں لے کر
باہر نکل آیا اور کئی آدمیوں کو مارا - چاندرائے اسکے پیچھے آیا سلیمان کی مدد کو گیا - اس سے
سلیمان نے اپنے بچنے اور دلاور کی گرفتاری اور غنیم کے آنے کا حال کہا اس سے
ہنگامۂ جنگ برپا ہوا اس بوم میں نوکر اکثر افغان تھے وہ اس گروہ سے ملگئے دونوں لوٹتے
ہوئے پھر چاندرائے کے قلعہ میں گئے - اہل قلعہ نے جانا کہ چاندرائے آیا - قلعہ کا دروازہ
کھول دیا - اس طرح انکو چیرہ دستی حاصل ہوئی پھر وہ عیسیٰ زمیندار کی پناہ میں چلے گئے - اور
قلعہ اور ضلع کو کیدار رائے پدر چاندرائے کو حوالہ کر گئے -

تئیسویں خرداد ۱۰۰۱ھ کو راجہ مان سنگہ نے شیربیگ توا چی باشی کے ساتھ جو ایک سو
ستائیس ہاتھی اور اسباب فتح اُڑیسہ میں ہاتھ آئے تھے پادشاہ پاس بھیجے -

لچھمی نراین کوچ کا مرزبان تھا جسکے پاس چار ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے اور سات
سو ہاتھی اور ہزار جنگی کشتیاں تھیں - یہ ملک بڑا آباد تھا - لمبا دو سو کوس اور چوڑا چالیس
کوس سے سو کوس تک تھا مشرق میں دریا برہمپتر - شمال میں پایان تبت و آسام

جنوب میں گھوڑا گھاٹ مغرب میں ترہت سو برس پہلے کشنا یہاں کا راجہ تھا اسکا پوتا بالگسائیں تھا۔ اِس نے اکبر کی ستایش میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب کو بیش بہا اسباب کے ساتھ بادشاہ کی نذر میں بھیجا تھا وہ آزاد رہتا تھا۔ پچاس برس کی عمر میں اپنے بھتیجے کنور کو اپنا جانشین کیا۔ اسکے بڑے بھائی شکل گسائیں نے بھائی سے بیاہ کی اجازت کی درخواست کی اس نے بھائی کی محبت کے سبب اس درخواست کو قبول کیا بیٹا پیدا ہوا۔ لچھمی نراین اسکا نام رکھا۔ وہ اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوا اس سبب سے پات کنور نے سورش برپا کی۔ لچھمی نراین نے راجہ مان سنگھ کے وساطت سے بادشاہ کی اطاعت کرنی چاہی۔ راجہ مان سنگھ سلیم نگر سے آنند پور گیا۔ اسکا استقبال چالیس کوس سے ہوا۔ ۱۳ ردی شنئہ ھ کو ملاقات ہوئی۔ پھر راجہ اپنے گھر لیگیا اور اپنی بہن کی شادی راجہ سے کچھ دنوں بعد دی مرزبان کوچ بھی حاکم بنگالہ پاس نہیں جاتا تھا سلیمان کرانی اس سے لڑنے گیا مگر ناکام پھرا۔

پات کنور کا شکست پانا اور درجن سنگھ کا مارا جانا سنہ ۱۰۰۵

لچھمی نراین مرزبان کوچ بہار کا مطیع ہو گیا تھا۔ پات کنور کچھ ملک دبا کے اس سے لڑنے گیا بادشاہی لشکر بسر کردگی جھجھار خاں و فتح خاں سور اسکی مدد کو آیا۔ لڑائی ہوئی اور پات کنور کے بہت آدمی مارے گئے اور اسکو شکست ہوئی۔ بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ عیسیٰ زمیندار پات کنور کے یاوری کے لئے روانہ ہوا۔ راجہ مان سنگھ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے ایک شائستہ سپاہ خشکی کی راہ سے روانہ کی اور اپنے بیٹے درجن سنگھ کے ہمراہ سپاہ دریا کی راہ سے بھیجی کہ وہ ان زمینداروں کی بنگاہ کو لوٹے اس لئے کہ خانگی سورش سے بہت نقصان ہوا ہے مگر کسی نے انکو اسکی خبر کردی۔ یہ دریائی سپاہ سب جگہ لوٹ مار کرتی قصبہ گریوہ پر یورش کر رہی تھی۔ کرم پور سے چھ کوس پر عیسیٰ و معصوم نے بہت سی جنگی کشتیاں لا کے بادشاہی لشکر کو ہر طرف سے گھیر لیا لڑنے کے بعد سرگروہ اور بہت سے آدمی مارے گئے کچھ اسیر ہوئے کچھ بچ گئے۔ بادشاہی لشکر کو بھی صدمہ پہنچا مگر مرزبان کوچ نے گزند سے رستگاری پائی۔ عیسیٰ نے دور بینی کی لابہ گری اختیار کی

اور جو اسباب لوٹ کرلے گیا تھا واپس کیا۔

؀۱۰۰۸ میں عیسیٰ زمیندار مرگیا۔ راجہ مان سنگہ اجمیر میں گیا مگر ناشناسائی سے اس دوردست ملک میں بیٹھ کر بنگالہ کی پاسبانی کو اپنے ذمہ لیا اور فتنہ اندوزوں کو دولت خواہ جانا۔ عثمان وسجاول اور اور افغانوں نے جو تابع تھے فتنہ اُٹھایا۔ جہاسنگہ ویرتاب سنگہ نے اسکا علاج آسان جانا لڑنے کھڑے ہوئے۔ ۱۰ اردی بہشت ؀۱۰۰۹ کو بھدرک میں لڑکر شکست پائی۔ لشکر شاہی کو صدمہ پہنچا۔ گو سارا ملک بنگالہ ہاتھ سے نہیں گیا۔ مگر کچھ حصّہ دشمنو نکو مل گیا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ پسر قتلو کے ساتھ ایک گروہ افغانوں کا بنگالہ میں فساد کررہا تھا۔ کئی دفعہ راجہ مان سنگہ کے آدمی اُن سے لڑے مگر ہر دفعہ شکست پائی۔ میر عبدالرزاق معموری کہ سپاہ کا بخشی تھا اسیر ہوا۔ جب راجہ مان سنگہ شاہزادہ کے ہمراہ الہ آباد میں آیا تو اُس نے بنگالہ جانے کی اجازت حاصل کی اور رُہتاس میں آن کر سامان درست کیا اور پھر سرکشوں کی مالش کے لئے آیا۔ شیرپور کے قریب دونوں لشکر قلعہ بنا کے آمنے سامنے ہوئے۔ عزہ اسفندیار مذ ؀۱۰۰۹ کو کچھ لڑائی ہوئی۔ باغی پراگندہ ہوئے میر عبدالرزاق ایک ہاتھی پر سوار تھا گلے میں طوق تھا۔ پانوں میں زنجیر تھی۔ ایک آدمی تعین تھا کہ اگر شکست ہو تو اسے مار ڈالے۔ لیکن وہ لڑائی میں بندوق سے مارا گیا۔ اب کی دفعہ باغیوں کا بہت نقصان جانوں کا ہوا اول راجہ مان سنگہ ولایت ڈھاکہ میں گیا۔ کیدرائے یہاں کے مرزبان کو امید وبیم کی باتیں بنا کر مطیع کیا۔ پھر جب اسکو معلوم ہوا کہ جلال کھکرہ وال قصبہ آگرہ ومالیرہ کو مار رہا ہے سوداگر اور رعیت اُس سے حیران ہورہے ہیں تو اُس نے خواجہ باقر انصاری کو گھوڑا گھاٹ میں جہاسنگہ پاس بھیجا کہ اسکے ساتھ اتفاق کرکے سوزش کو مٹائے۔ جب جہاسنگہ کہکرہ میں آیا تو جدل خاں دریا مندری سے گذر کر پانچہزار جنگی پیادوں اور پانچ سو سواروں کے ساتھ نمودار ہوا جہاسنگہ نے بے تامل دریا میں گھوڑا ڈالدیا۔ دریا کا کنارہ بلند تھا۔ گھوڑوں کا اُس سے

نکلنا دشوار تھا۔ کچھ ہمراہی آب نیستی میں غرق ہوئے۔ اور بہت سے باہر آئے اور اُنہوں نے مخالفوں کے خرمن ہستی میں آگ لگائی اور جلال خاں ہوا کی طرح اُڑ گیا۔ مہاسنگہ کو جب اُس سے فراغ ہوا تو قاضی مومن کے فتنہ دور کرنے پر متوجہ ہوا وہ پُرنیہ کے نواح میں لوٹ مار کر رہا تھا اُس نے ندی کے کنارہ پر قلعہ بنایا تھا۔ بھاگنے کے فکر میں تھا کہ لشکر آیا تو وہ اپنا زہ وزاد کشتی میں لیکر اس طرف بھاگا۔ مہاسنگہ نے اسکے تعاقب میں پانچ سو سوار بھیجے۔ وہ جزیرہ میں آیا۔ جنگل انبوہی سے فوج شاہی کا نشان برقرار نہ تھا۔ وہ پرگندہ ہوگئی تھی۔ ہر طرف سے اس جزیرہ پر چڑھتی تھی۔ قاضی مومن اسلئے انکو تھوڑا سا سمجھتا تھا اور لشکر سے اسکو خبر نہ تھی اسلئے لڑتا تھا۔ یہ خوف تھا کہ بادشاہی لشکر شکست پائے۔ مگر قاضی مومن گھوڑے سے گرا۔ اور وہیں کشتہ ہوگیا۔ عثمان نے دریا برہم پتر سے عبور کرکے باز بہادر قلماق تھانہ دار کو بھگایا وہ بھوال میں آیا۔ راجہ مان سنگہ ایک رات دن میں بھوال میں آیا۔ دوسرے دن آب بہار پر دشمن سے لڑنے کو تیار رہا۔ لڑائی میں بہت افغان مارے گئے اور بادشاہی لشکر کو بہت اسباب اور نوارہ اور توپ خانہ ہاتھ لگا یہاں کے تھانہ کو استوار کرکے راجہ ڈھاکہ میں آیا اور ایک جماعت سپاہ کو حکم دیا کہ آب اچھامتی سے گذر کر عیسیٰ و کیدرائے مرزبان بکرم پور و سرحد کی مالش کریں افغانوں نے داؤد بسر عیسیٰ و زمینداروں سے اتفاق کرکے گذرگاہوں کو بند کیا اور لڑنے کو تیار ہوئے اور چند روز بادشاہی لشکر کو اُن سے اُترنے نہیں دیا۔ راجہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ ڈھاکہ سے شاہ پور گیا۔ یہاں سے پہلے لشکر کو کمک پہونچی جب دیکھا کہ یہ کام اس لشکر کی طاقت سے باہر ہے تو وہ خود گیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر بے محابا دریا سے پار گیا۔ جس سے سب آدمی اُسکے قوی دل ہو کر مردانگی سے دریا میں تیرنے لگے دریا سے پار جاکر غنیم کو شکست دی۔ گروہ مخالف بھاگا۔ راجہ نے اُن کے پیچھے سفر کرکے برہاپور اور ترہ میں توقف کیا۔ شیر خاں بومی یہاں کے راجہ

سے ملنے آیا۔ یہاں سے وہ سرہرپورہ وبکرام پور میں گیا۔ داؤد وکل افغان حدود سُنار گانوئیں بھاگ گئے۔ راجہ اپنے غنیم سے خاطرجمع ہو کر ڈھاکہ میں آیا۔

سرحد بنگالہ کے نامور بومیوں میں کیدار تھا۔ زبردست نوارہ لیکر زمیندار مکھیر کا وہ یاور ہوا اور تھانہ سری نگر پر زور ڈالا۔ راجہ مان سنگہ کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ توپ خانہ لیکر اس برگشتہ پر پہنچا۔ نگر سور کے نواح میں بڑی لڑائی ہوئی۔ شاہی لشکر نے غنیم کے بہت آدمیوں کو مارا اور باقی کو بھگا دیا۔ کیدار تیر وتفنگ سے زخمی ہو کر بھاگا جاتا تھا کہ گرفتار ہوا۔ راجہ کے پاس آتے ہی مرگیا۔ پھر راجہ بھوال میں عثمان افغان کے لئے تیار ہوا۔ مکھیر زمیندار نے بھی سورش مچار کھی تھی اسکے دفعہ کرنے پر متوجہ ہوا۔ یہ زمیندار تو مقابلہ نہ کرسکا۔ اپنے ملک کو بھاگا راجہ پھر عثمان کیطرف متوجہ ہوا وہ بھی بھاگ گیا۔ غرض راجہ کو ان حدود کی طرف سے سب طرح اطمینان ہوا اور تھانوں میں منتخب کارواں تھانے دار مقرر کر دیے خود ڈھاکہ میں چلا آیا۔

بنگال اور بہار دونوں ملکوں کی حالت ایسی تھی کہ وہاں امن وامان کا مستقل طور پر قایم رہنا دشوار تھا۔ اوّل وہاں اسباب بغاوت کی کمی نہ تھی۔ دوم جنوب کا بھاری جنگلی خطّہ اور شمال کے پہاڑ اور جنگل اور سمندر کے آس پاس کی دلدل اور جنگل باغی مفسدوں کے ایسے ٹھکانے تھے کہ وہاں سے اُنکو رفع دفع کرنا نہایت مشکل تھا۔ سوم جب مغلوں نے ہندوستان بالا کو فتح کیا اور پٹھانوں سے سلطنت کو چھینا تو ان میں سے جن افغانوں نے مغلوں کی اطاعت اور ملازمت نہیں پسند کی وہ سب کے سب ان ملکوں میں چلے آئے ان کی کثرت سے یہ ملک ہندوستان کا افغانستان بن گیا۔ وہ اکبر کی سپاہ سے پندرہ برس تک لڑتے جھگڑتے رہے۔ وہ خاکستر کے نیچے کی چنگاریاں تھیں کہ جب ان کو ہوا لگتی تو وہ چمکنے لگتیں۔ مگر راجہ مان سنگہ نے ان چنگاریوں کو ایسا ٹھنڈا کیا کہ پھر وہ نہ چمکیں۔ سترہ برس میں بیسیوں لڑائیوں کے بعد صوبجات بنگالہ اور اڈیسہ وبہار بالکل قبضہ شاہی میں آگئے۔

مہمات و معاملات گجرات

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ گجرات کی تسخیر میں مرزاؤں کا حال کیا ہوا۔ ہر ایک بادیۂ ادبار میں سرگردان ہوا۔ گلرخ سلطان بیگم اپنے خورد سال بیٹے مظفر حسین مرزا کو دکن میں لیگئی مگر یہاں بھی اقبال نے یاوری نہ کی۔ اب گجرات کو خالی دیکھکر مرزا کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر اسطرف چلا پادشاہ نے جب یہ سُنا تو اسنے ان امیروں کو کہ خاندیس کی فتح کو گئے تھے حکم بھیجا کہ گجرات کی سورش دفع کرنے کو خاندیس کی تسخیر پر مقدم جان کر اسطرف چلے آئیں مگر اس گروہ نے اس خدمت کے بجالانے کو اپنے حوصلہ سے باہر جانا اور وقت کو یونہیں ٹالا اور آزمندی سے یہ چاہا کہ اس دیار کے حکام سے باتیں بنا کر زر لیں اور مصالحت کا ڈول ڈالیں۔ اس خیانت ملکی سے کہ جس سے بنیاد سعادت کندہ ہوتی ہے اپنے قصر دولت کا بام بلند کریں۔ زہی تصور باطل زہی خیال محال۔ یہ جاگہ میں بیٹھے ہوئے یہ راگ گا رہے تھے کہ پادشاہ کا فرمان پہنچا تو ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے میں گیا

مظفر حسین مرزا کی سرکشی اور فرار ۲۲ ستمبر ۹۸۵

جو سبک سر کوتہ خرد مملکت میں سورش اٹھاتا ہے اسکو زمانہ ہی خود سزا دیتا ہے کبھی اُسکا مال لٹوادیتا ہے کبھی اُسکی جان لے لیتا ہے۔ کبھی اُسکے ناموس کی پردہ دری کر کے رسوا کرتا ہے۔ کبھی اس سے اسباب دنیا لیکر عریاں پھراتا ہے۔ کبھی اُسکو سعادت کی راہ پر لا کر اسکی جان سلامت رکھتا ہے۔ کبھی پھر گمراہ کر کے اسکی جان کو برباد کرتا ہے۔ اسکی مثال مظفر حسین کا حال ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔ گجرات میں پادشاہ نے وزیر خاں کو منتظم مقرر کیا تھا وہ سپاہ کے انتظام میں زبردستوں کی آسائش میں اور بدکاروں کے استیصال میں شائستہ طور پر کاربند نہ ہوا۔ اسلئے پادشاہ نے راجہ ٹوڈرمل کو کہ کاردانی اور خدمت گزینی میں یکتا تھا۔ اس دیار میں بھیجا وہ اس سرزمین میں جلد آیا اور اس نواح کی پراگندگیوں کو دور کیا۔ اول سلطان پور اور ندربار میں آیا۔ یہاں کا مناسب انتظام کر کے گیا پھر سورت کی جہات کو عدالت سے روشن کیا

وزیر خاں اور راجہ ٹوڈرمل کی تسخیر مظفر حسین مرزا کی شکست و فرار ۹۸۵

بروج و بڑودہ و جانپانیر کے مشاغل کو سر انجام دیکر احمد آباد میں آیا یہاں وزیر خاں کے ساتھ متفق ہو کر داد دہی کر رہا تھا کہ شورش برپا ہوئی۔ ابراہیم حسین مرزا کے نوکروں میں ایک مہر علی کولابی تھا۔ اس نے آدمیوں کو جمع کیا اور دکن سے گجرات میں خردسال مظفر حسین مرزا کو لایا اور سلطانپور کے گرد فتنے کی گرد کو بلند کیا۔ شریف خاں کے بیٹے عارف و زاہد بادشاہ سے بیوفائی کر کے اس سے مل گئے وہ بڑودہ کے نواح میں آیا۔ وہاں کا داروغہ اسکے سامنے نہ ٹھہر سکا باہر بھاگا۔ ایسا بڑا شہر بے جنگ غنیم کو ہاتھ لگ گیا۔ باز بہادر لڑنے کو آیا۔ مگر ناسپاس ملازموں کی فرومائگی سے کچھ کام نہ کر سکا۔ وزیر خاں کا ارادہ یہ ہوا کہ احمد آباد میں قلعہ کے اندر بیٹھے۔ مگر راجہ ٹوڈرمل نے اسکو مرد میدان بنایا اور شہر بند سے باہر لایا اور بڑودہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس شہر سے چار کوس پر آیا تو شہر کو چھوڑ کر مخالف بھاگا اور کھنبائت کی طرف چلا۔ لشکر شاہی نے اسکے پیچھے جانے میں آہستگی کی اسلئے کھنبائت میں وہ شورش برپا کرنے لگا۔ یہاں کے عامل خالصہ سید ہاشم نے اول نکلکر خوب دستبرد کی مگر دشمنوں کی کثرت کے مارے آخر قلعہ نشین ہونا پڑا دشمن نے اُسے گھیرا۔ مگر افواج شاہی پاس آئی تو وہ محاصرہ کو چھوڑ کر جونہ گڈھ کی راہ پر چلا حدود دولقہ میں امرا شاہی سب آن کر ملے اور سپاہ اسطرح مرتب ہوئی کہ قلب گاہ میں وزیر خاں اور برانغار میں خواجہ یحییٰ نقشبندی و وجیہ الملک اور جرانغار میں راجہ ٹوڈرمل و روپ رای گجراتی و شیخ ولی و بیاگ داس افسر مقرر ہوئے۔ غنیم جانتا تھا کہ بادشاہ کی فوج میں بیدلی اور دوروئی پھیل رہی ہے جب ہم سے اسکی لڑائی ہوگی تو بہت سا حصہ اسکا ہم سے آن ملیگا کچھ بھاگ جائیگا اور وزیر خاں و راجہ ٹوڈرمل کی جان جائیگی وہ اس لشکر کی جان راجہ ٹوڈرمل کو جانتے تھے اسلئے اسکی جان لینے کیلئے زیادہ درپے ہوا۔ وزیر خاں سے لڑنے کے لئے مظفر حسین خاں نے قدم سست اُٹھائے مگر راجہ سے لڑنے کے لئے مہر علی کولابی بڑی تیزدستی سے آیا

میدان جنگ میں راجہ توڈرمل نے فتح پائی - اٹھارہ بڑے بڑے آدمی غنیم کے مارے مگر دست راست پر پادشاہی سپاہ کو شکست ہوئی اور بُری طرح سے وہ بھاگے وہ بھاگے وزیر خاں کی جان پر آن بنی تھی کہ راجہ توڈرمل ہزار دل ہوکر اسکی مدد کو آیا اور غنیم کو پسپا کیا۔ مظفر حسین مرزا نے جونہ گڈھ کو بازگشت کی مگر یہ بازگشت ایسی تھی کہ **بیت**

چناں بازگشتند ہر کس کہ زیست ٭ کہ بر زندگی شان بباید گریست

پادشاہ پاس عریضہ فتح اور غنائم کے برگزیدہ ہاتھی بھیجے گئے - پادشاہ اجمیر جاتا تھا کہ پیساور میں راجہ توڈرمل اس کی خدمت میں آیا اور بہت سے سورشِ منشوں کو جنکا سرغنہ دواہ بیگ تھا ساتھ لایا - جنکو عدالت نے قتل کرایا - راجہ کو عہدہ وزارت عنایت ہوا -

دوبارہ مظفر حسین مرزا کا شورش مچانا اور مرجانا سنہ ۹۸۵ھ

خدا کسی کی عقل کو خراب نہ کرے کہ اس سے دُنیا میں ہزاروں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اگر اس خرابی عقل کی بلا سے نجات ملے تو بُری صحبت سے بچے - بُروں کی صحبت اچھے اچھوں کو بُرا کردیتی ہے - عقلمند کہتے ہیں کہ آدمی کی طبیعت دزد پنہانی ہوتی ہے - خواہی نہ خواہی اپنے دمسازموں کی خو اختیار کرتی ہے جس چیز سے کہ طبیعی نفرت ہوتی ہے - ایک مدت میں صحبت کے اثر سے اسکی طرف رغبت ہونے لگتی ہے اسکی مثال مظفر حسین کا حال ہے باوجودیکہ وہ پاک گوہر نیک ذات تھا مگر بُری صحبت سے بُری چال چلا باوجودیکہ وہ اپنے باپ دادا کی بدحالی کو دیکھ چکا تھا مگر وہ اپنی غفلت سے باز نہ آیا - مہر علی کے بہکانے میں آگیا جب گجرات سے بادشاہ کی خدمت میں راجہ توڈرمل آگیا تو پھر وہاں غا اندیشوں نے مظفر حسین مرزا کو اپنی دستاویز بنا کر اول کھنبایت میں اُنہوں نے سوداگران کے مال پر ہاتھ صاف کیا اور بہت دولت جمع کی - احمد آباد سے وزیر خاں ان سے لڑنے کے لئے چلا - پیر پور کی حدود میں باز بہادر کے آدمیوں کی بیوفائی سے اس کی ہمت ٹوٹ گئی قصبہ سرنال سے وہ لڑنے کے لئے باہر نکلا ہی تھا کہ بہت سے اسکے سپاہی غنیم سے جا ملے جب اسنے اپنے آدمیوں کی بدذاتی اور ناہنجاری دیکھی تو وہ احمد آباد میں

اُلٹا آکر قلعہ نشین ہوا۔ دشمنوں نے اُسکا محاصرہ کیا۔ بہت سے واقعہ طلب اور فرصت جو مخالف سے ملگئے۔ اور ہنگامہ بد اندیشی سرگرم کیا۔ حصار کے اندر بھی نمک نا شناس طینت آدمیونکا حال کچھ اور ہو گیا وزیر خاں نے ان کا علاج یہ کیا انمیں سے ایک گروہ کو مقید کیا اور دوسرے گروہ کی دلدہی کر کے سرگرم پیکار کیا۔ ہر روز مورچل بدلتا تھا۔ قلعہ کے اندر کے آدمیونکی دوروئی سے وہ عاجز ہو رہا تھا کہ یہ ایک تائید غیبی اسکی ہوئی کہ غنیم نے اندر کے آدمیوں سے سازش کر کے بہت سے سپاہیوں سے حملہ کیا اور قلعہ پر نردبانیں لگا کر چڑھنا شروع کیا۔ قلعہ میں کچھ آدمی داخل ہو کر لوٹنے لگے کچھ ابھی راہ ہی میں تھے کہ مہر علی کے ایک بندوق لگی جس سے وہ فوراً نشانہ اجل بنا۔ اسکے مرتے ہی لشکر اسکا سراسیمہ ہوا اور ندربار کو بھاگ گیا متحصن ہمناک تھی۔ اسلئے دشمن کی فریب آرائی کے گمان سے باہر نہ نکلے جب دوسرے روز پہر دن چڑھا تو وہ باہر آئے مظفر حسین مرزا گجرات سے بھاگ کر پھر دکن میں آیا اور برار میں بدکیش فتنہ افزوں سے ملکر ہنگامہ آرا ہوا۔ اس ملک کی سپاہ اُس سے لڑی اور اُسنے ہزیمت دی۔ وہ خاندیش میں آیا۔ راجہ علی خاں نے اسکو گرفتار کیا کہ وہ تصرف و تسلط سے باز رہے اگرچہ اصلی مطلب اس گرفتاری سے یہ تھا کہ وہ اپنے ملک کو اسکی سورش سے بچائے۔ مگر اس نے ظاہر یہ کیا کہ اسکو پادشاہی دولت خواہی کا دستمایہ بنائے۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو مقصود دنبہ کے ہاتھ راجہ علی خاں پاس فرمان بھیجا کہ وہ اُس کو درگاہ والا میں بھیجے۔ راجہ علی خاں نے اسکے حوالہ کرنے میں تامل کیا اور شرائط دور از کار پیش کیں۔ بادشاہ نے قطب الدین خاں و فتح اللہ خاں بھیجکر اسکو سمجھایا تو اُس نے انکی ہمراہ کچھ سپاہ کے ساتھ بادشاہ پاس مرزا کو بھجوایا۔ وہ ۲۷ آذر ماہ الہی ۹۹۶ھ کو بادشاہ کی خدمت میں پابزنجیر آیا۔ بادشاہ نے اُسے بندی خانہ میں بھیجا کہ پند پذیر ہو جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ گجرات میں وزیر خاں سے احکام معدلت کی پاسبانی اچھی طرح نہیں ہو سکتی اور داد دہی کی ناروائی سے ملک میں خلل پیدا

ہوئے تھے اسکو معزول کرکے ۹۸۵ھ میں شہاب الدین احمد خاں کو اس ملک کی حراست سپرد کی وزیر خاں کو مہمات ایدر کے سرانجام کے لئے بھیجا۔

جب سے بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا تھا۔ اعتماد خاں گجراتی خدمات شائستہ بجالاتا تھا بادشاہ نے نوازش فرماکر سرکار پٹن اسکو اقطاع میں عنایت کی اور خالصات گجرات کی آبادی اسکو تفویض فرمائی۔ ہاتھی اور سَو گھوڑے اسکو بخشے۔ اور میر ابو تراب کو اندرز گوئی اور صلاح اندیشی کے لئے ساتھ کیا۔ شہاب الدین احمد خاں نے ایک لشکر بسرکردگی مرزا خان کے امیر خاں غوری پر حملہ آوری کے لئے بھیجا کہ سورت کو اُس سے چھین لے مگر اُسکی بے تدبیری اور بزدلی سے کوئی کام نہ ہوا آسان بات دشوار ہوئی وہ ناکام پھرا۔ جب سپہ آرا میں کارشناسائی اور مردانگی سگالش نہیں ہوتی اسکے ماتحت جوانمردوں سے بھی کام نہیں ہوتا۔ ۹۹۱ھ ۲۸ میں گجرات میں سورش برپا ہوئی۔ اگرچہ شہاب الدین احمد خاں وقطب الدین احمد خاں کے ملازموں کی بدگوہری اس فتنہ کا سرمایہ تھا۔ مگر ان دونوں امیروں کی بے پروائی اور کارشناسی اس ناسپاسی کی دستاویز تھی۔ وہ ہرزہ گویوں سے مدارا رکھتے تھے اور غفلت سے ایسے یک جہت یاوروں کے جمع کرنے میں کوشش نہیں کرتے تھے کہ کار اُفتادگی کے زمانہ میں اپنے جوہر ذاتی کو دکھاتے۔

اس دیار کی مرزبانی اعتماد خاں کو سُپرد ہوئی۔ تو اعتماد خاں کو مال پرستی و کم فکری سے اور کمک کے دیر میں بھیجنے سے بغاوت کے اسباب جمع ہوگئے۔

۲۳ شہریور ۹۹۱ھ ۲۸ کو فتنہ جویوں نے مظفر شاہ کو احمد آباد میں فرماں روا بنایا۔ ابوالفضل نے تو یہ لکھا ہے کہ مظفر کے باپ دادا کو کوئی شخص نہیں جانتا تھا اسکو ننھو کہتے تھے۔ اعتماد خاں نے اُسکو سلطان محمود کا بیٹا بنایا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ ۹۶۷ھ میں گجرات کی مجلس امرا میں اعتماد خاں ایک لڑکے کو

اعتماد خاں گجراتی کی اقطاع و مہمات ۹۸۰ھ مرزا خاں

مرزا خان کا سورت سے ناکام پھرنا۔ شورش گجرات ۹۹۱ھ ۲۸

جسکا نام ننو تھا لایا اور بقسم یہ کہا کہ یہ سلطان محمود کا بیٹا ہے - اسکی ماں حرم خاص سلطان کی تھی - مگر وہ کنیزک تھی - جب وہ حاملہ ہوئی تو سلطان نے اسقاط حمل کیلئے اسکو میرے حوالہ کیا - پانچ مہینے کا حمل تھا - میں نے اُسکو اپنے گھر میں چھپا رکھا اور اُس سے یہ لڑکا پیدا ہوا جسکی میں نے ابتک پرورش کی - گجرات کا تخت خالی تھا - پس سید مبارک نے اسکے سر پر تاج سلطنت رکھا مظفر شاہ اسکا لقب ہوا - اکبر کی فتح گجرات سے پہلے بارہ برس تک وہ سلطنت کرتا رہا - رعایا نے اسکو اپنا بادشاہ مانا - اول یورش گجرات میں مظفر کھیت میں چھپا پڑا تھا کہ بادشاہ کے دیووں نے اُسے گرفتار کرلیا - چغتائی کی رسم قدیم کے موافق اسکا سر اُڑانا چاہیئے تھا - مگر اکبر نے اسکو لڑکا سمجھکر اس سے آبائی رسم کے خلاف کام کیا اگر وہ اسوقت تحمل کا کارفرما ہوتا اور اسکو گردن سے مارتا تو پھر بڑی خونریزی نہ ہوتی - مگر کون جانتا تھا کہ اناج کے کھیت کا پکڑا قیدی جسپر اکبر نے مہربانی سے تبسم کیا ہو چند سال میں ایسا بالغ ہو جائیگا کہ گجرات کا بادشاہ بن کر اکبر کا ایسا مقابلہ کرے گا -

بدایونی نے لکھاہے کہ پادشاہ نے تیس چالیس روپیہ اسکا کردیا تھا - مرآۃ احمدی اور بدایونی نے یہ لکھا ہے کہ بادشاہ اُسپر ایسا مہربان ہوا کہ اسکو اچھی جاگیر دیدی - فرشتہ نے اس جاگیر کا حال نہیں لکھا - مگر یہ لکھا ہے کہ اکبر اسپر نظر عاطفت رکھتا تھا - جب وہ پکڑا گیا تھا تو کچھ دنوں کرم علی داروغہ خوشبو خانہ کی حوالات میں رہا - پھر وہ منعم خانِ خانان کا زندانی بنا - بعد ازاں خواجہ شاہ منصور اسکی دیدبانی کرتا تھا مگر اسکی بے پروائی سے سنہ ۲۳ جلوس میں وہ بھاگ کر اپنی بنگاہ کیطرف چلا - راجہ بیلہ (بلبلہ) زمیندار کی پناہ میں - قطب الدین نے اسپر لشکر کشی کی تو وہ جونہ گڈھ کے حواشی میں لونیہ کاٹھی کے پاس مقیم ہوا -

جب بادشاہ نے اعتماد خاں کو گجرات بھیجا اور شہاب الدین احمد خاں کو اپنے پاس بُلایا تو شہاب الدین کے نوکروں کا ارادہ اپنے آقا کی جان گزائی کا تھا - مرآۃ احمدی میں لکھا ہے کہ یہ اسکے ملازم اکثر مرزاؤں کے ملازم تھے

اسکے برباد ہونیکے بعد وہ گورنمنٹ گجرات کے خواہ کوئی ہو ملازمت کرنے کو تیار تھے
ان ملازموں کی یاوری سے مظفر شاہ اپنے گوشہ سے نکلا اور فتنہ پرداز ہوا۔
۱۰ ارشہر پور کو شہباز خاں نے درگاہ والا کا قصد کیا۔ دوسرے روز شہر میں اعتماد خاں آن کر
مسند آرائے حکومت ہوا۔ عابد بیگ و خلیل بیگ اور اور بدخشی و تورانی امرا دولت کی
طرف ناسپاس ہو کر چلے گئے اور ننو کے دستگیر بنے عمر حاجی نے اور آتش فتنہ کو بھڑکایا
یہ حاجی پہلے بادشاہ کا دیوان صدارت تھا اور تباہ کاری میں مرزا شرف الدین کا پیشا بیش تھا
گجرات میں اس نے اعتبار پیدا کر لیا تھا۔ جب یہ ملک فتح ہو گیا تو وہ دکن چلا گیا جب شہاب الدین
احمد خاں یہاں کی دارائی پر سرفراز ہوا تو پہلی آشنائی کے سبب سے حاجی اُس سے آنکر ملا۔ ان سب
بے حقیقت زربندوں کا قول یہ تھا کہ اب جاگیریں تو ہاتھ سے گئیں۔ جب تک دارالخلافہ جائیں
نہیں اور وہاں سے خرچ ملے نہیں اور داغ کا معاملہ درست نہ ہو روٹی ہاتھ آنی دشوار ہے یہی بہتر ہے کہ
ننو کو سردار بنا کر سوزش برپا کریں۔ ہر چند کار آگاہ خیراندیشوں نے اعتماد خاں کو سمجھایا کہ شہاب الدین
احمد خاں ابھی بادشاہ پاس چلا ہے کچھ دور نہیں گیا ہی اسکو اُلٹا بلا کر چند روز اسکی اقطاع اس پاس
رہنے دو۔ یا خزانہ کا مُنہ کھولکر ان سگ مگس طینتوں کا علاج کرو۔ ان چند حرام نمکوں کو جنکا
ہنگامہ ہنوز فراہم نہیں ہوا جلد کام تمام کرو مگر اعتماد خاں نے ایک نہ سُنی
اور یہ جواب دیا کہ شہاب الدین احمد خاں کے نوکروں نے یہ ہنگامہ
برپا کیا ہے۔ آپ سے وہ اس کو مٹائے گا۔ شہاب الدین احمد خاں کچھ تھوڑی
دور گیا تھا کہ بہت سے سرکش جمع ہو گئے اور انہوں نے ننو کی لڑائی کا
آوازہ بلند کیا۔ ناگزیر پہلی رائے جو شہاب الدین کے واپس
بُلانے کی تھی قرار پائی۔ اعتماد خاں اس لئے کہ پیغام
گذاری کا وقت کوتاہ ہو خود چلا گیا کہ جس طرح ہو سکے شہاب الدین
احمد خاں کو واپس لائے۔ ہر چند دیدہ دروں نے اسکو سمجھایا کہ

اس شورش میں شہر کو خالی چھوڑنا۔ آسان کام کو مشکل کرنا ہی مگر یہ سمجھا ناسود مند نہ ہوا وہ رات کو
امیر ابو تراب اور نظام الدین احمد کے ساتھ گیا۔ رستہ بھولا مگر صبح کو گڑھی میں آیا۔ اور شہاب الدین احمد
خاں سے ملا۔ بعد گفتگو کے اُس کا واپس جانا قرار پایا تمام اسکی درخواستیں مان لیں۔ اقطاع کو
اسکے مسلم رکھا دو لاکھ روپے اور اضافہ کیے بہت سے دن اس پیمان و سوگند کی استواری
میں لگے۔ شہاب الدین احمد خاں بنہ وبار کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور احمد آباد سے آٹھ کوس پر پہنچا۔
شہاب الدین کبنوہ و میر معصوم بھکری نے پہلے سے آنکر کہا کہ فتنہ اندوزوں کے ہنگامہ میں نئو
آن ملا۔ اس کا ارادہ کھنبایت جانے کا تھا۔ مگر شہر کو خالی دیکھکر اب وہاں وہ جلوریز
ہی اور احمد آباد پر چیرہ دستی کر رہا ہی۔ پہلوان علی سستانی کو توال شہر مارا گیا۔
آدمیوں کا مال اور ناموس لُٹ گیا اُس کا چارہ یہ سوچا گیا کہ لڑائی ہو۔ صبح پہر کو
حوالی عثمان پور میں دریا ساہرمتی کے کنارہ پردہ آئے اور غفلت میں آن کر سو رہے
درست اندیش پیش بینوں نے ہر چند کہا کہ شہر میں بڑے ناسپاس پھیل رہے ہیں اور
تاراج کی کشائش میں لگ رہے ہیں ایسی حالت میں صفیں آراستہ کرکے اس شہر کے
اوباشوں کو مارنا چاہیے جس سے شورش دور ہو اور مراد پوری ہو۔ مگر امرا ر
نے سہل نگاری کرکے کچھ نہ سُنا اور یہ سمجھے کہ شہاب الدین احمد خاں پُرانا مرزبان ہی
استمالت ناموں کے لکھنے سے اس کے نوکر سب آنکر ملجائیں گے یوں ہنگامہ ناسپاسی
پراگندہ ہوجائیگا۔ اس سگالش کے سبب سے اعتماد خاں اور میر ابو تراب لشکر
سے ایک اپنے آشنا کے گھر چلے گئے۔ شہاب الدین احمد خاں نے اپنے نوکروں
کو خطوں سے دلاسا دینا شروع کیا اس عرصہ میں مخالف جمع ہوکر آمادہ پیکار
ہوئے اور صف آرائی کا انتظام کیا تو شہاب الدین احمد خاں خواب سے
بیدار ہوا۔ سرانجام سپاہ پر متوجہ ہوا۔ مصطفی شروانی اور حاجی بیگ اوزبک
اور بہت سے امرا اپنی اپنی سپاہ کو ہمراہ لیکر مخالف سے جاملے۔ قریب

پانچ سو آدمیوں کے چلے گئے۔ پہلے اس سے کہ لڑائی ہو عثمان پور کے پیچھے سے غنیم آنکر لشکر شاہی پر چڑھ آئے۔ اس لشکر میں سے بہت سے تو غنیم سے جا ملے۔ تھوڑے ایک ہمہ وزاد کے سنبھالنے میں رہے۔ سات ہزار سواروں سے کچھ زیادہ یہ لشکر تھا۔ اب اس میں سے سوا رچند خویشاوندوں کے کوئی اور نہ رہا ایک نوکر نے شہاب الدین احمد خاں کے شانہ پر تلوار ماری اور بندوق سے اس کے گھوڑے کو گرا دیا وہ زمین پر گرا چند وفاکیشوں نے پھر اُسے گھوڑے پر سوار کیا اور اس آشوب گاہ سے نکالا۔ لوٹ سے دشمن لدے تھے اس لیے اُنھوں نے تعاقب نہیں کیا۔ ۲۵ کو شہاب الدین احمد خاں و اعتماد خاں و نظام الدین احمد تین سو آدمیوں کے ساتھ پٹن میں جمع ہوئے۔ مظفر شاہ (نتو) نے اپنے حسب دلخواہ احمد آباد میں فرمان روائی شروع کی اپنے ملازموں کو بلے بلے خطاب شاہانہ اور بڑی جاگیریں عطا کیں۔ یہ نہ سمجھا کہ خردوں کو بزرگوں کا دنیا رسوا کرنا ہی تھوڑے عرصہ میں یہ سب اہل خطاب بے آبرو ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے منصب و علوفہ کی گفتگو میں اپنا چھچھورا پن دکھایا اور بعض نے تیول کی خواہش میں ایک دوسرے کی آبرو کو خاک میں ملایا۔ پائندہ محمد سگ کش اور تہمک ایک پر گھات لگانے گئے ان کی دشمنی کی نوبت خونریزی پر آئی۔ مکار تہمک نے اس کی طرف سے شہاب الدین احمد خاں کو خط لکھا اور اُس کے پہرہ دار سے ملکر اپنا کام چلایا۔ مظفر نہ کچھ سوچا نہ سمجھا اس نے پائندہ خاں کو پابند کر دیا۔ یہ پادشاہی کی اقبال مندی تھی کہ اسکے لیے دشمنوں نے وہ کام کیا جو اسکے دوستوں سے نہ ہو سکا۔

اسی زمانہ میں شیر خاں فولادی سورت سے آنکر مظفر سے ملا۔ مظفر کو قطب الدین خاں کی طرف سے تردد رہتا تھا اور اُس کے نوکروں کو بلایا تھا۔ عابد کو اُس نے احمد آباد سپرد کیا۔ اور خود اُس کی طرف گیا اور شیر خاں فولادی کو پٹن کو روانہ کیا اسی شورش میں سید دولت نے کھنبایت میں دست درازی شروع کی۔

خواجہ عماد الدین حسین نے چودہ لاکھ روپیہ بندر سے نکال کر تیز دستی سے قلعہ بروج میں
قطب الدین خاں پاس پہنچا دیا۔ قریب چالیس لاکھ دام کے سید دولت کو ہاتھ آئے۔
جب یہ سرگذشت بادشاہ نے سُنی تو نہم مہر ۹۹۱ھ سید قاسم و سید ہاشم و شیرویہ خاں
اور بہت سے امرا کو بسرکردگی مرزا خاں بیرام خاں رخصت فرمایا کہ سیدھے گجرات
کو جائیں اور سرکشوں کو سزا دیں۔ قلیج خاں اور نورنگ خاں کو مالوہ جانے کی اجازت
دی کہ اس سرزمین کے امرا کو لیجا کر لشکر گجرات سے ملائیں وہ یکتا دلی و خیر سگالی سے نیکو خدمتی
بجالائیں۔ اور قطب الدین کو فرمان بھیجا کہ اگرچہ اُسکی سب دانی آشوب کے دور کرنے کے
لیے کافی تھی مگر ہم نے خرم اندوزی کے سبب لشکر بھیجا کہ اگر شر و فساد دور نہ ہوا تو وہ
اُس سے کام لے۔

شہاب الدین احمد خاں و اعتماد خاں و نظام الدین احمد خاں کا ارادہ ہوا کہ پٹن سے
بھاگ کر جالور چلے جائیں اور اس ملک کو بالکل چھوڑ جائیں کہ اس دو دلی میں محمد حسین و
شیخ ابوالقاسم اور امرا پندرہ سو سپاہ لیکر ٹنگ کو آئے اور ایکہزار آدمی غنیم سے جدا ہو کر
شہاب الدین احمد خاں سے آن ملے تو پٹن سے جانے کا ارادہ موقوف ہوا۔ اس ہنگامہ میں
راولیہ خاصہ خیل شیر خاں نے قصبہ جوتھانہ میں شورش اُٹھائی۔ بیگ محمد توقبائی
نے مردانگی کرکے اس فتنہ کو مٹا دیا۔ شیر خاں نے یہ سُنکر اپنے داماد حسین کو بہت سے
آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ بیگ محمد نے جنگ میں صلح نہ دیکھی پیچھے ہٹ آیا۔ بادشاہی
امرا اسکی امداد کو آگئے۔ غنیم اس فوج کے شکوہ سے خوف کرکے پھرا تھا کہ بیگ محمد ان سے
جا بھڑا۔ اور سخت لڑائی ہوئی راجپوتوں کی طرح وہ گھوڑے سے اُتر کر لڑا اور قریب تھا کہ
وہ مارا جائے لیکن خواجہ نظام الدین احمد اُسکی مدد کو آیا جس سے غنیم کو پراگندگی ہوئی۔
پھر شیر خاں بہت سی سپاہ کے ساتھ لڑنے آیا لشکر شاہی نے تہیدستی سے نالش شروع
کی۔ ناگزیر اعتماد خاں نے لشکر کی آڑ کا چارہ کچھ کیا۔ خود مع شہاب الدین احمد خاں کے

بنگاہ داری کے لیے رہا اور امراء کو لشکر سمیت بسر کردگی شیر خاں اپنے بیٹے کے روانہ کیا۔ لشکر آئین جنگ کے موافق مرتب ہوا۔ ۲۸ آبان ۹۹۱ھ کو پٹن سے اٹھارہ کوس پر میانہ کے نزدیک آتش جنگ روشن ہوئی۔ لشکر شاہی کے جرانغار کو لغزش ہوئی۔ لیکن حسین خاں مخالف کا سردار برانغار میں مارا گیا اس لیے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور پادشاہی لشکر نے فیروزی پائی اور بہت غنیمت پائی۔ بہت سے باطل ستیز ہلاک ہوئے۔ کار آگاہوں کی سگالش یہ تھی کہ احمد آباد پر ابھی چلے چلیں اور دشوار کار کو آسان کریں لیکن بیہودہ آدمیوں نے اسے قبول نہیں کیا اور اس عزیمت میں یکتائی نہیں ہوئی۔

سب چھوٹے بڑوں کو یہ خیال تھا کہ جب اس دیار میں مرزا خاں پہنچے گا اور قطب الدین خاں اس کے ساتھ ملکر کام کرے گا۔ تو شائستہ طور پر فتنہ کی گرد بیٹھ جائیگی۔ مگر قطب الدین خاں نے ناشناسائی اور خویشتن داری کے سبب سے چارہ گری نہ کی۔ امراء پٹن نے ہر چند اس سے کہا کہ سرکشوں میں منصب و جاگیروں کے باب میں آپس میں جھگڑا ہو رہا ہے۔ اور ان کا حال غیر منتظم ہو رہا ہے۔ چاہیے کہ چستی و چالاکی سے روانہ ہو تو ناسپاسوں کا ہنگامہ پراگندہ ہو جائیگا اور دشوار کار آسانی سے سرانجام پائیگا مگر اس نے گراں پائی کی کچھ لشکر کی بے سامانی کا عذر کیا کچھ مالوہ کی سپاہ کا انتظار کیا۔ اس عرصہ میں گرد فتنہ بہت بلند ہوئی۔ پادشاہ نے جب اس کو سرزنش کی تو چارہ گری شروع کی۔ اپنے سے پہلے فوج روانہ کی۔ وہ رودبار رہندری سے پار جاکر قصبہ سرنال پر دشمن سے لڑی اور اس کو شکست دیکر شرمسار کیا قطب الدین خاں نے خودسری اور خویشتن بینی سے قلعہ بروج کا پسندیدہ سامان نہیں کیا اور زربندوں کا دل ہاتھ میں نہیں لایا یونہیں ۸ آبان ۹۹۱ھ کو بروج سے باہر چلا آیا۔ خبرسگالوں نے اس سے پوچھا کہ اس شورش بزرگ کو آسان سمجھنا اور لشکر کو نہ آراستہ کرنا کس لیے ہے؟

قتل قطب الدین خاں [illegible] سنہ ۹۹۱ھ

اس وقت ضرور ہی کہ سپاہ کو جو روپیہ کے لیے دہائی دے رہی ہی اور زبان درازی کر رہی ہی روپیہ دیکر اُس کی زبان کو بند اور اُس کے دلوں کو صید کرنا چاہیے مگر اس نے کچھ نہ سُنا۔ یہاں تک نوبت آئی کہ سلطان مظفر بہت سا لشکر لیکر نزدیک آیا دونوں طرف سے فوجیں آراستہ ہوئیں اس اثنا رمیں چرکس خاں اور میرک افضال غنیم کی طرف آگئے۔ قطب الدین خاں دیوار بند میں بیٹھا۔ غنیم نے اُس کو چاروں طرف سے گھیرا۔ اس زمانہ میں یہ خبر آئی کہ شیر خاں کو شکست ہوئی جس کا اوپر بیان ہو چکا ہی اس سے مظفر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ لشکر بادشاہی کہیں احمد آباد پر چیرہ دستی نہ کرے اس طرف چلیے۔ مگر یہ لشکر شادمان سے اُلٹا چلا آیا تھا۔ اس لیے وہ حصار کے لینے میں اور دلیر ہوا۔ قطب الدین خاں نے مال پرستی اور جاں دوستی کے سبب سے جانفشانی میں ہمت نہ کی۔ دشمن پاس زین الدین اور سید جلال کو بھیجکر صلح کی خواہش کی اور حجاز مع مال جانے کی درخواست کی مگر اُس نے یہ نہ جانا کہ مال اندوزی آبرو کی پاسبانی کے لیے ہوتی ہی پسندیدہ زندگانی وہی ہی کہ عزت کے ساتھ ہو۔ سپاہی کا آئین یہی ہی کہ زیست ناپائدار کو اپنے خداوند کے کار میں مردانہ وار کام میں لائے۔ اور اس جوانمردی سے جاوید زندگی اور دائمی ناموس حاصل کرے۔ مظفر اس پیغام سے ایسا مغرور ہوا کہ اُس نے زین خاں کو تو ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوایا اور دوسرے کو زندانی بنایا۔

اس شورش سے بھی وہ بیدار نہ ہوا اور خوشامد کرکے عہدنامہ حاصل کیا۔ ۱۳ر آذر کو مظفر کے پاس گیا اس نے اُس کو اور اس کے بھانجے عماد الدین حسین کو قتل کرایا پھر قلعہ بروج کا محاصرہ کیا۔ خواجہ عماد حسین نے پناہ مانگی کوتوال نے قلعہ کی کنجیاں سپرد کیں۔ دشمن کو ۱۹ر کو یوں قلعہ بے جنگ ہاتھ آیا۔ اُنھوں نے کھنبایت میں خزانہ شاہی اور مرزبان کا مال لوٹا۔ اور رعیت آزاری اور

بارزگان گیری کو اپنا پیشہ بنایا۔ اس سبب سے یورش گجرات پر بادشاہ کی توجہ ہوئی۔

جب مظفر پاس سپاہ اور مال بہت جمع ہوا تو امرا ءِ پٹن کا ارادہ ہوا کہ جالور چلیے اور اس ملک کو چھوڑیے۔ اس وقت مرزا خاں لشکر لیکر آ گیا اس سے جانے کا ارادہ موقوف ہوا۔ کچھ امرار کے آنے کے لیے انتظار رہا کچھ کارشناسوں کی ہرزہ درائی سے آہستہ سفر ہوا۔ خواجگی طاہر نے مرزا جان سے پٹن کی حقیقت سُنائی۔ اُس نے قطب الدین خاں کا حال ظاہر نہ ہونے دیا۔ ۲۰ دی ۹۹۲ھ / ۲۸ کو وہ پٹن کے باہر آیا۔ انجمن مشورہ کو جمع کیا۔ کسی نے کہا کہ جب تک مالوہ کا لشکر قریب نہ آئے یہیں اقامت کرنی چاہیے۔ بعض نے کہا کہ جب تک خدیو عالم تشریف نہ لائیں ہلنا نہیں چاہیے۔ بعض نے کہا کہ سامان کارزار آمادہ ہے۔ کارداں جوانمرد بہت سے ہیں۔ پھر لڑائی میں توقف کرنا کیا ضرور ہے۔ غرض لشکر آئین جنگ کے موافق مرتب ہوا مظفر بہت سا لشکر لیکر احمد آباد میں آیا اور اس کو مرتب کیا عثمان پور میں جہاں پہلی لڑائی ہوئی تھی لڑنے کا قصد کیا۔ توپوں کو شائستہ آئین سے لگایا۔ مصلحت آمیز ساختگی بھی پسندیدگی رکھتی ہے۔ فرمان شاہی جعلی بنایا گیا اور اس میں یہ حکم لکھا گیا کہ ہم فلاں تاریخ لشکر کی کمک کو خود روانہ ہوئے جب تک ہم آنکر نہ ملیں کارزار میں شتابی نہ کرنا اس فرمان کے مشتہر کرنے کے لیے بزم نشاط آراستہ ہوئی سراسیمہ دلوں کو اطمینان ہوا۔ ہمت منشوں کا قصد اور بڑھا۔ غنیم کو خوف پیدا ہوا۔ اولیائے پادشاہی نے اس خیال سے کہ ہم سے لشکر مالوہ ملجائے اور مخالف کی نبرد گاہ بدل جائے پادشاہ کے آنے کا مژدہ لوگوں کے دلنشین کیا وہ دشمن کے روبرو سے ہٹ کر سرکیچ کو چلے ۶ بہمن کو وہاں پہنچے۔ جنگ کا مقام تجویز کیا جس کے ایک طرف شہر تھا اور دوسری طرف دریا اس دلکشا جگہ کو شاخ بندی (درختوں کی ٹہنی لگا کے)

کرکے استوار کیا۔ مظفر اس طرف روانہ ہوا اُس کے ایک گروہ نے بادشاہ کے لشکر پر شبخون مارا مگر ناکام رہا۔ صبح کو لشکر شاہی نے اپنے خاریست کو مٹی کی دیوار سے مستحکم کیا۔ غنیم کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں بادشاہ نہ آجائے اور لشکر شاہی سے لشکر مالوہ نہ ملجائے اس لیے اُس نے لڑائی میں جلدی کی لشکر شاہی کے امرا معرکہ آرائی میں تساہل امرا مالوہ کے انتظار کے سبب سے کرتے تھے مگر اب ناچاری کو لڑنا پڑا۔ مشہور تھا کہ مظفر عقب سے دوسرے لشکر کے روبرو آئیگا۔ اس لیے رائے دُرگا اس طرف متوجہ ہوا اور سپاہ مرتب ہو کر چلی بیچ میں ایک بڑی جھیل اور ریگستان آئے ہراول نے اُس سے باہر جانے میں دل چرایا۔ مگر التمش نے پیش قدمی کر کے ہراول کی ہمت بندھوائی اس تنگنار کے گزرنے لشکر میں پراگندگی ہوئی اور کئی جگہ لڑائی ہوئی اور سرافشانی اور جان ستانی نے آرائش پائی۔ سید ہاشم بارہ نے سترہ زخم کھا کر جان دی خضر آقا نے بھی خوب خدمات کیں۔ طرفین کے جوان مرد خوب لڑے ہراول اور التمش کے پہلوانوں نے پرگندہ چپقلش کیں۔ جُدا جُدا گروہ آپس میں لڑ رہے تھے مرزا خاں کے ساتھ تین سو جوان اور سو ہاتھی تھے وہ مظفر سے لڑ رہا تھا جس کے پاس چھیاسٹھ ہزار سوار تھے۔ ہوا خواہ مرزا کو مظفر کے آگے سے پیچھے لیجانا چاہتے تھے مگر وہ کب انکی مانتا تھا اس نے صف شکن ہاتھیوں کو جوش میں لا کر مخالف کے پاؤں اُکھیڑ دیئے اور فتح حاصل کر لی۔ رائے دُرگا نے غنیم کے برانغار میں ہیم پیدا کی ہر کس و ناکس کی زبان پر تھا کہ بادشاہ ایلغار کر کے آگیا۔ مخالف اس خوف کے مارے بے لڑے بھاگ گیا۔ مظفر بھی معمور آباد کی راہ سے دریائے مہندری پر جلد آگیا اور ہر گروہ بے اوسان ہو کر جلد بھاگ گیا۔ تھوڑے مارے گئے بہت سے بے آبرو ہوئے اخیر دن تک یہ ہنگامہ گرم رہا۔ باوجودیکہ بادشاہی لشکر دس ہزار سوار سے زیادہ نہ تھا اور دوسری جانب چالیس ہزار اور ایک لاکھ پیادے تھے

نظم

بس اندک سپاہے کہ روز نبرد — ز بسیار لشکر برآورد گرد
کہ در جنگ پیروزی از اختر است — نہ از گنج و بسیاری لشکر است

لڑائی بہت ہوئی تھی اور شام ہونے کو تھی اس لیے تعاقب نہیں کیا گیا۔ پہلی نصرت گاہ میں خدا کا شکر ادا کیا گیا۔ صبح کو احمد آباد میں بزم عشرت آراستہ ہوئی۔ ہر گلی کوچہ میں شادیانے بجائے گئے۔ ۲۵ کو حدود دگھاٹم پور میں بادشاہ کو اس فتح کی خبر ہوئی۔

ایک روز درمیان قلیچ خاں و شریف خاں و نورنگ خاں و تولک خاں اور سپاہ مالوہ بادشاہی لشکر سے آن ملی۔ مظفر نے زرپاسی کرکے پھر سپاہ کو جمع کیا اور کھنبایت میں جاکر سوداگروں سے بہت مال لے لیا۔ بہت سے زر بندے اس پاس جمع ہوئے اور رعایا نے اس سبب سے کہ اُس کو اپنے سلاطین پیشین کا فرزند جانتے تھے اس سے وفاداری کی۔ یوں بہت دلیر ہوگیا۔ اولیائے دولت سپاہ کی تہیدستی کی نالش سے اور کارشناس بیدلوں کی بیہودگی سے لڑائی پر متوجہ نہ ہوتے تھے اور بادشاہ کے مقدم ہمایوں کی آرزو کرتے تھے اور خواہش کو فراخ تر کرکے نادرست اندیشی کرتے تھے۔ بادشاہ نے اُن کو بہت نصیحتیں کیں اور سمجھایا کہ بہت جلد یہ فتنہ دور ہو جائیگا جس کا اثر یہ ہوا کہ امرار نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ بہت سے امرار کی رائے یہ تھی کہ سب یکدل ہوکر مظفر کے آوارہ کرنے میں کوشش کریں۔ بعض یہ کہتے تھے کہ پہلا لشکر ابھی کارزار کی محنت اُٹھا چکا ہی وہ آرام کرے۔ تازہ لشکر قلیچ خاں اور نورنگ خاں لیکر اس کام میں دل لگائیں اور احمد آباد میں مرزا خاں اور اور امرار جاکر آبادی ملک میں مشغول ہوں۔ آخر کو اس تدبیر پر سب کا اتفاق ہوا لشکر مالوہ ایک دو منزل چلکر وقت کو ٹالنے لگا۔ مرزا خاں نے سید قاسم زخمی کو اور بعض امرار کو دو ہزار

سنہ ۹۹۲ ... شکست یافتن مظفر بار دوم و فرار کردن

لشکر کے ساتھ احمد آباد کی حفاظت کے لیے چھوڑا خود کھنبایت کی طرف جو مظفر کی شورش گاہ تھی روانہ ہوا مظفر نے سید دولت کو کچھ سپاہ کے ساتھ دولقہ بھیجا اور پسران اختیار الملک و مظفر شروانی کو معمور آباد کی طرف لڑنے کو روانہ کیا۔ جب سپاہ شاہی مظفر سے دس کوس کے فاصلہ پر آئی تو وہ قصبہ سید میں جو اجل ہر یار زمیندار کا بنگاہ تھا چلا گیا۔ شاہی لشکر بڑودہ میں آیا۔ تولک خاں کو روانہ کیا کہ سید دولت کو سزا دے کر واپس آئے اور باقی سپاہ مظفر سے لڑنے چلیں۔ ۱۹ اسفندیار مذکور کو لڑائی ہوئی۔ شاہی لشکر غالب آیا گرمی کے سبب سے تعاقب نہ ہوا۔ مظفر نربدہ کے پار قصبہ نادوت میں آیا۔ وہاں سے کوہ جھانیہ میں گیا۔ یہ ایک قریہ احمد آباد سے ساٹھ کوس پر ہے اس کی استواری مشہور ہے تین طرف اس کے پہاڑ ہے اور ایک طرف اس کے جنوب میں رود تاپتی ہے۔ جب لشکر شاہی نادوت میں آیا تو آگے چلنے اور پیچھے ہٹنے اور ٹھیرنے کے باب میں مشورہ کیا گیا ہر ایک نے اپنی دانائی کے موافق رائے دی نادان چپ رہے۔ انھیں دنوں میں تولک خاں شکست دیکر واپس آیا اور لمک مر گیا۔ جو مظفر کا سرمایہ شورش تھا۔ جب لشکر شاہی کی شہرت گرم ہوئی تو مظفر نے بروج میں اس کو اور نصیرا اور چرکس کو چھوڑا تھا قاعدہ ہے کہ دورویاں وہ دل زبان سے دوستی کی باتیں بناتے ہیں اور باطن کی آگہی نہیں رکھتے ہیں۔ ہمیشہ پایندہ خاں مغل کو لمک اتحد نامی بھیجتا تھا۔ ان میں سے کچھ نصیرا کے ہاتھ آ گئے وہ اس کی جان کے پیچھے پڑا اپنے تئیں بیمار بنایا۔ لمک عیادت کو آیا اس کو مار ڈالا۔ اور تین سو تورانی جو اس کے ساتھ تھے۔ اُن کو بھی قتل کر ڈالا۔ تولک خاں نے جب سید دولت کو شکست دیکر باہر نکال دیا اور خود واپس چلا آیا تو وہ کھنبایت آنکر قابض ہوا اور بیلاد کے تاراج کرنے کا ارادہ کیا۔ خواجسم بردی تھانہ دار نے مردانگی کر کے عرصہ برد کو آرائش دی اور فتحمند ہوا۔ انھیں دنوں میں اتالیق بہادر بھاگ گیا۔ اس یورش

بزرگ میں یہ اوزبک غنیم سے جدا ہوکر لشکر شاہی میں آیا تھا۔ اور میاں بہادر نے
اس کی دولت خواہی کو گزارش کر کے اپنے پاس رکھا تھا۔ جب لشکر شاہی
نادوت میں آیا تو وہ بھاگ گیا۔ میاں بہادر قید ہوا۔ ۹ھ اسفندیار مذکور
لشکر نادوت سے نکلکر لڑنے آیا۔ مظفر بلند پہاڑ پر چڑھ گیا لڑائی خوب ہوئی۔
لشکر شاہی نے اُس پہاڑ کو لے لیا اور بندوق و توپوں سے خوب کام لیا وہ
ایک جگہ پر قبضہ کرتا اور وہاں سے دوسری جگہ توپیں اور بندوقیں مار کر اُس سے
لے لیتا اس طرح دشمن کو بھگایا اس کے دو ہزار آدمیوں کو مارا اور پانچ سو کو اسیر
کر کے قتل کیا۔ بادشاہ اس فتح نمایاں سے بڑا خوش ہوا اور مرزا خاں کو خانخانان
کا خطاب اور پنجہزاری منصب عطا کیا۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ سید دولت کھنبایت
میں جاکر پھر چیرہ دستی کرنے لگا تھا۔ موٹہ راجہ۔ میدانی رائے۔ راجہ مکت من اور اد
راجہ اُس کی سزا کے واسطے نامزد ہوئے نہ پہلے اس سے کہ لشکر اُس کے سر پر
آئے وہ معمورہ پیلاد کو تباہ کر رہا تھا۔ خواجہ بردی نے اس کو شکست دی وہ
زخمی ہوکر بھاگا۔ اس کے ہاتھی اور سب اسباب چھن گیا۔ انہیں دنوں عابد
میرک یوسف و میرک افضال اور سرکشوں نے راجہ پیلہ کے کوہستان سے نکل کر
رعیت آزاری شروع کی۔ خانخانان نے آب مندری سے خواجہ نظام الدین کو بھیجا وہ دولقہ
میں آیا سرکشوں کا لشکر پراگندہ ہوا اور بادشاہی لشکر واپس گیا۔

۱۵ اراردی بہشت ۹۹۲ سنہ ۲۹ کو خانخانان احمد آباد میں آیا ملک کی آبادی اور زیردستوں
کے دلاسے میں مصروف ہوا۔ پراگندیاں کچھ کم ہوئیں۔ مظفر کوہستان راج پیلہ سے
نکل کر ایدر کی طرف گیا۔ پھر کاٹھواڑہ میں پناہ لی۔ بندر گھوگھہ میں گمنامی کے
کونہ میں بیٹھا اور اپنے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو ایک گوشہ میں چھپایا۔
شیر خاں فولادی ولایت بگلانہ میں گیا۔ اس سرزمین کا مرزبان اس کی گرفتاری کے

سید دولت کا بڑودہ پر قابض ہونا سنہ ۲۹ ۹۹۲

سلطان مظفر کی شکست دوسری بار سنہ ۲۹ ۹۹۲

در پے ہوا وہ اپنا مال ومنال چھوڑ کر حیلہ سازی سے دکن کی طرف چلا گیا۔ کچھ سرکش جیسے کہ مہدی سلطان اور خضر خواجہ خاں و پسر مرزا محمد مقیم نقشبندی بادشاہی لشکر سے آن ملے۔ سید دولت کا تعاقب کچھ کیا گیا اگر زیادہ کیا جاتا تو وہ گرفتار ہوتا۔

جب مظفر خاں کو دوبارہ شکست ہوئی۔ قلیچ خاں و نورنگ خاں نے آغاز فروردین ۹۹۲ سنہ ۲۹ میں بروج کے حصار حصین کا محاصرہ کیا۔ اس کی کشائش میں دیر لگی تو خانخانان نے شہاب الدین احمد خاں کو بہت سے آدمیوں کے ساتھ کمک کو بھیجا اور یہ سرکار اسی کی تیول میں مقرر کی۔ اُمراء نے اب سخت کوشش کی۔ ادھر کو بندو چیوں کا سرگروہ باہر آیا۔ اہل قلعہ کی عاجزی کو بیان کیا اور یہ بادشاہی افسروں سے کہا کہ اگر وہ قلعہ کے دروازہ پر آئیں تو میری طرف کے آدمی دروازہ کو کھول دینگے اور دشوار کار آسانی سے ہو جائیگا۔ یہی کیا گیا جس سے قلعہ فتح ہو گیا۔ نصیرا فکر کرکے مورچل سے باہر چلا گیا اور چرکس بہت سے سرکشوں کے ساتھ مارا گیا۔

ستودہ خو آدمی ہیں۔ جب تک یہ صفات نہ جمع ہوں وہ افسر فرمانروائی کے قابل نہیں ہوتا۔ اوّل دریافت والا۔ جس سے حق گزاری اور کرداد کی مرتبہ شناسی ہوتی ہے۔ دوم داد دہی کے وقت خویش و بیگانہ دوست و دشمن کو نہ دیکھنا تاکہ بے زر و زور ستم رسیدہ کامیاب ہوں اور بدگو ہر مردم آزار کونوں میں چھپتے پھریں۔ سوم خداداد دلاوری کہ ستمگاروں کے شکوہ کے سبب سے دادگری سے باز نہ رہے اور شورشوں کے وقت مستقل رہے۔ چہارم جدکاری جہانبانی میں رات دن کو نہ جانے اور راحت کو محنت سے زیادہ نہ پسند کرے۔ پنجم نظرت عالی اسکے دلمیں سیم و زر کا وزن کچھ نہو۔ بخشش و بخشائش سے زر بندوں کو پرستار نبائے۔ ششم فراخ حوصلگی کشادہ پیشانی سے زمانہ کی ناخوشیوں کو برداشت کرے۔ ناکامی سے غمناک نہ ہو۔ ہفتم دیگر گونگی کیش و مذہب اس کو پاسبانی سے باز نہ رکھے اور گروہا گروہ آدمیوں کو امین کرے۔ ہشتم مہر افزونی

آدمیوں کی ناخوشی سے آزردہ ہو اور خوش خوئی سے چارہ گری کرے تاکہ جگر اسرتاب غاشیہ بندگی دوش پر رکھیں۔ اور تربہت گاہ دولت سے غبار دوئی نہ اُٹھے۔
نہم گزیدہ تدبیر۔ شناسائی کو کردار میں لائے۔ بائست وقت کو شائستگی کے ساتھ کرے تاکہ بدکاری کا خاربن اُکھڑ جائے۔ اور آشوب گاہ جہاں آرائش پائے۔ دہم کم آزی خواہش ناہنجار کو پیدا نہ ہونے دے اور عقل کے خلاف کام نہ کرے تاکہ خشم کی چیرہ دستی سے باز آئے اور دولت روز افزوں ہو یازدہم رائے زنی میں اپنی دانش و بینش پر اعتماد نہ کرے اور کار آگاہوں سے پژوہش کرے۔ ہر شخص پر راز نہ کھولے اور دیدہ ورخیر سگال سے خسرم کو باز نہ رکھے۔ تاکہ اُس کو روزگار گزند نہ پہنچائے۔ اور ہمیشہ خوش رہے۔
دوازدہم تقلید دشمنی۔ ہمیشہ تحقیق دوستی کو اپنا پیشکار بنائے۔ دلیل پرستی کو اپنا شعار رکھے تاکہ بہت سے آدمیوں کو ایک روش خاص پر دیکھکر ڈھل مل نہ ہو جائے۔ اور جستجوی حجت سے صبر نہ کرے مظفرخاں میں یہ خصلتیں نہ تھیں کہ وہ فرماں روا بنتا۔ دولت کی کثرت نے اُس کو دیوانہ بنا دیا تھا باوجودیکہ دوبار اُسکے سر پر سنگ دبار لگا۔ مگر وہ اپنی غفلت سے بیدار نہ ہوا اور شورش زیادہ مچانے لگا۔ اپنے اندوختوں کو لٹا کر ہنگامہ آرا ہوا۔ زربندے اسکے گرد جمع ہوئے۔ قصبہ کوندل میں جو جونہ گڈھ سے پانچ کوس پر ہے وہ فتنہ جو ہوا اور امین خاں غوری اور جام سے دوستی کا ڈول ڈالا۔ ان بومیوں نے باتیں بنا کر اس سے زر لے لیا اور اپنے ملنے کو اور وقت پر ٹالا۔ وہ فرصت کی کمین گاہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت کہ لشکر شاہی واپس آیا اور اس سرزمین کے تیولداروں کو شورش کے سبب سے کم حاصل ہوا اور کچھ پراگندگی ہوئی تو اس کو قابو ملا اور اُس نے فتنہ مچایا خانخاناں نے قلیج خاں کو کارشناسوں کے ساتھ احمد آباد کی پاسبانی کے لیے روانہ کیا اور دو طرف فوجیں نامزد کیں میدانی رائے اور امیروں کو موضع ہڈالہ میں وندوقہ سے سات کوس پر چھوڑا اور سرداروں کو شہر سے آٹھ کوس

پر بیراھہ بٹھایا۔ سید قاسم کو سادات بارہ کے ساتھ پٹن میں چھوڑا اور ۲۹ سنہ ۹۹۳ کو نورنگ خاں اور خواجہ نظام الدین احمد کو خود لیکر مظفر کی مالش کے لیے روانہ ہوا۔ وہ موربی میں زمینداروں کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اور ہر طرف اپنے آدمیوں کو بھیجکر مال جمع کرتا تھا۔ رادھن پور کو لوٹ لیا تھا۔ لشکر شاہی کی خبر سُنکر وہ گھبرائے اور راجوٹ کو کہ ملک کاٹھیواڑہ کا بڑا شہر ہے روانہ ہوا۔ خانخاناں نے لشکر کو چھوڑا اور تیزرو ہوا۔ بیرم گاؤں سے کھری تک ساٹھ کوس میں آبادی نہ تھی۔ پادشاہی لشکر نے آذوق ساتھ لیکر لوٹنا شروع کیا مظفر اُس کے سامنے نہ ٹھیر سکا۔ کوہستان بورہ کی طرف چلا گیا یہ ایک پہاڑ بڑا بلند سمندر کے قریب ہی تیس ۳۰ کوس لمبا اور ۲۰ بیس کوس چوڑا ہے اس میں شیریں چشمے رواں بہتے ہیں اور خودرو میوے فراواں ہوتے ہیں۔ اس سے بیس کوس پر دوارکا شمال رویہ ہے اس نواح میں افواج شاہی نے قیام کیا۔ یہاں کے زمیندار لا بہ گرائی سے پیش آئے اور اُنھوں نے اپنی دولت خواہی کی دستاویز یہ بات بنائی کہ مظفر یہاں آیا اور ہم اس کے ساتھ نہیں ہوئے۔ امین خاں غوری نے اپنا بیٹا پادشاہ کی پرستاری کے لیے بھیجا وکلاء جام نے عرض کیا کہ مظفر چالیس ۴۰ کوس پر ہے تیز دست آدمی جائیں تو اُسے گرفتار کریں خانخاناں نے جریدہ تگاپو کی مگر اس کا نشان نہ پایا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ اس سرزمین سے نکل کوہ بورہ میں چلا گیا ہے خانخاناں نے لشکر کی چار توپ بنائے اور اس کو چار گوشوں میں بھیجا۔ اس سرزمین کے راجپوت اُس سے کٹ کٹ کر لڑے اور مر مٹے۔ یہ آباد زمین لوٹ مار میں آئی اور پادشاہی لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ مگر سلطان مظفر کا نشان کہیں نہ پایا۔ اس سے جام کی حیلہ اندوزی اور فریب آرائی معلوم ہوگئی۔ مظفر ولایت جام کی طرف گیا اور اپنے بیٹے کو وہاں چھوڑ کر خود احمد آباد کی طرف چلا۔ خانخاناں نے اُس کے اس طرف جانے پر خیال نہیں کیا بلکہ جام کے سزا دینے کو مقدم جانا۔ جام بھی لشکر لیکر

آیا۔ وہ جانتا تھا کہ مظفر کی خبر سُنکر لشکر شاہی سراسیمہ ہوگا وہ جب چار کوس پر لشکر شاہی سے آیا تو خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ رائے درگا و کلیان رائے کی معرفت اطاعت قبول کی اور اپنے بیٹے جسا کو بھیجا۔ خانخانان نوانگر سے جو اُسکی بنگاہ تھی واپس آیا اور احمد آباد کی طرف چلا۔ مظفر زمینداروں کو ساتھ لیکر اس فوج سے لڑا جو ھدالہ میں تھی پرانتی کے نزدیک لڑائی ہوئی اور اس کو شکست ہوئی اور بڑے بڑے مشہور ہمراہی اُس کے مارے گئے اور شورش مٹ گئی۔

خانخانان کو حکم تھا کہ جب گجرات سے اس کی خاطر جمع ہو تو وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو وہ ۸ ر تیر سنہ ۹۹۳ کو چلکر ۲۴ ر کو بادشاہ کی خدمت میں آیا۔

بادشاہ کی خدمت میں گجرات سے خانخانان چلا آیا تو مظفر نے میدان کو خالی جانا اور فتنہ اُٹھایا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ احمد آباد کو لے لے۔ جام نے نصیحت کی کہ وہاں جلد جانا نہیں چاہیے اور بزرگ کام کو آسان نہ سمجھنا چاہیے۔ اول امین خاں غوری سے خاطر جمع کرنی چاہیے اگر وہ ہمراہ نہ ہو تو اُس کی مالش اول کرنی چاہیے پھر جونہ گڈھ لینا چاہیے۔ میں عمدہ سامان لیکر ملجاؤں گا۔ اور آسانی سے ملک گجرات ہاتھ آجائیگا۔ ان باتوں کو سُنکر اُس نے قصبہ بریلی پر تاخت کی اور امین خاں کی ولایت پر غلبہ پایا۔ اس زمیندار نے کارگذاران شاہی سے گذارش کی کہ مجھ میں لڑنے کی قوت نہیں ہی اگر میری کچھ یاوری ہوگی تو یہ شورش آسانی سے مٹ جائے گی۔ قلیچ خاں خود تو احمد آباد میں بیکار کے لیے بیٹھا اور سید قاسم و خواجہ نظام الدین احمد کو اس طرف روانہ کیا اور بیگ محمد توقبائی اور امیر محب اللہ و سید سالم کو پہلے سے روانہ کیا۔ یہ لشکر تیس کوس چلا تھا کہ مظفر بھاگ کر کاٹھیواڑہ میں چلا گیا۔ امین خاں کو شاہی لشکر کے آنے سے بڑی تقویت ہوئی اور اُس نے گذارش کی کہ اگر ہزار سوار اور

طغیان مظفر بعد روانگی خانخانان از گجرات سنہ ۹۹۳

ملجائیں تو میں اس راہ سے مظفر کا تعاقب کروں اور دوسری جانب راہ سے لشکر شاہی
اُسکے پیچھے پڑے۔ اسواسطے قلیج خاں و میدلاد اور امرا کو اس پاس بھیجا اور دوسری
راہ سے اور سرداران شاہی تیز قدمی سے چلے۔ امین خاں نے قصبہ راجکوٹ کو کہ اسکے
پناہ گاہ تھے لوٹ لیا تو مظفر رن میں چلا آیا۔ یہ رن زمین شورہ زار ہے۔ دریا کا مد و جزر
اس میں رات دن تماشے دکھاتا ہے۔ وہ ڈیڑھ سو کوس لمبا اور تیس کوس سے پچاس کوس
تک چوڑا ہے۔ گرمی میں وہ خشک ہو جاتا ہے۔ میٹھا پانی اس سرزمین میں گذرنے سے شور بنجاتا ہے
دارالملک کے مزار کے نزدیک اُمرا آئے۔ یہاں امین خاں بھی اُن سے ملگیا اور جام
بھی پیمان کے موافق آیا ان دونوں زمینداروں کو دلاسا دیکر اپنے اپنے بنگاہ میں
جانے کی امراء شاہی نے اجازت دی اُنھوں نے اپنے فرزندوں کو لشکر کی
خدمت گزینی کے لیئے چھوڑا دفعتہً اس طرح شورش مٹ گئی۔ انجام کار خانخانان
بھی آگیا۔ اثناء راہ میں سروہی اور جامور کی مہمات کا انصرام بھی کیا راے سروہی
تو تھوڑے دنوں میں راہ پر آگیا۔ غزنی خاں جاموری نے سرتابی کی۔ جب
دیکھا کہ رستگاری دشوار ہے تو پناہ مانگی اس کو خانخانان ساتھ لیکر چلا آیا۔
جالور اور رن اقطاع میں دیدیئے۔ سروہی کے نزدیک شکار کو گیا۔ گرمی کے
سبب سے درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک شکاری نے گائے پر ستم کیا۔ اس سبب سے
راجپوتوں نے لڑنا شروع کیا۔ خانخانان بھی لڑائی میں شریک ہوا۔ جب ان پر
آن بنی تھی مگر ع رسیدہ بود بلاے ولے بخیر گذشت + اسی کو فتح ہو گئی +
جب مظفر میں پیکار کی نیرو نہ رہی تو اس نے مکاری اختیار کی۔ ایک شخص کو کہ
جس کو ہامانی کا خطاب دیا تھا۔ یہاں احمد آباد میں بھیجا اور اولیاے دولت کو چند
نامے لکھے جس سے مراد یہ تھی کہ اگر خطوط کار پردازوں پاس پہنچ گئے تو ان میں سے
بعض اسکی طرف ہو جائیں گے بعض دو دلی کرنے لگیں گے۔ بعض کی ہمت میں خلل پڑ جائیگا

یہ نامے پکڑے گئے اور باطل ارادے اُس کے معلوم ہوگئے۔ ہامان کی سیاست کی گئی اُس نے ایک جماعت کو اوباش سلطنت کے جانوں کے شکار کرنے کے لیے مقرر کیا تھا یہ مکر بھی کھل گیا چنانچہ شہباز خاں افغان نے طمع زر میں آنکر مکمل بیگ کو مارا تھا وہ اس نمک حرامی کے جرم میں ہلاک کیا گیا۔

ولایت کچھ کے مرزبان کھنگار کے برادر زادہ پنچاین نے آدمیوں کو جمع کر کے پسیلود کو لوٹنا شروع کیا۔ رائے سنگھ جھالا اُس سے لڑا اور مارا گیا۔ قلیج خاں اور چند امرا احمد آباد میں پاسبانی کے لیے بیٹھے سید قاسم اور نظام الدین احمد میدنی رائے اور اور امرا اس سرکش کی سزا دینے کے لیے دوڑے پادشاہی لشکر کے آنے سے کہسار بری میں سرکش پناہ لے گئے۔ سارا بنگاہ ان کا لٹ گیا۔ جام دھنکار نے عاجزی شروع کی۔ امرا نے پھر کر بزم نشاط آراستہ کی۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ مظفر باہر آیا اور دولقہ کی طرف فتنہ برپا کیا۔ امرا شاہی اسکے درپے ہوئے تو وہ اسکی جانب چلا۔ تن آسانی کے سبب سے لشکر شاہی نے اسکی شائستہ جستجو نہیں کی۔

پنچاین دجیا برادر زادگان کھنگار نے مہرادن عم جام مظفر ارغون سے ملکر ایک شورش مچائی۔ قصبہ رادھن پور کو گھیر لیا۔ رادھن خاں بلوچ اور اور جوانمردوں نے مردانگی اور آگاہی کے ساتھ پاسبانی کی اور دو دفعہ دشمن پر شبخون مارا اور دور دور تک باہر رہ کر سخت لڑائی لڑے سید قاسم و کامران بیگ و اور سردار مدد کو دوڑے گئے۔ تھوڑے عرصہ میں یہ شہرت ہوئی کہ مظفر گجراتی اور کاٹھیون نے سر اُٹھایا ہے۔ خواجہ نظام الدین احمد بخشی و خواجہ رفیع اور اور افسر اُس کے پیچھے پڑے اور بیرم گاؤں کی طرف جہاں فتنہ انداز رہتے تھے نورنگ خاں دوڑا۔ قلیج خاں احمد آباد میں مقیم رہا۔ جب لشکر دس کوس پر غنیم سے پہنچا تو سرکش پراگندہ ہوگئے۔ جب دوسری فوج آن کر ملی تو وہ

... سنہ ٩٩٥

پرتال کو چھوڑ کر تیز رفتار ہوئے رن سے گزر کر قصبہ کٹاریہ میں اُنھوں نے اپنا بنگاہ بنایا بہت اسباب جمع کیا۔ اس ولایت کے سرگروہ بھمارہ نے لابہ گری شروع کی۔ اُمرار اُسے قبول کر کے قصبہ مالیسہ میں شتاب رو ہوئے۔ رن کے ہولناک میدان کو ایک اور راہ سے طے کیا۔ فتنہ افزا ہاتھ نہ آئے مگر ملک کی لوٹ بہت ہاتھ آئی۔ قصبہ مورلی میں وہ آئے راہ میں بہت سی آبادیوں کو لوٹا۔ بڑے بڑے سنگروں کو فتح کیا۔ جب لشکر مورلی میں آیا تو زمینداروں نے پناہ مانگی وزیر خاں نے یہ ملک کھنگا کو دیا تھا خانخاناں نے بھی اُسے دیدیا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ مضافات گجرات میں بگلانہ ایک وسیع ملک ہے جسکی ریاست مند کو بھرجی کہتے ہیں اسکے بھائیوں نے شورش برپا کی۔ اور بھرجی مولیر کے مستحکم قلعہ میں چلا گیا وہ بادشاہ کا مطیع تھا اسلیے قلیج و خواجہ رفیع انکی مدد کو گئے پہلے اس سے کہ یہ لشکر پہنچے بھرجی کو دوست نما دشمنوں نے مار ڈالا جو اُمرار گئے تھے اُن سے سرکشوں نے مدارا کر لی۔ امیر خاں غوری کے چھوٹے بیٹے فتح خاں نے باپ سے لڑنا شروع کیا۔ آلائش تخمہ کو ظاہر کیا۔ مظفر نے بھی اس سے ملکر فتنہ مچایا۔ امین خاں نے اپنے میں لڑنے کی سکت نہیں دیکھی کنارہ کیا اور ادلیا، دولت کو نیاز نامہ بھیکر یاوری طلب کی۔ نورنگ خاں و خواجہ نظام الدین احمد و میدنی رائے اور اور سردار مدد کو گئے۔ مظفر اس لشکر سے ڈر کر کوہستان میں چلا گیا اس اندیشہ سے کہ ملک ہاتھ سے نہ نکل جائے اور پسر پدر سے آشتی نہ کرے۔ امین خاں و جام کے بیٹوں کو میدنی رائے جا کرکے آیا۔ یکبارگی یہ فتنہ مٹ گیا قلیج خاں کی جگہ اسمٰعیل قلیخاں بھیجا گیا۔ گجرات سے خانخاناں بلا لیا گیا اور خان اعظم مرزا کوکہ اسکی جگہ بھیجا گیا۔ پھر یہاں سرکشوں نے سر اُٹھایا۔ جام ان سرکشوں کا سرگروہ تھا اس نے سرکشوں کے جمع کرنے میں خوب اہتمام کیا اور مدتوں کے خزانے جمع کیے ہوئے باہر نکالے اور سلطان مظفر کو سپہ آرائے بنایا۔ دوست خاں پسر امین خاں

غوری مرزبان جوناگڈھ و سورت کو اور کھنکار کچھ کے سردار کو مدد کے لیے بلا لیا۔ پہلے اس سے کہ ان سرکشوں کا ہنگامہ گرم ہو کوکہ وہاں پہنچا اور کچھ سرکشوں کی پروا نہ کی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ انکی حقیقت کچھ نہ سمجھا یہاں تک کہ بعض سرکشوں نے شورافزائی کی تو پھر وہ سب کام چھوڑ کر اس سرکش کی چارہ گری میں مصروف ہوا قلیچ خاں کے بھائیوں اور اسمٰعیل خاں قلی کے بیٹوں نے جو اس ملک کے بڑے اقطاع دار تھے نامعقول عذر کر کے اُسکی ہمراہی نہ کی۔ اس گروہ کا نہ آنا اچھا ہوا اسلیے کہ سپہ کشی میں جسقدر جگر اخود سر کمتر ہوتے ہیں اتنا ہی کام شائستگی کے ساتھ بیشتر ہوتا ہے۔ ایک آدمی کی بیدلی ایک گروہ کو اپنی جگہ پر قائم نہیں رہنے دیتی ایک ناہنجار سخن بڑی درہمی و برہمی پیدا کرتا ہے۔ بیرم گاؤں کے نزدیک فتح خاں و چندرسین زمیندار حلوداور کرن پرمال کلانتر موربی اور بہت سے اور سرکش بادشاہی لشکر سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ نورنگ خاں و سید قاسم و خواجہ سبحان آگے پیچھے گئے یہ لوگ موربی میں غنیم کے ملک سے پچیس کوس کے فاصلہ پر یونہی پڑے رہے اور صلح کا پیغام دینے لگے اور کچھ کام نہ کیا اور فروتنی اختیار کی سرکشوں نے صلح منظور نہ کی اور لڑنے کا ارادہ کیا۔ کوکلتاش چارہ گری کے درپے ہوا۔ باوجودیکہ بادشاہی لشکر دس ہزار سے کم اور غنیم کا لشکر تیس ہزار سے زیادہ تھا مگر اُس نے سات کوس سے لشکر آراستہ کیا۔ قول میں خرم خواجہ ابوالقاسم دیوان حکیم مظفر اردستانی۔ قرل ابدال اور دو ہزار سپاہ اور برانغار میں نورنگ خاں پندرہ سو سپاہ جرانغار میں خواجہ رفیع محمد حسین شیخ قاسمی حسین۔ سید ابوالاسحاق چندرسین اٹھارہ سو سپاہ ہراول میں سید قاسم سید بایزید۔ سید بہادر۔ سید عبدالرحمٰن۔ سید سلیم۔ میر شرف الدین۔ سید مصطفیٰ چودہ سو سپاہ۔ التمش میں سولہ سو سپاہ اور کوکلتاش و کامران بیگ و محمد توقبائی و خواجہ بابا و قادر علی کوکہ مع چار سو سپاہ کے طرح التمش میں گوجر خاں چھ سو جوانوں کے ساتھ طرح برانغار میں خواجم بردی

اس قدر دلاوروں کے ساتھ طرح جرانغار۔ دوسری طرف قلب گاہ میں مظفر سپاہ
چار ہزار گروہ لوینہ کاٹھی۔ برانغار میں چار ہزار پانچ سو سپاہ جرانغار میں جام
آٹھ ہزار سوار مقدمہ میں آجا پسر جام اور بانیہ اس کا چچا اور جسا اور اس کے بھائی
چار ہزار پانچسو سپاہ یہ قرار پایا کہ سپاہ آب سے گزر کر ۳۰ تیر ۹۹۹ھ کو لڑائی ہو۔
مگر جب اس دیار سے گزر ہوا تو ایسا مینھ برسا کہ دو رات دن تک لشکر ایک دوسرے
کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ غنیم کا لشکر بلندی پر تھا اور اولیا، دولت نشیب میں تھے۔ پانی
کی افزونی سے اور آذوقہ کی تنگی سے وہ عاجز ہوئے تھے۔ دو دفعہ شبخون مارا۔
اور ناکام رہے۔ جب سختی حد سے زیادہ ہوئی تو ناچار لشکر نوانگر بنگاہ جام کی طرف سلوک
ہوا۔ کہ کہیں روزی ہاتھ آئے۔ ایک آباد گاؤں میں پہنچا۔ وہاں علف اور بہت غنیمت
ہاتھ آئی۔ دشمن بھی لڑنے آئے۔ ۱۴ امرداد ۹۹۹ھ کو سخت لڑائی ہوئی۔ تیر و شمشیر
سے کارد و خنجر پر نوبت آئی۔ غنیم کے راجپوت اپنی آئین کے موافق گھوڑوں سے اتر
کے خوب لڑے۔ لہراون مع برادر اور دو پسر و جسا اور پانچ سو رجپوت یک جگہ لڑ کر
مرے۔ ظریف خاں وکیل دولت خاں اسیر ہوا۔ جام و مظفر بے لڑے بھاگے۔
دولت خاں زخمی ہو کر جونہ گڈھ میں گیا۔ دو ہزار غنیم کے مارے گئے۔ بادشاہی
لشکر میں سو آدمی مارے گئے اور پانچسو سخت زخمی ہوئے۔ اور سات سو
گھوڑے تلف ہوئے۔ لشکر شاہی کو فتح ہوئی۔ فیلخانہ اور توپ خانہ اور
اور اسباب غنیمت ہاتھ آیا۔

جب مرزا کوکہ نے فتح پائی تو وہ صبح کو نوانگر کی طرف دوڑا اور بہت غنیمت
جمع کی۔ جام و مظفر کہسار بریرہ میں چلے گئے۔ کوکلتاش نے ان سرکشوں کی مالش
کے لیئے توقف کیا اور چارہ گری کے درپے ہوا۔ نورنگ خاں۔ سید قاسم
خواجہ سلیمان کو جونہ گڈھ کے قلعہ کی فتح کے لیے بھیجا۔ ارادہ اس کا یہ تھا کہ اس

سرزمین سے فارغ ہو کر خود قلعہ کی تسخیر کو جائے۔ لشکر جو بھیجا گیا اُس کو ملک کی ویرانی اور سرگرانی ارزانی سے بہت تکلیف ہوئی۔ افسردگی اور گرانبائی کے ساتھ قلعہ سے نزدیک ہوئے۔ دولت خاں جو زخمی ہوا تھا وہ مر گیا۔ اس لیئے قلعہ کشائی کا ارادہ ہوا۔ اہل قلعہ سے کہا کہ مالک قلعہ مر گیا۔ سپاہ شاہ فتحمند ہوئی۔ اب مناسب ہے کہ قلعہ کی کنجیاں پیماں کی دستاویز پر حوالہ کر دو۔ اہل قلعہ نے جواب دیا کہ کسی معتمد کو بھیجدو کہ جس سے ہم اپنی خواہش ظاہر کر کے دلجمعی کریں۔ اس زمانہ میں معلوم ہوا کہ ایک گروہ کاٹھی نے پڑتال کو لوٹ لیا ہے۔ ناگزیر اس طرف کوچ کیا اتنے میں مظفر بھی وہاں پہنچ گیا۔ اہل قلعہ نے نخوت اختیار کی۔ خان اعظم برآشفتہ ہوا اور قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ مظفر باہر آیا اور مشہور رہا کہ وہ احمد آباد کی طرف جاتا ہے۔ کوکلتاش نے فوج بسرکردگی خرم خواجہ اس کے پیچھے روانہ کی خود چاہتا تھا کہ قلعہ فتح کر دں اتنے میں اس کو معلوم ہوا کہ جام ننگاہ کے قریب جاتا ہے تو وہ بہت جلد اس طرف آیا تو وہ پھر کر لابہ گری کرنے لگا۔ اسی زمانہ میں نظر بے اور اُس کے فرزندوں نے شورش برپا کی۔ ناگزیر جام کا عذر قبول کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ انھیں دنوں میں میر ابو تراب و عندوقہ میں بادشاہ کے پاس آیا۔ خدمتگزار ملازموں کے لیے خلعت اور گھوڑے اور فرمان لایا۔ مالوہ کے سرکشوں کے بھی دبجانے کا مژدہ آیا۔

کوکلتاش خاں کا ارادہ تھا کہ قلعہ کو فتح کرے مگر ہمراہیوں کی واماندگی سنگ راہ ہوئی۔

مگر جب سپاہ نے آرام لیا تو پھر اس قلعہ کی کشادگی کی طرف خیال ہوا کھوکھن پسر جام اور بہت سے سرکش اس سرزمین کے عاجزی کر کے مطیع ہوئے سومناتھ و کوکہ و منگلو دیوہ و بیرو غیرہ سولہ بندروں پر بے جنگ قبضہ ہو گیا اس کے بعد جوناگڈھ کے قلعہ کو سپاہ روانہ ہوئی وہ امین خاں غوری کے پوتوں کے پاس تھا وہ بڑا نامور قلعہ تھا اور ولایت سورٹھ سے وابستہ تھا

جوناگڈھ و سومناتھ کی فتح اور ولایت سورٹھ پر غالب آنا ۳۶

پہلے فرمانروایوں میں سے کسی نے اس پر قبضہ کمتر پایا تھا۔ ۲۲ خرداد سنہ ۳۷ ۱۰۰۱ھ سپاہ اُس کے پاس آئی۔ سترہ مورچے بنائے۔ نورنگ خاں نے کاٹھی کے گروہ کو سزا دی وہ اہل قلعہ کی مدد کرتے تھے۔ آج ہی قلعہ میں آگ لگ گئی اور بہت سا اسباب قلعہ داری جل گیا۔ فرنگی توپ انداز کہ مسلمان ہوگیا تھا اور اس پیشہ میں چابکدست تھا سراسیمہ ہوکر خندق میں گرا مگر اہل قلعہ پاس آذوقہ بہت تھا اور جگہہ استوار تھی۔ سو توپیں ہر روز چند بار چلاتے تھے اور ہر توپ میں ڈیڑھ من کا گولہ آتا تھا۔ سپاہ تو درماندہ تھی مگر کوکلتاش اُسکی دلدہی کرتا تھا اور سررشتہ کوشش کو نہیں چھوڑتا تھا۔ ایک کوہچہ معلوم ہوا اسپر سرکوب بنایا اور وہاں سے توپ اندازی شروع کی تو اہل قلعہ بیدار ہوئے۔ لابہ گری کرنے لگے۔ تین دن تک لڑائی رہی۔ ۱۷ شہریور سنہ ۳۷ ۱۰۰۱ھ کو قلعہ نشینوں نے پناہ مانگی اور کنجیوں کے حوالہ کرنے کو اپنی بستگیوں کی کشائش سمجھے۔ سات برس کا لڑکا میاں خاں اور بارہ برس کا لڑکا تاج خاں جو امین خاں کے پوتے تھے اور استادن نامور آدمی کوکلتاش خاں پاس آئے۔ اُس نے درست پیمانی کے ساتھ اُن کے مال و جان و ناموس کی پاسبانی کی اور ہر ایک کو اپنی آباد جاگیروں میں خلعت دیکر بھیجدیا۔

جب جونہ گڈھ فتح ہوگیا اور زمیندار مطیع ہوئے تو کوکلتاش نے اپنی ساری ہمت مظفر کی گرفتاری میں صرف کی۔ مظفر سیوآباد جیل میں چلا گیا وہ ایک بڑی ولایت لار کی ہے اس میں دوارکا کا پرستش کدہ ہے۔ کوکلتاش نے نورنگ خاں اور اُمراء کو اس طرف بھیجا۔ ۱۶ مہر سنہ ۳۷ ۱۰۰۱ھ کو دوارکا میں پہنچے وہ بے آدینش ہاتھ آیا۔ یہاں معلوم ہوا کہ مظفر سیوا کے گھر میں بیٹھ میں ہے۔ قصبہ امرہ میں سنگرام اس زمیندار کا خویش خیرہ سر ہو رہا ہے۔ قادر علی کو اس پرستش گاہ میں چھوڑ کر سپاہ کے دو حصے ہوئے نورنگ خاں تو ایک حصہ کو لیکر مظفر کی مالش میں مصروف ہوا۔ نظام الدین احمد سپاہ لیکر دوسری طرف چلا۔ سہ پہر کو سیوا کے

بنگاہ پر یہ پہنچے۔ کچھ دیر پہلے سپاہ کے آنے سے مظفر کو مع زن وزاد کے کشتی میں بٹھا کر
ایک استوار جزیرہ میں پہنچا دیا تھا اور بعد اس کے سیوا خود چلا گیا تھا۔ جب لشکر
شاہی آیا تو وہ پھر کر اُس سے لڑنے آیا اور شام تک جنگ میں دونوں لشکر دست و
گریباں رہے۔ اس زد و خورد میں سیوا کے ایک تیر لگا اور وہ مر گیا۔ سرکش پراگندہ
ہوئے۔ بہت مارے گئے۔ جو سپاہ کہ سنگرام کی مالش کو گئی تھی وہ بھی غالب
آئی اور دونوں جگہ سپاہ کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ مظفر ولایت کچھ میں بھاگا۔ بھارا
جو اس سرزمین کا کلانتر تھا اس نے مظفر کو یہاں ایک گوشہ میں چھپا دیا۔ ۲۶ آبان ۳۵ سنہ ۱۰۰۰ھ
کو خان اعظم جونہ گڈھ سے یہاں آیا۔ اپنے بیٹے عبداللہ کو پہلے بھجوایا۔ نہم آذر کو
۵۵ کوس کو دس کوچوں میں طے کرکے موضع امیران میں آیا۔ جو ملک دادر کی خوابگاہ تھا
جام مع فرزندوں کے آنکر ملا۔ مرزبان کچھ نے اپنے کاردیدوں کو بھیجا کہ جاکر گذارش
کریں کہ میں فرمان پذیری قبول کرتا ہوں اور اپنے بیٹے کو پرستاری کے لیے بھیجتا ہوں
کوکلتاش نے جواب دیا کہ اگر اپنی خیر منظور ہے تو مظفر کو حوالہ کردیا خود آؤ۔ اُنھیں دنوں
میں لوکن کوجھل بے اجازت اپنی بنگاہ کو بھاگ گیا۔ سپاہ جونہ گڈھ نے اُس کا خان و مان
لوٹ لیا اور اُس کے تینوں بیٹوں کو مار ڈالا۔ خان اعظم نے اپنے بیٹے عبداللہ خرم کو
اُدھر بھیجا اور خود موربی سے ۱۲ کوس کو پانچ کوچوں میں طے کرکے موضع چارہ بارہ
میں آیا۔ زمیندار سے جو دو باتیں کہی گئیں تھیں ان میں سے کوئی عمل میں نہیں آئی تو کوکلتاش نے
یہ چاہا کہ اسکے اقطاع جام کو دیدے۔ پھر اُس نے پیغام بھیجا کہ اگر قصبہ موربی کہ مدتوں سے اسکے
باپ دادا پاس تھا مجھے انعام میں دیدیں تو میں مظفر کو حوالہ کرتا ہوں کوکلتاش
نے قبول کرلیا۔ کچھ سپاہ بھیجی۔ ۱۳ اردی کو وہاں پہنچی۔ زمیندار کے گماشتوں
نے مظفر سے کہا کہ بھارا آپ پاس آتا ہے وہ خوش وقت ہو کر استقبال کو آیا۔
جب وہ نزدیک آیا تو اُس کو گرفتار کر کے لے آئے رات تو رہ نوردی میں

گزری۔ صبح کو خلا خانہ کا بہانہ بنا کے ایک جگہ گیا اور اُسترے سے کہ اپنے پاس پوشیدہ رکھتا تھا اپنا گلا آپ کاٹ ڈالا اور اگر یہ نہ کرتا تو خان اعظم اس کو بادشاہ کے بغیر حکم کے نہ مارتا اور اگر وہ بادشاہ پاس جاتا تو وہ بھی اسکی جان نہ لیتا مگر اسکی غیرت نے یہ خود کشی کرائی اسکے مرتے ہی گجرات کے سب جھگڑے تمام ہوئے۔

مہمات گجرات کا بیان طبقات اکبری اور کتابوں سے گجرات میں خانخانان کے جانے تک

طبقات اکبری کا مولف نظام الدین احمد گجرات میں بخشیگری کی خدمت رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے جو حال اپنی تاریخ میں لکھا ہے وہ زیادہ اعتبار بہ نسبت ابو الفضل کے رکھتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں کا دیکھا ہوا حال نہایت قلیل اللفظ و کثیر المعنی لکھا ہے اور ابو الفضل نے ہزار کوس کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے لکھا ہے۔ سوا اس کے نظام الدین احمد کی برابر معاملات جنگ کو ابو الفضل سمجھتا بھی نہ تھا۔

واقعات سنہ ۲۹ جلوس مطابق سنہ ۹۹۱ھ طبقات میں بیان کیا ہے کہ بادشاہ کی خاطر اشرف میں آیا کہ اعتماد خاں گجرات میں مدتوں تک رہا ہے اور گجرات کی آبادانی کا طریقہ اوروں سے بہتر جانتا ہے اگر اس کو ہم گجرات عنایت کریں تو ان بلاد کے حکام جو ہمارے تصرف میں نہیں ہیں یہ دیکھکر ہمارے امیدوار ہونگے۔ اسلیے گجرات کی حکومت اس کو سپرد کی۔ میر ابو تراب کو امین کیا۔ خواجہ ابو القاسم کو دیوانگری کا منصب دار اور نظام الدین احمد مولف طبقات اکبری کو بخشیگری کی خدمت مرحمت کی۔ محمد حسین شیخ و میر ابو المظفر و میر حبیب اللہ ابو اسحاق و میر صالح و ہاشم و بنیاد بیگ و سید جلال بخاری و بیگ محمد توقبائی و میر حبیب اللہ و میر شرف الدین

برادر زادہائے میر ابو تراب کو گجرات میں جاگیردار مقرر کیا۔

اعتماد خاں کو حکم دیا کہ ولایت سروہی کو دیورہ کے سرتابوں سے لیکر رانا کے بھائی جگمال کو کہ وہ دولت خواہوں میں سے ہی حوالہ کرے۔ نظام الدین احمد کے ہاتھ اسکی مدد خرچ کے لیے ایک ہزار اشرفی بھجوائی جب اعتماد خاں جالور میں آیا تو نظام الدین و میر معصوم بکری و (بھکری) و میر بیگ ایشک آغا و زین الدین کنبوہ و پہلوان علی سیستانی کہ احمد آباد کا کوتوال مقرر ہوا تھا اس سے ملے۔ محمد حسین اور اکثر جاگیردار اس سے پیچھے تھے آئے۔ جب جالور سے سروہی پہنچے۔ اور دیورہ کے سرتابوں کو نکال کر جگمال کو غزنین خاں و محمود خاں جالوری و بجا دیورہ و رائسنگہ ولد چندر سین ولد رائے مالدیو کے ساتھ وہاں چھوڑا اور خود احمد آباد کی طرف چلے جب احمد آباد کے قریب اعتماد خاں آیا تو شہاب الدین احمد خاں شہر سے باہر آنکر عثمان پور میں جو شہر کے محلوں میں سے ہی۔ فرود کش ہوا۔ ۱۲ ار شعبان سنہ ۹۹۱ھ کو اعتماد خاں داخل شہر ہوا دو روز کے بعد معلوم ہوا کہ عابد بدخشی امیر ک بلاق و وفادار و مرزا بیگ و عبد اللہ و میر محمد بیگ اور ایک جماعت کثیر شہاب الدین خاں کے نوکروں کی جدا ہو کر کاٹھی واڑہ سلطان منظفر گجراتی اور اُس کی ماں کے رشتہ داروں کی طلب میں گئے ہیں وہ یہاں پادشاہی لشکر کے خوف کے مارے چھپا ہوا تھا۔ وہ فتنہ و فساد کا ارادہ رکھتے ہیں اعتماد خاں نے صلاح جانکر ابو تراب نظام الدین کو شہاب الدین خاں پاس بھیجا کہ اس باب میں گفتگو کرے انھوں نے جا کر اس کو سمجھایا کہ جن امیروں کی جاگیریں ضبط کیں ہیں وہ ان کو پھر دیدے یا ان پر پہلے اس سے کہ وہ کسی زبردست کو اپنا سردار بنائیں سخت حملہ کرے۔ اعتماد خاں نے شہاب الدین احمد خاں سے احمد آباد کی مراجعت کے لیے کہا تو اُس نے یہ عذر کیا کہ سفر کی تیاری میں بہت روپیہ خرچ کر چکا ہوں اور میرے آدمی اپنے کنبوں کو ساتھ لیکر شہر سے چلنے میں بہت تکلیف اٹھا چکے ہیں مگر نظام الدین یہ لکھتا ہی کہ شہاب الدین احمد خاں نے

شہاب الدین کی سرکشی سے ملک گجرات کا نقصان

یہ جواب دیا کہ یہ جماعت میرے قصد میں تھی اور مدت سے اس کام کا فکر کر رہی تھی اب اس نے اپنے کام پر سے پردہ اُٹھا دیا۔ میری باتوں سے اس کو تسکین نہیں ہوگی اور مجھ سے کوئی امداد متصور نہیں ہے۔ جب نظام الدین نے صورت حال کو اعتماد خاں سے کہا تو اُس نے اسی میں صلاح سمجھی کہ اس جماعت کی تسلی کرے ایک دو آدمی تسلی کے لیے امرار سرکش کی جماعت پاس بھیجے مگر اس کو تسلی نہوئی اور وہ آگے کاٹھیاواڑ کو بڑھی۔

مرآۃ احمدی میں لکھا ہے کہ اعتماد خاں نے شہاب الدین سے کہا کہ تم جب تک ٹھیرے رہو کہ بادشاہ نے جو کمک بھیجی ہے وہ یہاں آجائے۔ کئی مراسلات بھیجکر اعتماد نے کوشش کی کہ شہاب الدین چندروز توقف کرے۔ مگر اس نے توقف نہ کیا اور کری میں جو احمد آباد سے ۲۰ کروہ (۴۰ میل) ہے روانہ ہوا۔ ۲۷ شعبان کو خبر آئی کہ باغیوں کی جماعت مظفر کو اور کاٹھیوں کو ہمراہ لیکر دولقہ میں آگئی یہ قصبہ احمد آباد سے ۲۴ میل تھا میر ایشک آقا شہاب الدین پاس خبر لایا کہ وہ قصبہ کری میں توقف کریگا۔ اعتماد خاں و نظام الدین و میر ابو تراب اس کی تسلی کرکے آئیں۔ اعتماد خاں آخر روز فرار ہو کر کری کی طرف چلا۔ ہر چند اس کو سمجھایا کہ غنیم بارہ کروہ (۲۴ میل) پر آگیا ہے۔ ۲۰ کروہ (۴۰ میل) حاکم شہر کا جانا مناسب نہیں ہے مگر اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ وہ کری کو اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ شہاب الدین کو سمجھا کر احمد آباد میں لے آئے اس کے ساتھ ابو تراب اور نظام الدین گئے۔ نظام الدین نے اس بات کو چھپایا کہ اس نے حاکم شہر کو دار الحکومت سے جانے پر سخت اعتراض کئے تھے۔ شہاب الدین خاں کے آنے کو اعتماد بیکار آمد ضروری سمجھتا تھا اس کے برخلاف جو نظام الدین خاں نے سمجھایا وہ کچھ کام نہ آیا۔ شیر خاں پسر اعتماد خاں کو شہر کی حفاظت سپرد ہوئی اور اس کے معاون میر معصوم بھکری اور پسر نظام الدین خاں مقرر ہوئے۔

کری میں شہاب الدین سے باتیں ہوئیں اس رنگ سے اس کی تسلی ہوئی کہ سابق میں اس کی جاگیر میں جو پرگنے تھے وہ چھوڑ دیے جائیں اور دو لاکھ روپئے اُس کو اور دئیے جائیں۔ غالباً یہ روپیہ اس خرچ کی بابت ٹھیرا ہوگا جو اس کا سفر میں خرچ ہو چکا تھا اور جس کی شکایت وہ کرتا تھا۔ غرض شہاب الدین کو راضی کر کے اعتماد خاں کے ساتھ گیا اور قصبہ کری سے احمد آباد کی طرف وہ چلے اس روز کہ اعتماد خاں کری کو روانہ ہوا تھا۔ مظفر گجراتی شہر احمد آباد میں آیا اور شہر کے آدمیوں نے قلعہ حوالہ کیا قلعہ کی دیوار ایک جگہ شکستہ تھی وہ بلا تکلف اُس میں سے چلا آیا۔ احمد آباد سے دس کوس پر شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں پہنچے تھے کہ میر معصوم بھکری و زین الدین کنبوہ یہ خبر لائے اس خبر کو سُنکر ان دونوں نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ابھی ایک روز سے زیادہ نہیں گزرا ہے اور مخالفوں کے کارنے استقامت نہیں پائی ہے اس راہ سے شہر میں جانا چاہیے جس میں سے کہ دشمن داخل ہوا ہے شہر کی طرف متوجہ ہوئے صبح کو عثمان پور میں کہ شہر و دریا کے متصل ہے پہنچکر اترے۔ مظفر گجراتی نے شہر سے باہر نکلکر دریا کی ریتی میں صف کشی کی۔ شہاب الدین کے ہاتھ پاؤں پھولے۔ نوکروں کی نا اعتمادی سے صف آرائی کی فرصت نہ ملی کچھ سپاہی کہ اس کے ساتھ رہے تھے حرکت مذبوحی کر کے بھاگ گئے۔

مراۃ احمدی میں لکھا ہے کہ شہاب الدین نے بڑی بہادرانہ کوشش کی مگر اسکے دو ہزار کے قریب سپاہی بھاگ گئے اسکا گھوڑا زخمی ہو گیا رشتہ مند زخمی ہو کر اسکے گرد گرے بعض اسکے دوستوں نے اُسکے گھوڑے کی باگ پکڑ اُسکو مجبور کر کے میدان جنگ سے لے گئے۔ اعتماد خاں مع ابو تراب کے لڑائی سے الگ کھڑا رہا اور عثمان پور میں کھڑا تماشا دیکھا کیا اور اس تاک میں رہا کہ کب موقع ہاتھ لگے کہ بھاگ جائے۔ نظام الدین نے اپنے تھوڑے سے آدمیوں سے ہاتھ پاؤں مارے مگر کچھ نہ ہوا اور اسکے بیٹے کے سپاہی کہ اعتماد خاں نے شہر میں محافظت

کے لیے متعین کیے تھے مع خان و مان کے لُٹ گئے اور شہاب الدین خاں اور اعتماد خاں بھاگ کر نہر والہ میں جو پٹن مشہور ہی ۴۵ کروہ (۹۰ میل) چلے گئے نظام الدین نے یہ سارا حال لکھکر بادشاہ پاس بھیجا بعد تین روز کے محمد حسین شیخ و خواجہ ابوالقاسم دیوان وابوالمظفر و میر محب اللہ و میر شرف الدین توقبائی اور جاگیرداران گجرات کہ پیچھے رہ گئے تھے پٹن میں پہنچے. قلعہ کو مرمت کرکے یہاں استقامت کی۔ سلطان مظفر گجراتی نے ارباب فتنہ و فساد کو خطاب و جاگیریں دیں اور جمعیت بہم پہنچائی۔ شیر خاں فولادی کہ پٹن میں مدتوں حکمراں رہا تھا اور چند سال ولایت سورٹھ (سوراشٹر) یعنی کاٹھیوار میں گذر اوقات کرتا تھا دو سو سواروں کے ساتھ مظفر گجراتی پاس آیا۔ اس کو چار ہزار سواروں کے ساتھ پٹن روانہ کیا وہ قصبہ کری میں آیا اور اس نے اپنی سپاہ کو جوتانہ میں کہ پٹن سے ۲۰ کروہ (۴۰ میل) ہے بھیجا۔ لشکر شاہی بھی اس سے غافل نہ تھا۔ اُس سے یہاں نظام الدین آن کر لڑا۔ اور شکست دی۔ میر محب اللہ و میر شرف الدین و بیگ توقبائی کو اور سپاہیوں کی ایک جماعت کو یہاں چھوڑا شیر خاں فولادی خود پٹن سے ۸ میل پر آیا اسکو اعتماد کے بیٹے نے پٹن سے آنکر شکست دی۔ احمد آباد پر مظفر کے قبضہ پانے سے جنوب میں بادشاہی آدمیوں کی آمد و رفت بالکل بند نہیں ہوئی تھی۔ زین الدین کنبوہ دار السلطنت کے سامنے سے قطب الدین حاکم بروچ و بڑودہ کے پاس آگیا۔ اور اسکو ترغیب دی کہ احمد آباد پر جنوب کی طرف سے حملہ کرے۔ دونوں قطب الدین اور زین الدین کے لشکر ملکر بڑودہ تک آگے بڑھے۔ مظفر نے بہت سے لشکر سے اُن پر حملہ کیا۔ قطب الدین اس سے سپاہیانہ نہیں لڑا۔ جنگ میں شکست پائی اور بڑودہ میں متحصن ہوا۔ اکثر اس کے عمدہ نوکر اور آدمی مظفر سے جا ملے۔ یہ فسادوں کا دریا تلاطم میں تھا کہ اسمیں سید دولت بھی مچھلی کی طرح تیرنے لگا۔ مراۃ احمدی میں لکھا ہی کہ وہ کلیان رائے حاکم کھنبایت کا ملازم تھا۔ اس نے کچھ اپنا تعلق مظفر سے نہیں پیدا کیا تھا خود سپاہ جمع کرکے کھنبایت کو لیلیا۔

یہاں کا عامل خواجہ امام الدین حسین کروری تھا۔ بڑودہ کو بھاگا اور شہر کا خزانہ چودہ لاکھ روپیہ اپنے ساتھ لے گیا اور دشمن کے لیے ۴۰ لاکھ دام چھوڑ گیا پٹن کے قلعہ نشینوں کو معلوم ہوا کہ شیر خاں فولادی بیانہ میں جو اُن کے مقام سے ۲۰ میل پر ہے آگیا ہے اُن کو ایسا تذبذب ہوا کہ پٹن کو چھوڑ کر جالور میں جانے کا ارادہ ہوا۔ اگر ایسا انھوں نے کیا ہوتا تو مظفر کو گجرات کا حصہ عظیم ہاتھ لگ جاتا۔ نظام الدین نے اُن کو سمجھایا اور جنگ پر مصر ہوا۔ اعتماد خاں اور شہاب الدین احمد خاں پٹن میں آئے اور اور امرا نظام الدین ساتھ متفق ہوئے۔ جب قصبہ بیانہ میں وہ آئے۔ شیر خاں فولادی نے صف آرائی کی پانچہزار سوار مقابلہ میں لایا۔ بادشاہی لشکر دو ہزار سوار کا تھا۔ سخت لڑائی ہوئی شیر خاں نے ہزیمت پائی۔ احمد آباد چلا گیا۔ بہت آدمی اسکے قتل ہوئے۔ لشکر شاہی کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ نظام الدین بجد ہوا کہ احمد اباد میں جانا چاہیے۔ مگر اس کے ہمراہی امرا راضی نہ ہوئے۔

بدایونی لکھتا ہے نظام الدین احمد ہی کی سعی سے شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں پٹن میں ٹھیرے ورنہ وہ اپنے تذبذب و شتردلی سے جالور میں قرار کرنے پر تیار ہو چکے تھے۔ شیر خاں فولادی کے شکست دینے کے بعد نظام الدین احمد کا بجد ہونا کہ انکا تعاقب کر کے احمد آباد چلنا چاہیے عین صلاح وقت تھا ہنوز قطب الدین کی شکست کی خبر نہیں آئی تھی۔ اس میں سب امرا متفق تھے کہ نظام الدین جانتا تھا کہ اس وقت مظفر کی سپاہ مندری اور نربدا کے درمیان قطب الدین سے لڑ رہی ہے۔ دار الخلافہ اسکی سپاہ سے خالی ہوگا اور فولادی کی سپاہ دو دفعہ شکست پا چکی ہے وہ اور بھی اہل شہر کی ہمت کو شکستہ کرے گی۔ اور سوا اسکے احمد آباد کے لینے سے مظفر گجراتی کا اعتبار بالکل جاتا رہے گا۔

اگرچہ شہاب الدین و اعتماد دونوں سپہ سے احمد آباد جانے پر راضی نہ ہوئے۔ مگر نظام الدین کے سمجھانے سے اُنھوں نے اتنا قدم بڑھایا کہ وہ کری میں آئے۔ یہاں وہ بارہ روز اس انتظار میں ٹھیرے کہ سپاہ جو لوٹ کا مال لیکر پٹن میں رکھنے

گئی تھی وہ واپس آجائے یہ سپاہ امیروں کے اشارہ سے گئی تھی کہ ان کی غنیمت کو دیکھکر پٹن کی سپاہ کا بھی دل للچائے۔ اس عرصہ میں خبر آئی کہ قلعہ بڑودہ کو مظفر گجراتی نے فتح کر لیا۔ بڑودہ کا فتح ہونا ایک واقعہ عظیم ہی جس میں وہ واردات ہیں جو مظفر گجراتی کی صفت ذاتی اور اُس کی طرز حکومت کو تبلاتی ہیں جو اس نے گجرات کے لیے سوچی تھیں اہل گجرات مظفر ہی کو فراخ حوصلہ وعالی ہمت سمجھکر اسی کی طرف رغبت کرتے تھے۔ وہ بھی اکبر کی طرح شجاع تھا اور اپنے ہمراہ وفادار جان نثار ملازم رکھتا تھا جب قطب الدین کو بڑودہ کے قریب شکست ہوئی تو وہ قلعہ بڑودہ میں متحصن ہوا۔ یہاں اس کا محاصرہ ہوا۔

مراۃ احمدی میں لکھا ہے کہ مظفر کی سپاہ بیس ہزار تھی۔ قطب الدین نے ۲۲ روز تک اس کا مقابلہ حتی المقدور کیا۔ اس کو اپنے آدمیوں پر اعتبار نہ تھا اور حقیقت میں اسکے نوکر قابل اعتبار بھی نہ تھے۔ چنانچہ ان میں سے دو محمد میرک اور چرکس رومی نے مظفر کو یہ صلاح پوشیدہ تبلائی کہ وہ صلح کرنے کے بہانے سے ان کو اور زین الدین کنبوہ وسید جلال بخاری اور خواجہ یحیٰی اور نورنگ خاں وکیل کو بلائے اور جب وہ آجائیں تو ان کو اور خواجہ یحیٰی کو وہ قید کرلے اور زین الدین اور جلال کو مار ڈالے اور دوسرے روز قلعہ پر حملہ کرے تو قطب الدین کا کوئی سپاہی اس کا مقابلہ نہیں کریگا۔ مظفر نے ان کی تدبیر پر عمل کیا۔ قطب الدین نے ان پانچوں آدمیوں کو بھیجدیا جن کا اوپر نام لکھا ہی۔ مظفر نے زین الدین کو تو آتے ہی ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوایا۔ سید احمد بھکری کی سفارش سے سید خلیل بچ گیا۔ پھر قلعہ اور قطب الدین کو پاس جاکر گھیر لیا۔ قطب الدین نے دیکھا کہ سب اُس کے امرار چلے گئے تو ایک مستحکم مقام میں وہ چلا گیا۔ دوسرے روز مظفر نے یہ قسم کہا کہ وہ قطب الدین کو کوئی گزند نہیں پہنچائیگا۔ یہ عہد وپیمان کرکے اُس کو بُلایا۔ قطب الدین مجبور ہوگیا تھا وہ

مظفر سے ملنے گیا اس نے اُس کی بہت خاطر داری کی اور اپنی مسند پر بٹھایا پیلہ کا زمیندار تردری نے اصرار کیا کہ مہمان قتل کیا جائے مگر مظفر نے اس سے انکار کیا مگر آخر کو تردری نے اور اوروں نے جو اس کے ساتھ تھے مظفر کو قطب الدین کے قتل پر راضی کر لیا وہ اور اُس کا بھتیجا دونوں قتل ہوئے۔ قطب الدین خاں مظفر کے عذر و نقض عہد کو جانتا تھا۔ مگر اجل آگئی تھی دیدۂ بصیرت اُس کا کور ہو گیا تھا۔ اس خبر کو سُنکر نظام الدین اور اور امراء نامدار نے کہ قصبہ کری میں تھے پٹن میں مراجعت کی۔ مظفر بڑودہ سے بروج میں گیا اور قطب الدین خاں کے متعلقین سے صلح کے ساتھ قطب الدین خاں کا سارا مال اسباب اور خزانہ جس میں دس کروڑ روپیہ (بادام) تھے لے لیا اور چودہ لاکھ روپیہ جو امام الدین حسین کھنبایت سے بروج میں لے گیا تھا وہ سب اُسکے ہاتھ لگا اور تقریباً تمام گجرات پر قبضہ ہو گیا۔ اُس کا لشکر قریب بیس ہزار کے ہو گیا۔ جس میں مغل افغان۔ گجراتی۔ راجپوت تھے۔

اب آگے حال اُن مہمات کا وہی اور کتابوں میں لکھا ہی جو ابوالفضل نے اکبرنامہ میں لکھا ہی اور میں نے اُس کو اوپر نقل کیا ہی۔

اہل ایشیا کا تقدیر و نجوم پر اعتقاد

تقدیر و نجوم پر اہل ایشیا جو اعتقادات رکھتے ہیں اس پر اس زمانہ میں اہل یورپ ہنستے ہیں اور اُن کو باطل جانتے ہیں۔ مگر سولھویں سترھویں صدی میں وہ خود بھی تقدیر و نجوم کے قائل تھے اور اس کی بہت سی مثالیں یہودیوں اور عیسائیوں میں وہاں موجود ہیں۔ ان واقعات میں دو باتیں نجوم و تقدیر کے اعتقاد کی واقع ہوں ہوئیں۔ اول قطب الدین خاں کا اپنے تئیں مظفر کے حوالہ کرنا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ تردری اس کا جانی دشمن موجود ہی مظفر کے قول و قسم کا کچھ اعتبار نہ تھا۔ مگر وہ یکاسنی تھا اسلیے مرنے جینے کو تقدیر الٰہی سمجھکر اپنے تئیں دشمن کے حوالہ کیا۔ ایک دوسری بات یہ ہے کہ جب اکبر نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی سلطنت کے دشمن سے خود جا کر لڑے تو اُس نے نیچے اوپر

دیکھا۔ نیچے یہ دیکھتا ہے کہ انسان کے حالات میں انقلابات کا تلاطم برپا رہتا ہے۔ اقبال سے ادبار اور ادبار سے اقبال آتا جاتا رہتا ہے۔ اوپر یہ دیکھتا کہ علی الدوام کواکب اپنے مداروں میں یکساں دورہ کرکے اپنی تاثیر بے تغیر کرتے ہیں۔ اس نے میر ابوالفتح شیرازی سے پوچھا کہ ان کی تاثیرات ہمارے دوست و دشمن کے باب میں کیا کہتی ہیں۔ میر صاحب بادشاہ کے پوچھتے ہی آسمان کی سیر کرنے کو گئے اور وہاں سے آنکر عرض کی کہ اس سال میں دو دفعہ عرصہ پیکار آراستہ ہوگا اور دونوں دفعہ اولیائے دولت کو تماشا فیروزی حاصل ہوگی وہی ہوا جو اُس نے کہا۔ اہل یورپ اسکی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ ابوالفتح شیرازی بادشاہ کے دل کی بات کو سمجھتا تھا کہ اس کا ارادہ گجرات جانے کا نہیں ہے اس لیے اس نے یہ کہدیا جو اوپر بیان ہوا ظل اللہ اس کو سنکر خوش ہوگئے۔ یہ امر اتفاقی ہے کہ جو حکم کیا تھا وہ وقوع میں آیا۔

معاملات پرتگیزوں کے ساتھ جو گوہ میں رہتے تھے

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ سورت کا محاصرہ بادشاہ کر رہا تھا تو پرتگیزوں کا ایک گروہ اس کی ملازمت سے مشرف ہوا تھا اس نے اس وحشی گروہ کو اپنے اخلاق سے گرویدہ کیا تھا۔ جب ولایت گجرات سنہ ۹۸۳ھ ممالک محروسہ میں داخل ہوئی اور اکثر بنادر اس کے بادشاہ کے قبضہ میں آئے۔ بنادر فرنگ کے حکام بادشاہ کی درگاہ میں التجا لائے۔ اور اپنے ملک کی دستکاری اور ہنرمندی کے اشیاء کو بادشاہ کے آگے لائے۔ جن کو دیکھکر بادشاہ کو ایسا شوق پیدا ہوا کہ حاجی حبیب اللہ کو مقرر کیا کہ وہ بہت سا روپیہ ہندوستان کی گزیدہ متاع کو گوہ میں لے جائے اور اس دربار کی عجائب و غرائب اشیاء کو یہاں لاکر ہماری طبیعت کو خوش کرے اور اس کے ساتھ بہت سے ایسے دیدہ ور ہنر پیشہ ساتھ کیے کہ رسائی فہم

دستنا سائی کار کے ساتھ شوق کو جد کے ساتھ ہم آغوش کرتے تھے تاکہ اس بلاد کی مصنوعات غریبہ کی وہ نقل اُتاریں اور اُس ملک کی صنائع عالیہ کی تحویل ہو جائے ۔

میر حاجی ۵ رو ۹۸۵ھ کو بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ ایک گروہ کو ساتھ لایا جو نصارا کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ نقارہ اور سرنائے فرنگی بجاتے تھے وہ بادشاہ کی آستان بوسی سے سربلند ہوئے حاجی نے فرنگ کا اسباب نہایت عمدہ پیش کیا۔ حرفہ گروں نے جو مشکل صنعتیں سیکھی تھیں وہ دکھائیں اور مورد تحسین ہوئے ۔ فرنگی اپنے ملک کے عمدہ عمدہ باجے بجاتے تھے۔ خاصکر ارغنون (ارگن) بجاکے سننے والوں کو نہایت خوش کرتے تھے ۔

تاریخ بدایونی میں لکھا ہے حاجی حبیب اللہ فرنگستان سے ارغنون لایا (یہ غلط لکھا ہے وہ گوہ سے لایا تھا) وہ ایک بڑا سا صندوق تھا قد آدم ۔ ایک فرنگی اندر بیٹھکر تار بجاتا تھا دو باہر بیٹھتے تھے ۔ پانچ طاؤس کے پر اس میں لگے ہوئے تھے ان کی جڑوں پر انگلیاں مارتے تھے ۔ ان کی آوازوں سے لوگ محفوظ ہوتے تھے ۔ فرنگی ہر دم کبھی سُرخ کبھی زرد نکلتے تھے اور ایک حال سے دوسرے حال میں ہو جاتے تھے ۔ اہل مجلس یہ رنگ دیکھکر دنگ ہوتے تھے ۔

جب بادشاہ اُدے پور کے قریب آیا تھا تو صوبہ گجرات کے حقائق گذاروں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ حاجیوں کا قافلہ جو روانہ ہوا تھا۔ اس کو بنادر فرنگ کے حکام سے عوام الناس نے ڈرا دیا ہے ۔ بادشاہ نے ان کو خرد افزا نصیحتیں کیں اور اعیان دولت نے دلدہی دی مگر اس کا اطمینان نہ ہوا تو قلیج خاں پاس بعض بنادر فرنگ تھے اور وہ اس وقت اس لشکر میں تھا جو ایدر کو فتح کرنے گیا تھا بادشاہ نے اس کو گھوڑے کی ڈاک میں بلاکر ساحل دریا رشور پر بھیجا کہ وہ اس گروہ بیگانہ (فرنگی) کو خدمت پذیر بنا کے حاجیوں کے قافلہ کو سلیمی اور الٰہی جہازوں میں روانہ

کردیا فرمانروائی کا آئین اعظم کشورستانی اور ملک گیری ہے اس طرز پر شکوہ میں کثرت کی پریشانی وحدت کی آسائش میں آجاتی ہے۔ پراگندگی انتظام کی صورت پکڑتی ہو۔ فرنگیوں کا ایک گروہ حجاز کے جانے والوں کا سدراہ ہوتا تھا اُس کے دور کرنے کی خدمت امرار گجرات و مالوہ کو بسرداری قطب الدین خاں ۱۸ اربہمن سنہ ۹۸۷ ۲۲ کو سُپرد ہوئی اور دکن کے مرزبانوں کے نام فرمان گیا کہ لشکر اس طرف روانہ ہوا ہے اس کے ساتھ شائستہ سامان کے ساتھ شریک ہوکر اُس بندگی کا یقین دلائیں جسکی باتیں وہ بناتے ہیں اور وہ اپنی خدمت و اخلاص کے موافق ہماری عنایت سے اختصاص پائیں اور رعایا دکن کو بھی اس لشکر سے آشوب نہ پہنچے۔

ہندو مسلمانوں کی تاریخیں

چونکہ عہد اکبری سے ہندو مسلمانوں کا ایک نیا تعلق شروع ہوتا ہو اس لیے بعض مضامین ہندو مسلمانوں کی بابت ہم لکھتے ہیں۔

ہم نے جو ہندو مسلمانوں کی باہم لڑائیوں اور اور معاملات کا بیان لکھا ہو وہ ان تاریخوں سے بیان کیا ہو جن کے مصنف مسلمان مورخ ہیں۔ ان تاریخوں میں گو ایک طرفہ بیان ہو مگر کہیں ان میں ایسا جھوٹ نہیں ہو کہ مسلمانوں نے اپنی شکست کو فتح لکھا ہو۔ مگر ہاں اپنی فتوحات کی صورت میں اپنی مردانگی اور فرزانگی کا بیان مبالغہ سے کیا ہو اور شکستوں کے ذکر میں عذرات ایسے کیے ہوں جنسے ان کی جوانمردی میں بٹا نہ لگے۔ انسان کو بالطبع اپنی اہانت و ہزیمت کے بیان سے نفرت ہے۔ سب قوموں کا حال یہی ہو اور یہی تھا اور یہی رہیگا کہ وہ اس طرح اپنی شکست و فتح کا بیان کرینگے جیسا کہ مسلمانوں کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہو۔ یہ تاریخی

واقعات عظیم الشان ہوتے ہیں۔ کھیل میں لڑکوں کا حال اپنی ہار جیت کے بیان میں یہی ہوتا ہے۔ جب کسی لڑکے کا کنکوا کٹ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اتفاقیہ پاؤں کے تلے ڈور آگئی تھی۔ مسلمانوں کی تواریخ کی غلط نمائیوں پر یورپ کے محقق پلے بیٹھے ہیں۔ گو ابتدا میں ہندوؤں کی زبان اور مذہب اور عادات واوضاع واطوار اور بہت سے حالات پر مسلمانوں کی کتابوں کے ذریعے اُن کو علم حاصل ہوا ہے مگر اب یورپ میں بڑے بڑے سنسکرت سکالر جن کا علم یہاں کے پنڈتوں سے کچھ کم نہیں ہے موجود ہیں۔ رات دن تحقیقات میں لگے رہتے ہیں۔ اسباب تحقیق ان پاس بہت ہیں۔ اُنھوں نے ہندوؤں کی بڑی بڑی تاریخیں لکھی ہیں اور لکھ رہے ہیں علیٰ ہذا القیاس عربی فارسی زبانوں کے فاضلوں کی کمی نہیں ہے وہ ہر طرح کے مسلمانوں کی کتابوں کی چھان بین کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نایاب کتابوں کو بھی اُنھوں نے اپنی سعی سے بہم پہنچایا ہے اورینٹل کونگریس کے سالانہ جلسہ میں وہ جو اپنے کارنامے دکھاتے ہیں خرق عادات سے کم نہیں ہوتے مگر افسوس یہ ہے کہ یورپ میں مذہب نے سب قوموں کی نسبت خاصکر مسلمانوں کی نسبت غلط معلومات کا دریا ایسا بہایا ہے کہ اس کی مد کا جزر نہیں آتا۔ اس سبب سے کہ یورپ میں مذہبی جوش اس قسم کا نہیں رہا جیسا کہ ایشیا میں ہے تاریخی تحقیقات میں مذہب کے احکام لگانے مہذب محقق معیوب سمجھتے ہیں مگر وہ غلط معلومات خاکستر تلے کی چنگاریاں ہیں جب اُن کو ہوا لگتی ہے تو وہ بھڑک کر آگ لگا دیتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی تاریخوں کو نکتہ چینی اور عیب بینی کی نظر سے اس طرح دیکھتے ہیں کہ ایک ایشیائی مورخ جو اپنے ملک اور قوم کے حالات پر علم رکھتا ہے وہ ان کی تحقیقات کو اس نظر سے دیکھتا ہے جس نظر سے اہل یورپ ایشیائی تاریخوں کو دیکھتے ہیں اس کا بیان مقدمہ میں تفصیل سے میں نے کیا ہے۔

ہندوؤں و مسلمانوں کے باہمی معاملات و مہمات کا بیان مسلمانوں کی تاریخوں میں بالاجمال صحیح ہے ان کی تفصیل میں غلطیاں دانستہ یا نادانستہ ہوئی ہوں جیسی کہ اس تہذیب کے زمانہ میں بھی ہوتی ہیں۔ مجھے اپنی تاریخ میں ایک طرفہ بیان بہ مجبوری کرنا پڑتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں کی تصنیفات سے تاریخیں موجود نہیں ہیں کہ دونوں کا مقابلہ کر کے ثالث بالخیر بن کو تاریخ لکھی جائے اب ایک بڑا مسئلہ بحث کے لیے یہ پیش ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی تصنیف سے تاریخیں کیوں نہیں موجود؟ کیا انھوں نے تصنیف نہیں کیں یا تصنیف کیں وہ برباد ہوگئیں فرنگستان کے محققوں نے اس مسئلہ میں بڑی بڑی موشگافیاں کی ہیں۔ اول سر ولیم جونز نے یہ تحقیقات شروع کی۔ یہ فاضل جو بہت سے زبانوں میں استعداد کامل رکھتا تھا اور سنسکرت کا پنڈت تھا۔ اس کو توقع تھی کہ ہندوؤں کے یہاں کتب تواریخ اس قدر دستیاب ہونگی کہ وہ تواریخ عالم کے علم کو بڑھا دینگی مگر اس کو بعد از تحقیقات مایوسی ہوئی۔ سنسکرت میں اس کو تاریخوں کا پتہ نہ لگا اور محققوں کی تحقیق کا نتیجہ بھی یہی ہوا۔ مگر ایک فرانسیسی مشرقی زبانوں کا فاضل انگریزوں پر جھنجلا کر کہتا ہے کہ وہ کیوں نہیں ان تاریخوں کو بہم پہنچاتے ہیں اگر وہ موجود نہ ہوتیں تو ابوالفضل نے کیونکر ہندوؤں کے قدیمی زمانہ کا حال دریافت کر کے اپنے آئین اکبری میں لکھدیا۔ مسٹر ولسن نے تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا ترجمہ کر کے اس امر کی شہادت دی کہ علم تاریخ سے ہندو بے بہرہ نہ تھے وہ بھی مسلسل تواریخ قومی اور ملکی رکھتے تھے مگر اس مستثنیٰ صورت سے انگلستان و فرانس و جرمن نے محققین نے نہ مانا کہ ہندو علم تاریخ کی کتابیں رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے سنسکرت کی کتابوں کے کتب خانوں کو چھان مارا مگر ان کو تاریخوں کی کتابوں کا ذخیرہ نہ ہاتھ لگا۔ اُنھوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ہندوؤں کے زمانہ قدیم کے حالات تاریخی کتب سے تحقیق ہونے ناممکن ہیں۔ ہاں اور بہت سے اسباب ہیں جیسے سیلپچر (بت تراشی) ڈرما (ناٹک)۔ کتابے۔

عماریں. علم ادب ۔ پوران ۔ قوانین ۔ قصص ۔ شاعری ۔ راجاؤں کے نسب نامے کبیشرو بھاٹوں کے کبت اور راسے ایسے ہیں کہ جنسے ہندوؤں کی تاریخ کا بڑا حصہ مرتب ہوسکتا ہی اور وہ اُنھوں نے کیا ہی مگر اس میں واقعات کی نسبت قیاسات بہت ہیں اور محققین میں آپسمیں رایوں کا اختلاف ہی ۔

بعض فرنگستانی متعصب کوتاہ بین محقق ان تاریخوں کی کمیابی و نایابی کو افترا کر کے مسلمانوں کے سر اس طرح تھوپتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا تو ہم کو یقین نہیں ہوتا کہ ہندو کی قدیمی مہذب قوم جو بہت سے علموں کی موجد ہو علوم ریاضیہ سے ماہر ۔ علم موسیقی و شاعری میں بے مثل ۔ سنگ تراشی و معماری میں علماً و عملاً واقف ۔ وہ علم تاریخ سے بے بہرہ ہو جو سب ملکوں و قوموں میں قدیم سے چلا آتا ہو اور سب سے زیادہ آسان ہو اور اس میں فقط واقعات و حادثات اور حالات شاہی کی نقل کرنی ہو ۔ جہاں وہ بڑے بڑے پنڈت عالی دماغ و روشن ضمیر موجود ہوں جن کے علم و فضل کی شہادتیں موجود ہیں وہاں کسی وقائع نگار کا نہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ انکے پاس تاریخی کتابیں ضرور ہونگی مگر ان کو مسلمانوں نے اس طرح غارت کیا ہوگا جیسا کہ کتب خانہ اسکندریہ کو جلا کر خاک میں ملایا تھا ۔ ان ناحق شناسوں کو یہ علم نہیں کہ حق پرست فرنگستانی محققین کی تحقیق کے مطابق اہل اسلام پر اسکندریہ کے کتب خانے کے جلانے کا الزام غلط ہی دوم اس زمانہ میں ہر قطعہ ہند میں گورنمنٹ نے جو سنسکرت کی کتابوں کی فہرستیں مرتب کرائی ہیں انمیں زیادہ تر وہی کتابیں ہیں جو مسلمانوں کے عہد سلطنت میں قلمی لکھی گئی ہیں ۔ غرض یہ اہل اسلام پر محض افترا اور بہتان ہی کہ اُنھوں نے ہندوؤں کی سنسکرت کتابوں کو غارت کیا ہو ۔ خود فرنگستانی محقق کہ جنکی طبیعت حق پرست و انصاف دوست ہی وہ اس کا خیال بھی نہیں کرتے کہ ہندوؤں کی کتب تواریخ کی کمیابی اس سبب سے ہوئی ہی یہ کہنا بھی غلط ہی کہ ہندوؤں کی شائستگی سے بعید ہی کہ وہ کتب تواریخ کو تصنیف نہ کریں دوسرا گروہ محققین کا یہ کہتا ہی کہ ہندوؤں کے

واقعات عظیم الشان ہوتے ہیں۔ کھیل میں لڑکوں کا حال اپنی ہار جیت کے بیان میں یہی ہوتا ہے۔ جب کسی لڑکے کا کنکوا کٹ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اتفاقیہ پاؤں کے تلے ڈور آگئی تھی۔ مسلمانوں کی تواریخ کی غلط نمائیوں پر یورپ کے محقق پلے بیٹھے ہیں۔ گو ابتدا میں ہندوؤں کی زبان اور مذہب اور عادات و اوضاع و اطوار اور بہت سے حالات پر مسلمانوں کی کتابوں کے ذریعہ سے اُن کو علم حاصل ہوا ہے مگر اب یورپ میں بڑے بڑے سنسکرت سکالر جن کا علم یہاں کے پنڈتوں سے کچھ کم نہیں ہے موجود ہیں۔ رات دن تحقیقات میں لگے رہتے ہیں۔ اسباب تحقیق ان پاس بہت ہیں۔ اُنھوں نے ہندوؤں کی بڑی بڑی تاریخیں لکھی ہیں اور لکھ رہے ہیں علیٰ ہذا القیاس عربی فارسی زبانوں کے فاضلوں کی کمی نہیں ہے وہ ہر طرح کے مسلمانوں کی کتابوں کی چھان بین کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نایاب کتابوں کو بھی اُنھوں نے اپنی سعی سے بہم پہنچایا ہے اورینٹل کونگریس کے سالانہ جلسہ میں وہ جو اپنے کارنامے دکھاتے ہیں خرق عادات سے کم نہیں ہوتے مگر افسوس یہ ہے کہ یورپ میں مذہب نے سب قوموں کی نسبت خاصکر مسلمانوں کی نسبت غلط معلومات کا دریا ایسا بہایا ہے کہ اس کی مد کا جزر نہیں آتا۔ اس سبب سے کہ یورپ میں مذہبی جوش اس قسم کا نہیں رہا جیسا کہ ایشیا میں ہے تاریخی تحقیقات میں مذہب کے احکام لگانے مہذب محقق معیوب سمجھتے ہیں مگر وہ غلط معلومات خاکستر تلے کی چنگاریاں ہیں جب اُن کو ہوا لگتی ہے تو وہ بھڑک کر آگ لگا دیتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی تاریخوں کو نکتہ چینی اور عیب بینی کی نظر سے اس طرح دیکھتے ہیں کہ ایک ایشیائی مورخ جو اپنے ملک اور قوم کے حالات پر علم رکھتا ہے وہ ان کی تحقیقات کو اس نظر سے دیکھتا ہے جس نظر سے اہل یورپ ایشیائی تاریخوں کو دیکھتے ہیں اس کا بیان مقدمہ میں تفصیل سے میں نے کیا ہے۔

ہندوؤں و مسلمانوں کے باہمی معاملات و مہمات کا بیان مسلمانوں کی تاریخوں میں بالاجمال صحیح ہے ان کی تفصیل میں غلطیاں دانستہ یا نادانستہ ہوئی ہوں جیسی کہ اس تہذیب کے زمانہ میں بھی ہوتی ہیں۔ مجھے اپنی تاریخ میں ایک طرفہ بیان بہ مجبوری کرنا پڑتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں کی تصنیفات سے تاریخیں موجود نہیں ہیں کہ دونوں کا مقابلہ کر کے ثالث بالخیر بن کو تاریخ لکھی جائے اب ایک بڑا مسئلہ بحث کے لیے یہ پیش ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی تصنیف سے تاریخیں کیوں نہیں موجود؟ کیا انھوں نے تصنیف نہیں کیں یا تصنیف کیں وہ برباد ہوگئیں فرنگستان کے محققوں نے اس مسئلہ میں بڑی بڑی .... موشگافیاں کی ہیں۔ اول سر ولیم جونز نے یہ تحقیقات شروع کی۔ یہ فاضل جو بہت سے زبانوں میں استعداد کامل رکھتا تھا اور سنسکرت کا پنڈت تھا۔ اس کو توقع تھی کہ ہندوؤں کے یہاں کتب تواریخ اس قدر دستیاب ہونگی کہ وہ تواریخ عالم کے علم کو بڑھا دینگی مگر اس کو بعد از تحقیقات مایوسی ہوئی۔ سنسکرت میں اس کو تاریخوں کا پتہ نہ لگا اور محققوں کی تحقیق کا نتیجہ بھی یہی ہوا۔ مگر ایک فرانسیسی مشرقی زبانوں کا فاضل انگریزوں پر جھنجلا کر کہتا ہے کہ وہ کیوں نہیں ان تاریخوں کو بہم پہنچاتے ہیں اگر وہ موجود نہ ہوتیں تو ابوالفضل نے کیونکر ہندوؤں کے قدیمی زمانہ کا حال دریافت کر کے اپنے آئین اکبری میں لکھدیا۔ مسٹر ولسن نے تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا ترجمہ کر کے اس امر کی شہادت دی کہ علم تاریخ سے ہند بے بہرہ نہ تھے وہ بھی مسلسل تواریخ قومی اور ملکی رکھتے تھے مگر اس مستثنیٰ صورت سے انگلستان و فرانس و جرمن نے محققین نے نہ مانا کہ ہندو علم تاریخ کی کتابیں رکھتے ہیں۔ انھوں نے سنسکرت کی کتابوں کے کتب خانوں کو چھان مارا مگر ان کو تاریخوں کی کتابوں کا ذخیرہ نہ ہاتھ لگا۔ انھوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ہندوؤں کے زمانہ قدیم کے حالات تاریخی کتب سے تحقیق ہونے ناممکن ہیں۔ ہاں اور بہت سے اسباب ہیں جیسے سیلپر (بت تراشی) ڈریما (ناٹک)۔ کتابے۔

عماریں۔علم ادب۔پوران۔قوانین۔قصص۔شاعری۔راجاؤں کے نسب نامے بکثرت بھاٹوں کے کبت اور راسے ایسے ہیں کہ جنسے ہندوؤں کی تاریخ کا بڑا حصہ مرتب ہو سکتا ہی اور وہ اُنھوں نے کیا ہی مگر اس میں واقعات کی نسبت قیاسات بہت ہیں اور محققین میں آپسمیں رایوں کا اختلاف ہی۔

بعض فرنگستانی متعصب کوتاہ بیں محقق ان تاریخوں کی کمیابی و نایابی کو افترا کر کے مسلمانوں کے سر اس طرح تھوپتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا توہم کو یقین نہیں ہوتا کہ ہندو کی قدیمی مہذب قوم جو بہت سے علموں کی موجد ہو علوم ریاضیہ سے ماہر۔علم موسیقی و شاعری میں بے مثل۔سنگ تراشی و معماری میں علماً و عملاً واقف۔وہ علم تاریخ سے بے بہرہ ہو جو سب ملکوں و قوموں میں قدیم سے چلا آتا ہو اور سب سے زیادہ آسان ہو اور اس میں فقط واقعات و حادثات اور حالات شاہی کی نقل کرنی ہو۔جہاں وہ بڑے بڑے پنڈت عالی دماغ و روشن ضمیر موجود ہوں جن کے علم و فضل کی شہادتیں موجود ہیں وہاں کسی وقائع نگار کا نہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔اس سے ثابت ہوتا ہی کہ انکے پاس تاریخی کتابیں ضرور ہونگی مگر ان کو مسلمانوں نے اس طرح غارت کیا ہوگا جیسا کہ کتب خانہ اسکندریہ کو جلا کر خاک میں مٹایا تھا۔ان ناحق شناسوں کو یہ علم نہیں کہ حق پرست فرنگستانی محققین کی تحقیق کے مطابق اہل اسلام پر اسکندریہ کے کتب خانے کے جلانے کا الزام غلط ہی دوم اس زمانہ میں ہر قطعہ ہند میں گورنمنٹ نے جو سنسکرت کی کتابوں کی فہرستیں مرتب کرائی ہیں انمیں زیادہ تر وہی کتابیں ہیں جو مسلمانوں کے عہد سلطنت میں قلمی لکھی گئی ہیں۔غرض یہ اہل اسلام پر محض افترا اور بہتان ہی کہ اُنھوں نے ہندوؤں کی سنسکرت کتابوں کو غارت کیا ہو۔خود فرنگستانی محقق کہ جنکی طبیعت حق پرست اور انصاف دوست ہی وہ اس کا خیال بھی نہیں کرتے کہ ہندوؤں کی کتب تواریخ کی کمیابی اس سبب سے ہوئی ہی یہ کہنا بھی غلط ہی کہ ہندوؤں کی شائستگی سے بعید ہی کہ وہ کتب تواریخ کو تصنیف نہ کریں دوسرا گروہ محققین کا یہ کہتا ہی کہ ہندوؤں کے

عالم فاضل اپنی ذہانت کو الٰہیات۔ حکمت۔ فلسفہ۔ منطق۔ ہئیات۔ ریاضی۔ تصوف میں صرف
کرتے تھے۔ تاریخ کے واقعہ نویسی کو اپنے علم کے اعلیٰ درجے کے آگے کمتر جانتے تھے خیالات
کی بلندی واقعہ نویسی کی پستی میں اُن کو نہیں جانے دیتی تھی۔ جتنی ہندؤں کی علمی کتابیں
اور قوموں کی کتابوں سے مختلف طرح کی ہیں۔ ایسی ہی انکی تواریخ کی طرز اور طرح ہی نرالی
ہی جنسے تاریخی حال اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا جن بزرگوں نے یہ کتابیں لکھیں۔ وہ دین کے
کاموں کے آگے دنیا کے کاروبار کو ہیچ و پوچ جانتے تھے انکا زمانہ ایسا بھولا تھا کہ اس
میں عجیب و غریب قصص و افسانے مقبول خاص و عام ہوتے تھے سوا اسکے یہ بھی قاعدہ
ہی کہ جب جغرافیہ داں کسی سرزمین کا حال نہیں دریافت کر سکتا تو وہ اُسکی جگہ نقشہ میں چھوڑ
دیتا ہی اور یہ لکھ دیتا ہی کہ یہ سرزمین انسان کی آبادی کے قابل نہیں اسمیں حیوانات بستے
ہیں اور اگر انسان کہیں آباد ہیں تو وہ بھی بہائم سیرت ہیں ایسے ہی مورخ جس زمانہ کا حال
نہیں جانتے تو اُسمیں ملکشوں۔ جنوں۔ دیووں۔ دیوتاؤں کی سلطنت بتاتے ہیں۔ اور
تمام لوازم سلطنت کو ان کے بیان کر کے عجیب عجیب قصے بیان کرتے ہیں۔ مسلمانوں
کی بہت سی تاریخوں میں ابتداء زمانہ کا حال جنوں کی آبادی سے اور ابوالحسن کی
بادشاہی سے شروع ہوتا ہی یہی حال ہندؤں کی بہت سی کتابوں کا ہی کہ ایسے قصے
کہانیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ سوا اسکے اُنھوں نے کبیشروں اور بھاٹوں کو اپنا
مورخ بنایا ہی۔ یہ سچ ہی کہ دنیا کی تاریخ کا بڑا حصہ شاعروں کی کتابوں میں موجود ہی
اور بہت سے تاریخی حالات اس سے معلوم ہو سکتے ہیں مگر شاعروں کو یہ اختیار رہے
کہ وہ ہر مضمون کو کم و بیش کر کے اپنے حسب مدعا بنا لیں۔ ان کے قلم پر بادشاہوں
کے علم کا بس نہیں چلتا۔ شاعر اپنی طرف سے قصے سچی تاریخ میں شامل کر کے
اس کی صورت کو مسخ کر دیتے ہیں اور سچ میں جو جی میں آتا ہے ملا دیتے ہیں۔
وحشیانہ مبالغہ کرتے ہیں مگر بعض قوموں اور زمانوں کے وہی مورخ ہیں۔ اشعار

میں تاریخ اپنا چہرہ اس طرح دکھاتی ہو جیسے کہ کج بین آئینہ میں آدمی کی صورت دکھائی دیتی ہو مگر ہندؤں کے ہاں اس شاعری میں یہ خرابی آنکر واقع ہوئی ہو کہ راجہ اور کبیشر میں ایسا تعلق ہوتا ہو کہ جس کے سبب سے کبیشروں کی راستبازی میں خلل پڑتا ہو کبیشر صرف زبانی تعریف کی عوض میں جس میں اس کے گروہ کا کچھ خرچ نہیں ہوتا اپنا دامن دولت سے پُر لیتا ہو۔ مدح فروشی وہ کرتا ہو اور جب کسی سے ناراض ہوجاتا ہو تو ہجو کرتا ہو اور صاف صاف سناتا ہو۔ بھاٹوں کو فارسی زبان میں باد فروش کہتے ہیں۔
راجاؤں کا قول ہو کہ ہم دشمن کی تلوار سے ایسے نہیں ڈرتے جیسے کہ کبیشروں کے کبتوں کے تیروں سے۔ کبیشر قوموں کی تفنن و تفریح طبع کے لیے فقط واقعات جنگ اور خونریزیوں کو بیان کرتا ہو اور باقی اور سب طرح کے تاریخی حالات کو فروگذاشت کرتا ہو مگر ہاں وہ مذہبی باتوں اور اوضاع و اطوار کو بھی ایسے طور سے بیان کرتا ہو جنکی صحت میں کلام نہیں ہوسکتا۔ ہندؤں کے علم ادب میں صرف ایک تاریخ کشمیر ہو جس کا نام راج ترنگنی ہو اور آخر زمانہ میں چند نامی کبیشر بڑا گذرا ہو اُس نے پرتھی راج کے حالات ۶۹ کتابوں میں لاکھ دوہوں میں لکھے ہیں اور راجستان کے ہر خاندان کا حال اس میں کم و بیش درج ہے جن سے اس کی شجاعت و جوانمردی اور جنگی مہمات کا حال اس عہد کا معلوم ہوتا ہو کہ جس میں دریائے کرمان سے لشکروں کی گھٹائیں اوٹھکر ہمالیہ پہاڑ کے اندر سے ہوتی ہوئی ہند پر برسی۔ اس بارش کا پانی جس پرچوت تے پیا ہو اس کا حال اسمیں ضرور ہی پرتھی راج کی لڑائیاں اور آشتیاں۔ اسکے مختلف باجگذاروں اور معاونوں کا حال اور اُن کے شجروں کی کیفیت مکانات کا حال چند کی تصنیفات سے معلوم ہوسکتا ہے وہ تاریخ و جغرافیہ کی ایک یادداشت ہے اور سوا اس کے مذہب اور اوضاع و اطوار کی وہ تاریخ ہے۔ بہت سی سچی باتیں

اسکی تصنیفات میں موجود ہیں۔ اس نے حالات بچشم خود دید لکھے ہیں اس کی تصنیفات سے اور بہت سے اپنی تحقیقات سے اور کبیشروں اور بھاٹوں کے کبتوں سے اور گیتوں دعمارتوں سے کرنیل ٹوڈ صاحب نے تاریخ راجستان بہت محنت سے نہایت دلچسپ لکھی ہے گو زمانہ حال میں اس پر نکتہ چینیاں اور اعتراضات ہوتے ہیں اور غلطیاں تبلائی جاتی ہیں۔ صاحب ممدوح کو راجپوتوں کے ساتھ ایسی موانست تھی کہ اُنھوں نے ان کی تاریخ ایسی طرفداری سے لکھی ہے کہ اگر کوئی رجپوت اس کو لکھتا تو اس سے زیادہ اپنی قوم کی حمایت نہ کرتا اس لیے میں اس راجستان کی تاریخ سے ہندو مسلمانوں کی بعض لڑائیوں کا بیان لکھوں گا ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کسی بڑے متعصب رجپوت نے لکھی ہے۔ اس لکھنے سے غرض یہ ہے کہ میری تاریخ پر یہ اعتراض نہ ہو کہ وہ یک طرفہ بیان ہے دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ دونوں کے بیان میں واقعات عظیمہ میں بہت کم فرق ہے۔ میواڑ اور مارواڑ سے مسلمانوں کا تعلق زیادہ تر رہا ہے اس لیے ہم انہیں کی تاریخ زیادہ تر ٹوڈ راجستان سے لکھتے ہیں۔

میواڑ کی تاریخ

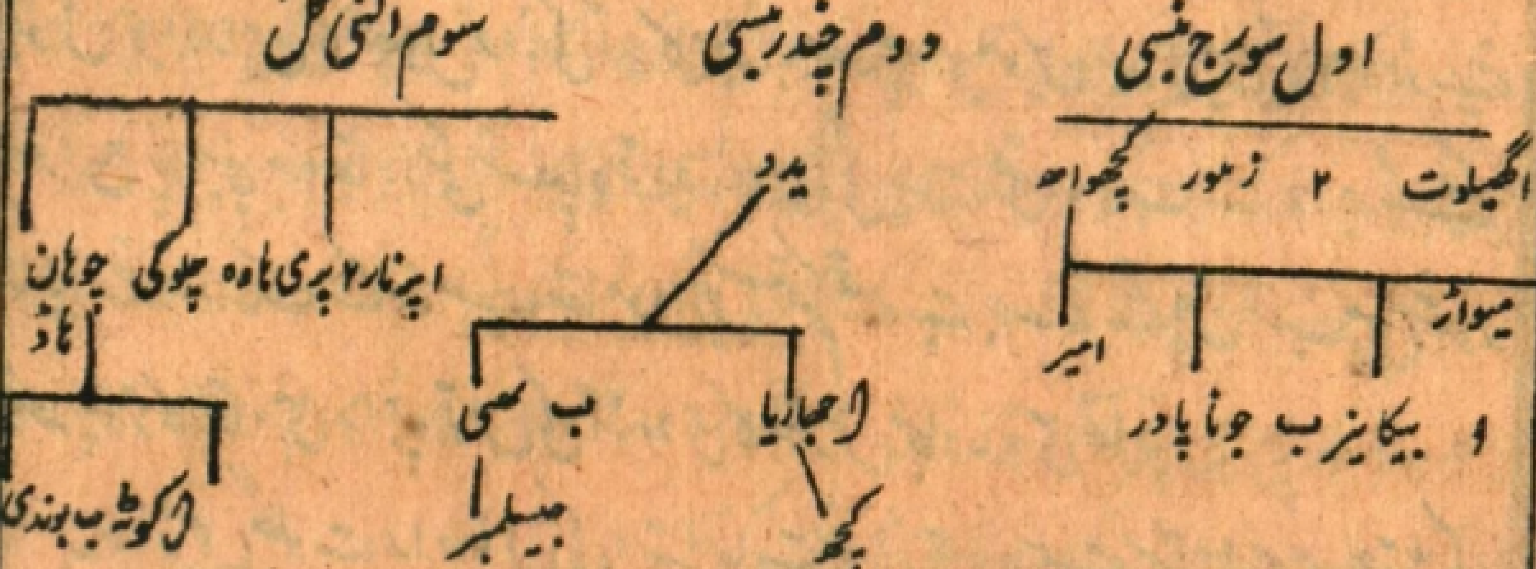
تمہید

شرافت وقدامت نسب پر افتخار کرنا انسان کو بالطبع پسند ہے ہر زمانہ میں ہر ملک میں قومیں اس شرافت وقدامت کا دعوی کرتی چلی آئی ہیں۔ اس افتخار میں قوموں نے اسی پر بس نہیں کی کہ وہ اعلی ترین انسانوں کی اولاد میں سے اپنے تئیں تبلاتے بلکہ بعض قوموں نے ایسی بلند پروازی کی کہ آسمانی اولاد بنیں۔ زمین پر بیٹھے بیٹھے فلک اور اجرام فلکی سے ناتہ رشتہ اُنھوں نے جوڑا۔ بعض نے اپنے تئیں نیم آسمانی بنایا۔ بعض نے دیوتاؤں کی سنتان بنایا غرض اپنے تئیں عجیب الخلقت

بنایا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح فخر کرنا اور انسان کی قدرتی فطرت کے موافق جنم لینے سے انکار کرنا اپنی ہنسی اڑانا ہی۔ بھلا کہاں آسمان کے مہر و ماہ اور کہاں زمین پر انسان۔ عقل کب اجازت دیتی ہی کہ غیر جنسوں میں وصل ہو کر انسان کی ولادت ہو۔ آبا و اجداد کے ایجاد کا شوق انھیں آدمیوں اور قوموں میں پیدا ہوتا ہی جن کے خاندان مستند نہیں ہوتے یا وہ اپنے وطن سے غیر وطن میں چلے جاتے ہیں یا ان کے خاندان کا سلسلہ گم ہو جاتا ہی۔

فرنگستانی مورخ کہتے ہیں کہ رجپوتوں کے تین مشہور بنس ہیں جنکی اصل حقیقت کبھی صحت سے نہیں دریافت ہو سکتی۔ ان کی تاریخ ان قدیمی زمانوں میں الٹی جاتی ہی جن میں وہ تاریکی کی گھٹا چھائی ہوئی ہی۔ کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس زمانہ میں زمین پر وہ بہادر شجاع تھے جو دیوتاؤں سے لڑتے تھے۔ روایات یوں چلی آتی ہیں کہ ایک بنس انکا سورج کی اولاد ہی اس لیے وہ سورج بنسی کہلاتے ہیں۔ اکشواکو سورج کا پوتا تھا اسکی چوبیسویں پیڑھی میں رامچندر مہاراجہ اجودھیا پیدا ہوئے اُس سے یہ بنس چلا۔ دوسرا بنس انکا چاند کی اولاد ہی جنکو چندر بنسی کہتے ہیں جو بدھ (عطارد) اور کرشن سے پیدا ہوئے۔ تیسرا بنس انکا اگنی کا تھا وہ اگستا کی اولاد ہی۔ یعنی اُس آگ کی جو آبو کے پہاڑ پر روشن ہوئی تھی۔ ان تین بنسوں سے چھتیس شاخیں رجپوتوں کی پیدا ہوئیں۔ جو رجپوتوں کو اپنی شرافت پر فخر ہی وہ کسی اور قوم کو نہیں ہی۔ ان کی شجاعت و بہادری ضرب المثل ہی اور آزادی ان کو بالطبع پسند ہی وہ مصائب و آفات کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کرتے ہیں۔ روئے زمین پر کوئی قوم ان کی برابر ایسی نہیں ہی کہ جس سے باوجود انقلابات و حوادثات زمانہ کے اپنی شائستگی و تہذیب و اوضاع و اطوار آبائی کو بدستور قائم رکھا۔ جب ان پر سخت ظلم ہوتا ہی تو وہ اپنی بڑی بہادری دکھاتے ہیں نیچے کی فہرست میں ابتدائی بنس اور

ان کے ساتھ بڑے بڑے راجاؤں کے کُل اور اُن کی وہ شاخیں راجاؤں کی جو سولھویں عیسوی میں مشہور ہوئیں لکھی ہیں۔



پہلے سارے ہندوستان میں راجپوت ہی راج کرتے تھے۔ راجپوت کے معنی ایسے ہی تھے جیسے کہ مسلمانوں میں امیر کے اور ترکوں میں بیگ کے ہوتے ہیں مگر جب انکا راج مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا تو راجپوت کے معنی میں بھی فرق آیا اور ایسا تنزل ہوا کہ ارولی پربت کے گرد کے باشندوں کو رجپوت کہنے لگے راجپوت راجاؤں میں میواڑ کا رانا سب سے بڑا اور شریف سمجھا جاتا تھا اور تمام راجپوتانہ اسکی بزرگی اور عظمت کو مانتا تھا اور اپنے سے بڑا جانتا تھا یہ شرف اسی رانا کے خاندان کو حاصل ہے کہ اس نے مسلمانوں سے رشتہ مندی کرکے اپنی نسل میں ان کا خون اور راجپوت راجاؤں کی طرح نہیں ملایا۔ باوجودیکہ ان سے سخت مقابلہ اور خونریز معرکہ ہوتے رہے۔

میواڑ کی حدود جواب ہیں اخیں کے قریب قریب اکبر کے زمانہ میں تھیں۔ اس کا رقبہ ۱۲۶۱۴۸ مربع میل ہے۔

۲۳ درجہ ۴۶ دقیقے اور ۲۵ درجے ۳۶ دقیقے شمالی عرض بلد اور ۷۳ درجے اور ۵۰ دقیقے اور ۷۵ درجے ۳۵ دقیقے مشرقی طول بلد کے درمیان وہ واقع ہے اور اس کی حدود یہ ہیں شمال میں ریاستہائے جے پور اور اجمیر جنوب میں پرتاب گڈھ اور ڈونگرپور مشرق میں کوٹہ اور بوندی مغرب میں مارواڑ تین پانچویں حصے اسکے ہموار ہیں۔

اور باقی پہاڑ یا زمیں بہت ناہموار ہی کھیتی خوب ہوتی ہی - مویشی اچھی طرح پالے جاتے ہیں بعض جگہ کانیں بھی کھودی جاتی ہیں - کئی ندیاں اور دریا بہتے ہیں - آبپاشی بہت احتیاط سے ہوتی ہی اور اس کا محصول رانا کی آمد کا معتد بہ حصہ ہی سولھویں صدی میں تیں میواڑ اپنے معراج پر پہنچا ہوا تھا - اسکی سپاہ قواعد داں جنگی بہت تھی - بہت سے راجہ اُسکے تابع تھے اور ملک کے مناسب مقاموں میں مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے ان سب میں مشہور قلعہ چتوڑ کا تھا وہی راجپوتوں کی آزادی کا مقدس ملجاد مادی تھا -

میواڑ میں گھلوت راجاؤں کی ابتدا بپا سے ہوئی ہی وہ سمت ۷۸۴/۷۲۸ء میں چتوڑ کی راج گدی پر بیٹھا - جب بپا چتوڑ میں راج کرتا تھا تو بغداد میں ولید خلیفہ تھا - محمد بن قاسم نے ہندوستان پر جو حملے کیے - ہندوؤں کی تاریخ میں ان حملوں کا بیان سوا اسکے کچھ اور نہیں ہی کہ ملچھ کبھی سندھ سے کبھی سمندر سے آئے سمت ۷۵۰/۶۹۴ سے سمت ۷۸۰/۷۲۴ تک میں مسلمانوں نے جو چتوڑ پر حملے کیے اُس کی حفاظت میں بہت سے راجاؤں نے مدد کی اور مسلمانوں کے حملوں کو جو موری نیس پر ہوئے اس نے گھلوت کے نوجوانوں کی مدد لیکر ہٹا دیے مسلمان کچلی بند سے متھرا میں آئے اور سوراشٹر اور سندھ کی طرف سے اُنھوں نے مراجعت کی - بپا نے ان کا تعاقب کیا اُس نے اپنے باپ دادا کے شہر گجنی (کھنبایت) اسور (مسلمانوں) کے قبضہ میں دیکھا - سلیم وہاں حکمراں تھا اس کو شکست دیکر اسکی بیٹی سے بپا نے بیاہ کیا - یہ ایک تعجب خیز امر ہی کہ ایک ہندو مسلمان سے یوں بیاہ کرے - میواڑ کے راجہ کھمان کے عہد میں سنہ ۸۱۲ء و ۸۸۳ء کے درمیان محمود خراسانی کے حملہ کا بیان لکھا ہی جس کی حمایت کے لیے بہت سے راجہ آئے - کھمان کے رس میں اس کا بیان ہی کھمان ۲۴ بڑی بڑی لڑائیاں لڑا - جس سے اُس کا نام ہوا - اس کی پندرھویں پیڑھی میں سرسی اس کا جانشین ہوا - وہ سمت ۱۲۰۶ میں پیدا ہوا تھا اسکے زمانہ میں یہ بڑا انقلاب ہوا کہ مسلمانوں کے حملے

ایسے ہوئے کہ ہندوؤں کے سر پر سے راج کا تاج اُتر گیا اور مسلمانوں کے سر پر رکھا گیا۔
اب ہم کیشر چند کے بیان کو اُنھیں کے محاورات میں بیان کرتے ہیں وہ اس زمانہ کا
حال یہ لکھتا ہی کہ پٹن میں بھولا بھیم۔ چالوک آہنین تن تھے کوہ آبو پر جیت پر مرا۔ میدان جنگ
میں قطبی تارا ہی کہ اپنی جگہ سے ہلتا نہیں جانتا سوا اُس میں سمیر سنگھ ہی جو بڑے بڑے زبردست
راجاؤں سے خراج لیتا ہی وہ دہلی کے دشمنوں کے روکنے کے لیئے لوہے کی دیوار ہی۔
سب کے بیچ میں اپنی قوت میں زبردست منڈور کا راجہ مغرور ناہر راؤ ہی جو مارو کی
قوت بازو ہے اور وہ کسی سے خوف نہیں کرتا۔

دہلی میں سب سے بڑا راجہ آننگ پال ہی جس کے حکم سے یہ راجہ حاضر ہوئے۔
راجہ منڈور۔ راجہ ناگور۔ وسندھ۔ جلوت۔ اور حدود کے راجہ۔ پٹیور۔ لاہور کانگڑا
اور کوہستانی راجہ و راجہ کاشی و پریاگ۔ اور گڈھ دیوگیری۔ سرد ملکوں کے راجہ
یہ سب اس کی قوت سے ڈرتے تھے۔ جب زابلستان سے بھٹی نکالے گئے ہیں۔ وہ
ان مقامات میں رہتے تھے۔ پنجاب میں سالباہن اور ٹنوٹ۔ دیراول میں جنکو آخر میں
اُنھوں نے آباد کیا تھا اور قدیمی نوڈورا میں جس کو انھوں نے ریگستان میں فتح کیا
تھا اور اس زمانہ میں وہ اپنا دارالقرار جیسلمیر بنا رہے تھے۔ اس کونے میں صدیوں
تک وہ خلفا کے نائبوں سے اور دریں لڑتے رہے۔ اور کبھی کبھی اُنھوں نے اپنے
قدیمی ملک کو شہر ٹاک تک جو دریار سندھ پر ہی اُن سے واپس لے لیا۔ ان کا مقام ایسا تھا
کہ وہ ہندوستان سے کم تعلق رکھتے تھے پرتھی راج کا ایک بڑا افسر اچلیس تھا وہ
راجہ بھٹی کا بھائی تھا اس سبب سے ان کو تعلق اس راجہ کے عہد میں ہندوستان سے
پیدا ہوا۔ پرتھی راج کی بہن کی شادی سمرسی کے راجہ چتوڑ سے ہوئی۔ اس لیئے
جب پرتھی راج کی لڑائی شہاب الدین غوری سے ہوئی تو پرتھی راج نے اس کو
ایلچی بھیج کے بلایا۔ گگر کی لڑائی میں وہ اور اس کا بیٹا مارے گئے۔ چند نے اسکی بہت سی

بشانی کی ہی سمرسی کے کئی بیٹے تھے۔ کرنا اُس کا جانشین سمت ۱۲۴۹/۱۱۹۲ میں ہوا۔ اسکی ماں کرم دیوی بڑی لائق اور ہوشیار تھی وہ قطب الدین سے امیر کے قریب لڑی تو راجہ اور گیارہ چھوٹے سردار اسکے ہمراہ تھے۔ قطب الدین کو شکست ہوئی اور وہ زخمی ہوا اس کے بعد سمت ۱۲۲۵/۱۲۰۸ میں راہب چتور کا راجہ ہوا وہ شمس الدین سے ناگور میں لڑا اور غالب رہا اس راجہ نے دو بڑی تبدیلیاں کیں۔ اوّل اس نے قوم کا نام بدل کر سسودیا رکھا۔ دوم پہلے جو چتوڑ کے راجہ کو راول کہتے تھے اس لقب کو بدل کر اس نے رانا لقب کر دیا۔ نصف صدی میں میواڑ میں تو راجاؤں نے راج کیا۔ نویں پیڑھی میں راہب کا بیٹا لکھمسی چتوڑ کا راجہ ہوا۔ کرنا اور راہب

لکھمسی اپنے باپ کی جگہ سمت ۱۳۳۱/۱۲۷۵ میں تخت نشین ہوا اس کے راج کا بڑا واقعہ چتوڑ کی تاریخ میں سلطان علاء الدین کا حملہ ہے۔ سلطان نے دو دفعہ اس پر حملہ کیا۔ وہ پہلی دفعہ میں ناکام رہا۔ دوسری دفعہ فتحیاب ہوا۔ لکھمسی خردسال تھا اس کا چچا بھیمسی اس کا سرپرست تھا۔ ٹوڈ راجستان میں تو لکھا ہے کہ بھیمسی نے سی لون کے راجہ ہمبر کی بیٹی سے بیاہ کیا تھا۔ بیوی اس کی حسن وجمال میں بے مثال تھی اسی لیے اس کو پدمنی کہتے تھے۔ مگر ابوالفضل نے لکھا ہے کہ راول رتن سی مرزبان چتوڑ کے پاس ایک پدمنی تھی۔ سلطان علاء الدین کو اس سے عشق ہوا اس کے بیان کو ہندی کبیشر اور بھاٹ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ علاء الدین نے جو چتوڑ پر حملہ کیا اس میں اس کو خیال ملک اور دولت حاصل کرنے کا ایسا نہ تھا جیسا کہ اس پدمنی کے ہاتھ لگنے کا۔ جب حملہ میں عرصہ دراز ہو گیا تو اس نے رانا سے اس پدمنی کی درخواست کی جب اسکے تئیں ناکامی ہوئی تو اس نے اس خواہش پر بس کی کہ پدمنی کو مجھے دکھا دو اس کی درخواست کے جواب میں اس سے کہا کہ وہ فقط آئینہ میں اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے تو اُس نے یہی سلطان علاء الدین کا حملہ چتوڑ پر

منظور کر لیا۔ اس آرزو میں وہ تھوڑے سے آدمیوں کو ساتھ لیکر راجپوتوں کی ایمانداری پر بھروسہ کر کے قلعہ کے اندر گیا اور آئینہ میں اپنے محبوب کا چہرہ دیکھکر واپس آیا۔ راجپوت بھی سلطان کی ایمانداری پر اعتبار کر کے قلعہ کے نیچے اس کے ہمرکاب آئے۔ راہ میں ہمراہیوں سے مہمان یہ عذر خواہی کرتا رہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ناحق تکلیف دی۔ سلطان نے یہ جان جوکھوں کا کام رجپوتوں کی ایمانداری کے سبب سے کیا تھا مگر کمین گاہوں میں اُس نے اپنے آدمی بٹھا رکھے تھے۔ جنھوں نے بھیم سی کو گرفتار کر لیا اور اپنے لشکر میں اُس کو جلد لے آئے۔ اب اس کی رہائی کا مدار پدمنی کے حوالہ کر دینے پر ٹھیرا۔

جب چتوڑ میں اس ہولناک واقعہ کی شہرت ہوئی تو راجپوتوں کے اوسان خطا ہوئے اور آپس میں گفتگو ہونے لگی کہ پدمنی کو حوالہ کریں یا بھیم سی کو چھڑائیں۔ پدمنی سے یہ حال کہا گیا تو اُس نے اپنے چچا گور اور اُس کے بھتیجے بادل کو بلایا یہ دونوں سنگالی امیرزادے تھے اُن سے یہ سارا احوال کہا اُنھوں نے ایسی تدبیر سوچی کہ جس میں بھیم سی کو رہائی ہو جاوے اور پدمنی کی بھی جان اور عصمت بچ جاوے سلطان علاء الدین کو یہ کہلا بھجوایا کہ جس روز تو اپنے مورچوں سے پرے ہٹ جاوے گا تو اُسی روز تیرے پاس پدمنی روانہ ہو گی مگر وہ اُسی ٹھاٹھ کے ساتھ آئے گی جو اُس کی شان کو شایاں ہے اس کی ساری لونڈیاں اور نوکریں ساتھ ہونگیں جو دہلی جائیں گی۔ اور آخر رخصت کی ملاقات کے لیے اس کی کل سہیلیاں بھی ہمراہ ہونگیں۔ خیمہ گاہ پر سے وہ آخر ملاقات کر کے اُلٹی چلی آئیں گی سلطان نے خوش ہو کر حکم دیدیا کہ پدمنی کی سواری کی پردہ داری میں ہر طرح کا اہتمام ہو اور کوئی اُسکے دیکھنے کا قصد نہ کرے۔ سات سو ڈولیاں سلطان کے خیمہ گاہ کو روانہ ہوئیں۔ ہر ڈولی کے اندر ایک سورما گبرو بیٹھا تھا۔ چھ چھ

مسلح سپاہی ڈولی بانوں کا بھیس بدلے ہوئے ڈولیوں کو کندھے پر لیے ہوئے تھے۔ سلطان کا خیمہ قناتوں سے گھرا ہوا تھا اُس میں یہ ڈولیاں داخل ہوئیں نصف گھنٹے کی اجازت مانگی گئی کہ پدمنی اپنے شوہر سے آخر ملاقات کرلے۔ بھیسی کو ایک ڈولی میں بٹھا کر چلتا کیا اور باقی ڈولیاں رکھی رہیں کہ وہ رانی کے ساتھ دہلی جائینگی جب اس ملاقات میں دیر لگی تو علاء الدین کے دل میں میاں بیوی کے ملاپ کا رشک پیدا ہوا۔ اسکی نیت میں یہ نہ تھا کہ بھیسی کو خلاص کرے جب وہ آیا تو یکایک ڈولیوں میں سے بجائے عورتوں کے جانباز سپاہی نکلے مگر علاء الدین کے ساتھ بھی مسلح آدمی بہت تھے اس نے اپنے سپاہیوں کو ان کے تعاقب کا حکم دیا۔ بھیسی کے سپاہی پیچھے ہٹ ہٹ لڑتے جاتے تھے یہاں تک کہ کوئی ان میں زندہ نہیں رہا راہ میں بھیسی کے لیے ایک تیز رفتار رہوار لگا رکھا تھا وہ اس پر سوار ہوا اور خیر و عافیت سے قلعہ کے اندر پہنچ گیا۔ علاء الدین کی سپاہ سے قلعہ کے دروازہ پر گورہ اور بادل بہادروں کو ساتھ لے پدمنی کی عزت اور بھیسی کی جان بچانے کے لیے خوب لڑے اور کٹ مرے گورا تو مارا گیا اور بادل زخمی ہو کر بھاگا اور اور بہادروں میں چند ہی زندہ رہے کچھ عرصہ تک علاء الدین کی کامیابی میں التوا ہوا اور راجپوت بہادروں نے جانبازی کرکے اپنے مقابلہ کرنیکا خوف ایسا دلایا کہ سلطان اپنی اس مردانہ مہم سے بہ مجبوری باز آیا۔ بادل کی عمر بارہ برس کی تھی۔ اس عمر میں راجپوت اپنی اولاد کے ہونہار ہونے کا امتحان کیا کرتے ہیں وہ زخمی ہو کر بھاگا تھا۔ اسکا چچا گورا مارا گیا تھا اسکی چچی بھتیجے پاس آئی اور کہنے لگی کہ پہلے اس سے کہ میں اپنے خاوند پاس جاؤں تجھ سے یہ پوچھتی ہوں کہ میرے خاوند پر لڑائی میں کیا گزری۔ اُس نے کہا کہ لڑائی کا کھیت تو وہ کاٹ رہا تھا میں اُس کے قدموں کے نیچے خوشہ چینی کر رہا تھا اُس نے عزت کے خون آلود فرش پر ایک مقتول کا بچھونا بچھایا اور ایک وحشی شاہزادہ کو مار کر اُسکا تکیہ لگایا۔ دشمنوں کے گھیرے میں وہ اسپر سو گیا۔

اے مادر میں کیونکر اس کے کاموں کی تعریف کر سکتا ہوں اُس نے کوئی دشمن نہیں چھوڑا جو اُس کو ڈرائے یا اُس کی تعریف کرے چچی سنکر مُسکرائی اور بھتیجے سے یہ کہکر رخصت ہوئی کہ میرا خاوند میرے دیر لگانے سے خفا ہوگا پھر وہ جلتی آگ میں کود پڑی اور ستی ہوگئی۔

سلطان علاء الدین نے اپنے لشکر کو پھر مرتب کیا اور تازہ سپاہ بہم پہنچا کر قوی کیا اور چتوڑ پر دوبارہ حملہ سمت ۱۳۴۶ بکرماجیت ۱۲۹۰ء میں کیا فرشتہ نے ۱۲ برس بعد اس حملہ کو لکھا ہے۔

پہلے حملہ میں جو بہادروں کا نقصان ہوا تھا ابھی اس کا عوض ایسا نہ ہوا تھا کہ وہ بحال ہوتے۔ سلطان نے قوی حملہ کیا۔ جنوب کے پہاڑ پر قبضہ کرکے وہ قلعہ کے بہت قریب آگیا اور وہاں اس نے مورچے جمائے۔ راجپوت ان مورچوں کے نشان اب تک بتاتے ہیں۔ اس سخت حملہ سے راجپوتوں پر بلائیں نازل ہوئیں ایک کبیشر نے ان کے گیت خوب بنائے ہیں اور ان میں خوب مضمون تراشے ہیں وہ کہتا ہے کہ رانا دن کو بہت محنت کرکے ہارا تھکا رات کو بستر پر حیران پریشان پڑا یہ سوچتا تھا کہ میں کیا تدبیر کروں کہ میرے بارہ بیٹوں میں سے کاش ایک بیٹا تو بچ جائے اس تنہائی کی حالت اس کو یہ ندا آئی کہ میں بھوکی ہوں اس نے آنکھ اُٹھا کر دیے کے دھندلے اُجالے میں جو دیکھا تو دو ستوں کے درمیان چتوڑ کی محافظ دیبی شاہانہ لباس پہنے ہوئے جاتی ہوئی نظر آئی۔ رانا نے اس سے کہا کہ تو میرے آٹھ ہزار رشتہ داروں کو کھا چکی ہے۔ اس پر بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں راجاؤں کی بھینٹ لونگی۔ اگر چتوڑ کے راج کے بارہ وارث اپنا خون نہیں بہائینگے تو یہ راج انکے نسب سے نکل جائیگا یہ کہکر وہ غائب ہوگئی۔ رانا نے صبح کو امیروں کی کونسل جمع کر کے اس رات کے واقعہ کا بیان کیا سب نے کہا کہ رانا کو پریشان دماغی

اور پراگندہ دلی سے یہ سپنا دکھائی دیا ہے۔ رانا نے ان سب کو آدھی رات کو بلایا جب یہ سب شب کو آئے تو انکے سامنے وہی دیبی آئی اور کہنے لگی کہ ہر روز ایک راج کا وارث راج گدی پر بیٹھے اور کرنیا (آفتابی) جو بادشاہی امارات میں سے ہے اور چھترا (چھتر شاہی) اور چمرا (چنور شاہی) کی رسمیں ادا کی جائیں اور تین روز وہ سب پر حکمرانی کرے اور چوتھے روز دشمن سے لڑکر اپنی جان دے۔ میں ان وارثوں کے خون کی بھوکی ہوں۔ اگر اس سرزمین پر ہزاروں وحشیوں کی خون پاشی ہو تو مجھے اس سے کیا مطلب؟ میری یہ شرائط جب پوری ہونگیں تو میں تمہارے ساتھ رہونگی۔ گو یہ بیان کبیشروں کی گھڑت ہو یا رجپوتوں کے دل بڑھانے کے لیے یہ اختراع ہوا ہو مگر راجپوت اسکو سچ جانتے ہیں اس گھڑت سے ان کا مطلب حاصل ہوا کہ راجہ لکمسی کے بیٹوں میں ہر ایک اپنے ملک کے لیئے جان دینے میں اپنی تقدیم پر اصرار و تکرار کرتا تھا۔ ارسی نے کہا کہ میں عمر میں سب سے بڑا ہوں اس لیے میرا حق سب سے زیادہ مقدم ہے۔ اول ارسی کے راج تلک لگا اور سر پر چھتر چھایا گیا۔ تین دن راج کرکے چوتھے روز دشمن سے لڑکر سنسار سے سدھارا۔ اس کے بعد عمر میں اجی سی تھا اس نے رانا سے درخواست کی مگر وہ رانا کو سب بیٹوں میں سب سے زیادہ عزیز تھا۔ اس لیے رانا نے یہ صلاح ٹھیرائی کہ اول اور اُسکے دس بھائی باری باری سے راج گدی پر بیٹھیں۔ سب بیٹوں نے باپ کی بات کو مان لیا۔ اس طرح گیارہ بھائی تین تین دن راج کرکے میدان جنگ میں دشمن سے لڑکر فنا ہوئے ایک بھائی باقی تھا جسکے قربان ہونے سے دشمن کے ہاتھ سے شہر بچتا تو رانا نے اپنے صلاح کار امراء کو بلایا اور ان سے کہا کہ اب میں خود چتوڑ پر جان قربان کرتا ہوں مگر اپنے قربان ہونے سے پہلے ایک اور عبرتناک قربانی اس نے یہ کی کہ اپنے حفظ ناموس کے لیے لکڑیوں کا انبار زمین کے اندر ایک غار میں لگایا جہاں سورج کی کرن کا بھی گذر نہ تھا۔ رانیاں اور امیرزادیاں وہاں جمع ہوئیں اور سب

اس چتا میں جلکر خاکستر ہو گئی - ان میں پدمنی بھی تھی جسکی خاک اس ڈھیر میں تھی۔ اسکی جان گئی مگر عصمت بچی۔ اجی سی کچھ فوج کو ہمراہ لیکر کلیواڑہ میں صحیح سلامت جا پہنچا رانا اپنے بیٹے کی اس سلامتی سے خوش ہوا کہ میرا نبس بالکل نیست و نابود ہونے سے سلامت رہا۔ پھر رانا اپنے جان نثاروں کو ہمراہ لیکر سلطان علاء الدین سے لڑا اور جان سے گیا۔ چتوڑ میں سلطان داخل ہوا وہ جانداروں سے خالی اور مُردوں سے پُر تھا چتا میں اُسکی معشوقہ دلربا کی لاش میں سے دُھواں اُٹھ رہا تھا یہ غار اس زمانہ میں بڑا مقدس و متبرک گنا جاتا ہی تو ہمات کے مطابق مشہور ہو گیا ہی کہ اس غار کا محافظ ایک بڑا اژدہا ہی جسکے سبب سے کسی آدمی کی رسائی نہیں ہوتی کہ آنکھ کھول کر دیکھے کہ وہاں کیا ہی۔ اب سکندر ثانی سلطان علاء الدین کا چتوڑ پر قبضہ ہوا اور بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ رجپوتوں کی بہت سی قومیں اُسکی مطیع ہو گئیں اُس نے جالور کے راجہ مالدیو کو جو اُس کا مطیع تھا یہ قلعہ حوالہ کیا۔

راجہ اجی سی جو زندہ بچا تھا وہ کلیواڑے میں رہتا تھا یہ شہر کوہستان اراولی کے وسط میں ہی اور یہ پہاڑ میواڑ کی سرحد مغربی ہے اس کے بعد اجی سی کے بڑے بھائی کا بیٹا ہمیر تخت نشین ہوا۔ اس نے مالدیو سے چتوڑ لے لیا۔ مالدیو چتوڑ چھنوا کے سلطان علاء الدین کے جانشین سلطان محمود خلجی پاس چلا گیا وہ فوج لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ سنگولی کے میدان میں لڑائی ہوئی اور محمود خلجی کو شکست ہوئی۔ وہ ایسے پہاڑوں میں سے لشکر کو لیکر گیا تھا کہ بہت سا لشکر اس کا بیکار ہو گیا تھا وہ خود قید ہو گیا۔ تین مہینے تک مقید رہا۔ اجمیر۔ رنتھنبور۔ ناگور۔ سوی سیوپور۔ اور پچاس لاکھ روپیہ اور سو ہاتھی دیکر رہا ہوا۔ ہندوستان میں ہمیر ہی ہندوؤں کا راجہ تھا اور سب قدیمی خاندان مغلوب ہو گئے تھے مسلمانوں کے قبضہ سے میواڑ نکل کر پھر رجپوتوں کے حکومت میں آ گیا تھا مسلمانوں کے حملے سے پہلے اگرچہ ہندوستان میں میواڑ اوج پر تھا مگر جب سے ہمیر نے دارالسلطنت چتوڑ کو دوبارہ حاصل کیا۔ اس وقت سے دو سال تک اسکی سلطنت

وحکومت کو استحکام رہا۔ اس عرصہ میں راجپوت مسلمانوں سے خوب لڑتے رہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے خاندان خلجی و لودی و سوری جلدی جلدی بدلتے رہے اور آپس میں لڑتے رہے۔ جس سے میواڑ کو بہت فائدہ ہوا۔ اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچا رہا وہ فقط اپنے ہی ملک کی حفاظت نہیں کرتا تھا۔ بلکہ غیر قوموں پر حملہ کرنے کی قوت رکھتا تھا۔

میواڑ کے راجاؤں میں ہمیر بڑا فرزانہ اور بہادر راجہ ہوا ہے اس کے بعد سمت ۱۴۲۲ (۱۳۶۵) سنہ میں اس کا بیٹا کھیت سی رانا ہوا۔ اس کے بعد سمت ۱۴۳۹ (۱۳۸۲) سنہ میں لکھا رانا ہوا۔ ان راناؤں نے ان عمارات کو دوبارہ تعمیر کرا دیا۔ جو علاء الدین نے مسمار کی تھیں۔ بعد اسکے موکل راجا ہوا۔ جب امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے تو سمت ۱۴۵۵ (۱۳۹۸) سنہ میں میواڑ میں رانا موکل راج کرتا تھا۔ امیر نے تو اس ملک کے فتح کرنے کا ارادہ کیا نہیں اس کا کچھ ذکر تاریخ میواڑ میں نہیں آیا۔ مگر کسی اور دہلی کے بادشاہ نے خواہ فیروز شاہ ہو یا اُس کا پوتا ہو میواڑ میں گزر گیا اور رائے پور کے میدان میں کوہ اراولی کے دروں میں رانا موکل سے لڑا رانا نے اُس کو ہٹا دیا۔

اس رانا کا بیٹا کومبھو ۱۴۷۵ (۱۴۱۹) سنہ سمت میں اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت میواڑ کی سلطنت اپنے معراج پر تھی۔ دہلی کی سلطنت سے مالوہ اور گجرات جدا ہو گئے تھے اور انمیں جدا سلطنتیں قائم ہو گئیں تھیں۔ ان دونوں نے متفق ہو کر ۱۴۹۶ (۱۴۴۰) سنہ سمت میں بے شمار لشکر لیکر میواڑ پر حملہ کیا۔ کومبھو اُن سے لڑنے کے لیے ایک لاکھ سوار و پیادے اور چودہ سو فیل لے گیا اور سلطان محمود کو قید کر لیا پھر اُسکو رہا کر دیا۔ میواڑ کی حفاظت کے واسطے اسمیں چوراسی قلعے بنے ہوئے تھے استحکام میں چتوڑ کے بعد اسکا بنایا قلعہ کومبھو میر تھا۔ اسنے پچاس برس سلطنت کی سمت ۱۵۲۵ (۱۴۶۹) میں اسکو بیٹے نے مار ڈالا جس کا نام اودا تھا وہ یہ نہ سمجھا کہ جو شخص اسکی زندگی کا سبب ہوا اُسی کی زندگی کو اس نے تمام کیا۔ اس بیہودہ حرکت

سے اس کا لقب ہتھیار ہوا۔ قوم کے سارے رئیسوں کو اُس سے نفرت ہوئی جب اس نے دیکھا کہ قوم کا کوئی رئیس اسکی طرف ملتفت نہیں ہوتا تو اس نے شہنشاہ دہلی سے وعدہ کیا کہ میں اپنی لڑکی اس شرائط پر بیاہ دونگا کہ وہ اسکو تخت سلطنت پر قائم رکھے مگر اسپر قہر الٰہی یہ نازل ہوا کہ جب وہ پادشاہی دیوانخانہ سے باہر نکلتا تھا تو اسپر بجلی گری کہ وہیں بھسمنت ہو گیا۔ کیمٹر اس بیان کو لکھتے ہوئے جھینپتے ہیں اچھی طرح نہیں بیان کرتے۔

سمت ۱۵۳۰ میں رائے مل اپنی بہادری سے کومبھو کا جانشین ہوا۔ اودا کے مرنے کے بعد جس کا ذکر ہوا اسکے بیٹوں سہس مل و سورج مل کی امداد کے لیے شاہ دہلی نے میواڑ پر حملہ کیا۔ بمقام سیارہ جس کو اب ناتھ دوار کہتے ہیں خیمہ زن ہوا۔ رائے مل اٹھاون ہزار سوار اور گیارہ ہزار پیادے میدان جنگ میں اودا کے بیٹوں سے لڑنے کے لیے لایا اور گھاٹ میں لڑائی ہوئی۔ اودا کے بیٹے بڑے جوانمرد تھے خوب لڑے اور خون کی ندیاں بہیں مگر بادشاہ دہلی کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ پھر اُس نے میواڑ کی طرف رُخ نہیں کیا۔

رائے مل غیاث الدین فرمانروائے مالوہ سے لڑتا رہا اور اکثر اسکو شکست دی پھر خاندان لودھی فرمانروائے ہند ہوا۔ اُس میں اور شاہ میواڑ میں سرحد شمالی کی بابت فساد ہوتے رہے۔

رائے مل کے تین بیٹے تھے اور وہ سب راجستان کی تاریخ میں مشہور و معروف ہیں۔ ایک بیٹا سنگا تھا جو بابر بادشاہ کا معاصر تھا۔ دوسرا پرتھی راج۔ تیسرا جیمل۔ ان تینوں بھائیوں میں آپس میں ایسا فساد ہوا کہ سنگا اور پرتھی راج جلا وطن ہوئے اور جیمل قتل ہوا۔ چچا سورج مل اور بھائیوں کے فساد میں سنگا کے تلوار کے پانچ زخم آئے اور ایک آنکھ تیر کے لگنے سے بالکل جاتی رہی۔ وہ سیواجی بھوج کی طرف بھاگ گیا پرتھی راج اس کا جانی دشمن اس کے پیچھے لگا ہوا تھا

وہ ناچار بکریاں چرانے لگا۔ دہقان نے اس کو اس بات پر کہ بکریاں چرانی اچھی طرح
نہیں آتی تھیں سخت سُست کہا اور نکال دیا۔ اس خستہ حالی میں چند وفادار رجپوتوں
نے اُسکو ایک گھوڑا دیا بعد بہت سے جھگڑوں اور لڑائیوں کے سمت ۱۵۶۵ / ۱۵۰۹ء میں
میواڑ میں وہ رانا ہوا۔ اس کا اصل نام سنگرام ہے مگر میواڑ میں سنگا مشہور ہے اور
مسلمانوں کی تاریخ میں اس کا نام سنگا لیا جاتا ہے اس کے راج میں میواڑ جس اوج پر
پہنچی پہلے کبھی نہیں پہنچی تھی اس کو ہندو کہتے ہیں کہ اس کا راج میواڑ کے شکوہ کے
مینار کا کلش تھا وہ مسلمان بادشاہوں سے کچھ خوف نہیں کرتا تھا اُسکے ساتھ اسی ہزار سوار
اور اعلیٰ درجہ کے سات راجہ نو راؤ اور ایک سو چار اور چھوٹے موٹے راجہ اور پانسو
جنگی ہاتھی میدان جنگ میں جاتے تھے۔ گجرات اور مالوہ کے بادشاہ متفق ہوکر بھی
میواڑ کا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ مارواڑ اور امیر کے راجہ اسکے فرمانبردار تھے۔ راؤ گوالیر
و اجمیر و سیکری و رائے سین و کالپی و چندیری و بوندی و گگراؤں و آبو اسکے باجگذار
تھے یا اس کو اپنا سردار سمجھتے تھے جن رئیسوں نے اسکے ساتھ وفاداری اور سلوک کیا
تھا اور مصیبت کے وقت اسکی مدد کی تھی اُن کو وہ بھول نہیں گیا۔ کرم چند راجہ سری نگر
کو اجمیر بطور جاگیر عطا کی اور اسکے بیٹے جگ مل کو راؤ کا خطاب دیا اس نے چندیری کے
محاصرہ میں خدمات شائستہ کیں تھیں۔ مُلک میں جو آپس میں جھگڑے و فساد رہتے تھے وہ
سب اُس نے دبا مٹا دیے پہلے اس سے کہ وہ بابر سے لڑا۔ وہ اٹھارہ لڑائیوں میں شاہان
دہلی و مالوہ پر فتحیاب ہوچکا تھا انمیں سے دو لڑائیاں بکرولی و گھتولی میں سلطان ابراہیم شاہ
دہلی سے ہوئیں جنمیں اسکو فتح ہوئی۔ اسکے عہد میں میواڑ کی یہ حدود تھیں۔ میواڑ کی شمالی
سرحد پر پیلا گھال یعنی زرد جھیل جو بیانہ کے متصل ہے اور مشرق میں دریا رسندھ اور جنوبی
سرحد مالوہ اور مغرب میں کوہستان۔ غرض وہ راجستان کے بڑے حصہ میں بذات
خود حکمران تھا یا وہاں کے اور حکمران اُسکے زیر فرماں تھے راجپوت اسکے ایسے معتقد تھے

کہ اُسکی پوجا کرتے تھے وہ ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اگر بابر اُسکی جان کا دشمن نہ پیدا ہوا ہوتا تو وہ ان چھ راجاؤں کے بعد ساتواں راجہ ہوتا جو ہندوستان میں چکروتی راج کر گئے ہیں۔ ہندوؤں کے پران میں پہلے سے یہ پیشنگوئی لکھی ہوئی تھی کہ ترشکایوں اور اور اجنبی قومیں سورج بنسیوں اور چندر بنسیوں کی دشمن ہونگیں۔ وہ پیشین گوئی رانا سنگا اور بابر کی لڑائی سے پوری ہوئی۔ کیونکہ بابر ترشکا یعنی ترک تھا۔ بابر اور رانا سنگا کی لڑائی کا حال میواڑ کی تاریخ میں وہی لکھا ہی جو بابر نے خود لکھا ہی ساری بڑی بڑی واقعات دونوں کی تاریخوں ملتے جلتے ہیں اسلیے ہم ان کو نہیں لکھتے وہ بابر نامہ میں بیان ہوئے۔

رانا سنگا کا قد میانہ تھا جسم شہ زور تھا۔ چہرہ وجیہ۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ مرنے کے وقت اسکے جسم کا ایک ایک عضو گواہی دیتا تھا کہ وہ بڑا جنگی بہادر تھا اسکی ایک آنکھ بھائی کے ساتھ فساد میں گئی تھی۔ لودیوں کے ساتھ لڑنے میں ایک ہاتھ کٹ گیا تھا ایک لڑائی میں بندوق کی گولی لگنے سے لنگڑا ہو گیا تھا جسم پر اسی زخم تلواروں و برچھیوں و آلات حرب کے تھے مالوہ کے بادشاہ مظفر کو اسی کی دامہ سلطنت میں قید کرنے سے اور قلعہ رنتھنبور کا حملہ کر کے فتح کرنے سے وہ بہت مشہور ہو گیا تھا اس قلعہ کی حفاظت میں سپہ سالار علی نے بڑی کوشش کی تھی۔ اُس نے ایک محل کتاؤ میں بنایا تھا اسی کی سیدھ میں وہ میواڑ کی شمالی سرحد قائم کرنی چاہتا تھا۔

رانا سنگا کے سات بیٹے تھے ان میں جو دو بڑے تھے وہ چھوٹی عمر میں مر گئے تھے تیسرا بکرماجیت سمت ۱۵۸۶ مطابق ۱۵۳۰ء میں باپ کا جانشین ہوا۔ پانچ برس سلطنت کر کے مر گیا۔ پھر اس کا بھائی بکرماجیت سمت ۱۵۹۱ مطابق ۱۵۲۰ء میں جانشین ہوا۔ گجرات کے بادشاہ سلطان بہادر نے اس رانا کو شکست عظیم دی۔ اُس نے چتوڑ کا محاصرہ کیا۔ اوّل اوّل وہی قلعہ شکنی میں توپوں کو کام میں لایا۔ راجپوت اپنے تعصب کے سبب سے توپوں کو کام میں نہیں لاتے تھے۔ بلکہ توپوں کو کوستے اور بد دعا دیتے تھے کہ انھوں نے

جوانمردوں کے تیروں اور برچھیوں کے اثر کو نکما کردیا۔ سلطان بہادر نے چتوڑ کا ایسا پتلا حال کیا کہ بوندی کا کیشر یہاں کا حال یہ بیان کرتا ہی کہ ان کا راجہ مع پانچسو اپنے رشتہ داروں کے اڑ گیا۔ راؤ درگا نے مع چند اور سرداروں ستو اور وودا اور اپنے تابعین کے قلعہ کی شکستہ دیوار کی حفاظت کی اور دشمنوں کے حملوں کو ہٹایا اور اس بہادری کو دیکھکر مہارانی جواہر رائے رہٹور مسلح ہو کر لڑنے آئی اور حملہ کر کے ماری گئی محاصرین کے ہاتھ میدان رہا۔ اب راجپوتوں نے سبھا اس لیے بلائی کہ رانا سنگا کے چھوٹے بیٹے اودے سنگھ کو جو اسکے مرنے کے بعد پیدا ہوا ہی کیونکر اس جوکھوں سے بچائیں چتوڑ کی محافظ دیبی پہلے کہہ چکی تھی کہ جب تک چتوڑ نہیں بچے گا کہ بارہ راج کے وارث جان نہ دینگے۔ وہ بارہ رانا بھینٹ میں چڑھے۔ اب یہ دیبی پھر راجہ کی بھیٹ چاہتی تھی اسکے لیے یہ تدبیر کی گئی کہ باگھجی راجہ دیولا بھینٹ میں دیے جائیں اس راجہ نے خود اس بات کو قبول کر لیا تھا وہ راجہ بنایا گیا۔ خردسال رانا اودے سنگھ کو بوندی کے راجہ سورما کے پاس پہنچایا۔ قلعہ کے آدمیوں نے زعفرانی لباس پہنا۔ اور جوہر (جیوہر) کی تیاری کی گئی۔ چتا بنانے کی تھوڑی کسر باقی تھی کہ اُنھوں نے دیوار کی دراڑ کی حفاظت میں جان دی۔ پھر قلعہ میں آنے کا یہ رستہ غیر محفوظ ہوگیا۔ چتا تیار ہوگئی اسمیں باروت بچھائی گئی۔ کرناوتی جو رانا کی ماں اور جوانمرد ارجن ہرا کی بہن تھی وہ جلنی والی عورتوں کی سربراہ تھی چتا پر بے گئی۔ وہاں تیرہ ہزار عورتیں جلکر خاکستر ہوگئیں۔ پھر قلعہ کا دروازہ کھولکر راجہ دیولا اپنے بہادروں کو ساتھ لیکر خوب لڑا اور مارا گیا۔ قلعہ کے اندر کا حال یہ تھا کہ ہزاروں کشتوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور سیکڑوں زخمی نزع کی حالت میں تڑپ رہے تھے اور موت کے منتظر تھے جس کو وہ بے آبروئی اور قید سے اچھا سمجھتے تھے۔ کیشر کہتا ہی کہ چتوڑ میں پرلے (قیامت) آگیا تھا۔ راجہ کے سردار اور بڑے بڑے نوکر مارے گئے تھے اور اس طوفان میں ۳۲ ہزار راجپوت جان سے گئے

یہ چتوڑ کا دوسرا ساکا ہی۔

سلطان بہادر چتوڑ میں دو ہفتہ رہا تھا کہ اس نے ہمایوں کے آنے کی خبر سُنی جسکو وہ سُنکر بھاگ گیا۔ میواڑ کے کبیشر کہتے ہیں کہ ہمایوں بنگال سے اسیلیے روانہ ہوا تھا کہ رانی کرناوتی نے اُس سے درخواست کی تھی۔ اس رانی نے ہمایوں کو راکھی بند بھائی نبایا تھا۔ اس راکھی بندی میں بھائی سے یہ شرط ہوتی ہی کہ بہن کی مصیبت کے وقت بھائی کام آئے۔ جب اس رانی نے اپنی مصیبتوں کا حال ہمایوں کو لکھا تو وہ اپنے بنگال کی فتوح کو چھوڑ کر اپنی ایفاء عہد کے سبب سے دوڑا آیا۔ اگرچہ اس کے آنے سے پہلے رانی جل چکی تھی۔ مگر پھر بھی اسکے آنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہادر چتوڑ کا رانا نبادیا اگر کبیشروں کا بیان یہ سچا ہو تو ہمایوں کی عالی ہمتی اور ایفاء وعدہ کا خیال تعجب خیز ہی کہ ابھی باپ کے ساتھ رانا سنگا سے وہ لڑا تھا اسپر بھی اس نے یہ نیک سلوک اپنے دشمن کی اولاد کے ساتھ کیا کہ اُسکے بیٹے کو رانا نبایا۔

بکرماجیت کو اپنی دارالسلطنت اس طرح حاصل ہوگئی مگر اس مصیبت نے اُس کو کوئی فائدہ مند سبق نہ پڑھایا نہ اس تجربہ نے اُس میں کوئی دانائی پیدا کی پھر وہی اُس کی بیباکیاں اور گستاخیاں اپنے بھائی بندوں کے ساتھ تھیں۔ آخر کو راجپوتوں نے بکرماجیت کو ٹھکانے لگا کے پرتھی راج کے بیٹے بن بیر کو رانا نبایا اودے سنگھ اُس وقت چھ برس کا تھا۔ بنبیر نے اسکے مارنے کا ارادہ کیا مگر اُسکی دایہ نے اُسے بچا لیا۔

رانا اودے سنگھ سمت ۱۵۹۷ (۱۵۴۲) میں تخت نشین ہوا۔ اب بڑے کبیشر کا قول یہ ہی کہ اس سرزمین پر افسوس ہے جہاں کا راجہ خردسال یا عورت ہو۔ یہ حال میواڑ کا ہوا۔ اودے سنگھ میں جوانمردی و شجاعت باوجود رانا سنگا کے بیٹے ہونے کے پاس بھی نہیں آئی تھی اس لیے اس میں کوئی لیاقت ایسی نہ تھی کہ وہ میواڑ کی رانائی کے لائق ہوتا۔ ایسی رانا کی لڑائیاں اکبر شہنشاہ سے ہوئیں۔

رانا اودے سنگھ اور اکبر کا چتوڑ پر حملہ

میواڑ کے کھوٹے دن آئے تھے کہ اودے سنگھ رانا ہوا اسو دیا کی حامی دیبی نے اقرار کیا تھا کہ جب تک بپا کی اولاد میری بھینٹ ہوتی رہیگی میں اپنے گھمنڈ کی پہاڑی کو نہیں چھوڑنے کی یعنی چتوڑ کو۔ جب الا یعنی علاء الدین نے اول حملہ کیا تھا تو بارہ تاجداروں نے زعفرانی لباس پہنکر میواڑ کی حفاظت میں جان دی تھی۔

دوسری دفعہ جب اجیب یعنی بایزید بہادر نے فتح حاصل کی تو دیو لا مدد کو آیا اور اُس نے اپنی جان دی مگر اب تیسری دفعہ کے حملہ میں کسی نے رانا کی اولاد میں سے اس چتوڑ کے دیبی کو اپنی بھینٹ دیکر اس کے غصہ کو فرو نہ کیا اور اُسے اپنا طرفدار کر کے قلعہ کے کنگروں کو محفوظ نہ کرایا وہ دیبی وہاں سے چلی گئی اور اُس کے جاتے ہی قوم گھلوت کا جو طلسم بنا ہوا تھا وہ شکستہ ہوگیا اور وہ پوشیدہ رشتہ جس نے چتوڑ کو دوامی حکومت گھلوت سے باندھ رکھا تھا ٹوٹ گیا۔ اودے سنگھ کے ساتھ وہ پری دیبی اُڑ گئی جس سے اندھیری رات میں سمرسی کی آنکھیں کھول کر کہا تھا کہ ہندوؤں کی شان و شکوہ اب جاتی ہی۔ کپتان کہتا ہے کہ اس کے جاتے ہی وہ دیواریں جو مدتوں سے راجپوتوں کا بیت المقدس سمجھی جاتی تھیں۔ اور اس کو انکی عظمت و جلال کا ہالہ گھیرے ہوئے تھا اس کو اب راجپوتوں کی آزادیاں اور مذہب ناپاک سمجھنے لگے۔ گو یہ قصص و روایات زبانی ہیں مگر ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راجپوتوں کو اپنی آزادی کیسی پسند تھی اور وہ اپنی باتوں میں کیسے متعصب تھے میواڑ کی زبانی روایات حکایات میں اکبر کے ایک حملہ کا ذکر یہ ہی کہ اُس نے چتوڑ پر فوج کشی کی اور ناکام واپس آیا۔ رانا کی رانی سپاہ کو لیکر اکبر کے لشکر میں حملہ کرتی ہوئی گھس گئی اور ایک دفعہ وہ شہنشاہ کے صدر مقام پر بے محابا جا پہنچی۔

نامرد رانا نے مشتہر کیا کہ میری جان اس رانی نے بچائی اس سے راجپوت سمجھے کہ ہماری شجاعت پر داغ لگتا ہے کہ ایک عورت راجہ کی جان بچائے

وہ ایسے طیش میں آئے کہ سازش کرکے اس عورت کو اُنھوں نے مار ڈالا۔ اکبر نے راجپوتوں
میں یہ خانگی فساد دیکھکر چتوڑ کا دوبارہ محاصرہ کیا اس وقت اکبر کی عمر پچیس برس کی تھی۔
اسکی تمنا دلی یہ تھی کہ چتوڑ کو فتح کرکے نامور ہوں۔ اسکے لشکرگاہ کے نشانات اب بھی
موجود ہیں جنسے معلوم ہوتا ہی کہ گاؤں پنڈولی سے لیکر بسی کی شاہ راہ پر دس میل تک اسکا
لشکر پڑا تھا کہ ہیڈ کوارٹر کے مقام پر سنگ مرمر کا مخروطی مینار بنا ہوا ہی اس کو اکبر کا دیوا
کہتے ہیں جب اکبر چتوڑ سے باہر خیمہ زن ہوا تو رانا اودے سنگھ نے کسی ضرورت کے سبب سے
بمجبوری چتوڑ کو چھوڑ دیا یہ ضرورت اور اسکی دلی خواہشیں متحد تھیں مگر اس نے اسکی حفاظت
کے لیئے بڑے بڑے بہادر سردار مقرر کیے چونڈا کی اولاد میں سے بہت سے سپاہیوں
کے گروہوں کو سیداس ساتھ لیکر سورج دروازہ پر کھڑا ہوا دشمن کا مقابلہ اسکے داخل
ہونے کے وقت خوب کیا اور پہلے اسکے جان گئی پہاڑ پر جو جگہ اسکی خون سے تر ہوئی تھی
وہاں اسکا مقتل بنا ہوا یادگار روزگار ہی۔ جن میواڑ کے سرداروں نے یہاں جانفشانیاں
کیں انکی تفصیل یہ ہی۔ ڈیریا کا راوت دودیا۔ بیدلا۔ کیٹریو۔ اولاد پرتھوی راج دہلی۔
بجولی کا پرہار۔ بدری کا بھلا۔ اُنھوں نے اپنی بہادری دکھاکے اپنی سپاہ کو بہادر بنایا
چتوڑ کی حفاظت کے لیے جو غیر ملکوں سے مددگار آن کر خوب لڑے اُن کی تفصیل یہ ہی
جھالور کے کارن سونی نیگ راؤ کا بیٹا دیولا ایشور داس راٹھور۔ کرم چند کچھواہہ۔
رددا۔ سدھنی۔ گوالیار کا راجہ جسکی قوم تو ار تھی۔ میواڑ کی روایات کے تاریک صفحوں میں
سب سے زیادہ روشن حرفوں میں بدنور کے جیمل کا اور کیلواڑ کے پیا کا نام لکھا ہوا ہی۔
اکبر نے بھی ان کی تعریف کی ہی۔ انکی بہادری اور جوانمردی کا بیان راجپوتوں کے
ورد زبان ہی۔ میواڑ میں جو رانا کے سولہ تابعین تھے انمیں سے یہ دو بھی تھے۔ جیمل راٹھور
میرٹھیا کے خاندان کا تھا وہ مارواڑ کے سرداروں میں بہادر تھا۔ پتا جگوتیوں کا جو چونڈا
کی ایک بڑی شاخ ہی سردار تھا۔ راجپوتوں کو جب تک اپنے باپ دادا کی جہمات یاد رہینگی

وہ جیل کا نام نہیں بھولیں گے۔ اس لڑائی میں عورتوں نے اپنی اوڑھنیوں پر ڈھال لگائی اور بہادروں کو ساتھ لیکر دشمن کے لشکر میں بے تحاشا گھس گئیں۔

جب سورج دروازہ پر سونبرا قتل ہوا اور کھلوار کا بیٹا اُسکی جگہ مقرر ہوا تو اُس کی عمر سولہ [۱۶] برس کی تھی۔ باپ اُس کا پہلی لڑائی میں مارا جا چکا تھا۔ اُسکی ماں زندہ تھی اُس نے بیٹے کو زعفرانی پوشاک پہنائی اور چتوڑ کے لیے جان دینے کی نصیحت کی اور اُس کے لیے بیوی کے ہاتھ میں برچھی دیکر اپنے ساتھ لیا اور یہ دونوں پہاڑ سے نیچے اُترے۔ یہ دُلہن لڑ کر مر گئی راجپوتوں نے جب یہ دیکھا کہ ہماری لڑکیاں اور بیویاں ایسی بہادریاں کرتی ہیں تو وہ سب کے سب ایسی بہادری سے لڑے کہ جان کی پرواہ نہ کی اور دیر تک ملک کے بچانے میں جانفشانی کرتے رہے اور اُن کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ ہتھیار چھوڑ کر دشمن سے پناہ مانگیں۔ جب جیل کے گولی آنکر لگی تو اُسکو افسوس ہوا کہ اس درد کے صدمہ سے میری جان جائیگی۔ اب اُس نے دیکھا کہ چتوڑ کے بچنے کی امید کچھ نہیں اسکی شمالی طرف بالکل غیر محفوظ ہو گئی ہے تو اُس نے یہ ارادہ کیا کہ ایک بارگی ماریئے یا مر جایئے آٹھ ہزار رجپوتوں نے زعفرانی لباس پہنا اور آخری بیڑا اُٹھایا۔ چتوڑ کے دروازے کھولدیئے۔ خونریزی شروع ہوئی۔ چند ہی رجپوت زندہ رہے ہونگے جنکے زعفرانی لباس پر دشمن کے حوالہ کرنیکا دھبہ لگا۔ شہنشاہ اکبر چتوڑ میں داخل ہوا۔ ۳۲ ہزار راجپوت مارے گئے۔ سترہ سو سردار کام میں آئے۔ سرداروں میں صرف ایک گوالیار کا راجہ قوم توار کا بچکر نکل گیا۔ نو رانیاں پانچ امیرزادیاں دس لڑکے خردسال تمام سرداروں کے اہل و عیال چتا میں جلکر خاکستر ہوئے۔ رجپوتوں کو اُنکے دیوتا نے جو سورج تھا چھوڑ دیا تھا۔ چتوڑ کا آخری روز اتوار کا دن یعنی سورج کا دن تھا یہ آخر شعاع اس نے اپنے جلال کی چتوڑ پر چمکائی چتوڑ لٹ گیا۔ رانا کے مکانات و محل و مندر سب غارت ہوئے۔ تمام امارات شاہی چھن گئے۔ نقارہ جنگی آوازیں کوسوں جاتی تھیں۔ شہنشاہ نے چھین لیے۔ وہ تلوار جو

شوالہ میں چتوڑ کی کے یے بیا کی کمر میں باندھی گئی تھی وہ بے لی شوالہ کے دروازے اُکھڑ کر اکبر آباد کے قلعہ میں لگانے کے یے بھیجے گئے۔

اکبر نے ان راجپوتوں کی تعداد دریافت کرنے کے یے جو اس لڑائی میں مارے گئے تھے اُنکے گلوں کے زنار اُتروا کے منگوائے تو وہ ساڑھے چوہتر من وزن میں ہوئے اس زمانہ سے یہ عدد ۷۴½ بمنزلہ طلاق سمجھا جاتا ہے۔ صرافوں کی چٹھیوں کے اوپر ۷۴½ لکھے ہوئے ہوتے ہیں جسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو اسے کھولکر پڑیگا وہ چتوڑ کے قتل کے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ یہ ایک دلچسپ ڈھکوسلا بھاٹوں اور کبیشروں کا گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے جنیوؤں کے وزن میں نہایت مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ چتوڑ کو اودیسنگہ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ وہ راج پیپلی کے جنگل میں تومم گوہیل کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ یہاں سے وہ گرد گھاٹی میں اروَلی کے اندر گیا یہ مقام اُس جگہ کے متصل ہے جہاں چتوڑ کے فتح کرنے سے پہلے بپا گوشہ گزیں ہوا تھا چتوڑ کے فتح ہونے سے چند سال پہلے اس نے اس پہاڑی کے دروازہ پر ایک تالاب بنایا تھا۔ جو اب تک اُودے ساگر کے نام سے مشہور ہے اور اس نے پہاڑوں کے درمیان ایک بند بندھوایا جس نے ایک دوسرے پہاڑ کے چشموں کے دھاروں کے پانی کو روک دیا۔ جہاں پہاڑوں کا جھنڈ تھا اسپر ایک محل بنوایا جس کا نام نوچوکی مشہور ہے۔ پھر اسکے گرد بہت جلد عمارات عالی شان تیار ہوئیں اور ایک شہر کی صورت پیدا ہوئی اور اس کا نام اپنے نام پر رانا اودیسنگہ نے اودے پور رکھا جو اب میواڑ کا دار الحکومت ہے۔ اودیسنگہ چتوڑ کے فتح ہونے کے بعد چار سال جیتا رہا اور بیالیس برس کی عمر میں مرا۔ پچیس[۲۵] بال بچے چھوڑے جنمیں سے پرتاب سنگہ اس کا جانشین ہوا اس رانا کا حال اکبر کے مہمات میواڑ میں پڑھو۔ ہم نے اس کے حال میں وہ حکایات اور روایات بھی لکھدی ہیں جو راجپوتوں میں مشہور ہیں۔ رانا پرتاب سنگہ کو مسلمانوں کی تاریخوں میں اکثر رانا کیکا لکھا ہے۔

اور اسکی وجہ حال کے کوئی راج شیل داس یہ بیان کرتا ہی کہ میواڑ میں کیکا اکثر بچوں کو کہتے ہیں اور کیکا کی جگہ کو کا بھی بولتے ہیں۔ میواڑ کی مہارانا کی عادت تھی وہ اپنے لڑکوں کو جب تک کہ وہ راجگدی پر بیٹھیں کیکا کہا کرتے تھے۔ اسی سبب سے رانا پرتاب سنگھ کو کیکا جب تک لوگ کہتے رہے کہ اس کا باپ رانا اودے سنگھ زندہ رہا۔ اکبر غالباً اس سبب سے اس کو اکثر کیکا کہا کرتا تھا۔ مسلمان مورخوں نے اس کو جب بھی کہ وہ مہارانا ہو گیا کیکا ہی لکھا۔

مارواڑ

اس دیس کا نام مارواڑ مشہور ہی دراصل وہ مارستھل یا ماروستھان مردوں کی بستی ہی اس کو مارو دیس بھی کہتے ہیں۔ مسلمان مورخ اس کو مردیس کہتے ہیں۔ کبھی اسکو مور دھر کہتے ہیں اور کبھی مارو ہی شعروں میں درج کرتے ہیں۔

ہندوستان میں راجپوتوں کی بڑی سلطنتیں چار تھیں۔ اول دہلی جس میں تور اور چوہان راج کرتے تھے دوم قنوج جس میں راٹھور سلطنت کرتے تھے (قنوج اصل میں کبھ کنج (یعنی استخواں پشت زن باکرہ) سوم میواڑ جس میں گھلوت حکومت کرتے تھے (میواڑ اصل میں مدیہ وار یعنی وسط ملک) تھا۔ چہارم انہل وار جس میں چاورد سولانکی راج کرتے تھے۔ شہاب الدین غوری نے رائے پتھورا کا کام تمام کر کے جے چند راجہ قنوج کا قصد کیا۔ وہ بھاگ کر جاتا تھا کہ گنگا میں ڈوب کر مر گیا اُس کا بھتیجا سیہا کہ شمس آباد میں تھا وہ بھی مر گیا یہ واقعہ سمت ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں ہوا۔

قنوج کی تباہی کے ۱۸ برس بعد جے چند کے پوتے سیوجی اور سیت رام انہل وار (گجرات) میں راج کرنے لگے۔ سیوجی کے بعد اسکا ایک بیٹا اسوتھاما جانشیں ہوا۔ دوسرا بیٹا سونتنگ ایدر میں راجہ ہوا۔ تیسرا بیٹا اجل او کم منڈل میں راجہ ہوا اس سے قوم بدھیل

پیدا ہوئی۔

بیاکھ سمت ۱۴۸۳/۱۵۱۱ میں جودہ پیدا ہوا اسکے باپ کی جاگیر میواڑ میں تھی اس نے جیٹھ سمت ۱۵۱۵/۱۴۵۹ میں جودھپور کی بنیاد رکھی اور منددرے اس شہر میں اپنی دارالسلطنت کو منتقل کیا جو اب تک چلا جاتا ہے۔ جودہ اس شہر کے آباد کرنے کے بعد ۳۰ برس تک زندہ رہا اور اسکی زندگی میں اسکے بیٹوں اور پوتوں نے ماروویں کو فتح کیا۔ سمت ۱۵۴۵ میں اکسٹھ برس کی عمر میں مرگیا اسکے بعد سوجوہ (سورج مل) تخت نشین ہوا۔ ۲۷ برس سلطنت کی۔ دہلی کے لودھی بادشاہوں میں آپسمیں بڑا جھگڑا رہا اسلیے مارو کا خشک ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے بچا رہا مگر سمت ۱۵۷۲/۱۵۱۶ میں ایک پٹھانوں کا گروہ تیج کے میلے میں شہر پیپر سے راجپوتوں کی ایک سو چالیس کنواری لڑکیوں کو پکڑ کر لے گیا جب اسکی خبر سورجمل کو ہوئی تو اس نے ان پٹھانوں کا تعاقب کیا اور اپنی جان کھو کر ان کنواریوں کو نجات دلائی اس واقعہ کے گیت اب تک تیج کے میلہ میں گائے جاتے ہیں کہ پیپر کی ایک سو چالیس کنواریوں کی قیمت میں سورج مل نے اپنی جان دی۔

سمت ۱۵۷۲/۱۵۱۶ میں سورج مل کا پوتا گنگا اس کا جانشین ہوا۔ اسکا چچا ساگا راج کا مدعی ہوا اور اُس نے اپنی مدد کے لیے دولت خاں لودی کو بلایا۔ اس خان نے ناگورسے ابھی رٹھوروں کو نکالا تھا۔ غرض جودھ کی اولاد میں تلوار چلی اور ان میں لودی خاں شریک ہوا۔ گنگا کے مددگار بہت سے رجپوتوں کے سردار کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے لڑکر ساگا کو مار ڈالا اور دولت خاں کو بھگا دیا۔ پھر جب رانا سنگا کی لڑائی بابر بادشاہ سے ہوئی تو جودھ کے بیٹے سب رانا کے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑے اور اس لڑائی میں رٹھوروں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ان کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے چار سال بعد گنگا مرا اور سمت ۱۵۸۸/۱۵۳۲ میں اس کا جانشین مالدیو ہوا۔ یہ راجہ مارواڑ کی تاریخ میں بڑا مشہور ہوا اسوقت مارواڑ کی بڑی اچھی حالت تھی بابر نے تو اس خشک ملک کی پرواہ

نہیں کی۔ گجرات کے بادشاہ نے بھی مالدیو سے کچھ لڑائی جھگڑا نہیں کیا اس فرصت میں راجہ نے دوست و دشمن کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو اصل راجپوت کیا کرتا ہے۔

مالدیو نے اپنے راج کے پہلے ہی سال میں ناگور اور اجمیر کو لے لیا ۱۵۹۶ء اس نے جھالور اور سوانہ۔ بھدراجون۔ سندھالیوں سے لے لئے اور دو سال کے اندر بیکا کے بیٹوں کو بیکانیر سے نکال دیا۔ غرض اس نے بہت سے ملکوں کو فتح کر لیا اور ان کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس نے جودھپور کے گرد مضبوط فصیل بنائی۔ اور بہت سی عمارات عالی شان قلعہ میں تعمیر کرائیں۔ میرتا کی فصیل اور قلعہ میں جس کو وہ مال کوٹ کہتا تھا دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ خرچ کیا اس نے اور بہت سے قلعے تعمیر کرائے۔ کہتے ہیں کہ فقط سانبھر جھیل کی نمک کی آمدنی سے یہ ساری تعمیرات اُس نے تعمیر کرائی تھیں۔ یہ وہی مالدیو ہے جس کی پناہ میں ہمایوں بادشاہ آنا چاہتا تھا مگر اس نے انکار کیا تھا۔ شیر شاہ اسی ہزار سپاہ مالدیو سے لڑنے کے لیے لایا اور مالدیو پچاس ہزار راجپوتوں کو ساتھ لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ خوب لڑا۔ مگر آخر کو مغلوب ہوا۔ شیر شاہ نے بعد فتح کے کہا کہ خیر ہوئی ورنہ ایک مٹھی باجرہ کے لیے ہندوستان کی سلطنت گئی تھی۔ شیر شاہ کے لڑنے کے بعد بھی مالدیو جیتا رہا اور ہمایوں کو پھر بادشاہ ہوتے ہوئے اس نے دیکھا۔ اب آگے مارواڑ کے معاملات شہنشاہ اکبر کی تاریخ میں ہم اس طرح بھی لکھدینگے جس طرح کہ ہندو اپنی زبانی روایات اور حکایات میں بیان کرتے ہیں۔

صوبہ اجمیر و راجپوتانہ و رانائے اودیپور کے معاملات

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ہم گجرات میں ۹۸۱ھ میں جو بادشاہ نے ایدر کی طرف سپاہ بسر کردگی راجہ بھگونت سنگھ بھیجی تھی وہ قلعہ بدھ نگر کو فتح کر کے

ایدر کی طرف متوجہ ہوئی اور ایدر کا زمیندار نرائن داس راٹھور بادشاہ کے لشکر میں آیا۔ خدمات شائستہ بجالایا پیشکش لائق بادشاہ کے لیے تیار کی۔

جب رانا کی محل اقامت گوگندہ کے پاس راجہ بھگونت واپس آیا تو رانا راجہ پاس آیا اپنی تقصیروں کا عذر کیا اور راجہ کو اپنے گھر لے گیا اور مراسم میزبانی بجالایا اور اپنے بیٹے کو ہمراہ کیا۔ یہ ظاہر کیا کہ میری طبیعت میں وحشت ہوگئی۔ میں آپ کے ذریعہ سے بادشاہ کی خدمت میں التجا کرتا ہوں اور خدمت کے لیے بیٹے کو بھیجتا ہوں۔

کچھ دنوں کے بعد اپنی وحشت کو دور کرکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ راجہ توڈرمل جب گجرات سے بادشاہ پاس آتا تھا تو رانا اسکے پاس بھی آیا اور خوشامد کی۔

میواڑ کے رانا نے کبھی مسلمان بادشاہوں سے اپنے خاندان کی لڑکی نہیں بیاہی یہاں کا رانا اپنے تئیں دیوتاؤں اور سورج کی نسل سے جانتا تھا۔ بلاوہ مسلمانوں کو کب خاطر میں لاتا تھا ان کے ساتھ اس طرح کی رشتہ مندی کو اپنے لیئے بے طریق سمجھتا تھا رانا اودے سنگھ کی جان پر آن بنی مگر اس نے یہ رشتہ مندی پسند نہ کی۔

ہم ایک حکایت توڈ راجستان سے نقل کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوگا کہ رانا (کیکا) کو کس قدر نفرت اس طرح کی رشتہ داری کرنے سے تھی راجہ مان سنگھ شولہ پور کو فتح کرکے ہندوستان کو آتا تھا۔ اس نے رانا پرتاب سنگھ (کیکا) کو جو کنبھل میر میں تھا لکھا کہ میں تیری ملاقات کو آتا ہوں۔ رانا اسکے استقبال کو اودے ساگر میں آیا۔ اس ساگر کے بندھ پر راجہ مان سنگھ کی ضیافت کا سامان تیار کیا گیا۔ پتلیں چنی گئیں۔ راجہ مان سنگھ بلایا گیا۔ رانا کے بیٹے کنور امر سنگھ کو اہتمام ضیافت سپرد ہوا مگر رانا خود نہ آیا۔ اسکے بیٹے امر نے باپ کے نہ آنے کے لیے درد سر کا عذر پیش کیا اور راجہ سے عرض کیا کہ آپ رسم ضیافت کو ادا

کیجیے اور تناول طعام فرمائیے۔ راجہ نے ادب اور تمکنت سے کہا کہ رانا سے کہدو کہ میں آپ کے درد سر کے عذر کو خوب جانتا ہوں۔ مگر اس غلطی کا علاج کیا ہی۔ اگر رانا ہی میرے سامنے پتل رکھنے سے انکار کریگا تو پھر کون میرے آگے پتل رکھیگا؟ اب آگے تمھارے عذر کرنے عبث ہیں۔ اس پر رانا نے اپنا افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ میں اس راجپوت کے ساتھ نہیں کھا سکتا کہ جس نے اپنی بہن کو ترک سے بیاہا ہو جس نے غالباً اُسکے ساتھ کھانا کھایا ہوگا۔ راجہ مان سنگھ نے کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ چند چاولوں کے دانے ان دیوی (خوراک کی دیبی) کے نام کے لے لیے اور ان کو اپنی پگڑی میں رکھ لیا اور یہ کہکر اُٹھ گیا کہ تمھاری عزت کے باقی رکھنے کے لیے ہم نے اپنی عزت کو قربان کیا کہ اپنی بہن اور بیٹیوں کو ترکوں سے بیاہا۔ اگر تمھارا یہی دل چاہتا ہی کہ خوف میں رہوں تو رہو اب اس ملک میں تم کو حکومت کرنی نہیں نصیب ہوگی اور اپنے گھوڑے پر چڑھکر پرتاب سنگھ کی طرف جو آ گیا تھا یوں مخاطب ہوا کہ اگر میں تمھارے گھمنڈ کو نہ ڈھادوں تو میرا نام مان نہیں۔ انکا جواب پرتاب نے یہ دیا کہ مجھے آپکے ملنے سے ہمیشہ خوشی ہوگی ایک گستاخ بے ادب راجپوت یہ بھی بول اُٹھا کہ اپنے پھوپا (اکبر) کے ساتھ لانے کو نہیں بھولیے گا جس زمین میں دعوت ہوئی تھی وہ ایسی ناپاک سمجھی گئی کہ کندہ کرائی گئی اور گنگا جل سے دھلوائی گئی۔ جو سردار اس دعوت میں آئے یہ سمجھے کہ یہاں آنے سے پوشاک ناپاک ہوگئی ہی اسلیے نہاکر اسے بدلا۔

رانا اودے سنگھ تو سنہ ۹۰۵ ۱۵۱۸ میں مرگیا تھا اسکی جگہ رانا پرتاب سنگھ (دیکھا) جانشین ہوا۔ گو وہ نامرد باپ کا بیٹا تھا مگر جوانمرد دادا رانا سنگا کا پوتا تھا۔ دادا کی بہت سی صفات اسکی ذات میں ورثہ میں آئیں تھیں۔ گو نہ اس پاس کوئی دار السلطنت تھا نہ مخازن۔ دولت پر قبضہ تھا خاندان پر ادبار آ چکا تھا۔ اس کے امرا کا دل شکستہ تھا۔ مگر قومی و ملکی محبت خاکستر تلے کی آگ ہوتی ہے۔ جہاں اُس پر ہوا چلی آتش شعلہ زن ہوئی۔ یہی حال رجپوتوں کا تھا کہ باوجود اس

سلطنت پرتاب سنگھ از ۱۵۷۲ء تا ۱۵۹۷ء

زبون حالت کے راناکے ساتھ ہمدردی کرتے اورجان نثار کرنیکو اسلیئے موجود تھے کہ مسلمانون کے کہین مطیع نہو جایئن۔ رانا پرتاب سنگہ جانتا تھا کہ مین اکبر سے میدان مین نہین لڑ سکتا۔ اسلیئے اپنے باپ دادا کے طریقے کے موافق وہ اردلی کے پہاڑون مین کمبل میر (کنبھل میر) مین چلا گیا تھا اور اُس پہاڑی ملک کو اکبر کے مقابلہ کے لیئے تیار کرتا تھا۔ ابھی تک سورج بنسی ہونیکا گھمنڈ اُسکے دماغ سے نہین نکلا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ مین اس بنس کا راجہ ہون کہ جسکی چوکھٹ پر ہمیشہ پہلے سارے ہندوستان کے راجہ سر رکھا کرتے تھے مین کیون کسی کے آگے سر نیچا کرون میرے پاس مستحکم مقامات ہین ملک ولایت بہت ہے۔ میرے ساتھ ایسے راجپوتون کا انبوہ ہے کہ اپنے ناموس کے لئے جان دینے کو بے حقیقت سمجھتے ہین۔

جب بادشاہ اجمیر مین آیا اور اُسکے نزدیک رانا کی سرکشی و گردن فرازی و حیلہ بازی حد سے زیادہ گذری تو اُس نے راناکے مغلوب کرنے پر توجہ کی اور کنور مان سنگہ کو جو عقل و اخلاص و عقیدت و شجاعت مین بادشاہ کے یکتا امرا مین سے تھا اور اُسکو اپنی فرزندی کا خطاب بادشاہ نے عنایت کیا تھا اسکو اس خدمت پر نامزد کیا اور دوشنبہ ۲ محرم سنہ ۹۸۴ ۲۱ کو اجمیر سے رخصت کیا غازی بدخشی و خواجہ غیاث الدین علی آصف خان و سید احمد و سید ہاشم و جگن ناتھ و سید راجو و مہتر خان و مادھو سنگہ و مجاہد بیگ و کھنگار و رائے مونکرن اور اور بہادرون کو اسکے ساتھ کیا۔ اس اخلاص مند سپاہ کو کنور مان سنگہ لیکر چلا اور بادشاہ نے اُسے سمجھایا کہ رانا کو بد قسمتی کے خواب سے بیدار کرکے سعادت کی طرف رہنما کرے۔ مگر یہ سرمایہ بیداری اسکی غنودگی کا سبب اور ہوئی۔ مانڈل گڈھی مین افواج کو چند روز اسلیئے توقف کرنا پڑا کہ سب امرا اور لشکر جمع ہو جایئن۔ رانا کا ایسا سر پھرا تھا کہ وہ کنور مان سنگہ کو اپنا زیردست زمیندار سمجھتا تھا اسکا ارادہ تھا کہ اس قصبہ مین جا کر اس سے لڑون۔ مگر اسکے رفیقون نے سمجھایا کہ اس جسارت مین خسارت ہے کنور مان سنگہ اجمیر سے کوہستان اردلی کے نیچے مغرب مین سفر کرکے

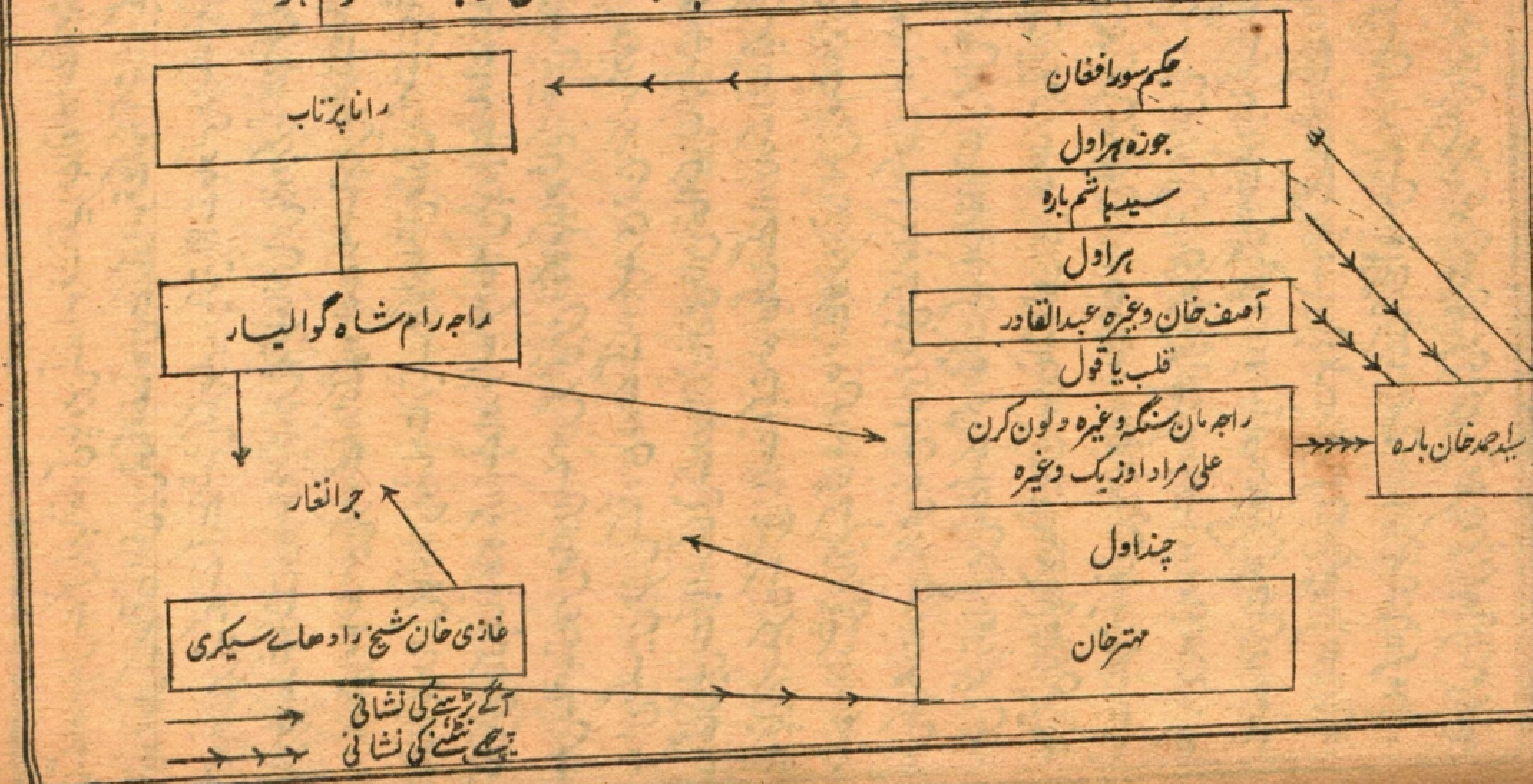
درۂ ہلدی کوٹ مین آیا۔

اس لڑائی مین ملا عبد القادر بدایونی شریک تھا اسلیے ہم اس لڑائی کا بیان اسیکی تاریخ سے نقل کرتے ہین۔

"اوائل ربیع الاول ۹۸۴ھ مین گوگندہ کی فتح ہوئی۔ مجمل بیان اسکا یہ ہے کہ مان سنگہ و آصف خان متواتر کوچ کرکے اجمیر کی فوج کو مانڈل گڈہ کی راہ سے بلد مین جو گوگندہ سے سات کروہ (۱۴ میل) پر تھا لائے یہین رانا کیکا رہتا تھا (معلوم ہوتا ہے کہ سہو کاتب سے ہلدی یا ہلدیو کی جگہ ہلد و لکھا گیا۔ جسکو طبقات مین گھاٹی ہلدیو اور تو ڈ راجستان مین ہلدی گھاٹ لکھا ہے۔ یہ نام اس سبب سے رکھا گیا تھا کہ یہان کی زمین زرد مثل ہلدی تھی۔ ابو الفضل نے جنگ کی جگہ کھیم پور لکھی ہے وہ ایک گانون گوگندہ کے شمال مین اور اودیپور کے شمال مغرب مین ہے)۔ رانا اس سے لڑنے آیا مان سنگہ ہاتھی پر سوار ہوا اور اُسکے ساتھ بادشاہی نیک مثل خواجہ محمد رفیع بدخشی و شہاب الدین کورہ و پاینده خان قزاق و علی مراد اوزبک و راجہ لون کرن حاکم سانبھر اور اور راجپوت قول اوسط یا قلب مین ہمراہ ہوئے۔ اور ہراول مین اور نامی جوان جمع ہوئے اور انمین سے اسّی سے کچھہ زیادہ چیدہ و برگزیدہ سید ہاشم بارہ کے بیشتر ہراول کے لیے نامزد ہوئے انکا نام جوزہ ہراول (یعنی فرع ہراول) رکھا گیا۔ اور سید احمد خان بارہ ایک جماعت کے ساتھہ برانغار اور قاضی خان مع سیکری کے شیخ زادون کے جو شیخ ابراہیم چشتی کے خویش تھے جرانغار مین و مہتر خان چنداول مین مقرر ہوئے۔ رانا کیکا ۳ ہزار سوار لیکر عقب درہ سے آیا اسکی دو فوجین تھین ایک فوج کا سردار حکیم سور افغان تھا وہ ہراول کے مقابلہ مین قبلہ رویہ یعنی مغرب کوہ سے آئے۔ بسبب شکستگی و ناہمواری اور ببولون کے درختون کی کثرت کے اور راہ کے پار پیچان ہونے کے جوزہ ہراول اور ہراول ایک راہ پر آنکر دونو مخلوط ہو کر ایک ہو گئین اور جنگ مغلوبہ ہوئی۔ راجہ لون کرن کے ماتحت جو راجپوت تھے انمین سے اکثر بائین جانب سے بھیڑون کیطرح

بھاگے اور ہراول سے نکل کر برانغار کی پناہ مین آئے۔ اسوقت فقیر (عبدالقادر) نے کہ چند
مخصوصون کے ساتھ ہراول مین تھا آصف خان سے کہا کہ اسوقت کیونکر آشنا و بیگانہ
راجپوتون مین تمیز کیجائے۔ اُسنے کشش کہکر جواب دیا کہ تیر لگائے جاؤ کسی طرف کوئی مرے
ع زہر طرف کہ شود کشتہ سود اسلام ست۔ پس ہم تیر اندازی اس انبوہ پر کرتے تھے جو مثل کوہ تھا
اور ہمارے تیر اصلا خطا نہین کرتے تھے اور اسکے گواہ ہمارے راست تیر ہین ع القلب یصدق
شاھد بیشہد (دل سچا گواہ ہی جو شہادت دیتا ہے) ع گواہ عاشق صادق در آستین باشد۔
ہمکو یقین تھا کہ ہمارا ہاتھ کام کر رہا ہے اور ثواب غزا حاصل ہو رہا ہے سادات بارہ اور
بعض صاحب ناموس جوانون نے اس لڑائی مین وہ کام کیا جو شاید رستم ہی سے ہوتا
میدان جنگ مین طرفین کے آدمی مارے گئے۔ دوسری فوج جکا سردار خود رانا تھا
وہ گھاٹی مین سے آیا اور گھاٹی کے دروازہ پر غازی خان تھا اسکو ہٹا کر قلب مین
پہونچا یا۔ سیکری کے شیخ زادے ایکدفعہ بھاگ گئے اور فرار کے وقت ایک تیر شیخ
منصور داماد شیخ ابراہیم کے لگا وہ اس جماعت کا سردار تھا۔ اس زخم سے مدتون تک
اس کو زحمت رہی۔ غازی خان باوجود ملائی کے بہادرانہ کھڑا رہا۔ اُس کے
دائین ہاتھ پر تلوار لگی جس سے اُسکا انگوٹھا کٹ گیا۔ اب مقاومت کی مجال اس مین
نہین تھی تو الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین (جب طاقت نرہی تو فرار پیغمبرون کی
سُنت ہے) بڑھکر قول مین پہونچا اور وہ جماعت کہ اول وہلہ مین اس فوج سے
روگردان ہوئی وہ دریا سے پار جاکر بھی پھر نہ ٹھہری۔ اس گیرودار مین مہتر خان
نے چندراول سے نکل کر نقارہ بجایا اور آوازہ لگایا کہ بادشاہ ایلغار کرکے آگیا
اس ادا سے کچھ بھگوڑون کی تقویت ہوئی اور وہ بھاگنے سے ٹھہر گئے۔ راجہ
رام ساہ گوالیاری نبیرہ راجہ مان سور رانا کے آگے آیا اس نے راجہ مان سنگھ کے
راجپوتون کی جان پر وہ کاربردازی کی کہ جسکی شرح نہین ہو سکتی۔ یہی جماعت

گوگندہ کی لڑائی کا نقشہ جس سے سپاہیون کے آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا حال خوب معلوم ہو۔



ہراول کی چپ سے بھاگی اور آصف خان کے فرار ہونیکا سبب ہوئی وہ میمنہ مین سادات بارہ پاس التجا
لے گئی۔ اگر سادات پائے ثبات نہ قائم کرتے تو اس سبب سے کہ ہراول بھاگ چکی تھی لڑائی مین بڑی
رسوائی ہوتی۔ راناکے ہاتھی بادشاہی ہاتھیون کے مقابل مین آئے۔ انہین سے دو قوی مست ہاتھیون
کی لڑائی ہوئی اور حسین خان فوجدار کہ مان سنگہ کے پیچھے دوسرے ہاتھی پر سوار تھا گر پڑا مان سنگہ
خود بجائے مہاوت کے حسین خان کے فیل پر جا بیٹھا اور ایسی ثبات قدمی کی کہ اس سے زیادہ تصور
مین نہین آتی۔ ان دو ہاتھیون مین کہ جن مین ایک فیل خاصہ پادشاہی تھا وہ راناکے
فیل رام پرشاد نامی سے جو بڑا قوی ہیکل تھا لڑا اور جنگ عظیم ہوئی ایک دوسرے کو
دھکیلتا تھا۔ اتفاقاً راناکے ہاتھی کے فیلبان کے تیر لگا اور ہاتھیون کے حملہ کے
صدمہ سے وہ زمین پر گرا۔ پادشاہی ہاتھی کا فیلبان چستی و چالاکی کر کے اپنے ہاتھی پر سے
کود کے راناکے ہاتھی پر جا بیٹھا اور وہ کام کیا کہ کسی سے نہوتا۔ یہ حال دیکھکر راناکو
تاب نہ رہی جو جلو رانا کا ہاتھی تھا وہ بھاگا اور افواج مین تذبذب ہوا اور راجہ
مان سنگہ کے یکون نے آگے آنکر وہ چپقلش کی کہ ایک کارنامہ تھا اور مان سنگہ کی
سرداری سے آج ملا شیری کے معنی اس مصرعہ کے سمجھ مین آئے ع کہ ہندو میزند شمشیر اسلام ؎
جیمل چتوری کا بیٹا اور رامساہ گوالیاری مع اپنے بیٹے سالباہن کے جنہون نے بہت کچھ
تردد و جانفشانی کی تھی جہنم مین گئے اور گوالیار کے راجاؤن کی نسل مین کوئی باقی نہین
رہا کہ قابل جانشینی ہوتا خس کم جہان پاک۔ رانا جو مادھو سنگہ کے مقابل تھا تیر کے
زخمون سے زخمی ہوا حکیم سور جو سادات بارہ کے آگے سے بھاگا تھا رانا پاس التجا لے گیا
اسکی اور راناکی دونو کی فوج ایک ہوگئین۔ رانا تنہا انھین بلند پہاڑون مین چلا گیا
جہان چتور کی فتح کے بعد گیا تھا اور وہان محض بے اختیار تھا۔ یہان تابستان کی
چلّہ کی گرم ہوا ایسی چل رہی تھی کہ آدمی کا بھیجا سر مین پگھلا جاتا تھا۔ صبح سے دوپہر تک
لڑائی ہوئی تھی اور معرکہ مین پانچسو آدمی مر چکے تھے جنمین سے ایکسو بیس مسلمان تھے اور باقی

ہندو اور زخمی تین سو سے زیادہ نہ تھے ہوا کا حال جلتے تنور کا سا تھا۔ سپاہیون مین حرکت کی قوت نہ تھی اور غالب گمان یہ تھا کہ رانا مکرو فریب کرکے پہاڑ کے نیچے چھپا بیٹھا ہوگا اسواسطے تعاقب نہین کیا۔ پھر کر زخمیون کی تیمارداری کی گئی اور فتح کی تاریخ یہ ہوئی ۹۸۴ و یبد و من اللہ فتح قریب (خدا کی طرف سے فتح ظاہر ہوئی) دوسرے روز کوچ کیا اور میدان جنگ مین آنکر ہر شخص کے کام کا ملاحظہ کیا گیا اور درہ سے گذر کر گوکندہ مین آئے۔ رانا محل کی حفاظت اُسکے چند فدائی کرتے تھے وہ اور معابد سے چند آدمی اور جنکا مجموعہ بیس آدمیون کا ہوتا تھا اُنہون نے رسم قدیم کے موافق جوہر کیا اور مستورات کو ہلاک کرکے گھرون اور بتخانون مین سے باہر آنکر حرکت مذبوحی کی اور تلوار کے زخم سے مالک دوزخ کو جان سپرد کی امرا کو یہ خیال تھا کہ رانا کہین شبخون نہ مارے۔ کوچہ بندی کی خندق اور دیوار ایسی اونچی کہ اسپر سے سوار نہ آسکے گوکندہ کے گرد بنائی اور اسمین آنکر فروکش ہوئے۔ امرا مردہ گھوڑون اور کشتہ آدمیون کی نام نویسی کرتے تھے کہ عریضہ شاہی مین لکھکر بھیجین۔ سید احمد خان بارہ نے کہا کہ ہم مین سے نہ کوئی لڑا ہے نہ کسی کا گھوڑا کشتہ ہوا ہی کہ جنکے نامون کو دیوان اعلیٰ مین لکھکر بھیجین۔ اسم نویسی سے کیا فائدہ ہی۔ اسوقت غلہ کی فکر کرنی چاہیئے۔ چونکہ یہ کوہستان کم زراعت تھا۔ بنجارے بھی نہین آئے تھے۔ عسرت سے سپاہ کا عجب حال تھا۔ مشورہ کیا گیا اور نوبت بہ نوبت امرا مین سے ایک کو سردار اعتبار کرکے سیکرون من غلہ لانے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ سیکرہ کے معنے کوئی چھکڑے کے لیتا ہے اور سکرم اسی سے مشتق بتاتا ہے۔ کوئی اسکو سنسکرت کا لفظ سمجھکر بہنگی کے معنے لیتا ہے۔ بنگالی زبان مین شکر اور شکٹ چھکڑے کو کہتے ہین) پہاڑون کی چوٹیون اور بلندیون پر مجمع شکستہ آدمیون کا ملتا تو وہ اسیر کیا جاتا۔ مواشی کے گوشت پر گذر اوقات ہوتی تھی اور آم اس افراط سے پیدا ہوئے تھے کہ بیان نہین ہوسکتے اراذل عوام انکو بجائے طعام

کھاتے تھے۔ اکثر اُن کی رطوبت سے بیمار ہو گئے تھے اس دیار مین آم ایک اکبری سیر کی برابر وزن مین ہوتا تھا مگر جرم مین چھوٹا ہوتا ہے اور شیرینی اور مزہ اس مین چندان نہین ان دنون مین محمود خان بادشاہ کے پاس سے ایلغار کر کے گوگندہ مین آیا اور معرکہ کا حال تحقیق کر کے دوسرے روز چلا گیا۔ اور جو حال ہر کسی شخص کا سنا تھا وہ عرض کیا۔ سب خدمات بادشاہ کو مستحسن معلوم ہوئین مگر یہ امر پسند خاطر نہین ہوا کہ رانا کو زندہ نکل جانے دیا۔ امرا نے یہ چاہا کہ رام پرشاد نامی ہاتھی کو مع فتحنامہ کے بادشاہ کے پاس بھیجین۔ کئی دفعہ بادشاہ نے اس ہاتھی کو رانا سے مانگا تھا مگر اسنے اپنی بدبختی سے نہین بھیجا تھا۔ آصف خان نے فقیر (عبدالقادر) کا نام لیا اور کہا کہ وہ محض بسبب محبت و قربت کے ساتھ آیا تھا اسکے ساتھ یہ دونو چیزین بھیجنی چاہئیں۔ مان سنگہ نے کہا کہ ابھی کچھ کام باقی ہے اسکو چاہیے کہ معرکہ مین صفون کے آگے آنکر سب جگہ امامت کرے مین نے کہا کہ مین یہان کی امامت چھوڑتا ہون میرا کام یہ ہے کہ بندگان شاہی کی صف کے آگے امامت کرون۔ مان سنگہ مسرور و مبتہج ہو کر فیل مذکور اور احتیاطاً سو سوارون کو میرے ہمراہ کیا اور خود بھی سیر و شکار اور تھانون کے مقرر کرنیکی تقریب سے گوگندہ سے بیس کروہ تک میری مشایعت کی اور سفارش نامہ لکھکر یہان سے مجھے بادشاہ کے پاس رخصت کیا مین ماکھور اور مانڈل گڈہ کی راہ قصبہ انبیر مین جہان مان سنگہ کا وطن تھا آیا۔ جہان مین جاتا تھا وہان لوگ مان سنگہ کی جنگ اور فتح کی کیفیت سنتے تھے تو انکو یقین نہین آتا تھا۔ انبیر سے پانچ کروہ پر فیل دلدل مین پھنس گیا جتنا وہ آگے جاتا تھا اتنا ہی زیادہ دھنستا تھا۔ یہ میری اول ہی خدمت تھی۔ میری حالت عجیب تھی۔ آخر اس نواح کی رعایا نے آنکر کہا کہ پارسال بھی اسی زمین مین ایک فیل بادشاہی پھنس گیا تھا تو اس دلدل مین بہت سا پانی ڈالا تھا تو دلدل ایسی پتلی ہو گئی کہ اُس مین سے ہاتھی نکل آیا۔ غرض سقون کو بلا کر یہی کیا کہ بہت سا پانی ڈلوایا تو آہستگی کے ساتھ

فیل نے اس ورطہ سے خلاصی پائی اور مین امیر بن آیا اس سے آدمیون کو بڑا افتخار حاصل ہوا
یہان چار روز رہکر قصبہ نونندہ مین کہ مولد فقیر تھا اور بساور جسکی نسبت یہ مصرعہ ہے ع
و اول ارض مس جلدی ترابہا - (یہ اول ہی زمین تھی جسنے میری جلد کو چھوا تھا) ہوتا ہوا -
اوائل ماہ ربیع الاول مین بوسیلہ کوکہ وراجہ بھگوانداس بیربان سنگہ کے دیوانخانہ فتحپور مین
پادشاہ کی کورنش بجا لایا اور امراء کی عرضداشت اور ہاتھی کو پادشاہ کی خدمت مین نذر کیا -
پادشاہ نے پوچھا کہ اس ہاتھی کا نام کیا ہے - عرض کیا کہ رام پرشاد - فرمایا کہ یہ سب کچھ بطفیل پیر
حاصل ہوا ہے اسی لئے اسکا نام پیر پرشاد رکھتا ہون -

پھر پوچھا کہ سچ کہو کہ تو کس فوج مین تھا اور کیا کام تیرے ہاتھ سے بن آیا مین نے کہا کہ
پادشاہون کے حضور مین سچ بھی سو ترس و لرزہ کے ساتھ کہا جاتا ہے - دروغ
کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے - پھر مین نے جو واقعی حال تھا بتفصیل بیان کیا پھر پوچھا کہ تو برہنہ
تھا یا مسلح - مین نے کہا کہ جبہ و بکتر میرے پاس تھے فرمایا کہ یہ کہان سے ہاتھ لگے تھے مین نے
کہا کہ سید عبد الرحمن خان سے ہاتھ لگے تھے - میری باتین پادشاہ کو بہت مستحسن معلوم ہوئین
ان دنون مین پادشاہ کے آگے اشرفیون کا گنج رکھا رہتا تھا اسمین سے ۹۶ - اشرفیان
مجھے انعام دین اور پوچھا کہ شیخ عبد النبی سے بھی ملاقات کی ہے مین نے کہا کہ مین ابھی گرد راہ
سے دربار مین آیا ہون انسے کیونکر ملتا - دو شالہ نخودی اعلے درجہ کا دیا اور فرمایا کہ اسکو
لیجا کر شیخ سے ملاقات کرو اور کہو کہ یہ دوشالہ کارخاصہ کا بنا ہوا ہے کہ شیخ کی
نیت سے فرمائش کر کے بنوایا ہے اسکو وہ اوڑھے - مین یہ دوشالہ شیخ پاس لیگیا
اور پادشاہ کا پیغام سنا دیا - شیخ خوش ہوا اور پوچھا کہ وداع کے وقت مین نے
کہا تھا کہ جب صفین ملین تو دعا ہماری پڑھ کر ہمکو یاد کرنا مین نے کہا کہ یہ دعا مین نے خود
پڑھی تھی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلِلْمُؤْمِنٰتِ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ وَ
اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - شیخ نے کہا کہ یہ دعا کافی تھی

سبحان اللہ یہ شیخ عبد النبی کیا تھے یا آخر مین انکا وہ حال ہوا کہ کسیکو خدا نہ دکھائے نہ سنوائے
اس سے سب کو عبرت پکڑنی چاہیئے سہ

ہر کرا بر در گیتی عاقبت خونش بریخت — حال آن فرزند چون باشد کہ خصمش مادرت

اصل تاریخی حال تو بدایونی نے لکھا ہے اب ٹوڈ راجستان کے بیانون کی طرف توجہ کرتے ہین جو اُنھون نے نہایت جانفشانی سے کبتون اور گیتون اور کبیون اور بھاٹون کی روایتون سے جمع کیئے ہین اور انسے بعض تاریخی حالات معلوم ہوتے ہین مگر اس سے پہلے ہم ایک بڑے نامور شاعر لارڈ بائرن کی نظم چائلڈ ھرلیڈ کا ترجمہ لفظی کرتے ہین اور اسکا مطلب بیان کرتے ہین پھر بعض حکایات اس معرکہ کی نقل کرتے ہین نظم کا ترجمہ

کیا ہر ایک گیت ایسے شاندار فسانہ سے نہین بھرا پڑا؟

افسوس ہے کہ کسی ہیرو (یعنے نامور شجاع) کی بڑی سے بڑی قسمت یہ ہے۔

جب سخت پتھرون کے تودے اور تاریخ کے دفتر کچہ حال نہین بتاتے تو کسان اپنے گیت مین مشتبہ تاریخون کی لے بڑھاتے ہین۔ اے غرور ذرا آسمان سے نیچے آنکھین جھکا کر اپنی حالت کو دیکھ کہ وہ لوگ جو بڑے طاقتور تھے اب گیت ہی گیت رہگئے ہین۔ کیا کتاب۔ مینار عمارت تجھکو ٹہرا رکھینگے؟ یا تو روایت کی بھولی زبان پر بھروسا رکھیگا جبکہ خوشامد تیری ساتھ سو گئی ہو گی اور تاریخ تجھکو نقصان پہنچائیگی۔ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ روایات (یہ ایک ایسے انگریزی لفظ کا ترجمہ ہے جسکے معنے افسانون گیتون و قصون کے ہین جو زبان زد خلائق ہوتے ہین) انمین بھولی بھولی باتین ایسی بھی ہوتی ہین جن مین صداقت نہین ہوتی یعنے عوام مین جو ایک بڑے آدمی کی نسبت گیت و کہانیان مشہور ہوتی ہین وہ بھی اس کی خوش قسمتی کی یادگار ہوتی ہین جو اس کو اپنی زندگی مین حاصل ہوئی تھین۔ جب ان بڑے آدمیون کے نشان مٹ جاتے ہین۔ ان کے قلعے و عمارات و شہر غارت ہو جاتے ہین۔ تاریخون مین ان کے ذکر کا پتہ نہین لگتا یا بُری طرح بیان ہوتا ہے

تو اسوقت ان قصے کہانیون اور گیتون سے جو عوام مین مشہور ہوتے ہین انکے کارنامے معلوم
ہوتے ہین۔ شاعر بغیر فیصلہ کے سوال کرتا ہے کہ کیا بڑے آدمیون کی عظمت عمارتون اور
کتابون سے اچھی طرح معلوم ہوتی ہے خاصکر ایسی حالت مین جبکہ انکے خیر خواہ مورخ انکے
ساتھ مر گئے ہون اور تاریخ مین انکے کامون کو بُری صورت مین دکھایا ہو یا ان کی عظمت
روایات کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتی ہے جو اپنی شاعرانہ اور بھولی زبان سے انکو گاتے یا سناتے
ہین وہ انکی عظمت کی زیادہ یادگار ہوتی ہین۔ یا تاریخ جو مخالفانہ لکھی ہے؟ غرض رانا پرتاب کا
یہی حال ہے جو بڑا آدمی تھا مگر مورخ مخالف ملے۔ اس کے کامون کو ذلیل کرکے بیان کیا
عوام مین جو باتین اسکی بہت مشہور ہین وہ شاعرانہ صورت رکھتی ہین مؤثر ہین۔ اب
ٹوڈ نے روایات سے اس معرکہ کے بیان مین یہ لکھا ہے کہ رانا پرتاب بائیس ہزار راجپوتون کو
ہلدی گھاٹ کے میدان جنگ مین لایا تھا۔ ان مین سے صرف آٹھ ہزار جان سلامت لیگئے۔
پرتاب تن تنہا اپنے گھوڑے چیتک پر سوار ہوکر بھاگا۔ اسی گھوڑے نے اس کی جان بچادی
اور اپنے اوپر سوار کرکے لے گیا دو مغل اس کے پیچھے پڑے جنکو اس روک نے تھوڑے
دنون کیلئے روک دیا کہ پہاڑ سے بہتی ہوئی ندی حائل ہوئی جسکو رانا کا گھوڑا پار پھلانگ گیا
مگر یہ گھوڑا بھی اپنے آقا کی طرح زخمی۔ چقماقی پہاڑ سے جو گھوڑے کے نعلون سے
شرارے نکلتے تھے انکی روشنی سے تعاقب کرنے والون کو معلوم ہوا کہ ہم رانا کے بہت
ہی پاس آگئے ہین کہ ایک انہین سے بڑے زور سے اپنی زبان مین پکارا کہ ہو نیلی گھوڑا
راسوار۔ تو پرتاب نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار نظر آیا۔ یہ سوار اسکا
بھائی سکرا تھا۔ یہ بھائی پرتاب سے ذاتی جانی دشمنی رکھتا تھا۔ اس دشمنی نے
اسکو ملک میواڑ کا دغاباز دشمن بنایا تھا وہ اکبر کے لشکر کی صفون مین تھا کہ اُسنے
دیکھا کہ ایک نیلا گھوڑا جاتا ہے اور اُس کے ساتھ کوئی نہین ہے یہ دیکھتے ہی
بھائی کے ساتھ جو کینہ سینہ مین جمع تھا وہ جاتا رہا اور برادرانہ محبت کا جوش اُٹھا

اور اسکے ساتھ ان باتون کی یاد نے جو عاجز کرنے والی تھین دل کو گھیر لیا وہ تعاقب کرنے والون کے ساتھ اسلیئے ہوا کہ ایٖن سے جو اسکے نیزہ کے نیچے آجائے انکو ہلاک کرے یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ یہ دونو بھائی اپنی ساری عمر دن مین آپس مین دوستانہ و برادرانہ ملے گھوڑا جیتک گر گیا۔ ہر نام اس کے بھائی نے دوسرا گھوڑا انگار ودیا اور وہ جیتک سے زین کھول کر اسپر رکھنے لگا تو اُسکا جیتک وفادار گھوڑا مر گیا۔ اس گھوڑے کی ایک یادگار رہی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیتک یہان مرا تھا اور دار السلطنت کے آدھے مکانون مین اس سارے واقعہ کا نقشہ دیوارون پر کھنچا ہوا ہے۔ رانا اسطرح خلاصی پاکر جلدی سے پہاڑون کی راہون پر گیا جہان اسکورات ہوگئی تھی اسکے سات زخم بھی لگے تھے جنسے خون جاری تھا۔ گو رانا حالت فرار مین ان مصائب مین گرفتار تھا مگر وہ اپنے شاہانہ ارادون سے باز نہ آتا اور آئندہ لڑنے کے منصوبے باندھتا تھا۔
سکرا پھر مغلون کے لشکر مین گیا۔ اکبر کو یہ حال معلوم ہوگیا تھا اسنے سکرا کو بہت انعام و اکرام اس کام پر دیا۔ ہونیلا گھوڑا را اسوار۔ رانا کے رشتہ دارون مین ضرب المثل کی طرح مشہور ہوگیا۔
غرض تاریخ بدایونی اور ٹوڈ کے بیانات کو ختم کرکے مین اب اکبر نامہ کے ورق الٹتا ہون اور دیکھتا اور پوچھتا ہون کہ بدایونی اور ابو الفضل کی طرز ادا جدا جدا ہی مگر مطلب ایک ہی۔ ابو الفضل نے ہاتھیون کی لڑائی کا بیان تفصیل سے اسطرح لکھا ہے کہ جیسے جوان مردون نے ایک بو العجبی کا ہنگامہ دکھا رکھا تھا۔ نامور ہاتھیون نے بھی اپنے کارنامے دکھائے تھے۔ غنیم کے ہاتھی لونا نے معرکہ صف شکنی آراستہ کیا۔ جمال خان فوجدار پادشاہی فیل گجمکتہ کو اسکے روبرو لایا۔ اسکے تصادم سے بادشاہی ہاتھی زخمی ہوکر بھاگا مگر رانا کے ہاتھی کے فیلبان کے ایسی بندوق لگی کہ وہ کارزار سے چلا گیا۔ اس عرصہ مین پرتاب خود فیل رام پرشاد کو کہ سر آمد فیلان تھا جنگ کا ساز لگا کے

لایا اور اُسنے بہت بہادرون کو مارا۔ کمال خان بادشاہی ہاتھی گجراج کو لاکر نبرد آرا ہوا پنجو فیلبان مدارا کو فیل رام پرشاد کے روبرو لایا قریب تھا کہ یہ بادشاہی ہاتھی بھی بھاگے کہ رام پرشاد کے فیلبان کے ایک تیر ایسا لگا کہ وہ مرگیا۔ رام پرشاد بادشاہ کے آدمیون کے ہاتھ آیا۔ رام داس پسر جیمل کو جگن ناتھ نے ضرب لگا کے عدم مین پہنچایا۔ راجہ رام ساہ مع تین بیٹون سالباہن و بھان سنگہ و پرتاب سنگہ کے دادِ مردانگی دیکر نیست ہوئے۔ کنور مان سنگہ گوگنڈہ میں مقیم رہا۔ مگر رانا کی جستجو مین تگا پو نہیں کی اور کھانے پینے کو مشکل سے وہاں ملتا تھا اس لئے اُن سنگلاخون سے نکل کر صحرا مین آیا اسیر حیلہ اندوزون نے بادشاہ سے یہ کہا کہ رانا کے استیصال مین تساہل ہوا قریب تھا کہ بادشاہ مان سنگہ پر عتاب کرے لیکن بادشاہ کو حیلہ سازون کا حال معلوم ہوگیا اس لئے وہ خفا نہوا۔ جب امراء اور کنور مان سنگہ بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوئے بخشش و بخشائش انکے حال پر ہوئی۔

سنہ ۹۸۴ھ بادشاہ کا گوگندہ جانا

گوگندہ کی طرف شکار کھیلنے کو بادشاہ نے انتظام ملکی کے لئے مناسب

جانا کہ اس ناحیہ کے تمام سرکش ایک ہی دفعہ سرنگون ہون اور اس مرزبوم کے ساکنین سعادت گزین ہون۔ عبادات ایزدی مین گزیدہ ترین عبادت بادشاہ کے لئے یہ ہے کہ وہ خیر اندیشون پر نوازش اور بدکارون کو پامال ایسے شائستہ طور پر کرے کہ خدمت فروشون کی منت نہ اُٹھانی پڑے اور فتنہ اندوزون کے تزویر کی مداخلت نہونے پائے۔ طراز صورت بطرز معنے سرانجام پائے۔ یہ کیا خوش کام ہے کہ غازۂ عبادت بھی چہرے پر رکھتا ہے اور تربیت کی چہرہ افروزی بھی کرتا ہے اگرچہ یہ امر ابتدا رنظر مین نیکون کے حق مین خیر اندیشی معلوم ہوتی ہے لیکن وہ بدکارون کے حق مین بھی نیک خواہی ہے اول دید مین شورش مند سرکشون کا تنبیہ کرنا نظر آتا ہے مگر حقیقت مین وہ اخلاص گزین

عقیدت منشون کا سرمایہ سعادت ہے۔عقل کے نزدیک جمیع اشغال سلطنت ئین پادشاہون کے ذمے یہ ہے کہ وہ بالذات کام کو اپنے ذمے جانین۔ جو کام ملازمون سے اچھی طرح نہ ہوسکے اُس کے سرانجام دینے مین اپنے نفس سے مصروف ہون اس لئے پادشاہ نے ان ایام مین یہ ارادہ کیا کہ گوگندہ مین شکار کھیلنے جائے کہ رانا نے کوہستان جنوبی مین سر اُٹھایا ہے اور راے نراین داس نے ایدر مین علم استکبار بلند کیا ہے۔ ۳۱۔ اسفندمہر کو اجمیر سے گوگندہ کی طرف کوچ کیا جس کے سبب سے بہت سے سرکش آنکر مطیع ہوگئے۔ رانا کوہستان مین چھپ گیا قطب الدین خان وراجہ بھگونت داس وکنور مان سنگہ کو پہاڑون کے درمیان بھیجا کہ اس گریوہ نشین کو گرفتار کرین۔ قلیچ خان وخواجہ غیاث الدین علے وآصف خان اور امرا کو ایدر بھیجا کہ اس سرزمین کو ناسپاس سرکشون کے خاشاک سے پاک صاف کرین۔

جو لشکر ایدر کو روانہ کیا تھا وہ منزل بمنزل ۶ آبان ۹۸۴ھ کو ایدر کے حوالی مین آیا۔ اس سرزمین کے نخوت آرا کوہستان کی تنگناؤن مین گھس گئے۔ تہور منش راجپوت اپنے معابد ومنازل مین لڑنے مرنے کو تیار ہوئے۔ پادشاہی لشکر مین سے ہیرہ بھان وعمر خان افغان وحسن بہادر اس گروہ کے پائمال کرنے کو گئے۔ راجپوتون نے تلوارین سونت کر اور برچھے لگا کر عرصہ جانفشانی مین تیز دستی کی بہت سے پادشاہی آدمی انکے آگے سے بھاگے۔ عمر خان وحسن بہادر مارے گئے مگر وہ سب راجپوت ہلاک ہوئے شہر مین بہت سی غنائم پادشاہی لشکر کو ہاتھ آئین۔ ایدر کی حراست امرا باتدبیر کو سپرد ہوئی۔

پادشاہ نے جو سپاہ رانا کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجی تھی اسکو رانا کا پتا نہ ملا۔ وہ جلدی سے بغیر حکم شاہی کے پادشاہ کے پاس واپس چلی آئی۔

حکام سلطنت کی پاسبانی اول فرمانروایون کے ذمہ واجب ہے۔ دوم خدمت پذیرون پر اسکی نقش پذیری لوح دل پر ضروری ہے۔ اس واسطے بادشاہ قطب الدین خان اور راجہ بھگونت داس پر خفا ہوا اور انکو کورنش کی اجازت نہین دی مگر جب انہون نے اپنی ندامت اور پشیمانی ظاہر کی تو انکو دربار مین آنیکی اجازت دی۔ قلیج خان نے ایدر کو فتح کیا تھا مگر بادشاہ نے اسکو گجرات کے جانیکے لئے بلا لیا تو راے ایدر نے اور زیادہ سرکشی پر کمر باندھی وہ پہلے کوہستان مین بھاگ گیا تھا۔ اب اسنے آسار اول کو اپنے ساتھ متفق کیا اور شگنار کوہستان سے باہر نکلا اور عرصہ مبارزت کو آرائش دی۔ ۱۴ اسفندارمذ کو اولیاے دولت لشکر کی پاسبانی شیر خان کو سپرد کرکے میدان جنگ کی طرف چلے فوج قول مین خواجہ غیاث الدین علی آصف خان فوج برانغار مین تیمور بخش فوج جرانغار مین میر ابو اللیث۔ فوج ہراول مین مرزا مقیم نقشبندی و نور قلیج خان و دھیرو برمان و میر غیاث الدین افسر تھے۔ غنیم کے صف دو گروہ تھے۔ طرفین سے جوان مردون نے اپنے جوہر دکھلائے۔ راجپوت برچھون سے خوب لڑے نور قلیج خان کے بازو مین زخم لگا مگر اسنے جنگ سے ہاتھ نہین اٹھایا۔ مظفر راجپوتون کے ہجوم سے زمین پر گر کر پھر گھوڑے پر چڑھکر لڑا۔ دھیرو برمان نے بھی مردانگی دکھائی۔ اس ہنگامہ مین ہراول شاہی ہار گئی۔ جوان مردون نے جانفشانی کرکے اسکو سنبھالا۔ مرزا مقیم و قطب خان کی جانین گئین۔ جسوقت ہراول کو ہزیمت ہوئی تو فوجین بہم کمک کو آئین اور کارزار مین مصروف ہوئین مخالف بھی بڑی شجاعت سے لڑا۔ اپنی توانائی کے موافق لڑکر شکست پائی بادشاہی لشکر فتحیاب ہوا

بادشاہ کی گزیدہ پرستش یہ ہو کہ شائستہ نصیحتون اور تدابیر کی قوتون سے گردن کشون کو فرمان پذیر کرین۔ اور اگر نصیحت و فضیحت سودمند نہو تو پھر انکو نیست و نابود کرین تاکہ وحدت انتظامی مین اختلال نہو۔ اور شورش کثرت سے جہان غبار آلود نہو۔ اس نظر سے آبان ۲۲ سنہ ۹۸۴ھ مین راجہ بھگونت داس اور کنور مان سنگہ اور سردارون کو رانا کے استیصال کے لئے بھیجا۔ شہباز خان میر بخشی کو اس لشکر کا مہتمم مقرر کیا۔ شہباز خان نے

جاکر ایک عرضداشت بھیجی جسمین یہ درخواست کی کہ انتظام کے لئے کارشناس بھیجے جائین بادشاہ نے شیخ ابراہیم فتحپوری کو کچھ سپاہ کے ساتھ بھیجدیا کہ وہ حدلاڈلائی مین اقامت کرکے اس سرزمین کے سرکشون کو فرمان پذیر کرے اور شہباز خان کی یاوری کرکے رانا کی بیخ کنی مین تگاپو کرے۔

رانا نے اپنے باپ دادا کی طرح قلعہ کوہلمیر (کونبل میر) کو اپنی پناہ گاہ بنایا۔ یہ قلعہ ایسے بلند پہاڑ پر ہے کہ کسی نے پہلے زمانہ مین اُسے کمتر فتح کیا ہے۔ شہباز خان میر بخشی جب اس نواح مین آیا تو اُسنے راجہ بھگونت سنگھ اور کنور مان سنگھ کو یہ سمجھکر بادشاہ کے پاس بھیجدیا کہ وہ رانا سے زمینداری مین ایک مناسبت رکھتے ہین مبادا اس سبب سے رانا کی سزا مین التوا واقع ہو اور خود شریف خان و غازی خان و مرزا خان کو ساتھ لیکر قلعہ کی فتح کا ارادہ کیا اپنی رائے صواب اندیش سے بڑے بڑے سنگستان طے کرکے لشکر کو لے گیا اور بڑی کٹھن گھاٹیون سے آسانی سے نکل گیا قلعہ کی فتح کے لئے ہمت چست کی چابک دستی اور تیز پائی سے اُسنے کیلواڑہ پر قبضہ کرلیا اور پہاڑون پر لشکر کو چڑھاکر چیرہ دستی کی قلعہ کا محاصرہ کیا جس سے رانا کے ہوش اُڑے اور ایک اور بلا اُسکے سر پر چڑھ آئی کہ قلعہ کے اندر ایک توپ کے پھٹنے سے اسکا بہت اسباب اور سامان جلکر خاکستر ہوگیا وہ ایسا بیدل ہوا کہ جریدہ پہاڑون مین بھاگ گیا قلعہ فتح ہوگیا۔ نامور راجپوتون نے اپنی پرستشگاہون کے گرد لڑ لڑکر انمول جانین سستی بیچین۔ رانا کا پتہ یہ معلوم ہوا کہ وہ بانسوالہ مین ہے تو شہباز خان۔ غازی خان بدخشی کو قلعہ حوالہ کرکے وہان گیا۔ اس رواروی مین دو پہر کو قلعہ گوگندہ پر اقتدار حاصل کیا اور آدھی رات کو قلعہ اودے پور پر تصرف کیا۔ لشکر کو غنیمت سے مالامال کیا اور صوبہ اجمیر مین رانا کا پتلا حال کردیا۔

شہباز خان کو صوبہ اجمیر کے گریوہ نشین گردن کشون کے تابع کرنے کے لئے اور شورش نہاد بدکارون کو سزا دینے کے لئے بھیجا تھا سو اُس نے اپنی مردانگی کا

پیشوا خرد کو بنکے یہ کام بہت اچھی طرح کیے۔ بہت سے سرکشون کا نقد جان غارت کیا بعض کو پرستار اور خدمتگار بنا کے چھوڑ دیا۔ رانا کو ایسا تنگ کیا کہ وہ اپنا بنگاہ چھوڑ کر پہاڑون مین پوشیدہ ہوا۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ صوبہ اجمیر مین رانا نے سر اُٹھایا ہے تو ہرِ دے ۲۲ سنہ ۹۸۶ھ کو غازی خان و محمد حسین اور اور امرا کو بسر کردگی شہباز خان کے روانہ کیا کہ رانا اور تمام سرکشون کو تنبیہ کاری سے باز رکھ کر نیک بندہ بنائے یا ان کی جان نکالے بہت سا خزانہ اسکے ساتھ کیا۔ شہباز خان نے رانا پرتاب کو ایسا تنگ کیا کہ وہ ہر صبح کو شام واپسین جانتا تھا خوف سے مارا مارا پڑا پھرتا تھا۔ تیجمال سیسودیہ کے مکان مین وہ تھا کہ شہباز خان نے اسپر تاخت کی اور بہت سے بداندیشون کو مارا اور انکا مال اسباب لوٹ لیا اور اس نواح کو بدگوہرون سے پاک کر کے سپہ نشین بنایا۔ مشرقی دیار مین فساد ہونے کے سبب سے بادشاہ نے اس کو اپنے پاس وہان بھیجنے کے لئے بُلا لیا۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ رانا کوہستان سے نکلا ہے اور شورش کر رہا ہے۔ زیردستون پر دراز دستی کرتا ہے۔ ایک لشکر بسرکردگی جگن ناتھ روانہ کیا۔ مرزا جعفر بیگ کو بخشی مقرر کیا۔ ۲۴ آذر ۲۹ سنہ ۹۹۳ھ کو وہ رخصت کیا۔ تھوڑے دنون مین وہ اس دیار مین آیا۔ رانا نے کنارہ کیا۔ پرجا کو سکھ ملا۔ جگن ناتھ چند روز بعد منڈل گڈہ مین سید راجو کو چھوڑ کر رانا کے بنگاہ پر گیا۔ رانا مین لڑنے کی طاقت نہ تھی وہ ایک اور گریوہ کی راہ سے نکلا۔ اور اُس نے منڈل گڈہ کے ملک مین شورش مچائی اور کئی جگہ لوٹ مار کی۔ سید راجو لڑنے کے قصد سے رانا کی طرف گیا وہ چتوڑ کی جانب پھرا۔ جس سر منزل پر کہ رانا اسباب باندھتا تھا وہان سید اُترا۔ مگر اسنے دستبرد کچھ نہین کی۔ زیردستون کو رہائی ہوئی اور جگن ناتھ رانا کی بنگاہ پر تاخت کر کے اس سپاہ سے مل گیا۔ جگن ناتھ و جعفر آخر روز مین رانا کی بنگاہ پر آئے۔ قریب تھا کہ اُسے گرفتار کر لیتے کہ رانا کے ایک آدمی نے اُسے آگاہ کر دیا

رانا مع اپنے زن و زاد کے پہاڑوں کی تنگناؤں میں چلا گیا۔ خان وہاں اس کا غارت کیا دور اندیشی کے سبب اُس راہ سے آنے میں بہبود نہیں دیکھی جس سے گئے تھے دوسری طرف کچھ جا کر ڈونگر پور کی طرف پھرے۔ یہاں کا راجہ دو روئی کر رہا تھا اُسے دفعتہً جا پکڑ لیا۔ اور بہت روپیہ اور چارپائے لیے۔ رانا چاہتا تھا کہ کوہستان سے نکلکر اس ملک میں فساد کرے کہ اس سپاہ نے اُسے روک دیا انھیں دنوں میں دودا بھی مرگیا۔

کلہ سیسودیہ رانا کے خاندان میں سے تھا اور اس کا ساتھ دیتا تھا۔ وہ بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ اس پر بادشاہ نے نوازش کی۔ مگر پھر وہ بھاگ گیا۔ بادشاہ نے صلاح الدین و راجچند کو حکم دیا کہ اس کو جلد جا کر پکڑ لیں اور نصیحت کرکے یہاں لے آئیں اور اگر وہ نہ مانے تو اُس کو مار ڈالیں۔ یہ ایک سو اسی کوس طے کرکے قصبہ فتحپور میں آئے۔ وہ خاطر جمعی سے کھانا کھا رہا تھا کہ اُنھوں نے پیغام نصیحت گذارش کیا۔ اس افسوں مہربانی کو اس نے افسانہ بیدلی جانا تو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑا اور وہ خود اور دو آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ باقی آدمیوں نے پناہ مانگ کے جان بچائی۔

قلعہ سوانہ و چندر سین پسر راجہ مالدیو کے معاملات و مہمات

جب سنہ ۹۷۵ھ میں اجمیر میں بادشاہ آیا تھا تو چندر سین پسر مالدیو کو کہ ہندوستان کے اعاظم زمینداروں میں سے ہے اس کی ملازمت سے مشرف ہوا تھا۔ مگر جب وہ سنہ ۹۸۱ھ میں اجمیر میں آیا تو اُس نے سُنا کہ چندر سین پسر راجہ مالدیو بادشاہ کی اطاعت سے سرتابی کرکے خود سر ہو گیا اور قلعہ سوانہ کو کہ صوبہ اجمیر کے سب قلعوں میں زیادہ مستحکم و استوار تھا لڑنے کے لیے تیار کیا ہے۔ بادشاہ نے اس سانحہ کو سنکر اس دیار کی رعایا پر رحم کیا کہ شاہ قلی خاں محرم و رای رائے سنگہ و شمال خان و کیشو داس

پسر جمل میرتھ وال وجگت رائے پسر دھرمچند کو چندر سین کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ اگر وہ نصیحت سے راہ پر آجائے تو ہمارے پاس لے آؤ یہ امرار شاہی شہر سوخب میں آئے۔ مالدیو کا پوتا کلہ یہاں سے بھاگ کر تنگنا ر کوہستان میں قلعہ سر باری کے اندر چلا گیا۔ امرار شاہی نے اس کا تعاقب کر کے اس شہر کو جلا دیا تو وہ کوہ کورنبہ میں چلا آیا بادشاہ کی سپاہ نے اس کا تعاقب کیا اور دشت وگریوہ پر کچھ خیال نہیں کیا۔ جب کلہ نے اپنے گرفتار ہونے کی صورت معائنہ کی تو عاجزی کر کے راست کیشوں کے وسیلہ سے لشکر شاہی سے ملا اور ہیس داس ویرتھی راج راٹھور اور اپنے بھائی کیشو داس کو خدمت گزینی کے لیے لشکر کے ہمراہ کیا اور اپنی شکستگیوں کی درستی کے لیے رخصت لی۔ جب اس طرح چندر سین کی جمعیت میں فتور آیا تو شہر سوانہ کی طرف امرار شاہی متوجہ ہوئے۔ یہاں چندر سین کے ہوا خواہوں میں سے راول سکھ راج ریاست کرتا تھا ان دنوں میں رائے رائسنگہ کے ملازم بسر کردگی گوپال داس اس کے ملک پر تاخت و تاراج کرنے کے لیے دوڑے۔ راول کی معاونت کے لیے چندر سین نے سوجا دیبی کو بھیجا اس عرصہ میں کہ وہ مواضع وقریات تاراج کر کے معاودت کرے۔ راول پاس جمعیت اکھٹی ہو گئی اور عرصہ نبرد آراستہ ہوا۔ سوجا دیبی داس و مال برادر راول اس مصاف میں مارے گئے اور بادشاہی لشکر فتحمند ہوا۔ لڑائی کو سنکر رائے رائسنگہ جنگ گاہ میں آیا مگر اس کے آنے سے پہلے ہی فتح ہو گئی تھی راول کو یہ ایسی شکست ہوئی کہ وہ راہ پر آگیا اور اپنے بیٹے کو لشکر شاہی کے ساتھ کیا اب یہاں سے فوج شاہی سوانہ کی تسخیر پر متوجہ ہوئی۔ چندر سین نے قلعہ میں اپنا ٹھہرنا مصلحت نہ جانا قلعہ کو پتائے راٹھور اور پتائے بقال کو حوالہ کیا امرار شاہی نے اس کا محاصرہ کیا۔

جب بادشاہ ۹۸۲ھ میں اجمیر میں آیا تو سوانہ سے جریدہ رائے رائسنگہ بادشاہ

کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ حدود جودھپور میں چندر سین خودسری کر رہا ہے لشکر سوانہ کی تسخیر کے لیے مقرر ہوا ہی وہ دشمن کے دفع کرنے کے لیے کافی نہیں ہی۔ کام روائی کے لیے اور لشکر عنایت ہو۔ بادشاہ نے اسکی درخواست منظور کی۔ طیب خاں و سید بیگ توقبائی و سبحان علی ترک و خرم و عظمت خاں و سیو داس کو چندر سین کے سر پر بھیجا وہ رامپور کے حدود سے سخت گریووں میں چلا گیا۔ فوج شاہی نے بھی کوہستان کی طرف رُخ کیا مخالفوں میں چند آدمیوں کا کام نکلا اور اکثر ان میں شدائد سے پائمال ہوئے۔ چندر سین سے مقابلہ لشکر شاہی سے نہ ہو سکا وہ بھاگ گیا۔ امراء شاہی اپنی ناقہمی اور کوتاہ بینی سے اسکے اس بھاگنے ہی کو یہ سمجھے کہ سارا کام پورا تمام ہو گیا۔ بے طلب شاہی وہ بادشاہ پاس چلے آئے بادشاہ نے اس نافرمانی کے قصور پر ان کو پایۂ اعتبار سے ساقط کیا سنہ ۹۸۸ھ میں صوبۂ اجمیر کی بعض محال میں پھر چندر سین نے سرکشی و خودسری اختیار کر کے فساد مچایا۔ بادشاہ نے پاینده محمد خاں مغل و سید ہاشم و سید قاسم اور تمام ان حدود کے اقطاع داروں کے نام فرمان جاری کیا کہ چندر سین کو سزا دیں سب حسب الحکم اس کار پر متوجہ ہوئے وہ لشکر شاہی سے لڑا اور شکست پا کر بھاگ گیا۔

جب شاہ قلی محرم و رائے رائسنگہ کا لشکر شائستہ خدمت نہ کر سکا اور سپاہیوں کے گھوڑے نکمے ہوئے اور جانوروں کے چارہ نہ ملنے سے تمام سپاہیوں کو اضطرار ہوا تو اُس نے سید احمد و سید قاسم و سید ہاشم و جلال خاں و شمال خاں کو اس خدمت پر تعین کیا کہ حصار کی فتح میں کوشش کریں اور جو لشکر پہلے گیا ہی اُس کو ہمارے پاس بھیجدیں۔ امراء اپنے اپنے تیول میں یورش کا سامان درست کرنے گئے۔

اس درمیان میں جلال خاں کا واقعہ پیش آیا۔ جلال خاں میرٹھ میں آیا رای رائسنگہ کے بھائیوں سلطان سنگہ و رام سنگہ اور شاہ قلی کے داماد علی قلی خاں نے

پیغام بھیجا کہ ہم حکم شاہی سے چندرسین کے استیصال کے درپے ہیں۔ مگر وہ کوہستان کے استظہار اور مسالک کی دشواری اور جاں نثار تہوروں کے ہجوم کے سبب سے استقلال کا دم بھر رہا ہے۔ یہ وقت آپ کی مدد کا ہے جلد آؤ۔ اس درخواست سے جلال خاں ان حدود میں بہت جلد چلا آیا ہے۔ چندرسین کنوجہ میں پناہ لیکر اس لشکر سے لڑا۔ بہت کشت و خون ہوا۔ وہ پھر پہاڑوں میں چلا گیا امراء شاہی قلعہ رام گڈھ میں آئے۔ ان دنوں میں ایک مکار نے اپنے تئیں دیبی داس بنایا لوگ اسکے گرد جمع ہوئے بہت آدمیوں کو تو یہ یقین تھا کہ مرزا شرف الدین حسین کی لڑائی میں حدود میرٹھا میں دیبی داس مارا گیا۔ مگر اس مدعی مکار نے یہ کہا کہ میں اس لڑائی میں زخمی ہوا تھا۔ مجھے ایک جوگی اپنے گھر لے گیا اور وہاں علاج کر کے اچھا کر دیا جوگی کی آگیا سے پھر سنسار کا دھندا کرتا ہوں اب کوئی اسے مانتا تھا۔ کوئی نہ مانتا تھا وہ جلال خاں کی صحبت میں شریک اس خیال سے ہوا کہ نیکو خدمتی کی دستاویز سے بادشاہ کی ملازمت میں اسکے توسل سے پہنچے مگر یہاں ایک اور ہی گل کھلا۔ چندرسین کی جستجو میں تدبیریں ہو رہی تھیں کہ دیبی داس نے بتلایا کہ چندرسین اپنے بھتیجے رام رائے کے بیٹے کلا کے گھر میں ہے۔ شاہی لشکر وہاں پہنچا۔ اس سبب سے کلا نے شمال خاں سے ملکر دیبی داس کے مارنے کا ارادہ کیا۔ شمال خاں نے دیبی داس کو گھر میں مہمان بلا کر اسکے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اپنی مردانگی سے ہاتھ نہ آیا اور سلامت نکل گیا اب وہ اعیان لشکر شاہی سے مایوس ہو کر کلا کا مصاحب بنا اور اپنے انتقام لینے کے لیے وہ شمال خاں کے خیمہ کے شبہ میں جلال خاں کے خیمہ میں گھس گیا۔ جلال خاں جنگ کے سامان بغیر لڑنے کھڑا ہو گیا اور قتل ہوا پھر شمال خاں کے خیمہ پر دیبی داس گیا تو وہاں اس کی امداد کو جیل کا لشکر آگیا تھا وہاں اسکی دال نہ گلی۔ پھر اس ناحیہ کے تمردمنشوں نے سر اُٹھایا۔ علی الخصوص کلا نے۔ قلعہ ڈنکور (دیوکور) میں بہت سرکش جمع ہوئے سادات بارہ اور تمام اعیان

لشکر ان قلعہ نشین سرکشوں کے دفع کے دیئے ہوئے اور سوانہ کا کام تاخیر میں پڑا اسلیئے شہباز خاں کو بادشاہ نے تعین کیا کہ اس لشکر کو بر سر کار کرکے وہ چلا آئے جب وہ اس ناحیہ کے قریب آیا تو ایسی آگہی ہوئی کہ لشکر شاہی قلعہ پر جھول رہا ہے اور پیاپے لڑکر کام کو اور سخت کرتا جاتا ہے۔ شہباز خاں اپنی ہمت اور دل کارپرداز سے بے توقف اس قلعہ کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ لڑائی میں تلواریں چمکیں اور قلعہ مفتوح ہو گیا۔ بہت سے سرکش مارے گئے اور گرفتار ہوئے۔ شہباز خاں یہاں سیدوں کے تھانے بٹھا کر سوانہ کی تسخیر کو چلا اس سے سات کوس کے فاصلہ پر ایک سنگین قلعہ دوبارہ (دوتارہ) تھا۔ اس میں راٹھور راجپوت جمع تھے۔ جب شہباز خاں یہاں آیا تو اس نے راٹھوروں کو فرمان پذیری کی ہدایت کی مگر سودمند نہ ہوئی۔ ناگزیر قلعہ کو فتح کرنا پڑا۔ ساباط بنائے تھوڑے دنوں میں یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا اور بہت راجپوت مارے گئے اور یہ فیروزمندی سوانہ کی فتح کا مقدمہ بنی۔ اس سے سوانہ میں بھی اہل قلعہ کو خوف پیدا ہوا۔ اب لشکر قلعہ سوانہ کی فتح پر جھکا۔ جو لشکر یہاں پہلے تھا اسکو رخصت کیا اور ساباط بنائے اور اس عقدہ دشوار نما کی گرہ کشائی میں ظاہر کو باطن کے ساتھ یک رنگ کیا تدبیر کو شجاعت کے ساتھ جمع کیا۔ تھوڑے دنوں میں اہل قلعہ نے دہائی مچائی اور پناہ مانگی شہباز خاں اس قلعہ کو اپنے آدمیوں کو حوالہ کرکے بادشاہ پاس چلا گیا۔

رائے سرجن حاکم رنتھنبور کا بیٹا دودا بے رخصت اپنے وطن بوندی کو چلا گیا اور وہاں ظلم و ستم برپا کیا۔ بادشاہ نے صفدر خاں و بہادر خاں و محمد حسین شیخ و کاندر رائے و جاندون سلطان و جیل کو اس خدمت پر نامزد کیا کہ وہ عام رعایا کی حفاظت کریں اور دودا کو پکڑ کر لے آئیں مگر اس فوج نے اپنی کارشناسی سے مدارا کی خواستگار کی اس لیئے بادشاہ نے ۱۰ محرم ۹۸۵ھ کو نواحی رامپورہ سے زین خاں کو کلتاش کو اس خدمت پر رخصت کیا۔ اور رائے

سرجن کو جو اس سے رشتہ پدری اور بھوج کو جو اس سے پیوند برادری رکھتا تھا اور
رامچند و کرمسی کو اسکے ہمراہ کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ امرا جو پہلے وہاں گئے ہیں وہ اس لشکر
سے ملکر یکتا دلی سے کام کریں دونوں نے اس کام کے سرانجام میں شائستہ تگاپو
کرکے تھوڑے دنوں میں قلعہ پر تصرف کیا۔ دودا پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ جب ان
حدود میں امن ہوگیا تو اس ناحیہ کی حراست بھوج کو سپرد کرکے زین خاں رائے سرجن
کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں آنے کے لیے روانہ ہوا۔ ایک ہی منزل چلا تھا
کہ اس سرزمین کی شورش سُنکر اس کو سوائے معاودت کے کوئی اور چارہ نہ تھا اس
اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ اس کوہستان میں رہتے رہتے اکثر سپاہی تنگ ہوگئے
تھے۔ جب کوکہ روانہ ہوا تو سپاہ کے بدذات آدمیوں نے پہلے غل مچایا کہ دودا
آگیا ہی اور پھر لوٹنا شروع کیا۔ اردو بازار اور آباد شہر کا بڑا حصہ لٹ گیا۔ امرا ترسنا
کی اور ناشناسائی سے باہر نکلنے پر آمادہ ہوئے زین خاں نے یہاں اقامت کی
اور رائے سرجن کو کسی مصلحت کے سبب سے بادشاہ پاس رخصت کیا اور خود اس
نواح کے انتظام میں مصروف ہوا اس نے اپنے اخلاص سے لشکر کی ظاہری
بے سامانی اور بیدلی عامہ کو مٹا دیا۔ دفعتہً غبار فتنہ بیٹھ گیا۔ دلوں کو چین ہوا۔
تبہ کار گوشوں میں چھپ گئے متمردوں نے مناسب سزا پائی۔

دودا نے بادشاہ کی سپاہ کے اسباب معیشت کی کمیابی دیکھی تو وہ بہت سے
آدمیوں کو جمع کرکے کوہ اونٹ گردن پر چڑھ گیا۔ یہ پہاڑ بہت بلند اور دشوار گذار ہی۔
اس پر اس لیے وہ گیا تھا کہ فرصت پاکر لشکر کو گزند پہنچائے۔ زین خاں کوکہ نے لشکر
کے تین حصے کرکے پیشدستی کی اور بعض کارطلب بہادروں کو پہاڑ پر جانے کے لیے آمادہ
کیا اور خود بھوج کی ساتھ متفق الرائے ہوکر ان بہادر گریوہ نوردوں کا معین ہوا۔
پیشقدم تنگناؤں سے نکلکر بلندی کے قریب پہنچے۔ مخالف نے بہت سے اپنے

بہادروں کو آگے روانہ کیا۔ اِنپر بادشاہی لشکرنے بندوق اندازی شروع کی اور ان کے تین بڑے نامی سرداروں کو اُڑا دیا جس سے سب آگے والوں کے قدم اُکھڑ گئے گو کہ آگے بڑھکر ایک بڑی لڑائی لڑا۔ ایک سو بیس نامور مخالف کے مردانہ لڑکر مرے اور دودا بھاگ گیا۔ جب اس طرح یہ ناحیہ غبار شورش سے صاف ہوا تو اس کا انتظام رائے بھوج کے سپرد کیا اور خود بادشاہ پاس چلا آیا۔

دودا کا بادشاہ پاس آنا و بھاگ جانا ۹۸۶ سنہ ۲۳

دودا رانا پاس گیا وہ شوریدہ پشتی سے فتنہ اندازی کرتا پھرا۔ شہباز خاں جب رانا کو پکڑنے گیا ہے تو دودا اسے عہد و پیماں کر کے اپنے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں لایا۔ قصبہ تھارہ میں پنجم تیر سنہ ۹۸۶ھ/۲۳ میں وہ بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ بادشاہ نے اُسے دیکھکر فرمایا کہ اسکی پیشانی سے ادبار جاوید کے آثار ہویدا ہیں۔ بدنہادوں کے مزاج کو مہربانی کی نوشدارو سودمند نہیں ہوتی۔ مگر پیماں کا پاس ضرور ہے اسلیے اس پر بخشائش کی جاتی ہے۔ بادشاہ تو اپنے دار الخلافہ کو آیا۔ دودا کو پنجاب چھوڑا۔ جہاں سے وہ کچھ دنوں بعد بھاگ گیا۔

سردہی اور جالور کی طرف لشکر کا جانا اور کامیاب ہونا ۹۸۶ سنہ ۲۳ اور

جب بادشاہ نے سُنا کہ تاج خاں جالوری نے فرمان برداری چھوڑی اور دیورہ رائے سردہی نے احکام بندگی کی پاسبانی کو ترک کیا تو ترسوں خاں و رائے رائسنگہ و سید ہاشم بارہ کو یہ خدمت سپرد کی کہ اول انکو موعظت کی باتوں سے اطاعت کی راہ پر لائیں اگر طرز دانا پسند سے کام نکل آئے تو لڑنا نہیں چاہیے اور اگر وہ اس طرح نہ مانیں تو یہ سمجھیں کہ خدا کی مرضی ہے کہ میدان جنگ میں انکی جانیں جائیں۔ بادشاہ کا لشکر تھوڑے دنوں میں جالور میں آیا تو تاج خاں ندامت کو دستاویز بناکر فتراک دولت سے وابستہ ہوا۔ وہ شرمندہ ہوکر اولیا دولت سے ملا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ یہ کام تو آسانی سے پورا ہوا۔ پھر لشکر شاہی سردہی روانہ ہوا۔ رائے سردہی سلطان دیورہ اپنے وطن کو گیا۔ اسکے پاس ایک حصار دشوار کشا تھا۔ وہ پہاڑوں کی بلندیوں کو اپنی پناہ

سمجھا۔ رائے رائے سنگھ وسید ہاشم نے اسکی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اس میں شتابی کی بجائے آہستگی اختیار کی۔ رائے رائے سنگھ نے اپنا بنہ وبار اپنے وطن سے منگایا اثنا ر راہ میں اس قافلہ پر سلطان دیورہ نے حملہ کیا قافلہ سالار رائے مل تھا وہ مخالف سے خوب لڑا۔ بہت آدمی مارے گئے۔ سلطان دیورہ شکست پاکر قلعہ ابوگڈھ میں آگیا۔ اس کا ملک ممالک محروسہ کا ضمیمہ بنا۔ بادشاہی لشکر اس قلعہ کی فتح کی طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں اس کا اصل نام اربدا چل تھا۔ اربدیبی کا نام ہی اور اچل پہاڑ کو کہتے ہیں۔ زبانوں کے تداول اور تحریفات سے اس کا نام ابوگڈھ ہوگیا ہے وہ سروہی کے قریب صوبۂ اجمیر کے اقصا میں گجرات رویہ ہے اس کی چڑھائی سات کوس ہی۔ اس بلندی پر پہلے زمانہ میں رانا نے قلعہ بنایا تھا جس کی راہ برآمد دشوار چشمے گوارا۔ کنوئیں میٹھے۔ زمین آباد۔ اس قدر کہ اہل قلعہ کو کافی طرح طرح کے گل پھول ہوا نشاط افزا۔ اہل ثروت نے تیمن وتبرک کے لیئے اس نواح میں معابد و منازل خیر تعمیر کیے۔ بادشاہی لشکر اس کی فتح کو آیا۔ اور تھوڑی کوشش میں اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ سلطان ایسا سراسیمہ ہوا کہ لشکر شاہی کا نیازمند بنا۔ قلعہ کی کنجیاں اس کو حوالہ کیں۔ رائے رائے سنگھ اس کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔

معاملات راجہ بُدھ گڈھ

آئین ملک داری اور رسم جہانبانی بھی ہی کہ خود کاموں کی ہوش افزائے نکوہش و مالش سے کی جائے۔ اور آگاہ دل بیدار مغزوں کا اعتبار بڑھایا جائے تاکہ فرماں گرائے اور گردن کش اپنے اپنے کردار کا پاداشس پائیں۔ بُدھ گر (بُدھ گڑھ) کا راجہ اپنے ملک کی افزائش اور اپنے پاس بہادروں کے ہجوم پر

اور اپنے قلب مقامات کے استحکام پر مغرور تھا۔ خوشامد گو اس کے دوست تھے اس نے
بادشاہ کی فرماں پذیری کو ترک کیا۔ بادشاہ نے صادق خاں و راجہ اسکرن
اور موٹھ راجہ کو اس خدمت پر مامور کیا کہ وہ جاکر اول راجہ کو نصیحت کر کے سعادت
کی راہ پر لائیں اور اگر وہ نہ مانے تو سزا دیں۔ جب صادق خاں لشکر لیکر حدود
نرور میں آیا تو اس نے راجہ کو نصیحتیں کیں۔ مگر وہ سود مند نہ ہوئیں۔ ناگزیر جنگل کاٹنے
کا سامان کر کے قصبہ اوندچہ (ارچھہ دریا بیتوا کے کنارہ پر بندیلکھنڈ میں ہے وہ دارالملک
بندیلیوں کا ہے) کی طرف چلے۔ یہ راجہ کا تکیہ گاہ تھا جب لشکر قلعہ کرہرہ کی نواح میں آیا۔
(کرہرہ نرور سے جنوب میں ۱۸ میل پر ہے) تو پرمانند پنوار جو راجہ کا ہمسر تھا وہ قلعہ میں
بیٹھا۔ بادشاہی سپاہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور فتح کا ارادہ کیا۔ ہر روز اہل قلعہ کچھ
لڑتے اور ہزیمت پاتے۔ تھوڑے دنوں میں ہار گئے۔ امان طلب کی۔ لشکر شاہی نے
پناہ دی اس ملک کی اول مشکل آسانی سے حل ہوئی۔ لشکر آگے بڑھا۔ یہاں چاروں
طرف درخت زار تھے ان میں لشکر کا چلنا دشوار تھا اس لیے ایک روز لشکر درخت
کاٹتا دوسرے روز چلتا۔ اسی طرح منزل بمنزل چلکر اوندچہ (ارچھہ) کے شمال میں ست دھارا
کے کنارہ پر (بیتوا کو ارچھہ میں ست دھارا یعنی سات دھاریں کہتے ہیں) وارد ہوا۔
اس کے کناروں پر راجہ بھاری فوج لیکر لڑنے کے لیے آیا۔ روز بروز ہر طرف کے
دلاور عرصہ نبرد کو آرائش دیتے۔ مردانہ جنگیں کرتے۔ پنجم دے ماہ الٰہی کو یہ قرار پایا
کہ دریا سے پار جاکر جنگ صف ہو لیکن راہ ناشائستہ تھی اور مقام ناساعد تھا۔ لشکر شاہی
میں دریا کے اترنے کے اندر انتظام نہ رہا۔ صادق خاں ایک سپاہ کے حصہ کے ساتھ
جدا ہو گیا اور قاسم علی خاں و الغ خاں و شیخ فیروز دریا سے اترنا چاہتے تھے کہ
دشمن کی آتشباری نے ہراول کو اُترنے نہ دیا اور اُس پر بری آن بنی۔ اسکے
دل لرزنے لگے کہ کمال خاں و محمود خاں فوجدار نے ہاتھیوں کو پانی میں ڈال کر

لشکر کی ہمت بند ہوائی اور جرأت بڑھائی۔ اول صادق خاں اترا اور عجیب جنگ ہوئی۔ پادشاہی لشکر کی دست بردیوں سے مخالف کا لشکر پراگندہ ہوا اور اسکے بہت آدمی مارے گئے۔ لشکر نے اُس کا خان ومان لوٹ لیا۔ درختوں کی انبوہی اور جگہ کی بیگانگی نے راجہ کا حال نہ بتلانے دیا۔ بعض کو یہ گمان تھا کہ وہ کسی کمین گاہ میں فرصت کا منتظر ہی بعض کا یہ خیال تھا کہ وہ جلد لشکر سے لڑنے آتا ہی۔ اس رائے کے موافق صادق خاں اپنے معسکر میں گیا اور دفعہ دفعہ کرکے آدمیوں کو آگے بھیجا۔ راجہ نے عقب سے آنکر شورش مچائی اور شاہی فوج کو مار کر بھگایا۔ پھر الغ خاں نے تھوڑے آدمیوں سے لڑنا شروع کیا اس کی امداد کو صادق خاں اور ابوالمعالی فوجوں کو لیکر آگئے سخت لڑائی ہوئی۔ راجہ کا بڑا بیٹا ہورل دیو گج نال کے صدمہ سے مارا گیا۔ راجہ کے بیٹے اور بھائی بھی زخمی ہوکر میدان جنگ سے الگ ہوئے۔ دو سو راجپوت مارے گئے۔ پادشاہی لشکر میں بھی آدمی زخمی ہوئے مگر سب اچھے ہوگئے۔

راجہ ہزیمت پاکر شرمندہ پہاڑوں میں پڑا پھرتا تھا۔ صادق خاں اس نواح میں مقیم تھا۔ اُس نے راجہ کو اپنی سپاہ سے ایسا تنگ کیا کہ اُس نے مجبور ہوکر اپنی خدمات سابقہ کو دست آویز بنا کر لابہ گری اور عذر آرائی کی۔ امرا نے جواب دیا کہ اگر تو لڑا نہ ہوتا تو ہم تیری درخواست کو منظور کر لیتے مگر اب پادشاہ سے تیری سرگذشت عرضداشت میں لکھکر بھیجتے ہیں۔ راجہ نے بھی سوم چند اپنے بھتیجے کو پیشکش دیکر پادشاہ پاس بھیجا۔ وہ نبہرہ کے حوالی میں پادشاہ پاس آیا پادشاہ کی عادت میں عذر پذیری بھی اس کا قصور معاف کردیا۔ وہ ۱۲ر آبان کو صادق خاں کے ساتھ پادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوا پادشاہ نے اس پر سب طرح کی نوازشیں کیں۔

جب پادشاہ کا لشکر دکن کو جاتا تھا تو راجہ بدھ کر اس کے ساتھ نہ ہوا۔ اور بجائے عذر کرنے کے سرتابی کی۔ شہاب الدین احمد خاں مع اور تیول داروں کے

اُس کی مالش کے درپے ہوا۔ جب قصبہ اوندجہ (ارجہ) سے جہاں اس کا بنگاہ تھا لشکر چار کوس پر پہنچا تو اُس نے لابہ گری کی۔ راجہ اسکرن اور جگمن کی سفارش کو فرمان پذیری کی دستاویز بناکر رستگاری پائی۔ سپہ آرا کی خدمت میں حاضر ہوا پھر کوتاہ اندیشی تباہ خیالی سے بھاگ گیا۔ جب نصیحت کی داستان سودمند نہ ہوئی تو لشکر شاہی نے اس کا گھر بار لوٹا۔ اور کم آذوقی کے سبب سے وہاں نہ رہ سکا تو قلعہ کجوہ کی تسخیر کے لیے چلا۔ اس قلعہ کو راجہ کے بیٹوں اندرجیت وست رائے نے اور اُس کے پوتے ہردیو نے استوار کیا اور تنگناؤں میں لڑنا شروع کیا۔ اور اس کا خمیازہ بھگتا۔ ایک دن اس کا برادر راگھوداس لڑا۔ مرزا بیگ قاقشال نے اُس پر فتح پائی اور وہ مارا گیا۔ ایک مہینے تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ ہر بار کارزار میں غنیم شرمسار ہوتا۔ جب پیکار کی قوت نہ رہی تو بھاگ گیا اور ہر ایک اپنے تیول میں چلا گیا۔

شاہزادہ سلطان مراد مالوہ کو جاتا تھا اُس کی خدمت میں ہر جگہ کے زمیندار اور سردار آتے جاتے تھے۔ آگرہ میں یہ خبر آئی تھی کہ راجہ بُدھو گر کا ارادہ شاہزادہ کی خدمت میں آنے کا نہیں ہے اس لیے اُس کو اندرز نامہ لکھا گیا۔ اُس نے نزدیک کے نزدیک اپنے پوتے کو شاہزادہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے آنے کا عذر کیا دوبارہ نصیحت کی گئی اور امید وبیم کی داستاں سُنائی گئی تو وہ ملازمت کے لیے روانہ ہوا۔ چار کوس لشکر شاہی سے مقیم ہوا۔ درخواست کی کہ اسمٰعیل قلی خاں وجگن ناتھ مجھے اپنی پناہ میں لیجائیں یہ درخواست منظور ہوئی۔ اسمٰعیل قلی جلد آیا اور جگن ناتھ کو کچھ دیر ہوئی وہ خوف کے مارے بھاگ کر جلد پہاڑوں تنگناؤں میں داخل ہوا شاہزادہ نے اُن پر خفا ہو کر ان کو حکم دیا کہ اس کو جاکر ابھی پکڑ لائیں یا اس کی خود مالش کریں اُنھوں نے انکار کیا۔ شاہزادہ خود لڑنے گیا۔ راجہ نے لابہ گری کی اور اپنے

بیٹے رام شاہ وربجیت کو ملازمت میں بھیجا۔ اسکی نگاہ کی تاخت میں التوا ہوا۔ قلعہ گرھرہ کے نزدیک ہمیر سین کے بیٹے نے پناہ مانگی اس نے منظور کیا۔ مگر کارشناسوں کی ہرزہ سرائی سے پیمان شکنی کرکے قلعہ کی فتح کے درپے ہوا۔ ہمیر سین کا بیٹا بھاگ گیا۔ شاہزادہ نے قلعہ کو زبردستی چھین لیا۔ چارسو رجپوت مارے گئے۔ رام شاہ اس سست پیمانی کو دیکھکر آدھی رات کو بھاگ گیا۔ جگنناتھ اس کا دیدبان تھا اس کو شرمساری کے مارے کچھ جواب نہ آیا۔ شاہزادہ نے اپنا بلند قصد کیا اور راجہ کا گھر بار سب لوٹ لیا۔ یہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ بادشاہ خفا ہوا بغیر اجازت کیوں زمیندار سے لڑا اور یہ پایہ شناسی اور قدردانی کو کیسی گزند پہنچائی۔ شاہزادہ کے ہمراہیوں کی نکوہش کی اور حکم دیا کہ فوراً شاہزادہ کو مالوہ لیجائیں اگرچہ راجہ نافرمانی کریگا تو اس کے لیے جُدا لشکر بھیجا جائیگا۔

مہمات و معاملات کشمیر

(تمہید)

کشمیر کا مسلسل حال تو تاریخ کشمیر میں لکھا گیا ہے۔ یہاں صرف وہ حال لکھتے ہیں جو شہنشاہ اکبر کی سلطنت سے متعلق ہے۔ کشمیر کی سلطنت کبھی ہندؤں کے ہاتھ میں کبھی تاتاریوں کے قبضہ میں رہی مگر ۷۴۲ھ میں وہاں ایک مسلمان بادشاہ ہو گیا جس کا نام محمد مرزا مخاطب بشاہ شمس الدین تھا یعنی آٹھویں صدی میں اس میں مسلمان بادشاہ ہونے شروع ہوئے۔ ہند کے سلاطین مغلیہ نے بھی ہمیشہ کشمیر کی تسخیر کی طرف اپنی توجہ رکھی ۹۳۳ھ/۱۵۲۵ میں بابر نے اپنی سپاہ کی مدد سے نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کو بادشاہ بنایا تھا۔ ہمایوں بھی اپنے باپ کا پیرو اس باب میں رہا۔ ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ ہمایوں جلا وطن ہونے کے لیے لاہور میں آیا تو بعض امراء کشمیر نے اس کو بلایا مگر وہ خود نہیں گیا۔ حیدر مرزا دوغلات کو وہاں بھیجا جس کا حال میں نے

شگرف نامہ ہمایوں میں لکھا ہو کہ اُس نے شہر کا خوب انتظام کیا۔ گیارہ برس تک سلطنت کی ہمایوں کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اپنے مخالف حیدر مرزا دوغلات نے زعفران اور شالیں شاہ دہلی سلیم شاہ پاس بھیجے جس نے اس کے مبادلہ میں یہاں کی نہایت عمدہ ململیں اور کپڑے بھیجے۔ مرزا ایک مہم میں مارا گیا تو سنہ ۹۵۹ء نازک شاہ سہ بارہ کشمیر کا بادشاہ ہوا۔ یہاں بادشاہوں کا تغیر و تبدل بہت جلد ہوتا رہا کہ سنہ ۹۶۲ء میں غازی شاہ مقرر ہوا۔

آئین معدلت گستری اور قانون کشور کشائی میں یہ لازم ہی کہ جب کسی مملکت کا والی اور کسی ناحیہ کا حاکم اپنی عیش و عشرت میں مشغول ہوا در اپنے نفس و ہوا کی کارروائی میں اپنا وقت صرف کرتا ہو۔ اور رعیت پروری اور مظلوموں کی غمخواری اور ظالموں کی بیخ کنی نہ کرتا ہو تو پادشاہ کو ایسے متسلط و متغلب کے استیصال میں کوشش کرکے اس مرز بوم کے باشندوں کو خرد پرور دانش منشوں کے حوالہ کرنا واجب ہی سنہ ۹۶۸ء میں شور انگیز آشوب پیشہ کشمیریوں کے اور غازی خاں حاکم کشمیر کی بیداد کی خبریں بادشاہ کے کان میں آئیں تو اُس نے حکم دیا کہ مرزا قرا بہادر خویش ما برادر مرزا حیدر جوان حدود کے حال سے خوب واقف تھا آراستہ لشکر لیکر کشمیر کی تسخیر کے لیئے جائے اور ایک جماعت کشمیر کو اس کی کمک کے لیے نامزد کیا۔ ان ایام میں کشمیر کا فرماں روا غازی خاں پسر کاچی چک تھا کہ باپ کے بعد کشمیر کی ریاست اس کو ملی تھی۔ تحقیق یہ ہی کہ وہ حسن چک برادر کاچی چک کا بیٹا تھا جب حسن چک کا پیمانہ عمر لبریز ہوا تو کاچی چک ہوا و ہوس و حرص کی افراط سے یا دنیا کے انتظام کے سبب سے اس کی حاملہ بیوی نے اپنا عقد کرلیا۔ انعقاد کے دو تین مہینے بعد غازی خاں متولد ہوا۔

قرا بہادر کارداں کار طلب نہ تھا۔ بہت دیر لگا کر اس خدمت پر متوجہ ہوا۔ گرمی کی شدت میں راجوری میں پہنچا۔ نصرت خاں۔ فتح چک برادر زادہ دولت چک۔ لوھر دانگری نجی رینا اور عیدی رینا دیوسف چک پسر ہکی چک و خواجہ حاجی آنکر اس سے ملے۔

جب انھوں نے اس لشکر کا حال منتظم نہ دیکھا تو نصرت خاں و فتح چک لومر دانگری کشمیر کی طرف چلے گئے جس سے قرا بہادر کا لشکر پریشان ہوگیا موضع لالی گھو گھر میں بھنبھر کے قریب کمک کے انتظار میں تین مہینے توقف ہوا اور اس لشکر کے سردار کہنہ عملہ تھے وہ زیادہ دیر میں پہنچے۔ کشمیر کے اندر آنا اس قسم کا نہیں ہے کہ اس آہستگی وگراں پائی سے میسر ہو اس کے مسالک اس قبیل کے ہیں کہ اگر وہاں کے والی کو چند روز پہلے کسی بیگانہ کی خبر ہو جائے تو وہ اسکی راہوں کو ایسا تنگ کر سکتا ہے کہ اگر لشکر میں ہزار رستم بھی ہوں تو ان کا تباہ دشوار کیا بلکہ ناممکن ہو۔ غازی خاں نے لشکر کی آمد سنی اور اس پر چند مہینے گزر گئے تو اس نے راہوں کو ایسا مستحکم کیا کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتا۔ مرزا قرا بہادر نے راجوری کے نزدیک چند روز مقابلہ محاربہ کیا اور شکست پاکر وہ پھر آیا۔ شکست صرف کشمیریوں کے استحکام و استیلا سے نہیں ہوئی بلکہ تپ لرزہ کا موسم آگیا اور برسات کا آغاز ہوا اور عمدہ اسباب کی کمک نہ پہنچی ان سببوں سے بھی شکست ہوئی۔ اس روز ایک عجیب جنگ ہوئی تھی ایک طرف سے بندوقیں چلتی تھیں اور دوسری طرف تیر اندازی ہوتی تھی اگرچہ بادشاہی آدمی کم تھے مگر داد مردانگی دیتے تھے۔ کوچک بہادر رستم دلی کرتا تھا۔ مگر آخر کو بادشاہی لشکر کو شکست ہوئی۔ پانچسو مغل قتل ہوئے۔ ہاتھی سب چھن گئے۔ راجوری کے نزدیک قلعہ دائرہ میں قرا بہادر چلا آیا۔ کوچک بہادر کے تیر لگا اس کو پکڑ کر غازی خاں پاس لے گئے وہاں اسکا علاج ہوا مگر سودمند نہ ہوا۔ بے علاج نیستی کی راہ لی۔ قرا بہادر نوشہرہ میں چلا آیا۔

کشمیر میں حسین شاہ بادشاہ تھا۔ اسکی سلطنت کا یہ واقعہ ہے کہ قاضی حبیب حنفی مذہب تھا۔ جمعہ کے دن جامع مسجد سے نکلکر وہ کوہ ماران کے نیچے قبروں کی زیارت کے لیے گیا تھا۔ یوسف ایک شیعہ مذہب نے قاضی کے تلوار لگا کے سر مجروح کیا۔ دوسرا وار تلوار کا قاضی نے ہاتھ کو سپر بنا کے روکا جس سے اسکی انگلیاں کٹ گئیں اس کا سبب

سوا اس کے کچھ اور نہ تھا کہ اختلاف مذہب کے سبب سے یوسف کو جوش بہت اُٹھا تو یوسف قاضی کو زخمی کر کے چلا گیا۔ جب حسین چک نے باوجودیکہ خود شیعہ مذہب تھا یہ خبر سنی تو اُس نے یوسف کو پکڑ کر قید کیا۔ فقہا مثل ملا یوسف و ملا فیروز اور ان کے امثال کو جمع کر کے فرمایا کہ موافق شرع کے عمل کرنا چاہیے کہتے ہیں کہ فقہا نے کہا کہ سیاست کے موافق اس کا مارنا روا ہی۔ قاضی نے کہا کہ میں زندہ ہوں اس کا مارنا جائز نہیں مگر آخر کار مجرم کو سنگسار کیا۔ اتفاق سے اُنھیں دنوں میں ایک جماعت مثل مرزا مقیم و میر یعقوب کی ایلچی گری کے لیے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی طرف سے کشمیر میں آئی ہوئی تھی۔ وہ یوسف کے ہم مذہب و ہم اعتقاد تھی جب حسین چک نے اس سفارت کی خاطرداری کی۔ مرزا مقیم نے جو یوسف کا ہم مذہب تھا کہا کہ جن مفتیوں کے کہنے سے یوسف مارا گیا ہی اُن کو میرے روبرو لاؤ۔ حسین چک نے ان مفتیوں کو مرزا کے حوالہ کیا اُس نے مفتیوں سے کہا کہ تم نے فتوے میں غلطی کی مفتیوں نے کہا کہ ہم نے اُس کے مارنے کا فتویٰ علی الاطلاق نہیں دیا تھا۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ ایسے شخص کا سیاست کے لیے مارنا روا ہی۔ مرزا مقیم نے مجلس میں مفتیوں کو ذلیل کر کے فتح خاں چک کے سپرد کیا اس نے مرزا کے حکم سے ان مفتیوں کو قتل کر ڈالا اور انکی لاشوں کے پاؤں میں رسی باندھکر شہر کے کوچہ و بازار میں پھرایا۔ حسین چک نے اپنی بیٹی اور تحف دہرا اپنے ایلچیوں کے ہاتھ شہنشاہ اکبر کے پاس بھیجے سنہ ۹۷۰ھ میں جب شہنشاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے مرزا مقیم کو جس نے ناحق مفتیوں کا خون کیا تھا قتل کیا اور حسین چک کی لڑکی کو رد کر کے واپس بھیجدیا۔ اس خبر کے سُننے سے حسین چک کو اسہال دموی عارض ہوا اور چند مہینے میں کسی کام کا نہ رہا اپنا کام اپنے بھائی علی شاہ کو سپرد کیا۔

یوسف خاں کا باپ علی خاں چک مرزبان کشمیر تھا اس پاس سنہ ۹۸۰ھ میں شہنشاہ نے ملاعضی اور قاضی صدر الدین کو برسم رسالت بھیجا تھا اس نے ان کے ساتھ اپنے بھتیجے شاہزادہ سلیم سے بیاہ کرنے کے لیے اور تحائف بادشاہ پاس بھیجے اور خطبہ اور سکہ بادشاہ کے نام کا جاری کیا یہ اول دفعہ تھی کہ اکبر کا سکہ کشمیر میں جا۔ مگر چند برس بعد

چوگان بازی میں کوہۂ زین کے لگنے سے علیخاں مرگیا۔ اس دیار کے بزرگوں نے صلاح مشورہ کرکے یوسف خاں کو کشمیر کا مرزبان بنایا۔ اس کا چچا ابدال بھی سلطنت کا مدعی ہوا۔ یوسف خاں نے پیش دستی کرکے چچا کے گھر کو گھیر لیا بندوق سے اس کو داغ دیا۔ مگر یوسف بھی کچھ دنوں چین سے نہ بیٹھنے پایا۔ سید مبارک اور امرا نے یہ ارادہ کیا کہ اسکے چچیرے بھائی یوسف بن حسین خاں کو جو خانخانان کا خطاب رکھتا تھا فرمانروا بنائیں مگر اس نے دور اندیشی کے سبب انکار کیا تو تمام فتنہ انگیزوں نے سید مبارک کو پیشوا بناکر شورش برپا کی اور عیدگاہ کے درمیان آویزش شروع کی۔ یوسف خاں لشکر لیکر لڑنے کھڑا ہوا۔ محمد خاں جو ہراول کا سردار تھا لڑکر مارا گیا۔ یوسف خاں میدان جنگ میں نہ گیا۔ گریوہ پیر پنجال سے حوالی تھٹھ میں آیا۔ بدذاتوں نے اسے خطوط لکھکر واپس بلالیا۔ سرزمین فراخ میں سید مبارک اس سے لڑتے آیا جنھوں نے یوسف خاں کو بلایا تھا۔ اُنھوں نے کچھ کام نہ کیا۔ اس لیے یوسف قرمز کی راہ سے راجہ مان سنگھ اور مرزا یوسف خاں کی پناہ میں آنکر بادشاہ پاس چلا آیا۔ ۱۲ رجب ۹۸۷ھ کو کورنش بجالایا۔

بادشاہ پاس جب یوسف خاں آیا تو فتنہ اندوزوں نے اپنی جادو زبانی سے سید مبارک کے تارک پر تاج حکومت رکھا۔ مگر دو مہینے بعد اس کو ایک کونے میں بٹھادیا۔ لوہر چک عمزاد یوسف خاں کو بزرگ بنایا۔ بادشاہ نے یوسف خاں کو رخصت کیا۔ اور امرا پنجاب کے نام حکم بھیجا کہ وہ ایک شائستہ سپاہ اسکے ہمراہ کریں۔ جب کشمیریوں نے یہ سُنا تو خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور چارہ سازی کرنے لگے اور بادشاہی لشکر کا خوف ان پر ایسا چھایا کہ لابہ گرائی کی دل آویز باتیں کرنے لگے۔ یوسف خاں کو لکھا کہ تنہا چلے آؤ اور لشکر کشی کے گزند سے ہم کو بچاؤ وہ بھی اس سے پہلے کہ لشکر سرانجام پائے اور اپنے اس راز کو بتلائے بہت جلد ان پاس آیا۔ بدرم کلہ میں بعض حضرات کشمیر میں اس سے ملنے آئے۔ مرزبانوں کو جب اس کی خبر ہوئی شمسی چک اور حیدر چک اور حضرات کو چارہ گری کے لیے (یوسف خاں کا کشمیر میں مرزبان ہونا سنہ ۹۸۸ھ)

نامزد کیا۔ وہ جنگ کا ساز و سامان لیکر رو برو آئے۔ یوسف خاں میں اُن سے آویزش کی طاقت نہ تھی اس لیے وہ راہ چھوڑ کر سوپنور میں چلا آیا لوھر چک کچھ سپاہ لیکر اُس کی برابر آیا۔ اُس کا منتخب لشکر تو دوسری طرف گیا ہوا تھا۔ یوسف خاں کو یہ قابو خوب ملا۔ اس نے ۲۸ر آبان ۹۸۸ھ کو آب بہت سے گزر کر بغیر آویزش کے غنیم کے لشکر کو پراگندہ کر دیا۔ اور لوھر چک کو اپنے پنجہ میں گرفتار کر لیا۔ اس طرح کشمیر کی حکومت پر سربلند ہو گیا۔ یوسف اُس سربلندی کو بادشاہ کی پرورش جانتا تھا اس لیے اُس نے اپنے بڑے بیٹے یعقوب کو مع اس دیار کے نفائس کے بھیجا۔ وہ ۲۹ر بہمن ۹۹۳ھ کو بادشاہ کی کورنش بجا لایا۔

بادشاہ کو یوسف خاں مرزبان کشمیر ہمیشہ اپنی پیشکش بھیجکر یاد دلاتا رہتا تھا اور اپنی حاضری کے لیئے دوری کا عذر کرتا رہتا تھا۔ جب بادشاہ پنجاب میں آیا تو اُس نے اسکو بلایا۔ یعقوب کو باپ کی طلبی سے اندیشہ پیدا ہوا وہ لشکر شاہی سے بھاگ گیا اور اپنی تیگاہ کو چلا گیا۔ بادشاہ نے حکیم علی اور بہاء الدین کنبوہ کو یوسف خاں پاس بھیجا کہ وہ اس بھگوڑے کو لعنت و ملامت کریں اور یوسف سے کہیں کہ وہ خود بادشاہ کی خدمت میں آئے یا اس بیٹے کو پھر بھیجے۔ ان آدمیوں نے حسن ابدال میں آنکر بادشاہ سے عرض کیا کہ والی کشمیر کے گرد خوشامد گویوں کا ہجوم ہو گیا ہے۔ ان کے کہنے سے اور اپنے مقام کی استواری کے سبب سے نہ وہ خود آتا ہے نہ اپنے بیٹے کو بھیجتا ہے دو روئی سے لابہ گری کی باتیں بناتا ہے۔ یہ سُنکر غضب شاہی جوش میں آیا اس نے ۱۹ر دے ۹۹۴ھ کو حکم دیا کہ مرزا شاہرخ و بہادر۔ راجہ بھگونت داس و شاہ قلی محرم و مادھو سنگھ و مبارک خاں و جلال خاں اور بہت سے احدی بسر کردگی مرزا علی اکبر شاہی و شیخ یعقوب کشمیری و حیدر چک خاں والی کشمیر کو بیدار کریں۔

کشمیر کی فتح کو جو سپاہ چلی تو اسکے سرداروں نے ارادہ کیا کہ بھیرہ کی راہ سے جائیں۔ اسی راہ سے بھاری لشکر آسانی سے جلد پہنچ سکتا تھا۔ اس طرف کے زمیندار بھی ان سے یگانگی باتیں بناتے تھے۔ انکے خیال میں یہ تھا کہ جب موسم سرما ختم ہو۔ راہوں سے

برف پگھل کر جدا ہو تو گریوہ نوردی کریں۔ مگر بادشاہ نے اس سبب سے کہ بدگوہروں کے
پاداش میں درنگ نہیں چاہیے فرمان صادر کیا کہ اسی ریزش برف میں جس کے اندر غنیم
بے پروائی کی نیند سوتا ہے پگلی کی راہ سے جہیں برف کم پڑتا ہے کشمیر میں جائیں ناچار لشکر
کو آگے سفر کرنا پڑا۔ یوسف خاں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ بہت سے اپنے کار آگہوں کو روانہ
کیا کہ بین سکھ دریا کے قریب حصار بنائیں اور ہر تنگی راہ میں ایک استوار جا بناکر آمادۂ پیکار
ہوں مگر اس کی رائیں اور ارادے ایسے جلد جلد بدلتے تھے کہ یہ آدمی اسکے بار حمولہ سے چھ کوس پر
گئے تھے کہ اس نے ان کو اُلٹا بلا لیا۔ لیکن کم بین رائے زنوں اور کوتاہ نگاہ دوستوں نے
اس کو خواب غفلت میں سُلایا۔ اور گریوں کی دشوار گزاری نے اور برف باراں کی بارش
نے اور لشکر کی گرم سیری نے اس کو اور زیادہ غنودہ کیا۔ اور خویشتن دوستی اور مال پرستی
نے بے پروا کیا۔ اب اس کو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ سے کام جاتا رہا۔ اور پادشاہی لشکر
پگلی کے قریب آیا۔ شورش کو بلند کیا اور طرح طرح کی رائیں ظہور میں آئیں جو شخص دوربینی کو
ہاتھ سے دیتا ہے اور کامیابی میں اندیشہ ناکامی نہیں رکھتا تو وہ دشمن کامی کی تیرہ روزی
میں اپنے تئیں ڈالتا ہے اور اپنی خواہش کے پاؤں میں ناکامی کا پتھر لگاتا ہے۔ غرض پریشانی
کے ساتھ جنگ سے باز آنے کا ارادہ کیا۔ مگر یہ رائے بھی قائم نہ تھی اسکی رائے گرگٹ کے سے
رنگ بدلتی رہی۔ جب پادشاہ کی سپاہ نشیب و فراز کو طے کرکے بویاس کے پاس
اُتری تو یوسف خاں بیداری کے ساتھ اپنی چارہ گری کرنے لگا۔ سوائے زینہاری ہونے
کے اور کورنش بجالانے کے ملک داری کے لیے کوئی اور دستاویز نہ دیکھی۔ کتل گوارست
سے لشکرگاہ کے دیکھنے کا بہانہ بنا کے اور کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر جدا ہوا اور اپنے
ایک کاردان کو امراء شاہی پاس بھیجکر اپنا راز دل آشکارا کیا۔ امراء کی جان
بھی جاڑے کی شدت سے اور آذوق کی گرانی سے اور برف باران کی شدت سے
ضیق میں آرہی تھی۔ اُنھوں نے اس کی درخواست کو منظور کر لیا۔ اور فرستادہ کو واپس

بھیجا۔ وہ خود مع چند ہمراہیوں کے ہمراہ اسفندیار الذ ۹۹۴ھ کو امرار شاہی سے آن ملا۔ امرار نے اس کی بزرگ داشت کی اور اپنی انجمن آراستہ کی اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمان صادر ہوا کہ یوسف خاں کا آنا پسند خاطر ہوا۔ خسروانی نوازش سے سربلند ہوگا لیکن امرار کی بازگشت شائستگی سے خالی ہو سپاہ کشمیر جائے۔ اگر یوسف خاں راہ راستی پر چلے اور حیلہ اندوزی سے اس کا دل خالی ہو تو یہ ملک لیکر اس کو دیا جائے۔ اب خواہی نخواہی امرار کو آگے جانا پڑا۔ کشمیر کے سرداروں نے حسین خاں چک کو گوارست کے قریب سب میں بڑا مقرر کیا اور گریوہ کو استوار کیا۔ اس زمانہ میں یعقوب خاں پسر یوسف خاں اس ہنگامہ میں آن کر شریک ہوا اس کے طرفدار بہ نسبت حسین خاں کے زیادہ ہوگئے۔ گریوہ کے قریب لشکر شاہی سے لڑائی ہوئی۔ مادھو سنگھ اور امین الدین نے اس گریوہ کو کچھ فتح کیا۔

حسین بیگ احدی اور چند راجپوت مارے گئے۔ دوسری طرف کے چالیس نامور آدمی نیست ہوئے اور اس گروہ کی فراہمی میں پراگندگی ہوئی اس اثنار میں شیخ یعقوب کشمیری کی سخن سرائی سے کرنا کے زمینداروں نے آنکر امرار شاہی سے ملاقات کی اور یہ قرار پایا کہ ان کی بنگاہ میں سے گذر کر سپاہ کشمیر کے اندر داخل ہو کشمیریوں نے لابہ گری کی اور صلح کی درخواست کی اور گزارش کی کہ اس دیار کے فرمانروانے درگاہ والا کی طرف رُخ کیا ہے مناسب یہ ہے کہ لڑائی نہ ہو منابر و درہم پر نام شہنشاہی چہرہ افروز ہو اور سرائے ضرب و زعفران و ابریشم و شکاری جانور سرکار والا کے حوالہ ہوں اور ان میں سے ہر ایک کارخانہ کا داروغہ شاہی مقرر ہو اور لشکر بازگشت کرے۔ لشکر شاہی تنگ ہو رہا تھا اس لیے اُس نے یوسف خاں مرزبان کشمیری کی سعی سے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ زعفران زار اور ابریشم کی داروغگی قلندر بیگ کو سپرد ہوئی۔ دار الضرب خواجہ میر کی کو اور جانوروں کی داروغگی ملا

مظہری کو۔ اگرچہ شہریار کو یہ صلح پسند نہ تھی۔ مگر سپاہ و کشمیریوں کی خاطر سے اس قرار داد کو قبول کیا۔

کشمیری آشتی پر قائم نہ رہے یعقوب نے دشوار گزار گریوں کو اپنی پناہ گاہ سمجھکر صلح کو سلام کیا تو پھر شہریار نے بھی کشمیر کی تسخیر دل میں ٹھان لی۔ سپاہ کے بھیجنے کا ذکر درمیان آیا بہت سے سران دولت کشمیر کو دشوار کشا سمجھکر اس سے پہلو تہی کرتے تھے ابوالفضل نے اسکی تسخیر کی بہت سی تدابیر بتائیں مگر وہ کسی کی خاطر میں نہ آئیں۔ بادشاہ کے حکم سے اختر شناسوں کی انجمن جمع ہوئی اس نے طالع سال اور حال کواکب میں خوب غور کی تو یہ نکلا کہ اگر تھوری سی بھی تگاپو کیجائیگی تو جلدی سے فتح ہوجائیگی یہ سُنکر بادشاہ نے فتح کشمیر کا ارادہ مصمم کر لیا اس زمانہ میں حیدر چک اور شیخ یعقوب کشمیری نے یہ گزارش کی کہ کشمیر کے بزرگ ہماری بہ دیدسے نہ پھرینگے اگر تھوڑی سی بومی پنجابی سپاہ ساتھ جائیگی تو ملک بغیر لڑے ہاتھ آجائیگا اس لیے بادشاہ نے مبارک خاں و جلال خاں گکھر اور اور زمینداروں کو کشمیر جانے کی اجازت دی یہ دونوں کشمیری بنیر کے نزدیک اس ملک کی انتظار میں بیٹھے۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ دونوں جو سوار بومی سپاہ کے اور سپاہ کو نہیں چاہتے اس میں کچھ انکی بدنیتی پائی جاتی ہو اسواسطے اس نے قاسم خاں کو کہ کارشناسی اور پر دلی میں یکتا تھا اس خدمت پر سربلند کیا۔ ۱۸ ارتیر کو ۹۹۴ھ کو اسکی سرکردگی میں بہت سے سرداراور منصبداراور احدی اور نوکر روانہ کیے۔ شریف سرمدی کو اس سپاہ کی بخشی گری پر سربلند کیا اور جو آدمی روانہ ہوچکے تھے انکے پاس بھی حکم بھجدیا کہ وہ اس لشکر سے ملکر سپہ آرا کے تابع رہیں۔

کشمیر کی راہ کے گریووں سے جو شخص تھوڑا سا بھی شناسا ہوتا ہے تو اس کے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی بیگانہ ان پر کیسے غالب آسکتا ہے اس کے چاروں طرف بلند کوہستان پاسبانی کرتے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کے اندر ایسے مقامات ہیں کہ

اگرچند بڑھیاں پتھر لڑکانے بیٹھ جائیں تو اچھے سے اچھے مردوں کو گزرنے نہ دیں۔ اسی لیے پہلے زمان ردا اُسکی تسخیر پر دل نہاد نہیں ہوئے۔ ان دنوں میں بادشاہ پنجاب میں تھا۔ یعقوب نے سرتابی کی اور لشکر شاہی کی سراسیمگی سنکر آشتی کو برہم کیا۔ خوشامدگویوں کے کہنے سے اپنا لقب شاہ اسمٰعیل رکھا اور عوام کے دلوں میں شورش پیدا کی اور پھر اسمیں مذہب و کیش کا معاملہ پیش کیا اور اس میں تندخوئی اور مردم آزاری اختیار کی اس ملک میں اگرچہ برہمن اور شاکمونی کا آئین جاری تھا لیکن مدت سے یہاں شیعہ سنی کا ہنگامہ گرم تھا ان میں سے کبھی کوئی کبھی کوئی غالب ہوجاتا اور خود فروشی کی دُکان کھول بیٹھتا معاملہ شناسوں کی نیک سگالی سے پردہ ڈھکا ہوا تھا۔ مگر اس زمانہ میں نقاب آزرم اُٹھ گئی اور سُنیوں کو شیعہ آزار دینے لگے۔ بوڑھے قاضی موسیٰ کو مار ڈالا۔ گھر بار اس کا لوٹ لیا فتنہ خوابیدہ بیدار ہوا۔ شمس چک کو سری اور کین توزی کا خیال ہوا۔ محمد بہت نے کہ اس ملک کی نیرنگ سازو یاوہ تپی قابو پاکر بدسگالی کے عرصہ کو فراخ کیا اس نے نوجوان یعقوب کو یہ صلاح دی کہ شمس چک و علی شیر ماکری و سید حسین کو پوشیدہ ہلاک کرے مگر انھوں نے بھی وہی چال چلی جو اس نے بتلائی تھی۔ محمد بہت بھاگا مگر گرفتار ہوا اور جب یہ مکار مقید ہوا تو شمس چک سرداری کے لیے ہنگامہ آرا ہوا۔ یعقوب بھی لڑنے کو کھڑا ہوا کہ اتنے میں لشکر شاہی کا آوازہ سُنا گیا جس سے سب چھوٹے بڑوں کے ہوش اُڑے۔ کارشناسوں کی سخن آرائی سے اُنھوں نے آپس میں صلح کر لی۔ شمس چک کو کام کاج دیدیا مگر تھوڑے دنوں میں یعقوب اپنے عہد و پیماں کو بھول گیا۔ اور اسیر لشکر کشتی کی اور چیرہ دستی کرکے غنیم کو اپنے پنجہ میں پکڑ لیا بادشاہی سپاہ جبتک دریا پنجاب پر پہنچے ان میں سے بعض سردار ایسے بیہودہ تھے کہ وہ انجام کار کو بہت دشوار جانتے تھے مگر جب اس دریا سے پار گئے تو یعقوب اور کشمیر کے سرداروں کی آپس کی لڑائیوں کے سبب سے کشمیر کے سرداروں کے التجانامے خاص کر علی شیر

ماکری کے متواتر شاہی سرداروں پاس آنے لگے۔ پس کشمیر کے سرداروں کی آپس کی
نااتفاقی سے کارگاہ کو آیندہ کو پیشانی حال سے پڑھ لیتے ہیں اور سر آغاز سے انجام کار کو
پہچانتے ہیں۔ اپنی فیروزی کی داستان پڑھنے لگے اور صف آرائی پر مستعد ہوئے ہر
شخص اپنی جگہ پر بیٹھا۔ قول میں سپہ آرا۔ برانغار میں مسند عالی و فتح خاں و مبارک خاں
اور جرانغار میں جلال خاں اور ہراول میں مرزا علی اکبر شاہی و گوجر خاں و شیخ دولت و
شریف سرمدی اور ایک گروہ احدیوں کا۔ ۲۱ تھہر پور کو گریوہ بھنبر سے گزرے۔ یہاں کے
زمیندار سلیم نے کنارہ کیا۔ قاسم خاں نے کارشناسی سے بہلول اسکے برادرزادہ کو
یہاں کا زمیندار بنایا اور بیخوف سفر کیا۔ کچھ مدت بعد سلیم بھی لشکر شاہی سے آن ملا۔ راجوری
میں بزرگ کتل کے رئیساں بہرام نایک و اسمعیل نایک و شنکی چاروز بھی لشکر شاہی سے ملنے آئے
اور ایک ملک کی فتح کی مبارکباد دینے لگے کہ یعقوب خاں ایک کونہ میں چھپا ہوا بیٹھا
ہے۔ اور اس دیار کے سب سردار لشکر شاہ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہاں سے دو راہیں
جاتی ہیں۔ ایک کپرتل سے وہ سب راہوں سے زیادہ کشادہ ہے اور دوسری پیر پنچال سے
اور ہم دونوں راہوں کے پاسبان ہیں۔ اگر جلد قدم اُٹھائیگا تو زیردستوں کو اپنی دادگری
آرام پہنچائیگا۔ اس نوید سے لشکر شاہی میں بڑے جشن ہوئے۔ کپرتل کی راہ سے جانا قرار
پایا۔ آنیوالوں نے یہ گزارش کی کہ لشکر زیادہ ہے اور راہ دشوار گزار ہے اس سبب سے
دیر میں پہنچا ہوگا۔ گریوہ پر بزرگان کشمیر انتظار کر رہے ہیں مناسب یہ ہے کہ کچھ تھوڑے سے
کارشناس نیک نیت آگے چلیں کہ ان کو خسروانی نوازش کا امیدوار کریں۔ پھر شہر
میں تیز دستی سے آنکر فتح کا نقارہ بجائیں۔ اس گزارش کو امرار شاہی نے قبول
کر لیا۔ شیخ یعقوب جی تواجی باقی و شیر و سلیم تھوڑے بندوقچیوں کے ساتھ آگے بھیجے گئے
اور شنکی چاروز ہمراہ ہوا۔ لشکر پیچھے سے روانہ ہوا جب وہ کتل کپرتل پر آئے تو یہاں کا
عالم ہی کچھ اور دیکھا۔ اس گریوہ کے سر پر تین دیواریں چار چار گز چوڑی اور دس گز بلند

کھڑی تھیں اور تیس ۳۰ گز تک چوبیں ایک دوسرے کے اندر پھنسی ہوئی تھیں پہلے لوگوں نے یہاں طلسم بنایا تھا کہ جب لشکر بیگانہ یہاں آئے تو برف اور مینھ اور اولے برسنے لگے۔ اس سے سبب سے یہاں بڑی شورش برپا ہوئی اس ریزش میں نشیب فراز کو طے کرکے گریوہ کرم پال میں اُترے۔ مینھ اور زیادہ برسنے لگا۔ جاڑے کی شدت سے بہت سے جانور بے جان ہوگئے اس اثنا میں کئی تفنگ انداز جوجی کے ہمراہ گئے تھے زخمی ہوکر لشکر میں آئے جس سے کشمیریوں کی فریب کاری پر آگہی ہوئی۔ اس راہ میں تین بڑے گریوے ہیں کہ انکی دشوار گزاری کو ایک مانہ بیان کیا کرتا ہے۔ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ گریوہ ہستی دتر (ہستی دتر) پر جو ہندوستان کی طرف سے تیسرا گریوہ اور کشمیر کی جانب سے اول گریوہ ہے کشمیری منتظر چشم براہ بیٹھے ہیں۔ جو آدمی آگے گئے تھے اُنھوں نے اس گروہ کو نہ پایا۔ مگر ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک جماعت یہاں آنکر چلی گئی ہے۔ شنکی چارور سے پوچھا کہ اس آنے کے اور پھر چلے جانے کے کیا معنی ہیں تو اس نے جواب دیا کہ وہ اس اندیشہ سے پھر گئے ہونگے کہ یعقوب آنکر سر گریوہ کو نہ لے۔ اس درمیان میں محمد اللہ پسر لاور خاں و بہادر خاں اور ایک جماعت کشمیریوں کی آنکر ملی اور لڑنے لگی۔ شیخ یعقوب کے دو زخم لگے اور وہ گرا مگر بچ گیا۔ اور جی کو بارہ زخم لگے اور وہ مر گیا۔ دفعتہً برف و باراں کا زور شور ہوا جس نے آدمیوں کو پراگندہ کر دیا۔ اب ایک نادر سرگزشت یہ ہے کہ شمس چک کو یعقوب گرفتار کرکے مغرور ہوگیا۔ راہوں کے بند کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ اپنا بھائی اور اپنا پسر ابدال چک اور سرداروں کو آگے جانے کے لیے رخصت کیا اور خود پیکار کا سامان تیار کرنے کے لیے شہر میں آیا پیش آمدوں نے تنگناؤں کا بندوبست کیا۔ اس زمانہ میں ان کشمیروں میں دو رنگی ہوئی ان کے ہنگامہ کی رونق جاتی رہی حیدر چک جو اس ملک کی مرزبانی کا مدعی تھا وہ لشکر شاہی میں تھا۔ اس کا بیٹا حسین باپ کے آنے کی خبر سُنکر پرم گلہ میں اس کا انتظار کھینچ رہا تھا۔ بہت سے کشمیریوں کے بزرگوں نے حسین کے

ساتھ آئین دوستی آراستہ کی اور اس میں یہ قرار پایا کہ اگر حیدر چک ہم سے پیمان شکنی نہ کرے تو ہم سب اس کے ساتھ گرویدہ ہو جائیں وہ لشکر شاہی سے آکر ہم سے ملجائے اور ہم لشکر بیگانہ کو پیش کش دیکر اور لابہ گری کرکے واپس لیجائیں گے پھر کشمیر میں امن امان ہو جائیگا۔
فتح علی نے جس کا خطاب کو رنگ خاں تھا اس بات کو منظور نہیں کیا تو اس کو بے آبرو کیا وہ دونوں اپنی باتیں بنا کر بھاگ گئے۔ گریوہ بان نائکوں کو انکے منانے کے لیے بھیجا۔ سب کا قصد یہ تھا کہ بادشاہ کے لشکر میں سے چند آدمیوں کو لیجا کر منبر پر بادشاہ کا خطبہ پڑھوا دیں اور امرار کو مال و دولت ایسی دیں کہ وہ الٹے جانے پر راضی ہو جائیں خلاصہ یہ ہے کہ یعقوب لڑنے کے قصد سے ہیرہ پور میں آیا کہ اس کو معلوم ہوا کہ کشمیری اس سے پھر گئے ہیں وہ بڑا سراسیمہ ہوا اور اس کا چچا حسین خاں بھی جا کر ان کشمیریوں سے مل گیا۔ یعقوب نے اپنے کار پردازوں کی انجمن جمع کی جس میں یہ رائے قرار پائی کہ شمس چک اور محمد بہت کو قید سے نکالکر انکی بہ دید سے کارزار کی جائے۔ جب یہ دونوں آدمی قید سے نکلے تو اُنھوں نے یہ صلاح دی کہ کھتوارہ میں تھوڑے دنوں جا کر پناہ لینی چاہیے اس زمانہ میں یہ معلوم ہو جائیگا کہ دوست کون ہے اور دشمن کون۔ پھر کارسازی کی جائے۔ جب کھتوارہ کو سب چلے گئے تو راہ میں سے وہ خود دونوں بہت سے آدمیوں کو ساتھ لیکر جدا ہو گئے۔ اس زمانہ میں کہ گریوہ میں کشمیری حیدر چک کی راہ دیکھ رہے تھے اُس نے اُن کو لکھا کہ میری پاسبانی سخت ہو رہی ہے میرا نکلنا اور امرار کا واپس جانا دونوں امر دشوار ہیں پھر کشمیریوں نے یہ خیال چھوڑا اور ہیراپور میں ہنگامہ آراستہ کیا۔ حسین چک کو اپنا بزرگ تر بنایا اس درمیان میں شمس چک بھی آن ملا۔ مرزبانوں سے پھر کر کشمیری اُس سے گرویدہ ہوئے اور لڑنے کے لیے ایک گروہ کو گریوہ بھیجا۔ جس نے شیخ یعقوب جی کو گزند پہنچایا۔ جس کا اوپر ذکر ہوا۔ امرار شاہی پر کرم بال کے قریب ان کشمیریوں کی حقیقت حال کھل گئی پھر جو کشمیری آیا اُسے قید کیا اور حیدر چک کی زیادہ پاسبانی ہونے لگی۔

انجمن راز گوئی آراستہ ہوئی۔ اس میں بعض نے کہا کہ گریوہ ہستی وتر سے گذر کر ملک جانفی میں جانا چاہیے بعض برف و باراں سے ایسے عاجز تھے کہ اُنھوں نے بازگشت کی صلاح دی بعض نے کہا کہ یہیں توقف ہو۔ مگر قاسم خاں کی رائے آگے جانے کی تھی وہی عمل میں آئی اسی زمانہ میں شمس چک نے کاردانوں کو بھیجکر لابہ گری سے یہ درخواست کی کہ مرزا شاہرُخ سے جو صلح ہوئی تھی وہی پھر کی جائے۔ امرار شاہی نے اسکو جواب دیا کہ ابکی دفعہ تمھارے فریب میں ہم نہ آئینگے۔ تمھارے حیلہ کے افسانے نہ سُنینگے۔ حکم شاہی یہ ہی کہ خودسروں سے کشمیر لے لیا جاوے جس کا نصیبہ یاور ہو وہ ہمارے لشکر میں چلا آئے۔ کشمیری آمادہ نبرد ہوئے۔ قاسم خاں بھی ۱۹ رمہر کو متوجہ پیکار ہوا۔ غنیم بھی فوج آراستہ کر کے سامنے آیا قول میں وہ خود تھا۔ دست راست پر ظفر خاں دوست چپ پر شمس دولی۔ حسین چک طلیعہ تھا محمد بہت چنداول۔ جب ہراول شاہی گریوہ میں آیا تو غنیم نے سرکوبوں سے بندوقیں اور پتھر اسیر ایسے مارے کہ وہ بھاگ کر جرانغار سے جاملا۔ قاسم خاں اس بھاگنے سے اُنپر خفا ہوا اور خود اس طرف گیا اور اپنے سے پہلے اور امرار کو بھیجا۔ محمد کو چک کہ ٹرابہادر کشمیریوں میں تھا۔ برانغار سے دوڑا اور لاکھا نامی بہادر اس سے خوب لڑا۔ اس ہنگامہ میں ظفر خاں بندوق سے مارا گیا اس سے غنیم کی فوج یکبارگی پریشان ہوگئی اور ہر ایک سردار ایک گوشہ میں جا چھپا۔ بادشاہ کے لشکر میں فتح کا نقارہ بلند آوازہ ہوا۔ ۲۴ رمہر کو منبروں پر بادشاہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ سری نگر سے چار کروہ لشکر کا قیام ہوا۔ حیدر چک شہر میں گیا۔ لشکر میں شورش ہوئی مگر جلد دب گئی۔ ۲۵ رکو قاسم خاں اور اور امرار سری نگر کی تربت سرائے میں آئے اور بڑی خوشیاں منائیں اسی روز راہ کے درمیان حیدر چک بہت آدمیوں سے ملا۔ مگر قاسم خاں نے اُسے کچھ تصرف نہیں کرنے دیا اور اس کے دل سے تباہ پیچی کا نقش مٹا دیا۔

تعجب ہی کہ ابوالفضل۔ افسانہ کہتا ہی کہ شیودت برہمن جو تبال سادھنا جانتا تھا ۹ برس پہلے لکھ گیا تھا کہ مسلمانوں کی یہاں سلطنت ہوگی۔

اکبر شہنشاہ یہاں کا بادشاہ ہوگا جب بادشاہ کو اس فتح کا مژدہ پہنچا تو اُس کو ہندوستان کے اختر شناسوں کی راست گوئی کا یقین ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس صدی میں اکبر بھی ایک بھولا بھالا لڑکا تھا کہ آسمان کی کتابیں ستاروں کے حرفوں میں اپنی قسمت کا سبق پڑھتا تھا۔

اب کشمیری کھتوارہ کی تنگناؤں سے یعقوب کو لائے۔ اور اُسکے گرد جمع ہوئے۔ چندر کوٹ میں پنجزارہ سے سات کوس پر شورش برپا کی۔ مبارک خاں و شیخ دولت اس سے لڑنے گئے وہ دن کو لڑ نہیں سکتا اس لیے شب خون کا ارادہ کیا اور آدھی رات کو سری نگر پہنچا اور کچھ قراولوں کو جو سوتے تھے مار ڈالا۔ بڑے دروازہ پر آن کر اس نے شورش مچائی۔ قاسم خاں نے دلاوری سے مقابلہ کیا حیدر چک سے اُسکی خاطر کو اطمینان نہ تھا اسلیے اُس کو مار ڈالا۔ کشمیری کشتی پر سوار ہو کر شہر کی دریچہ کی طرف جو اس جانب تھا آئے۔ طوفان کابلی اور قاضی زادہ اُس سے لڑنے کھڑے ہوئے۔ غرض ہر گوشہ میں ایک ہنگامہ جنگ برپا ہوا پادشاہی لشکر کئی طرف سے جو دھونسے بجاتا ہوا آیا تو غنیم گھبرا گیا۔ اور سامنے نہ ٹھہر سکا۔ کشمیریوں نے شہر میں آگ لگا دی اس سے وہ اور زیادہ تباہ اور خاک سیاہ ہوئے۔ آخر شب کو تتر بتر ہو کر بھاگے۔ اس بھاگنے میں سیکڑوں جان سے گئے۔ صبح کو یعقوب کا تعاقب ہوا۔ مگر لشکر اس زمین سے بیگانہ تھا اور راہیں نہیں جانتا تھا اسلیے وہ دیسو کو بھاگ گیا

یعقوب اس شبخون میں ناکام ہو کر کھتوارہ کے تنگناؤں میں گوشہ نشین ہوا سپاہ کشمیر استوار پیمان کر کے اس کو وہاں سے باہر لائی اور سری نگر سے پچیس کوس پر نواحی ہیرناگ میں فتنہ برپا کیا۔ قاسم نے چاہا کہ انکی سرکوبی کے لیے امرا کو بھیجے اور خود شہر میں پاسبانی کے لیے رہے۔ امرا نے ناہنجار خواہش گری کی۔ لشکر کے گرم سیر اس دیار سرد سیر سے بہ تنگ آ رہے تھے۔ گریووں میں چلنے سے اور لڑنے سے عاجز ہو گئے تھے۔ ناگزیر سپہ آرا خود اس میں مصروف ہوا اور فتح خاں کو شہر میں چھوڑا۔ جب وہ یعقوب کے

نزدیک آیا تو یہاں یہ مشہور تھا کہ وہ شبخون مارنے کے قصد سے شہر کی طرف گیا ہے۔ قاسم سراسیمہ ہو کر پھرا اور فوج کو مرزا علی کی سرکردگی میں آگے روانہ کیا۔ شہر کے پانچ کوس پر معلوم ہوا کہ یعقوب کوہ ام کے قریب شہر سے چار کوس پر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ لشکر شاہی دوسرے روز اس کوہسار پر گیا۔ قراولوں نے کچھ لڑ کر فتح پائی۔ دن کو غنیم لڑ نہیں سکتا اس لیے شبخون کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس سرزمین میں نرسلوں کے مکانوں میں آگ لگ گئی جس کے سبب سے غنیم کے آدمی پادشاہی لشکر کے خوب نشانہ بنے۔ آپس کی دوروئی اور ناسازگاری سے اولیا دولت کی سخن آرائی اور استمالت سے وہ پراگندہ ہو گئے۔ یوسف کشمیری کہ جس کا خطاب خانخانان تھا اور محمد بہت بہت سے آدمیوں کے ساتھ کوہچہ میں پناہ لے گئے۔ اور امرا پادشاہی سے ملنے کی درخواست کی ۲۹ آذر کو پادشاہی لشکر اس کوہچہ پر آیا۔ یعقوب کچھ آدمیوں کے ساتھ کتھوارہ رو بہ بھاگا اور آباد جگہوں کو غارت کیا لشکر شاہی اُس کو ہچہ پر گیا۔ جہاں نام بردہ تھے دوسرے روز مرزا علی و مرزا خنجری کی معرفت وہ سپہ آرا پاس آئے سپہ آرا نے طرح طرح سے انکی دلدہی کی اور خنجری کے ہمراہ پادشاہ پاس بھیجدیا تو اب یہ شورش موقوف ہوئی۔ ۲۲ اسفندارمذ کو یہ امرا کشمیر بادشاہ کے دربار میں گئے۔ اور خسروانی نوازش سے سرافراز ہوئے۔

قاسم خاں نے سخت تگاپو کر کے بڑی فراخ حوصلگی کے ساتھ ملک کشمیر کو تسخیر کیا اور بہت تکلیف و محنت اُٹھائی۔ بہت سے گج گرا سر تابون کی مالش کی اور بہت سے سرداروں کو بادشاہ پاس بھجوا دیا۔ اور بہت سے انبوہ اپنے ساتھ ملا لیے ولایت۔ دارو گیر سے آباد کیا اور دشمن کو ایک گوشہ نامی میں بٹھایا۔ مگر اس سے یہ لغزش ہوئی کہ کشمیروں کی گرفت و گیر زیادہ کی۔ اس بوم کے سپاہیوں نے جو یعقوب سے چھینا تھا اسکی بازخواست الٹی کی۔ زمستان میں تو آمد و شد کی راہیں بند تھیں۔ سپاہیوں نے تلخ کامی کے ساتھ بسر کی جب ہوا میں اعتدال ہوا تو پھر بدگوہروں کے زنبورخانہ میں شورش پیدا ہوئی۔ بہت سے

آدمی چلے گئے اور یعقوب کو لائے اور حوالی بیرز میں شہر سے تیئس کوس پر ہنگامہ شورش گرم کیا۔
ہر چند سپاہیں بھیجیں مگر وہ ان کو اپنے آگے سے نہ ٹلا سکیں۔ قاسم خاں اس طرف گیا جب وہ
انکے نزدیک آیا تو وہ پوشیدہ راہوں سے شہر کی طرف جلد چلے آئے امرا چند جوق ہو کر
مقابلہ میں آئے مگر یعقوب بہارک میں شہر سے تین کوس پر ایک کوہچہ کی پناہ میں کمین میں
بیٹھا۔ افواج شاہی بہم پہنچیں۔ اگرچہ دارالملک اس تیزروی سپاہ سے لوٹ سے بچ گیا
مگر استواری جا اور دشواری راہ نے کچھ کام سپاہ کو نہ کرنے دیا۔ سپاہ اس کام کو
چھوڑ کر شہر میں چلی آئی جس سے غنیم کی قوت بڑھی کچھ دنوں کے بعد قاسم خاں پھر لڑنے آیا
قراولوں میں تو ہر روز لڑائی ہوتی تھی مگر پانچ دفعہ جنگ عظیم ہوئی۔ چھٹی دفعہ میں سید عبداللہ
زخمی ہوا۔ غنیم کو شکست دیکر لشکر شاہی پہاڑ پر آیا۔ اس وقت بارش شروع ہوئی۔ کاردانوں
کی رائے یہ تھی کہ غنیم کے گرد دائرہ بنائے۔ مگر اس پر عمل نہ ہوا نشیب کی طرف چلے۔
دشمنوں نے ہر طرف سے تیر اور پتھر پھینکے۔ راہ کی ناہمواری و تنگی سے بادشاہی سپاہ
بیدلی اور کارنشناسی سے آپسمیں رنجیدہ ہونے لگی۔ اس آشوب گاہ میں میرزادہ
علیخاں کی جان گئی اور سری رنگ عمزادہ رائے رائے سنگھ چالیس آدمیوں کے
ساتھ لڑنے کھڑا ہوا وہ مارا گیا تین سو آدمیوں کی زندگی ختم ہوئی۔ دوسرے روز
قاسم خاں لڑنے گیا۔ کشمیریوں کو پراگندہ کر دیا۔ یعقوب نے کامراج کو بھگا دیا۔
پھر یعقوب اور شمس چک نے باہم یکجہتی کا عہد کیا اور سر اٹھایا۔ مگر کشمیر میں یکتا دلی
نام کو بھی نہیں ہوتی اندر کول کے قریب ان میں خود لڑائی شروع ہوئی پھر تھوڑے
عرصہ میں ان میں صلح ہوگئی اور یہ قرار پایا کہ ایک جگہ رہنے سے نوکر کے نزاع سے
آقا ناخوش ہوتا ہے اس لیے مناسب ہے کہ وہ دو جگہ ہو جائیں۔ یعقوب تو کوہ سلیمان
کے قریب جا کر ہنگامہ آرا ہوا اور شمس چک اندر کول میں رہا۔ اب بعض کی رائے یہ
تھی کہ بادشاہی لشکر کے بھی دو حصے ہوں مگر دوربینوں نے اوسے پسند نہیں

کیا کہ دو جگہ ہونے سے مبادا ایسی گزند نہ پہنچے کہ پھر جس کا چارہ نہ ہو سکے۔ یعقوب کے دفع کرنے میں سب مصروف ہوئے۔ اور اُس کی طرف گئے ہر روز لڑائی ہوتی۔
پانچویں روز قاسم خاں ایک جنگ عظیم لڑا۔ فتح علی غنیم کے سرگروہ کو اس نے مارا۔ جس سے دشمن کا ہنگامہ پراگندہ ہو گیا۔ شمس چک پاس یعقوب چلا گیا پھر تھوڑے دنوں کے بعد شہر کے نزدیک آیا اور فتنہ برپا کیا۔ شہر سے ایک کوس پر ایک زمین بلند تھی۔ آدھ کوس لمبی اور ایک چوتھائی کوس چوڑی اور کئی تالاب اس کے گرد تھے اسکی خلاب دشوار گزار ان دونوں نے اُس میں پناہ لی اور گاہ و بیگاہ وہاں سے باہر نکلکر لُوٹتے مارتے تھے پادشاہی لشکر اس سے ہر روز لڑتا۔ قاسم خاں بھی لڑتے لڑتے تنگ آگیا۔ اس نے پادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ وہ اس کو بُلائے۔ شہریار نے اس کی درخواست کو قبول کر کے مرزا یوسف خاں کو سپہ آرا مقرر کر کے اس دیار کو روانہ کیا۔ جگن ناتھ اور حسین بیگ اور امیروں کو ساتھ کیا اور حکم دیا کہ جب کشمیر کے سرکشوں کی مالش ہو جائے تو قاسم خاں وہاں سے ہمارے پاس چلا آئے قاسم خاں پاس آگیا۔

پادشاہ کا ... جانا ۹۹۶

پادشاہ کارآگہی نیرنگی ابداع پر نظر کرتا ہے کہن سال دنیا کو آفرینش کی تازہ آرائش جانتا ہے اس کا دل ایک جگہ نہیں لگتا ہے۔ ہر سرزمین سے ایک نیا فیض اُٹھاتا ہے۔ ژرف نگہی کو کام میں لاتا ہے۔ شناسائی کو کارگرد سے ملاتا ہے۔ جہاں تقدیر کی شگرف کاری کو زیادہ دیکھتا ہے اُسی طرف دل زیادہ لگاتا ہے۔ اس سبب سے وہ کشمیر کو یاد کیا کرتا تھا اس کی آب و ہوا کو پیش نظر رکھتا تھا۔ جب یہ ملک اس کی قلمرو میں آیا تو اسکی گلگشت کا ارادہ کیا۔ ہر چند بزم والا کے سخن سراؤں نے عرض کیا کہ پادشاہ کا اتنا بڑا ملک چھوڑ کر بغیر کسی ملکی وجہ کے ایک گوشہ میں جانا خرد پسند نہیں کرتی۔ مگر پادشاہ نے نہ مانا اور کہا کہ جنت آشیانی یہ آرزو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔ میرا وہاں جانا انکی تمنا کو پورا کریگا۔ اس نے ۱۲ فروردی کو راوی سے

عبور کیا اور تین ہزار سنگ تراش و خاراشگاف و دو ہزار بیلدار کارگزار بسرکردگی قاسم خاں روانہ کیے کہ راہ کے نشیب و فراز کو ہموار کریں۔ کوچ بکوچ بادشاہ سیالکوٹ کے مضافات میں آیا۔ یہاں اس نے سُنا کہ اللہ بردی۔ شقدار۔ پتہ۔ ہنود راج گماشتۂ صادق خاں نے ایک ستم برپا کر رکھا ہے اور زیردستوں کو بے عزت کرتا ہے۔ یہاں اس نے اس کے ظلم کی خوب تحقیقات کرائی۔ جب جرم ثابت ہوا تو اسکی جان لی جس سے اور دل کی جان کو آسائش ہوئی۔ ۹ر خرداد کو گریوہ بھبر کی سیر کی۔ کشمیری اس کو کاچیوار کہتے ہیں۔ یہاں بادشاہ کو یہ خیال آیا کہ جریدہ چلیے۔ شاہزادہ سلطان مراد کو لشکر کا منتظم مقرر کیا اور شیخ فرید بخشی بیگی کو گریوہ پر تعین کیا کہ سوائے بادشاہی آدمیوں کے کسی کو نہ آنے دے۔ خود سوار ہو کر گرم رفتار ہوا۔ کبھی سوار چلتا کبھی پیادہ۔ دوپہر کو درختوں کے سایہ میں آرام کرتا۔ بادشاہ کے ساتھ مرزا خانخاناں وزین خاں کوکہ عضدالدولہ حکیم ابوالفتح وجگن ناتھ میر شریف املی و قاضی حسین و نورین قلیج و رامداس و ابوالفضل اور چند یکے جوان تھے بادشاہ گریووں کو طے کرتا ہوا راجوری سے گزر کر قاسم خاں کے خیموں میں اترا۔ یہ راہوں کو پاک صاف کرتا ہوا جاتا تھا۔ یہاں سے کئی رستے جاتے تھے۔ ہر رستہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ کارآگاہ ان کو دیکھنے گئے۔ انجمن رازگوئی جمع ہوئی تو تحقیق ہوا کہ سب راہوں میں بہتر راہ گریوہ ہستی و ترکی ہے مگر وہ برف و باراں کے سبب سے دشوار گزار ہے اس لیے پیر پنجال کی راہ اختیار کی گئی۔ شاہزادہ بزرگ کو حکم ہوا کہ لشکر میں جا کہ سلطان خسرو اور چند اہل حرم کو لے آئے۔ مرزا کیقباد پسر مرزا حکیم بیمار ہو گیا اس کو اسی منزل میں چھوڑ دیا۔ شیخ فیضی کو اس کا تیماردار مقرر کیا۔ یہاں سے چلکر بھبر میں بادشاہ آیا۔ یہ ایک موضع گریوہ رتن پنجال کی تلیٹی میں واقع ہے یہاں سے کشمیری زبان بولنے کا آغاز ہوتا ہے بادشاہ نے فرمایا کہ ملک آپس میں کوہ و دریا و ہمنوں و زبان سے جدا ہوتے ہیں کشمیر کی سرحد نخستین بھنبر پر ہے۔ پرستش کو اس سرحد پر اگرچہ بادشاہ تنہا جاتا تھا۔ مگر

اس پاس ہر منزل میں ہزاروں آدمی جوق جوق نیاز مندی کے لئے چلے آتے تھے۔ یہاں گریوہ بانی ناکوں کے سرگروہ بہرام نایک نے کورنش کی۔ محمد بہت اور کشمیر کے سردار باریاب ہوئے۔ پھر پادشاہ بیرم کلہ میں آیا۔ یہاں بکا دلوں سے کچھ لغزش ہوئی۔ اُن کی نگہبانی ابوالفضل کو سپرد ہوئی۔ اثنار راہ میں مرزا یوسف خاں کشمیر سے آنکر کورنش بجالایا۔ اس دیار کے بہت سردار باریاب ہوئے۔ پھر پادشاہ پوشانہ میں آیا۔ یہاں عجیب درخت وچار وپھول دیکھے بہت سے ندیوں پر پُل باندھے تھے اس سے عبور ہوا۔ کشمیری پل کو کدل کہتے ہیں۔ آگے منزل میں دو گروہ پر برف تھی پادشاہ کے ہمراہی ڈرے۔ مگر بادشاہ نے اُن کی دلدہی کی۔ یہاں کی رسم ہی کہ برف پر لوگ علف شالی کی رسیوں کی پاپوش پہنکر چلتے ہیں۔ بہت سے آدمی اس طرح گئے۔ پادشاہ اس برف پر گذرا۔ یہاں کی کس کس بات کا ذکر کیا جاوے۔ جاڑے کی سختی کا برف کی شدت کا یا ہندی نثرادوں کی سراسیمگی کا۔ گریوہ کی بلندی کا یا راہ کی تنگیوں کا۔ یا منزل کے نشیب و فراز کا۔ یا چشموں و درختوں وپھولوں کا۔ ہر ایک عجیب وغریب ہی۔ جب پادشاہ چلا تو مینھ اور اولے برسنے شروع ہوئے۔ مگر کسی کو گزند نہ پہنچا۔ ایک گھنٹہ بڑی شدت سے مینھ برسا۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اُن میں سے بعض آدمی برف میں اکڑ کر رہ گئے۔

یہاں خاص وعام میں زبان زد ہے کہ پہلے حکیموں نے ان دو راہوں میں ایسا طلسم بنایا ہی کہ جب کبھی بھاری لشکر کا گذر ہو اور گھوڑے کو ذبح کریں یا نقارہ کو بجائیں تو تھوڑی دیر میں کالی گھٹائیں اُٹھتی ہیں اور برف وباراں کی ریزش ہوتی ہی۔ ہر بار کہ اس راہ سے لشکر گذرتا یہی ہوتا تھا۔ چونکہ پادشاہ نے اپنا اغروق طلب کیا تھا۔ راہ کی دشواریاں اس کو معلوم ہوئیں۔ حکم ہوا کہ جو امیر پادشاہ کے ساتھ ہیں وہ خدمتگزار کار دانوں کو منزل بمنزل بٹھادیں کہ بھنبر سے ہیرہ پور تک ہر منزل میں خیمہ وہیمہ وعلف واسباب خوردنی کو آمادہ رکھیں کہ اہل حرم کو تکلیف نہ ہو۔ پادشاہ ہیرہ پور میں آیا۔ یہاں

مرزا یوسف خاں نے خیمہ وخرگاہ آراستہ کر رکھا تھا بھنبر سے جو گروہ آگے آتا تھا وہ پہلے سختیوں کو بھول جاتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بھنبر سے ہیرپور تک ایک گریوہ ہے کہ تنگی و دشواری و نشیب و فراز میں اور ناہمواری میں بے مثل ہے درخت زار کی نیرنگی و پھولوں کی شگفتگی اور ہوا کی شگرفی اور آبشاروں کی نغمہ سرائی ہر وقت متحیر کرتی تھی اور راہ کی آزردگی کو دل سے کھوتی تھی۔ لیکن آج کوہستان سے دشت میں گذر ہوا عجب نمائش نظر آئی ایک دوسرا عالم دکھائی دیا۔ ایک نئی بہشت نے اس دشت میں اپنے منہ سے نقاب اُٹھایا جو سبب بینی کی عادت رکھتے ہیں وہ تو یکبارگی راہ کی محنت کو بھول گئے اور ژرف نگاہ خدا پرستوں کو اور ہی خرمی ہوئی۔ گروہا گروہ آدمی ریاضت کیش خدا پژوہ اور عمامہ دار دانش گرا اور ہنرمند نادرکار اور خنیاگران جادونفس دارالملک کشمیر سے آنکر باریاب ہوئے اور خسروانی نوازش سے سرافراز۔ آج خانخاناں اہل حرم کے لینے کے لیے گیا۔ مرزا کیقباد اور فیضی بھی آگئے پادشاہ دیور میں آیا۔ وہاں شاہزادہ بزرگ تنہا آیا اور عرض کیا کہ راہ کی دشواری سے اہل حرم نہیں آسکتے۔ اس نافرمانی پر بادشاہ ناراض ہوا اور شاہزادہ کو کورنش کی اجازت نہیں دی اور اس سے ایسا غصہ میں آیا کہ اہل حرم کے لانے کو خود چلا مگر اخلاصمندوں کی فہمائش سے واپس آیا۔ خانخاناں کو اہل حرم کے لانے کا اہتمام سپرد ہوا۔ پادشاہ خانپور میں آیا وہاں ایک درخت پھل تل دیکھا جسکا تنہ تنومند تھا شاخیں بہت پتے بہ کثرت تھے۔ اگر اُسکی پتلی شاخ کو بھی ہلاتے تو سارا درخت ہل جاتا۔ اگرچہ چھوئی موئی کے درخت بہت ہوتے ہیں مگر اس قسم کا کہیں نہیں ہوتا۔

۲۵ خرداد کو شہر سری نگر میں پادشاہ آیا۔ یوسف خاں مرزبان کے کاخ میں اُترا اور حکم دیا کہ کوئی لشکری رعیت کے گھر میں نہ اُترے۔ دارالملک لاہور سے سری نگر تک ۹۷ کروہ و ۷ بانس کا فاصلہ ہے اگرچہ کردہوں کے اعتبار سے یہ فاصلہ دور و دراز نہیں ہے مگر نشیب و فراز ناہموار ہونے کے سبب سے بہت دور

اور دشوار نما ہی۔ بادشاہ جن راہوں میں کہ پیادوں کا گزر نہیں ہوتا گران لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ آیا۔ سری نگر ایک بڑا شہر لمبا آباد ہی۔ رودبار بہت (جہلم) اُسکے درمیان بہتا ہی۔ اس میں چوبیں کاخ پنج منزلہ بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کوٹھوں پر رنگارنگ کے لالہ وگل بوتے ہیں وہ بہاریں گلستان معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں اور ہندوستان میں برسات ایک ہی وقت میں ہوتی ہی۔ توران اور ایران کی طرح یہاں بھی برف بہت پڑتی ہی۔ کمی بارش سے یہاں کے کشت وکاریں نقصان نہیں ہوتا۔ ۲۸ر کو شہاب الدین پور کی سیر کو بادشاہ آیا۔ وہ دریا ربہت پر عجب دلکشا جگہ ہی۔ چنار یہاں آسمان پر کھنچے ہیں سبزہ زار پر نظر کا پاؤں لغزش کھاتا ہی۔ کہتے ہیں کہ اگر وہاں استخوان پا اور آلائش پھینک دو تو صبح کو اس کا نشان نہیں ملتا۔ روحانی گروہ اُس کو رُفت وروب کردیتا ہی مگر بادشاہ نے جب اس کا تجربہ کیا تو ثابت ہوگیا۔ شاگردوں نے مبالغہ کیا ہی اور احمقوں نے اُسے یقین کرلیا ہی۔ ۳۱ر کو شاہزادہ بزرگ کو حکم ہوا کہ اغروق کو ہمراہ لائے۔ شاہزادہ کو اپنی پہلی خطا پر شرمندگی تھی وہ بار بار اسکی درخواست کرتا تھا بادشاہ نے اُسے منظور کرلیا بادشاہ نے یہاں مرغابی کا شکار کیا۔ بوشانہ میں وہ اغروق شاہی سے جاملا۔

شاہزادہ سلطان مراد وخانخانان وقاسم خاں نے راہ کو درست کیا بہت کہاروں نے کوشش کی۔ غرض یہ سب ملکر بادشاہ کے اہل حرم کو لے آئے جس سے بادشاہ کو نہایت مسرت اور نوکروں کو عزت حاصل ہوئی۔

(۱) بادشاہ نے سُنا تھا کہ یوسف مرزبان کشمیر نے ایک محل کے اوپر سے اپنی بیوی کو نیچے پھینکدیا تھا۔ جب بادشاہ اُس کے محلوں کو دیکھنے گیا تو اُس نے وہ محل بتادیا۔ جس پر سے اُس نے اپنی بیوی کو پھینکا تھا (۲) جگن ناتھ مکان کے نہ ملنے سے شاکی تھا اور چاہتا تھا کہ قرابیگ کے مکان میں رہوں۔ کوٹھے کے اوپر سے وہ بادشاہ کی کورنش بجالایا تو بادشاہ نے فرمایا کہ تو مجھ سے بہت دور اُترا ہی قرابیگ کے مکان میں آن رہو (۳) سحر کو کسی

گانے والے کی آواز بادشاہ کے کان میں آئی تو اُس نے نقیب خاں سے کہا کہ کوئی شخص گانے والے کی عمر اس کی آواز سے بتا سکتا ہے۔ بہت سوچ کے اس نے جواب دیا کہ گانیوالے کی عمر چالیس پچاس برس کے درمیان ہوگی تو بادشاہ نے فرمایا کہ بیس میں تیس سال کے درمیان ہوگی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسکی عمر پچیس سال کی تھی۔ (۲۴) اس زمانہ میں مریم مکانی نے بادشاہ پاس آنے کی خواہش کی تو بادشاہ نے فرمایا کہ جواب میں اس شعر کو جو ابھی کہا گیا ہے عنوان سنائیں ؎

حاجی سوئے کعبہ رود از برائے حج | یارب بود کہ کعبہ بیاید بسوے ما

۲۳ رکو ہاشم بیگ پسر قاسم خاں پکلی کی راہ درست کرنے کے لیے بھیجا ارادہ یہ تھا کہ اس طرف سے مراجعت ہو اسلیے بہت سے خاراشگاف سنگتراش اور سخت بازو بیلدار ہمراہ کر دئیے۔ زین خاں کو حکم ہوا کہ اُلٹا جائے اور لشکر عظیم اور اور آدمیوں کو رہتاس پہنچائے۔ اور خود راہ پکلی سے واپس آئے دریا نوردی بیٹھکر رہ پیمائی ہے جس سے طرح طرح کی نشاط ہوتی ہے اسلیئے کامراج کی سیر کا کشتی میں ارادہ کیا۔ اس ملک میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں مگر بادشاہ کے سفر کے لائق ایک بھی نہ تھی۔ بادشاہ کے کارآگاہ خدمتگاروں نے تھوڑے دنوں میں یہ کار نمایاں دریائی تیار کیے اور دریا پر گلزار لگا دیا۔ ہزار کشتیوں سے زیادہ بادشاہ کے مقربین کے لیے تیار ہو گئیں اور دریا کے اوپر ایک شہر آباد ہو گیا۔ ۲۴ رتیر کو بادشاہ مع اغروق کے کشتیوں میں سوار ہوا دریا کے دونوں طرف نظر فریب گلزار اور نشاط افزا سبزی چشم افروز ہوتی تھیں کئی روز سفر کرکے بادشاہ جلکہ نندی مرگ میں آیا۔ یہاں تین ہزار بگیہ زمین نہایت ہموار و خرم و شاداب ایسی دیکھی کہ دنیا میں اُس کی مثل کمتر ہوگی۔ یہاں بادشاہ سیر و شکار کرتا رہا۔ ۲۹ رتیر کو بادشاہ کو گرانی ہوئی اور ایک دن سخت درد رہا۔ دوسرے دن اچھا ہو گیا بادشاہ بھی ایسا قوی مزاج تھا کہ کئی دفعہ سخت بیمار ہوا اور جلد اچھا ہو گیا اگر کوئی اور ایسے مرضوں میں مبتلا ہوتا تو مشکل تھا کہ وہ

سنہ ۹۹۵ھ روانگی از کشمیر ۱۱ مہر ۹۹۵

جلد اچھا ہوتا۔

اس گلشن ہمیشہ بہار کے تماشے نے پادشاہ کو نیائش داداریں گرم ترکیا سیر کے بعد بازگشت کا ارادہ کیا۔ غرہ امرداد کو لنگر اٹھا اور بگلی کی راہ پر چلا حلکہ نندی مرگ میں آیا اس روز رینا باریاب ہوا۔ یعقوب کشمیری جس کا اوپر ذکر ہوا پادشاہ کی شکوہ دیکھکر خواب سے بیدار ہوا اور اس نے یہ چاہا کہ پادشاہ سے عہد و پیماں کرکے اس کی آستان بوسی کرے پادشاہ نے جو آدمی اُس کی طرف سے آئے واپس کیے اور اس کے غدروں کو سُنکر گناہ معاف کیے یعقوب نے اس سبب سے کہ بڑے جرم کیے تھے اپنے بھائی کو بھیجا کہ بخشائش کا مژدہ وہ سُناکر اس کے خوف کو دل سے دور کرے یہ اس کا بھائی اپنے کام میں کامیاب ہوکر واپس گیا۔

پادشاہ کی مجلس مشورہ میں یہ امر قرار پایا کہ کابل کو سفر کیا جائے۔ نہم امرداد کو پادشاہ سری نگر میں آیا۔ یہاں قریش سلطان کاشغری پادشاہ پاس آیا ۱۳ امرداد کو ست پور کے نزدیک مقام ہوا۔ راہ میں باغ صفا کی سیر کی یہ باغ مرزا حیدر کا لگایا ہوا تھا۔ پھر کشتی سے اُتر کر خشکی میں پٹن میں پادشاہ آیا فیضی اور میر شریف املی کو بہت کچھ روپیہ دیکر شہر میں بھیجا کہ حاجتمندوں اور گوشہ نشینوں میں تقسیم کریں۔ خودسری و سرتابی کے سبب سے یعقوب تنگتا رکھتواڑ میں سراسیمہ تھا۔ پادشاہ کے آنے سے اُس کو یہ خوف تھا کہ مبادا یہاں کے زمیندار اس کو گرفتار کرکے پادشاہ کے حوالہ کردیں۔ جب اس کے بھائی نے جاکر بخشائش کا مژدہ سُنایا تو اسکی آسیمہ سری کم ہوئی اور لابہ گری بڑھی اور اپنی رستگاری سوار پادشاہ پاس آنے کی نظر نہ پڑی لیکن اپنے کوتگوں سے بہت ڈرتا تھا۔ مرزا یوسف خاں کی معرفت ایک عرضداشت بھیجی جس میں لکھا کہ جوانی کی مستی اور بدگوہروں کی دمسازی سے جو کچھ مجھپر گزرا سو گزرا اب حضور اپنی پاپوش بھیجیں کہ میں اُس کو سر پر رکھکر

پابوس ہوں۔ ۱۸ ار امرداد کو وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ اس ملک میں خشکی میں بار برداری کا کام آدمی کرتے ہیں اور بڑا بھاری بوجھ اُٹھاتے ہیں اور پہاڑوں پر اس طرح چلتے ہیں جیسے کہ ہموار زمین پر۔ بہت سا اسباب یہ گروہ اُٹھا کر چلا تو عجب تماشا نظر آیا۔ پادشاہ بارہ مولہ میں آیا یہ دروازہ کشمیر ہی۔ اس کے ایک طرف اونچا پہاڑ ہی دوسری طرف دریا بہت جوش کرتا ہوا ہندوستان کو آتا ہی اور اُس کے درمیان ایک تنگ راہ ہی یہاں کشمیر کے فرماں روایوں کے آدمی بھی رہتے ہیں اور کسی آدمی کو بغیر نوشتہ کے پاسبان نہیں جانے دیتے۔ زین خاں کوکہ پکلی سے آیا اور رود بار سندھ کو روانہ ہوا کہ وہاں پل بنائے۔ ۲۳ر کو آب بہت سے پادشاہ گزرا پھر پادشاہ منزل بمنزل چلکر بولیاس میں آیا یہاں ولایت کشمیر ختم ہوئی۔ ملک ستنگ آغاز ہوا۔ ۲۴ر شہر یور کو دریا رسندھ کے کنارہ پر اٹک بنارس کے نزدیک پادشاہ آیا اور دھم تھر کو کابل میں آیا۔

حسین خاں و محمد خاں و ابو ذر خاں و غازی خاں و لوھر چک حسین فتنہ اندوزی کے خیال سے پادشاہ کے پاس سے بھاگ گئے۔ جمون کی راہ سے پہاڑوں میں آن کر علی رنیا کی پناہ میں آئے اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ پیر ہلائیں۔ کار پردازان کشمیر نے پکڑ کر اُن کو مار ڈالا۔

یعقوب و رینا دونوں بھائی بھاگنے کی گھات میں لگے رہتے تھے۔ پادشاہ نہیں چاہتا تھا کہ جو لوگ پناہ میں آئے ہیں اُن کو سزا دے اسلیے اس نے انکو حسن بیگ گرد کے حوالہ کیا کہ وہ راجہ مان سنگہ پاس اُن کو پہنچادے کہ اپنے نبگاہ سے وہ دور ہو جائیں اور آرام سے رہیں حسن بیگ نے ہمراہیوں کے تین توپ بنائے ایک کو زہ وزاد کے ساتھ کیا۔ ایک گروہ کو اپنے ساتھ لیا تیسرے گروہ کو یعقوب کا پاسباں بنایا اس نے اپنے تئیں بیمار سنگاسن پر جاتا۔ حیلہ سازوں نے غل مچایا کہ رہزنوں نے پرتال پر ہاتھ ڈالا حسن بیگ نے ہمراہیوں کو اس طرف بھیجا تو رنیا نے جو اس کام میں شریک تھا وفتۂ مشعلچی

کو تلوار مار کر شکار کیا۔ حسن بیگ کو زخمی کیا۔ حسن بیگ نے لپٹ کر ریناؔ کو زیر کیا اور مار ڈالا۔ اس عرصہ میں یعقوب کے کوکہ محمد نے ایک خنجر حسن بیگ کے مارا۔ اُس نے اسے بھی پکڑ کر زمین پر ٹپکا اور یعقوب اور فتنہ پردازوں کو گرفتار کر لیا۔

مدت سے بادشاہ کا دل کشمیر کی سیر کی طرف لگ رہا۔ مگر بعض آدمی دشواری راہ کے سبب سے اسکے مانع ہوتے تھے۔ بعض بادشاہ کی خوشی کے لیے پہاڑوں کی سختی کو آسان کہتے تھے مگر اسکے ساتھ عرض کرتے تھے کہ اس کوہسار میں بادشاہ کا جانا قلمرو کی ہر طرف سے ایک سال کی راہ پر دور کر دیگا۔ بعض بادشاہ کی نہفتہ دانی کے معتقد کہتے تھے کہ بادشاہ کا ارادہ جو یہ ہوا ہے اس میں ضرور فرخی ہے غرض باوجود ان آدمیوں کی بازداشت اور بادوباران کے طوفان کی ۱۲ امرداد ۱۰۰۰ھ کو بادشاہ چل کھڑا ہوا اہل حرم کو بھی ساتھ لیا۔ راہ میں ایک عورت اپنے بیٹے کو بادشاہ پاس لائی۔ اور عرض کیا کہ ہر سال اس کا سر بڑھتا ہے اور گردن دبلی ہوتی ہے کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی حضور اس کا علاج تبلائیں۔ بادشاہ نے کہا اسکے سر پر ایک چمڑے کی تنگ ٹوپی پہنادے بڑھیا نے یہی کیا جس سے اس کا بیٹا اچھا ہو گیا۔ ۲۸ کو بادشاہ چھتہ میں آیا تو کشمیر کی شورش کا حال اظہر من الشمس ہو گیا۔

راز دار مرزا یوسف خاں نے کشمیر کی جمع کی فزونی کو عرض کیا تو قاضی نور اللہ و قاضی علی تحقیق کے لیئے بھیجے گئے اب مرزا کے گماشتوں نے دیکھا کہ رشوت کا دروازہ ان پر بند ہوا تو وہ مایوس ہو کر تباہ سگالی کرنے لگے۔ قاضی نور اللہ نے مرزا کے نوکروں کی یہ سازگاری اور تباہ پیچی بادشاہ سے عرض کی۔ اس اطلاع پر بعض بدنہاد طلب ہوئے حسین بیگ شیخ عمری بادشاہی آدمیوں کی یاوری کے لیے بھیجا گیا۔ اب مرزا یوسف کے اکثر گماشتے اور ملازم ہمداستان ہو کر فتنہ سازی پر آمادہ ہوئے اور اُنھوں نے کمال الدین حسین کو جو احدیوں میں سے تھا اپنا سردار بنانا چاہا جب اس نے انکار کیا تو

مرزا یوسف کے عمزادہ یادگار کل کو دستاویز آشوب بنایا۔ اور وہ فتنہ اُٹھاتے اور اپنا نقصان کرتے اس گروہ کے اندر کسی کے ہاں حسین بیگ کے ایک نوکر کی شادی ہوئی تھی اس نے انکی رہنمونی سے انکار کیا تو اس گروہ نے اس کا گھر جا گھیرا اور حسین بیگ شیخ عمری پر بھی تیروں کا مینھ برسایا۔ اسکے آدمی موجود نہ تھے اس نے دروازہ کھول کر ہمت کی۔ قاضی علی اور شیخ بابا نے درمیان میں پڑ کر شورش کو دبا دیا پھر یہ گروہ گریوہ ماران پر گیا اور وہاں ایک ہنگامہ برپا کیا حسین بیگ نے آدمیوں کو اُن سے لڑنے کے یے جمع کیا اور کچھ لڑا اور صلح چاہی۔ مخالفوں کے چند آدمیوں کو پیماں کر کے مار ڈالا۔ قریب تھا کہ ان تبہ سگالش کردار میں آئے ناگریز حسین بیگ و قاضی علی شہر سے نکلکر قلعہ ناگر نگر میں آگئے اور بے پروائی کے سبب خواب غفلت میں سو گئے۔ ۱۲ ار امرداد کو رہ گزروں کو بند کر کے ناسپاسی میں بیٹھے۔ تعجب یہ ہی کہ پادشاہ اُسی روز لاہور چلا تھا کہ چند سرکشوں نے فالیز کی سیر کا بہانہ کر کے یکجہتی کا پیمان کیا تھا حسین بیگ قاضی علی کی ہمت نے یاوری نہیں کی کہ تیز دستی کر کے اس سورش کو مٹاتے۔

جب پادشاہ کو اطلاع ہوئی تو وہ تیز تر روانہ ہوا۔ غرہ شہریور کو دریا چناب کے کنارہ پر پہنچا۔ باوجود بارش کی طوفان کے اس نے یہاں سپہ کو آراستہ کیا گذر چوگانی سے کشتی میں سوار ہوا۔ ۲ ہر کو معلوم ہوا کہ مرزا کی تمام سپاہ کشمیروں سے مل گئی ہی۔ جب یادگار شہر سے نکلا اور قاضی علی اور حسین بیگ اس سے کچھ نہ بولے تو وہ کام راج کو چلا گیا اور وہاں بدگوہروں کے ہنگامہ نے رونق پائی اُس وقت وہ بے پروائی کے خواب سے بیدار ہو کر اس کے پیچھے دوڑے کچھ کام نہ کیا اور اپنا منہ لیکر واپس چلے آئے اگرچہ مرزا کے فرزند اس سے نہیں ملے اور اولیار دولت نے بھی انکی یاوری نہیں کی۔ مگر جب یادگار شہر پہ آیا باغ الٰہی کے نزدیک تھوڑی سی لڑائی سے غلبہ پایا تو قاضی و حسن بیگ ناگریز دریا سے گذر کر شہر میں آئے پل کو دونوں گروہوں نے ویران کیا۔ باغیوں نے

تو اس خیال سے کہ ان کے آدمی ان سے نہ جُدا ہو جائیں۔ پادشاہی آدمیوں نے اسلیے کہ باغی شہر کے اندر نہ گھس آئیں قاضی علی نے یہ کہا کہ فتح علیخاں جنگلی پاس پناہ لینی چاہیے اور وہاں کمک کا انتظار کرنا چاہیے۔ حسین بیگ نے کہا کہ مرزا حسین خاں کے آدمی سب ناسپاس ہو رہے ہیں وہاں پہنچنا بہت دشوار ہے۔ ناگزیر ہندوستان کی طرف چلیں۔ ہیرہ پور کے نزدیک ایک شخص نے ناشناسائی سے نقارہ بجایا۔ اس سے راہ بانوں نے مطلع ہو کر پلوں کو توڑ دیا۔ ناکام دریا میں چلنا پڑا۔ کچھ ڈوبے کچھ گرفتار ہوئے۔ حسین بیگ قاضی علی اور چند بدخشی دریا سے نکلکر چلے۔ پیر پنجال کی راہ بند تھی۔ گریوہ ہستی وتر کی راہ لی۔ سخت تگاپو کر کے اور تیراندازی کا کارنامہ دکھا کے رہائی پائی۔ راہ کے نشیب و فراز سے قاضی بالکل تھک کر بیٹھ گیا۔ گرفتار ہو کر مارا گیا۔ حسین بیگ کو زمیندار لوٹ کر مارنا چاہتے تھے کہ راجوری کے رئیس جھنجر نے پہنچکر اسے بچالیا۔

جب پادشاہ کو یہ اطلاع ہوئی تو وہ تیز تر چلا۔ زین خاں کو کلتاش کو حکم ہوا کہ راہ سوڈ سے سپاہ کو اس طرف لائے۔ اور صادق برنج کی راہ سے آئے۔ شمالی کوہسار کے زمیندار جموں سے چلیں۔ پنجاب کے اقطاع دار اور عمل گزار پُردل زمینداروں کو دلاسا دیکر روانہ کریں۔ پنجم شہر یور کو شیخ فرید بخشی بیگی کو پادشاہ نے روانہ کیا۔ غرض اس برف ریزی میں ہر طرف سے پادشاہ نے سپاہ روانہ کی کہ سرکشوں کی سزا میں دیر نہ ہو۔ ابوالفضل نے دیوان لسان الغیب میں جو فال دیکھی تو یہ دو بیتیں نکلیں۔

ابیات

آں خوش خبر کجاست کزیں فتح مژدہ داد ‫ ‫ تا جاں فشانمش چو زر و سیم در قدم

از بازگشت شاہ دریں طرفہ منزل است ‫ ‫ آہنگ خصم او بہ سراپردۂ عدم

اس دن پادشاہ نے دوربینی کے سبب سے مرزا یوسف کو ابوالفضل کے حوالہ کیا۔ جب اس کا زہ وزا کشمیر سے آیا تو اُسے رہا کیا۔

جب یادگار کو اس پاس زر پرست مگس خوجمع ہوئے اور ادبار دولت کا حال یہ ہوا تو یوسف مرزا کے بیٹوں نے اُسے لابہ گری کی۔ اس نے گرم خوئی اور تازہ روئی کے ساتھ انکو ہندوستان بھیجدیا اور دریا سے گذر کر مرزا کی منزل گاہ میں آیا خزینہ و زرینہ و فیل و اسپ توپ اور مال اس نے لیا۔ منبر پر اپنا خطبہ پڑھوایا سکہ پر اپنا نام جموایا۔ ان نوں میں اسکو تپ لرزہ آیا۔ مہر کن اسکی مہر کھودتا تھا کہ ایک فولاد کا ریزہ اُڑ کر اسکی آنکھ میں لگا جس سے لوگوں نے جانا کہ اس کا اقبال زود زوال ہے۔ سماجت سے اس نے فرومایوں کو بڑے بڑے خطاب دیئے۔ ہزاری و بازاری کے نام بزرگوں کے سے رکھدیئے۔ وہ جانتا تھا کہ سب راہیں بند پڑی ہیں۔ بادشاہ کو اس حال کی اطلاع جلد نہیں ہوگی اگر ہوگی تو یقین نہیں آئیگا۔ اگر یقین ہوگا بھی تو اس ریزش ابر میں سپاہ بہت دیر میں جمع ہوگی جاڑا آجائیگا اس سردسیر ملک میں سپاہ کا آنا دشوار ہوگا۔ جب ایک سال گزر جائیگا تو میرے پاس وہ سامان جمع ہو جائیگا کہ مدتوں سے کبھی وہ کسی مرزبان کشمیری پاس جمع نہ ہوا ہوگا یہ باتیں سوچ کر یار غاروں کے ساتھ بزم بادہ گساری آراستہ کرتا اور بیہودہ باتیں بکتا۔ مرزا کے اندختوں کو اُڑاتا اور اسکے ناموس پر دست دراز کرتا اور دوستی اور رشتہ ہندی کا بہانا بناتا جب اس نے سُنا کہ مرزا قید میں پڑا ہے تو ناچار اس نے زہ وزادہ مرزا روانہ کیا۔ تنہ کے نزدیک بدنہادوں نے اسکے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر بادشاہ نے بھی اسکے لانے کے لیئے بابری مرزا دلیں میں سے حاجی میرک کو کچھ سپاہ کے ساتھ بھیجا تھا وہ اس پاس پہنچ گئے تو وہ بچ گیا یکبارگی بادشاہ کے آنے کا آوازہ سب جگہ بلند ہوگیا تو یادگار بیدار ہوا۔ اور اُس نے ایک عرضداشت بادشاہ کو بھیجی کہ حسین بیگ شیخ عمری کا ارادہ یہ تھا کہ مرزا شاہرُخ کے بیٹے کو بدخشان سے اس دیار میں لائے اور دست آویز شورش اسکو بنائے میں اُس سے آویزش کے لیے تیار ہوا اس نے سخن سازی کر کے مجھے بدنام کیا اس کا جواب ابوالفضل نے بادشاہ کے ارشاد کے موافق لکھا۔

جب یہ دستان فروشی کارگر نہ ہوئی تو اُس نے درویش علی کو بہت سپاہ کے ساتھ گریوہ
کو روانہ کیا۔ اور اسکی استواری میں کوشش کی۔ بادشاہی سپاہ ہر طرف سے پہنچ گئی تھی شیخ
فرید بخشی بیگی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گریوہ کے نیچے پہنچ گیا اور ۲۶ شہریور کو ہراول درہ
میں گئی اور برانغار اور جرانغار آمادہ پیکار ہوئے۔ درویش علی نے گریوہ پر دو دیواریں بنائیں
اور لڑنے کا قصد کیا جا بجا آدمی لڑنے کو بٹھلا دیئے۔ بادشاہی ہراول نے غنیم کو شکست دی اور
جرانغار سے بھی لڑائی ہوئی اس نے دشمن کے بہت آدمی مارے چار آدمی بادشاہ کی سپاہ میں
مرے۔ برانغار نے غنیم کا ایک سرکوب بے جنگ لے لیا آگے راہ نہ تھی۔ اسلیے ہراول اُلٹا
چلا آیا۔ ہراول اور جرانغار نے تیز دستی کر کے گریوہ کیرتل لے لیا۔ کچھ مویشی لے لیے۔ ایک
شخص نے وہاں گھوڑے کو نادانستہ ذبح کیا اسلیے اوے بہت برسے۔ صبح کو گریوہ اگرم بال
سے گزر کر دائرہ کیا۔ تدبیر یہ تھی کہ گریوہ ہستی و ترمیں کہ پانچ کروہ پر ہی جائیں پیش رووں نے
اُسے خالی سمجھکر تیز دستی کی۔ غنیم کمر کوہ میں آمادہ جنگ تھا مگر صبح وہ پراگندہ ہوگیا۔ دوم
مہر کو لشکر شاہی گریوہ کو طے کر کے ہیرہ پور میں آیا۔ وہاں ایک تن بے سر نظر آیا جو یادگار کل
کا تھا جسکی سرگزشت یہ ہے کہ یادگار کو معلوم ہوا کہ گریوہ کو بادشاہی سپاہ نے لے لیا تو
اُس نے عادل خاں کو ایک گروہ کے ساتھ سری نگر روانہ کیا اور خود ہیرہ پور میں آیا دوسرے
روز آدمیوں کو کچھ روپیہ دیکر آگے روانہ کیا۔ شہباز خاں نیازی و ابراہیم خاں کاکرد ابراہیم خاں
میانہ سارو بیگ شاملو و حسین بیگ دصلو و یار بیگ ازبک و ملک محمد اور مرزا کے چند اور
نوکروں نے آپس میں عہد کیا اور کمین گاہ میں بیٹھ گئے۔ جب آدھی رات ہوئی تو اللہ اکبر کا
نعرہ مار کر غارت کرنا شروع کیا یادگار سراپردہ سے نکلکر صحرا میں گیا۔ صرف ایک
نوکر یوسف نامی اسکے ساتھ تھا۔ کچھ راہ چلکر ایک بوٹہ کے پناہ میں بیٹھا اور ہمراہی کو گھوڑا
لانے کو بھیجا۔ بعض بادشاہی آدمیوں نے لوٹ پر خیال نہ کیا تھا اس کی تلاش کے
درپے تھے کہ دفعۃً سارو بیگ کی نگاہ یوسف پر پڑی اس کو شکنجہ میں کھینچا۔

ناچار اس نے سرگزشت کو بیان کیا اسکی رہنمونی سے یادگار گرفتار ہوا۔اور صلح کی باتیں کرنے لگا کہ شہباز خاں نے آن کر اس کے دوش کو سر کے بوجھ سے ہلکا کیا۔ ۶ر جھر کو بھنبھر کے نزدیک متھرا داس اس کا سر بادشاہ پاس لایا۔ اکیاون روز یادگار کا ہنگامہ فساد برپا رہا جس کا خاتمہ اس طرح ہوا اس سال میں بادشاہ کو چاروں طرف فتوح ہوئیں۔ مرزبان ٹھٹہ مطیع ہوا۔ سیوستان حوالہ کیا۔

اڑیسہ فتح ہوا۔ مشرقی دیار کے سرتابوں نے اطاعت اختیار کی جوناگڈہ و سومنات فتح ہوئے۔ مظفر گرفتار ہوا۔ یادگار کل بے سر ہوا۔ کشمیر کی شورش مٹی۔ اسیر چیرہ دستی ہوئی۔

۱۳ر کو بادشاہ سیر کے لیے آگے بڑھا۔ اغروق کو شاہزادہ دانیال کے ساتھ رہتا اس روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ اول دفعہ بہار کے جلوے دیکھے تھے۔ اب خزاں کے عشوے دیکھے جائینگے۔ پہلے جمال کی پردہ کشائی تھی اب جلال کی نمایش ہوگی۔ بھنبھر سے بادشاہ منزل بمنزل ایسی سڑک پر چلا۔ کہ جس کا حال برف سے ایسا شکستہ ہورہا تھا کہ بادشاہ کا گھوڑا پھسلکر گر پڑا۔ ۲۴ر کو سری نگر دار الملک کشمیر میں آیا۔ راہ میں ایک چنار۔ کا تنہ کھوکھلا ایسا دیکھا کہ اس میں بادشاہ کے حکم سے ۳۴۔ آدمی بیٹھے۔ اگر اور زیادہ پاس پاس آدمی بیٹھتے تو کئی اور آدمی سما جاتے۔ باوجودیکہ یادگار ناسپاس کا بالکل ستیاناس ہوگیا تھا۔ مگر یہ مشہور ہورہا تھا کہ بادشاہ نے سب چھوٹے بڑوں کی جانوں کے شکار کرنے کا حکم دیدیا تھا اس لیے سب آدمی پراگندہ ہوگئے کوئی دہ آباد نہ تھا ہر چند پیش رو آدمیوں کو دلاسا دیتے تھے مگر ان کو یقین نہیں آتا تھا مگر جب ان کو بادشاہ کی محبت کا یقین ہوا تو وہ دشت آوارگی سے شہر میں آئے۔ بادشاہ کی بخشش و بخشائش سے خوش ہوئے۔ کارشناس ہر طرف دوڑے اور ناسپاسوں کو پکڑ کر لائے۔ جو شورش کے خمیر مایہ تھے ان کو سزا ملی۔ عادل بیگی قلندری کا لباس پہن کر دکن کو بھاگ گیا جنھوں نے سرکشی سے کنارہ کیا وہ بلند پایہ ہوئے۔ بادشاہ نے بے موسم پہلے بھی

مُرغابی کا شکار کیا تھا مگر موسم کے سبب سے اُنکی دفعہ اس شکار سے بڑا لطف اُٹھایا۔ دوم آبان کو بادشاہ کے تلادان کا جشن ہوا ابوالفضل نے چودہ ہزار آدمیوں کو خواستہ دیا۔ اسلیے آباد ملک میں چور اور گدا کم تھے اس زمانہ میں لوگ خیانت کرتے تھے اور بہت ناخوش و بےصبر رہتے تھے۔

نہم آبان کو بادشاہ زعفران زار کی سیر کے لیے کشتی میں سوار ہوا یہ ایسا گلزار تھا کہ جسکی شادابی و نشاط بخشی اور خوشبوئی دنیا میں سب سے بڑھکر ہے۔ زعفران نیلوفر کی مانند ہوتا ہے لیکن دل افروزی اسکی بیان نہیں ہو سکتی ۱۲ مہر کو دیوالی کا جشن ہوا بادشاہ کے حکم سے دریا کے کناروں پر اور کشتیوں میں اور کوٹھوں پر چراغ روشن کیے گئے۔ عجب تماشا تھا۔

اسی روز شمس الدین چک کی بیٹی بادشاہ کے حرم سرا میں داخل ہوے۔ اس سرزمین کے بزرگ زمینداروں کے تابع کرنے کے لیے مبارک خاں حسین چک کی بیٹی کا نکاح شاہزادہ سلطان سلیم سے ہوا اور اسی طرح کی اور کئی شادیاں ہوئیں۔ مرزا کیقباد پسر مرزا حکیم شراب پینے کے سبب سے قید ہوا ایک سیاہی بادشاہ کے روبرو پیش ہوئی کہ وہ پانی سے اور ہاتھ کے مٹانے سے محو نہ ہوتی تھی اور خط کو خراب نہ کرتی تھی بادشاہ نے اس کو کارآگہوں کو دکھایا۔

یہاں کی آب و ہوا ایسی خوش اور بادشاہ کے مزاج کو سازگار تھی کہ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ موسم سرما یہیں بسر کیجیے لیکن گرانی اشیا ایسی تھی کہ سب چھوٹے بڑوں کا ناک میں دم آیا تھا اور اس ملک کے جاڑے کی برداشت بھی لشکر کو جو گرم سیر ملک کا رہنے والا تھا دشوار تھی اسلیے بادشاہ نے بازگشت کا ارادہ کیا بادشاہ کا ارادہ تھا کہ مرزا یوسف خاں کو کشمیر حوالہ کرے مگر اس نے جمع میں چوں و چرا کی اتفاق سے قاضی علی کی فراہم کی ہوئی جمع کی کتاب ہاتھ لگی جس سے مرزا کی قلعی کھل گئی وہ شرمندہ ہوا۔ بادشاہ نے کشمیر کو خالصہ بناکے خواجہ شمس الدین کو سپرد کیا تین ہزار سوار ہمراہ کیئے۔ ۲ آبان سنہ ۱۰۰۰ھ کو کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان کو روانہ ہوا۔ ۲۳ کو کول ایسر پر گذر ہوا وہ ایک بڑا آبگیر ہے گرد اس کا ۲۰ کروہ ہے۔ دریاے بہت (جہلم) اسکے

اندر رہو کر ہندوستان میں آتا ہی سلطان زین العابدین نے اسکے درمیان بہت تکلف سے ایک سنگین صفہ بنایا جس کا طول ۱۱۹ گز اور عرض ۸۲ گز لمبا - اسپر محل بنائے جواب تک یادگار ہیں اور پھر اور مرزا باقی نے نشیمن وہاں بنائے - نظام الدین اپنی طبقات اکبری میں لکھتا ہی کہ بادشاہ نے راہ میں زین لنکا کی سیر کی - یہ ایک حوض ہی کہ اس کے غرب جنوب شمال میں پہاڑ ہی اور اسکا دور ۳۰ کروہ (۶۰ میل) ہی دریا جہلم اس حوض کے اندر سے ہوتا ہوا گذرتا ہی اس کا پانی نہایت صاف ہی - حوض کے درمیان سلطان زین العابدین نے پتھر ڈلوا کر ایک جریب کے قریب چبوترہ پانی سے بلند کیا اور اس پر عمارت عالی بنائیں - اس کی نظیر ملک میں کہیں نظر نہیں آتی - اس کی سیر کر کے بادشاہ بارہ مولہ میں آیا اور وہاں سے پگلی میں - یہاں بہت برف اور مینھ برسا وہاں سے بادشاہ ایلغار کر کے رہتاس میں آیا نظام الدین خواجہ فتح اللہ کو حکم ہوا کہ اہل محل کو آہستہ آہستہ پیچھے لائیں - غرائب واقعات میں سے یہ ہی کہ جب بادشاہ نے کشمیر سے معاودت کی تو فرمایا کہ چالیس سال سے برف برسنا میں نے نہیں دیکھا اور اکثر میرے ہمراہی وہ ہیں جنھوں نے ہند میں نشو و نما پایا ہی انھوں نے بھی اسے نہیں دیکھا - اگر نواح پگلی میں ایک دفعہ برف کی بارش ہو تو الطاف الٰہی سے بعید نہیں ہی - چنانچہ ایسا ہی ہوا - پگلی میں بادشاہ ایک مہینے بہ سبب برف باریش کے مقیم رہا - پھر رہتاس میں تیرہ روز رہا - اور ۱۳ ربیع الاول ۹۹۶ھ کو بادشاہ لاہور میں داخل ہوا -

کشمیر کی سیر کو بادشاہ کا تیسری دفعہ جانا سنہ ۱۰۰۵ھ

بادشاہ کا ارادہ تھا کہ جب آگرہ سے کشمیر جائے سب چھوٹے بڑے گریوں کی سختی بیان کرتے - بعضے کہتے کہ سپاہ دکنیوں سے لڑ رہی بادشاہ کشمیر کیونکر جا سکتا ہی کہ

ناگاہ دکن کی فتح کی خبر آئی ۱۲ر فروردین کو پادشاہ نے کوچ کیا ۱۶ر اردی بہشت کو
پادشاہ امین آباد میں آیا۔ کہسار کشمیر کی ہوا اور دشوار گذاری و دیر کشائی آرزمندوں
سے شورش مچواتی ہو۔ سبک سر فرومایوں کا ذکر کیا ہی۔ ایک غوری زاد جمیل اس ملک
میں بدخشیوں سے ملا اور مکاری سے اپنی تئیں عمر شیخ پسر مرزا سلیمان بنایا۔
مرزا سلیمان کی ناکامی کے زمانہ میں حصار میں لونڈی کے پیٹ سے ایک بیٹا پیدا ہوا
تھا اس کا یہ نام رکھا گیا تھا جب مرزا حصار سے نکلا تو اس کو اوزبک خاں عمزادہ
عبداللہ خاں پاس بھجدیا۔ وہاں وہ مرگیا بعض کہتے ہیں اس کو لوگوں نے مار ڈالا
بعض کہتے ہیں کہ وہ چیچک سے مرگیا۔ بعض کہتے ہیں وہ زندہ رہا۔ اس حیلہ پرداز نے
شورش مچائی اور پوشیدہ پوشیدہ ہزار بدخشی اور بہت سے کشمیری اپنی ہمراہ کرلیے
ابھی اس کا پردہ فاش نہیں ہوا تھا کہ پادشاہ کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو اسی کے چند
رازداروں نے اس کو پکڑ کر محمد قلی بیگ ترکمان کو حوالہ کیا۔ اس منزل میں پادشاہ
پاس اُس کو لائے۔ وہ اپنی سزا کو پہنچا اگر پادشاہ یہ سفر نہ کرتا تو وہ بڑی شورش مچاتا
۱۷ر کو شکار کرتا ہوا قصبہ گجرات میں جس کو اس نے آباد کیا تھا اور ۲۳ر کو قصبہ بھنبھر
میں آیا۔ یہاں اپنی سپاہ کے دس حصے کیے ایک حصہ اپنے لیے دوسرا حصہ اہل حرم
کے لیے تیسرا حصہ شاہزادہ سلیم کے لیے اور سات حصے ہر روز کے لیے کشتکاروں رکھے۔ غرہ خرداد
کو گریوہ سے نکلا۔ ۶ر کو راجوری میں جشن کیا ۱۱ر کو پیر پنجال سے برف کو کاٹ کر
اور ملکر باہر آیا۔ ۱۴ر کو ہیرہ پور میں آیا۔ یہاں جمال نگری کی سیر کو گیا یہ شہر پہلے مرزبان
نشین تھا اسکی ویرانی پہلی آبادی کو بتلاتی ہی۔ ۱۹ر کو نیجہزارہ میں آیا مرزا یوسف خاں
نے پشتہ پر شہر بند بنایا تھا۔ پادشاہ نے اس کا نام اکبرپور رکھا اس کا آباد کرنا
محمد قلی بیگ کے سپرد ہوا۔ مچھی بھون کی سیر کرکے خان پل کے نزدیک کشتی میں
آیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوکر شکار کھیلا۔ منزل بمنزل چلکر ۲۸ر کو شہر ناگرنگر میں آیا۔

سری نگر کے پاس ایک بلند پہاڑ ہی - اسکے نزدیک ایک بڑا آبگیر ہی - پادشاہ نے اس سرزمین میں شہر کا آباد کرنا پسند کیا تھا - مرزا یوسف خاں نے اُسے آباد کیا - کئی نشیمن اور گلی فصیل بنائی سپاہ نے بھی اس میں اپنے لائق گھر بنائے - اب پادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ سنگین بنایا جائے ایک ایک حصہ اس کا امیر کو سپرد ہوا -

پادشاہ کو یہاں معلوم ہوا کہ اقطاع داروں کے ہاتھ سے سخت ظلم ہوتا ہی اس ملک سے غلہ لیا جاتا تھا اسکی بجائے وہ زر وسیم طلب کرتے ہیں - کارنشناسی سے کل جمع طلب کرتے ہیں جس سے بڑی خرابیاں پھیل رہی ہیں - پادشاہ نے گروہا گروہ آدمیوں پر جمع معاف کر دی اور گزیدہ آئین مقرر کیے جس سے ظالموں کو سزا ہوئی کشاورزوں کو جن کا نقصان ہوا تھا فائدہ ہوا - پادشاہ نے مہربانی کرنے ان کی دستگیری کی - سارے ملک کے چودہ حصّے کیے ہر ایک میں دو محرر ہندی و ایرانی مقرر کیے کہ دونوں کے خام کاغذ پر مکرر کاشتہ وافتادہ و برگرفتہ زمین سے آگاہی ہو اور آدمی جنس محصول میں لیکر باقی کاشتکاروں کو دی جاے - اس انتظام کا حال آگے پڑھوگے -

بارش کی کمی سے اور کسانوں کی پراگندگی کے سبب سے اجناس گراں بہا ہوئیں اگرچہ پادشاہ کی سپاہ کے آنے نے اس بلا کی سختی کو بڑھایا لیکن شہنشاہی نوازش نے اس کو گھٹایا - شہر میں پادشاہی حکم سے بارہ جگہ سب چھوٹے بڑوں کی خوراک تیار ہوتی - ہر یکشنبہ کو عیدگاہ میں صلاے عام ہوتی اور وہاں چند آدمی پادشاہ کے پاس سے جا کر خوہشگروں کو خواستہ وخورش دیتے - اسی ہزار بھوکوں و محتاجوں کا کام نکلتا - قلعہ جو بن رہا تھا اس میں بھی بہت سے غریب آدمی لگ کر پیٹ پال لیتے - مزدوری کر کے جانکاہی سے بچتے -

دوم تیر کو بادشاہ کو بچہ پرناگر نگر کے قریب آیا اس پر مرزا یوسف خاں نے دلنشین

کاخ بنائے تھے ایک محل میں تین سو زینہ تھے۔ پھر شہاب الدین پور اور زین لنکا کی سیر کی
انہیں دنوں میں پادشاہ کی فرمائش سے ایک جہاز ایسا جیسا کہ سمندر میں چلتا ہے بنایا گیا
اس میں بیٹھکر پادشاہ نے دریا بہت (جہلم) کی سیر کی۔

اس ملک کی قدیم رسم ہے ۱۳ ربیع الاول دن ہفتہ کو سب چھوٹے بڑے روشنی اور پوجا
کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دریا بہت جو شہر کے اندر بہتا ہے اس شب کو پیدا ہوا تھا۔ اسکی
سپاس گذاری میں یہ خوشی ہوتی ہے اس سبب سے پادشاہ نے فرمان بھیجا کہ کول کے
کنارہ پر اور پہاڑ پر۔ کشتیوں پر چراغوں کی روشنی ہو۔ اس روشنی سے عجب نورستاں
نمایاں ہوا۔ اس روز فرمائش سے ایک ڈل کنا کاخ پادشاہ کے لیے تیار ہوا۔ اُسکو
کشمیری زبان میں لری کہتے ہیں۔ پادشاہ نے اس میں جشن کیا پھر پادشاہ مختلف مقامات
کی سیر کرکے ناگ نگر میں آیا۔ یہاں خزاں میں سیب و شفتالو و انگور و چنار کی فصل تیار
دیکھی۔ یہاں کی خزاں کی رنگ آمیزی بہار پر بہت جگہ طعن کرتی۔ بیت

ذوق فنا نیافتۂ ورنہ در نظر — رنگیں تر از بہار جلوۂ خزاں

پادشاہ تین مہینے ۲۹ دن اس مصر نو آباد میں رہا۔

برسات کا موسم تھا اس ملک میں بھی بارش ہوتی تھی اس میں خوب سیر ہوتی تھی ارادہ
تھا کہ زمستان اسی عشرت گاہ میں بسر ہو۔ لیکن مہر کے شروع میں سخت جاڑا پڑنے لگا
اور گرم سیر ملک کے رہنے والوں پر سخت مشکل پڑی۔ پادشاہ نے اس سبب سے مہربانی
کرکے اپنے ارادہ کو موقوف کیا۔ گلزار زعفران کی سیر کرکے ہندوستان کو پیر پنجال
کی راہ سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ امرا کو زر دیکر پہلے روانہ کیا کہ منازل کو آراستہ
کریں۔ ۲۵ کو پادشاہ نے کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ زعفران زار
میں پہنچکر سات روز تک قیام کیا۔ پھر منزل بمنزل سیر و شکار کرتا ہوا سوم آذر ۱۰۴۳ھ
کو لاہور میں پادشاہ آیا ایک ماہ دس روز راستہ میں لگے۔ ۲۷ کو کوچ ہوئے۔

سنہ ۱۰۱۱ھ سنہ ۱۰۰۰ھ

راجہ باسنو اپنے قلعہ کی استواری کے سبب سے بادشاہ کا ناسپاس ہوا اور بہت سے زمینداروں کو اپنے ساتھ کرلیا۔ جب لشکر شاہی یہاں آیا تو کچھ زمیندار اُس سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر سے آن ملے اور وہ خود قلعہ دشوار کٹ میں چلا گیا بادشاہ کی سپاہ نے قلعہ کو گھیرا۔ مگر غرض پرستاری نے کار پژوہی سے باز رکھا جب مرزا رستم کو بادشاہ نے بلالیا تو اور بادشاہ کے ملازموں نے یکتا دلی کر کے خدمت گری میں کمر ہمت چست کی۔ دو مہینے تک لڑتے رہے ایک طرف سے آصف خاں نے اور دوسری طرف سے تاش بیگ خاں نے۔ تیسری طرف سے ہاشم بیگ نے اور چوتھی طرف سے محمد خاں نے کار طلب پُردل ناموس دوست خدمت گزار آدمیوں کو لیکر قلعہ کو گھیرا تو باسنو قلعہ سے نکلکر اور استوار جا میں چلا گیا۔ بادشاہی سپاہ نے قلعہ لے لیا۔ اس کا گھر بار لوٹ کر جلادیا۔ کئی برس بعد بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ باسنو زمیندار مئو نے حدود پٹھان کو غارت کیا اور وہاں کے کسانوں کو سخت آزردہ کیا۔ اور بعض کو زبردستی پکڑ کر اپنے پاس لے گیا۔ تاج خاں چاہتا ہے کہ اُس کے دفع کرنے کے لیے متوجہ ہو۔ جمو کے زمیندار نے بھی پرگنہ مظفروال و بہلول پور پر دست درازی کی یہ دونوں جگہ حسین بیگ شیخ عمری کے تیول میں تھیں وہ رہتاس سے ان کی سزادہی کے لیے آیا قلیج خاں صوبہ دار پنجاب کو حکم ہوا کہ ان بدگوہروں کے آشوب کو دور کرے۔ سزاول بھیجے گئے کہ حسین بیگ شیخ عمری و تاج خاں و احمد بیگ اور سب اس صوبہ کے ملازم حسن قلیج خاں کے ہمراہ ہوں خواجہ سلیمان بخشیگری کی خدمت پر اس فوج پر مقرر ہوا۔ بادشاہ کے حکم سے حسین بیگ شیخ عمری نے قلعہ جمو کا محاصرہ کیا۔ زمیندار نگر کوٹ و زمیندار مئو اور سارے مرزبان اور پہاڑی و گنہ لکھن پور کے وجسرد تہ و مانکوٹ کے زمیندار اس زمیندار کی کمک کو جمع ہوئے اور اُنھوں نے بہت کوشش کی مگر ناکام واپس گئے۔ رات کو بھاگ گئے

رام گڈھ و جسروتہ و جمو۔ مانکوٹ۔ لو کو بست پادشاہی لشکر نے فتح کر لیے۔

جب پادشاہ دکن کو گیا تو بعض سرکشوں نے ابیاچک میر حسین خاں کو سردار بنایا اور فتنہ اُٹھایا۔ علی قلی پور محمد قلی و کلب علی و شاہ بیگ نکدری بھاگ نگر کے قریب ان سے لڑے اور فتحمند ہوئے۔ ایسے ہی کمراج میں ایک گروہ نے فتنہ برپا کیا تھا جمیل بیگ نے تیلہ گانوں میں انکی مالش کی وہاں امن و امان ہو گیا۔

کشمیر کے فرمان دہوں کی نسل میں سے بعض گروہ چک کا تھا۔ باپ دادا کے ملک کے لیے کبھی کبھی انکے دل میں اُمنگ آتی تھی۔ اکثر حوالی کشمیر میں وہ فتنہ اُٹھاتے تھے۔ کشتوار ان سرکشوں کی پناہ گاہ تھا۔ یہاں مرزبان کی مالش کے لیے محمد قلی مع آزمودہ کار آدمیوں کے پہلے روانہ ہوا۔ حاکم کشتوار نے وکلا کو بھیجکر اطاعت کا اظہار کیا اور عہد و پیمان کرکے علی قلی پاس چلا آیا۔ شکاری جانور باج میں دیئے اور عہد کیا کہ مفسدان چک کو کبھی اپنی ولایت میں نہیں گھسنے دونگا اور ہر وقت پادشاہ کا دولتخواہ رہونگا۔ محمد قلی کو کشتوار کی مہم سے اطمینان ہوا۔ اور وہ چکون کی سزا کے لیے کوہ مردمیں جہاں وہ جمع تھے گیا۔ باوجودیکہ آفتاب برج میزان میں تھا۔ اور گریوہ برف سے ڈھکے پڑے تھے اور رستے مسدود تھے۔ کمال ہمت و جرأت کرکے بہت سے لڑنے والوں کو پیادہ پا لے گیا۔ ابیاچک و حسین چک سے لڑا اور فتح حاصل کی۔ یہ دونوں زمیندار ہزار دشواری سے جان سلامت لے گئے۔ رات کو زیدا زمیندار نے ان بھگوڑوں کو ساتھ لیکر پادشاہی لشکر پر شبخون مارا پادشاہی سپاہ خوب لڑی۔ جب صبح ہوئی تو وہ بھاگ گئے۔ محمد قلی نے لشکر کے گرد خندق کھود کر اور بڑی ہوشیاری اور آگاہی کے ساتھ بیٹھا۔ ان سرکشوں نے امید و بیم کی داستان پڑھی کچھ ان میں سے عہد و پیمان کرکے محمد قلی پاس آگئے۔ ابیاچک و حسین چک و زیدا و جباری اور اور زمیندار لڑنے کے لیے صف آرا ہوئے۔ محمد قلی تہور کرکے ان سے لڑنے گیا سخت جنگ ہوئی اور سرکشوں کو شکست ہوئی۔ پادشاہی سپاہیوں نے انکی نیگاہ پر پہنچکر سارا

گھر بار انکا جلا دیا۔ دوسرے روز پائندہ بیگ برادر زادہ محمد قلی نے ان کو تنگ کیا۔ زیدا بوی بیچارہ پائندہ پاس آیا۔ بندگی کا اظہار کیا اپنے بیٹے کو مع چند شکاری جانوروں کے محمد قلی پاس بھیجا اور یہ عہد کیا کہ پھر فتنہ اندوزی نہیں کرونگا اور مفسدوں کا یار نہ ہونگا۔ اسی طرح اور زمینداروں نے اطاعت کی اور اپنے بیٹوں کو یرغمال میں دیا۔ محمد قلی اس طرح فتحمند ہو کر شہر کو چلا آیا۔ باسو کی داستان پہلے لکھ چکے ہیں۔ وہ ان دنوں میں شاہزادہ سلیم پاس آیا اور پابوسی کی درخواست کی شاہزادہ کی سفارش سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ یہیں ٹھہر گیا۔ جب بادشاہ زادہ کا رنگ بگڑا تو بادشاہ نے مادھو سنگھ برادر زادہ راجہ مانسنگھ کو حکم دیا کہ باسو کو پکڑے مگر باسو ایسا ہوشیار تھا کہ وہ یہاں کا رنگ دیکھکر بات کو سمجھ گیا اور پہلے اس سے کہ مادھو سنگھ اس کو گرفتار کرے بھاگ گیا۔

حاکم تبت کی بیٹی سے سلیم کا نکاح ہونا سنہ ۱۰۰۰ھ

معاملات تبت

جب سلطنت شاہی پر کشمیر کا اضافہ ہوا تو تبت خرد کے حاکم علی رائے نے بادشاہ سے درخواست کی کہ میری لڑکی شاہزادہ سلیم سے بیاہی جائے۔ بادشاہ نے منظور کر لیا۔ یہ بیاہ ہو گیا۔

جب بادشاہ کشمیر میں تھا تو اس کا ارادہ تھا کہ تبت کی فتح کے لیے لشکر روانہ کرے مگر سپاہ کے لیے چالیس روز کا آذوقہ بہم پہنچانا خشک سالی کے سبب سے دشوار تھا اس لیے بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ تبت کے فرمانروا کو نصیحت کی جائے۔ امید علی ہولکٹ طالب اصفہانی و محمد قلی کشمیری کو خرد تبت کے مرزبان علی زاد (علی رائے) پاس اور ایوب بیگ سلیم کاشغری و عبدالکریم کشمیری و کلتاش کو حاکم بزرگ تبت پاس روانہ کیا۔ اس بزرگ تبت کی سپہ رائے وزیر راجو رائے نے بدمستی سے ناسپاسی کی۔ یہاں کے مرزبان نے لشکر جمع کر کے اس کے اقطاع کے لیے وہ سرتاب آوارہ ہوا ان دنوں میں علی زاد

سنہ ۱۰۰۵ھ جشن ۴۰ مہم تبت

بزرگ تبت کی حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا اور اُس کے وزیر کی بدگوہری سے چیرہ دستی حاصل کی اور اس کو پکڑ کر اسکی نبگاہ پر چڑھ گیا اور بہت خزانہ جمع کیا بہت مقامات پر قبضہ کیا جب بادشاہ کے لشکر کا آوازہ سُنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو یہاں حاکم مقرر کر کے خود چلا گیا۔

جب تبت بزرگ پر علی زاد کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اس کا دماغ آشفتہ ہوا۔ حوالی کشمیر میں فساد مچایا۔ بادشاہ نے قلیچ خاں صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جماعت شائستہ محمد علی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیجے کہ اس پشۂ بدمست کو کہ خودسری کے خمکدہ میں طن طن کر رہا ہے مسل ڈالے قلیچ خاں نے تین ہزار سوار و پانچسو برق انداز بسرکردگی سیف اللہ خاں محمد قلی بیگ کی یاوری کے لیے مقرر کیے۔ سیف اللہ اس کا بیٹا تھا۔ علی زاد بغیر لڑے بھاگ گیا۔ بادشاہی لشکر جہانتک گھوڑے جاسکتے تھے جا کر الٹا چلا آیا

ہندوستان میں زمین کی تقسیم بگھوں و بسوں میں ہوتی ہے اسی طرح کشمیر میں زمین کی تقسیم پتہ میں ہوتی ہے کہ ایک بگہ و بسوہ الٰہی گز کا پتہ ہوتا ہے۔ اور کشمیر میں ڈھائی پتہ کسرے زائد کو بگہ کہتے ہیں۔ ہر دہ کی پیداوار کا حساب خروار شالی میں ہوتا ہے اور خروار شالی ۳ من ۷ سیر بادشاہی کی ہوتی ہے۔ تلائی کا وزن ترک ہے اور ترک ۸ سیر کا ہوتا ہے۔ فصل ربیع میں ایک پتہ کی پیداوار میں سے جس میں گیہوں۔ جو۔ سرسوں ہوں دو ترک بادشاہ کو محصول میں دیئے جاتے ہیں۔ فصل خریف میں ایک خروشالی مونگ۔ موٹھ۔ ماش دو ترک اور گال وارزن میں سے چار ترک محصول شاہی میں دیئے جاتے ہیں۔ پادشاہ نے اسی خیال سے کہ جو ملک نیا فتح ہوا اس میں جمع مالگزاری بڑھانے سے کسان پریشان ہوتے ہیں اور یہاں کسان سپاہی ہیں اس لیے پہلے جمع میں بیس لاکھ خروار شالی پر دو لاکھ کے اضافہ پر بس کی مگر ۱۰۳۱ھ میں یہ جمع ۳۱ لاکھ خروار شالی ہو گئی۔

بادشاہی عملداری سے پہلے زعفران میں تین پھول سے زیادہ نہ کھلتے تھے۔ اور محصول

شاہی بیس ہزار سے زیادہ اور سات ہزار ترک سے کمتر نہ ہوتا۔ صرف ایک دفعہ مرزا حیدر کی مرزبانی میں ۴۶ ہزار ترک پر نوبت آئی تھی۔ لیکن جس سال میں وہ خالصہ شاہی ہوا نوے ہزار ترک محصول شاہی وصول ہوا اگرچہ کچھ زمین کاشت زیادہ ہوئی تھی مگر محصول کی افزائش کا سبب یہ تھا کہ ہر درخت میں آٹھ پھول کھلتے تھے بادشاہ نے پچپن رسمیں محصول کی معاف کردیں جن سے رعایا کو بہت تکلیف ہوتی تھی ان کے معاف ہونے کا یقین کسانوں کو مدتوں تک نہ آیا جب بادشاہی احکام جاری ہوئے تو انکو یقین ہوا۔ ان میں سے ایک زعفران کی داستان ہے۔ بازرگان و دہقاں محصول شاہی ادا کرنے کے لیے زعفران کے صاف کرنے کے لیے حصے کرتے۔ گیارہ ترک میں ایک کو مزد شمار کرتے لیکن دو سہ خشک زعفران اور ترہ لیا جاتا جس سے بڑا نقصان ہوتا خاصکر موسم بارش میں ایک پرانی رسم یہ تھی کہ بہت دور سے رعیت لکڑیاں کاٹ کر لاتی اور اگر نہ کاٹتی تو اسکی عوض میں روپیہ دیتی ایسے ہی بڑھئی و جولاہے اور پیشہ وروں سے محصول لیا جاتا تھا یہ سب بادشاہ نے موقوف کیے۔

بھکر اور ملک سندھ کے معاملات

محب علی خاں کی بیوی ناہید بیگم تھی وہ اپنی ماں حاجی بیگم سے ملنے ٹھٹھہ گئی تھی۔ یہاں ان دنوں میں محمد باقی منتظم تھا اس نے حاجی بیگم سے ایسا نا ملائم سلوک کیا کہ وہ آزردہ خاطر ہوئی اور خان بابا و سکین ترخاں کے ساتھ متفق ہو کر محمد باقی کے گرفتاری کے درپے ہوئی۔ اس امر سے مطلع ہو کر محمد باقی نے خان بابا کو مار ڈالا اور حاجی بیگم کو جنگ وہ مری قید رکھا۔ ناہید بیگم اپنی دلاوری اور تدبیر سے یہاں سے نکلکر بکر (بھکر) کو چلی گئی۔ یہاں سلطان محمود فرمانروائی کرتا تھا۔ اُس نے اس بیگم کے ساتھ دوستانہ باتیں بنا کر یہ کہا کہ اگر محب علیخاں اور اس کا بیٹا مجاہدین تھوڑے آدمیوں کو ساتھ

لیکن ان حدود میں آجائیں تو میں انکے ہمراہ ہو کر ادلیار دولت کو ٹھٹہ پر قبضہ کرا دوں۔ سلطان محمود نے فقط دفع الوقتی کے لیے یہ مدارات کی باتیں بنائی تھیں بیگم اُن کو سچ سمجھکر بادشاہ پاس گئی اور بہت گڑگڑائی۔ بادشاہ نے محب علیخاں اور مجاہد خاں کو جانے کی اجازت دی۔

ناہید بیگم قاسم خاں کوکہ کی بیٹی تھی اس نے باپ نے حضرت فردوس مکانی کے ساتھ یہ بڑا سلوک کیا تھا کہ جب وہ عبید اللہ خاں کے محاربہ میں غنیم کے پنجہ میں گرفتار ہوا تو قاسم خاں نے کہا کہ بادشاہ میں ہوں اور یہ میرا نوکر ہے۔ یوں فردوس مکانی کی جان بچ گئی اور وہ خود مارا گیا۔ اس لیے حضرت فردوس مکانی نے اسکے اہل و عیال کی پرورش پدرانہ شفقت سے کی اور محب علیخاں سے اسکا عقد نکاح کیا۔

جب محب علیخاں بھکر کے قریب آیا تو سلطان محمود نے کہا کہ میں نے تو ایک بات یوں ہی ناہید بیگم سے بنا دی تھی۔ میں اس کام میں شریک نہیں ہونگا اور اگر آپ ایسے ہی ٹھٹہ جانے پر بجد ہیں تو جیسلمیر کی راہ سے جائیں اس پر محب علیخاں اس سے لڑنے کو مستعد ہوا۔ حدود ماتیلہ (ماتھیلہ) پر دونوں لشکر ملے۔ محب علیخاں مجاہد خاں پاس دو سو آدمی تھے۔ سلطان محمود نے دو ہزار آدمی انسے لڑنے کو بھیجے۔ مگر اس کمتر لشکر نے بزرگ تر لشکر کو شکست دیکر بھگا یا۔ سلطان محمود قلعہ بھکر میں متحصن ہوا۔ محب علیخاں نے اب قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تو مخالفوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ انمیں سے مبارک خاں خاصہ خیل جس پر سلطان محمود کے سارے کاموں کا مدار تھا وہ پندرہ سو آدمیوں کو لیکر محب علیخاں سے ملگیا جس کا سبب یہ تھا کہ اس کے بیٹے اوغلی بیگ کو سلطان محمود کی کسی حرم کے ساتھ بدذاتوں نے متہم کیا تھا اس لیے محمود اس خاندان کے استیصال کے درپے ہوا۔ مبارک خاں نے جان کے خوف سے اپنے آقا کے اخلاص کو چھوڑ کر یہ مفارقت کی محب علیخاں نے مال و منال کی طمع سے لسے

مار ڈالا اور اس کے آدمیوں کو کہ نجاست کی مکھیاں تھیں تسلی دیکر بھکر کے محاصرہ میں شامل کر لیا۔ سلطان محمود نے اور لوازم قلعہ داری کا اہتمام کیا مگر اس حصار میں قحط پڑا معلوم نہیں فرط احتیاط سے یا مزید خست و دنارت سے باوجودیکہ غلہ بہت تھا مگر بیس تیس سالہ اناج جو ایک زمانہ دراز سے قلعہ میں جمع ہوا تھا آدمیوں کو کھلایا جس سے ان کے جسم میں درد اور ورم پیدا ہوا اور وبا پھیلی۔ سرس کے درخت کے پوست کو جوش کر کے پینے سے آدمیوں کو آرام ہو جاتا تھا۔ جب سلطان محمود کو زمانہ نے یوں تنگ معاش کیا تو اس نے پادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ میں ہمیشہ پادشاہ کا مطیع و فرمانبردار رہا ہوں جو کچھ ہوا سو میری بدنصیبی سے ہوا اب قلعہ بکر کو شاہزادہ سلیم کے پیشکش کرتا ہوں لیکن مجھ میں اور محب علیخاں میں بیر ہے اس کو قلعہ حوالہ کرنے میں سوا رخواری کے کچھ اور نظر نہیں آتا اس کے آزار سے ایمن نہیں ہوں امیدوار ہوں کہ حضور بندگان درگاہ میں سے کسی اور کو بھیجدیں کہ میں یہ قلعہ اور ولایت اس کو حوالہ کر کے خدمت میں حاضر ہوں پادشاہ نے اس درخواست پر میر گیسو کو بھیجا مگر وہ بھکر میں پہنچنے نہیں پایا تھا کہ سلطان محمود پاس حضرت عزرائیل آ گئے۔ اہل قلعہ اسکے آنے کے منتظر تھے۔ مجاہد خاں نے کنجابہ (کنجایہ) کا محاصرہ کر رہا تھا۔ سامعہ بیگم والدہ مجاہد خاں زوجہ محب علیخاں میر گیسو کے آنے سے ناراض ہوئی چند غراب بھیجکر اس سے لڑنے کا سامان تیار کیا اور اس کو بہت تنگ کیا۔

خواجہ مقیم ہروی پدر خواجہ نظام الدین حسن بخشی نے جو اس نواح کی ایمنی کے لیے روانہ ہوا تھا محب علیخاں کو سمجھا کر اس پرخاش بیجا اور جنگ ناہنجار سے باز رکھا۔ جب میر گیسو قلعہ میں آیا تو اہل قلعہ نے کنجیاں اس کو حوالہ کیں اب محب علیخاں اور مجاہد خاں کو یہ مشکل آئی کہ خام طمعی کے سبب سے اس ملک کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا اور حکم شاہی بغیر یہاں رہ نہیں سکتا تھا آخر کو یہ ٹھہرا کہ مجاہد خاں ٹھٹہ جائے اور محب علیخاں مع زن و زاد قصبہ لوھری (روڑی) میں سکونت کرے جب اس قرارداد پر عمل ہوا

تو میر گیسو نے کشتیوں میں ایک جمع کثیر کو بٹھا کر محب علیخاں پر چڑھائی کی۔ اس میں تاب مقاومت نہ تھی وہ ماتھیلہ کی طرف بھاگا۔ آنیوالوں نے شہر پر دراز دستی کی۔ سامعہ بیگم نے اپنی حویلی کو مستحکم کیا اور محاربہ و مدافعہ کی تیاری کی۔ ایک رات دن تک اپنی چار دیواری کی محافظت تہور اور کاردانی سے کی۔ جب وہ تنگ ہو رہی تھی تو مجاہد خاں ایلغار کرکے آیا اور دشمنوں کو شکست دی اور دریا کے اس طرف متصرف ہوا بھکر میں ترسون خاں مقرر ہو کر آیا اس کے بھائی اس طرف آئے۔ میر گیسو چاہتا تھا کہ قلعہ کو مستحکم کرے مگر اس خیال فاسد سے باز رہا اس سرزمین کی خاصیت یہ ہے کہ جب کوئی بیگانہ مستقل ہو کر غرور افزا ہوتا ہے تو ارباب طاعت کو متمرد بناتا ہے ورنہ یہاں کے آدمی کہاں اور خود فروشی کہاں اب بھکر پر بادشاہی قبضہ ہوا۔ ٹھٹہ میں مرزاجانی فرمانروائی کرتا تھا جس کا آگے بیان ہوتا ہے۔

بادشاہ نے ایک سپاہ بسر کردگی خانخاناں قندھار کی فتح کے لیے روانہ کی تھی اور اس کو حکم دیا تھا کہ مرزبان ٹھٹہ کو جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا ایک کارآگاہ بھیجکر نصیحت کی داستان سنائے۔ اگر وہ خود ملے یا لشکر ہمراہ کرے تو بہتر ہے ورنہ بازگشت کے وقت اس کو سزا دے۔ بادشاہ کا جشن ۳۶ سنہ ۹۹۹ میں تھا کہ ٹھٹہ کے ایلچی بادشاہ کے دربار میں آئے عرضداشت اور پیشکش گزرانی۔ یہ گزارش کی کہ حماقت سے جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اگر نوید بخشائش مرزبان کو پہنچے تو پہلے لغزشوں کا چارہ پذیر ہو شہریار نے ایلچیوں کو امیدوار کیا اور دلدہی کا منشور لکھ دیا۔ خانخانان کے اقطاع میں ملتان اور بھکر تھی تو اس نے غزنین اور بنگش کی راہ چھوڑ کر اپنی جاگیر کی سربراہی کے لیے یہ در از راہ اختیار کی اس اثنا میں زر پرستوں نے خانخانان کو سمجھایا کہ ٹھٹہ میں جتنا مال ہاتھ لگے گا اتنا قندھار میں نہیں ہاتھ آئے گا سپہ آرا نے ٹھٹہ کے فتح کی اجازت حاصل کی۔ ملتان کے قریب بلوچ عہد و پیماں کر کے ملے۔ بھکر کے قریب سپاہ کی صف بندی ہوئی۔ انھیں دنوں میں مرزا جانی بیگ فرمانروائے سندھ کے ایلچی

خانخانان کے پاس آئے اور یہ گزارش کی کہ قندھار کی فتح کو لشکر شاہی جاتا ہے مجھے مناسب تھا کہ اس لشکر کے ساتھ جاتا۔ لیکن فتنہ اندوز شرارت سے باز نہیں آتے اس واسطے خود نہیں چل سکتا۔ مگر خدمت گزاری کے لیے ایک لشکر بھیجتا ہوں۔
خانخانان نے ان آینوالوں کو ایک کونہ میں بٹھایا۔ خود تیز تر چلا اُسی کے ساتھ یہ اطلاع آئی کہ قلعہ سیوان میں آگ لگی ذخیرہ جلا۔ بادشاہ کی سپاہ یہ سُنکر دشت و دریا میں ڈگیں بھرنے لگی دریانوردوں نے قلعہ سیوان کے نیچے جاکر لکھی کو تسخیر کر لیا۔ یہ مقام سندھ کا دروازہ ایسا ہے جیسے کہ ملک بنگالہ میں گڈھی اور کشمیر میں بارہ مولہ قلعہ نشینوں کی توپ و بندوق سے کچھ آسیب نہ پہنچا اور یہ ملک کا دروازہ ہاتھ آگیا۔
پھر خانخانان قلعہ کے نزدیک پہنچکر اس کی فتح کے لیے چارہ گری کرنے لگا۔ بعض اس ملک کو سیوستان کہتے ہیں۔ اس میں یہ حصار حاکم نشین دریار سندھ کے کنارہ پر ایک پشتہ پر جا ہوا ہے۔ خاکریز اس کا چالیس گز۔ دیوار ساٹھ گز۔ اس کے قریب ایک کولاب ہے۔ آٹھ کوس لمبا۔ چھ کوس چوڑا۔ دریا کی تین شاخیں اُس سے ملتی ہیں وہ حصاریوں کی پناہ گاہ ہے۔ اتفاقاً وہی کچھ جزیرہ میں کچھ کشتیوں میں آباد ہیں۔ قرابیگ کچھ غراب لیکر اس طرف یکا یک پہنچا اور بہت غنیمت جمع کی۔ زمینداروں نے پناہ مانگی۔ مرزا جانی بیگ اس حال سے مطلع ہوکر لڑائی کے لیے نکلا اور نصیر پور کی راہ پر جس کے ایک طرف دریا اور دوسری جانب ندیاں تھیں ایک حصار بنایا اور اس کو جنگی کشتیوں اور توپخانہ سے استوار کیا۔ اب بادشاہی لشکر آگے بڑھنے میں دودلہ ہوا۔ ان دنوں راول بھیم بزرگ جیسلمیر اور رائسنگھ کے بیٹے دلپت نے گزارش کی کہ ارادہ تھا کہ بھکر سے آئے مگر اب گمراہی کے سبب امرکوٹ کے رستہ سے آتے ہیں اس خوف سے کہ مبادا غنیم اس فوج پر چیرہ دستی کرے۔ قلعہ اور راہ کے کام کو چھوڑ کر خشکی اور دریا سے روانہ ہوئے اور معابر پر مقصود آقا اور بعض اور آدمیوں کو چھوڑا تا کہ قلعہ نشینوں کو وسوسہ لگا ہے اور راہ میں

کچھ امن ہو۔ ۱۸ آبان کو غنیم سے چھ کوس پر پہنچے۔ اور دور اندیشی کے سبب ایک دیوار بنائی۔ ۲۱ کو خسرو چرکس کشتیوں کو آمادہ کر کے لڑنے آیا۔ باوجودیکہ وہ کشتیوں کو اوپر کی طرف لے جاتے تھے۔ مگر پانی کی تیزی سے وہ نیچے کی طرف جاتی تھیں۔ رات ہو گئی تھی اس لیے صبح کو لڑائی ہوئی۔ مشہور تھا کہ خشکی کی راہ مرزا جانی بیگ آتا ہے فریدوں برلاس وسید بہاء الدین سکندر بیگ قرابیگ بہادر خاں اس اندھیری رات میں دریا سے پار گئے صبح کے وقت توپ اندازی گرم ہوئی اور عجب لڑائی ہوئی پانی کی کمی کے سبب غنیم نزدیک نہیں آسکتا تھا۔ اس کنارہ سے آکر آب گزشتوں کو تیر سے لے لیا۔ جنگی غرابوں میں سپاہ بیٹھکر پانی کے نشیب کی طرف ایسی گرم رفتار ہوئی کہ تیروں سے لڑائی ہونے لگی اور تھوڑی دیر میں برچھ اور جوہر پر نوبت آئی۔ غنیم لڑائی چھوڑ کر بھاگا۔ ناموروں میں بردانہ مارا گیا۔ مرزا قلی زخمی ہوا۔ چار غراب آدمیوں اور مال سے بھرے ہوئے ہاتھ آئے۔ ایک میں دخشور۔ ہرموز۔ (پرتگیز) تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ حاکم ہرموز کسی کو ٹھٹہ میں مقرر کرتا تاکہ سوداگروں میں امن امان رکھے۔ مرزا جانی نے اس شہرت کے لیے کہ اس قدر گروہ اسکی کمک کو آئے ہیں ہرموز کو ساتھ لیا۔ اور اپنے چند نوکروں کو ہرموز (پرتگیزوں) کا لباس پہنایا (قواعد اور وردی کی حیثیت سے ہندوستان میں بھی سپاہی پہلے پہل یورپ والوں کے نمونہ بنے تھے) مخالفوں کے دوسو آدمی مارے گئے ہزار سے زیادہ زخمی ہوئے۔ شاہی لشکر میں بہت کم آدمی مارے گئے۔ تیر دستوں نے ایک غراب کو ساتھ لیجا کر خسرو کو زخمی کیا اور قریب تھا کہ اس کو گرفتار کرے ناگہانی توپ پھٹ گئی اور کشتی بھی تباہ ہو گئی۔ کچھ آدمی مر گئے۔ کارشناس دوربینوں کی یہ رائے تھی کہ خشکی و دریا کی سے مرزا جانی کی بنگاہ پر ہاتھ چلائے۔ مگر بعض آدمیوں نے اُس کو پسند نہیں کیا اور آسان کام کو مشکل کر دیا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ دلیت و راد ل بھیم منتخب فوج کے ساتھ ٹھٹہ کی عزیمت سے روانہ ہوئے تھے وہ امرکوٹ پر پہنچے۔ بادشاہ کی حشم بھوم بغیر لڑے ہاتھ آگئی۔ اور

وہاں کارانا خدمت گزاری کے لیے ہمراہ ہوا۔ بعض زمینداروں نے کنوؤں میں زہر ڈالدیا
تھا اس ریگزار میں پانی کی کمیابی نے سپاہ کو پیاسا مار رکھا تھا کہ ناگہانی مینھ برسا۔ سبب
بادشاہی لشکر کو دریا کی لڑائی میں غلبہ رہا۔ اور آگے جانے میں اُس نے تساہل کیا تو غنیم
جو اسیمہ سر ہو رہا تھا اُس نے اپنے پاؤں استوار کیے بہت سی گفتگو کے بعد مرزا جانی بیگ نے
جو قلعہ بنایا تھا اُس کا محاصرہ کیا ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ اور جواں مرد اپنی مردانگی دکھانے
لگے۔ ایک دن سکندر بیگ کہ پادشاہ کا نامور افسر تھا ران میں تیر سے زخمی ہوکر مر گیا۔
مخالف اپنی جا کی استواری اور سپاہ کی کثرت اور آذوق کی فراوانی۔ اور رعیت کی یاوری کے
سبب بےغم تھا۔ اسکی آنکھیں بارش پر لگ رہی تھیں کہ سب جگہ پانی پانی ہوجائے۔ اور بیگانہ
لشکر بغیر لڑے اُٹھ جائے۔ پادشاہ کے لشکر میں گرانی ہوئی اور کمزور آدمیوں کو سراسیمگی ہوئی۔
خانخانان نے عرضداشت کمک کے لیے بھیجی۔ پادشاہ نے ۱۲ آذر کو رائے رائسنگھ کو روانہ
کیا اور آذوق و توپ دار و اور اسباب جنگ بھی بھیجا۔

ملک کی بیگانگی اور راہ بستگی کے سبب سے لشکر میں آذوقہ گراں قیمت ہوا۔ اور لشکر پریشان
ہوا تو خانخانان نے حصار کے محاصرہ کو چھوڑ کے مختلف مقامات میں لشکر کو بھیجدیا کہ وہاں جاکر
وہ اپنا گزارہ کرے جو سپہ ٹھٹھہ روانہ کی تھی وہ نہ پہنچ سکی مخالفوں نے شہر کو جلا دیا مرزا جانی بیگ
قلعہ سے نکلکر ان کی طرف یہ سوچکر چلا کہ کشتیوں میں بیٹھکر اس پر قبضہ کرے۔ خانخانان کو جب
یہ معلوم ہوا تو اُس نے خواجہ بخشی کو اس طرف بھیجا۔ اور بعد ازاں خود بھی روانہ ہوا۔ اُسوقت کہ
کشتی نشین سراسیمہ تھے۔ سپاہ فرستادہ پہنچی اور چارہ گری کی۔ بہت آدمیوں کی رائے یہ تھی کہ لکھی کو
استوار کرکے کمک کا انتظار کریں۔ مگر جوانمردوں نے لڑائی کی ٹھیرائی۔ اور عمدہ طور پر صف آرائی
کی۔ اور لکھی سے گزر کر غنیم سے چھ کوس پر ڈیرہ ڈالا۔ ۱۲ کو پیکار کے قصد سے چار کوس آگے
بڑھے۔ کئی دن سے ہوا تیز چل رہی تھی۔ اس کا رُخ دشمن کی طرف تھا۔ تھوڑی دیر میں لڑائی
ہوئی۔ اوّل مخالف کی ہراول بسرکردگی خسرو اپنے برابر کی فوج شاہی پر غالب ہوئی اور

اس کے برانغار کو بھی پراگندہ کر دیا۔ شمشیر عرب ہراول میں شائستگی کے ساتھ لڑا اور زخمی ہوا اور دھاروبھی نیزہ سے پیشانی پر زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور پھر مر گیا غنیم کے برانغار نے ملک محمد کی کار فرمائی سے اپنے مقابل کو بھگایا۔ ایک گروہ نے ناصر خاں کو ڈیرہ تک بھگایا اور لوٹ لیا۔ سید بہار الدین ایک گروہ کو لیکر جدا ہوا۔ اور غنیم کے ہراول پر جو غالب ہو رہا جا بھڑا۔ ندی درمیان میں تھی۔ ہوا کے جھکڑ چلتے تھے اور خاک اُڑتی تھی ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ اس آشوب گاہ میں لشکر شاہی کے قول کا گزر غنیم کے برانغار پر ہوا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن ہوا کی تیرگی کے سبب سے جوانمرد اس فوج سے جدا ہو گئے بہادر خاں و دولت خاں لودی اور لڑائی میں مستقل کھڑے تھے اور تماشا دیکھ رہے تھے اتفاقاً محمد خاں نیازی۔ سید بہار الدین۔ میر معصوم بھکری خواجہ مقیم آپسمیں مل گئے اور ایک بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔ غنیم بھی پراگندہ ہو کر ایک دوسرے کی خبر نہیں رکھتے تھے۔ مرزا جانی چار سو آدمیوں کے ساتھ جنگ گاہ میں سراسیمہ کھڑا تھا بادشاہی سپاہ نے اس طرف قدم بڑھایا۔ مرزا اس خوف سے کہ اب قول پہنچتا ہے اور زیادہ سراسیمہ ہوا۔ اس درمیان میں ایک ہاتھی نے شورش میں آکر اپنے لشکر کو پراگندہ کیا۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ غنیم بھاگ گیا اسکے تین سو آدمی اور بادشاہی لشکر میں سو آدمی مارے گئے۔ مرزا کئی دفعہ پھر پھر کر لڑا۔ لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ باوجودیکہ غنیم کا لشکر پانچہزار سے زیادہ تھا اور لشکر شاہی میں بارہ سو آدمی تھے مگر یہ لشکر غنیم کے لشکر پر غالب رہا۔ یہ فتح عجیب تھی کہ سپہسالار اور نہ کوئی بزرگ دلیر موجود۔ ابتدائے جنگ میں برہمزدگی۔ دولت بے دلی کے سبب سے اپنی عمدہ سپاہ کے ساتھ نہ ملا۔ اس فتح میں یہ خبر آئی کہ بادشاہی لشکر لٹ رہا ہے لشکر تیز دست وہاں پہنچا اُس نے غارت گروں کو پکڑ کر لٹکا دیا۔ باقی بھاگ گئے۔ لشکر ایمن ہو گیا۔ خانخانان مژدہ فتح سنکر اس قلعہ میں کہ مرزا جانی بیگ نے بنایا تھا پہنچا اور اُسکو ویران کر دیا۔

جب بادشاہی سپاہ کو غلبہ ہوا تو مرزا جانی بیگ نے ارادہ کیا کہ پھر اپنے قلعہ میں چلا جائے مگر اس نے راہ میں سُنا کہ بادشاہی سپاہ کا غلبہ اس پر ہو گیا ہے تو اسکو

بڑا فکر ہوا اور اس نے ایک انجمن کو جمع کیا کہ وہ کسی استوار جا کو تجویز کرے اس نے بہت
سوچ بچار کرکے بالا کنڈی چار کوس پر دینور کے نزدیک سیہوان سے چالیس کوس پر
ایک پناہ پذیر جا قرار دی اور اس سرزمین میں ساحل سندھ پر ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی اور
اسکے گرد چوڑی گہری خندق بنائی ۲۶ فروردین کو خانخانان نے جا کر اس کا محاصرہ کیا
تیر و بندوق سے سوال جواب ہوئے جانفشانی اور جانستانی کا ہنگامہ گرم ہوا۔ غنیم کو
اپنے لشکر کی افزونی اور جنگی کشتیوں اور بارش کی نزدیکی کا بڑا گھمنڈ تھا۔ انھیں دنوں
قلعہ برن کوٹ کہ اس ملک کا منتخب قلعہ تھا فتح ہوا اور خوب لڑائی ہوئی۔ عرب کرد
کا ایک گروہ اس حصار میں تھا وہ قاسم علی قلعہ دار سے عاجز ہوا اور اُس کا سر کاٹ کر
لشکر شاہی میں لایا۔ اور اپنی دولت خواہی اُس نے دلنشین کرائی ادلیا، دولت
اس سے خوش ہوئے۔ قلعہ کی کشائش میں اور زیادہ کوشش کرنے لگے روم کے
آئین کے موافق ریگ تودے بلند کرکے مورچال آگے لے گئے خندق کو بھرنا شروع
کیا۔ اہل قلعہ بھی رخنوں کو بنا کر خالی کرتے تھے۔ دونوں طرف سے سخت کوشش ہوتی
تھی۔ چند دفعہ اہل قلعہ باہر آنکر لڑے مگر ناکام پھرے۔ زمین کی بیگانگی اور رعیت کی
سرتابی سے لشکر شاہی میں آذوقہ کم پہنچتا تھا جس سے عجیب گرانی ہوئی اور سخت بیماری
پھیلی۔ بادشاہ نے پیش بینی سے بہت سا آذوقہ اور خزینہ اللہ بخش وقزاق بہادر
کے ہاتھ روانہ کیا وہ عین تنگ دستی میں پہنچا اور اُس نے دلوں کو تازہ کیا۔ تھوڑے
عرصہ میں قلعہ کو بہت تنگ کیا۔ مورچال سے قریب ہوئے۔ کہ ایک دوسرے کے ہاتھ
سے سنان چھین لیتے اہل قلعہ نہایت عاجز ہوئے۔ بہت لابہ گری کرکے آشتی کے
خواہاں ہوئے۔ بادشاہی لشکر نے بھی کم آذوقی کے سبب سے صلح کو قبول کر لیا اور یہ
پیمان ٹھہرا سیوستان کو مع سیہوان اور بیس جنگی غراب مرزا جانی بیگ حوالہ کرے
اور خانخانان کے بیٹے ایرج کو اپنی دامادی میں قبول کرے جب برسات ختم ہوجائے

توخود بادشاہ کی خدمت میں آئے ۔ یہ قرار پایا کہ اول محاصرہ اُٹھایا جائے ۔ پھر مراسم خویشی استوار ہوں جب وہ سیہوان دیدے تو موسم بارش میں لشکر شاہی یہیں مقیم رہے ۔ ۱۶ ار خرداد کو مورچال اُٹھائے گئے اور رسوم شادی ادا ہوئیں اور قلعہ کے حوالہ کرنے کے لیے اور لینے کے لیے طرفین سے آدمی گئے ۔

جب آشتی ہوگئی اور مورچال اُٹھ گئے تو مرزا جانی بیگ پہلے اس سے کہ قلعہ سیہوان کو حوالہ کرے بے اجازت ٹھٹہ کو روانہ ہوا ۔ لشکر شاہی نے جانا کہ اس نے فریب کاری کی ۔ ایک کار آگاہ کو بھیجکر اس سے پوچھا کہ یہ کیا کیا اس نے عرض کیا کہ مردوں کی کثرت سے قلعہ کی ہوا جانگزا ہی اُس میں جیتوں کو جینا مشکل ہی سپاہ اور رعیت نے اپنی تنگاہ میں جانے کی درخواست کی میں نے اسے منظور کرکے روانہ کیا ۔ سارا لشکر عاجز ہوکر بغیر کچھ کہے چلا گیا اور میرے پاس کوئی نہیں رہا ۔ ناگزیر اس طرف نصیر پور میں چلا آیا ۔ جانشاہیں نے عہد شکنی نہیں کی جو کہا ہی وہی کرونگا ۔ رستم قلعہ دار سیہوان نے آنکر پیمان از سرنو کرکے قلعہ سیہوان علی عرب اور مقصود آقا کو حوالہ کیا اور قلمرو شاہی میں کل سیوستان کا اضافہ ہوگیا ۔

سپاہ نے بعد از صلح قصبہ سن میں سیہوان سے بیس کوس پر اپنا تنگاہ بنایا ۔ جب برسات ختم ہوئی تو مرزا جانی بیگ کا انتظار وہ کر رہی تھی کہ اُس کو ہمراہ لیکر بادشاہ پاس لیجائیں کو ناگاہ مرزا کا پیغام آیا کہ کچھ پریشانی پیش آئی ہی اور راہ دراز ہی بعد خریف کے محصول وصول کرنے کے وہ درگاہ والا میں روانہ ہوگا اور یہ بھی پیماں ہوا تھا کہ اس روئے سیہوان حوالہ کیا جائیگا اس میں سے ہنوز برن کوٹ اور ہالا کنڈ کی نہیں سپرد ہوئے ہیں ۔ اولیا ر دولت نے فرستادہ کو نگاہ رکھا اور خود تیز دستی کرکے شاہ بیگ خاں ۔ غازی خاں ۔ جانش بہادر خواجہ خضری اب سندھ سے گزر کر خشکی کی راہ ٹھٹہ کی طرف چلے ۔ بختیار بیگ ۔ قرابیگ ۔ اور اور افسر جنگی غرابوں میں دریا نورد ہوئے ۔ شیر خاں اور بعض اور افسر دریا کے کنارہ پر مقیم ہوئے یہ قرار پایا

کہ یہ تینوں فوجیں ایک دوسرے کو اطلاع دیتی ہوئی سفر کریں اور تیز دستی کرکے نصیر پور پر کہ ملک کے وسط میں ہے قبضہ کریں سب کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ پاس مرزا جانی بیگ آپ چلے۔ خانخانان نے اس پاس اپنا ایلچی بھیجا اور بہت سی نصیحتیں اس کو کیں اور بعد ازاں خود بھی چلا۔ فوجوں نے نصیر پور پر غلبہ پایا۔ ٹھٹھ سے مرزا نے نکل کر دو تین کوس منزل اس قصد سے کی کہ عقبات (گھاٹیاں) کو جو بار تک استوار کرے جب خانخانان نصیر پور میں آیا تو تینوں فوجیں موافق سابق کے روانہ ہوئیں۔ چابک دستوں نے مرزا کے اردو کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ چند ارغونی بھی انکے ساتھ مل گئے۔ مرزا نے لابہ گری کی۔ کاردیدوں کو بھیجکر پیمان شکنی کا سبب خانخانان سے پوچھا۔ اس کا جواب یہ ملا کہ ہم عہد کو نہیں توڑتے اور کوئی اور بات ہمارے دل میں نہیں آئی۔ لیکن ایسا سُنا گیا کہ فرنگی سپاہ ہرموز (پرتگیز) اس سرزمین میں یارش کر رہی ہے اس لیے بندر لاہری کی یورش درپیش ہے۔ لوٹ میں جو مال ہاتھ لگا تھا اُس کو عذر کرکے واپس بھیجدیا۔ خانخانان نے یک جہتی کے پیام میں گرمجوشی کی۔ پہلے سال کی دہم آبان کو وہ آپس میں سوار ہو کر ملے۔ دوربینی کے سبب سے خانخانان ٹھٹھ کے شہر کی طرف روانہ ہوا بظاہر اس جگہ کی سیر کا قصد تھا لیکن اصل تدبیر یہ تھی کہ پایان آب پر قبضہ کرے تاکہ ارغونیوں کے دل میں کچھ اور ارادہ نہ پیدا ہو۔ جب کچھ تھوڑی دور گیا اور خاطر جمع ہوئی تو اس نے گزارش کی کہ پیوند دوستی کے موافق سزاوار یہ ہے کہ نوارہ حوالہ کیا جائے جسکے سبب سے دور اور نزدیک کو کوئی بات کہنے کے لیے نہ رہے اور سب خاموش رہیں۔ مرزا نے ناگزیر سارا ملک پادشاہی لشکر کو حوالہ کیا اور درگاہ والا میں جانے کا سامان تیار کیا۔ خانخانان ٹھٹھ کی سیر کر بندر لاہری میں آیا۔ شاہ بیگ اور افسروں کو یہاں سے رخصت کیا کہ مرزا جانی بیگ کے ہمراہ آگے جائیں۔ ٹھٹھ میں ایک گروہ چھوڑ کر خانخانان خود خشکی کی راہ سے پھرا اور باغ فتح کے قریب مل گیا اور بہت سے افسروں کو اس ملک میں متعین کرکے مرزا کے ساتھ ۲۹ بہمن کو روانہ ہوا۔ ہر چند اس نے چاہا کہ اہل و عیال

کو ٹھٹہ میں چھوڑ جائے مگر خانخانان نے اس درخواست کو نہ مانا۔ اسلیے اُس نے اپنا زر و زاد اور نوکروں کو خشکی اور دریا کی راہ سے روانہ کیا اور خانخانان کے ساتھ پادشاہ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ اور اسکو بادشاہ نے منصب سہ ہزاری اور صوبہ ملتان عنایت کیا اور ٹھٹہ مرزا شاہرخ کو عطا ہوا۔ اس سے مرزا شکستہ خاطر ہوا۔ ان دنوں بادشاہ نے سُنا کہ الوس ارغون دس ہزار مرد و زن کشتی میں اوپر کی طرف جاتے ہیں۔ ہاتھ تلے سے ملک نکل جانے سے کشتی بان اور خدمت گزار ہاتھ نہیں آتے ہیں اسلیے وہ خود ہاتھوں اور دانتوں سے کشتیوں کو کھینچتے ہیں۔ اس سبب سے پادشاہ کو اُن پر رحم آیا۔ اور مرزا جانی کو ملک ٹھٹہ پھر دیدیا۔

مرزا جانی پسر پاینده محمد بن مرزا باقی بن مرزا عیسٰی بن عبدالعلی بن عبدالخالق تھا وہ اتشکل بیگ ترخاں کی نسل سے تھا۔ اتشکل بیگ کے باپ یکو تمر نے تقمش خاں کی لڑائی میں اپنی جان لڑا کر وفات پائی تھی اسلیے صاحبقراں نے خردسالی سے اسکی پرورش کی تھی۔ ترخانی کا درجہ عطا کیا تھا اسکا نسب چوتھی پشت میں ارغون خاں بن اباغ خاں بن ہلاکو خاں بن تولو خاں بن چنگیز خاں تک پہنچتا تھا۔ منصف پادشاہوں کا پہلے یہ دستور تھا کہ وہ اپنے چند سعادت سرشت بندوں کو کن مکن کا اختیار دیتے اور ترخاں کا خطاب دیتے۔ صاحبقران کے ترخاں کو کسی جگہ جانے سے سپاہی نہیں روک سکتے۔ نو گناہوں تک نہ اُس سے اور نہ اسکی اولاد سے باز پرس کرتے۔ قاآن بزرگ چنگیز خاں نے تسلیق و بابا کو اس جلدو میں کہ اُنھوں نے غنیم کے ہاتھ مطلع کیا تھا ترخاں کا پایہ عطا کیا تھا اور مہربانی سے فرمائش کے بوجھ سے ہلکا کیا تھا اور لوٹ میں سے شہنشاہی حصہ عطا کیا تھا بعض ترخان ان سات چیزوں سے سربلند ہوتے ہیں طبل و تمن و توغ و نقارہ و قشون توغ و چتر توغ و قور۔ یہ آخر تین چیزیں اس نے اپنے دو برگزیدہ آدمیوں کو دی تھیں۔ باقی اور حالات تاریخ ملک سندھ میں پڑھو جو اس جلد کے اول میں لکھی گئی ہے۔

مرزا جانی بیگ مرزبان ٹھٹہ علم ظاہری رکھتا تھا۔ علم موسیقی میں اور فن رسی

زبان میں شعر کہنے کی اچھی استعداد رکھتا تھا۔ جب سے بادشاہ کی اطاعت اس نے اختیار کی ۔ اسکے گفتار اور کردار سے بادشاہی اخلاص معلوم ہوتا تھا اور اسکی نشست و برخاست سے شناسائی و آہستگی ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن چھوٹی عمر سے وہ شراب پیتا تھا۔ مگر شرابیوں کی ناہنجار حرکتیں نہ کرتا تھا۔ کار کرد اور گفتگو عقل کے موافق کرتا تھا گھر میں شراب بہت پیتا تھا۔ شراب کے نہ پینے کی نصیحت نہ سنتا تھا۔

رباعی

چہ خوری چیزے کہ از خوردن آں چیز ترا | نے چو سروی بنماید بمثل سرو چو نے
گر کنی بخشش گویند کہ مے کرد نہ او | ور نہ کنی عربدہ گویند کہ او کرد نہ مے

غرض شراب کی افزونی سے رعشہ و سرسام ہوا۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۰۰۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوا۔ بادشاہ نے غائبانہ اسکے بیٹے مرزا غازی کو ریاست باپ کی دیدی۔

پنہ ایک آباد ملک ہے اسکا مرزبان جدا ہے۔ باندھو کا قلعہ اس کا نشیمن گاہ ہے مشرق ۴۰ کروہ تک اسکی عملداری ہے اسکے پیچھے اور زمینداروں کی زمین ہے جو اسکے کچھ مطیع ہیں۔ اسکی ولایت پچھ و رہتاس ہے۔ جنوب میں بارہ کروہ تک اسکی عملداری ہے اسکے پیچھے اور زمیندارو کی زمین ہے جو اسکے کچھ تابع ہیں۔ ملک گڈھ سے اس میں گذر ہوتا ہے۔ شمال میں گنگا جمنا ۶۰ کروہ پر الہ آباد کے متصل۔ جنوب میں سولہ کروہ تک عملداری اسکے پیچھے ولایت گڈھ ہے۔ جنوب مشرق کے درمیان رنتھنبور ۵۴ کروہ پر۔ مشرق و شمال کے درمیان ستر کروہ عملداری ہے اسکے پیچھے صوبہ الہ آباد ہے شمال و غرب میں ۵۰ کروہ پر قلعہ کالنجر سے علاقہ ملتا ہے غرب و جنوب میں ۲۵ کروہ پر ولایت گڈھ ہے یہ قلعہ بڑا دشوار کشا ہے۔ کوہچہ اسکے گرد ہے اسکا نشیب ۸ کروہ ہے اور بلندی ڈیڑھ کروہ سے کچھ زیادہ۔ تین طرف پہاڑ یک لخت ہے۔ شمال رو چار دیوار سنگین ہے۔ پہلا دروازہ گنیش پور ہے یہاں ایک بڑا آبگیر ہے۔ دوسرا دروازہ ہندلی پور ہے ۔ سوم کرن پور چہارم ہیرہ پور۔ یہاں راجہ کا نگاہ ہے اس قلعہ کی چار دیواریں ہیں اسکے

اسکے گرد باغ ہیں - حوض نظر فریب ہے - اسمیں ایک بڑا بتخانہ ہے - اسکے گرد راجہ کے رشتہ داروں کے مکانات ہیں - کسی فرمانروا نے اُسپر تسلط نہیں پایا - سلطان علاء الدین یہ آرزو اپنے ساتھ لیگیا بہت خزانہ اِسنے صرف کیا اور جانیں کھوائیں مگر کچھ کام نہ ہوا - یہ قلعہ تھوڑی توجہ سے فتح ہوگیا اہلِ قلعہ نے خردسال راجہ کو بادشاہ پاس اس خیال سے بھیجا کہ زرفشانی سے قلعہ بچ جائیگا مگر بادشاہ نے ان رشوت کی باتوں کو سُنا نہیں - اسنے حکم دیدیا کہ بندگی کا آئین یہ ہے کہ ایک بار قلعہ کو حوالہ کریں تو پھر بخشایش ہو - اہلِ قلعہ نے اسے قبول نہیں کیا - راے پر داس نے سعی کی - داد و دہش کو کلید فتح بنایا بہت بڑی لڑائیاں لڑ اس ملک پر غالب ہوا - قلعہ کا محاصرہ کیا - آٹھ مہینے بیس روز کے بعد ہرتیر کو اہل قلعہ نے کم آذوقی کے سبب سے بناچاری قلعہ کو لیلیا بہت غنیمت جمع کی -

قندھار کے معاملات

قندھار کے معاملات جو حضرت ہمایوں اور شاہ طہماسپ فرمانروای ایران کے درمیان ہوئے اسکا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں اور یہ بھی بیان ہوچکا ہے کہ اکبر نے قندھار باپ کے عہد و پیمان کے موافق شاہ ایران کو دیدیا تھا اور پھر کبھی اسکی فتح کا ارادہ نہیں کیا مگر ان دنوں میں ایرانیوں کے اقبال کا ستارا پہلی سی چمک دمک نہیں رکھتا تھا -

سلطان حسین مرزا کے بیٹے قندھار کے حکمران تھے وہ مرزبان ایران کی فرمان پذیری سے باہر ہوئے - اور شہنشاہ اکبر کی اطاعت میں گفتار کے موافق کردار عمل میں نہ آئے اسلئے ان دنوں میں بادشاہ کے دل میں آیا کہ ایک گزیدہ سپاہ ایران کے کارکنوں کی یاوری کے لئے بھیجے - اگر یہ مرزا کسی طرح سے سمجھانے سے درگاہ والا میں آجائیں تو ان کو اور ملک اقطاع میں دیدیا جائیگا اور اُن کا آباد ملک کسی دادگر طرزدان کی پاسبانی میں سُپرد کیا جائیگا اس سے شاہ ایران کی ایسی معقول مدد ہوجائے گی کہ اوزبکوں کو قندھار کی فتح کا خیال نہ رہیگا - اور اس

یاوری کی حسب دل خواہ صورت ہو گی - اس نے ایک سپاہ جرار اور افسران تجربہ کار قندھار کی فتح کے لئے روانہ کئے - خانخانان کو اسکا سپہ سالار بنایا - اور خواجہ محمد مقیم کو سپاہ کا بخشی مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ یہ لشکر بلوچستان کیطرف سے جائے اگر بلوچ فرمان پذیر ہوں تو انکو اپنے ساتھ سپہ آرا لیجائے ورنہ انکو مناسب سزا دے اور وادگروں کو ملک سپرد کرے - گر پھر بادشاہ نے خانخانان کو حکم دیدیا کہ وہ ملک سندھ کو فتح کرے اور اسکی جگہ سلطان دانیال کو مقرر کر کے قندھار کی طرف روانہ کیا اور یہ سمجھا دیا کہ اگر مرزا اطاعت قبول کریں تو ان کو خسروانی نوازش کا امیدوار کرے ورنہ اس ملک کو لیکر کسی کارشناس دادگر کو دیدے ۲۲ر تیر سنہ ۱۰۰۱ کو مرزا دانیال دریا، راوی سے پار اترا - چوتھے روز بادشاہ بھی جو کشمیر کو جاتا تھا اسے ملا - ۲۷ کو مشرق سے مغرب کی طرف تین سو شہاب ثاقب ٹوٹے - جسکو نجومیوں نے سفر کے لئے منحوس بتایا اسلئے شاہ اور شاہزادہ واپس چلے آئے -

اس وقت سے کہ بادشاہ کے حکم کے موافق شاہ محمد خاں تکلانی فرمان فرمائے ایران شاہ طہماسپ کے گماشتوں کو قندھار سپرد کر کے ہندوستان میں آیا تھا تو بادشاہ ایران نے اپنے برادر زادہ سلطان حسین مرزا پور بہرام مرزا کو قندھار دیا تھا - وہ ہمیشہ نیالیش نامے اور تحفے تحائف بادشاہ پاس بھیجا کرتا تھا اور اپنے تئیں بندگان شاہی میں سے گنتا تھا - اس سبب سے باوجودیکہ شاہ طہماسپ مر گیا تھا شہنشاہ اکبر کو قندھار کے لینے کا خیال کچھ نہ تھا مگر سنہ ۱۲ جلوس میں سلطان حسین شراب خوری کے سبب سے مر گیا اسکے چار بیٹے مظفر حسین مرزا - رستم مرزا - ابو سعید مرزا - سنجر مرزا تھے مردمی اور زمانہ شناسی کے سبب سے یہ آباد ملک انکو دیدیا - شاہ اسمٰعیل نے جو شاہ طہماسپ کا جانشین ہوا اپنے بھائی بندوں کی خونریزی پر کمر باندھی چند آدمی ان مرزاؤں کے مارنے کے لئے بھی مقرر کئے - ان فرستادوں کی آزمندی اور خواہشگری کے سبب سے ان کی زندگی بچ گئی شاہ ایران کو جب یہ علم ہوا تو اسنے شاہ قلی سلطان ذوالقدر کو قندھار میں

حاکم مقرر کیا۔ اسنے بداغ بیگ کو انکے مارنے اور ملک لینے کے لئے بھیجا۔ صبح کو انکا ارادہ انکے مارنے کا تھا کہ خود شاہ اسمعیل کے مرنے کی شہرت ہوئی۔ یہ بیگناہ بچ گئے۔ سلطان محمد خدابندہ ایران کا پادشاہ ہوا۔ مرزاؤں کا ملک انکو دیدیا۔ مرزا مظفر حسین سب سے بڑا بھائی قندھار میں تھا۔ رستم مرزا دو باقی بھائیوں کے ساتھ زمین داور میں تھا۔ خودکامی اور جوانی کی مستی اور بدہم زبانی سے آپسمیں لڑ مرے مظفر حسین مرزا شکست پاکر قلعہ کے اندر چلا گیا۔ چالیس روز تک رستم مرزا قلعہ پر جھولا کیا پھر دونوں بھائیوں میں صلح ہوگئی۔ آپسمیں ملاقات ہوئی۔ جب فرمانروائے توران عبداللہ خاں نے ہرات کا محاصرہ کیا۔ یگان سلطان افشار نے کہ فراہ میں ایالت رکھتا تھا۔ رستم مرزا کو اپنے پاس بلالیا۔ تورانی سپاہ سے لڑا اور فراہ پر قابض رہا۔ مرزا نے دوست ناشناسی و غنودہ رائے سے یگان سلطان کو مارڈالا سلیمان خلیفہ خراسان سے آنکر مرزا سے ملا کہ مایہ شورش بنائے۔ مگر اس نے سعادت اختری سے نہ منظور کیا۔ لیکن اسکی یاوری سے سیستان پر جو ملک نیمروز کے نام سے زبان زد خلایق ہی غالب ہوا۔ مظفر حسین مرزا نے قابو پاکر داور زمین پر تاخت کی۔ رستم مرزا اسطرف آیا دونوں میں بڑی لڑائی ہوئی۔ مظفر حسین مرزا میں مقابلہ کی تاب نہ رہی۔ قندھار کو الٹا چلا گیا ہمیشہ ان دونوں کے درمیان زرپرست مگس جو آدمی ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس جاتے اور خلقت کے آرام میں خلل ڈالتے۔ جب غلبہ نے انکی برائی دشمنی کو بڑھایا تو بدنصیبی سے مرزاؤں نے ایران کے پاس سے اپنے پرانے پیوند کو قطع کیا اور شہنشاہ اکبر سے بھی شائستگی کے ساتھ تعلق نہ پیدا کیا یہانتک۔ بڑے بھائی نے زمین داور کو لے لیا۔ مرزا رستم ہری (ہرات) میں آیا۔ قلات لے لیا اس عرصہ میں پادشاہ کی سپاہ کے آنے کا غل مچا۔ مرزا رستم نے شریف خاں اتکہ حاکم غزنین کے سامنے دوستی کی داستان پڑھی اور اس دستاویز سے پادشاہ کی خدمت میں نیازنامہ بھیجا اور آستان بوسی کا قصد کیا۔ پادشاہ نے دلدہی کا فرمان میرک جلائر اور مہتر ابراہیم کے ہاتھ بھیجا۔ سرراہ کے اقطاع داروں کے نام حکم بھیجا کہ مرزا کی

بزرگداشت میں اہتمام کریں۔ غرض نہایت آؤبھگوت کے ساتھ وہ ۱۲ رمہر کو دسہرہ کا جشن تھا پادشاہ کی خدمت میں آیا پادشاہ نے اسکو منصب پنج ہزاری عنایت کیا۔ ملتان اور بہت سے پرگنے اور بلوچستان جو قندھار سے کہیں زیادہ تھے عنایت کئے۔ نقارہ اور علم عنایت ہوا۔

جب زمانہ میں مشہور ہوگیا کہ پادشاہی لشکر قندھار کی فتح کے ارادہ سے آتا ہے رستم مرزا تیزدستی کرکے پادشاہ کا آستان بوس ہوا تو مظفرحسین مرزا نے اپنی ماں اور بڑے بیٹے بہرام مرزا کو بھیجکر پادشاہ سے پناہ مانگی یہ دونوں باریاب ہوئے اور انکی آرزو قبول ہوئی قرابیگ کو جو اس خاندان سے قدیمی پیوند رکھتا تھا اور مرزا بیگ کو بھیجا کہ مرزا کو نوید بخشایش پہنچا کر درگاہ میں لائیں اور اُس ملک دیدبانی شاہ بیگ کے حوالہ کریں۔

جب قرابیگ اور مرزا بیگ قندھار کے قریب آئے تو مرزا مظفرحسین نے انکا استقبال کیا اور منشور والا سے خوش ہوا اور درگاہ والا کا قصد کیا۔ شاہ بیگ کو قلعہ کشادہ پیشانی سے حوالہ کیا اور سکہ پادشاہی جاری کیا۔ خطبہ میں نام پڑھوایا شاہ بیگ خاں نے مرزا کی طرح طرح کی یاوری کی اور زہ و زاد اور دو ہزار قزلباش ہمراہ کرکے روانہ کیا بے آویزش کے یہ آباد ملک پادشاہ کے ہاتھ میں آیا اور ایک بزرگ نژاد پریشانی سے بچا اوزبک بھی اس ملک کی فتح سے کچھ عنان کش ہوئے۔ کسان کسی قدر آسودہ ہوے۔ الوس ہزارہ اور افغان اور سرکش زمینداروں کی مالش مناسب ہوئی۔

داور اور گرم سیر دو آباد مقام قندھار سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب سپاہ شاہی کے آنے کی شہرت ہوئی تو اس سرزمین کے بڑے بڑے آدمیوں نے جمع ہوکر چیرہ دستی کرنی شروع کی۔ اوزبک ناکام چلے گئے۔ ان دنوں میں سلطان محمد اوغلان وتنگر بردی و مراد خاں اور بعض اور کین توزی پر آمادہ ہوئے اور حصار کا محاصرہ کیا۔

جب شاہ بیگ خاں آیا تو زمیندار دادخواہ آئے۔ پادشاہ کے حکم بغیر وہ

انکی یاوری میں متردد تھا کہ اس گروہ میں سے بعض نے قندھار کے قریب لوٹ مچائی قلعہ ہیرے کو مرزا عوض نے بزور لے لیا۔ شاہ بیگ نے اُسکو سمجھایا۔ مگر جب وہ نہ سمجھے تو وہ لڑنے کھڑا ہوا۔ مرزا نے تیری کو استوار کیا اور لڑا اور تھوڑے عرصہ میں گرفتار ہو گیا اور قلعہ فتح ہوا شاہ بیگ نے ہلمند سے گذر کر زمین داور پر تاخت کی۔ غنیم جلد قلعہ و ترنور میں داخل ہوا اور تعاقب کے سبب سے وہ ہرات کیطرف بھاگا لشکر شاہی وہاں سے پھر کر زمین داور میں آیا۔ گرم سیر بھی بے آویزش کے ہاتھ آگیا۔ نورانی سیاہ کی آنکھیں کھُلیں۔ تل بابا سپہ آرای خراسان کو اسکے پاس اندیشہ ہوا۔ وہ دوربینی کر کے پادشاہ کی سپاہ کے ساتھ دوستانہ پیش آیا۔

مظفر حسین قندھار سے چلکر ۵ رشہریور ۱۰۰۳ھ کو پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ سو اسپ عربی اور اسباب نذر میں دیا۔ ان میں ایک مہرہ عجیب تھا کہ وہ سانپ کاٹے آدمی کا زہر چوس کر اچھا کر دیتا تھا۔ پادشاہ نے پنج ہزاری منصب اور قندھار سے بڑی اقطاع سنبل اُسکو عنایت کی اور بہت نقد وجنس دیا اسکے چار بیٹے بہرام مرزا۔ حیدر مرزا۔ القاس مرزا۔ طہماسپ مرزا تھے انکا اور انکے ہمراہیوں کا دلی مقصد بر آیا۔

قندھار کے قریب ایک اُستوار قلعہ سیوی ہے پہلے زمانہ میں وہ مرزبان بھکر پاس تھا۔ بہت دنوں سے پنی افغان اسپر غالب تھے سید بہاء الدین بخاری تیول دار اچھ اور بختیار بیگ اقطاع دار سیوستان اور میر ابو القاسم ملکی جاگیر دار بھکر اور میر معصوم اور سپاہ ملتان پاس فرمان شاہی گیا کہ اول وہاں جاکر اندرزگوئی سے قلعہ کو فتح کریں اور اگر وہ نہ سُنیں تو سزا سے مالش کریں۔

۲۳ ردے کو لشکر اس ارادہ سے یہاں آیا کنجابہ کے زمینداروں اور اسطرف کے اور سرداروں نے جیسے کہ داؤد خاں و دریا خاں تھے اطاعت کی سوم اسفندیار نہ کو قلعہ کے نزدیک پہنچے پانچہزار آدمی لڑنے کو آئے۔ کچھ لڑکر حصاری ہوئے

جب محاصرہ حصار ہوا تو انہوں نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں اس فتح سے قندھار اور کیچ اور مکران قلمرو میں آگئے۔ اس جنگل میں پانی کی کمیابی سے لشکر شاہی سراسیمہ تھا کہ ایک خشک ندی میں پانی آگیا جس سے وہ پُرآب ہوگئی۔ الوس کا کرمد تونسے زیردستوں کو ستاتے اور قندھار کی راہ پر لوٹ مار مچاتے۔ آغاز دے میں شاہ بیگ خاں انکی سزا کے لئے چلا اُس نے انکے بڑے بڑے سنگر توڑے۔ سرکشوں کے سر کاٹے ایک گروہ کو فرمان پذیر کیا۔

بلوچستان کی تنبیہ کی بھی ہدایت لشکر کو ہوئی تھی بلوچوں کا حال یہ تھا کہ وہ کبھی بادشاہ کی نیکو خدمتی سے باز رہ کر نافرمانی اسلئے کرتے تھے کہ وہ بادشاہ کو اپنے سے دور جانتے تھے اور اپنے مقامات کو نہایت مستحکم سمجھتے تھے۔ بادشاہ تباہ کاروں کے تباہ کرنے کو نیک سگالوں کے ساتھ نوازشیں کرنا سمجھتا تھا۔ اسلئے اُسنے پہلے بھی ۹۸۶ھ پنجاب کے بعض امراء کے پاس فرمان بھیجا تھا کہ بلوچیوں کے مقامات میں جائیں اور انکو سزاوار سزا دیں جب بلوچیوں نے بادشاہی لشکر کی تیاری کا آوازہ سنا تو ان میں جو مغرور بیٹھے تھے وہ بندگی اختیار کرنے کو تیار ہوئے اور بینائی اور دور اندیشی کے سبب سے اپنے عاقل کارداں بادشاہ پاس بھیجکر زینہار کے خواستگار ہوئے شہریار انکی اس نیازمندی کو خدمت سمجھا اور فرمان بھیجدیا کہ لشکر واپس چلا آئے۔ بادشاہ کی نیت میں تو یہ تھا کہ اہل جہاں فرمان پذیر ہوں کہ کثرت میں ظل وحدت نظر آئے۔ خلائق عامہ کی آسودگی و آرائش کا انتظام ہو۔ اسکا حال اور زبردست چیرہ دستوں کا سانہ تھا۔ کہ کسی کی لغزش کو مالش کا بہانہ بنا کے خون ریزی اور مال اندوزی سے فراغت ہی نہ پائے۔

الوس کا اپنی بدگوہری اور اپنے مقامات کی استواری کے سبب سے زیردستوں کو ستا رہے تھے اور قندھار کے راستہ میں قزاقی کرتے تھے۔ شروع ماہ دی میں شاہ بیگ ان کو سزا دینے آیا۔ اُس سے خوب لڑائیاں ہوئیں اور شاہ بیگ نے اُن کے بڑے بڑے سنگر توڑے۔ بہت سے ان میں سے مارے گئے کچھ آوارہ کچھ فرمان پذیر ہوئے۔

معاملات و مہمات دکن

سنہ ۹۷۷ھ میں راجہ کجلی نے اپنا ایلچی بھیجا۔ راجہ اقصائے ہندوستان میں ولایت ملیبار کے قریب زمیندار تھا۔ اس نواح میں کوئی زمیندار اسکی برابر مملکت و دولت میں نہ تھا وہ جوگیوں کا معتقد تھا۔ سال بھر میں ایک دفعہ جوگی بن کر جوگیوں کا احترام کرتا تھا۔ وہ شہنشاہ اکبر کی صفات باطنی کا معتقد تھا وہ چاہتا تھا کہ پادشاہ کی خدمت میں اس دیار کے نفائس بھیجکر اپنی عقیدت ظاہر کرے۔ مگر بادشاہ بہت دور تھا۔ راہ میں پہاڑ اور بہت سے سد راہ۔ بے امن و عافیت راہ۔ کسی کو یہ حوصلہ نہیں پڑتا تھا کہ ایسی پر خطر دور و دراز کی راہ کو طے کر کے پیشکش کو پادشاہ تک پہنچائے۔ اور راہ میں لوٹ مار سے بچ جائے مگر ان دنوں میں اُسکے وزیر زادہ نے یہ ہمت کی کہ بغیر مال و اسباب کے پادشاہ کیخدمت میں تنہا آیا۔ راجہ نے کہا کہ بہترین متاع عالم میں اخلاص حقیقی ہی مگر اسکے ساتھ حقوق ظاہری کا ادا کرنا بھی ضرور ہی۔ اگر میرا سب مال و متاع پادشاہ کی نذر میں تولیجائے تو اسکی نظر میں کچھ نہیں جچیگا اسلئے میں ایک کارد دیتا ہوں اگرچہ وہ کچھ مالیت نہیں رکھتی مگر اُس میں یہ خاصیت ہے کہ جس سوجن پر ملی جائے وہ اُتر جائے۔ وزیر زادہ پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ کارد ہدیہ میں دی۔ پادشاہ کہا کرتا تھا کہ دو سو آدمیونکا ورم اسکے ملنے سے اچھا ہو گیا ہے۔ کارد بہت احتیاط سے رکھی جاتی تھی۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ اول یورش گجرات میں میر محسن رضوی مشہدی کو نظام الملک حاکم احمد نگر پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ محمد حسین مرزا اور اور سرکشوں کو جو دکن میں جمع ہو گئے تھے پکڑ کر حوالہ کرے۔ اسنے یہ تو نہیں کیا مگر اپنے ملک میں انکو رہنے نہیں دیا پیشکش لائق اپنے معتمدوں کے ہاتھ بھیجکر دولت خواہی کا اظہار دیا۔ میر مذکور نے دکھنیوں کی ناشکیبائی کو یوں بیان کیا کہ پادشاہی لشکر کی فتوحات سے انکی عجب حالت ہو رہی ہے کہ اپنے شہروں سے مال و اسباب کو پہاڑوں کے اندر بھیجکر نگہبانی کرتے ہیں۔ مگر

شہنشاہ تو اہم کو مہم پر تقدیم دیتا تھا اس نے دیار شرقی کی فتح کو مقدم جانا۔ اور دکن کی فتح کو اور وقت پر موقوف رکھا۔

باقی خاں کو نظام الملک دکنی کے پاس اسکی رہنمائی کے لیے بھیجا تھا نظام الملک نے اپنے معتمدوں میں سے وفا خاں کو بھیجا۔ اُس نے احکام پادشاہی کو مانا۔ وہ ۱۵ر خرداد ماہ الہی ۹۸۵ھ کو کورنش بجالایا اور نفیس ہاتھی اور اس دیار کے نفائس پیشکش میں دئے۔

اگرچہ عادل خاں حاکم بیجاپور پادشاہ کا مطیع نہیں تھا مگر اور حکام دکن کی طرح ہمیشہ اپنے آدمی کاردان اور پیشکش بھیجتا رہتا تھا کہ جس سے اپنا ذکر پادشاہ کی مجلس میں یاد دلاتا رہتا تھا ان دنوں میں ایک طرزدان اور شیوا بیان ایلچی پیشکش لیکر آیا تھا پادشاہ نے اسکو جانے کی اجازت دی اور حکیم علی کو اسکے ساتھ بیجاپور بھیجا کہ عادل خاں کو نصیحت کر دے کہ وہ اطاعت شاہی شائستہ طور پر کرے ورنہ لشکر شاہی زبردستی اسکو مطیع کریگا۔ عادل شاہ حکیم علی کو رخصت کرنے کو تھا کہ اُسکا ساغر زندگی لبریز ہوا۔ اگرچہ مرزبانان دکن لوازم بندگی اور فرمان پذیری کو شائستہ طور پر نہیں بجالاتے تھے مگر اپنی عرائض اور پیشکش بھیجتے رہتے تھے جس سے ایک تعلق پادشاہ سے معلوم ہوتا تھا۔ قطب الملک والی گلکنڈہ نے ایک عرضداشت مع اس دیار کے تحائف کے بھیجی پادشاہ نے اسکو قبول کیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر کا چھوٹا بھائی برہان الملک تھا۔ جب حسین نظام شاہ والی احمد نگر کی زندگی ختم ہوئی تو اُسکا بڑا بیٹا مرتضیٰ نظام شاہ باپ کا جانشین مگر حقیقت میں اسکی ماں حکمران ہوئی۔ یہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو باپ کی طرح چاہتا تھا اور سب سے زیادہ بزرگ رکھتا تھا مگر زمانہ کی گردش ایسی آئی کہ شورش طلب فتنہ انگیزوں کے سبب سے اُسنے ماں اور بھائی دونو کو مقید کر دیا اور ہر ایک کو ایک قلعہ میں بھیجدیا۔ وہ فقیر ہو گیا یا دیوانہ کہ آدمیوں کے ملنے سے بھاگتا تھا اور سلطنت کا سارا کام

جمال الدین حسین کو سپرد کیا وہ مرغبازی سے نظام کا ہمزبان ہوا تھا پھر اسکو آصف خاں کا خطاب ملا تھا۔ جوانی کی مستی میں آنکر وہ خود سر ہوگیا۔ مرتضیٰ نظام ایسا خلوت نشین ہوا کہ خلق کو اُسکے مرجانیکا یقین ہوا۔ وہ بیدر گیا ہوا تھا۔ اس سبب سے ایک شورش برپا ہوئی۔ انہیں دنوں میں برہان الملک قلعہ دار کی یاوری سے قلعہ سے باہر نکلا اور شورش برپا کی۔ پانچ چھ ہزار آس پاس کے اوباش جمع ہوگئے مگر اسکی عقل زندان میں اور بخت خواب میں تھا۔ ناگاہ اسکی خبر مرتضیٰ نظام الملک کو ہوئی تو وہ احمد نگر میں آیا خلق نے جانا کہ وہ زندہ ہے پھر برہان الملک کا ہنگامہ افسردہ ہوگیا اُسنے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ مدت سے میں خلوت نشین ہوگیا ہوں اور آدمیوں کے ملنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے میرا بھائی طلبگار حکومت ہے اب سب مجھکو چھوڑ کر اُس سے جاملو۔ ہمراہیوں نے یہ گذارش کی کہ سزاوار یہ ہے کہ ان فرومایوں کو شکست دیکر حضور یہ خیال کریں تو گنجایش ہے ورنہ لوگوں کو حقیقت کار پر اطلاع نہیں ہوگی۔ اور حضور کی زبونی اور ناتنومندی پر گمان ہوگا۔ اس گذارش سے وہ خوش ہوا اور اپنے دل سے جنگ پر مستعد ہوا۔ باوجودیکہ اُس پاس سپاہ کم تھی مگر ہمراہیوں کی خیر سگالی و وراستی سے لڑائی کی نوبت نہ آئی اور برہان الملک کے پاس سے گروہا گروہ آدمی الگ ہوکر اُس پاس آگئے اور برہان الملک حدود بیجاپور میں زمینداروں کے پاس پناہ مانگنے گیا اور وہاں سے عادل خاں حاکم بیجاپور پاس گیا۔ یہاں بھی اسکا افسوں اور حیلہ سازی کارگر نہ ہوئی تو جوگی بن کر احمد نگر میں آیا اور چھپ کر آدمیوں کو اپنے پاس جمع کیا اور اُن سے عہد و پیمان باندھا۔ مگر بھانڈا پھوٹ گیا تو وہ مرزبان بکلانہ کے پاس گیا وہاں سے ناکام ہو کر بندر بار میں قطب الدین سے ملا اور اُس کے ذریعہ سے ۱۱ امرداد ۹۹۱ ۲۸ کو پادشاہ کا آستان بوس ہوا۔ پادشاہ ہمیشہ مُصیبت کے ماروں پر مہربانی کیا کرتا تھا اسکو اپنی عاطفت سے سربلند کیا وہ سال کے اندر ایک اور برہان الملک پر جمال الدین انجو نے سفارش کر کے پیش کیا۔

اور وہ پادشاہ کے الطاف سے بلند پایہ ہوا۔ ایک دن دونوں کو روبرو بلا کر تحقیقات کیگئی تو معلوم ہوا کہ وہ حکیم الملک کا بیٹا ہے۔ نظام الملک کی ماں نے اُسے پرورش کرکے بیٹا بنایا تھا وہ خوف میں آنکر بے محابا بھاگا۔ اسکو پادشاہی آدمیوں نے گرفتار کرکے زندان میں بھیجدیا۔

پادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ دکن کے مرزبانوں کی پیرایش اور زیردستوں کی آرایش کرے اسلیئے اسنے خان اعظم کو گڈھ اور رائیسین اور اسکے حواشی اقطاع میں دیکر دکن کو روانہ کیا اور یہ نصیحت کی کہ جو رئیس رعیت پر ظلم کرتے ہیں اُنکی سیاست عمدہ روش سے کیجاوے اور رعیت کی تسلی و غمخواری سعادت منش خیر سگالوں کے حوالہ کیجائے اور اپنی پیشگاہ سے عبد المطلب خاں و راجہ اسکرن و شیرویہ خاں و میر جمال الدین حسین انجو و برہان الملک دکنی و... عبد الرحمن و نوید بیگ و حاجی عبداللہ کاشغری و سلیمان قلی ترک و علی مراد و شیر محمد و علی قلی اور بعض جوانمردوں کو رخصت کیا اور ہر ایک کو حکم ہوا کہ اپنے اپنے تیول میں جاکر یورش دکن کا سرانجام کرنا پیش نہاد خاطر رکھیں۔ شہاب الدین احمد خاں و شریف خاں و تولک خاں و رائے درگا و سماجی خاں و حکیم عین الملک و باز بہادر و شیخ عبداللہ و مدھو و جگن و کشن داس اور امرا مالوہ کو حکم ہوا کہ لشکر دکن کے ہمراہ جائیں اور صوبہ اجمیر میں آصف خاں کو حکم ہوا کہ وہ اس ناحیہ سے کچھ سرداروں کو بھیجے۔

خواجگی فتح اللہ کو بخشی اور مختار بیگ کو دیوان لشکر مقرر کیا۔ راجہ علی خاں مرزبان خاندیس کے پاس میر فتح اللہ شیرازی کو عضد الدولہ کا خطاب دیکر روانہ کیا کہ وہ اسکو رہنمونی کرے اور بعض اور کارشناس صلح پسند ہمراہ کیئے کہ اگر مناسب ہو تو وہ اور حکام دکن کی نصیحت گری کے لئے بھیجے جائیں۔

خان اعظم مرزا کوکہ اپنے لشکر کو ہنڈیہ میں لے گیا اور یورش کا سامان کرنے لگا۔ ایک گروہ کو بھیجکر سالونی گڈھ (سالوی) کو ناہر راؤ سے چھین لیا وہ اماں مانگ کر ملگیا۔ پادشاہ نے اسکو مالوہ میں عمدہ تیول دیدی اور زمیندار بھی آن ملے۔ خوب ہنگامہ گرم ہوگیا۔ جب

سب امرا کہ نامزد ہوئے تھے فراہم ہو گئے تو اُن میں دوروئی اور دہ زبانی شروع ہوئی۔ سپہ سالار اُن پر بدگمان ہو کر سراسیمہ ہوا۔ کام کا ڈھنگ بگڑ گیا۔ شہاب الدین احمد خاں رنجیدہ ہو کر بلا اجازت اپنی جاگیر کو چلا گیا۔ سپہ آرا نے اُس سے لڑنے پر آستینیں چڑھائیں۔ نیک آدمیوں کی کوشش سے آویزش نہ ہوئی مگر آمیزش بھی نہ ہوئی۔ احمقوں کی باتوں سے تولک خاں پر جو امرا بابری میں سے تھا تہمت رکھی گئی اور قید خانہ میں بھیجا گیا۔ امیر فتح اللہ شیرازی بہت تکلیف اُٹھا کر خاندیس سے ناکام آیا اور غمزدہ ہو کر گجرات میں خانخانان پاس چلا گیا۔ غرض بیجا توقعوں اور پراگندہ غرضوں سے سپاہ چندی اور چگونگی میں کم ہوئی۔ غنیم جو اسکی ہیبت سے لرز رہا تھا اسپر شیر و دلیر ہوا۔ راجہ علیخاں حاکم خاندیس و فرہاد خاں وجمشید خاں و اژدر خاں و میر تقی اور اُمرا برار و احمد نگر لشکر فراہم کر کے لڑنے کے قصد سے آئے تو اُمرا شاہی جاگے اور رازگوئی کی مجلس جمع کی۔ مگر جس مجلس میں دوست کو دشمن سے اور مدارا کو مداہنہ سے نہ جدا کر سکیں اُس سے کسیطرح کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا ہے اور کوئی ارادہ پورا نہیں ہو سکتا ہے آپس کی نا اتفاقی سے لڑنے کی قوت نہ تھی اور سب کی ہمت کارزار سے قاصر تھی۔ غنیم کی برابر سے کنارہ کش ہو کر برار کی طرف چلے یہ مُلک دکن میں مالوہ سے ملا ہوا ہے۔ پرتال کو ایک گوشہ میں بھیجکر جلد جلد چلنے لگے اس راہ میں زمیندار ہتیارا کو جو رہنما تھا دوروئی کے وہم سے مار ڈالا بے علمی سے نواحی کھرلا میں سپاہ کے ایک گروہ کو ایلغار کر کے بھیجا مگر کچھ کام نہ نکلا اور بہت گزند جانوروں کو پہنچا بہت تگادو کر کے برار کو خالی پایا اور اسکو لوٹا روز نوروز وزیر اس سرزمین کے دارالملک ایلچ پور کو غارت کیا۔ ایک جماعت کا یہ ارادہ تھا کہ احمد نگر تک باگ نہ موڑی جاوے۔ دوسری جماعت کہتی تھی کہ اس آباد ملک کی حفاظت کرنی چاہیئے اور بتدریج آگے بڑہنا چاہیئے۔ دونوں باتوں میں سے ایک بات نہ ہوئی لشکر بہت سی غنیمت لے کر گجرات کی طرف چلا۔ اس میں یہ سوچا گیا کہ اگر غنیم آجائے اور کام میں دشواری پیدا ہو تو گجرات کی سپاہ یاوری کرے۔ اور اندوختے

ہاتھ سے نہ جائیں مخالف اس مراجعت سے حیرت میں ہوا اور چارہ کار کے درپے ہوا توپخانہ
اور لشکر کو چھوڑ کر وہ پیچھے سے آیا اور رہندیہ کو لوٹ لیا اور اسمیں آگ لگادی۔ لشکر شاہی
میں سخت گریووں میں سفر کرنے کی طاقت نہ تھی بہت سے انیں سے نہیں پہنچ سکتے تھے
بازگشت میں لشکر شاہی کو فتح کی صورت دکھائی دی۔ قراول دور دور پھرتے تھے قصبہ
چاندپور کے نزدیک زمینداروں سے لشکر کی کچھ لڑائی ہوئی۔ بہت مال ہاتھ لگا۔ مگر
حاجی عبداللہ سلطان کاشغری ہلاک ہوا خاندیس کے نزدیک محمد قلی اوزبک غنیم سے جدا
ہو کر شاہی لشکر سے آن ملا۔ مخالف کی کمی اور کمزوری بیان کرکے اُسنے کہا کہ باگ پھیر کر دشمن
سے لڑائی کیجائے تو فتح ہو مجھے پابند رکھ کر ہمراہ لیچلو اگر میرا کہنا سچ نہ ہو تو گردن اڑادو مجلس
مشورہ ہوئی تجربہ کاروںکی کوشش سے بیکار قرار پائی۔ ایک دن آمادگی میں گذرا۔ سپہ آرا کے
ڈر پوک پنے سے صبح کو کوچ کا نقارہ بجا اور بغیر ایک دوسرے کے آگاہ کرنیکے گرم رفتار
ہوئے۔ رات کو برتال اور چوپائے چلتے۔ دن کو امرا کوچ کرتے اس طرح چلنے سے غنیم
کا دل بڑھتا تھا اور اُنکے پیچھے دلیرانہ چلا آتا تھا۔ دو دفعہ ہراول اور چند اول
میں کچھ لڑائی ہوئی مخالف کو شکست ہوئی۔ اگرچہ کارزار میں کچھ قابو نہ چلا اور دکن جو
ہاتھ آیا تھا وہ بھی گیا مگر غنیمت بہت ہاتھ لگی ۲۲ فروردین الٰہیہ ۹۹۴ کو لشکر نے ندربار
میں آن کر آرام کیا۔ اس سے پہلے چند دکنیوں نے دنگہ فساد کیا تھا قلیج خاں
کے گماشتوں نے رعیت کی تیمارداری سے پہلوتہی کی تھی مگر لشکر آجانے نے شورش
کی جڑ کاٹ دی۔ خاندیس کی انتہا سے مخالف نکلا۔ خان اعظم جریدہ گجرات خانخانان
کے پاس اس خیال سے چلا گیا کہ اس ملک کی سپاہ سے یاوری مانگے۔ خانخانان
نے اس کی تعظیم کی اور تھوڑے عرصہ میں عمدہ لشکر اسکی ہمراہی کے لئے تیار کر دیا مگر
بدگوہروں کی یاوہ گوئی سے اب کچھ اور قصد ہوا۔ میر ابو تراب کو دکنیوں کے پاس
آشتی کے لئے بھیجا اور ہر ایک اپنی جاگیر کو چلا گیا۔ غنیم کو اس سرگذشت سے

برہان الملک کا دکن کے لئے بادشاہ کا بھیجنا سنہ ۹۹۷ھ

خوشی ہوئی اور اُس نے پیشکش بھیجی۔ مرزا کوکہ نے حوالی منڈو میں حمیر جیت پوری کو سزا دی وہ مالوہ کے زمینداروں میں سے تھا۔ جسوقت کہ لشکر برار کو گیا تو ملک کو خالی دیکھکر منڈو کے بعض مقامات کو لوٹ لیا اور جلا دیا۔

بادشاہ نے ۹ خرداد ۹۹۷ھ کو برہان الملک کو لشکر تیراہ سے بُلا کر دکن کی فتح کو روانہ کیا اسکا بڑا بھائی مرتضیٰ نظام الملک جبتک احمد نگر میں فرمان روا رہا رعیت و لشکر کچھ سکھ چین سے رہتی تھی گو وہ سودائی اور خلوت گزیں تھا مگر انصاف اسکے عہد میں ہوتا تھا اسلئے بادشاہ نے برہان الملک کو جو اسکی پناہ میں آیا لشکر دیکر نہیں بھیجا تھا۔ مگر جب مرتضیٰ مرگیا اور دکن میں شورش برپا ہوئی تو بادشاہ نے برہان الملک کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اسکی سرگذشت یہ ہے کہ شاہ قلی گرجی کو فرمان روائے ایران شاہ طہماسپ نے تحفے دیکر بھیجا تھا۔ اسنے دکن میں بڑا اعتبار پیدا کیا اور صلابت خاں کے خطاب سے سربلند ہوا۔ بارہ سال میں مرتضیٰ سودائی کے عہد میں وہ مہمات ملکی و مالی میں با اختیار رہا۔ مگر اس سبب سے کہ مرزبان میں عقل نہ تھی اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا اپنے پاگل پنے سے حکم دیدیا کہ صلابت خاں کو فلاں قلعہ میں بند کر دو اس شائستہ خدمت نے خود اپنے تئیں پا بزنجیر کر کے اس قلعہ میں پہنچا دیا۔ ہرچند سرداروں نے سمجھایا کہ اس احمق کے کہنے سے زندان میں نہیں جانا چاہیئے۔ مگر سودمند نہ ہوا۔ اُسنے کہا کہ اپنے خداوند کے فرمانے سے باہر نہیں جانا چاہیئے۔ اسکے بعد ایک ناپارسا عورت نے اُسکے سودائی مزاج میں دخل پایا اور اسکا بھائی اسمٰعیل ملکی شغلوں میں معروف ہوا اور اُسکی یاوری سے مرزا خان سبزداری نے اعتبار پایا۔ اس فرومایہ نے مرتضیٰ کے بیٹے میران حسین کو جو قلعہ دولت آباد میں قید تھا لاکر فرمان روا بنایا اور سودائی کو مار ڈالا۔ تھوڑے عرصہ میں نفاق پیدا ہوا اور آپس میں کیس توزی شروع ہوئی یہاں تک کہ مرزا خان نے قابو پاکر میران حسین کو زندانی بنایا اور برہان الملک کے بیٹے اسمٰعیل کو نظام الملک بنایا

جمال خاں دکنی نے بہت سے آدمیوں کو جمع کرکے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ مرزا خان نے اُس نے اُس ندائی کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا وہ سمجھا یہ تھا کہ میران حسین کے سر کو دیکھ کر اسکے ہوا خواہ پست و سُست ہو جائینگے مگر وہ اور گرم اور چست ہو گئے۔ اُنہوں نے قلعہ کو توڑا مخالف پوشیدہ بھاگ گئے مگر سب گرفتار ہو کر مارے گئے۔ بس اسمٰعیل کو ناگزیر نظام الملک ماننا پڑا اُس نے کینہ توزی سے تورانیوں اور ایرانیوں کو مارا اور تین ہزار بیگناہوں کا خون اپنی گردن پر لیا۔
اب بادشاہ کہ کشمیر کی سیر کو گیا تھا اور برہان الملک کو اُسنے کابل اور سندھ کے وہاں افغانوں سے لڑنے بھیجا تھا وہاں سے بُلایا اُسکو نصیحتیں کرکے دکن کو روانہ کیا۔ سپہ آرا ے مالوہ خان اعظم کو اور راجہ علی خاں مرزبان خاندیس کو اور اور امرا کو حکم ہوا کہ عمدہ لشکر کا سامان کرکے اسکے ساتھ کریں اور ایسی ہمت کریں کہ اس ملک پر جلد غلبہ ہو جائے۔
جب فرمان شاہی خان اعظم مرزا کوکہ کو پہنچا تو اُس نے چاہا کہ ایک منتخب لشکر اسکے ہمراہ کرے مگر برہان الملک نے کہا کہ سپاہ کا بہت ہونا آسان کام کو دشوار کردے گا اور دکنی جلد گرویدہ نہیں ہونگے بلکہ متوحش ہونگے ان کو صلح سے مطیع کرنا چاہتا ہوں اسلئے خان اعظم نے چغتائی خاں و چندہ خاں کو اور دو ہزار سوار اور تین سو بندوقچیوں کو اسکے ہمراہ کیا۔ برہان الملک کالی بھیت کی راہ سے برار میں آیا۔ ایلچپور کو داہنی طرف چھوڑ کر دانا پور کو دوڑا۔ جہانگیر خاں تھانہ دار اور بعض اور زمیندار لابہ گری سے پیش آئے مگر اسکے تنگ حوصلہ ہمراہیوں نے انہیں قبول نہیں کیا انسے لڑنے کھڑے ہوئے چغتائی خاں کو بندوق سے مارا اور چندہ خاں زخمی ہو کر اسیر ہوا۔ برہان الملک ناکام مالوہ میں آیا۔ اپنی تباہ سگالی کا عوض پایا۔

اول دفعہ برہان الملک دکن سے ناکام پھر کر اپنی اقطاع میں مالوہ کے اندر بسر کرنے لگا۔ ان دنوں میں خان اعظم تو گجرات گیا اور شہاب خاں کا انتقال

ہوا تو راجہ علیخاں مرزبان خاندیس پاس برہان الملک گیا۔پادشاہ کے حکم کے سبب سے راجہ علیخاں برہان الملک کی یاوری میں سرگرم ہوا۔عادل خاں مرزبان بیجاپور سے یہ امر قرار پایا کہ جب وہ احمد نگر کی طرف جائے تو اسطرف وہ لشکر لائے۔جمال خاں نے آرایہ احمد نگر نے ان دونوں سپاہیوں کے فراہم ہونے کے خوف سے یہ چالاکی کی کہ پہلے اس سے کہ برہان الملک نزدیک ہو اسمعیل کو لے کر بیجاپوریوں سے لڑنے گیا اور تھوڑی لڑائی میں غالب ہوگیا۔جب برار میں برہان الملک آیا تو امجد الملک و عظمۃ الملک و سیف الملک و شجاعت خاں و جہانگیر و حیدر خاں و عزیز الملک اور اور سردار اُس سے آنکر ملگئے۔اب بے جنگ کے اس ملک برار سے اس کی خاطر جمع ہوگئی۔جس روز جمال کو اسکی اطلاع ہوئی وہ سبک رو ہوا۔اور رشتۂ تدبیر کو چھوڑ۔شائستہ آمادگی بغیر گریوہ مرداپور کے نزدیک عرصۂ نبرد آراستہ ہوا دوربینی کے سبب سے برہان الملک کو راجہ علی خاں امرا برار سے دور رکھتا تھا اور خود کارزار میں آتا تھا اور ہنگامۂ جنگ گرم کرتا تھا اس زدو خورد میں جمال خاں کے بندوق لگی اور جان گئی لشکر دکن پراگندہ ہوا اور برہان الملک کو فتح ہوئی۔تھوڑے عرصہ میں اسمٰعیل گرفتار ہوا اور قیدخانہ میں ڈالا گیا۔مرزبان خاندیس تھوڑے آدمی ساتھ لے کر خود چلا آیا اور برہان الملک تھوڑے عرصہ میں احمد نگر پر دوڑ کر گیا اور سارے ملک پر غالب آیا۔

احمد نگر پر جب برہان الملک کا تسلط ہوا تو اُسے چاہیئے تھا کہ وہ پادشاہ کی سپاس گذاری ایسی کرتا کہ اس سرزمین کے اور مرزبانوں کا سرمایہ فرمان پذیری ہوتا مگر اسکو کامروائی کا نشہ ایسا چڑھا کہ وہ پادشاہ کی طرح طرح کی نوازشوں کو بھول گیا اور رعایا کو آزار دینے لگا اور اوروں کے نقصان میں اپنا فائدہ جاننے لگا۔پادشاہ نے اپنی بخشایش منشی سے یہ سوچا کہ برہان الملک کو راجہ علی خاں نے مسند حکومت پر بٹھایا ہے اسلئے اول اسکے پاس اور کوئی

کارآگاہ بھیجا جاوے اور اسکے مشورہ سے برہان الملک کو نصیحت کیجاے اور مرزبانوں کو بھی فہمایش کیجاے اگر وہ سن لیں تو اُنکی بدی کے مکافات سے درگذر کیجاے اور وہ نہ مانیں تو بحر لشکر سے اُنکی خبر لیجاے

اس سال کے شوال مہینے میں پادشاہ نے اپنے مخصوص ملازموں کو دکن کے حاکموں کی رسالت کے لیے منتخب کیا۔ ملک الشعرا شیخ فیضی کو راجہ علیخاں حاکم اسیر و برہانپور پاس اور خواجہ امین الدین کو برہان الملک پاس کہ احمد نگر میں اولیا و دولت کی مدد سے حکومت کرتا تھا اور میر محمد امین کو عادل خاں حاکم بیجاپور پاس اور مرزا منیر کو قطب الملک حاکم گول کنڈہ پاس روانہ کیا۔ اور شیخ فیضی کو یہ بھی حکم تھا کہ وہ راجہ علی خاں کے پاس سے ہو کر برہان الملک پاس بھی جائے۔ ابو الفضل کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالت سے مطلب یہ تھا کہ اور ریاستوں کی بھی مرضی معلوم ہو کہ برہان الملک سے لڑنے کے باب میں کیا ہے۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حاکمان دکن سے درخواست کی گئی کہ وہ اکبر کی شہنشاہی کو قبول کر کے اطاعت کریں۔ تاریخ فرشتہ میں تو یہ لکھا ہے کہ شاہانِ دکن نے اکبر کی شہنشاہی کو نہیں تسلیم کیا۔ سنہ ۹۹۹ فیضی وغیرہ ایلچیوں کا حاکمانِ دکن کے پاس روانہ ہونا

نظام الدین نے لکھا ہے کہ برہان الملک نے لائق پیشکش نہ بھیجی اور روش اخلاص میں مناسب دولتخواہی نہ ظاہر کی اسلیے پادشاہ نے اس سے لڑنے کا ارادہ کیا۔

فیضی کی ایک کتاب واقعات فیضی ہے اُسمیں وہ عرضداشتیں جمع ہیں جو اسنے شہنشاہ کو تحریر کی ہیں انمیں یہ ایک عرضداشت دلچسپ ہے اسکا ترجمہ لکھتے ہیں۔

دور و دراز سفر طے کر کے اور بہت سی منزلیں چل کر برہانپور سے ۵۰ کوس پر پہنچا اور دوسرے روز یہاں میں نے اپنے خیموں کو ایسا درست کیا جیسا کہ ملازمان شاہی کو سزاوار ہے۔ میرے خرگاہ میں خیمہ کے اندر خیمہ تھا۔ اندر کے خیمہ میں تخت شاہی بچھا تھا۔ اور اُسپر مسند تکیہ زرین لگا یا ہوا تھا۔ اور اُسکے اوپر زردوزی مخملی شامیانہ تنا ہوا تھا اور تخت کے اوپر پادشاہی شمشیر اور خلعت اور فرمان رکھا تھا اسکے گرد

آدمی دست بستہ کھڑے تھے اور گھوڑے جو دینے کے لئے بادشاہ نے بھیجے تھے وہ بھی اپنے مقام پر کھڑے تھے راجہ علی خاں مع اپنے ملازمین اور وکیل اور حاکم دکن ادب کے ساتھ جس سے اطاعت اور خیر خواہی معلوم ہوتی تھی آئے وہ خیمہ سے کچھ فاصلہ پر اُترے۔ اور باہر کے خیمہ میں مودبانہ داخل ہوئے۔ اندر کے خیمہ میں جانے کی اجازت دیگئی جب وہ اس خیمے میں داخل ہوے اور کچھ فاصلہ پر تخت شاہی کو دیکھا تو کورنش بجالائے اور ننگے پاؤں چلے۔ جب وہ تخت کے قریب پہنچے تو تین دفعہ نہایت ادب سے تسلیم بجالائے اور اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے تو میں نے فرمان شاہی کو دونو ہاتھوں میں اُٹھایا اور راجہ علی خاں کو پاس بُلایا اور یہ کہا کہ شہنشاہ ظل اللہ نے تمہارے پاس وہ حکم نہایت اپنے فضل و کرم سے بھیجے ہیں پھر میں نے کہا کہ شہنشاہ نے تمہارے لئے خلعت بھیجا ہے اسنے سر جھکا کر سلام کیا اور خلعت پر بوسہ دیا اور پھر سلام کیا اور جب بادشاہ کا نام آتا تو وہ سلام کرتا۔ پھر راجہ علی خاں نے کہا کہ مجھے مدتوں سے تمنا تھی کہ حضور کے روبرو بیٹھوں اور اُسنے بیٹھنا چاہا۔ میں نے اُسکو اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی وہ مودبانہ بیٹھ گیا۔ جب مناسب موقع آیا تو میں دوربینی کے ساتھ اُس سے مخاطب ہوا اور اسکو بتلایا کہ وہ کیونکر اپنی مرادوں میں کامیاب ہو سکتا ہے میری تقریر کا بڑا حصہ حضور کی مدح و ثناتھی۔ اُس نے مجھے جواب دیا کہ میں بادشاہ کا بندہ خیر خواہ ہوں اور مجھ پر یہ نہایت عاطفت شاہانہ ہوئی ہی۔ میں نے پھر بیان کیا کہ بادشاہ کی عنایت زیادہ تر آپکے حال پر ہے اور وہ آپکو دلی خیرخواہ دوست سمجھتا ہی اور نہایت معتمد و وفادار ملازم جانتا ہے اسکا بڑا ثبوت یہ ہی کہ اسنے ایک جلیل القدر امیر اپنا بھیجا ہی اسپر اُس نے خوش ہو ہو کئی دفعہ سلام کیا۔ اس عرصہ میں میں نے دو دفعہ ایسا اشارہ کیا کہ دربار ختم ہو مگر اُسنے کہا کہ ابھی میرا دل اس دربار سے نہیں بھرا۔ میں شام تک یہیں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ وہ پانچ گھڑی (ڈیڑھ گھنٹہ) بیٹھا۔ آخر کو عطر پان آیا۔ میں نے اُس سے درخواست کی کہ مجھے وہ اپنے ہاتھ سے عطر پان دے۔ میں نے اسکو کئی گلوریاں اپنے ہاتھ سے دیں جنکو اُس نے کئی دفعہ سلام کر کے لیا پھر میں نے کہا کہ بادشاہ کی حیات جاوید اور

دَوَام کے لئے دعا کی جائے۔ اُس نے یہ دعا نہایت صدق دل سے مانگی اور دربار برخواست ہوا۔ پھر وہ ادب کے ساتھ کھڑا ہوا اور فرش کے کنارہ پر تخت کے سامنے آیا۔ وہاں پادشاہی گھوڑے کھڑے تھے۔ انکے باگوں پر بوسہ دیا۔ اور انکو اپنے کندھے پر رکھا اور انکو سلام کیا وہ نہایت خوش اور رضامند ہوا۔ جب وہ آیا تھا تو اُسنے کہا کہ اگر حکم ہو تو تین ہزار سجدے پادشاہ کو کروں۔ میں اپنی جان اُسپر سے قربان کرتا ہوں۔ مینے کہا تھا کہ آپ کی محبت کا یہی اقتضا رہونا چاہیئے۔ مگر پادشاہ خود اُس قسم کی تعظیم کو اپنے دربار کے ملازموں کو منع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس قسم کی تعظیم صرف خدا ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ راجہ علی خاں کے ساتھ عہد و پیمان کی ترقی ہوئی۔

مشرقی ملکوں میں سفارت کے کام مدتوں میں ختم ہوتے ہیں۔ فیضی ۲۴ شہریور ۹۹۹ھ کو گیا ۸ اردی بہشت ۱۰۰۱ھ کو آیا۔ اتنے عرصہ میں سفارت کا کام ہوا۔

شہنشاہ اکبر اپنے ہمسایہ کے مرزبانوں کی حالت کو ہمیشہ نیک نیتی کیساتھ بہت غور سے سوچتا تھا اگر وہ انکو دیکھتا کہ رعیت کی غمخواری کرتے ہیں تو انکو کبھی گزند نہ پہنچاتا اور اگر انکو ایسا نہ پاتا تو اول نصیحت سے سمجھاتا اور بیم و امید کی داستان سُناتا جب اس پر بھی نہیں مانتے تو پھر انکے گناہ کی سزا دیتا اور انکی لابہ گری کو ہرگز نہیں سُنتا۔ جب دکن کے سرداروں نے ناہنجاری اختیار کی تو ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ اُسنے پند گذاری کے لئے اپنے کار آگاہ بھیجے اور سلطان مُراد کو ملک مالوہ اقطاع میں اس خیال سے دیا کہ اگر مرزبانان دکن پر نصیحت اثر نہ کرے تو وہ ان کو سزا دینے کے لئے آمادہ ہو۔ ۴ مہر ۹۹۹ھ شہزادہ مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔ مگر جب گجرات سے مرزا کوکہ حج کو چلا گیا تھا تو ۲ اردی بہشت کو شاہزادہ سلطان مراد کو مالوہ سے گجرات میں بدل دیا اور مالوہ میں مرزا شاہرُخ کو بھیجدیا۔ اس شہزادہ کا اتالیق پہلے اسمٰعیل قلیخاں مقرر ہوا تھا مگر یہ کام اچھی طرح نہیں گیا۔ اسلئے ۱۱ تیر ۱۰۰۱ھ کو صادق خاں کو شہزادہ پاس اتالیق کے لئے بھیجا کہ وہ اس طرف کے تمام مہمات کو انصرام دے۔

۲۸ اردی بہشت سنہ ۱۰۰۴ھ کو دکن سے ملک الشعرا شیخ فیضی ایک سال آٹھ مہینے چودہ روز کے بعد پادشاہ کی آستان بوسی سے مشرف ہوا اور عرض کیا - برہان الملک نے پادشاہ کی نصائح کو نہیں مانا اور وہ اپنی خود کامی سے بدمست ہو رہا ہی کچھ ایسی ویسی پیشکش بھی اُس نے بھیجی - راجہ علیخاں نے حضور کے قانون کو کچھ مان لیا ہی اور اپنی بیٹی کو سلطان سلیم سے بیاہنے کو بھیجا ہے - برہان الملک نے عادل شاہ حاکم بیجاپور کے غلام دلاور خاں حبشی کو پناہ دیکر (ایک جھگڑا مول لیا) جسکے سبب سے دونوں میں خوب لڑائی ہوئی اور برہان الملک کو شکست ہوئی - اُس نے بندر الگ وڑ کو عیسائیوں سے لینا چاہا - فرہاد خاں و اسد خاں رومی کو بہت آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا - بے شرمی سے فرہاد خاں کی ہم خواجہ کو دامن آلود کیا وہ شرم کے مارے عیسائیوں سے ملگیا - بہت سے دکنی مارے گئے - اسد خاں دستگیر ہوا - برہان الملک نے باہ افزائی اور طبیعت پروری کے لئے دوائیں کھائیں اور ناتجربہ کاروں کے کہنے سے اپنے تئیں بیمار بنایا - یہانتک کہ زندگی سی ناامید ہوا اور اپنے بڑے بیٹے ابراہیم کو زندان سے نکالکر ولی عہد کیا - اخلاص خاں جو اسمٰعیل کی سلطنت چاہتا تھا دلگیر ہوا - اور اسنے مرتضیٰ خاں کے لشکر میں مشہور کردیا کہ برہان شاہ فوت ہوا - اس سبب سے چاروں طرف غدر مچ گیا مگر پادشاہ پالکی میں پڑکر احمد نگر سے ۳ کوس پر باہر آیا اور اس غدر کو مٹایا اور ابراہیم کو چتر اور آفتاب گیر اور اثاثہ سلطنت سپرد کیا اور اخلاص خاں سے لڑکر فتح پائی - مگر قلعہ میں دوسرے روز اسپر ضعف طاری ہوا کہ ۱۸ شعبان سنہ ۱۰۰۳ کو طائر روح نے اسکے پرواز کی اور ابراہیم نظام شاہ باپ کے تخت و تاج کا مالک ہوا - کم بینی کے سبب سے اُس نے بھائی کی آنکھوں کو بے فروغ کیا - مگر وہ عادل سے لڑکر مارا گیا - چار مہینے دو روز سلطنت کر گیا - منجھو اتابک برہان شاہ نے احمد نگر میں آنکر ایک بارہ برس کے لڑکے احمد کو خاندان نظام شاہ میں سے گمان کرکے دولت آباد سے بولایا اور اسکے سر پر تاج رکھا اور شہزادہ بہادر ولد ابراہیم نظام شاہ شیر خوارہ کو جنیر میں قلعہ چوند میں قید کیا اور خزانہ قلعہ پر

تصرف کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہ سے نہیں ہی تو اسکو معزول کر کے قید کیا وہ اپنی عمر طبعی پر پہنچکر مر گیا اسکے بیٹے احمد شاہ کو میاں منجھو نے بادشاہ بنایا۔ اسکے مخالفوں نے احمد نگر کے بازار میں سے ایک طفل مجہول النسب کو پکڑ کر بادشاہ بنایا اور دس بارہ ہزار سوار جمع کر کے میاں منجھو کو قلعہ میں محصور کیا اُنہوں نے سلطان مراد کو جو گجرات میں شہنشاہ اکبر کا بیٹا سپہ سالار تھا عرصہ امداد کے لئے بھیجا مگر پھر آخر کو وہ اس امداد طلبی سے پشیمان ہوا ان واقعات کا مفصل بیان تاریخ دکن میں کیا گیا یہاں ان واقعات کا ذکر اتنا کر دیا کہ جتنا کہ اکبر کی تاریخ سمجھنے کے لئے کافی تھا۔

جب برہان الملک بادشاہ کی اندرز گوئی کو افسانہ سرائی سمجھا تو ۲۰ تیر سنہ ۱۰۰۶ھ شاہزادہ دانیال کو برہان الملک کی سزا دینے کا کام سپرد ہوا خانخانان و رای رائسنگہ اور بہت سے امرا کو اور خزانہ و توپخانہ و فیلخانہ کو اُنکے ہمراہ کیا۔ شاہرخ مرزا اور شہاب خاں اور اقطاع داران مالوہ کو حکم دیا کہ وہ بر سر راہ شاہزادہ کی ہمراہ سپاہ کو کریں راجہ مانسنگہ کو بھی حکم ہوا کہ بنگالہ سے فارغ ہو کر دکن کو جائے۔

جب بادشاہ کو ۲۸ دے سنہ ۱۰۰۶ کو معلوم ہوا کہ ہنوز شاہزادہ دانیال سہرند (سرہند) میں ہی اور سپاہ کار طلبی میں قدم نہیں اُٹھاتی ہی تو بادشاہ کو یہ بات اسکی ناپسند آئی۔ خانخانان کو گھوڑے کی ڈاک میں بُلایا۔ اُس نے آنکر بادشاہ سے عرض کیا کہ سپاہ کا دکن میں داخل ہونے کا ارادہ بعد برسات کے ختم ہونے کے ہی تاکہ پانی اور گھاس بہت ملے۔ غلہ ارزاں ہوگا۔ اس سبب سے جانے میں دیر ہو رہی ہی۔ مجلس راز میں یہ تجویز ہوئی کہ شاہزادہ دانیال پھر آئے اور بعد برسات کے بادشاہ خود تشریف لیجائے۔ شاہزادہ دانیال پنجاب کا حاکم بنے۔ اور یہ خدمت شاہزادہ مراد کو بادشاہ نے حوالہ کی اس سبب سے تردد تھا کہ دانیال کو ناگوار نہ ہو اُس نے قلیچ خاں کو بھیجا کہ وہ شاہزادہ کو واپس لے آئے۔ شاہزادہ پٹیالہ کے نزدیک بادشاہ کی خدمت میں آیا اُس دن شہزادہ مراد کی عرضداشت آئی کہ میں ۶ آذر کو احمد آباد میں پہنچا میں نے سُنا ہے کہ شہزادہ دانیال اس خدمت پر نامزد ہوا اس لئے

سلطان دانیال کا برہان الملک کی سزا دینے دکن جانا سنہ ۱۰۰۶ھ

مجھے یہ اندیشہ پیدا ہوا ہی کہ مجھ سے کوئی حرکت ناشائستہ سرزد ہوئی ہی کہ یہ امر ظہور میں آیا ہی کسی سخن
سازنے ناسزا بات بنائی ہی مگر بادشاہ نے اُسکا یہ اندیشہ پہلے ہی دور کردیا تھا جس سے کچھ
اس کی سراسیمگی دور ہوئی۔ جب لشکر شاہی کی دکن کے فتح کرنیکے لیے جنبش ہوئی تو اور زیادہ
اُسکو از سر نو نصیحت ہوئی اسکے فرستادوں کو بادشاہ نے طلب کیا اور سوگند کے ساتھ عہد و
پیمان ہوئے جس سے خوف دل سے مٹا۔ جب شاہزادہ سلطان مراد گجرات سے دکن کیطرف روانہ
ہوا اور شاہرخ مرزا و خانخانان و شہباز خاں اور اور اُمرا مالوہ کو روانہ ہوئے۔ تو راجہ علیخاں
نے پیش بینی سے خدمت گذاری اختیار کی۔ ۲۷ آبان کو برہانپور سے تیس کوس پر شاہرخ
مرزا اور اُمرا شاہی سے ملاوہ اس سے بڑے تپاک سے پیش آئے اسکے آباد ملک پر نذر بار کا ملک اور اضافہ کیا
جب پادشاہ کا حکم دکن کی فتح کرنیکا ہوا تو شاہزادہ مراد یورش کے لئے آمادہ ہوا۔
خانخانان کو فوج نہ جمع ہونے کے سبب سے دیر لگی۔ پہلے اس سے کہ دونوں کے
لشکر ملیں انمیں دوروئی شروع ہوئی شاہزادہ یہ چاہتا تھا کہ سپاہ کے تمام سردار اُس سے
آ کر ملیں۔ اور خانخانان یہ چاہتا تھا کہ میں مالوہ کی راہ سے دکن کے فتح کرنے کو جاؤں
جب دونو کی تدابیر میں یکرنگی ہوئی تو ۲۰ آبان ۱۰۰۴ھ کو شاہزادہ نے احمد آباد سے چل کر بروچ
میں سپاہ کے انتظار میں توقف کیا۔ ۲۲ خرداد کو روانہ ہوا۔ خانخانان سپاہ کے فراہم
ہونیکے بعد بھیلسہ میں جو اسکے اقطاع میں تھی۔ ٹھہرا۔ نہم امرداد کو اجین کی طرف روانہ ہوا۔
شاہزادہ اس کی اس حرکت سے آشفتہ ہوا اور درشتی سے خشم آلود پیام بھیجا۔ خانخانان
نے عرضداشت میں لکھا کہ مرزبان خاندیس اتحاد رکھتا ہی اُسکی طرف سے خاطر جمع رکھکے
اور گجرات میں کچھ دنوں شکار سے دل بہلائیے۔ شاہزادہ اس جواب سے بھی کچھ خفا ہوا۔
غرض پرستوں نے باتیں لگا کر اسکو اور بھڑکایا۔ وہ گجرات کے لشکر کو لے کر احمد نگر
کی طرف چلا۔ خانخانان نے شاہرخ مرزا کو لشکر و توپخانہ و فیلخانہ دیا۔ اور راجہ علیخاں
کو ساتھ لے کر بہت تیز چلکر احمد نگر سے تیس کوس پر قلعہ چاند پور پر ۱۹ آذر کو شاہزادہ کے

لشکر سے ملا۔ شاہزادہ نے کم آزمونی اور نوآموزی سے کورنش کی اجازت نہ دی اور بہت
چلا گیا۔ بہت گفتگو کے بعد شاہزادہ کے پاس رسائی ہوئی اور بار ملا۔ جب لشکر پیچھے آیا شاہزادہ
نے نوازش نہیں کی۔ خانخاناں اور اسکے ساتھ بہت سے کمکی آزردہ خاطر ہوئے اور کام سے
کھینچ لیا۔ صادق خاں کو شہباز خاں سے پرانا کینہ چلا آتا تھا۔ وہ خوف کے مارے بہت کم
میں جاتا تھا۔ ۷ ردے کو شہر سے آدھ کوس پر لشکر اُترا۔ بہت سی رعیت اور سپاہ دلاسا نا
لے گئی۔ اُس روز شہر میں خانخاناں و شہباز خاں گئے اور انکی ناپروائی سے سپاہیو
شہر کو کچھ لوٹا۔ سخت کوشش کرکے انکو لوٹ سے باز رکھا۔ لیکن اہلِ شہر پیمان شکنی کر
سے آزردہ دل ہوئے۔ ۸ ردے کو سپاہ نے قلعہ کو محصور کرلیا۔ چاند بی بی ہمشیرہ برہان الد
نے قلعہ داری کی۔ احمد کو سردار بنایا تو اخلاص خاں مولی یکو دستاویز بنا کر احمد نگر میں لایا
شکست پاکر پٹن کیطرف بھاگا جب دفعتاً لشکر شاہی اُن پہنچا تو کچھ خزانہ اور فیلخانہ کو
ساتھ لیکر بیجاپور کی طرف گیا۔ قریب تھا کہ وہ دستگیر ہو لیکن سرداروں کی کم ہمتی سے دونو
نہ ہوئے۔ چاند بی بی کو اپنے گرفتار ہونیکا اندیشہ تھا اسلئے اُسنے آپ لڑنے کا ارادہ کیا۔
دی کو شاہ علی اور ابھنگ خاں یا نہنگ خاں نے بہت سی سپاہ لیکر خانخاناں کے مورچا
شب خون مارا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ جوانمردوں نے اپنی جوہر دکھائے بہت سے دشمنوں کو مارا
قلعہ میں چلا گیا۔ اگر تعاقب ہوتا تو وہ گرفتار ہوتا یا اسکے ساتھ لشکر شاہی قلعہ کے اندر گھ
پادشاہی سپاہ کی دوردلی اور راہ بستگی اور کم آذوقی کے سبب سے سختی سے گذرتی تھی۔ دان
نے ہرچند سمجھایا کہ تین بڑے لشکر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور تین بڑے بڑے کام ہیں۔ ایک قلعہ
فتح کا۔ دوسرا ملک کی تسخیر کا۔ اور تیسرا راہ کی پاسبانی کا۔ ایک ایک کام ہر ایک لشکر اپنے ذ
لے لے۔ مگر اُنہوں نے نہ مانا۔ ۱۳ ر کو لشکر کے ایک گروہ اور چارپایوں کو غنیم نے گزند پہنچا
اور سید راجو کی اور اسکے کئی بھائیوں کی جان گئی۔ ۱۴ ر کو گجرات کا ایک کارواں احمد نگر کے قریب
آگیا تھا۔ سعادت خاں نے اُسے لوٹ لیا۔ سید عالم اور کئی ایک بڑے آدمی مارے گئے۔ شیخ م

اور چند اور آدمی سلامت نکل گئے انکی سزا دینے کے لئے صادق خاں راجہ علیخاں کو ساتھ لیکر گیا۔ مگر کچھ کام نہ کرسکا وہ اور راجہ دونوں اپنا سا منہ لے کر چلے آئے پایہ شناسی کے سررشتہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ شیر کی شکار کے لئے شغال نہ بھیجنا چاہیئے۔ ۱۹ ارشیر خواجہ شیخ دولت کامران بیگ و دولت خاں کو پٹن کی طرف بھیجا۔ انکی اخلاص خاں سے خوب لڑائی ہوئی اور اسکو شکست دی اور بہت لوٹ ہاتھ آئی سرگروہ ایسا نہ تھا کہ اُسکی دور باش ستم کو روکتی اسنے پٹن کی باشندوں کو امان نامے دیکر ایسا لوٹا کہ کچھ ان پاس نہ چھوڑا۔ اس بدعہدی کو دیکھکر سب چھوٹے بڑے بھاگ گئے ۱۱ ارسفندیارمذ کو قلعہ کی دیوار تھوڑی سی توڑی۔ شاہزادہ کے مورچال نے سخت کاوش کرکے قلعہ کی بُنیاد خالی کی۔ باروت بھر کر لگادی۔ تیئس ۲۳ گز دیوار گر پڑی۔ تیز دست اندر جانیکے لئے آمادہ تھے۔ مگر نور خاں۔ صادق خاں کی نقب بھی تیار تھی۔ اُسکے اُڑنے کا انتظار تھا۔ چتور کے واقعہ سے پہلے ڈرے ہوئے تھے۔ اس انتظار میں اتنا التوا کیا کہ اہل قلعہ نے بھی اپنی شکستہ دیوار کو ازسرنو بنالیا۔ دوسرے روز کچھ بہادر اس دیوار پر گئے مگر کچھ نقصان اُٹھایا۔ اتنے میں رات ہوگئی۔ قلعہ کی بیرونی سپاہ کی دوروئی سے اہل قلعہ واقف تھے کچھ تھوڑے سے سراسیمہ ہوئے اور صلح کی درخواست کی کہ برہان الملک کا پوتا بہادر زندان سے نکالا جاوے۔ اور اس خردسال کو نظام الملکی کا خطاب دیا جائے وہ پادشاہ کے ملازموں سے ایک سمجھا جاوے اور آباد ملک احمد آباد کا اس کے اقطاع میں دیا جائے اور اسکی سپاس گذاری میں ولایت برار لشکر شاہی کے حوالہ کی جائے جواہر اور عمدہ ہاتھی پادشاہ کی پیشکش میں بھیجی جائیں۔ ایک گروہ نے کارشناسی کی سبب اور بعض نے فتنہ دوستی کے سبب ان شرائط کو قبول کرلیا۔ اگرچہ بعض کارآگاہوں نے اہل قلعہ کی کم آذوقی و سراسیگی و دستان سرائی گذارش کی مگر کچھ سود مند نہ ہوئی ۱۳ ارسفندیارمذ کو رشوت کے لینے سے اور افسانوں کے سُننے سے صلح ہوگئی۔ لڑائی موقوف ہوئی اب اس صلح کی بیان روائی کا انتظار تھا۔ پہلے اس سے کہ گفتار کردار میں آئے۔ ۱۰ ار فروردین سنہ ۱۰۰۴ ۴۱ کو لشکر بیجاپور کی اور سرداران سپاہ شاہی کی شکست کی جھوٹی

خبروں سے احمد نگر کے گرد سے سپاہ چلی اور کچھ ادھر جاکر پھر آئی دشمنوں نے پیچھے آکر منزل بمنزل پرتال کو لوٹنا شروع کیا۔ دورویٔ کے سبب اس شورش کا چارہ اچھی طرح نہیں ہوسکتا تھا۔ ۱۴ اردی بہشت کو برار کے قصبہ بھکر میں لشکر آیا۔ اس ملک کی نگہداشت کے لئے انجمن ہوئی۔ بہت سے آدمی کہتے تھے کہ اس ملک کی نگہبانی ہماری طاقت سے باہر ہے مگر صادق خاں نے سرحد کی پاسبانی اپنے ذمے لی۔ میر مرتضیٰ ملک کی آبادی کا ضامن ہوا۔ غرض مختلف امیروں نے ملک کے انتظام کے لئے مختلف کام اپنے ذمے لے لئے۔

جب بادشاہ کو سپاہ دکن کی بیراہ روی معلوم ہوئی تو ایک فرمان عتاب افزا اور اندرز نوبیر متھرا داس قوربیگی کے ہاتھ شاہزادہ مراد پاس بھیجا۔ مگر جب نامہ بر ملکا پور پر آیا تو راہ زنوں نے اُسے مار ڈالا۔ سلطان مراد کو جب برار کی نگہبانی سے کچھ فرصت ملی تو اُس نے وسط ملک کی سیر کی۔ بالاپور سے پچیس کوس پر اسنے اپنا بنگاہ بنایا اور وہاں ایک شہر آباد کیا جسکا نام شاہ پور مشہور ہوا۔

جب صادق نے مہکر میں اپنا بنگاہ بنایا اور برار کی پراگندگی بھی کچھ کم ہوئی تو اژدر خاں۔ عین خاں۔ حبیب خاں اور دکنیوں نے فساد برپا کیا۔ ایک منتخب سپاہ بسر کردگی۔ مرزا علی بیگ اکبر شاہی چارہ گری کے لئے بھیجی گئی۔ ۱۲ اردیبہشت انکا عین خاں کے لشکر پر ناگہانی گذر ہوا اور اسکو سزا دی وہ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر سراسیمہ چلا گیا۔ بادشاہی لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ آئی اور ایک لمحہ بھی آرام نہیں کیا اور پوشیدہ راہوں سے جاکر اُن سے لڑے اور شکست دی مشہور ہاتھی ہاتھ آئے

جب بادشاہ نے سپاہ دکن ناہنجاری سُنی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شہزادہ کی بغیر اجازت کے شہباز خاں بھی بیتول کو چلا گیا اور ایک لاکھ مہر جو لشکر کے سامان کے لئے بھیجی گئیں تھیں وہ قلعہ گوالیار میں راہوں کی ناامنی کے سبب سے رکھی ہوئی ہیں اسلئے ۱۱ مرداد کو کنور رامچندر کو برار بھیجا کہ اس خزانہ کو حفاظت کے ساتھ لیجائے اور مالوہ کی فوج کو بھی

پھر دکن کو واپس کرے اور ہر ایک کو ہماری طرف سے نصیحت کرے۔

جب مرزا علی بیگ اکبرشاہی کو چیرہ دستی ہوئی تو دکنیوں نے کین توزی پر از سرِ نو آپس میں عہد و پیمان کیے۔ خداوند خاں۔ حمید خاں۔ عبدالفتاح۔ اژدر خاں۔ جمال خاں۔ دستور خاں دس ہزار سوار اور اسّی ہاتھیوں کو لے کر لڑنے کے ارادہ سے چلے۔ بادشاہی سپاہ تین ہزار کے قریب تھی۔ سپہ آرا کی دل آویز گفتار سے اُس نے پیکار پر دل لگایا مہکر سے چالیس کوس پر لڑنے آئے۔ پاتھری سے آٹھ کوس پر بان گنگ کے کنارہ سپاہ نے آرام کیا۔ اور ایک استوار جا پر اپنا تکیہ گاہ بنایا کہ جس کے آگے دریا بان گنگ تھا اور پیچھے بھی ایک ندی تھی ۱۸ آبان سنہ ۱۰۰۵ھ الٰہی فوجیں آراستہ ہو کر لڑیں۔ اوّل خداوند خاں پانچ ہزار سوار اور چالیس ہاتھی لیکر ہراول شاہی سے لڑا جس کا سردار مرزا علی بیگ اکبرشاہی تھا اُس نے مخالف کو شکست دیدی سید لاد حسن زخمی ہو کر گرا۔ برانغار شاہی مخالف کی کثرت کے سبب سے بغیر لڑائی کے بھاگ گیا صادق خاں کے آگے رودبار تھا بہت سے مخالف آن کر لڑے۔ اُس نے مستقل ہو کر ایسے توپ و تیر مارے کہ اس کو فتح ہوئی۔ بہت مخالف مارے گئے اور لوٹ کا بہت اسباب ہاتھ لگا اور چالیس منتخب فیل ہاتھ آئے۔ بادشاہی سپاہ میں چند سپاہی مارے گئے۔

شاہزادہ سلطان مراد نے جنگ کا ارادہ کیا مگر امرا پایہ شناسی کے سبب سے اُس پر راغب نہ ہوئے۔ انجمن رازگوئی مرتب کر کے چارہ گری کے درپے ہوئے مرزا شاہرخ کو سرگردگی کے لئے منتخب کیا۔ خانخاناں کو سپہ آرا بنایا۔ خزانہ و فیل خانہ و توپ خانہ کا انتظام شائستگی کے ساتھ کیا اور پھر صف آرائی کی شاہ پور سے غنیم کی طرف چلے۔ غنیم کی سپاہ میں نظام الملکی سپاہ وسط میں اور عادل شاہیوں کا لشکر دائیں طرف اور قطب الملکیوں کی سپاہ بائیں طرف تھی۔ ۲۰ بہمن سنہ ۱۰۰۵ھ الٰہی کو ایک پہر دن چڑھے دریا بانگنگ سے گذر کر لڑائی شروع ہوئی۔ مخالف استوار جا پر تھا اور یہاں آتش بازی کا سامان اُس نے رکھا تھا غنیم کی افزونی اور آتش بازی کی کثرت کے سبب بادشاہی سپاہ دل ہارے دیتی تھی۔ جگنناتھ و

رائے درگا و راج سنگھ اور اور راجپوتوں کے سردار جدا جدا میدان جنگ میں کھڑے تھے۔
عادل خانیوں نے مرزبان خاندیس پر حملہ کر کے اس کو مار ڈالا اور ۳۵ نامور اور پانسو سپاہی
اس کے ساتھ مارے گئے۔ مرزا شاہرخ و خانخانان و مرزا علی بیگ و سید قاسم لڑ کر غائب
ہوئے۔ مخالف مرزبان خاندیس کے مرنے کو یہ سمجھے کہ مرزا شاہرخ و خانخانان مارے
گئے۔ اندھیری رات میں دونوں لشکر جدا ہو گئے اور ہر ایک کو اپنی فیروزی کا گمان ہوا۔ رات
بھر گھوڑوں پر سوار رہے۔ بہت سے ڈرپوک بھاگ بھی گئے۔ پادشاہی لشکر کو یہ گمان تھا
کہ راجہ علی خاں دشمن سے جا ملا یا کنارہ ہو گیا۔ اس سبب سے اس کا بنگاہ تاراج کیا۔ ہراول میں
سے دوارکا داس اور برانغار میں سید جلال مارے گئے رامچندر نے راجہ علی خاں کی سپاہ
میں بیس زخم کھائے۔ چند روز بعد مر گیا۔ باوجودیکہ پادشاہی لشکر سات ہزار اور مخالف کی
سپاہ پچیس ہزار تھی۔ پادشاہی فوج رات بھر کی پیاسی تھی دریا کی طرف چلی۔ غنیم پہلے سے
دودلہ ہو رہا تھا اس جنبش سے وہ لڑنے پر تیار ہوا مگر تھوڑا سا لڑ کر بھاگ گیا اور بہت آدمی
اس کے مارے گئے۔ عادل خانیوں میں آنکس خاں۔ میاں زین الدین۔ ہیبت خاں۔ شریف جاہلی
بھیلم خاں۔ سرمست خاں رومی نظام الملکیوں میں شمشیر الملک و عزیز الملک و دلپت رائے و
تیمن خاں و اثدر خاں اور قطب الملکیوں میں اخلاص خاں و طاہر خاں مارے گئے پادشاہی
سپاہ لڑتے لڑتے تھک گئی تھی اس لئے اُس نے تعاقب نہیں کیا۔ غنیم کے پاس ۲۶ ہزار
سوار پادشاہی لشکر میں ۱۵ ہزار سوار تھے اس پر بھی بادشاہی لشکر فتحمند ہوا۔ اس کو لیس
ہاتھی اور توپ خانہ ہاتھ لگا۔ راجہ علی خاں کی لاش ملی۔ جو اس پر بدگمان تھے وہ شرمندہ
ہوئے اس لڑائی کی سرگزشت کا حال ایسا ہی جیسے کہ ہاتھی اور اندھوں کی نقل مشہور ہی
کہ ہر یک نئی طرز سے بیان کرتا ہی ہر گروہ آشوب اور جنگ میں مصروف تھا دریافت کرنیکی
فرصت کس کو تھی کہ وہ سپاہ کے حال سے آگاہ ہوتا اس لئے بہتر ہی کہ اس قدر بیان پر
بس کی جائے۔

برار میں قلعہ گاویل سے بہتر کوئی قلعہ نہیں ہی۔ اُس میں پانی خوش گوار بہت اور مرزبان کا نشیمن گاہ۔ جب سے یہ ملک قلمروِ شاہی میں آیا تھا۔ افسران سپاہ کی کج رائی سے وہ فتح نہ ہوا تھا اب میر مرتضیٰ نے اہل قلعہ کو سمجھا کر اور ان کا آذوقہ بند کر کے فتح کیا۔ نہم آبان ۱۰۰۷ھ کو وجیہ الدین اور بسواس رائے نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ ۱۰ ارکو باتھری کے نزدیک ۳۵ جنگلی ہتنیاں نمودار ہوئیں اور سب گرفتار ہوئیں تعجب یہ ہی کہ ان کی چراگاہ ڈیڑھ سو کوس پر تھی۔

بادشاہ کا ارادہ یہ ہوا کہ توران کو لشکر شاہزادہ سلیم کی سرکردگی میں روانہ کرے کہ اس ملک موروثی کو اپنے قلمرو میں لائے۔ مگر شاہزادہ نے بعض ہند پرستوں کی دستاں سرائی سے اُسکو منظور نہیں کیا تو بادشاہ نے یہ سوچا اور شاہزادے جب اس کی خدمت میں آئیں ان میں سے جس کو زیادہ اس کام کی خواہش مجھے معلوم ہو اس کو یہ یورش سپرد کردوں۔ ان دنوں میں بیہودہ آدمیوں نے شاہزادہ سلطان مراد کی نسبت کہا کہ اس کا ارادہ بادشاہ کی آستان بوسی کا نہیں ہی اور بہت سی ناسزا باتیں اس کی نسبت کہدیں۔ بادشاہ نے یہ ارادہ کیا کہ دارالخلافہ ہو کر دکن کو خود جائے جو کچھ شاہزادہ کی نسبت کہا ہی اگر وہ سچ ہو تو اس کا اول علاج کرے اور پھر دکن کو فتح کرے۔ مدتوں سے دکن میں سپاہ گئی ہوئی ہی اور غرض پرستی کے سبب سے اس کام کو انجام دینے میں درنگ کرتی ہی پھر اس کے بعد اگر زمانہ موافق ہو تو توران کو جائے۔ چودہ۱۴ سال سے پنجاب میں بادشاہ تھا۔ گروہا گروہ آدمیوں کو اس سے دلبستگی تھی وہ اس یورش دکن پر دل نہاد نہیں ہوتے تھے۔ کبھی تاریکیوں کی شورش کبھی شمالی کہسار کے سرتابوں کی آشوب کو بیان کر کے بادشاہ کو اس ارادہ سے باز رکھتے مگر بادشاہ نے کسی کا کہا نہ سُنا ۲۶ آبان ۱۰۰۷ھ کو لاہور سے روانہ ہوا۔

انہیں دنوں میں قلعہ سبل گڈہ برار میں فتح ہوا مسعود خاں حبشی کے پاس وہ تھا سلطان مراد نے سندر داس کو بھیجا اُس نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا ۱۹ آذر ۱۰۰۷ھ کو دشمن نے پناہ مانگ کر کنجیاں حوالہ کیں اسی حبشی کے پاس قلعہ پرنالہ بھی تھا۔

کار آگہوں کا افسوں اُس پر نہ چلا۔ راے گوپال نے ڈونگر خاں گونڈ کو یار بنایا اس نے
اس حبشی کے کچھ عیال کو گرفتار کیا۔ ناچار اس نے اطاعت قبول کی شاہزادہ مراد قلعہ
کاویل کی سیر کو آیا اور اس قلعہ کے بھی پاس آیا تو اس حبشی نے اپنے تئیں اس کو حوالہ کیا
ایسے قلعہ بلند و استوار و فراخ جن میں عمارات کثیر ہوں کم تر ہوتے ہیں۔ شاہزادہ اس قلعہ
کی سیر کرکے شاہ پور میں آیا۔ اسی روز قلعہ نان پور ہاتھ آیا۔ مرزا خاں نے اُس کا محاصرہ کیا تھا
مگر اس نے اچھی طرح کوشش نہیں کی تو شہزادہ نے اس کو اپنے پاس بُلا کر نذر خاں کو یہ محاصرہ
حوالہ کیا۔ رنکو نا لو۔ ہیبت او علی خاں گزر راے کئی بار باہر آکر لڑے۔ مگر کمی آذوقہ سے
ناچار ہو کر انہوں نے امان مانگی۔ غرہ اسفندیار مذکور قلعہ گڈھ دولت آباد دکن کا مرزا علی بیگ
اکبر شاہی نے اہل قلعہ کا آب و دانہ بند کرکے ایک مہینے کے محاصرہ میں فتح کر لیا۔

بادشاہ جب دار الخلافہ آگرہ میں آگیا تو اُس نے ابو الفضل کو ۵ ہر دی ۱۰۰۷ھ کو حکم دیا
کہ دکن جائے۔ کہ اگر امراء دکن اس ملک کی حفاظت اپنے ذمے لیں تو وہ شاہزادہ مراد کو
ہمراہ لے کر چلا آئے اور اگر یہ نہ ہو تو وہ شاہزادہ کو روانہ کر دے اور اور سرداروں کے ساتھ
یک جہتی پیدا کرے اور مرزا شاہ رخ کی بہ دید کو یاور بنائے اسی سبب سے اس شاہزادہ کو علم
نقارہ دیکر مالوہ بھیجا تھا کہ اپنی اقطاع میں سپاہ کا سامان کرے اور جس وقت دکن میں بُلائیں
تو چلا جائے۔

برار کے منتخب قلعوں میں کھیرلہ بھی ایک قلعہ تھا۔ شیخ ابراہیم کو اس کی فتح کے لئے
شاہزادہ مراد نے معین کیا۔ اس نے جا کر اس کا محاصرہ کیا لڑائیاں ہوئیں قلعہ میں آذوقہ
کی کمی ہوئی۔ سید حسین وبسواس راے نے ۱۳ اسفندیار مذکور ۱۰۰۷ھ کو قلعہ کی کنجیاں حوالہ
کر دیں۔ اس کی عوض میں انہوں نے منصب و جاگیر پائے۔ دو مہینے اس سے پہلے شاہزادہ
سلطان مراد نے ہر جیو اور کچھ سپاہ خاندیس کو ناسک کی طرف بھیجا تھا عظمت خاں کو امیر
لشکر بنایا تھا اُس نے سرداروں کو یک دل کیا اور خوب لڑائیاں لڑا اور شاہی لشکر کو غالب کیا

ابوالفضل برہان پور کے نزدیک آیا تو بہادر خاں مرزبان خاندیس آمیر سے چار کوس اسکے استقبال کو آیا اور فرمان وخلعت سعادت مند خاں کی طرح لیا۔ ابوالفضل نے اس سے بہت باتیں تلخ نما شیریں اثر یورش دکن کی رہنموئی کے لئے کیں اس نے تن آسانی کی بہت سی عذر سرائی کی اور اپنے بیٹے کبیر خاں کو دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا اُس نے چاہا کہ ابوالفضل کو اپنے گھر لیجائے اور مہمان بنائے اس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ اگر تم ہمراہ چلتے تو یہ درخواست منظور ہوتی مگر پھر اُس نے اسباب و مال تحفہ بھیجا تو اُس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہی کہ جبتک چار چیزیں جمع نہیں ہونگی میں کسی سے کچھ نہ لونگا۔ اول دوستی۔ دوم دہش کو بزرگ نہ گنے۔ سوم دادہ کا خود آرزومند نہ ہو۔ چہارم اپنی احتیاج۔ اول تین باتیں تو ظاہر ہیں چوتھے کی بنسبت یہ گزارش ہی کہ بادشاہی نوازش نے ہی دل پر سے خواہش کا نقش مٹا دیا ہی۔ سونے چاندی کے ڈھیر کے ڈھیر مجھے دیدیے ہیں۔

شاہزادہ مراد کا مرنا سنہ ۱۰۰۶

سلطان مراد احمد نگر سے ناکام پھرا تھا اس کا بہت غم اُس کو تھا۔ اس کی ہوشمندی کے گوہر میں چمک نہیں رہی تھی۔ دلوں کو ہاتھ میں لانا کچھ بھول گیا تھا مداہنہ اور مدارا میں تمیز نہیں کر سکتا تھا اس کا بیٹا مر گیا تھا اس لئے اور بھی اس کی عقل تیرہ ہوگئی تھی۔ شراب کے پینے کی کثرت سے صرع ہوگئی تھی۔ دل لگا کر علاج نہیں کرتا تھا اس درد جانکاہ کو چھپاتا اور بہت کم کھاتا ۱۴ آبان سال سابق کو کاویل میں گیا اور وہاں سے پلچ پور میں آیا۔ تپ چڑھی۔ پیٹ میں درد ہوا۔ بادشاہ کے دارالخلافہ میں آنے کی اور اپنے بلانے کی خبر سنکر اور غمگین ہوا۔ وہ اپنے شراب پینے کی شرمندگی کے سبب سے بادشاہ کے روبرو جانا نہیں چاہتا تھا۔ امرا اس امر کو اور روش سے بادشاہ سے کہتے تھے ۲۲ اردی بہشت کو عالم بیہوشی میں دنیا سے رخصت ہوا باپ کو جب اس کی بیماری کی خبر ہوئی حکیم مصری کو اُس نے بھیجا تھا حکیم راہ ہی میں تھا کہ مریض سفر کر گیا۔

سپاہ دکن کا انتظام ہونا

جب شاہزادہ سخت بیمار تھا تو مرزا یوسف خاں اور کارپردازوں نے ابوالفضل کو لکھا تھا کہ جلد آؤ یہاں شاہزادہ سخت بیمار ہی ۱۹ اردی بہشت کو جلد چل کر وہ شاہزادہ پاس پہنچا تو شاہزادہ

کا حال وہ دیکھا کہ جس کا چارہ کچھ نہ تھا۔ جب شاہزادہ مرگیا تو شورش مچی بعضے بدنگالی سے بعض اپنے بنہ وبار کی پاسبانی کے لئے اور بعض اپنی اولاد کی نگہبانی کے لئے جدا ہو گئے۔ مگر ابوالفضل نے سپاہ کا سرانجام کرلیا۔ شہزادہ کی نعش کو شاہ پور میں امانت رکھا۔ کچھ تورانیوں نے لشکر سے باہر جا کر فتنہ افزائی پر سر اُٹھایا۔ ہر چند اُن کو سمجھایا پر نہ سمجھے اس عرصہ میں پس ماندہ سپاہ تین ہزار آگئی ابوالفضل کی گفتار کو فروغ ہو گیا۔ کج گرا آرزم سیر اب اس کی باتوں کو دل سے سننے لگے لیکن سب چھوٹے بڑوں کی یہ خواہش تھی کہ اُلٹے چلئے بہت سے غصہ ہو کر جدا ہو کر چلے گئے مگر ابوالفضل نے، ہر کو دکن کی فتح کے لئے کوچ کیا۔ اس پیش روی سے دلوں کو تقویت ہوئی۔ اور اُس نے سرحد کے پاسداروں اور ملک کے نگہبانوں کو اندرز نامے لکھے۔ نیک دلوں کی دستیاری کی شاہزادہ کا خزانہ اور اسباب جو بادشاہ پاس بھیجنے کے لائق نہ تھا اور جو کچھ اس کے پاس تھا اور جو کچھ قرض لے سکتا تھا سب اُس نے سپاہ میں خرچ کیا تو تھوڑے عرصہ میں جو سپاہی چلے گئے تھے وہ اُلٹے چلے آئے پھر ہنگامہ گرم ہوا۔ شاہزادہ کی تمام قلمرو کی عمدہ طور سے پاسبانی ہو گئی مگر ناسک میں اس سبب سے کہ دور اور ناایمن تھا وہاں آگہی دیر میں ہوئی شاہزادہ کے مرنے اور کارپردازانِ ملک کے نااُمید ہونے سے یہاں کے پاسبانوں کو پراگندہ کیا۔ اگرچہ یہ ملک فرستادوں کی کوتاہی سے بالکل تسخیر نہ ہوا۔ مگر بہت ساحصہ قلمروِ شاہی میں آگیا۔

چونکہ پاسبانی ملک میں درنگ نہیں ہونی چاہئے اس لئے بادشاہ نے شاہزادہ سلطان دانیال کو ۲۱ تیر ۱۰۰۷ھ بہت سی نصیحتیں کر کے روانہ کیا اور ابوالفضل کو فرمان بھیجا کہ ہم نے شاہزادہ کو دکن روانہ کیا ہے اس کی ملکی و مالی مہمات کی سربراہی وہ کرے۔ اور بادشاہ نے ہر طرف دکن میں کارآگاہ آدمی مقرر کئے۔ عبدالرحمٰن کو دولت آباد بھیجا اُنہیں دنوں میں دولت آباد کے قلعہ نشینوں نے ابوالفضل کو یہ لکھا تھا کہ اگر ہم کو اپنی درست پیمانی سے ایمنی عطا ہو اور کوئی جگہ بنگاہ کے لئے دی جائے تو ہم قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر کے پرستاری کو حاضر ہیں لیکن تھوڑے سے حبشی و دکنی یہاں قریب رہتے ہیں ان کی مالش کے واسطے ایک فوج نامزد کی جائے اس

شاہزادہ دانیال کا دکن کو روانہ ہونا ۱۰۰۸ھ و ابوالفضل

سبب سے ابوالفضل نے اپنے بیٹے کو پندرہ سو سواروں اور اسی قدر اور سپاہ کے ساتھ روانہ کیا
۲۶ امرداد کو مرزا شاہرخ لشکر دکن سے ملا۔ جب مرزا مراد کے مرنے سے شورش مچی تو ابوالفضل نے اُس کو بُلایا تھا مگر وہ نہ آیا۔ بادشاہ نے فرمان عتاب آمیز بھیجے تو بھی اُس نے عذر ہی کیے۔ پھر بادشاہ نے حسین کو ہراول بنا کے بھیجا تو وہ کام و ناکام روانہ ہوا اور لشکر سے آن کر ملا۔

شہر بیر سے ایک وسیع ملک متعلق تھا جس میں گیارہ سو دہ آباد تھے ہر ایک دہ شہر کے متعلق تھا۔ مراد کے مرنے سے ایک مہینہ پہلے شیر خواجہ نے اس کو تسخیر کیا تھا جب یہ شاہزادہ مرگیا تو اکثر ارکان دولت کی رائے یہ تھی کہ اس ملک کو چھوڑ دیجئے مگر خواجہ نے اس کو اس لئے نہ چھوڑا کہ مفتوح ملک کو چھوڑنا غنیم کو دلیر کرنا ہے۔ مخالف پندرہ ہزار سے زیادہ تھے ان کا ارادہ تھا کہ جس وقت بارش کے ہونے سے دریا لبریز ہوں تو شیر خواجہ کا جھگڑا تمام کریں۔ برسات کے شروع میں وہ جمع ہونے شروع ہوئے وہ یہ سوچتے تھے کہ لشکر شاہی تین ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ جب دریا اپنی طغیانی پر آئے گا کمک کو پہنچنے نہ دے گا اُس وقت ہم کو لڑنا چاہئے جب ابوالفضل کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اُمرا کو جن کا ملنا خواجہ سے آسان تھا نامے لکھے اور یاوری کرنے میں سخت کوشش کی۔ کچھ اُمرا نے ناشناسائی سے اور ایک گروہ نے تباہ سگالی سے تاخیر کی۔ یہاں تک کہ برسات کی شدت ہوئی اور دریا خوب چڑھ گیا۔ پندرہ ہزار حبشی و دکنی اور ساٹھ ہاتھی اور سامان پیکار لے کر مخالف بیر کے پاس آیا۔ شیر خواجہ نے جو جواں مردی اور کار پژوہی میں یکتا تھا فوجوں کو آراستہ کیا خود کارشناسی اور آتش خوئی سے الگ ہو کر ندیوں کے پار آگے دوڑا۔ ہر چند کار آگہوں نے غنیم کی افزونی اور احتیاط کی سودمندی اور نشیب و فراز کا آگے ہونا گزارش کیا۔ مگر اس نے کچھ نہ سُنا۔ اس ناہنجار راہ کے جانے سے لشکر میں کچھ پراگندگی ہوئی غنیم فوج کو آراستہ کرکے ہراول میں راجپوت تھے وہ شائستہ طور پر لڑے اور مردانگی کرکے غالب ہوئے قول و برانغار و جرانغار اچھی خدمت نہ بجالائے

ایک گروہ بر گنجی نے زور دیا۔ جگروپ پور جگنناتھ۔ گوپال داس راٹھور۔ سلطان بھائی
محمد امین چوبے نے بہت شائستگی کے ساتھ جاں نثاری کی فوجوں میں پراگندگی ہوئی۔
غنیم نے شہر کی طرف رُخ کیا۔ شیر خواجہ دریا سے گزر کر کے آیا خوب لڑکر دشمن کو اپنے روبرو
سے ہٹایا۔ وفادار خاں و ایک جماعت کار آگہوں کی برانغار سے آن کر ملیں۔ یعقوب بیگ
کوچک اور علی بیگ نے اپنا جوہر دلاوری روشن کیا مگر جب خواجہ پھرا تو اُس نے جنگ گاہ کو
مُردوں سے بھرا پایا اور غنیم کی چیرہ دستی سے آگاہ ہوا۔ نہایت غمزدہ ہوکر شہر کی طرف تیز رو
ہوا۔ شہر کے نزدیک سخت لڑائی ہوئی۔ زخمی ہوکر شہر کے اندر گیا اُس کے جاتے ہی بہادر الملک
ایک گروہ کے ساتھ پہنچا اور بہادرانہ لڑکر شہر کے ایک حصے میں مقیم ہوا۔ جس سے شکست یافتوں
کی تقویت ہوئی۔ باوجودیکہ خواجہ اُس سے کچھ خفا تھا۔ گروہ دس بارہ کوس سے بے تابانہ یہاں
آیا۔ اگرچہ اس نے سُنا کہ خواجہ مرگیا مگر وہ اُلٹا نہیں گیا۔ اُس کے ساتھی سید عرب نے بڑی مردانگی
کی۔ دشمن نے تکان کے سبب سے آج اور کل دست درازی نہ کی اور اپنی شکست و ریخیت کے
درست کرنے پر مصروف رہا۔ اگر وہ اپنی اُسی گرمی کے ساتھ دست درازی کرتا تو لشکر شاہی کی
جان پر آن بنتی اور اس کو بڑی مشکل پڑتی۔ اہل شہر نے کوچہ بندی کی ہر طرف ہنگامہ آویزش
گرم ہوا۔ جب ابوالفضل کو یہ حال معلوم ہوا تو انجمن رازگوئی مرتب کی اور سب چھوٹے بڑوں سے
چارہ جوئی کی۔ تبہ سگالی و نکوہیدہ رائی سے وہ بڑا متعجب ہوا۔ بہر شہر پور کو بارش کی شدت
میں جریدہ اس طرف چلا۔ مرزا شاہرخ و خواجہ ابوالحسن کو لشکر و توپ خانہ و فیل خانہ سپرد
کیا کہ وہ پیچھے جالنا پور میں لائیں۔ شیخ عبدالرحمن کو اپنے پاس دولت آباد سے بلایا۔ تدبیر
یہ تھی کہ گنگا کے کنارے پر دوڑ کر وہ جائے اور سپاہ کو جمع کرے۔ اگر کوئی جواں مرد دریا
سے پار جاکر لڑنے پر دل لگائے تو اُس کو وہ بھیجے اور خود کنارے پر رہے۔ جس سے آگے
کام کی صورت ہو اور پیچھے سے خاطر جمع ہو۔ اور نہیں تو خود چارہ گری کرے۔ کسی کو اس
یورش کا یقین نہیں تھا۔ اس کے خاص آدمیوں میں سے بھی بہت کم آدمی باہر نکلے ناگزیر

پانچ کوس پر دائرہ کیا اور خود چند آدمیون کے ساتھ آہو برہ کی طرف اس ارادہ سے کوچ کیا کہ مرزا یوسف خان کو اس کام مین سرگرم کرے تیس کوس چلکر سر شام اُس سے ملا اور پانچ روز اُسکے گھر مین رہا۔ اگرچہ اول روز ناامیدی مین کٹا۔ مگر مرزا علی بیگ اور دولت آباد کا لشکر اور جوان مرد آگئے۔ قرض لیکر تمام سپاہ کا سرانجام کیا۔ ایک جماعت کو بان گنگا کے کنارے پر بھیجکر گذر پر تصرف کیا۔ مرزا علی بیگ نے لشکر کے جمع کرنے اور لڑنے کا کام اپنے ذمے لیا۔ ابوالفضل پاس جو جاتا اُسکو دلاسا دیکے پیچھے سے روانہ کرتا جاتا جب لشکر سے اُسکو اطمینان ہوا تو خود آپ گیا اسکو اندیشہ یہ تھا کہ سب مین آپس مین یکتائی نہین ہے مبادا لڑائی شائستہ طور پر نہو۔ یہی بہتر اسکو معلوم ہوا کہ اس جنگ گاہ مین خود جائے۔ بان گنگا کی کنارے پر امرا ار بعد ایک دوسرے کے جمع ہوتے جاتے تھے دریا کی طغیانی کے سبب سے پار نہین جا سکتے تھے جب عبدالرحمن دریا کے کنارہ پر پہنچا تو ایزدی تائید سے دریا یکبارگی پایاب ہو گیا اور اس دشوار گذار دریا سے سوار پار ہو گئے۔ ۱۸ کو یہ لشکر پار گیا۔ قراول کی تھوڑی لڑائی سے دریا کے کنارہ سے دشمن بھاگ گیا مخالف کے دل پر لشکر کے عبور کرنے نے بڑا خوف پیدا کیا ۱۹ کو قلعہ کا محاصرہ چھوڑکر احمد آباد کیطرف سے رُخ کیا قلعہ نشین ۱۹ روز تک گھرے ہوئے غم مین بیٹھے رہے۔ باوجود تبہ حالی اور کمک کی ناامیدی کے ہر روز جنگ کی۔ آدمی گھوڑے کا گوشت کھاتے تھے۔ اور گھوڑے چھپر ون کا پھوس کھاتے تھے۔ تدبیر یہ تھی کہ سپاہ نظام الملکی سراسیمہ ہی اور لشکر بہت سا جمع ہی آج ہی احمد نگر کو چلنا چاہیے مگر ہمراہیون نے اس قصد مین یاوری نہین کی۔ تعجب یہ ہی کہ اُنھون نے بیر کے چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ بیر کی سپاہ نے سختی بہت کھینچی تھی ابوالفضل کا ارادہ تھا کہ شیخ عبدالرحمن کو وہان مقرر کرے مگر شیر خواجہ نے کہا کہ اس کام کا آغاز مین نے کیا ہی۔ بہتر ہے کہ مین ہی اسکو انجام کو پہونچاؤن۔ شاہ گڈہ مین کچھ مدد کے لئے آدمی چھوڑ دیئے جائین اگرچہ بیر مین سنگین قلعہ ہے۔ لیکن گلین شہر بند بھی چاہیے غرض اسکو یہان کے انتظام کیلئے چھوڑا۔ ابوالفضل نے خدمت گزینون کو منصب افزائی

وخلعت دولاسا و مال دینے سے سرگرم کیا اور خود وہان گنگ کے ساحل پر اپنا بنگاہ بنایا غرض شورش فرو ہوئی اور بہت سرتابون نے لابہ گری کی جس سے ہنگامہ شاہی کو رونق ہوئی قلعہ شاہ گڈہ مین ایک نیم کا درخت عجیب دیکھا کہ اسکے تنہ مین دو شاخین تھین ایک شیرین اور دوسری تلخ۔ اول کو تنومندی اور چارۂ برص مین کارگر جانتے تھے۔ بادشاہ کو اسکی اطلاع ہوئی اور اسکے حکم سے دونو شاخون مین سے کچھ کچھ نیم بھیجا گیا۔ انھین دنون مین برار کا قلعہ قلتوم فتح ہوگیا۔ ابو الفضل نے سندر داس کو اسکی فتح کیلئے بھیجا تھا اُسنے لڑکر اور زینون پر سپاہ کو چڑھا کر قلعہ لیلیا۔ قلعہ دار قتلو خان اسکا مطیع ہوا پرنالہ کا قلعہ بھی برار مین فتح کرلیا۔ سپاہ مین سے بہت آدمیون کی اقطاع نہ تھین۔ بعض کی جاگیر مین شائستہ انتظام نہ تھا وہ روپیہ کے خواہشمند تھے۔ اسلئے بادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ خزانہ گجرات سے روپیہ برابر پہنچتا رہے۔ بادشاہ نے تین لاکھ روپے کی ہنڈویان بھیجین۔ بادشاہ نے اپنے حضور کے امرا کو نقد روپیہ دیدیا تھا۔ اب ہر ایک کو حکم بھیجا گیا کہ ہنڈوی کے ذریعہ سے روپیہ کو دیدین تھوڑے عرصہ مین سارا روپیہ پہنچگیا۔ اور سپاہ کو اس سے بڑی تقویت ہوگئی۔

بادشاہ نے دکن کی فتح کے لئے شاہزادہ دانیال کو مقرر کیا تھا اسکو راہ مین دیر لگی۔ بادشاہ نے شکار کے ارادہ سے مالوہ کا قصد کیا تا کہ شہزادہ حکم کے موافق آگے چلے ششم مہر ۱۰۰۸ھ کو وہ دار الخلافہ آگرہ سے چلا اور یورش دکن کا ارادہ کیا اُسی دن شاہزادہ کو آسیر جانیکا حکم بھیجا شاہزادہ بادہ پیمائی اور بدہم نشینی سے سود اور زیان کو نہین جانتا تھا اس سبب سے بادشاہ نے اسکا دربار بند کیا تھا۔ مگر مریم مکان کی سفارش سے اسکو پھر دولت کورنش نصیب ہوئی۔ خدمت گذاری اور ہنجار روی کا پیمان تازہ کیا اسکو امرا رانا کی مالش کے لئے مقرر کیا۔

چاند بی بی قلعہ احمد نگر مین تھی اور استوار جگہ کو اپنی پناہ سمجھتی تھی اور کچھ سپاہ بھی اسکے تابع تھی۔ اسنے برہان الملک کے پوتے بہادر کو مرزبان بنا رکھا تھا قلعہ سے باہر

خزانہ گجرات سے امداد۔ بادشاہ کا مالوہ و دکن کا ارادہ ۱۰۰۸

ابھنگ خان زنگی نے شورش مچار کھی تھی گو وہ اس خوردسال بہادر کو مرزبان مانتا تھا مگر
اس بار سازن کی گھات مین لگا رہتا تھا۔ یہ دانشمند بانو بادشاہ کی سپاہ سے بھی خوشامد
کی باتین کرتی تھی اور دکنیون سے بھی دوستی کی داستان گاتی تھی ابوالفضل سے بھی جب
اسنے یہی روش برتی تو اسے جواب دیا کہ اگر پیش بینی اور روشن اختری سے اپنی تئین والا درگاہ
مین پہنچاؤ تو اس سے بہتر کوئی اور بات آپکے حق مین نہوگی جو پیمان کرو اسکا پاس ضرور
رکھو ورنہ سخن بے فروغ کردار کرنا سزاوار نہین ہے۔ پیغامون کی آمد و رفت بے سود ہے
جب اسکو قلعہ کے باہر کے آدمیونکی بدگوہری ظاہر ہوئی تو ہوا خواہونکو بھیجکر پیوند دوستی استوار کیا
اور عہد نامہ خود لکھکر بھیجا۔ اور اسمین قسمین لکھین کہ ابھنگ کی مالش کے بعد وہ قلعہ کی کنجیان جمع الہ
کریگی بشرطیکہ اسکو برمین تیول دیجائے اور اجازت ہو کہ وہان جاکر آسائش کرے اور جستجو قت چاہے
پادشاہ پاس جائے۔ اور بہادر کو پادشاہ کیخدمت مین بھیجے۔ لیکن اسمین کچھ اسکے ارادونکے بدلنے سے
اور کچھ ہمراہیونکی دل بیزاری سے التوا ہوا جب شاہ گڈھ مین سپاہ کو توقف بہت ہوا اور کچھ
سپاہ جدا ہو گئی۔ شاہزادہ کی آمد کا آوازہ بھی فرو ہوا تو ابھنگ خانے سر اٹھایا شمشیر الملک پور
میان خان کو جو پہلے برار کی حکومت رکھتا تھا زندان سے نکالکر اسنے اپنا اعتبار بڑھایا۔ لشکر ہمراہ کیا
کہ دولت آباد سے اس سرزمین مین آئے۔ چونکہ یہان لشکر شاہی کا زہ وزاد ہے تو اس سے
لشکر شاہی مین پراگندگی پیدا ہو گی جس سے دستبرد ہاتھ آئیگی۔ ابوالفضل کو اس تدبیر
کی مدت سے آگہی تھی۔ مرزا یوسف خان کو بہت سے آدمیون کے ساتھ اس کی
چارہ گری کے لئے مقرر کیا تھا۔ مرزا نے اُسے آسان جانکر بے پروائی کی اور ولایت
برار مین آگیا جس سے ایک عجیب شورش برپا ہوئی۔ اس ملک کے بہت سے پاسدار بھاگ گئے
کوئی گروہ اپنے بنہ و بار کی غمخواری کے لئے چلا گیا۔ ابوالفضل نے کار آگاہون کی یاوری سے
احمد نگر کا قصد کیا تھا اسنے باہر کے بدذاتون کی مالش اور چاندبی بی کی گفتار کی عیار گیری کا
خیال کیا۔ ادہر کو روانہ ہوا اور ہر طرف کے دلاورون کو بلایا جب وہ چند منزل چلا

توسب طرف سے مخالف احمد نگر مین جمع ہوئے۔ مرزا یوسف خان اس شورش سے بیدار ہوا تیزروی کے ساتھ پیچھے آیا۔ مرزا خان و مرزا لشکری و عادل خان و سندر داس کو اپنے سے پہلے روانہ کیا۔ شمشیر خان نے ایلچ پور کا قصد کیا جو آدمی پہلے بھیجے تھے وہ پہنچے تو اُس سے شمشیر خان سراسیمہ ہوکر جلد جلد چلدیا۔ یہ لوگ زمینداروں کی رہنمونی سے پیچھے ہٹے، ۲ آذر کو اسکی منزل گاہ مین اُنہون نے ہر طرف سے تیرون کی بوچھار ماری۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ ناگاہ شمشیر خان کے ایک تیر لگا کہ اسکی جان گئی۔ اسلئے اُسکا ہنگامہ پراگندہ ہو گیا۔ ابوالفضل نے اب احمد نگر کے جانیکا ارادہ ترک کیا۔ ۵ دے کو مونگی پٹن مین آیا یان گنگا سے اُترنا چاہتا تھا کہ شاہزادہ سلطان دانیال کے احکام پیہم آنے شروع ہوئے کہ احمد نگر کو ہم فتح کرینگے تو اسکا ارادہ نکر اور اب ہم راہ مین توقف نہین کرینگے جب شاہزادہ برہان پور مین آیا تو بہادر مرزبان خاندیس اس سے ملنے نہ آیا۔ شاہزادہ کا ارادہ اسکی مالش کا ہوا۔ مرزا یوسف خان کو کہ پٹن کا ارادہ رکھتا تھا اپنے پاس بُلا لیا ابوالفضل سے بہت آدمی رخصت لیکر شاہزادہ پاس چلے گئے۔ غنیم نے اس بیجا درنگ اور پراگندگی سپاہ سے دلیر ہوکر کئی دفعہ شاہی لشکر پر شبخون مارا اور ناکام چلا گیا۔ چراگاہ پر دست درازی کرنے لگا۔ دشمن سے جوانمرد ایسے لڑے کہ ابھنگ خان نے لابہ گری شروع کی۔

بادشاہ ۲۹ بہمن کو ۱۰۰۸ھ کو اجین کے قریب آیا۔ اسکا ارادہ تھا کہ مالوہ مین چند روز عشرت شکار مین بسر کرے۔ کہ سپاہ چستی و چالاکی سے احمد نگر کی فتح مین دل لگائے۔ مگر اسکو معلوم ہوا کہ بہادر خان مرزبان خاندیس کو اپنے قلعہ کی استواری پر اور سامان کی افزونی پر نظر تھی کہ وہ شاہزادہ سے نہ ملا۔ اسلئے گوشمالی و مالش کا خیال شاہزادہ کو ہوا۔ بادشاہ نے شاہزادہ کو حکم دیا کہ وہ احمد نگر کی فتح کو جاے۔ بہادر کا نہ ملنا اسکی سرتابی کے سبب سے نہین ہے۔ اسکا ارادہ ہے کہ اول ہماری کورنش کو آئیگا۔ ورنہ مغز کار کو سوچکر چارہ گری اُس وقت کیجائیگی کہ ہم برہان پور مین پہنچین گے۔ بہادر خان نے

پیشکش بھیجی اور اپنے بیٹے کبیر خان کو بادشاہ کی خدمت گذاری کیلیے ہمراہ کیا۔ خواجہ مودود کو بادشاہ نے اسکی نصیحت گری کے لیے بھیجا۔ اسنے چار نادر ہاتھی بھیجے اور اپنے نہ ملنے کے عذر مین جھوٹی باتین بنائین۔ بادشاہ نے میر صدر جہان کو اندرز گوئی کے لیے روانہ کیا۔ پھر بہتیر و خان مگر وہ سمجھانے سے کچھ نہ سمجھا۔ اسکے باپ دادا ہمیشہ مدت سے بادشاہ کی فرمان پذیری اور خدمتگذاری کرتے تھے۔ اسلیے بادشاہ نے اسکا ملک اسکو دیدیا تھا۔ اب بہادر خان نہ لشکر دکن کے ساتھ گیا نہ شاہزادہ سے ملا۔ نہ بادشاہ سے ملنے آیا۔ اسلیے بادشاہ نے ۱۵ اسفندارمذ کو سالباہن پسر منڈھی و شیخ فرید بخشی بیگی و ہاشم بیگ اور بہت سے سردارون کو آسیر کے فتح کرنے کیلیے بھیجا۔ بادشاہ ۲۳ کو نربدا کے کنارے پر آیا ۲۶ کو دریا سے اُترکر بیجا گڈہ مین آیا یہان نوروزی جشن ہوا۔

جب شاہزادہ برہانپور سے گذرا فرمان والا ابو الفضل پاس آیا کہ سپاہ مرزا شاہرخ کو سپرد کرکے ہمارے پاس آؤ۔ اس سے ابو الفضل بڑا خوش ہوا۔ مرزا کے پاس گیا اور انجمن مرتب ہوئی اور فرمان پڑھا گیا۔ برہانپور مین آدمی چلے گئے تھے۔ اسلیے پراگندگی ہو رہی تھی مرزا اور سردارون نے ابو الفضل کے جانے کو پسند نہین کیا اور عرض کیا کہ اس آشوبگاہ کی آرامش کا یارا ہمکو نہین ہے۔ ابو الفضل بڑ مردہ ہو کر اپنے بنگاہ کو گیا اور انتظار مین بیٹھا۔ کچھ دن گذرے کہ شاہزادہ بہت نزدیک آگیا۔ مرزا شاہرخ و میر مرتضےٰ اور خواجہ ابو الحسن اور کارآگہون نے لشکر کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا خزانہ و توپخانہ اور اسباب انکو ابو الفضل نے سپرد کیا اور بادشاہ کے حکم کے موافق فیلخانہ ہمراہ لیا۔ ۱۲ اسفندارمذ کو روانہ ہوا۔ ۱۷ کو آہوپرہ مین شاہزادہ سے ملا تین روز یہان رہا کہ ایک اور فرمان شاہی آیا کہ وہ برہانپور مین آئے۔ اگر بہادر اندرز پذیر ہو تو اسکو بخشائش کی نوید سنا کر ہمراہ ہمارے پاس لائے اور نہین تو فیلخانہ اور لشکر کو وہان چھوڑ کر چلا آئے تاکہ آگے چلنے اور گجرات کی طرف جانیکے باب مین مشورہ کیا جائے۔ جب ابو الفضل برہانپور مین آیا تو بہادر ساتھ چلنے کو راضی ہوا مگر گھر جا کر اسکی نیت بد لگئی۔

نالائق جواب لکھا اور ساتھ نہ چلا۔ ابو الفضل نے لشکر و فیل خانہ یہین چھوڑا اور بہت جلد پادشاہ کی خدمت مین پہنچگیا۔ پادشاہ نے خسروانی نوازش کرکے یہ بیت پڑھی ؎

فرخندہ شبے باید و خوش مہتابے ٭ تا با تو حکایت کنم از ہر بابے ٭ چونکہ سپاہ احمد نگر کی کشائش کو لگی ہوئی تھی اور پادشاہ نزدیک گیا تھا اسلئے آگے چلنے کی ٹھہری اور ۱۲ اسفندارمذ کو پادشاہ برہانپور مین آگیا۔ آگرہ سے اس شہر تک ۲۲۶ کروہ کا فاصلہ ہے ۱۹۵ دنون مین ۶۹ کوچون مین پادشاہ نے طے کیا۔ ۲۲ خان اعظم آصف خان و شیخ فرید ابو الفضل کو آسیر کے محاصرہ کرنیکے لئے بھیجا جو لشکر پہلے بسرکردگی شیخ فرید بخشی آسیر کی فتح کو گیا تھا اُسنے اپنے آدمیون کی کمی اور دشمنون کی افزونی کے سبب سے دوربینی کے ساتھ یہ کام کیا تھا کہ وہ قلعہ کے تین کونے پڑا تھا۔ بعض ناتوان بینون نے اور رنگ سے اس امر کو پادشاہ سے گذارش کیا پادشاہ کو گران خاطر ہوا۔ ابو الفضل نے پادشاہ سے حقیقت حال کو بیان کرکے اس گرانی کو دور کیا۔ اس تاریخ خاندیس کی نگہبانی ابو الفضل کو سپرد ہوئی ۲۳ کو اُسنے دو جگہ آدمی بٹھائے۔ ایک طرف اپنے بھائی شیخ ابو البرکات کو دوسری طرف شیخ عبد الرحمن اپنے بیٹے کو۔ تھوڑے عرصہ مین اُنھون نے گردن کشون کو مالش دی اور سرکشون کو مطیع کیا۔ خاندیس کی سپاہ نے بندگی قبول کی۔ کسانون کو ایسا دلاسا دیا گیا کہ وہ اپنی کشت کار مین مشغول ہوئے۔ ۷ اردی بہشت کو مظفر حسین کو النگ پر بھیجا۔ یہان فولاد خان حبشی و روپ رائے۔ و ملک بشیر اور بعض اور سردار خاندیس کی بندگی کی داستان گذارش کرتے تھے رائے درگا۔ رائے منوہر۔ خواجگی فتح اللہ۔ میرزاہد و میر گدائی و میر عبد الحی کو بسرکردگی میرزاہد کو اسطرف پادشاہ نے بھیجا۔ اگر یہ لوگ اندرز سرائی کو قبول کرین تو اُنکو ہمارے پاس روانہ کرین اور خود قلعہ کی فتح مین مصروف ہون ورنہ انکی مالش کرین۔ پٹن مین ابو الفضل کے سمجھانے سے فولاد خان نے فرمان پذیری کا استوار پیمان کیا۔ مسعود بیگ سو بادشاہی فیل لئے گجرات جاتا تھا کہ وہ فولاد خان سے ملا۔ روپ رائے فولاد کو اپنے سے کمزور سمجھکر

لڑا اور زخمی ہو کر بھاگا اور کچھہ دنون بعد مر گیا۔ ہاتھی اور سارا اسباب اسکا فولاد خان کے ہاتھ آیا۔ فولاد خان کی نیک پرستاری ثابت ہوئی وہ ۱۲ کو بادشاہ کی خدمت مین آیا اور منصب ہزاری پایا۔ اُنھین دنونمین بہادر خان نے بھی معذرت کی اور پناہ مانگی۔ اپنی مادر کلان اور بیٹے کو ساٹھ ہاتھیون کے ساتھ بھیجا۔ اور عرض کیا کہ اپنی لغزش کے سبب سے میرے دلپر بالکل خوف چھا رہا ہی اس سبب سے مین حاضری سے معذور ہون کچھہ دنون مجھہ سے خدمت غائبانہ لیجائے تاکہ میرا ہراس دور ہو جائے۔ نیکو پرستاری کی دستاویز سے درگاہِ والا مین آدن اپنی بیٹی کو بھیجتا ہون اس کو سلطان خسرو کے مشکوی مین حضور سپرد فرمائین۔ اسباب اور مال پیشکش مین بھیجتا ہون وہ سوچا یہ تھا کہ ان دنونمین قحط پڑ رہا ہی میرے اس عذر کو حضور قبول فرما کر کوچ فرمائینگے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ کوئی عذر تیرا قبول نہین ہوگا جبتک وہ نہ آئیگا ہمارے پیمان پر بھروسہ کر کے چلا آ اور خدمتگذاری جلدی سے کر ابو الفضل نے سندداس کو بھیجکر قلعہ سنبل ودل وجامو فتح کر لئے اِن قلعونمین ابراہیم نے سر اُٹھایا تھا وہ لڑا اور دستگیر ہوا۔ اور اپنی سزا کو پہنچا۔ متھراداس بھی مردانہ لڑ کر جان سپار ہوا۔ ۵۰۲ کو ابو الفضل کو منصب چار ہزاری ملا اور صفدر خان نبیرہ راجہ علیخان اور ہمشیرہ زادہ ابو الفضل کو منصب ہزاری ملا تاکہ خاندیس کی سپاہ اس سے گرویدہ ہو کوہ سلیر بہت بلند اور دشوار گذار تھا۔ قلعہ نشین آسپر چڑہتے اور گزند پہونچاتے۔ قرا بیگ مرزا یوسف و مرزا تولک اور بعض اور امرا دشمن سے لڑے اور پایہ بپایہ غنیم کو دفع کرتے گئے یہان تک کہ وہ قلعہ کے اندر چلے گئے اور اہل قلعہ کو قرا بیگ نے کچھہ تنگ حال کیا۔

سعادت خان حاکم ناسک فرمان پذیر ہوا۔ مگر اس کا غلام راجو تھا اسنے اس کے نوکرون کو بہکا کر اپنے ساتھ کر لیا۔ اور ہاتھی اور سارے اسباب پر قبضہ کر کے اس ملک کا مالک بن بیٹھا شاہزادہ دانیال کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے پانچ ہزار سپاہ بسر کردگی دولت خان بھیجی اُس سے خوب لڑائی ہوئی اور لشکر شاہی کو فتح نصیب ہوئی احمد نگر کے قلعہ کو سپاہ شاہی محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ سعادت خان و فرہاد خان

وشجاعت خان۔ شرزہ خان۔ عبدالستار خان اور بہت سے دکنی اور زنگی عہد وپیمان لیکر شاہزادہ کے پاس آئے۔ مگر دشمنان دوست نما کو یہ سودا ہوا کہ انکی کارشکنی کیجئے۔ اور پختہ کارون کے طور پر شاہزادہ کو ان کی طرف سے بھڑکایئے۔ انکی رہنمونی سے انمین سے بہت کو گرفتار کرلیا۔ فرہاد خان اور کئی ایک اور مرزا خان کی ہمراہی مین بے خوف خطر خدمتگذار تھے وہ بھاگ گئے پیمان شکنی کی شہرت نے تازہ شورش برپا کی جو رئیس شہزادہ سے ملنے آئے تھے وہ اُلٹے چلے گئے۔

لشکر شاہی احمدنگر کی فتح مین مصروف تھا بیجاپور کا لشکر اپنی سرحد کی پاسداری کے واسطے سرحد پر آیا تھا اور بڑی نگرانی کرتا تھا۔ غرض پرست فتنہ دوستون نے اس لشکر کے آنے کی گرم بازاری کو اور روش پر ادا کیا۔ قریب تھا کہ قلعہ کے گرد سے سپاہ اُٹھ جائے۔ مگر کچھ ایسا سبب ہو گیا کہ اسنے محاصرہ نہ چھوڑا۔ لیکن ناسک سے سپاہ بطور بلائی گئی اور وہ ملک لیا ہوا ہاتھ سے بُری طرح نکل گیا چودھوین کو بادشاہ برہانپور پہنچگیا لشکر شاہی قلعہ احمدنگر کی فتح کو بھیجا گیا تھا اسکا یہ ارادہ تھا کہ بارش کے بعد اس کام پر دل لگائے مگر بادشاہ نے پیہم کوشش کی اور خود برہانپور مین آگیا تھا اسلئے لشکر نے اسپر توجہ کی۔ مرزا رستم ایک لاکھ مہر لیکر مرزا دانیال پاس آگیا تھا۔ چاند بی بی اپنے پیمان پر جو ابوالفضل سے کیا تھا قائم تھی ابھنگ خان (نہنگ خان) بہت سے زنگی اور دکنی لیکر گرپوہ کے سرے پر کارزار کا آہنگ رکھتا تھا۔ یہ شاہی اقبال تھا کہ لشکر دکن مین نفاق و دوروئی پیدا ہوئی۔ ۲۶ فروردین کو ہر کس و ناکس کی زبان پر یہ تھا کہ بعض سردار بادشاہی سپاہ سے سازش رکھتے ہین اسلئے ابھنگ خان ہمت ہارے دیتا تھا اور بے لڑے پراگندہ ہوا جاتا تھا۔ ۲ اردی بہشت لشکر شاہی نے احمدنگر کے نزدیک خیمے ڈالے اور مورچالین امیرون کے لئے مقرر ہوئے۔ چاند بی بی اپنے عہد وپیمان کو تازہ کررہی تھی کہ جیشہ خان خواجہ سرا کو اسکی اطلاع ہوئی اُسنے بعض اہل قلعہ کے ساتھ

متفق ہوکر چاند بی بی کو مار ڈالا۔ اعتبار خان و میر صفی و مرزا تقی و حاجی محمد نے توپ اندازی شروع
کی۔ سپاہ شاہی کے دیر لگانے نے آسان کام کو مشکل کر دیا چند بار غنیم قلعہ سے باہر نکل کر لڑا۔
ناکام پھر گیا شاہزادہ کی سخت کوشش سے اسکے نوکر خاک ریزی (خندق کو مٹی سے پر کرنے پر)
پر دل نہاد ہوئے۔ خندق کو بالکل بھر کر دیوار کی برابر کر دیا خندق کی چوڑائی ۳۰ گز سے ۴۰ گز
تھی۔ گہرائی ۷ گز۔ دیوار نیلے پتھر کی، ۲۷ گز بلند تھی۔ اگرچہ بہت آدمی خدمت کی بجا آوری مین
کوشش کرتے تھے مگر شاہزادہ کے اور مرزا یوسف خان کے مورچلون مین زیادہ اہتمام ہوتا تھا
انہون نے چند سرنگین لگائین تھین۔ مگر اہل قلعہ نے انکا پتا لگا لیا اور انکو خالی کر دیا۔ تعجب یہ ہے
کہ اہل قلعہ نے اندر سے نقب کھودی تھی اور اسمین آگ لگائی تھی مگر وہ خاک ریز مین افسردہ
ہو گئی اس سے کچھ گزند لشکر شاہی کو نہین پہنچا۔ بلکہ قلعہ کے ایک برج کو اُسنے ہلا کر شکست
پیوند کر دیا۔ اسپر لشکر شاہی کو اطلاع ہوئی اور اسکو خالی کیا اور اُسمین ایکسو اسّی من بارود
بھر کی اور اُسنے ایک برج کو جسکا نام لیلے تھا۔ اور تیس ۳۰ گز دیوار کو ہوا مین اُڑا دیا۔ اُسکے
پتھرون سے دشمن کچلے گئے۔ مگر لشکر شاہی مین ایک کُتّا بھی آنکر نہین پڑی۔ پھر اس راہ
سے قلعہ مین تیز دست گھس گئے اور بہت سے مرزا یوسف خان کے مورچال مین سے
قلعہ کے اندر چلے گئے۔ غنیم کے پندرہ سو آدمی مارے اور کچھ آدمیون کو ان کے دوستون کی
سفارش سے رہائی دی۔ برہان نظام الملک کا پوتا ابراہیم کا بیٹا بہادر ہاتھ آیا
گرانمایہ جواہر و مرصع آلات و عجیب کتب خانہ اور بہت سامال و اسباب اور پچیس ہاتھی
غنیمت مین ہاتھ لگے۔ توپین اور بارود حد سے زیادہ۔ باوجودیکہ برسات کا موسم
تھا مگر ان دنون مین بارش نہوئی۔ خاک ریز آسانی سے ہو گیا دوسرے روز سے
موسلا دھار مینھہ برسنا شروع ہوا۔ بادشاہ کو اس فتح کی برہان پور مین دو روز
بعد اطلاع ہوئی۔ بادشاہ جنیر مین ۲۳ آبان کو آیا۔ یہ آباد شہر نظام الملک کے باپ دادا کا
تھا۔ اسکے قلعہ کا نام سنیر تھا جب احمد نگر فتح ہو گیا تو مرزا خان کو اس قلعہ کیطرف

بھیجا وہ بے جنگ ہاتھ آیا۔ بہادر خان نے عزہ مہر کو سادات خان کو جو اسکا میر شمشیر تھا پادشاہ کے
پاس دو تین ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا وہ پادشاہ کے پاس آیا۔ وہی پہلا پیغام اُسکا گذارش کیا۔ مگر
پادشاہ نے اُسے نہین قبول کیا۔ ایلچی کو واپس جانیکی اجازت دی مگر اسنے عرض کیا کہ مین بہت
مشکل سے اس تنگنا سے نکلا ہون مجھے مدت سے حضور کی قدمبوسی کی آرزو تھی۔ اسلئے پادشاہ نے
اُسے ہزاری کا منصب دیا اور شیخ پیر محمد حسین کے ہاتھ جو اسکے ہمراہ تھا۔ بہادر خان پاس جواب بھیجدیا۔

آسیر منتخب قلعون مین سے تھا استواری اور بلندی مین بے نظیر تھا۔ اسکی کمرگاہ مین
ایک نامور قلعہ مالی گڈھ تھا جو آسیر مین جانا چاہے تو اول اس کو اس قلعہ مین گذرنا پڑتا ہے
اسکے شمال شرق مین چونہ مالی ہے جسکی کچھ دیوار بننے سے رہگئی ہے مشرق سے نیرت تک
پہاڑیان ہین۔ جنوب مین سربلند پہاڑ کوڈھیہ ہے۔ نیرت مین ایک پہاڑ ساپن ہے۔ دشمنون نے
ان سب جگہون کو توپ اور آدمیون سے اُستوار کر رکھا تھا۔ ساپن کی فتح ہونیکا حال پہلے
بیان ہوا ہے۔ کوتاہ اندیش اسکی فتح کو پسند نہین کرتے تھے۔ بنگاہ کی دوری سے سب چھوٹے
بڑون کا دل آزردہ ہوتا تھا۔ اہل قلعہ کی زرفشانی نے بھی بعض کو متزلزل کر رکھا تھا
اہل قلعہ مین سے ایک نے قرابیگ سے ملکر پوشیدہ راہ بتائی کہ اس سے بآسانی جا سکتے ہو مگر کارپردہی
منظور نہ تھی۔ اسلئے اسکی اطلاع پر کان نہ لگایا جب پادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو خبر دینے والے کو
سودائی بتا دیا۔ بہت آدمیون کے مرنے کی خبر سنا کر پادشاہ کو باز رکھا۔ ۱۷ آذر ۱۰۰۹ھ کو
ابوالفضل کو اس مہم کا اہتمام سپرد ہوا۔ جب وہ یہان آیا تو قرابیگ سے اس راہ کو پوچھا
اہل مورچال کو اطلاع دی کہ اس ہفتہ مین قلعہ کشائی کے لئے دوڑونگا جب نقارہ کرنا کی
آواز سنو تو ہر ایک زینہ پر سوار ہو کر قلعہ مین آؤ اور نقارہ کو بہت زور سے بجاؤ۔ اُنھون نے
خواہ مخواہ قبول کیا۔ مگر اسکو دیوانہ افسانہ جانا۔

۱۸ کی اندھیری رات مین مینہہ برسنے کے اندر خاص آدمیون کو گروہ گروہ کر کے
ساپن پہاڑ کے اوپر چڑھایا۔ اول آدھی رات کو قرابیگ کو ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا

فتح مالی گڈھ ۱۰۰۹ھ

اُسنے پایہ بپایہ اپنے مورچال کے آدمیون کو بھیجا۔ آخر شب مین پہلے گروہ کے چند آدمی اس پوشیدہ راہ مین چلے۔ دروازہ مالی کو توڑا۔ بہت سے جوان مرد قلعہ کے اندر آئے۔ نقارہ اور کرنا قلعہ کے اندر بجا۔ آدمیون کے آنے مین دیر لگی اسلیئے قلعہ نشین کچھہ لڑے۔ ابو الفضل خود آیا۔ رہبر نے راہ بتانے مین کچھہ غلطی کی۔ لڑائی گرم ہو رہی تھی مینہہ برس رہا تھا صبح کے وقت وہ طناب پر چڑھ کر قلعہ مین گیا تھوڑی دیر غنیم سراسیمہ ہو کر آسیر مین بھاگ گیا جب دن ہوا تو اور مورچال نشین بھی ہر طرف سے لڑنے کودوڑے گڈھیہ اور چونہ پر پہنچے۔

اس امر کا خیال بھی نہ تھا کہ مرزبان خاندیس بادشاہ کیلئے دروازہ نہ کھولیگا۔ اس لیئے سامان قلعہ کشائی ہمراہ نہ تھا۔ ہزار کوشش سے چند توپین پرنالہ وکاویل واحد آباد سے آئین جب مالی گڈہ فتح ہوا تو بہادر خان کی آنکھین کھلین۔ ایک وزیر اپنا ابو الفضل پاس بھیجا۔ بادشاہ کی خدمت مین آئیکی اور پناہ مانگنے کی درخواست کی اسکا جواب اسنے کچھہ دیا جب وہ بہت رو یا دھویا تو اسکے فرستادہ کو بادشاہ پاس بھیجدیا۔ ۲۳ آذر کو بادشاہ نے راجہ اس کو اُس پاس بھیجا وہ چوتھے روز مقرب خان کو جو بہادر خان کی ناک کا بال تھا ساتھ لایا۔ اُسنے پیام عرض کیا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ قلعہ اور ملک اسکو پھیر دیا جائے اور قیدی رہائی پائین تو سر کے بل حضور کے پاس آتا ہون۔ ایک پرانی رسم یہان چلی آتی ہی کہ وارثون مین سے ایک مسند نشین ہوتا ہے اور سب بھائی اور خویش اسکے نہانخانون مین زہ وزاد کے ساتھ بسر کرتے ہین۔ بادشاہ نے اسے قبول کر لیا جان وناموس کی امان دی۔ بہادر خان بادشاہ کی خدمت مین ناصیہ فرسا ہوا۔ اس کے دو چھوٹے بیٹے افضل خان اور خداوند خان اور اور امرا اسکے باریاب ہوئے۔

قلعہ مین آذوقہ بہت تھا۔ توپون کی کثرت تھی۔ سپاہ کی فراوانی اور آلات پاسبانی کا سامان ایسا تھا کہ کسی اور قلعہ مین نہ تھا۔ یہان بادشاہی لشکر مین قلعہ گیری کا سامان نہ تھا۔ اس قلعہ کے محاصرہ مین آدمیون کے اجتماع سے وبا شروع ہوئی۔ بہت آدمی روز مرتے مگر اہل قلعہ رعیت کے مرنے پر کچھہ خیال نہیں کرتے اور نہ سنتے

[illegible]

سپاہ آسائش سے رہی اور مورچل آگے بڑھتے گئے۔ توپوں نے اپنے گولے برسائے۔ مگر لشکر شاہی میں سے سوائے ارغ بیگ بدخشی و سید ابو اسحق صفوی کے کوئی بڑا آدمی نہین مرا۔

ان دنون مین بادشاہ نے بیجاپور و گلکنڈہ و بیدر مین ایلچی بھیجے۔ عادل خان مرزبان بیجاپور نے اول ایک لعل گران بہا بھیجکر نیایشگری کی۔ ایسے ہی قطب الملک گلکنڈہ نے اور ملک برید بیدر نے نیازمندی ظاہر کی۔ ان سب کی خواہش یہ تھی کہ کچھ دنون کے لئے بارگاہ خلافت سے دلدہی کے ساتھ نامزد ہون۔ شاہزادہ مراد کے مہنے پر اور بیر کی لڑائی پر اور احمد نگر کے محاصرہ پر نظام الملکیون نے اُنسے یاوری چاہی مگر اُنھون نے بادشاہ کی دولت خواہی کا سررشتہ چھوڑ کر انکی باتون پر کان نہ لگایا۔ اولیاء دولت بھی بادشاہ کی بازگشت کے لیے سب ڈھونڈ رہے تھے اسلئے دکنیون کی آرزوئین پوری ہوئین۔ ۱۲ر کو بادشاہ نے عادل خان پاس شریف سرمدی قطب الملک پاس مسعود بیگ کو ملک برید پاس مومن بیگ کو بھیجا اور زبانی اور تحریری بہت سی نصیحتین انکو کین۔

احمد نگر فتح ہوگیا مگر کارسازون کی ناپروائی سے فتنہ بڑھنے لگا اناج مہنگے ہونے نے لشکر شاہی کی قوت کو ضعیف کیا۔ دکن کے خودکام فراہم ہوکر شورش برپا کرنے لگے مرتضیٰ نظام الملک کے چچا شاہ علی کے بیٹے علی کو انھون نے اپنا نظام الملک بنایا بادشاہ کو سارا حال بیان کا نہین معلوم ہوا۔ مگر علی پسر شاہ علی کی بدگوہری اور راجو کی فتنہ افزائی بہت مشہور ہوگئی۔ اس سبب سے خانخانان کو احمد نگر بھجوایا اور ابو الفضل کو ناسک روانہ کیا۔

جب ابو الفضل نے ملک ناسک کی فتح کا سامان اچھی طرح آمادہ کیا اور سرتابونکی مالش کے عمدہ روش پر آمادہ ہوا تو حیلہ پردازون حسد پیشون نے بادشاہ سے ۵ر اسفندارمذ کو حکم بھجوایا کہ پسر شاہ علی کے پاس بہت آدمی جمع ہوگئے ہین وہان جاؤ اور خانخانان کے ساتھ اتفاق کرکے کام کو شائستگی سے انجام دو۔ ابو الفضل قصبہ الوسے اسطرف روانہ ہوا۔

مرزا دانیال کا بادشاہ پاس آنا سنہ ۱۰۰۹

جسوقت سے احمدنگر فتح ہوا تھا شاہزادہ دانیال کو باپ پاس جانیکی لو لگی۔ بادشاہ نے بھی اُس پاس فرمان بھیجدیا کہ مرزا شاہرخ کو احمدنگر سپرد کرکے میرے پاس چلے آؤ۔ دہم اسفندیار مذکور وہ بادشاہ کی خدمت مین آیا۔ بادشاہ نے اسپر نوازش کرکے خاندیس کی حکومت عنایت کی اور اس ملک کا نام اسکے نام پر داندیس رکھا۔ شاہزادہ دانیال نے دولت خان لودی کو نوکر رکھکر اور دو ہزاری منصب دیکر احمدنگر مین مرزا شاہرخ کی کمک کو بھیجا تھا وہ قولنج سے مر گیا۔ ۲۰ کو خواجگی فتح اللہ ناسک کی طرف اسلئے بھیجا گیا کہ یہان کا حاکم سعادت خان پیمان شکنی کرکے باغی ہو گیا تھا مگر اب وہ یہ چاہتا تھا کہ مجھے کوئی نیکر دیا دشاہ پاس لیجائے۔ بادشاہ نے ۲۲ کو بہادر خان کو گوالیار بھیجا کہ وہان زندان کو دبستان بنا کے کچھ آگہی حاصل کرے۔ مہربانی سے زہ وزاد اسکا ہمراہ کیا۔ ولی بیگ وسیام بیگ وابو ناصر اور کچھ سپاہ کو ساتھ کردیا۔

عادل خان بیجاپور کا فرمانروا آرزو رکھتا تھا کہ اسکی بیٹی کا نکاح شاہزادہ دانیال سے ٹھہر جائے۔ اسلئے ۲۹ کو میر جمال الدین انجو خواستگاری کے ساتھ وہان بھیجا گیا۔

علی پسر ولی خان کا فساد کرنا سنہ ۱۰۰۹

بریدکے امرا پیشین مین سے علی پسر ولی خان تھا وہ بیجاپور کے نزدیک اس فکر مین تھا کہ کسی طرح بڑا آدمی ہو جاؤن۔ کچھ آدمیون نے اُسے بلا کر تھوڑے دنون بیدر مین بھی چھپا رکھا تھا اس زمانہ مین کہ مومن بادشاہ کی طرف اندرز گوئی کے لئے گیا تو علی اسکے قبول کے خیال سے قلعہ سے نکل کر شہر مین آیا مگر زر پرست ناسپاسون نے اسکو ایذا پہنچا کر ایک شور برپا کردیا۔ علی مجبوری زہ وزاد کو لیکر ناروان سے گلکنڈہ کو چلا۔ بدنہادون نے پیچھے آکر اسکی مان اور رشتہ دارون کو دستگیر کیا اور انکو مار ڈالا۔ غرض بادشاہ سے سرتابی کی سزا اسکو یہ ملگئی۔

ابوالفضل کا پسر شاہ علی کے علاج کیلئے روانہ ہونا سنہ ۱۰۰۹

علی پسر شاہ علی کو سزا دینا بڑا کام تھا اسلئے ابوالفضل کو ناسک سے بلایا تھا وہ برن گاؤن کے قریب پہلے سال مین خانخانان سے ملا ناگاہ یہ خبر آئی کہ دکھور زمیندار عادل خان بیجاپوری کی مالش سے احمدنگر کے قریب آیا ہی اگرچہ وہ فرمان پذیری کی داستان کہتا ہے مگر اسکی دست یازی کا خوف ہے وہ ملک احمدنگر کا بڑا زمیندار ہے۔ پانچہزار سوار اور بارہ ہزار

پیادے اُس پاس ہین۔ سال گذشتہ مین جالناپور مین خانمان اسکی دلاسا کے لئے اس طرف گیا تھا۔ اور ابو الفضل کو علی پسر شاہ علی کی چارہ گری سپرد کی۔ ساحل گنگ (گوداوری) پر آیا بہت سے امیر جو پہلے اس کام کیلیے گئے تھے وہ موجود تھے۔ قلعہ کالنہ فتح ہو گیا۔ احمد نگر کے منتخب قلعون مین سے تھا اور سعادت خان پاس تھا وہ مدت سے بندگی کی آرزو رکھتا تھا۔ جب خواجگی فتح اللہ جسکا اوپر ذکر ہوا اُس قلعہ کے نزدیک آیا تو اُسنے شائستگی کے ساتھ یہ قلعہ اُسکو سپرد کر دیا۔ ۳ اُردی بہشت کو شاہزادہ دانیال پاس بادشاہ نے دو لاکھ مہر بھیجین جس سے ملک کشائی کی قوت بڑھ گئی۔

پہلے اس سے کہ قلعہ احمد نگر فتح ہو بعض اولیا دولت کو بنگاہ دوستی کے سبب سے اور ایک گروہ گرانی اشیاء کی وجہ سے بعض دکان آرائی کی وجہ سے سخت کوشش کرتے تھے کہ شہریار بغیر آسیر فتح کیے اُلٹا چلا جائے۔ بادشاہ سے جب کوئی بازگشت کے لئے کہتا تو اسکو جواب ایسا دیتا کہ اُسکی زبان بند ہو جاتی۔ جب قلعہ آسیر فتح ہو گیا تو اولیا دولت نے اور زیادہ مراجعت کیلیے باتین بنانی شروع کین۔ بادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ملک احمد نگر بالکل ناسپاسی کے خس و خاشاک سے پاک ہو۔ اسکے بعد بیجاپور و گلکنڈہ و بیدر پر غلبہ ہو کہ وہان کے فرمانروا فرمان پذیری کا استوار عہد کرین۔ ان دنون مین مرزبانون کے نیائش نامے بادشاہ پاس آئے تو کوچ کرنیوالون کے ہاتھ ایک دستاویز آئی۔ بادشاہ کا ارادہ نہ تھا کہ جبتک ایلچی نہ آئین وہ جائے لیکن سب چھوٹے بڑون کی سخت کوشش سے ۱۱ اُردی بہشت کو اُسنے کوچ کیا۔ ۱۲ کی رات کو بہت سے آدمی بن پوچھے ابو الفضل سے جدا ہو گئے۔ بہت دنون سے انکا ارادہ ہندوستان جانے کا بادشاہ کے ساتھ تھا۔ غرض بادشاہ کے جانے کی خبر گرم ہوئی تو عجب روا روی پیدا ہوئی۔ دکن کے ناسپاسون نے شورش مچائی۔ ہر روز لڑائی ہونی شروع ہوئی۔ اس براہ روی مین جعفر پسر مرزا یوسف دکنیون کے ہاتھ مین گرفتار ہو گیا جس سے انکا غرور بڑھ گیا۔ شاہزادہ نے جو اپنے اہل حرم کو احمد نگر سے بلایا تو اور آشوب بڑھا۔ مرزا یوسف خان کی سپاہ کو لیکر مرزا رستم بیراہہ ہوا۔ بادشاہ اسپر خفا ہوا کچھ دنون کورنش سے باز رکھا

راے درگا اور راے بھوج بھی جنکو ابوالفضل سے ملنے کا حکم ہوا تھا اپنے گھر چلے گئے اگرچہ وہ کارپژوہ نہ تھے مگر انکے ملنے سے ابوالفضل کو تقویت ہوئی۔ ۱۵ر کو مرزا شاہرخ پادشاہ پاس چلا گیا۔ دانیال نے اسکو احمدنگر مین مقرر کیا تھا۔ ۲۶ر کو پادشاہ نے ابوالفضل پاس بیس ہاتھی اور اسیقدر ہتنال (توپ جسکو ہاتھی کھینچین) اور دس گھوڑے اور کچھ روپے بھیجے جس سے فیروزی کا سرمایہ بڑھا۔ ۲۸ر کو سلطان دانیال کو پادشاہ نے برہانپور بھیجا۔ پادشاہ کا ارادہ تھا کہ اسکو ہاتھی کے شکار مین اپنے ساتھ لیجائے مگر دکن مین شورش ہونے سے اسکو اُلٹا بھیجدیا۔ مرزا شاہرخ۔ مرزا یوسف خان۔ شہاب الدین قندھاری کے برخوردار یوسف مسعود خان حبشی اور تین ہزار ایماق بدخشی جو توران سے ابھی نئے آئے تھے اور بہت سے اور سپاہیون کو اُسکے ہمراہ کیا جس سے روداروی کچھ کم ہوئی۔

صوبہ احمدنگر کے عمدہ قلعو نمین قلعہ تربنگ تھا۔ آب گنگ (گوداوری) کا سرچشمہ اسمین جوش کرتا تھا۔ وہ ایک بزرگ پرستشکدہ تھا وہ سعادت خان پاس تھا۔ ہمنے پہلے لکھا ہے کہ وہ پادشاہ کا تابع ہوگیا تھا۔ اسنے قلعہ کالنہ سپرد کیا تھا۔ یہ قلعہ بھی پادشاہی آدمیون کو یہان لاکر اسنے سپرد کیا۔ مگر سپاہ کے سردارون نے دل گرفتگی کے سبب سے قلعہ کی پاسبانی کا سامان نہ کیا اور اُلٹے چلے گئے۔ راجو بہت سی سپاہ کے ساتھ پیچھے آیا۔ لڑتا ہوا آگے چلا۔ جہان وہ آیا پادشاہی سپاہ کو فتح ہوئی۔ راجہ بھرجی وہاشم بیگ فولاد خان و ملک شیر و سادات بارہ و عظمت خان نے کارہاے نمایان کئے ہر ایک اپنے اقطاع کو گیا۔ راجو نے پھر کر قلعہ پر غلبہ پایا۔ بہادر خان گیلانی تلنگانہ مین حاکم تھا اُس پاس جنگ کا سامان کم تھا عنبر جیو نے بہت سے دکنی وزنگی جمع کرکے اسپر حملہ کیا۔ وہ کچھ لڑا اُسنے شکست پائی اور کسی طرف چلا گیا۔ غرض پرستی کے سبب سے پادشاہ کو اس کی اطلاع نہین ہوئی اس حبشی نے خودسرون کو جمع کرکے ہنگامہ ناسپاسی برپا کیا۔ سپاہ تلنگانہ کا سردار علی مردان خان تھا۔ وہ پاتھری کے نزدیک شیر خواجہ کی یاوری کو آیا تھا کہ اسنے سُنا بہادر خان گیلانی کو

تلنگانہ کے معاملات و شیخ عبدالرحمن کا فتح پانا ۱۰۰۹ھ

شکست ہوئی وہ پھر اُلٹا چلا گیا۔ خیرہ سری سے آمادگی بغیر لڑنے لگا بہت سے اسکے ساتھی بھاگ گئے
مگر وہ ثابت قدم رہکر لڑتا رہا۔ یہانتک کہ گرفتار ہو گیا۔ ابو الفضل علی پسر شاہ علی کی مالش کے
درپے تھا۔ علی مردان خان کا یہ حال ہوا۔ تلنگانہ ہاتھ سے گیا اور شورش بلند ہوئی ابو الفضل نے
چاہا کہ مرزا رستم کو کچھ سپاہ کے ساتھ اس طرف بھیجے مگر اسنے کج نشتون کی رہنمونی سے انکار کیا
ناچار اسکو اپنے بیٹے عبد الرحمن کو اس خدمت پر بھیجنا پڑا۔ بارہ سو سوار اسکے ساتھ گئے۔ بہادر الملک
رستم عرب شمشیر عرب کو اسکے لشکر مین لپیٹا۔ پاتھری مین شیر خواجہ کو دلاویز نامے لکھے کہ لڑائی مین
سرگرم ہو۔ عبد الرحمن جاکر شیر خواجہ سے ملا اُسنے بزم یکجہتی آراستہ کی اور کار آگہی اور مردانگی کو
ہمدوش کیا۔ پسر شاہ علی نے فرہاد خان اور حبشیون اور دکنیون کو روانہ کیا اور ہنگامہ سپاہی
گرم کیا پادشاہی سپاہ نے اسطرح صف بندی کی۔ قول مین شیخ عبد الرحمن۔ میر بزار میر محمد امین
جودی۔ میر عبد الملک۔ بجلی خان۔ یوسف حجار۔ سید علی بعض منصبدار ہراول مین۔ شیر خواجہ
باز بہادر وغیرہ برانغار مین حمید خان وغیرہ جرانغار مین بہادر الملک بہادر خان گیلانی وغیرہ نے
نانڈیر کے قریب دریائے گنگ (گوداوری) سے عبور کیا۔ دو دبار مانجرا کے قریب مخالف کی سپاہ
آئی جسکے قلب مین عنبر جیو دست راست مین فرہاد خان نگی اور دست چپ مین منصور خان حبشی بجلی
روز یکشنبہ ۶ خرداد کو دوپہر سے لڑائی شروع ہوئی غنیم سے پہلے لشکر پادشاہ کی فوجین آراستہ ہوئین
بہت دیر کے بعد سپاہ غنیم اس ملک کے دستور کے موافق شورش مچاتی ہوئی پہونچی جنگ مین بہت سے
پادشاہی آدمیونکے پاؤن نہ جمے۔ کچھ ہراول اسکا لٹ گیا۔ پھر پادشاہی بہادرون نے جنگ مین ثابت قدمی کی
کئی دفعہ ہر طرف کا لشکر آگے پیچھے ہٹا۔ سپاہ کے انتظام مین پراگندگی ہوئی۔ اسوقت قول نہایت عمدہ طرح
سے آیا کہ غنیم بے تاب ہو کر بھاگا بہت اسکے سپاہی زخمی ہو کر باہر چلے گئے۔ ہاتھی اور بہت غنیمت
پادشاہی لشکر کو ہاتھ لگی۔ پادشاہی لشکر مین کوئی بڑا آدمی نہین مارا گیا۔ رستم خان۔ زاہد بیگ
براغ بیگ۔ میر عبد الملک و میر حجاج و سید علی کچھ زخمی ہوئے اور اچھے ہو گئے لیکن گھوڑے
بہت سے مارے گئے۔ دن تھوڑا باقی تھا اسلیئے تھوڑی دور تعاقب کرکے پادشاہی لشکر چلا آیا

سپاس گذاری کے لئے انجمن ہوئی۔ اس لڑائی مین تیر خواجہ و بہادر الملک حمید خان نے سخت کوشش کی غنیم کا لشکر پانچہزار اور بادشاہی لشکر تین ہزار تھا۔ مگر اسنے یہ دشوار کام آسان کیا۔ اب سپاہ پاتھری سے تلنگانہ مین آئی۔ کچھ نظام الملک کی سپاہ اس سے لڑنے آئی۔ راے چند سو سوار لیکر اس سے لڑنے گیا اور فتحمند ہوا۔ مرزا خان جنیر سے نکلا۔ گرانی اجناس کے سبب سے شاہی لشکر مین فتور آیا۔ ہندیا زمیندار نے سرور حبشی و محمد خان زنگی اور سرکشون کو لیکر ہنگامہ برپا کیا۔ مرزا خان کم یاوری اور گران ارجی و تہیدستی کے سبب لڑتا ہوا احمد نگر کیطرف آیا۔ ۱۱ خرداد کو اس شہر مین پہنچکر آرام کیا۔

جب بادشاہ برہانپور مین تھا تو علی نے اپنے کارآگہون کو بھیجکر اپنی بندگی بادشاہ سے عرض کی وہ لوگ بادشاہ کا کوچ یہان سے چاہتے تھے انہون نے اس کی گذارش کو گران ارز بنایا۔ اسکے دلاسے کا فرمان حاصل کیا اور بہربنس کے ہاتھ بھجوایا جب بادشاہ کے کوچ کا آوازہ گرم ہوا۔ تو فرستادہ نہ فرمان کو بہ آئین دلخواہ لیجاتا تھا نہ جواب دیتا تھا جب ابو الفضل گوداوری کے کنارہ پر آیا اور آگے جانے کا ارادہ کیا تو اُسنے عذر کرنیکا قصد کیا اور فرستادہ کو اپنے پاس بُلایا۔ دونوں مین بہت نادرست گفتار درمیان مین آئی۔ ناگاہ شورش تلنگانہ برپا ہوئی۔ علی مردان بہادر و مرزا یوسف کا بیٹا گرفتار ہوئے فرمان فرمانے کو کوچ کا اور بادشاہی لشکر مین سے بہتسے آدمیونکے چلے جانیکا آوازہ بلند ہوا۔ تو علی نے پھر سرتابی کی لشکر کے قریب کچھ اوباش بھیجکر شورش مچائی ہر دفعہ لڑائی مین بادشاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ ناگاہ تلنگانہ کی شکست کی خبر سب جا پھیل گئی تو علی نے زاری و پوزش گری کی متواتر لابہ گری کی اسکو جواب ایسے ملے کہ اُس سے اور بھی وہ گھبرایا۔ شرمندگی اپنی ظاہر کی۔ فرستادہ کو نہایت بزرگداشت کے ساتھ مرزا یوسف خان کے بیٹے کو ہمراہ کرکے روانہ کیا۔ ۲۰ کو وہ لشکر مین آئے۔ ابو الحسن اور اسکے معتمدون نے یوسف خان کے بیٹے کو حوالہ کیا اور یہ قرار پایا کہ جب وہ علی مردان خان کو لائین اور پیمان نامہ بندگی سخت سوگندون کے ساتھ حوالہ کرین تو سرکار اڑلیسہ دھارور و کچھ ملک پیر

شکست تلنگانہ علی کی لابہ گری

اسکو دیئے جائین تاکہ وہ روز افزون پرستاری کرے اور خدمتگزاری سے باز نہ رہے۔

چونکہ دولت خان کو بے وقت بُلا لیا تھا۔ راجو نے دست درازی شروع کی ناسک اور بعض مقامات پر قبضہ کر لیا جب خواجگی فتح اللہ اس طرف گیا اور کچھ کام نہ کیا تو بہت سے ہمراہی اُس کے راجو سے جا ملے اس سبب سے وہ اور زیادہ سرکش ہو گیا۔ اُس زمانہ مین کہ ملک کے کارساز بے پروائی کی نیند مین سوتے تھے اور ابوالفضل بیمار تھا راجو دولت آباد سے آیا۔ جالناپور تک ملک لے لیا۔ ابوالفضل گو اور کام کے لئے مقرر ہوا تھا اور ناتوان تھا مگر اُس نے راجو کی مالش کو مقدم جانا۔ گوداوری کے کنارہ سے بارش کی شدت مین وہ چلا۔ میر مرتضےٰ و وفادار خان وغیرہ کو یہان اس خوف سے چھوڑا کہ علی اپنے عہد سے برگشتہ نہو جائے اور اس طرف شورش برپا ہو جائے وہ تیز چل کر آہوبرہ مین آیا راجو کو اس کا یقین نہ آیا جب اسکو یقین ہوا تو وہ اُلٹا چلا گیا۔

۱۶ ر کو ابوالفضل دولت آباد مین آیا جب اُس کو معلوم ہوا کہ راجو یہین کہین قریب ہے تو اُسنے آہوبرہ مین بنہ وبار کو چھوڑا اور اُسکی مالش کے لئے روانہ ہوا۔ راجو کہسار مین جا کر حوض قتلو پر سراسیمہ جا بیٹھا جب لشکر شاہی گریوہ سے نیچے اُترا تو راجو دولت آباد سے گذر کر ناسک کی طرف گیا۔ ۲۲ ر کو ابوالفضل حوض قتلو پر پہنچا ارادہ تھا کہ اُسکے پیچھے جا کر مالش کرے کہ ہمراہیون کے اختلاف آرا سے وہ اس ارادہ سے باز رہا۔

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ دن کو بیجاپور کے لشکر سے ہزیمت پا کے احمد نگر کی پناہ مین آیا تھا مگر وہ بھاگ گیا۔ اپنی زمین کو خالی پایا۔ وہان جا کر شورش کا خمیر مایہ ہوا پہلے ہی آدمی اس کی جان گزائی کے لئے تیار ہوئے تو اُسنے سخت کوشش کر کے اپنے تئین احمد نگر مین پہونچایا۔ لابہ گری اور زنہار خواہی شروع کی۔ خانخانان نے اسے منظور کر کے دست آویز گرفتاری بنایا۔ دکنونے دو ربینی چھوڑ کر باجی

رہائی پائی۔ یکجگنہ اور بعض اور جوانمرد بھی اپنے ہاتھیون کو کام مین لائے تین گروہ لڑتے ہوئے دولت آباد کے قریب پہونچے۔ اہل قلعہ راجو کے یاور ہوئے۔ قریب تھا کہ پادشاہی لشکر کو شکست ہو کہ ابوالفضل نے جا کر لڑائی کو سنبھال لیا اور غنیم کو پراگندہ کر دیا جب دن ختم ہوا اور لشکر پھر آیا اور کچھ نیچے اُتر آیا تو پھر مخالفون نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ گو سپاہ بے آئین ہو گئی تھی مگر پر بھی اس نے بعض دشمنون کو مارا۔ بعض کو اسیر کیا اور فتحمند ہوئے۔ کچھ دنون راجو مقابلہ مین نہ آسکا۔ قلعہ دولت آباد کی پناہ مین تھا۔ ادھر کو پھر بہت لشکر سے لڑنے آیا اور شکست پاکر بھاگا۔

ہمنے اوپر لکھا ہے کہ شیخ عبدالرحمن نے جب تلنگانہ پر فتح پائی تو حمید خان۔ باز بہادر در بہادر الملک کو اسکی نگہبانی کے لئے مقرر کیا تھا۔ مگر ملک کے کارساز بے پروائی کی نیند مین سو گئے اور ابوالفضل اس سرزمین سے کچھ زیادہ دور تھا۔ عنبر جیو نے بہت سے آدمیون کو جمع کر کے فتنہ اُٹھایا۔ پادشاہی سپاہ باوجود کمی کمک کے مردانگی کے غرور مین آنکر اُس سے لڑنے کھڑی ہو گئی۔ اسی سال دہمینہ مین مانجرا کے کنارے پر لڑائی ہوئی اور اسکو شکست ہو گئی۔ بہادر الملک مرہٹ کر گوداوری کے کنارے پر پناہ کی جگہ آگیا۔ اور حمید خان و باز بہادر اسیر ہو گئے۔ یون آباد ملک تلنگانہ ہاتھ سے گیا اور مخالفون نے امن و امان کے مقامومین شورش پیدا کی۔

دوبارہ راجو سپاہ کے جوق جوق بنا کے لشکر شاہی کے قریب لایا۔ اور ہر گروہ ایک کوہچہ کی پناہ مین پہلے اس سے بیٹھ گیا کہ پادشاہی سپاہ صف آرا ہو۔ اسکے بعض گروہون نے پھر کر دولت آباد کی طرف کوچ کیا اور مشہور یہ ہو گیا کہ راجو جاتا ہے۔ ابوالفضل اسکی طرف روانہ ہوا اور سپاہیون کی مالش کیلئے فوج مقرر کی راجو کی بہت سی فوجون کو لڑائی مین شکست ہوئی اور پادشاہی سپاہ فتح پاکر دن ڈھلے واپس آئی۔ راہ کے درمیان معلوم ہوا کہ راجو رہزنی کر رہا ہے۔ غازی خان کا بیٹا محسن اس سے لڑا اور قید ہو گیا۔ اب راجو دامنہ کوہ سے دولت آباد کو چلا۔ ابوالفضل اسطرف گیا۔ مرزا علی بیگ اکبر شاہی

چلا کالنہ کو لے لیا جسکو خواجگی فتح اللہ نے یعقوب بیگ شغالی وسعید بیگ بدخشی کو سپرد کیا تھا
اُنہون نے دو ہزار ہون رشوت مین لیکر ایسا مضبوط قلعہ اُسکو سپرد کر دیا۔

پاتھری مین شیر خواجہ و مرزا یوسف و مرزا کوچک علی و یعقوب بیگ و
محمد بیگ و برہان الملک و ابو الحسن اور بہت سے خدمتگذار جمع ہوئے تھے۔ فرہاد خان
زنگی شیر خواجہ کو گھیرے ہوئے تھا اُسنے شبخون مارا۔ سخت لڑائی ہوئی اور وہ
بھاگ گیا۔ ابو الفضل خانخانان سے پر نور مین ملا تھا۔ یہان سے اسکا ارادہ تھا
کہ فرہاد کی مالش کے لئے چلا جائے مگر ہمراہیون نے اسکا ساتھ نہ دیا۔ بادشاہی
سپاہ بہت دیر کرکے گوداوری سے پار ہوئی اور فرہاد خان سے لڑی۔ وہ بریلی
سے گذر کر انبہ جوکا مین چلا گیا۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ بادشاہی لشکر مشکل سے
آگے بڑھا۔ دست راست مین مرزا زاہد و میر گدائی دست چپ مین۔
بہادر الملک کجکنہ بیش مین شیر خواجہ تھے۔ اُنہون نے غنیم کے پشید ستیون کو کہ چار ہزار کے
قریب تھے پراگندہ کر دیا۔ اگرچہ رات کے قریب ہونیکے سبب سے مخالف کا تعاقب نہین
کیا مگر قلعہ لے لیا اور اس آباد شہر کو لوٹا اور بہت غنیمت لشکر شاہی کو ہاتھ آئی
اس رات کو خبر آئی کہ علی نے قلعہ دھارور کو پناہ سمجھ کر بہت سا لشکر جمع کیا
تھا وہ بیتابانہ کوہستان اوسہ مین گیا۔ قصد ہوا کہ صبح کو اسکو گرفتار کر لیوین
مگر امرا کی دورنگی کے سبب سے یہ کام عمل مین نہ آیا۔ علی بھی لابہ گزار ہوا اور معذرت نامے
متواتر بھیجے انہین دنون مین حمید خان اور اسکا بیٹا یوسف تلنگانہ کی آفت سے بڑی
شکل سے نکلا تھا۔ اُسنے کارآگہی سے کچھ آدمی جمع کئے اور سرتابون سے بہت لڑائیان
لڑا۔ ڈیڑھ سو سپاہ کے ساتھ وہ لشکر سے آن ملا۔ علی نے اُسکو اپنے ساتھ یک رنگ کرنا
چاہا تھا لیکن وہ اس سے نہ ملا۔ اسکا باپ نظربند تھا مگر ایک رات کو وہ بھاگ کر ایک زمیندار
کی رہنمونی سے لشکر مین آگیا۔ ہر طرف شورش مچ رہی تھی کہ شاہزادہ مرزا رستم اور

سپاہ کی بازگشت صلح کے ساتھ

مرزا یوسف کو یاوری کیلئے بھیجا۔ مرزا یوسف جب جالناپور مین آیا تو درد دُنبل سے مرگیا۔ بعض علی کے دیوافسانون کے بعض فتنہ دوستی کے سبب سے ایک گروہ کوتہ بینی کی وجہ سے کچھ سادہ لوحی کے سبب سے شادخواب ہوئے جب ساحل بابحر ایرجیہ لگا تو علی نے داستان سرائی زارہی کے ساتھ کی مرزا یوسف کے مرنے نے اور راجو کی شورش نے اور فاروقی پسر نے انکی خواہشون کی تائید کی قاسم کا باپ نیکو خدمتی مین مارا گیا تھا اسکی تیول کو ضبط کرلیا وہ راجو سے اپنی ناکامی کے سبب جاملا۔ اُسنے کچھ سپاہ اُسکے ساتھ کرکے دانڈیس بھیجی اور خود پیچھے روانہ ہوا۔ ناگزیر صلح قرار پائی اور اسمین یہ شرطین ٹھہرین کہ باز بہادر و علی مردان بہادر و ہزارہ بیگ کو روانہ کرے اور فرمان پذیری سے سرتابی نکرے تو کچھ ملک اسکو دیا جائیگا۔ لشکرگاہ سے پانچ کروہ اعتبار الملک اور برادر نیک راوان قیدیون کو لائے۔ میر مرتضےٰ اسطرف سے گیا اور پیمان نامہ لیا اور امان کا فرمان دیا۔ صبح کو لشکر نے بازگشت کی جب رامپوری کے قریب پہونچے تو تلنگانہ کا تسخیر کرنا اور اسکی پاسبانی میر مرتضےٰ کے سپرد ہوئی۔ بہادر الملک، رستم عرب و شمشیر عرب و سعید عرب و برہان الملک اسکے ہمراہ ہوئے اور انکی جاگیرین بہین مقرر ہوئین۔ میر رخصت ہوا اور یہ قرار پایا کہ پاتھری و تلنگانہ کی یاوری کیلئے پُر نور مین خانخانان ٹھہرے۔ ابوالفضل راجو کی مالش کیلئے جائے مرزا رستم و راجہ سورج سنگہ و مقیم خان مع برادران کے و راجہ بکرماجیت مقرر ہوئے مرزا علی بیگ و سادات بارہ اور جانش بہادر کے بھائی اور عادل خان مع برادران جو جالناپور مین تھے ہمراہی کیلئے نامزد ہوئے کچھ خزانہ اور بارگی بھی مرحمت ہوا ابوالفضل یون رخصت ہوا دوم بہمن کو برہانپور مین آیا اور شاہزادہ سے ملا۔ جب راجو کی مالش کے لئے وہ جالناپور مین آیا تو ہمراہی بہانہ بناکے اُس سے جدا ہوگئے ابوالفضل نے یہ ارادہ کیا کہ شاہزادہ سے اجازت لیکر بادشاہ پاس چلا جائے کہ اس آشوب سے نجات پائے مگر شاہزادہ نے اُسکو اجازت نہ دی اور راجو کی مالش کی درخواست کی تو ابوالفضل نے لکھا کہ مین حضور کے حکم سے باہر نہین لیکن حضور ملک کے کامون مین متوجہ نہین ہوتے اور بڑے بڑے کام

چند تنگ چشم حریصون کے سپرد کر رکھے ہین تو اس ناپروائی کے آشوب مین اور ناتوان بینی مین کیسے کوئی کار عظیم چل سکتا ہے اس کہنے سے شاہزادہ کو آگاہی ہوئی اور وہ اپنے کام مین کچھہ مصروف ہوا۔ ابو الفضل کو خلعت اور اسپ دیکر رخصت کیا۔

پادشاہ کے پاس شہزادہ دانیال نے عرضداشت بھیجی کہ رائے رایان خدمات دکن کے لئے مقرر ہو ملک گڈہ کے زمیندارون کی مالش کے لئے لشکر مقرر ہو۔ پادشاہ نے یہ درخواست اس کی منظور کی اور رائے رایان کو روانہ کیا۔ پادشاہ کو شاہزادہ کی ایک اور عرضداشت سے معلوم ہوا کہ علی حوالی احمد نگر مین اسباب فساد کی ترتیب مین فکر کر رہا ہے۔ شورش و فتنہ انگیزی کا خیال رکھتا ہے دو تین روز پہلے ولایت برار کی طرف عنبر جیو گیا تھا۔ وہان کے حاکم ملک بریدنے اسکے دفع کرنیکے لئے ابراہیم کو مقرر کیا تھا وہ عنبر سے سخت جنگ کرکے مارا گیا۔ اسکے چودہ [۱۴] ہاتھی اور اسکا تمام اسباب برتری عنبر کے ہاتھ آیا وہ اسکی خودسری و نخوت کا ضمیمہ بنا وہان سے وہ بنو بلاکر گیا اور قطب الملک کے آدمیون سے لڑا اور فتحمند ہوا۔ ۲۹ ہاتھی اُسکے ہاتھ لگے۔ اسکے بعد تلنگانہ مین وہ آیا۔ میر مرتضیٰ اُس سے لڑنے کی قوت نہین رکھتا تھا اسلئے قلعہ نشین ہوا۔ اسکے بعض محال پر عنبر متصرف ہوا اور ایک جماعت کو برار کے پرگنون پر اسنے بھیجا۔ ملک بریدنے لابہ گری و چاپلوسی مین چارہ کار سمجھکر روپے اُسکے پاس بھجوائے اور صلح چاہی۔ اب اسکا ارادہ ہے کہ علی سے ملے اور دونو متفق ہو کر فتنہ و فساد اُٹھائین اس سبب سے یہ مقرر ہوا کہ ابو الفضل بہت سی فوج لیجاکر جالناپور اور اسکے نواح مین متوجہ ہو اور احمد نگر کی خدمت اور راجو اور مفسدون کی مالش اسکے سپرد ہو اور ولایت برار اور پاتھری و تلنگانہ کا انتظام اور شرارہ علی کا استیصال خانخانان کے حوالہ ہو۔

ابو الفضل کو پچاس ہزار روپیہ انعام پادشاہ نے دیا۔ خداوند خان حبشی نے سرکار پاتھری دبا تم مین فساد مچایا۔ خانخانان نے راجہ سورج سنگہ و غزنین خان کی سرکردگی مین لشکر بھیجکر اسکی مالش خوب کرائی اور غنیم کو شکست ہوئی اور ان حدود مین امن امان ہو گیا۔

جب خانخانان کو معلوم ہوا کہ تلنگانہ مین عنبر گیا اور وہان میر مرتضیٰ قصبہ

ناندیر مین اُس سے مقابلہ نکرسکا۔ اور وہ اور شیر خواجہ دونو قصبہ بیری مین آگئے اور مخالف نے
اس نواح مین دست درازی شروع کی اور اس سبب سے شیر خواجہ اور میر مرتضیٰ کو اضطراب ہوا تو اُنہی
اپنے بیٹے ایرج خان کو فوج عظیم کے ساتھ اس فتنہ کے دور کرنیکے لئے بھیجا۔ میر مرتضیٰ و شیر خواجہ سے
ایرج ملا اور اسنے دشمن سے لڑنیکا قصد کیا۔ عنبر اُس سے مطلع ہو کر دھتور کیجانب گیا وہانسے قندھار کو روانہ
ہوا۔ اس اثنار مین فرہاد حبشی دو تین ہزار آدمیون کو ساتھ لیکر عنبر سے ملا۔ پادشاہی لشکر بھی بغیر توقف کے
غنیم کے پاس پہنچا اور اسطرح وہ مرتب ہوا۔ قول مین ایرج مع لشکر بدیرا اور بعض منصب دار
ہراول مین۔ راجہ سورج سنگھ و بہادر الملک و شیخ ولی و ربت سین کھتریہ و مکندرائے گردھر داس
پسر رائے سال درباری رگھو داس پسر کھنکار و شیخ مودود زاہد پسر شجاعت خان و قاسم حسین خان
و شیخ ابو الفتح پسر شیخ معروف و شیخ مصطفیٰ و فتح خان لودی و اختیار خان و شیر خان برانغار مین
و میر مرتضیٰ و جماعت کار طلب جرانغار مین علی مردان بہادر۔ عنبر نے بھی پیکار کے ارادہ سے فوج کو آراستہ
کیا۔ اول غنیم کے ہراول نے آراستہ ہاتھیون کو لا کر لشکر پادشاہی کے ہراول پر زور کیا اور
زد و خورد کی آگ بھڑکائی۔ توپ و تفنگ کے دھنوئے نے روشن دن کو رات کا لباس پہنا دیا
پادشاہی بہادرون نے بندوقون و تیرون کی مار سے دشمن کو بیجان کیا۔ پھر پادشاہی قول نے
دو دستی تیغ چلائی۔ دشمن کے خون سے اپنے تئین سُرخرو کیا۔ دشمن بھاگ گیا۔ اگر ہراول و قول کی برابر
جرانغار و برانغار بہادری کرتا تو عنبر و فرہاد دونو گرفتار ہو جاتے۔ پادشاہ کی سپاہ کے ہاتھ
۲۰ زنجیر فیل اور مخالفون کے غزد و بندار کا سارا اسباب ہاتھ آیا۔ پادشاہ کو جب اس فتح
کی خبر ہوئی اُسنے اپنے افسرون کا اضافہ منصب و عطار اسپ و خلعت مرحمت کیا۔ شہزادہ نے
دس ہاتھی پادشاہ پاس بھیجے اور دس ہاتھی اپنے پاس رکھے کہ خود جا کر پادشاہ کی نذر دے۔
شاہزادہ دانیال نے سُنا کہ حوالی بابل گڈھ مین فاروقیون مین سے ایک نے سرکشی کی ہے تو
تردی بیگ خان و خواجہ ابو الحسن کو فوج کے ساتھ اس کی مالش کے لئے بھیجا۔ مخالف وہان
سے دولت آباد کو بھاگا۔ خواجہ ناظر و خواجہ سرا نے قلعہ کا دروازہ بند کر کے پادشاہی

سپاہ سے لڑنا شروع کیا۔ جب انکے بھاگنے کی راہ مسدود ہوئی اور قلعہ کا محاصرہ پادشاہی لشکر نے خوب کر لیا اور اہل قلعہ کو تنگ کیا تو وہ پناہ مانگ کر پادشاہی دولتخواہوں سے آنکر ملگئے۔

جب پادشاہ نے دکن کا حال سُنا تو اُسنے ابوالفضل کو فرمان بھیجا کہ جریدہ ہمارے پاس چلا آئے اور اپنا لشکر شیخ عبدالرحمن کو سپرد کرے اور نظم مہمات اُسکے ذمہ کرے۔ ابوالفضل کو عقیدت درست اور اخلاص راسخ پادشاہ کے ساتھ تھا اس سبب سے مراتب قرب و منزلت و مدارج دولت و شوکت مین وہ پایہ بہ پایہ عروج کرتا گیا۔ اُسکا یہ حال دیکھکر ناتوان بینون کو اُسپر حسد پیدا ہوا۔ کین توزی اور عذر اندوزی کے وقت کی تلاش ہوئی انکی حسد روز بروز بڑھتی گئی اُنہون نے شاہزادہ سلیم کو اسکی طرف سے بھڑکایا۔ پادشاہ کو اس شاہزادہ کے اطوار نا ملائم پسندیدہ نہ تھے وہ ہمیشہ پادشاہ کی مرضی کے خلاف کام کرتا تھا روز بروز پادشاہ اس سے بیزار ہوتا جاتا تھا شیخ کے بداندیش شاہزادہ کو سمجھاتے تھے کہ پادشاہ کی یہ ساری ناخوشنودی و ناراضی شیخ کی شکایت کرنیکے سبب سے ہے سلیم کا مزاج شراب کے پینے سے بگڑ گیا تھا اور اسکا مزاج نہایت تند اور غضبناک ہو گیا تھا اس سبب سے اسکی عقل و ہوش اُڑ گئے تھے کہ وہ شیخ کے بداندیشون کی باتون کو سچ جانتا تھا۔ اسکے قتل کے درپے ہوا۔ اس وقت کہ بے طلب شاہزادہ پادشاہ کے پاس آنا چاہتا تھا اور پادشاہ اسکو آنے نہین دیتا تھا اسکو شیخ کے طلب کی خبر ملی کہ وہ ایلغار کرکے آئیگا۔ اسکو یہ وہم ہوا کہ اگر ابوالفضل اس پاس زندہ پہنچگیا تو معلوم نہین مجھپر کیا آفت اُٹھائیگا اور پادشاہ کا دل مجھہ سے بالکل پھر جائیگا اور پھر مجھے عمر بھر باپ کے قدمون کی زیارت نصیب نہوگی۔ نرسنگہ دیو بندیلہ مدتون سے رہزنی کرتا تھا اور اُس کا وطن دکن کے سرراہ تھا اور مدت سے پادشاہزادہ کی رکاب مین رہتا تھا اُس نے اسکو حکم دیا کہ شیخ پادشاہ کی خدمت مین جریدہ آتا ہے اسکو راہ ہی مین آخر منزل پر پہونچاؤ ہم تمپر بہت عنایتین کرینگے۔ یہ نوجوان جلد اپنے وطن مین آیا اور بندیلون کی

ایک جماعت کو ساتھ لیا اور شیخ کی گھات مین بیٹھا جب حسب الحکم شیخ دکن سے چلا اور اُجین مین
آنکر اُسنے سُنا کہ نرسنگہ دیو اسطرح گھات مین اسکی بیٹھا ہے تو اُسنے اسکی کچھ پروا نہ کی ہواخواہون
نے سمجھایا کہ گھاٹی چاند کی راہ سے آپ چلیئے۔ مگر اسنے پسند نہ کیا۔ موت آگئی تھی رشتہ تدبیر
ہاتھ مین نرہا تھا یا اُسکو مرنے کی تمنا تھی دل اُسکا دنیا سے بھر گیا تھا۔ زمانہ کی نیرنگیان اور روزگار
کے اوضاع کو دیکھکر دنیا سے دل اسکا سیر ہوگیا تھا۔ غرہ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو سرائے بیر اور
انتری کے درمیان نرسنگہ دیو کمینگاہ سے نکل کر نمودار ہوا۔ یہ عاقل آزردہ خاطر کشادہ پیشانی
دل پُر توکل وہمت فراخ سے آمادہ پیکار ہوا۔ گدائی خان افغان نے جو اسکا پُرانا ملازم اور
پروردہ احسان تھا آگے آیا اور باگ کو پکڑ لیا اور اخلاص و محبت سے کہنے لگا کہ دشمن پاس جمعیت
بہت ہے اور ہم کم ہین اسپر غالب نہین ہوسکتے۔ یہ مناسب ہے کہ مین کچھ دیر کے لئے دشمن کے روبرو
ہوتا ہون۔ تم چلو دشمن کو ہمسے فارغ ہونے مین ایک عرصہ لگیگا۔ انتری مین کہ اس جگہ سے
تین کوس ہے اور وہان رائے رانا و راج سنگہ دو تین ہزار سوارون کے ساتھ
اُترے ہوئے ہین آپ فراغت سے پہنچ جائینگے۔ اس غیرتمند شجاع نے جواب اسکو دیا کہ
جان کو عزت کے ساتھ دینا اور غیرتمندی و دلیری سے مرنا اس زندگی سے زیادہ خوشتر
ہے کہ بد دلی و بے جگری کے ساتھ ہو۔ جوانمردون کے مذہب مین کوئی امر اس سے بدتر نہین
ہے کہ حیات پر جسکی جبلت مین ختم ہونا ہے اعتماد کرے اور خصم سے پہلو تہی کرے اور دل کو
جہان ناپائدار پر لگائے او ہمیشہ اپنے اوپر نفرین کرائے۔ بلاشک و شبہ سب آدمیون کو
روز واپسین پیش آتا ہے اگر وہ میرے لئے یہی دن ہے تو کیا چارہ اور تدبیر ہے۔
مجھے بادشاہ نے طالب علمی سے امارت و وزارت کے عالی درجہ پر سرداری اور
سپہ سالاری کے رتبہ پر پہنچایا۔ اگر آج مین اسکی شناخت کے خلاف کام کرتا ہون تو خلق مین
کس نام سے نامزد ہونگا اور ہچشمون مین کیسے روسفید ہونگا۔ یہ کہکر غنیم کی طرف متوجہ ہوا
گدائی خان نے پھر الحاح سے عرض کیا کہ سپاہیون کو ایسے واقعات بہت پیش آتے ہین کہ

جنین دشمن سے لڑنا مناسب نہین ہوتا ایک طرف ہو جانا اور باگ کو موڑ لینا یا دوبارہ انتقام لینا ارکان شجاعت مین خلل نہین ڈالتا۔ ابھی فرصت باقی ہے اس مہلکہ سے آپ اپنی جان بچائیے مگر وہ سفر واپسین کا آمادہ تھا اسنے اس دلسوزی کی باتون پر کان نہ لگایا اُسنے کہا کہ مین اس چور کے آنے سے نہین بھاگونگا۔ یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ نرسنگہ دیو آگیا۔ اُس سے وہ بہادرانہ لڑا سینہ مین نیزہ کا زخم لگا جس سے وہ زندگانی کے گھوڑے سے گر کر خاک مین ہلاک ہوا اور شیخ گدائی خان اور ہمراہیون نے بھی جانفشانی کی افسوس ہے کہ یہ معدن دانائی اور بحر شناسائی شمع علم و دانش افسردہ ہوا ؎

دریغا آسمان معرفت با خاک یکسان شد ستونِ علم از جا رفت و کاخِ فضل ویران شد

بادشاہ کبوتر بازی کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ اسکو شیخ فرید بخشی بیگی نے اس واقعہ کی خبر دی تو وہ چیخین مار مار کر رویا۔ دو دن تک روتا رہا اور نہ کھانا کھایا اور نہ سویا جب اسکو ہوش آیا تو اُسنے رائے رایان کو حکم دیا کہ نرسنگہ دیو کو مستاصل کرے جبتک اسکا سر تن سے جدا نکرے پاؤن کو حرکت سے باز رکھے۔ راجہ راج سنگہ و راجچند بندیلہ اور اس نواح کے سارے زمیندار اسکی یاوری کیلئے مقرر ہوئے۔ ضیاء الملک اس لشکر کا بخشی مقرر ہوا۔

بادشاہ نے سُنا کہ نرسنگہ دیو جنگلون اور دُشوار درون کی پناہ مین آنکر قزاقانہ زیست بسر کرتا ہے۔ رائے رایان نے کئی دفعہ اسکی مالش کی۔ ان دنون یہ خبر لگی کہ وہ قلعہ بھانڈیر مین آیا اور جب منقلا کے بہادرون نے اس قلعہ کو گھیرا تو وہ حصار ایرج مین چھپ گیا بادشاہی لشکر نے اسکو گھیر لیا ہے۔ رائے رایان فتحمندون سے ملا نرسنگہ قلعہ سے نکل کر دریا کے کنارہ پر شورش مچانے لگا۔ تفنگ کی جنگ گرم ہوئی رائے رایان دریا سے اُترا کنارہ بلند تھا مشکل سے آدمی اس سے برآمد ہوئے اور زد و خورد ہوتی۔ نرسنگہ بھاگ کر قلعہ ایرج مین چلا گیا۔ رائے رایان اُسکے محاصرہ مین مصروف ہوا جب کام ختم ہونیکو تھا تو نرسنگہ قلعہ کی ایک طرف دیوار توڑ کر راجہ راج سنگہ کے مورچہ کی طرف سے نکل گیا

غالباً راجہ نے اسکی گرفتاری مین تغافل کیا۔ بادشاہی جوانمردون نے تعاقب کرکے اسکے چالیس آدمی مار ڈالے۔ مگر جنگل اور نشیب و فراز راہ مین بہت تھے اسلیئے بادشاہ کے سپاہی تعاقب سے باز رہے اور وہ اپنی جان سلامت لیگیا۔ شہنشاہ اکبر نے عمر بھر کبھی ایسے سخت حکم نہین جاری کیے جیسے کہ نرسنگہ کے باب مین۔ مگر جسکو خدا رکھے اُسے کون چکھے وہ زندہ رہا اور جہانگیر کی سلطنت مین صاحب منصب رہا۔

بادشاہ نے خانخانان و راجہ مان سنگہ و قلیج خان کو بُلایا کہ یہان آنکر توران کے معاملہ مین مشورہ دین۔ خانخانان تو ہزار مکر و فریب کا خمیر مایہ تھا اُسنے بادشاہ کو مہم دکن کو بہت دشوار دکھایا اور دکن مین خود رہا اور بادشاہ سے دور رہا۔ راجہ مان سنگہ بنگالہ سے اور قلیج خان لاہور سے بادشاہ پاس چلے آئے۔

شاہزادہ دانیال کی شادی عادل خان بیجاپوری کی بیٹی سے اور شاہزادہ کا مرنا ۱۰۱۳

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ بیجاپور کے مرزبان عادل خان کی یہ آرزو تھی کہ شاہزادہ دانیال کا نکاح اُسکی بیٹی سے ہو اس آرزو کے پورا کرنے کیلیئے ۲۹ اسفندارمذ ۴۵ھ جلوس کو میر جمال الدین حسین بیجاپور بھیجا گیا اور ساز خواستگاری اسکے ساتھ گیا۔ عادل خان نے تین سال اور کئی مہینے کے بعد اسکو رخصت کیا اور بیٹی کو ساتھ کیا۔ یہ دُلہن بیجاپور سے احمد نگر مین آئی اور دولھا برہانپور سے یہان آیا۔ نہم تیر کو عقد نکاح بندھا۔ شاہزادہ بادشاہ کی آستان بوسی کے ارادہ سے برہانپور روانہ ہوا۔ لیکن بادہ پیمائی کی کثرت نے باپ سے نہ ملنے دیا۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ شراب پینے سے شہزادہ بہت دُبلا اور ناتوان و بدحال ہو گیا ہے تو اُسنے ایک عورت کو جسکی گود مین شاہزادہ پلا تھا اور بڑا ہوا تھا اور وہ تند و قبیح گفتار کرنے سے بھی نہین ڈرتی تھی شاہزادہ پاس بھیجا اور اسکو حکم دیا کہ جسطرح ہو سکے شاہزادہ کو ہمراہ لائے شیخ ابوالخیر کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ نے آستان بوسی کے قصد سے پیشخانہ باہر نکالا تھا وہ ملک عدم کا پیشخانہ ہوا۔

دکن کی مہم مین تین واقعات نفس الامری بڑے ہین اول کل ہندوستان کے مختلف حصون سے مختلف سپہ سالارون کا بھیجنا کہ وہ آزادانہ دکن کی فتح مین ایکدل ہو کر کوشش کرین

مگر امین باہم دورنگی و نفاق ایسا ہوا کہ ابو الفضل کو دکن بھیجنا پڑا اور پھر خود آگرہ سے دکن مین آنا پڑا۔

شاہزادہ سلیم کی سازش سے ابو الفضل کا مارا جانا۔ خلاصہ یہ ہے کہ گو ملک دکن کی آزادی جاتی رہی مگر وہ ایسا مغلوب بھی نہین ہوا کہ اکبر کی سلطنت اسمین بے کھٹکے قائم ہو جاتی۔

شمال مشرقی افغانون کے ساتھ لڑائیان

تمہید

پہلے اس سے کہ ہم شمالی مشرقی افغانون کے ساتھ لڑائیون کا بیان لکھین دو ایک تمہیدین لکھتے ہین جنسے کہ ان لڑائیون کا بیان اچھی طرح سمجھ مین آئے۔

شہنشاہ اکبر نے جو توران کے باب مین پولیسی اختیار کی تھی اُس نے افغانون کے ساتھ لڑنیکا وقت مقرر کر دیا گو وہ ابتدائی سبب اس لڑائی کا نہوئی۔ عبد اللہ خان والی توران کی قوت روز افزون کے سبب سے جب اکبر کی توجہ شمال مغرب کیطرف ہوئی تو افغانستان مین ایک مذہبی طوفان اُٹھ رہا تھا اور قوی تحریک ہو رہی تھی وہ ایسی قوی تھی کہ اکبر کو اُسکا روکنا ناگزیر اسلیئے تھا کہ توران کوئی خوفناک حملہ نکرے۔ پچیس ۲۵ برس پہلے سے افغانستان مین ایک نیا مذہب روشنائی پھیل رہا تھا۔ اس فرقہ کا بانی بایزید انصاری تھا وہ افغانستان مین نہین پیدا ہوا تھا بلکہ پنجاب کے اندر جالندھر مین بابر نے جب افغانستان کی سلطنت لی ہے اس سے ایک سال پہلے وہ پیدا ہوا تھا۔ بایزید کا خیال یہ تھا کہ افغانون کی سلطنت پھر بحال ہو۔ اور افغانستان مین مغلون کی حکومت پامال ہو۔ اس کی ماں کا نام بانین تھا اسکا باپ اور اسکے خاوند کا دادا دونو سگے بھائی تھے اور دونو جالندھر مین رہتے تھے مگر اسکا خاوند عبد اللہ کانی گورام مین رہتا تھا۔ یہ مقام کوہستان افغانستان مین دو دریاؤن گومل اور قورم کے درمیان ہے یہ دونو دریا دریائے سندھ مین ملتے ہین جب مغلون کا

تسلط بڑھنے لگا تو بایزید کی مان اپنے خاوند پاس کانی گورام کو چلی گئی اور بایزید نے اول وہین
پرورش پائی۔ بیوی کے ساتھ عبد اللہ کو کچھ التفات نہ تھا اور آخر کو اُسے طلاق دیدی۔
بایزید کو باپ کی بے پروائی اور سوتیلی مان اور سوتیلے بھائی یعقوب کی دشمنی سے بہت گزند
پہنچی اسکا باپ عالم تھا اور سچا سُنّی تھا جب اس نے بایزید سے بے اعتنائی کی تو اُسنے
اپنا اور طریقہ اختیار کیا وہ آزادانہ خیالات کرنے لگا۔ اول سوال اُسنے یہ کیا کہ یہان زمین
بھی ہے آسمان بھی ہے۔ خدا کہان ہے؟ اسکو علم کا شوق تھا وہ اپنے ایک گوشہ نشین
رشتہ دار شیخ اسمٰعیل کا شاگرد ہوگیا اسکی زہد و عبادت کو وہ بہت پسند کرتا تھا مگر اسکے
باپ کو یہ پسند نہ آیا کہ وہ ایک بڑے باپ کا بیٹا ہو کر ایسے ذلیل رشتہ دار کا مرید و شاگرد ہو
اسلئے اُسنے شیخ بہاؤالدین زکریا کی اولاد کے پاس تعلیم کے لئے اُسے بھیجدیا۔ بایزید گھوڑون کا
تاجر بن گیا وہ ایک دفعہ سمرقند سے ہندوستان مین آیا شہر کالنجر مین جو الہ آباد کے مغرب مین
بندیل کھنڈ مین ہے وہ گیا اور اُسنے ملا سلیمان سے بیعت کی یہ ملا اسماعیلیہ مذہب رکھتا تھا۔
اسلئے ملحد مشہور تھا اس نوجوان بایزید کو ملانے مذہب اسماعیلیہ کے اصول تعلیم کئے وہ
پھر کالنجر سے اپنے وطن کانی گورام مین گیا اور پہاڑ کے غار مین خلوت نشین ہوا۔ عبادت و ریاضت
و زہد و تقوی مین مصروف ہوا اور اُسنے مدارج شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت و قربت
و وصلت و توحید و سلوک کو طے کیا۔ لڑکپن مین ہی وہ حج کو گیا تھا وہ سنت جماعت تھا
اس عمر مین وہ ایسا نیک تھا کہ اپنے ہی اناج کے کھیتون کی نگہبانی نہین کرتا تھا بلکہ اور غیر
آدمیون کی زراعت کی پاسبانی کرتا تھا جب نوجوان ہوا تو ہزارون کو ہدایت کرنے لگا
اور اہل سنت کے مذہب کی غلطیان بتانے لگا۔ کانی گرام مین جب تک وہ رہا اُس کا
مطلب اعظم فقط مذہبی ہدایات تھین۔ بایزید کا مذہبی خیال خدا کے باب مین ہمہ اوست
(وحدۃ الوجود) کا ہندوؤن کا سا تھا وہ اقوام وزیری کو نہایت ناپسند ہوا
باپ اُس کا عبد اللہ اس مذہبی خیال سے ایسا غصہ مین آیا کہ وہ بایزید کے غار مین

آیا کہ وہ بایزید کے غار میں گھس گیا اور اُس کو تلوار سے زخمی کیا اور اُس سے توبہ کرائی اور عہد کیا کہ پھر وہ سنت جماعت کے مذہب پر معاودت کرے گا۔ مگر جیسا باپ متعصب تھا بیٹا اپنے مذہب کے تعصب میں باپ کا باوا تھا وہ ننگرہار کو چلا گیا۔ بابر نے اس ضلع کی بہت تعریف لکھی ہے کہ وہ نہایت سیراب و شاداب ہے۔ وہ سفید کوہ کی ڈھلان پر شمال مشرق میں واقع ہے۔ بہت سے چشمے اس کے دریا، سرخاب میں اور سرخاب خود جلال آباد کے قریب دریا ء کابل سے ملتا ہے اس کے اندر جلال آباد کے گرد وہ سارے پہاڑ اور وادی داخل ہیں جو سرخاب اور بھٹی کوٹ کے درمیان دائیں طرف دریا ء کابل کے ہیں۔

بایزید کے خیالات کی بلند پروازی کے سبب سے مہمند کے سردار سلطان احمد نے اس کا خیر مقدم کیا۔ یہاں افغانوں میں اُس نے بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے مذہب کا وعظ سنایا اور اُن کو مرید کیا۔ مگر جب اس پر عرصہ گذرا تو تاجیک کے سنی ملاؤں نے اُس کا ایسا ناک میں دم کیا کہ وہ آگے مشرق میں پشاور کے میدانوں میں چلا گیا۔ اُس میدان کے دریا کے داہنے کنارہ پر شمال مشرق میں عزی ہیل افغان اور شمال میں خلیل اقوام رہتی تھیں اور دریا کے بائیں کنارہ پر ہشت نگر میں محمود زئی رہتے تھے۔ یہاں کے چاول مشہور ہیں افغانوں نے اس زمین کا نام جو پچھلے زمانہ میں فتح کی تھی۔ پشتوں خار کھا تھا۔ بایزید کو بڑی کامیابی ہوئی اور اُس کے پکے چیلے بہت ہو گئے وہ خود اور اُس کے بیٹے کلید یر میں عمرزیوں کے درمیان مقیم ہوے۔ یہ ایک خیل ہشت نگری ہے گو تاجیک نے اُس سے نفرت کی مگر افغانوں نے اُس سے رغبت کی۔ غرض اب وہ دونوں دین و دنیا کا رہنما بن گیا۔ مذہبی و ملکی معاملات کا پیرو مرشد ہو گیا اب پیر جی کو بھی الہام ہونے لگا اور خدا اُن کو نظر آنے لگا اُس نے کہا کہ مجھے حکم ابھی ہوا ہے کہ میں کہوں کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے میں خدا کے ساتھ ہوں۔ میں خدا کو جانتا ہوں اور میں خدا کے ساتھ ہوں غرض اُس کو یقین تھا کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں اُس نے اپنا نام روشنائی رکھا اور مریدوں نے اُس کو پیر روشنائی کہا۔ وہ قرآن کے اسرار بیان

کرنے لگا اس نے ایک کتاب خیر البیان تصنیف کی جس میں اپنے مذہب کے سب مسائل قرآن
وحدیث کے موافق بیان کئے مگر اُن کو اہل سنت بالکل قرآن وحدیث کے مخالف جانتے ہیں اور
اُن کو زندقہ اور الحاد کہتے ہیں نماز میں قبلہ کی جانب کو اڑا کر دل کعبہ بنایا۔ وضو کو سلام کیا۔ رمضان
کے روزوں کو مقرر کیا کہ فصل بہار کے شروع میں دس روزہ رکھہ لیا کریں۔ اُس نے کہا کہ اٹھارہ
ہزار قسم کے جاندار ہیں ان سب کو اپنا جسم سمجھنا چاہیئے اور کسی کو آزار نہیں دینا چاہیئے۔ وفات کے
دن کو پیدایش کا دن بتاتا۔ اُس نے یہ کہا جو آدمی اپنے تئیں اور خدا کو نہیں پہچانتا وہ آدمی نہیں
ہے اگر وہ موذی ہے تو اُس کو گرگ۔ شیر۔ افعی۔ اژدہا سمجھنا چاہیئے **حدیث قتل الموذی
قبل الایذا** پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا ہے اور نمازی ہے تو اُس کو لومڑی
یا بھیڑ یا سمجھنا چاہیئے جس کا حلال کرنا شرعاً جائز ہے اِس لئے حکم دیدیا کہ جو اُس کے سخت دشمن ہیں
اُن کو درندوں کی طرح مارنا چاہیئے۔ اُس نے بے ایمانوں کے مال لوٹنے اور غارت کرنیکی اجازت
دی۔ بے ایمانوں میں مسلمان اور ہندو دونوں شریک تھے وہ ترکی پیٹھوں کا بہ نسبت ہندوؤں کی
زیادہ دشمن تہا۔ بے ایمان اپنے تئیں نہیں جانتے ہیں اور اپنی بقا کو نہیں سمجھتی ہیں۔ اِس لئے وہ
مردہ ہیں اور مردوں کے مال کے زندہ وارث ہوتے ہیں۔ اُس نے گداگری کو خلاف شرع حرام
بتایا۔ اہل سنت فقیروں کے ساتھہ بہت سلوک کرتے تھے اُن کے خلاف جو فقرا بھیک سی روٹی
کماتے تھے اُن کو کہا کہ وہ حرام کا کھاتے ہیں اور اُس کی بجائے کافروں کے اور خیبر کے مسافروں
اور تاجیکوں کے مال چرانے کی ہدایت کی۔ اس فقیری کے حرام کرنے سے اُس کا مطلب یہ تھا
کہ وہ اپنے مریدوں کا ایک گروہ بنائے کہ وہ لیٹرا پن کیا کریں اُس نے اور اُس کے بیٹوں نے
ایک بیت المال بنایا جس میں غنیمت کا ایک خمس داخل ہوتا تہا۔ بایزید اس حال میں کہ ایک غار میں
وہ بیٹھا تہا اور سر پر باپ کی تلوار کھچی ہوئی تھی پشتو خیل کا ہادی بن گیا اور اس وحشیانہ۔ زمین
میں اُس نے مذہب کا بیج ڈال کر اپنا نشو ونما کر لیا اُس نے بار بار کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ جو لوگ
خدا کو نہیں جانتے اُن کو قتل کروں۔ اُس نے چھوٹے چھوٹے حملے کلیدار سے جس کے سبب سے

کابل کے فرماں روا مرزا محمد حکیم کو توجہ اُس کے حال پر ہوئی۔ اور بہار کے بینوں کے کان کھڑے ہوئے۔ بہار دبنیر یا بنیر ہاہشت نگر کے شمال میں دریا ے سندھ سے ملی ہوئی ایک مرتفع زمین ہی اور اُس میں یوسف زئی رہتے ہیں۔ یہاں کے عالموں نے یوسف زئی کے بہت آدمیوں کو روشنائی مذہب کے اختیار کرنے سے روکا۔ اگرچہ یوسف زئی بایزید کے اول اول بڑے طرفدار ہوئے۔ مگر بعد اُس کے مرنے کے وہ پشتون کی سازش کے سخت دشمن ہو گئے۔

کابل کی گورمنٹ کے حکم سے محمود زئی کے ملک میں حکیم محسن خاں غازی آیا اور بایزید کو پکڑ کر لے گیا۔ کابل کی گلیوں میں اس بے عزتی کے ساتھ لے گئے اُس کا علماء سے مباحثہ کرایا اُس نے یہاں یہ فطرت کی کہ بیان کیا میں نے کوئی بدعت کی بات مذہب میں نہیں پیدا کی تمام فرائض صوم صلوٰۃ حج وزکوٰۃ کا پابند ہوں۔ غرض اپنی فصاحت بیانی اور طلاقت لسانی سے اپنے تئیں بالکل ہر الزام سے بری کیا جس سے گورمنٹ کو کوئی خوف اُس کی جانب سے نہ رہا۔ اب اُسنے اپنے کاموں کے لئے ایک نیا تماشاگاہ دشوار گذار کوہستان تیراہ میں کھولا۔ یہ کوہستان کوہ سفید کی مشرقی شاخیں ہیں جو کوہاٹ تک جنوبی مغربی میدان پشاور تک جاتی ہیں اور تیرہ دریا بہاتی ہیں۔ عزبہ خیل جو میدان میں روشنائی مذہب رکھتے تھے وہ تیراہ کے قریب تھی۔ تیراہ میں بنگش خیل افغان رہتے تھے۔ جن میں سے طوطائی خیل وتبک روشنائی مذہب میں سخت متعصب تھے۔ ان بلند کوہستانی وادی میں بہ نسبت کشادہ ملک ہشت نگر کے بایزید کے لئے زیادہ عافیت تھی۔ یہاں وہ آن کر اہل سنت کا اور مغلوں کی سلطنت کا سخت دشمن ہو گیا اُسنے کوہستانی آزاد قوموں کو اپنے مسائل سمجھا کر جہاد پر افروختہ کیا اور پکارا کہ اے میرے دوستو آؤ میں تم کو ہدایت کروں گا۔ میں شمشیر بر ہاتھ دہروں گا اور نبی کا مذہب غارت کروں گا۔ اگر تم خدا کو خوش کرنا چاہتے ہو تو مجھ پر توکل کرو۔ میں ہی تمہارا خدا اور پیغمبر ہوں۔ مجھ میں کوئی نقص نہیں ہی مجھ کو مہدی خیال کرو۔ میں کسی معنی کر کے ناقص نہیں ہوں میں کافی وکامل ہادی ہوں تم اس پر بالکل یقین کرو۔ اُس نے چغتائیوں کے ظلم سے افغانوں کو ڈرایا اور اپنے پیرووں کو ہندوستان اور

آیا کہ وہ بایزید کے غار میں گھس گیا اور اُس کو تلوار سے زخمی کیا اور اُس سے توبہ کرائی اور عہد کیا کہ پھر وہ سنت جماعت کے مذہب پر معاودت کرے گا۔ مگر جیسا باپ متعصب تھا بیٹا اپنے مذہب کے تعصب میں باپ کا باوا تھا وہ ننگرہار کو چلا گیا۔ بابر نے اس ضلع کی بہت تعریف لکھی ہے کہ وہ نہایت سیراب و شاداب ہے۔ وہ سفید کوہ کی ڈھلان پر شمال مشرق میں واقع ہے۔ بہت سے چشمے اس کے دریا، سرخاب میں اور سرخاب خود جلال آباد کے قریب دریا، کابل سے ملتا ہے اس کے اندر جلال آباد کے گرد وہ سارے پہاڑ اور وادی داخل ہیں جو سرخاب اور بھٹی کوٹ کے درمیان دائیں طرف دریا، کابل کے ہیں۔

بایزید کے خیالات کی بلند پروازی کے سبب سے مہمند کے سردار سلطان احمد نے اس کا خیر مقدم کیا۔ یہاں افغانوں میں اُس نے بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے مذہب کا وعظ سنایا اور اُن کو مرید کیا۔ مگر جب اس پر عرصہ گذرا تو تاجیک کے سنی ملّانے اُس کا ایسا ناک میں دم کیا کہ وہ آگے مشرق میں پشاور کے میدانوں میں چلا گیا۔ اُس میدان کے دریا کے داہنے کنارہ پر شمال مشرق میں عزی خیل افغان اور شمال میں خلیل اقوام رہتی تھیں اور دریا کے بائیں کنارہ پر ہشت نگر میں محمود زئی رہتے تھے۔ یہاں کے چاول مشہور ہیں افغانوں نے اس زمین کا نام جو پچھلے زمانہ میں فتح کی تھی۔ پشتوں خار کھا تھا۔ بایزید کو بڑی کامیابی ہوئی اور اُس کے پکے چیلے بہت ہو گئے وہ خود اور اُس کے بیٹے کلید یر میں عمرزیوں کے درمیان مقیم ہوئے۔ یہ ایک خیل ہشت نگری ہے گو تاجیک نے اُس سے نفرت کی مگر افغانوں نے اُس سے رغبت کی۔ غرض اب وہ دونوں دین و دنیا کا رہنما بن گیا۔ مذہبی و ملکی معاملات کا پیرو مرشد ہو گیا اب پیرجی کو بھی الہام ہونے لگا اور خدا اُن کو نظر آنے لگا اُس نے کہا کہ مجھے حکم ابھی ہوا ہے کہ میں کہوں کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے میں خدا کے ساتھ ہوں۔ میں خدا کو جانتا ہوں اور میں خدا کے ساتھ ہوں غرض اُس کو یقین تھا کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں اُسنے اپنا نام روشنائی رکھا اور مریدوں نے اُس کو پیر روشنائی کہا۔ وہ قرآن کے اسرار بیان

کرنے لگا اس نے ایک کتاب خیر البیان تصنیف کی جس میں اپنے مذہب کے سب مسائل قرآن وحدیث کے موافق بیان کئے مگر اُن کو اہل سنت بالکل قرآن وحدیث کے مخالف جانتے ہیں اور اُن کو زندقہ اور الحاد کہتے ہیں نمازمیں قبلہ کی جانب کو اڑا کر دل کعبہ بنایا۔ وضو کو سلام کیا۔ رمضان کے روزوں کو مقرر کیا کہ فصل بہار کے شروع میں دس روزہ رکھہ لیا کریں۔ اُس نے کہا کہ اٹھارہ ہزار قسم کے جاندار ہیں ان سب کو اپنا جسم سمجھنا چاہیئے اور کسی کو آزار نہیں دینا چاہیئے۔ وفات کے دن کو پیدایش کا دن بتاتا۔ اُس نے یہ کہا جو آدمی اپنے تئیں اور خدا کو نہیں پہچانتا وہ آدمی نہیں ہے اگر وہ موذی ہے تو اُس کو گرگ۔ شیر۔ افعی۔ اژدہا سمجھنا چاہیئے حدیث قتل الموذی قبل الایذا پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا ہے اور نمازی ہے تو اُس کو لومڑی یا بھیڑ یا سمجھنا چاہیئے جس کا حلال کرنا شرعًا جائز ہے اس لئے حکم دیدیا کہ جو اُس کے سخت دشمن ہیں اُن کو درندوں کی طرح مارنا چاہیئے۔ اُس نے بے ایمانوں کے مال لوٹنے اور غارت کرنیکی اجازت دی۔ بے ایمانوں میں مسلمان اور ہندو دونوں شریک تھے وہ ترکی بیٹوں کا بہ نسبت ہندوؤں کی زیادہ دشمن تھا۔ بے ایمان اپنے تئیں نہیں جانتے ہیں اور اپنی بقا کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ مردہ ہیں اور مردوں کے مال کے زندہ وارث ہوتے ہیں۔ اُس نے گداگری کو خلاف شرع حرام بتایا۔ اہل سنت فقیروں کے ساتھہ بہت سلوک کرتے تھے اُن کے خلاف جو فقرا بھیک سی روٹی کماتے تھے اُن کو کہا کہ وہ حرام کا کھاتے ہیں اور اُس کی بجائے کافروں کے اور خیبر کے مسافروں اور تاجیکوں کے مال چرانے کی ہدایت کی۔ اس فقیری کے حرام کرنے سے اُس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے مریدوں کا ایک گروہ بنائے کہ وہ لوٹ مار کیا کریں اُس نے اور اُس کے بیٹوں نے ایک بیت المال بنایا جس میں غنیمت کا ایک خمس داخل ہوتا تھا۔ بایزید اس حال میں کہ ایک غار میں وہ بیٹھا تھا اور سر پر باپ کی تلوار کھچی ہوئی تھی پشتو خیل کا ہادی بن گیا اور اس وحشیانہ زمین میں اُس نے مذہب کا بیج ڈال کر اپنا نشو ونما کر لیا اُس نے بار بار کہا کہ مجھے الہام ہوا ہی کہ جو لوگ خدا کو نہیں جانتے اُن کو قتل کروں۔ اُس نے چھوٹے چھوٹے حملے کلیدار سے جس کے سبب سے

کابل کے فرماں روا مرزا محمد حکیم کو توجہ اُس کے حال پر ہوئی۔ اور بنہار کے بینوں کے کان کھڑے ہوئے۔ بنہار دبنیر یا ُبنیر ہا شت نگر کے شمال میں دریا سندھ سے ملی ہوئی ایک مرتفع زمین ہی اور اُس میں یوسف زئی رہتے ہیں۔ یہاں کے عالموں نے یوسف زئی کے بہت آدمیوں کو روشنائی مذہب کے اختیار کرنے سے روکا۔ اگرچہ یوسف زئی بایزید کے اول اول بڑے طرفدار ہوئے۔ مگر بعد اُس کے مرنے کے وہ پشتون کی سازش کے سخت دشمن ہو گئے۔

کابل کی گورنمنٹ کے حکم سے محمود زئی کے ملک میں حکیم محسن خاں غازی آیا اور بایزید کو پکڑ کرلے گیا۔ کابل کی گلیوں میں اس بے عزتی کے ساتھ لے گئے اُس کا علماء سے مباحثہ کرایا اُس نے یہاں یہ فطرت کی کہ بیان کیا میں نے کوئی بدعت کی بات مذہب میں نہیں پیدا کی تمام فرائض صوم صلوٰۃ حج وزکوٰۃ کا پابند ہوں۔ غرض اپنی فصاحت بیانی اور طلاقت لسانی سے اپنے تئیں بالکل ہر الزام سے بری کیا جس سے گورنمنٹ کو کوئی خوف اُس کی جانب سے نہ رہا۔ اب اُسنے اپنے کاموں کے لئے ایک نیا تماشا گاہ دشوار گذار کوہستان تیراہ میں کھولا۔ یہ کوہستان کوہ سفید کی مشرقی شاخیں ہیں جو کوہاٹ تک جنوبی مغربی میدان پشاور تک جاتی ہیں اور تیرہ دریا بہاتی ہیں۔ عزبہ خیل جو میدان میں روشنائی مذہب رکھتے تھے وہ تیراہ کے قریب تھی تیراہ میں بنگش خیل افغان رہتے تھے۔ جن میں سے طوطائی خیل وتبک روشنائی مذہب میں سخت متعصب تھے۔ ان بلند کوہستانی وادی میں بہ نسبت کشادہ ملک ہشت نگر کے بایزید کے لئے زیادہ عافیت تھی۔ یہاں وہ آن کر اہل سنت کا اور مغلوں کی سلطنت کا سخت دشمن ہو گیا اُسنے کوہستانی آزاد قوموں کو اپنے مسائل سمجھا کر جہاد پر افروختہ کیا اور پکارا کہ اے میرے دوستو آؤ میں تم کو ہدایت کروں گا۔ میں شمشیر پر ہاتھ دھروں گا اور نبی کا مذہب غارت کروں گا۔ اگر تم خدا کو خوش کرنا چاہتے ہو تو مجھ پر توکل کرو۔ میں ہی تمہارا خدا اور پیغمبر ہوں۔ مجھ میں کوئی نقص نہیں ہی مجھ کو مہدی خیال کرو۔ میں کسی معنی کر کے ناقص نہیں ہوں۔ میں کافی وکامل ہادی ہوں تم اس پر بالکل یقین کرو۔ اُس نے چغتائیوں کے ظلم سے افغانوں کو ڈرایا اور اپنے پیروؤں کو ہندوستان اور

اُس کے پادشاہ کی مال و دولت کا لالچ دلایا اُس نے پہلے ہی سے ہندوستان کے اضلاع اپنے مریدوں کو تقسیم کر دیئے اور جہاد کے لیے سب طرح سے تیاری کی اُس نے سواروں کی زبردست سپاہ جمع کرنے کے لئے گھوڑوں کو طلب کیا اور اُن کے مالکوں سے وعدہ کیا کہ ہندوستان کی دولت سے دوچند قیمت اُن کو دیجائیگی اُس نے سب مریدوں سے بے ریا اطاعت چاہی اور مکار پر لعنت کی مگر تیراہ کے افغانوں نے بایزید کے حکموں کا خیال کچھہ نہیں کیا۔ اُنھوں نے مغلوں کے ساتھہ رشتہ اتحاد کو نہیں توڑا۔ یہ پہاڑی افغان بہادر اور عالی ہمت تھے۔ اُن پر بایزید نے داؤں کھیلا اور اِس طرح اپنے پیچ میں اُن کو لایا کہ اوّل اُس نے افغانوں کی افعال کی نسبت اپنی نارضامندی ظاہر کی اور کہا کہ اگر تم مجھہ کو اپنا خیرخواہ دوست بنانا چاہتے ہو تو تم الگ الگ ایک ایک اپنے ہاتھہ باندھہ کر میرے پاس آؤ کہ میں خود تم کو اِس دست بستگی سے نجات دوں۔ بایزید نے ایسی شعبدہ بازیاں کیں کہ افغان اُس کے دام میں آگئے اور اُس کے کہنے کو مان گئے وہ اُس کے سامنے الگ الگ دست بستہ حاضر ہوئے جن میں سے تین سو کو بایزید نے فوراً مار ڈالا اور اِس ضلع کو ایسا ویران کر دیا کہ پھر اُس کے اصل باشندوں کو وہاں آباد ہونا نہ نصیب ہوا بلکہ اور کوہستانی قومیں اُس پر متسلط ہو گئیں۔

کابل کی گورنمنٹ بایزید کی تیاریوں سے غافل نہ تھی اور اپنی حفاظت میں وہ ساعی تھی پیر روشنائی بہت سی سپاہ ساتھہ لے کر شمال کی طرف تنگ بار کے میدان میں نیچے اُترا۔ وہ اُلٹا پہاڑوں میں آہستہ آہستہ جا رہا تھا کہ محسن خاں غازی اُس کے پیچھے توراگا کے قریب آگیا۔ پیر نے حتی الوسع مریدوں کو سمجھایا کہ دشمن کے سامنے کھڑے رہیں اور کہا کہ محسن خاں پر جسوقت میری آنکھہ پڑے گی تو وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑے گا۔ مرید اس کے میدان جنگ میں جمے۔ مگر جب خنجر مصری کی شپاشپ اُن کے اوپر ہونے لگی اور مغلوں کے سواروں کے ٹاپوں تلے آنے لگے تیز پائی سے وہ بالکل پراگندہ اور پریشان ہو گئے بایزید خود گرتا پڑتا بھاگ کر ہشت نگر میں آیا تیز پائی سے اِس سفر کی تکان پر بخار کا اور اضافہ ہوا۔ اور اُس نے اُس کی زندگی کو پورا کیا۔

وہ ہشت نگر بھٹک پور میں دفن ہوا۔ مگر اس پیر روشنائی کے مرنے سے روشنائی مذہب کی روشنی بالکل بجھی نہیں۔ وہ شاہجہاں کے زمانہ تک کچھ نہ کچھ اپنی چمک دکھاتی رہی بایزید کے بیٹوں نے باپ کے مذہب کو اور پھیلایا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کے بڑے بیٹے عمر نے تلوار کو ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے مریدوں اور پیروؤں کو یوں مخاطب ہوا کہ اے میرے دوستو آؤ۔ تمہارا پیر مرا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی جگہ اپنے بیٹے شیخ عمر کو دے گیا ہے اور اُس کو اور اپنے مریدوں کو دنیا کی سلطنت عطا کر گیا ہے۔ اس نے نہایت محنت و مشقت سے پشتوؤں میں از سر نو جوش پیدا کیا اور ایک سال ایک دن بعد اُس کے باپ کی سفید ہڈیاں ایک تربت میں رکھ کر ہر لڑائی میں آگے رکھی جانے لگیں۔

عمر نے ہر چند کوشش کی مگر وہ یوسف زیوں کے ہاتھ میں بری طرح پھنس گیا پہلے وہ روشنائیوں کے بڑے طرفدار دوست تھے اب وہی اُن کے جانی دشمن ہو گئے یہ زبردست خیل صحرانوردی پہاڑوں کے کشادہ زمینوں میں رہتے تھے جو دریائے کابل کے شمال میں ہیں اور سندھ سے مغرب کی طرف پھیلتے ہیں اور اُن میں اضلاع بھنار (بنیر بنیر) پنج کورہ۔ باجور۔ دودیر۔ پچ ہزارہ دریا رکینتر تک ہیں جو جلال آباد کے نیچے تک بہتا ہے۔ مشرقی یوسف زیوں نے عمر پر بار ایں دریائے سندھ کے کنارہ پر حملہ کیا اس کو شکست دی اور اُس کو اور اُس کے بھائی خیر الدین کو مار ڈالا۔ اُنہوں نے عمر کی لاش کو جلا کر خاکستر بنایا۔ اُسکو اور بایزید کی ہڈیوں کو دریائے سندھ میں پھینکدیا بایزید کے بیٹوں میں نور الدین کو گوجروں نے مار ڈالا۔ سب سے چھوٹا بیٹا جلال الدین زندہ یوسف زیوں کی قید میں آیا۔ بیٹوں میں صرف یہ ایک ہی بیٹا بچا۔ ۱۵۸۱ء میں جب شہنشاہ اکبر کابل سے لاہور میں آیا تو اُس وقت اُس نے یہ لڑکا جلال الدین چودہ برس کا یوسف زئی سے درخواست کر کے لے لیا بادشاہ کو اُس وقت ضرور تھا کہ روشنائیوں میں سے کسی کو یوسف زئی کا دشمن بنائے۔ اس لئے کہ جتنی ان دو قزاق قوموں کے درمیان نا اتفاقی ہوگی اتنا ہی خیبر کی راہ میں امن امان رہیگا اس لئے اُس نے جلال الدین روشنائی

کی بڑی خاطرداری کی۔ مگر یہ شوخ بیباک لڑکا بادشاہ کے دم میں نہ آیا اور موقع پاکر بھاگ کر تیراہ میں جا پہنچا۔ جو سب سے زیادہ روشنائیوں کے لیے مامن تھا اُس نے تیراہ میں بیٹھے بیٹھے بنگش۔ آفریدی اور رکزئی قوموں سے اخلاص پیدا کیا۔ یہ قومیں خیبر کی راہ میں مغلوں کی سخت دشمن تھیں۔ یہ لڑکا ایسی خوف کی مشعل بنا کہ اُسکے شعلے اکبر تک پہنچنے لگے جس کی مخالفت کے سبب سے اُس کا نام جلالہ تاریک ہوا اور اُسکے فرقہ کا نام تاریکیان رکھا گیا۔ اس جلالہ نے ایسے اپنے طرفدار پیدا کر لئے کہ پشتوؤں کا بادشاہ اس کا خطاب ہوا اور اُس نے ہندوستان پر جہاد کیا ۹۲۰ھ میں اس نے مہمند اور غوریہ خیل کی مدد کی۔ یہ قومیں دس ہزار جانوار پشور کے قریب رکھتی تھیں اس وقت سعید حمیدی بخاری جاگیردار پشاور نے موسیٰ کو یہاں مقرر کیا تھا۔ اس کے ظلموں سے یہ قومیں جان سے عاجز ہو رہی تھیں۔ سعید احمد پر بکرام میں انہوں نے حملہ کیا اور اسکو شکست دیکر اسکو اور اُس کے چالیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ محمد حکیم مرزا کی موت کے سبب سے دریا کابل کے دونوں طرف مغلوں کے مقابلے سخت ہونے لگے جنکا کوئی فیصلہ قطعی نہوا۔

۹۹۳ھ میں شہنشاہ اکبر کی جو لڑائیاں ان اقوام افغان سے ہوئیں وہ پشاور کے میدان اور کوہستانی زمین سواد۔ باجوڑ۔ مہمند و تیراہ کے ملک میں ہوئیں اس کے چند میل جو دریائے سندھ سے ملے ہوئے ہیں مستثنیٰ کیے جائیں تو اس ملک کی شکل گھوڑے کے نعل کے مشابہ پیدا ہوتی ہے میدان میں سپاہ کو بہت آرام اور میووں کے کھیت ملتے ہیں اُس کے اضلاع زیرین جو داؤدزئی اور دوآبہ مشہور ہیں نہایت سیرحاصل و شاداب و سرسبز ہیں زراعت و چراگاہ بہ کثرت ہیں طرح طرح کی پیداواریاں یہاں ہوتی ہیں قطع نظر اس ملک کے سیرحاصل ہونے کے اس میں ایک بڑی بات یہ ہے کہ وہ مغربی ایشیا اور ہندوستان کی شاہراہ ہے۔

جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ توران کا ایلچی اور نظربے ایک قافلہ بزرگ کے ساتھ ہندوستان کو آتے ہیں اور روشنائی افغانوں نے درہ خیبر کی راہ کو روک رکھا ہے وہ اس قافلہ کو آگے نہیں بڑھنے دیتا تو اُس نے شیخ فرید بخشی بیگی کو بھیجا کہ جاکر اُن کو ساتھ لے آئے۔

جب وہ جمرود میں پہنچا تو اس کی ہمراہ مان سنگھ نے مادہو سنگھ اور چند اور آدمیوں کو کیا - یہ گروہ خیبر سے گذر کرو کہ کے قریب اس کاروان سے مل گیا - مان سنگھ خود بھی بہت سا لشکر لیکر علی مسجد میں آگیا - روشنائیوں نے یہ سمجھ کر کہ کم آدمی ہیں اندہیری رات میں قلعہ علی مسجد کا محاصرہ کیا اور چند آدمی قلعہ کے اوپر چڑھ آئے مگر بادشاہی لشکر بہادری کر کے اُن پر غالب آیا - مخالف قلعہ کو چھوڑ کر اور ربلندیوں پر چڑھ گئے - مگر گھات میں بیٹھے صبح کو لشکر شاہی نے ان خود سروں کو پائمال کیا اور اُن کا نقش ہستی مٹا دیا - دوسرے روز قافلہ توران سندہ کی اس طرف خیبر آباد میں آیا - فرمان روائے توران نے کبوتر اور حبیب کبوتر باز پادشاہ پاس بہیجے تھے اس سے وہ خوش ہوا - ایلچی کے پہنچنے سے پہلے اِس سے وہ ملا -

اُن قوموں اور ان کے ملک کا حال جو الفنسٹن صاحب نے اپنی تاریخ میں اور ابوالفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہے نقل کرتے ہیں - دونوں کا مقابلہ کر کے بیانوں کی مخالفت و مطابقت کو دیکھکر مغربی و مشرقی بیانوں کے فرق کو سمجھ لو -

الفنسٹن صاحب کا بیان - جس اشتغال سے کشمیر کی لڑائی ہوئی اس سے ان قوموں سے بھی لڑائی ہوئی - مگر اس میں اکبر کے ساتھہ یہ قومیں سینہ زوری کے ساتھہ بڑے بڑے مقابلہ سے پیش آئیں اور اُسکو کامیابی ہوئی - یہ لڑائیاں شمالی مشرقی افغانوں سے ہوئیں جو ان ملکوں میں رہتے تھے کہ پشاور کے میدان کے گرد پہاڑی ملکوں میں بستے ہیں یہ میدان بڑا وسیع اور نہایت زرخیز ہے اس میں زمین ہندوستان کی سی زرخیز اور بار آور ہے اور اسپر بلاد مغرب کی معتدل آب وہوا کے بہت سے اثر متزاد ہیں اسکے شمال میں سلسلہ کوہستان ہندوکش کا بڑا سلسلہ ہے مغرب میں اس کو کوہ سلیمان کا بلند سلسلہ اور جنوب میں کوہستان خیبر جو کوہ سلیمان سے دریا د سندھ تک پھیلتا ہے - افغانوں کا جو خاص ملک ہے اس کا دسواں حصّہ یہ ملک بھی ہے - زمانہ حال میں یہاں کے باشندوں کو بیر درانی کہتے ہیں وہ اپنی چال ڈہال اور وضع و طرز میں ایسی خصوصیتیں رکھتے ہیں کہ اور افغانوں میں متمیز معلوم ہوتے ہیں اس ملک کے شمالی حصّہ میں بہ نسبت اور شمالی مشرقی قوموں کے یوسف زئی

زیادہ رہتے ہیں اور اپنی باقی قوموں کا نمونہ ہیں اُن کے ملک میں پشور کا شمالی میدانی حصہ ہی
اور ہندوکش کے برفستانی بلندیوں تک پھیلتا ہے اور اُسکے اندر تیس تیس چالیس چالیس میل لمبے
اور اسکے موافق چوڑے وادی ہیں جن میں سے ہر ایک کی دونوں طرف اور شعبے وادیوں کے
جاتے ہیں۔ یہ وادی آب و ہوا اور حسن و لطافت اور اور خوبیوں میں کشمیر کے نظیر ہیں اور وہ تنگ
ناؤں پر ختم ہوتی ہیں جن کے گرد اونچے اونچے کرارے ہوتے ہیں یا وہ جنگلوں اور درختانوں میں
غائب ہو جاتے ہیں۔ ایسا ملک اپنے حملہ آوروں کے لیئے بہت سے الجھیڑے اور عوائق اور موانع
پیش کرتا ہی مگر یہاں کے باشندوں کے واسطے کچہ مشکل نہیں وہ بے تکلف ایک وادی سے دوسرے
وادی میں آمد و رفت رکھتے ہیں اور جہاں کہیں راہ نہیں ہوتی وہ اپنے لئے راہ بنا لیتے ہیں۔ اصل
باشندے یہاں کے ہندو معلوم ہوتے ہیں جو غالباً پاروپامی ساکے ڈیا آل و اولاد میں سے ہونگے یہ
نسبتاً زمانۂ حال کا واقعہ ہی کہ بعض خاص افغانوں کی قوموں نے اس ملک کو فتح کیا ہو اور شرارت آمیز
معاش اسکو بنایا ہوا ور پھر ان افغانوں کو بھی اب سے سو برس کا عرصہ گذرا ہو گا۔ یوسف زیوں نے
جو قندھار کے قریب رہتے تھے اپنے وطن سے جلا وطن ہو کر اُن کو نکالا ہو اور اُن کے ملک پر قبضہ
کیا ہو۔ پہاڑی قوموں میں آزادی کا ہونا بالطبع ہوتا ہی اس لیئے یہ قوم آزاد تھی اور سوا اسکے وہ ایسی
دشوار گذار ملک پر قبضہ رکھتے تھے اور انکے تابعین بہت سے تھے اسلیئے اسکو اپنی دولت کا بھی غرور رہتا
اور آزادی کی مستی پر دولت کا نشہ اور چڑھا ہوا تھا۔ سوا اس کے وہ خود عظمت اس سبب سے بھی رکھتی
تھی کہ اُن کی حکومت میں جمہوری انتظام تھا۔ ہر خیل جدا جدا اپنا سرخیل موروثی رکھتا تھا۔ امن کے زمانہ
میں اسکو کوئی اختیار سوا اس کے نہ تھا کہ وہ اپنے خیل کے آدمیوں سے مشورہ لے اور اُن کی
خواہشیں اور آرزوئیں دریافت کرے اور اُن پر اور سرخیلوں کو اطلاع دے ہر گانوں کے
باشندے اپنے اندرونی قضیوں کو خود چکاتے تھے۔ مقدمات کا فیصلہ پنچایت میں ہو جاتا
تھا۔ گانوں میں چوپالیں ہوتی تھیں اُنمیں کسی نہ کسی مطلب کے لیئے ہمیشہ مجلسیں ہوا کرتی تھیں
چوپالوں ہی میں آپس میں بیٹھ کر گانوں والے جی بہلایا کرتے تھے اور

اور مسافروں اور اپنے مہمانوں کو اُتار اکرتے تھے۔ زمین آپسمیں برابر بٹی ہوئی تھی اور اسلئے کہ بُری بھلی زمینیں ہر ایک کے حصہ میں باری باری سے آتی رہیں بمقتضای عدل نئی تقسیمیں ہوتی تھیں۔ ہندی رعیت کی مدارات اچھی طرح کیجاتی تھی مگر معاملات و انتظامات ملکی میں اسکو مداخلت نہ تھی۔ یوسف زئی ان ہندیوں سے رنگ وپ میں ایسی فوقیت نہیں رکھتے تھے جیسی کہ اوضاع و اطوار و چال وچلن میں۔ جنوب میں اور قومیں جو میدانونکے اندر نیچے پہاڑوں میں رہتی تھیں وہ مدت سے وہاں آباد تھیں اور ہندوستان کے مسلمانونکے ساتھ بہت آمد و رفت و میل جول رکھتی تھیں مگر بعض انمیں سے کوہستانی مسلمان ہیں۔ بعض قومیں اپنے ملک میں زیادہ نشیب فراز رکھتی تھیں اور یوسف زئی قوم سے شایستگی اور تہذیب میں بھی کم درجہ رکھتی تھیں۔ شہنشاہ بابر نے شمال و مشرقی قوموں کے مطیع بنانے میں سخت کوشش کی۔ جنمیں سے بعض قومونکے تابع بنانے میں کامیاب ہوا۔ مگر وہ یوسف زئی قوم کے مغلوب کرنے میں بالکل ناکام رہا۔ نہ وہ صلح و آمیزش کی تدبیروں سے اُسکو اپنے بس میں لاسکا اور نہ اُسکے ملک کے اُس حصہ پر جس تک اُسکی رسائی ہوئی سخت غارت گر حملہ آوری سے فتحیاب ہوا۔

اب ابوالفضل کی کہانی سُنیئے۔ وہ لکھتا ہے کہ الوس یوسف زئی پیشتر قندھار و قراباغ میں رہتی تھیں۔ وہاں سے کابل میں آنکر چیر دست ہوئی مرزا الغ بیگ کابلی نے دستان سرائی سے اُسکو مارادھاڑا۔ پس ماندے لمغانات میں آسایش سے رہنے لگے پھر استغر میں آ گئے۔ سو برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ سواد (سوات) و بجور میں رہزنی و سرتابی سے بسر کرتے ہیں۔ اس سرزمین میں ایک گروہ رہتا تھا جسکا خطاب سلطانی تھا اور وہ اپنے تئیں سلطان سکندر کی دختری اولاد بتاتے تھے۔ یوسف زئی کچھ دنوں انکے ملازم ہوئے تھے پھر حیلہ اندوزی کرکے ناسپاسی کرنے لگے اور انکے عمدہ عمدہ مقامات اپنے قبضے میں کرلئے۔ ابتک ان قدیمی باشندوں میں سے کچھ تھوڑے ناکامی کیساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور وطن کی محبت کے سبب سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ یوسف زئی کا بنگاہ کوہستان سواد اور بجور میں ہے اور اکثر وہ دشت میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس دشت کے دو طرف

دریای سندھ ہے - اور باقی اور دو جانبوں میں دریای کابل کوہستان شمالی ہی - وہ تیس کوس لمبا اور
پندرہ بیس کوس چوڑا ہی دلکشا سبزہ زار اور نگاہ فریب زمینیں ہیں جنکے دیکھنے سے خوشی ہوتی ہے
جب پادشاہ نے کابل میں یورش کی تھی تو یوسف زئیوں میں سی جو کلاں تر تھا وہ لابہ گری کرکے
جبہ فرسا ہوا تھا اور پہلے اپنی بدکرداری سے شرمسار ہوکر پیمان پرستاری استوار کیا تھا ان میں سے
کالو پر پادشاہ نے عنایت کرکے سب سے زیادہ سرفراز کیا مگر تھوڑے دنوں بعد یہ قومیں پھر اپنے
آئین سابق پر مائل ہوئیں - راہزنی اور خلق آزاری پر کمر باندھی اور دارالخلافہ سے کالو
بھاگ گیا - خواجہ شمس الدین نے نواحی اٹک سے دستگیر کرکے پادشاہ پاس بھیجا - پادشاہ نے
بجای پاداش کے اسپر نوازش فرمائی - پھر وہ بھاگ گیا اور اپنی پہلی بنگاہ میں پناہ لی - اور
زمینداروں کی سرکشی کا بھی سبب ہوا - پادشاہ نے بہت سے افسروں اور سپاہ کا زین خاں
کوکلتاش کو سپہ آرا بنا کر اور غریب خانجہانی کو بخشی بنا کر روانہ کیا کہ جگر اگر وہ کور سنمونی کریں اور
تیرہ دل جو اندرز نہ قبول کریں انکو سزا دیں - ۲۵ دی ۹۹۴ کو قرا بیگ و ضیاء الملک اور سپاہ
کو بسرکردگی شیخ فرید بخشی کو روانہ کیا وہ ایک عمدہ تاخت کرکے الٹا چلا آیا اور پادشاہ سی عرض کیا کہ دشت کا
کام بہت سخت ہی مناسب ہے کہ ایک فوج اور نامزد ہو تا کہ شائستہ طور پر قوم یوسف زئی کی بیخ کنی
کی جاے اسلیے ۱۴ بہمن کو سعید خاں اور ملک الشعرا فیضی اور دوستر خواجہ و شیخ ابوالبرکات اور اور افسرونکو
اور ابوالفضل کی تین سو سواروں کو جانیکی اجازت دی - اور میر شریف آملی کو زابلستان میں منصب امینی
صدارت عنایت کیا اور قاسم بیگ تبریزی کو میر عدل لشکر مقرر کیا - زبانی بھی اسکو ہدایتیں کیں
کہ ہمیشہ نیایش ایزدی اور رضامندی الہی کی تلاش میں رہی اور شناسائی کو نیازمندی کیساتھ ملاے
آزمندی اور شتر دلی کہ ہوشمندوں کی لغزش گاہ ہی برکران رہی اسلیے کہ بہت سے نیک ذات دنیا کی
رنگینی اور ستمگارونکے شکوہ کو دیکھکر حق گذاری سی باز رہتے ہیں گواہ و سوگند پر داوری کا حصر نہ کری بلکہ
دور نگاہی سے بشرہ کو دیکھے او طرح طرح کی پرسشیں کری - اگر کوئی بڑی لڑائی خود نہ کرسکے تو ہم کو مطلع کرے
تن آسانی کو ناروا جانکر کبھی کبھی اس میں مشغول ہو - پادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ اگر اسی

لشکر برکام چھوڑ دیا جائیگا تو اس ناحیہ کے قوموں کی افزونی اور کوہستان اور تنگناؤں کی دشوار گذاری سے کام دیر میں انجام پائیگا اسلئے پادشاہ نے ایک تازہ لشکر بیر بر کی سرکردگی میں روانہ کیا - ابوالفضل بھی نبرد کا شوق رکھتا تھا اس نے پادشاہ سے عرض کیا کہ اگرچہ حضور کی خدمت میں رہنا خوش نصیبی کی اکسیر ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ پرستاری غائبانہ جس سے یگانگی و یکرائی کا امتحان ہو بجالاؤں اور میری ایک نئی لیاقت حضور پر ظاہر ہو - اگر نبرد گاہ میں مجھ سے کوئی عمدہ کام ہوگا تو میری ناموری ہوگی اور شایستہ بندگی بجالاؤنگا - جس سے ناتواں بین ہرزہ داریوں کا منہ بند ہو جائیگا پھر وہ میرے نسبت کچھ نہیں کہہ سکیں گے - پادشاہ نے فرمایا کہ تیرے اور بیر بر کے نام قرعہ ڈالا جائے کہ بغیر کسی خواہش کے سرنوشت ایزدی ظاہر ہو - قرعہ بیر بر کے نام کا نکلا - پادشاہ نے ۱۴ بہمن کو بیر بر سردار رزم و بزم کو روانہ کیا - اسنے تھوڑی عرصہ میں وُشت میں جسنے سرکشی کی اسکی خوب مالش کی جسنے نیا یشگری کی اسکے مال و ناموس کی پاسبانی کر کے دوسری جگہ آباد کیا - بنیر کی فتح کے ارادہ سے وہ گریوہ کی طرف چلا جب تھوڑی تنگنائیں کو لشکر طے کر کے منزل دوک میں آیا تو افغانوں نے لڑنا شروع کیا - بڑی لڑائی ہوئی بہت مخالف اسیر و قتل ہوئے ناوقت ہو گیا تھا اور آگے کا حال معلوم نہ تھا - اسلئے لشکر خیمہ گاہ کو واپس آیا اور معلوم ہوا کہ اسطرف جانیسے مقصد حاصل نہیں ہوگا تو وشت میں لشکر واپس آیا تا کہ دوسری راہ سے جائے -

کوکلتاش کی پادشاہ پاس عرضداشت آئی کہ خدا کی عنایت سے سخت گریووں سے گذر ہو گیا ہی بجور اور سواد کا بڑا حصہ قبضہ میں آگیا ہے مگر لشکر تگادو کی کثرت سے تھک گیا ہی اور گریوہ لراکر میں جو سواد و بنیر کے درمیان ہی افغان جمع ہوئے ہیں اگر اور لشکر جوانمردوں کا بھیجا جائے تو شائستہ طور پر سارا ملک قبضہ میں آجائیگا اور سرکشوں کو سزا ملجائے گی - پادشاہ نے ۱۵ بہمن کو بسرکردگی حکیم ابوالفتح کے شمشیر بازوں کو بھیجا - تھوڑے عرصہ میں دونوں لشکر مل گئے زین خاں نے اول بجور کی فتح کا ارادہ کیا وہاں تیس ہزار خانہ دار اُس یوسف زئی

رہتے تھے اور انکے پاس دشوار کشا گریوہ تھے۔ بادشاہی سپاہ چابکدستی کر کے دانش کول کی راہ سے آئی۔ کجگرا یونکو رستہ پر آنے کی فرصت نہ دی جالش بہادر نے گیران شہر پر تاخت کی اور بہت سے سرکشوں کی مالش کی جب وہ نہایت تنگ ہوئے تو غازی خاں و مرزا علی و طاؤس خاں و نظر اور سرداروں نے پناہ مانگی اور وہ ملنے آئے۔ دفعتاً شورش دور ہوئی۔ یہاں سے ولایت سواد کا قصد ہوا۔ یہاں کے کوہستان میں چالیس ہزار خانہ دار یوسف زئی رہتے تھے۔ جب لشکر دریا کے کنارہ پر پہنچا۔ اس زمین کے بہادروں نے جنگ میں قدم جمایا۔ ہراول نے دریا سے گذرنے میں باگ کھینچی۔ التمش کے دلاوروں نے تیزدستی کی۔ اسکی دیکھا دیکھی اور بھی اس راہ پر آئے بڑی لڑائی ہوئی۔ غنیم ناکام بھاگ گیا۔

کوکلتاش نے چکدرہ میں کہ وسط ولایت میں ہے قلعہ کی بُنیاد رکھی اور سرکشونکی مالش کا قصد کیا۔ تیئیس ۲۳ دفعہ فتح پائی۔ سات لشکروں کو شکستہ کیا۔ ولایت بنیر کا سارا ملک سوائے گریوہ کا کر کے قبضہ میں آگیا۔ لیکن کارزار کی فزونی اور کوہ نوردی سے لشکر تھک گیا۔ کوکلتاش نے کمک مانگی۔ بادشاہ نے راجہ بیربر اور حکیم ابوالفتح کو نامزد کیا۔ جب یہ سب آپس میں ملے تو دورنگی کا غبار اُٹھا پہلے ہی سے کوکلتاش اور راجہ میں تنگ چشمی کی باتیں ہوئیں۔ اسی طرح راجہ اور حکیم میں آپسیں صفائی نہ تھی۔ یہ اُمرا باوجود فہم عالی اور اعتبار سترگ آپس میں حسد کرنے لگے وہ بادشاہی عاطفت میں انبار نہیں چاہتے تھے اسوقت سے کہ دشت کی فوجوں کو کوکلتاش کی کمک کا حکم ہوا تھا تو راجہ چیں بجبیں ہو کر کہتا تھا کہ میرا نصیبہ برگشتہ ہو گیا ہے کہ حکیم کی ہمراہی میں اور کوکہ کی یاوری میں دشت کوہ ناپنے پڑے دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ راہ نوردی میں ہر روز آپسیں ناسزا باتیں ہوتی تھیں جب گریوہ بلکندرہ میں پہنچے تو کوکلتاش استقبال کو آیا۔ اسنے خود بیٹھکر گریوہ سے لشکر و بنگاہ کو اُتروایا۔ حکیم ابوالفتح قلعہ چکدرہ میں گیا۔ راجہ اس جُدائی سے آشفتہ ہوا اور تباہ اندیشی کرنے لگا۔ صبح کو اس قلعہ میں سب جمع ہوئے کوکلتاش نے جشن آراستہ کیا راجہ نے اپنی پہلی خشمگینی کو ظاہر کیا کہ اس جشن میں شریک نہیں ہوا۔ اور اُس نے یہ گذارش کی کہ مناسب یہ ہے کہ سب کارآگاہ قورشاہی (سلاح شاہی) کے

گرد جمع ہوں - راز گوئی اور بزم یکجہتی وہاں آرایش پائے - کوکلتاش اسپر غصہ ہوا - راجہ اور حکیم میں درشتی سے دشنام پیر نوبت پہنچی کوکلتاش نے تحمل کے ساتھ شورش بیگانگی کو بٹھایا اور گذارش کی کہ مہم کوہستان کا ختم کرنا قریب ہے اور کراکر اور بُنیر کے سرتاب بھی لابہ گری کر رہے ہیں - لیکن مدت سے انکی گفتار کردار میں نہیں آئی - یہ کمک اسلیئے طلب کی تھی کہ ایک گروہ کو اس قلعہ میں چھوڑ کر میں حیلہ گذار فتنہ اندوزوں کی مالش کو جاؤں اب چاہیئے کہ لشکر تازہ روز اس خدمت کو اپنے ذمے لے اور میں پہلے سپاہ کے وسط ولایت کی پاسبانی کروں یا کہ وہ چکدرہ میں رہنا پسند کریں - میں کوہ نشینوں کی سزا کے لئے جاؤں - راجہ وحکیم دونوں نے اس صلاح کو نہ مانا اور یہ جواب دیا کہ پادشاہ کا فرمان ملک پر تاخت کرنیکا ہی ملک کی نگاہداشت کا نہیں ہی - ہم سب یکجا ہوکر مخالفوں کو مالش دیکر اسی راہ سے کہ بادشاہ کا حکم ہی پادشاہ پاس جاتے ہیں - کوکلتاش نے جواب دیا کہ جو ولایت اسقدر آویزش سے ہاتھ آئی ہو اسکو بغیر سرانجام دینے کے کیونکر چھوڑ سکتے ہیں اور اس راہ پر نشیب فراز میں دوڑتے پھرنا پسندیدہ نہیں ہی جو میں نے دو روشیں بتائی ہیں اسپر چلنا پسند نہیں تو یہی بہتر ہے کہ جس راہ سے تم آئے ہو اُسی راہ چلے جاؤ کہ وہ طرف سپہ نشین ہے اسمیں غنیم کو دستبرد کی قوت نہیں ہے مگر اُنہوں نے کچھ نہ سُنا اور اپنی پہلی تدبیر پر جمے رہے - کوکلتاش نے یہ ناہنجار مدارات ان کی دیکھی تو اُسنے آئین سرداری کو ایک طرف رکھا کہ مبادا یہ شیوا زبان مقربین ناشائستہ باتیں بنا کر بادشاہ کو مجھ سے نہ خفا کردیں - کوکلتاش کو تو یہ اندیشہ ہوا اور راجہ اور حکیم کو یہ فکر در پیش تھا کہ اگر ہم تنہا ہو جائینگے تو معلوم نہیں کام بنے یا نہ بنے اور شرمندگی اُٹھانی پڑی -
فوج کی آرائش ناہنجار طور پر ہوئی اور آرائش فوج میں گفتگو ہوئی - راجہ وحکیم نے اپنے اسی اندیشہ سے برانغار وجرانغار کی سرکردگی سے انکار کیا - برانغار کا سربراہ حسن خاں میتنی مقرر ہوا - اور جرانغار کا قاضی علی - ہراول کی پیشقدمی حسن بیگ کو سپرد ہو - بعد بہت سی گفتگو کے حکیم نے التمش میں رہنا قبول کیا اور ۱۲ اسفندارمذ کو چکدرہ سے کراکر طرف سپاہ چلی اور پانچ کوس چلکر موضع کانداگ میں اُتری دوسرے روز

راہ پر تنگ تھی برانغار کو چنداول میں چھوڑا اور درہ سے آدھ کوس پر منزل کی اور یہ تدبیر ٹھہری کہ آج ہراول کچھ تاخت کر کے پھر آئے۔ صبح کو جب اس کتل پر مخالف آئے تو لڑائی شروع ہوئی تھوڑے عرصہ میں تنگناؤں کو طے کر کے بہت غنیمت جمع کی اور ہزاروں آدمی بندی میں آئے القمش میں زیادہ تر کابلی تھے وہ لوٹ کی داستان سنکر دوڑے پھر اسکے پیچھے اور فوجیں آئیں کوکلتاش کہ مقیم تھا ناچار وہ بھی روانہ ہوا۔ اسطرح روا روی بے روش ہوئی۔ افغانوں نے پیچھے خوب لوٹ مچائی حسن خاں پٹنی زخمی ہو کر کنارہ کش ہوا چلنے والوں پر کام بہت تنگ ہو گیا۔ کوکلتاش کارزار میں آیا اُسدن اور تمام شب اور پھر دوسرے روز زیادہ دیر تک ہنگامہ زد و خورد گرم رہا۔ مخالفوں کے چار سر گروہوں کو کوکہ نے خود اپنی بندوق سے مارا۔ افغان کچھ پریشان ہوئے آخر دن کو کچھ فتح کی صورت معلوم ہوئی مگر بار شتر اور گاؤ سب لُٹ گئے اور جو اسباب ہاتھی اور خچر پر تھا وہ سلامت منزل پر پہنچا۔ دوسرے روز چھ کوس چلکر خانپور میں آئے کوکہ نے چند آدمی کی افسری خود کی۔ تمام راہ جنگ کرتا ہوا منزل پر پہنچا۔ راجہ کے دائرہ پر پُہنچکر مجلس مشورہ منعقد کی اور پہلی گفتگو کو فصاحت سے ادا کیا اور شتاب زدگی کی نفرین اور اپنی بے دید کو خوب بیان کیا۔ پوچھا کہ اب صلاح کیا ہے؟ اور آئندہ کیا کرنا چاہیئے۔ راہ تھوڑی باقی تھی اسلئے نشیب و فراز اسکا نظر نہیں آتا تھا۔ سب نے یہ صلاح دی کہ مناسب یہ ہے کہ گریوہ سے گذر کر چند روز قیام کریں اور مخالف کا از سر نو علاج کریں۔ کوکلتاش نے گذارش کی کہ آگے تنگنا ر ایسی دشوار گذار ہیں کہ اس راہ پر چلنا اپنے تئیں بے آبرو کرنا ہے مناسب یہی ہے کہ اسی منزل میں کہ کچھ فراخ ہے اور کوئی سرکوب نہیں ہے اور پانی گھاس اور آذوق بہت ہے۔ ایک دیوار بند بنا کے قیام کریں اور مخالفوں کو کہ سارے پہاڑ کو گھیرے ہوئے ہیں سزا دیں یا اس سبب سے کہ ان کازہ و زاد اور بہت سا مال ہمارے ہاتھ میں ہے۔ استمالت نامے بھیجکر مخالفوں سے فرمان پذیری کا پیمان لے لیں اور انکے میدان کو چھوڑ دیں اور انہیں سے چند کو بطور

یرغمال (اوّل) کے رکھیں - اگر یہ بات آپکو دلنشین نہ ہوں تو توقف کریں کہ پادشاہ کو اطلاع ہو اور ایک فوج اسطرف آنکر گریوہ کے سرے کو نگاہ رکھے مگر راجہ اور حکیم اپنے منصوبے پر جمے رہے اور اپنے نقصان میں فائدہ سمجھتے رہے ششم اسفندارمذ کو گریوہ بلندری کی طرف روانہ ہوئے - کوکہ نے کارآگہی سے چنداول کا اہتمام اپنے ذمے لیا - پہلے روز سے بھی زیادہ سخت لڑائی ہوئی لشکر کچھ تھوڑی دور چلا تھا کہ دن ناوقت ہوگیا - اس نے درہ کے سرے کو بزرگ گریوہ کی ابتدا جانا وہ اُترپڑا کوکہ کے آنے سے معلوم ہوا کہ ابھی ایک اور تنگی سے گذرنا باقی ہے جب اس کوہ کے سر پر پہنچنا ہوگا - سرکوب اسکے نزدیک تھے اسلیئے اُسنے آگے جانے میں کوشش کی اور یہ قرار پایا کہ گریوہ کے سر پر ہراول بھیجکر بلندیوں پر قبضہ کرے اور لشکر نیچے اُترے اور صبح ہوتے ہی اس دشوار پہاڑ پر گذر کریں - چونکہ پیچھے سے افغان چلے آتے تھے کوکلتاش پیچھے مڑا اوروں نے اس کوچ ناہنگام اور ہراول کے آگے دوڑانے کو گریوہ کا طے کرنا سمجھکر جلدی کی اور چلنے کا آئین بگڑ گیا - ہرچند سمجھانے اور پھیرنے کے لئے تگ و دو ہوئی مگر سودمند نہ ہوئی - افغانوں نے ہرطرف سے تیر و پتھر ایسے پھینکے کہ وہ غالب ہوگئے - ناشناسائی اور سراسیگی کے سبب سے پہاڑی کی بلندی پر سے پستی کیطرف لشکر اُترا - اس رواروی میں گھوڑے اور آدمی اور ہاتھی سب گڈمڈ ہوگئے اور بہت انہیں سے مارے گئے اور بڑے بڑے سردار مارے گئے کچھ راہ کو پہچانکر چلے - آخر دن کو اس گریوہ دشوار سے گذر کر نیچے آئے - کوکلتاش کا ارادہ ہوا کہ اُس لڑائی میں اپنی جان دیدیجئے مگر جانش بہادر اسکے آگے آیا اور کام و ناکام الٹا گیا - کچھ چلکر وہ بیراہ ہوا گو پیدل چلا - بصد دشواری منزل پر پہنچا - لوگوں نے یہ خبر اُڑائی کہ افغان پیچھے سے چلے آتے ہیں اسلیئے نہایت بیتابی کے ساتھ کوچ بے ہنگام ہوا آدمی تاریکی کے سبب سے راہوں سے بھٹک کر دروں میں چلے گئے - افغان مال کے حصے کرکے بانٹنے میں معروف تھے - دوسرے روز بہت سے آدمی جو رستہ بھول گئے تھے جان سے گئے - کچھ ان میں قید ہوئے - پانسو آدمی مارے گئے

ہونگے - پادشاہ کے روشناس بہت تلف ہوئے - انمیں راجہ بیربر حسن خاں پنی گدا بیگ راجہ دہرم کندہ شنکر و محمد ملا سیری - عرب شیخ - ملا غیوری و جان محمد بخشی - شیخ جنید - شیخ مہمند فرلی بہادر امان اللہ سعید تھے - اس گزند ناگہانی اور اخلاص مندونکے مرنیسے خصوصًا اپنے اہم زبان معنی آفریں راجہ بیربر کے مرنے سے طرح طرح کے رنج پادشاہ کو ہوئے ایک رات دن کھانا نہیں کھایا -

یوسف زئی سے پادشاہ کی لڑائیاں اور اور معاملات ۹۹۴ھ

جب پادشاہ نے اپنے اخلاص نہادوں کے مرنے کا اور شکست پانے کا حال سُنا تو خود پادشاہ کا ارادہ اس کوہستان میں جانے کا ہوا لیکن اخلاص گزینوں کے کہنے سے اس یورش سے باز رہا شاہزادہ مراد کو اس خدمت پر بھیجا اور راجہ توڈرمل کو اسکے ساتھ کیا مرزا الغ بیگ کابلی کے زمانہ سے الوس یوسف زئی کہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے کوہستان دشوار گذار کی آڑ میں ہمیشہ راہ زنی کرتے اور مسافروں کو طرح طرح کی گزند پہنچاتے - کابل کے مرزبانوں میں یہ قدرت نہ تھی کہ ان کی مالش کرتے - ہندوستان کے فرمان روایوں کو اپنے کاموں کی کثرت نے اور تنگ حوصلوں کی ہمزبانی نے اسطرف متوجہ نہ ہونے دیا - ان دنوں پادشاہ کا ارادہ ہوا کہ یہ قوم مردم آزاری اور تباہ کاری سے باز آئے اور فرمان پذیری اور خدمت گذاری اختیار کرے - بدخوئی جو طینت میں مدتوں سے جگہ پکڑ جاتی ہے - اور باپ دادا سے چلی آتی ہے - اسکا دور ہونا بہت دشوار ہوتا ہے - پادشا اپنی مہربان دلی سے جانوں کو ضائع نہیں کرتا - اور بڑے بڑے جرموں کو بھی پردہ نیستی میں نہیں بٹھاتا جب افواج تاخت کے لئے نامزد ہوتی تو کوشش کیجاتی کہ آدمیوں کے مارنے میں تیز دستی نہ کی جائے - ہر دفعہ اس قوم میں سے جو لوگ پکڑے آتے پادشاہ انکو خلعت اور زر دیکر چھوڑ دیتا لیکن جب پادشاہ کے ان اخلاص مندوں کا انہوں نے خون کیا تو پادشاہ نے اُنکے مٹانے میں کوشش کی - ان کوہستانوں کا اُنسے خالی کرانا محال تھا - مگر تھوڑے عرصہ میں ان میں سے ایک گروہ کا نقد زندگی تاراج ہوا بہت سے انمیں اسیر ہوکر ایران اور توران میں بھیجے گئے اور ملک سواد و بجور و تیراہ ان بدکاروں سے پاک ہوا - یہاں کی آب و ہوا کی خوبی اور میوونکی ارزانی

ایسی ہے کہ کمتر کہیں ایسی ہوتی ہے - اس مجمل بیان کے آگے تفصیل آتی ہی - شاہزادہ مراد اور راجہ تو ڈرمل کو یہ خدمت سُپرد ہوئی تھی مگر راجہ نے عرضداشت پادشاہ پاس بھیجی کہ سزاوار یہ ہے کہ ولایتوں کی فتح کرنیکے لئے اور بڑے بڑے فرمان دہون سے لڑنیکے واسطے شاہزادوں کو بھیجنا چاہیے یہ خدمت ایسی ہی کہ جسکو حضور کے بندگان میں سے ایک انجام دیسکتا ہی اس عرضداشت کو سُنکر پادشاہ نے شاہزادہ مُراد کو واپس بلالیا - کنور مان سنگہ کہ جمرود کے قریب روشنائیوں کی گوشمالی کر رہا تھا اس خدمت پر معین کیا کہ راجہ کی بہ وید کو اپنا دستیار کرے - مانسنگہ بنیر کے قریب آیا - دریا کے کنارہ پر مقیم ہوا اور قلعہ کی بُنیاد ڈالی اور اُسکے آباد کرنیکے لئے ٹھہرا - بنیر کے چپکے کھنڈرات کہہ رہے ہیں کہ وہ کسی قدیم زمانہ میں بڑا شہر تھا - سواد سے ملا ہوا کوہ لنگر تھا وہاں راجہ تو ڈرمل نے اپنا بنگاہ بنایا - اسطرح افغانوں کی گذر گاہوں کو بند کرکے انکو تنگ کیا دونو طرف سے کارشناس کوہستان کے اندر جاتے اور افغانوں کو لوٹتے مارتے - ناچار انہوں نے زاری کی جس سے شورش فرو ہوئی اور زمانہ کو تازہ روئی ہوئی - راجہ تو ڈرمل کوہستان سے واپس چلا آیا - اور افغانوں کی مالش کے واسطے صرف راجہ مان سنگہ وہاں رہا - پادشاہ نے کنور مان سنگہ کو یوسف زئی کی سزا دینے کے لئے بھیجا اور راجہ بھگونت داس کو کہ پنجاب کا سپہ آرا تھا ریگستان کا پاسبان مقرر کیا - مگر راجہ نے نامناسب خواہشیں کیں - پادشاہ اُسے دیوانہ سمجھا اور اسکا بھیجنا موقوف رکھا اور کارسازوں کو حکم ہوا کہ شاہزادہ سلطان دانیال کے لئے تیاری زابلستان لیجانے کی کریں مگر راجہ نے معذرت کی - پادشاہ نے پھر اُسی کو زابلستان جانے کی اجازت دیدی - وہ دریار سندھ سے گذرا تھا اور خیر آباد میں پہنچا تھا اور سپاہ کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ دفعتًا اسکی عقل تیرہ ہوئی اور سخت بیمار ہوا - اُسکو شہر اٹک بنارس میں لائے - سامان ایک طبیب اُسکی نبض دیکھتا تھا کہ راجہ نے اسکا جمدھر لیکر اپنے مارا - پادشاہ نے حکیم حسن کو علاج کے لئے بھیجا مدتوں میں وہ اچھا ہوا اسکی جگہ اسمٰعیل قلی کو مقرر کیا - مگر اُس نے معاملہ شناسی سے حرکات ناشائستہ کیں جس سے وہ نظر سے گرا اگرچہ اسنے خوشامد

کرکے قصور معاف کرایا۔ بادشاہ نے اسکو یوسف زئی کی مالش کے لئے مقرر کیا۔ مادھو سنگھ و سعید گکھر اور ابوالقاسم نمکین اور راجہ بھگونت سنگھ کے آدمیوں کو اُسکی یاوری کے لئے مقرر کیا اور کنور مان سنگھ کو اور سپاہ کے ساتھ کابل بھیجا۔

جب بادشاہ دریاے سندھ کے کنارہ مقیم تھا اور زابلستان جانے کا ارادہ تھا اور کتل خیبر کو جسمیں گھوڑے اور اونٹ کا گذر مشکل تھا ایسا صاف کیا کہ گاڑی چھکڑا اسپر چلنے لگا اور دریاے سندھ پر پل باندھا تو توران میں ایک عجیب تہلکہ پڑا۔ بادشاہ کے ایلغار کا خوف ایسا پیدا ہوا کہ بلخ کے دروازے اکثر بند رہتے تھے۔ فرمانرواے توران عبداللہ خاں نے کار آگہی اور اندازہ شناسی سے نیایش گری اور نیازمندی اختیار کی میر قریش کو بھیجا کہ یہ بزرگ سید ونیس سی تھا اور نہایت عمدہ گھوڑے اور تنومند شتر اور سبک رو استر اور شکاری جانور اور عمدہ کپیتن اور اپنے ملک کے اور نفائس بھیجے۔ مگر اسوقت راجہ بیربل کے سوگ میں بادشاہ رنجیدہ ہو رہا تھا اس سبب سے ایلچی کی باریابی میں تاخیر ہوئی جس سے ایلچی کو پراگندگی ہوئی تو بادشاہ نے ایک جشن کرکے اسکو باریاب کیا۔

بادشاہ اٹک بنارس میں عشرت پیرا تھا کچھ شکار کھیلتا کچھ آہنگر خانہ میں بندوق سازی کا تماشا دیکھتا۔ دولت خانہ میں تفنگ اندازی کرتا۔ رات دن مہمات ملکی و مالی میں مصروف رہتا مگر اس سوچ بچار میں رہتا کہ ساحل سندھ پر جنگ ٹھہرے کہ یوسف زئی کی مالش قرار واقعی ہو اور پھر زابلستان کی سیر ہو مگر تورانیوں کی سراسیمگی اور توران کے ایلچی کی زاری اور آذوق کی گرانی سے واپس جانا قرار پایا اور ہندوستان کو وہ چلا۔ پنجاب میں آنکر لاہور میں ٹھیرنے کا ارادہ بادشاہ نے اسلئے کیا کہ زابلستان میں امن امان ہو جاے۔ سواد و بجور سرکشوں سے پاک ہو۔ تیراہ اور بنگش سے روشنائیوں کا تیس نابس ہو۔ آباد ملک ٹھٹہ قبضہ میں آئے۔ اگر مرزبان توران دوستی میں ثابت قدم نہ رہے تو لشکر وہاں بھیجا جاے اور اسکے بعد وہ خود جاے وہ ۵ ۱۲ ½ کروہ اٹک بنارس سے ۲۶ کوچوں میں آیا۔

ادہر یوسف زئی کی تاخت وتاراج میں اور انکی باندھنے اور مارنے میں لگا ہوا تھا ادھر آسمان
نے انکے ساتھ کینہ توزی کی۔ اناج کو گراں کیا۔ ہوا کو ناسازگار بنایا عجیب بیماریوں کو پھیلایا۔ توانائی
اور حیلہ سازی نابود ہوئی۔ یوسف زئی کے سردار سلطان قریشی۔ بوستان کالو۔ سلطان بایزید۔
کریمداد ابراہیم خاں۔ خان جہاں مصری۔ ظفر خاں۔ یہ سب اسمٰعیل قلیخاں پاس آئے اور عاجزی
کی۔ یہ قرار پایا کہ جب وہ کوہستان سے مع اغروق کے نکل آئیں تو گناہونکی معافی کی درخواست
پادشاہ سے کیجائیگی۔ پادشاہ کے سندھ سے واپس آنے نے فرمانروائے توران کی سراسیمگی کو دور
کردیا تھا۔ لیکن پادشاہ نے سنا کہ ایلچی کے بہت دنوں تک یہاں رہنے سے وہاں تردد ہوا تو اسلئے
۱۱ ارشہریور کو ایلچی کو واپس بھیجدیا اور کچھ نفائس تحفۃً بھیجے۔ حکیم ہمام کو پیغام گذاری کیلئے
مقرر کیا کہ وہ نامہ کو فرمانروائے توران کو پہنچادی اور سب چھوٹے بڑونکے آگے اسے بڑھکر
مطلع کردے۔ میر حیدر جہان مفتی کو بھی سکندر خاں کی سانحہ ناگزیر کے پرسہ کیواسطے بھیجا
اگرچہ اسکو مرے ہوی تین سال گذر چکے تھے۔ مگر چونکہ پادشاہ کو توران کے لینے کا خیال تھا اسلئے یہ
تقریب نہیں کیگئی۔ مگر اب عبد اللہ خاں نے لابہ گری کی اور یکتا دلی کا آئین اختیار کیا تو میر کو تعزیت کے لئے بھیجا۔

دس ہزار خانہ دار مہمند وغوریہ خیل پشاور میں رہتے تھے اور پادشاہ کی نیکو خدمتی
کو اپنی رستگاری کا سرمایہ سمجھتے تھے۔ پشاور کا اقطاع دار سید حامد بخاری تھا۔ وہ کابل
کی سپاہ کے ساتھ یہاں آیا اور اسکی سپاہ ہندوستان کو اپنی جاگیروں پر گیئی وہ تھوڑے
آدمیوں کے ساتھ حصار بکرام میں غافل پڑا تھا موسیٰ کو اپنا کام دے رکھا تھا۔ اس نے اپنی
آزمندی سے ان گروہوں کو تنگ کیا اور انکے مال و ناموس پر ہاتھ کھولا۔ اس سے الوس
مذکور نے جلالہ کو اپنا سردار بنایا۔ بکرام کے نزدیک فساد مچایا۔ سید حامد نے ایک آدمی کو
بھیجکر اسکا حال دریافت کرایا۔ اسنے اپنی بیدانشی یا بداندیشی سے انکا حال پراگندہ بتایا اور
کہدیا کہ تھوڑے سے آدمی ہیں۔ غرض سید ڈیڑھ سو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑا اسکا گھوڑا
ندی میں گرا جسکے سبب سے وہ ڈوب کر ہلاک ہوا۔ اور اسکے چالیس ہمراہی مارے گئے

افغانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ سید کمال اُسکے چھوٹے بیٹے نے قلعہ داری خوب کی۔ پادشاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اُسنے زین خاں کو کلتاش کو اس خدمت پر مقرر کرکے روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر ضرورت پڑی تو راجہ مانسنگہ کسی سردار کو لشکر کے ساتھ کمک کے لیئے اور بھیجدے۔ غرہ مہر کو کابل میں مرزا سلیمان اس ارادہ سے آیا کہ پادشاہ کی خدمت میں جائے۔ اسلئے کنور مان سنگہ اسکی ہمراہ ہوا اور خواجہ شمس الدین خانی کو کابل کا منتظم مقرر کیا۔ جلال آباد کے نزدیک بولان میں اسکو شدید تپ ہوئی اور سخت بیمار ہو گیا۔ اور سید حامد کے مارے جانے سے روشنائی بہت مغرور ہو گئے وہ کنور مانسنگہ کے اس بے ہنگام قیام سے کچھ اور سخت اور زیادہ بدمست ہو گئے اور قلعہ بکرام کو چھوڑ کر اور ارادوں میں ہوئے۔ الوس مہمند و غوریہ خیل نے پشاور سے تیراہ تک خیبر کی دونوں راہوں کو سنگ چین کرکے استوار کیا۔ یوسف زئی اور قوموں نے اِنکے ہنگامہ کو رونق دی۔ تیراہ ایک کوہستان ہے جسکا طول ۳۲ کوس ہی اور عرض ۱۲ کوس ہی مشرق میں پشاور ہے اور مغرب میں میدان اور شمال کی جانب باڑہ اور جنوب میں قندھار۔ اسمیں تنگنائیں پر نشیب و فراز دشوار گذار ہیں۔ پادشاہ نے جو سپاہ بھیجی تھی وہ دیر میں پہنچی اور کنور مان سنگہ اس زمانہ میں بیمار تھا اور ڈیڑھ مہینے میں رنجور ہوا تو افغانوں نے کنور سے پیکار کا ارادہ کیا۔ ان دنوں میں کنور تندرست ہو گیا تھا اور افغانوں کی مالش پر وہ مستعد ہوا اور تین ہزار سوار اور بڑے بڑے نامور افسر لے کر اس ارادہ سے چلا کہ نارون کی راہ سے تیراہ میں آئے اور وہاں سے الوس آفریدی کو کہ خیر مایہ شورش ہی تاخت و تاراج کرے اس راہ سے گریوہ شادی سے یکبارگی علی مسجد میں آئے تاکہ لشکروں سے ملجائے اور راہ کھُلجائے جگت سنگہ پسر مان سنگہ درباری زین الدین علی کہ کابل جانے کا ارادہ رکھتے تھے سید حامد کا قضیہ سنکر ایلغار کرکے بکرام میں آئے مگر راہ بند تھی اسلیئے آگے نہ ٹھہرے نہ بڑھے مگر مادھو سنگہ بھی راجہ بھگونت داس کے لشکر کو لیکر اٹک کے قریب آگیا تھا سیوم دے ۹۹۵ھ کو بولان سے مان سنگہ جریدہ روانہ ہوا اور کتل چارچوبہ میں پہنچا۔ یہاں گریوہ کہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اسکے نشیب و فراز کو مشکل سے

طے کرکے بازارک کی حدود میں کچھ آرام کیا۔ دوسرے روز سپاہ نے بسر کردگی محمد قلی بیگ کے الوس آفریدی پر تاخت کی اور انکا بہت مال چھینا۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ اسباب کو منزل گاہ پر پہنچا کر پھر لوٹنے آئیں مگر اسکو اوروں نے نہ مانا اور آگے بڑھے اور درہ چورہ سے کوہ نوردی کی۔ اور غوریہ خیل کے بنگاہ پر گذر ہوا۔ انہوں نے لابہ گری کرکے رستگاری پائی۔ جب تنگناؤں میں لشکر آیا تو جلالہ پیچھے سے نمودار ہوا۔ ہر طرف سے افغانوں کا جوش و خروش اُٹھا۔ تختہ بیگ چنداول لیکر اس سے لڑا مگر عاجز ہوا تو اپنے لشکر سے ملا۔ اور کنور مانسنگہ نے پھر ایک اور تازہ نیرو سپاہ کارزار میں بھیجی۔ لڑائی خوب ہوئی۔ مخالف کی شوخی کم ہوئی مان سنگہ نے اپنے بیٹے جگت سنگ کو چنداولی کا اہتمام دیکر خود علی مسجد کی راہ لی۔ تھوڑے عرصہ میں پھر افغان ہر طرف سے آنکر جمع ہوگئے اور کام زیادہ دشوار ہوگیا۔ میدان نہ تھا کہ لڑائی میں جوانمردی دکھائی جاتی نہ کوئی پناہ ایسی تھی کہ سنگ افگنی اور تیر اندازی کی جاتی۔ طرفین کے سپاہی دست و گریبان ہوتے تھے اور عجیب لڑائیاں ہوتی تھیں۔ ناگاہ ایک کشادہ میدان ظاہر ہوا۔ مان سنگہ نے اپنے ہمراہیوں کے خلاف رائے وہاں قیام کیا اور تختہ بیگ اور کچھ کابلی میدان کارزار میں لڑنے آئے اور اُس سے محمد قلی دکورم کوکہ اور تیز دست ہراول کے آنکر ملے اور پھر کارنامہ پہلوانی ظاہر ہوا۔ سخت دشواری میں بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ اب بعض کی رائے یہ ہوئی کہ یہیں نصرت گاہ میں ڈیرے لگیں۔ بہت کی رائے یہ ہوئی کہ علی مسجد کو جو دو کروہ ہی ہے چلیئے یہاں پانی کی کمی تھی اس لئے علی مسجد کو لشکر چلا اور محمد قلی بیگ نے چنداولی کا اہتمام اپنے ذمہ لیا اور شادی کی راہ سے شام کے قریب لشکر اپنی منزل میں آیا۔ یہاں سے قریب پہر رات گئے جلالہ گھات میں تاک لگا کے بیٹھا اور افغانوں نے جابجا ہنگامہ برپا کیا۔ بہت آدمیوں کی یہ تجویز تھی کہ صبح کو قلعہ سے باہر جا کر دست برد کرینگے۔ لیکن تکان اور ماندگی کے سبب سے یہ صورت نہ ہوئی۔ دوپہر کو بھگونت داس کا لشکر مادھو سنگہ لے کر نمودار ہوا تو یکبارگی روشنائی پراگندہ ہوئی۔ بعض کی رائے یہ تھی

کہ مان سنگہ یہیں ٹھہرے اور اور اُمرا آگے جاکر مرزا سلیمان کے کارواں کو خیبر کی راہ سے لائیں۔ مرزا سلیمان کی خاطر سے اسکے آدمیوں کا سب بنہ وبار خیبر کی راہ سے بولان گیا اور مرزا الہریہ کی راہ سے بکرام میں آیا۔ اس عرصہ میں زین خاں کوکہ لشکر سمیت پہنچگیا پہلے روشنائیوں کے خاربن اکھیڑنے میں بڑی کوشش کی پادشاہ پاس مرزا سلیمان کے آنیکا حال ہم معاملات بدخشاں میں بیان کرینگے۔

الوس غوریہ

الوس غوریہ خیل اپنے پہلے کاموں سے پشیمان ہوکر مرزبان کابل کی پناہ میں آئی اور پادشاہ نے ان کو فرمان بخشایش لکھ دیا اول اُن کو جلال آباد میں جگہ دی اور پھر پشاور میں۔

مطلب خاں کی سرکردگی میں لشکر کا روانہ ہونا اور جلالہ کا شکست کھانا ۹۹۵

مان سنگہ نے تو ایک شکست دیکر جمرود میں گریوہ خیبر کے قریب آرام کرتا تھا۔ پادشاہ نے اُسپر لعنت ملامت کی اور ایک اور لشکر مطلب خاں کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ جب وہ دریا سندھ پر سنبلہ کے نزدیک آیا تو زنگی خاں اور اور سردار الوس نیازی کے اور دریا سندھ کے پار عیسیٰ خیل کی سرزمین میں آئے۔ یہاں کے سردار فیروز خاں و جمال خاں و علیخاں آنکر پادشاہی لشکر سے ملے۔ اکثر کی رای یہ تھی کہ داور نغز کی راہ سے بنگش میں اوپر جاکر روشنائیوں کے ملک تاخت وتاج کریں۔ لیکن کمال خاں روشنائی پادشاہ کے لشکر سے آن ملا اور اسنے بتلایا کہ سب سے زیادہ عمدہ آب درہ کی راہ ہی مگر دوار سمندر کے درمیان ایک تنگنا ہے کہ دریا ربنگش اس میں بہتا ہی۔ بارہ کردہ میں چند جگہ پانی چھوڑکر وہ سمندر میں جاتا ہے۔ جمال خاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی راہ سے چلکر لشکر سے ملا تھا روشنائیوں کی کھتیاں لشکر کے جانوروں کے چرنے کے کام میں آئیں یہ خبر ہوئی کہ جلالہ لوچک میں کہ قلب کی جگہ قلعہ نشین ہی وہاں سے وہ نیچے اُترکر تین کوس آیا ہے اور دور سمند میں شبخون مارنے کا قصد کرتا ہے۔ اُمرا شاہی نے رات کو بہت پاسبانی کی دوسرے روز اُس نے دوار سمند میں قیام کیا۔ مخالف نے جانا کہ رات کو کچھ کام نہ بن پڑیگا اور جمرود سے لشکر کے آنیکی خبر ہورہی ہے

اِسلئے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ جسوقت کہ نیچے اُترے اُسپر دست برد کرے اسوقت اِسمیں انتظام نہوگا ۱۴ امرداد کو دوپہر کو کہ ہوا نہایت سخت گرم تھی جلالہ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیادے لیکر ناگہانی آیا۔ اور وہ شورہ پشت بادشاہی چنداول سے لڑکر آگے بڑھا۔ اگرچہ بادشاہی فوج قاعدہ کے موافق صفِ آرا نہ ہوسکی اور سپہ آرا کو بھی سواری کی توفیق نہیں ہوئی مگر لشکرِ شاہی کو فتح نصیب ہوئی اور میدان جنگ میں غنیم کے پانچسو پچاس آدمی مارے گئے اور ہزار آدمی بھاگنے میں قتل ہوئے اور مخالف نے کوہستان میں پناہ لی۔ بادشاہ کیطرف سولہ آدمی زخمی ہوئے لشکر اسکی بنگاہ پر گیا اور اُسکو لوٹا اسکے خان ومان کو جلا دیا۔ تمام الوس آفریدی اور اورک زئی جنکی پناہ میں جلالہ تھا اور غمال دیکر مطیع ہوئے اور لشکر پھر کر بنگش میں آیا۔ یہاں گرانی غلہ کے سبب سے رہنا دشوار تھا مطلب خاں سودائی ہو گیا تھا اسکو بادشاہ پاس بھیجدیا۔ قوم الوس یوسف زئی اپنی استواری جا اور بادشاہی لشکر کی لغزش کے سبب سے سرکشی زیادہ ہو گئی۔ ہرچند اسکو سزا دیجاتی تھی مگر وہ اپنی راہ زنی اور بدکاری سے باز نہیں آتی تھی۔ جلالہ روشنائی جب تنگ ہوا تو وہ تنگنائے تیراہ سے یوسف زئی کی بنگاہ میں چلا گیا اور اُنہوں نے اُسکو اپنے ہاں جگہ دی بادشاہ نے زین خاں کو اسکی پہلی شرمندگی مٹانے کے واسطے سواد و بجور کو روانہ کیا اور جمرود بنگش کے لشکر کو فرمان بھیجا کہ وہ جلالہ کو گرفتار کریں اور اسکو باہر کہیں نہ جانے دیں اسمٰعیل قلی خاں دہند سے اُٹھکر قبیلہ ایازی سے ملا کہ استقر کی پاسبانی کرے۔ اور صادق خاں بادشاہ سے رُخصت ہو کر دست سواد میں آیا تا کہ جلالہ کسی طرف سے باہر نہ جائے اور گرفتار ہو جائے۔ جگنناتھ کو جو کشمیر سے پھرا آتا تھا۔ حکم ہوا کہ کوکہ سے جا کر ملے کوکہ دل سے اس خدمت میں متوجہ ہوا۔ حیدر علی اپنے خویش اور تختہ بیگ و بختیار بیگ اور اُمرا کو لیکر کامہ و کسکہ کی راہ سے کج کی طرف چلا۔ روشنائی افغانوں اور یوسف زئی نے ملکر گریوہ ناولی کو استوار کیا اور آمادہ پیکار ہوئے اور بادشاہی لشکر نے بجو و استقر و تیراہ کے تیراہہ پر قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اس میں لمغانات سے غلہ منگا کر

بجور و سواد کی فتح کیلئے زین خاں کوکہ کا بھیجنا سنہ ۹۹۴ھ

انبار لگائے۔ جس سے لشکر کی خاطر جمعی ہوئی اور ایک نامعلوم راہ سے لشکر بجور میں آیا کچھ لڑائی ہوئی بہت سے افغان مارے گئے۔ کچھ پناہ مانگ کر مطیع ہوئے۔ جلالہ گرفتار ہونے کو تھا مگر وہ ایک درہ سے جسکا پاسبان اسمٰعیل علیخاں تھا نکل کر تیراہ میں چلا گیا وہ دشت کا تھانہ دار تھا یہاں صادق خاں کے پہنچنے سے تباہ حال ہوا تھا اور بیوقوفی سے گذرگاہ کو خالی چھوڑ کے بادشاہ پاس چلا گیا۔ پہلے لکھا ہے کہ صادق خاں ان روشنائیوں کو تیراہ سے نکالنے کی خدمت پر مامور ہوا تھا تنگناؤں میں گھسنے کے اندر بہ دیدہ دیکھی لیکن اور تدبیر سوچی کہ موضع بارہ میں قلعہ بنا کر شاہ بیگ کو سپرد کیا اور احمد بیگ اور محمد قلی کو میدان کا نگہبان بنایا اسی طرح جا بجا کار آگاہوں کو مقرر کیا۔ لشکر شاہی نے تاخت و تاراج کر کے آذوق کی گرانی کا علاج کیا۔ صادق خاں نے زبان سے دلاسا اور ہاتھ سے روپیہ دینا شروع کیا۔ الوس آفریدی اور اورک زئی کو کہ روشنائی افغانوں کی بنگاہ تھے مطیع کیا۔ ربیع کی کشت و کار پادشاہی لشکر کے ہاتھ میں آئی خریف کو بونے نہ دیا۔ ملا ابراہیم کو جسکو جلالہ اپنا باپ سمجھتا تھا گرفتار کر لیا۔ جلالہ کو اپنے ہمراہیوں پر اعتبار نہ رہا۔ ہر روز ایک قبیلہ میں جاتا تھا اور ناکام واپس آتا تھا وہ راہ کان کرم سے توران کی طرف دوڑا۔ ۲۷ مہر کو افغانوں نے اسکازہ و زاد لیکر حوالہ کیا۔ آفریدی اور اورک زئی نے اول دیگر راہ خیبر کی امینی کو اپنے ذمہ لیا۔ بادشاہی لشکر پھر آیا۔

جب زین خاں کوکہ بجور میں آیا تو اُسنے چند قلعے بنائے۔ افغان تنگناؤں میں گھس گئے رات کو باہر آتے۔ غلہ کاٹتے اور لیجاتے۔ کوکہ نے اپنی دانشمندی سے مقرر کیا کہ ہر درہ میں ابتدا ر شب میں سپاہ کا ایک گروہ جائے۔ دامنہ کوہ میں گھات لگائے بیٹھا رہے اور آدھی رات کو اسکی جگہ دوسرا گروہ جائے۔ جب افغان غلہ کاٹنے آتے تو بادشاہی سپاہ آگے پیچھے پہنچکر انکو خوب سزا دیتے۔ آٹھ مہینے تک اس طرح لڑائی رہی آخر کو انہوں نے عاجز ہو کر اطاعت اختیار کی۔ کوکلتاش نے سواد کی فتح کا ارادہ کیا جگنشاتہ

واصف خاں کوکہ دشت میں تھا اپنے پاس بلالیا اور سواد کیطرف روانہ ہوا۔ اول ملک کمر بے پر دریائے بچکورہ کے کنارہ پر قلعہ بنایا۔ یوسف زئی نے راہوں کو سنگ چین کیا اور کارزار کے لئے آمادہ ہوئے۔ پادشاہی لشکر کو ایک پوشیدہ راہ ملگئی۔ دہم ذی الحجہ سنہ ۹۹۶ھ کو غنیم عید قربان کی جشن میں مصروف تھا کہ پادشاہ کی سپاہ سواد کے عرصۂ دلکشا میں آئی افغان سراسیمہ ہو کر بیغولوں میں گھسے۔ کچھ انمیں سے مردانگی سے لڑکر مر گئے۔ بہت سا اسباب لشکر شاہی کو ہاتھ آیا۔ اب افغانوں کے دو حصے ہو گئے۔ ایک گروہ بت خری کے کوہ میں چلا گیا اور دوسرا کہسار مہرہ میں چلا گیا کوکا انکی تلاش میں ہوا۔ چکدرہ و ملکنڈ اور اور جاؤں میں قلعے بنائے۔ سردلی کے نزدیک دشت بہار سے متصل ایک حصار بنایا اور کار آگاہ خدمت دوست جا بجا مقرر کئے کہ راہوں میں امینی ہو اور دشت و کوہ میں پیوند ہو۔ ہر طرف سے تاجر آئے اور ارزانی ہوئی۔ ان دنوں میں کوہ مہرہ سے محمد عمری و ملک اصغر شیر خانہ کی راہ سے دشت میں آئے اور قلعہ سرولی کا محاصرہ کیا۔ یہاں سے بہت سی سپاہ جلال آباد کی طرف سے گئی تھی کہ قافلہ کا بدرقہ ہو احمید خاں چند آدمیوں کو لیکر لڑا اور مارا گیا۔ حمید خاں کے بیٹوں کی ہمت نے یاوری نہیں کی مگر غنیم قلعہ کو فتح نہ کر سکا اور اپنے اندوختوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا جب سواد میں کچھ کام نہ رہا تو آصف خاں پادشاہ کی درگاہ کیطرف جریدہ ملکند سے چلا۔ چند نوکر اسکے پیچھے آتے تھے ناگہاں انہوں نے نقارہ بجایا۔ افغان سراسیمہ ہوئے اور بھاگ گئے اور بہت اسباب اپنا پھینک دیا۔ ابو القاسم تمکین و شیر خاں کو سرولی کی پاسبانی کے لئے چھوڑا کہ وہ اچھی خدمت بجا لائے۔

کالو خاں پر باوجودیکہ پادشاہ نے بہت نوازش کی تھی مگر وہ بھاگ کر شورش منشوں سے جا ملا اور دمغار کے افغانوں نے اسکو اپنا سردار بنایا اور کوہ مہرہ کو وہ روانہ ہوئے۔ کوکلتاش کو اسکی اطلاع ہوئی اسنے رات کو سفر کیا۔ ہراول نے نقارہ بجایا بیخبروں نے آگاہی پاکر پراگندگی میں تگاپوی کی۔ اگرچہ کالو خاں بھاگ گیا مگر افغانوں کے ستر آدمی منتخب مارے گئے۔ اسی اثنا میں محمد عمر اور ملک اصغر سرولی پر جا چڑھے

میر ابوالقاسم اور شیر خاں اُنسے لڑے - اور چار سو افغانوں کو انھوں نے مارا قلعہ کہ سرگروہ نے بنایا اس سے یوسف زئی بڑے سراسیمہ تھے اور اسکی فتح کی گھات میں لگے رہتے تھے انمیں سے بہت سے ایک جگہ جمع ہوئے اور اس قلعہ کو آنکر گھیرا - صبح سے شام تک جنگ گاہ میں تلواریں چمکیں زمین کے شکستہ اور کوہ پایوں کی بلندی کے سبب سے پیکار میں درازی ہوئی انجام کار لشکر شاہی کو فتح ہوئی اور بہت سے افغانوں کا خرمن ہستی آتشِ تیغ سے خاکستر ہوا اور تھوڑے عرصہ میں وہ قلعہ تمام بن کر تیار ہو گیا اور گردن کشوں کی اطاعت کا سبب ہوا -

بادشاہ کا زابلستان میں جانا سنہ ۹۹۴ھ

پادشاہ اٹک بنارس کابل میں کہ پاؤ کم ۹۳ کوس واہ بانس ہی ۱۳ روز میں ۱۰ کوچ کر کے پہنچا - چہارم آذر کو کابل سی ہندوستان کی طرف کوچ کیا - ۱۸ اردی دکہ میں لشکر گاہ تھا کہ شکار کے لئے ایک گفتار کے پیچھے وہ گیا اس نے پادشاہ کو زخمی کیا مگر زخم جلد بھر گیا - پادشاہ اپنے دار الخلافہ میں آیا -

یوسف زئی کی مالش میں سپاہ شاہی بہم کوشش کرتی تھی مگر بوم استواری سے غالب نہیں ہوئی تھی - شہباز خاں کی عرضداشت سواد سے آئی کہ غزہ بہمن کو لڑائی ہوئی اور لشکر پادشاہی کو فتح ہوئی اور بنیر کی سرزمین ہاتھ آئی - علی محمد الف کی نیکو خدمتی میں جان گئی - بہت سے افغان مارے گئے -

زین خاں کوکلتاش کا درگاہ والا میں آنا سنہ ۹۹۵ھ

زین خاں شمالی کوہستان سے نیپال کے قریب سے پادشاہ کی خدمت میں آیا اس نے دریا ستلج کے کنارہ پر کاہلور تک ہنگاپو کی سارے زمینداروں کو مطیع کیا اور پیشکشیں ان سے آمادہ کرائیں جنکے نام یہ ہیں - نگر کوٹ کا راجہ بدھی سنگھ - کوہ جمو کا راجہ پرسرام - مؤ کا راجہ باسو - جسوال کا راجہ انرودہ - کاہلور کا راجہ تیلہ - گوالیار کا راجہ جگدیش چند - دہ پال کا راجہ سیپال - سیبہ کا راجہ رای سنسار - مان کوٹ کا رائے پرتاب - جسرونہ کا رای بھوبنر - لکھن پور کا راجہ ببھ دھر - شیر کوٹ بھرتہ کا راجہ رائے دولت - قلعہ بھیلا کا راجہ رائے کرشن - سکنٹ کا زمیندار رائے نرائن - ملادیہ کا رائے کرشن - بھمری وال کا رائے ادویہ - ان سب راجاؤں کے ہاں دس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے تھے - ان زمینداروں کو

لیکر زین خاں ، مردی کو پادشاہ کیخدمت میں آیا سب پر پادشاہ نے عنایت کی ۱۷ ہاتھی اور ۱۱۵ گھوڑے اور ۲۰۵ شکاری جانور باز و شاہین اور سوا انکے تحائف و نفائس اس سرزمین کی لایا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جلالہ توران چلا گیا ان دنوں میں معلوم ہوا کہ وہ ناکام وہاں سے آیا اور تیراہ کی تنگنا میں شورش مچائی۔ الوس آفریدی و اورک زئی نے فرمان پذیری میں عہد شکنی کی اور اسکو اپنا سردار بنایا۔ پادشاہ نے فرمان بھیجا کہ قاسم خاں زابلی سپاہ کو فراہم کر کے ان افغانوں کی مالش کرے سندھ و پشاور کے اقطاع داروں کو حکم ہوا کہ وہ یکجا ہو کر تیراہ سے ملیں۔ تھوڑے عرصہ میں اس کہسار کو اس سپاہ نے گھیر لیا۔ افغان دستان سرائی اور لابہ گری کر کے بیٹھ گئے۔ جلالہ یہاں سے ناکام پھرا۔ قاسم خاں کابل میں چلا آیا۔ پادشاہ کو قاسم خاں کی یہ جلدی پسند نہ آئی۔ اسکو حکم ہوا کہ پھر جا کر وہ افغانوں کی پژوہش میں کوشش کرے۔

پادشاہ نے زین خاں کوکلتاش کو سواد و بجور کی مہم کا اہتمام سپرد کیا۔ کشمیر میں جو آشوب اُٹھا تو افغانوں نے پھر اُٹھایا انکی سرکوبی کے لیئے سپاہ نہ تھی اسلیئے الوس گلیانی و محمد زئی کہ ہمیشہ پادشاہ کی دولت خواہی کا دم بھرتے تھے۔ روشنائی افغانوں اور یوسف زئی کی ہمداستان ہوئیں اور بگرام کے نزدیک محمد قلی نرمان کے خان کے پیچھے پڑیں۔ تاکہ اس تمام ملک پر انکو غلبہ ہو جائے۔ ناگاہ کوکلتاش انکے سر پر آیا تو انمیں سے ہر ایک گروہ ایک پیغولہ میں داخل ہوا۔ یوسف زئی اور کچھ روشنائی افغان بسر کردگی وحدت علی کہسار بجور میں چلے گئے جلالہ نے اپنا زادہ وزاد اسکے ہمراہ کیا۔ اور خود تیراہ میں آیا۔ قصد یہ تھا کہ وحدت علی کافروں کی ولایت کو کہ کاشغر سے پیوستہ ہے لیکر پناہ آمادہ کرے جب لشکر شاہی تنگ کرے تو خود وہاں چلا جاوے۔ ۷ رامرداد ہلنلہ کو گریوہ مکند سے سواد میں کوکہ آیا۔ اور اس آباد جاد شوار کش کو آسانی سے لے لیا۔ میدان کی راہ سے بجور میں گیا۔ افغانوں نے اپنے میں لڑنے کی طاقت نہ دیکھی تو وہ ناچار ہو کر کافروں کی ولایت میں آئے

اور تھوڑے دنوں میں کھسار ہراول اس گروہ سے چھین لیا۔ اس ولایت کے مشرق میں سواد اور مغرب میں کزار نور گل شمال میں کاشغر بدخشاں و جنوب میں بجور۔ قلعہ چکاری کو استوار کیا کوکہ انکے درپے ہوا۔ منزل بمنزل قلعے بناتا ہوا گریوہ کو طے کرتا ہوا چلا۔ جب افغان اُس پر شبخون مارتے تو نقصان اُٹھاتے۔ کوکہ نے قلعہ چنکاری کا محاصرہ کیا غرہ آبان کو جنگ عظیم سے اُسے فتح کر لیا۔

زین خاں قلعہ چنکاری کو فتح کر کے قلعہ فتح آباد میں کہ بجور میں اس نے بنایا تھا آیا مبارک خاں و جلال خاں اور کچھ سپاہ کو سواد کے دیدبانی کے لئے بھیجا۔ انہیں دنوں میں زین خاں کو آنر وے سندھ سے ہندہ کوہ تک کی نگہبانی سپرد ہوئی۔ وہ روشنائی افغانوں کی بیخ کنی کے درپے ہوا۔ تیراہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قاسم خاں جلال آباد کے قریب جریدہ آیا۔ بزم یکجہتی میں یہ قرار پایا کہ وہ راہ بازارک سے کھسار میں جاوے اور لشکر بنگش اُسطرف سے کوہ ایحم گذر سے اس سگالش کے لئے کابل کو بھر الگیائی کے قریب آصف خاں بنگش سے آیا اور ہمراہ ہوا۔ بکرام میں خواجہ شمس الدین اور اور اُمراء جو پادشاہ کی اجازت سے آئے تھے ملے۔ کوکہ نے اس گذر میں اپنا بنگاہ بنایا۔ قاسم خاں کابل کی سپاہ لیکر راہ بازارک سے تیراہ میں آیا۔ آفریدی کے سرداروں میں سے ماران تھا وہ لڑائی میں مارا گیا۔ باوجودیکہ اور سپاہ ہنوز نہیں آئی تھی کہ الوس آفریدی اور ادرک زئی نے لابہ گری اختیار کی اور فرمان پذیری قبول کر کے چنداول آئے۔ جلالہ تیراہ کو چھوڑ کر کافروں کی ولایت کیطرف چلا جن دنوں میں کوکہ نے قلعہ چنکاری فتح کیا تھا۔ وحدت علی جلالہ کے خویش نے یوسف زئی کی مدد سے قلعہ کنشان اور کچھ حصہ کافروں کی ولایت کا فتح کر لیا تھا۔ کوکہ قاسم خاں کو جلال آباد میں اور محمد قلی اور حمزہ بیگ اتالیق کو بکرام میں چھوڑا اور خود آصف خاں اور شمس الدین و سعید خاں گکھر و تختہ بیگ کو لیکر جلالہ کی طرف گیا۔ پہلے اس سے کہ جلالہ آب کابل سے گذرے لشکر شاہی نے اس کا رستہ بند کر دیا۔ ناکام وہ کھسار تیراہ کی

طرف پھرا۔ بعض کی رائ تھی کہ اسکی تلاش میں کوشش کیجائے۔ کوکلتاش نے کہا کہ تیراہ کے زمیندار روالب نے فرمان پذیری اختیار کی ہی۔ یہاں اسکو جگہ نہیں ملیگی۔ اب وحدت علی کو پامال کرنا چاہیے پہلے اس سے کہ وہ اس کھسار دشوار گذار کو استوار کرے۔ بآسانی اُس سے الفراغ حاصل کرنا چاہیے یہ بات سب کو دلپسند ہوئی۔ پڑتال کو چھوڑ کر کافر بوم میں شاہزادی راہ سے آئے اور موضع کندی کبار میں دریای بجور کا پل باندھکر اُترے۔ یہ دریا ستر گز چوڑا اور بہت گہرا اور تند تھا خواجہ شمس الدین کو اس پل کی پاسبانی اور راہ کی امینی سپرد کرکے سترہ منزلیں نشیب فراز میں طے کرکے کنل بزرگ پر غنیم سے آٹھ کوس پر پہنچے۔ اُس نے قلعہ کنشان کو استوار کیا۔ آدھے رستہ میں ایسی تنگی و ناہمواری تھی کہ سوار دشواری سے گذرتا اور آدھی راہ تیغہ تھی اور ہر جگہ دشمنوں نے سنگ چین بنائے تھے اور وہاں سے لڑتے تھے۔ ہرخرداد کوکہ کو چند آدمیوں کو ساتھ لیجاکر منزل گاہ کی تلاش میں لگا۔ تختہ بیگ سعید خاں۔ حیدر علی عرب ہراول بناکے آگے بھیجے کہ کسی عمدہ جگہ کو لیکر بیٹھیں اور لڑائی نہ لڑیں افغانوں نے اُنکے سر پر ہجوم کیا ناچار لڑنا پڑا انہوں نے غنیم کو چار بار پرے ہٹا دیا۔ کوکہ اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ اُنسے جا ملا جسنے ہراول کو تقویت ہوئی۔ وہ بہت جگہ بدل چکے تھے۔ تختہ بیگ وحیدر علی عرب و سعید خاں لڑرہے تھے۔ کوکلتاش کے پہنچنے سے از سرِ نو جانفشانی و جان ستانی کرنے لگے جوان مرد پیچھے آگے تھے اور لڑتے تھے۔ آصف خاں ایک تنگ جگہ میں تین پہر تک برچھہ و جمدھر کی لڑائی لڑا۔ وحدت علی تیغہ سے نہ نکل سکا۔ سب آدمیوں کے ساتھ بڑے نشیب میں گیا۔ دشمن شکست کھاکر پراگندہ ہوا اور قلعہ کنشان اور بہت آباد جگہیں بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئیں۔ سرگریوہ بزرگ میں پہنچکر نیچے اُترنے لگے۔ یہ کھسار مرزبان کاشغر کا داروغہ نشین تھا۔ سارے سال برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ تیز دستوں نے وہاں جاکر بہت سے مرد و زن گرفتار کیئے۔ بہت سے کافروں کے سردار ملک سپاس گذار ہوئے۔ اور افغانوں کی ناکامی میں انہوں نے کوشش کی۔ کچھ افغان چغان سرا کی طرف بدخشاں رویہ چلے گئے کہ دریای بجور سے گذر کر کافروں کی زمین میں جاکر پناہ لیں۔ پادشاہی لشکر نے

تیز دستی کرکے اُسطرف کابُل توڑ دیا۔ ناگزیر یوسف زئی کے سرداروں حاتم۔ بابا علی۔ ہیدال شیخ حسین نے قاسم خاں سے اور بعض اور امیروں سے پناہ مانگی انسے ملے اور وحدت علی کو بھی ناچار آنا پڑا۔ غنیم کے چارسو آدمی مارے گئے اور سات ہزار قید ہوئے۔ بادشاہ کی طرف سے تیس آدمی مارے گئے اور ڈیڑھ سو زخمی ہوئے۔ کاشغر و بدخشاں تک ملک لے لیا جب قاسم خاں نے وفات پائی تو پھر روشنائی افغانوں نے سرتابی کی اور خیبر کی راہ کو ناامین کیا۔ قلیج خاں کو زابلستان کے انتظام کے لئے اور اُن افغانوں کی مالش کے لئے روانہ کیا۔ مبارک خاں جلال خاں۔ شیر خاں۔ نظر خاں میر عبدالرزاق کو پیچھے روانہ کیا۔ قلیج خاں نے کابل کا انتظام کیا تیراہ کی راہ لی۔ بازارک کے دشوار گذار پہاڑوںمیں سے اس سرزمین کے نزدیک آیا۔ آفریدی کے سرداروں نے اس سے ملکر ہواخواہی کے پیمانونکو تازہ کیا اور اُنہوں نے کہا کہ ساری کھیتی پامال ہوگئی ہے اسلئے سپاہ کو پھر جانا چاہیئے۔ قلیج خاں نے اس جھوٹی بات کو یقین کرلیا اور بکرام میں چلا آیا۔ ایلم گذرے اس ملک میں جانا چاہا۔ مگر گریوں کی سختی کے سبب سے نہ جاسکا یہاں سے کوہت کو روانہ ہوا کہ اسطرف سے کارکشائی کرے مگر راہ کی دشواری نے اُسے جانے نہیں دیا پھر اُسنے بنگش جانیکا ارادہ کیا فرابہ میں آیا۔ کچھ لڑائی ہوئی بعد فتح کے اُسنے قلعہ یہاں بنایا۔ روشنائی افغانوں نے راہ کو شاخ بند کیا اور لڑنے پر تیار ہوئے۔ مگر زمینداروں نے لشکر شاہی کو ایک پوشیدہ راہ بتائی سپہ آرائے یہاں کچھ سپاہ چھوڑ کر وہ راہ لی۔

ساری رات اور دن کو دوپہر تک سوار اور پیادے سخت گذار پہاڑوں پر گذر کر اُس سرزمین پر پُہنچے جلالو نے مطلع ہوکر اس راہ کے بند کرنے میں تگاپو کی مگر وہ وہاں نہ پہنچ سکا۔ ناکام بے جنگ سخت تنگناؤں میں چلا گیا اور شاخ بند کو ویران کرکے لشکر و بہ تال اسی راہ سے آیا اور راہ کی ناایمنی اور آذوق کی کمی سے لشکر شاہی تنگ روزی ہوا۔ تختہ بیگ اور میر عبدالرزاق معموری آذوق کو بکرم سے لانے کے لئے روانہ ہوئے۔ سویم خرداد کو آہن پوش کہ تیراہ کے وسط میں سخت جا ہے لشکرگاہ ہوا۔ جن آدمیوں کو آذوق کے لیئے بھیجا تھا اُن کو آنے میں

دیر لگی تو لشکر کابل میں چلا آیا۔ بادشاہ کو اسطرح سو بسو پھرنا اور کابل میں آنا پسند نہ آیا۔
غزنیں میں لوس لوحانی خرید و فروخت کے لئے آتے تھے۔ ہزارہ انکی گھات میں بیٹھے اور انپر تاخت کی وہ مستقل ہو کر سات روز تک لڑے انہوں نے جلالہ سے مدد مانگی وہ تاجروں کے طور پر غزنیں میں آیا۔ شریف خاں اور رعیت اُس سے کچھ لڑی اُسنے اسنے نقارہ لیا اور وہ غزنیں کا مالک ہو گیا۔ خرید کے بہانہ سے بہت سا اسباب جمع کیا اُسنے چاہا کہ اس مال کو بنگاہ میں لیجائے۔ شادمان ہزارہ اُس سے لڑا اور شکست دی وہ زخمی ہو کر کوہ رباط میں گیا۔ مراد بیگ نے پہنچکر اُسکا کام تمام کیا۔ یہ کام کیا آسانی سے انجام پایا ہے کہ لشکر شاہی مدتوں سکے پیچھے پڑا پھرا۔ زین خاں کوکہ اس سے کئی سال تک لڑتا رہا۔ مگر جلالہ کا جلال ادنیٰ آدمیوں کے ہاتھ سے خاک میں ملگیا۔
الفنسٹن صاحب کہتے ہیں کہ ابو الفضل کو ضرور ان مہمات کا اصل حال ذرا ذرا معلوم ہوگا۔ مگر اس اندیشۂ عظیم میں کہ لشکر اکبری کی شکست کی ذلت کو جہانتک ہو سکے کم اور نرم کرے اور کوئی بات ایسی نہ لکھوں کہ راجہ بیربر پر کوئی الزام عائد ہو اس نے ان مہمات کا حال پراگندہ اور متناقص لکھا ہے اور مینے مجبور ہو کر اسکے نقصونکو منتخب التاریخ سے صحیح کرکے دراز کیا ہے۔ جو نقص مینے ابو الفضل کے بیان میں پائے انکو میں بیان کرتا ہوں کہ گو اسنے پادشاہی سپاہ کی شکست اور بربادی کے بیان کو فصاحت سے لکھا ہے مگر وہ لکھتا ہے۔ کہ پادشاہی سپاہ کے آدمی پانچسو مارے گئے۔ خافی خاں نے بھی ایسی ہی غلطی کی کہ لکھا ہے کہ چالیس پچاس ہزار آدمی مارے گئے اور ایک بھی زندہ نہیں بچا۔ یہ شکست سوات کے پہاڑوں میں ہوئی اور جن دروں میں واقع ہوئی انکا نام کردیا کراکرہ اور بلندری لکھا ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ ان لڑائیوں کا بیان جو ابو الفضل نے لکھا ہے وہ اسکی خوشامد گوئی اور مختلف بیانی کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ بیربر کی شکست کے بعد ایکسال کے اندر وہ لکھتا ہے کہ کوہستان سرکشوں کے خس و خاشاک سے پاک و صاف ہو گیا۔ بہت سے ان میں مارے گئے اور بہت سے ان میں ایران و توران (ایران و تاتارتری) میں پناہ گزیں ہوئی اور اسطرح سے باجور اور سواد

ان شریر گمراہوں سے خالی ہوا۔ یہ ملک اپنی میووں کی کثرت اور آب ہوا اور زرخیزی میں دُنیا میں کمتر اپنی نظیر رکھتے ہیں۔ مگر باوصف اسکے کہ اس بیان سے لڑائی کا تمام ہونا۔ صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور اسکے بعد مختلف واقعات اس لڑائی کے اُسنے اپنی تاریخ میں پندرہ سال کے اندر بیان کئے ہیں جسکے بعد اسکی تاریخ کا خاتمہ ہوگیا وہ پنجاب میں اکبر کے چودہ برس تک پھرنیکے وجہ میں بیان کرتا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں تاریک (روشنائی افغان) کے مغلوب کرنے میں اور دوسرے زمانہ میں شمالی پہاڑوں کے باشندوں کے دبانے میں مصروف رہا۔

الفنسٹن صاحب نے یہ نتیجہ فقط اکبرنامہ کے شامر کے انگریزی ترجمہ کو پڑھکر نکالا۔ اکبرنامہ میں اصل عبارت یہ لکھی ہے۔ ان کوہستان از نیان تہی شدن بدانش زمانیان ہدوش محال بود۔ در کمتر زمانے گزین رُفت ورو بے یافت جمعے انبوہ را نقد زندگی بتاراج رفت۔

وبسیارے را در توران و ایران فروختند و ملک سواد و بجور و بنیر کہ از روے آب و ہوا و میوہ و ارزانی مانند آں کمتر نشان دہند از یں بدکاران پاک شد۔ اس عبارت سے اور اسکے اول جو اور عبارت ہے اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا جو الفنسٹن صاحب نے نکالا ہے۔ بادشاہ کے ارادہ کو بیان کرتا ہے کہ اسکے سبب یہ نتیجہ تھوڑے عرصہ میں ظہور میں آیا اور اُسکا آگے بیان بقید تاریخ ٹکڑے ٹکڑے کرکے بیان کرتا ہے۔ اسکے بیان میں نہ تناقض ہے نہ خوشامد سے زین خاں کی شکست میں کل پانسو آدمیوں کا مارا جانا لکھا ہے اور طبقات اکبری میں آٹھ ہزار لکھا ہے۔ لڑائیوں میں میدان جنگ کے مردوں کی لاشوں کو گن کر کون انکی صحیح تعداد لکھتا ہے۔ تاریخوں میں اس تعداد میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی مہذب قوموں کی جنگ و پیکار میں یہ تعداد صحیح نہیں لکھی جاتی

معاملات بدخشاں و توران و خراسان

جب مرزا محمد حکیم کابل میں ۱۲ شعبان ۹۹۳ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۵۸۵ء کو اس جہان سے رُخصت ہوا تو توران کے ساتھ اسکی مفسدانہ سازشوں کی دھمکیوں کا غل شور ہوا۔ حکیم نے

اُزبکون کی پناہ میں جانیکا ارادہ کیا تھا تو اکبر کو یہ خوف پیدا ہوا تھا کہ اگر مرزا عبداللہ خاں والئی توران سے جا ملا تو معاملات میں بہت دشواریاں پیش آئینگی اُزبکون کو خاندان تیموریہ کے ساتھ موروثی دشمنی تھی۔ انکا پادشاہ عبداللہ خاں جو اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ گیا تھا کہ وہ شہنشاہ اکبر کا ہم پلہ معلوم ہوتا تھا اسکا حال یہ ہے کہ قاآن بزرگ چنگیز خاں کی سولہویں پیڑی میں وہ پیدا ہوا تھا جسکا سلسلہ یہ ہے کہ عبداللہ خاں بن سکندر خاں بن جانی بیگ بن محمد سلطان بن ابوالخیر خاں بن شیخ دولت اغلان بن ابراہیم بن پولاد بن سورانچہ سلطان بن محمود خواجہ خاں بن تی آن بای بن رابل باک بن نیکا تیمور بن باداقل بن جوجی بوقا بن شیبان بن جوجی بن چنگیز خاں قاآن سے جوجی پہلے مر گیا تھا۔ اسکی نسل سے کوئی بڑا فرمان روا نہ ہوا۔ لیکن بعض اسکے خاندان میں سے دشت قبچاق میں سرفراز ہوئے انمیں سے ابوالخیر کچھ بلند پایہ اس وجہ سے ہوا کہ سلطان ابوسعید مرزا نے اسکی یاوری سے مرزا عبداللہ سے سمرقند چھین لیا تھا جب وہ مر گیا تو الوس اوزبک میں بڑی پراگندگی ہوئی۔ سلطان احمد مرزا ابن سلطان ابوسعید مرزا کی پناہ میں شیبک خاں بن بداق خاں آیا تو کچھ زمانہ کی سختی اسپر کم ہوئی۔

جب سلطان ابوسعید مرزا کا زمانہ ختم ہوا توران میں سلطنت کے مدعی وانباز پیدا ہوئے سلطان حسین مرزا کے بعد شیبک خاں خراسان میں گیا اور اسکے فرزندوں سے لڑکر ملک لے لیا اور مرو کے قریب شاہ اسمٰعیل صفوی سے لڑکر بہت آدمیوں سمیت مارا گیا۔ ماورالنہر کی مرزبانی کوچک بجی بن ابوالخیر خاں (جو کوچم خاں مشہور ہے) کو ہاتھ آئی۔ جب وہ مہمان خانہ عدم کو تشریف لے گیا تو اسکا بیٹا ابوسعید خاں جانشین ہوا۔ اسکے بعد عبداللہ خاں بن محمود خاں بن بداق خاں بن ابوالخیر فرمان روا ہوا۔ توران کچھ آباد ہوا۔ اسکے دو بیٹے عبدالعزیز خاں و محمد رحیم خاں تھے لیکن عبید خاں بن کوچم خاں کو مرزبانی ملی۔ اسکے بعد عبداللطیف خاں اسکا بھائی مسند آرا ہوا جب اسکا کام انجام کو پہنچا تو براق خاں بن سویک خاں بن ابوالخیر خاں فرمان روا ہوا۔ ترکستان و ماورالنہر و کچھ خراسان پر غالب ہوا۔

جب گردشِ آسمانی اُسکے سر پر بھی ختم ہوئی تو ملوک طوائف ہو گئی اسکے بیٹے درویش خاں بابان ترکستان میں حکومت کرتے تھے۔ عبداللہ خاں کا پوتا برہان بخارا میں سلطان سعید خاں بن ابو سعید خاں بن کوچم خاں سمرقند میں پیر محمد خاں بن جانی بیگ خاں بلخ میں حکمران تھا۔ عبداللہ خاں اسکی فرمان پذیری میں اوقات بسر کرتا تھا۔ وہ اپنی آگہی و مردانگی سے سب اپنے بھائی بندوں پر غالب ہوا۔ اُسنے پیر محمد خاں سے کہا کہ اس الوس میں میرے باپ سے کوئی بڑا بوڑھا نہیں ہے۔ بزرگوں کے آئین کے موافق خطبہ و سکہ اسکے نام پر جاری ہوا اسنے ناگزیر قبول کر لیا۔ یوں کچھ دنوں سکندر خاں برائے نام بادشاہ رہا مگر فرمانروائی اُسکا بیٹا عبداللہ خاں کرتا رہا۔ بعد سکندر کے عبداللہ خاں کے نام سکہ و خطبہ جاری کیا۔ سنہ ۹۱۶ھ میں جو مروین لڑائی ہوئی تھی تو قوم اورنگ کی فرمانروائی متفرق ہو گئی تھی۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ وہ ساری قوم کا سردار ہوتا۔ یہ کام سلطنت اکبری میں سکندر خاں کے بیٹے اور ابو الخیر کے پوتے عبداللہ خاں ہی کے لئے امانت رکھا تھا کہ اُزبکوں کے سب سرداروں کا سردار اور فرمان رواؤں کا فرمان روا ہو گا۔ عبداللہ خاں سنہ ۹۴۰ھ میں پیدا ہوا اور اسکے ورثہ میں نہایت چھوٹی سی ریاست قرمینیہ آئی۔ اول اُسنے اپنی بہادری سے اس ریاست کو بڑھایا جو چوبیس برس کی عمر میں اور سنہ ۹۶۴ھ میں اُسنے اپنے باپ سکندر خاں کو بلا کر ساری قوم اوزبک کا خاقان بنا کے اشتہار دیدیا۔ سکندر خاں گو خاقان تھا مگر سلطنت کا مدار عبداللہ خاں ہی پر تھا وہی مختار تھا اور سب قوم کا کاربرآر۔ اسنے اپنے باپ کی زندگی میں سمرقند۔ تاشقند ترکستان۔ فرغانہ۔ اندجان۔ فتح کر لئے۔ سکندر کی وفات کے بعد عبداللہ خاں کل قوم وزبک کا خاقان ہو گیا۔ اوزبکوں کی جو متفرق ریاستیں تھیں سب اسکے ہاتھ میں آنکر ایک ہو گئیں اب عبداللہ خاں نے خراسان کا حصہ عظیم اور خوارزم مع بدخشاں کے فتح کر لیا۔ ان فتوحات میں اسکا بیٹا ابو المومن بھی شریک تھا۔ گو وہ ظالم تھا مگر بہادر بڑا تھا۔ شہنشاہ اکبر اور عبداللہ خاں کے اصول سلطنت گو متضاد تھے مگر یہ اولوالعزمی اور بلند نظری دونوں میں متحد تھی کہ پاس کی ملکوں کو فتح کیجیے۔ اور اپنی ایک سلطنت عظیم الشان بنائیے اور جنگی قوت میں سب فوقیت لیجائیے

ہر ایک کی قلمرو میں مختلف مذہب کے آدمی رہتے تھے۔ توران میں سب مسلمان رہتے تھے مگر انکے فرقے جدا جدا تھے ہندوستان میں مسلمانوں کے مذہب کے بالکل مخالف ہندو آباد تھے۔ اکبر نے تو ایک دین الٰہی بنایا کہ سب اُسکو اختیار کرکے ایک ہو جائیں اور اختلاف مذہب باقی نہ رہے۔ عبداللہ خاں نے اپنی قوت سے شیعوں کو ایسا دبادیا کہ اختلاف مذہب کی قوت انہیں نہ رہی اکبر کے اختیار سے باہر تھا کہ وہ اس طرح سب کو ہم مذہب بناتا اِسلئے اپنی مروی اور انسانیت سے یہ ارادہ ہی ترک کردیا۔ اکبر خوب جانتا تھا کہ بنگال میں اور ساری اسکی سلطنت میں بڑے بڑے سردار اور اُمرا رکبار رہتے ہیں جو اپنے مذہب سنت جماعت کے بڑے پابند وحامی ہیں اگر عبداللہ خاں کوہستان بدخشاں سے خیبر کے درہ میں ہوکر پنجاب پر حملہ آور ہو تو یہ سب اُمرا اُسکے ساتھ بڑی خوشی سے ہو جائینگے اسلئے شہنشاہ اکبر اپنا بڑا فرض یہ سمجھتا تھا کہ کابلستان میں تورانیوں کی راہ کو روکے اسلئے وہ بدخشاں کے معاملات میں بہت دخل دیتا تھا۔

بعض حوادث بدخشاں

خرم بیگم سلطان کولابی کی بیٹی اور گروہ قبچاق میں سے تھی۔ سلطان محمود مرزا نے اُسے تربیت کیا اور مرزا سلیمان سے اُسکا عقد نکاح ہو گیا۔ ملک کے سرانجام میں اور سپاہ کے انتظام میں اسکی کارروائی ظہور میں آئی اور اُسکا استیلا اسدرجہ پر پہنچا کہ مرزا سلیمان جن سیاستوں کو خود نہیں کرسکتا تھا وہ اُسکو حوالہ کرتا ایک اور بیگم خانم تھی جسکا نام محترم خانم تھا وہ سلطان شاہ محمد کاشغری کی بیٹی تھی۔ مرزا کامران سے اُسکا نکاح ہوا تھا وہ بیوہ ہوکر جب کابل سے کاشغر جاتی تھی کہ راہ میں بدخشاں میں آئی۔ مرزا سلیمان سے نکاح کی خواستگار ہوئی اسلئے خرم بیگم کے دل میں اُس سے کینہ پیدا ہوا اُسنے اُستادی کرکے اپنے بیٹے مرزا ابراہیم سے اسکا نکاح کرایا جس سے مرزا شاہرخ پیدا ہوا۔ ہمیشہ ان دونوں میں آپسمیں کُنا چھنی رہتی تھی جسکے بعض نتائج آگے بیان ہوتے ہیں۔

بدخشاں کا سلسلہ انتظام کے ٹوٹنے کے وقائع یہ ہیں کہ خرم بیگم پر ایک گروہ نے یہ افترا باندھا کہ وہ اپنے دوستدار سپاہی حیدر بیگ سے گرفتار ہے۔ مرزا ابراہیم نے جوانی کی مستی میں محض بدگویوں کی بیہودہ باتوں میں آکر اس بے گناہ

بیہودہ باتوں میں آنکر اس بیگناہ کو مار ڈالا۔ جسکی ندامت اُسکو عمر بھر رہی اسوجہ سے بیگم بدخشیوں کی دشمن ہو گئی اور بے تدبیری اور قدر ناشناسی سے اسنے مدارا کو جو کارگاہ تعلق کی اساس ہی بالکل چھوڑ دیا۔ سیاست میں زمان و مکان و محل و مقدار پر نظر رکھنا ترک کیا۔ اعیان مملکت کے برباد کرنے میں کوشش کرنے لگے۔ جب بلخ کی لڑائی میں مرزا ابراہیم مارا گیا تو اُس نے کل بدخشیوں کے ساتھ عداوت پر کمر باندھی۔ دشمنی خصوص عموم ہو گئی۔ خانم پر زبان طعن دراز کرتی اور اُسکے قدم کو شوم کہتی۔ بارہا اُسکو طعنے دیتی طنز کرتی کہ تو رستہ چلتی تھی تیرے ساتھ نیکی کرکے میں نے تربیت کیا معلوم نہ تھا کہ تو ایسی بس کی خاصیت رکھتی ہے۔ اسکو خیال تھا کہ اسطرح کے طعن و طنز سے عاجز ہو کر اپنے میکے میں کاشغر چلی جائیگی اور میں شاہرخ کو اپنی آغوش عاطفت میں پرورش کرونگی۔ خانم کو مرزا شاہرخ کی جدائی کا خیال ایسا تھا کہ وہ ان جانکاہ طعنوں پر ذرا خیال نہ کرتی اور انتقام کی گھات میں لگی رہتی۔ اس نفاق پر یہ اور اضافہ ہوا کہ مرزا ابراہیم کی مراسم تعزیت ادا کرنیکے لئے چوچک خانم کوچ عبدالرشید خاں کاشغر مع اپنے دو بیٹوں صوفی سلطان و ابو سعید کے ساتھ آئی۔ پرسہ دینے کے بعد اُسنے خرم بیگم کا لباس ماتمی اُتروایا۔ مگر مجلس تمام ہونیکے بعد اُس نے پھر اپنا لباس ماتم پہن لیا جس سے چوچک بیگم آزردہ ہوئی اور اُسکو بُرا بھلا کہا قرابت قریبہ کے سبب سے خانم کی معاونت پر وہ دل نہاد ہوئی۔ خرم بیگم کو سمجھایا کہ جہاں تک ہو سکے بہو کی خاطر داری کیا کرو اور تورہ (آئین) سے باہر کام مت کیا کرو۔

اب ایک اور گل کھلا کہ مرزا شاہرخ کے اتالیق میر نظمی اور اعیان بدخشاں کی جمع کثیر اور شیخ والی نے جسنے حرص اندوزی اور حیلہ سازی سے لباس درویشی کو بھیک کا بہانہ بنا رکھا تھا۔ صوفی سلطان پسر چوچک خانم کو بزرگ بنایا اور درویش مذکور کی خانقاہ میں یہ سب ہم قسم ہوئے کہ خرم بیگ کو مار ڈالیے اور مرزا سلیمان کو ایک گوشہ میں بٹھا دیجیے اس اثنار میں اس ہنگامہ شورش کے مجرموں میں سے ایک نے مرزا کو حقیقت حال پر اطلاع دی۔ مرزا کاشغریوں کی شورش مٹانیکے لئے پیکار کا سامان کرنے لگا۔ خانم کو اس سانحہ سے نہایت خجالت و ندامت

ہوئی۔ اصل حال جب مرزا سلیمان کو معلوم ہوا تو کاشغریوں سے رنجش مٹ گئی اور خرم بیگم نے چوچک بیگم کے بیٹے سے اپنی بڑی بیٹی بیاہ دی اور رستاق جہیز میں دیا۔ مرزا نے فتنہ اندوزوں کی تادیب کی اور درویش کو مع اُسکے گروہ کے تشہیر کر کے اپنے ملک سے نکالدیا۔

بدخشاں میں یہ ایک اور پریشانی ہوئی کہ خرم بیگم نے ندیم قبوزی کو کولاب کی حکومت دی جس سے اُسمیں ایک شورش برپا ہوئی کولاب کے لشکر کو یہ ناگوار ہوا۔ اُنہوں نے ندیم کو مارڈالا۔ خرم بیگم مرزا شاہرخ کو لیکر کولاب پر دوڑی مگر ناکام جلد اُلٹی چلی آئی اور مرزا شاہرخ کو چھوڑ آئی۔ زمانہ کی گردش سے بیگم بہایت سراسیمہ تھی کہ مرزا شاہرخ آن کر اسکا غمزدہ ہوا۔ بیگم نے کہا کہ میرے شوہر نے تیرے باپ کو غنیم میں چھوڑ کر جلدی کی تھی۔ میں نے نادانی سے تجھے دشمنوں میں چھوڑ کر جلدی کی میرا قصور خدا معاف کرے۔ تھوڑے دنوں میں کولاب کا فساد مرزا نے مٹادیا مگر ایک اور بدخشاں میں پراگندگی پیدا ہوئی کہ کابل سے مرزا سلیمان کے نوکر خستہ حال ہو کر واپس آئے جسکا ذکر مرزا محمد حکیم کے حال میں ہم کر چکے ہیں۔ مرزا سلیمان کابل میں آیا۔ یہاں کچھہ کام نہ بنا تو ناکام الٹا گیا کچھ اپنے اعیان دولت میں ایسا تغیر و تبدل کیا انہوں نے مرزا سے برگشتہ ہو کر مرزا شاہرخ کو جو سات برس کا تھا اور خانم کو اپنا سردار بنایا اور اس گروہ نے یہ ارادہ کیا کہ مرزا ابراہیم پاس جو ولایت تھی وہ مرزا شاہرخ کو ملجائے کہ اُن کے لئے ایک اور دوکان کھلجائے اور وہ بد ذاتوں کی ملاذ بن جائے۔ چالیس روز تک یہ فساد برپا رہا کہ دادا کی پاس مرزا شاہرخ آگیا۔ شاہ طیب کہ خرم بیگم سے قرابت قریبہ رکھتا تھا اُسکا اتالیق مقرر ہوا۔

مرزا سلیمان نے کچھ ایسی حرکات کیں کہ خیرہ چشم فتنہ اندوزوں نے مرزا شاہرخ کو پھر دستاویز شورش بنایا۔ اسکا مجمل بیان یہ ہے کہ ممالک توران کا فرماں روا عبداللہ خاں تسخیر حصار میں مشغول ہوا حصاریوں نے مرزا سلیمان سے استمداد اور استعانت چاہی۔ مرزا بدخشاں کے لشکر کو لیکر اسطرف گیا یہاں یہ گل کھلا کہ مفسدوں نے مرزا شاہرخ اور خانم کو اپنی طرف کر کے ملا طیب کے ایک ہراول مرزا شاہرخ کے ہاتھ سے لگوایا۔ اور پھر چھریوں سے

اُسکا کام تمام کیا۔ جب مرزا سلیمان کو اس شورش کی خبر ہوئی تو وہ اسطرف آیا کہ فساد کو مٹائے خانم مرزا شاہرخ کو جو پندرہ برس کا تھا ساتھ لیکر ہندو کوہ کو چلی۔ خانم کو شہنشاہ اکبر کی خدمت میں ہمیشہ سے عقیدت تھی۔ اسکا ارادہ ہوا کہ عاطفت شہنشاہی سے استظہار طلب کرے مگر جب وہ ہندو کوہ کے حوالی میں آئے تو ایماق جوق جوق اس پاس آئے۔ اور محمد قلی جو باغیوں کا سرغنہ تھا اسے ملا۔ مرزا شاہرخ نے مراجعت کی اور تھوڑی سعی سے اندراب کو تصرف میں لایا اور وہاں سے کہمرد کو روانہ ہوا۔ یہاں خانم کو چھوڑ کر خود غوری میں گیا۔ سلطان مرزا کے خویش سلطان ابراہیم نے غوری کو مستحکم کیا۔ ہرچند اسکے بیٹے کو اُسکے روبرو لاکر کہا کہ اگر قلعہ نہ سپرد کریگا تو تیرا یہ جگر گوشہ ہلاک کیا جائیگا۔ مگر اسنے یہ جواب دیا کہ جو کوئی آبروی حقیقت و وفا کو آپ گرائے اسکا مرنا ہی بہتر ہے۔ اُسنے اس قلعہ کی حراست میں سعی کی اور مرزا سلیمان بھی ان حدود کیطرف آتا تھا کہ خرم بیگم کا انتقال ہوا اُسنے کشم میں جاکر مراسم تعزیت کو ادا کیا اور پھر غوری کیطرف متوجہ ہوا غوری میں شاہرخ مرزا سے کسی کام کا سرانجام نہ ہوا اندراب میں آیا۔ مرزا سلیمان نے ہندو کوہ کی طرف کوچ کیا کہ پوتے کے مال و اسباب پر تصرف کرکے اسکی جمعیت کو پراگندہ کرے دادا اور پوتے میں لڑائی ہوئی۔ پوتے کو شکست ہوئی۔ اسکی جمعیت پراگندہ ہوئی پھر دادا اور پوتے میں صلح ہوئی۔ دادا نے مہربانی کرکے پوتے کو اسکے باپ مرزا ابراہیم کی ولایت دیدی۔ چند روز اسپر گذرے تھے کہ بدذاتوں نے شاہرخ کو سمجھایا کہ کولاب سیاہ خیز ہے اور مضبوط جگہ ہی۔ مرزا سلیمان چاہتا ہی کہ اسکو مستحکم کری اگر وہ اس سے پہلے لیجائے تو مناسب معلوم ہوتا ہی۔ مرزا شاہرخ ان باتوں کو سنکر طالقان کو روانہ ہوا یہاں اس پاس مرزا سلیمان کو چھوڑ کر بہت آدمی چلے آئے اور اس سادہ لوح کو بہکانے لگے۔ مگر مرزا ان کی باتوں میں نہ آیا اسنے دادا سے ملازمت کی استدعا کی۔ دادا نے جواب دیا کہ پہلے خانم کو بھیجو کہ میری تسکین خاطر کرے اور پھر آنکر میری آنکھوں کو روشن کرو۔ مرزا نے یہی کیا۔ کچھ دنوں طالقان میں یہ سب رہے اور آپس میں عہد و پیمان ہوئے کہ شاہرخ مرزا دادا کی رضاجوئی سے کبھی باہر نہ ہوگا۔ بعد ازاں مرزا سلیمان نے اپنے حج کا ارادہ ظاہر کیا

مرزا شاہرخ نے اسکو اعزاز و احترام و مال و منال کیساتھ رخصت کیا۔ اول مرزا سلیمان کابل میں اسلئے آیا کہ اگر مرزا حکیم یاوری کرے تو مراجعت کر کے مرزا شاہرخ سے انتقال لے اور اگر کابل میں شورش برپا کر سکے تو اسکو بدخشاں لینے کا ذریعہ بنائے۔ نہیں تو شہنشاہ اکبر کی خدمت میں جائے۔ جب مرزا حکیم کو مرزا سلیمان کے یہ ارادے معلوم ہوئے تو اُسنے مرزا سلیمان کو ہندوستان میں سے قدم رکھا تھا حد سے زیادہ اسکی تعظیم و تکریم کی۔ شہنشاہ نے ارادہ کیا تھا کہ اسکو بنگالہ کی حکومت عنایت کرے کہ باقی ایام زندگانی اس کی شادمانی سے بسر ہوں مگر سنگستان موطن کی موالفت نے اور مرزا شاہرخ کی کینہ کشی کی باد تند نے اسکی فکرت و تدبیر کے چراغ کو گل کر دیا تھا۔ پوتے سے جو گرہ دل میں پڑی تھی وہ نہ کھلتی تھی وہ اس بنگالہ کے عطیہ سے خوش نہ ہوا اسوقت شہنشاہ جہات شرقیہ میں معروف تھا اسلئے اسکی آرزو کی برآمد میں التوا ہوا۔ اسنے بادشاہ سے حجاز جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے اسے منظور کر کے قلیج خاں کی ہمراہ کیا کہ دشوار مقاموں سے اُسے باہر کر کے بنادر گجرات میں پہنچاوے۔ چند سالہ زاد راہ اسکے ساتھ کیا۔ شائستہ جہاز اُسکے واسطے مقرر کیا اور قلیج خاں نے اُسے بندر سورت میں پہنچا دیا وہ حجاز کو روانہ ہوا۔

مرزا شاہرخ کی والدہ خانم ہمیشہ سے شہنشاہ اکبر سے عقیدت رکھتی تھی۔ اسکو خوف ہوا کہ معلوم نہیں کہ شہنشاہ سے مرزا سلیمان میری طرف سے کیا لگاوے اور اپنی سرگذشت کو کس طرح بیان کرے کہ جس سے شاہرخ مرزا کی آسایش زندگی و عزت میں خلل پڑے اور میں کسی عذاب میں پھنسوں اسلئے پادشاہ کی خدمت بڑے بڑے نفیس تحفے اور اپنے بیٹے کی عرائض اوائل امرداد الہی میں عبدالرحمن بیگ اور مرزا عاشق کے ہاتھ بھجوائیں خانم کے دل میں ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کہ شاہرخ کی شادی شہنشاہ اکبر کی بیٹی سے ہو جائے۔ پادشاہ نے اسکے عذرات کو قبول فرما کر نہایت نوازش فرمائی۔

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ مرزا سلیمان حج کو گیا تھا۔ حقیقت شناس کاروان جانتے تھے کہ حج کا بہانہ تھا اسکا یہ خیال تھا کہ اپنے تئیں کوہستان میں پہنچائے اور چیرہ دستی سے یا دستانسرائی سے

اسپر قبضہ کیجیے اور مرزا شاہرخ کی کینہ توزی میں عشرت اندوزی فرمایئے۔ یہی ہوا کہ طواف گاہ عرب سے عراق عجم میں آیا کہ فرمان فرمایئے ایران سے اپنی خواہش میں کامروا ہو اس زمانہ میں شاہ اسمٰعیل طہماسپ ایران کی مرزبانی میں جوش خروش کر رہا تھا اسنے مرزا کے عالی خاندان کا خیال کر کے بہت خاطر کی اور کچھ سپاہ کمک کے لیئے نامزد کر کے جانے کی اجازت دی مگر مرزا کو ہرے میں شاہ اسمٰعیل کے پیمانۂ عمر کے لبریز ہونیکی خبر پہنچی جس سے اُسکو بڑی مایوسی ہوئی اور وہ قندھار میں آیا۔ مظفر حسین مرزا سے خویشی پیدا کی۔ یہاں بھی کچھ کام نہ چلا تو کابل میں آیا۔ مرزا حکیم نے اُسکے ساتھ نہایت التفات اس سے کیا کہ اس کہن سال آزموں کار کی رہنمونی سے بنگش کی طرف سے جاکر ہندوستان میں فتنہ و آشوب اُٹھائے۔ مرزا نے شکوہ شاہنشاہی چشم عبرت سے دیکھی تھی اُس نے مرزا حکیم کو اس تباہ اندیشی سے باز رکھا۔ اور بدخشاں کی شورش پیش نہاد خاطر کی۔ ۹ بہمن آبان الٰہی ۹۸۳ھ کو ابر کی شورشں میں اور برف کی ریزش میں بدخشاں روانہ ہوا جہاں شاہرخ مرزا فرمان روا تھا وہ شہنشاہ دولت کا رشتہ مندی رکھتا تھا۔ جب اس سرگذشت کی خبر شہنشاہ کو ہوئی تو شاہرخ کی یاوری اُسنے اپنے ذمہ لازمی جانی۔ سعید خاں و راجہ بھگونت داس و مان سنگہ و مرزا یوسف خاں اور اور امرای پنجاب و ملتان کے نام فرمان جاری کئے کہ اس ملک میں جاکر شاہرخ کی دستگیری کریں۔ امرا فرمان کی کاربند ہوکر سامان سفر کی تیاری میں لگے کہ اُنکے پاس خبر آئی کہ دادا پوتوں میں صلح ہوگئی اور مرزبان کابل واپس آگیا اسکا مجمل بیان یہ ہے کہ مرزاؤں میں تالقان کی حدود میں پیکار ہوئی۔ شاہرخ مرزا اگرچہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہا مگر بدگوہروں کی دو روئی سے اور خیر سگال یکجہتوں کی کوتہ اندیشی سے اور خود اپنی کم بینی اور ناآزموں کاری سے کوئی کام وہ نہ کرسکا۔ یار لوگوں نے یہ بات گھڑی کہ میر عماد جو اس ملک کے کارپردازوں کا سرآمد تھا وہ مرزا سلیمان سے ملگیا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ زدو گیری کی گرمی میں مرزا شاہرخ کو گرفتار کر کے اسکے حوالہ کرے اور جو اور صواب اندیش دولت خواہ تھے اُنکے اوپر بھی بہتان باندھے گئے اور بدخشیوں کا ایک گروہ مرزبان قدیم سے جاکر ملگیا جس سے اور بدگمانی کا بازار گرم ہوا۔ ابھی کوئی اچھی لڑائی نہ ہوئی تھی کہ مرزا شاہرخ

قندوز کو بھاگ گیا۔ مرزا کی اس ویرانی سے زابلستان کا لشکر جو خوف و رجا مین اندوہناک ہو رہا تھا انشاط اندوز ہوا اور مرزا کے تعاقب مین گیا۔ مرزا نے قندوز مین جاکر قلعہ کو مسخر کیا اور کولاب مین چلا گیا اور محمد قلی شغانی کو زندان مین سے نکال کر وکیل بنایا۔ مرزاؤن نے بیس روز تالقان کے حواشی مین توقف کیا جب ان کو شاہرخ مرزا کا حال بتحقیق معلوم ہوا تو وہ قلعہ ظفر سے رستاق مین آئے۔ محمد قلی کی حرف سرائی اور افسانہ طرازی سے مصالحت کی گفتگو درمیان آئی۔ فریدون سے اُس نے ملک آشتی کا پیوند لگایا۔ دوراندیشی و حزم اندوزی سے مرزا شاہرخ سے مرزا سلیمان نے ملاقات نہین کی اور آرام طلب خیر سگالون کے معرفت تالقان سے ہندوکوہ تک جو مرزا ابراہیم کی اقطاع مین ملک تھا وہ مرزا سلیمان کے لیے مقرر ہوا۔ وہ اسکے آنے سے خرسند ہو کر کولاب مین آیا مرزا حکیم کابل کو گیا بدذات فتنہ سازون نے پھر مرزا سلیمان اور مرزا شاہرخ کے درمیان بگاڑ کرا دیا۔ یہ مرزا اپنی خوشامد پسندی و روہمی پنے سے دوست و دشمن کو نہین پہچان سکتے تھے ملک داری نہ کرتے تھے آپس مین لڑتے تھے۔ سپاہی ناخوش۔ رعیت مظلوم۔ ولایت خراب قلاع بے سامان جو شخص آسودگی کے زمانہ مین بینوائی کا خیال نہین رکھتا ہے جلد اس کو ناکامی ہوتی ہے۔ جو کوئی دلون کے پیوند کو خدا کی بڑی نعمت نہین گنتا وہ تھوڑے دنون مین زیان زدہ ہوتا ہے۔ باوجود ان عادتون کے وہ شہنشاہ اکبر سے اینٹھے رہتے تھے۔ نخوت فروشی و خود بینی مین زندگی بسر کرتے تھے۔ فرمان روائے توران عبداللہ خان اوزبک موقع پاکر بدخشان مین آیا اور اس ملک دشوار کشا کو بے جنگ کے لے لیا۔ مرزاؤن کی جان پر بُری بنی۔ مرزا حکیم بھی خود رائی کے خواب سے بیدار ہوا۔ طرز دان کار آگاہون کو بادشاہ پاس ہزار خوشامد کے ساتھ بھیجا۔ بادشاہ نے فرستادون پر عنایت فرما کر رخصت کیا اور مرزا حکیم کو یہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدخشان کے مرزا اپنی ناسپاسی کی سزا پاتے ہین۔ تجھکو چاہیے کہ اپنے ظاہر و باطن کو اخلاص کی فروغ سے ایسا روشن کرے کہ سب دور اور نزدیک اس کو دیکھین اور جو لوگ اس سے اندیشہ مند ہون اگر شناسائی سے پہلے اس دیار کا قصد کرے تو اول دانشورون کو بھیجکر اندرزگوئی کرے اگر یہ سود مند نہو تو پھر ہم لشکر صف شکن بھی

اور بڑا خزانہ اور برزرگ تونچانہ لبریز کر دگی کسی اپنے فرزند کے نامزد کرنے کے ابھی فرستادے باہر نہ نکلے
تھے کہ مرزا کی ایک عرضداشت آئی جس مین لکھا تھا کہ بدخشان کے مرزا پژمردہ دل اور شرمندہ رو ہوکر حضور
کی پناہ مین آئے ہین حکیم کیا ہے وہ اپنی بڑی آسیمہ سری ظاہر کرتے ہین حکم ہوا کہ ہماری درگاہ مین پشیمانی
کو بڑی قیمت پر خریدتے ہین مرزاؤن کو نوید شادمانی پہنچا کر نوازش شاہنشاہی کا امیدوار کرکے روانہ
کرو اور خود ہم پر بھروسہ کرکے کچھ اندیشہ وہ نہ کرین۔

جس انجمن مین خوشامد گوئی کی قدر ہوگی وہان راست گذاری بے قدر ہوگی جس صاحب بزم کے
کان مین راستی کی داستان نہین آئے گی وہ کتابۂ پیشانی کو نہین پڑھ سکے گا۔ اُسکے سچے دولتخواہ بے
اعتبار ہون گے اور افسانہ گو ہرزہ درایون کے پوبارہ ہون گے۔ دلون کی دوستی کو وہ ہیچ سمجھیگا
اور آدمیون کے رجوع کو اپنی خویشتن بینی کا سرمایہ بنائے گا۔ جو شخص کہ ناکامی کے دن مدارا اور مردمی
کو سوچتا ہے وہ یہ نہین جانتا ہے کہ اس دن خوشخوئی نہین کام آئی اور زرپاشی سود نہین دیتی
ناگزیر حوادث سے اسکی نزہتگاہ پر ہوتی ہے اور ہزارون ناخوشیان سراسیمہ کرتی ہین جو بیدار بخت
خردمند ہوتے ہین وہ ایمنی کے ایام مین کہ جن مین چندان آدمیون کی احتیاج نہین ہوتی عجز و
انکسار سے زندگی بسر کرتے ہین۔ کوتہ اندیش رعنا بےغمی کے زمانہ مین بے پروائی کے خوابستان
مین سوتے ہین ان کو کام کے وقت خون جگر پینا پڑتا ہے۔ سوائے غم کے اس کے پاس کچھ اور
نہین ہوتا۔ جب کوئی توانگر خاطر آزرم دوست فراخ حوصلہ صلاح اندیش درمیان مین نہین
ہوتا تو دوستی دشمنی پر مائل ہوتی ہے۔ اور عاقبت سراسیگی ہوجاتی ہے مال و دولت کٹجاتا ہے
خان و مان تاراج ہوتا ہے۔ غرض ناموس بدذاتون کے ہاتھ مین پڑتی ہے۔ ہزارون شورشین
برپا ہوتی ہین۔ اس کی مثال بدخشان کے مرزاؤن کی ہے اس مین سے کچھ حال لکھا جاتا ہے
جب مرزا حکیم بدخشان سے کابل مین آیا تو مرزا شاہ رخ کا ارادہ ہوا کہ مرزا سلیمان کی ملازمت
مین جائے اور اس سے یکجہت ہوجائے۔ مگر مرزا سلیمان پر وہم ایسا غالب ہو رہا تھا اور یہان کے
آدمیون کی بے وفائی کا حال ایسا دیکھ چکا تھا کہ وہ اس بات کو قبول نہین کرتا تھا۔ بہ سبب سبی

[illegible] ۹۹۲

گفت گو کے یہ قرار پایا کہ حصار کا مرزبان اوزبک سلطان کہ نیا دوست بنا تھا ایک جماعت کو
یاوری کے لیئے بھیجے اور دریاے اموبہ کے درمیان اس گذر پر جہان دریا نو حصون مین تقسیم ہوتا ہی
ان دادا پوتون کی ملاقات ہو۔ یہ مقرر ہوا کہ چار نہرون سے مرزا سلیمان عبور کرے اور پانچ
نہرون سے مرزا شاہرخ۔ مرزا سلیمان جب دریا کے کنارہ پر آیا تو صرف ایک حصہ طے کیا اور خوف
کے مارے آگے نہ بڑھا۔ مگر مرزا شاہرخ نے آٹھ حصے طے کیئے اور دادا سے ملا اور اجازت لیکر
چلا آیا۔ کولاب مین مرزا سلیمان گیا اور بدذاتون کے ہجوم سے کہ بدی کو نیک اور نیکی کو بد دکھلاتے
ہین۔ مرزا سلیمان نے اپنی خواہش کو بہت دراز کیا جس سے ایک شورش برپا ہوئی اس نے
پیغام بھیجا کہ مہر علی وچوچک و میر عماد کو حوالہ کرے اور اگر یہ منظور نہو تو ان کو آوارہ کردے مرزا نے پچھلی بات
مان لی مگر اس کو نہایت غم ہوا۔ میر عماد تو ایک گوشہ مین بیٹھ گیا باقی دونون کابل کو گئے۔ انھین دنون
مین محمد قلی شغالی کہ اس ملک کی شمشیر و خرد تھا مرزا شاہرخ کے پاس سے مرزا سلیمان کے پاس چلا گیا
اور فساد کو اور بڑھایا۔ تھوڑے دنون بعد زابلستان سے مہر علی مرزا شاہرخ کے پاس آیا۔ مرزا سلیمان نے
اپنے پاس پیغام بھیجا کہ مہر علی کو میرے پاس بھیجدے اس نے حاجی تمن کے ساتھ بھیجدیا۔ مرزا نے
حاجی کو ملازم کرلیا اور مہر علی کو زندانی بنایا اور شیخ بابا ولی کو کہ فقیری کی آڑ مین شکار کھیلنے تھی
بھیجکر گذارش کی کہ اب وقت آشتی اور قسمت ملک کا ہے محمد قلی اور حاجی تمن و مہر علی میری پاس
ہین۔ مناسب یہ ہے کہ باتفاق اور کچھ ولایت میرے حصہ مین زیادہ کی جاے۔ شاہرخ مرزا نے
یہ جواب دیا کہ مردی اور مہربانی کا آئین یہ ہے کہ یکتائی کی نزہت گاہ فتنہ جویون کے گفتگو سے
غبار آلودہ نہ کی جاے۔ سرگروہ جو میرے پاس چلا گیا ہے اُسے واپس بھیجدیجئے مرزا سلیمان نے اس
بات کو نہ مانا اور لڑائی پر تیار ہوا۔ مرزا شاہرخ بھی اپنی برنائی کی مستی اور خودکامی کی شورش اور
مصاحب دانا کے نہونے کے سبب سے روانہ ہوا اس نے حدود رستاق مین جاکر دادا پاس عرضداشت
بھیجی اور لابہ گری اس امید پر کی کہ لڑائی نہو۔ مرزا سلیمان بھی اُسکی بات ماننے کو تھا۔ مگر
فتنہ اندوزون نے اسے نہ ماننے دیا۔ لڑائی ہوئی اور مرزا سلیمان کو ہزیمت ہوئی۔ مرزا شاہرخ

نے کچھ اس کا تعاقب کیا مگر پھر ملک کے کامون مین مشغول ہوگیا۔ کولاب اپنے بڑے بیٹے محمد زمان
کو سپرد کیا۔ مہر علی کو اتالیق اُس کا مقرر کیا اور خود قندوز مین آیا۔ مرزا سلیمان حصار کے مرزبان
اوزبک سلطان سے کمک لے کر بدخشان کو گیا۔ مرزا شاہرخ نے بھی لڑنے کا ارادہ کیا۔ تیاری
کر کے دادا سے لڑا اور اس کو پھر شکست دی۔ مرزا سلیمان پھر حصار مین چلا گیا انہی دنون مین اکبر
شہنشاہ کے ایلچی مرزا شاہرخ کے پاس آئے جس سے اُس کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس سفر مین کہ
شہنشاہ اکبر زابلستان مین گیا تھا اور مرزا حکیم کو شکست ہوئی تھی۔ پادشاہ نے شیر دل کاروانون
کو مرزا شاہرخ پاس بھیجکر اس کا حال پوچھا تھا اور حکم دیا تھا کہ خود یہ مرزا آستان بوس ہو یا اپنی والدہ
خانم کو بھیجے مرزا نے پادشاہ کی اطاعت کی جس سے اُسکے کام کو رونق ہوگئی۔ حصاریون نے مرزا
سلیمان کی یاوری سے دست کشی کی مگر شاہرخ پادشاہ پاس نہ آیا اور نہ اسکی مان بسبب علالت کے
آسکی مرزا سلیمان نے اہل حصار سے مایوس ہو کر دوستی کی باتون سے دشمنی کا سرانجام دیا چند
اوزبکون کو لے کر بدخشان مین آیا اور صلح کا پیغام دیا مرزا شاہرخ نے قبول کیا اور یہ قرار پایا کہ جہان
پہلے ملاقات کا مقام ٹھیرا تھا وہین بزم دوستی آراستہ ہوا اور تازہ عہد مرزا شاہرخ نے جو کہا تھا وہ کیا
مگر مرزا سلیمان نے نہ کیا۔ پوتے کو اپنے پاس بلایا وہ نہ آیا۔ انھین دنون مین مرزا شاہرخ کی والدہ نے
انتقال کیا۔ یہ بیگم بیٹے کو نصیحت کرتی رہتی تھی وہ بھی مر گئی۔ مرزا خویشتن بینی و خود کامی مین پڑا
سپاہ کا حال پراگندہ ہوا۔ ہزل و بازی نے رونق پائی۔ رعیت تباہ ہوئی۔ عبداللہ خان اوزبک
فرمانروائے توران پاس مرزا گیا وہ تاشکند پر لشکر کشی کر رہا تھا اسکے باپ سکندر خان سے مرزا کی
ملاقات ہوئی عبداللہ خان کو کچھ اور خیال ہوا اسنے باپ کو لکھ بھیجا کہ میرے آنے تک مرزا کو نظر بند
رکھو مرزا نے اپنی دور نگاہی سے یہ حال دریافت کیا اور اس خطرگاہ سے نکل بھاگا۔ جب عبداللہ
خان لشکر سے واپس آیا تو قل بابا کوکہ اس کا وکیل اور سپہ سالار تھا اوزبک سلطان پاس
اس قصد سے بھیجا کہ وہ مرزا سلیمان کو حوالہ کرے مگر اوزبک سلطان نے مردمی کا پاس کر کے مرزا
سلیمان کو بدخشان روانہ کیا۔ نواحی کولاب مین شاہرخ مرزا اس سے ملا۔ اور پہلی طرح سے

ولایت کی تقسیم ہوئی۔ مگر اس تقسیم کو مرزا سلیمان نے ناپسند کیا اور کشم کو بیور غال مین لے لیا۔ مرزا شاہرخ خودکامی و ستایش دوستی کی شراب سے مست ہو کر سوار باتون کے کچھ کام نہ کرتا اس کا تمام کام میر عماد و میر کلان و چوچک بیگ کے ہاتھ مین تھا۔ یار بیگ اس کا بخشی تھا اور تمام جاگیرون مین ریاست کو تقسیم کر دیا تھا غرض سب طرح سے سارے کام اسکے غیر منتظم تھے اسی زمانہ مین عبداللہ خان بدخشان مین آیا اور اس ملک دشوار کشا کو بے جنگ لے لیا۔ وہ ہمیشہ ان مرزاؤن کا حال دیکھتا رہتا تھا اب اُس نے دیکھا کہ شہنشاہ اکبر کی طرف وہ رجوع نہین کرتے ہین۔ اور ملک داری کا سر رشتہ ہاتھ مین نہین رکھتے اور آپس مین لڑتے ہین۔ گو اُسنے پیغام دیا کہ غوری اور کہمرد بھی مجھے حوالہ کیا جائے اور ایماق توران کہ مدت سے اس دیار مین رہتا ہے وہ میرے پاس بھیجدیا جائے۔ مرزا شاہرخ نے کچھ جواب نہ دیا نہ کوئی کار آگہی کا کام کیا۔ یہ افواہ اڑ رہی تھی کہ والیٔ توران نے انتقال کیا۔ قلق بابا ایسی خواہشین کرتا ہے۔ اس افسانہ نے ان کو بے پروائی کی نیند مین سلایا۔ اس حال مین کہ مرزاؤن کا دل خراب تھا۔ قلاع بے سامان تھے۔ سپاہ پریشانی مین تھی دوست ایک کونے مین بیٹھے ہوئے تھے اور دشمن اپنے کامون مین کامیاب تھے کہ غالب غنیم آیا۔ مرزایون نے تخت گریون مین بھاگ کر پاؤن مین چھالے ڈالے۔ فورچی بیگ مخالفون سے جا ملا۔ اور قندوز بے لڑے ہاتھ سے نکل گیا اور امراء بدخشان کا حال بھی ایسا ہی ہوا۔ کولابیون نے محمد زمان کے ساتھ جانفشانی کی جو شخص آسودگی مین خویشتن داری اور طبیعت پرستی کرتا ہے اور ناکامی کے دن خوشخوئی اور تیمارداری مردم کرتا ہے وہ آشوبگاہ تعلق مین تنہا رہ جاتا ہے اور بے یار و بے نوا ہو جاتا ہے۔ بیغرضی کے وقت بہت توجہ سے دلون کا پیوند ہوتا ہے اور نہایت خالص معاملون کے کرنے سے جانین گرو ہوتی ہین۔ دنیا کے بدمست جب اپنر مصیبت کا دن آتا ہے تو خوش اخلاقی کی باتین بناتے ہین اور بھلے برے کو جانتے ہین۔ ایسی ہی حالت مین مرزا رہتے تھے اس لیئے جسے وہ جھک کر سلام کرتے اُن سے منہ پھیر لیتا۔ ناگزیر بدخشان کی تنگنا سے گذر کر نجارک مین کہ تحلب گاہ تھا آئے یہان اُن کو توقع تھی کہ بابری نمک پروردے انکی

ان کی ہمراہی کرینگے مگر ان سے بھی وہ مایوس ہوگئے۔ برف و باران کی سختی کے سبب سے نہ دیکھ سکے
پنجشیر مین کہ مضافات کابل مین ہے اس خیال سے آئے کہ اگر مرزا حکیم یاوری کرے تو اپنی بنگاہ
کے لینے مین سعی کیجائے اور نہین تو درگاہ شہنشاہ اکبر مین پناہ لیجائے۔ مرزا سلیمان تو اس شرمساری
کے سبب سے پادشاہ کی درگاہ مین نہین آنا چاہتا تھا کہ حجاز کی زیارت کو چھوڑ کر بدخشان مین چیرہ دستی
کرنے آیا تھا۔ مرزا شاہرخ کو پادشاہ کی زیارت کی تمنا تھی وہ ہندوستان کو چلا۔ مرزا حکیم نے
مرزا سلیمان کو بلا کر لمغانات مین بھیجا اور یہان کچھ دہات دیدیئے گئے شاہ محمد پور مرزا شاہرخ
کو شادمان ہزارہ کے سپرد کیا کہ اس کو آوارہ کرے اور ہندوستان نہ جانے دے۔ مرزا شاہرخ
کے ساتھ تین بیٹے حسن و حسین جو توام پیدا ہوئے تھے اور بدیع الزمان اور اُنکی انائین بھی اور
چند ملازم تھے وہ نہایت آزردہ خاطر ہزارات مین گیا اور ہر روز یہ جانتا تھا کہ میری موت
سر پر کھڑی ہے مشہور یہ تھا کہ عبداللہ خان نے شکست پائی اور کولابی غالب ہوئے یہ سنکر شادمان
ہزارہ نے مرزا کو بدخشان کیطرف روانہ کیا۔ مرزا نے اس خوف سے کہ اس وحشی کی رائے بدل نہ جائے
کچھ دور چل کر بیراہ چلنا شروع کیا۔ سخت گریوون مین لڑتا ہوا حدود کھمرون مین آنکر آرام کیا۔
صحرانشین اسکے پاس جمع ہوئے۔ تھوڑے دنون مین یہ معلوم ہوا کہ جو سنا تھا وہ غلط تھا۔ کولابی
محاصرے سے گھبرے ہوئے تھے تو مرزا نے تالقان پر تاخت کی انھین دنون مین معلوم ہوا کہ کولاب
کو اوزبکون کی سپاہ نے فتح کر لیا۔ اس لیے مرزا کے ہمراہیون مین پراگندگی ہوئی پہلے سے
زیادہ حال تباہ ہوا نہ رائے بودن و نہ روئے گردیدن۔ قریب تھا کہ مخالفون کے ہاتھ مین گرفتار ہو۔ مگر
ہزار طرح سے تگا دو کر کے کابل کیطرف جلد چلا۔ سال انگ مین مرزا سلیمان سے ملاقات ہوئی۔ مرزا
حکیم نے بھی خبر مذکور سنکر بدخشان مرزا سلیمان کو روانہ کیا تھا اس منزل مین ان کو کمک کی امید تھی
کہ کچھ اوزبکون نے شورش مچائی۔ مرزا شاہرخ کے ان دنون مین بیٹا پیدا ہوا تھا اس کو صحرانشین
عورت کے حوالہ کر کے جلد چلا۔ مہر علی و قادر بردی و جہان گیر و ائغ بیگ اور چند اور پیچھے سے
آگے چلے آتے تھے کہ صبح کے وقت اوزبک آن پہونچے۔ انھون نے پرتال کو تاراج کیا۔ مرزا سلیمان

مرزا شاہرخ کا پادشاہ کے پاس آنا سنہ ۹۹۹ ۳۴

کا گھوڑا چراغ پا ہوا اور مرزا زمین پر گرا۔ مرزا شاہرخ گھوڑے پر سے اُترا اور گھوڑے کو اُس کے آگے لایا کہ وہ چھوٹ کر جنگل کو بھاگ گیا۔ ہمراہیون مین سے ایک پیادہ پا ہوا اور اپنے گھوڑے پر مرزا سلیمان کو سوار کیا۔ مرزا شاہرخ جا کر اپنے گھوڑے کو پکڑ لایا۔ اس تیز روی مین مرزا دو ہاتھون پر بڑ کر جدا جدا ہو گئے۔ غنیم مرزا شاہرخ کے پیچھے پڑا۔ دریا آگے آیا۔ مرزا نے اُس سے عبور کر کے پُل توڑا اور آرام لیا۔ اس گیر و دار مین اس کا بیٹا حسن جدا ہو گیا جس سے ایک اور تازہ داغ لگا۔ اس زمانہ مین خبر معلوم ہوئی کہ مرزا سلیمان پشاور مین محفوظ ہے۔ مرزا اُسکے پاس گیا اُس خوشدلی مین مرزا حکیم کے پاس سے سیوندک خان آیا اور دوستی کا پیغام لایا۔ مگر اس پیام کو مرزاؤن نے باور نہین کیا چند آدمی اسکے ہمراہ کیے تاکہ وہ اچھی طرح علم حاصل کر کے استوار پیمان کرے مرزا سلیمان نے کہ وہ پادشاہ سے شرم اور مرزا حکیم سے چشم دستگیری رکھتا تھا توقف کیا۔ مرزا شاہرخ نے پادشاہ کی طرف راہ لی۔ جوروان بچون کی مان اور ایک بیٹے کو چارنکاران مین چھوڑا کہ وہ اس خرد سال بیٹے کی جستجو کرین جو اس سے جدا ہو گیا ہے خود دامنہ کوہ سے دکہ مین آیا۔ یہان ایک قافلہ رہزنون کے خوف سے سراسیمہ تھا اسکے ہمراہ ہوا۔ اس مین عمۂ مرزا خانزادہ بیگم و شاہ محمد مرزا موجود تھے جن کو مرزا حکیم نے ہندوستان بھیجا تھا۔ شاطی افغانون کی دستانسرائی سے مرزا اس گروہ سخت گذار مین چلا۔ جسقدر وہ راہ چلتا تھا بد سگال اس درہ کی تنگناؤن کو پتھرون سے رد کیے جاتے تھے۔ دشوار مقامون کی راہ کو تاریکیون نے بند کیا قنقر بابا و جہانگیر و خنجر علی و یار بیگ وابدال کو جنہین سے ہر ایک اپنے وقت کا رستم تھا تاریکیون پاس پیغام گذاری کا بہانہ کر کے شاطی لیگیا اور ان کو مار ڈالا جب اسکی خبر ہوئی تو علی مسجد سے قافلہ اُلٹا پھرا۔ تاریکیون نے دست اندازی شروع کی سوداگرون کی سراسیمگی سے سپاہی بھی اپنی ستی بھول گئے۔ جان و مال لٹ گیا۔ مرزا شاہرخ نے ہمت کی کہ اس گروہ سے لڑتا ہوا باہر آیا۔ کوہستان بدخشان کے سوا اب کوئی پناہ نہین تھی۔ یہین کہین قریب وہ مرزا سلیمان سے مل کر خوش ہوا لیکن اسکے ساتھ یہ غم لگا تھا کہ ایک بیٹا جو ابھی پیدا ہوا تھا وہ مرگیا تھا اسوقت مرزا حکیم کی سپاہ کچھ ملی اُسنے کہا کہ شہنشاہ اکبر نے بھائی کو لکھا تھا کہ شاہرخ

کے ساتھ شائستہ بدرقہ کے سوا اس خدمت پر ہم نامزد ہوئے ہین۔ وہ سپاہ خیبر تک پہونچا کے واپس چلی گئی۔ سندھ مین جو امراء شاہی تھے انھون نے مرزا کی بزرگداشت کی۔ جو بیٹا جدا ہوا تھا وہ بھی مل گیا۔ اُس کو ایک ازبک اُٹھا کے لے گیا تھا وہ اس لڑکے کو چھوڑ کر بدرتال لوٹ گیا۔ اب ایک غلام اس لڑکے کو اُٹھا کر لے گیا اور مرزا حکیم پاس پہنچا دیا۔ مرزا شاہرخ لاہور مین آیا اور ۲۳ ردی کو دار الخلافت فتحپور سیکری مین پادشاہ کا قدمبوس وہ ہوا۔ جو کچھ عنایتین اسکے حال پر ہوئین اس کا بیان اپنے مقام پر کیا گیا ہے۔ ۱۵ ر شہریور سنہ ۳۸ الٰہی کو اس کا نکاح پادشاہ نے اپنی بیٹی شکر النسا بیگم سے پڑھوایا وہ مالوہ کا صوبہ مقرر ہوا اور دکن کی فتح مین اسنے کارنامے دکھائے۔ اور ہفت ہزاری کا منصب پایا۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ پادشاہ پیشانی سے دل کا حال دریافت کرلیتا ہے شاہرخ کی فرخندہ ذاتی اس نے دریافت کرکے دست عاطفت سے اس کو سر بلند کیا اس کا ستارۂ دولت تنزل پر تھا پھر عروج پر آیا ان مسافرون مین سے ہر ایک وفاگزین نے کہ شور ا بنا کامی چکھا تھا۔ وہ کامروائی کی نشاط اندوزی سے محفوظ ہوا۔

مرزا سلیمان جب حجاز گیا اور وہان سے واپس آیا اور اپنے کامون مین ناکام رہا اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اب جب شاہرخ مرزا پادشاہ پاس چلا آیا تو مرزا سلیمان ملغانات مین اپنی عمر بسر کرتا تھا اور بدخشان کی فتح کی امیدون مین دن گنا کرتا تھا۔ مرزا محمد حکیم نے اسکے حال پر رحم کرکے کچھ بدخشی و کابلی سپاہ اسکے ہمراہ کی وہ تیز دستی کرکے کوہستان بدخشان مین آیا اور تالقان کی فتح کے درپے ہوا محمود سلطان اُس سے لڑنے کھڑا ہوا غنیم کی کثرت کے سبب سے مرزا سلیمان نے کوہ پایہ کو شاخ بند کیا اور اس مین اپنا پاؤن جمایا۔ بار بار ہنگامۂ کارزار گرم کیا اور فیروزمند ہوا اس کامیابی سے وہ مغرور ہوا رشتہ دوربینی کو فروگذاشت کیا اور باہر جا کر لڑنے کا ارادہ کیا۔ کار آگہون نے اُس سے گذارش کی کہ شتابی کرنی شائستگی سے دور ہے۔ دیر لگانے مین یہ فائدہ ہے کہ بندگان بارگی ہم سے ملتے ہین اور دشمن کے رونق ہنگامہ کو کم کرنے مین بے سبب اس استوار پناہ کا چھوڑنا اور اپنے سے زیادہ دشمنون سے لڑنا کار آگہی سے بعید ہے۔ مگر خودکامی ہمیشہ صلاح اندیش خرد کو برکنار کرتی ہے

اُس نے کانون مین ٹھیان دے لین۔ خیر سگالون کی باتون کو نہ سُنا۔ لشکر کو لے کر چلا۔ باہر آیا اور مردانگی کا کارنامہ دکھایا قریب تھا کہ دشمن کو مار رکھتا کہ عبد المومن سلطان بلخ سے مخالفون کے پاس آگیا اور ہنگامہ جنگ از سرِ نو گرم ہوا۔ مرزا کے جنگ جو دلاورون نے دو دفعہ غنیم کو شکست ہی مگر تیسری دفعہ دوربینی کے برخلاف مرزا لڑا قورچی بیگ اوزبک کے ایک گروہ کو سر کوب پر ایسا لایا کہ مرزا مین یکبارگی لڑنے کی تاب اور سامنے کھڑے رہنے کی توانائی نہ رہی۔ ناچار بھاگ کر زابلستان کی طرف رخ کیا نجت یار بیگ آب مارا مین تھا وہ استقبال کر کے کابل مین لایا۔ کنور مان سنگھ جلال آباد سے اسطرف گیا اور مرزا کو پشاور مین لایا۔ بصدا عزاز وہ ۱۴ اسفندار مذکور کو بادشاہ کی خدمت مین گیا شہنشاہ اکبر نے مرزا سلیمان کو لاہور مین اس لیئے رکھا کہ کوئی گزند اس کو نہ پہنچنے پائے وہ ۱۳ اریتر ۹۹۷ھ ستتر برس کی عمر مین اس دنیا سے رخصت ہوا۔ بخششی ۹۲ اسکی تاریخ ولادت تھی۔ اب تم یہ سمجھو کہ ان دو تیموریہ خاندانون کا بیان جو قصہ در قصہ چلا جاتا ہے وہ انسان کی نیرنگی اقبال کا افسانہ نہین بلکہ وہ ایک واقعہ نفس الامری ہے۔ جو یہ بتلاتا ہے کہ جب ملک داری کی لیاقت نہ ہو اور گھر مین لڑائی جھگڑے فساد ہمیشہ ہوتے رہین تو وہ ایک زمانہ تاریخ کے لیئے بحران کا وقت ہوتا ہی رعیت کے حق مین مرزا سلیمان اور مرزا شاہرخ دونون کا ہونا زہر تھا ہر ایک اولوالعزم پادشاہ خواہ وہ متحمل اور تنگ دل عبداللہ خان ہو خواہ عظیم الشان نیک نہاد شہنشاہ اکبر ہو دونون ان کو منطوب کرنا چاہتے تھے جس سے انکی سلطنت کی سطوت و شوکت و حشمت نمایان ہو۔

کابل سے رود بار سندہ تک افغانون کے گروہا گروہ رہتے تھے اور بے دانستی اور خود کامی سے مسافرون کو گزند پہنچاتے تھے اور زبردستون پر دست ستم دراز کرتے تھے پادشاہ نے حکم دیا کہ اس بیم گاہ مین سرائین بنائی جائین اور وہان دلاورون کا ایک گروہ اپنا بنگاہ بنالے۔

خرد کابل کے قریب سرخ دیوار کی آبادی کو زین خان اپنے ذمے لے اور میان دو آب و بادام چشمہ مین خواجہ شمس الدین اور باریک آب مین حمزہ عرب جگدلک مین حیدر علی عرب اور سرخ آب مین حیدر علی خویش اور سفید سنگ مین مظفر کولہ۔ تاریک آب مین درویش اسلام آبادی اور یساول

کفشی مین بہادر دکہ مین تخت بیگ غریب خانہ مین بندہ علی میدانی اور بکرام اور تاکت شارس
کے درمیان شاہ بیگ یہ اہتمام کرین۔ پادشاہ نے بلال آفتابچی کے ہاتھ بہت سا روپیہ کوکل تاش
پاس بھیجا کہ وہ امیرون مین تقسیم کردے تاکہ وہ اپنی دیدبانی سے اس کام کو سرانجام دین۔ تھوڑے
عرصہ مین پادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اس سے چہرۂ روزگار پر گلگونۂ دادگری حسن افزا ہوا
ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب کولاب کو عبداللہ خان نے فتح کیا ہے تو اُس سے شاہرخ کا پلوٹھی
کا بیٹا محمد زمان لڑا اتفاقاً وہ اسیر ہوا۔ زندان سرا مین بھیجا گیا اور وہین مرگیا۔ اس زمانہ مین ایک
دستان فروش نے قزاآگین مین اپنے تئین محمد زمان بتلایا اور اپنی داستان یہ سُنائی کہ خواجہ
کلان خواجہ پسر خواجہ جویباری نے خاندان کی خیرخواہی کے سبب مجھے جان شکرون کے
ہاتھ سے بچایا اور میری بجائے ایک اور خردسال کو مروایا بہت سے سادہ لوح اس کے ساتھ
ہوئے اور یہان کے کوہسار مین شورش اُٹھائی۔ کولاب اور بہت سے مقامات کو لڑکر فتح
کرلیا۔ محمود سلطان سپاہ آراستہ کرکے اس سے لڑا اور زخمی ہوکر بھاگ گیا اور اللہ داد بیگ و
تورم بیگ کاکی نے بھی عمر تمام کی انکے سر اپنی عرضداشت کے ساتھ شہنشاہ اکبر پاس بھیجے بہت
نیایش اور لابہ گری کے بعد اُس نے یہ لکھا تھا کہ خواجہ کلان خواجہ کی خیراندیشی سے مجھے اس
بیم گاہ سے رستگاری ہوئی تو مین ہندوستان مین آیا اور آزاد فقیرون کے لباس مین پادشاہ
کا قدمبوس ہوا۔ چونکہ خواجہ سے عہد تھا کہ اسکی زندگی مین میرا حال ظاہر نہ ہو اس لیئے مین نے
اپنی سرگذشت عرض نہین کی حجاز کو چلا گیا پھر اپنے گھر آیا اوزبکون سے لڑا۔ خدیو عالم کی شمشیر چلاتا
ہون اگر توجہ والا میری دستگیری کرے تو بہروزی سے مجھے آسایش ملے۔ اگرچہ پادشاہ کے
نزدیک اسکی داستان سچی نہ تھی پھر بھی اسکے فرستادون کو امیدوار کیا اور فرمایا کہ مرزبان توران
سے یکجہتی کا پیمان ہے۔ ہماری بزرگی سے بعید ہے کہ ہم اس سے لڑین بہتر ہوگا کہ وہ پادشاہ
کی خدمت مین آئے فرستادون کو نوازش فرما کر واپس بھیجا اور کچھ نقد و جنس ہمراہ کیا جو اُسکی
کامروائی کا سرمایہ ہوا۔

محمد زمان نے اپنے تئین شاہرخ مرزا کا فرزند بنایا اور پادشاہ کا عقیدتمند ہوا تو تھوڑے دنون مین اس پاس بہت آدمی جمع ہوگئے۔ عبدالمومن کو جب اس نے شکست دی تو اوزبک بہت سے اُس سے لڑنے آئے۔ عباس سلطان و رستم بے و حمید قراول کو اُس نے پہلے روانہ کیا اور خود اُس نے آب امویہ سے گذر کر جرکان کولاب مین سنگر کیا اور استوار گریودن کو پناگاہ بنا کے پائے ہمت کو قائم کیا۔ اول جوق سے لڑکر اس کو شکست دی اور اسکے تعاقب مین عبدالمومن تک پہونچ گیا۔ قریب تھا کہ اس کو گرفتار کر لیتا مگر وہ ہواخواہون کی دستگیری سے ہاتھ سے نکل گیا۔

احمد علی اتالیق ایلچی توران کا انتقال یہان ناوقت کھانا کھانے اور بدپرہیزی سے ہوا اس سے والی توران کو اسکی خبر نہ تھی اسکے نہ آنے کے سبب سے دل اس کا نگران تھا اور اُسکے بیٹے نے نا ہنجاری کی تھی کہ بدخشان کی ایماق کی درخواست کی تھی جس سے وہ اور زیادہ آشفتہ بر تھا اس شوریدہ مغز کو اس نے سرزنش اور نفرین کین اور اسکی معذرت مین نامہ لکھا۔ مولانا حسین خراسانی کو کہ باریون مین سے اسکے پاس تھا بہت عمدہ تحفون کے ساتھ بھیجا۔ وہ پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ اوپر لکھا ہے کہ ایک اندجانی پسر نے اپنے تئین مرزا شاہرخ کا بیٹا بنایا تھا اور انجان اسکے گرویدہ ہوئے تھے۔ جب تک وہ شہنشاہ اکبر کا وابستہ رہا کچھ کارروائی کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا جب اس کا سہارا چھوڑ دیا تو ناکام ہوگیا۔ اسکی ناہنجاری سے کوہ نشین آزردہ خاطر ہوئے اور تورانی سپاہ اسپر غالب ہوئی اس ناکام نے راہ مین ہزارہ کے ساتھ دوستی اس خیال سے کی کہ اسکی دستیاری سے زابلستان مین شورش مچائے۔ جب قاسم خان پادشاہ پاس آتا تھا تو وہ بھی سو آدمیون کے ساتھ اس دیار مین اس سے ملنے چلا اور راہدارون پر یہ ظاہر کیا کہ مین پادشاہ پاس جلتا ہون انھون نے یقین کرکے ہاشم بیگ پسر قاسم خان کو اطلاع دی اس نے کارشناسی سے علی شیر ماکری و سلیم بیگ و اللہ دوست کو پانسو آدمیون کے ساتھ روانہ کیا کہ اس کے ساتھ ہون اور یہان اس کو لے آئین۔ محمد زمان جب پنجشیر پر آیا تو بے راہ ہوکر بنگاہ ہزارہ پر جلد چلا گیا۔ ہاشم بیگ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو وہ تیزروی کرکے اس کے پاس میدان مین آیا۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ قرا بیگ

ہاشم بیگ کی ہمپائی مین مرزا احمدی ومیر مومن ومیر عبد اللہ والد دوست ومحبت خان نے بہت کوشش کی کسی کو گزند جانی نہین پہنچی - آخر روز مین پھر کچھ شورش ہوئی - ہاشم بیگ مسلح ہوا گرما بہ سے پانچ آدمی رات کو نکلے مارے گئے ، دوسرے روز ہاشم بیگ جب کسی بدخشی کو دیکھتا مار ڈالتا - اس طرح کچھ ظلم اس نے کیا -

ایک شخص ہمایون نامی نے اپنے تئین مرزا سلیمان کا بیٹا بنایا اور اس کہسار مین حکومت کرنی شروع کردی مرزا بدیع الزمان پادشاہ کا خواہر زادہ خواجہ حسن کا بیٹا کچھ سپاہ لے کر حصار سے گیا اور اس سے لڑا اور اس پر غالب ہوا اور ہمایون مارا گیا - مرزا نے اس فتح کو اپنی حسن خدمات کی دستاویز بنایا - منبر و زر وسیم کو پادشاہ کے نام سے آراستہ کیا اور پہلی کم خدمتی کا عذر کیا - پادشاہ نے اسکے آدمیون پر جو آئے تھے مہربانی کی اور آلات جنگ اسکی مدد کے لیے بھجوائے - پھر اس شہزادہ نے اپنی عرضداشت ۱۰۱۱ھ مین دے کر ایلچی بھیجا پادشاہ نے اسکے ساتھ بہت اسباب اور ہتھیار اور سامان جنگ ارسال کیا - پھر اس نے آلات جنگ کی درخواست کی تو پادشاہ نے آلات جنگ سے بیس ۲۰ شتر لاد کر روانہ کیے اور ملک محمد بدخشی کو لعل بدخشان کی کان کا داروغہ بنا کے بھیجا اور بہت دلدہی کا فرمان لکھا مگر ابھی یہ سامان جنگ مرزا پاس نہین پہنچا تھا کہ باقی خان حاکم توران نے ایک لشکر گران بدخشان بھیجا - مرزا اس سے لڑا غنیم غالب ہوا اسنے مرزا کو زندہ گرفتار کیا اور بیمہری سے شکار کیا - باقی خان کے بھائی پایندہ خان کو ولایت گرم سیر مین شاہ بیگخان نے گرفتار کیا تھا - پادشاہ نے قیدی کو اپنے پاس بلا کر مرزا والی کے حوالہ کیا اس نے اپنی بھائی بدیع الزمان کے خون کا انتقام اس سے لیا کہ ایسے بے گناہ کا خون اسی کی گردن پر تھا -

معاملات توران

اگرچہ عبد اللہ خان دادگری کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا مگر فرزند پرستی کے سبب سے بیٹے کو ستمگری سے باز نہین رکھ سکتا تھا اس بیٹے نے باپ کی جانشینی کے لیے بہت سے بیگناہو کا خون

بہادر اور جہان گیر بیگ اور کچھ اور پادشاہی لشکر مین سے مارے گئے ۔ مگر محمد زمان قید ہوا ۔ ہاشم بیگ اُس کو کابل مین لایا ۔ جب قاسم خان یہان آیا تو اس نے محمد زمان کو اپنا مقرب بنایا اور اُس کے آدمیون کو نوکر رکھا اور اسکی پاسبانی چھوڑ دی اور پادشاہ کے حکم سے اس کو پادشاہ پاس بھیجنے کا سامان کیا ۔ ہاشم بیگ کو اسکے ہمراہی کے لئے نامزد کیا ۔ محمد زمان نے پانچ سو بدخشیون کو اپنا ہمداستان بنایا ۔ جان شکری کی کمین مین بیٹھا ۔ سرکشون کے سردار میر شمس خان و عاقل قاضی زادہ بقلانی دگمدا ایک حصاری ہوئے ۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ ہاشم بیگ کی راہ مار کر اپنے دل کا مقصد حاصل کیجئے ۔ ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ دونون باپ بیٹون کی عمر کو یہین ختم کیجئے تو بہت مال و اسباب ہاتھ لگے جس سے قوت بڑھے اور آباد ملک ہاتھ آئے ۔ محمد زمان نے ہاشم بیگ پاس آدمی بھیجکر کہلا بھجوایا کہ مین کچھ دل گرفتہ ہون آپ تشریف لایئے نرد بازی سے دل بہلایئے اسکے دل مین یہ ارادہ تھا کہ ایک وقت مین دو کام تمام کرے ۔ وہ سفر کی تیاری کر رہا تھا اس لیے نہ آسکا دوپہر کو قاسم خان کھانا کھا کے سوتا تھا ۔ کچھ تھوڑے نوکر اس پاس تھے ۔ چند ناسپاسون نے کچھ آدمی ہاشم بیگ کے گھر بھیجے اور کچھ قاسم خان سے یازش کرنے گئے ۔ قاسم خان نے مردانہ لڑکر نقد زندگی کو کھویا ۔ اس کا سر کاٹکر نیزہ پر چڑھایا گیا ۔ خواجہ ارباب اور خداداد خاصہ خیل نے بھی نکوکاری کے ساتھ جان دی ۔ اس شورش کے مٹانے کو ہاشم بیگ آیا ۔ تیر دستون کو بھیجکر حصار کے دروازون کو بند کرایا ۔ تھوڑی دیر مین سب حال اس کو معلوم ہوا وہ ارک کی طرف چلا آیا ۔ دروازون کا بند کرنا بہت کام آیا ۔ مخالف اندر نہ آسکے جب وہ یہان آیا تو دروازون کو کھولا ۔ خوب لڑا ۔ کچھ تیر دستون نے دیوار پر چڑھ کر تیر و بندوق کے ہنگامہ کو آراستہ کیا ۔ بہت سے ناسپاسون کو مارا کچھ توشکخانہ مین کہ پہلے سلاح خانہ تھا اس خیال سے چلے گئے کہ وہ پناہ لے کر خوب لڑینگے جوانمردون نے دروازہ کو گھیر لیا ۔ جو دروازے سے باہر نکلتا وہ مارا جاتا ۔ چھت کو تڑوا کر آگ لگادی بعد سرا اسکی مخالف ایک گرمابہ مین جو نزدیک تھا گھسے ۔ اُنپر بھی ایسی سخت گیری ہوئی کہ ایک ایک کی جان گئی دوپہر سے آخر شب تک یہی حال رہا صبح کو اسی آدمی اکھٹے ہو کر آئے ۔ اور لڑے اور جان سے گئے ۔ ان ناسپاسون کا سرگروہ بھی مارا گیا ۔ دوسرے روز دوپہر تک پھر لڑائی رہی ۔

اپنی گردن پر لیا اور خاندانون کو تباہ کیا۔ باپ کی ناہنجار محبت نے اس کو بدمست کیا اور اس نے آدمیون کے مال وجان وناموس پر درازدستی کی۔ پادشاہون کو واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد کا حال ہر وقت دریافت کرتے رہین۔ کیونکہ انکی اولاد کی شکایت دیرگران تک پہونچتی ہے۔ اولاد کے ساتھ پادشاہ کو انصاف ایسا ہی کرنا چاہیئے جیساکہ اور غیرون کے ساتھ کرتا ہی۔ پادشاہ ان باز پرس سے کبھی ان کو معاف نہ رکھے۔ بیٹے کو باپ بسبب اپنی محبت کے پدرانہ اندرز نہین کرسکتا تھا۔ دیر کے بعد مادرانہ نصیحت کرتا تھا جس سے اسکی شورش زیادہ ہوجاتی تھی اور باپ کی پیری اور خوشامدگویون کی خوشامد اُس کو شائستہ کارگر نہ ہونے دیتی۔ یہان تک نوبت آئی کہ اُس نے باپ کی جان لینے کا ارادہ کیا۔ ایک دن باپ شکار کھیل رہا تھا کہ بیٹا جان لینے کے قصد سے چلا وہان گیا۔ مگر پادشاہ کو اسکے ارادہ پر ایک شخص نے مطلع کردیا جب وہ ناکام رہا تو خان نے اسکی مالش کا ارادہ کیا وہ باپ سے لڑ نہین سکتا تھا آب آمویہ سے پار چلا گیا اور کشتیون کو توڑ ڈالا۔ اس عرصہ مین توکل قزاق دشت سے تاخت کے لئے آیا۔ خان اسکی چارہ گری کے لئے گیا۔ وہ غارت گر سمرقند تک نہ پہونچنے پایا تھا کہ الٹا چلا گیا۔ خان یہان سخت بیمار رہا۔ محمد باقی اور بعض امرا بیٹے کی دوروئی سے آگاہ تھے بیٹا بلخ سے چلا۔ جب خان کو کچھ آرام ہوگیا تو اس نے بیٹے کو لکھا کہ اُلٹا چلا جائے۔ مگر اس نے کہنا نہ مانا اور آہستہ آہستہ چلا آتا تھا۔ محمد باقی نے جو وکیل تھا خان کو میہمان بلایا اور ۱۳ بہمن کو خان کا خاتمہ ہوگیا۔ اس ناسپاس نے اُسکے کھانے مین زہر ملادیا اور ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق اپنی گردن مین ڈالا۔

پنجاب مین جب پادشاہ آیا تھا تو اسنے ارادہ کیا تھا کہ توران کو فتح کیجے مگر مرزبان توران نے نیایش کی اسلئے پادشاہ نے یہ ارادہ ترک کیا۔ اب اسکے بیٹے عبدالمومن کی ستمگاری حد سے زیادہ گزری تو پھر پرانا ارادہ نیا ہوا باسی کڑہی مین اُبال آیا۔ سلطان سلیم کو بھیجنے کا قصد کیا مگر وہ ہندوستان سے باہر جانا نہین چاہتا۔ جب عبداللہ خان کا انتقال ہوگیا تو امرا نے کوشش کی کہ پادشاہ توران کو فتح کرے مگر پادشاہ نے کہا کہ اب توران شورش گاہ ہی۔ مردمی سے بعید ہے کہ اس پر فوج کشی ہو۔ بہتر ہوگا کہ کوئی عمدہ ایلچی تعزیت

اور اندرز گوئی کے لیے بھیجا جاوے۔

جب عبداللہ خان موا اس کے چچازاد بھائی اوزبک خان نے سمرقند کا محاصرہ کیا۔ محمد باقی نے اُسکی پاسبانی کی اس لیئے اوزبک خان اخسی مین چلا گیا۔ توکل نے بخارا پر لشکر کشی کی۔ عبدالمومن کی آمد کا آوازہ سُنکر وہ ناکام واپس جاتا تھا کہ حصار نشین باہر آنکر اُس سے لڑے اُس کو زخمی کیا اور اسی زخم سے وہ مرگیا۔ دس روز بعد عبدالمومن بہت لشکر لے کر آیا اور سمرقند مین اورنگ فرمان دہی پر بیٹھا۔ محمد باقی نے وکالت کو قبول کیا۔ کچھ دنون سلطنت کی تھی کہ اُس کو لوگون نے مار ڈالا اور ماوراء النہر طوائف ملوں بن گیا۔ شاہ ایران نے خراسان لے لیا۔

شہنشاہ اکبر اور عبداللہ خان والی توران کے درمیان مراسلت اور سفیروں کا آنا جانا

والی توران کا ایلچی آیا۔ اور اس نے اساس سخن اس بات پر رکھی کہ ہندوستان سے پادشاہ چل کر ایران پر یورش کرے اور والی توران اسکے ساتھ ہوکر عراق و خراسان و فارس کو شاہ ایران سے لے لین۔ پادشاہ نے مرزا فولاد کے ہاتھ یہ جواب بھیجا کہ شاہ ایران خاندان نبوت سے انتساب رکھتا ہے اس کا پاس ہم کو ہے۔ آیئن وکیش کے اختلاف کو ملک ستانی کے لیئے سرمایۂ آویزش نہین کرتا سوائے اس کے میرے اور شاہ ایران کے درمیان دوستی و آشنائی ہے اس لئے میرا ارادہ اس سے لڑنے کا ہرگز نہوگا والی توران نے اپنے خط مین شاہ ایران کو بہت بُرا لکھا تھا پادشاہ نے اس تحریر کی نکوہش کرکے والی توران کو نصیحت کی۔

جس سال مین پادشاہ کہ دریائے سندھ پر تھا اور خیبر کی راہ ہموار کرا رہا تھا تو توران مین ایک عجیب شورش برپا تھی۔ پادشاہ کے ایلغار کے خوف سے بلخ کے دروازہ بند رہتے تھے عبداللہ خان نے اپنی کار آگاہی و پیش بینی سے میر قریش کو تحائف اور خط دیکر پادشاہ پاس بھیجا اور دوستی و آشتی کے پیمان کئے پادشاہ نے حکیم ہمام کو روانہ کیا کہ سراسیمگی اُسکی دور کرے احمد علی اور ملا حسینی جو پہلے دو ایلچی شاہ توران کے آئے تھے وہ بیمار ہوکر مرگئے تھے اس لیئے تورانیون کو ایک اور اندیشہ پیدا ہوا تھا۔ پادشاہ نے یہ نامہ شاہ توران کو لکھا جسکا کچھ حصے کا ترجمہ کرکے لکھتے ہین

اس نامہ سے شہنشاہ اکبر کی فتوحات کا اور اسکی نیتون وارادون کا حال معلوم ہوتا ہے توران و ایران کے پادشاہون کو جو مراسلات ابوالفضل سے لکھاکر شہنشاہ نے بھیجے ہین وہ ڈپلومیٹک تحریرات کے ایشیائی زبان مین مثیل نمونے ہین۔ اس مراسلہ مین اول حمد و نعت ہی پھر شاہ توران کے خط آنے کی مسرت بیان کیگئی ہے کہ وہ درحقیقت ملاقات روحانی ومکالمہ زبانی ہے جو دل مشتاق کی مسرت افزا اور ضمیر صافی کی طرب پیرا ہے۔ آپ نے مجھے لکھا تھا کہ صلح کی بنیادون کے محکم کرنے مین اور وفاق کے چشمون کے صاف کرنے مین جانبین سے اہتمام کیا جائے اور ہندوکوہ ہمارے اور تمھارے درمیان ہو۔ ہمین یہ امر بہت پسند آیا۔ ظاہر ہے کہ عالم کون وفساد و نشار تعلق مین کوئی امر تودد و توافق سے زیادہ تر شریف نہین ہے کہ سلسلہ کائنات کا انتظام اسکے ساتھ مربوط ہے جس وقت یہ بات طبقہ سلاطین مین ظہور مین آئے تو اُن سے حال ومال مین برکات کے ثمرہ حسنات سے کے نیتجے ظاہر ہوتے ہین اور اس سے خلق اللہ کو عافیت وآرام ملتا ہے۔ مراسم مصالحت ولوازم مصادقت کے اظہار کی ابتدا ہماری طرف سے ہونی چاہیئے تھی اس لیئے ہماری ساری ہمت ابتدائی سلطنت سے برخلاف اکثر فرمانروایون کے اصناف بنی نوع کے ساتھ ہمیشہ ایتلاف وارتباط مین مصروف رہتی ہے اب کہ آپنے اس باب مین ابتدا کی ہے تو ہمارے ذمہ پر اور بھی زیادہ لازم ہوا کہ اس رابطہ کی مراعات کرین اس لیئے ان دنون مین کہ شاہ ایران نے یادگار سلطان شاملو کو بھیجکر استعانت چاہی ہم نے قبول نہین کی شاہرخ مرزا کی آرزو یہ تھی کہ کابل کشمیر یا سواد بجور و تیراہ مین کہ ولایت سرسبز ہے جاگیر مل جائے مگر ہم نے قرب وجوار کا ملاحظہ کر کے اسکی درخواست کو نامنظور کر کے مالوہ مین جاگیر دیدی قندھار قدیم مین ممالک محروسہ مین داخل تھا وہان سے مرزاون کو بلاکر اس دیار کی حراست ملازمان بابری کے حوالہ کی کہ مبادا جنود توران ان حدود کو منسوبات ایران سے خیال کر کے اس کا قصد کرے اور آپ کے اور ہمارے ممالک کے درمیان خلط عظیم ہو۔

بدخشان کوہستان مین ایک اوباش بدطینت نے شورش برپا کی اور مدعی ہوا کہ مین شاہرخ مرزا کا بیٹا ہون اور اس نواح کے زمیندارون کو اُسنے اپنے ساتھ ملالیا چند اسنے عرضداشت بھیجکر استمداد کی مگر ہم نے اسپر توجہ نہین کی یہان تک وہ دشت ادبار کا آوارہ ہوا۔ مین یہ چاہتا

ہون قاصد و نامہ جن باتون کی گذارش کرتے ہین انکی فی الواقع تصدیق ہونے کے لیئے اس سے
بہتر کوئی بات نہوگی کہ کوئی جاے مقرر ہو کہ بغیر کسی غیر کے واسطے کے مقاصد دینی و دنیوی و مطالب
صوری و معنوی کی تنقیح و تحقیق رو برو ہون - مین نے ایسا سُنا ہی کہ جب مین حدود پنجاب مین تھا
تو کم طینتون کی ایک جماعت نے ایسی باتین بنائین جو دوستی کے مخالف تھین کبھی میرے دل
و زبان مین فرق نہین ہوتا اور جو امر کہ تحریر و تقریر مین آجائے اس کے خلاف نہین کرتا اگرچہ اس
دیار کی آب و ہوا اور سیر و شکار خوش معلوم ہوتی ہے مگر اب ارادہ ہے کہ دار الخلافۃ آگرہ کی طرف نہضت
کی جاے کہ بیہودہ بکنے والون کی زبان بند ہو جاوے - آپ نے جو لکھا تھا کہ مجھے مرزا شاہرخ کیطرف سے
غبار ہے اس مین مجھے تامل ہو کہ مقدس فرمانروایون کے دلون مین ہمسرون سے غبار نہین ہوتا اور عام
طبقات سے کس طرح وہ ہو سکتا ہے - علی الخصوص جب اس کا منشا خرد سالی اور نادانی ہو تو اُسکو عفو سے محو کرنا
چاہیئے - اس نے ہمارے دودمان کے ساتھ خودکامی کے سبب سے تقصیرات کین تھین - اسکے مکافات مین وہ
بادیہ غربت مین گشتہ ہوا جب شرمندہ ہوکر ہماری پناہ مین آیا ہم نے اُسکے قصور معاف کر دیئے آپ نے
جو یہ ایما کیا تھا کہ شاہرخ مرزا اور محمد حکیم مرزا کے بیٹے جو ہمارے آستانہ پر التجا لائے اس کا سبب آپکی اور
ہماری محبت تھا مگر یہ خاص ہمارے منتسبون مین سے ہین انکی نسبت مین یہ تصور نہین کرتا جو آپنے لکھا ہی
آپنے جو اپنی فتوحات کی تفصیل لکھی ہین وہ آپ کی حسن نیت کا نتیجہ ہے اس سے ہم خوش ہوئے - وہ نامہ
کہ آپنے ملا حسینی کی معرفت بھیجا تھا اور اس مین لکھا تھا کہ فرزند عزیز نے خرد سالی کے سبب سے چند نالایق
خواہشین لکھی ہین میرا دل نگران ہے کہ مبادا وہ غبار خاطر ہوئی ہون اور اسکی استعذار مین آپنے بہت
تفصیل کی اس کا حال یہ ہے کہ قاصد پہلے اس سے کہ میرے پاس آئے اثنا راہ مین ڈوب گیا اور اس
خط کا مضمون نہ معلوم ہوا کہ کیا تھا اس واقعہ سے ہم کو تاسف ہوا - ہمارے اور آپ کے درمیان قرابت
قدیم کے روابط و محبت جدید کے ضوابط نے ایسا انتظام اور التیام نہین پایا ہے کہ اگر بالفرض کوئی بات
ہوتی تو مجھے ناگوار ہوتی - فرزندون کو پدران حقیقی کے ساتھ ناز ہوتا ہے اگر پدران مجازی کے ساتھ بھی
اس کا ظہور ہو تو کیا دور ہے - یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ احمد علی اتالیق کے آنے پر بعض یورشین موقوف

ہین سو یہ ایلچی مرگیا۔ اگر وہ زندہ آپ پاس پہونچتا تو بہت سے اسرار مصادقت وغوامض موافقت آپ کو اسکی زبان راست گو سے معلوم ہوتے۔ جو ارادہ کہ آپکے دل مین ہو اس کو قوۃ سے فعل مین لائیٔ جو معاونت آپ چاہین گے مین اُس کے لیے موجود ہون۔ الحمد للہ کہ جب سے تخت سلطنت پر بیٹھا ہون اب تک کہ قرن ثانی کا دسوان برس ہے (قرن سے مراد ۳۰ سال ہے) اور صبح اقبال کے انکشاف کا اوائل اور بہار اجلال کے اہتمام کا مبدا ہے۔ مجھ نیاز مند درگاہ الٰہی کی نیت حق اساس یہ ہے کو اپنے اغراض کو منظور نہ رکھ کر ہمیشہ اہل جہان کے التیام اور انتظام مین کوشش کرون اور اس نیت کی برکت سے ہندوستان کی مملکت وسیع جو چند والا شکوہ فرمان رواؤن مین منقسم تھی ہمارے حیطۂ تصرف اور احاطۂ اقتدار مین آئی اور طبقات انام جو پہاڑون اور مضبوط قلعون اور مشکل مقامون مین مغرور بیٹھے تھے اور کسی کے آگے سر نہین جھکاتے تھے اور مخالفت کرتے تھے وہ ہماری درست نیت کے سبب سے اب ہماری اطاعت کرتے ہین اور ہم سے ارادت رکھتے ہین اور طوائف انام باوجود اوضاع کے تباین واطوار کی مخالفت کے روابط پیوند رکھتے ہین اب تک مین نے اپنی درستی نیت وراستی گفتار وحسن اعمال کے نتائج کو بیان کیا۔ اب ناگزیر ہے کہ کچھ خدا کی نعمتون کا شکر وذکر کرکے آپ کی بزم یکجہتی کو خوش کرون آپ کو معلوم ہو کہ اندنون مین جو مین پنجاب مین آیا اگرچہ اول پیش نظر میرے یہ تھا کہ ان حدود مین سیر وشکار کرون۔ لیکن اب ایک اور ارادہ کشمیر کی تسخیر کا ہوا۔

کشمیر کی ولایت دلکشا استحکام واستحصان مین اپنا نظیر نہین رکھتی اور نزاہت ولطافت مین ضرب المثل ہے آمین ابتک سلاطین روزگار نہین گئے۔ ہمیشہ اسکے احکام کی بیداد سنتا تھا۔ خدا کی مدد سے یرکیش بہادرون اور شہامت اندیش غازیون نے اسے تھوڑے دنون مین فتح کرلیا اگرچہ وہان کے حکام نے جنگ وجدل مین تقصیر نہین کی لیکن ہماری نیت حق اساس خیر محض تھی۔ اچھی طرح سے یہ ملک مفتوح ہو گیا اور خود ہم اس سرزمین مین گئے اور وہان خدا کی اس نئی عطا کا شکریہ ادا کیا چونکہ کابل مین سیر وشکار واس عشرت سرائی کی گلگشت مانوس طبعی تھی۔ کوہستان کشمیر وتبت کی غایت انتہا تک سیر کی اور اس نگارستان صنع الٰہی مین نوادر کی سیر چشم عبرت بین سے دیکھی پکلی اور دمتور کی راہ سے جریدہ کابل کے

عرصۂ دلنشین مین آیا۔ اس راہ مین تصادم کوہسار و تراکم گریوہ و مغاک ایسا ہے کہ آسمان سیر اذکار اور بلندی بیپاے اوہام اس سے عبور کرنا دشوار جانتے ہین۔ یہ بھی ہمارے حق پرست خاطر مین تھا کہ ٹھٹھہ جو ہماری مملکت روزافزون کے مغرب مین دریاے شور کے کنارہ پر ہے اور وہان کا حاکم اس مرزبوم کے زبردستون پر عدالت نہین کرتا تھا اسکو اول نصائح ہوش افزا فرماکر فرمانبرداری کی راہ پر رہنمون ہون اور اگر وہ اپنی بدنصیبی سے گوش نصیحت نیوش نہ رکھتا ہو تو اس ولایت کو کہ ایک آباد مملکت وسیع ہے کسی فرمان پذیر دادگر کو حوالہ کرون وہ عقل صلاح اندیش و دیدہ دوربین و گوش شنوا نہ رکھتا تھا۔ ہماری داستان موعظت کو افسانہ سمجھا۔ اور خودکامی کے سبب سے ہوشمندی کو چھوڑا ہم نے اس ناحیہ مین شائستہ لشکر بھیجا قریب دوسال کے اخلاص مند بہادرون نے ہر طرح کا تردد اور اہتمام کیا۔ دریا و صحرا مین طرح طرح کی لڑائیان لڑے۔ چونکہ ہماری نیت حق پذیر خلق اللہ کی رفاہیت پر تھی۔ سب جگہہ تصرف و فیروزمندی ہمارے عقیدتمند گروہ کو حاصل ہوئی یہ ایک قدیم آئین چلا آتا ہے کہ کوتاہ بین معاملہ ناشناسون کا کام تباہ ہوتا ہے وہان کے حاکم نے شکست پر شکست پائی مگر اسکی ذات مین مایۂ سعادت تھا وہ بیان کرکے ہماری پناہ مین آیا اور وہ تمام وسیع مملکت اور اس دیار کے قلعے ہماری ممالک محروسہ مین داخل ہوئے اسکے احوال سے ہم نے اسکی سعادتمندی دیکھ کر پھر اُس ملک کو جو جنگ عظیم سے ہاتھ لگا تھا اس کو دے دیا۔ ہمارے ضمیر صواب اندیش مین یہ بات بھی تھی کہ دیوشش سیرت و بہائم سریرت افغانون کو کہ مور و ملخ سے زیادہ تھے اور سواد وبجور و تیراہ کے پہاڑون مین رہتے تھے اور ہمیشہ توران کے قافلون کے سدراہ ہوتے تھے انکی تادیب و تنبیہ کیجاے اس نے بھی بمقتضاے عدالت شائستہ صورت پکڑی انمین سے اکثر نے حلقۂ اطاعت و انقیاد گوش ہوش مین ڈالا اور قطاع الطریقون کا ایک گروہ جسکے دماغ مین شقاوت و انحراف کا بخار بھرا ہوا تھا ہاتھیون سے پامال ہوا اور بہت سے قہر آلہی کے جبال مین اسیر ہوکر فروخت ہوے اور نیز ہمارے دل مین یہ بھی تھا کہ بدنہاد بلوچون کی اصلاح و افلاح ہو کہ ہمیشہ انحراف و اطاعت کی خوف و رجا مین رہتے ہین اور ایران جانے والون کے سد راہ ہوتے ہین اور زلیخا کو تمغا جانتے ہین اور اکثر بندگان خدا کو بے برگ و بے مایہ کرتے ہین یہ کام بھی ہمارے حسب دلخواہ ہوا انجاب مین ہم تھے کہ ہماری نیک نیتون کی برکت سے سلطان مظفر گجراتی کہ چالیس ہزار

لشکر پر مغرور تھا گرفتار ہو کر آیا اس دیار کے سب سرکشون اور گردن افرازون نے پناہ مانگ کے غاشیہ خراج دوش پر رکھا اور ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ جب سلطان مظفر ہمارے پاس آتا تھا تو اوس نے اپنے تئین مار ڈالا ہماری مصلحت یہ ہے کہ ہماری خاطر مہر گزین آدمی کے مارنے کا اور بنیان ربانی کے اُکھیڑنے کا بہت پاس و لحاظ کرتی ہے غالب یہ تھا کہ اگر وہ ہمارے سامنے آتا تو سلامت رہتا اور مبارزان پیکار طلب کے اہتمام سے سومنات جو جوناگڈہ مشہور ہے اور تمام ولایت سورت کہ دریاے عمان کے کنارے پر جنوب رویہ ہے ہمارے تصرف مین آئین اور نیز برہان الملک برادر نظام الملک جس پاس دکن کی ولایت معظم تھی وہ حوادث روزگار سے پناہ مین آیا اس وقت تک کہ اس بلاد کی معدلت کی خبر ہمارے کانون مین پہنچتی رہی اسکو عواطف جلیلہ سے مستمال فرما کر دکن کی تسخیر کو التوا مین رکھا مگر جب رعایا کی ستم رسیدگی کی خبر ہمارے پاس آئی تو امرا مالوہ و خاندیس نے حکم والا کے موافق کار بند ہو کر برہان الملک کو اس ولایت کی حکومت دلا دی اور معاودت کی مگر وہ کوتاہ حوصلہ تھا وہ دنیا آزمائی کی شراب کی تاب نہ لایا اور استقلال کا دم بھرنے لگا چونکہ مسلک ناسپاسی پر چلنا اپنا استیصال کرنا ہے۔ تھوڑے دنون مین نہ اوس کا نہ اسکی اولاد کا کوئی اثر باقی رہا اور وہان کے آدمیون نے اوس سلسلے کے منسوبون مین سے کسی ایک کو حاکم بنایا اور نخوت آرا ہوئے۔ وہان سلطان مراد کی سرکردگی مین لشکرون کو بھیجا۔ یہ ملک دکن دوسرا ہندوستان ہے اس کا بہت سا حصہ وہ اپنے تصرف مین لایا اور ہمارے لشکر نے امصار بلاد شرقیہ مین اڑیسہ کی ولایت وسیع کہ متصل دریاے شور کے ہے تسخیر کی اور کئی ہزار سپاہی امان مانگ کر ہمارے ملازم ہوئے چونکہ خدا کی نعمتون کا گننا ایک دراز داستان ہے آپکی خاطر کی انبساط کے لیئے اسپر اکتفا کیا گیا۔

ایک اور مکتوب مین پادشاہ نے اس فرمانروا کو لکھا ہے کہ ابتداء جلوس مین اورنگ جہانبانی پر کہ قرن ثانی کی ابتدا ہی توفیق ازلی کی مساعدت سے اور تائید سماوی کی معاضدت سے ہماری خاطر حق پرست مین اس جلوہ نے نمائش کی ہی کہ سلطنت و فرمان روائی کی وابہت و کشور کشائی سے مقصود یہ ہی کہ مراسم شبانی کی تقدیم اور لوازم پاسبانی کا اقدام ہو۔ نہ یہ کہ مال و منال جمع کیا جائے اور حظوظ نفسانی و مستلذات جسمانی مین ڈوب جائین اسلیئے

طریق سلوک اور سلوک طریق مجھ نیازمند درگاہ آلہی کا یہ ہے کہ دوست و دشمن و خویش و بیگانہ سے بغیر مدارات و مواسات و معاطفت و مماسات کے کوئی دوسرا امر نہ کیا جائے اور ہمیشہ عموم خلائق و جمہور انام کی ترفیہ احوال اور آسودگی او صلاح مین دل کو مصروف اور اس مقصد بلند و مطلب ارجمند مین توجہ کو معطوف رکھے حق جل و علا گواہ ہے وکفی باللہ شہیدا کہ ممالک ہندوستان جسکو ربع مسکون کے سیاح چاردانگ عالم کہتے ہین تین طرف سے دریاے محیط سے ملا ہوا ہے انکی تفتیح و تسخیر مقتضا ہوا و ہوس نہین ہوئی ہے بلکہ ہماری ہمت کے پیش نہاد مظلومون کی رعایت اور بیکسون کی حمایت کے سوا کوئی اور امر نہ تھا یہی سبب ہے کہ جسطرف عنان عزیمت معطوف ہوئی فتح و نصرت نے استعجال کے ساتھ استقبال کیا آپ نے جو رسل و رسائل کے ارسال کے موانع کے باب مین ایما کیا تھا اس باب مین عقل کے نزدیک کچھ نہ کہنا کہنے پر ترجیح رکھتا ہے۔ اس قطعہ پر جو اجلۂ اکابر دین سے منقول ہے کفایت کرتا ہون۔ **قطعہ**

قیل ان الالہ ذو ولد
ما نجا اللہ و الرسول معا

قیل ان الرسول قد کہنا
من لسان الوری فکیف انا

الحمد للہ کہ جب سے پیدا ہوا ہون اور مجھے سلطنت مین ہمیشہ منہج قویم ملت دین و مسلک مستقیم حق و یقین مد نظر رہا ہے بموجب الملک والدین توامان ہماری سلطنت کی ترقی ہماری کمال دینداری پر دلیل قاطع و حجت ساطع ہے۔ خدا تعالے سب کو اپنی مرضیات مین راسخ دم و ثابت قدم رکھے مین نے ہمیشہ یہ چاہا کہ کل خلائق لوازم عبادت آلہی و مراسم معاش خیرخواہی مین سعی کرین ان ممالک وسیع کو مین نے اہل ایمان کا ساکن مواطن بنایا اہل کفر خذلان کے معابد و کنائس کو مساجد طاعت و مشاعر عبادت اہل ایقان کا کیا۔ الحمد للہ کہ جیسا دل چاہتا تھا ویسا ہی التیام و انتظام حسب مدعا سامان سرانجام ہوا جنود ہنود کے گردن کشون نے حلقۂ اطاعت گوش انقیاد مین کھینچا اور ہماری لشکر مین داخل ہوئے اور طوائف انام مین ارتباط و انضباط پیدا ہوا۔ یہ بھی پیش نہاد ہے کہ جب یہان کی مہمات کلی سے فراغ حاصل ہو تو جزائر دریاے شور مین کہ کفار فرنگ نے سر اٹھا رکھا ہے اور حرمین شریفین کے زائرون پر دست تعدی دراز کر رکھا ہے اور انکی ایک جماعت جمع ہو کر زائر و تاجر کی سنگ راہ ہوتی ہے خود توفیق ایزدی سے متوجہ

ہوکر اس راہ کو خار وخس سے پاک کرے مین نے یہ سُنا ہے کہ والی ایران سے بعض امرا اسکے پھر گئے ہین میرا ارادہ ہے کہ ایک بیٹے کو شاہ ایران کی حمایت کے لیئے بھیجون اور جب تک کہ انکی معاضدت سے خاطر جمع نہوگی اور امر پر متوجہ نہون۔ الحال سلطان روم نے اپنے باپ دادا کے عہود ومواثیق کو بالکل معدوم سمجھ کر عراق پر کئی دفعہ فوج کشی کی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ شاہراہ سنت وجماعت سے شاہ ایران نے انحراف کیا ہے لیکن محض خاندان نبوت سے انتساب رکھنے کے سبب سے ہم اسکی معاونت پر متوجہ ہین۔

اس زمانہ مین سُنا ہو کہ ہمارے پاس فرمانروائے ایران نے علی قلی سلطان ہمدانی اوغلی کو تحف وہدایا کے ساتھ کمک ومدد کی التماس کرنے کے لیئے بھیجا ہے اس لیئے ہم پر واجب ولازم ہے کہ عراق وخراسان کیطرف جائین امید ہے کہ حدود خراسان مین آپسے ملاقات ہو اور پھر حاکم عراق وخراسان کی امداد وکمک کے باب مین جو ہماری اور آپ کی رائے ہو وہ کیا جائے گا۔

ایک تیسرے مکتوب مین پادشاہ اپنے خیالات مذہبی کو اس پیرایہ مین بتلاتا ہے کہ عقل کو کہ خاتم کبریا کا فیروزہ ہے معطل نہ چھوڑنا چاہیئے ہمیشہ مسالک معاش ومعاد مین اس سے استعانت واستمداد طلب کرنی لازم ہے خصوصًا اس صحبت مین کہ سیاہ دل لکھے پڑھے سیہ کار تیرہ درون اپنی جاہ وزبردستی وخودی وخودپرستی کی خواہش مین کاغذ پر آنکھون کو سی کر فرمان آسمانی ونامۂ جاودانی کو کہ خدا کا فرستادہ اور پیغمبر کا رسانندہ ہے شاہراہ سے پھرا کر اور رنگ سے دکھاتے ہین محملات نصوص کی تاویلات وتسویلات کر کے چاہتے ہین کہ فرمان روائی اور کارگذاری مین شریک پادشاہی ہون اس سبب سے دل دانش گزین ہمیشہ مرضیات الٰہی کی تحصیل مین رہتا ہے چونکہ ہر باب مین بہت سے اختلافات سننے مین آتے ہین مطالب علمی وعملی مین دلائل وبراہین کی طلب کرتا ہون۔ ہمیشہ غوامض مسائل دین کا استکشاف ومقاصد مجتہدین کی تنقیح وعقائد سلف کے مستنبطات اور اقاویل خلف کے ماخذ اور موارد خلاف کا تفحص اور مواقع اختلاف کا تصفح کرتا رہتا ہون اور منشاء خلافی جو اس ایک ہزار سال مین علماء امت کے درمیان متنازعہ فیہ ہین اور جنکی تفصیل کتب متداولہ مبسوطہ پر مشتمل ہین دریافت کرتا ہون۔ مبادی احوال مین اس باب مین گفتگو ان علماء کی کساد بازاری وبے رونقی کا سبب ہوئی جو تلبیس وتزویر کر کے ارباب دانش کے لباس مین آکے

اپنا اعتبار پیدا کرتے ہین .... اور اُن ارباب دانش کا اعتبار بڑھا کر اِس طائفہ کے سبب کونے مین بیٹھے تھے اِس جماعت نادان و انانمانے اپنی قبح سریرت وسوء سیرت کے سبب ہماری نسبت بعض مقدمات نالائق کو شہرت دی جو امراے بنگالہ کی مزید اغوا کا سبب ہوئی یہ امرا ممالک شرقیہ ہندوستان مین مقرر تھے اور انکی بدطینتی و کم فطرتی کے سبب بغاوت کا ارادہ انکے جوہر دماغ کو فاسد کرتا تھا۔ مدت سے وہ اپنے گھر سے دور تھے اور گھر آنا نہین چاہتے تھے اور باغی ہوجانا چاہتے تھے انھون نے ہماری نسبت یہ مشہور کیا کہ پادشاہ کبھی دعاے الوہیت کرتا ہے کبھی دعواے نبوت۔ اس سے وہ خود ہی خاص و عام مین رسوا ہوئے فی الواقع جناب کبریاے الٰہی کی ساحت مقدس مین امکان کے خس و خاشاک کو کیا نسبت ہے اور نبوت کے سراپردہ عصمت مین ہوا و ہوس کے پابندون کو کیا مناسبت ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ آپکی مجالس مین ایسی باتون کا ذکر ہوتا ہے۔ الحمد للہ والمنۃ کہ مین ہمیشہ فرمودۂ خدا و پیغمبر پیش دید دانش رکھتا ہون اور میری خوش نصیبی کی روز افزونی میرے اس حال کی گواہ ہے۔ اللہ تعالی سب کو اپنی مرضیات مین ثابت قدم و راسخ دم رکھے۔ چونکہ ساری ہمت سلاطین عادل کی رضاے خالق و آسودگی خلائق مین مصروف ہوتی ہے اُن کو اسطرح سلوک کرنا چاہیے کہ خلق خدا ارباب شرارت کے آسیب سے امن مین رہے اور عبادت الٰہی کے لوازم مین اور معاش خیرخواہی کے مراسم مین فارغ البال رہین محض خلق خدا کی رفاہیت کے لیے اس تیس سال مین زمین ہندوستان کے پاک کرنے مین ایسی کوشش کیگئی ہے کہ کتنے فرمانروا راجاؤن کی وناسز اسرکشونکی دشوار جائین ہاتھ آئین اور کل سرانجام ایسے شائستہ طور سے کیا گیا ہے کہ بدکیش ہندوؤن کے بتخانے خداندیش درویشون کی خانقاہین ہوگئی ہین ناقوس کی آواز کی جگہ بانگ نماز بلند ہوتی ہے۔

شہنشاہ اکبر کی خط و کتابت شاہ ایران سے بھی ہمیشہ رہتی تھی چنانچہ ۹۶۹ھ مین شاہ طہماسپ کا ایلچی آیا تھا اور ۱۰۰۲ھ مین شاہ عباس پادشاہ ایران کا ایلچی یادگار سلطان شاملو آیا۔ پادشاہ نے اُسکے ہاتھ یہ نامہ لکھا جسکے اندر وہی باتین لکھی ہین جو شاہ توران کے مکاتیب مین لکھے ہین مگر یہ ایک نئی بات ہے وہ لکھتا ہے کہ جن دنون مین پنجاب مین تھا مگر یہ عزم ہوا کہ ماوراء النہر کہ میرا ملک موروثی ہے جاؤن

کہ یہ ملک بھی میرے تصرف مین آجائے اور خاندان نبوت کی معاونت بطرز دلخواہ ہوجائے۔ لیکن اس اثنا مین عبداللہ خان والی توران کے متواتر خط محبت طراز آئے۔ کارروان ایلچی بھیجکر وہ محرک سلسلہ صلح وصلاح ومؤسس وداد ووفاق کا ہوا۔ چونکہ ناموس اکبر شریعت غرا اور قسطاس اعظم بیضا ضیا مین ایسے شخص سے لڑنا جو صلح چاہے ناپسندیدہ وناسنجیدہ ہے اس سبب سے ہم اس خیال سے باز آئے شاہ ایران اور شاہ توران سے جو خط وکتابت جاری رہے اور طرفین کے ایلچی اور تحفے تحائف آتے جاتے رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پادشاہون مین ہمیشہ اتحاد ووداد کی نیت رہی عبداللہ خان اوزبک ہمیشہ اس لیئے خوش ہوتا رہا کہ شہنشاہ اکبر سے اتحاد رکھتا ہے۔

شاہزادہ سلیم کی پیدایش اور اسکی ناہنجاریان

ہم پادشاہ کی اولاد اور ازواج کا حال بعد اس کی وفات کے ذکر کے لکھین گے۔ اسوقت صرف شاہزادہ سلیم کی پیدائش اور اسکی ناہنجاریون کا ذکر کرتے ہین۔

پادشاہ کے دو بیٹے حسن وحسین توام ۳ ربیع الاول ۹۷۲ھ کو پیدا ہوئے اور ایک مہینے جی کر باپ کو داغ دے گئے اس لئے انکے زندہ نہ رہنے سے پادشاہ کو بیٹے کی نہایت تمنا تھی قصبہ سیکری مین شیخ سلیم کی خداشناسی وایزد پرستی وریاضت کشی وحقیقت ورزی کے انوار چمک رہے تھے شیخ کے قرب وجوار مین ایک محل بنوایا اور اسمین بیوی جودہ بائی مریم الزمانی جو حاملہ تھی بھیجدیا کہ شیخ مولود کے زندہ رہنے کی دعا خدا سے مانگے۔ سوا اسکے تغیر مقام اور تبدیل مکان کی حکمت بھی پیش نظر تھی روز چہارشنبہ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو شاہزادہ پیدا ہوا اس کا نام شیخ کے نام پر سلیم رکھا گیا مگر پادشاہ اس کو پیارے شیخو بابا کہتا تھا۔ اس وقت پادشاہ آگرہ مین تھا۔ یہان بیٹے کی خوشی مین سات...... روز جشن رہا قیدیون کو پادشاہ نے رہا کیا۔ بہت کچھ انعام اکرام دیا۔ اس شہزادہ کی پیدائش کی تاریخین دُر شہوار لجہ اکبر وشہ برج شاہنشاہی۔ خواجہ حسن مروی نے یہ ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع ہم نقل کرتے ہین اسکی ہر بیت کے مصرعہ اول سے

پادشاہ کے جلوس کی اور مصرعۂ دوم سے شاہزادہ کے ولادت کی تاریخ نکلتی ہے۔

للہ الحمد از پے جاہ و جلال شہریار گوہر مجد از محیط عدل آمد برکنار

پادشاہ نے اس قصیدہ کے صلہ مین دو لاکھ ٹنکہ دیئے۔ پادشاہ نے یہ منت مانی تھی کہ اگر بیٹا پیدا ہوگا تو پیادہ پا اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کو جاؤنگا چنانچہ وہ جمعہ ۲ر شعبان ۹۷۷ھ مین دار الخلافۃ آگرہ سے پیادہ پا زیارت کو گیا اور وہان چند روز توقف کیا بہت روپیہ مجاورون کو بانٹا۔ ایک جماعت حضرت کی اولاد ہونے کا دعوے کرتی تھی اس کا رئیس شیخ حسین تھا وہ سب نذر کے روپے پر متصرف ہوتا تھا۔ اس مین اور درگاہ کے اور مجاورون کے درمیان جھگڑا ہوا۔ مجاورون نے دعوے فرزندی کی تکذیب کی پادشاہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ فرزندی کے دعوے کی کچھ اصل نہین ہے۔

شاہزادہ سلیم کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی اُتنا ہی وہ پدر آزاری مین بڑھتا گیا ۱۰۰۷ھ مین جب پادشاہ دکن کو گیا ہے تو اس سبب سے کہ سفر دور و دراز کا تھا۔ سلطان سلیم کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ اور شاہنشاہی کا خطاب دیا۔ اور اس نظر سے کہ اودے پور کے رانا کی سرکشی کا علاج خاطرخواہ ہو صوبۂ اجمیر اُسکے یتول مین دیا اور راجہ مان سنگھ اُس کے خسر پورہ اور شاہ قلیخان محرم کو اُسکے ساتھ کیا کہ اپنی رائے صائب اور رزم آزمائی سے اُس کی امداد کرین۔ فیل و جواہر اور ایک لاکھ اشرفی سے مفتخر کرکے رخصت کیا۔ راجہ مان سنگھ کو پادشاہ نے صوبۂ بنگالہ سے تبدیل کیا تھا اب اس کو بدستور سابق بحال کرکے یہ حکم دیا کہ خدمت شاہنشاہی (شاہزادہ) کو خدمت پادشاہی پر تقدیم دے اور اپنے بڑے بیٹے جگت سنگھ کو یا کسی اور کو جو اس کے نزدیک مناسب ہو بنگالہ کی نگہبانی کے لیئے اپنا نائب مقرر کرکے بھیجدے۔ ایک ہی ساعت مین پادشاہ دکن کو اور شاہزادہ اجمیر کو روانہ ہوا۔ سلیم تن آسانی اور بادہ پیمائی اور بدہمنشینی کی وجہ سے اجمیر مین عیش و آرام مین مصروف ہوا پھر سیر و شکار کرتا ہوا اودے پور مین آیا رانا نے دوسری طرف سے نکل کر شورش اُٹھائی اور مال پور اور بعض اور آبادیون کو لوٹ مار کر کے

ستیاناس کیا۔ جہان گیر نے ماد ہو سنگھ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ رانا پھر کوہسار مین فرار ہوا اور اس بازگشت مین اُسنے لشکر شاہی پر شب خون مارا۔ رضا قلی۔ لالہ بیگ۔ بہادر بیگ الف خان اس سے ایسے لڑے کہ وہ بھاگ گیا۔ پھر لشکر شاہی نے رانا کے ملک کو کھوندمارا عزارون کو ہلاک کیا اور ان کے جورو بچون کو قید کیا پہلے اس سے کہ سلیم اس اپنی خدمت کو شائستگی کے ساتھ انجام دے ناشائستہ آدمیون کی رہنموئی سے خودسری کا خیال دمین سمایا اور پنجاب کا ارادہ اسنے کیا کہ طبیعت کے موافق خوب کام کرے کہ۔ ناگاہ بنگالہ کی خبر آئی کہ وہان افغانون نے شورش مچائی ہے اور راجہ کے نائب نے شکست پائی ہے جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہین۔ شاہزادہ نے اپنے ہمراہی امیرون مشورہ کیا کہ بنگالہ کا قصد کرنا چاہیے بعض فتنہ جو اور واقعہ طلب امیرون نے اس کو یہ صلاح بتلائی کہ پادشاہ دکن گیا ہوا ہے اسکی فتح بغیر اس کا یہان یکایک آنا بھی عزیمت شاہانہ سے دور ہے اگر اس وقت راجہ مان سنگہ کو بنگالہ رخصت کیجئے گا۔ وہان کا فساد مٹ جائے گا اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوجئے اور وہان کے سیر حاصل خالصہ کے پرگنات اور محال پر قبضہ کیجئے اس ضلع کے اور جاگیردارون پر اختیار حاصل کرکے خزانہ جمع کیجئے تو نہایت مناسب ہوگا۔ احباب کی اس مصلحت خام کو سلیم نے بہ تقاضائے ایام شباب مان لیا۔ راجہ مان سنگہ کو بنگالہ بھیجا راجہ نے بھی شاہزادہ کی بازگشت مین اپنا عین مدعا سمجھا کہ بنگالہ کا بندوبست ہوجائے گا شاہزادہ رانا کی مہم کو موقوف کرکے اکبر آباد کا عازم ہوا اور راہ مین تمام شاہی محالون اور جاگیردارون پر قبضہ و تصرف کرتا ہوا غرہ مرداد سنہ ۱۰۰۹ھ کو جمنا کے کنارہ پر اکبر آباد سے چار کوس پر آپہونچا۔ قلیچ خان کی حراست مین اکبر آباد کا قلعہ تھا وہ بڑا صاحب تدبیر و عاقل مشہور تھا وہ قلعہ سے باہر آیا اور صدق اخلاص سے سلیم کو نذر دی اور ایسی اپنی خیر خواہی پادشاہ کے ساتھ ظاہر کی اور شاہنشاہی کی نابدی سے باز رہنے کی رہنمائی کی شورش انگیز واقعہ طلبون نے اس کو ہرچند سمجھایا کہ قلیچ خان کو وہ قید کرلے جس سے اکبر آباد کا قلعہ آسانی سے ہاتھ آجاوے گا۔ وہ دفائن اور خزائن سے مالامال

ہے۔ مگر شاہزادہ نے اُن کی اس بات کو نہ مانا اور قلیچ خان کو قلعہ کو واپس کیا اور حکم دیا کہ قلعہ کا سب طرف سے خوب بندوبست کرے۔ شاہزادہ کی دادی مریم مکانی کو اُس کی اس نافرمانی پر تعجب تھا اُس نے اس پوتے کو بیٹے کی طرح پالا تھا وہ قلعہ اکبر آباد سے پوتے کے سمجھانے کو باہر آئی۔ پوتے نے جب یہ دادی کا آنا سُنا تو وہ کشتی مین بیٹھ الہ آباد روانہ ہوا ملاحون کو انعام دیا کہ کشتی کو تیز چلائین اور لشکر کو خشکی کی راہ سے الہ آباد روانہ کیا۔ دادی آزردہ خاطر ہو کر قلعہ اکبر آباد مین واپس چلی آئی۔ غرہ صفر ۱۰۰۹؁ کو پوتا قلعہ الہ آباد مین آگیا۔ یہان آن کر آس پاس کے صوبون اودہ اور بہار پر قبضہ کر کے کل محال شاہی اپنے سرکار کے ملازمون کو دے دین اور سب جگہہ اپنی طرف سے حکام مقرر کیے۔ اپنے کوکہ شیخ جیون کو صوبہ بہار اور قطب الدین خان کا خطاب عطا کیا اور لعل بیگ (لالہ بیگ) کو سرکار جون پور عنایت ہوئی اور تم بہادر (نسیم بہادر۔ یا یتیم بہادر) کو سرکار کالپی مرحمت ہوئی۔ اور دیوان کھنور خزانچی پاس جو صوبہ بہار کی خالصہ کی آمدنی کا بیس لاکھ روپیہ تھا وہ اپنے تصرف مین لایا۔ جب دکن مین باپ کے کانون تک بیٹے کے ان کوتکون کا حال پہونچا اور یہان لشکر کے خیمے خیمے مین یہ خبر منتشر ہوئی اور خاص عام کی زبان زد ہوئی اور یہ وقائع اُسنے متواتر و مکرر سُنے اور اسی اُثنا مین شہزادہ دانیال کے انتقال کی خبر آئی۔ ابتدا سے بادشاہ کو بہ نسبت اور فرزندون کے اس بڑے بیٹے سے زیادہ محبت تھی اور اور بیٹون کے مرنے سے یہ محبت زیادہ تر ہو گئی تھی کہ وہ عقل و تحمل کے سبب سے ان خبرون کے سننے سے ناراض نہوا بلکہ پدرانہ شفقت اور لطف سے فرمان عنایت آمیز لکھا اور محمد شریف پسر خواجہ عبدالصمد شیرین قلم کے ہاتھ بھیجا وہ بادشاہ کا ہمدرس اور ہمباز تھا اور کلمات لطف آمیز بھی زبانی اُسے کہلا بھجوائے کہ جنسے معلوم ہو کہ شفقت و محبت کا اظہار اور دیدار کا اشتیاق اور طلب حضور عالی سرور کے ساتھہ ہوا ہے۔ جب محمد شریف وہان گیا تو اس نے

استقبال کیا اور فرمان کے لوازم تعظیم بجالایا اور باپ کی قدمبوسی کا ارادہ کرکے اپنے ہمرازہمدمون سے مصلحت پوچھی توان بدکارون کی بدمشورت سے جانے پر جرائت نہوئی اور محمد شریف کو واپس نہ جانے دیا۔ اس نے شاہزادہ کی ایسی خوشامد کی کہ اس کو وکیل السلطنت مقرر کیا۔ جب از سر نو محمد شریف کے ساتھ اس سلوک کی بادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ اس فتنہ خانہ خیز کے مٹانے کو مہم دکن سے اہم سمجھا اور ملک دکن کو جس مین اسکے چند روز رہنے سے کام اچھی طرح تمام ہوجاتا۔ ۱۵ اردی بہشت سنہ ۱۰۰۹ھ کو اسُس نے چھوڑا اور اس ملک کی کارسازی کو خانخانان کی مردانگی وکاردانی اور ابوالفضل کی جان سپاری پر چھوڑا اور ۲۰ امرداد سنہ ۱۰۰۹ھ کو اکبرآباد مین وہ آگیا انھین دنون مین شاہزادہ نے خواجہ عبداللہ کو عبداللہ خان کا خطاب دیا اور شہریور سنہ ۱۰۰۹ھ کو تیس چالیس ہزار سوار اور مصالح کارزار اور فیلان نامدار کے ساتھ اکبرآباد کی طرف روانہ ہوا۔ ظاہر مین یہ کہا کہ مین باپ سے ملنے جاتا ہون مگر دل مین وہ خیال تھا جو سلطنت پژوہی اور ملک جوئی کو لازم ہے بہت سے امراء حضور کی جاگیرون کو لوٹ لیا یعنی اُن امیرون کی جاگیرون کو جو بادشاہ پاس موجود تھے۔ جب آصف خانی جاگیر اٹاوہ مین آیا تو آصف خان نے ایک عرضداشت بادشاہ کے ایماء سے لکھکر اور ایک لعل گران بہا اپنے وکیل کی معرفت شاہزادہ کی خدمت مین بھیجا اس پر شہزادہ نے اس کی جاگیر سے کوڑی کوڑی وصول کی۔ بادشاہ پاس چارون طرف سے ہر ہفتہ مین کیا بلکہ ہر روز شاہزادہ کی فتنہ افزائی کی ناخوش خبرین اور عرضداشتین آئین امراء حضور نے جن کی جاگیرین صوبہ بہار مین ضبط کی تھین اور خصوصاً جعفر بیگ خان نے جو دیوانی کی خدمت رکھتا تھا نالشین زیادہ کین۔ بادشاہ ان کے جواب مین اپنے فرزندون کے باب مین سوائے کلمات لطف آمیز ومحبت وشفقت افزا کے کچھ اور زبان پر نہ لایا۔ جب فریادین حد سے گذرین اور سلطنت مین ایک برہمی پیدا ہوئی

اور شاہزادہ کی اٹاوہ سے کوچ کی خبر بادشاہ نے سُنی کہ وہ اس آئین سے آتا ہے تو اسکو بیٹے کے دیکھنے کی حسرت جاتی رہی بلکہ ایک وحشت و تفرقہ دل مین پیدا ہوا اور بیٹے کو ایک فرمان باپ نے اس مضمون کا لکھا کہ تجھ فرزند کا اس لشکر انبوہ اور فیلان پر شکوہ کے ساتھ آنا ہمارے دل مین کچھ اور خیال پیدا کرتا ہے۔

باپ کے گھر مین بیٹے کا آنا اس شوکت و حشم کے ساتھ اگر رسم کے طور پر ہے اور اس سے مطلب تجمل کا دکھلانا اور عرض لشکر سے ہے تو اس کا مجرا ہوگیا۔ آدمیون کو اپنے محال جاگیر مین رخصت کرو اور جریدہ ہمارے پاس آؤ اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ بدخواہون کی یاوہ گوئی سے ہمارے دلمین تمھاری طرف سے وسوسہ و توہم ہے تو وہ ہرگز نہین ہے۔ لیکن اگر تم کو وہم ہو اور تمھارا اطمینان خاطر نہو تو الہ آباد الٹے چلے جاؤ اور جب دل صاف ہوجائے تو ہمارے پاس مقرری دستور کے موافق جریدہ چلے آؤ اور میری آنکھون کو اپنے دیدار سے منور کردو۔ جب یہ فرمان آیا تو وہ ششدر و متحیر و اندیشہ مند ہوا۔ اور اٹاوہ سے میر حیدر کے ہاتھ بادشاہ پاس عرضداشت اس مضمون کی بھیجی کہ مین کس آرزو اور تمنا سے قدمبوس کے لئے حاضر ہوا تھا اب مجھے یہ حکم ہوتا ہے کہ الہ آباد کو الٹا چلا جا۔ اس کا مجھے کیسا افسوس ہے کہ میرے اخلاص و محبت کی تاثیر حضور کے دل پر نہ ہوئی اور فتنہ سرشتون کی یاوہ گوئی کا اثر وہ ہوا کہ میری طرف سے دل بدگمان ہوا اور مجھے کچھ دنون ملازمت کی سعادت سے محروم رکھا۔ مجھے امید ہے کہ میرا صدق باطن حضور کی خاطر غیب ناظر پر جلوہ گر ہوگا۔ بعد اسکے چند روز اٹاوہ مین مقیم رہ کر اُسنے الہ آباد کے سفر کا نقارہ بجایا۔ حقیقت مین اکبر کی برابر کوئی بادشاہ فرزند نواز کمتر ہوا ہوگا اس لئے اس زمانہ مین ایک اور فرمان بیٹے پاس یہ بھیجا کہ صوبہ بنگالہ اور اڈیسہ ہم نے اسکو مرحمت کیا۔ اپنے آدمی بھیجکر وہان بندوبست کرے اور راجہ مان سنگھ کو بھی لکھا کہ صوبہ بنگالہ شاہزادہ کے وکلاء کو سپرد کرکے خود ہمارے پاس چلا آئے۔ اس عنایت سے بادشاہ کی یہ غرض تھی کہ اُسکی طرف سے کوئی دغدغہ و وسوسہ بیٹے کے دل مین نہ رہے

مگر شاہزادہ نے اس عنایت کا شکریہ اور اس کے نہ قبول کرنے کا عذر لکھا۔ اپنے سردارون اور اپنی جمعیت کو جدا کرنا مصلحت نہ سمجھا۔ الہ آباد مین توقف کیا اور جو سلاطین اور فرمانرواؤنکے دستور ہین وہ عمل مین لایا۔ منصب و اضافہ و خطاب و نقارہ و جاگیر عطا کیے اور امراء حضور کی جاگیرون مین اپنے حاکم مقرر کیے۔

انھین دنون ابوالفضل کو اس نے قتل کرایا جس کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہین۔ جہانگیر نے اپنے جہانگیرنامہ مین خود لکھا ہے کہ ابوالفضل ملحدون کا مقتدا تھا اور میرے باپ کے نام نامی کی بدنامی کا باعث تھا اس لئے مین نے اس کا کام تمام اس تدبیر سے کیا۔

پادشاہ کی اس تقصیر سے وہ دل ہی دل مین ناراض و ناخوش تھا مگر مریم مکانی اور گلبدن بیگم نے شاہزادے کے گناہون کی بخشایش کی درخواست کی اس کو پادشاہ نے قبول کیا وہ جانتا تھا کہ شاہزادہ ابوالفضل کے قتل کرانے سے نہایت محجوب ہے اس لیے اُس نے اپنی بیوی سلطان سلیمہ بیگم کو کہ دانائی و کاردانی و سخن سنجی مین سحر آفرین تھی بیٹے کی تسکین و ہدایت و دلجوئی کے لیے بھیجا اور تحفہ تحائف بھی اسکے ساتھ کیے۔ باپ بیٹے کو ہمیشہ اقمشہ و ماکولات و ملبوسات بھیجنے سے یاد شاد کرتا رہتا تھا اور بیٹے کا علاج حکیمانہ لطف کے مرہم اور تدبیر کی دوا سے کرتا تھا۔ شاہزادہ دو منزل پر بیگم کے استقبال کو آیا اور آداب فرزندی بجالایا۔ بیگم نے اسکے دل سے بالکل زنگ کدورت کو دھو دیا اور اپنے ساتھ لے کر اکبرآباد کی عازم ہوئی۔ جب وہ حوالی دارالخلافہ اکبرآباد کے قریب آئی تو شاہزادہ نے ایک عرضداشت دوست محمد کے ہاتھ بھجوائی جس کا مضمون یہ تھا کہ اس خداوند حقیقی اور خدای مجازی نے اس بندہ کی تقصیرات کو معاف کیا امیدوار ہون کہ حضرت مریم مکانی کو ارشاد ہو کہ وہ فرزند پروری فرماکر نیازمند کو پادشاہ کے پاس پہنچائین تاکہ میرے دل مین کوئی وہم نہ آئے۔ اور یہ بھی حکم ہو کہ منجم کوئی ساعت سعید میرے قدمبوسی کے لیے مقرر کرین پادشاہ نے پوتے کا پیغام دادی سے کہہ دیا اس نے قبول کیا اسکی اطلاع پادشاہ نے بیٹے کو کی اور ساعت کے

باب مین یہ اشعار جعفر بیگ آصف خان کے لکھے

اے جستہ زما برسم عادت ساعت	ادراک وصال راچہ حاجت ساعت
از وصل کند کسب سعادت ساعت	ساعت چہ کنی بہانہ ساعت ساعت

دوست محمد کو یہ نوازشنامہ دے کر رخصت کیا۔ بعد ازان مریم مکانی ایک منزل آگر پوتے کو اپنے گھر لے گئی اور اسی کی دولت سرائے مین قران السعدین ہوا۔ بیٹا باپ کے قدمون مین گرا۔ باپ نے اُسے گلے لگایا۔ اور پھر اپنے گھر لایا۔ نقارہ شادمانی بجا۔ دور و نزدیک نشاط وانبساط کا آوازہ بلند ہوا بیٹے نے باپ کی نذر مین بارہ ہزار مُہر اور ۹۷۷ زنجیر فیل پیش کش کے طور پر دیئے۔ ان مین سے ۳۵۴ ہاتھی پادشاہ نے لئے باقی بیٹے کو واپس دیئے۔ ایک عمدہ ہاتھی عطا کیا اور اپنی دستار اسکے سر پر باندھی اور جانشینی کی نوید سنائی۔ پادشاہ نے شاہزادہ کو پہلے رانا کی مہم کے انصرام کے لئے بھیجا تھا جس کو ناتمام چھوڑ آیا تھا اب پادشاہ کا ارادہ ہوا کہ وہی اس مہم کو تمام کرے اس لئے پھر یہ مہم اسکے نامزد ہوئی دسہرہ کے جشن کو ۱۲ مہر کو اس کو بہت سی نصیحتین کرکے روانہ کیا اور امراء نامدار کی جماعت اس کے ہمراہ کی جب شہزادہ فتحپور مین آیا چند روز اسباب ضروری کی تیاری مین توقف ہوا اس کار دشوار کے لئے جتنے خزانے کی ضرورت تھی ارباب دخل نے اسکے سرانجام دینے مین بیجا استادگی کی ناگزیر شاہزادہ نے پادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ مین تو حکم شاہی کو نمونہ حکم الٰہی جان کر اس خدمت پر دل وجان سے مشغول ہوا مگر کفایت مندون نے وہ سامان جس سے یہ مہم سرانجام پاتی نہین تیار کیا۔ ناحق اوقات ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ حضور کو یہ بھی معلوم ہوا کہ رانا کوہستان سے نہین نکلتا ہے اور محکم جاؤن مین پڑا پھرتا ہے لڑتا نہین اسکے لئے یہ تدبیر ہے کہ کہ افواج شاہی ہر طرف سے جاکر کوہستان کو گھیرے اور ہر فوج اسقدر ہو کہ جسوقت رانا لڑے تو اس سے دوچار ہو کر اس کو مغلوب کرے تو مین اس مہم مین عہدہ برا ہو سکتا ہون۔ اگر دولتخواہون نے کچھ اور صلاح سوچی ہے تو بندہ کو اجازت ہو کہ مین حضور

کی قدمبوسی حاصل کرکے اپنی جاگیر مین جاؤن میرے آدمی نہایت پریشان ہورہے ہین وہان جاکر جمعیت فراوان جمع کرکے رانا کے استیصال کے درپے ہون۔ پادشاہ نے یہ عرضداشت لے کر بخت النساء بیگم اپنی ہمشیر کو شاہزادہ پاس بھیجکر زبانی یہ کہلا بھیجا کہ مین نے تجھے نیک ساعت مین رخصت کیا ہے اور اختر شناس میرے پاس اس وقت آنے کو نحس بتاتے ہین اس لیئے وہ الہ آباد جائے اور جس وقت چاہے ملنے چلا آئے۔ شاہزادہ یہ حکم سُن کر خوش وخرم شہر مین اُٹھ آتا متھرا کے پاس سے جمنا پار اُتر کر الہ آباد مین آیا۔ اکبرنامہ کے ضمیمہ مین لکھا ہے کہ یہ اجازت اور بجز بزدوری پادشاہ کی عنایت تھی ظاھر مین سلیم ملک داری اور دارائی سے بیگانہ تھا مگر خدا کو اس کا پادشاہ بنانا منظور تھا۔ دادار کردگار کی جناب کبریائی مین کردار پر نظر نہین ہوتی۔

آنجا کہ عنایت تو باشد باشد　　ناکردہ چو کردہ کردہ چو ناکردہ

ایسی باتین اہل ہند کو بہت پسند ہین کہ خدا یونہی ٹکر لیس کام کرتا ہے۔

پادشاہ کو اس شاہزادے کی خاطرداری کا پاس تھا موسم زمستان مین ایک پوستین روباہ سیاہ اور دوسرا روباہ سفید کا بھیجا شاہزادہ نے اس کا شکر ادا کیا۔

جب شاہزادہ سرحد الہ آباد مین پہونچا تو وہی رویہ سابق اختیار کیا اور امراء حضور کے جاگیرداروں کو تبدیل کیا اور الہ آباد مین بدھمنشینی وخوشامد دوستی طبیعت پرستی وخودسری اور درشتی نافرمانی ناستودہ کرداری اختیار کی۔

واقعہ طلب فتنہ جو ہنگامے فساد کے برپا کرنے مین تقصیر نہین کرتے تھے۔ پادشاہ شنیدہ کو ناشنیدہ خیال کرتا تھا۔

عبد اللہ خان جو شہزادہ کا پیش آوردہ تھا کبھی کبھی اُسکو کلمات نصیحت آمیز سنایا کرتا تھا جب وہ مفید نہوئے اور اس کی شریف خان وکیل سلطنت سے نہ بنی تو وہ وقت پاکر پادشاہ کے پاس چلا آیا انھین دنون مین والدہ خسرو کہ احم

شہزادہ کی بدچلنیان اور بادشاہ کا نصیحت آمیز خط جلوس سنہ ۱۰۱۲

مان سنگھ کی بہن بھی سودائی ہوگئی تھی اس کا بیٹا خسرو تھا جو شاہزادہ محمد خرم سے تین برس بڑا تھا وہ ناخلف تھا اُسکے اطوار ناہموار تھے وہ دادا سے باپ کی چغلیاں کھایا کرتا تھا اس سبب سے بھی ماں کا جنون زیادہ ہوا وہ بیٹے کو منع کرتی تھی کہ باپ کی غمازی نہ کرو وہ نہ مانتا تھا۔ اس غصہ میں اُس نے افیون کھائی اور جان گنوائی عبداللہ خاں کے جانے اور بیوی کے مرنے سے سلیم کو رنج ہوا۔ ان ایام میں شاہزادہ کی دلسوزی کے لباس میں بے غرض راست گویوں نے عرض کی کہ وہ ہمیشہ شراب کے نشہ میں مست رہتا ہے اور ایک لمحہ لب سے جام کو نہیں جدا کرتا۔ شراب کی ایسی عادت ہوگئی ہے کہ جب اُس کا نشہ کم ہوتا ہے تو اُس میں افیون ڈالکر پیتا ہے ان دو مغزی نشوں کے غلبہ سے دماغ میں خشکی اور طبیعت میں آشوب ایسا پیدا ہوگیا ہے کہ آدمیوں کو ادنیٰ قصوروں پر سخت سزا دیتا ہے چنانچہ ایک واقعہ نویس شاہی کسی مردخانہ زاد پر کہ بادشاہ کے خواص میں تھا عاشق ہوا اور یہ خواص کسی خدمتگار سے پیوند دلی رکھتا تینوں ساتھ دکن کی طرف اس ارادہ سے بھاگ گئے تھے کہ سلطان دانیال کے لشکر میں زندگی بسر کرینگے۔ جب حقیقت حال پر شاہزادہ کو اطلاع ہوئی تو اُس نے آدمیوں کو بھیجکر تین چار منزل سے سب کو پکڑ بلوایا جس وقت اُس کا شعلۂ غضب بھڑک رہا تھا اسکے روبرو یہ تینوں آئے۔ اُس نے واقعہ نویس کا پوست اپنے سامنے کھچوایا اور خواص کو خواجہ سرا بنایا اور خدمتگار کو ایسا مارا کہ وہ مردہ ہوگیا اس قصہ کو ارباب غرض نے آب و تاب سے بادشاہ کے روبرو بیان کیا۔ بادشاہ کم آزار مہربان دل کو اس مردم آزاری سے دلی رنج ہوا اور زبان حقیقت بیان اور انصاف ترجمان سے فرمایا کہ ہم نے اتنی مدت کی جہانداری میں چیونٹی کے آزار دینے میں کوشش نہیں کی اور گوسفند کی کھال اُتارنے پر جو بسبب ظاہر گناہ نہیں ہے رضامند نہیں ہوئے ہمارا گرامی فرزند کیوں اس قسم کے کاموں پر جرأت اور بنائے ایزدی کی خرابی میں دلیری کرتا ہے اس سبب سے کہ جہانداری کو خودکامی و زیادہ سری و ظلم پرستی و بے اعتدالی کی تاب نہیں ہے۔ شہزادہ کے ان اطوار سے

سخت آشفتہ ہوا اور یہ تجویز ہوئی کہ وہ خود الہ آباد جائے اگر شہزادہ اس کا استقبال کرے تو اسکی تقصیرات سے درگذر کی جائے اور بادشاہ اس کو اپنے ہمراہ لائے اور اگر کوئی اندیشہ تباہ اسکے سر میں ہو تو گوشمالی سے بیدار کیا جائے اس نیت سے دوشنبہ ۱۱ شہریور سنہ ۱۰۱۲ کو بادشاہ کشتی میں سوار ہوا۔ اتفاقاً کشتی ریگ میں آدھی رات کو بیٹھ گئی۔ ملاحوں کی سعی کچھ کام نہ آئی۔ صبح دوسری کشتی آئی اور اُس پر سوار ہو کر پیش خانہ میں وہ آیا۔ دوسرے روز آٹھ پہر تک موسلا دھار مینھ برسا کہ بادشاہی خیمے حباب معلوم ہونے لگے۔ اس ضمن میں مریم مکانی کے شدت مرض کی خبر آئی۔ مدت سے وہ عارضہ جسمانی میں مبتلا تھیں پوتے کی خبروں نے اور مرض روحانی پیدا کیا۔ بادشاہ کے جانے پر وہ راضی نہ تھی۔ بادشاہ نے اس گمان میں کہ شاید عارضہ نہ ہو اپنے لاڈلے پوتے سلطان خرم کو دادی کی خبر کو بھیجا وہ عیادت کے بعد بادشاہ پاس آیا اور عرض کیا کہ حضور کو دیدار واپسیں کا ثواب حاصل کرنا اور حضرت مریم مکانی کی خوشنودی منظور ہو تو جاکر دیکھ آئے بادشاہ ماں کی عیادت کو آیا اُسی روز اس کا انتقال ہو گیا وہ بیٹے سے کچھ بات نہ کر سکی بادشاہ نے اپنا بھدرا کرایا اور اُسکے دیکھا دیکھی کئی ہزار امیروں احدیوں اور نوکروں نے بھدرا کرایا بادشاہ نے اپنی ماں کے تابوت کو کندھا دیا اور گیارہ پہر میں دہلی میں اس کا جنازہ پہنچایا اور ہمایوں کے مقبرہ میں دفن کرایا۔

بادشاہ کا الہ آباد روانہ ہونا اور مریم مکانی کا انتقال

جس وقت سلیم کو باپ کے آنے کے ارادہ کی اور دادی کے مرنے کی خبر پہنچی تو بے تامل آگرہ میں وہ باپ کی خدمت میں دوڑا آیا معلوم نہیں کہ یہ جوش محبت تھا یا باپ کے ساتھ اس ماتم میں شریک ہونے کو فرض جانتا تھا یا یہ سمجھتا تھا کہ بغیر جانے کے سب کام بامراد نہ ہونگے غرض کوئی سبب ہو جب وہ باپ کی خدمت میں آیا تو اس نے گلے لگایا اور بہت رویا اور بہت کچھ سمجھایا اور یہ فرمایا کہ بادہ پیمائی کی کثرت سے تیرے دماغ میں فتور آگیا ہے مناسب ہے کہ تھوڑے دنوں دولت خانہ میں رہو اور کہیں نہ جاؤ

شاہزادہ سلیم کا بادشاہ پاس آنا

تاکہ تیرا علاج خاطر خواہ ہو۔ غرض بیٹے کو عبادت خانہ میں بٹھا دیا اور آدمی متعین کر دیئے
اور حکیم علاج کے لیے مقرر ہوئے بیٹوں اور بیویوں کو اُس پاس جانے کی اجازت تھی مگر
شراب کی سخت ممانعت تھی جو اس کو نہایت تکلیف دیتی تھی یہی اسکی بڑی سزا تھی مگر جو
حال بیٹے کے آشفتہ مزاجی کا سُنا تھا وہ نہ دیکھا حکیمانہ تدبیروں سے اُس کا مزاج اصلاح
پر آگیا تھا اس لیے دسؔ روز بعد اس قید کو اُس پر سے اُٹھا دیا۔ بادشاہ پہلے شہزادہ دانیال
کے لیے اس تدبیر کرنے میں ناکام رہا تھا اس سبب سے اس کو رہا کر دیا۔ امیروں کی درخواست
سے بادشاہ نے ہاتھیوں کی لڑائی کا دن مقرر کیا۔ شاہزادہ سلیم کے ہاتھی گرابنار اور
خسرو کے ہاتھی آپ روپ کی جوڑ بندھی اور بادشاہ نے اپنا ہاتھی رن بھمن کمکی مقرر کیا
یعنی جو ہاتھی مغلوب ہو اُسکی کمک کرے۔ فیل کمکی اور چرخی اور لوہ لنگر یہ بادشاہ کے
اختراع کیے ہوئے تھے جھروکہ میں لڑائی ہوئی۔ خسرو اور شاہزادہ سلیم گھوڑوں پر سوار
تھے اور شاہزادہ خرم دادا کی بغل میں بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا سلیم کا ہاتھی خسرو کے ہاتھی
پر غالب ہوا تو بادشاہ کا ہاتھی کمک کے لیے سامنے آیا تو سلیم کے آدمیوں نے فیلبان
کو منع کیا اور اُس پر ڈھیلے اور پتھر پھینک کر مارے اُسکی کنپٹی میں جا کر ایسے لگے کہ خون
نکل آیا۔ مگر فیلبان نے ہاتھی کو بھڑا دیا گو سلیم کے ہاتھی نے اس ہاتھی کو بھی ہرا دیا۔ دریا
میں دونوں جا کر ایک کشتی سے رُکے۔ یہ دیکھکر خسرو دادا پاس بھاگا گیا اور اس گستاخی
پر دادا کو باپ کی طرف سے بہت کچھ بھڑکا دیا بادشاہ کو بھی اپنے فیلبان کا خون نظر آیا
تھا یہ گستاخی ناپسند ہوئی۔ شاہزادہ خرم کو بادشاہ نے کہا کہ تم شاہ بھائی سے جا کر
کہو کہ شاہ بابا نے فرمایا ہے کہ یہ ہاتھی بھی تمہارا تھا پھر اُسکے فیلبان بیچارے کی جان پر
یہ غضب و عتاب کیوں کیا اسکے جواب میں سلیم نے عرض کیا کہ مجھے آپ کے سر کی قسم
ہے کہ اسکی خبر بھی ہو۔ شاہزادہ خرم نے جو ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ دادا اور باپ میں بگاڑ
نہ ہو۔ باپ کا یہ پیغام آنکر عرض کیا۔

روز دوشنبہ ۲۰ رجادی الاول ۱۰۱۴ھ کو پادشاہ کا مزاج مرکز اعتدال سے منحرف ہوا۔ بخار بہت شدت سے چڑھا اسہال دموی بھی شروع ہوا۔ حکیم علی سر آمد اطبا معالج ہوا۔ اکبر نامہ میں لکھا ہی کہ اس طبیب کی یہ بڑی غلطی تھی کہ اُس نے آٹھ روز تک علاج کچھ نہیں کیا جس سے ضعف قوی ہوا پھر جو دوا دی اُس نے مرض کی یاوری کی۔ غرض مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اگرچہ ہوش و حواس مرتے دم تک قائم رہے مگر مرنے سے پہلے دس روز تک وہ صاحب فراش رہا اور کاروبار سلطنت میں شریک نہ ہوسکا۔

اب امرا کی ساری توجہ اس طرف تھی کہ کس کو پادشاہ بنائیے اس وقت انتظام سلطنت کا کام راجہ مان سنگھ اور خان اعظم کے ہاتھ میں تھا خسرو سلیم کا بڑا بیٹا تھا اور اکبر کا بڑا لاڈلا پوتا تھا ایک دفعہ پادشاہ نے یہ بھی کہا تھا کہ سلیم ایسا عیش دوست ہی کہ پادشاہی کے سزاوار نہیں ہی اس کا بیٹا خسرو تاجداری کے لائق ہی۔ یہ خسرو راجہ مان سنگھ کا بھانجا اور خان اعظم کا داماد تھا۔ ان دونوں کی یہ صلاح تھی کہ خسرو کو پادشاہ بنائے اور سلیم کو تخت سے محروم کیجیے جس سے سلطنت میں ہماری قوت قوی ہو اس سبب سے اُنھوں نے قلعہ آگرہ کی جسکے محل میں پادشاہ بیمار پڑا تھا اپنی سپاہ سے خوب حفاظت کی۔ جب جہانگیر نے دیکھا کہ یہ حال ہو رہا ہی تو وہ اپنی جان کے خوف کے مارے آگرہ سے کچھ دور چلا گیا اور بیماری کا بہانہ بنا کے پادشاہ پاس آمد و رفت موقوف کی مگر شاہزادہ خورم (شاہجہاں) اپنے دادا کے پلنگ سے لگا رہا۔ ماں باپوں نے ہر چند بار بار اُس کو سمجھایا کہ اس آشوبگاہ بے تمیزی میں آنا جانا اندیشہ سے خالی نہیں ہی مگر اس نے یہ جواب دیا کہ جب تک دادا کے دم میں دم ہی میں اس کے قدموں سے جُدا نہ ہونگا۔

پادشاہ جانتا تھا کہ یہ بیماری مجھے زندہ نہیں چھوڑیگی اس حالت میں بھی سرکش اور نافرمان بیٹے کے حق کو فراموش نہیں کیا۔ سلیم ایسا وارث سلطنت تھا جو قابل تسلیم تھا وہی

فقط ایک بادشاہ کا بیٹا زندہ تھا اس حالت میں بھی باپ کو بیٹے کا ایسا خیال تھا کہ جب اُس کو آتا جاتا نہ دیکھا تو اس سے بہایت قلق ہوا اور اپنی فراست سے سمجھ گیا کہ وہ کیوں نہیں آتا اسلیے اُس نے کئی دفعہ اپنی زبان سے کہا کہ میرے بعد میرا جانشین سلیم ہوا ور خسرو کو ملک بنگالہ کی حکومت دیجائے اب بادشاہ کے کلام کی تاثیر کو دیکھنا چاہیے کہ کیا تھی کہ جونہی امرائنے اس کا ارشاد یہ سُنا تو اُس کا اثر انکے دل پر یہ ہوا کہ وہ سلیم ہی کی بادشاہی چاہنے لگے اور برسرِ راہ آئے۔ خان اعظم عزیز خاں نے جو سپاہ کا بالکل مالک تھا سلیم کے ساتھ چپکے چپکے خط وکتابت شروع کی راجہ مان سنگہ اپنے ذاتی خیر خواہوں کے سبب سے ایسی قوت اور شان وشوکت رکھتا تھا کہ اُس کو سلیم سے کچھ خوف وخطر نہ تھا مگر بادشاہ کے ارشاد کا اثر اُسکے دل پر ایسا تھا کہ اُس نے بھی سلیم کے ساتھ خوشامد کی باتیں شروع کیں اور اسکی امداد کا وعدہ کیا۔

جب یہ ماجرا گزرا تو جہانگیر باپ کی خدمت میں آیا اس نے خود اسوقت کا حال یہ لکھا ہے کہ باپ نے مجھے بہت پیار کیا اور یہ فرمایا کہ جس محل میں میں پڑا ہوں میرے تمام وزرا و امرا بلوائے جائیں اور مجھ سے یہ ارشاد کیا کہ میری مرضی نہیں ہے کہ تیرے اور میرے ان دولتخواہوں کے درمیان ناچاقی ہو جنھوں نے برسوں میرے ساتھ محنتیں اُٹھائیں اور سختیاں جھیلیں ہیں اور ہمیشہ میری شان وشوکت کے کاموں میں دل وجان سے ممد ومعاون رہے ہیں جب سب امیر جمع ہوئے اور کورنش بجا لائے تو ان سب کی طرف دیکھکر یوں مخاطب ہوا کہ اگر میں نے بھولے سے بھی کوئی تمہاری خطا کی ہو تو تم اُس کو معاف کرنا جب میں نے یہ حال دیکھا تو باپ کے قدموں پر گر کر زار زار رویا۔ بادشاہ نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ میرے خاص تلوار اور دستار اور خلعت شاہانہ لاؤ اور سلیم کو پہناؤ اور مجھے لیے بادشاہ بنا کر دکھاؤ اُس نے کچھ سنبھالا لیا اور مرزا سلیم سے یوں مخاطب ہوا کہ تو تمام خاندان کی مستورات کی خبر گیری کرنا میرے رفیقوں اور دوستوں کو نہ بھولنا یہ کہکر اُس نے ملا صدر جہاں کو بُلا کر اُن کے ہاتھ پر توبہ کی لیکن

پڑھوائی کلمہ پڑھا اور جنتی مسلمانوں کی طرح بہشت نصیب ہوا (اس اخیری واقعہ کو تحقیق کے ساتھ اسکے مذہب کے بیان میں لکھونگا) اسکی تاریخ وفات میں مورخوں کا اختلاف ہی مگر زیادہ تر صحیح تاریخ ۱۳ جمادی الاخری سنہ ۱۰۱۴ھ ہی عمر ۶۳ سال اور مدت سلطنت ۴۹ سال ۸ ماہ تھی۔

انتظام سلطنت اکبری

تمہید

سبحان اللہ انتظام سلطنت اکبری بھی کیا انتظام تھا جو ہندوستان میں پہلے کسی بادشاہ وراجہ و مہاراجہ کے عہد میں نہیں ہوا۔ اور بعض فرنگستانی انصاف دوست سچے مورخوں اور مدبروں کو اس زمانہ کے انتظام میں بھی کلام ہی کہ انتظام اکبری کی برابر رعایا کو آسودگی اور آسائش نہیں حاصل ہی یہ تو ایک میٹر آف اوپنین رائے کی بات ہی جس کا فیصلہ دُنیا میں کبھی ہوا نہ ہوگا۔ مگر یہ امر واقعی ہی کہ جب ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا آغاز ہوا تو یہاں ہندوؤں کے قوانین تو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے انگلستان کے انگریزی قوانین اول تو کچھ تھے نہیں اور جو تھے ان میں ایک قانون بھی ایسا نہ تھا کہ وہ ہندوستان میں جاری ہوسکتا تھا اسلیے ناچار برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں کے قوانین پر جو یہاں جاری تھے چلنا پڑا۔ یہ مسلمانی قوانین اکثر وہ تھے جو آئین اکبری میں تحریر ہیں ان قوانین کو برٹش گورنمنٹ نے بتدریج ایسا بدلا ہی کہ وہ بالکل کایا پلٹ ہوگئے ہیں مگر پھر بھی ان قوانین اور آئین اکبری کے قوانین کے اصل اصول میں مشابہت و مماثلت باقی ہی جس پر ہم آیندہ اشارہ کرتے جائینگے آئین اکبری کو انگریزی قوانین کا پروٹوٹائپ (اصل) کہتے ہیں اب ہم آئین اکبری کا انتخاب کرتے ہیں اور اُس پر اور مسلمانوں اور انگریزی کتابوں سے حاشیے چڑھاتے ہیں۔

یورپ کی مہذب قومیں جو حقیقت میں ساری دنیا میں فرمانروائی کر رہی ہیں وہ بادشاہ کی عظمت کو ایسا نہیں مانتیں جیسا کہ مشرقی ملکوں میں کہ بادشاہ سے زیادہ کوئی اور خدا کے

قریب نہیں ہے۔ پادشاہی سے برتر مرتبہ کسی کا نہیں ہے۔ پادشاہی کے سبب سے گروہا گروہ آدمیوں کی سرتابی کا چارہ ہوتا ہے اور اہل جہاں فرمان پذیر ہوتے ہیں پادشاہ کا لفظ اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ پاد کے معنی پایندگی و دارندگی کے ہیں اور شاہ کے معنی اصل اور خداوند کے ہیں پس پادشاہ کے معنی اصل و خداوند پایندگی و دارندگی کے ہوئے۔ اگر فرمانروائے نہ ہو تو فساد کا طوفان کبھی فرو نہ ہو اور خودآرائی کبھی معدوم نہ ہو آدمی اپنے خشم و آز کے سبب سے نیستی کے گڑھے میں گریں اور دنیا میں چاروں طرف سے رونق اُٹھ جائے اور کمتر زمانہ میں آباد دنیا خراب برباد ہوجائے پادشاہ کی دادگری سے ایک گروہ کشادہ پیشانی سے فرمان پذیری قبول کرتا ہے اور ایک گروہ سیاست کے خوف سے ظلم و ستم کرنے سے باز رہتا ہے اور خواہی نخواہی سیدھی راہ پر چلتا ہے شاہ اس کو بھی کہتے ہیں جو اپنے امثال میں بہتر ہو جیسے کہ شاہ سوار و شاہراہ۔ داماد کو بھی شاہ کہتے ہیں۔ عروس جہاں پادشاہ سے بیاہی جاتی ہے اور اسکی ایک لاویز بانو پرستار ہوتی ہے۔ کوتاہ بیں سیدھی سادھے آدمی ایک حقیقی پادشاہ کو خود کام پیشی جو سے جُدا نہیں کرسکتے اور کیونکر کرسکتے ہیں اس لیئے کہ وہ دونوں پاس دیکھتے ہیں کہ خزانہ بھرا ہوا ہے۔ لشکر بہت ہے خدمت گزار شائستہ ہیں۔ آدمی فرماں پذیر ہیں۔ دانش منشوں کی کثرت ہے۔ ہنرمندوں کا انبوہ موجود ہے اسباب نشاط بہت جمع ہیں مگر راست بیں ژرف نگاہ پر یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سامان اول پاس دیر بقا ہوتا ہے اور دوسرے پاس زود زوال اول اس اسباب کے ساتھ دل کو وابستہ نہیں کرتا بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ستم کے نقش کو مٹائے اور استعداد ول کو بروئے کار لائے۔ امن عافیت۔ عفت۔ عدالت لطف وفا حقیقت افزونی اخلاص وغیرہ کے نتیجے پیدا کرے۔ دوسرا پادشاہ اپنی ظاہری کام روائی اور خویشتن آرائی اور پرستاری مردم اور تن آسانی میں گرویدہ ہوتا ہے جس سے ہمناکی بے آرامی و آویزش و ستمگاری وبیوفائی دوروئی کو رونق ہوجاتی ہے آجکل مہذب گورنمنٹوں کی توجہ اس بات پر ہے

کہ انسان کے۔ مائینڈ کا ڈولو اَپ منٹ ہو یعنی انسان میں جو قابلیتیں ہیں وہ آشکارا ہوں۔ یہی مطلب اس فقرہ کا ہے کہ بروے کار آوردن استعدادہا پادشاہی ایک فروغ الہٰی ہے جس سے یہ گرامی قوتیں ظاہر ہوتی ہیں اول پدری مردم زاد طرح طرح کے آدمی اس کی مہربانی سے آرام پائیں۔ مذہب کے اختلاف سے وہ کسی سے دگرگوں نہ ہو اور زمانہ کے مزاج کو پہچانے اور اُس کے موافق کاربند ہو فراخی حوصلہ ناملائم بات کے دیکھنے سے وہ خود رفتہ نہ ہو اور کوئی اس سے آزردہ خاطر دل گرفتہ نہ ہو وہ دلاوری سے اپنا پاؤں رکھے وہ اپنی دلیری خداداد سے بدی کی مکافات لے کسی مجرم کا بڑا آدمی ہونا اس کو سزا سے نہ بچائے اور اُسکی کشادہ دستی سے چھوٹے بڑوں کا کام نکلے اور کسی آرزومند کو انتظار نہ کھینچنا پڑے سوم توکل روزافزوں خدا کو کارساز حقیقی جانے۔ اسباب کی دگرگونی سے پراگندہ نہ ہو۔ چہارم ایزدی نیائش کامیابی کے سبب سے غافل نہ ہو جائے۔ ناکامی کی حالت میں آدمیوں سے دریوزہ گری میں دیوانہ نہ بنجائے اپنی خواہش کی باگ کو عقل کے ہاتھ میں رکھے ہوا و ہوس میں بے آرام نہ ہو۔ ناپائست کی جستجو میں اپنے انفاس گرامی کو ضائع نہ کرے۔ قہرمان خشم کو آگہی کا فرمان پذیر بنائے تا بیتا غضب غالب نہ ہونے پائے۔ اور سبک سری اندازہ سے باہر نہ جائے وہ مدارا ایسا اختیار کرے کہ کج روش پھر راہ راست پر باز گشت کریں اور اُنکی بیحیائی کا پردہ دریدہ نہو انصاف کے وقت ایسا منصف بنے کہ یہ معلوم ہو وہ خود دادخواہ ہے اور دادخواہ کارفرما آرزومندوں کو انتظار کی راہ میں نہ بٹھائے خالق کی فرمان پذیری خلقت کی رضا میں جانے خلق کی خوشنودی کے لیے عقل کی مخالفت نہ کرے حق گویوں کا جویا رہے۔ جو باتیں تلخ نماد شیریں اثر ہوں اُن سے غصے میں نہ آئے وہ مراتب سخن کا اور مدارج گذارندہ کا پاس رکھے اسی پر قناعت نہ کرے کہ خود ظلم نہ کرے بلکہ اپنی قلمرو میں ستم نہ ہونے دے۔ ان اوپر کے فقروں سے معلوم ہوتا

ہے کہ مہذب گورنمنٹ کے معنی پہلے لوگ وہی سمجھتے تھے جو اب سمجھتے ہیں پہلے اور پچھلے لوگوں میں دورائی نہیں ہے۔ یہ دو باتیں اوپر کے بیان میں قابل غور ہیں کہ مذہب کے سبب بادشاہ کسی سے دگرگوں نہ ہو اور جرم کے سزا دینے میں مجرموں کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے مساوات ہو۔ مجرم کا محترم ہونا اُس کو جرم کی سزا سے نہ بچائے۔ آجکل ہم یہی برٹش گورنمنٹ کی عدالت دیکھتے ہیں کہ وہ جرم کی سزا دیتی ہے۔ مجرم کے چھوٹے بڑے ہونے کو نہیں دیکھتی ہے بلکہ جرم پر لحاظ کرتی ہے اور نہ مذہب کے سبب سے وہ کسی شخص کی حق تلفی کرتی ہے۔ پادشاہ کو چاہیے کہ وہ شخص زمانہ کی صحت کی نگاہداشت کرے اور اس کے سب طرح کے ارادوں کا علاج کرے جیسا عناصر کے تکافو سے اعتدال مزاج پیدا ہوتا ہے ایسا ہی اہل عالم کی طبیعت میں تعدیل مراتب سے سویت پیدا ہوتی ہے اور یکتادلی اور یکجہتی سے بہت سے آدمی یک تن ہو جاتے ہیں اہل جہاں چارہ گروہ سے باہر نہیں ہوتے مبارزان یہ شخص عالم میں آگ کا حکم رکھتے ہیں اس گروہ کی عقل قہرآمیز کے شعلے سے بدبختوں کی شورش افرافتنہ سازی کا خس و خاشاک جلجاتا ہے اور دنیا کی آشوبگاہ میں آسائش کا چراغ روشن ہو جاتا ہے۔

پیشہ ور و تاجر بمنزلہ ہوا کے ہیں اس گروہ کی کاربردازی اور جہاں نوردی سے فیض ایزدی شامل حال ہوتا ہے اور خوشدلی کی نسیم گلبن زندگی کو بڑھاتی ہے۔ اہل قلم جیسے حکیم و طبیب و محاسب و مہندس و اختر شناس مثل آب ہیں۔ اس گروہ کی قلم و علم کی جوئبار سے دنیا کی خشک سالی میں آبیاری ہوتی ہے اور آفرینش کو ایک خاص طراوت پہنچتی ہے۔

برزہ گر اور کشاورز مثل خاک ہیں انھیں کے وسیلہ سے سرمایہ زندگی سرانجام پاتا ہے اور انھیں کی کارگرہ سے تنومندی و شادمانی جمع ہوتی ہے فرمانروا کو ضرور ہے کہ انمیں سے ہرایک کو اپنے پایہ پر رکھے جس سے جہاں آباد ہو۔ اور کارآگہی کو قدردانی سے پرورش کرے تاکہ زمانہ کی پراگندگی دور ہو اور کاروبار کی ترکیب میں اعتدال پیدا ہو پس جیسے کہ شخص جہاں چار کیفیت کے آدمیوں سے حسن تعدیل پاتا ہے ایسے ہی سلطنت کی یکرنگی

چار طرح کے طبقات سے انتظام کا غازہ اپنے مُنہ پر ملتی ہے اول نوئینان دولت جو اپنے اعتبار پر لرزاں نہ ہوکر بر آمد کار کرتے ہیں اور نبرد گاہ ناموس دوستی کے لوامع روشن کرکے جان دینے سے دست کشی نہیں کرتے یہ امرا بجائے آتش ہیں کہ دل افروز بھی ہیں اور دشمن سوز بھی صدر نشین اس گروہ کا وکیل ہے وہ اخلاص کے چار مرتبوں پر پہنچکر نائب ملکی ومالی ہوتا ہے مشوروں کی مجلسوں کو اسکی شناسائی سے فروغ ہوتا ہے اور فرماں روائی کے امور جلیل اسکی ژرف نگاہی سے انتظام پاتے ہیں۔ ترقی تنزل نصب عزل اسکی صوابدید سے ہوتا ہے وہ چاہیے کہ دیدہ ور۔ صائب فکر۔ بلند ہمت۔ نیک محضر۔ تونگر دل۔ فراخ حوصلہ۔ صاحب صلح کل۔ کشادہ پیشانی۔ خویش وبیگانہ کی سات یکجہت۔ دوست دو دشمن کے ساتھ یکساں۔ سنجیدہ سخن۔ کار کش۔ راست گفتار۔ موقر۔ مودّب۔ مستشار موتمن۔ خرم آرائے۔ دور اندیش۔ سلطنت کا ادب شناس۔ خلافت کا راز دان۔ نہ کسی کا کار بستہ رکھے۔ اور نہ اپنے کام کی کثرت سے دل تنگ ہو۔ اوروں کی آرزو برلانے میں اپنے اوپر منت رکھے۔ پایہ شناسی سے کارسازی کرے۔ ہر دل عزیز ہونے کے لیے زیر دستوں کو گرامی رکھے۔ اور نالائق گفتار او بد کردار سے اپنے تئیں باز رکھے اگرچہ وہ صاحب دفتر نہیں ہوتا مگر دفتر کے کارفرما اُس سے رجوع کرتے ہیں۔ وہ دور اندیشی سے اپنے مقاصد کی فہرست بناتا ہے۔ اس گروہ میں میرمال (جو بادشاہ کا جیب خرچ اُٹھاتا ہے) مہردار۔ میر بخشی (جو سپاہ کو تنخواہ تقسیم کرتا ہے) باربگی (افسر جو دربار میں بادشاہ کے روبرو آدمیوں کو پیش کرتا ہے اور لوگوں کی عرائض سُنتا ہے اُسی کو میر عرض بھی کہتے ہیں) قوربگی (بادشاہ ہتھیاروں اور نشانات کو رکھتا ہے۔

میر توزک (افسر تمام رسومات کا) میر بحر۔ میر بر (بادشاہی جنگلوں کا افسر) خوان سالار (بورچی خانہ کا افسر) منشی (بادشاہ کا خاص محرر) قوش بگی (پرندوں باز و کبوتروں کے کارخانہ کا افسر) اختہ بگی (اصطبل کا افسر) ان میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ

اوروں کے کام سے بھی بہرہ رکھتا ہو۔ دوم اولیاے نصرت سرشتہ داد دستد یعنی آمد وخرچ ملکی کے فراہم کرنے والے اور نگہبان ہیکل فرمانروائی میں مثل باد ہیں کہ نسیم دلنواز بھی ہیں اور سموم جانگداز بھی۔ ان میں بزرگ وزیر ہوتا ہے اُسے دیوان بھی کہتے ہیں وہ پادشاہ کا نائب مالی ہوتا ہے وہ خزانوں کی پاسبانی اور محاسبات کا اہتمام کرتا ہے نقد عمل کا پرکھنے والا خزانہ جہاں کا آباد کرنے والا ہوتا ہے وہ الٰہی بندہ ہوتا ہے۔ اچھا حساب داں سیر چشم۔ بیدار مغز۔ گرم خون۔ پرہیزگار۔ کارساز۔ خوش عبارت۔ منقح نویس۔ راست گوی دیانت گزین۔ نیک منظر۔ جدکار۔ وہ اصل میں صاحب دفتر ہوتا ہے۔ جب مستوفی (نائب دیوان) کو کسی معاملہ میں مشکل پیش آتی ہے تو وہ وزیر کی دوربینی سے سہل ہوتی ہے اور اگر اس سے بھی یہ عقدہ حل نہیں ہوتا تو وکیل اسکی کشائش کرتا ہے۔ مستوفی صاحب توجیہ (سپاہ کا حساب لکھنے والا) اوارجہ نویس (پادشاہ کے روزمرہ کا خرچ لکھنے والا) میر سامان (دربار کے اسباب و مخازن کا افسر) ناظر بیوتات (پادشاہ کے کارخانوں کا حساب لکھنے والا) مشرف گنجور (محرر) واقعہ نویس۔ عامل خالصہ (کلکٹر) اسکے پیرو۔ ان سب عہدہ داروں کی کارکرد وزیر کی عقل سے ہوتی ہے۔ بعض پادشاہ وزارت کو وکالت کا ایک جزو شمار کرتے ہیں اور ان دونوں ارکان دولت کے کاموں کو ایک نکوکار طلبگار کو دیتے ہیں۔ کبھی وکیل کی نایابی کے سبب سے ایک شخص کو جسمیں وکالت کے اوصاف پائے جائیں مشرف دیوان کرتے ہیں اس کا رتبہ دیوان سے بالا اور وکیل سے فروتر ہوتا ہے۔

سوم اصحاب صحبت۔ وہ اپنی دانائی کے فروغ سے اور ژرف نگاہی کے پرتو سے وقت شناسی کی قوت سے فطرمزاجدانی سے کشادہ روئی سے فصیح بیانی سے انجمن خلافت کو زینت دیتے ہیں اور اپنی رائے روشن اور اندیشہ درست سے دنیا کے عربدہ زار میں آز کو پابند کرکے خشمگینی کی آگ کو حکمت کی بارش سے بجھاتے ہیں۔ اس گروہ کو پادشاہی پیکر میں پانی کا رتبہ دیتے ہیں جب صافی مزاج ہوتے ہیں تو دلوں سے کدورت دھوتے ہیں محفل کو تازگی

اور شادابی دیتے ہیں اور اگر اعتدال سے باہر ہوتے ہیں تو عالم کو طوفان بلا میں غرق کر دیتے ہیں اور حوادث کی موج خیز سے سیل فنا میں بہا دیتے ہیں۔ اس گروہ میں سرآمد حکیم ہی وہ اپنی دانش اور کردار کی امداد سے تہذیب اخلاق کرکے اصلاح عالم میں کمر ہمت باندھتا ہی صدر (جس کو صدر جہاں بھی کہتے ہیں وہ چیف جسٹس سلطنت میں ہوتا ہی) میر عدل۔ قاضی طبیب منجم شاعر۔ رمال اور اسی طرح کے آدمی اس گروہ میں داخل ہوتے ہیں۔

چہارم ارباب خدمت۔ سلطنت کی پیشگاہ میں بادشاہ کی پرستاری انپر لازم ہوتی ہی جہاں آرائی کی ترکیب میں انکو خاک کا درجہ دیتے ہیں وہ شاہراہ بندگی میں افتادہ اور خطرگاہ قربت کے خاکسار ہوتے ہیں اگر وہ غل و غش سے پاک ہوتے ہیں تو اکسیر کا حکم رکھتے ہیں ورنہ چہرۂ مقصود پر غبار ہوتے ہیں۔ خواص۔ قورچی۔ شربت دار۔ آبدار۔ توشکچی۔ کرکراق اور اسکی مثل۔

پہلے عاقل کہہ گئے ہیں کہ سلطنت کے چار رکن یہ ہیں اوّل عامل درست کردار نگاہبان کشاورز پاسبان رعیت آباد ساز ولایت۔ مایہ افزائے خزینہ دوم تیمار دار سپاہ کارساز بے منت۔ سوم میرداد آزمندی و غرض پذیری کو چھوڑ کر ژرف نگہی و درست بینی سے کام کرے اور گواہ و قسم پر مدار نہ رکھ کر طرح طرح کی پرسش سے اصل مقصود کو دریافت کرے چہارم جاسوس کہ سوانح روزگار پر بغیر کم و بیش کے مطلع کرے اور سررشتہ راستی اور دوربابی کو ہاتھ سے نہ دے۔

بادشاہ دادگر کو ان پانچ طرح کے آدمیوں کو پہچاننا ضرور ہی۔ اوّل وہ فرخندہ مرد کہ وقت کی ضروری شائستگیوں کو اپنے علم سے عمل میں لاتا ہو۔ نیکوئی کے چشمے کو اپنے گھر میں نہ لیجائے۔ بلکہ اس سے اوروں کی کھیتی باڑی کو سرسبز کرے ایسا مقدس بزرگ بادشاہ ہمزبانی اور دولت افزائی کے لیے سزاوار ہی۔ بعد اس کے وہ سعادت پژوہ ہے کہ وہ خود ہی نیک عمل کرتا ہی مگر اوروں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہی اگرچہ وہ عاطفہ و احترام کے لائق ہوتا ہی لیکن وہ بڑے اعتبار کے شایاں نہیں ہوتا اس سے کمتر وہ سادہ لوح

ہوتا ہی کہ اسکے آستین اعمال پر نیکی کے نقش نہیں ہوتے مگر اس کا دامن بدکرداری سے بھی غبار آلود نہیں ہوتا ایسا آدمی بزرگی کے لائق نہیں ہوتا مگر وہ عاقبت میں سایہ نشینی کے لائق ہوتا ہی اُس سے فروتر وہ غنودہ بخت ہی جس کی نگاہ میں سوائے تباہ کاری کے اور اسباب نہیں ہوتا لیکن خلقت اسکے گزندسے ایمن ہوتی ہی اس کو پادشاہ کو چاہیے ناکام رکھکر اچھی نصیحتیں اور جانکاہ نکوہش اور پسندیدہ مالشیں کرکے نیکی کی طرف لائے سب سے بدتر وہ بدگوہر ہی کہ وہ اپنی سیہ کاری سے اوروں کی تیرگی زیادہ کرتا ہو اور اُس کے سبب سے خلقت رنج و تکلیف میں ہو اگر اس کو پہلی دارو جو اوپر بیان ہوئی سودمند نہ ہو تو کوڑھی کی طرح اس کو اہل شہر کی آمیزش سے باز رکھے۔ اور اگر وہ اس دلخراش سیلی سے بھی اپنی بیدانشی کو نہ چھوڑے تو اُس کو غم کے شکنجہ میں کھینچکر گھر سے باہر نکالدے اگر یہ علاج بھی اسکے مزاج کو فائدہ مند نہ ہو تو ملک سے نکال دے۔ اگر اس سے بھی اُس کا خبث دور نہ ہو تو اُس کو اندھا کردے یا ہاتھ پاؤں کاٹ دے مگر جان کے لینے میں دلیری نہ کرے۔ عاقلوں نے انسان کو بنائے ایزدی سمجھ کر اسکی خرابی کی اجازت نہیں دی ہی۔

پادشاہ نے بہروزی منزل اور برومندی سپاہ و آبادی ملک کے لیے آئین مقرر کئے ہیں خلاصہ کے طور پر وہ لکھے جاتے ہیں۔

دفتر اول منزل آبادی

وہ شخص بلند فطرت اور عالی ہمت ہی کہ آفرینش کی ذرات کو غیر کی گزیدگی بغیر قدرت ایزدی کی نیرنگی کی جلوہ گاہ جانے اور اُسکے اندازہ کے موافق اپنا ظاہری و باطنی چال چلن بنائے اور از روئے شناسائی خویش و بیگانہ کی قدردانی کرے اگر اس کو یہ لیاقتیں نہ حاصل ہوں تو اُس کو ضرور ہی کہ وہ دنیا کے جھگڑوں و لڑائیوں میں نہ پڑے اور آشتی کا طریقہ اختیار کرے۔ اگر تجرد گزیں ہو تو اپنے میں نیرنگ خویش پیدا کرے

اور اگر وابستہ دنیا ہو تو وہ اپنے کاموں میں انتظام میں عاشقانہ دل لگائے اور آزاد خاطر زندگی بسر کرے سچی بزرگی خواہ وہ صوری ہو یا معنوی دنیا کے چھوٹے بڑے کاموں کے کرنے کو منع نہیں کرتی۔ بلکہ اُس کے کرنے کو خدا کی عمدہ بندگی جانتی ہے۔

اگر وہ اپنے سب کام نہ کر سکے تو اُس کو چاہیے کہ سخت ژرف نگاہی اور درست کاردانی سے ایک دو ایسے دانشمندوں کو انتخاب کرے کہ وہ خردپژوہ بے تعصب۔ حدکار شناسا دل ہوں اور ان کی دیدبانی پر کاموں کو چھوڑ دے۔

کارآگاہ اس کو فرماں روا نہیں شمار کرتے کہ وہ بڑے ہی بڑے کاموں میں مصروف نہ ہو اگرچہ بعض منصف اہل عالم ایسے بادشاہ کو معذور جانتے ہیں اس لیے کہ بیشتر نقد دوست خوشامد گو جو اپنے تئیں حیلہ سازی سے نیک دکھاتے ہیں اور تفاوت مراتب کی گفتار کو پیش کرتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ کام کرنے بادشاہ کی شان کے خلاف ہیں اور اس طرح ان بادشاہوں کو جو ظاہری صورت پر مرتے ہیں خواب غفلت میں سلا دیتے ہیں اور ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے۔ خود داد ستد کی دکان کو آراستہ کریں اور اپنے گھر کو آباد کریں۔ بخت آور فرمانروا جزئیات وکلیات میں فرق نہیں کرتے اور تائید الہٰی کی قوت سے دونوں عالم کا بوجھ اپنی ہمت کے کندھے پر رکھتے ہیں اور آزاد خاطر وسکبدوش رہتے ہیں چنانچہ شہنشاہ اکبر کا حال یہی ہے کہ وہ اپنی دیدہ وری سے کارخانوں کی آبادی میں توجہ کرتا ہے جیسا اور پہلے بادشاہ اپنی تعظیم کے سبب سے کمتر مشغول ہوتے تھے۔ باوجودیکہ یہ جہانبانی کا اول پایہ ہے۔ یہ بادشاہ ہر کارخانہ کے لیے شائستہ آئین بناتا ہے اور اس کو خدا کی رضامندی کی دستاویز جانتا ہے اور اس کام میں دو چیزوں پر کامیابی موقوف ہے۔ اوّل دانائی اور بینش سے احکام جہاں آرا کا ظاہر ہونا بادشاہ کی طرف سے۔ دوم راستی منش حدگزینوں کو کام سپرد ہو کر اُن کی نگہبانی کی جائے۔ باوجودیکہ بیشتر بیوتات کے کارگزار سپاہ کے جرگہ

میں علوفہ پاتے تھے اس پر بھی انکا خرچ ۳۹ سنہ الہیٰ میں تین کروڑ اکیانوے لاکھ چھیاسی ہزار سات سو پچانوے دام تھا۔ سلطنت کے جیسے مخارج روز بروز بڑھتے جاتے ہیں ایسے ہی مداخل۔ سو کارخانوں سے زیادہ کارخانے ہیں اور ہر ایک کارخانہ مثل شہر کی کیا ملک کی مانند ہے۔ بادشاہ کی توجہ سے ہر کارخانہ کا عمدہ سامان ہے اور ہمیشہ بڑھتا جاتا ہے۔ جتنی بادشاہ کی دولت بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی ان کارخانوں کی غمخواری اور تیمارداری زیادہ ہوتی جاتی ہے اُن کارخانوں کا حال لکھا جاتا ہے۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ خدا کی عبادت کوئی اس سے بڑی نہیں ہے کہ آدمی زمانہ کی پریشانیوں کو اور خلقت کی پراگندگیوں کا انتظام کرے اور پریشانیوں کو دور کرے۔ یہ جب ہوتا ہے کہ زمین آباد ہو اور منزل معمور ہو اور مجاہدان دولت کے لیے سامان مہیا ہو اور سپاہ نیک کردار ہو۔ اور یہ باتیں جب ہوتی ہیں کہ بادشاہ درست تدبیر اور خلقت کا تیماردار اور گزیدہ مال کا جمع کرنیوالا اور عقل کے حکم کے موافق خرچ کرنیوالا ہو اس سے اہل شہر اور اہل دہ کے لیے جو ہونا چاہیے وہ سرانجام پاتا ہے اور دونوں گروہ کی شائستگی کا انتظام ہوتا ہے۔ دیدور دادگروں کو روپیہ کے جمع کرنے کی فکر ضرور و ناگزیر ہے۔ جیسے کہ تجرد پیشہ وارستوں کے لیے روپیہ کا جمع کرنا اور اُس کی افزائش میں کوشش کرنا مذموم ہے ایسے ہی اہل تعلق کو اسکے برخلاف کرنا ممدوح ہے۔ یہ ظاہر نگاہ کوتاہ بینوں کی سخن سرائی ہے۔ ورنہ حقیقت میں دونوں گروہ ان چیزوں کے لیے تگا پو کرتے ہیں کہ جنکی اُن کو حاجت ہے۔ سیر دل تہیدست خورش پوشش اس قدر چاہتے ہیں کہ جس سے ان کو اپنی ہوش آگہی کے لیے قوت حاصل ہو اور گرمی اور سردی کی اذیت سے پناہ میں رہیں دوسرے گروہ کی کفایت یہ ہے کہ خزانوں کو دولت سے بھریں اور اسباب سطوت کو جمع کریں اور اور امور اپنی طاقت بڑھانے کے لیے سوچیں۔ اس زمانہ میں کہ بادشاہ نے نقاب اُٹھا کر انتظام مہمات میں کچھ توجہ فرمائی تو اعتماد خاں خواجہ سرا کو شائستہ

خطاب کے لائق جان کر اپنا رازِ دل ظاہر کیا اور خواجہ کی کاردانی کے سبب سے بادشاہ کے دل میں جو تھا وہ عمل میں آیا اور وہ مرتبہ بمرتبہ وسعت پکڑتا گیا اور عمدہ سامان اس کا مہیا ہوتا گیا۔ ہر طرح کی زمین کے خراج کی تحقیقات ہوئی۔ راستی منش کارویدوں کی دانائی سے اسکا نیک انجام ہوا۔

ایسی رسائی کے ساتھ کہ جسمیں آشنا و بیگانہ کی تمیز کچھ نہ تھی جو زمینیں خالصہ ہونے کے لائق تھیں وہ خالصہ ہوئیں اور جو جاگیر ہونے کے قابل تھیں وہ جاگیر ہوئیں۔ جدگزین و یانت منشوں کو ایک ایک کروڑ دام کی آمدنی سپرد ہوئی اور سیر چشم تکچی (محرر) ہمراہ کیے گئے اور ایک سعادت منش خزانچی مقرر کیا گیا اور انکو کسانوں کی پرورش کی نظر سے یہ حکم ہوا کہ وہ کسانوں سے زرِ خالص کے لینے میں اصرار نہ کریں (یعنی انسے سکّے کامل وزن کے طلب کریں) بلکہ جیسے سکّے وہ دیں انکی رسید مہر لگا کر انکو دیجائے۔ اس شائستہ آئین سے بادشاہی کلکٹروں کے دل سے تردد اور لاعلمی کا زنگ چھل گیا اور رعیت نے طرح طرح کے ظلموں سے رہائی پائی مال کی افزونی ہوئی۔ ملک کی آبادی بڑھی۔ جب یوں مال کا چشمہ صاف ہو گیا تو کل کی خزینہ داری کے لیے ایک خزانچی سیر چشم جدگزین کو تاہ دست مقرر کیا اور اسکی مدد کے لیے داروغہ اور نویسندہ معین ہوا۔ خرم آرائی کام میں آئی اور کار آموزی کا آئین مقرر ہوا۔

ایک ایک کروڑ دام کی آمدنی جدگزین دیانت منشوں کو سپرد ہوئی۔ اور تکچی (محرر) سیر چشم انکی ہمراہ کیے گئے اور ہر ایک کے واسطے ایک سعادت منش خزانچی مقرر ہوا۔ یہ حکم دیا گیا کہ جب ہر مرز کے خزانچی پاس دس لاکھ دام جمع ہو جائیں تو بادشاہ کی درگاہ میں وہ روپیہ بھیجکر اس خزانچی کو سپرد کریں اور اسکے ساتھ اس مال کی چگونگی بھی لکھکر بھیجا کریں۔ پیشکش کی گردآوری کے لیے خزانچی جدا مقرر کیا اور لاوارث مال کے لیے کنندی مقرر کیا اور نذر کی پاسبانی ایک کار آگاہ کو سپرد کی اور تلادان اور خیرات کے دینے کے لیے ایک ور نیک آدمی مقرر کیا خرچ کے واسطے طرح طرح کے آئین مقرر کیے اور راستی کار نگاہبان اور شائستہ داروغہ اور درست قلم تکچی جدا جدا مقرر ہوئے۔ سالیانہ خرچ کے

لیے خزانچی جمع کا خزانچی خرچ کو روپیہ دے اور اُس کی درست رسیدیں لے لے۔ آوارہ نویسی آسانی سے ہونے لگی۔ فرمانروائی کا چمن زار شاداب ہوا۔ تھوڑی مدت میں خزانے مالا مال ہو گئے۔ لشکر کی افزائش ہوئی۔ بجگر اسرتاب فرماں پذیر ہوئے۔

ایران اور توران میں خزانچی ایک ہوتا ہے اسلیے محاسبہ میں بہت دقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ بادشاہ نے مال کی زیادتی اور کام کی افزونی کے سبب بارہ خزانچی مقرر کیے کہ وہ اندوختہ روپیہ کی نگہبانی کریں خزانچی طرح طرح کی نقود کے واسطے اور تین خزانچی جواہر و طلاء مرصع کے لیئے۔ خزانوں کا اندازہ گزارش نہیں کر سکتا کہ بادشاہ اپنی عیار شناسی سے کردار کے پاداش میں نوازش اور نکوہش کرتا ہے اسلیے کام میں رونق رہتی ہے۔ ہر کارخانہ کا خزانچی جدا جدا ہے جنکی گنتی سو کے قریب ہو گی۔ ہوشمند دیدہ ور روز بروز ماہ بماہ فصل بفصل سال بسال داد و ستد و آمد و خرچ حساب کو درست رکھتے ہیں جس سے دنیا کا بازار گرم رہتا ہے۔

بادشاہ کا حکم یہ بھی ہے کہ ہمیشہ بارگاہ عام میں اشرفیوں اور روپیوں کو آمادہ رکھے کہ بہت سے خواہشگر مستمند انتظار کے رنج کے بغیر کامیاب عشرت ہوں اور دولتخانہ کے میدان میں ایک کروڑ روپیہ تیار رہے۔ ہزار دام ایک ٹاٹ کی تھیلی میں رکھے جائیں اس کا نام سہسہ ہو اور اُسکے توڑے کو گنج کہیں۔ سوا اسکے بادشاہ اپنے خاصوں کو بہت روپیہ حوالہ کرتا ہے کہ وہ وقت ناوقت اس کو تیار رکھیں اور بعض بہلہ میں رکھکر دوست رکھتے ہیں اس سبب سے لوگ اس کو خرچ بہلہ کہتے ہیں (تھیلے کو ہندی میں بہلہ کہتے ہیں)

بادشاہ نے ایک شناسا دل سیر چشم درست کار گنجوران جواہر کے لیے مقرر کیا ہے اور اسکے ساتھ ایک تحویلی اور داروغہ اور دیدہ ور جوہری مقرر کیے ہیں جو سب ملکر کام کرتے ہیں۔ یہی چاروں اس کارخانے کے رکن ہیں ہر جنس کے جواہر کا ایک درجہ مقرر ہے جس سے ان میں کچھ اشتباہ نہیں واقع ہوتا۔ لعل۔ الماس۔ زمرد۔ یاقوت سُرخ و کبود۔ مروارید کے اقسام اور ان کے وزن اور قیمیں مقرر ہیں۔

سکہ خانہ کی آبادی سے خزانہ کی مایہ افزائی ہوتی ہے اور ہر کار کا رواج اس سے رونق پاتا ہے اس لیے اس کا حال کچھ لکھا جاتا ہے۔ شہر کے اور گانو کے رہنے والو کا کام روپیہ سے چلتا ہے اور ہر ایک اپنی ضرورت کے اندازہ کے موافق اُس کو لیتا ہے جو آزاد ہیں وہ اُسی قدر اسکو لیتے ہیں جتنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو اہل دنیا ہیں وہ اُس کو اپنی مراد کی سرمنزل جانتے ہیں۔ ناگریز ہر ایک کو اُس سے سروکار ہے۔ خردمند اس کو جانتا ہے کہ دین و دنیا کی آرزوئیں اسی سے بر آتی ہیں اور انسان کی زندگی کا مدار اسی پر ہے اسلیے کہ انھیں کے ذریعے خورش و پوشش حاصل ہوتی ہیں اور یہ دونوں چیزیں بہت رنج و محنت سے حاصل ہوتی ہیں ان میں بونا۔ جوتنا۔ پانا۔ صاف کرنا۔ گوندھنا۔ پکانا۔ کاتنا۔ تو تبنا بننا۔ اور اور کام کرنے پڑتے ہیں۔ ان کاموں کا سامان بہت سے یاوروں کے بغیر میسر نہیں ہوتا اور ان کے کرنے کے لیے ایک آدمی کی قوت کافی نہیں ہوتی۔ روزبروز اکیلے سے کارسازی دشوار کیا بلکہ ناممکن ہوتی ہے آدمی کے لیے مکان کا ہونا بھی ضرور ہے کہ وہ چندروزہ سامان کو اس میں رکھے اسکو وہ اپنی منزل (گھر) رکھتا ہے خواہ وہ خیمہ ہو یا غار ہو۔ انسان کی پیدائش اور پائندگی ان پانچ چیزوں سے ہوتی ہے۔ پدر۔ مادر۔ فرزند۔ خادم۔ قوت (خوراک) سبکی کارپرداز ہے۔ چونکہ زیادہ تر ہمارا اسباب پائیدار نہیں ہوتا اور ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اسلیے زر کی احتیاج ہوتی ہے۔ اور زر بسبب استواری جوہر اور سخت ہونے کے دیرپا ہوتا ہے اور تھوڑا سا بھی بہت کام کر دیتا ہے اور سفر میں وہ بہت کام آتا ہے۔ چندروز کی غذا کا لیجانا دشوار ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ بہت ماہ و سال کی غذا کا۔ یہ خدا کی عنایت ہے کہ اُس نے زر پیدا کیا ہے جس کے سبب سے بغیر رنج کشی کے زندگی کا سرمایہ آمادہ ہو جاتا ہے اور اس سبب سے آدمی شائستہ کام کرتا ہے اور خدا کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے اس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ وہ نرم اندام۔ نیک مزہ۔ خوشبودار ہوتا ہے اس کی ترکیب عنصری قریب بہ اعتدال ہوتی ہے اس کے چہرہ میں چاروں عنصر اپنی صورت دکھاتے

ہیں۔ رنگ میں آگ۔ صفائی میں ہوا۔ نرمی میں پانی اور گرانی میں خاک برخلاف اور فلزات کے اس پر یہ چاروں عنصر اپنا اثر نہیں کرتے۔ آگ میں وہ جلتا نہیں۔ ہوا اسمیں تاثیر نہیں کرتی۔ پانی مدتوں میں بھی اس میں تغیر نہیں پیدا کرتا۔ خاک اس کو بوسیدہ نہیں کرتی۔ اس لیے وہ بڑا دیرپا ہوتا ہی اور حکمت ناموں میں عقل کو جس پر کام کی تدبیر ہوتی ہی ناموس اکبر کہتے ہیں اور زر کو کہ اُس سے روزی کا اسباب میسر ہوتا ہی۔ ناموس اصغر کہتے ہیں اسکے گرامی صفات یہ ہیں حافظ عدالت۔ مقوم کلی۔ اس سے اشیاء کی تقویم ہوتی ہی اور معدلت کی بنیاد اسپر قائم ہوتی ہی خدا نے چاندی اور تانبے کو بھی انسان کی خدمتگذاری کے لیے رواج دیا ہی ان نقود کے رواج میں دادگر فرمانروا اور بیدار بخت جہانبان دوربینی کرکے بڑی ہمت صرف کرتے ہیں اور اس کام کی عیار افزائی کے ٹکسال اور اسمیں شناسا جدگزیں راستی منش کارپرداز مقرر کرکے معمور کرتے ہیں:

ٹکسال میں (۱) داروغہ ہوتا ہی جو کاریگروں اور اہلکاروں کو اپنے کاروبار میں سرگرم رکھتا ہی۔

(۲) صیرفی سونے کو کسوٹیوں پر کس کر عیار مقرر کرتا ہی۔ بادشاہ نے سونے چاندی کو ایسا خالص بنایا ہی جو کبھی پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئے تھے۔ اہل ایران سونے کو دس عیار سے زیادہ نہیں جانتے تھے اور سب سے زیادہ خالص سونے کو وہ دہی کہتے تھے ہندوستان میں سونا بارہ بانی ہوتا ہی جسکے خالص ہونے کی عیار بارہ قسم کی ہوتی ہیں۔ دکن میں ایک رائج سکہ ہن تھا اسکا پرانا سونا سب سے زیادہ خالص دس عیار کا سمجھا جاتا تھا اب اس کا عیار ۸$\frac{1}{2}$ شمار ہوتا ہی۔ سلطان علاء الدین کا مدور وخرد دینار کا عیار پہلے بارہ قرار پایا تھا اب ۱۰$\frac{1}{2}$ ہی۔

بنواری مخفف بانوری کا ہی اگرچہ ہندوستان میں ایسے دیدہ ور آزمودہ کار صراف ہوتے ہیں کہ سونے کے رنگ وصفائی کو دیکھکر انکا عیار تبلا دیتے ہیں مگر اوروں کی دلنشینی کے لیے یہ قانون مقرر کیا گیا ہی کہ تانبے کی یا شل اس کے اور چیزوں کی قلمیں

بناتے ہیں اور ہر ایک قلم کے سرے پر تھوڑا سا سونا پیوستہ کرتے ہیں اور ہر ایک قلم پر اسکے سونے کا عیار لکھدیتے ہیں جب کسی سونے کا عیار معلوم کرنا ہوتا ہی تو سنگ محک (کسوٹی) پر اس سونے کے اور ان قلموں کے خطوط کھینچتے ہیں پس جس قلم کے خطوں سے سونے کے خط مشابہ ہوتے ہیں وہ اسی عیار کا سونا سمجھا جاتا ہی مگر خطوط ایک ہی طرح کے اور ایک ہی زور سے کھینچنے چاہئیں کہ اس میں کوئی دھوکہ نہ پڑے۔ طلا کے مختلف عیار بنانے کی ترکیب یہ ہی کہ ایک ماشہ نقرہ خالص اور اسی قدر مس جید کو یکجا کرکے گلاتے ہیں اور پھر اس کو منجمد کرلیتے ہیں اور پھر اس آمیختہ کو چھ ماشہ طلائے خالص میں جسکا عیار ۱۰ ۱/۲ ہو ملاتے ہیں اور انکو گلاتے ہیں اور اس زر مغشوش میں ایک ماشہ لیکر اسکے سو حصے یعنی آدمی آدمی رتی کرتے ہیں۔ بس اس آدھی رتی کو مختلف عیار کے سونے کی ساتھ ملاتے ہیں اور اسکے موافق اسکا نام رکھتے ہیں مثلاً ۱/۲ ماسرخ طلائے خالص کو اس آدمی رتی کے ساتھ ملائیں تو ۱۰ ۱/۴ بان کا سونا کہیں گے اور علی ہذا القیاس

(۳) امین ہوتا ہی وہ داروغہ کا مددگار ہوتا ہی حق کو ظاہر کرتا ہی اور لڑائی کو دور کرتا ہی۔

(۴) مشرف وہ روزنامچہ لکھتا ہی اور خرچ و دخل کا حساب رکھتا ہی۔

(۵) سوداگر وہ طلا و نقرہ و مس کو لاکر داد و ستد کرتا ہی اور اپنا فائدہ لیتا ہی۔

(۶) گنجور۔ وہ ٹکسال کے فائدہ کا حساب لکھتا ہی اور داد و ستد کرتا ہی۔

(۷) ترازوکش سکوں کو تولتا ہی اور اُسکے وزن کے موافق مزدوری لیتا ہی۔

(۸) گدازگر خام ایک مٹی کے تختے میں چھوٹے بڑے گھر بناتا ہی اور ان کو اندر سے تیل سے چکنا تا ہی اور سونے چاندی کو گلاکر ان میں بھرتا ہی پھر انکے شوشے بناتا ہی اور تانبے کی صورت میں تیل سے چکنانے کی جگہ خاکستر لگاتا ہی۔

(۹) ورق کش زر آمیختہ کے چھ یا سات ماشے کے ورق بناتا ہی اُس کا لنبان دو چوڑان چھ انگل ہوتا ہی اور اُس کو صاحب عیار کے روبرو لاتا ہی وہ ایک تانبے کے قالب میں ڈالکر اس کا اندازہ کرتا ہی اور جو ان میں مناسب معلوم ہوتے ہیں انہیں سکہ عدل کا

نقش کرتا ہی کہ کچھ تغیر اس میں نہ ہو۔

جب اوراق پر سکہ عدل لگجاتا ہی تو پھر وہ صاف کیے جاتے ہیں۔

(۱۰) گدازگر۔ اوراق خالص کے سونے کو گلاتا ہی اور اُسکے شوشہ بناتا ہی۔

(۱۱) ضراب۔ سونے چاندی تانبے کے شوشوں کا مطلس بناتا ہی یعنی سکو کلتہ کے اندازے کے موافق کرتا ہی۔ ایران اور توران میں مطلسات کی مقدار بغیر سندان کے برابر نہیں بنا سکتے مگر یہاں بغیر اسکے بناتے ہیں جنمیں بال برابر فرق نہیں ہوتا۔

(۱۲) مہرکن۔ مسکوک کے نقش کو نولاد یا اسکی غل کسی چیز پر نگارش کرتا ہی نقود نقش پذیر ہوتے ہیں۔

(۱۳) سکچی۔ مطلس کو دو سکوں کے درمیان رکھتا ہی اور سکچی دونوں طرف کو نقش پذیر کرتا ہی

(۱۴) سباک۔ چاندی کو پاک کرکے قرص بناتا ہی۔

(۱۵) قرص کوب۔ گرم کرکے جب تک کوٹتا ہی کہ سرب کی بو اسمیں سے بالکل جاتی ہی۔

(۱۶) چاشنی گیر۔ طلا و نقرہ کو خالص کرکے امتحان کرتا ہی اور اُسکے درجے مقرر کرتا ہی۔

(۱۷) نیاریہ۔ خاک خالص کو دھوکر چاندی سونا نکالتا ہی خاک خالص اُن اُپلوں کی راکھ کو کہتے ہیں جنمیں سونا چاندی خالص ہوتے ہیں (۸) آئین نقرہ کو طلا سے جدا کرنے کا اور (۹) آئین خاکستر سے نقرہ جدا کرنے کا چھوڑ دیا گیا۔

بادشاہ کی توجہ سے جتنے زر و سیم کے عیار اور ہو گئے ہیں ایسے ہی اُنکے سکے بہت سی صورتوں کے ہو گئے ہیں۔ سونے کے سکے یہ ہیں۔

(۱) سہنسہ۔ ایک گول سکہ ہی جسکا وزن ایک سو ایک تولہ نو ماشہ سات سرخ کا ہی اسکی قیمت سو لعل جلالی ہی۔ اسکے ایک طرف بیچ میں بادشاہ کا نام ہی۔ محراب میں پانچ طرف السلطان الاعظم الخاقان المعظم خلد اللہ ملکہ و سلطانہ ضرب دار الخلافہ آگرہ۔ دوسری طرف بیچ میں کلمہ طیبہ اور آیہ یرزق من یشاء بغیر حساب (اللہ رزق دیتا ہی جسکو چاہتا ہی بیحساب) چاریار

کے نام - اول یہ کارپردازی مولانا مقصود نے کی۔ بعدازاں ملا علی احمد نے یشگرف نگاری کی کہ ایک طرف۔ افضل دینار ینفقہ الرجل دینار ینفقہ علی اصحابہ فی سبیل اللہ (سب سے افضل وہ دینار ہی جو آدمی اپنے اصحاب پر خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہی) اور دوسری طرف السلطان العالی الخلیفۃ المتعالی خلد اللہ تعالی ملکہ وسلطانہ وابد عدلہ و احسانہ پھر ان سب کو دور کرکے دور باعیان ملک الشعرا شیخ فیضی نے یکھیں۔

رباعی

خورشید کہ ہفت بحر ازو گوہر یافت — سنگ سیہ از پرتو آں جوہر یافت
کان از نظر تربیت او جوہر یافت — واں زر شرف از سکہ شاہ اکبر یافت

دیگر

ایں سکہ کہ پیرایۂ امید بود — با نقش دوام و نام جاوید بود
سیمائے سعادتش ہمیں بس کہ بدہر — یک ذرہ نظر کردۂ خورشید بود

بیچ میں الٰہی سال و ماہ کے نقش تھے۔

(۲) اسی نام کا ایک سونے کا اور سکہ ہی جس کا وزن ۱۹ تولہ ۸ ماشہ قیمت اسکی سو مہر گرد گیارہ ماشی۔ اوپر وہی نقش تھا جو پہلی پر تھا۔

(۳) رہس پہلے جو دو سکے بیان ہوے اُس سے آدھا ہی۔ کبھی وہ چوگوشیہ بھی ہوتا ہی اسکے ایک طرف نقش و نگار ہیں جو سہنسہ پر ہیں اور دوسری طرف یہ رباعی ملک الشعرا کی ہی۔

رباعی

ایں نقد رواں گنج شاہنشاہی — با کوکب اقبال کند ہمراہی
خورشید بہ پرورش ازاں رو کہ بدہر — یابد شرف از سکہ اکبر شاہی

(۴) آتمہ۔ سہنسہ کی چوتھائی۔ گول و چوگوشیہ۔ بعض پر وہی منقوش ہی جو صد مہری سہنسہ پر اور بعض پر ملک الشعرا کی یہ رباعی منقوش ہی۔

رباعی

این سکہ دست بخت رازیور باد | پیرایہ نہ سپہرو ہفت اختر باد
زریں نقدیست کار ازوچون زر باد | در دہر رداں بنام شاہ اکبر باد

اور دوسری طرف پہلی رُباعی۔

(۵) جنت بھی ایسی دو صورتوں کا ہوتا ہی جیسا کہ آتمہ۔ وہ قیمت میں اول سکہ کا پانچواں حصہ ہوتا ہی ایسی شکل کے اور سونے کے سکے ہیں جنکی قیمت برابر ۱/۸ و ۱/۱۰ و ۱/۲۰ و ۱/۲۵ سہنسہ کی قیمت کے ہوتی ہے

(۶) چگل (ڈبگل) چوگوشیہ سہنسہ کا ۱/۵۰ قیمت دو مہر۔

(۷) لعل جلالی گرد۔ قیمت و وزن میں دو مہر گرد کی برابر ایک طرف اللہ اکبر دوسری جانب یامعین

(۸) آفتابی۔ گول وزن میں ایک تولہ ۲ ماشہ ۴ ۳/۴ سرخ قیمت بارہ روپیہ۔ ایک طرف اللہ اکبر جل جلالہ۔ دوسری جانب ماہ و سال الٰہی و سکہ گاہ۔

(۹) الٰہی۔ گول و وزن ۱۲ ماشہ ۱ ۳/۴ سرخ اس پر وہ منقوش ہی جو آفتابی پر ہے قیمت ۱۰ روپیہ۔

(۱۰) لعل جلالی۔ چہار گوشیہ۔ الٰہی کی برابر وزن اور قیمت میں۔ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف جل جلالہ۔

(۱۱) عدل گتکہ گول وزن ۱۱ ماشہ قیمت نو روپیہ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف یامعین۔

(۱۲) مہر گرد وزن اور قیمت میں برابر عدل گتکہ کے لیکن منقوش اور طرح پر۔

(۱۳) محرابی وزن و قیمت میں اور نقش میں مثل مہر گرد کی۔

(۱۴) معینی چہار گوشیہ دندر۔ وزن اور قیمت میں لعل جلالی و مہر گرد کے برابر منقوش یامعین۔

(۱۵) چہار گوشہ۔ نقش و وزن میں آفتابی کی برابر۔

(۱۶) گرد - نصف الہٰی نقش وہی -

(۱۷) دھن لعل جلالی سے نصف -

(۱۸) سلیمی - عدل گٹکہ سے نصف -

(۱۹) ربی - آفتابی سے چوتھائی -

(۲۰) من - الہی و جلالی کی ایک چوتھائی -

(۲۱) نصف سلیمی - عدل گٹکہ کی چوتھائی -

(۲۲) پنج - حصہ الہی کا $\frac{1}{5}$

(۲۳) پانڈو - لعل جلالی کا پانچواں حصہ ایک طرف لالہ کا دوسری طرف نسرین کا نقش -

(۲۴) ثمنی جسکو اشٹ سدھ بھی کہتے ہیں - مہر الہی کا ایک آٹھواں حصہ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف جل جلالہ -

(۲۵) کلا - الہی کا سولھواں حصہ اسکے دونوں طرف گل نسرین منقوش ہی -

(۲۶) ذرہ - الہی کا بتیسواں حصہ اسکے دونوں طرف وہی نقش ہی جو کلا پر ہی دار الضرب کا آئین ایسا ہی کہ ہر مہینے سونے کے سکے لعل جلالی - دھن - من نقش پذیر ہوتے ہیں مگر اور سکے بغیر تازہ حکم خاص کے نہیں بنتے -

(۱) روپیہ گول ۱۱ $\frac{1}{2}$ ماشہ کا یہ شیر خاں کے زمانہ میں داخل ہوا - پادشاہ کے زمانہ میں اسکی تکمیل ہوئی اور اُسپر یہ نقش تازہ ہوا کہ ایک طرف اللہ اکبر جل جلالہ دوسری طرف تاریخ - اگرچہ اسکا بھاؤ بازار میں چالیس دام سے کم و زیادہ ہوتا رہتا ہی مگر مواجب میں اسکا ۴۰ دام کا اعتبار رہتا ہی -

(۱) جلالہ - چہار گوشیہ - وزن و نقش مثل اول -

(۲) درب - جلالہ سے آدھا -

(۳) چرن - جلالہ کی چوتھائی -

(۴) پانڈو - جلالہ کا پانچواں حصہ -

(۵) اشٹ - جلالہ کا آٹھواں حصّہ -

(۶) دسا - جلالہ کا دسواں حصّہ -

(۷) کلا - جلالہ کا سولھواں حصّہ -

(۸) سوکی - جلالہ کا بیسواں حصّہ -

روپیے کے ایسی کسروں کی برابر ریزہ سکّے بھی لیتے ہیں مگر اُن کی پکراد طرح کی ہوتی ہی -

(۱) دام تانبہ کا سکّہ ہی اُس کا وزن ۵ ٹانک ہی یعنی ۱ تولہ ۸ ماشہ ۷ رتی وہ روپیہ کا چالیسواں حصّہ ہوتا ہی اس کو پیسہ بھی کہتے ستھے اور بہلولی بھی - اب اُس کا نام دام ہی اسکے ایک طرف ٹکسال کے مقام کا نام ہی اور دوسری جانب سال و سہ اہل حساب ہر دام کو پچیس حصے خیال کرتے ہیں اور ہر حصہ کو جیتل کہتے ہیں محاسبات میں یہ خیالی تقسیم کام میں آتی ہی -

(۲) ادھیلہ - دام کا آدھا -

(۳) پاؤلہ - دام کی چوتھائی -

(۴) دمڑی - ہر دام کا ایک آٹھواں حصہ -

ابتدائے سلطنت میں سونے کے سکّے بہت جگہ بنائے جاتے ہیں مگر اب چار جگہ کے سوا دہ کہیں نہیں بنائے جاتے - دار السلطنت - بنگالہ - احمد آباد - کابل - چاندی و تانبے کے سکے ان چاروں جگہوں میں اور ان دس اور مقاموں میں بنائے جاتے ہیں الہ آباد - آگرہ - اجین - سورت - دہلی - پٹنہ - کشمیر - لاہور - ملتان - ٹانڈا - تانبے کے سکے فقط ان اٹھائیس جگہ بنتے ہیں - اجمیر - اودھ - اٹک - الور - بداؤں - بنارس بھکر - بہرہ - پٹن - جونپور - جالندھر - ہردوار - حصار - فیروزہ - کالپی - گوالیار - گورکھپور - کلانور - لکھنو - منڈو - ناگور - سرھند - سیالکوٹ - سرونج - سہارنپور - سارنگ پور - سنبل - قنوج - رنتھنبور -

ہندوستان میں زیادہ تر خرید و فروخت مہر گر دو روپیہ و دام میں ہوتی ہے۔ خیانت پیشہ سکوں کی مالش سے اور اُسکے سوا اور طرح سے بھی روپیوں کو بڑا نقصان پہنچاتے ہیں اسی لیے بادشاہ کارپرداز اور نئے آئین مقرر کرتا رہتا ہے کہ اس خیانت کا علاج ہوتا رہے سکوں کے آئین میں کئی دفعہ تبدیلیاں ہوئیں اور ۲۷ سنہ جلوس میں کہ احکام سلطنت کا سر رشتہ راجہ تو ڈرمل کی دیدہ وری سے منتظم تھا تو بادشاہ نے چار طرح کی مہر کو رواج دیا تھا اول لعل جلالی اسپر بادشاہ کا نام تھا وزن اس کا ایک تولہ ۱ ۳/۴ رتی اور عیار کامل قیمت چار سو دام۔ دوم وہ مہر کہ بادشاہ نے ابتداء سلطنت میں جاری کی اس کا وزن ۱۱ ماشہ تھا۔ وہ تین قسم کی تھی۔ پورے وزن اور کامل عیار کی قیمت ۳۶۰ دام۔ اگر کسی مدت میں وہ گھس گھسا کر ۳ چاول وزن میں کم ہوتی تو اسکی قیمت میں فرق نہیں آتا۔ مگر جب چار چاول سے ۶ چاول تک گھسکر کم ہو جاتی تو اسکو نقد دوم کہتے اور اسکی قیمت ۳۵۵ دام ہوتے۔ اگر ۶ چاول سے ۹ چاول تک کم ہوتی تو اسکو نقد سوم کہتے اور اُسکی قیمت ۳۵۰ دام ہوتے اور اگر اُس سے زیادہ گھسکر وہ کم ہو جاتی تو اسکو زر ناسکوک کہتے۔ تین طرح کا روپیہ رواج رکھتا تھا۔ اول چار گوشیہ صاف چاندی کا ۱۱ ۱/۲ ماشہ۔ اس کا نام جلالہ تھا قیمت ۴۰ دام دوم گول اکبر شاہی تمام وزن ایک سرخ کم قیمت ۳۹ دام دو سرخ کم قیمت ۳۸ دام اور اس سے زیادہ کم ہو تو وہ چاندی کے بھاؤ بکتا۔

دوسری دفعہ ۱۸ ار مہر سنہ ۲۹ الٰہی میں عضد الدولہ امیر فتح اللہ شیرازی اس کام کا امین مقرر ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ مہر میں ۳ چاول کی اور روپیہ میں ۶ چاول کی کمی میں مالیدگی پر کچھ خیال نہ کیا جائے اور وہ کامل وزن سمجھے جائیں اس سے زیادہ جو مہر گھٹ جائے تو بقدر کمی قیمت کاٹی جائے۔ نہ یہ کہ ۹ برنج تک اس کو یکساں سمجھیں اس سبب سے مہر کی قیمت جو ایک سرخ کم ہوئی ۳۵۵ دام کسرے زائد

تھی اور ایک سرخ طلاے مسکوک کا نرخ چار دام اور کچھ کسرے زائد اعتبار کرتے تھے۔ پہلے قانون میں ایک نرخ کی کمی پر ۵ دام گھٹاتے تھے۔ اور اگر ۳ برنج سے زیادہ کمی ہوتی اور یہ کمی بھی نیم برنج ہوتی تو بھی ۵ دام کا حساب لگاتے تھے اور ڈیڑھ سرخ کمی پر دس دام گھٹا کے داد وستد ہوتی اگر اتنی کمی نہ بھی ہوتی تو بھی دس دام کا حساب لگاتے مگر تازہ آئین میں کچھ کم چھ دام گھٹاتے اور قیمت ۳۵۲ دام کچھ کسر لگاتے۔

عضدالدولہ نے یہ قانون بھی منسوخ کیا کہ گول روپیہ کی قیمت چہار گوشیہ روپیہ سے باوجود درستی ووزن عیار کے ایک دام کم ہو اور گول روپیہ کی جو ایک سرخ کم بھی ہو چالیس دام قیمت مقرر کی۔ پہلے دو سرخ کم روپیہ کی قیمت دو دام کم شمار ہوتی اب اسکی قیمت میں ایک دام کچھ کسر کم ہوتی۔

سوم جب عضدالدولہ خاندیس گیا تو راجہ توڈرمل نے مہر کی قیمت جو جلالہ روپیہ میں شمار ہوتی تھی گول روپیہ میں مقرر کی اور اپنی تعصب نفشی وسخن پرستی سے مہر در وپیہ کی کمی کے قواعد موافق سابق کے مقرر کیے۔

چہارم جب احکام خلافت کی پاسبانی قلیج خاں کو پہنچی تو اُس نے مہر کی قیمت کا قاعدہ وہی برقرار رکھا جو راجہ کے وقت میں تھا۔ مگر اس نے مہر کو جسکی کمی کے لیے راجہ ۵ دام اور دس دام کاٹتا تھا اُسکی جگہ ۱۰ دام و ۲۰ دام کاٹنے کا قاعدہ مقرر کیا اور جس مہر میں کہ ۱ ½ سرخ کی کمی ہوتی اُسکو نامسکوک شمار کیا۔ روپیہ جسمیں ایک سرخ کم ہو تو اسکو سکہ زدہ سمجھا آخر کو بادشاہ جو اپنے احکام کے پاسبانوں پر اعتماد کرتا تھا اور افزونی مشاغل سے اس طرف کم توجہ کرتا تھا ان دنوں اسکو معلوم ہوا کہ اس کارخانہ میں کچھ بے سرانجامی ہوتی ہے تو اُس نے شائستہ آئین مقرر کیا جس سے دور و نزدیک کو شادمانی ہوئی اور خلقت زبان زدگی سے آسودہ ہوئی۔ ۲۶ بہمن سنہ ۳۰ الہی کو دستور دوم (یعنی عضدالدولہ کا دستور) پسند کیا لیکن مہر ۳ برنج کم اور روپیہ ۶ برنج کم کو تمام وزن شمار کرنا منظور نہیں کیا۔ اس سے خیانت مندوں کے فریب کی

روک ہوگئی اس لیے کہ پہلے قانون میں کوئی اس کا علاج نہ تھا کہ دار الضرب کے کارپرداز اس قدر سکہ کو کم بناتے یا خزانہ دار زر ہائے تمام وزن کو اس مقدار کے موافق کم کرتے۔ اب اس کی درستی ہونے سے خلقت خوش ہوگئی بے حیا وزر دپیشہ برنج بلکہ جیکر مہر ۳ برنج کم اسی تول کو ۶ برنج گھٹاتے اور ۶ برنج کم کو ۹ برنج کم بناتے اور علیٰ ہذا القیاس اور کاہش کو زیادہ کرتے اس طرح وہ بہت غبن کرتے اور ہمیشہ نقصان پہنچاتے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ باباغوری کے برنج کے وزن بنائے جائیں اور اس سے مہر و روپیہ تولے جائیں اور اس سال و ماہ میں یہ بھی بہت کوشش کی گئی کہ خزانچی کارپرداز رعیت سے زر مخصوصہ طلب کریں اور جو کچھ وزن اور عیار میں کمی ہو اُس کا حساب بے کم و کاست نرخ حال سے کریں۔ اس حکم سے دغاباز بیدست و پا ہو گئے اور رعیت ظلم سے بچ گئی۔

(۱۱) آئین درہم و دینار

(شاہنشاہی سکوں کے بعد درہم و دینار کا بیان کیا جاتا ہے)

درہم یا درہام بھی ایک چاندی کا سکہ تھا جسکی شکل کھجور کی گٹھلی کی سی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کی خلافت میں اسکی شکل گول بنائی گئی اور حضرت زبیر کے زمانہ میں وہ کلمۃ اللہ اور برکت سے منقوش ہوا۔ حجاج نے اُسپر سورہُ اخلاص کا نقش بنایا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسمیں اپنا نام بھی نقش کرایا۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اول جس نے درہم پر سکہ لگایا وہ حضرت عمر فاروق رضؓ تھے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ عبد الملک مروان کے زمانہ میں رومی دینار اور کسروی و حمیری دراہم مروج تھے اسکے حکم سے حجاج یوسف نے درہم پر سکہ لگایا اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حجاج نے دراہم مغشوشہ کو خالص کیا اور اللہ احد اور اللہ الصمد کا سکہ اُسپر لگایا اور ان دراہم کا نام مکروہ ہوا اسواسطے کہ اسمیں خدا کے نام کا احترام نہیں ہوتا تھا یا آدمیوں نے اس تغیر کے سبب سے اسکا نام یہ رکھا۔ بعد حجاج عمر ابن ہبیرہ نے یزید بن عبد الملک کی عہد حکومت میں عراق کی سلطنت میں دراہم کو حجاج سے بہتر بنایا۔ بعد ازاں خالد بن عبد اللہ قسری والی عراق نے اسکو زیادہ پاک کیا۔ اسکے بعد یوسف عمر نے اس کو کمال پر پہنچایا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اول جس نے درہم پر

سکہ لگایا وہ مصعب بن زبیر تھا اور اُسکے طرح طرح کے وزن ۱۰ یا ۹ یا ۶ یا ۵ مثقال کے بنائے جاتے تھے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کا وزن ۲۰ قیراط و ۱۲ قیراط و ۱۰ قیراط بھی تھا۔ حضرت عمرؓ نے ہر طرح کے درہم لیئے اور انکی اوسط ۱۲ قیراط یعنی تہائی کے برابر وزن کا درہم بنایا۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں چند طرح کے درہم رائج تھے۔ ایک ۸ دانگ کا درہم تھا اسکو بغلی کہتے تھے وہ راس بغلی سے منسوب تھا وہ صاحب عیار تھا۔ حضرت عمر خطابؓ کے حکم سے درہم پر سکہ لگا بعض کہتے ہیں بغلی ایک گانو تھا اس سے یہ سکہ منسوب تھا۔ چار دانگ کے درہم کو طبری کہتے تھے اور تین دانگ کے درہم کو مغربی اور ایک دانگ کے درہم کو یمنی کہتے تھے حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کرکے مجموعہ کے آدھے کی برابر ایک وزن کا درہم جاری کیا۔ فاضل مجتہدی کہتا ہے کہ پہلے زمانہ میں درہم دو طرح کا تھا ایک کا نام ہشت دانگی وشش دانگی تھا۔ ۱ دانگ = ۲ قیراط و قیراط = ۲ طسوج و طسوج = ۲ جبہ دوسرا ناقص درہم چہار دانگ کسرے زائد اس باب میں بہت سی رائیں مختلف ہیں۔

دینار۔ سونے کا سکہ ہے جسکا وزن ایک مثقال یعنی بقدر ۱ ۳/۴ درہم کے کہتے ہیں۔
۱ مثقال = ۶ دانگ و ۱ دانگ = ۴ طسوج و ۱ طسوج = ۲۰ جبہ و ۱ جبہ = ۲ جو و ۱ جو = ۶ خردل (رائی) ۱۲ فلس = ۶ فتیل و فتیل = ۶ نقیر او نقیر = ۶ قطمیر = ۶ ذرہ پس اس حساب سے ہر مثقال میں ۹۶ جو ہوتے ہیں۔ مثقال۔

سونے کے تولنے کا بھی وزن ہے اور ایک زر مسکوک بھی ہے۔ بعض پرانے نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مثقال یونانی کا رواج جاتا رہا تھا اور وہ دو قیراط کم مثقال مروج سے ہوتا ہے اور درہم یونانی اور درہموں سے مختلف ہوتا ہے ۱/۶ یا ۱/۴ مثقال کی بقدر کم ہوتا ہے۔
اگرچہ ہندوستان میں اور ملکوں سے سونا آتا ہے مگر وہ ملک شمالی کوہستانی میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اور تبت میں بھی اور دریار گنگا اور سندھ کی ریت سے سلونی کے عمل سے سونا نکال لیتے ہیں۔ اکثر اس ملک کے دریاؤں کے ریتوں میں سونا ملا ہوا ہے مگر محنت

اور خرچ کے زیادہ ہونے سے ہر ساحل پر یہ کام سرانجام نہیں پا سکتا صاف چاندی ایک تولہ ۴ سرخ ایک روپیہ کو بکتی ہے پس سوداگر ۹۵۰ روپیہ کی چاندی ۹۶۹ تولہ ۹ ماشہ ۴ سرخ خریدتا ہے جس میں سے شوشہ بنانے میں ۵ تولہ ۴ ۳/۴ سرخ چاندی کم ہوجاتی ہے باقی چاندی میں ۱۰۰۶ روپیے تیار ہوتے ہیں اور ۲۷ ۱/۲ دام کی چاندی بچ رہتی ہے باقی خرچ اور نفع کی تفصیل یہ ہے اول ۲ روپیے ۲۴ دام ۱۲ جیتل مزدوری میں دیئے جاتے ہیں دوم ۱۰ دام ۱۵ جیتل مصالح میں خرچ ہوتے ہیں سوم ۵۰ روپیے ۱۳ دام دیوان شاہی کو دیئے جاتے ہیں چہارم ۹۵۰ روپیہ چاندی کی قیمت کے سوداگر لیتا ہے پنجم اس طرح ۳ روپیہ ۲۱ دام ۱۰ ۱/۲ جیتل سوداگر کا نفع رہتا ہے اور اگر سیم ناسرہ کو اپنے گھر میں پاک صاف کرتا ہے تو بہت فائدہ اٹھاتا ہے۔

چاندی جس کو لاری اور شاہی کہتے ہیں اور سیم آعشتہ ایک روپیہ کی ایک تولہ ۴ سرخ خریدی جاتی ہے اس حساب سے ۹۵۰ روپیہ کی ۹۸۹ تولہ ۷ ماشہ چاندی سوداگر خریدتا ہے سباگی کے عمل میں ۱۴ تولہ ۱ ماشہ ۱ سرخ چاندی جلجاتی ہے یعنی سو تولہ میں ڈیڑھ تولہ وہ کم ہوجاتی اور شوشہ بنانے میں ۴ تولہ ۱۰ ماشہ ۳ سرخ کم ہوتی ہے باقی چاندی میں باون روپیے ڈھلتے ہیں اور خاک کھرل سے ۳ ۱/۴ روپیہ کی چاندی نکل آتی ہے باقی نفع خرچ کی تفصیل یہ ہے اول ۴ روپیے ۲۷ دام ۲۴ ۳/۴ جیتل مزدوری میں دیئے جاتے ہیں دوم ۵ روپیے ۲۴ دام ۱۵ جیتل اور ضروری کاموں میں سوم ۵۰ روپیے ۲۴ دام سرکار شاہی میں داخل کیے جاتے ہیں چہارم ۹۵۰ روپیے چاندی کی قیمت کے لیے جاتے ہیں پنجم اس طرح ۴ روپیہ ۲۹ دام فائدہ کے ہوتے ہیں۔

۱۰۴۴ دام کا ایک من تانبا آتا ہے یعنی ۲۶ دام ۲ ۱/۲ جیتل سیر اسمیں ایک سیر تانبا تو گلانے سے کم ہوجاتا ہے اور ہر سیر میں ۳۰ دام بنتے ہیں کل دام ۱۱۷ دام ڈھلتے ہیں جس میں سے سوداگر تانبے کی قیمت لے لیتا ہے اور ۱۸۱ دام ۱۹ ۱/۲ جیتل فائدہ تانبے

کی قیمت لے لیتا ہے ادام ۹ جیتل مزدوری میں جاتا ہے اور ۱۵ دام ۸ جیتل اور ضروریات خرچ ہوتا ہے اور ۸۵ ½ دام دیوان اعلیٰ میں دیئے جاتے ہیں۔

(۱۳) آئین پیدائش فلزات میں (۱۴) آئین گرانی وسکی میں۔ اگرچہ نہایت تحقیق سے بڑے دلچسپ لکھے ہیں مگر وہ علوم طبیعہ کیمیا سے تعلق رکھتے ہیں اسلیے انکو فروگذاشت کرتے ہیں۔

پادشاہ کو آبادی کا خیال ایسا ہے کہ کام شائستگی سے ہوتے ہیں اور مخلوق کی آرائش ہوتی ہے ظاہری امور کے معنی کھلتے ہیں۔ عورتوں کی افراط جو بزرگ دانشوروں طبیعت کے ظلمت کدہ میں لے گئی اس نے اور پادشاہ کی بینش میں فروغ بڑھائی۔ اور تعلقات سے پادشاہ کو وارستہ بنایا۔ منزل (گھر) نے گزیدہ روش سے آراستگی پائی اور خاندانوں کا انتظام ہوا پادشاہ نے ہندوستان اور اور ملکوں کے بزرگوں سے خواستگاری کر کے پیوند یکجہتی پیدا کیا۔ دنیا کی آشوب گاہ کو چین اور آرام ملا جیسے کہ پادشاہ نے اپنی دیدہ وری کے فروغ سے بیرونی خدمت کے شائستوں کو گمنامی کے خاک سے اٹھا کر بلند پایہ کیا ہے ایسی ہی اپنی پیش بینی سے پرستاران بیرونی میں سے ہر ایک کو اپنے اندازہ کے موافق بڑھایا ہے کوتاہ اندیش تو یہ جانتا ہے کہ خاک آلود سونا پاک ہو گیا مگر ژرف نگاہ سمجھتا ہے کہ یہ اکسیر سازی اور کیمیا طرازی ہے۔ جب جمادات کو بوٹیاں بدل دیتی ہیں اور مس اور آہن کو زر بنا دیتی ہیں اور قلعی و سرب کو نقرہ۔ پس اگر کوئی بزرگ آدمی کسی ناکس کو آدمی بنادے تو اسمیں کیا تعجب ہے ؎

چہ نیکو زوند این مثل ہوشمنداں   کہ اکسیر بخت است چشم بلنداں

پادشاہ انتظام میں ژرف نگہی۔ پایہ شناسی۔ قدردانی۔ کاردوستی بردباری کرتا ہے وہ خشمناکی میں بھی مہر افزائی کرتا ہے سنی ہوئی بات کو دوربینی سے تولتا ہے۔ خیال پرستی سے کنارہ کرتا ہے۔ وہ آدمیوں کی نیایش گری کو بزرگ نعمت سمجھتا ہے اور دنیا کی شراب سے عقل کو گزند نہیں پہنچاتا۔

بادشاہ نے ایک حصار بزرگ بنایا ہے اور اس کے منازل دلکش میں آرام کرتا ہے اس میں پانچ ہزار سے زیادہ عورتیں رہتی ہیں جن کے لیے جدا جدا مکانات نامزد ہیں۔ اور اُن کو گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور وہ عمدہ خدمات میں سرگرم رہتی ہیں ہر گروہ کی پاسبانی کے لیے پارسا عورتوں کو دیدبان داروغہ مقرر کیا ہے نیک ذات عفت سرشت عورتوں میں ایک کو اشراف بنایا ہے۔ باہر کے کارخانوں کی طرح حرم سرا میں بھی کارخانے آباد کیے ہیں۔ ہر ایک عورت کی کارروائی اسکے لائق مقرر کی ہے ہر ایک مہین بانو کی تنخواہ ماہوار ۱۶۱۰ روپیہ سے لیکر ۱۰۲۷ روپیہ تک اور بعض پرستاران حضور کو ۱۵ روپیہ سے ۲ روپیہ تک اور چند کو ۴ روپیہ سے ۲ روپیہ تک ملتی ہے۔ دربار خاص پر ایک مشرف درست قلم خدمت گزار مقرر ہوتا وہ حرم سرا کی داد و ستد اور نقد و جنس کے حساب کو لکھتا ہے۔

شبستان اقبال کے گرداگرد اندر کی طرف پارسا عورتیں پاسبانی کرتی ہیں۔ اور ان میں سے جو عفت نقش شیوا زبان نزد و یاب ہیں وہ درگاہ خاص پر حاضر ہوتی ہیں۔ در کے باہر خواجہ سرا خدمت کے انتظار میں رہتے ہیں۔ مسافت مناسب پر اخلاص گزیں راجپوت دیدبانی کرتے ہیں۔ ان سے پیچھے پردہ دار (دربان) پہرہ دیتے ہیں۔ باہر چاروں طرف امرا احدیوں اور سپاہیوں کی مرتبہ بمرتبہ چوکی بیٹھتی ہے جس وقت بیگمیں اور امرا کی عورتیں پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہیں تو اول اندر کی خدمت پذیروں کو اطلاع کرتی ہیں اور اُس کا شائستہ جواب پاتی ہیں اور اپنے نوشتہ کو پیشکاران محل کے پاس بھیجتے ہیں اُن میں سے جنکی قدر ہوتی ہے وہ محل میں جاتی ہیں اور بعض خاص بیگموں کو ایک مہینہ رہنے کی اجازت ہوتی ہے

(۱۲) آئین منزل [illegible] سفروں میں

شکاروں اور نزدیک کے سفروں میں یہ انتظام ہوتا ہے کہ اول ایک گلال بار ہوتا ہے جو ایک عجیب حصار پادشاہ کا ایجاد ہے اسکے دروازے دربند بڑے استوار

ہوتے ہین اور قفل و کنجی سے وہ کھلتے اور بند ہوتے ہین وہ سو گز مربع سے کم نہین ہوتا اسکے شرقی کنارہ پر ایک بارگاہ قائم کرتے ہین جس کے اندر دو سہ غہ یعنی مداخل ہوتے ہین اور اُس مین ۴۵ خانے ہوتے ہین اور وہ لمبی ۶۴ گز اور چوڑی ۱۴ گز ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک چوبین بزرگ راوٹی کھڑی ہوتی ہے ....

اور اس کے گرد اور سراپردے ہوتے ہین اور اس کے متصل ایک دو منزلہ کاخ چوبین ہوتا ہے جس مین پادشاہ پرستش کرتا ہے صبح کے وقت وہ اُس مین بیٹھتا ہے اور اس کی کورنش ہوتی ہے۔ پرستاران درونی بے اجازت اس کے اندر نہین جا سکتین اس کے باہر نہایت عمدہ روش سے ۲۴ چوبین راوٹیان دس گز لمبی اور چھ گز چوڑی کھڑی ہوتی ہین اور بزرگ قناتون سے جدا ہوتی ہے اس مین گزیدہ بیگمین رہتی ہین۔ اور کئی ایک خرگاہ و خیمے کھڑے ہوتے ہین جو خاص امیرون ہی کے ساتھ اختصاص رکھتے ہین زردوزی و زربفتی و مخملی سائبانون سے اُن کو زینت دی جاتی ہے اس کے متصل ایک گلیمی سراپردہ طول و عرض مین ساٹھ گز کا کھڑا ہوتا ہے اور اس مین چند خیمے ترتیب پاتے ہین ان مین اردو بیگنیان (مسلح عورتین) اور پارسا عورتین آرام کرتی ہین۔

اس کے باہر دولتخانہ خاص تک ۱۵۰ گز طول و ۱۰۰ گز عرض ایک صحن دلکشا آراستہ کرتے ہین اور اس کا نام مہتابی رکھتے ہین۔ اس کے دونون طرف پہلی طرح سے قناتین لگاتے ہین اور دو گز کے فاصلے پر چھ گزی چوبین گاڑتے ہین جنمین سے ایک ایک گز زمین کے اندر ہوتی ہین اور اسکے سرے پر قبۂ برنجی ہوتا ہے اس کو اندر و باہر دو رسیون سے استوار کرتے ہین اور پہلی طرح سے دیدبان پہرہ دیتے ہین۔

اور اسکے اندر ایک صفہ بناتے ہین اور اسپر چار چوبی نگیرہ لگاتے ہین رات کے وقت پادشاہ اسپر بیٹھتا ہے اور سوائے خاصون کے کسی اور کو وہان بار نہین ہوتا ہمیشہ گلال بار سے پیوستہ ایک دائرہ ہوتا ہے جس کے بارہ حصے ہوتے ہین اور اس کا دروازہ اس مہتابی کی طرف کھلا ہوا

اس مین چوبین راوٹی دہ گزی اور ایک خیمہ چہل خزانہ سے آراستہ کرتے ہین اور اسپر بارہ شامیانے
دوازدہ گزی سایہ ڈالتے ہین اور چند قناتون سے انھین جدا کرتے ہین اس خلوت گاہ کو اچکی خانہ
کہتے ہین۔ ہر نشیمن گاہ مین ایک صحت خانہ ہوتا ہے پادشاہ نے طہارت خانہ کا نام صحت خانہ
رکھا تھا اس سے ملا ہوا گلیمی سراپردہ ۱۵۰ گز طول و عرض کا جس کے ۱۶۰ حصے ۶۳ گز مربع
ہوتے ہین قائم کرتے ہین پہلی طرح سے اُس کو قبہ و چوب سے زینت دیتے ہین اُسکے
درمیان بارگاہ بزرگ ایکہزار فراش کھڑا کرتے ہین اسمین ۲۴ خزانہ (کمرے) ہوتے ہین اور
پندرہ گز سے غ (کشادگی) ہوتی ہے اسپر قلندری ڈالتے ہین وہ موم جامہ سے یا کسی ہلکی چیز کے
خیمہ کی شکل کی بنی ہوئی ہوتی ہے بارش و تابش مین اس سے فائدہ ہوتا ہے اس کے گرداگرد
پچاس شامیانے دوازدہ گزی لگے ہوتے ہین اس دولتخانہ خاص کے بھی در اور دربند ہوتے
ہین۔ امرا بزرگ اور اعیان سپاہ کو بخشی حکم دے کر اس مین آنے دیتے ہین اور ہر مہینے مین ایک
دربار ہوتا ہے اندر اور باہر منقش فرشون سے آراستگی ہوتی ہے ایک گلالبار شگرف نمودار ہوتا
ہے اور اسکے باہر تین سو پچاس گز طناب کھچی ہوتی ہے ہر تین تین گز پر ایک چوب لگی ہوتی
ہے اس کے گرداگرد آدمی دیدبانی کرتے ہین۔ اس نشاط گاہ کی نہتا پر بارہ طناب شصت گزی
کی دوری پر نقارخانہ بنایا جاتا ہے اور اس فضا کے درمیان اکاش دیا روشن ہوتا ہے (ایک
بڑی لمبی چوب پر چراغ روشن ہوتا ہے) اول میر منزل کسی جگہ کو پسند کرتے ہین اور وہان خیمے
فراش ایستادہ کرتے ہین اور خیمون کو آگے لیجا کے کھڑا کرتے ہین اور پادشاہ کے آنے کے منتظر رہتے
ہین سو فیل و پانچ سو اونٹ اور چار سو ارابے دو سو کہاران خیمونکی باربرداری کرتے ہین۔ پانچسو سوار
منصب دار و احدی اور سوائے اس کے ہزار فراش ایرانی تورانی ہندی اور پانچ سو بیلدار
دو سو سقے و پچاس بڑھئی و خیمہ دوز و مشعلچی و ۳۰ چرم دوز و ڈیڑھ سو خاکروب ہمیشہ خدمت کرتے
رہتے ہین پیادہ کا ماہوارہ ۲۴۰ دام سے ۱۳۰ دام تک۔

پادشاہ لشکر کو فراہم کمتر کرتا ہے مگر پادشاہ جس جانب یورش کرتا ہے بہت لشکر جمع ہوجاتا ہے

تو وہ اس کو نواح مین کامون پر مامور کرکے بھیجدیتا ہے اور ہمراہی کی اجازت نہین دیتا۔ پیٹا کا انبوہ اور آدمیون کا ہجوم اتنا ہوتا کہ دونون لشکری اپس مین ایک دوسرے کا گھر نہ پاتے بیگانے کا تو کیا ذکر ہے۔ بادشاہ نے لشکر اوتارنے کا یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ بہت آدمیون کو آسودگی ہوتی تھی۔ ایک دلکشا زمین پر جس کا طول ۱۵۳۰ گز ہوتا اس مین شبستان اقبال و دولت خانے و نقارخانہ انتظام پاتا جن کا بیان اوپر ہوا اسکے پیچھے دائین بائین و پیچھے کی طرفون مین سو گز زمین کھلی رکھتے اس مین سواے کشکدارون (چوکی والون) کے کوئی اور آدمی نہین چل سکتا تھا۔ اس کے درمیان سو گز کے فاصلہ مین قول (مرکز) مین حریم مکانی و گلبدن بیگم اور اور پارسا گوہر عورتین اور شاہزادہ دانیال اُترتے۔ دائین طرف شہزادہ سلطان سلیم اُترتا۔ بائین طرف اور شہزادے اور شاہ مراد۔ پھر کچھ فاصلہ پر بیوتات ہوتے۔ ان کو ۳۰ گز چھوڑ کر ہر گوشہ مین چوپڑ کا بازار ہوتا اور ہر طرف باندازہ پایہ امرار کے خیمے ہوتے۔ شنبہ و جمعہ و پنجشنبہ کے چوکیدار قلب گاہ مین اور یکشنبہ دوشنبہ کے چوکیدار دائین طرف و سہ شنبہ و چہارشنبہ کے بائین طرف پایہ بہ پایہ رہتے۔

روشن دل پادشاہ نور کے دوست رکھنے کو ایزد پرستی و ستایش الٰہی جانتا ہے جو تاریک دل نادان ہین وہ اس کو خدا فراموشی اور آتش پرستی خیال کرتے ہین اسکو خرد پژوہ ژرف مین خوب سمجھے ہین جبکہ برگزیدون کی عبادت ظاہری شائستگی رکھتی ہے اور اسکے نہ کرنے پر نفرین ہوتی ہے تو اس عالی عنصر آتش (جو سب عنصر و لمین اوپر ہے)

بزرگداشت کیون نہ سزاوار ہو جو مردم زاد کی سرمایہ ہستی اور پایندی ہو اور اسکی نسبت کیون نہ بُرا خیال ہو۔ شیخ شرف الدین منیری نے کیا خوب کہا ہو کہ جس کسی کا آفتاب غروب ہوجائے اگر وہ چراغ سے موافقت نہ کرے تو کیا کرے؟ شعلہ اسی سرچشمہ آلہی (آفتاب) کا نور ہے اور اسی گوہر جہتیوہ قدسی کی نشانی ہے۔ اگر خورید آذر (سورج و آگ) نہ ہوتے تو غذا و دوا کیونکر پیدا ہوتی اور چشم جیتا کس کام کی ہوتی۔ آفتاب کی آتش آسمانی ہے۔ دوپہر کو جب آفتاب جہان کو

روشن کرتا ہے تو ایک چمکتا ہوا پتھر کا سفید بہرہ جس کو ہندی مین سورج کرانت کہتے ہین۔ آفتاب کے روبرو لاتے ہین اور اس کے پاس روئی رکھتے ہین اسطرح روئی مین آگ لگجاتی ہے اور یہ آسمانی آتش کارگاہون کو سپرد ہوتی ہے اس آگ سے چراغ بھی و مشعل بھی و نور بھی اپنا کام نکالتے ہین جس برتن مین اس آگ کو محفوظ رکھتے ہین اس کو اگن گیر کہتے ہین۔

اور ایک چمکتا ہوا پتھر سفید رنگ کا نکلا ہے جس کو چندر کرانت کہتے ہین اس کو چاند کے مقابل رکھتے ہین تو پانی تراوش کرتا ہے۔

جب ایک گھڑی دن باقی رہتا ہے تو پادشاہ اگر سوار ہو تو پیادہ ہوتا ہے اور اگر سوتا ہو تو بیدار کیا جاتا ہے۔ ظاہر و باطن کو ہمرنگ بناتا ہے۔ جب آفتاب چھپ جاتا ہے تو خدمت گذار بارہ زرین سیمین لگنون مین کافوری شمعین روشن کر کے پادشاہ کے روبرو لاتے ہین اور ایک گویا شیوا زبان ہاتھ مین شمع کو لیکر خدا کے آگے بھجن طرح طرح سے گاتا ہے پھر پادشاہ کو دعا دیتا ہے اور اس دعا پر ختم کرتا ہے۔ پادشاہ اس نیایش و نیاز کو برتر جانتا ہے اور اس سے فروغ تازہ پاتا ہے۔

شمعدان اور فانوسون مین ہنرمندون نے اپنے کام تازہ دکھائے ہین ان مین بعض دہ منی اور بعض اس سے زیادہ وزنی بناتے ہین اور انپر چند پیکر بناتے ہین بعض ان مین ایک شاخہ ہین بعض دو شاخہ۔ پادشاہ نے ایک فانوس ایک گز بلند ایجاد کی ہے اسکے اوپر پانچ فانوسین لگائی ہین ہر ایک پر ایک جانور کی صورت ہے اور ان مین بعض کافوری شمعین تین تین گز سے زیادہ اونچی لگاتے ہین اور ان کو زینہ لگاکے بجھاتے ہین اندر اور باہر روشنی کے لیے شمعین بھی روشن کرتے ہین ماہ قمری کے اول و دوم و سوم شب کو کہ روشنی کمتر ہوتی ہے آٹھ فتیلے روشن کیے جاتے ہین اور چہارم سے دہم تک ایک ایک فتیلہ کم ہوتا جاتا ہے دسوین کو چاندنی خوب ہو جاتی ہے تو ایک فتیلہ روشن ہوتا ہے اور اس طرح یازدہم تک روشنی ہوتی ہے سولھوین سے انیسوین تک ایک بتی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور بیسوین مین بھی انیسوین

کی طرح روشنی ہوتی ہے پھر ایک ایک بتی اونیسوین سے بائیسوین تک زیادہ ہوتی ہے اور تیئسوین کو بائیسوین کی طرح روشنی ہوتی ہے اور چوبیسوین سے ایک ایک بتی زیادہ ہوتی ہر اور سلخ تک آٹھ آٹھ بتیان جلتی ہین ہر بتی مین ایک سیر روغن اور آدہ سیر روئی جلتی ہے۔ بعض جگہہ تیل کی بتیون کی جگہہ چربی کی بتیان روشن کرتے ہین فتیلہ کے چھوٹے بڑے ہونے پر تیل و روئی کے جلنے کی مقدار موقوف ہے۔ پادشاہ نے اس لیے کہ ہی بارگاہ کو لوگ جلد پائین۔ ایک چراغ اس طرح روشن کیا کہ دربار کے آگے ایک ستون چالیس گز سے بھی زیادہ اونچا کھڑا کرتے ہین اور اس کو سولہ طنابون سے استوار کرتے ہین اور اس کے اوپر ایک فانوس جلاتے ہین اس کو اکاش دیہ کہتے ہین۔ دور دور اس کی روشنی جاتی ہے اُسے دیکھ کر پادشاہ کی درگاہ پر آدمی پہونچ جاتے ہین۔ پہلے لوگ پور شون مین حیران ہوتے تھے اور مقصد نہ پاتے تھے اس کارخانے مین بہت سے منصب دار اور احدی و سپاہی خدمت گزین ہین پیادہ کا علوفہ زیادہ ۲۴۰ دام اور کم ۸۰ دام ہین

فرمان روائی وہ فرۂ ایزدی ہے کہ بغیر کوشش امکانی کے قدرت ایزدی کا دست بنہا ہے عاقل اورنگ نشین صورت آرائی مین دل نہاد اس ملیئے ہوئے کہ اُس کو ایزدی فروغ کا چہرہ آرا جانتے ہین اس کا کچھ حال لکھا جاتا ہے۔

(۱) اورنگ۔ طرح طرح کے بنائے جاتے ہین۔ مرصع۔ زرین۔ سیمین وغیرہ

(۲) چتر۔ بیش قیمت جواہر اس مین لگائے جاتے ہین اور سات سے وہ کم نہین ہوتے۔

(۳) سائبان۔ اسکی شکل بیضئی ہوتی ہے بلندی مین ایک گز ہوتا ہے اس کا دستہ چتر کی مانند ہوتا ہے زربفت وغیرہ اس پر لپٹا ہوتا ہے اور بڑے بڑے موتیون سے آراستہ ہوتا ہے خدمت گزین اس کو تیار رکھتے ہین دھوپ مین اُس کو لگاتے ہین اور اس کو آفتاب گیر کہتے ہین۔

(۴) کوکبہ۔ کئی ایک محفل کی پیشگاہ مین لٹکاتے ہین۔ یہ چار چیزین سوائے پادشاہ کے کسی

کسی اور کے شکن مین داخل نہین ہوسکتین۔

(۵) علم۔ سواری کے وقت تور کے ہمراہ پانچ سے کم علم نہین ہوتے ہمیشہ سقرلاط کے غلافون مین رہتے ہین۔ جشن اور رزم کے دنون مین کھلتے ہین۔

(۶) چتر توق۔ علم کی قسم مین سے ہے مگر اس سے چھوٹا ہوتا ہے اور اسپر چند قطاس (ایک کوہی جانور کی دم) لگاتے ہین۔

(۷) تمن۔ توق بھی چتر توق کی مانند ہوتا ہے لیکن اس سے لمبا ہوتا ہے۔ علمون مین ان دونون کا پایہ برتر ہے۔ بزرگ نوئینون کے ساتھ چتر توق مخصوص ہے۔

(۸) جھنڈہ۔ ہندی علم ہے۔ تور مین اس قسم کے علم کا ہونا ضرور ہے اور بزرگ ہنگامون مین وہ بہت سے بنائے جاتے ہین۔ نقارخانے مین جو باجے بجائے جاتے ہین

(۱) کمورگہ جسکو عرف مین دمامہ کہتے ہین اٹھارہ جوڑیون سے کچھ کم زیادہ بلند آوازہ ہوتے ہین۔

(۲) نقارہ۔ ۲۰ جوڑیون سے کچھ کم و زیادہ بجتے ہین۔

(۳) دھل چار بجتے ہین۔

(۵) کرنا۔ سونے۔ چاندی۔ پیتل۔ وغیرہ کے بنائے ہین۔ چار سے کم نہین بجتے۔

(۶) سرنا عجمی و ہندی ہین نوطرح کے بجتے ہین۔

(۷) نفیر عجمی فرنگی ہندی ہوتے ہین ہر قسم مین سے کئی ایک بجائی جاتی ہین۔

(۸) سنکھ۔ تانبے کا گاے کے سینگ کی شکل کا بناتے ہین ان مین دو کو ساتھ بجاتے ہین۔

(۹) سنج تین جوڑی بجاتے ہین پہلے جب چار گھڑی رات باقی رہتی تھی اور انسی قدر دن بجائی جاتے تھے اب اول آدھی رات کو کہ جہان کا نور فروز (سورج) بلندی پر چڑہنا شروع کرتا ہے اور دوم اسکے نکلنے کے وقت یہ باجے بالترتیب بجتے ہین۔ بادشاہ موسیقی کے علم و عمل کو خوب جانتا ہے اور خاص نقارہ بجانا اس کو خوب آتا ہے۔ اس کارخانہ مین منصب دار واحدی اور سپاہ خدمت گزار ہین۔ ان مین ماہیانہ پیادون کا ۳۴۰ دام سے زیادہ ۷۴ دام سے

کم نہین ہے۔

تینون رکن سلطنت (منزل آبادی۔ سپاہ آبادی۔ ملک آبادی) مین مہر کی ضرورت پڑتی ہے۔ آغاز سلطنت مین مولانا مقصود مہرکن نے اسمین کار پردازی کی تھی۔ فولادی سطح کے گرد پادشاہ کا اور اس کے باپ دادا کا نام صاحب قرآنی تک خط رقاع مین کندہ کیا تھا بعد ازان فقط پادشاہ کا نام نستعلیق مین کندہ کیا اور دادخواہی کے کامون کے لیے محراب کی مانند مہر بنائی گئی اور پادشاہ کے نام کے گرد یہ شعر منقش ہوا ؎

راستی موجب رضائے خداست　　کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

تمکین نے مہر دوم از سر نو بنائی۔ پھر مولانا علی احمد دہلوی نے اس کی نگارش مین سحر پردازی کی۔ چھوٹی گول مہر کو اوزک کہتے ہین اور فرمان بتتی پر وہ لگتی ہے بڑی مہر جس مین پادشاہ کے باپ دادا کا نام ہے وہ پہلے سلاطین آفاق کے خطوط پر لگتی تھی مگر اب دونون کامون مین کام آتی ہے اور اور احکام کے واسطے چہار گوشہ مہر ہوتی ہے جسپر اللہ اکبر جل جلالہ ہے۔ نقش پذیر ہے۔ شبستانی کاروان کے واسطے ایک خاص مہر جدا ہے اور خزاین کے ختام کے واسطے ایک مہر جدا ہے اور اسپر نگارش چند طرح کی۔

پادشاہ اس کارخانہ کو گزیدہ مسکن اور گرمی و سردی کی پناہ اور باران کا نگاہبان اور پیرایہ سلطنت جانتا ہے اور اس کی آرایش کو فرمان دہی کی شکوہ اور ایزدی پرستش سمجھتا ہے۔ پادشاہ کی کارآگہی سے اس کارخانہ کی چگونگی اور چندی مین افزایش ہوگئی ہے اور اس مین بہت باتین ایجاد ہوئی ہین ان کا حال لکھا جاتا ہے۔

(۱) بارگاہ بزرگ مین دس ہزار آدمیون سے زیادہ سایہ نشین ہوتے ہین۔ ہزار فراش ایک ہفتہ مین آلات جر کی قوت سے اُسے ایستادہ کرتے ہین اگر وہ دو سرغہ (دروازہ جو چوبون کو لگا کے بنایا جائے) ہوتے ہین۔ چندوے کی چادرون سے پیوند پاتے ہین وہ جو سادہ بنایا جاتا ہے جس مین زربفت و مخمل و طلا نہین لگایا جاتا دس ہزار روپیہ سے

چھوڑکرایک خلوتخانہ بنا لیتے ہین اور کبھی چار شامیانون کو اوپر کو چڑھا دیتے ہین اور کبھی ایک ضلع کو کھولتے ہین۔

(۷) آٹھ گٹھبہ آٹھ ستونون پر سترہ شامیانے کبھی جدا کبھی پیوستہ بلند ہوتے ہین۔

(۸) خرگاہ طرح طرح سے بناتے ہین کبھی ایک درے کبھی دو درے۔

(۹) شامیانے طرح طرح کے ہوتے ہین مگر بارہ گز سے زیادہ شامیانے نہین بناتے۔

(۱۰) قلندری اوپر بیان ہوا۔

(۱۱) سراپردہ۔ پہلے زمانہ مین وہ ایک موٹے کپڑے آبغتہ کا بنتا تھا اب پادشاہ اُس کو گلیم کا بنواتا ہے اس سے شکوہ بڑہتی ہے اور زیادہ سودمند وہ ہوتا ہے۔

(۱۲) گلال بار۔ چوبین سراپردہ ہوتا ہے خرگاہ کی دیوار کی طرح چمڑے کی قسمون سے استوار ہوتا ہے۔

(۱۳) گلیم۔ نادر طرح کے نقش ونگار اور دلکشا کر ہین ان مین لگائی ہین آزمودہ کار استادون کو اپنے متعین کیا ہے اور انھون نے اپنے کارنامون کو اس مین آراستہ کیا۔ اب کوئی ایرانی تورانی گلیم کو یاد نہین کرتا اگرچہ اب بھی سارے سال گوشکان۔ خوزستان۔ کرمان۔ سبزوار سے سوداگران کو لاتے ہین۔ ہر طرح کے قالی بافون نے یہان اپنے گھر بنا لئے ہین اور بہت فائدہ انکو ہوتا ہے۔ ہر شہر مین خاص کر آگرہ و فتحپور و لاہور مین یہ زیادہ عمدہ بنتے ہین۔ کارخانہ خاص مین جُبیل گلیم لمبان مین ۲۰ گز، ۷ طسوج چوڑان مین ۶ گز ۱۱½ طسوج بنتے ہین اس مین خرچ ۱۰ ا روپے ہوتے ہین اور واقفکار اسکی قیمت ۱۵۲۷ روپے آنکتے ہین۔

(۱۴) تکیہ نمد۔ کابل و ایران سے آتے ہین اس ملک مین بھی بہت بنائے جاتے ہین۔ جاجم شطرنجی و بلوچی و نادر پوریئے کہ ابریشم بافتہ معلوم ہوتے ہین بہت کام مین آتے ہین جنکے بیان سے داستان دراز ہوجائے گی۔

پادشاہ اس سرچشمہ زندگی کو آب حیات کہتا ہے اور اسکی پاسبانی درست کار سیراب مغزون کو سپرد کرتا ہی

پادشاہ بہت پانی نہین پیتا اس مین بہت احتیاط کرتا ہو۔ سفر وحضر مین گنگا کا پانی نوش کرتا ہے اور
گنگا کے کنارے پر معتبر آدمی متعین ہین وہ احتیاط سے پانی کو کوزون مین بھر کر سر بمہر بھیجتے ہین۔
جب آگرہ وفتح پور مین وہ ہوتا ہے تو قصبہ سورون سے اور جب لاہور مین ہوتا ہے تو ہردوار سے اسکے
لیے گنگا کا پانی آتا ہے کھانے پکانے مین آب جمن وچناب وآب باران خرچ ہوتا ہے اسمین کچھ گنگا کا
پانی بھی ملا دیتے ہین اور سیر وشکار مین وہ دیدہ ورون کو مقرر کرتا ہے کہ دور بینی سے پانی کا امتحان
کرلین۔ پادشاہ نے شورہ سے کہ بندوق کی دارو مین آگ لگاتا ہے پانی ٹھنڈا کرنے کی ترکیب
نکالی ہے جس سے سب چھوٹے بڑے خوش ہوتے ہین۔ شورہ ین خاک ہوتی ہے اس کو روزانہ برتن
مین بھرتے ہین اور اسپر پانی چھڑکتے ہین اور ٹپکاتے ہین اور اس چکیدہ کو جوش دیتے ہین اور خاک
سے جدا کرکے اس کو بستہ کرتے ہین اسکی قیمت ۳/۴ من سے ۴ من تک ایک روپیہ ہوتی ہے۔
جب ۳۱ الٰہی لاہور مین پادشاہ کا قیام ہوا تو برف ویخ کا رواج ہوا۔ شمالی کوہ کے قریب ایک
قصبہ پنہان لاہور سے ۴۵ کوس پر ہو وہان سے دریا وخشکی کی راہ سے ڈاک چوکی مین بہل وکہار برف
لاتے ہین اور برف فروش بہت فائدہ کماتے ہین اور اس سے کہ دمہ کو عشرت ہوتی ہے روپیہ کی
دو تین سیر برف بکتی ہے۔ سب سے اچھی ترکیب اسکے لانے کی کشتی مین ہے پھر بہلی مین یا کہارون پر
کوہ نشین دامنہ کوہ مین اگر اُسکے پنڈ بیچتے ہین پنڈ ۳۰ سیر سے زیادہ اور ۲۵ سیر سے کم نہین ہوتا۔
پانچ دام اسکی وہ قیمت لیتے ہین۔ برف کے لانے کے لیے دس کشتیان مقرر ہین ان مین سے ایک
ہر روز دار السلطنت مین پہونچتی ہے اور ہر کشتی پر چار ملاح مقرر ہین ہر پنڈ گل گلا کر ۱۲ سیر سے ۱۰ سیر
تک رہ جاتا ہو اور اسمین گرمی سردی سے فرق ہوجاتا ہے۔ ہر بہلی مین دو پشتوارہ ہوتے ہین اور چودہ
چوکیان گھوڑونکی بدلتے ہین اور اسکے سوای ایک ہاتھی بھی کام مین آتا ہو اگر کہار لاتے ہین تو اٹھائیس کہار
چودہ چوکیون مین بدلے جاتے ہین اور ہر روز ایک پشتوارہ چار پارچہ کا وہ لاتے ہین بڑے آدمی تو سارے
سال برف سے اپنے عشرت بڑھاتے ہین اور عوام صرف موسم گرما مین اسکا مزہ اُڑاتے ہین۔
(۱۲) آئین مطبخ
آئین مطبخ مین پادشاہ نے بہت سی طرزین دانا پسند اور دور اندیشیان جاری کی ہین کوئی وجہ نہ تھی کہ

اسطرف توجہ نہین کرتا اس لیے کہ اعتدال مزاج و توانائی تن و صوری باطنی فیض کی پذیرائی اور دینی و دنیوی سعادت کا منشا غذائے مناسب اور اندیشہ درست سے وابستہ ہے آدمی اور جانور مین اس علم کے سبب سے تمیز ہوتی ہے ورنہ کھانے مین دونون ہم پلہ ہین - پادشاہ کھانے کی فرمایش نہین کرتا کہ آج میرے لیے کیا پکایا جائے - رات دن مین ایک دفعہ کھاتا ہے اور سیر ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور کھانے کا وقت کوئی مقرر نہین رکھا مگر کارپرداز کھانے کو تیار رکھتے ہین جسوقت فرمایش ہوتی ہے ایک وقت مین سو قاب تیار ہوتی ہین شبستان کے پرستارون کے لیے جو راتبہ مقرر ہے وہ صبح سے رات تک تقسیم ہوتا ہے اس کارخانہ مین دیانت مند کارآگاہ مقرر ہوتے ہین - انتظام سلطنت کا کل کام جس وزیر کو سپرد ہوتا ہے وہ خاص اس کام پر توجہ کرتا ہے پادشاہ خود اسکی نگہبانی کرتا ہے - ایک میر بکاول مقرر ہوتا ہے کہ وہ اپنی دیدہ وری سے اس کارخانے کو آباد رکھتا ہے اور اسکے ہمراہ اور پارسا گوہر مقرر ہوتے ہین - نقد و جنس کے خزانچی مقرر ہوتے ہین اور ایک تحویلچی مشرف ہوتا ہے اور خورش گر مقرر ہوتے ہین - ہر ملک کے بورچی کھانے پکاتے ہین اور ہر طرح کی حبوب ترکاری گوشت و روغن شیرینی و مصالح دار کھانے پکتے ہین -

شہر و لشکر سے باہر دریا یا تال کے کنارہ پر تسلیخ ہوتی ہے کہ اسکے پانی سے گوشت دھل دھلا کر بورچی خانہ مین آتا ہے اور دوبارہ پھر یہان پانی سے دھویا جاتا ہے -

طلا و نقرہ و سنگین و گلین دیگچیون مین پادشاہ کا خاصہ پکتا ہے جب کھانا دسترخوان پر چنا جاتا ہے تو اول اسکو پکانے والے اور بعد ازان میر بکاول چکھتے ہین - تانبے کے برتنون پر ایک مہینے مین دو دفعہ قلعی ہوتی ہے اور شاہزادون اور امیرون کے ہان ایک دفعہ - جو برتن ٹوٹ جاتے ہین وہ مسگرون کو دیدیے جاتے ہین - ترکاریون کا ایک کھیت بورچیخانہ سے متعلق ہوتا ہے جس سے تازی ترکاریان آتی ہین -

کھانے اتنی طرح کے پکتے ہین کہ ان کا بیان کرنا دشوار ہے - جو کھانا پکتا ہے وہ ان تین حال سے خالی نہین ہوتا - اول گوشت جسکو زبان عرف مین صوفیانہ کہتے ہین - دوم گوشت یا برنج - سوم گوشت

آئین مصالح - (۲۵) آئین نان (۲۶) آئین صوفیانہ (۲۷) آئین اجناس

مع مصالح ہر قسم کے کھانے دس دس طرح کے ہوتے ہین اور روٹیان بہت طرح کی پکتی ہین۔

پادشاہ اپنی کار آگہی کے سبب سے گوشت کی طرف بہت کم رغبت رکھتا ہے اکثر وہ ارشاد فرماتا ہے کہ آدمی کے لئے طرح طرح کی خورش موجود ہے مگر وہ اپنی گرگ خوئی اور بے دانشی سے جاندارون کو آزار دیتا ہے اور ان کے مارنے اور کھانے سے پرہیز نہین کرتا اور کم آزاری کو نہین دیکھتا اور اپنے تئین جانورون کا گورستان بناتا ہے۔ اگر بار تعلق میرے سر پر نہوتا تو گوشت کھانا یکبارگی چھوڑ دیتا (اکبر نامہ مین لکھا ہے کہ اُس نے بالکل گوشت کھانا اس خیال سے نہین چھوڑا کہ اوسکے چھوڑنے سے اور بہت آدمی اس کو چھوڑ دیتے جس سے ان کو نہایت تکلیف ہوتی اور انکی صحت مین فرق آتا) کچھ دنون وہ زمانہ کی چال پر چلا۔ پھر کچھ مدت تک جمعہ کے دن گوشت کھانا چھوڑا۔ بعد ازان اتوار کو اس سے پرہیز کیا۔ ہر شمسی ماہ کے غرہ کے دن یعنی روز تحویل کو روز مہر (اتوار) کو اور خسوف و کسوف کو اور دو صوفیانہ دنون کے بیچ کے دن اور رجب کے دوشنبہ کو۔ ہر ماہ الٰہی کے جشن کے دن۔ کل ماہ فروردین کو اور اپنی ولادت کے مہینے آبان مین پادشاہ گوشت نہین کھاتا۔ ماہ آبان کے لئے یہ مقرر ہوا تھا کہ پادشاہ کی عمر کے جتنے سال ہون اتنے دنون آبان مین گوشت نہ کھائے۔ اسکی عمر ماہ آبان کے ایام سے زیادہ ہوگئی ہے اسنے ماہ آذر کے کچھ دنون مین بھی گوشت نہین کھایا۔ پادشاہ ہر سال صوفیانہ دن اپنے بڑھاتا جاتا ہے جو پانچ سے کم نہین ہوتے۔ جب ایام صوفیانہ مین مداخل ہوتا ہی تو وہ کمی کا بدل اور مہینون مین قسمت کر دیتا ہے۔

جب بزرگ صوفیانہ ایام ختم ہوتے ہین تو اول مریم مکانی کے گھر سے گوشت کا کھانا آتا ہے پھر اور بیگمن اور شاہزادے اور نزدیک کے عزیز وہ بھیجتے ہین۔

طوالت کے خوف سے نرخ اجناس کا آئین چھوڑ دیا۔

(۲۸) آئین میوہ خانہ

پادشاہ میوہ کو خدا کی بڑی نعمت جانتا ہے اور اُسپر بہت رغبت کرتا ہے۔ ایران توران کے کارخانے نے یہان اپنا گھر بنا لیا ہے اور ان کے کشت و کار کو بڑی رونق ہے یہان خربوزہ و انگور عمدہ اور

بکثرت پیدا ہونے لگے ہین - اور ایسے ہی تربز و شفتالو و بادام و پستہ و انار وغیرہ پیدا ہوتے ہین
جب سے کابل و قندھار و کشمیر قلمرو مین آئے ہین تو میوون کے انبار آنے لگے ہین - سال بھر تک
میوہ فروشون کی دکانین و مکان اُن سے بھرے رہتے ہین

گرمی لطیف کو تیزی و کثیف کو تلخی دیتی ہے وہ معتدل کو شوری بناتی ہے - سردی اول کو ترشی
اور دوم کو دھن گیر سوین کو زفت (جو زبان کو کاٹے) اعتدال اول کو چرب اور دوم کو شیرین
سوم کو بے مزہ کرتا ہے اور انھین مزون کی آمیزش سے اور بہت سے مزے پیدا ہوتے ہین -
بعض کہتے ہین کہ اصل مین مزے چار ہین - شیرینی - تلخی - ترشی - نمکینی - انکی آمیزش سے
بیشمار مزے پیدا ہوتے ہین -

پادشاہ خوشبو کو دوست رکھتا ہے اور اس کو پرستش ایزدی کا دستایہ سمجھتا ہے عنبر و عود سے
اور ان عطریات سے جو اسنے ایجاد کئے ہین اور پہلے سے چلے آتے ہین ہمیشہ اسکی محفل عطر آگین رہتی
ہے اور انگیٹھیان زرین و سیمین طرح طرح کی بناتے ہین اور اسمین دھونیان خوشبو دار جلاتے ہین
اور خوشبو دار پھولون کے ڈھیر کے ڈھیر لگے رہتے ہین اور گل کا روغن بناتے ہین اور بالون مین
اسے ڈالتے ہین -

پادشاہ کو قماش پر بڑی توجہ ہے اس لیے ایرانی و فرنگی و خطائی کپڑون کی افراط ہو گئی ہے اور
کارپرداز استادون نادرکار ہنرمندون نے آن کر یہان کے آدمیون کو کپڑا بننا سکھایا ہے - پیشگاہ
حضور مین و شہر لاہور و آگرہ و فتح پور و احمد آباد و گجرات مین کپڑا خوب بناجاتا ہے اور اس پر طرح طرح کی
تصویرین اور نقش و نگار ہوتے ہین - پادشاہ تھوڑے دنون مین اس کام کے علم و عمل سے واقف ہو گیا ہے اور
نادرکارون کی قدرشناسی کے سبب سے اس ملک کے آدمیون نے بھی شعربافی (بالون کا بننا) اور ابریشم طرازی
مین پایہ والا حاصل کیا - پادشاہی کارخانون مین ہر ملک کا کپڑا تیار ہونے لگا اس سبب سے بہت لوگ
زینت دوست ہو گئے اور جشنون کی آرایش بھی اندازہ سے باہر ہو گئی جو کپڑا خریدا جاتا ہے یا بنتا
ہے یا پیش کش مین آتا ہے اُس کی شائستگی سے پاسبانی ہوتی ہے اور جو پہلے آتا ہے وہ پہلے

ہی دیکھا و قطع و سیا و پہنا و بخشا جاتا ہے۔ پہلے کی نسبت کپڑے کی قیمت دو تہائی اور تین چوتھائی کم ہو گئی ہے۔ پادشاہ نے یہ حکم دے دیا ہے کہ خاص امرا خاص کپڑے پہنین تاکہ ان کپڑون کی خواہش معلوم ہو جاوے۔ پادشاہ کے کپڑے ہر فصل مین ہر قسم کے ہزار جوڑے تیار ہوتے ہین۔ امرا کو جو خلعت انعام دیے جاتے ہین اس کا کچھ حساب نہین ہوتا۔ پادشاہ اپنی وارستگی مزاج کے سبب سے پشمینہ پہننے کو پسند کرتا ہے خاص کر شال کو۔

پادشاہ نے پوششون کے نام بدل دیے ہین جامہ کا نام سرب گاتی یعنی تمام بدن کا ڈھانکنے والا رکھا ہے ازار کا نام یار پیراہن۔ نیم تنہ کا نام تن زیب۔ فوطہ کا نام پٹ گٹ۔ برقع کا نام چتر گپت۔ کلاہ کا نام سیس سوبھا۔ بہے بافت کا نام کیس گھن۔ پٹکے کا نام کٹ زیب شال کا نام پرم نرم فرد جو پشمینہ کی ایک قسم ہے پرم گرم۔ سپور دھور کہ تبت مین بنایا جاتا ہے۔ کپور نور یہ پاے افراز کا نام چرن دھرن اور ایسے ہی بہت سے نام (اس سے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ اکبر کو ہندی نام رکھنے کا بڑا شوق تھا)

کشمیر سے زیادہ تر شالین آتی ہین اور مالدار انکی چار تہین بنا کے مدتون تک پہنتے اور اب چھوٹے بڑے اسکی ایک تہ پہنتے ہین۔ پادشاہ کا یہ ایجاد ہے کہ وہ ہمیشہ دو تہ پہنتا۔ پادشاہ کی توجہ سے کشمیر مین شال بافی کا ہنگامہ خوب گرم ہو گیا اور لاہور مین ایکہزار سے زیادہ کارخانہ جاری ہو گئے ادھر ان مین ابریشمی تانا اور پشمین بانا لگا کے شال بنتے ہین اور اس کو مایان کہتے ہین اور ان سے چیرے اور فوطے تیار کرتے ہین۔

سفید و سیاہ رنگ کو اصل رنگ خیال کرتے ہین اور ان کو رنگون کی طرفین (افراط و تفریط) کہتے ہین اور باقی اور رنگ انھین سے پیدا ہوتے ہین جیسے بہت سا سفید رنگ اور سیاہ رنگ مل کر زرد رنگ پیدا کرتا ہے اور سفید و سیاہ رنگ برابر برابر مل کر سرخ رنگ پیدا کرتے ہین۔ سفید رنگ بہت سیاہ رنگ کے ساتھ مل کر سبز رنگ پیدا کرتا ہے اور رنگ انھین رنگون کے مخلوط کرنے سے پیدا ہوتے ہین اسے یاد رکھنا چاہیے کہ سردی سے جسم تر سفید ہوتا ہے و

خشک سیاہ وگرمی سے جسم رطب سیاہ اور خشک سفید ہوتا ہے۔ اور یہ گرمی وسردی اجسام کے رنگون مین تغیر پیدا کرتی ہے اس لیے کہ اجسام قابل ہیولا یعنی اثر قبول کرنے والے رکواکب خاص کر آفتاب کی تاثیر سے جو حرارت رکھتا ہے رنگ بدلتے ہین در رنگون کی فرنگستانی تحقیقات سے ابوالفضل واقف نہ تھا اس لیے اس نے رنگون کا بیان اس طرح کیا ہے کہ رنگ حقیقت مین پھیکا ہے مگر اُس کا بیان خوش رنگ ہے۔

صورت صاحبِ صورت کو تبلاتی ہے اور صاحب صورت معنی کو تبلاتا ہے چنانچہ پیکر خطی حرف ولفظ تبلاتے ہین اور حرف ولفظ ایک مفہوم کو یعنی معنے کو تبلاتا ہے اگرچہ عرفی تصویر اجسام کی کھچتی ہے مگر کارپردازان فرنگ بہت سے خلقی معانی (جیسے شجاعت۔ سخاوت۔ وغیرہ) کی بھی تصویر بنا دیتے ہین مگر خط کا درجہ تصویر سے کہین زیادہ ہے اس سے پہلے لوگون کے تجربے معلوم ہوتے ہین اور عقل کی افزایش کا سرمایہ وہ ہوتا ہے۔

اس سبب سے اول کتاب خانہ کا بیان ہوتا ہے کہ وہ خط کی سب سے زیادہ عمدہ قسم ہے۔ پادشاہ اسپر بہت توجہ کرتا ہے اور اسکے صورت ومعنی مین غور کرتا ہے سچ یہ ہے کہ حسن دوستون کی نظر مین کتاب خانہ نور مقید کی جلوہ گاہ ہے اور دور بینون کی دید مین جام گیتی نما ہے۔ خط کا طلسم قلم ابداع نے ایک روحانی ہندسہ بنایا ہے اور دست تقدیر نے اُسکو آسمانی کتابہ۔ وہ سخن کا رازدار ہے۔ ہاتھ کی زبان ہے سخن تو فقط حاضرون کو نیروی دل دیتا ہے مگر خط دور ونزدیک دونون کو آگہی دیتا ہے۔ اگر خط نہوتا تو سخن کی زندگانی نہوتی اور گذشتہ بزرگون سے کوئی ارمغان دل کو نہ پہونچتا۔ صورت مین تو خط کو فقط دھوئین کی کالک جانتے ہین مگر معنی پرستار اسکو چراغ شناسائی جانتے ہین وہ ایک ظلمت ہے جسمین ہزارون فروغ ہین۔ نہین نہین وہ ایک نور ہے جسپر چشم بد نہ لگنے کے لئے یہ سیاہ خال بنایا گیا ہے وہ علم کا نقش جو لگا رہے۔ شہرستان معنے کا سواد ہے وہ سیہ ابر ہے دانش بار۔ وہ شب تار ہے جو خورشید کو پیدا کرتی ہے۔ گنجینۂ بینا ہی عجیب طلسم ہے کہ خموش گویا ہے۔ باوجود مقیم ہونے کے مسافر اور افتادگی کے بلند پرواز۔ نفس ناطقہ پر علم رازایزدی سے ایک پرتو پڑتا ہے دل اسکو

شہرستان خیال مین لے جاتا ہے۔ خیال ایک برزخ تجرد و مادی کے درمیان ہے جس کے سبب سے
تجرد تعلق آمیز اور اطلاق تقید آلود پیدا ہوتا ہے پھر خیال سے بام زبان پر گام رکھ کر ہوا کی مدد
سے کان مین آتا ہے اور پھر پایہ پایہ ربار تعلق کو کندھے پر ڈال کر اپنی جگہہ پر چلا جاتا ہے اور کبھی
اس مسافر آسمان سیر کو انگلیون کی مدد سے چلاتے ہین۔ اور وہ قلم و دوات کے بحر و بر کو طے
کر کے صفحون کی نزہت گاہ مین اوترتا ہے اور دیدہ کی شاہ راہ سے پھر اپنی جگہہ واپس جاتا ہے
پہلے زمانہ مین حروف پر اعراب نہین لگتے تھے اپنے نقطے جن کا رنگ مکتوب سے غیر ہوتا تھا لگا
تھے۔ زبر کے لئے اوپر اور زیر کے لیئے نیچے اور پیش کے لئے ایک سُرخ نقطہ لگا دیتے تھے
خلیل بن احمد عروضی نے ہر حرکت کی ایک صورت معین کی جس کا اب رواج ہے۔
دیکھو دلون کے مذاق پر حسن خط اور اُس کا تناسب موقوف ہے اس لیئے ہر گروہ اپنا خط جدا ہی
رکھتا ہے اور اتنے خط ہم دیکھتے ہین۔ ہندی۔ سریانی۔ یونانی۔ عبری۔ قبطی۔ معقلی۔ کوفی۔
کشمیری۔ حبشی۔ ریحانی۔ عربی۔ فارسی۔ رومی۔ حمیری۔ بربری۔ اندلسی۔ روحانی۔ اور سوائے
ان کے جن مین پہلی کتابین لکھی ہوئی موجود ہین۔ بعض عبرانی خط کا موجد حضرت آدم ہفت ہزاری
کو بتاتے ہین اور بعض حضرت ادریس کو۔ بعض کہتے ہین اسنے معقلی خط ایجاد کیا اور بعض کہتے
ہین کہ اس معقلی خط سے امیرالمومنین علی نے خط کوفی ایجاد کیا۔ خطوط مین اختلاف سطح و دور سے ہوتا
ہے۔ چنانچہ خط کوفی مین ایک دانگ دور ہے اور باقی سطح۔ معقلی مین سب سطح ہے۔ پرانی عمارتون
کے کتابے اسی خط مین ہین۔ سب سے بہتر وہ خط ہے جس مین سیاہی و سفیدی عمدہ روش سے
جدا ہو۔ پڑہنے مین کچھ اشتباہ نہو۔
ایران و توران و روم و ہند مین آٹھ طرح کے خطون کا رواج ہے اور ان مین سے ہر ایک
خط مین ایک گروہ لکھتا ہے۔
ان مین سے ابن مقلہ نے سنہ ۳۱۰ ہجری مین خط معقلی و کوفی سے چھ طرح کے خط ایجاد
کیئے ہین جنکے نام یہ ہین۔ ثلث۔ توقیع۔ محقق۔ نسخ۔ ریحان۔ رقاع۔ ایک گروہ خط غبار کو

بھی ان میں داخل کر کے ساتھ خط لکھتا ہی۔ بعض خط نسخ کو یاقوت مستعصمی کا ایجاد کہتے ہیں
رقاع و توقیع سے ساتواں خط تعلیق پیدا ہوا۔ آٹھواں خط نستعلیق ہی۔ جسمیں دائرے بہت ہیں
اسکو میر صاحب قران کے عہد میں خواجہ میر علی تبریزی نے نسخ و تعلیق سے ایجاد کیا مگر یہ
غلط ہی اس لئے کہ نستعلیق خط میں کتابیں صاحب قران کے زمانہ سے پہلی لکھی ہوئی موجود ہیں۔
بادشاہ کی قدردانی اور رازشناسی سے بہت طرح کے خطوں میں ترقی ہوئی۔
نادرہ کار ہنر پردازوں کی قدر زیادہ ہو گئی ہی۔ خصوصاً نستعلیق خط کا رواج بہت ہو گیا ہی
محمد حسین کشمیری مخاطب زرین قلم پادشاہ پاس بیمثل خوشنویس ہی۔ پادشاہ نے کتابخانہ
کے چند حصے کئے ہیں۔ کچھ اُن میں سے محل کے اندر رہتے ہیں کچھ باہر پھر ہر حصہ کی کئی
قسمیں کی ہیں۔ علم علم کی و نامہ نامہ کی کتابیں موافق قیمت کے درجہ رکھتی ہیں اور نظم و نثر
ہندی فارسی یونانی کشمیری عربی کتابیں جدا جدا ترتیب سے کتاب خانہ میں رکھی جاتی ہیں
پادشاہ انکا مطالعہ اس طرح کرتا ہی کہ روز بروز آگاہ دل کارداں کتابوں کو پادشاہ کو
سُناتے ہیں۔ پادشاہ کتاب کو اول سے آخر تک سنتا ہی ہر روز جہاں تک کتاب سنائی
جاتی ہی وہاں پادشاہ اپنے قلم سے نقش کر دیتا ہی۔ اور اوراق کی تعداد کے موافق خوانندہ
کو روپیہ اشرفیاں انعام ملتی ہیں۔ مشہور کتابیں بہت ہی کم ہونگیں جو محفل شاہی میں
مذکور نہ ہوئی ہوں۔ باستانی داستانیں اور غرائب علوم اور نوادر حکمت ایسی نہ ہونگی
کہ پادشاہ کو یاد نہوں مکرر سننے سے اسکو ملال نہوتا تھا بہت رغبت سے سنتا تھا۔ یہ
کتابیں ہمیشہ پادشاہ کے روبرو پڑھی جاتی ہیں اخلاق ناصری کیمیائے سعادت
قابوس نامہ مکتوبات شرف منیری گلستان حدیقہ سنائی، مثنوی مولوی روم جام جم
بوستان شاہنامہ خمسۂ نظامی کلیات خسرو مولانا جامی دیوان خاقانی و انوری
اور اور تاریخ نامے۔
ہندی سنسکرت یونانی و عربی و فارسی کے کتابوں کے زبان دانوں کو ہمیشہ حکم ہوتا
تھا کہ وہ ایک زبان کو دوسری زبان میں ترجمہ کریں۔ چنانچہ زیچ جدید مرزائی کا

کچھ حصہ امیر فتح اللہ شیرازی کی دیدہ وری اور ابوالفضل کی ترجمانی سے چند جوشی گنگا دھر مہیس مہانند نے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا اور کتاب مہابھارت کہ ہندوستان کی قدیم کتابوں میں سے ہی نصیب خاں و مولانا عبدالقادر بدایونی و شیخ سلطان تھانیسری کے اہتمام سے سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ ہوا اس میں قریب ایک لاکھ کے شعر ہیں۔ بادشاہ نے اسکا نام رزم نامہ رکھا اور اسی گروہ نے کتاب رامائن کا ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا وہ ہند کی تالیفات قدیم سے ہی اور اسمیں رامچند کا احوال بتفصیل لکھا ہی اور بہت سی نوادر حکمت اسمیں مندرج ہیں اور کتاب اتھربن وید کا ترجمہ فارسی زبان میں حاجی ابراہیم سرہندی نے کیا۔ یہ کتاب ہندوؤں کے زعم میں چار کتاب الہی میں سے ایک ہی۔ علم حساب میں لیلاوتی حکماء ہندوستان کی عمدہ نشانی ہی۔ شیخ ابوالفیضی فیاضی نے اسپر سے ہندی نقاب اوٹھا کر فارسی چادر اوڑھائی۔ کتاب تاجک کہ علم نجوم میں ایک معتبر کتاب ہی وہ بادشاہ کے ارشاد سے مکمل خاں گجراتی نے فارسی میں ترجمہ کیا واقعات حضرت گیتی ستاں (تیمور) کہ ایک دستور العمل کار آگہی ہی مرزا خانخاناں نے ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ تاریخ کشمیر جسمیں چار ہزار سال کا حال لکھا ہوا ہی۔ مولانا شاہ محمد شاہ آبادی نے کشمیری زبان سے فارسی میں ترجمہ کیا معجم البلدان کہ بلاد و امصار کے بیان میں ایک عجیب کتاب ہی ملا احمد ٹھٹوی و قاسم بیگ و شیخ بھورا۔ اور چند اور آدمیوں نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ ہربنس جو احوال کشن پر متضمن ہی مولانا شیری نے فارسی میں اسکا ترجمہ کیا۔ کتاب کلیلہ دمنہ کہ حکمت عملی میں ایک کارنامہ ہی جس سے تعجب ہوتا ہی نصر اللہ مستوفی مولانا حسین واعظ نے فارسی میں ترجمہ کیا تھا مگر اوسمیں استعارات غریب و لغات دشوار تھے۔ بادشاہ کے حکم سے ابوالفضل نے ایک فارسی کا خلعت تازہ پہنایا عیار دانش اسکا نام مشہور ہوا۔ نل و دمن کے عشق کا قصہ کہ سنسکرت زبان میں ارباب ذوق کا جگر گداز تھا شیخ فیضی فیاضی نے لیلی مجنوں کی بحر میں نظم میں لکھا وہ نلدمن کے نام سے شہرۂ آفاق ہوا۔ جب بادشاہ کو نقل کے خزانہ پر آگاہی ہوئی تو اوس نے حکم دیا کہ ہفت اقلیم کا احوال آخر ہزار سال کا خبر شناس تاریخ داں ایک جگہ

جمع کریں - اول نقیب خاں نے اور ایک اور جماعت نے اس کام کو شروع کیا - مولانا احمد ٹھٹوی نے اسکا بہت سا حصہ لکھا اور جعفر بیگ آصف خاں نے اسے ختم کیا اور اسکا خطبہ ابوالفضل نے لکھا - اور تاریخ الفی اوسکا نام رکھا - یہ اوپر کا بیان ابوالفضل سے نقل ہوا ہی - مگر اب ہم ان کتابوں کے ترجمہ کے بیان کو تاریخ بدایونی سے نقل کرتے ہیں وہ زیادہ مفصل ہیں -

اتھربن وید ۹۸۳؁ھ میں ایک بڑا پنڈت برہمن دکن سے آیا اور اپنی رغبت سے اسلام سے مشرف ہوا اور بادشاہ کے خاص خیل کے زمرہ میں داخل ہوا شیخ بہاون اسکا نام ہوا - بادشاہ کا حکم ہوا کہ اتھربن وید کو کہ اہل ہند کی چار مشہور کتابوں میں سے چوتھی کتاب ہی او بعض احکام اسکے ملت اسلام کے موافق ہیں اسکے معانی وہ بیان کرے اور عبدالقادر اوسکو سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ کرے - اسکی عبارت میں بہت اغلاق تھا اور معانی بیان کرنیوالا اسکو اچھی طرح بیان نہیں کرسکتا تھا اور اوسکے مقاصد مفہوم نہیں ہوتے تھے یہ حال عبدالقادر نے پادشاہ سے عرض کیا اس نے اول شیخ فیضی کو اور بعد ازاں حاجی ابراہیم سرہندی کو ترجمہ کا حکم دیا وہ اوسکو خاطر خواہ نہ لکھ سکا اور وہ باقی رہا اس بید کے حکموں میں سے یہ ایک حکم ہی کہ جب تک اسکا ایک خاص فقرہ ہندو نہ پڑھے تو اسکی نجات نہیں ہوگی - اس فقرہ میں لام اتنی دفعہ آتا ہی کہ وہ کلمہ لاالہ الااللہ ہوجاتا ہی - دوسرا حکم یہ ہی کہ ہندوؤں کو گائے کا گوشت کھانا چند شرطوں کے ساتھ مباح ہی - تیسرے یہ کہ ہندوؤں کو مُردوں کو جلانا نہیں چاہیئے - دفن کرنا چاہیے - ان باتوں کے مباحثے میں شیخ مذکور ہند کے برہمنوں پر غالب رہا اور سب کو الزام دیا اور اسی تقریب سے وہ مسلمان ہوا -

مہابھارت کتب ہند میں ایک معظم کتاب ہی اور طرح طرح کے قصے و مواعظ و نصائح و اخلاق و آداب و معارف و اعتقادات لکھے ہیں اور ہندوؤں کے مذاہب و طریق عبادات کا بیان اسمیں ہی اور انہیں کے ضمن میں فرمانروایان ہند کوروں اور پانڈوون کی لڑائی کا بیان لکھا ہی جسکو بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار برس اور کسرے زائد گذرے ہیں - ایک جماعت کا قول ہی کہ اس سے زیادہ اور کئی ہزار برس گذرے ہیں اور زمان آدم علیہ السلام سے پیشتر

ہی- اور ہندو اسکے لکھنے اور پڑھنے کو عبادتِ عظیم جانتے ہیں اور مسلمانوں سے چھپاتے ہیں
اس ترجمہ کا سبب یہ تھا کہ شاہنامہ و قصہ امیر حمزہ سترہ جلدوں میں پندرہ برس کے عرصہ میں بادشاہ
نے لکھایا تھا اور بہت روپیہ اوسکی تصویروں کے کھچوانے میں صرف کیا تھا- ایسے ہی قصہ ابو مسلم
و جامع الحکایات وغیرہ کو مکرر سُنا تھا انکی نسبت بادشاہ کی رائے یہ تھی - ان اکثر شاعرانہ
بناوٹ کی باتیں ہیں مگر وہ ایسی نیک مہورت میں اور سعید طالع میں تصنیف ہوئی ہیں کہ انکی
پوری شہرت ہوگئی ہی- اب سنسکرت کی کتابوں کو جو مرتاض عاقل عابدوں نے تصنیف کی
ہیں اور سب صحیح اور نص قاطع ہیں اور ہندوں کے دین و اعتقادات کا مدار انپر ہی -
اسکا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان میں اپنے نام سے کرانا چاہیے کہ وہ تازہ غیر مکرر ہونگے
اور سعادات دینی و دنیوی کی مثمر اور حشمت و شوکت بیرونی کی منتج اور کثرت اولاد اور اموال
کی مستوجب ہونگے جیسا کہ ان کتابوں کے خطبوں میں لکھا ہی اس لئے سنہ ۹۹۰ میں بادشاہ
نے حکم دیا کہ پنڈتوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوکر مہابھارت کے معانی بیان کرے چند راتوں تک
بادشاہ نے خود انکے معانی نقیب خاں کے خاطرنشان کئے تاکہ ماحصل کو فارسی زبان میں تحریر
کرے اور تیسری شب کو فقیر عبدالقادر کو بُلاکر حکم فرمایا کہ نقیب خاں کے ساتھ شریک ہوکر ترجمہ کرے
اور تین چار مہینے میں اس مزخرف ولاطائل کے اٹھارہ فن (پرب) میں سے دو فن کا ترجمہ
لکھا اور کیا کیا اعتراضات سُنے جنکے معانی یہ تھے کہ میں حرام خوار اور شلغم خور ہوں- ان کتابوں
میں فقیر کا نصیب یہی تھا- النصیب یصیب بعد ازاں اسکا ایک حصہ ملا شیری اور نقیب خاں نے
تمام کیا اور حاجی سلطان تھانیسری نے اسکا ایک حصہ تنہا ترجمہ کیا بعد ازاں اس خدمت پہ
شیخ فیضی مامور ہوا اس نے بھی دو فن سے زیادہ ترجمہ نہیں کیا پھر حاجی مذکور نے دوبارہ اسکو
لکھا- باتیں جو اول بار میں فرو گذاشت ہوئیں تھیں اونکے نقص کو دور کیا اور اسکو یہاں تک
اصل کے مطابق کیا کہ نقطۂ مگس کو بھی متروک نہ کیا سو جزوں کا حصہ باریک خط میں لکھا-
جسکا نتیجہ اسکو یہ ملا کہ کسی تقریب سے اسکو بادشاہ نے خارج کرکے بکھر میں بھیجدیا اب وہ اپنے شہر
میں ہی- ان معبروں (معانی بیان کرنے والے) اور مترجموں میں سے اکثر کو روون اور

پانڈوں کے ساتھ محشور ہیں (مر گئے ہیں اور کافروں کے ساتھ انکا حشر ہوا ہی) باقی ماندوں کو خدا تعالے نجات دے اور توبہ کی توفیق کرامت کرے اور عذر من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان مسموع ہوا - وانہ هو التواب الرحیم اسکا نام رزم نامہ رکھا گیا تصویریں بنائی گئیں اور نقلیں مکرر ہوئیں اور امراکو حکم ہوا کہ ایک نسخہ اسکا یمناً و تبرکاً رکھیں اور ابوالفضل نے تفسیر آیۃ الکرسی تالیف کی تھی اسکے برعکس اس کتاب کا خطبہ دو جز کا لکھدیا نعوذ باللہ من الکفریات والحشویات سنہ ۹۹۷ میں بادشاہ نے حکم دیا کہ راماین کا ترجمہ عبد القادر کرے اس نے چار سال میں اسکا ترجمہ تمام کیا اور اسکا مثنی بادشاہ کی نذر کیا اور سکے اخیر میں لکھا تھا - سے

	ما قصہ نوشتیم بہ سلطاں کہ رساند		جاں سوختہ کردیم بجاناں کہ رساند	

اس شعر کو بادشاہ نے بہت پسند کیا اور پوچھا کہ ترجمہ کے کتنے جز ہوئے - عبد القادر نے کہا کہ اوّل دفعہ مجملاً ستر جز تھے اور دوسری دفعہ مفصلاً ایک سو بیس جزو - حکم فرمایا کہ دیباچہ بھی مصنفین کی رسم کے موافق لکھو - عبد القادر نے اس سے اغماض کیا - وہ لکھتا ہی کہ نقل کفر کفر نہیں ہوتی - میں نے بادشاہ کے حکم سے ترجمہ کیا گو اس سے مجھے کراہت تھی اور جسکے سبب سے مجھے یقین ہی کہ لعنت ملامت ہوگی میں اُس سے توبہ کرتا ہوں خدا تعالیٰ قبول کرے -

سنہ ۹۹۹ میں بادشاہ نے عبد القادر کو حکم دیا کہ ملّا محمد شاہ آبادی نے جو ایک فاضل جامع معقول و منقول ہی حسب الحکم تاریخ کشمیر فارسی میں ترجمہ کی ہی اوسکو سلیس عبارت منقح میں لکھو دو مہینے کے عرصہ میں اسکا انتخاب کیا اور یہ بیت آخر میں لکھی - سے

	درعرض یک دو ماہ بتقریب حکم شاہ		این نامہ شد چو خط پری پیکران سیاہ	

بادشاہ نے یہ نذر لیکر کتب خانہ میں داخل کی اور وہ بہ مثل پڑھی جاتی ہی -

سنہ ۱۰۰۰ میں بادشاہ نے عبد القادر کو حکم دیا کہ شیخ ابوالفضل علمار کی استصواب سے جامع رشیدی کہ ایک مجلد عظیم ہی عربی سے فارسی میں ترجمہ کرے انمیں سے شجرہ خلفار عباسیہ و مصریہ و بنی امیہ کہ آنحضرت تک ختم ہوتا ہے اور وہاں سے آدم تک پہنچتا ہے اسکا اور تمام انبیار اولوالعزم کا حال مفصّل ترجمہ کیا -

جب سنہ ہجری ہزار گذر گئے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک تاریخ تالیف کی جائے۔ جس میں آجتک پادشاہان اسلام کا حال ایسا لکہا جاوے کہ حقیقت میں وہ اور تاریخوں کی ناسخ ہو اور نام اسکا الفی رکھا جائے اور سنوات میں بجائے لفظ ہجرت کے لفظ رحلت لکہا جائے اور آنحضرت کی وفات سے آجتک وقائع عالم سات آدمی لکہیں سال اول کا حال نقیب خاں۔ دوم سال کا حال شاہ فتح اللہ علیٰ ہذالقیاس حکیم ہمام و حکیم علی و حاجی ابراہیم سرہندی کہ گجرات سے آیا تھا اور مرزا نظام الدین احمد و عبدالقادر لکہیں۔ دوسرے ہفتے میں ۳۵ سال کا حال مرتب ہوا۔ بعد ازاں ملا احمد ٹھٹوی کو حکم ہوا کہ چھتیسویں سال سے تاریخ الفی لکہے۔ اُسنے تعصب کے موافق اپنے اعتقاد کے جو کچھ جی میں آیا لکہا۔ دو جلدوں میں چنگیز خاں کے زمانہ تک وقاعات کو لکہا کہ اسکو مرزا فولاد برلاس نے مار ڈالا۔ باقی احوال حسب الامر آصف خاں نے ۹۹۷ھ تک لکہی۔ سنہ [illegible] میں عبدالقادر کو لاہور میں حکم ہوا کہ اس تاریخ کو از سر نو مقابلہ کر کے تصحیح کرے اور سنوات کی جو تقدیم و تاخیر ہوئی ہے انکو ترتیب دے ایک سال تک اسکو ان خدمات سے شغل رہا دو جلدوں کا تو مقابلہ کیا اور دو جلدوں کو اُسے آصف خاں کے حوالہ کیا۔ غرض اس تاریخ کے اول دو دفتر ملا احمد ٹھٹوی نے لکہے ہیں اور تیسرا دفتر آصف خاں نے اور اسکی تصحیح و مقابلہ ملا مصطفیٰ کاتب لاہوری کے اتفاق سے ملا عبدالقادر نے کیا ہے۔

سنہ [illegible] کے اوائل صفر میں پادشاہ نے ملک شعرا فیضی کو حکم دیا کہ پنج گنج لکہے پانچ مہینے کے عرصہ میں اُسنے نل و دمن کہ عاشق و معشوق ہیں اور انکا قصہ ہند میں مشہور ہے۔ چار ہزار دو سو شعروں میں لکھا اور چند اشرفیوں کے ساتھ پادشاہ کی نذر کیا۔ وہ بہت بادشاہ کو مستحسن معلوم ہوا اور اوسکی کتابت کا اور اُسمیں تصویروں کے لگنے کا حکم ہوا نصیب خاں کو حکم ہوا کہ اوسکو وہ پڑھکر سُنائے۔ سچ یہ ہے کہ ایسی مثنوی تین سو برس سے بعد شیرین خسرو کے کسی نے ہند میں نہیں تصنیف کی ہے۔

بکرماجیت کے زمانہ میں سنسکرت زبان میں تصنیف ہوئی تھی۔ اس میں تبیس کہانیاں ہیں تبیس کٹ پتلیاں راجہ کے سنگھاسن کو سر پر لیے ہوئے کھڑے ہیں اور ہر ایک پتلی ایک حکایت راجہ

بکرماجیت مہاراجہ مالوہ کے حال میں کہہ رہی ہیں۔ عبدالقادر کو حکم دیا کہ آج ہی سے وہ فا زبان میں اسکا ترجمہ شروع کرے اور ایک پنڈت مقرر کردیا کہ وہ اسکے روبرو اسکا مطلب بیان کرے۔ پادشاہ نے ملا کا ترجمہ پسند کیا اور خرد افزا اُسکا نام رکھا جو اُس کے ترجمہ کی تاریخ ہی۔

مگر ملر صاحب جو دنیا کی زبانوں کے علم میں بیمثل عالم متبحر مشہور ہیں وہ اپنی کتاب ری لی جین سائنس (اس کتاب میں یہ ذکر ہی کہ مذہب بھی سائنس ہی) لکھتے ہیں کہ اگر تاریخ عالم کو مطالعہ کیجئے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ جیسا کہ سنہ ۱۵۴۲ و سنہ ۱۶۰۵ کے درمیان آپس میں مذہبوں کے باہم مقابلہ کرنے کا اور مذہبی تحقیقات کا شوق شہنشاہ اکبر کو ہوا ہی ایسا کسی اور شہنشاہ کو دنیا میں پہلے نہیں ہوا اس نے بہت دولت خرچ کی۔ اسنے مجتہدین مذہب کو دوردو سے بلایا۔ کردستان سے آردشیر زردشتی کو بلایا۔ مذہبی کتابوں کے ترجموں میں لاکھوں روپے خرچ کئے بہت کتابوں کو جمع کیا۔

شبیہ کشی کو عرف میں تصویر کہتے ہیں چونکہ وہ جدو بازی دونو کا دستمایہ ہی اس لئے پادشاہ کو شوق اسکا ابتدائے عمر سے ہی اور اسکو رواج و رونق دینے کا طلبگار ہی اس سبب نادر جادوکاری نے رونق پائی اور ایک گروہ نامور مصوروں کا پیدا ہو گیا ہر ہفتہ میں داروغہ اور بتکچی (محرر) ہر مصور کے کامون کو پادشاہ کی نظر کے سامنے لاتے ہیں اور انکی خوبی کے اندازہ کے موافق بخشش ملتی ہی اور اضافہ تنخواہ اونکا ہوتا ہی۔ تصویرکشی کے مصالح پر بہت غو ہوتی ہی اور تصویروں کی قیمت مقرر ہو گئی ہی رنگ آمیزی کا اور ہی جوبن ہو گیا ہی اور صفائی کی ع ہی تازہ آبرو ہو گئی ہی۔ ایسے شیرین کار ہنرمند چہرہ افروز ہوئے ہیں کہ شہرہ آفاق۔ بہزاد کی نادرہ کاری کی اور اہل فرنگ کی سحرپردازی کی برابری کرتے ہیں۔ کام کی تازگی و نقوش کی صفائی و ثبات دست اور اور گزیدہ صفات میں مصوری بیمثل ہو گئی ہی اور جمادی اجسام کی بیجان تصویریں جاندار معلوم ہوتی ہیں سو مصوروں سے زیادہ پیشوائی کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں اور انکی بلندنامی کا آوازہ بلند ہو گیا ہی اور ایسے مصوروں کا طائفہ کہ اپنی منزل کے قریب

پہنچگئے ہیں اور ایسے طبقے کہ آدھی راہ پر چلے ہیں بہت ہیں۔ ہند میں جواب مصوری ہی اسکی تصویر بھی کبھی خیال میں نہیں گذرتی تھی کوئی ملک جہان میں مصوری میں اسکی برابر نہیں ہی۔ اس شاہراہ کے پیش روون میں سے میر سید علی تبریزی اور عبد الصمد شیرین قلم شیرازی اور دسونتھ کہار کا لڑکا ہی۔ یہ لڑکا اس کارخانہ میں نوکر تھا اور مصوری کی ہوس میں دیواروں پر صورتیں بناتا اور نقش کاڑھتا ایک دن پادشاہ کی نظر اوسپر جا پڑی وہ سمجھ گیا کہ یہ لڑکا ہونہار ہی۔ ایک دن یہ اوستاد ہو جائیگا اسکو خواجہ عبد الصمد کے حوالہ کیا۔ تھوڑے دنوں میں یگانۂ روزگار ہوا اور دیوانہ ہو کر خودکشی کرکے مرگیا۔ تعجب ہی کہ صورت بینی اور تمثال آرائی جس کو لوگ خواب غفلت سمجھتے ہیں وہ اندیشہ کی درستی سے علم کی جاندار واور جہالت کے درد بے درمان کی دوا ہی تقلید پیشہ جو تصویر کے دشمن ہیں اب اونکی آنکھیں کھلی ہیں کہ حقیقت کو دیکھتی ہیں ایک روز انجمن رازگوئی میں بادشاہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ جو مصوری کے پیشہ کی برائی کرتے ہیں اونکو میرا دل نہیں پسند کرتا اور میرے نزدیک خداشناسی میں بہت آدمیوں سے مصور بہتر ہوتا ہی اسواسطے جسوقت وہ جانور کی تصویر کھینچتا ہی اور اوسکے عضو عضو کی صورت بناتا ہی اور اوسکے اندر روح نہیں پھونک سکتا ہی تو وہ جہان آفرین کی نیرنگی کی طرف متوجہ ہو کر اسکو پہچانتا ہی جب اس پیشہ کا مرتبہ بلند ہوا بڑے بڑے نادر کام تیار ہوے۔ فارسی نظم و نثر کی کتابوں کو اُسنے آراستہ کیا۔ دلکشا مجلسوں کی تصویریں اسنے بنائیں قصہ حمزہ کے بارہ دفتروں کو رنگ آمیز کیا۔ اوستادوں نے اسمیں چودہ سو جگہہ تصویریں بنائیں چنگیز نامہ۔ ظفر نامہ۔ آئین اکبری۔ رزم نامہ۔ راماین۔ نلدمن۔ کلیلہ دمنہ۔ عیار دانش وغیرہ میں پیکر نگاری ہوئی۔ پادشاہ نے کتابوں میں جہان تصویریں بنی چاہئیں تھیں خود نشان کر دیئے۔ پادشاہ کے اشارہ سے تمام ملازمان دولت کی تصویریں بنائی گئیں اور ان سے ایک بڑی کتاب آراستہ ہوئی جس سے مُردوں میں ایک تازہ جان پڑ گئی اور حاضروں کو زندگی جاوید مل گئی جنسی کہ تصویروں کو بلند پایگی حاصل ہوئی۔ ایسے ہی نقاشوں مذہبوں

جدول آرائیوں وصحافون کا بازار بھی گرم ہوا -

آئین (۳۵) قورخانہ

قورخانہ سے خانہ آبادی جہان کی معمور ہوتی ہی اور سپہ آرائی کا سرانجام ہوتا ہی- اس سبب سے پادشاہ اسپر بہت دل لگاتا ہی اور اسکی آرائش میں بہت غور کرتا ہی اور انکی تازی تازی طرحیں نکالتا ہی- اس سے کام کے جوہر نے افزائش پائی ہی- پادشاہ کے پاس ایک جوشن (زرہ) آئی- اسپر بندوق لگائی تو گولی کا نشان بھی اسپر نہ ہوا- قورخانہ (سلح خانہ) ایسا تیار رہتا ہی کہ وہ لشکر کو کافی ہوتا ہی- بازاروں میں ہتھیار جس قیمت پر بکتے ہیں پادشاہ انکو بھی دیکھتا ہی- اپنے خاص ہتھیاروں کا نام رکھتا ہی اور اوسکے درجے مقرر کرتا ہی- ۳۰ شمشیر خاصہ ہیں ان میں سے ہر روز ہر شمشیر باری باری سے شبستان میں جاتی ہی- جب دوسری شمشیر جاتی ہی تو پہلی شمشیر واپس آتی ہی اور اسکو باہر نوکر باری باری سے لیتے ہیں روز چالیس شمشیر تیار رکھتے ہیں اسکو کوتل کہتے ہیں- جب بادشاہ کی خاصہ شمشیریں خرچ ہو جاتی ہیں اور بارہ رہجاتی ہیں تو اون کوتل شمشیروں سے انکی تعداد پوری کیجاتی ہی- جمدھر- کھپوہ- چالیس چالیس رہتے ہیں اور ہر ایک کی باری ایک ہفتہ کے بعد آتی ہی اور انمیں سے ہر ایک کے بیس بیس کوتل رہتے ہیں اور انکی بھرتی بھی شمشیروں کی طرح ہوتی ہی آٹھ کارد بیس بیس نیزے و برچھے رہتے ہیں ہر ایک کی باری ایک مہینہ میں آتی ہے- مشہد اور یزد کی ۸۶ کمانیں اور سوائے انکے اور ہم ۲ کمار میں رہتی ہیں- سواری اور بار عام کے وقت امیرزادی اور منصبدار واحدی قور کو ہاتھوں اور کندہوں پر اُٹھاتے ہیں- ان میں سے چار چار آدمیوں میں سے ہر ایک چار ترکش چار کمان چار شمشیر چار سپر لیتے ہیں- اور انکے سوا نیزہ و برچھ زاغ نول- پیازی- گپتی- کمان گروہ (غلیل) کتک- صندلی شائستہ آئین سے اُٹھاتے ہیں اور چند قطار (پانچ اونٹوں کی ایک قطار ہوتی ہی) اشتر و استر پر بھی طرح طرح کے سلاح آمادہ رہتے ہیں اور چند چھکڑے و بختی اور سوار انکے اور جانور سفروں میں باربرداری کرتے ہیں- بارگاہ میں امرا اور سادہ آدمی قور کی برابر منتظر خدمت کھڑے رہتے ہیں اور سواری میں وہ پیچھے چلتے ہیں مگر چند خاص امیر پادشاہ کے قریب رہتے ہیں- سجے ہوئے ہاتھی و اونٹ و بہلیاں نقارہ و علم و کوکبے اور سامان شکوہ

قور کے ساتھ ہوتا ہی۔ اور یساول انکا اہتمام کرتے ہیں۔ اور میر بخشی انکی مدد کرتے ہیں شکارگاہ میں چند تیز تگ پیادے اور چند اور آدمی قور کو اُٹھاتے ہیں۔

(۳۶) آئین توپ

توپ جہانبانی کی اقبال سرائے کا عجیب قفل ہی اور کشورکشائی کے دروازہ کی دلکشا کنجی۔ جتنی توپیں یہاں ہیں اس سے زیادہ کہیں سوائے روم کے نہیں ہیں۔ بعض توپیں ایسی ہیں کہ انہیں بارہ من کا گولہ چھوٹتا ہی اور کئی ہاتھی اور ہزاروں بیل اسکو لیکر چلتے ہیں۔ پادشاہ ان توپوں کی رونق کو معنوی مقاصد میں سے گنتا ہی اور بہت اُنپر توجہ کرتا ہی چند داروغہ اور ژرف نگاہ نویسندے مقرر کرتا ہی اور سارے کارخانے کو نہایت عمدہ انتظام سے رکھتا ہی۔ پادشاہ نے ان توپوں میں بہت باتیں اختراع کی ہیں۔ ایک توپ ایسی بنائی ہی کہ اسکے پُرزے جدا جدا کرکے یورش میں آسانی سے لیجا سکتے ہیں اور پھر چھوٹنے کے وقت انکو ملا سکتے ہیں سترہ توپوں کو اسطرح پیوند دیا ہی کہ ایک فتیلہ سے چھوٹ جاتی ہیں اور ایک توپ ایسی بنائی ہی کہ اسکو ایک ہاتھی لیجا سکتا ہی اسکا نام گجنال ہی۔ اسی کو تھہ نال کہتے ہیں اور ایک توپ ایسی ساخت کی ہی کہ ایک آدمی اُسکو لیجا سکتا ہی۔ اسکام کے اہتمام کے لیے ہزار احدی ماہوار پاتے ہیں اور پیادہ کی تنخواہ ۴۰۰ دام سے زیادہ اور ۱۰۰ دام سے کم نہیں ہی۔

(۳۷) آئین بندوق

پادشاہ کو بندوق کی طرف بہت میل ہی وہ اسکے بنانے میں اور چھوڑنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا ایسی بندوقیں بناتا ہی کہ اگر انکو لبالب بارود سے بھر کر چھوڑو تو بھی وہ پھٹتی نہیں پہلے انمیں ایک چوتھائی سے زیادہ بارود نہیں بھری جاتی تھی۔ اسکے بنانے کا یہ دستور تھا کہ پتک (ہتوڑے) و سندان سے لوہے کو چوڑا کرتے اور پھر اسکے جوڑے سرون کے کناروں کو جوڑ دیتے تھے اور بعض دوربینی یہ کرتے تھے کہ ایک طرف کو نکلا رکھتے تھے انکے پھٹنے سے گزند پاتے تھے خاصکر پہلی طرح کی بندوقوں سے۔ اب پادشاہ نے انکے بنانیکی یہ روش نکالی ہی کہ لوہے کو چوڑا کرکے اسکو مار کی طرح اریب کے ساتھ اس طرح پیٹتے ہیں کہ ہر پیچ میں اسکا طول زیادہ ہوتا جاتا ہی اسکے کناروں کو نہیں ملاتے بلکہ انکو نکلا رکھتے ہیں اور پھر انکو آگ میں پختہ کرتے ہیں۔ کبھی یہ بھی کرتے ہیں کہ لوہے کا میل

یعنی اسطوانہ بناتے ہیں اور اُس میں سوراخ کرتے ہیں اور ایسے تین چار اسطوانوں کو دراز بندوق کے لیئے اور دو اسطوانوں کو چھوٹی بندوق کے لیئے جوڑ دیتے ہیں ایسی بندوق بھی بنائی ہے کہ بغیر فتیلہ آتش (توڑہ) کے وہ فقط ماشہ کی تھوڑی حرارت سے چھوٹ جاتی ہے اور بہت سی گولیاں ایسی بنائی ہیں کہ وہ لگ کر تلوار کا کام دیتی ہیں۔ ان سب بندوقوں میں سرافراز سنگ رام بندوق ہے جس سے فوردین ماہ الٰہی میں ایک ہزار نو سو جانور شکار کئے ہیں پادشاہ کی قدردانی سے بڑے بڑے بندوق ساز استاد پیدا ہو گئے ہیں خصوصاً انمیں اُستاد کبیر حسین بڑے ہنرمند ہیں۔

بندوقوں پر جائے آہن۔ کاریگر۔ جائے ساخت سال و ماہ کے ہندسے لکھے جاتے ہیں پہلے سخت بازو آدمی بہت سے آلات سے محنت کر کے بندوقوں کو صاف کرتا تھا مگر پادشاہ نے ایک چرخ ایجاد کیا ہے۔ ایک بیل اسکو گردش دیتا ہے۔ سولہ بندوقیں تھوڑی دیر میں اندر سے صاف ہو جاتی ہیں۔ بندوقیں کیا خاص کارخانہ شاہی کی بنی ہوئی ہیں یا پیشکش میں آتی ہیں یا خریدی جاتی ہیں۔ انکی یہ قسمیں ہیں۔ دراز۔ کوتاہ۔ سادہ۔ زرگین۔ کوفت کار۔ پادشاہ نے ہزاروں بندوقوں میں سے ۱۰۵ بندوقیں خاصہ پسند کی ہیں۔

پادشاہ نے میردھہ کی تنخواہ میں یہ چار طرح کی مقرر کی ہیں۔ ۳۰۰ دام ۲۸۰ دام ۲۷۰ دام ۲۶۰ دام اور باقی اوسکی تین قسمیں کی ہیں۔ اور ہر قسم کی تنخواہ تین طرح کی مقرر کی ہے۔ اول کے ۲۵۰ دام دوم ۲۴۰ دام سوم کے ۲۳۰۔ اور قسم دوم کے اوّل کے ۲۲۰ و اوسط کے ۲۱۰ ادنی کے ۲۰۰ دام قسم سوم کے اوّل کے ۱۹۰ دام دوم کے ۱۸۰ دام سوم کے ۱۷۰ دام۔ چہارم کی اول قسم کی ۱۶۰ و میانہ کی ۱۵۰ و فروتر کی ۱۴۰ پنجم کی اوّل قسم ۱۳۰ اوسط ۱۲۰ دام ادنی ۱۱۰۔

یہ جانور بھی عجیب ہی تنومندی و استواری میں کوہ کی مانند۔ دلیری و جان شکری میں شیر کردار شکوہ افزائی و کشور کشائی میں سترگ نبرد اور آبادی سپاہ و ملک میں دستگیر ہندوستانی تجربہ کار کہتے ہیں کہ عمدہ ہاتھی پانچ سواروں کی برابر ہوتا ہے۔ اور جب جید

ولیر تیر انداز اسکے ہمعناں ہوں تو ایک ہاتھی ہزاروں آدمیوں کا کام دیتا ہی۔ تند خوئی وسبک عنانی میں دعربی گھوڑے کی برابر ہی اور فرماں برداری ورموزدانی میں زیرک آدمی کی برابر ستی کی شورش میں اور کینہ وری کی آشوب میں وہ آدمی سے بڑھکر ہی اپنی مادہ کو گزند نہیں پہنچاتا باوجودیکہ وہی اسکو گرفتار کراتی ہی اور اپنے سے چھوٹے ہاتھیوں سے نہیں لڑتا اور نہ انکو لائق مالش جانتا ہی حق شناس ایسا ہی کہ اپنے مہاوت کو آزار نہیں دیتا ہمیشہ خاکبازی کرتا ہی لیکن سواری کے وقت اس سے باز رہتا ہی۔

ایک ہاتھی شورش مستی و جنگجوئی میں اپنے ہمسر سے لڑ رہا تھا کہ ایک چھوٹا لڑکا اسکے پانوں کے نیچے آگیا۔ مہربانی سے اسکو سونڈ میں اوٹھا کر ایک طرف رکھدیا اور پھر جنگ شروع کی۔ جب مستی میں وہ قید سے رہائی پاتا ہی اور خود سر ہوتا ہی تو کسی کا مقدور یہ نہیں ہوتا کہ اس کے پاس بھی جاکر پھٹکے۔ پر دل کارواں ہتنی پر سوار ہوکر اسکے پاس جاتا ہی اور پابندی کرتا ہی بہت سی ہتنیاں اپنے بچوں کی سوگواری میں کھانا، پینا چھوڑدیتی ہیں اور اسی غم میں مرجاتی ہیں۔ ہاتھی بہت طرح کے کام سیکھتے ہیں۔ ان اصول کو کہ سوائے موسیقی شناس کے کوئی اور نہیں سمجھتا وہ انکو سیکھ لیتا ہی اور انکے موافق اپنے اعضا کو جنبش دیتا ہی اور روش میں آتا ہی وہ کمان کھینچتا ہی۔ نیزہ پھینکتا ہی اور افتادہ کو اوٹھا کر فیلبان کو دیتا ہی۔ رسم ہی کہ دانہ کو گھاس میں لپیٹ کر ہاتھی کو خورش میں دیتے ہیں اور وہ پاسبان کے اشارہ سے اپنے منہ کے گوشہ میں اسکو رکھ لیتا ہی اور تنہائی میں اسکو دیدیتا ہی سونڈ میں پانی لیکر اپنے اوپر چھڑکتا ہی اور اسمیں کوئی بو ناخوش نہیں پیدا ہوتی اونکی قیمت ایک لاکھ روپیہ سے لیکر سو روپیہ تک ہوتی ہی۔

پنج ہزاری بہت سے ہوتے ہیں اور دہ ہزاری بھی پائی جاتے ہیں۔ انکی چار قسمیں بھدر۔ مند۔ مرگ میر۔ ہوتے ہیں۔ انکے دانت اٹھارہ ہوتے ہیں ان میں سولہ آدھے اوپر آدھے نیچے اور دو باہر ہوتے اکثر ایک گز کے اور اس سے بھی بڑے۔

ہاتھی کی عمر طبعی آدمی کی برابر ۱۲۰ سال کی ہی اسکے نام بہت سے ہیں ہستی۔ گج۔ پیل ہاتھی وغیرہ وہ کارشناسوں کی تعلیم سے بہت سے جوہر اپنے میں پیدا کر لیتا ہی۔ اور تعلیم

پانے کے بعد سو روپیہ کا ہاتھی ایک لاکھ روپیہ کا ہو جاتا ہی۔

ہند کے دانش گر اکہتے ہیں کہ دنیا کی جو آٹھ دشا (جہت) ہیں انمیں ایک قدسی نفوس ہاتھی کی ہیکر میں اوتار لیتا ہی۔ اسکی عجیب کہانیاں بناتے ہیں اور انکے نام یہ بتاتے ہیں۔ (۱) مشرق میں ایراوت (۲) مشرق جنوب میں پنڈریک (۳) جنوب میں بامن (۴) مغرب جنوب میں کمد۔ (۵) مغرب میں انجن (۶) شمال میں پہپدنت (۷) شمال میں سار بہوم (۸) شمال مشرق میں سپرتیک اپنے برآمد کار کے لیئے ہر ایک کی پوجا کرتے ہیں اور اسکے لیے منتر پڑھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس دنیا میں جو ہاتھی ہی وہ انہیں سے کسی ایک کی اولاد میں سے ہی۔ وہ سفید پوست فیل کو اوّل درجہ کا شمار کرتے ہیں اور اگر وہ بزرگ سر اور دراز مو وخشمناک و مردانہ ہو اور پلکیں کشادہ کرکے دیکھے تو اوسکو درجہ دوم اور اگر خوب دیدار و سیاہ فام اور میان پشت بلند ہو تو سوم درجہ کا اور اگر بلند قامت سرخ چشم سیاہ سرخی آمیز ہو۔ وشوخ و آگاہ وکوتاہ ہو تو درجہ چہارم کا اور اگر چمکتا ہوا سیاہ ہو اور ایک دانت دراز ہو اور سینہ وشکم سفید ہو۔ و دست دراز اور بہت موٹا ہو تو پانچویں درجہ کا۔ اگر جیب رگیں نکلی ہوئیں اور پشت و گوش خرد ہوں وخرطوم دراز تو چھٹے درجہ کا اور اگر نازک بدن و سُرخ چشم و دراز خرطوم تو ساتویں درجہ کا اور اگر ان ساتوں قسم کی صفات میں کچھ حصہ کسی میں ہو تو اسکو آٹھویں قسم کا شمار کرتے ہیں اور انکو اس طرح بھی آٹھ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں کہ (۱) اگر اسکا پوست چین زدہ نہ ہو و بیمار نہ ہو و قارمند ہو اور لڑائی میں موہنہ نہ پھیرتا ہو اور گوشت پر رغبت نکری اور شائستہ خوراک کھا کر خوش وقت ہو تو اوسکو دیو مزاج کہتے ہیں (۲) اگر ہاتھیوں کی شائستہ خاصیتیں رکھتا ہو اور بہت آگاہ ہو و سر و گوش و خرطوم و دست و پا کو ہلاتا رہی۔ بے اشارہ کسی کو نہ آزار دے تو اوسکو گندھرب مزاج کہتے ہیں (۳) اگر خشمناک ہو اور اشتہا کے ساتھ کھائے اور پانی میں رہنے کو دوست رکھے تو اوسکو برہمن مزاج کہتے ہیں (۴) جو بہت تومند و خوشحال و آوریش دوست و شوخی افزا ہو اسکو کھتری مزاج کہتے ہیں

(۵) اگر پست قد و فراموش کار اور اپنے کام میں شوخ اور مالک کے کام میں کاہل منش اور زبوں خوراک پر مائل ہو اور ہر فیل کے ساتھ جنگ جو تو اسکو شودر مزاج کہتے ہیں (۶) اگر دراز ہستی و فریب کار اور جان شکر بیراہہ رو تو اُسے مار مزاج کہتے ہیں (۷) اگر کج رو و کم آگاہ اور اپنے تئیں مست بنائے رکھے تو اسکو پشاچہ (بھوت) مزاج کہتے ہیں (۸) اگر زور آور تیزرو و آدم آزاری دشت گردی کو دوست رکھے تو اُسے راچھس مزاج کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں ہاتھیوں کے باب میں بہت سی کتابیں اور انکی بیماریوں اور علاجوں کا ذکر انہیں ہی۔

صوبہ دار الخلافہ آگرہ میں جنگل بیادان و زور میں برابر تک اور صوبہ الباس میں صدود پٹہ وگھوڑا گھاٹ درتن پور و نندن پور و سرگجہ و بستر اور صوبہ مالوہ میں حند یا راچھو و چندیری و سنتواس و بیجا گڈھ و رائے سین و ہوشنگا باد و گڈھ دھریا گڈھ اور صوبہ بہار میں نواحی رہتاس و بہار کھنڈ و صوبہ بنگالہ میں اڈیسہ و ساتگانوں میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں اور سب سے اچھا پٹہ کا ہاتھی ہوتا ہے (ابوالفضل نے جو مقامات ہاتھیوں کی افراط کے لکھے ہیں اب وہاں ہاتھی بالکل نہیں ہیں۔

گلہ فیل کو سنسکرت میں سہتہ کہتے ہیں اسمیں مختلف تعداد ہوتی ہی۔ ہزار تک ہاتھی ایک گلہ میں ہوتے ہیں اور صحرا میں نہایت ہوشمندی سے رہتے ہیں۔ زمستان و تابستان میں مناسب مقام میں سکونت اختیار کرتے ہیں اپنی خوابگاہ کے نزدیک درخت زار کو گھیر ڈالتے ہیں اور نشاط و چرنے اور پانی پینے کے لیے دور دور چلے جاتے ہیں اور چلنے میں ایک آگے چل کر قراول بنتا ہی اور نگہبانی کرتا ہی اور یہ قراول اکثر بوڑھی ہتنی ہوتی ہی اور جب سوتے ہیں تو چار چار ہتنیوں کو چاروں طرف پاسبانی کے لئے مقرر کرتے ہیں اور دن کو نوبت بہ نوبت پہرہ دیتے ہیں۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہی تو ہتنی تین چار روز تک بچے کو سونڈ میں اٹھا کر پیٹھ پر یا دانت پر بٹھا لیتی ہی اور اُسے لئے پھرتی ہی۔ زچہ اور بیمار کا علاج نباتات سے کرتے ہیں اور

اسکے گرد جمع ہوتے ہیں۔ شہنشاہ اکبر کہتا تھا کہ صحرائی ہتنی کا بچہ کنوئیں میں گر پڑا تھا تو دشتی فیلوں نے کنوئیں کو لکڑی اور گھاس سے بھر کر نکال لیا۔

بادشاہ نے ہاتھی کے یہ سات مراتب مقرر کئے ہیں (۱) مست (۲) شیر گیر (۳) سادہ (۴) منجولہ (۵) کرہ۔ (۶) پھندر کیہ (۷) موکل۔

پہلے ہاتھیوں کی قسمیں مقرر نہیں تھیں۔ اس لئے انکی خوراک میں ناہنجاری ہوتی تھی مگر اب ہاتھیوں اور ہتنیوں کی اقسام مقرر کردی ہیں اور ہر ایک کی خوراک کی مقدار معین کی ہی جس سے انتظام خوب ہوگیا۔ اول مست ہاتھی پر ساڑھے پانچ نفر اسکے معنے کنایہ میں یہ ہیں کہ دو ہاتھیوں پر گیارہ آدمی یا پانچ آدمی اور ایک لڑکا (۱) مہاوت وہ گردن پر بیٹھتا ہی اور اسکو چلاتا ہی۔ (۲) بھوئی وہ سرین گاہ پر بیٹھتا ہی وہ لڑائی اور تیز روی میں یاوری کرتا ہی (۳) میٹھ وہ ہاتھی کو کھولتا اور باندھتا ہی۔ ساڑھے تین نفر اسکے مقرر ہیں دوم ہر شیر گیر پر پانچ نفر سوم ہر سادہ پر ساڑھے چار نفر چہارم ہر منجولہ پر ساڑھے تین نفر پنجم ہر کرہ پر ساڑھے تین نفر ششم ہر پھندر کیہ پر دو نفر ہفتم ہر موکل پر دو نفر مقرر ہیں فوجدار شہریار دس دس سو سو بیس بیس تیس تیس ہاتھی کاردانوں کی سپرد کرتا ہی ان ہاتھیوں کو حلقہ کہتے ہیں اور اسکے سردار کو فوجدار وہ ہاتھیوں کی فربہی و ہنر آموزی و دلیری و توپ اندازی و آتش افروزی میں انکی یا بر جائی میں کوشش کرتا ہی۔

ہاتھی کا رخت یہ ہوتا ہی (۱) دھرنہ۔ بڑی زنجیر ہوتی ہی جس سے پانوں باندھتے ہیں (۲) آندو۔ زنجیر ہوتی ہی جس سے دونوں ہاتھیوں کو باندھتے ہیں (۳) بیڑی ایک زنجیر پچھلے پانوں میں ڈالنے کی ہوتی ہی (۴) بلاپای بند ہی جس سے آمد و شد کر سکتا ہی مگر وہ دوڑ نہیں سکتا۔ (۵) گدھیری اندو کی مانند ہوتی ہی (۶) لوہ لنگر۔ ایک بڑی سی زنجیر ہوتی ہی اسکا ایک سرا ہاتھی کے دست راست میں باندھتے ہیں دوسرا کسی کنڈہ میں۔ (۷) چرخی۔ خالی نرسل ہوتا ہی جسمیں بارود بھر کر چھوڑتے ہیں اور وہ چکر کھاتی ہی۔ اس سے ہاتھی بہت ڈرتا ہی (۸) اندھیاری جسکا نام بادشاہ نے آفتابی رکھا ہی۔ وہ ٹاٹ و زربفت و مخمل وغیرہ کی بنائی جاتی ہی جو گوشیہ ہوتی ہی آنکھوں پر لگاتی

جاتی ہی۔ پادشاہ نے اوسکے نیچے تین زنگولہ لگا دیے ہیں (۹) کلاوہ چند ریسمان بٹی ہوئی ہوتی ہیں جنکو حلقہ بناکے گلے میں ڈالتے ہیں اور فیلبان انہیں اپنے دو پانوں لٹکا کے بیٹھتا ہی۔ کبھی وہ چمڑے یا ریشم کا بنایا جاتا ہی۔ اور بعض دفعہ اُس کلاوہ میں آہنیں میخیں جنکے سر تیز ہوتے ہیں لگا دیتے ہیں جنکے سبب سے بدکردار ہاتھی سر کو ہلا کر فیلبان کو نیچے نہیں گرا سکتا ہی (۱۰) ڈلتی پانچ گز کا لمبا رستا ہوتا ہی اور عصا کی برابر موٹا اسکو کلاوہ کے اوپر مضبوطی کے لیے باندھ دیتے ہیں جس سے وہ مضبوط ہو جاتا ہی (۱۱) کنار سیخچہ ہوتا ہی جسکا سر تیز ہوتا ہی اسکو کلاوہ میں لٹکاتے ہیں اور ہاتھی کے بن گوش کو اس سے کھجلا کر تیزی اور شورش میں لاتے ہیں (۱۲) ڈور ایک موٹا رستا ہوتا ہی۔ دم سے گلے تک بندھا ہوتا ہی (۱۳) گدیلہ مشہور (۱۴) گدوٹی (۱۵) پچوہ (۱۶) چوراسی (۱۷) پٹ کچہ (۱۸) بزرگ زنگ (۱۹) ٹیا (۲۰) قطاس پاکھر فولاد کی ہوتی ہی اور سر و سونڈ کے لیئے ایک جداگانہ سلاح ہی (۲۲) کج جھنبپ (۲۳) میگھ ڈنبر ایک شامیانہ ہوتا ہی جسکو پادشاہ نے ایجاد کیا ہی فیلبان اسکے سایہ میں بیٹھتا ہی۔ گج گ (۲۴) رن بیل (۲۵) گینتیلی (۲۶) پائے رنجن (۲۷) آنکس یا چنگل اسکا پادشاہ نے گنج نام رکھا ہی (۲۸) گڈ (۲۹) بنگری (۳۰) جگاوٹ (۳۱) جھندہ۔

پادشاہ کے خاص سواری کے لیئے ایک سو ایک ہاتھی منتخب ہوتے ہیں ہر دس فیل پر ایک افسر ہوتا ہی اسکو دہائی دار کہتے ہیں۔

پادشاہ ہر قسم کے ہاتھی پر سوار ہوتا ہی اور اس دیو کردار کو فرمان پذیر رکھتا ہی مست ہاتھیوں کے دانتوں پہ پاؤں رکھ کر سوار ہو جاتا ہی۔ دلکشا عماریاں خوش رفتار ہاتھیوں پر کسی جاتی ہی اور خوابگاہ رواں اسپر سرانجام پاتا ہی۔

نوکر تن آسان نہ ہو جائیں اور خدمت گذاری میں ہوشیار رہیں پادشاہ نے اور کارخانوں کی طرح اس کارخانہ کے لئے جرمانہ کا قانون بنایا ہی نر یا مادہ خاصہ فیل مر جاتا ہی تو بھوئیوں پر تین مہینے کی تنخواہ کا جرمانہ ہوتا ہی۔ اگر زحمت فیل میں کچھ کمی ہوتی ہی تو اوسکی قیمت کی دو تہائی کی برابر بھوئی اور میٹھ پر جرمانہ ہوتا ہی۔

اور اگر چھوٹ جاتی رہے تو اُسکی قیمت کی برابر ہوتا ہی۔ اگر مادہ لاغری و کم تیاری سے مر جائے تو بھوئی سے اوسکی قیمت لیجاتی ہی۔ اگر فیلبان ہاتھی کے مست کرنے کے لیے دارو کھلاوے اور اُس سے وہ مر جائے تو فیلبان کو قتل کرنے یا ہاتھ کاٹنے یا بیچ کر غلام بنانے کی سزا ہوتی ہی اور اگر خاصہ ہاتھی ہو تو بھوئی سے بھی تین مہینے کی تنخواہ کا جرمانہ لیا جاتا ہی اور ایک سال معطل کیا جاتا ہے اگر ہاتھی مر جائے تو بھوئی اور مہاوت پر تین مہینے کی تنخواہ جرمانہ ہوتا ہے اگر ہاتھی کا دانت ٹوٹ جائے یا اوسکی کلی (گلی دانتوں کے قریب ایک جگہ ہوتی ہے جب اوسکو گزند پہونچے تو وہ چرک کرتی ہے) کو آزار پہنچے اور دانت کھوکھلا ہو جائے تو داروغہ سے دو تہائی اور فوجدار سے ایک تہائی جرمانہ لیا جاتا ہے۔ ہاتھیوں کی فربہی و لاغری دیکھنے کیواسطے ہر مہینے میں دو کاردار مقرر ہوتے ہیں جو بادشاہ کو سب حال کی اطلاع دیتے ہیں۔

گھوڑا آبادی منزل و آبادی سپاہ و آبادی ملک میں بڑا درجہ رکھتا ہے۔ کشورکشائی و غم زدائی میں بڑی دستاویز ہوتا ہی۔ بادشاہ اسپر بہت مائل ہی۔ اس لیے عراق۔ عرب۔ روم۔ ترکستان۔ بدخشان۔ شروان۔ قرغز۔ تبت۔ کشمیر۔ اور اور ملکوں اور توران و ایران سے کارداں در کاروان بادشاہ پاس گھوڑے آتے ہیں۔ بادشاہ کے طویلہ میں بارہ ہزار گھوڑے ہیں ہر روز بہت سے آتے جاتے رہتے ہیں۔ دیدہ ور کارشناسوں نے گھوڑوں کی نسل لینے میں وہ ترقی کی ہی کہ تھوڑے عرصہ میں ہندوستان کو عربستان سے بڑھا دیا اور اب ہندوستان میں گھوڑا ایسا پیدا ہونے لگا کہ وہ بالکل عربی و عراقی معلوم ہوتا ہی۔ اگرچہ ان کی نسل ہر جگہ بڑھائی جاتی ہی مگر کچھہ میں وہ خوب ہوتی ہی اور عربی گھوڑے کی مانند گھوڑا وہاں پیدا ہوتا ہی۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں عرب کا ایک جہاز تباہ ہو کر اس سرزمین میں آیا۔ اس میں سات گھوڑے نہایت عمدہ تھے وہاں گھوڑے ان گھوڑوں کی نسل میں سے گنے جاتے ہیں۔ پنجاب میں بھی گھوڑا عراقی گھوڑے کی مانند پیدا ہوتا ہی۔ خاص کر دریاے سندھ و بہت (جہلم) کے درمیان اسکو سنوجی کہتے ہیں۔ اور پٹی ہیبت پور۔ بجواڑہ۔ تہارہ۔ صوبہ دارالخلافہ آگرہ۔ میوات صوبہ اجمیر میں جو گھوڑے پیدا ہوتے ہیں ان کو پچواریہ کہتے ہیں۔ ہندوستان سے کہسار شمالی میں چھوٹے گھوڑے طاقتور پیدا ہوتے ہیں اور انکو گوٹ کہتے ہیں۔ بنگالہ کی انتہا پر

کوچ (بہار) میں گھوڑا پیدا ہوتا ہی جو ترکی اور گوٹ کے درمیان ہوتا ہی اوسکو ٹانگھن کہتے ہیں۔
وہ بڑا توانا اور زور مند ہوتا ہی - پادشاہ گھوڑے کو فرماندہی کا مایہ اور بزرگی کی اکسیر جانتا ہے۔
اس لیئے انکے جمع کرنیں بہت توجہ کرتا ہے۔ اول اس نے ایک جدا جگہہ مقرر کر رکھی ہی کہ گھوڑوں کے
سوداگر وہاں بغیر انتظار کے رنج کے آرام کیا کریں اور کسی طرح کی انکو گزند نہ پہنچے اور آز مندی
جو آجکل سوداگروں کے گلے کا ہار بنی ہوئی ہی گھوڑونیں پراگندگی نہ پیدا کرے۔ دوم اس نے ایک
نیک مرد کارواں سرائے کا امین مقرر کردیا ہی کہ وہ کار آگہی اور شناسائی سے سوداگروں کو بیفرمان
نہ ہونے دے اور بدگوہر سخن سازوں کی زبان بیہودہ گوئی سے بند کرے۔ سوم ایک بتکچی درست قلم
مقرر کیا ہی کہ وہ گھوڑوں کے آنے اور نظر سے گذرنے کے سررشتہ کو منتظم رکھے اور پادشاہی احکام کی
تکمیل کو دیکھتا رہی کہ اسمیں توکچھ خلل نہیں آیا۔ چہارم اس نے سچے قیمت شناس مقرر کیئے ہیں
کہ وہ گھوڑوں کی قیمت ان کی آمد کی ترتیب کے موافق مقرر کریں یعنی جو پہلے آئیں انکے پہلے قیمت
مقرر کی جائے جو قیمت وہ مقرر کرتے ہیں پادشاہ انکو آدھی قیمت اور زیادہ دیدیتا ہے۔
ہر قسم کے گھوڑوں کے مراتب مقرر ہیں خاصہ وغیر خاصہ۔ چھ طویلے چہل اسی عرب و عجم کے برچیدہ
گھوڑوں کے اور ادر طویلے شاہزادوں کے ہیں۔ ایک طویلہ رہوار ترکی گھوڑوں کا ہی۔ ایک طویلہ
خانہ زدوں کا ہی۔ خوراکیں ہر قسم کے گھوڑوں کی مقرر ہیں۔ سب کے سازو اسباب جدا جدا ہیں۔
خدمتگاروں کی تفصیل یہ ہی کہ (۱) ایک عہدہ آتبیگی کا ہی وہ سب گھوڑوں کے حال سے واقف
ہوتا ہی طرح طرح کی تیمارداری و رہنمونی کرتا ہے۔ یہ ایک منصب والا امرائے بزرگ کی برابر ہے
آجکل خانخانان اس خدمت پر سربلند ہی۔ (۲) ہر طویلہ کا ایک داروغہ ہوتا ہے (۳) منصبداروں
اور احدیوں میں سے ایک مشرف ہوتا ہے وہ گھوڑوں کی شمار اور داد و ستد کا حساب لکھتا ہے وہ بھی
امرا میں داخل ہوتا ہے۔ (۴) دیدہ ور پادشاہ کے ملاحظہ سے پیشتر گھوڑوں کا حال تحقیق کرتا ہی
انکا حال اور درجہ قرار دیتا ہے اور مشرف اس کو لکھتا ہے۔ اکثر منصبداروں واحدیوں
میں سے کسی کو یہ عہدہ ملتا ہے۔ (۵) اختچی وہ گھوڑوں کے رخت کی پاسبانی کرتا ہے
اور ان کو آراستہ کرتا ہے (۶) چابک سوار۔ وہ گھوڑوں پر سواری کرکے انکی چال کو

درست کرتا ہی (۷) ہاڈا ایک گروہ راجپوتوں کا ہی وہ گھوڑوں کو اصول سکھاتا ہی یعنی قدم چلنا -
(۸) بیرِدھ (جو سائیسوں میں شناساتر ہوتا ہی - وہ دس آدمیوں کا سردار ہوتا ہی - اوس کو احدیوں میں تنخواہ ملتی ہی) (۹) بیطار (۱۰) نقیب وہ ہر طویلہ کے حال کی خبر داروغہ کو کرتا ہے -
(۱۱) سائیس (۱۲) جلودار پیک (۱۳) نعلبند (۱۴) زین دار (۱۵) آب کش (۱۶) فراش جو اسباب پرسے گرد جھاڑتا ہے (۱۷) سپند سوز (۱۸) خاک روب جسکا نام بادشاہ نے حلال خور رکھا ہے (اکبر کو نام بدل کرنے ناموں کے رکھنے کا شوق بڑا تھا) بادشاہ بعض آدمیوں کو یہ جانتا ہے کہ وہ گھوڑی پر خوب سوار ہوتے ہیں مگر گھوڑے کا رکھنا نہیں جانتے اس لیے اُس نے چند طویلے داروغوں کو سپرد کر دیئے ہیں اور نیز مشرف جدا مقرر کئے ہیں جب خدمت کا وقت ہوتا ہی تو یہ سوار بلائے جاتے ہیں اُنکا نام بادشاہ نے بارگیر سوار رکھا ہے - اس لیے کہ گھوڑے بدلے نہ جائیں اور فریب کا نقش مٹ جائے بادشاہ نے کچھ دنوں نظر کے لفظ سے کچھ دنوں داغ کے لفظ سے کچھ دنوں سات کے ہندسہ کے نشان سے گھوڑوں کو نشان مند کیا جو سرکار والا میں گھوڑا لیا جاتا اسپر یہ نشان گلہ پر دائیں طرف ہوتے جو گھوڑا باہر دیا جاتا اسکی بائیں طرف یہ نشان ہوتے - کچھ عراقی و محض گھوڑوں پر دائیں طرف قیمت کے ہندسہ کا نشان ہوتا اور ترکی و تازی کے بائیں طرف - اب ہر طویلے کے گھوڑوں پر قیمت کا ہندسہ لکھا جاتا ہے - دہ مہری پر ۱۰ کا نشان و بست مہری پر ۲۰ کا نشان اور علیٰ ہٰذا القیاس - اگر بادشاہ کے ملاحظہ میں اس قیمت میں کمی و بیشی ہوتی ہے تو پہلا ہندسہ کا نقش مٹا دیا جاتا ہے جب چہل اسپی اصطبل میں سے دس گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی بجائے اور شاہزادوں کے منتخب گھوڑوں میں سے بھرتی کئے جاتے اور اگر خانہ زاد گھوڑے دس کم ہو جاتے تو انکی بجای اور دس خانہ زاد گھوڑے بھرتی کیے جاتے اور اگر سوار میں سے پانچ کم ہوتے تو انکی جگہہ اور طویلوں سے بھرتی ہوتے - اگر شاہزادہ بزرگ سلیم کے طویلہ میں پندرہ گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی جگہہ اسکے چھوٹے بھائیوں کے طویلوں سے گھوڑے بھرتی کیے جاتے اور اگر اُس سے چھوٹے شاہزادہ مراد کے طویلہ میں ۲۵ گھوڑے کم ہوتے تو انکی بجائے اپنے چھوٹے بھائی دانیال کے طویلوں سے گھوڑے پر ہوتے اور اگر سب سے چھوٹے شاہزادہ دانیال کے طویلہ سے ۲۵ گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی جگہ اور طویلوں سے پر ہوتے ۳۸ الٰہی میں حکم ہوا کہ اب سے بعد

ہر سال ایک ایک گھوڑا زیادہ کیا جاے اُس وقت طویلہ خاصہ میں گیارہ گھوڑوں کی کمی ہوئی ہے اُنکی جگہہ بھرتی شروع ہے اور اور طویلوں کی کمی نظر (ملاحظہ کے وقت) پوری کی جائیگی جب کوئی خاصہ گھوڑا مر جاتا ہے تو اوسکی قیمت اوّل کی ہر مہر کے پیچھے داروغہ سے ایک روپیہ در میر دہے دس دام اور سائیس سے چوتھائی تنخواہ تاوان لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی گھوڑا چوری جاتا ہے یا عیب ناک ہو جاتا ہے تو اطلاع بادشاہ کو ہوتی ہے اور وہ اُسکے واسطے تاواں تجویز کرتا ہے۔ یہ تاوان یکساں نہیں ہوتا۔ مختلف ہوتا ہے اور اور طویلوں میں اور داروغہ سے ایک گھوڑے کے مرنے پر ایک روپیہ مہر پیچھے اور دو کے مرنے پر دو روپیہ فی مہر میر دہ اور سائیس سے بدستور سابق تاوان لیا جاتا ہے اور اب ایک گھوڑے سے تین گھوڑوں کے مرنے تک ایک روپیہ فی مہر اور چار کے مرنے پر دو دو روپیہ ہر مہر پیچھے اور علیٰ ہذا القیاس تاواں لیا جاتا ہے۔ اگر گھوڑے کا منہ چر جائے تو ہر مہر پیچھے دس دس دام میر دہ سے جرمانہ لیا جاتا ہے اور وہ اور سائیسوں سے وصول کرتا ہے۔ ہمیشہ بادشاہ کی سواری کے لئے یہ گھوڑے تیار رہتے ہیں دو دو خاصہ۔ گرہوار تین۔ طوائل ہفتا دہری سے وہ مہری تک گوٹ ایک ایک چار چار گھوڑوں کو کوتل کہتے ہیں۔ جب بادشاہ چہ طویلہ خاصہ میں سے کسی گھوڑے پر سوار ہوتا ہی تو ایک آئین مقررہ کے موافق نوکروں کو ایک روپیہ انعام دیتا ہے جس سے خدمت آئینزی کی ترقی ہوتی ہے اور وہ سب نوکروں میں تقسیم ہوتا ہی جب کوئی گھوڑا بخشش میں دیا جاتا ہی تو اوسکی قیمت ڈیوڑھی یعنی پچاس فیصدی زیادہ کی جاتی ہے اور ہر اشرفی کے پیچھے پانچ دام اُس سے انعام لیتے ہیں اور اصطبل کے ملازم اُسے تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس مُلک کے گھوڑے کی عمر طبعی ۳۰ سال اور قیمت پانچ سو روپیہ سے لیکر دو سو روپیہ تک اونٹ ابتدا ر شعور سے اس شگرف پیکر جانور کی طرف بادشاہ بہت میلان خاطر ہے وہ آبادی منزل و آبادی سپاہ و آبادی ملک کا مددگار ہے اور بار برداری میں صابر ہے اس لیئے بادشاہ کا وہ دلنشیں ہے اور اوسپر بہت توجہ ہے اس ملک میں وہ بہت عمدہ پیدا ہونے لگا ہے اور ایرانی و تورانی اونٹوں سے بیش ہو گیا بادشاہ اپنی خوشی اور اوروں کی نشاط افزائی کے لیئے اونٹوں کو لڑاتا ہے اور چند منتخب آدمیوں کو اس کام کے واسطے آمادہ رکھتا ہے خاصہ اونٹوں میں ایک اونٹ کا نام

شاہ پسند ہی۔ خانہ زاد بارہ برس کا ہے وہ اپنے ہمسروں پر غالب ہے اور اوسکی رفت وخیز میں کشتی گری کی تازگیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اجمیر و جودھپور و ناگور و بیکانیر وجیسلمیر و بھٹنڈا و بھٹنیر کے نزدیک اونٹ بہت ہوتا ہے صوبہ گجرات وکچھ کے قریب بہت عمدہ اونٹ ہوتے ہیں۔ اور سندھ میں سب سے زیادہ۔ بہت سے آدمیوں پاس دس دس ہزار اونٹ ہوتے ہیں۔ اجمیر کا اونٹ تیز رفتاری میں اور بھٹنیر کا اونٹ بار برداری میں نامدار ہیں پانچ اونٹ کی ایک قطار ہوتی ہے۔

ہندوستان میں گائے کی بڑی بزرگ داشت ہوتی ہی ہندو اوسکو مقدس جانتے ہیں کشت وکار اُسی کی قوت سے ہوتی ہے اور اس سے مایہ زندگانی کا سامان مہیا ہوتا ہی اسی کے دودھ وگوشت وروغن سے دسترخوان کی رونق ہوتی ہے۔ بیل باربرداری اور گردوں کشی میں بڑا تومند ہوتا ہے اور سلطنت کی تینوں قسموں میں بڑا مددگار۔ وہ سب جگہ پیدا ہوتا ہے اور اُسکے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں لیکن صوبہ گجرات میں سب جگہ سے بہتر ہوتا ہی اور اوسکی ایک جوڑی کی قیمت سو مہر ہوتی ہے اور رات دن میں اسّی کوس چلتا ہی اور اسپ خوش رفتار سے آگے بڑھنا چاہتا ہی اور راہ میں سرگین نہیں کرتا بیس مہری اور دس مہری بیل تو بہت ہوتے ہیں بنگالہ اور دکن میں بیل اچھا ہوتا ہی اور بوجھ لادنے کے وقت بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں کی گائے آدھ من دودھ دیتی ہے اور مُلک دکن میں دس روپیہ کی قیمت سے زیادہ قیمت کا بیل نہیں ہوتا۔

پادشاہ نے بیلوں کی ایک جوڑی دو لاکھ دام کو خریدی تھی۔ تبّت وکشمیر کے قریب گائے قطاس پیدا ہوتی ہے وہ ایک عجیب نمود رکھتی ہی۔ اس جانور کی عمر طبعی ۲۵ سال ہے۔ پادشاہ انہیں سے بہت سے گائے بیل پاسبانوں کو سپرد کرتا ہی انہیں سے سو خاصہ ہیں انکا نام کوتل رکھا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ خدمت کے لیئے آمادہ رہتے ہیں اور شکار میں انہیں سے چالیس بے بار ہمراہ ہوتی ہیں اور اکیاون گاؤ اور ہوتی ہیں وہ کوتل کی برابر عمدہ نہیں ہوتیں انکو نیم کوتل کہتے ہیں اور اتنی اور گاؤں کو پاؤ کوتل ہر قسم کے بیلوں کو گردوں کشی وبہل آرائی وآب آوری کے کام سپرد ہوتے ہیں انہیں ایک قسم کا بیل گوٹ کی مانند ہوتا ہے اس کو گینی کہتے ہیں وہ بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔

اس طرح گاؤں اور بھینسوں کے تقسیم سو سو کے گلوں میں ہو کر آدمیوں کو حوالہ کی جاتی ہیں اور سب کی خوراک مقرر ہوتی ہے۔

بہل دو طرح کی ہوتی ہے چتری دار کہ جسپر چار چوب یا زیادہ لگی ہوتی ہیں اور انکو زبردست گھوڑے کھینچتے ہیں اسکو گھڑ بہل کہتے ہیں۔ دس خزانوں پر ۲۰ عرابچی اور ایک بڑھئی مقرر ہوتا ہے اگر بیل کا سینگ ٹوٹ جاے یا وہ اندھا ہو جائے تو اوسکی چوتھائی قیمت کی برابر داروغہ سے تاوان لیا جاتا ہے۔ ہر گاڑی کے اوگھنے کے لیے نیم دام دیا جاتا ہے۔ بھینے کو انہ کہتے ہیں۔ گاؤ و گاؤمیش کے گلہ کو ٹھاٹ کہتے ہیں۔ ایک گائے ایک سیر سے پندرہ سیر تک اور ایک بھیس دو سیر سے ۳۰ سیر تک دودہ دیتی ہے اور پنجاب کی بھینس عمدہ ہوتی ہے۔ ہر گائے کا دودھ اول مشخص ہوتا ہے اور ہر سیر سے دو دام روغن طلب ہوتا ہے۔

آئین نمبر ۱۲

خچر میں گھوڑے کی طاقت اور گدھے کا صبر ہوتا ہے۔ نہ وہ گھوڑے کا سا زیرک ہوتا ہے نہ گدھے کا سا کودن جس راہ پر وہ ایک دفعہ جاتا ہے پھر اُسے نہیں بھولتا ہے۔ بارکشی و گریوہ نوردی و نرم روی میں بہت ہی کم جانور اُس کی برابر ہیں۔ اس لیے اسکو کاردار ہوشیار دوست رکھتے ہیں اور اوسکی پرورش کرتے ہیں۔ ہندوستان میں پکھلی اور اسکے نواح کے سوا اور کہیں اور نہیں پیدا ہوتا وہ اوسکو گدھے کی برابر سمجھتے ہیں اور اسکی سواری سے ننگ رکھتے ہیں۔ مگر بادشاہ نے اس نفرت کو دور کر دیا ہے۔ عراق۔ عرب۔ عجم۔ اور ملکوں سے وہ آتی ہیں اور انمیں جو اچھی ہوتی ہے وہ ہزار روپیہ کو بکتی ہے اور اسکی قطار بھی مثل شتر کے پانچ خچروں سے بناتے ہیں اوس کی عمر طبعی پچاس سال ہے۔ سب کے لیئے خوراک اور ساز مقرر ہے۔

آئین شمار روزی بادشاہ

سلطنت کی تینوں شاخوں کی آبادی اور مایہ وری اور چھوٹے بڑوں کی کام روائی۔ دلوں کی پاسداری خاطروں کی دیدبانی اس بات پر موقوف ہے کہ پادشاہ اپنے دن رات کو کئی طور سے صرف کرتا ہے پادشاہ کے دل پر اگر ہزاروں شغلوں کا ہجوم ہو تو اُس کے صفائی قلب میں کوئی غبار نہیں اوٹھتا اور خدا تعالےٰ کی نیرنگی نقش کی آگاہی میں۔ پراگندگی پیدا ہوتی۔ ہر لحظہ

رضامندی ایزدی کی جویائی اس کی بڑھتی ہے اور دمبدم اس کی ژرف نگہی اور دور اندیشی
زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اپنی دانائی اور بزرگ شناسی سے دوریاب دیدہ وروں کی تلاش میں
رہتا ہے اور اپنے حسن روزافزوں پر کمتر نظر ڈالتا ہے اور اس امید میں سب چھوٹے بڑوں کی
سنتا ہے کہ اسکے چراغ دانائی کو کوئی دل آویز سخن یا گزیدہ کردار روشن کرے باوجودیکہ اس
تلاش میں برسوں گذر گئے مگر کوئی خالص بزرگ مرد اس کو دستیاب ہوا منصف رہ نمایوں نے
تو بادشاہ کا حال دیکھ کر اپنے علم کا دفتر دھویا اور از سر نو بادشاہ سے سبق پڑھا مگر فراخ حوصلہ بادشاہ
پہلے ہی طرح اس فرقہ کی طلب میں سرگرمی کے ساتھ ساعی رہتا ہے اور اس طریقہ کی مصاحبت
سے خوش وقت ہوتا ہے۔ گو اسکو ہزاروں ظاہری شکوہ حاصل ہیں۔ بہت سے افسانہ ہائے
خواب اس کے لئے موجود ہیں مگر وہ اپنی خواہش و خشم کو سلطان خرد کی فرمان پذیری سے باہر
جانے کے لئے قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسکے موافق کام کرنا تو کیا افسانہ سرائی جو
اہل جہان کو خواب میں لاتی ہے وہ اسکو اور زیادہ بیدار کرتی ہے۔ اس میں خدا طلبی و حق پژوہی
کی کثرت ایسی ہے کہ وہ خدا کی پرستش میں جان و تن سے ریاضت صوری اور معنوی کرتا ہے وہ ایسی
عبادت بھی کرتا ہے کہ جو لوگ زمانہ کی رسم کے پابند ہیں انکی زبان طعن اسپر بند ہو جاتی ہے۔ مگر ہمیشہ
بڑی جستجو اسکی یہ رہتی ہے کہ میں اپنے میں ایسی نیک عادتیں پیدا کروں کہ خردمند بیدار دل اسکی
خوبی کو بالاتفاق مانتے ہوں اور کوئی کیش و مذہب اسپر طنز نہ کرتا ہو وہ اپنے وقت کی قدر
جانتا ہے اور کبھی اس کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ اور اپنے گرامی انفاس کی پاسداری کرتا ہے
اور جو کام اسکو کرنا چاہیئے اس کو ترک نہیں کرتا۔ اسکی عادتوں میں ایسی خیر پسیچی ہے کہ وہ
عبادت معلوم ہوتی ہے اسکی عبادتوں کا بیان نہیں ہو سکتا وہ کسی وقت عبادت الٰہی
و محاسبہ روحانی سے خالی نہیں رہتا۔ خصوصاً صبح کے وقت کہ جسمیں نور پاشی اور بیداری
کا آغاز ہوتا ہے اور دوپہر کو کہ آفتاب عالمتاب کا فروغ سارے جہان پر پھیلتا ہے اور طرح
طرح کی نشاط کا سرمایہ بنتا ہے اور شام کے وقت کہ اہل زمیں کے آگے سے روشنی
کا دستر خوان اٹھ جاتا ہے اور جو نور کو دوست رکھتے ہیں وہ سراسیمہ ہوتے ہیں اور آدھی

رات کو انجمن ہستی کا روشنی افزا و بلندی گر تا ہوا ہی اور اندھیری رات کے غمزدوں کو خوشدلی کی نوید پہنچاتا ہے یہ سب۔ بزرگداشت ایزدی اور پرستش خداوند جان آفرین کی نیرنگیاں ہیں۔ اگر نادان شیرہ طبع اس بھید کو نہ پہنچے تو اُس میں کس پر تاوان ہی اور کس کا زیان ہی؟ ان اوپر کے فقروں کا مطلب یہ ہی کہ صبح و دوپہر و شام و آدھی رات کو پادشاہ آفتاب کو خدا کی نیرنگی کا مظہر سمجھکر عبادت کرتا ہی۔ مگر نادان اسکو نہ سمجھیں تو اس میں کس کا قصور ہے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ منعم کی سپاس گذاری اور ستایش گری ناگزیر ہے نور الانوار (سورج) کی فیض گستری کا شکر کس قوت سے ادا ہو سکتا ہی اور اوسکی نعمتیں جو ہمکو پہنچی ہیں کون گن سکتا ہی۔ سب دانشوروں کے نزدیک پادشاہوں کے طائفہ پر سریر آسمانی کے سلطان کی خاص نظر عنایت ہی پس اس طائفہ پر فرض ہی کہ وہ اسکا شکر ادا کرے اس نظر سے پادشاہ آتش کی تعظیم اور چراغ کی بزرگداشت کرتا ہے۔ اب میں آفتاب کی فضیلتوں کو بیان کروں یا اس نیر اعظم کی پرتو اندازی کا ذکر کروں یا ہنگامۂ تقلید کی بیدانشوں کی کجگرائی لکھوں کہ وہ پادشاہ کو آتش پرست جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آفتاب کو معبود مانتا ہے میں ان سب کی ہنسی اُڑاتا ہوں۔

پادشاہ کا دل ایسا محبت سے بھرا ہوا ہی کہ وہ جان آزاری اور دلشکنی پر راضی نہیں ہوتا اور جان بخشی اور دلنوازی کرتا رہتا ہی اس لیئے وہ گوشت کی غذا سے پرہیز کرتا ہی۔ مہینوں گذر جاتے ہیں کہ وہ اسکو چھوتا بھی نہیں۔ گوشت گودلوں کا معشوق ہے مگر صاف باطن اس کی کچھ قدر نہیں کرتے۔ پادشاہ کو مستلذات ظاہری پر کچھ رغبت نہ تھی وہ رات دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتا اور اپنے ہر وقت کو انہیں کاموں میں جو ناگزیر وقت و بائست کار ہیں صرف کرتا۔ رات کو کچھ تھوڑا سا اور دن کو کچھ سو کر وہ آرام لیتا ہی۔ یہ سونا بھی اسکا بیداری پر غالب ہی۔ یہ اس کی عادت ہی کہ رات کو جاگ کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہی اور زیادہ تر خاص خلوت کدہ میں حکمت پژوہ و شیوا زبان و صاف دل صوفیوں کی انجمن جمع ہوتی ہے اور ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھ کر دلاویز گفتار کرتا ہے اور پادشاہ اپنے علم سے انکے علم کا امتحان کرتا ہی۔ اس سے گذشتہ زمانہ کے خیالات معلوم ہوتے ہیں اور نئے پیدا ہوتے ہیں۔ سعادت مند جوان ستایش کرتے ہیں اور فرخی و خورمی سے

اپنے دل کا مقصد بر لاتے ہیں اور منصب پیرانہ سال غم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ انکو نئی رسم و راہ سیکھنی پڑتی ہیں۔ اور اسی صفوت گاہ میں ہوشیار مغز مورخ جمع ہوتے جو چہرہ سخن کی افزایش کاہش سے نہیں بگاڑتے ہیں۔ بات جون کی توں کہتے ہیں اور ہوش افزا پہلی داستانیں بیان کرتے ہیں بزرگ دانش پادشاہ نادر نکتے کہتا ہے اور بحث کے لیے برگزیدہ مضامین پیش کرتا ہے اکثر اوقات عرائض ملکی و مالی پادشاہ سننے لگتا ہی۔ ہر کار کے واسطے جتنا وقت مقرر کرنا چاہیے اُتنا ہی مقرر کرتا ہی جب ایک پہر رات باقی رہتی ہی تو سب طرح کے غنیاگر جمع ہو کے داخل ہوتے ہیں اور اپنی آواز و ساز سے ہوش افزائی اور ربایش گری کو آراستہ کرتے ہیں جب رات چار گھڑی باقی رہتی ہی تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔ پادشاہ اپنے وحدت کدہ میں جا کر باطن کا ہمرنگ ظاہر کو کرتا ہی اور دریا حقیقت میں تیرتا ہے۔ رات کے آخر ہونے پر ساتوں ولایت کے شائستہ آدمی اور سپاہی اور سوداگر اور کشاورز و پیشہ ور اور طرح طرح کے حرفوں کے آدمی جمع ہوتے ہیں اور بادشاہ کے دیدار کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ کچھ دن چڑھے وہ کورنش بجالاتے ہیں جسکا اوپر ذکر ہوا۔ پھر شبستان دولت منظر اہل حرم مسرت آمود ہوتے ہیں اور اس عرصہ میں دین دنیا کے کام بہت ہو جاتے ہیں۔

(۳) آئین دربار

دربار بھی ایک طرز جہاں آرا اور تینوں آبادی سلطنت کا ضامن اور حوادث روزگار کی پناہ ہی۔ اسکی آبیاری سے گلشن سلطنت سیراب ہوتا ہی اور امیدوں کے کھیت ہرے ہوتے ہیں۔ پادشاہ رات دن دو بار دربار کرتا ہے اول صبح کی عبادت کے بعد پردہ سے باہر اپنا دیدار دکھاتا ہی۔ اسمیں سب چھوٹے بڑے بغیر سپاہیوں کی دورباش کے پادشاہ کو دیکھتے ہیں اور اس کو درشن کہتے ہیں اسمیں کبھی اور کاموں کا بھی انتظام ہو جاتا ہی دوم دولتخانہ میں پادشاہ آتا ہے۔ اکثر پہر دن چڑھے کبھی آخر دن میں بھی رات کو کبھی ایک منظر پر جو اس دولتخانہ کی طرف ہوتی ہے بیٹھتا ہے اور کارروائی کرتا ہے کشادہ پیشانی اور شگفتہ روئی سے مسند دادوہی پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور بغیر اپنی طبیعت کی خواہشوں کے اور نارضامندی ایزدی کی آلایش کے عدالت کرتا ہے۔ ہمیشہ کارپردازان سلطنت طرح طرح کے مطالب اور رنگارنگ کی درخواستیں موقف عرض میں پیش کرتے ہیں اور ہر ایک کو پادشاہ شائستہ جواب دیکر ہدایت کرتا ہی۔ دادار پرستی کی افزونی اور

مزاج روزگار کی شناسائی سے برخلاف پہلے فرماں روایوں کے وہ ہستی کے ذرات کو کل نما آئینہ جانتا ہے اور جن چیزوں کو ظاہر میں چھوٹا و کمتر گنتے ہیں اُن پر بادشاہ توجہ کرتا ہے اور اہل جہاں کی آسودگی کو اپنی آسایش جانتا ہی اور ایسی چھوٹی باتوں پر متوجہ ہونے سے ملول نہیں ہوتا پادشاہ کی درشن کے وقت نقارہ بلند آوازہ ہوتا ہے جس سے لوگوں کو اطلاع ہو جاتی ہے۔

(۱۴) آئین کورنش و تسلیم

جو ظاہر میں درست یا بنجتے ہیں وہ فرماں روایوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں کی پراگندگیوں کو وہ دور کرتے ہیں لیکن ژرف نگاہ روشن ضمیر یہ جانتے ہیں کہ دار الملک معنی بغیر اس گروہ ایزدی کے کسی اور صورت سے سرانجام نہیں پا سکتا اور انہیں کی قدسی بارگاہ میں خود بینی کا نقش مٹ سکتا ہی اور نیازمندی کے پیش طاق کی آرایش ہو سکتی ہے اس سبب سے فرہنگ آرا اور رنگ نشینوں نے اپنی رسائی کے موافق نیایش گری کا آئین مقرر کیا ہی بعض نے صرف سر کا جھکانا بعض نے کچھ اور۔ اس شہنشاہ نے یہ مقرر کیا ہی کہ روے دست کو پیشانی پر سر جھکا کر رکھنا۔ اس کو اس وقت کورنش کہتے ہیں یعنی سر کو جسکے ساتھ زندگانی محسوس و معقول وابستہ ہے دست نیاز میں لیکر محفل مقدس میں نثار کرنا۔ اور اپنے تئیں فرماں پذیری کے لیے آمادہ کرنا ایسا آئین ہے کہ بندگان عاطفت پذیر دست راست کی پشت کو زمین پر رکھکر آہستگی کے ساتھ اوٹھاتے ہیں اور سیدھے کھڑے رہ کر روے دست کو تارک سر پر رکھتے ہیں اور اس روش سے یہ بتلاتے ہیں کہ ہم خود اپنے تئیں سپرد کرتے ہیں اس کو تسلیم کہتے ہیں۔

پادشاہ فرماتا تھا کہ ایک دن باپ نے اپنا تاج خاص عنایت کیا وہ فراخ تھا میں اُس کو ہاتھ میں اُستوار پکڑ کر کورنش جس طرح اوپر بیان ہوئی بجالایا۔ میرے باپ نے اوس کو پسند کرکے یہی طریقہ کورنش و تسلیم کا جاری کر دیا۔ رخصت۔ ملازمت۔ منصب۔ جاگیر۔ و تشریف و اسپ کی بخشش کے وقت تین دفعہ تسلیم کی جاتی ہے اور باقی اور مراتب دہش اور طرح طرح کی عنایتوں کے وقت میں ایک تسلیم کی جاتی ہے ہر نوکر اپنے آقا کے ساتھ اسی طرح زندگانی بسر کرتا ہے۔ اور اسکو اپنی دولت افزائی کا سرمایہ سمجھتا ہے اس لیے جو بندے پادشاہ سے ارادت خاص رکھتے تھے اونہوں نے سجود نیایش کا اضافہ کورنش و تسلیم پر

کیا ہے اور اس کو سجدۂ ایزدی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ پادشاہ دادار بیہمال کا ایک نمونہ والا ہے۔ اور آفتاب جو کہ ایک پرتو جہاں افروز ہے۔ بہت سے آدمی یہ معنی سمجھکر اس روش پر مائل ہو کر سعادت پر سعادت حاصل کرتے تھے۔ مگر اس سبب سے کہ تیرہ دل لگر اسجدہ کو آدمی کی پرستش سمجھتے تھے۔ شہریار کارشناس نے احمقوں کو اور سب درجے کے آدمیوں کو سجدہ سے باز رکھا اور دربار عام میں اپنے پیش خدمتوں کو بھی سجدہ سے منع کردیا۔ انجمن خاص میں تھوڑے سے بیدار بخت بندوں کو حکم تھا کہ وہ سجدہ سپاس گذاری کا ادا کرکے بیٹھیں۔ اس فرمایش اور اس باز داشت سے خاص و عام دونوں کو کامیاب اور گروہا گروہ آدمیوں کو شائستگی پر مطلع کرتا ہی۔ جب

آئین ایستادہ و نشست

پادشاہ تخت پر بیٹھا ہی تو جو لوگ حاضر ہوتے ہیں وہ اول کورنش بجالاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ پر اپنی منزلت کے موافق آگے ہاتھ کو اس طرح رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کہنی پر اور بائیں ہاتھ کی اونگلیاں دہنے ہاتھ کی کہنی پہ ہوتی ہیں۔ بزرگ شاہی تخت سے ایک گز سے زیادہ نزدیک اور چار گز سے زیادہ دور نہیں کھڑے رہتے اور جب بیٹھتے ہیں تو دو گز سے کم اور آٹھ گز سے زیادہ دور نہیں ہوتے متوسط شاہزادے کھڑے ہوتے ہیں۔ ڈیڑھ گز سے ۶ گز تک دور بیٹھتے ہیں ۳ گز سے بارہ گز تک تخت سی نزدیک و دور ہوتے ہیں اور درجہ سوم کے شاہزادے بھی ایستادہ و نشست میں اسی نسبت سے تخت سے فاصلہ رکھتے ہیں۔ پادشاہ اپنی محبت کے سبب خردسال شاہزادوں کو زیادہ قریب رکھتا ہے اور اول درجہ کے امیر کھڑے ہوتے ہیں تخت سے ۳ گز سے ۱۵ گز تک دو بیٹھتے ہیں ۵ گز سے ۲۰ گز تک نزدیک و دور ہوتے ہیں دوسرے مرتبے کے بڑے امیر ۳½ گز نیچے اور باقی اور امرا ۱۱½ گز دور ہوتے ہیں اور باقی اور لوگ لیال میں کھڑے رہتے ہیں اور ایک دو زیادہ نزدیک بھی ہوتے ہیں (لیال سپاہ کے بازو کو کہتے ہیں) تخت کے آگے جگہ خالی رہتی تھی اور اسکے دو بازوؤں میں سے ایک بازو میں شاہزادے اور بڑے بڑے امرا اور اعلیٰ درجہ کے عہدہ دار و منصب دار اور دوسرے بازو میں قور اور ملّا و علما نشست و برخاست کرتے تھے۔

(۷۶) آئین [illegible]

اگرچہ کام ہر روز بے شمار ہوتے ہیں مگر اس میں ۵ کام بیان کیے جاتے ہیں جو ہمیشہ

کیے جاتے ہیں اُن میں فرق نہیں ہوتا۔ انجمن دادودہش میں طرح طرح کے آدمی بادشاہ کے حضور میں آتے ہیں۔ اور اُن کی لیاقت کا امتحان ہوتا ہے۔ بعض آدمی مرید ہونے کو آتے ہیں بعض آدمی اپنے امراض کی دوا لینے کے لیے بعض دین کی دشواریوں کے حل کرنے کے لیے بعض دنیا کی مشکلات کی چارہ پژوہی کے واسطے۔ گروہا گروہ۔ تورانی۔ ایرانی۔ رومی۔ فرنگی۔ ہندی۔ کشمیری آدمیوں کے گروہ کا ماہوارہ کارپردازان دولت بعض آئین کے موافق مقرر کرتے ہیں۔ اور بخشی انکو بادشاہ کے روبرو لاتا ہے۔ پہلے یہ آئین تھا کہ وہ اسپ براق کے ساتھ آتے تھے۔ اب سوا احدی کے گھوڑے کے کوئی اور روبرو نہیں آتا بعض آدمیوں کا وظیفہ کم وزیادہ ہوتا ہے۔ مگر بادشاہ اس تفصیل میں ایسی گرم بازاری رکھتا ہے کہ بیشتر لوگوں کا اضافہ ہی ہوتا ہے۔ ہر روز جو آدمی پیش ہوتے ہیں انمیں فزونی وکمی ہوتی رہتی ہے۔ دوشنبہ کے روز جسقدر سوار کہ ہفتہ سابق کے بعد ملاحظہ سے باقی رہتے ہیں۔ بادشاہ کی نظر کے آگے گذرتے ہیں۔ جتنے سوار کوئی شخص پیش کرتا ہے۔ اس کو فی سوار دو دو دام دیئے جاتے ہیں کہ جس سے سپاہ کی کارافزائی وخدمت آموزی ہو۔ احدیوں کو بھی اسی طرح خاص تیکچی پیش کرتے ہیں۔ بادشاہ اس گروہ کا اضافہ تنخواہ ہمیشہ کرتا ہے۔ چونکہ آئین یہ ہے کہ جب احدی کا گھوڑا مر جائے تو وہ گھوڑا نہ خریدے۔ بلکہ اس کو گھوڑا سرکار سے ملے اور ماہوارہ اور انعام میں اس کی قیمت مجرا لی جائے اس لیے وہ احدی بھی پیش ہوتے ہیں جنکے گھوڑے مر گئے ہیں۔ نوئینان بزرگ اور بڑے امرا، کچھ ملازموں کے لیے استدعار منصب کرتے ہیں وہ بھی پیش ہوتے ہیں اور انکے درجہ کے موافق تنخواہ مقرر ہوتی ہے پچاس روپیہ ماہوار سے کم یہ درخواست نہیں ہوتی۔ ہر کارخانہ کے نوکروں کا ماہیانہ اس بارگاہ میں مقرر ہوتا ہے اور خدمتیں نوکروں کے لیے نامزد ہوتی ہیں۔

آئین آزمون

خرد بخش جہان آرا خدا جب چاہتا ہے کہ مردم زاد کا گوہر ظاہر ہو اور اس کے حوصلہ کی تنگی و وفراخی سب پر عیاں ہو تو انہیں غبار دورنگی کو اُٹھاتا ہے اور دین و دنیا کا نقش بناتا ہے انہیں سے ہر ایک کا جُدا جُدا ایک خداوندگار پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی نکوہش میں آویزش کرتا ہے۔ ناتوان بینی اور بیدانشی اپنا عیار نمودار کرتی ہے۔ قدردانی وجہاندفزی

بڑی جنگی ہوجاتی ہی ورنہ دین کیا اور دنیا کیا ہی۔ ایک حسن دلآویز ہے۔ جو چند ہزار پردوں کو چمکاتا ہے۔ اور ایک گلیم لمبی چوڑی بچھی ہوئی ہے جسمیں گوناگوں رنگ چہرہ روشن کررہی ہیں۔

قطعہ

درحقیقت نسبتِ عاشق ومعشوق یکی ست — بوالفضولاں صنم و برہمنے ساختہ اند
یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں — ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

ایک شخص اپنے نفس پر لعنت ملامت کرنی اختیار کرتا ہے۔ دوسرا اہل جہاں کی نگہبانی کو اپنی پاسبانی سمجھتا ہے۔ ایسے ہی گروہا گروہ آدمی اپنے خیال کے موافق اعتقاد رکھتے ہیں اور خوابِ خیال میں نشاط بازی کرتے ہیں جب خودی وعادت چھوٹتی ہے اور علم بڑھتا ہی پردہ تقلید کا تانا بانا ٹوٹتا ہے اور چہرہ یکرنگی نمودار ہوتا ہے۔ ہر گھر کو فروغ دانائی روشن نہیں کرتی اور ہر دل شناخت کا پذیرا نہیں ہوتا اور اگر کسی کو شناسائی بہم پہنچ جاتی ہی تو وہ ان جان گزوں کے خوف سے جنگلی آدمی کی صورت ہی خموشی اختیار کرتا ہے اگر کوئی اپنی بُردلی کے سبب سے کچھ کہنے لگتا ہے۔ تو سعادت سگالان سادہ لوح اسکو دیوانہ کہہ کر پایۂ اعتبار سے ساقط کردیتے ہیں اور بدگواہران نافرجام کفروالحاد کہہ کر اسکو نیست و نابود کردیتے ہیں۔ جب کسی قوم کی بختمندی سے ایسا وقت آتا ہی کہ حق پرستی اسکے شامل حال ہوتی ہے تو اس میں ایسا پادشاہ پیدا ہوتا ہی کہ جہان معنی کی پیشوائی بھی اسکے حوالہ ہوتی ہی۔ اس کو علم بغیر کسی آدمی کے توسل کے حاصل ہوتا ہے اور اوسکی لوح خاطر سے دوری کا نقش بالکل مٹ جاتا ہے کبھی وہ وحدت کو جلوہ زار کثرت میں دیکھتا ہی اور کبھی اس کے برخلاف عشرت اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اورنگ تمکین پر بیٹھتا ہے اور غم وشادی سے باہر ہوکر یکساں نسبت سے زندگی بسر کرتا ہی چنانچہ یہی حال شہنشاہ اکبر کا ہی۔ یہ شہریار دوربین ایک مدت تک بیگانوں کے طور پر پردہ رہا اور اس کارسے اپنے تئیں ناآشنا رکھا مگر جس چیز کو خدا چاہتا ہے اس کو روکنے کی کون قدرت رکھتا ہی؟ ناگزیر پادشاہ نے رہنمونی اختیار کی اور اس کو رضامندی ایزدی شمار کرکے ہدایت کا دروازہ کھولا اور جویائی کے دشت کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔ طرح طرح کے ارباب تجرد سناسی جوگی۔ سیوڑہ۔ قلندر۔ حکیم۔ صوفی کی

اور گروہا گروہ اہل تعلق سپاہی سوداگر پیشہ کشاورزکی چشم آگہی کو کھولا اور گوہر بینائی کو فروغ دیا
ترک۔ تاجیک۔ خرد۔ بزرگ۔ آشنا۔ بیگانہ دور نزدیک پادشاہ کی نذر کو اپنی بستگی کی گرہ کشائی
سمجھتے ہیں اور اپنے کام روائی کے وقت پادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نیایشگری کرتے
ہیں۔ بہت سے آدمی جو دوری راہ کے سبب سے یا قدسی آستان کی ہجوم کی وجہ سے حاضر نہیں
ہو سکتے وہ غائبانہ اپنے تئیں نثار کرتے ہیں اور سپاس گذاری بجا لاتے ہیں۔ انتظام ولایت کے
لیے۔ ملک کی تسخیر کے واسطے شکار کی نشاط کے لیے پادشاہ سفر کرتا ہے تو قصبہ و شہر کم ایسا
ہوتا ہوگا۔ جہاں گروہ کے گروہ عورت مرد ہاتھ پر نثار رکھے ہوئے اور زبان پر نیایشگری لیے
ہوئے اوس کی طرف متوجہ نہ ہوتے ہوں اور جبین اخلاص کو رگڑ کر اپنی بندگی کارسازی کو
نہ کہیں اور پادشاہ کی دستگیری کی داستانیں نہ پڑھیں یعنی لوگ آن کر کہتے ہیں کہ ہمنے یہ تیری نذر
مانی تھی جس سے ہمارے کام تیری دستگیری سے نکل گئے۔ پادشاہ سے بہت آدمی سعادت جاوید
کی اندیشہ آبادی کی۔ کردار گزیدہ کی۔ صورت کی تنومندی کی۔ آنکھوں کی روشنی کی بیٹے کے پیدا
ہونے کی۔ دوستوں کے ملنے کی۔ زندگی کے دراز ہونے کی۔ جاہ و مال کی افزایش کی
اور اور آرزوؤں کے برلانے کی درخواست کرتے ہیں۔ پادشاہ ہر ایک کو شائستہ جواب دیتا ہی
اور انکی اندرونی سراسیمگی کا علاج کرتا ہی۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ بہت سے آدمی پیالے
پانی سے بھر کر پادشاہ پاس دم کرانے کے لیے نہ لاتے ہوں وہ نیازمندی کے ساتھ پانی کو
ہاتھ میں لیتا ہی اور آفتاب جہانتاب کے پرتو میں رکھتا ہے اور اس طرح لوگوں کی تمنا کو پورا
کرتا ہے بہت سے بیمار جنکو اپنی زندگی سے مایوسی تھی اور بڑے بڑے طبیبوں نے ان کو جواب
دیدیا تھا وہ اس پادشاہ کے علاج سے تندرست ہو جاتے ہیں۔

پادشاہ پاس جو لوگ مرید ہونے آتے ہیں اونکے مرید کرنے میں وہ درنگ کرتا ہی اور کہتا ہے
جب ہم ہی خود رسیدہ نہ ہوں تو کیسے رہنمائی کا دم بھر سکتے ہیں جب وہ کسی شخص کی پیشانی میں
راستی کی نشانی بہت ظاہر دیکھتا ہے اور اوسکی جویائی روز بروز زیادہ ہوتی ہے تو اس کا
مرید کرنا قبول کرتا ہے اور اتوار کے دن آفتاب عالمتاب کی فروغ میں وہ اپنے دل کے

مقصد پر پہنچتا ہے باوجود اس تنگ گیری اور دشوار پسندی کے ہر طائفہ کے ہزاروں آدمی مرید ہوتے اور اسکے ساتھ ارادت اپنی سعادت سمجھتے ہیں جب کوئی مرید ہوتا ہے تو اپنی پگڑی کو اوتار کر ہتیلی میں لیتا ہے اور پادشاہ کے قدموں پر سر رکھتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے کہ خود آرائی اور خویشتن گزینی کو کہ طرح طرح کی گزند دیتی ہی دور کر کے میں دل سے پادشاہ کی طاعت کرتا ہوں۔ پادشاہ اوس کے سر کو اوٹھاتا ہی اور اوسکی پگڑی سر پر پہناتا ہے۔ اور شصت خاصہ کہ اسپر اسم اعظم اور طلسم اقدس اللہ اکبر نقش ہوتا ہے اسکو دیتا ہے اور جسکے معنی یہ تلقین ہوتے ہیں **مصرع** شصت پاک نظرے پاک خطا نہ کند ﴿شصت کے معنی کانٹے کے اور چھلّے کے ہیں۔ شاید پادشاہ کوئی چھلّا اپنے مریدوں کو دیتا ہوگا یا اس سے مراد شبیہ ہے جو بدایونی نے لکھا ہی کہ پادشاہ مریدوں کو بجائے شجرہ کے شبیہ دیتا تھا اور وہ غلاف میں لپیٹ کر مرید کے سر پر رکھی جاتی تھی﴾

پادشاہ کے مرید جب آپسمیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو ایک اللہ اکبر کہتا۔ دوسرا جلّ جلالہٗ جواب دیتا۔ پادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ یاد الٰہی میں لوگ اس طرح سیراب دل و تر زبان و شیرین کام ہوں اور سرچشمہ ہستی (خدا) کو فراموش نہ کریں۔ پادشاہ کی فرمایش تھی کہ اس کے مرید وہ آش کہ مرنے کے بعد لوگ پکاتے ہیں وہ پیدا ہونے کے دن پکائیں کہ سفر کا توشہ واپسیں پہلے سے پہنچے۔ ولادت کے دن ایک انجمن جمع کریں اور طرح طرح کی نعمتوں کا خوان بچھائیں۔ بہت خیرات کریں کہ راہ دراز کا زاد آمادہ ہو۔ پادشاہ نے مریدوں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ گوشت کھانے سے پرہیز کرنے میں کوشش کریں وہ اوروں کو گوشت کھلائیں مگر خود نہیں چھوئیں اور اپنی ولادت کے مہینے میں گوشت کے پاس بھی نہیں جائیں جس جانور کو خود حلال کریں اسکے پاس نہیں جائیں اور نہ اسکو کھائیں قصاب ماہی و گنجشک گیر کے ساتھ ہمکاسہ ہونے کی انکو ممانعت تھی حاملہ۔ بوڑھی۔ بانجھ۔ نابالغ عورت کے ساتھ ہم بستر ہونا انکو منع تھا۔

خیالات مذہبی اکبر کے ہم نے جدا لکھے ہیں انکو پڑھو

سب سے اول نادر جانور ہاتھی پادشاہ دیکھتا ہے۔ ہر روز پہلے خاصگی فیل مع سازو یراق کے حضور کے پیشگاہ میں لاتے ہیں۔ اور اول تاریخ ماہ الٰہی کو دس دس ہاتھی اور بعد ان اور ہاتھیوں کے حلقے موافق انکی شمار کے ملاحظہ میں آتے ہیں۔ اور روز دوشنبہ کو دس بیس تک بکچی اس ملاحظہ کے وقت حاضر رہتا ہے اور وہ پادشاہ کے تمام سوالوں کا جواب دیتا ہے اور ہر ہاتھی کا نام بتاتا ہے۔ پادشاہ کے ہاں پانچ ہزار ہاتھی ہیں۔ اور ہر ہاتھی کا نام جُدا ہے۔ جب ایک دفعہ سب ہاتھیوں کو پادشاہ ملاحظہ کر لیتا ہے تو پھر خاصگی ہاتھیوں سے معائنہ شروع ہوتا ہے۔ پادشاہ سب ہاتھیوں کا درجہ اور قیمت مقرر کرتا ہے اور انپر مناسب داغ لگواتا ہے۔

پادشا اول چہل گانی گھوڑوں کو دیکھتا ہے اسکے بعد شاہزادوں کے گھوڑے اور بعد اس کے راہ وار خاصہ و خانہ زاد اور اور طویلے ملاحظہ ہوتے ہیں۔ جب وہ مہری گھوڑوں (جن گھوڑوں کی قیمت دس اشرفی ہے) کا ملاحظہ ہو چکتا ہے گوٹ۔ قزاق جنہر جیتے سوار ہوتے ہیں دبار گیر معائنہ ہوتے ہیں۔ قیمت کے موافق انکے ملاحظہ میں بیشی وکمی ہوتی ہے ان کے قیمت کے تین درجے اول و دوم وسوم مقرر ہوتے ہیں۔ اونٹ اول خانہ زاد ملاحظہ ہوتے ہیں۔ اور ہر روز پانچ قطار نظر کے روبرو آتے ہیں۔ گاؤ موافق قیمت کے دس جوڑی ملاحظہ ہوتی ہیں۔ چہارشنبہ سے اس دایہ روزگار کا ملاحظہ شروع ہوتا ہے، دیوالی کے روز کہ اس مُلک کے بڑے تہوار کا دن ہے اور گروہا گروہ ہندو اُس روز اس جانور کی نیایش کرتے ہیں اور اسکی بزرگ داشت کو عبادت سمجھتے ہیں۔ پادشاہ کے حکم سے آراستہ ہو کر پادشاہ کے ملاحظہ میں آتی ہیں جس سے دلوں کی صید ہوتی ہے۔ پنجشنبہ کو دو بارکش خچروں کا ملاحظہ شروع کرتا ہے چھ قطار بہ ترتیب قیمت ملاحظہ میں آتی ہیں۔ پہلے یہ دستور تھا جو اوپر مذکور ہوا مگر اب روز یکشنبہ کو گھوڑے دوشنبہ کو شتر و خچر و گاؤ سہ شنبہ کو سپاہ و چہارشنبہ کو دیوان وزارت۔ پنجشنبہ کو داد خواہ۔ آدینہ کو شبستان شنبہ کو ہاتھی دیکھے جاتے ہیں۔

(۵۷) (۵۳) (۵۲) [illegible] گھوڑے۔ اونٹ۔ گاؤ۔ [illegible] بیل [illegible]

(۴۸) آئین جانوروں کی کمی بیشی کا اور اس پر شرطوں کے مقرر ہونے کا

پادشاہ نے ہر جانوروں کی خوراک مقرر کی ہے۔ جس سے وہ تنومند ہو۔ اور جانوروں کی لاغری و فربہی کے اندازے مقرر کیے ہیں اور انکے موافق خوراک کی کمی و بیشی کے قاعدے مقرر کیے۔ پادشاہ یہ چاہتا ہے کہ یکجہتی کی نزہتگاہ میں طرح طرح کے آدمی عشرت اندوز ہوا کریں اور دوستی و یکتا دلی کی بزم آراستہ ہو تاکہ کام شائستگی سے ہوا اور انتظام کو استحکام ہو چونکہ سب آدمیوں کی خرد حقیقت گزیں نہیں ہوتی اور آگہی کی داستان کو ہر گوش نہیں سنتا اس لیے پادشاہ نے ہنگامۂ نشاط بازی کو گرم کیا۔ اس کام میں بہت آدمیوں کو لگایا۔ جنگ آہو۔ رنگ وروش اس کی دل گزیں۔ و آفت خیز اسکی شادمانی بخش ہے اس لیے پادشاہ اس پر بہت توجہ کرتا ہے اور ان وحشیوں کو اُنس پذیر کرتا ہے۔ ان میں سے ایک سو ایک ہرن خاصہ ہیں اور ہر یک کا نام و صفت جدا ہے۔ انسے دس دس ہرنوں پر ایک نگہبان ہے تین طرح کے ہیں۔ ایک خانہ پرور جو وحشی سے خوب لڑتے ہیں دوم وہ جو بلے ہوئے ہرن سے لڑتے ہیں سوم صحرائی سے گرم ترپر خاش کرتے ہیں۔ ان ہرنوں کے لڑنے پر شرطیں بدی جاتی ہیں اور ہار جیت ہوتی ہے۔

پادشاہ اپنے مقربین میں سے ۴۲۔ آدمی منتخب کرتا ہے اور انہیں سے دو دو کو حریف بناتا ہے۔ جنکی ۲۱ مثل بنتی ہیں۔ ہر مثل میں ایک فیل۔ گاومیش۔ گاو۔ قچقار۔ بز۔ خروس لڑائی کے لیے عنایت ہوتے ہیں۔ ہر زمانہ میں گاو و بز کی لڑائی کا پتا نہیں ملتا۔ مگر اب وہ لڑتی ہیں شرط کے روپیوں کی تعداد ہر منصب کے موافق مقرر ہوتی ہیں اور انکی ہار جیت ہوتی ہے

(۵۰-۱۹۰۰) آئین درباب عمارت

عمارت کے لیئے آئین کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ اس سے کاخ بلند ہوتے ہیں سپاہ اس سے عشرت اندوز ہوتی ہے ملک کی آبرو اس سے پدیدار ہوتی ہے۔ بزم تعلق کے اہل تو شہر کو تلاش کرتے ہیں اور شہر بغیر عمارت کے رونق نہیں پاتا۔ اس لئے پادشاہ نے بڑے عالی مکانات بنائے ہیں آب ورگل کے لباس میں جان و دل کا کام بنایا۔ بڑے اونچے قلعے بنائے ہیں۔ وہ ضعیفوں کو آرام دیتے ہیں اور سرتابوں کو ڈراتے ہیں۔ ....

فرماں پذیروں کو عشرت افروز کرتے ہیں اور دل فریب نشیمن اور روح افزا منظر تیار کرائے ہیں وہ گرمی سردی باراں کی عمدہ پناہ ہیں اور شبستان اقبال کی پردگیوں کی آرام کی جگہہ ہیں سرائیں کہ مسافروں کی سرمایہ آسودگی اور مفلس غریبوں کی آسایش کی جگہہ ہے جابجا بنائی ہیں۔ بہت سے آبگیر و چاہ کہ زندوں کے جاندارو اور زمین کی آبرو ہیں بنائے ہیں۔ مدرسوں اور ریاضت خانوں کی بنیاد رکھی ہے۔ عمارت کے کام سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں انکے بنانے والے بنوانے والوں کو خوب لوٹتے ہیں۔ اس لیے بادشاہ نے عمارت کے مصالح اور راج مزدوروں کی اجرت کی شرح اور عیار عمارت و اندازۂ تراش اور گرانی سب کی قوت کے آئیں مقرر کردیئے ہیں۔

دفتر دوم سپاہ آبادی

بادشاہ اپنی سپاہ کو عمدہ پند و نصائح سے ہدایت کرتا ہے اور طرح طرح سے انکو ناہنجار روش سے روکتا ہے۔ سپاہ کو اس کی کثرت کے سبب سے مختلف قسموں میں تقسیم کیا ہی کہ جس کے سبب سے ملک میں امن و امان رہتا ہے۔ بادشاہ نے بعض قوموں کی صرف فرماں برداری کو کافی سمجھا ہے اور انکو بہت کاموں سے رہائی دی ہی اور اس سبب سے بہت سے وحشی منش زمینداروں نے اطاعت قبول کرلی ہی۔ چالیس لاکھ چالیس ہزار سے کچھہ زیادہ سپاہ کا سرانجام ملک کے زمیندار کرتے ہیں۔ بعض سپاہی اس پر مجبور کیے جاتے ہیں کہ وہ اپنے گھوڑوں کے داغ لگوائیں۔ انکی چہرہ نویسی ہوتی ہی اور انکے درجے مقرر ہوتے ہیں۔ بعض سپاہی فقط ایک سردار کی ہمراہی اور پرستاری کے لئے نامزد ہوتے ہیں۔ جو یکتائی کے لیے شائستہ ہوتے ہیں ان کے اعتبار زیادہ کرنے کے لیے انکا نام احدی رکھا ہی۔ جس گروہ کو بادشاہ نے سرکردگی کے لیے سزاوار جانا ہی اسکو سرگروہ بنایا ہی۔ بہت سے سپاہی مفلس ہیں مگر شائستہ ہیں ان کی سواری کے لیے اقطاع مقرر کردیئے اور ان کو مجبور نہیں کیا ہی کہ وہ اپنے گھوڑوں کو داغ لگوائیں۔ ایرانی و تورانی سپاہ کو پچیس ۲۵ روپے اور ہندوستانی کو بیس روپے اور جو خالصہ کا عمل پرداز ہوتا ہے وہ زر مالگذاری وصول کرتا ہے وہ پندرہ روپے ماہوار پاتا ہے اس طرح کی سپاہ کو برآوردی سپاہ کہتے ہیں۔

بعض منصب دار جنکو سپاہیوں کا بہم پہنچانا دشوار ہوتا ہے توان کو ایسے سپاہی جنکے گھوڑوں کے داغ لگے ہوئے ہوتے ہیں دیئے جاتے ہیں اور اس سپاہ کو داخلی کہتے ہیں وہ وہ ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہزاری منصب دار تک اور ہشت ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہشت صدی منصب دار تک اور ہفت ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہفتصدی منصب دار تک۔ اور پنج ہزاری منصب دار کی سپاہ میں پانصدی منصب دار تک اور پانصدی منصب دار کی سپاہ میں صدی منصب دار تک داخل ہو سکتے تھے اور ان سے کم منصب دار اعلیٰ منصب داروں کی سپاہ میں نہیں داخل ہو سکتے تھے۔ بعض منصب داروں کو یاوری کے لیے سپاہ دی جاتی تھی اسکا نام کمکی سپاہ تھا اس زمانہ میں اس سپاہ کو ترجیح دی جاتی ہے جنکے گھوڑوں پر داغ لگا ہوا ہو۔ اور یہی سپاہ اور سپاہیوں سے برتر ہوتی ہے پادشاہ کا مقصد اعظم یہ ہے کہ سپاہیوں کو چہرہ نویسی کے وقت گھوڑوں کی عاریت مانگنے سے یا تبدیل کرنے سے روکے۔ اور پادشاہی گھوڑوں کی نگاہداشت سے وہ دولت جمع کریں۔ آدمی آزمندی اور کج بینی سے اپنا فائدہ اپنے زیاں میں جانتا ہے اس سلطنت کی ابتدا میں جب پادشاہ پردہ گزیں تھا اور ناراستی میں بہت سے کارپرداز تگادو کرتے تھے۔ نوکر شتر بے مہار تھے اور بے حیائی سے شوم ہو جاتے تھے۔ کمینے زربندی گھوڑے کو بیچ ڈالتے تھے اور پیادے بن جاتے تھے۔ یا عمدہ گھوڑے کی عوض میں ٹٹو گدھا بنا لیتے تھے۔ اور ماہوار تنخواہ لینے میں وہ بیہودہ باتیں بناتے اور ناخوش گفتگو کرتے اور سرزنش پاتے۔ پادشاہ نے چہرہ نویسی کا قاعدہ مقرر کیا اور مواجب تنخواہ کو دیکھنے پر قرار دیا اس سے خود کامی بند ہو گئی اور لشکر کے سرکار کو اور ہی رونق ہو گئی۔ آئین داغ کو احمق جانور کا آزار جانتے تھے اور اپنی بیدانشی سے اسکو مہرافزائی نہیں سمجھتے تھے۔ نیک و بد میں حریص لالچی تمیز نہیں کرتے۔ اور نہ آپ اپنے سے نہ خدا سے شرم و حیا کرتے ہیں۔ اور تباہ کرداری میں کام روائی ڈھونڈتے ہیں۔ اور اپنی جان گزائی میں دوادو کرتے ہیں۔ بعض بد ذاتوں نے بداتی کی اور کسی قدر سپاہ کی کارروائی میں مخل ہوئے اس زمانہ میں گھوڑوں کے عاریت لینے کا عام رواج تھا۔ پادشاہ نے چہرہ نویسی پر جانور کے

داغ کو زیادہ کیا۔ اس نے ہر جا بکسر دں کو حقیقت کا سبق سکھا کر گراں سنگ کیا اور فرومایہ
نگس خویوں کو بزرگ منشی اور مردمی سکھائی۔ افسردہ دل آزمندوں نے توانگردلی کی
نشاط حاصل کی اور سپاہی کے سرالبستان نے اور ہی آبیاری پائی اور خزانہ معمور ہوا۔
یہ کارشناس اور اندیشہ کی درستی کے نتیجہ ہوتے ہیں۔ ظاہر میں گھوڑے کو داغ لگتا ہے
اور حقیقت میں اس سے روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

سنہ ۱۸ جلوس میں داغ کا رواج ہوا۔ دل گزیں روش سے آدمیوں کی پایہ شناسی مقرر ہوئی
جاگیروں کے مراتب مقرر ہوئے ہر ایک کی بائست تحریر میں آئی اُسکا دستور مقرر ہوا زمانہ کی گرانی
اور ارزانی کا حساب لگا کر اس کے اوسط پر کارروائی ہوئی اس سے حساب کا سررشتہ مستحکم کیا گیا
اور ایک شائستہ قانون مقرر ہوا۔ سپہ آرا بخشیوں کے سر پر سے سفارش کا بھاری بوجھ اُتر گیا۔
اور وہ زہت سرائے شادمانی میں آئے اوّل بارگی (گھوڑے) سات طرح کے مقرر ہوئے اور
ہر ایک کا راتبہ قرار پایا۔ عربی۔ عراقی۔ مجنس۔ ترکی۔ یابو۔ تازی۔ جنگلہ۔ اوّل درجہ تازی نژاد کا
یا اُس کا جو اسکی برابر خوش رو اور شگرف کار ہو ماہوارہ اسکا ۷۲۰ دام ہر روز ۶ سیر دانہ (ہر
جانور کی برآورد میں قیمت ایک من کی بارہ دام لگائی جاتی ہے ۲½ دام کا گھی ۲ دام کی شکر
اور ۳ دام کی گھاس اور ایک مہینہ میں ۷۰ دام کی جل وار تنگ وبال پوش و تنگ جس کا
نام بادشاہ نے فراخی رکھا ہے وگدی وتختہ بند وتیزہ جس کو عوام فائز کہتے ہیں۔ و
نگس ران وخرخرہ ومنتھی (گھوڑے کے دُم کے بالوں کی تھیلی گھوڑے کے صاف کرنے کی
ہے) ودست مال ویاے بند میخ وشل اس کی اس کو خرج یراق اسپ کہتے ہیں۔ ۶۰
دام زین ولگام کے لیے دو ماہ میں ایک دُمچی اور ہر مہینے میں نعل ۷ دام اور ۳۶ دام تیمار دار
کو اور جو دو گھوڑوں کی خدمت کرے تو اسکو دوچند تنخواہ کل خرچ ۹۴۷ دام۔ جب
بادشاہ نے سپاہی کی رفاہیت اور آسودگی حال کو دریافت کیا تو اوّل ۱۸ دام کا اضافہ کیا
اور جب بادشاہ نے روپیہ کو ۳۵ دام سے چالیس دام کا کر دیا تو اس سے دام کا
اضافہ اور ہوا علوفہ کی داد وستد میں روپیہ کی قیمت ۴۰ دام شمار کی جاتی ہے اور پھر

آئین جانداران

ہر قسم کے گھوڑوں کے لیئے سوار جنگلہ کے دو روپیہ کا اضافہ ہوا۔

اب اس جنگلہ گھوڑے کو برآورد میں نہیں درج کرتے ہیں دوم وہ گھوڑے جو عراق عجم (ایران) میں پیدا ہوئے ہیں۔ یا وہ گھوڑے جو پیکر و کردار میں انکی مانند ہیں۔ یک ماہہ انکا ۶۸۰ دام ان میں سے ۵۸۴ دام ضروری خرچوں کے لیے پہلے گھوڑوں کی نسبت ۱۲۰ دام کم خرچ ہوتے ہیں۔ یراق میں دس دام اور زین لگام میں ۱۰ دام اور نعل میں ایک دام سوم عراقی مانند یعنی مجنس۔ اکثر انہیں ترکی و عراقی کی نسل سے پیدا ہوتے ہیں ماہیانہ ۵۶۰ دام جس میں ۳۵۸ دام ضروری خرچوں کے لیئے۔ عراقی سو دام کم خرچ چہارم ترکی یعنی جو گھوڑے توران میں پیدا ہوئے ہیں اگرچہ وہ تنومند اور بالیدہ ہوتے ہیں لیکن مجنس کو نہیں پہنچتے۔ ماہیانہ خرچ ۴۸۰ دام جس میں ۲۹۸ ضروری خرچون کے لیئے۔ پنجم گھوڑے۔ یابو جو ہیں پیدا ہوتے ہیں۔ ماہوار ۴۰۰ دام آخر دو قسمیں یہ ہیں ہندوستان کی پیدائش ہیں جو ان میں اچھا ہوتا ہے اس کو تازی جو میانہ ہوتا ہے اس کو جنگلہ اور سب سے بدتر کو ٹٹو کہتے ہیں۔

ہاتھی۔ ان کی سات قسمیں ہیں۔ مست۔ شیر گیر۔ سادہ۔ منجھولہ۔ کرہ۔ پھندرکیہ۔ موکل۔ مست کا ماہوار خرچ ۱۳۲۰ دام دانہ ڈھائی من اور ہاتھی کے تین تیماردار ہوتے ہیں۔ مہاوت۔ و بھوئی و میٹھ اول کا ماہیانہ ۱۲۰۰ دام اور باقی دو میں سے ہر ایک کا ۹۰۰ دام پادشاہ نے ۱۲۰ دام کا اضافہ کردیا ہے۔ پہلے ان پر داغ لگتا تھا مگر اب دو طرح سے انمیں فرق ہوتا ہے دوم کا ماہوارہ اول سے ۲۰۰ کم دانہ دو من سوم کا ۸۰۰ دام دانہ ڈیڑہ من چہارم کا ۶۰۰ دام دانہ یک من پنجم کا ۲۴۰ دام دانہ ۳۰ سیر ششم کا ۳۰۰ دام دانہ ۱۵ سیر ہفتم کا خرچ برآورد میں نہیں درج ہوتا۔

شتر۔ خرچ ۲۹۶ دام دانہ ۶ سیر ایک دام کی گھاس ایک دام کا یراق۔

گائے۔ خرچ ۱۲۰ دام دانہ ۴ سیر۔ ایک دام کی گھاس ۲ دام کا یراق۔

عرابہ۔ خرچ ۶۰۰ دام۔ چار بیلوں کا خرچ ۴۸۰ دام اور ۱۲۰ دام کا مصالحہ۔

فیل و عرابہ سوائے منصب داروں کے کسی اور کو نہیں ملتے یا اونکو ملتے ہیں جو عمدہ گھوڑے

اور اونٹ و گائے کو داغ کے لیے لاتے ہیں۔

ابوالفضل نے جلکھا ہے اسکا گوشوارہ بناتے ہیں۔ تاریخ بدایونی سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی سپاہ میں اکثر گھوڑے چھٹے درجے کے تھے۔ اکبر نے ہندوستان سے گھوڑوں کے باہر جانے کے واسطے سخت ممانعت کر دی تھی اور اس نے اس کام کے انسداد کے لیے کوتوال مقرر کیے تھے۔ منصب داروں کی سپاہ جو نئے گھوڑے بھرتی کئے جاتے تھے وہ اس گوشوارہ کے موافق خزانہ پادشاہی سے ماہوارہ پاتے تھے۔

اس گوشوارہ سے گھوڑوں کے تمام خرچ خوب معلوم ہوں گے

	اول عربی	دوم عراقی	سوم مجنس	چہارم ترکی	پنجم یابو	ششم تازی	ہفتم جنگلہ	ہشتم ٹٹو
دانہ	۵۴ دام	۵۴ دام	۵۴ دام	۷۲ دام	۷۲ دام	۵۴ دام	۴۵ دام	کچھ نہیں لکھا
گھی	۷۵ دام	۷۵ دام	۶۰ دام		۳۰ دام	۱۰ دام	۵۸ دام	
شکر	۶۰ دام	۶۰ دام	۳۰ دام			۱۰ دام	۴ دام	
گھاس	۹۰ دام	۹۰ دام	۹۰ دام	۶۰ دام	۶۰ دام	۴۵ دام	۳۰ دام	
یراق	۷۰ دام	۶۰ دام	۴۰ دام	۳۰ دام	۲۰ دام	۱۲ دام	۷ ½ دام	
زین وغیرہ	۶۰ دام	۵۰ دام	۲۰ دام	۱۶ دام	۱۰ دام	۱۰ دام	۱۰ دام	
نعلبندی	۷ دام	۶ دام	۴ دام	۲ دام	۲ دام	۲ دام	۰	
تیماردار	۶۳ دام	۶۳ دام	۶۰ دام	۴۵ دام	۴۵ دام	۴۵ دام	۰	
میزان اصل خرچ ماہوار	۴۷۹ دام	۴۵۸ دام	۳۵۸ دام	۲۹۸ دام	۲۳۹ دام	۱۸۸ دام	۱۴۵ دام	
اوّل اضافہ	۸۱ دام	۶۷ دام	۷۲ دام	۵۲ دام	۴۱ دام	۲۲ دام	۲۹ ¼ دام	
دوم اضافہ	۸۰ دام	۷۵ دام	۳۰ دام	۵۰ دام	۴۰ دام	۳۰ دام	۲۵ دام	
سوم اضافہ	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۴۰ دام	
[illegible]	۷۲۰ دام	۶۸۰ دام	۵۶۰ دام	۴۸۰ دام	۴۰۰ دام	۳۲۰ دام	۲۶۰ دام	۱۶۰ دام

ہمیشہ دوربین خردپژوہ ایک ہی اصول پر قائم رہتے ہیں خواہ وہ زمانہ حال کے ہوں یا پہلے زمانہ کے یعنی (زمانیاں را با مہیناں دورائی نباشد) جب تک ہر کثرت میں وحدت نہیں پیدا ہوتی اس شورش نہیں مٹتی اور خودکامی کا آشوب نہیں بیٹھتا۔ عناصر کو دیکھ لو کہ جب تک اُن میں یگانگی کی تہ ہو وہ مُردہ ہیں موالید ثلاثہ کو نہیں پیدا کر سکتے۔ جانور گروہا گروہ جب خودآمیزی کرتے ہیں تو اُن میں خودسری کا نقش مٹتا ہی اور اپنی چارہ سگالی میں آسایش سے رہتے ہیں اور اپنے سود و زیان کی پاسبانی کرتے ہیں۔ آدمی کا نفس ایسا ذوفنون ہے کہ وہ ایک دادگر فرماں روا کا بہت محتاج ہے اسکی پابندگی قہرمان سلطنت کے پاس گروی ہے وہ اپنی عجیب عجیب بدذاتیوں سے اور بڑے اندیشوں سے خشم دراز کو تازہ شورشیں سکھاتا ہے۔ جانکاہی اور دل آزاری کو دینداری شمار کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ بیدانشی کے غبار بیٹھانے کے لیے ایک شخص کو منتخب کرتا ہے اور اسکے کمال کی تائید کرتا ہے اور روز افزوں توفیق دیتا ہے وہ اپنی شناسائی و دلیری و فراخ حوصلگی سے اہل جہان کی لڑائیوں کا علاج کرتا ہے اور ہستی کے چشمہ کو سیراب مگر اس میں ایک شخص کی قوت انجام کار میں کافی نہیں ہوتی تو وہ اپنی یاوری کے لیے اپنی عقل کی روشنی سے چند پسندیدہ مردوں کو منتخب کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے نوکر مقرر کر دیتا ہے اس سبب سے بادشاہ نے منصب کے پایے دہ باشی سے دہ ہزاری تک قرار دیے ہیں اور پنج ہزاری سے زیادہ منصب خاص اپنے فرزندوں کے لیے قرار دیا منصب کے چھیاسٹھ مراتب مقرر ہوگئے اور اسم اللہ کے حرفوں کے عدد بھی بحساب ابجد ۶۶ ہیں پس اس میں ایک سعادت سرمدی ہی۔ بادشاہ بعض کو تو اول دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے اور ایک ہی دفعہ میں بلند پایہ کر دیتا ہے۔ کبھی بعض کا وہ منصب زیادہ کر دیتا ہے مگر اس کے ہمراہ سوار کم کرتا ہے اپنی کارآگہی سے ہر ایک منصبدار کے لیے ستور کی تعداد مقرر کرتا ہے اور اس کے سواروں کی لیاقت کے موافق اسکا ماہوار بدلتا رہتا ہے جس منصبدار پاس سوار اس کے منصب کے موافق ہوتے ہیں وہ اول پایہ کا منصبدار ہوتا ہے جس پاس آدھی یا اس سے زیادہ ہوتے وہ پایہ دوم رکھتا ہے۔ اور ایسے

جس پاس سوار کمتر ہوں وہ درجہ سوم کا یوزباشی گیارہ درجے کے ہوتے ہیں۔ اوّل وہ ہے جس پاس سو سوار ہوں اس کی تنخواہ سات سو روپیہ ماہوار ہوتی ہے گیارہویں درجہ کا وہ جس پاس کوئی سوار نہ ہو تو وہ داخلیوں میں جس کا اوپر ذکر ہوا شمار ہوتا ہے اور اس کی تنخواہ پانچ سو روپے ماہوار۔ درمیانی نو درجوں کی تنخواہ پر دس سوار کے پیچھے بیس روپیہ زیادہ ہوتے ہیں۔ پنجہزاری سے دو صدی تک منصب دار ۴۱۲ تھے اور یک و پنجاہ صدی سے لیکر وہ باشی تک ۔ ۱۳۸۸۔

جدول جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منصب داروں پاس کیا کیا سامان ہوتا تھا اور انکا ماہیانہ کیا تھا

منصب دار	گھوڑے						ہاتھی					بردا			ماہیانہ		
	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگلہ	شیرگیر	سادہ	منجھولا	کرہ	پھندرکیہ	شتر	خچر	عرابہ	اوّل	دوم	سوم
۱۰۰۰۰	۶۸	۶۸	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶	۴۰	۶۰	۴۰	۴۰	۲۰	۱۶۰	۴۰	۳۲۰	۶۰۰۰۰		
۸۰۰۰	۵۴	۵۴	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۳۵	۵۰	۳۶	۳۴	۱۵	۱۳۰	۳۴	۲۶۰	۵۰۰۰۰		
۷۰۰۰	۴۹	۴۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۳۰	۴۲	۲۰	۲۷	۱۲	۱۱۰	۳۷	۲۲۰	۴۵۰۰۰		
۵۰۰۰	۳۴	۳۴	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۲۰	۳۰	۲۰	۲۰	۱۰	۸۰	۲۰	۱۴۰	۳۰۰۰۰	۲۹۰۰۰	۲۸۰۰
۴۹۰۰	۳۳	۳۳	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۲۰	۳۰	۱۹	۱۹	۱۰	۷۷	۱۹	۱۶۷	۲۷۶۰۰	۲۷۴۰۰۰	۲۷۳۰۰
۴۸۰۰	۳۲	۳۲	۶۶	۶۶	۶۶	۶۵	۲۰	۲۹	۱۹	۱۹	۹	۷۷	۱۹ ۲/۵	۱۵۲	۲۷۶۰۰	۴۰۰	۲۷۳۰۰
۴۷۰۰	۳۱	۳۱	۶۵	۶۵	۶۳	۶۳	۱۹	۲۹	۱۹	۱۸	۹	۷۵	۱۹ ۱/۵	۱۵۱	۲۶۶۰۰	۲۶۵۰۰	۲۶۴۰۰
۴۶۰۰	۳۱	۳۱	۶۳	۶۳	۶۲	۶۲	۱۸	۲۸	۱۹	۱۸	۹	۷۴	۱۸ ۳/۵	۱۴۸	۲۶۳۰۰	۲۶۲۰۰	۲۶۱۰۰
۴۵۰۰	۳۱	۳۰	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۱۸	۲۸	۱۹	۱۷	۸	۷۲ ۳/۵	۱۸ ۲/۵	۱۴۵	۲۶۰۰۰	۲۵۸۰۰	۲۵۷۰۰
۴۴۰۰	۳۰	۲۹	۶۰	۶۰	۵۹	۵۹	۱۸	۲۸	۱۹	۱۶	۷	۷۱	۱۸ ۱/۵	۱۴۲	۲۵۲۰۰	۲۵۰۰۰	۲۴۸۰۰
۴۳۰۰	۲۹	۲۸	۵۹	۵۹	۵۸	۵۸	۱۷	۲۷	۱۹	۱۶	۷	۶۹ ۳/۵	۱۸	۱۳۹	۲۴۴۰۰	۲۴۲۰۰	۲۴۰۰۰
۴۲۰۰	۲۸	۲۷	۵۸	۵۸	۵۷	۵۶	۱۶	۲۶	۱۹	۱۶	۷	۶۸	۷ ۳/۵	۱۳۶	۲۳۶۰۰	۲۳۴۰۰	۲۳۲۰۰

منصب	گهوڑے: عراقی	گهوڑے: مجنس	گهوڑے: ترکی	گهوڑے: یابو	گهوڑے: تازی	گهوڑے: جنگلی	ہاتهی: شیرگیر	ہاتهی: ساده	ہاتهی: منجوله	ہاتهی: کره	ہاتهی: پهندرگیر	باربردار: شتر	باربردار: خچر	باربردار: عرابه	ماهیانه: اول	ماهیانه: دوم	ماهیانه: سوم
۴۱۰۰	۲۷	۲۷	۵۶	۵۶	۵۶	۵۵	۱۶	۲۶	۱۸	۱۶	۶	۶۸	۱۷ ۳/۵	۱۳۳	۲۲۸۰۰	۲۲۴۰۰	۲۲۴۰۰
۴۰۰۰	۲۷	۲۸	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۱۶	۲۵	۱۸	۱۵	۶	۶۵	۱۷	۱۳۰	۲۲۰۴۰	۲۱۸۰۰	۲۱۶۰۰
۳۹۰۰	۲۶	۲۶	۵۳	۵۳	۵۲	۵۲	۱۶	۲۴	۱۸	۱۵	۶	۶۳ ۲/۵	۱۶ ۳/۵	۱۲۷	۲۱۴۰۰	۲۱۲۰۰	۲۱۱۰۰
۳۸۰۰	۲۶	۲۶	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۱۶	۲۳	۱۸	۱۵	۶	۶۲	۱۶ ۳/۵	۱۲۴	۲۰۸۰۰	۲۰۶۰۰	۲۰۵۰۰
۳۷۰۰	۲۵	۲۵	۵۰	۵۰	۵۰	۴۹	۱۶	۲۳	۱۷	۱۵	۶	۶۰ ۳/۵	۱۶ ۱/۵	۱۲۱	۲۰۲۰۰	۲۰۰۰۰	۱۹۹۰۰
۳۶۰۰	۲۵	۲۵	۴۹	۴۸	۴۸	۴۷	۱۶	۲۳	۱۷	۱۴	۶	۵۹	۱۵ ۳/۵	۱۱۸	۱۹۶۰۰	۱۹۴۰۰	۱۹۳۰۰
۳۵۰۰	۲۴	۲۴	۴۷	۴۷	۴۷	۴۶	۱۶	۲۳	۱۷	۱۴	۵	۵۷ ۳/۵	۱۷ ۲/۵	۱۱۵	۱۹۰۰۰	۱۸۸۰۰	۱۸۷۰۰
۳۴۰۰	۲۳	۲۳	۴۶	۴۶	۴۶	۳۵	۱۶	۲۲	۱۷	۱۴	۵	۵۶	۱۵ ۱/۵	۱۱۲	۱۸۳۰۰	۱۸۰۱۴	۱۸۳۰۰
۳۳۰۰	۲۲	۲۲	۴۵	۴۵	۴۴	۴۳	۱۵	۲۲	۱۷	۱۴	۵	۵۴ ۳/۵	۱۵	۱۰۹	۱۸۲۰۰	۱۸۰۰۰	۱۷۹۰۰
۳۲۰۰	۲۱	۲۱	۴۴	۴۴	۴۲	۴۲	۱۵	۲۱	۱۷	۱۴	۵	۵۳	۱۴ ۳/۵	۱۰۶	۱۷۸۰۰	۱۷۶۰۰	۱۷۵۰۰
۳۱۰۰	۲۰	۲۰	۴۳	۴۳	۴۱	۴۰	۱۵	۲۰	۱۷	۱۴	۵	۵۱ ۳/۵	۱۴ ۱/۵	۱۰۳	۱۷۴۰۰	۱۷۲۰۰	۱۷۱۰۰
۳۰۰۰	۲۰	۲۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۱۵	۲۰	۱۶	۱۳	۴	۴۸	۱۳ ۱/۵	۹۶	۱۷۰۰۰	۱۶۸	۱۶۷۰۰
۲۹۰۰	۱۹	۱۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۱۵	۱۹	۱۶	۱۳	۴	۴۸	۱۳ ۱/۵	۹۶	۱۶۴۰۰	۱۶۲۰۰	۱۶۱۰۰
۲۸۰۰	۱۸	۱۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۱۵	۱۸	۱۴	۱۲	۳	۴۶	۱۲ ۲/۵	۹۲	۱۵۸۰۰	۱۵۶۰۰	۱۵۵۰۰
۲۷۰۰	۱۷	۱۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۱۴	۱۷	۱۳	۱۱	۳	۴۴	۱۱ ۳/۵	۸۸	۱۵۲۰۰	۱۵۰۰۰	۱۴۹۰۰
۲۶۰۰	۱۷	۱۷	۳۶	۳۶	۳۵	۳۵	۱۳	۱۵	۱۲	۱۱	۳	۴۲	۱۰ ۲/۵	۸۴	۱۴۶۰۰	۱۴۴۰۰	۱۴۳۰۰
۲۵۰۰	۱۷	۱۷	۳۴	۳۴	۳۵	۳۴	۱۲	۱۴	۱۲	۱۰	۲	۴۰	۱۰	۸۰	۱۴۰۰۰	۱۳۸۰۰	۱۳۷۰۰
۲۴۰۰	۱۷	۱۷	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۱۲	۱۳	۱۱	۱۰	۲	۳۸	۹ ۲/۵	۷۶	۱۳۶۰۰	۱۳۴۰۰	۱۳۳۰۰
۲۳۰۰	۱۶	۱۶	۳۳	۳۳	۳۲	۳۲	۱۲	۱۲	۱۰	۱۰	۲	۳۶	۸ ۲/۵	۷۲	۱۳۲۰۰	۱۳۰۰۰	۱۲۹۰۰
۲۲۰۰	۱۶	۱۶	۳۲	۳۲	۳۱	۳۱	۱۱	۱۲	۹	۱۰	۲	۳۴	۸ ۱/۵	۶۸	۱۲۸۰۰	۱۲۶۰۰	۱۲۵۰۰
۲۱۰۰	۱۵	۱۵	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۱۰	۱۲	۹	۹	۲	۳۲	۷ ۳/۵	۶۴	۱۲۴۰۰	۱۲۳۰۰	۱۲۱۰

ماہیانہ			باربردار						ہاتھی				گھوڑے						منصب
سوم	دوم	اول																	
۱۱۸۰۰	۱۱۹۰۰	۱۲۰۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۰۰۰
۱۱۴۵۰	۱۱۳۵۰	۱۱۹۵۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۰۰
۱۱۴۵۰	۱۱۳۵۰	۱۱۹۵۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۸۰۰
۱۸۰۰۰	۱۱۰۰۰	۱۱۲۲۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۷۰۰
۱۰۲۰۰	۱۰۴۰۰	۱۰۶۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۶۰۰
۹۷۰۰	۹۸۰۰	۱۰۰۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۵۰۰
۹۳۰۰	۹۴۰۰	۹۶۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۴۰۰
۹۰۵۰	۹۱۰۰	۹۲۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۳۰۰
۸۸۰۰	۸۹۰۰	۹۰۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۲۰۰
۸۴۰۰	۸۵۰۰	۸۷۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۱۰۰
۱۸۰۰۰	۸۱۰۰	۸۲۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۰۰۰
۷۱۰۰	۷۴۰۰	۷۷۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۹۰۰
۴۴۰۰	۴۷۰۰	۵۰۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۸۰۰
۳۸۰۰	۴۰۰۰	۴۴۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۷۰۰
۳۰۰۰	۳۲۰۰	۳۵۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۶۰۰
۲۷۰۰	۲۷۵۰	۲۸۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
۲۱۰۰	۲۳۰۰	۲۵۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵۰۰
۱۵۰۰	۱۷۵۱	۲۰۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۴۰۰
۱۳۵۰	۱۳۰۵	۱۴۵۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۳۵۰
۱۲۰۰	۱۲۵۰	۱۴۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۳۰۰
۱۰۰۰	۱۱۰۰	۱۱۵۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۵۰

منصب	گھوڑے						ہاتھی					باربردار			ماہیانہ		
	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	اول	دوم	سوم
۲۰۰	۲	۴	۴	۴	-	•	-	۲	-	۲	•	۴	•	۸	۹۷۵	۹۵۰	۹۰۰
۱۵۰	۲	۴	۴	۴	•	•	-	-	-	•	•	۴	•	۳	۸۷۵	۸۵۰	۸۰۰
۱۲۵	۲	۲	۲	۴	۲	•	•	-	-	۲	•	[illegible]	•	۵	۷۸۰	۷۶۰	۷۵۰
۱۲۰	۲	۲	۲	۴	۲	•	•	-	-	۲	•	۲	•	۵	۷۴۵	۷۴۰	۷۳۰
۱۰۰	۲	۲	۲	۲	۲	•	•	-	-	-	•	۲	•	۴	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰
۸۰	۲	-	۲	۲	-	-	•	•	-	۲	•	۲	•	۴	۴۱۰	۳۸۰	۳۵۰
۶۰	-	-	۲	۲	-	-	•	•	-	-	•	۲	•	•	۳۱۲	۲۸۵	۲۷۰
۵۰	-	-	۲	۲	-	-	•	•	-	-	•	[illegible]	•	۲	۲۵۰	۲۴۰	۲۳۰
۴۰	-	-	۲	۲	-	-	•	•	-	-	•	[illegible]	•	-	۲۲۳	۲۰۰	۱۸۵
۳۰	•	-	-	۲	•	•	•	•	-	•	•	[illegible]	•	-	۱۸۵	۱۶۵	۱۵۵
۲۰	•	-	-	-	۲	•	•	•	•	•	•	[illegible]	•	-	۱۳۵	۱۲۵	۱۱۵
۱۰	•	۲	۲	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	۱۰۰	۸۲½	۷۵

ابوالفضل نے جو ۶۶ منصبوں کو بالتفصیل لکھا ہے مگر آئین ۳۰ میں جو فہرست منصبداروں کے نام کی لکھی ہے وہ ۳۳ منصبوں کی ہے۔ تین ۳ شاہزادوں کے منصب ۵ ہزاری سے ہفت ہزاری تک بیان کرکے باقی بیس منصب یہ بیان کیے ہیں ۵۰۰۰ و ۴۵۰۰ و ۴۰۰۰ و ۳۵۰۰ و ۳۰۰۰ و ۲۵۰۰ و ۲۰۰۰ و ۱۵۰۰ و ۱۲۰۰ و ۱۰۰۰ و ۹۰۰ و ۸۰۰ و ۷۰۰ و ۶۰۰ و ۵۰۰ و ۴۰۰ و ۳۵۰ و ۳۰۰ و ۲۵۰ و ۲۰۰ و ۱۵۰ و ۱۲۰ و ۱۰۰ و ۸۰ و ۶۰ و ۴۰ و ۵۰ و ۳۰ و ۲۰ و ۱۰۔ تمام آئین اکبری کے نسخوں میں ۹۰۰ و ۳۰۰ کا منصب نہیں لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو منصب کے ۶۶ درجے مقرر ہوئے ہوں مگر سب دیئے نہیں گئے ابوالفضل نے اکبرشاہی تمام منصبداروں کے نام پانصدی منصبداروں تک لکھے ہیں اور پھر پانصدی سے کہ نئی فہرست بنائی ہے دوصدی تک اُن منصبداروں کے نام لکھے ہیں جو اُس وقت زندہ تھے اور دوصدی سے جو منصبدار زندہ تھے اُن کی

ان کی تعداد بہ تفصیل ذیل لکھی ہے منصب دار یک صد و پنجاہ ۔۵۳ یک صد و بستی و یک صدی (یوزباشی) ۲۵۰ وہشتادی ۱۹۱ و شصتی ۲۰۴ و پنجاہی ۱۶۰ و چہلی ۲۶۰ و سی ۳۹ و بستی ۲۵۰ و دہی ۲۲۴ کل ۱۰۵۰ ایک منصب دار ۱۳۸۸ تھے ۔ اور اعلے منصب ۵۰۰۰ سے ۲۰۰ تک ۱۲۴ جن میں قریب ۵۰ اکے اس وقت مر گئے تھے کہ ابوالفضل نے فہرست بنائی تھی طبقات اکبری میں اس فہرست کی نسبت یہ لکھا ہے کہ تفصیل اسامی امرائے حضرت خلیفہ الٰہی افاضل پناہ شیخ علامی شیخ ابوالفضل در کتاب اکبر نامہ مرقوم قلم بدائع رقم گردانیدہ اند دریں مختصر بذکر اسامی امرائے کبار اختصاص یافتہ ۔ اس بیان سے اور مآثرالامرا سے یہ معلوم ہوتا ہے اکبر کے عہد میں ہزاری سے اوپر منصب دار امرار کبار یا امرائے اعظم کہلاتے تھے مگر طبقات میں ہزاری سے نیچے منصب داروں کو بھی لکھا ہے کہ بمرتبہ امارت رسید یا در جرگۂ امرا انتظام یافت امیرالامرا کا خطاب ایک ہی وقت میں کئی آدمیوں کا تھا ۔ طبقات میں یہ خطاب وہم خاں خضر خواجہ خاں ۔ میر محمد خاں آتگہ ۔ مظفر خاں قطب الدین محمد خاں ۔ منعم خاں مرزا عبدالرحیم خاں کا لکھا ہے اور انمیں سے آخر کے تین امیرالامرا کو خانخانان بھی کہتے تھے ۔

ابوالفضل نے جو منصبداروں کی سپاہ کی تعداد لکھی ہے وہ اور تاریخوں میں منصبداروں پاس بہت جگہ اس سے کم و بیش بیان کی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ضرور نہیں تھا کہ پنجہزاری کے پاس پانچہزار سپاہ ہو ۔ طبقات میں عبدالمجید خاں سہ ہزاری پاس ۲۰ ہزار سپاہ لکھی ہے اکثر اعلے درجہ کے منصبدار صوبوں کے فرماں روا ہوتے تھے ان کو اول سپہ سالار اور اکبر کے آخر عہد سلطنت میں حاکم اور بعد ازاں صاحب صوبہ یا صوبہ دار اور آخر میں صوبہ کہتے تھے اور منصب دار جاگیر کہتے تھے جو بعد اکبر کے عہد کے بدل گئے ۔ منصب داروں کو تعیناتیاں اور اوس کی سپاہ کو تابینات بھی کہتے تھے اس لیے تابین باشی منصبدار بخشی ہوا ۔ سپاہ کی اصلاح جب ہوئی کہ شہباز خاں میر بخشی مقرر ہوا ۔ عبدالقادر بدایونی نے اس باب میں جو لکھا ہے اسکے نقل آئین

۹ کے بعد دیکھو -

(۴) آئین احدی

بہت سے پُر دل شائستہ کار آدمی ہوتے ہیں جنکو پادشاہ منصب نہیں دیتا مگر انکو وروں کی پرستاری سے رہائی دیتا ہے - اور بندگان خاص میں داخل کرتا ہے - دلبستان خدمت میں انکی آموزش ہوتی ہے اور ان کے علم کا امتحان ہوتا ہے - پادشاہ صورت میں معنی پیدا کرنا چاہتا ہے اس لیے انکا نام احدی رکھتا ہے جس سے خدائے واحد یاد آتا ہے اُنکے درجہ بڑہانے کا نیا آئین مقرر کیا ہے ان کی تیمارداری کے لیئے دیوان اور بخشی جدا جدا اور انکی سرداری کے لیے ایک بزرگ امیر مقرر کیا ہے اور ایک لائق آدمی کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے کہ وہ احدی کے امیدواروں کو پادشاہ کے روبرو پیش کیا کرے وہ بے منت فروشی ورشوت ستانی کے ہر روز چند امیدواروں کو پیش کرتا ہے - پادشاہ انکا امتحان لیتا ہے جب اسکو وہ پسند آتے ہیں تو انکا نام یادداشت اور تعلیقہ میں لکھا جاتا ہے - پھر انکی چہرہ نویسی ہوتی ہے اور برآورد میں نام داخل ہوتا ہے - امیدوار سے بخشی ضمانت لیتا ہے اور سب کو دوبارہ پادشاہ کے روبرو پیش کرتا ہے - ضرور انکا اضافہ ہوتا ہے اس کی تنخواہ نصف تین چوتھائی اور چھ ساتویں تک بڑھ جاتی ہے - بہت سے احدی پانچ سو روپیہ ماہوار پاتے ہیں اور ۹ کے ہندسہ سے نشان مند ہوتے ہیں - (آئین داغ دیکھو) ابتدا میں جب اسکا درجہ مقرر کیا گیا تھا تو انکے آٹھ گھوڑوں پر داغ لگا دیا جاتا تھا - مگر اب پانچ سے زیادہ پر داغ نہیں لگایا جاتا -

(۵) آئین سوار

منصب دار احدی کے بعد تیسرا درجہ سوار رکھتے ہیں - اوّل گھوڑوں کا مالک سپاہ میں گھوڑوں کی اوصاف بیان کرتا ہے - بخشی انکا امتحان کرتا ہے - پھر سوار کی چہرہ نویسی ہوتی ہے اگر سوار پاس ایک گھوڑے سے زیادہ گھوڑے ہوتے ہیں تو اس کے لیے ایک اونٹ یا بیل زیادہ کرتے ہیں اور اس کے خرچ کے لیے عمدہ سوار کی نصف تنخواہ کی برابر روپیہ دیتے ہیں اگر یہ اونٹ یا بیل نہیں دیتے تو پانچویں حصے تنخواہ بڑھا دیتے ہیں یک اسپہ سوار کی تنخواہ یہ ہوتی ہے کہ عراقی کا سوار تیس روپیہ ماہوار اور مجنس کا سوار پچیس روپیہ ماہوار اور ترکی کا سوار بیس روپیہ ماہوار اور یابو کا اٹھارہ روپیہ ماہوار اور جنگلہ کا بارہ روپیہ ماہوار پاتا ہے

پہلے خالصہ کے عمل گذار سوار کو پچیس روپیہ ماہوار ملتا ہے اب پندرہ روپیہ ماہوار ملتا ہی پہلے سوار کو چار گھوڑے رکھنے کی اجازت تھی مگر اب تین گھوڑے سے زیادہ کی نہیں ہے اور ہر دہ باشی دو سوار چار اسپہ تین سہ اسپہ تین دو اسپہ ور دو یک اسپہ (اس طرح دس سوار پچیس گھوڑے رکھ سکتے تھے)۔ اور اور منصب دار اس حساب سے گھوڑے رکھ سکتے تھے مگر اب دہ باشی تین سہ اسپہ اور چار دو اسپہ اور تین یک اسپہ رکھ سکتا ہی۔ (۱۰ سوار ۱۰ گھوڑے)

(۴) پیادوں کا آئین

جب سواروں کا آئین بیان ہوا تو پیادوں کا آئین بھی بیان کیا جاتا ہی۔ انکی بہت سی قسمیں ہیں! اور وہ نادر نادر کام کرتے ہیں۔ پادشاہ نے اپنی قدردانی سے ہر قسم کے پیادوں کے لیے ایسے دستور اور آئین مقرر کر دیئے ہیں کہ سب چھوٹے بڑوں کو آسانی ہو گئی ہی۔ خامہ پرداز آوارہ نویس انکے نویسندہ ہوتے ہیں۔ جب انکا مرتبہ بڑھتا ہی تو وہ اس جرگہ سپاہ میں داخل ہوتے ہیں پیادوں کی بہت قسمیں ہیں۔ اول قسم کے پیادے پانچ سو دام اور دوسری قسم کے چار سو دام ہوئے اور تیسری قسم کے تین سو دام چوتھی قسم کے دو سو چالیس دام ماہوار پاتے ہیں۔

بندوقچی

بارہ ہزار بندوقچی پادشاہ کے ہمرکاب رہتے ہیں انکے واسطے ایک بیدہ ور بتکچی (محرر) اور سیر چشم خزانچی اور جدکار داروغہ جدا مقرر ہوتا ہی۔ تھوڑے سے بندوقچی ان عہدوں کے واسطے منتخب کیے جاتے ہیں۔ مگر انمیں اس طرح کے بہت بندوقچی ہوتے کہ کچھ کاردانی اور سربراہی سے بہرہ ور ہوتے ہیں بعض افسر ہوتے ہیں کہ وہ کثرت کی وحدت بناتے ہیں۔ جس سے کارسازی اور کار آگہی کا رشتہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ سرگروہ کا ماہوار چار طرح کا ہوتا ہے تین سو دام اور دو سو اسی دام اور دو سو ساٹھ دام اور باقی بندوقچیوں کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں اور انکا ماہوار تین طور کا اول ۲۵۰ دام و ۲۴۰ دام و ۲۳۰ دام دوم ۲۲۰ دام و ۲۱۰ دام و ۲۰۰ دام سوم ۱۹۰ دام و ۱۸۰ دام و ۱۷۰ دام و چہارم ۱۶۰ دام ۱۵۰ دام و ۱۴۰ دام پنجم ۱۳۰ دام و ۱۲۰ دام و ۱۱۰ دام۔

دربان

ہزار دربان چابک دست خدمت گذاری کرتے ہیں درگاہ کی پاسبانی کے لیے ان کی ملازمت لازمی ہے۔ میردہ کی تنخواہ پانچ طرح کی ہوتی ہے۔ ۲۰۰ و ۱۶۰ و ۱۴۰ و ۱۳۰ و ۱۲۰ دام اور اور دربانوں کی ۱۲۰ دام سے زیادہ اور سو دام سے کم نہیں۔

خدمتی بھی پادشاہ کی خدمت میں ہزار رہتے ہیں۔ دولتخانہ کے گرد نگہبانی کرتے ہیں۔ اور فرمایش کے منتظر رہتے ہیں۔ پنجاہی سے بستی تک ۲۰۰ دام اور دہ باشی ۱۸۰ اور ۱۴۰ دام اور اور ۱۲۰ و ۱۱۰ و ۱۰۰ دام پاتے ہیں۔

پہلے یہ گروہ رہزنی اور دزدی میں نامور تھا پہلے پادشاہوں سے انکا علاج اچھی طرح نہ ہوسکا پادشاہ نے اپنے منتخب احکام سے انکو راست کاری اور امانت گذاری سے روشناس کیا ہے اب وہ دیانت میں مشہور ہیں۔ پہلے انکو مادی کہتے تھے۔ انکے سردار نے اپنی سعادت سگالی کے سبب سے خطاب خدمت رائے کا پایا ہے۔ وہ پادشاہ پاس آرام سے رہتا ہے اور باقی ہر ایک کا نام خدمتیہ رکھا گیا۔

میوات کے رہنے والے میوڑہ کہلاتے ہیں وہ تیز رو ہوتے ہیں جو مال منگا وٗ دور دور سے پختہ کاری کے ساتھ لاتے ہیں۔ جاسوسی اور اشکال فہمی میں نادرہ کار ہیں۔ انکی تعداد بھی ہزار ہے وہ فرمان کے منتظر رہتے ہیں۔ انکا ماہوار خدمتیہ کا سا ہے۔

یہ سرفشان جان باز بہت طرح کے ہوتے ہیں۔ اور نادر کام کرتے ہیں۔ جنگ میں تیز پائی اور چابک دستی سے لڑتے ہیں اور افت وخیز میں بہادری دکھاتے ہیں۔ بعضے سپر لگا کے لڑتے ہیں۔ بعض چوب دستی سے کام لیتے ہیں انکو لکڑایت کہتے ہیں۔ بعض بے پناہ ایک ہاتھ سے لڑتے ہیں انکو یک ہاتھ کہتے ہیں۔ پہلا گروہ جو پوربی ہوتا ہی وہ چھوٹی سپر لگاتا ہے اور اسکو چرہ کہتے ہیں اور جو گروہ دکھنی ہوتا ہی وہ ایسی بڑی سپر لگاتا ہی کہ اوسکی پناہ میں سوار کھڑا ہوجاے اُس سپر کا نام تلوہ ہی۔ ایک جماعت کو پہرایت کہتے ہیں۔ طول میں آدمی کے قد سے چھوٹی اور چوڑی ایک گز سپر وہ کام میں لاتے ہیں۔ ایک گروہ کو بانایت کہتے ہیں وہ ایک لمبی تلوار لیتے ہیں جسکا قبضہ ایک گز سے زیادہ ہوتا ہی۔ دونوں ہاتھوں سے اس سے عجب کام دکھاتے ہیں۔ ایک گروہ کا نام بنگولی ہی۔ وہ مشہور آفاق ہی۔ ایک خاص شمشیر لیتے ہیں جو نوک کے پاس سے کج اور قبضے کے پاس سے سیدھی ہوتی ہی۔ وہ سپر نہیں لگاتے انکی ہنرمندی بیان نہیں ہوسکتی۔ بعض چابک دست خنجر کو عجب طور سے کام میں لاکر عجیب کام کرتے ہیں۔

ہر ایک کا نام جُدا ہے۔ ہر ایک کا ہنر نادر ہے۔ ایسے سپاہی ایک لاکھ سے زیادہ ہیں اور ان میں ایک ہزار پادشاہ کے پاس رہتے ہیں۔ ان میں صدی کا درجہ احدی کی برابر ہے یا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ انکا ماہوار چھ سو سے کم اسی تک ہوتا ہے۔

پہلوان — ہمیشہ پادشاہ کے آستانہ پر ترکی و تورانی کُشتی گیر دشت زن۔ سنگ انداز کم خطا رہتے ہیں۔ بہادران ہندی اور نادرہ کار گجراتی مل کہتے ہیں اور طرح کے جنگ آور گروہا گروہ جمع رہتے ہیں۔ انکی تنخواہ ۴۵۰ دام سے زیادہ اور ۷۰ دام سے کم نہیں ہوتی اور دو پہلوانوں کی کشتی ہوا کرتی ہے اور انکو طرح طرح کے انعام ملتے ہیں۔

چیلہ — اس خدا پرست پادشاہ کو بندہ کے نام سے چڑ ہے۔ اسکے نزدیک سوا داور دنیا کے خداوندی کسی کو سزاوار نہیں ہے۔ اس لیے اوس نے بندہ کا نام بدکر چیلہ رکھا ہے جس کے معنی سنسکرت میں عقیدت مند ارادت گزیں کے ہیں۔ اس عاطفت شاہنشاہی سے ایک گروہ پادشاہ کا چیلہ ہوگیا ہے۔

(غلام) غلام کے معنی بہت سے ہیں ایک معنی تو وہ ہیں جو عوام میں مشہور ہیں ایک جماعت اپنے سے غیر آئین (غیر مذہب) پر غالب ہوتی ہے اور انکی خرید و فروخت کرتی ہے۔ عاقل اسکو بہت بُرا جانتے ہیں۔ دوم کوئی شخص خودکامی سے علیحدہ ہوکر ارادت اختیار کرے (جیسے کہ پیروں کے اندھے مرید ہوتے ہیں) سوم فرزند چہارم کسی شخص کا قاتل جو اس کے وارث کی ملک میں آتا ہے۔ پنجم چور اپنی چوری سے باز آکر جسکا مال چراتا ہے اسکی غلامی اختیار کرتا ہے۔ ششم ایک شخص خون کرے اور اس خون کے بدلہ میں روپیہ دیکر کوئی شخص اسکو چھڑاتا ہے تو وہ اس رہانند کی غلامی اختیار کرے۔ ہفتم کوئی شخص کشادہ پیشانی سے اپنی غلامی کو اختیار کرے انکا روزینہ ایک روپیہ سے لیکر ایک دام تک ہے۔

پادشاہ نے انکو طرح طرح کے گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور جدا جدا کارشناسوں کے حوالہ کیا ہے۔ وہ انکو طرح طرح کے ہنر سکھاتے ہیں کہ انکی پایہ شناسی ہو اور وہ کام شایستگی سے کریں۔

بادشاہ کی گوہر شناسی سے اور نیک پرستاری سے ہر طائفہ کے بہت آدمی سپاہ میں مرتبہ پاتے ہیں اور پیادگی سے امیری پر سرفراز ہو جاتے ہیں کہار بھی ہندوستان کے عجیب پیادوں میں سے ہیں بھاری بوجھ کندھے پر اُٹھاتے ہیں اور فراز و نشیب میں چلتے ہیں۔ پالکی۔ سنگھاسن۔ چوڈول۔ ڈولی لیکر ایسی نرم چال سے چلتے ہیں کہ بیٹھنے والی کو ذرا جنبش نہیں ہوتی۔ اس ملک میں وہ کثرت سے ہوتے ہیں۔ دکھن و بنگالہ کے کہار نہایت عمدہ ہوتے ہیں۔ کئی ہزار بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہیں انکا سرگروہ ۴۸۰ ۳ دام سے زیادہ ۱۹۲ دام سے کم نہیں پاتا اور دن کو ۱۲۰ دام سے ۱۶۰ دام تک ملتے ہیں۔

ایک خاص تعداد اس قسم کے پیادوں کی امیروں کو سپرد کیجاتی انکو علوفہ بادشاہ دیتا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیدیا ہے کہ ان پیادوں کی چہرہ نویسی نیمہ سواروں کے نام سے ہوا کرے چوتھائی حصہ اسکا بندوقچی ہوتا ہے اور باقی تیرانداز کچھ بڑھئی۔ لہار و بیلدار اس گروہ میں داخل ہوتے ہیں۔ بندوقچی کا سرگروہ ۱۶۰ دام اور ۱۴۰ دام پاتے ہیں تیرانداز میردھہ ۱۲۰ سے ۱۸۰ دام تک اور ۱۰۰ سے ۱۲۰ دام تک۔

جب بادشاہ سے سپاہ کے مراتب اور درجے مقرر کرکے گھوڑوں کی چگونگی پر علم حاصل کیا اور تبکچی معین کیے کہ وہ سپاہی کی چہرہ نویسی کریں اور یہ باتیں لکھیں اسکے خاص نشان عمر۔ باپ کا نام۔ جائے سکونت۔ ذات۔ ایک آگاہ کا داروغہ مقرر کیا کہ آدمیوں کو انتظار کی تکلیف اُٹھانی نہ پڑے اور اُن کو اپنی کارسازی کیلیے رشوت دینے کی آرزو نہ ہو۔ سپاہی اوّل بادشاہ کے ملاحظہ میں آتا ہے بادشاہ اُسکا درجہ مقرر کرتا ہے اور پھر محرر اسکا تعلیقہ کرتا ہے اور داخلی اپنی منصبدار کی تصدیق سے لکھا جاتا ہے۔ بادشاہ نے پانچ آدمی تجربہ کار سپاہیوں اور گھوڑوں اور علوفہ کی نگرانی کے لیے مقرر کئے ہیں۔ کارفرما افسر سپاہ کو ایک فراخ میدان میں جمع کرتا ہے اور چہرہ نویسی کے کاغذات ان افسروں کے روبرو پیش ہوتے ہیں اور کاغذات کیساتھ سپاہی اور اسکا گھوڑا دکھایا جاتا ہے۔ چہرہ نویسی کے اوراق کے نیچے برآورد میں اُسکی تنخواہ لکھی جاتی ہے جسمیں کوئی فریب و غل نہیں ہونے پاتا اور

کام اعتبار کے لائق ہوتا ہے پھر اس نوشتہ پر پانچ امیروں کی مُہر لگائی جاتی ہے اور وہ داروغہ کے سپرد ہوتا ہے اور اسکو داروغہ اس آئین کیموافق جو احدیوں کے بیان میں ذکر ہوا ہے بادشاہ کے روبرو پیش کرتا ہے بادشاہ تنخواہ میں کمی بیشی کرتا ہے۔ بادشاہ آدمی کی پیشانی پرکھ لیتا ہے اور اُسکی تنخواہ میں کمی و بیشی کردیتا ہے۔ جب یہ کاغذ اسطرح مرتب ہو جاتا ہے تو اُسپر واقعہ نویس (جسکا بیان آگے آئیگا) اپنا نشان کرتا ہے اور میر عرض اور سرگروہ کشک (چوکی) اسپر مہر لگاتا ہے اس سند کی دستآویز پر داروغہ گھوڑے پر داغ لگاتا ہے۔ پہلے پہل گھوڑے کی گردن کی دائیں طرف سین کے سرے کی صورت کا داغ لگتا تھا۔ بعد ازاں کچھ دنوں تک داہیں ران پر اس صورت () کا داغ لگنے لگا جسمیں دو الف قائمی زاویوں کے متقاطع ہیں جنکے سرے گندہ ہیں۔ ایک مدت تک کمان کی شکل کا جسکا چلّہ اُترا ہوا ہو داغ لگتا رہا۔ بعد ازاں ہندسہ کا داغ مقرر ہوا۔ اس تدبیر سے بالکل سچا کام ہونے لگا۔ ہندسوں کی رقمیں لوہے کی بنالیں جسکے نقش میں کچھ شبہ نہ رہتا تھا۔ یہ داغ داہین سرین (پٹھے) پر لگتا تھا داغ کے لگانے میں پہلی دفعہ ایک کے ہندسہ کا نقش کیا جاتا تھا اور دوسری دفعہ ۲ کے ہندسہ کا اور علیٰ ہذا القیاس۔ اور اب بادشاہ نے مہربانی اور کارآموزی کے لیئے اپنے فرزندان و خویشاوندان و سپہ سالاروں اور امیروں سے ہر ایک کو خاص ہندسہ داغ لگانیکے واسطے عنایت کئے اسطرح داغ لگانیں ان گھوڑوں سے جو مرجاتے تھے صحیح اطلاع ہونے لگی۔ جب مردہ گھوڑے کی عوض کا گھوڑا داغ مکرر (جسکا آگے بیان ہوگا) سپاہی لاتا تھا تو وہ اپنی تنخواہ اس روز سے مانگتا تھا جس روز سے اسکو نہ ملی تھی اور بخشی اسکی تنخواہ اس دن سے لگاتا تھا کہ مردہ گھوڑے کی عوض میں گھوڑا لاتا تھا۔ مگر جب سے یہ نیا طریقہ داغ کا جاری ہوا جو قاعدہ مقرر کیا تھا کہ جب کسی سپاہی کا گھوڑا مرجاے اور وہ اسکی عوض کا گھوڑا لائے تو اس کا چہرہ لکھا جاے اور اسپر وہی داغ لگایا جاے جو مردہ گھوڑے کا تھا اور داغ مکرر کے وقت بخشی اس داغ اور چہرہ کو دیکھکر اعتبار کریں۔ چہرہ کے موافق گھوڑے کرایہ کے لیکر سپاہی اپنا کام بنالیتے تھے یہ خیانت بھی اب اس طریقہ سے موقوف ہو گئی کہ گھوڑے پر داغ

لگنے لگا۔ اور سپاہی یہ کام بالکل سچا کرنے لگے۔ ہر تین سال میں منصب دار جدید داغ کراتے تھے جس سے سپاہ کی آرائش ہوتی تھی اور چھوٹے آدمی راستی کی راہ پر چلتے تھے۔ اگر اس داغ کے لگانے میں منصب دار تاخیر کرتا تھا تو اسکی اقطاع کا ایک دسواں حصہ کم ہو جاتا تھا پہلے داغ کا یہ قاعدہ تھا کہ جونسی دفعہ داغ لگایا جاتا تھا اتنی دفعہ کے ہندسہ کا داغ لگایا جاتا تھا مثلاً گھوڑے پر دو کا داغ دوسری دفعہ میں لگتا تھا اور علیٰ ہذا القیاس مگر اب بادشاہ نے ہر ایک گروہ کے لئے جدا خاص ہندسہ تجویز کر دیا ہی کہ ہندسے کے مکرر داغ لگوانے میں تکرار ہوتی ہی۔ مگر احدیوں میں پرانا ہی قاعدہ جاری ہی۔ بعض قریب کے تبکچی اور خدمتگار جنکو اپنی جاگیر پر جانے کی فرصت کم ملتی ہے وہ ماہوار تنخواہ اپنی نقد لیتے ہیں اور ڈیڑھ سال میں اپنے گھوڑوں پر داغ لگواتے ہیں دور دست کے امرا بارہ سال سے زیادہ عرصہ داغ لگوانے میں نہیں لگاتے ....

...... جب داغ لگوانے پر چند سال گذر جاتے ہیں تو ایک دسواں حصہ انکی جاگیر کا کم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کا منصب بڑھایا جائے اور تین سال داغ پر گذر گئے ہوں تو اسکی ذات کی تنخواہ دیجائیگی جو دیر آدمی بڑھائے جاتے ہیں انکی بابت اضافہ بعد از داغ پاتا ہی۔ اگر کوئی سپاہی تازہ داغ لگانیکے لئے اپنے پہلے گھوڑے سے اچھا گھوڑا بادشاہ کے روبرو لائے تو منظور ہوتا ہی۔ سواروں کی محافظ سپاہ کو کشک یعنی چوکی کہتے تھے وہ تین طرح کی ہوتی تھی سپاہ کی جو چار قسمیں تھیں انکے بارہ حصے کئے تھے اور ہر ایک حصہ ایکدن کیلئے نامزد ہوتا تھا اور ایک امیر بزرگ ہوش انکی سرکردگی کے لئے سرفراز ہوتا تھا معاملہ شناس اور طرزدان ایک میر عرض مقرر ہوتا تھا۔ تمام احکام بادشاہی انہیں دو امیروں کی معرفت لوگوں کو معلوم ہوتے تھے۔ رات دن وہ دولتخانہ کے گرد حکم آوری کیلئے کھڑے رہتے تھے اور بادشاہ کے حکم کے منتظر رہتے تھے شام کے وقت تورشاہی (جسکا آگے بیان ہو چکا) بارگاہ والا میں رکھتے تھے ایکطرف یہ پاسبان صف آرا ہوتے تھے اور انکے بدلے کے جو سوار آتے تھے وہ دائیں طرف کھڑے ہوتے تھے۔ بادشاہ خود دونوں کو اکثر دیکھتا تھا اور سپاہیوں کی حاضری وغیر حاضری کو معلوم کرتا تھا یہ دونو بادشاہ کو تسلیم کرتے تھے۔ یعنی سلامی اتارتے تھے۔ اگر بادشاہ کسی شغل عظیم میں مصروف ہو تو وہ اپنے فرزندوں یا کسی

ایک کو انکے دیکھنے کے لئے بھیجدیتا تھا اور اس کام کیطرف بہ نسبت اپنی مہر اندوزی اور پرستش آموزی وعیار گیری وہنگامہ آرائی کے زیادہ توجہ کرتا تھا اگر چوکی میں کوئی حیلہ سازی اور کاہلی کے سبب سے حاضر نہیں ہوتا تھا تو اُسپر ایک ہفتہ کی تنخواہ کا جُرمانہ ہوتا تھا یا کچھ اور مناسب سزا پاتا تھا۔ پادشاہ نے اس سپاہ کے بارہ حصے کیئے تھے۔ اور ہر ایک حصہ ایک ایک مہینے کے لیئے نامزد ہوتا تھا اس طرح دور اور نزدیک کی سپاہ اپنے وقت پر پادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسپر طرح طرح کی عاطفت ہوتی تھی۔ جو سپاہ کا گروہ دوردست کی سرحد پر یا کسی اور بڑی خدمت میں سرگرم ہوتا تھا تو وہ اپنی حقیقت حال کا عریضہ بھیجتا تھا اور پادشاہ کے حکم کا کاربند ہوتا تھا۔ ہر شمسی مہینے میں پہلی تاریخ کو سپاہ چوکی ہر ہفتہ کی طرح پادشاہ کو تسلیم کرتے تھے اور خسروانی عنایت سے اختصاص پاتے تھے

پادشاہ نے اپنی سپاہ کی اور بارہ قسمیں کی تھیں اور ہر قسم کو ایک سال سے مخصوص کیا تھا جسکے سبب باری باری سے ہر سپاہ اپنے سال میں پادشاہ کے حضور میں آتی تھی۔

یہ اوپر جو تین آئین ہم نے آئین اکبری سے نقل کیئے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہی کہ شہنشاہ اکبر سپاہ کی چہرہ نویسی اور داغ لگانے میں بڑا اہتمام کرتا تھا اسی کے سبب سے دغا وفریب کے کام بند ہو گئے تھے۔ عبد القادر بدایونی نے اس انتظام کی نسبت اپنی تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ تمام ولائتیں سوائے انکے جو خالصہ سے منسوب تھیں امرا کی جاگیروں میں منقسم تھیں۔ امرا فسق وفجور کی کثرت سے اور بیوتات کی زیادتی کے خرچ سے اور اموال کے جمع کرنے سے فرصت نہیں رکھتے تھے کہ سپاہ حال پر نگاہ رکھتے رعایا کے احوال میں مشغول ہوتے کام کے وقت پر وہ تنہا مع چند ملازموں اور شاگرد پیشہ مشغول کے معرکہ میں حاضر ہوتے تھے سپاہ بکار آمد کسی جگہ موجود نہ تھی شہباز خان کنبوہ میر بخشی نے داغ ومحلی کی مراسم ورویش کو جو سلطان علاء الدین خلجی کا ایک ضابطہ اور بعد ازاں شیر شاہ کا طریقہ تھا پادشاہ کو یاد دلاکر جاری کرایا جسکے سبب سے یہ مقرر ہوا کہ اول اُمرا پر منصب بیستی مقرر ہوا کہ وہ اپنے تابینوں کو (تابعینوں) کو کشک (چوکی) میں حسب الطلب حاضر کرے اور جب انکے بیس سواروں کے گھوڑوں پر داغ حسب

ضابطہ لگ جائے تو اسکا صدی اور اور منصب مقرر کیا جاے۔ اور فیل اور اسپ اور شتر اسکو منصب کے
موافق دئے جائیں اور یہی دستور جاری رہے اور جب وہ پوری سوار بادشاہ کی نظر کے روبرو لائیں تو
منصب ہزاری دوہزاری یا پنجہزاری جس سے بالاتر درجہ کوئی نہیں ہے ترقی پائیں ورنہ درجہ گھٹایا جائے
مگر اس ضابطہ سے بھی سپاہیوں کا اور تنزل ہوگیا امرا نے اپنا کام یوں بنایا کہ اکثر اپنے خاص چیلوں
اور بارگیرونکو سپاہی کا لباس پہنا کر بوقت عرض میں لاکر منصب کی درستی کے لیے دکھاتے اور منصب کے
موافق جاگیر پاتے۔ بارگیرونکو رخصت کردیتے جب پھر وقت پر ضرورت پڑتی تو حسب ضرورت
نئی عاریت کی سپاہ بھرتی کرلیتے ہیں اور بعد از فراغ اسے موقوف کرکے خدا کی پناہ میں
بیٹھ جاتے خزانہ و جمع خرچ منصبداروں کا تو بدستور بحال رہتا مگر سپاہی بیچارہ کا پیالہ ایسا خاک
سے بھرا رہتا کہ پھر وہ کمر باندھنے کے لایق نہ رہتا ہر جگہ اہل حرفہ دھنئے و جلاہے۔ کنجڑے۔ ہندو
مسلمان۔ گھوڑے۔ ویراق کرایہ کا لیکر داغ کے لئے پہنچے کوئی منصبدار اضافہ منصب پاتے
اور کروڑی واحدی یا داخلی ہوجاتے۔ چند روز بعد ان موہوم اسپوں اور معدوم یراق کا نشان باقی نہ رہتا
اور وہ پیادہ ہوجاتے اور بہت دفعہ ایسا ہوا کہ جسوقت دو بادشاہی نظر (ملاحظہ) کے لیے
دیوانخانہ خاص میں پیش ہوئے تو مع لباس کے ہاتھ پاؤں باندھکر ترازو میں تولے گئے
گو وزن میں ڈھائی تین من سے کچھ کم و بیش تُلے۔ مگر بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ یہ سب لباس و
یراق کرایہ کا عاریت تھا۔ بادشاہ نے فرمایا تھا کہ میں دیدہ و دانستہ ایسے آدمیونکو کچھ
دیدیتا ہوں کہ اُن کی گذر اوقات ہو بعد چند مدت کے احدی کو دو اسپہ و یک اسپہ و نیم
اسپہ یعنی دو سپاہیوں میں ایک گھوڑا مقرر کیا دونو کو چھ چھ روپیہ ماہوار ملتے مصرع
انیک در روزگار سن بہ بیں و مپرس ۔ اس بازار کو رونق ہوگئی اور ترکش بندی کی دوکان
ٹھنڈی ہوگئی باوجود اسکے بادشاہ نے اپنی قوت طالع اور بلندی اقبال سے ہر جگہ
غنیم کو نابود کیا اور سپاہی کی چنداں احتیاج نہیں رہی اور امرا کو اپنے نوکروں کے
بیجا ناز سے رہائی ہوئی۔ بدایونی کا یہ بیان اس عداوت کے سبب سے ہے جو وہ

اپنی خیانت سے بادشاہ کے ساتھ رکھتا تھا اسکا یہ لکھنا کہ بادشاہ اپنی غنیم کو ہر جگہ نابود کرتا ہی بادشاہ کی سپاہ اور افسروں کے حسن انتظام پر دلیل قطعی ہی اور یہ لکھنا کہ بادشاہ کے اقبال سے یہ ہوتا تھا اسکا ملّا نا بن ہی۔ وہ اس عداوت کے سبب سے بد انتظامی کی مستثنیٰ صورتوں کو قاعدہ اور خوش انتظامی کے قاعدہ کو مستثنیٰ صورت بناتا ہے۔

(۱۰) آئین واقعہ نویسی

واقعہ نویسی بھی ایک پسندیدہ طرز جہانبانی کے لیئے بلکہ ہر انبوہ کیلئے ضرور ہی۔ اگرچہ پہلے زمانہ میں بھی اسکا مذکور ہی مگر اس زمانہ میں اصلی معانی اسکے ظہور پذیر ہوتے ہیں چودہ تیکھی سیر چشم درست خام جدگزیں اسطرح نامزد ہوئے ہیں کہ ہر روز ان میں سے دو دو اپنا کام کیا کریں اور چودھویں روز ہر ایک کی نوبت آیا کرے اور اور لوگ بھی اس شائستہ خدمت کے واسطے بادشاہ نے انتخاب کر رکھے ہیں کہ ان میں ہر یک ایک دن کیواسطے رہتا ہی جب ان چودہ میں سے کسی کو ضروری کام پیش ہوتا ہے تو اسکی جگہ انہیں سے ایک آتا ہے اسکو کوتل کہتے ہیں۔ اس واقعہ نویس کے یہ کام ہیں کہ بادشاہ کے احکام اور کام کو وہ لکھے۔ اور جو کچھ کارپردازان سلطنت عرض کریں اسکو تحریر کرے۔ بادشاہ کی خورد و آشام۔ بیداری و خواب نشست و برخاست شبستان اقبال میں جانیکا اور بارگاہ خاص میں خرامش کا وقت۔ شکار کی عام حالت۔ جانوروں کا ذبح ہونا۔ کوچ و مقام۔ رہنمونی نذر۔ دلاویز سخنی۔ دانش کی باتوں کا سننا۔ خیرات و انعام تکلف روزینہ و ماہوارہ۔ تابین کا منصب۔ ماہیانہ چاکر۔ ارناس (بعض ارنس کی جمع کہتے ہیں جسکے معنے قبر کے ہیں)۔ بدایونی نے اسکو ازناس پڑھا ہی اور اسکے معنی زوال و شمن یعنی دشمنوں کے مرنیکا بیان اور امرا اس لفظ کو بجائے طلب اجناس کے کام میں لاتے ہیں اسلیئے ارناس کے معنے سپاہ کے لیئے۔ طلب اجناس یا تنخواہ کے ہوئے سیورغال (معافی زمین) خراج کا گھٹنا بڑہنا۔ اجارہ۔ بیع۔ تحویل پیش کش۔ ارسال۔ نفاذ فرمان۔ اس پر بادشاہ کی مہر کا لگنا۔ عرائض کا آنا۔ جواب کا دیا جانا۔ ملازمت۔ رخصت۔ تعین مدت۔ چوکی میں نہ آنا جنگ و فتح۔ صلح۔ روشناس (جنکو بادشاہ پہچانتا ہو یعنی بڑے آدمی) کا مرنا۔ جانوروں کی

شرطونکی ہار جیت گھوڑوں کا مرنا۔ پادشاہ کے جرموں کا معاف کرنا۔ بارعام کی سرگذشت کتخدائی ولادت۔ چوگان بازی۔ چوسر۔ نرد۔ شطرنج۔ گنجفہ۔ سوائے اسکے حوادث آسمانی و زمینی سال کی فصلیں۔ عرض واقعہ۔ ان سب باتوں کو لکھے۔

جب اس روزنامچہ کی تصحیح کوئی آگاہ دل راستی منش کر دے تو پھر وہ پادشاہ کو سُنایا جائے وہ اِسکو قبول کرے تو تینکچی ہر ساختہ کی نقل کرے اور اسپر اپنی مہر لگائے اسکے جوینده کو سپرد کرے۔ اسپر میر عرض و پروانچی کی مہر لگوائے اور اس شخص کی مہر جسنے اسکے پادشاہ کے روبرو پیش کیا ہے اس زمانہ میں اسکو یادداشت کہتے ہیں۔ سوائے اسکے کئی ایک خوشنویش روشن بیان راستی گذار جُداگانہ نامزد ہوتے ہیں کہ وہ اس یادداشت کو جب پوری ہوجاتی ہے لے لیتے ہیں اور اپنے پاس رکھتے ہیں جو گذارش مقصود کے لائق ہوتی ہے اسکو وہ لکھتے ہیں اور اسپر مُہر کرکے بجای یادداشت کے دیتے ہیں اسپر مہر و دستخط واقعہ نویس کے وسکہ رسالہ و میر عرض داروغہ کے ہوتے ہیں۔ اس نوشتہ کو تعلیقہ کہتے ہیں اور لکھنے والے کو تعلیقہ نویس۔ جب تعلیقہ اسطرح تیار ہوجاتا ہے تو اور اعیان دولت کی مہر اسپر لگتی ہے۔ پادشاہ کا مقصد اس سے یہ ہے کہ آگہی کا سرشتہ مستحکم ہو اور راست وقت میں کمی و بیشی اپنی ہنجار سے نہ گذرے۔ اور خیانت مند فرومایہ ایک کونے میں بیٹھیں اور سعادت سرشت آگاہ دل اعتبار پائیں کارسازوں کو خوف سے رہائی ہو اور بداندیش فراموش کاروں کا علاج ہو۔

جبتک داد و ستد کرسرشتہ کو استحکام نہیں ہوتا ہی کہ دلسے بات گویائی میں نہیں آتی اور قلم کے لکھنے سے پائداری نہیں پاتی اور راستی طرازوں کی نشان سی درستی نہیں ہوتی یعنی سچے آدمیوں کی گواہی نہیں ہوتی ایسے نگاشتہ کو سند کہتے ہیں اور اس طرح طرح کی آدمی کامیاب ہوتے ہیں۔ گنجور اس سند کی دستاویز سے بازخواست سے رہائی پاتے ہیں اور اور لوگ اپنا واجب وظیفہ پاتے ہیں۔ کاردان درستی منش کہ جنکی پیشانی سے راستی چمکتی ہے گفتار اور کردار کو صفحوں اور ورقوں پر لکھتے ہیں کہ جس سے یاد کی مدد ہوتی ہے ان اوراق استاد کو دفتر کہتے ہیں (دفتر ایک یونانی لفظ ہی جسکے معنی صاف کیئے ہوئے چمڑے کے ہیں)

بادشاہ نے اس دفتر کو بھی غور کی نگاہ دیکھا ہی اور انکا شائستہ انتظام کیا ہی درست نویس راستی سرشت و سیرچشم دیدہ وروں کو دفتر میں مقرر کیا ہی اور کاردانان کم آز کو وہ حوالہ کیا اور اُسکو اپنی کار آگہی سے بھی اُستوار کیا ہی۔ دفتر تین طرح کا ہی اوّل ابواب المال۔ اس سے خراج ملک کی آمدنی اور اُسکی کمی و بیشی معلوم ہوتی ہی ہر قسم کی آمدنی جو فراہم ہوتی ہی اُس میں لکھی جاتی ہی۔ دوم ارباب التحاویل اس سے منزل (طائگی) کے خرچ کی اور خزینہ داروں کی جمع خرچ کی تنقیح اور طرح طرح کی خرید و فروخت کی اوارجہ نویسی معلوم ہوتی ہے۔ سوم توجیہ اسمیں سپاہ کے ماہیانہ کا سررشتہ ہوتا ہی۔ اس سے معلوم ہوتا کہ سپاہ کے لئے کتنی آمدنی ہوئی اور کتنا اسمیں خرچ ہوا۔ بعض اسناد پر صرف مہر بادشاہی ہوتی ہی بعض پر درگاہ شاہی کی مہر و نشان ہونیکے بعد بادشاہ اپنا سکہ لگاتا ہی۔ بہت سی سندوں پر صرف ارکان دولت کے مہر و نشان ہوتے ہیں۔ انہیں سے بعض کا بیان نیچے کیا جاتا ہے

فرمان ثبتی

فرمان ثبتی تین کاموں کے جاری ہوتے ہیں۔ اوّل مناصب والا و کالت سپہ سالاری شاہزادوں کی اتالیقی۔ امیر الامرائی۔ ناحیتی (تقرر اضلاع) وزارت بخشی گری صدارت کے لئے۔ دوم جاگیر۔ جو بدوں ماہیانہ ہو۔ یعنی جس جاگیر میں سپاہیوں کی تنخواہ نہ دی جاوے۔ اور ملک نو مفتوح کے حکم رکھنے کے لئے اور ملک دینے کے واسطے سوم سیور غال و بقاع خیر کے سرانجام کے لئے۔

پروانچوں اور فرمانوں اور براتوں کو نیچے کیطرف کی شکنج دیتے ہیں۔ اول شکنج میں جو کم چوڑی ہوتی ہے۔ کنارہ پر جہاں سے کاغذ کترتے ہیں وکیل کی مہر ہوتی ہے اور اسکے مقابل کچھ نیچے مشرف دیوان کی مہر جسکا آدھا حصہ دوسری شکنج پر ہوتا ہے اور اس سے نیچے صدر کی مہر۔ بعد ازاں کچھ مہروں کے مقامات میں تقدیم و تاخیر ہو گی۔ بعض احکام خلافت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں تاخیر نہیں ہو سکتی اور ہر کوئی اسکا رازدان بھی نہیں ہو سکتا اسلیئے منشور پر فقط مہر بادشاہی ہوتی ہے اور ایسے

فرمان بیاض کہتے ہیں۔

جب کوئی شخص جرگہ سپاہ میں داخل ہوتا ہے اور داغ سے فراغت پاتا ہے تو اسکو انتظار کے رنج کھینچے اور مال خرچنے کے بغیر سندیں ملجاتی ہیں۔ تنخواہ کا حساب داموں میں ہوتا ہے۔ برآورد کیوقت سپاہی کی تنخواہ کے آدھے روپئے ۴۸ دام فی روپیہ کے حساب سے دیے جاتے ہیں اور آدھی تنخواہ کے دو برابر حصے کیے جاتے ہیں جنمیں سے ایک حصہ میں مُہر (اشرفی) بحساب ۹ روپیہ فی مہر دوسرے حصہ میں اجناس دی جاتی ہیں۔ جب روپیہ کا بہاؤ چالیس دام ہوگیا تو اسی بہاؤ سے سپاہ کو تنخواہ ملتی ہے۔ سال بھر میں ایک مہینے کی تنخواہ گھوڑے کی قیمت کی بابت وصول ہوتی ہے اور گھوڑے کی قیمت پچاس فیصدی بڑہائی جاتی ہے۔ گھوڑے کی خرید میں نہایت احتیاط ہوتی ہے اس لئے اس اضافہ قیمت سے سپاہی کا نقصان نہیں ہوتا اور ہمیشہ بڑے بڑے کاموں میں اور بادشاہی احکام کے پہنچانے میں احدی کو دستوری ملتی ہے اگر وہ خدمت شائستگی کی بجالاتا ہے تو کام کی سپاس گذاری کے عوض میں تمام یہ دستوری بخش دیجاتی ہے ورنہ کچھ حصہ اسکا ماہوار میں لگایا جاتا ہے پادشاہ نے پرستاری کی آموزش کے لیے اور تن آسانی کے دور کرنیکے واسطے یہ مقرر کیاہے۔ جو احدی کشک میں غیر حاضر ہوتا ہے تو اُسکی پندرہ روز کی تنخواہ ضبط ہوتی ہے اور اوروں کی ایک ہفتہ کی تنخواہ اور تابین باشی کو جب یہ دستوری ملتی ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کے ماہوارہ میں سے بیسواں حصّہ کاٹ لیتا ہے اور اسکو بعض خرچوں میں صرف کردیتا ہے۔

اقطاع دار اور ماہ وار لینے والوں کو اگر کوئی خرچ کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ انعام کے مستحق نہیں ہوتے تو بادشاہ نے ایک خزانچی اور میر عرض جداگانہ مقرر کررکھا ہے کہ اس سے وہ روپیہ قرض لے لیتے ہیں جس سے انکی آبرو بچ جاتی ہے اور انتظار سے بھی پریشان نہیں ہوتے اوّل سال میں قرض کچھ نہیں بڑھایا جاتا

(۲۶) آئین انعام

دوسرے سال میں سولہویں حصہ قرض کا قرض پر زیادہ کرتے تھے اور تیسرے سال میں آٹھواں حصہ اور چوتھے سال میں چوتھائی پانچویں سال سے ساتویں سال تک نصف اور ساتویں سال سے دسویں سال تک تین چوتھائی اُس سے زیادہ سال کے لئے دوچند۔ اس سے زیادہ نہیں بڑہتا اس سے پادشاہ کا مقصد نیک معاملگی سکھانا منظور ہے ورنہ اس زمانہ کی داد وستد کے موافق یہ افزائش کسی شمار میں نہیں ہی اس آئین سے جو بے انصاف سود بڑہانیوالے تھے وہ راہ پر آگئے اور اس سے شائستہ انتظام ہوگیا۔

(۲۷) آئین خیرات (۲۸) آئین وزن مقدس (تلا دان)

بادشاہ آدمیوں کو پہچانکر اُنکو کئی طرح سے انعام و بخشش دیتا ہی۔ ظاہر بھی اور پوشیدہ بھی قرض بھکر دیتا ہی مگر لیتا نہیں اس سے دور و نزدیک تونگر و مستمند فیض پذیر ہوتے ہیں۔ ہاتھی گھوڑے اور جنسیں بھی دیتا ہی ہر روز بخشی لشکداروں اور سپاہیوں کے نامے پڑہتا ہے کہ انہوں نے پہلے کچھ نہیں پایا ہی۔ پادشاہ انکو گھوڑے دیتا ہی جسکو یہ گھوڑا ملجاتا ہی اسکو پھر ایک سال تک کچھ انعام و بخشش نہیں ملتی جو آرزومند محتاج مفلس ہیں اُنکو پادشاہ نقد و جنس دیتا ہی اور ظاہر اور پوشیدہ دلوں کو ہاتھ میں لاتا ہے بہت سے آدمیوں کا روزینہ و ماہیانہ و سالیانہ مقرر ہے جو ان کو انتظار کی تکلیف بغیر ملتا ہے اور خود پادشاہ کے مقرب آدمیوں کے احوال کو عرض کرتے ہیں اور جتنا مال لیتے ہیں وہ بیان نہیں ہوسکتا جو کچھ محتاجوں کو دیا جاتا ہے اور آتش خانوں میں خرچ ہوتا ہے اُس کا بیان بڑا دراز ہے۔ ایک خزانچی جدا اسکے لیے مقرر ہے۔ پادشاہ کے روبرو جو تہیدست آتا ہے وہ اپنا کام دل پاتا ہے۔

نظر بد کے لگنے سے بچنے کے واسطے اور مفلس محتاجوں کی آرزو برلانے کے لیے سال بھر میں پادشاہ دو دفعہ طرح طرح کی اجناس سے تلتا تھا۔ غرہ آبان ماہ الٰہی کو کہ پادشاہ کے سال کا نوروز ہے ان بارہ چیزوں سے بارہ دفعہ تلتا تھا۔ سونا۔ پارہ۔ ابریشم۔ خوشبو۔ مس۔ روح توتیا مصالح۔ گھی۔ لوہا۔ شیر برنج سات طرح کا غلہ (ست نجا) و نمک ان چیزوں کے تولنے میں

یسی وبیشی اجناس کی قیمت پر موقوف تھی اور پادشاہ کی عمر کے سالوں کی تعداد کے موافق گوسفند- بز- مرغ- مفلس جاندار پروروں کو دئے جاتے تھے- بہت سے چھوٹے چھوٹے جانور رہائی پاتے تھے- دوسرا تلادان- پنجم رجب کو آٹھ چیزوں سے جداجدا ہوتا تھا- چاندی قلعی- پارچہ- سیسہ- میوہ- شیرینی- تلون کا تیل- سبزی- ان دونوں تاریخوں میں جشن سالگرہ ہوتا تھا- بخشش بخشایش کی صلاح عام ہوتی تھی-

بادشاہ کے بیٹے و پوتے جب تیسرے سال میں لگتے تو وہ سال شمسی کے نوروز کو پہلی دفعہ ایک چیز سے تولے جاتے پھر ہر سال ایک نئی چیز اُنکے تولنے کیواسطے بڑھتی جاتی- جب وہ بڑے ہوجاتے تو آٹھ سات چیزوں سے جُداجُدا تولے جاتے مگر بارہ چیزوں سے زیادہ انکے تولنے کے لیے نہیں بڑھتیں اور جانور بدستور دیے جاتے اس کام کیواسطے خزانہ و مشرف جُدا تھے تاکہ شائستگی سے خرچ ہو-

پادشاہ آدمیوں پر طرح طرح سے عاطفت کرنے کو خداپرستی جانتا وہ آدمیوں کی پایہ شناسی کر کے چار طرح کے آدمیوں کو زمین کو زمین روزینہ دیتا ہے- اول وہ جو علم و دانائی کی تلاش میں سب چیزوں سے دست کشی کر کے علوم حقیقی کے جمع کرنے میں نہ رات کو رات جانتے ہیں نہ دن کو دن- دوم وہ جو تارک الدنیا ہوتے ہیں اور اپنی نفس سے لڑتے رہتے ہیں اور رنج کش و خویشتن گداز ہوتے- سوم مفلس درماندہ جو جُست و جو کی توانائی نہیں رکھتے- چہارم شریف بزرگ زادے جو اپنی کم دانشی سے پیشہ وری نہیں اختیار کرتے جو نقد دیا جاتا ہے اسکو اس زمانہ میں وظیفہ کہتے ہیں اور جو زمین دی جاتی ہے اسکو ملک و مدد معاش کہتے ہیں- اس طرح سے کروڑوں کی سیورغال دیجاتی ہے اور وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے چونکہ حال مردم کی پژوہش اور آرزو کا اندازہ کرنا بہت بڑا کام ہے- ایک نیک مرد درست اندیش کو جسکی پیشانی گفتار و کردار سے صلح کل و مہربانی عام و جد دائمی کا نشان نمایاں ہو اسکو اس خدمت پر سر بلند کیا ہے- اسکو صدر کہتے ہیں- قاضی- میر عدل اس سے رجوع کرتے ہیں

کاروائی ومزاج شناسی سے ایک عمدہ تیکچی مقرر کیا جاتا ہے وہ یاور ہوکر داد وستد کے سررشتہ کو مضبوط کرتا ہے اسکو دیوان سعادت کہتے ہیں پادشاہ کے حکم سے ہمیشہ صاحبان درگاہ شائستہ آدمیوں کو اسکے روبرو لاتے ہیں اور بہت آدمی اسطرح اپنے دلی مقصد کو پاتے ہیں۔ جب پادشاہ نے حال تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے صدور ناہنجار خواہشوں سے دامن آلودہ تھے اپنے مقربین کی سفارش سے شیخ عبدالنبی کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ افغانوں وچودریوں کی سیورغال خالصہ ہوگئی تھی پادشاہ نے آدمیوں کو اسکی تصدیق وتصحیح کے لیے متعین کیا۔ کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ یہ گروہ زمین ایک جگہہ نہیں رکھتا۔ یکجا جاگیر وخالصہ کی شرکت سے کمزور آزردہ ہوتے تھے اور بدگوہر اسکو اپنی بیدیانتی کا دستمایہ بناتے تھے اسلیے پادشاہ کے حکم سے دہات خالصہ اور جاگیر جدا جدا ہوگئے جس سے بھلے آدمیوں کو آسایش ہوئی اور بدسرشتوں کا ہاتھ کوتاہ ہوا۔ زمانہ ہمیشہ پردہ دری کیا کرتا ہے اسلیے اس صدر کی بھی ستائیں پادشاہ کے کان میں پہنچیں۔ فرمان ہوا کہ جو شخص پانچسو بیگہ زمین سے زاید رکھتا ہو جب تک پادشاہ کی روبرو آنکر منظوری نہ حاصل کرے وہ اس سے محروم کیا جاے۔ جب اسپر عمل نہ ہوا تو پادشاہ نے حکم دیا کہ جس سو بیگہ کی تفصیل کچھ نہ ہو اس میں دو حصے جاگیر اور تین حصے خالصہ کیا جاے مگر ایران وتوران کی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جب یہ معلوم ہوا کہ بعض حریص پرانی زمینیں چھوڑکر اور جگہہ نہیں لیتے ہیں تو یہ حکم ہوا کہ جو شخص قدیمی زمین کو چھوڑے اسکی چوتھائی زمین کم کردیجاے۔ قاضیوں کی رشوت ستانی پادشاہ کے دلنشین ہوئی۔ ان خراب دروں عمامہ پیرایوں اور کوتاہ خرد دراز آستینوں کی سخن سازی پر کچھ خیال نہ کیا اور مغز کار کو تلاش ان لوگوں کو کہ سلطان خواجہ کی صدارت میں قاضی ہوئے تھے ان کو تو اس منصب پر بحال رکھا اور باقی سب کو معزول کیا۔ ایرانی وتورانی معجر پوشوں کی بھی تزویر ظاہر ہوئی تو سو بیگہ سے زیادہ زمین کی تازہ تصحیح کے لیے اشارہ ہوا۔ عضدالدولہ کی صدارت میں

یہ قرار پار پایا کہ جو شخص سیورغال میں شریک ہوں اور فرمان میں اُسکی قیمت نہ لکھی ہو اور ان میں سے ایک فوت ہو جاوے تو جبتک کہ اُسکے پسماندے پادشاہ کے روبرو نہ آئیں صدر بغیر پوچھے اس زمین کے حصے کرے اور مردہ کے حصے کو خالصہ بنائے اور پندرہ بیگہ زمین سے زیادہ دینی بغیر منظوری پادشاہ صدر کو منع ہو گیا۔ امینی و آسودگی کے سبب سے اپنی زمینوں میں لوگوں نے باغ بہت لگائے اور اُن سے بہت فائدے اُٹھائے۔ کارپردازان سلطنت نے کفایت اندیشی سے جانا کہ ان باغوں کو لے لیں۔ مگر پادشاہ اسپر خفا ہوا۔ اور لوگوں کو باغ بخشدئے۔ جب معلوم ہوا کہ جس پاس سو بیگہ یا اس سے کم زمین ہے وہ بھی خیانت کرتے ہیں۔ تو حکم ہوا کہ میر صدر جہاں ان کو پادشاہ کے روبرو لائے۔ بعد ازاں یہ حکم ہوا کہ صدر بصلاح دید ابوالفضل جاگیر کو زیادہ و کم کردے۔ ایسا آئین ہی کہ سیورغال کی زمین آدھی مزروعہ اور آدھی قابل زراعت ہوتی ہے۔ اگر قابل زراعت نہ ہو (یعنی زمین بالکل مزروعہ ہو) تو کل کی ایک چوتھائی کم دیجائی اور باقی کے لئے ایک نئی سند دی جائے۔ ہر قصبہ میں بیگہ کا حاصل مختلف ہوتا ہے وہ ایک روپیہ سے کم نہیں ہوتا۔ دانش آموزی و ریاضت منشی کے سبب سے پادشاہ اس طرف متوجہ ہوتا ہی اور نیک مردوں کو کل و جز کی صدارت مقرر کرتا ہے ؛

(حاشیہ آئین ۱۹)

کل آئینوں میں یہ آئین بڑا دلچسپ ہے۔ اس میں ایک چغتائی لفظ سیورغال کا استعمال ہوا ہی جسکا ترجمہ عربی میں مدد المعاش اور فارسی میں مدد معاش ہوتا ہی۔ ہماری زبان میں معافی دوامی، اور مِلک بھی کہتے ہیں۔ یہ سیورغال دوام کے لیے نسلاً بعد نسلٍ دیجاتی تھی اسمیں اور جاگیر یا تیول میں یہ فرق ہے کہ یہ ایک خاص مدت کے لیئے منصبداروں کو بعوض سپاہ کی تنخواہ کے دیجاتی تھی۔

اکبر نے ان سیورغالوں میں بہت تغیر و تبدل کیا اور زیادہ تران کو خالصہ بنایا۔ جسکے سبب سے افغانوں کے بہت خاندان تباہ ہو گئے۔ اسنے صدر کے اختیارات کو

بھی گھٹا دیا۔ جو سلطنت مغلیہ سے پہلے بہت بڑے ہوتے تھے پہلے صدر کو صدر جہاں کہتے تھے جو اپنے حکم سے بادشاہوں کے جلوس کو جائز کرتا تھا۔ اکبر کے عہد میں بھی صدر چوتھے مرتبہ کا افسر سمجھا جاتا تھا (آئین ۳۰ دیکھو) انکے اختیارات بڑے ہوتے تھے۔ وہ مفتی عظیم ہوتے تھے اور تمام اوقاف کی زمینوں پر اختیارات کامل رکھتے تھے۔ بادشاہ کے حکم کے بغیر وہ ان زمینوں کو جسے چاہتے تھے دیدیتے تھے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے مفتی وقاضی ہوتے تھے بمقدمات کی تحقیقات میں بڑا دخل رکھتے تھے۔ عبدالنبی نے اپنی صدارت میں دو آدمیوں کو بدعتی ہونیکے سبب قتل کرا دیا۔ مغلوں کی سلطنت سے پہلے سیورغال کے لفظ کی جگہ یہ الفاظ استعمال ہوتے تھے اورادات وضائف انعام۔ دہا۔ انعام زمینہا وغیرہ۔

ہر صوبہ میں ایک صدر جز یعنی ایک ضلع کا صدر ہوتا تھا اور ان سب پر ایک حاکم ہوتا تھا۔ جکو صدر جہاں۔ صدر کل۔ یا صدر صدور کہتے تھے۔

صدر کے دفتر میں اندھیر رہتا تھا۔ فرمان شاہی میں جسقدر زمین کسی سیورغال میں دی جاتی تھی۔ اس سے زیادہ وہ دبا لیتا تھا اور فرمان کی عبارت کے معانی ایسے گھڑ لئے جاتے تھے۔ کہ جب تک کہ مالک قاضیوں اور صدر جبر کو رشوت دیتا رہتا تھا۔ اس زمین پر اپنا قبضہ رکھتا تھا۔ اکبر نے نہایت تحقیقات کرکے معافی کی سب زمینیں جو پہلے بادشاہوں نے عطا کی تھیں ضبط کرلیں۔ زیادہ تر یہ معافیاں علماء کے پاس تھیں جنسے اکبر کو رغبت نہ تھی اسنے ان کی زمینیں ضبط کرکے انکو جابجا پراگندہ کردیا۔

صدر

اکبر کے عہد میں یہ صدر ہوئے (۱) شیخ گدائی جو شیعہ تھا اور بیرام خاں کی سفارش سے مقرر ہوا تھا سنہ ۹۶۸ء تک (۲) خواجہ محمد صالح سنہ ۹۷۱ تک (۳) شیخ عبدالنبی سنہ ۹۸۶ تک (۴) سلطان خواجہ تا حیات سنہ ۹۹۳ (۵) امیر فتح اللہ شیرازی سنہ ۹۹۷ تک (۶) صدر جہاں جسکا خود نام اور اسکے عہدہ کا نام ایک ہی تھا۔ ابوالفضل نے مولانا عبدالباقی کو بھی

صدر لکھا ہی مگر اسکا حال معلوم نہیں۔ اب ان سب صدروں کی نسبت جو ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہی اسکو نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مینے التزام کیا ہے کہ ملانے جو اعتراض مخالفانہ اکبر کے انتظام سلطنت پر کئے ہیں ان سب کو نقل کروں۔ وہ شیخ گدائی کی نسبت لکھتا ہی کہ اُسنے خانوادوں (پٹھانوں کے خاندان) کی اراضی مدد معاش و اوقاف پر قلم نسخ پھیر دیا جو شخص کہ اُسکی دربار داری کرتا اور اسکی ذلت کا متحمل ہوتا تو اُسکو وہ سیورغال دیتا سوائے انکے کسی کو نہیں دیتا لیکن اگر اس زمانہ کی خست پر نظر کی جائے کہ جبیں پانچ جریب زمین پر بلکہ اس سے بھی کمتر پر انعام و مدد معاش کے لیے حجتیں ہوتی ہیں تو شیخ گدائی کو عالم بخش کہنا چاہیے بعد شیخ گدائی کے سنہ ۹۶۸ میں خواجگی محمد صالح ہروی نبیرہ خواجہ عبداللہ مروارید وزیر مشہور عہدہ صدارت پر منصوب ہوا۔ مگر اسکو اوقاف اور مدد معاش کے لئے زمین دینے میں چندان استقلال نہ تھا اس باب میں دیوانوں کا حکم تھا۔

سنہ ۹۷۲ شاید زیادہ صحیح سنہ ۹۷۱ میں بادشاہ نے شیخ عبدالنبی محدث نبیرہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو صدر الصدور مقرر کیا کہ وہ باتفاق مظفر خاں کے جو اسوقت وکیل اور وزیر تھا مدد معاش کا کام کرے۔ تھوڑے دنوں میں یہ شیخ ایسا مستقل ہوا کہ اُسنے مستحقون کو اوقاف و انعامات و ادرادات اسقدر بخشے کہ اگر ہندوستان کے سارے پہلے بادشاہوں کی بخشش جمع کرکے ایک پلہ میں رکھی جاوے اور اسکے عہد کے دوسرے پلہ میں۔ تو یہی پلہ بھاری رہیگا مگر رفتہ رفتہ پھر یہ پلڑا ایسا ہی ہوگیا۔ جیسا کہ پہلے بادشاہوں کے عہد میں تھا اور قضیہ منعکس ہوگیا سنہ ۹۸۳ میں بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ کے ائمہ جبتک اپنی مدد معاش و اوقاف و ادرادات کے فرامین کو صدر سے امضا نہ کرائیں کروڑی اُنکو مجرا نہ دیں اس سبب سے اہل استحقاق کا گروہ انتہا مشرق سے ولایت بکر تک ملازمت میں حاضر ہوا انمیں سے جس کسی کا حامی بادشاہ کے امراء اور مقربوں سے کوئی تھا اُسکا کام حسب المدعا ہوگیا اور جس کسی کو ایسی نہیں میسر ہوئی وہ شیخ عبدالرسول اور شیخ کے تمام وکیلوں کو یہانتک کہ فراشوں اور دربانوں و سائیسوں اور حلال خوروں تک بڑی بڑی رشوتیں دیتا اور اس ورطہ سے اپنے گلیم کو نکالتا

اِن دونوں صورتوں کے بغیر وہ لکڑیاں کھاکے تباہ ہوتے بہت سے نامراد آئے اس اژدحام عام میں ہوا کی گرمی سے مرگئے پادشاہ کو بھی یہ خبر پہنچی مگر وہ اس صدر عالیقدر کے سامنے اسکی علوشان و فرط تعظیم کے سبب سے ذکر نہ کرسکا۔ جسوقت شیخ اپنے مسندجاہ وجلال پر بیٹھتا۔ اُمرار عالیشان اہل علم وصلاح کو اسکے دیوانخانہ میں بطریق شفاعت لیجاتے اور وہ اپنی شفاعت سے بہت ہی کم کسی کی تعظیم کرتا اور الحاح وعجز میں نہایت مبالغہ کیا جاتا تو ہدایہ اور منتہی کتابوں کے درس دینے والوں کو نہایت سو بیگہ یا اس سے کچھ کم وبیش وہ مددمعاش تجویز کرتا باقی زمین انکی گو وہ مدتوں سے اِسپر متصرف ہوں ضبط کرلیتا لیکن عامہ مجہولوں اور مخذولوں کو یہانتک کہ ہندوؤنکو زمینیں اپنے تفقد کے لیے دیدیں اس سبب سے روز بروز علم وعلمار کی قدر وقیمت کی کساد بازاری ہوتی گئی عین دیوان میں جب دوپہر کو وہ کرسی پر بیٹھ کر وضو کرتا تو اُمرار کبار کے سرومنہ وکپڑوں پر اسکے وضو کی چھینٹیں پڑتیں مگر کوئی اس سے نہیں بچتا وہ فقرا کی کارسازی کے لئے ان باتوں کے متحمل ہوتے تھے اور تملق وچاپلوسی وخوشامد ودلجوئی سے اپنا کام نکالتے تھے کسی پادشاہ کے زمانہ میں کسی صدر کو اسقدر تسلط وتصرف واستقلال نہیں حاصل ہوا۔ بعدازاں عبدالنبی کا حال جو ہوا وہ تاریخ میں بیان ہوا کہ وہ مکہ معظمہ غریبوں اور محتاجوں کے لئے روپیہ لیکر گیا تھا جب وہ واپس آیا اور روپے کے حساب کا مطالبہ ہوا تو وہ قید میں پڑا اور سنہ ۹۹۲ھ میں اسکو اوباشوں نے مارڈالا۔ بعد شیخ عبدالنبی کے سلطان خواجہ صدر رہا اسکے عہد میں سیورغال کی صورت ہی کچھ اور ہوگئی اسوقت شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات بدل گئے تھے۔ خواجہ حج سے آن کر پادشاہ کے دین الٰہی کا رکن بنا تھا۔ علمار وفقہار کی سیورغال کے باب میں پادشاہ نے خود تحقیق کر کے اسکا ضبط کرنا شروع کیا جسکے سبب سے بہت سے مسلمانوں کے خاندان مفلس اور تباہ ہوگئے۔

سنہ ۹۹۳ھ میں میر فتح اللہ شیرازی منصب صدارت پر مقرر ہوا اب یہ عہدہ سیاہہ نویسی سے زیادہ نہ تھا۔ وہ زمینوں کی ضبطی کے لئے تھا دینے کے لئے نہیں تھا میر فتح اللہ

دکن کی مہم میں بھیجا گیا ۔ اسکا ملازم کمال شیرازی اسکی غیر حاضری میں اسکا قائم مقام مقرر ہوا ۔ پھر تو یہ عہدہ صرف کمال کو پہنچ گیا وہ ائمہ داروں کی زمین کو جسکے چھپے کہیں کہیں باقی رہگئی تھی دیکھنے لگا ۔ فتح اللہ کو خود پانچ بیگہ زمین دینے کا اختیار باقی نہیں رہا تھا ۔ وہ ایک خیالی صدر تھا ۔ تمام زمینیں ضبط ہو ہی چکی تھیں ۔ اس اراضی منضبطہ میں وحشی جانور بستے تھے وہ نہ ائمہ داروں کے پاس رہیں نہ کسانوں کے ہاتھوں میں گئیں فقطان کے ظلموں کے نوشتے صدر کے دفتر میں اور صدر کا عہدہ برائے نام باقی رہا ۔

میر فتح اللہ صدر نے بقدر ایک ہزار روپئے کے خریطہ میں ڈالکر بادشاہ کی نظر کے سامنے رکھے اور جو اسکے شقدار نے تغلب کی علت وتہمت لگا کے پرگنہ پشاور میں ائمہ کی بیواؤں اور نامرادو یتیموں سے ظلم وتعدی کر کے بازیافت کئے تھے انکو کہا کہ میری عمال نے یہ ائمہ داروں سے کفایت کے ساتھ لیا ہے (یعنی سیورغال رکھنے والوں پاس بہت کچھ ہی اسمیں سے یہ تھوڑا لیا گیا ہی) بادشاہ نے فرمایا کہ تم ہی اسے لیلو تین مہینے کے بعد فتح اللہ مرگیا بعد اسکے صدر جہاں جو دین الہی کا ایک کن تھا صدر جہاں مقرر ہوا ۔ اب کچھ ضرورت اس عہدہ کی نہیں رہی تھی سیورغال کی تفصیل ابوالفضل نے اپنی ایک جدول میں لکھی ہے ۔

بادشاہ نے ایک عجیب عرابہ ایجاد کیا ۔ جس سے نوکروں کو بڑی آسایش ہوئی ہی کہ جب وہ چلتا ہی یا بوجھ کھینچتا ہی تو وہ دانوں کا آٹا بناتا ہی ۔ بادشاہ نے ایک اتنا بڑا عرابہ ایجاد کیا ہی کہ جسکو ایک ہاتھی کھینچتا ہے اور اسمیں طرح طرح کے گرمابے کے خانے ہوتے ہیں ۔ وہ ایک حمام رواں ہوتا ہی ۔ تعجب یہ ہی کہ اسکو بیل بھی کھینچتے ہیں اور اونٹ اور گھوڑے بھی اور اُس سے آدمیونکو آسایش ہوتی ہی جو عرابہ نازک تر ہوتا ہی اُسے بہل کہتے ہیں اُسمیں چند آدمی ساتھ بیٹھکر ہموار زمین پر چلتے اور ایسے رہٹھ بنائے ہیں کہ دور سے وہ پانی کو کھینچ لیتے ہیں وہ بیل چار چرخ کو اور ایک دو چرخ کو حرکت دیتا ہے ایک اور کل ہی جو کنوئیں سے پانی لیجاکر چکی چلاتی ہے ۔ حاشیہ طبقات میں یہ ایجاد میر فتح اللہ شیرازی کے لکھے ہیں کہ اُسنے ایک چکی بنائی تھی جس کو گاڑی میں

رکھ دیتے تھے تو وہ اپنے آپ چلتی تھی اور آٹا پیستی تھی) اس نے ایک آئینہ بھی ایجاد کیا تھا جس میں خواہ نزدیک یا دور سے دیکھو تو عجیب عجیب شکلیں نظر آتی تھیں اور ایک چرخ ایسا بنایا جس سے بارہ بندوقیں صاف ہو جاتی تھیں۔ مگر ابو الفضل اس چرخ کی ایجاد کو بھی اکبر سے منسوب کرتا ہی۔

ہر بیگہ کے کشت کار سے دس سیر پادشاہ اپنا غلہ محصول لیتا ہے اور ہر ناحیہ میں اُسکا انبار لگتا ہے۔ سرکاری جانوروں کی خوراک اس سے چلتی ہی۔ بازار سے وہ نہیں خریدی جاتی اس سے آدمیوں کو آسایش ہوتی ہی اور مفلس کسانوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ جب اناج گراں ہوتا ہے تو ان کے ہاتھ یہ اناج سستا بیچڈالا جاتا ہی مگر کسی کو طرور سے زیادہ یہ اناج نہیں دیتے۔ ہر طرح کی آبادی اس سے ہوتی ہے اور بہت جگہ قلمرو میں اس سے آتش خانے آمادہ ہوتے ہیں اور بہت مفلسوں کی روزی اس سے چلتی ہے اور سب جگہ اسکی نگاہبانی کے واسطے آدمی اور داروغے تبکچی مقرر ہوتے ہیں کہ دخل وخرچ کا حساب رکھیں۔ (۲۱۱) آئین دہ سیری

حاشیہ۔ ۹۹۳ھ میں بارش کم ہوئی تھی اور غلہ کی گرانی سے خلقت کو بڑی تکلیف تھی تو پادشاہ نے ہر جگہ ایک کارآگاہ مقرر کیا کہ وہ مفلس ومحتاج بھوکوں کو کھانا کھلائے اور ہر شہر میں ایک آش خانہ بنادیا ایسا مکان جسمیں بھوکونکو کھانا ملا کرے۔

پادشاہ نے اول قدیمی روشوں اور رسموں کی جستجو کی ہے اور انکے رواج دینے میں بڑی کوشش کی ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کسکی رسمیں ہیں بلکہ اُنکی شائستگی کو دیکھکر قدر کرتا ہے دوم طرح طرح کی آدمیوں کی پرورش پر وہ توجہ کرتا ہے اور بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈھتا ہے اس سبب سے جب اسنے جمشیدی جشنوں اور موبدی عہدوں کا حال سُنا تو ان کو اختیار کیا اور اسباب دہش کو آمادہ کیا۔ اول جشن نوروزی جب آفتاب برج حمل میں داخل ہوتا ہے تو اُنیس روز ایک ہنگامہ عشرت فراہم ہوتا ہے اس درمیان میں دو دن بڑی عید ہوتی ہے اور بہت مال اور طرح طرح کا (۲۱۲) آئین جشن آرائی

اسباب انعام دیا جاتا ہے۔ اوّل غرہ ماہ فروردین دوم ۱۹ ماہ فروردین کہ شرف آفتاب کا دن ہے، جو تاریخ کہ ماہ کی ہمنام ہوتی ہے۔ اُس میں قدیمی آتش پرست بڑا جشن کرتے تھے۔ بادشاہ بھی انکا پیرو ہے۔ ہر جشن میں صورت و معنی طرح طرح سے آرائش پاتے ہیں۔ آدمی خوش ہو کر اپنی کامیابی کا ترانہ شوق گاتے ہیں۔

نقارہ بلند آوازہ ہوتا ہے۔ خنیاگر رود نوازوں کا گانا ہوتا ہے۔ اوّل تین راتوں کو رنگین چراغ روشن ہوتے ہیں اور بہت خوشی ہوتی ہے۔

ہر مہینے کی تیسری تاریخ بادشاہ ایک انجمن اسلئے آراستہ کرتا ہے کہ زمانہ کے چیزوں کی شگرف کاری پر علم ہو۔ زمانہ کے سوداگر اپنی گرم بازاری کے لئے بیٹھتے ہیں اور ہر یک ملک کا اسباب مکانوں میں سجاتے ہیں محل کی عورتیں اور اور طرح کی عورتیں آتی ہیں۔ خرید و فروخت ہوتی ہے۔ بہت آدمیونکے کام آرزو کے موافق بر آمد ہوتے ہیں۔ شہریار اسمیں خود آتا ہے اور اسباب انتخاب کرتا ہے اور نرخ مقرر کرتا ہے اور اسطرح علم حاصل کرتا ہے ملک کی پوشیدہ باتیں اور آدمیوں کی حالتیں اسکو معلوم ہوتی ہیں اور ہر کارخانہ کے نیک و بد پر مطلع ہوتا ہے، اُس نے اُسدن کا نام خوش روز رکھا ہے جسمیں خوشدلی کی نوید وہ دیتا ہے۔ بعد اس زنانہ بازار کے مردونکے بازار کا انتظام ہوتا ہے۔ ہر ملک کے سوداگرونکا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ بادشاہ داد و ستد کا امتحان کرتا ہے اور اہلِ دربار خریداری کرتے ہیں۔ ہر گروہ بہرہ داروں کی دور باش بغیر اپنا درد دل بادشاہ سے بیان کرتا ہے اور اس متاع آرائی کو اپنی گذارش حال کا دستایہ بناتا ہے۔ نیکوں کی مراد بر آتی ہے اور بروں کو اپنا اعمال کی سزا ملتی ہے اور اس سے اپنی دیدہ دری سے اس کام کے لئے خزانچی اور مشرف جداگانہ مقرر کیا ہے کہ فوراً انتظار کے رنج کے اُٹھانے بغیر لوگ بہت فائدہ اُٹھاتے ہیں

حاشیہ۔ اس خوش روز پر جو بدایونی نے اعتراض کئے ہیں وہ اکبر کے مذہبی خیالات میں پڑھو۔

پیوند کہ خدائی کی نگہبانی پابندی مردم اور انجمن آرائی تعلق کا دستمایہ ہی اور نفس کجگرا کو برائی
سے بچاتی ہی اور گھر کو آباد کرتی ہی پادشاہ اپنے نیک روزگار ہونیکے سبب سے سب چھوٹے بڑونکی
پاسبانی کرتا ہی اور زناشوئی میں نسبت معنوی اور ہمسری کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ وہ نابالغ عورتوں
اور مردوں میں اس پیوند کو مکروہ جانتا ہے وہ کہتا ہی کہ اس سے کوئی عمدہ فائدہ نہیں ہوتا
بلکہ بڑا نقصان ہوتا ہی۔ جب یہ دونوں عاقل بالغ ہوتے ہیں تو انکو یہ آمیزش ناخوش معلوم ہوتی ہے
ہندوستان میں حیا کے سبب سے عورت اپنی پسند سے خاوند نہیں کرتی اس سے بہت دشواریاں
واقع ہوتی ہے۔ دولہا دلہن کی رضامندی اور ماں باپوں کی اجازت کو پادشاہ ناگزیر
سمجھتا ہے۔ قریب کے رشتہ داروں میں بیاہ کو ناسزا جانتا ہے۔ زبان مبارک سے وہ
فرماتا ہی کہ پہلے زمانہ میں لڑکی کا بیاہ اپنے توام بھائی سے نہیں ہوتا تھا پس یہ ان لوگوں
کی زبان بند کرتا ہے جو نقل کے غلام بن رہے ہیں مسلمانوں کی بیٹی اعمام کی نکاح پر شورش
نہ کریں اسلیئے کہ مذہب کا حال اپنی ابتدائی حالت میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسے مردم
زاد کا ابتدای آفرینش میں تھا (ایسی حالت میں بمجبوری قرابت قریبہ میں نکاح
کرنا پڑتا ہے) بڑے بڑے مہروں کا باندھنا بھی اسکو پسند نہیں جو کمتر ادا کیئے جاتے
ہیں اور دروغ سازی ہوتی ہے وہ فرماتا تھا کہ مہر اس لیئے زیادہ باندھا جاتا ہے کہ
طلاق دینے کا خوف نہ رہے۔ اسکو یہ پسند نہ تھا کہ ایک مرد ایک عورت سے زیادہ
بیویاں کرے۔ اس سے طبیعت کو شورش اور گھر میں آشوب پریشانی ہوتی ہی کمسن سال اور
نوجوان میں اس رشتہ مندی کو ناشائستہ اور شرم سے دور سمجھتا تھا۔ اسنے دو بے طمع
فروہیدہ آدمی مقرر کیئے تھے ایک انمیں سے مردوں کا حال دریافت کرے اور دوسرا
عورتوں کا۔ انمیں سے ہر ایک کا نام توی بیگی تھا بہت دفعہ ایسا ہوا کہ یہ کام ایک ہی
آدمی کو سپرد ہوتا تھا اور ہر دولہا دلہن کی طرف سے نکاح پڑھکر ٹیکس لیا جاتا تھا
پنج ہزاری سے ایک ہزاری تک دس مہر اور پانصدی تک چار مہر اور یہ صدی تک دو اور

بیستی تک ایک ۔ ترکش بند سے کروہ باشی تک اور اہل ثروت سے چار روپے اور متوسط آدمیوں سے ایک روپیہ اور عام خلائق سے ایک دام ۔ دولہا دلہن کے باپ کے حال کو تحقیق کر کے اسکے مقدور کے موافق محصول لیا جاتا تھا ۔

حاشیہ (بدایونی نے عوام کی شادی پر یہ لکھا ہے کہ عوام الناس میں بیاہ جب تک نہوتا کہ دولہا دولہن دونو کوتوالی کے چبوترہ پر نہ آتے ۔ اسطرح کوتوالی کے اہلکار بڑے فائدے اُٹھاتے اور مزے اُڑاتے) ہر ملک میں خصوصاً ہندوستان میں نوآموز لڑکے مدتوں مکتب میں بیٹھتے ہیں اور مفردات حروف اور انکے اعراب سیکھتے ہیں اور عمر کا بڑا حصہ ضائع کر کے وہ کتابوں کے پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں ۔ بادشاہ کے حکم کے موافق یہ طریقہ تعلیم جاری ہوا کہ لڑکے حروف الف ۔ بے ۔ تے ۔ ثے لکھیں اور پھر اُن کی اور صورتیں لکھیں اول صورت اور نام سے وہ آشنا ہوں دو روز میں وہ حرفونکے نقشوں سے واقف ہوجائینگے اور جب ایک ہفتہ میں یہ استعداد انکو ہوجائے تو کچھ انکو نظم و نثر سے جو خدا کی تعریف اور نصایح میں ہوں استاد انکو جدا لکھکر سکھائیں اور جہانتک ہوسکے کوشش کی جائے کہ ہر یک کو وہ خود سمجھیں اور استاد انکی مدد کمتر کرے ۔ کچھ دنوں تک ہر ایک روز ایک مصرع یا ایک بیت کی انکو مشق کرائیں تو تھوڑی مدت میں ان کو پڑھنے کا ملکہ ہوجائیگا ۔ اُستاد کو پانچ چیزوں پر توجہ چاہیئے ۔ شناسائی حروف ۔ الفاظ ۔ مصرع ۔ بیت ۔ خواندگی اس روش سے لڑکے برسوں نہیں جو سیکھتے وہ ایک مہینے میں بلکہ کچھ دنوں میں سیکھنے لگے اور اُسپر لوگوں کو تعجب ہوا ۔ اخلاق ۔ حساب سیاق ۔ ساحت ہندسہ ۔ نجوم ۔ رمل ۔ تدبیر منزل ۔ سیاست مدن ۔ طب ۔ منطق ۔ طبعی ۔ ریاضی الٰہی ۔ تاریخ تحصیل کے لئے علوم مقرر ہوئی کہ وہ بہ تدریج سیکھیں ۔ سنسکرت میں بیاکرن ۔ نیائے بیدانت ۔ پاتنجل پڑھیں اور ہر شخص کو جو وقت پر کرنا چاہیئے وہ کرے اس طرز تعلیم سے مکتبوں میں اور ہی رونق ہوگئی اور مدرسوں نے تازہ فروغ پایا ۔

اس کارخانہ سے سپاہ کی کارسازی ہوتی ہے ۔ ملک فراغ ہوتا ہے ۔ علم زیادہ ہوتا ہے ۔

بیش قیمت چیزیں ہاتھ آتی ہیں۔ کسانوں کی آبادی ہوتی ہی۔ منزل شاہی کا سامان ہوتا ہے۔ پادشاہ اپنے چشمۂ اقبال کو ان چار چیزوں سے سیراب رکھتا ہی اور اسکو خدا کی عبادت جانتا ہی۔ اول مضبوط کشتیوں کا بنانا جسپر ہاتھی بھی سوار ہو سکے اور انکو ایسا بناتے ہیں کہ قلعوں کی بھی وہ سرکوب ہو سکیں اور دشوار قلعوں کو فتح کر لیں دیدہ ور کار آگاہ اسکو منزل و راحلہ جانتے ہیں......... اور اسباب جہانگیری کا عمدہ اسباب۔ خاص کردستان زنگبار۔ فرنگستان میں۔ اگرچہ پادشاہ کی قلمرو میں کشتیوں کا سامان بہت جگہ ہے۔ مگر بنگالہ۔ کشمیر۔ ٹھٹہ (سندھ) میں انپر بڑا مدار ہے۔ پادشاہ نے کشتیوں کے سروں پر عجیب جانور بنائے ہیں۔ مہابت و نشاط کو ہمدوش کیا ہے۔ ان میں بلند کاخ اور دلکشا کوشک اور عمدہ چوپڑ کے بازار اور دل فریب چمن روے دریا پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ساحلِ دریا، شور پر مشرق و مغرب و جنوب میں بڑے بڑے جہاز رہتے ہیں اور اس کے سبب دریا نوردوں کو بڑی آسائش ہوتی ہے۔ بندروں کو اس سے آرایش ہوتی ہے اور آگہی کو نالش الہاباس اور لاہور میں جہاز تیار ہو کر دریاے شور میں بھیجے جاتے اور کشمیر میں بھی ان کا نمونہ بنایا گیا ہے۔ جسپر تعجب ہوا۔

دوم دیدہ ور دریا نوردوں کا مقرر کرنا جو مد و جزر کے اسباب کے اور اندازہ ژرفی کے دانا ہوں اور طرح طرح ہواؤں کے چلنے سے اور اسکے سود و زیان سے اور ان کھاروں سے جو پانی کے اندر ہوں آگاہ ہوں اور اس بنیش کے سوائے تنومندی و شناوری و مہربان دلی و جد کاری و رنج و بردباری اور ستودہ خصائل انمیں ہوں ایسی نیکمردوں کو پادشاہ نے بہت تلاش کر کے جمع کیا ہے خاصکر ملیبار سے۔ رودباروں میں وہ شائستگی و آہستگی کے ساتھ آدمیوں اور اسباب کو ساحل پر پہنچاتے ہیں اور کشتی کے اندازہ کے موافق ان کی تعداد میں فرق ہوتا ہے جہاز میں بارہ طرح کے آدمی خدمت گذار مقرر ہوتے ہیں۔

(۱) ناخدا۔ خداوند کشتی حقیقت میں وہ ناؤ خدا ہوتا ہے جسطرف وہ چاہتا ہے کشتی کو لیجاتا ہی (۲) معلم وہ دریا کے نشیب فراز اور ستاروں کی نیرنگی سے واقف ہوتا ہے اسی کی رہنمونی سے کشتی منزل مطلوب پر پہنچتی اور خطروں سے اسکا بچاؤ ہوتا ہی (۳) تنڈیل برائے خلاصی دریاورزوں کی زبان میں ملاح کو خلاصی وخاروہ کہتے ہیں (۴) ناخدا خشت کشتی نشینوں کے لیئے ہیمہ وکاہ آمادہ رکھتا ہے اور کشتیوں میں اسباب لادنے میں اور اُنسے اُتارنے میں یاور ہوتا ہی۔

(۵) سرہنگ۔ وہ پانی میں کشتی کو ڈالتا ہے اور پانی سے نکالتا ہے۔ بہت دفعہ وہ معلم کا کام کرتا ہے (۶) بھنداری کشتی کے واسطے جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں ان کا نگران ہوتا ہے (۷) کرانی خرچ کشتی کا محرر وہ آدمیوں کو پانی بھی پہنچاتا ہے۔

(۸) سکان گیر معلم کی رہنمونی سے وہ کشتی کو سو بسو پھراتا ہے وہ ایک گروہ بیس آدمیوں سے زیادہ نہیں ہوتا (۹) پنجری وہ کشتی کے مستول پر بیٹھ کر دیدبانی کرتا ہے ساحل کے دکھائی دینے کی اور کشتیوں کے اور ہواؤں کے شورش کی اور اور باتوں کی اطلاع دیتا ہے۔

(۱۰) گن متی خلاصیوں میں سے ہوتے ہیں وہ کشتی کا پانی باہر نکالتے ہیں (۱۱) توپ انداز لڑائی میں کام کرتا ہے۔ انکی تعداد کشتی کی مقدار پر موقوف ہے (۱۲) خاروہ بہت ہوتے ہیں بادبان کا کھینچنا دباندھنا ان کا کام ہے۔ بعض انمیں سے دریا کے اندر جاکر کشتی کے رخنہ کو بند کرتے ہیں اور جو لنگر فرو ماندہ ہوجاتا ہے۔ اس سے کشادہ کرتے ہیں ہر سفر میں جسکو یہ لوگ کوشش کہتے ہیں۔ ان کشتی کے ملازموں کا علوفہ مختلف ہوتا ہے بندر ساتگانوں (ہگلی) میں ناخدا کو چار سو روپیئے ملتے ہیں اور چار منج ملتے انمیں جو وہ چاہے بھرلی کرے اور فائدہ اُٹھائے آدمیوں کے رہنے کے لئے اور اسباب کے بھرنیکے لئے جہاز کے جُدا جُدا حصے ہوتے ہیں ہر حصے کو منج کہتے ہیں۔ معلم کو دو سو روپیہ اور دو منج و ٹنڈیل ایک سو بیس روپے۔ کرانی کو پچاس روپیہ و یک منج و ناخدا خشت کو ۳۰ روپیے۔

سرہنگ کو ۲۰ روپیئے۔ سُگان گیر و بنجری و بھنداری کو پندرہ پندرہ روپیئے اور کمبائت میں ناخدا ناخدا کو تین سو روپیے اور اوروں اسی نسبت سے اور آچی میں جنوبی بندروں کی نسبت ڈیوڑھا پرتگال میں ڈھائی گنا اور ملاغہ (ملاکا) میں دوچند اور پیگو و دہنا سری میں دیوڑھا کھنبائت سے روپیہ ملتا ہی۔ اسی طرح اور مقامات میں و راہوں میں جنکا بیان دشوار ہی۔ سوم ایک نیک مرد تمام قامت۔ مہیب سیما۔ بلند آواز۔ رنج کش۔ چابک دست کارگذار۔ مہر گزیں۔ سفری دوست۔ شناور۔ زیرک منش۔ دریاؤں کی دیدبانی کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ اسکی کارآگہی سے جو گذروں پر سخت مشکلیں پیش آئیں وہ حل ہوجاتی ہیں۔ گذرگاہ کو انبوہی و تنگی و ناہمواری و کیچڑ سے محفوظ رکھتا ہے اور کشتیوں میں اسباب بھرنے کا اندازہ مقرر کرتا ہے۔ رہ رووں کو انتظار کا رنج نہیں اُٹھانے دیتا اور مفلسوں کو آسانی سے گذار دیتا ہے اور تیر کردہ نہیں جانے دیتا اور اسباب کو سوار گذرگاہ کے نہیں اُترنے دیتا اور بے ضرورت رات کو نہیں چلنے دیتا۔ چہارم باج کا بخشنا۔ بادشاہ نے اس باج کو جو کشوروں کے خراج کی برابر تھا معاف کر دیا۔ صرف کشتیبانوں کی مزدوری لی جاتی ہے۔ بعض نیا در میں باج لیا جاتا ہے جو ڈھائی فیصدی سے زیادہ نہیں ہوتا یہ اتنا کم ہے کہ سوداگر پہلے زمانہ پر خیال کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ لیا ہی نہیں جاتا۔ رود باروں میں اس طرح کرایہ لیا جاتا ہے کہ ہزار من بوجھ کا ایک کوس کے لئے ایک روپیہ۔ بشرطیکہ کشتی اور کشتی کے ملازم ایک ہی آدمی ہوں۔ اگر کشتی دوسرے آدمی کی ہو اور کشتی کے اندر ہر چیز کشتی کے کرایہ کرنے والوں کی ہو تو ہر ڈھائی کوس پر ایک روپیہ لیا جاتا ہے گذروں میں ہاتھی پر دس دام اور لدے ہوئے چھکڑے سے چار دام اور خالی سے دو دام اور لدے ہوئے اونٹ سے ایک دام اور خالی سے اور گھوڑے سے و لدے ہوئے بیل سے آدھا دام اور اگر خالی ہو تو

چوتھائی دام اور بار بردار جانوروں سے $\frac{1}{16}$ دام ان میں چنگانے والے کی بھی اُجروائی داخل ہی
۳۰ آدمیوں سے ایک دام بہت دفعہ کچھ نہیں لیتے اور قاعدہ یہ ہی کہ آدھا یا تہائی حصہ محصول کا
جو اسطرح جمع ہوتا ہے وہ سرکار میں داخل ہوتا ہی۔ یوں سوداگروں کا کام خوب چلتا ہے
اور ہر ملک کی اجناس بہت آتی ہیں۔

ظاہر میں طبیعت کے موافق کام کرنیوالے تو کسی جاندار کے شکار کرنیکو فقط خوشی خاطر سمجھتے
ہیں اور اپنی جہالت سے اپنی خواہش نفس کی ستانہ چال جانتے ہیں مگر حقیقت پژوہ ژرف نگاہ بنا
علم بڑھاتے ہیں اور اپنی دلکو روشن کرتے ہیں۔ چنانچہ پادشاہ نے اس شکار کو ہمیشہ اپنی دانش
افزائی کا سرمایہ بنایا ہی اور اس میں اپنی جاننے کی راہ کوئی نہیں مقرر کرتا ہی اور رعیت اور سپاہ کے
حال کی تفتیش اسطرح کرلیتا ہی وہ ناشناسندگی کے لباس میں جاکر مال و ملک و منزل سے شناسا
ہوتا ہی۔ ستم دیدوں کی دست گیری کرتا ہی۔ بیداد گروں کو سزا دیتا ہی۔ اس والا دید کے سبب سے طرح طرح کے
شکار میں مشغول ہوتا ہی اور اسکی شیفتہ اپنے تئیں ظاہر کرتا ہی۔ کوتاہ بین جو ظاہر کو دیکھ سکتے ہیں اسکو
شکار جانتے ہیں اور دوربین کار آگاہ اسکو شکار حقیقت سمجھتے۔ جب وہ شکار کے قصد سے چلتا ہے
تو اول شکار گاہ کو تیز دست قراول (میر شکار جن آدمیوں کو شکار کے لئے مقرر کرتا ہے) گھیرتے
رہیں اور قور (ہتھیار بند آدمی) چار پانچ کوس کے فاصلہ پر اُس سے رہتے ہیں اور قور کے قریب
اُمرا اور گروہا گروہ آدمی پادشاہ کے دیدار کا انتظار کرتے ہیں اور تیاق دار دید بانی
کے لئے بیٹھتے ہیں اور اُن سے ایک گز کے فاصلہ پر میر توزک کھڑا ہوتا ہے اور انسے ڈیڑھ
کوس پیچھے خدمتگار اور مقرب ہوتے ہیں اور خدمتی اس جگہ کی پاسبانی کرتے ہیں اور
اسیقدر فاصلہ پر ایک بیدار مغز افسر پادشاہ کے خاص نوکروں کو لیکر کھڑا ہوتا ہی وہ آہستہ
آہستہ چلتا ہے اور پادشاہ کی خاصہ شکار گاہ کی نشاط کی پاسبانی کرتا ہے اور اس
سے پہلے ایک آگاہ غش کاروان کل کی نگرانی کرتا ہے۔ اس مقام میں سوای پادشاہ
کے خاص آدمیوں کے کوئی نہیں آسکتا اور سوائے ان لوگوں کے جو شکار کے لئے ضروری

ہیں کوئی آگے نہیں دوڑ سکتا۔

جب بادشاہ کچھ رستہ چل لیتا ہے وہ خاص آدمیوں کو اپنی ہمراہی کے لئے منتخب کر لیتا ہے پھر جب کچھ اور آگے چلتا ہے تو کبھی تنہا جاتا ہے اور کبھی ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے لیتا ہے اور جب آسایش کا وقت آتا ہے تو وہ دو گروہ جنکو پیچھے بادشاہ نے چھوڑا تھا اسکی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

بادشاہ کا مقصد جو شکار سے تھا اُسکو بیان کر دیا اب شکار کے طریقے بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک بڑا پنجرا بناتے ہیں اور اسکو زمین سے لوہے کی زنجیروں سے پیوستہ کر دیتے ہیں اور اسکو وہاں لگاتے ہیں جہاں شیر اکثر آتے رہتے ہیں۔ دروازہ کو اس ترکیب سے کھلا رکھتے ہیں کہ ذراسی جنبش سے وہ بند ہو جائے اور ایک بز کو اُسکے اندر باندھ دیتے ہیں اور اسکے آگے پردہ ایسا لگا دیتے ہیں کہ شیر اسکو دیکھتا ہے مگر اُسکو پکڑ نہیں سکتا۔ بھوکا شیر آتا ہے اور پنجرے کے اندر جا کر گرفتار ہو جاتا ہے۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ ایک تیر کو زہر آلود کمانی میں کھینچکر درخت کی شاخمیں اس ترکیب سے لگا دیتے ہیں کہ اگر ذراسی بھی جنبش ہو تو وہ تیر چھوٹ جاے جب شیر اس پاس آتا ہے اور اُسے ملاتا ہے تو تیر اسکے لگ جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔

تیسری ترکیب جہاں شیر اکثر آتے جاتے رہتے ہیں وہاں ایک بھیڑ کو باندھ دیتے ہیں اور اسکے گرد پتی گھاس سریش لگا کے بچھا دیتے ہیں جب بھیڑ پھاڑنے آتا ہے تو اُسکے پنجوں میں یہ گھاس چپٹ جاتی ہے جتنا وہ اپنے تئیں چھڑاتا ہے اُتنا ہی اور سریش میں لتھڑ پتھڑ ہو جاتا ہے اور زیادہ سراسیمہ ہوتا ہے۔ آدمی جو گھات میں لگ رہتے ہیں آنکر اُسے مار ڈالتے ہیں یا زندہ گرفتار کر کے پالتے ہیں۔

بادشاہ اپنی راستی کے سبب سے اس فریب کو نہیں پسند کرتا۔ اس درندہ مردم خوار کو تیر یا بندوق سے مارنے کو پسند کرتا ہے۔

چوتھی ترکیب۔ ایک کارواں مُرول بھینسے پر سوار ہوتا ہے اور اُسکو شیر سے

لڑتا ہی اور بھینسا چابکدستی کرکے اپنی سینگوں سے شیر کو اُٹھا کر ایسا پھینکدیتا ہی کہ اُسکی جان نکلجاتی ہے اس تماشے کا بیان نہیں ہو سکتا ہی۔ سوار کی دلیری اور بھینسوں پیٹھ پر اس کا جما رہنا بڑا تعجب خیز ہے

ایک دن قصبہ باری کی نواح میں پادشاہ کو اس درندہ جان گزا کی خبر لگی۔ پادشاہ ناہر خاں ہاتھی پر سوار اس جنگل میں گیا شیر نے اس ہاتھی کے مستک پر پنجہ مارا اور اسکے سر کو زمین کی طرف جُھکا دیا۔ پادشاہ نے اس قوی ہیکل کو مار ڈالا جسپر لوگوں کو تعجب ہوا۔ ایک دفعہ ٹوڈہ کے نزدیک پادشاہ شکار کھیل رہا تھا کہ اسکے ایک آدمی کو شیر نے پکڑ لیا پادشاہ نے ایک تیر ایسا شیر کے مارا کہ وہ مرگیا اور آدمی جو زندگی سے مایوس تھا بچگیا۔ ایک دفعہ شکار قمرغہ میں ایک قوی شیر نے پادشاہ پہ حملہ کیا اس نے اسکی پیشانی میں ایسا تیر مارا کہ وہ نکما ہو گیا۔

ایک دفعہ شیر نے ایک پیادہ کو اپنے پنجہ میں پکڑ لیا دیکھنے والے اسکی زندگی سے مایوس تھے کہ پادشاہ نے شیر پر ایک ایسی بندوق ماری کہ وہ مرگیا اور گرفتار نے رہائی پائی ایک دفعہ متھرا کے جنگل میں شیر کے آنے کی شورش برپا ہوئی۔ شجاعت خاں آگے آگے جاتا تھا وہ ڈر گیا مگر پادشاہ نے اسی جگہ جمکر شیر کو خشم آلود آنکھیں دکھائیں تو شیر کا جوش کافور ہوا اور ڈرتا ڈرتا چلا گیا کچھ دیر بعد تیر دوز ہوا۔

ہاتھیوں کو ان ترکیبوں سے پکڑتے ہیں۔

(۱) کھیدا۔ گرمی کے موسم میں ہاتھیوں کے پکڑنے والے سوار اور پیادہ ہاتھیوں کی چراگاہ میں جاتے ہیں اور ڈھول و نفیری بجاتے ہیں جنکی آواز سے ہاتھی بھاگتے ہیں اور جلد جلد دوڑتے اور اپنی گرانی پیکر سے اور فرو ماندگی سے توانائی انہیں باقی نہیں رہتی ناچار کسی درخت کے سایہ میں آرام لیتے ہیں۔ کاروان رسّے جو سن کے یا چھال کے بنے ہوئے ہوتے ہیں انکی گردن یا پاؤں میں ڈالکر اس درخت سے باندھ دیتے ہیں خانگی ہاتھیوں کو لیجاتے ہیں اور انسے انکو ہلاتے ہیں اور پھر گھر لے آتے ہیں اسطرح

۱- ہاتھیوں کا پکڑنا

ہاتھی پکڑنے والوں کو مزدوری ہاتھی کی قیمت کی چوتھائی ملتی ہے۔

(۲) چور کھیدہ۔ وحشی ہاتھیوں کی چراگاہ میں خانگی فیل کو لیجاتے ہیں اور اسکے اوپر فیلبان اسطرح بے حس و حرکت لیٹتا ہے کہ کوئی اسکا نشان نہیں معلوم ہوتا پھر ہاتھی آپس میں لڑنا شروع کرتے ہیں اور ماس زود گیر مہا فیلبان ہاتھی کے پاؤں میں کمند ڈالکر پابند کرلیتا ہے۔

(۳) گاڈ۔ ایک گہرا گڑھا وہاں کھودتے ہیں جہاں ہاتھیوں کی آمد و رفت ہوتی ہے اور اسکو خس پوش کردیتے ہیں جب ہاتھی اسکے قریب آتا ہے تو گھات میں بیٹھنے والے ایسا غل مچاتے ہیں کہ وہ اپنی دور بینی بھول کر ایسا گھبراتا ہے کہ اس گڑھے میں تندی و تیزی سے جا پڑتا ہے۔ پھر اسکو بھوکا پیاسا رکھتے ہیں۔ بعدازاں آب و دانہ دیکر آہستہ آہستہ فرمان پذیر کر لیتے ہیں۔

(۴) بار۔ جہاں ہاتھی آرام کرتے ہیں وہاں ایک لمبی چوڑی زمین کے گرد چاروں طرف خندق کھودتے ہیں۔ اور ایک راہ رکھتے ہیں اُسپر دروازہ لگا دیتے ہیں اور اس میں ریسمان اس طرح باندھکر کھلا رکھتے ہیں کہ اگر ان کو توڑ دیں تو دروازہ بند ہوجائے اور پھر ہاتھیوں کی گذرگاہ میں اندر و باہر ایسی خوراک رکھتے ہیں جو ان کو پسند ہوتی ہے۔ شکم پروری اور کھانے کی حرص سے وہ اپنی ہوشیاری کو بھول جاتے ہیں اور بے دھڑک یہاں آجاتے ہیں ایک جان باز گھات میں بیٹھا ہوا رسیوں کو توڑ دیتا ہے جس سے دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ بہت سے ان میں سے جھنجھلا جھنجھلا کر دروازہ کے کھولنے کا قصد کرتے ہیں اور چنگھاڑتے ہیں۔ مگر وہ کب کھلتا ہے کار دیدہ آگ روشن کرتے ہیں اور غل مچاتے ہیں جسکے سبب سے ہاتھی اسقدر تگا پو کرتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں اور پھر ان میں لڑنے کی طاقت نہیں رہتی انکو خانگی ہاتھیوں کو لاکر باندھ لیتے ہیں۔

یہ سب طریقے قدیم سے مروج ہیں۔ مگر بادشاہ نے ایک طریقہ سب سے بہتر یہ نکالا ہے کہ ہاتھیوں کے گلے کو تین طرف سے گھیرتے ہیں چوتھی طرف سے ہتھنیوں کو لاتے اور

فیلبان تینوں طرفوں سے انکو ہنکا کے اسطرف لاتے ہیں۔ وہ بمقتضائے ہمجنسی ان ہتھنیو نکے پاس آتے ہیں اور ہتھنیاں ایک قلعہ (احاطہ) میں چلی جاتی ہیں وہ انکے پیچھے ساتھ آتے ہیں اور اس طرح گرفتار ہو جاتے ہیں جیساکہ اوپر بیان ہوا۔

چیتہ جنگل میں تین طرح سے زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک ناحیہ میں شکار کھیلتا ہے اور غذا جمع کرتا ہے اور دوسری جانب میں آرام لیتا ہے اور سوتا ہے۔ تیسری جگہ کھلاڑیاں کرتا ہے اکثر پہاڑ کے اوپر وہ ہوتا ہے۔ ایک درخت کا سایہ اسکے لئے کافی ہوتا ہے اس درخت کے تنہ سے وہ اپنے تئیں کھجلاتا ہے اور اسکے گرد سرگین کرتا ہے اسکو ہندی میں آکھ کہتے ہیں پہلے اس طرح پکڑتے تھے کہ گہرا گڑھا کھودتے تھے اُسکو اودی کہتے تھے اور اس کو خس پوش کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چیتہ جب یہاں آتا تو اُس گڑھے میں گر پڑتا تھا۔ بعض دفعہ اسکے ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے تھے۔ کبھی وہ جست وخیز کرکے اس سے باہر نکلجاتا تھا اسطرح ایک سے زیادہ پکڑا نہ جاتا تھا۔ پادشاہ نے یہ ترکیب ایجاد کی کہ ایک گڈھا دو تین گز گہرا کھودا جاتا تھا اور اسمیں ایک دربند ایسا لگایا جاتا کہ جب چیتہ اُس میں داخل ہوتا تو جنبش سے یہ دروازہ بند ہو جاتا اور چیتے کو کوئی گزند نہیں پہنچتا۔ ایک دفعہ میں کئی چیتے گرفتار ہو جاتے۔ ایک دفعہ میں سات چیتے گرفتار ہوئے۔ چیتے جاڑے کے موسم میں سست ہوتے ہیں ایک چیتے کی مادہ جنگل میں پھرتی تھی چھ نر چیتے اسکے پیچھے پڑے وہ اس گڑھے میں گئی نر بھی اسکے پیچھے ایک دوسرے کے بعد داخل ہوئے۔ ساتوں گرفتار ہو گئے یوں بھی اُنکو پکڑتے ہیں کہ درخت کی جڑ میں پھندے پھیلا دیتے ہیں جب چیتہ اس درخت سے مالش وخارش کے لئے آتا ہے تو وہ اس پھندے میں پابند ہو جاتا ہے۔ پادشاہ چیتہ کو تھکا کر بھی گرفتار کرتا تھا۔

پہلے زمانہ میں چیتہ جو گرفتار ہوتا تو نہایت محنت سے دو مہینے میں اس قابل ہوتا کہ اسکو کھول کر شکار کرائے۔ مگر پادشاہ نے ایسی روش نکالی کہ وہ اٹھارہ روز میں شکار کھیلنے کے قابل ہو جاتا ایک چیتہ پادشاہ کی سواری میں بے قلادہ وزنجیر ہمراہ چلتا۔

اوّل درجہ کے چیتوں کو ۵ سیر اور دوسرے درجہ کو ۴½ سیر تیسرے درجہ کو ۴ سیر چوتھے درجہ کو ۳¾ سیر پانچوں کو ۳½ سیر چھٹے کو ۳¼ سیر ساتویں کو ۳ سیر اور آٹھویں کو ۲¾ سیر گوشت ملتا تھا۔ اتوار کو جانور مارا نہیں جاتا تھا اسلئے چیتے کو دو روز کی خوراک دیجاتی تھی۔ پہلے چھ مہینے میں اور اب سال بھر میں انپر ملنے کے لئے چار سیر گھی اور ½ سیر گندک دیجاتی تھی کہ جس سے وہ خارش سے بچتے تھے ہر چیتے کی فرمان پذیری اور تیمارداری کے لئے چار آدمی مقرر تھے مگر اب جو چیتے گھوڑوں پر جاتے ہیں انکے لئے تین آدمی اور جو گاڑی اور ڈولی میں جاتے ہیں اُنکے واسطے دو آدمی مقرر ہوتے ہیں اور اُنکے ہر ملازم کا ماہوار تیس روپیہ سے زیادہ اور پانچ روپیہ سے کم نہیں ہوتا اور بیلوں کی پاسبانی اُنکے ذمے ہوتی تھی۔

رونق کے لئے ان چیتوں کے واسطے زیادہ تر زربفت کی جھولیں اور مرصع زنجیریں اور بندوں کے تکیے گشکانی مخمل (گوشکان ایران میں ایک شہر ہے اسکی مخمل مشہور ہے) کی اور بڑے امیروں میں سے ایک اسکا نگہبان مقرر ہوتا ہے جو انکی آرائش اور افزائش میں کوشش کرتا ہے۔ اور دس چیتوں کو مثل یا طرف کہتے تھے انکے نام اور درجے مقرر تھے شکارگاہ میں ہزار چیتے جمع ہوتے انکی سواری اسطرح ہوتی کہ ہاتھی کے دو طرف محجنہ لٹکائے جاتے اور ہر ایک میں ایک ایک چیتہ آرام کرتا ہوا شکار کو جاتا اور اسی طرح اونٹ اور گھوڑے وخچر پر بھی محفے بنائے جاتے گھوڑے اور بیلوں کی گاڑیاں انکے لئے تیار ہوتیں ایک گھوڑے پر بھی انکی نشست تیار کی جاتی۔ ان چیتوں کا سرآمد سمند نائک تھا وہ چوڈول میں سوار ہوتا اور بڑا اسکا احترام ہوتا۔ نوکر آراستہ ہو کر اسکے گرد دوڑتے اور نقارہ اسکے آگے بجتا۔ بعض دفعہ اسکو دو سوار اسطرح لیجاتے کہ گھوڑوں کی گردن پر ڈولی کے دونوں سرے رکھے جاتے۔

چیتا ہوا کے روبرو دوڑتا اور اسکے ذریعہ سے وہ شکار کی بو اور آواز سن لیتا اور شکار پر حملہ کو تیار ہوتا اور شکاریوں کو بتلاتا کہ شکار کدھر ہے۔ اس اطلاع پر شکاری اپنا

کام تین طرح سے نکالتے۔ اول اپرگھٹی چیتہ کو سیدھا آہو کی نظر گاہ میں چھوڑ لتے تو وہ سُبک خیزی اور چابک دستی سے ہرن کو پکڑ لیتا دوم رکھنی چیتہ کو کسی کمین میں چھپاتے اور اسکو ہرن دکھا کر چھوڑ دیتے چیتا ایک کمین سے دوسرے کمین جست و خیز کرتا ہوا ہرن کو پکڑ لیتا سوم جھاری چیتے کو کسی کمین میں بٹھاتے اور ہوا کا رخ اسکی طرف رکھتے۔ اور اسکی گاڑی کو دوسری طرف لیجاتے۔ ہرن ڈوکی سے سراسیمہ ہوتا ہی۔ اور چیتہ گھات سے نکلکر اسکو دبوچ لیتا ہے چیتے کو عجب مکر آتے ہیں اور بڑا ہوشمند ہوتا ہی وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے خاک اڑاتا ہی اور اسمیں چھپ جاتا ہی اور ایسا اپنی تئیں پست کرتا ہے کہ اسمیں اور روے زمین میں کچھ تمیز نہیں معلوم ہوتی۔ جب نر سامنے ہو تو مادہ کا شکار نہیں کرتا اور جب بڑا جانور سامنے ہو تو چھوٹے کو نہیں مارتا۔ اول نر اور بزرگ جانور کو مارتا ہے پہلے زمانہ میں چیتہ تین شکار سے زیادہ شکار نہیں کرتا مگر اب بارہ شکار تک کرتا ہے بادشاہ نے چیتے سے ہرن شکار کرنے کی ایک ترکیب ایجاد کی ہی جسکو چتر منڈل کہتی ہیں جہاں ہرن بہت سے ہوتے ہیں وہاں ایک کمین گاہ بناتے ہیں اور ہرنوں کو گھیر کر اسطرف لاتے ہیں اور پھر ہر طرف سے چیتوں کو چھوڑ دیتے ہیں وہ بہت سے ہرنوں کو مار لیتے ہیں۔ اس جانور کے آموزگار اور خدمتگار کارپردازی کے صلے میں بخشش پاتے ہیں۔ ایک آہو اور چیتے میں ایسی محبت تھی کہ وہ ساتھ رہتے تھے اور تعجب یہ ہے کہ چیتہ اس ہرن کے سواے اور ہرنوں کا شکار اسی طرح کرتا تھا جیسے کہ اور چیتے کرتے تھے۔ پہلے زمانہ میں آخر دن میں چیتے سے شکار نہیں کھیلتے تھے اسوقت اسکی سرکشی اور صحرا گزینی کا خوف ہوتا تھا مگر اب رات کو اس سے شکار کھیلتے ہیں اور وہ فرمان پذیری کرتا ہے شکار کے وقت کے سوای اسکو چشم بند رکھتے تھے ورنہ وہ سراسیمہ ہوتا تھا اور گرمی کرتا تھا اب وہ بے نقاب آرام سے رہتا ہے بادشاہ کے خاص چالیس چیتوں پر اراکین میں شرطیں بدی جاتی تھیں جسکا چیتہ غالب رہتا وہ شرط کا روپیہ اوروں سے لیتا ایسا ہی اگر کسیکا چیتا بیس ہرنوں سے زیادہ شکار کرتا تو اسکا دو روپیہ اپنی ہمسروں میں سے ہر یک سے پانچ روپیہ لیتا

چیتوں کا سردار سید احمد بارہ۱۴ شرطا میں سے ایک مُہر لیتا اور اسی طرح بہت روپیہ جمع کرتا۔
جو اُمرا کالے ہرنوں کے بیس جوڑی سینگوں کی پادشاہ کی نذر کرتا وہ ایک ایک اشرفی
ہم قرینوں سے لیتا۔

حاشیہ۔ پادشاہ کو ہرنوں کے سینگوں کا بڑا شوق تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ تاریخ بدایونی
میں لکھا ہے کہ پادشاہ نے سنہ ۹۸۱ھ میں عالی عمارتیں اور رفیع و وسیع قصر اجمیر کی سڑک پر
بنوائے پادشاہ اپنے اعتقاد کے سبب سے اجمیر میں ہر سال جاتا اسواسطے آگرہ سے اجمیر تک
ہر منزل میں ایک محل تعمیر کرایا اور ہر کوس پر ایک مینارہ اور چاہ بنوایا اور کئی ہزار شاخ آہو
جو اُس نے اپنی عمر میں مارے تھے وہ ان مناروں کے سر و نہر لگائے کہ عالم میں یادگار رہا اور
میل شاخ اسکی تاریخ ہوئی۔

(۲) ہرنوں کی کھالیں۔ غریبوں کو اور مال کے ساتھ دی جاتیں۔ جمعہ کو پادشاہ شکار نہیں
کھیلتا تھا اسنے شاہزادہ سلیم کی ولادت کے لئے یہ منت مانی تھی۔

پادشاہ اس چھوٹے جانور سے بھی شکار کھیلنے کا شوق بہت رکھتا ہی۔ پہلے وہ خرگوش
اور لومڑی کو پکڑتا تھا اب ہرن کو پکڑتا ہی۔ ہر روز ایک سیر گوشت کھاتا ہی اور ایک سیاہ
گوش پر ایک آدمی مقرر ہے جسکی تنخواہ سو دام ماہوار ہے۔ پادشاہ کتوں پر انکی نیکخوئی کے
سبب سے بہت توجہ کرتا ہی اور ان کو ہمیشہ ہر ملک سے منگاتا رہتا ہی کابلستان میں خاص
کر ہزارہ (شمال راولپنڈی) میں عمدہ کتے ہوتے ہیں ان کو زیور سے آراستہ کرتے ہیں
اور ان کے نام رکھتے ہیں کتا بہت طرح کے جانور شکار کرتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ وہ شیر سے
لڑتا ہی اور کئی کتے ملکر شیر کو خاک و خون میں آلودہ کرتے ہیں۔

یہ وحشی جانور مانوس ہو جاتا ہے اسکے دونو سینگوں پر ایک جال لگا کے وحشی ہرنوں
کے سامنے اسے چھوڑتے ہیں وہ اس سے لڑتے ہیں اس زد و خورد میں وحشی ہرن کا
پانوں یا سینگ یا کان جال میں پھنس جاتا ہے۔ گھات میں لگے ہوئے آدمی آن کر

اس کو پکڑ لیتے ہیں اور اپنے استادی سے اُسے رام کر لیتے ہیں اگر یہ جال ٹوٹ جاتا ہے یا اہلی جانور میں لڑنے کی قوت نہیں رہتی تو وہ اپنے محافظ پاس آتا ہے۔ جال بدل کر دوسرا جال لگایا جاتا ہے یا دوسرا ہرن لڑنے کے لئے بھیجدیا جاتا ہے۔ سلطان خلجی نے یہ ترکیب شکار کی نکالی تھی مگر پادشاہ نے اوس کو اور زیادہ رونق دیدی تعجب یہ ہے کہ بارہا دشتی ہرن صبح سے شام تک لڑا اور چار تنومند ہرنوں کو اُس نے شکست دیدی پانچویں دفعہ پکڑا گیا سُنتے ہیں کہ رات کو شکار ہوتا ہے۔ اگر خانگی ہرن کا جال ٹوٹ جاتا ہے یا صحرا سے بھاگ جاتا ہے تو اپنے تیمار دار پاس چلا آتا ہے۔ کبھی بلاتے پر لڑائی کو چھوڑ کر چلا آتا ہے اور پھر کہنے سے لڑ کے چلا جاتا ہے اور لڑنے لگتا ہے پہلے زمانہ میں آخر روز میں ہرن کو نہیں چھوڑتے تھے چھوڑتے تھے تو اُسکے پانوں میں ایک گیند باندھ دیتے تھے کہ وہ جنگل میں نہ بھاگ جائے۔

ہرن کی وفاداری کی اور نادر کاموں کی داستانیں بہت سی ہیں ایک دفعہ ایک ہرن نے صوبہ الٰہ باس سے صحرائی راہ لی اور کئی دریاؤں اور آبادیوں کو طے کر کے وہ اپنی جنم بھوم پنجاب میں آیا اور اپنے تیمار دار کے پاس پہنچا جس پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا پہلے زمانہ میں ایک دو آدمیوں کے سوا شکار کو نہ جاتے اور ہرنوں کی رمیدگی کے خوف سے لباس بدل لیتے اور جھاڑیوں درختوں کی آڑمیں بیٹھتے اور سوائے دشتی آہو کے جس کو پکڑ کر شکار سکھاتے کسی اور جانور سے کام نہ لیتے مگر پادشاہ نے ایسا آئین نکالا کہ اُس سے سو آدمی اس شکار سے ایک وقت میں خوش ہو سکتے جس جنگل میں ہرن بہت ہوتے ہیں وہاں چالیس گایوں کو آہستہ آہستہ چلاتے ہیں اور ان کی آڑ میں آدمی بہت جاتے ہیں اور جب ہرن آتے ہیں تو ان کو شکار کر کے خوشیاں مناتے ہیں۔ ایک ہرنوں کو پالتے ہیں اور وہ بچے دیتے ہیں اور ان خانہ زاد ہرنوں سے شکار کھیلتے ہیں۔ آہو کے تیمار دار خم ہو کر اپنے اوپر ہرنوں کو لدواتے ہیں صحرائی ہرن اس کو نر و مادہ کا تماشا جان کر لڑنے آتے ہیں پادشاہ نے اس طریقہ کو پسند کیا اور آدمی کی جگہ ہرنی کو

نر ہرنوں کے لڑنے کے لئے کام میں لایا۔

تعجب ہے کہ ایک دفعہ ہرن نے اپنے جال میں چیتے کو پابند کیا جو بادشاہ کے ملاحظہ کے لئے گجرات سے آیا۔

گھنٹا بیرہ۔ سپر کو یا ٹوکری کو اُکتا کر کے ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور اس کی آڑ میں چراغ روشن کرتے ہیں اور پھر گھنٹے بجاتے ہیں۔ اور جانوروں کے انتظار میں کماندار بیٹھتے ہیں اس روشنی میں اور آواز کے سبب سے جانور جمع ہوتے ہیں جن کو کماندار گھات میں بیٹھے ہوئے تیر انداز کرتے ہیں۔ کبھی ہرن ساز کی آواز سے بیہوش ہو جاتے ہیں اور پکڑے جاتے ہیں۔ بعض اوقات شکاری منتر گاتے ہیں اس کے گرد جانور جمع ہو جاتے ہیں سنگین دل ان کو اُٹھ کر مار لیتے ہیں۔ پادشاہ اِن دونوں طریقوں کو ناپسند کرتا ہے اور ان کو منع کر دیا ہی۔

تھانگی دشتی ہرنی کے روبرو ایک حیلہ پرداز ننگے سر ہو کر ناہنجار حرکتیں کرتا ہے۔ وحشی ہرن ان کو دیوانہ سمجھ کر اس پاس آ کے متحیر ہوتے ہیں اور یوں اپنے آپ شکار بن کر اپنی جان کھوتے ہیں۔

نوکارہ۔ چند کماندار ہوا کی طرف منھ کر کے دور دور بیٹھتے ہیں۔ کچھ ہرنوں کو آدمی ہکا کر اس طرف لیجاتے ہیں۔ ہکانے والا چادر کو ہوا میں اُڑاتا جاتا ہے۔ وحشی ہرن اُس سے بھاگ کر گمانداروں کی طرف طبیعت کی خواہش سے دوڑ آتے اور شکار ہو کر جان حوالہ کرتے ہیں۔

ڈداون۔ یہ طریقہ بھی پہلی طرح کا ہے۔ ایک کماندار سپر پوش پہلی طرح سے کھڑے ہوتے ہیں اور ہرنوں کو بکوا کر اپنے پاس لاتے ہیں اور شکار کر کے خوش ہوتے ہیں

اجارہ۔ کماندار اپنے تئیں سر سے پاؤں تک اور اپنے تیر و کمان کو سبز شاخوں اور پتّوں میں چھپاتے ہیں اور درندوں کی گذر گاہوں میں بہادرانہ کھڑے ہوتے ہیں اور صید افگنی کر کے مسرور ہوتے ہیں اور نیز ہرن کی کھال کی رسن بٹتے ہیں اور جہاں ہرن سوتے ہیں ان کے گرد اس رسن کو درخت پر یا چوب پر لگاتے ہیں اور

ہوا کی طرف چند دام لگا دیتے اور شکاری کنارہ سے نمودار ہوتے ہیں جانور ڈر کر ناچار اس گذر گاہ پر دوڑتے ہیں اور گرفتار ہوتے ہیں کبھی شکاری درخت کی آڑ میں اپنی آواز کو ہرن کی آواز بنا کر نکالتا ہے ہرن اس کی برابر آتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے کبھی مادہ آہو جنگل میں یا سکھائے ہوئے ہرن کو چراگاہ میں چھوڑتے ہیں۔ صحرائی ہرن ہمجنسی کے سبب سے پیوستہ ہوتا ہے اور پائے بند ہو جاتا ہے۔ ٹھگی۔ ایک کماندار خانہ زین میں برہنہ سر بیہوشوں کی طرح چلتا ہے اور پان کی پیک سے اپنی پوشش کو آلودہ کر کے زخمیوں کی مانند بیتابی کرتا ہے۔ صحرائی شکاری جانور اور اور جانور اس کے گرد جمع ہوتے ہیں اور اس کے مرنے کے منتظر ہوتے ہیں اس حرص میں وہ خود شکار ہو جاتے ہیں۔

بھینسوں کی آرام گاہ یعنی سونے کی جگہ میں ایک ریسمان زمین کے اندر دباتے ہیں اور اس کے سرے کو حلقہ کی شکل کا بنا کے باہر رکھتے ہیں اور ایک لمبی رسی اُس سے باندھتے ہیں اور اس سے مادہ گاومیش کہ مستی پر آئی ہوئی ہوتی ہے باندھتے ہیں اور ایک آدمی تیزدست بہادر گھات میں بیٹھتا ہے وحشی بھینسا آتا ہے تو نر مادگی کے شغل میں لگتا ہے وہ دلیر مرد فرصت جو اس کو پائے بند کرتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس جواں مرد کو ایسی لغزش ہو جاتی ہے کہ اس کی جان جاتی ہے۔ ایک اور ترکیب یہ ہے کہ ان تالابوں کے قریب جاتے ہیں جہاں بہت سی بھینسیں آتی رہتی ہیں۔ اس کے قریب دام بچھاتے ہیں اور بھینسے پر بیٹھ کر تالاب کے اندر جاتے ہیں اور رسیاں ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ بعض بھینسوں کی جان سنان سے لیتے ہیں۔ بعض کو دام میں پھنساتے ہیں چراگاہ دشتی میں بھی اس روش سے شکار کر کے خوش ہوتے ہیں۔

پادشاہ بلند پرواز نادر کار پرندوں سے بھی طرح طرح سے شکار کھیلتا ہے باز۔ شاہیں۔ شنقار۔ شاہباز۔ برکت کو اڑا کر عجیب عجیب کام انسے لیتا ہے لیکن باشہ کو زیادہ تر دوست رکھتا ہے اور ان کے نام پسندیدہ رکھتا ہے۔ اوسطاً ایسا رمیں

پادشاہ ان پرندوں کو دیکھ کر گریز بٹھاتا ہے اور شہروں میں بھیجدیتا ہے۔ جب گریز کا موسم ختم ہوتا ہے تو پادشاہ ان کو دیکھنا شروع کرتا ہے۔ اول خاص باز ترتیب سے ملاحظہ میں آتے ہیں۔ جرہ کی پسی وپیشی کی شکار کی قزولی پر موقوف ہوتی ہے اس کے بعد باشہ وشاہین۔ کھیلہ۔ چیک باشہ بچڑی بچہ وشکرہ۔ اس کی چیک۔ ترمتی۔ ریکی۔ بیسرہ دہوتی۔ چرغ۔ چرغیلہ۔ لگر۔ جھگر۔ یہ نام پادشاہ نے چیک لکڑ کا رکھا ہے) مول چین کو بھی پادشاہ دیکھتا ہے۔ وہ زرد رنگ کا چڑیا کی برابر ہوتا ہے اور شاہین کی مانند کلنگ کو نیچے گرا دیتا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ پرواز میں کلنگ کے پر کتر دیتا ہے دوسرا گروہ کہتا ہے اسکی آنکھوں کو زخمی کردیتا ہے۔ مگران دونو باتوں میں سے ایک بات بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ کشمیر سے اودہ پیر بھی پادشاہ پاس آیا ہے۔ وہ ایک سبز فام مرغ ہے طوطی سے چھوٹا۔ چونچ اس کی لال۔ سیدھی درالمبی اور دُم زیادہ کشیدہ وہ ہوا میں چھوٹے چھوٹے جانوروں کو شکار کرکے ہاتھ پرآن بیٹھتا ہے۔

مرغابی کے شکار میں بڑے تماشے دیکھے جاتے ہیں ان کے پکڑنے کا ایک عجیب طریقہ ہے کہ ایک کالبد (پرند کی شکل) بناتے ہیں اس پر مرغابی کا پوست چڑہاتے ہیں جس میں پر ومنقار ودُم لگی ہوئی ہوتی ہے اور اس میں دو سوراخ رکھتے ہیں جس میں شکاری دیکھتا ہے وہ اندر سے خالی ہوتا ہے اس میں شکاری سر رکھتا ہے اور پانی میں گلے تک غرق ہوتا ہے اور وہ مرغابیوں کے پاس ہوشیاری سے جاتا ہے اور ایک ایک کو پکڑتا جاتا ہی عجب نشاط افزا تماشا ہوتا ہے۔ بہت سے پرندا اپنی زیرکی سے اُسے پہچان جاتے ہیں اور اُڑ جاتے ہیں۔ کشمیر میں باز ایسا دست آموز ہوتا ہے کہ پانی پر سے جانوروں کو پکڑ کر کشتی میں لاتا ہے اور کوئی جانوروں کو پانی کے اندر پکڑ کر ان کے اوپر جب تک بیٹھتا ہے کہ آدمی کشتی سے اُس پاس آتا ہے۔ ایک اور ترکیب شکار کی یہ ہے کہ بھینسیں پانی کے اندر جاتی ہیں اور ان کی آڑ میں شکاری اپنے تئیں چھپاتا ہے اور مرغابیوں کو پکڑتا ہے

دراج کے شکار کے بہت سے طریقے ہیں بعض انکے بچوں کو پکڑکر ایسا ہلا لیتے ہیں کہ انکی آواز پر وہ ان پاس آتا ہے وہ اپنے ہمسروں سے لڑتا ہے۔ایک پنجرے میں اُسے بند کرتے ہیں اور اسکے گرد بالوں کا جال بچھاتے ہیں۔وہ صیاد کے اشارہ پر بولتا ہے۔صحرائی دراج اسکی دوستی کے سبب سے یا لڑائی کے لئے اس پاس آتے ہیں جال میں پھنس جاتے ہیں۔

رات کے وقت مٹی کی ہنڈیا تنگ منہ کی رکھتے ہیں اور اُس میں سے توکی آواز نکالتے ہیں پودنے اس آواز سے دوڑ کے ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں دوسرا آدمی کچھ خس کو روشن کرکے گردش دیتا ہے جس سے انکی آنکھوں میں چکا چوند آتی ہے کہ وہ گرتے ہیں اور آدمی پکڑکر انکو پنجرے میں بند کرتا ہے اور ایک بڑا جال بھی وہاں کشاں کشاں لیجاتے ہیں جسمیں وہ اُڑتے ہوئے گرفتار ہوجاتے ہیں۔

لگر چرغ کی مانند ہوتا ہے۔بچہ اُس کا چرہ کی برابر ہوتا ہے۔ایک بلا ہوا لگڑ لیتے ہیں اور اس کے گرد جال لگاتے ہیں اور اس کے پنجوں میں پرندوں کے پر لگا دیتے ہیں اور پھر اس کو اُڑاتے ہیں۔شکاری جانور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے پنجے میں صید ہے اس کو چھین کرلے جانے کے ارادہ سے آتے ہیں اور گرفتار ہوکر لڑتے ہوئے زمین پر گر پڑتے ہیں۔بتنے کا اڈا بنا کے اس پر غوغائی اور چند کو بٹھاتے ہیں اور بالوں کے حلقے لٹکا دیتے ہیں اتو بیتاب ہوتا ہے۔غوغائی اُڑنے کے ارادہ سے غوغا کرتا ہے ان کے ہمسر انکی مدد کو کھڑے ہوتے ہیں اور قید میں بیٹھتے ہیں۔

پادشاہ غوک کو چڑیا کا شکار کرنا سکھاتا ہے اور اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے پادشاہ مکڑیوں کے شکار پر دل لگاتا ہے۔اور مکڑیوں کی چارہ سگالی اور جست وخیز وگرفت وگیر ملاحظہ کرکے نہایت خوش ہوتا ہے۔

(۲۹) آئین نشاط بازی۔

ہمیشہ سے پادشاہ چوگان بازی دن کو کرتے رہے ہیں مگر اس پادشاہ نے یہ ایجاد کیا کہ گیندیں پلاس کی لکڑی کی بنائیں جو ہلکی ہوتی ہیں اور اس کے

..... اندر آگ دیر تک قائم رہتی ہے بس انکو روشن کر کے رات کو چوگان بازی ہوتی ہے۔

پادشاہ کو لڑکپن میں کبوتر بازی کا بڑا شوق تھا مگر جب بڑا ہوا تو کبوتر اُڑلنے چھوڑ دئے۔ ایران توران کے پادشاہ اُس پاس اپنے ملک کے تحفہ کبوتر ہدیۃً بھیجتے تھے اور سوداگر چاروں طرف سے بہت عمدہ لاتے تھے۔ سفر میں یہ کبوتر ساتھ جاتے تھے۔ اور جیسے اگر خیمہ کہیں جاتے تھے تو یہ کبوتر اڑتے ہوئے اسکے ساتھ جاتے تھے۔ کبوتر بیس ہزار سے زیادہ تھے ان میں پانسو خاصہ شمار ہوتے تھے۔

چوپڑ کا کھیل بڑا پرانا ہے۔ اس میں سولہ گوٹیں اور تین پاسے شش پہلو ہوتے ہیں۔ دو آدمی اسے کھیلتے ہیں۔ مگر پادشاہ نے چندل منڈل ایجاد کیا جس میں سولہ آدمی کھیل سکتے تھے چار پاسے ہوتے تھے جن کے طولانی رُخ پر ایک دو خال اور اس کے مقابل رخوں پر دس اور بارہ خال ہوتے تھے۔ بساط میں سولہ متوازی الاضلاع ایک مرکز پر مدور صورت میں ان کی ترتیب ہوتی تھی اور ہر متوازی الاضلاع میں چوبیس خانے ہوتے تھے۔ ۶۴ گوٹیں ہوتی تھیں جن میں سے ہر ایک آدمی چار گوٹیں لیتا تھا۔

گنجفہ ایک مشہور کھیل ہے پادشاہ نے اس کے پتّوں میں کچھ تغیر کیا ہے۔ متقدمین نے اسکی بنیاد بارہ پر رکھی ہے اور اس کا کچھ خیال نہیں کیا کہ اس کے لیئے بارہ امیر بارہ صنف کے چاہئیں۔ پادشاہ اس طرح کے گنجفہ سے کھیلتا ہے اول اشوپت کے خدیو اسپان۔ پہلے ورق پر یہ نقش ہے کہ ایک پادشاہ گھوڑے پر سوار ہے وہ دہلی کے پادشاہ سے مشابہت رکھتا ہے کہ اس کے سر پر تاج اور اس کے ساتھ علم اور سامان شاہی ہے۔ دوسرے ورق پر وزیر کی تصویر ہے جو گھوڑے پر سوار ہے باقی دس ورقوں پر گھوڑے کی تصویر ہے (اور یکہ سے دہلی تک ایک ایک زیادہ ہوتی جاتی ہے) دوم گج پت یعنی ایسا فرماں روا جس کی دولت کا مدار ہاتھیوں پر ہو جیسا ایک اڑیسہ کا فرماں روا۔ اس میں ہاتھی کی تصویریں گھوڑوں کی تصویر کی جگہ بناتے ہیں۔ سوم نرپت یعنی آدمیوں میں بزرگ جس کے ملک کے مدار پیادوں پر ہو جیسے کہ فرمانروائے بیجاپور دہلی میں تصویریں

اس طرح بناتے ہیں کہ پادشاہ تخت پر شکوہ سلطنت کے ساتھ بیٹھا ہے اور صندلی پر وزیر بیٹھا ہے۔ باقی دس ورقوں پر پیادوں کی تصویر ایک سے دس تک ہیں۔ چہارم گڈھ پت۔ کلاں قلعہ ایک ورق پر ایک شخص تخت پر قلعہ کے اوپر بیٹھا ہے اور وزیر قلعہ کے اوپر صندلی پر بیٹھا ہے باقی دس پتوں پر قلعہ کی تصویریں ایک سے دس تک ہوتی ہیں۔ پنجم دھن پت قدیو خزاین۔ پہلے ورق پر ایک آدمی کی تصویر بناتے ہیں کہ وہ تخت پر بیٹھا ہے اور چاندی سونے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور وزیر کی تصویر اس طرح بناتے ہیں کہ وہ صندلی پر بیٹھا ہوا خزانہ کا محاسبہ لے رہا ہے۔ اور اوراق میں طلا و نقرہ کے تھیلیوں کے نقش ایک سے دس تک ہوتے ہیں۔ ششم دلپت بزرگ نیرو۔ اول ورق پر ایک قربان دہ مسلح تخت پر بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے گرد آہنیں پوش کھڑے ہوئے ہیں۔ دوسرے ورق پر وزیر جبہ پوش صندلی پر بیٹھا ہوا۔ اور باقی ورقوں کے سطحوں پر مسلح آدمی ایک سے دس تک۔ ہشتم تی پت۔ ایک فرمانروا عورت تخت پر بیٹھی ہوئی اور گرد اس کے لونڈیاں۔ عورت وزیر صندلی پر بیٹھی ہوئی اور دس اوراق پر ایک سے دس تک عورتیں۔ نہم سرپت۔ دیوتاؤں کا پادشاہ جس کو اندر کہتے ہیں اس کی تصویر تخت پر بناتے ہیں۔ وزیر صندلی پر اور دس پتوں پر ایک سے دس تک طرح طرح کی تصویر دیوتاؤں کی بناتے ہیں۔ دہم اسرپت۔ کلاں دیوتا۔ سلیمانؑ داؤدؑ کی تصویر تخت پر اور وزیر کی صندلی پر بناتے ہیں اور باقی اور پتوں پر دیوؤں کی تصویر بناتے ہیں۔ یازدہم بن پت۔ دشتی جانوروں کا بزرگ شیر کو چند جانوروں کے ساتھ نمودار کرتے ہیں اور وزیر کو پلنگ کی تصویر پر سوار کرتے ہیں اور باقی دس ورقوں میں جانوروں کی تصویریں ایک سے دس تک بناتے ہیں۔ دوازدہم آہ پت یعنی سردار ماران مار کو اژدہا پر سوار کرتے ہیں اور وزیر کو مار پر سوار کرتے ہیں اور باقی دس پتوں میں ایک سے دس تک سانپ بناتے ہیں اول چھ کو بیش بر اور آخر کو شش کو کم بر کہتے ہیں۔

پادشاہ نے مشہور گنجفہ میں جس سے سب کھیلتے ہیں شائستہ تصرف کئے ہیں پادشاہ زر شرخ کو ایسا بناتے ہیں کہ وہ زر بخش رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا خزانہ کو دیکھ رہا ہے اور باقی ورقوں

پر عملہ کے آدمیوں کی تصویریں ہیں - زرگر - گداز گر - مطلس ساز - (ٹکرٹے کرنیوالا) ورّاق - ٹیکچی - مہر بخش کرنیوالا - ٹنکچی دھن - ٹنکچی من - خرندہ - فروشندہ - قرض گر پادشاہ برات کی تصویر ایسی بناتے ہیں کہ فرامین واسناد اور اوراق دفتر اس کے سامنے پھیلے ہوئے ہوتے ہیں - وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا دفتر آگے لئے ہوئے اور باقی اوراق میں کارگذار - کاغذگیر - مہرہ کش - مسطر کش - نویسندہ دفتر - مصوّر - نقاش - جدول کش - فرمان نویس - مجلد - رنگریز - پادشاہ قماش کی تصویر شکوہ کے ساتھ بناتے ہیں کہ وہ قماش کو دیکھ رہا ہے جیسے کہ گا دُ قطاس - ابریشم - ابریشمی - اس کے پاس وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا اپنی چیزوں کو دیکھ رہا ہے اور اوراق پر بارکش جانوروں کی تصویریں چنگ کے پادشاہ کو تخت پر بٹھاتے ہیں کہ وہ گانا سُن رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا اہل نغمہ کا حال دریافت کر رہا ہے اور باقی اوراق پر خنیاگروں کی تصویریں زرسفید کی پادشاہ کی تصویر ایسی کھینچی ہیں کہ وہ چاندی نقد بانٹ رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہے اور اوراق پر مثل زرسُرخ کے اہل عملہ کی تصویریں بناتے ہیں - شمشیر کے پادشاہ کی تصویر ایسی بناتے ہیں کہ وہ تلوار کو دیکھ رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا سلاح خانہ دیکھتا ہے اور اُس کے اوراق پر آہن گر صیقل گر وغیرہ بناتے ہیں - تاج کے پادشاہ کو تاج بخش بناتے ہیں اور وزیر کو صندلی پر بٹھاتے ہیں کہ وہ تاج کا سامان کرے ورقوں کے صفحوں پر ان کے عملہ کی تصویر بناتے ہیں - درزی اتوکش وغیرہ - غلام کے پادشاہ کو ہاتھی پر سوار کرتے ہیں اور اس کے وزیر کو عرابہ پر - اوراق پر غلام بناتے ہیں بعض ان میں کھڑے ہوتے ہیں - بعض مست بعض ہوشیار - پادشاہ کی غرض ان کھیلوں سے یہ ہے کہ انجمن یکجہتی فراہم ہو اور آدمیوں کا امتحان ہو -

دفتر سوم ملک آبادی

مدت سے پادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ہندوستان میں تاریخ ماہ و سال تازہ مقرر کرے جس کے سبب سے دشوار آسان ہو تاریخ ہجری سے بادشاہ کو سرگرانی اس سبب سے ہوتی تھی کہ بوہ اس کی ناکامی پر مطلع ہو گیا تھا۔ لیکن کوتاہ بین کارشناسوں کا انبوہ تھا جو اس تاریخ کے رواج کو بھی فرائض مذہبی میں شمار کرتے تھے۔ پادشاہ کی طبیعت بھی مدار اپسند تھی اس خاطر سے وہ اس ارادہ کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ ہرچند انصاف منشوں پر ظاہر ہے کہ اس معاملہ دانی کے بازار کو دینگے گوہر شب تاب سے کیا نسبت ہے اور اس صورت کی سلسلہ پیوندی کو حقیقت سے کیا رشتہ ہے لیکن جہان تو جہالت سے پر ہے ۹۹۲ھ ہجری میں پادشاہ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ امیر فتح اللہ شیرازی نے پادشاہ سے تاریخ کا آغاز کیا۔ سال و ماہ شمسی کو حقیقی سمجھا سال کبیسہ کو دور کیا۔ مہینوں اور دنوں کے فارسی نام قائم رکھے۔ مہینے کے دن ۲۹ سے ۳۲ تک ہوتے ہیں آخر و روز دن کا نام اُس نے روز شب رکھا۔

سپہ سالار پادشاہ جانشین ہوتا ہے۔ رعیت و صوبہ کی سپاہ اس کی فرمان پذیر ہوتی ہے۔ رعیت کی آبادی اس کی دادگری سی ہوتی۔ پس ہر کار میں وہ خدا کی رضامندی کا طالب ہو عبادت زیادہ کرے۔ کبھی آدمیوں کی خیراندیشی کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ زمانہ کی جلد کاری میں نہ سو جائے۔ یاوہ گوئی اور تلخ روئی نہ کرے۔ آگہی و قدردانی کو اپنی خو کرے خاص کر اپنے نزدیک کے نوکروں کی اور دور کے خدمت گذاروں کی قدر کرے جو کام ملازم کریں وہ فرزندوں کو نہ دے اگر وہ نہ ملے تو چند برگزیدوں کے ساتھ ہمزبان ہو اور گذارش کرے۔

قطعہ

گاہ باشد زپیر دانشمند — برنیاید درست تدبیرے

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں — بہ غلط بر ہدف زند تیرے

انجمن راز میں بہت آدمیوں کو نہ داخل کرے۔ دلیر دانا دلسوز کم آزار نایاب ہوتا ہی۔ مبادا کوئی خلل پیدا کرکے بالشت وقت کو ہاتھ سے جانے دے۔ سرداری کو پاسبانی جانکر دوربینی کام میں لائے و مزاج شناسی کو دستاویز دولت بنائے۔ شائستہ زندگی بسر کرے۔ لطف و قہر کو خرد کی فرمان پذیری میں رکھے سرکشوں کو کارشناسی و اندرزگوئی سے فرمان پذیر کرے ورنہ تلخ گوئی و بیم افزائی و بند زوں و عضو کاٹنے کی سزا دے مگر جان لینے میں بہت کچھ سوچ بچار کرے۔ زبان کو گالی دینے سے خراب کرے کہ وہ طریقہ بازار نشین ہرزہ درایوں کا ہی گفتار میں قسم نہ کھائے قسم کھانا اپنے تئیں دروغ گوئی کے ساتھ اور مخاطب کو بدگمانی کے ساتھ تہمت آلود کرنا ہی۔ داد پرسی میں گواہ و سوگند پر کفایت نہ کرے۔ طرح طرح کی پرسش کرے اور سواد پیشانی کی دید اور دوربینش کرے اور اوروں پر کام چھوڑکر خود فارغ نہ ہو بیٹھے۔

دادخواہوں کو رنج انتظار نہ دے گناہ سے چشم پوشی کرے اور یورش پذیری کرے ایسی زندگانی بسر کرے کہ مردی و شکوہ کو گزند نہ پہنچے۔ کسی کے مذہب کا متعرض نہ ہو خردمند کار دنیا میں کہ پائدار نہیں ہوتا۔ اپنا نقصان نہیں قبول کرتا تو دین جو پاینده ہے اس میں نادانستہ کیسے زیان قبول کریگا اگر وہ حق پر ہی تو اس کے ساتھ شورش ناپسندیدہ ہے ورنہ وہ بیمار نادانی ہے مہربانی کے لائق ہے۔ ملک کے ہر حصے کو راستی منش جدکاروں کے سپرد کرے اور پردل آدمیوں کی دیدبانی سے راہوں کو امین کرے ہر وقت خبر لیتا رہے ہمیشہ نیک اندیش دوربین راست گو کم آزار کو جاسوسی کے لئے مقرر کرے اگر کوئی ایسا نیک مرد نہ ہاتھ آئے تو ہر کار میں چند آدمی جو باہم آشنا نہ ہوں متعین کرے اور ہر یک کی گذارش کو لکھ کر راستی کا امتحان کرے ہمیشہ خرچ کو دخل سے کم رکھے اور اندوختہ کو مستمندوں کو دے خاص کر ان لوگوں کو جو سوال نہیں کرتے۔ سامان سپاہ و یراق سے ایک لحظہ غافل نہ ہو۔ سواری کو نہ چھوڑے تیر و بندوق میں مشغول رہے اور آدمیوں کو ان کی ورزش کراتا رہے آدمیوں کے مقرب بنانے میں اور ان کے اعتبار بڑھانے میں دیدہ دری اور آہستگی کو ہمدوش کرے بہت سے خراب درون ناپارسا گوہر اخلاص کی گفتگو

درمیان لاتے ہیں۔ اور اپنا نرخ بالا کرتے ہیں افزونی زراعت اور آبادی زمین میں ہمت صرف کرے اور راست پیمائی کے ساتھ دلوں کا شکار کرے۔ کسانوں کی مدد کو خدا کی بڑی عبادت سمجھے گذار انصاف گرائے مقرر کرے۔ ہر وقت ان کے کارکردسے مطلع رہے۔ حوض و چاہ و کاریز و باغ و سرا اور منازل خیر کے بنانے میں اپنی سعادت جانے۔ باستانی آثار کی تعمیر میں ہمت کرے خلوت گزیں پراگندہ دل نہ ہو کہ وہ صحرا نشیں دارستوں کا آئین ہے۔ نیز عام آدمیوں میں اور ہنگاموں میں بیٹھنے کی بھی عادت نہ کرے۔ یہ طریقہ نابینا صورت پرستوں کا ہے ۵

تو با ہمہ ہمنشیں و مبراز ہمگان تیز   در راہِ خرد و نہ مگس باش نہ عنقا

خدا پرستوں کی عزت کرے خدا جو گوشہ نشینوں برہنہ پا ژولیدہ مویوں سے دریوزہ گر ہو دیمایش آفتاب و چراغ کو خورشید معنوی و آتش پرستی نہ جانے۔ بیداری کا خوگر ہو۔ خواب و خور کو اندازہ سے نہ گذرنے دے آدھی رات کو اور دوپہر کو نیازمندی کرے۔ جب ان سب کاموں سے فارغ ہو تو فرہنگ ناموں کا مطالعہ کرے اور ان پر کاربند ہو اگر اس سے دل کو آرام نہ ہو تو مولانا روم کی مثنوی پڑھے اور اس کے ظاہری معنی سے اصلی مقصد پر توجہ کرے۔ وہ افسانوں کو نہ پڑھے۔ نیک سگال شناسا سے دوستی کرکے اسکو اجازت دے کہ وہ اسکے روزنامچہ حال کے مطالعہ میں ژرف نگہی کام میں لائے اور جو بات اس کی کار آگہی کے نزدیک بری معلوم ہو اس کو خلوت میں گذارش کرے۔ اگر اسکی شناخت میں لغزش ہو تو اسکے آزار کے درپے نہ ہو اس لئے مدت سے آدمی راستی تلخ نما کی گذارش سے باز رہتے ہیں خصوصاً خشم کی حالت میں کہ جس وقت عقل سوتی ہے اور طبیعت جوش پر ہوتی ہے۔ بیشتر ہمنشین عیب بین و عیب آرا ہوتے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کا دل جلتا ہے تو وہ خون کے مارے دم نہیں مارتا ہے اور ایسے آدمی کمیاب ہیں کہ اوروں کے فائدہ کو اپنے نقصان میں اختیار کریں بدگویوں کی گذارش سے غصہ نہ ہو۔ اور خوب دوربینی کرے اس لئے کہ سخن ساز بدگوہر کے ریختہ کاری کے آئین کے ساتھ دستان فروشی کرتے ہیں اور اپنے تئیں بے غرض بتلا کر جان آزاری میں

کوشش کرتے ہیں کین توزی نہ کرے آزار و مدارا اختیار کرے۔ قدیمی خاندانوں کو برباد
نہ کرے گزشتگانِ شائستہ کو سفارش گذار اور ان کے پس ماندگان نا ہنجار کو جانے دید بانی
نہ کرے کہ پادشاہ کے ارادت گزیں ملاقات کے وقت چھوٹے کو اللہ اکبر کہتے
ہیں اور بڑے کو جل جلالہٗ - ایک برس سے کم عمر گوسفند و بز کو نہ کھائے اور اپنے روز ولادت
سے ایک ماہ تک گوشت نہ کھائے اپنے حلال کئے ہوئے جانور کو نہ کھائے۔ زناشوئی
کی عشرت میں کم مشغول ہو۔ حاملہ عورت سے ہم صحبت نہ ہو۔ آش کہ لوگ مرنیکے بعد
تقسیم کرتے ہیں ہر سال روز ولادت کو پکا کر بھوکوں کو کھلائے۔ **بیت**

برگ عیشی بگور خویش فرست　　　　کس نیارد ز پس تو پیش فرست

جب آفتاب ایک برج سے دوسرے برج میں جائے۔ سپاس گذارش کرے بے خبروں کے
خبر کرنے کے لئے توپ و بندوق چھوڑے۔ آفتاب کے نکلنے کے وقت اور آدہی رات کو کہ
آفتاب کے بلند ہونے کا وقت ہے نقارہ بجوائے۔

جیسے ایک صوبہ میں سپہ سالار مقرر ہوتا ہے ایسے چند پرگنوں کی دید بانی کیلئے ایک لاور داد گر
کم آز۔ اندازہ شناس درست پیمان متعین ہوتا ہے اس کا نام فوجدار ہوتا ہے وہ فرمان پذیری اور
یاوری میں اول ہوتا ہے جب کسان یا عمل گذار خالصہ یا جاگیردار سرکشی کرتا ہے تو وہ اسکو دلاویز گفتار
سے فرمان پذیر بنا تا ہے۔ ورنہ اعیان سلطنت کی اجازت لیکر اسکی نالش کرتا ہے گروہ سرتاب کے قریب
اپنا بنگالہ بناتا ہے اور گاہ بیگاہ ان کے آدمیوں اور مال کو وہ گزند پہنچاتا ہے۔ دفعۃً وہ یہ
کام نہیں کرتا جب تک پیادوں سے کام نکلتا ہے سواروں کو حکم نہیں دیتا قلعہ پر
تیز دستی نہیں کرتا۔ ایسی جگہ پر کہ جہاں تیر و توپ و تفنگ نہ پہنچ سکیں بیٹھا ہے اور
آمد و شد کی راہ رکہتا ہے شب خون سے غافل نہیں ہوتا اور اور پناہ کے
اندیشہ میں رہتا ہے اور یزک (قراول) بیھجنے سے فارغ نہیں ہوتا۔ جب وہ
سرکشوں کے بنگالہ پر تاخت کرتا ہے تو غنیمت کے حصے مناسب طور سے کرتا ہے

اس کا پانچواں حصہ خالصہ میں داخل کرتا ہے اگر دیہ میں باقی ہوتی ہے تو اول وہ باقیداروں کا شمار کرتا ہے ہمیشہ سپاہی کے اسپ و یراق کا سراغ لگاتا رہتا ہے۔ اگر کسی سپاہی پاس گھوڑا نہیں ہوتا تو وہ ہمراہیوں سے لیکر اس کے گھوڑے سرانجام کرتا ہے اور اگر لڑائی میں گھوڑا مارا جاتا ہے تو سرکار والا سے اسکا سامان کراتا ہے سپاہ کی حاضر و غائب کی کتاب کی نقل پادشاہ کی درگاہ میں بھیجا رہتا ہے۔ اور پادشاہ کے آئینوں کے رواج کو پیش نہاد ہمت رکھتا ہے۔

اگرچہ داوری و فریادرسی فرمان دہوں کا کام ہے لیکن ایک آدمی کی قوت سب پاس نہیں پہنچ سکتی۔ ناگزیر یہ ہے کہ وہ کسی آگاہ دل سیر چشم کو داد دہی پر نامزد کرے وہ گواہ و سوگند پر کفایت نہ کرے اور تحقیق کرے پرستندہ نادان ہوتا ہے اور مدعی و مدعا علیہم دو دانا ہوتے ہیں۔ سخت کاوش و درست بینش بغیر حقیقت حال پر مطلع ہونا نہایت دشوار ہے۔ بدگوہری و آزمندی کی افزایش کے سبب سے گواہ و سوگند پر تکیہ نہ کرنا چاہئے۔ بغیر طمع و لالچ کے مزاج شناسی سے ستم رسیدہ بیدادگر کو پہچانے اور پردلی و عدالت دوستی سے تحقیق کرکے موافق عمل کرے۔ اول پرسش خوب کرے اور ہر گواہ کے جاہ سے آگاہ ہو اور ہر لڑائی میں جن باتوں کا تحقیق کرنا سزاوار ہو ان کی تنقیح کرے۔ سخن کو شاخ شاخ کرے اور گواہوں سے جدا جدا پوچھکر ان کا بیان لکھے جب یہ کام فہمیدگی و آہستگی و ژرف نگہی سے انجام کو پہنچے دوسرے وقت میں فیصلہ کرکے اوروں سے پوشیدہ رکھے۔ پھر دوبارہ پہلی طرح تحقیقات از سرنو پرسش و کاوش کے ساتھ کرے۔ دگرگونی و یک زنگی میں یعنی دونو دفعہ کی تحقیقات کے اختلافات و اتفاقات سے اصل بات کو سمجھے۔ اگر کارشناسی مردانگی کے ساتھ فراہم نہو تو دو آدمی متعین کرے۔ جن میں سے ایک تحقیق کرے جس کا نام قاضی ہے اور دوسرا عمل کرے اس کو میر عدل کہتے ہیں۔ کوتوالی کے لایق وہ شخص ہوتا ہے جو دلیر کارداں چابک دست عنان کشیدہ بردبار شگل فہم نیک سگال ہو اس کی بیداری و شب گردی سے

اور لوگ خواب آسایش میں ہوں اور بدگوہر ناپیدا ہوں ۔ آباد گھروں وراہوں میں سے ایک ایک کو وہ لکھے اور آپس میں ایک دوسرے کی یاوری کا عہد وپیمان لے اور ایسا اقرار دے کہ وہ غم و شادی میں شریک ہوں ۔ چند گھروں کا ایک محلہ بنائے اور کسی بزرگ کو وہ محلہ سپرد کرے اور آیندہ رونده کے روزنامچہ پر اور جو اور واقعات پیش آئیں انکی تحریر پر اسکی مہر ہو ۔ اور کسی ایک بیگانہ آدمی کو جو اہل محلہ سے ناآشنا ہو جاسوسی کے لئے مقرر کرے اور ہمیشہ ان کے بیانات کو لکھے اور ژرف نگہی کو کام میں لائے ۔ سرائے جدا بنائے ۔ اور جو ناشناسا آئین انکو وہاں اتارے اور چند دیکھنے والے ان کا امتحان کریں ۔ طرح طرح کے آدمیوں کے خرچ و دخل کے دیکھنے میں باریک بین ہونیک ذاتی کو پیشکار بناکر کاوش کا انتظام کرے پیشہ وروں کے ہر گروہ میں سے کسی کو سرگروہ بنائے ۔ اور دوسرے کو دلال ۔ آئین آگہی سے خرید و فروخت ہوا کرے اور انہیں سے روزنامچوں پر دستخط کرائے ۔ کوچوں کی فراخی میں کوشش کرے ۔ سربند انکو کرے ۔ آلایش سے ان کی پاسبانی کرے ۔ جب کچھ رات گذرے تو آدمیوں کی آمد و شد کو بند کرے ۔ بیکاروں کو ہنرمندی کے لئے بٹھائے پہلے ظلموں کو موقوف کرے اور کسی شخص کو کسی کے گھر میں بزور نہ دخل دینے دے ۔ چوروں اور چوری کے مال کو برآمد کرے ورنہ وہ عہدہ سے معطل ہو اور ایسا کرے کہ سوائے سلاح و فیل و اسپ و گاو و شتر و گوسفند و بز و قماش کے کسی اور چیز پر کوئی شخص تمغا و باج نہ لے سکے ۔ پرانے سکوں کو گلوا دے یا نامسکوک قیمت کے موافق خزانہ میں داخل کرائے ۔ بادشاہی زر و سیم کی قیمت میں تفاوت نہ ہونے دے ۔ جتنے گھس گئے ہوں کاہش کے اندازہ کے موافق ان کی قیمت بازیافت کرے ۔ نرخ کی ارزانی میں آگہی سے کام کرے اور شہر سے آگے جاکر لوگوں کو جنس نہ خریدنے دے ۔ توانگر ضرورت سے زیادہ نہ خریدیں ۔ باٹوں کی پاسبانی کرے اور سیر کو ۳۰ دام سے کم و بیش نہ ہونے دے اور گز میں کمی وافزونی نہ ہونے دے اور شراب کے بنانے و ناپنے و بیچنے و خریدنے

سے آدمیوں کو باز رکھے اور اندرونی پژوہش سے کنارہ کشی کرے۔ اگر کوئی شخص مر جائے یا غائب ہو جائے اور اسکا پس ماندہ کوئی نہ ہو تو اسکے مال اسباب کو تحت میں رکھے اور دریا کے اور کنوؤں کے گھاٹوں کو عورتوں اور مردوں کے لئے جدا جدا کرے اور دولاب کھینچنے کے لئے کسی پاکیزہ آدمی کو مقرر کرے اور عورت کو گھوڑے پر سوار نہ ہونے دے اور ایسا کرے کہ گاؤ وگاؤمیش واسپ وشتر تسلیغ (ذبح) نہ ہونے دے۔ غلام بنانے اور بردہ فروشی کو روا نہ رکھے۔ اور عورت کو زبردستی سے ستی کریں تو انکو ستی نہ کرنے دے اور سزاوار نیستی کو یعنی جو آدمی مرنے کو ہووے تو اسکو دار پر نہ کھینچنے دے۔ بارہ برس سے کم عمر کے لڑکے کا ختنہ نہ ہونے دے اور جب وہ بارہ برس کا ہو تو اوس کو اختیار ہے کہ وہ اپنا ختنہ چاہے کرے یا نہ کرے۔ ریاکار ملنگوں وقلندروں ودکانداروں کو باہر نکال دے یا انکو اپنے طریقہ سے باز رکھے مگر کسی گوشہ نشین ایزد پرست کو آزردہ نہ ہونے دے اور بادیہ طلب کے برہنہ پاؤں کو کوئی گزند نہ پہنچنے دے۔ قصاب وصیاد وغسال وبناش کے گھروں کو آدمیوں سے جدا بنوائے۔ اور آدمیوں کو ان سیہ روں سنگ دلوں کی آمیزش سے باز رکھے۔ اور جو کوئی جلاد کے ساتھ ہمکاسہ ہو اس کے ہاتھ کو آسیب پہنچائے۔ اور اگر یہ ہمکاسہ اسکی جورو ہو تو اسکی انگلی کو آسیب پہنچایا جائے اور شہر سے باہر مغرب رویہ قبرستان کو مقرر کرے اور بادشاہ کے مریدوں کو سوگواری میں کبود پوشی سے باز رکھے اور ان کی سرخ پوشی میں کوشش کرے۔ فروردین مہینے میں شرف آفتاب تک جو (۱۹ - کو ہوتا ہے) اور سارے ماہ آبان اور روز ہا و تحویل وغیرہ ماہ شمسی۔ اور اسکی ۱۶ - تاریخ کو۔ الٰہی جشنوں کے دن۔ چاند سورج کے گرہنوں کے دن۔ اینتوار کو آدمیوں کو تسلیغ سے باز رکھے۔ شکاری جانوروں کے لئے اور بیماروں کے لئے جن کو گوشت کھانا ضروری ہی روا رکھے اور شہر کے باہر جانوں کا شکار ہو روز شرف میں چراغوں کی روشنی کرے۔ آغاز شب میں جس کے بعد عید ہو اور عید کے دن ہر پہر پر نقارہ بلند آواز ہو۔ تقریبات پارسی میں وہندی میں تاریخ الٰہی کو رواج دے اور ہندی پتروں میں ہر مہینے کا آغاز شکل پچھ (پکش) سے کرے

عمل گذار چاہیے کہ کشاورز دوست ہو جد کاری راست گفتاری اس کا آئین ہو۔ اپنے تئیں پاسبان
کل پادشاہ کا جانشین جانے۔ ایسی جگہ بیٹھے کہ ہر شخص اُس پاس آسانی سے جاسکے اور اس کو کسی
میانجی کی تلاش نہ کرنی پڑے۔ تجرد گزیں وحیلہ فروش کے ساتھ اندرز گوئی سے پیش آئے اگر اس سے
فائدہ نہ ہو تو مالش کرے زمین افتادہ (عاجز) سے ڈرے۔ راہ زن وخون ریز وتبہ کار سے جرمانہ
لینے میں درگذر نہ کرے اور ایسی کارکرد اختیار کرے کہ کسی کی فریاد کی آواز نہ اُٹھنے پائے۔ مفلس
کسانوں کو قرض دیکر دستگیری کرے اور آہستگی کے ساتھ اس سے یہ قرض وصول کرے۔ جب زمین وہ
کی لگا پورے گانو کی جمع کامل ہو جائے۔ تو ہر بگہ میں نم بسوہ اسکو چھوڑ دے ورنہ اسکی خدمت کے
موافق اس کو بہرہ مند کرے۔ زمین کی چندگی کی پژوہش کرے اور چپہ چپہ زمین کو تراز وے
بینش میں تولے اور اس کی چگونگی پر واقف ہو زمینوں کی کاشت میں بہت تفاوت ہوتا ہے
اور ہر فصل میں زمین بوئی جاتی ہے ہر کسان جدا جدا تیار داری کرتا ہے اور اس کا حصہ پاتا ہے
پہلے عمل گذار نے جو جمع تشخیص کی ہو آگہی کے ساتھ اس کا امتحان کرے۔ اگر بیوقوفی اور
خیانت اس میں ہوئی ہو تو اس کی چارہ گری کرے۔ ویران زمینوں کی آبادی میں
کوشش کرے اور بہت اس کی احتیاط کرے کہ کوئی آباد زمین ویران نہ ہو جائے
ایسی کوشش کرے کہ ہر جنس عمدہ پیدا ہو اور ان کی افزائش کے لئے دستور کے
موافق جو جمع لیجاتی ہے اس کو کچھ کم کردے اگر کسان اپنے اقرار سے زمین کم کاشت کرے
اور اس کی وجہ بھی عمدہ بیان کرے تو بھی نہ قبول کرے اور اگر کسی گانو میں بنجر زمین نہ
رہے اور دہقان کو زیادہ مقدور بونے کا ہو تو دوسرے موضع کی زمین اس میں زیادہ
کردے۔ زمین کی پیمایش میں دوربینی و دادگری کو پیش نظر رکھے سال بسال کشاورز
کی قوت کو بڑہاتا رہے اور اپنے اقرار کا پابند رہکر افزائش کاشت سے زیادہ نہ لے
کہ اگر کچھ زمین کی پیمایش کی ضرورت ہو۔ اور کچھ انتظام ہوا ہو تو اقرار نامہ کو جلدی
جلدی درگاہ شاہی میں بھیجے۔ نقد لینے کی عادت نہ ڈالے غلہ بھی لے یہ غلہ لینا کئی

طرح سے ہوتا ہے اول کنکوت کن کے معنی اناج کے اور کوت کے معنے تخمینہ وقیاس کے
تمام زمین کا اندازہ جریب سے یا قدم سے کیا جائے اور غلہ ترازو سے بینش سے تولا جائے
جو اس کے تجربہ کار ہیں انکے اس تخمینہ میں فرق نہیں ہوتا۔ اگر خاطر میں کوئی اندیشہ ہو تو
اعلےٰ و متوسط و ادنےٰ کھیت کو کاٹ کر تولے اور اشتباہ کو دور کرے۔ بعض اوقات
زمین کا بھی تخمینہ کرتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے (۲) بٹائی جس کو بھاولی بھی
کہتے ہیں کھیتوں کا اناج کاٹ کے خرمن کرتے ہیں اور قرارداد کے موافق حصے کر لیتے
ہیں۔ اس صورت میں پاسبان چاہئے ہیں۔ ورنہ بدگوہر خائن خیانت کرتے ہیں۔ (۳)
کھیت بٹائی۔ کاشت زمین کے حصے کرتے ہیں (۴) لانگ بٹائی۔ غلہ کو کاٹ کر
اس کے پشتاروں کے آپسیں حصے کرتے ہیں اور ہریک اپنے گھر لیجاکر اسکو پاک کرتا ہے
اور فائدہ اٹھاتا ہے اگر رعیت کو گراں نہ معلوم ہو تو نرخ بازار کے موافق زمین غلہ بخش
کی نقدی کرے اس زمین میں اگر جنس کامل بوتے ہیں تو سال اول میں چہارم حصہ دستور سے
کم لے۔ ضبطی میں اگر سال گزشتہ سے گزیں جنس زیادہ اور زمین کم ہو اور جمع موافق ہو تو نہ جو
میں آئے اور نہ لڑے ہمیشہ مالک کاشت کی خوشی کا طالب ہو وہاں کے بڑے آدمیوں کے ساتھ
بندوبست نہ کرے کہ تن آسانی اور کارشناسی پیدا ہو اور ستم پیشہ چیرہ دستوں کو قوت ہو بلکہ ایک
ایک کسان سے واقف ہو کر مہربانی سے نوشتہ اسکو دے اور اس سے لے۔

جریب کش و پیمانندہ اور اور عمل گذاروں سے ضامن لے۔ کل اہل پیمایش جس روز کام
کریں ان کو ۱۰۳ دام اور ۱۳ سیر اناج دلائے اور اس کو ماہوارہ میں شمار کرے۔ پنی ہوئی
زمین پر نشان کرے۔ گانوں کے کلاں تر سے مچلکا لے کہ وہ زمین کو پوشیدہ نہ رکھے
اور مختلف الفصول زمینوں کو بتلائے۔ پیمایش کی تگاپو میں اگر کوئی قطعہ زمین
ناقص نظر میں آئے تو اس کا اندازہ کیا جائے اور اس کی مقدار روز بروز لکھ کر کشاورز
کو دی جائے۔ اگر محصول وصول کرنے کے بعد اس کی اطلاع ہو تو ہمسایوں اور کاغذ خام

سے شناسائی حاصل کرکے میانہ روی عمل میں لائے کارکن جو سوانح ضبطی کو لکھے مقدم و پٹواری
بھی اسکے ہم قلم ہوں اوس کی تحریروں کا عمل گذار مقابلہ کرے اور اسپر مہر لگائے اور اس کی
نقل تبکچی کو سپرد کرے جب موضع کا کام ختم ہو جائے تو اوسکی
یک ضمن منتخب لکھے اور تازہ تصحیح کرے اور اس کے کارکن پٹواری تصدیق لکھیں اور اس کاغذ کو ہفتہ
بہفتہ پادشاہ کی خدمت میں بھیجے اور پندرہ روز سے زیادہ نہ گذریں اور درگاہ والا میں کاغذات
بندوبست کے بھیجنے کے پیچھے اگر کوئی آفت کشتکار پر پہنچے تو اس وقت نابود کا اندازہ کرے
اور اس کو لکھ کر بے تاخیر روانہ کرے کہ وہ منظور ہو یا امین مقرر ہو مال کی تحصیل نکوئی کے ساتھ
کرے اور بے ہنگام دست خواہش دراز نہ کرے۔

فصل ربیع کی تحصیل ہولی سے شروع ہوتی ہے اور خریف کی دسہرے سے۔ عمل گذار اسکی پاسبانی کرے
کہ خزینہ دار زر خاص نہ چاہے جو وزن و عیار میں برابر ہو اس کو لے اور تھوڑی کمی ہو تو نرخ سکوک کے
موافق صرف لے اور تفاوت کو قبض میں لکھے اور یہ قرار دے کہ اسکو کشاورز خود چند بار میں پہنچائے
تاکہ پاجی خواہش گروں کا آزار بیچ میں سے اٹھایا جائے۔ غلہ جو کمال کو پہنچے مال اسکا شائستگی
سے لے اور دوسری جنس کے کامل ہونے پر موقوف نہ رکھے جو شخص اراضی خراجی کو لکھے اور علف
کے لئے فرق کرے وہ گاؤمیش کے لئے ۶۔ اور گاؤ کے لئے ۳ دام سالیانہ بازیافت کرے
بھینس جس کے بچہ نہ ہوا ہو اس کی چرائی کا کچھ نہ لے۔ اور ہر قلبہ میں چار نر گاؤ دو مادہ گاؤ
و یک گاؤمیش مقرر کر رکھے ان کی بابت کوئی چیز نہیں طلب کیجائے خزانہ میں جو روپیہ آئے
اس کو خود جاکر تیار کرے اور روزنامچہ کا اس سے مقابلہ کرے۔ خزانچی کی تصدیق لکھائے
اس کو تھیلیوں میں سربمہر کرکے ایک استوار مکان میں رکھے اور دروازہ پر چند
قفل طرح طرح کے لگائے ایک کنجی اپنے پاس رکھے اور دوسری کنجی خزانچی پاس
اور آخر ماہ میں روزنامچہ جمع خرچ کا تبکچی لے کر درگاہ پادشاہ میں بھیجے۔ جب دو
لاکھ دام جمع ہو جائیں تو اس کو معتمد آدمیوں کے ہاتھ روانہ کرے اور ہر دیہہ کے

پٹواری سے یہ اہتمام کرائے کہ جو کچھ رعیت سے لیا جائے اُس کو یادداشت میں کہ رعیت کو دی جاتی ہے بہ تفصیل لکھا ہو جو کچھ باقی رہی ہو اسم باسم طومار درست کرکے اس کو اعیان کے نشان (دستخط) کے لئے بھیجے اور بہ آسانی دوسری فصل میں لے۔ سیورغال کے فرامین جو پہنچے ان کی نقل دفترخانہ میں بھیجکر مقابلہ کرے ناموں کو تشخص کرے۔ مردہ و غائب و نوکر کے حصہ کی بازیافت کرکے حفاظت کرے کہ زمین خود کاشتہ رعیت کاشتہ نہ ہونے پائے۔ زمین بازیافت زراعت سے خالی نہ رہے۔ غائب و مردہ لاوارث مال کی شائستگی کے ساتھ پاسبانی کرے اور حقیقت حال کو عرض کرے اور دیدبانی کرے کہ کوئی چیز نہ لے زمانہ سابق میں ملک داری کی مصلحت کے لئے وہ جو بخشا گیا ہے اس میں خلل نہ پڑنے دے سفر و شادی و ماتم کو کسی چیز کے لینے کا سرمایہ نہ ہونے دے۔ سلامی سے برکنار رہے جس وقت مقدم یا پٹواری زر لائے یا چبوترہ پر سلام کرتا ہوا ایک دام لائے تو اس کو ہاتھ نہ لگائے اور ایسی ہی پل کٹی سے باز رہے۔

جب کھیتی کٹنے کو ہوتی ہے تو ہر موضع سے کچھ چیز لیجاتی ہے اس کو پل کٹی کہتے ہیں اور ایسے ہی پیشہ وری و بازار نشینی و چوکیداری و راہداری و حاصل باغات منڈوی قرق و ماہی گیری وغیرہ بکری دستور روغن زرد و روغن کنجد و کمبلی و چرم و پشم اور چیز جو پہلے حریص ناخداترسوں کی آمدنیاں تھیں انکے پاس نہ جائے اس سرزمین کے جو شائستہ بہوں ان میں سے ہر ایک کو نوبت بہ نوبت مقرر کرے کہ وہ درگاہ پادشاہی میں جاکر تعمیر و قطمیر (چھوٹی چھوٹی باتوں سے) آگہی بخشے۔ ہر مہینے احوال رعایا و جاگیردار و ہمسایوں کا اور سرکشوں کے تابع ہونے کا درخ اشیاء وجہ کرایہ و درویشوں وغیرہ پیشوں کا اور سوانح کا عرض کرے اگر کوتوال نہ ہو تو آئین رواج کو اپنے ذمہ لے۔

بتکچی چاہیے کہ راستی منش درست قلم حساب دان جدگزین عمل گذار ضرور ہو مواضع کا موازنہ دہ سالہ نقدی و جنسی قانون گو سے لے اور اس سرزمین کی راہ ورسم سے آگہی حاصل کرکے عامل کے دل نشین کرے یاوری و تیمارداری میں ہمت لگائے جو کچھ بزرگروں سے قرار پائے اسے لکھے۔ ہر دیہ کی حدود بندی جدا جدا لکھے

بعد ازاں آباد و خراب زمین کا اندازہ کرے۔ منصف و ضابط و جریب کش و تھانہ دار کا نام لکھے کسان کا اور اس کے باپ دادا کا نام اور اس کے نیچے زراعت کی جنس لکھے۔ دیہہ و پرگنہ و فصل بھی لکھے۔ نابود کو جدا کر کے بود کی قیمت لگائے۔ اہل ہند کے دستور کے مطابق اسم و جنس و نابود کو تاریخ کاشت سے نیچے لکھے جب موضع کا بندوبست انجام کو پہنچے تو ہر کسان کی جمع درست کرے اور ہر موضع کا محصول قرار دے اور اس دستاویز کی عامل وصول کرے۔ نسخۂ ضبط کو کہ ہندی میں خسرہ کہتے ہیں روانہ درگاہ کرے۔ توجیہ کے وقت اگر نسخۂ پیشین نہ ہو تو کسان کے کشت وکار کو نام بنام پٹواری سے لکھوائے اور اپنا کام نکالے۔

نسخۂ توجیہ اور باقی و واصل کو وقت پر بھیجے اور روزنامچہ میں تحصیلدار کا نام ہر موضع کی نام کے نیچے لکھے اور کسان جو مال لاوے اسکا نام لکھے اور خزانچی کو سپرد کرے اور اس سے تحریر کرائے۔ نقل توجیہ پٹواری و مقدم جسکی دستاویز پر تحصیل کی ہے اور سرخط یعنی یادداشت کہ رعایا کو حوالہ کی ہے پٹواری سے لے اور اسکو خوب غور سے دیکھے اگر اس میں کوئی ناراستی ہو تو جرمانہ لے اور ہر روز عامل سے ہر دیہہ کی واصل و باقی کو کہے اور اس کو انجام کار میں زیادہ تیز کرتا رہے۔ جس وقت رعیت حساب پر رجوع کرے تو بے انتظار اس کو سرانجام دے ہر فصل کے آخر میں ہر موضع کی واصل و باقی کا مقابلہ پٹواری کی تحریر سے کرے۔ جمع خرچ کا روزنامچہ روز بروز نام بنام صیغہ بصیغہ لکھے اس پر خزانچی کے دستخط اور عامل کی مہر کرائے جب مہینہ آخر ہو تو اس کو سربمہر خریطہ میں عمل گذار پاس روانہ کرے۔ مہر روپیہ اور اجناس کے نرخنامہ کو روز بروز اعیان کی مہر کے لئے بھیجے و خزانچی کو ہر فصل کے آخر میں جمع خرچ لکھا کر اس سے دستخط کرائے۔ ہر سال کے آخر میں مجمل جمع بندی عمل گذار کی مہر لگا کے روانہ کرے جو موضع تاخت و تاراج کیا جائے اسکے مال و مویشی کو لکھکر روزنامچہ میں داخل کرے اور حقیقت و حال کی عرضداشت کرے اور سال کے آخر میں جب

تحصیل کا وقت آخر ہو تو موضع کی باقی کو لکھ کر عامل کے سپرد کرے اور اس کی نقل درگاہ میں بھجوائے۔ اگر معزول ہو تو اپنے کاغذات کو وجوہ باقی وتقاوی اور سوائے انکے عامل حال کو سپرد کرکے خاطر نشان کرے اور انکی فہرست لیکر درگاہ میں خود حاضر ہو۔

خزانچی کو اس زمانہ میں فوطہ دار کہتے ہیں۔ خزینہ خانہ کو حاکم کے پاس بٹھائے اور ایسی سرزمین رکھنے کے واسطے پسند کرے کہ اسکو کوئی گزند نہ پہنچے۔ مہر اور روپیہ وزر سیاہ وغیرہ ہر قسم کا کہ کسان لائے اس سے لے اور زر مخصوص نہ طلب کرے اور سکہ شاہی جو وزن میں برابر ہو اپر صرف نہ کاٹے اور وزن مسکوک میں جو تفاوت ہو اس پر صرف کاٹے اور قدیمی مسکوک کو مسکوک سمجھے شقدار وکارکن کو مطلع کرکے زر کو کسی اچھی جگہ میں رکھے اور جب ان ختم ہونے کو ہو تو اس کا شمار کرے اور سر خط پر عمل گذار کے مہر کرائے روزنامچہ کو نسخہ کارکن سے مقابلہ کرے اور اپنے خط سے اس پر دستخط کرے خزانہ کے دروازہ پر جب عامل اپنی مہر لگائے تو یہ بھی اپنا ایک قفل لگاوے عامل اور کارکن کو اطلاع دیکر خزانہ کھولے۔ کشاورز سے زر عامل و کارکن کو شناسا کرکے لے قبض دے۔ بیاضیچہ حساب پر جسکو عرف میں ہندوستانی بہی کہتے ہیں پٹواری کے خط سے لکھائے جس کے سبب سے کوئی خلاف نہ واقع ہو۔ کسی طرح کا خرچ دیوان کی پسند کی دستاویز بغیر خرچ نہ کرے۔ سود کی دوکان نہ کھولے۔ اگر کوئی خرچ ضروری آن پڑے کہ اسمیں دیر نہ لگ سکتی ہو تو کارکن وشقدار کے نوشتہ پر عمل کرے اور حقیقت حال کو موقف عرض میں پہنچائے۔

انسان کی قوت کارکردگی اور فیض پذیری کی بازگشت خورش پر ہے اور خوراک ہی کی نیکی کے اندازہ کے موافق۔ دل کی تنومندی ہوتی ہے ورنہ تن موٹا ہوتا ہے اور جان دبلی ہوتی ہے اس لئے برگزیدہ تدبیریں اور شائستہ کردار ہوتے ہیں۔ ہشیار سعادت مند اول لقمہ کی سرانجام کرنے میں غور کرتے ہیں اور ہر کھانے پر ہاتھ نہیں دوڑاتے ہیں۔ سادہ لوح خداترسوں کا کار دشوار ہوتا ہے اور روزی تنگ ہوتی ہے ان کو وہ فروغ بینش نہیں ہوتی ہے کہ مغز کار کو پہنچ کر آسانی سے جئیں وہ تار رضامندی ایزدی کے خوف سے

بھوک کی تکلیف سے جانکاہی میں پڑتے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک کے پاس چند گائیں جو حلال سے تھیں۔ انکے دودھ سے وہ اپنی روزی چلاتا۔ نیرنگی روزگار سے وہ لٹ گئیں چند روز وہ بھوکا رہا ایک بیدار بخت بخت سنگاپور کے ان حضرت پاس ان گایوں کو لایا تو اس نے ان کو نہ قبول کیا اور یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ان خاموش جانوروں کو چند روز تک خوراک کیونکر حاصل ہوئی۔ تھوڑے عرصہ میں کشادہ پیشانی کے ساتھ اس دنیا سے وہ رخصت ہوا ایسے دشوار اندیش مردوں کی داستانیں بہت ہیں۔ کچھ اہل تعلق ایسے لالچی وحریص ہوتے ہیں کہ وہ اوروں کے مال مارنے میں دریغ نہیں کرتے اور دین و دنیا کو کھوتے ہیں اور دل کا کام نکالتے ہیں۔ یہ پیدایش آشفتہ رائے اپنی رفع احتیاج کے لئے اوروں کے مال کی گرفت وگیر کو سرمایہ بنا کر ابدی رنج جمع کرتے ہیں۔ بھولے بھالے سعادت مندوں نے یہ دیکھا کہ کوئی ایسی خراب زمین کہ وہ کسی کی نہ ہو ناپدید ہے اور اگر پیدا بھی ہو جائے تو آلات کاشت بہم پہونچانا دشوار۔ اگر وہ بھی میسر ہو جائیں تو قوت (خوراک) کا بھی پہنچنا ناپیدا ہے کہ جس کی قوت سے کاشت کا کام کیا جائے اس کو نہیں پا سکتے اور اگر کہیں اس کا پتا لگے اور کوئی اس کا مالک نہ ہو تو اس میں کامیاب ہونا دشوار۔ وہ سپاہ گری سے بھی کنارہ کشی کرتے ہیں کہ اس میں بزرگ جان کو خسیس مال کی عوض دینا پڑتا ہے تجارت سے بھی دست کش ہوتے ہیں اس سبب سے کہ اس میں زیادہ تر اسباب کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنا ہوتا ہے اور اس کے عیب چھپانے پڑتے ہیں اور جو خوبی اس میں نہیں ہوتی وہ بیان کرنی پڑتی ہے اور جن چیزوں کو خریدتے ہیں ان کی ظاہری نیکیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں اور جو عیب ان میں نہیں ہوتے وہ بیان کئے جاتے ہیں اور اپنے فائدے کو اوروں کے نقصان سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کو پسند نہیں کہ اپنے مخالف مذہبوں کا مال مار کر آسایش سے بیٹھیں وہ کہتے ہیں جنے اسکو روا رکھا ہے اگر وہ دوربین آگاہ دل ہے تو یہ بیم افزائی کی داستان ہے۔ دوسرے کا

مال حلال کرنا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مخالف مذہبی کے سبب سے دوسرے کا مال لینا بغیر اسکی اجازت کے شایستہ ہو یہ ایسا دیوافسانہ ہے جو لالچیوں کو خواب میں لاتا ہے اور نیک آدمیوں کے کان میں نہیں جاتا۔ اب چراغ ہدایت سب کے لئے روشن کیا جاتا ہی تاکہ راہ کو چاہ سے پہچان کر زبان اندوزی کے گڑھے میں نہ گریں اور اپنے گرامی انفاس کو نابالست کی طرف نہ متوجہ کریں۔

اس سبب سے کہ مردم زاد کی بنیاد میں اختلافات بہت سے ہیں اور اسکی اندرونی اور بیرونی شورش روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے گراں پائے خواہش دواسپہ جاتا ہی اور سبک سیر خشم عنان گسل ہی۔ اس نامردی کے دیوسار میں دوستی کمیاب اور انصاف بس ناپدید ہی اس آشوب گاہ میں چارہ سوا قہری وحدت کے اور کوئی نہیں اور یہ انتظام کی جان دار دسوائے دار و گیر فرمانروایوں کی شکوہ کے نہیں پیدا ہوتی جبکہ خانہ و محلہ دیدہ ور پیشوا کی امید و بیم بغیر منتظم نہیں ہوتا تو پھر زنبور خانہ دنیا کی شورش پادشاہ کے بغیر سطوت کے کیسے بیٹھ سکتی ہے اور اہل جہاں کی مال و جان و ناموس و دین کی کس طرح حفاظت ہو سکتی ہی۔ اگرچہ بعض تجرد گزینوں نے اپنی خرق عادت کی دستاویز پر اس کا قصد کیا مگر سلاطین والا کی یاوری بغیر حسن انتظام نہیں پایا اور سوائے اس کے اس آتشیں دشت میں طلسم کار و نیرنجی و شعبدہ بازبھی راہ پاسکتا ہے اور اس دریائے بے تمیزی سے شورش کے طوفان اُٹھے اور اٹھتے ہیں اور بہت سے اہل زباں سادہ لوحی اور کم و بیشی سے اس موج خیز ناشناسائی میں ڈوب گئے اور ڈوبتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی فروغ خرد سے پذیرائی سے عنان کھینچکر سفر دراز کا توشہ سرانجام دیا وہ اس اس چارسوے پر آشوب میں چھوٹے بڑوں کی طنز نگاہ دیوانگی و بیدینی کا ذی کے ہوئے ہی اس بزم ناشناسائی میں اگر خرد پژوہ کارواں کا گذارہ ہو تو ناگزیر دیوانوں کا آئین اختیار کرے کہ فرومایوں کے طعن سے بچے ظاہر ہے کہ ہر آباد ملک میں صاحب مال بہت ہوتے ہیں اور باپ دادا کے وقت سے زمینوں کی زراعت

کرتے چلے آتے ہیں لیکن بدسگالی وتباہ اندیشی سے غبار آمود شک ہوتے ہیں۔ اور
اپنا دست ہمت اس پر دراز نہیں کرتے اگر کشاورز کو گیہان پیرائے اور زندوں
کی جان داری کا اندیشہ ہو اور تاجر پناہ پیچی سے باز رہیں اور اپنے زمانہ کی
فرمان وہ کی یاری کا اور فیض ایزدی کا خیال دل میں لائیں تو البتہ ان کا مال
خردگزیں ہوتا ہے۔ پس مال کا نہ شائستہ ہونا آدمی کے منشاء پر موقوف ہی اور پادشاہ
منصف نکسار کی طرح ناپاک کو پاک کرتا ہے اور بد کو نیک بناتا ہے مگر وہ بے اخلاص گرائے
یاوروں کے اور اسباب شوکت وفزونی خزانہ کے کوئی کام نہیں کرسکتا اور جہان
پرستاری اور فرمان پذیری کا انتظام نہیں ہوسکتا پس جو شخص تنومند ہو وہ سپاہ
گری کا پیشہ کرے اور یاوری کا خیال رکھے اور اہل جہاں کی پراگندگیوں کے دور
کرنے میں اپنی جان لڑاوے جیسے ستور کے لئے علف کثرت سے ہے ایسے ہی کشاورز
کی روزی بہت ہے۔ اگر اس میں وہ نہیں مشغول ہوسکتا تو کسی اور طرح سے یاوروں کی
گروہ میں آئے۔ پس روزی کی روائی دو چیزوں پر موقوف ہے۔ فرمان دہوں کی
دادگری پر اور سعادتمندوں اور فرمان پذیروں کی اندیشہ آبادی پر طبیعت پرست
فرومایہ فرمان معقول کو نہیں سمجھتے۔ ہمیشہ محسوس سے آگے نہیں بڑھتے۔ اس شورہ زمین
میں آب شمشیر کام میں آتا ہے زلال دلیل نہیں۔ اسکی شکوہ سے نخوت فروش گجگرا
چھپ جاتے ہیں اور انصاف پروہ نیکوں کو رونق ہوتی ہی۔

پس چہار گوہر بے بہا جان ومال وناموس ودین کی پاسبانی کی دست مزد کوئی
قرار دی جائے وہ سزاوار وشائستہ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ خدا کی رضامندی
بھی ہو جب صاحب خانہ اپنے خانہ کے نگہبانوں کی اجرت دیتا ہے تو عالم کے
نگہباں یعنی پادشاہ پاسبانوں کو اجرت دیتے ہیں اگر فقط ناموس کی پاسبانی
میں تمام مال خرچ ہوجائے تو اس کا شکرانہ قرض میں دینا چاہئے چہ جائے کہ جو چاروں

بزرگ گوہر جان و مال و ناموس و دین کی پاسبانی کرے۔ اس کو جو کچھ دیا جائے وہ تھوڑا ہی لیکن داد گر فرمانروا اتنا ہی رعیت سے لیتے ہیں کہ اس کا کام چل جائے اور لالچ نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے کہ زمان و مکاں کے انقلابات ہوتے رہتے ہیں جس کا بیان آگے آتا ہی۔ اس دلاویز گفتار سے ظاہر ہوا کہ ہشیار فرمان دہ اپنی ژرف نگہی و دولت افزائی سے جو کچھ رعیت سے لیتے ہیں اور فرمان پذیر خدمت گذاروں کو دیتے ہیں وہ کمال درجہ کی شائستگی رکھتے ہیں۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سپاہی کی روزی زیادہ فراوان اور گزیدہ تر ہوتی ہی بعد ازاں کشاورزی کی اور پیرا و پیشہ وروں کی یونانی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ پیشہ وری تین طرح کی ہوتی ہے۔ شریف۔ خسیس۔ میانہ۔ اول تو نفس سے متعلق ہے جو تین حال سے خالی نہیں ہوتی ایک گوہر خرد سے متعلق ہے جیسے دوربینی و حسن تدبیر دوم دانش پذیری سے جیسے کتابت و بلاغت سوم نیروے دل سے متعلق جیسے سپاہ گری خسیس بھی تین طرح کے اول عام آدمیوں کی مصلحت کے منافی جیسے احتکار۔ دوم فضائل میں سے کسی فضیلت کے خلاف جیسے مسخرگی سوم جس سے طبیعت کو نفرت ہو جیسے کہ حجامی۔ دباغی۔ کناسی۔ میانہ بھی تین طرح کی ہوتی ہے۔ مکاسب و حرفے بعض ناگزیر جیسے کدیوری۔ بعض ایسے کہ بغیر ان کے گذارا ہو جیسے کہ رنگ ریزی بعض بسیط جیسے درودگری و آہنگری بعض مرکب جیسے ترازوگری و کاردگری۔ اس گذارش میں بھی سپاہ گری کی بلند پائگی پیدا ہے۔ روزی کا سب سے زیادہ بہتر دستمایہ وہ پیشہ ہوتا ہے کہ جو عدالت و پارسائی و مردمی سے نزدیک ہو اور بدکاری و بدنفسی سے دور۔ نیک آدمی پیشہ میں تین چیزوں کو ناگزیر جانتے ہیں ستمگاری سے دوری۔ عار سے پرہیز اور دناءت سے یکسو ہونا۔ جس پیشہ میں عار ہوتی ہے وہ ایسا ہے جیسے مسخرگی اور خوار پیشے اور پیشے جیسیں دناءت ہوتی ہے وہ خسیس صناعت ہیں۔

جب آدمی کو گزیدہ روزی فراہم ہوا اہل تعلق کے لئے ناگزیر یہ ہے کہ کچھ مال کو اندوختہ

کرے۔ بشرطیکہ اہل منزل کی زندگانی میں تنگی نہ ہو اور کوئی حاجتمند مانگے تو اس
کو ناکام نہ رکھے۔ لالچی و خسیس ہونے کا طعن نہ ہو۔ مال جب جمع ہوتا ہے کہ خرچ کو دخل سے کمتر
رکھے کچھ روپیہ ایسے کاموں میں لگائے۔ کہ سود حاصل ہو اور کچھ ایسے کاموں میں کہ وہ مثمر ہوں قدرے
نقد رکھے۔ کچھ اجناس و امتعہ خریدے کچھ اوروں کے سودے میں ملائے۔ بعض کا ضیاع و عقار بنائے
ایک حصہ نیک آدمیوں کو قرض کے نام سے دے۔ خرچ کو آگہی حق پژدہی و آزرم دولت کے ساتھ قرار
دے۔ داد و ستد کشادہ پیشانی کے ساتھ کرے۔ دل میں پشیمانی کو راہ نہ دے۔ پیش نہاد ہمت رضامندی
الہٰی ہو۔ نہ توقع شکر و ذکر و انتظار جزائے ہو۔ بیشتر درویشوں کو پوشیدہ نذر دے اور دو طرح کا بھی دینا
ہوتا ہے اگر وہ اچھے طور پر ہو تو شائستگی حاصل ہوتی ہے۔ اول برسم سخاوت و ایثار دین جیسے کہ اہم غمال
اور اسکے سوا۔ یہ چاہیے کہ جلد و پوشیدہ ہو۔ اور اسکی افزونی اور بزرگی پر خیال نہ ہو اور شستہ حال و
و بیجان نہ ہو۔ دوم از رئے ضرورت ہو یہ طلب ملائم و دفع مضرت جیسا کہ ستمگاروں و بیغموں کو دیتے
ہیں کہ نفس و مال و عرض انکے گزند سے رہائی پائے۔ یہاں میانہ روی برتنی چاہیے اور ملائم کی
پژوہش میں یہ بہتر ہے کہ افزونی کے نزدیک تر ہو۔ اہل جہاں کی معاش تین
طرح کے حال سے باہر نہیں ہوتی بعض تو ایسے غافل سوتے ہیں کہ بائست معنوی انکی خاطر میں
نہیں آتا۔ کار ردگی کی تو کیا نوبت آئے۔ بعض اپنی روشن ستارگی سے اپنی حقیقی مراد میں شیفتہ
ہوتے ہیں کہ انکے دل میں روزی کی یاد نہیں آتی۔ بعض ہوشیار سعادتمند ایسے ہوتے ہیں کہ
وہ شناسائی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ظاہر کو باطن کی آبادی کا سرمایہ بناتے ہیں۔ آدمی
جب تک دنیا کے ساتھ دلبستگی رکھے تو سوم درجہ سے سعادت حاصل کرے اور اگر دشت
وارستگی میں قدم رکھے تو دوم کے ساتھ آرام پائے۔

جہانبانی کی مزد کا ذکر اوپر ہوا۔ نیک فرہنگ آرا اور تنگ نشینوں کی دادگری
پر اور اس کے سعادتمند دستیاروں کی نیک پسیچی کے ہاتھ میں روزی کی رونق ہے
اس سبب سے کہ ہر ملک میں سامان شکوہ و فرمانروائی اور طرح کا ہوتا ہے اور زمینوں میں تفاوت ہوتا ہے

کو بعض میں اکثر کوشش سے بہت کچھ پیدا ہوتا ہے اور بعض اسکے بالعکس ہوتی ہیں۔ اور پانی اور آبادی کی نزدیکی و دوری سے بھی ان میں اختلاف پیدا ہوتا ہے ہر ملک کا پادشاہ اس کا اندازہ کرتا ہے اور اسکا پاس رکھتا ہے۔ ہندوستان کی فراخنائے میں ہر زمانے میں بہت سے کار آگاہ پادشاہ ہوتے تھے اسلئے وہ چھٹا حصہ لیتے تھے۔ روستان و توران و ایران میں پانچواں و چھٹواں ایک دسواں پہلے زمانہ میں ہر آدمی پیچھے کچھ لیتے تھے اور اسکو خراج کہتے تھے۔ قباد نے اسکو مکروہ جانا اور یہ ارادہ کیا کہ زمین کشتمند کو ناپ کر اس سے بازخواست کرنی چاہئے مگر اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہوا کہ اسکا زمانہ آخر ہو گیا نوشیرواں نے جریب قبضہ در دہ قبضہ بنایا کہ وہ شصت در شصت گز کسری گز سے تھی۔

یا بخ فرماندہی (بادشاہ کا حق) اس نے سوم حصہ مقرر کیا اور ایک قفیز کی ایک چوتھائی سے درہم لیتا تھا۔ قفیز ایک پیمانہ ہے اس کو صاع بھی کہتے ہیں اس کا وزن آٹھ رطل ہے اسکے بعض اور وزن بھی بتاتے ہیں۔ درہم کا وزن ایک مثقال کی برابر تھا جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو دانشوروں کی گذارش سے اُنھوں نے نوشیرواں کا طریقہ اختیار کیا پھر زمانہ کے انقلابوں سے اور روشیں مقرر ہوئیں جن کا بیان تاریخ میں موجود ہے۔

احمدی کیش میں اراضی گرفتہ کی تین قسمیں کرتے ہیں۔ عشری۔ خراجی۔ صلحی اور پھر اول دو کی پانچ قسمیں اور پچھلی کی (یعنی صلحی) کی دو قسمیں کرتے ہیں اول زمین تہامہ جس میں مکہ و طائف و یمن و عمان و بحرین و ربہ تھی۔ دوم وہ زمین کہ جس کا مالک دل کی خوشی سے مسلمان ہوا ہو سوم وہ زمین جو بزور لی گئی ہو اور حصہ کی گئی ہو چہارم جس وقت کسی شخص نے اسلام قبول کرلیا ہو وہ زمین میں اپنا گھر بنائے یا تاک لگائے یا باغ بنائے یا آب باران سے شاداب کرے پنجم زمین خرابہ کہ مرزبان کی منظوری سے آباد ہو۔ خراجی کی تقسیم اول زمین فارس و کرمان دوم ذمی اپنے گھر کو باغ بنائے سوم مسلم جو خراب زمین کو آباد کرے اور چشمہ سے پانی دے۔ جسکی بنا بیت المال سے ہوئی ہو چہارم وہ کشور کہ صلح سے لی گئی ہو پنجم ایسی زمین کہ آب خراج سے بوئی گئی ہو۔ صلحی اول زمین بنی نجران و بنی تغلب اس کی شرح

پہلی کتابوں میں لکھی ہے۔

بعض کتابوں میں زمین چار طرح کی لکھی ہے اول یہ کہ مسلمان نے آباد کی ہو اور
عشری کہتے ہیں دوم زمین کے مالک مسلمان ہو گئے ہوں وہ بعض کے نزدیک عش
بعض اماموں کے نزدیک عشری تا خراجی ہوتی ہے سوم یہ کہ بزور لی ہو اُسکو ایک گ
عشری کہتا ہے ایک طائفہ خراجی۔ اس کو امام کی رائے پر چھوڑتے ہیں چہارم زمین
پر دین کے بیگانوں نے صلح کی ہو اسکو خراجی کہتے ہیں۔

خراجی زمین کا خراج دو طرح کا ہوتا ہے مقاسمہ پانچویں حصہ سے لیکر چھٹے حصہ تک
وظیفہ یہ ہے کہ توانائی اور سودمندی کے موافق قرار پایا ہو ایک طائفہ اصل مال ارتفاعی کو خ
کہتے ہیں۔ جب اس گروہ کا حصہ ان کے خرچ سے زیادہ ہوتا ہے تو چند شرائط کے
اس سے زکاۃ لیتے ہیں اور اس کا نام عشری رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں
اختلاف ہے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں اپنے مذہب کے بیگانوں سے اعلیٰ ۴۸ د
واوسط ۲۴ درہم اور ادنیٰ بارہ درہم لیا تھا اسکو جزیہ کہتے تھے۔

ہر ملک میں سوا کشت وکار کے آدمیوں کے مال میں سے کچھ اور بھی لیتے ہیں اسکو تمغا کہ
اراضی مزروعی پر از راہ ریع جو قرار پاتا ہے اسکو مال کہتے ہیں اور انواع گزیدہ محترفہ سے ج
ہوتا ہے اسکو جہات کہتے ہیں۔ اور باقی کو سائر جہات اور جو مال پر متفرع ہوتا ہے اسکو وجو
کہتے ہیں اگر وہ دیوان میں جاتا ہو ورنہ انکا نام فروعات ہوتا ہے۔

ہر سرزمین میں ایسی خواہشوں سے آشوب پھیلتا تھا اور لوگوں کو آزار پہنچتا تھا اس
پادشاہ نے جو بے حساب باز خواستیں تھیں ان سب کو موقوف کر دیا اس نے آدم
کی اس طرح کی ستمگاری کی خو کو پسند نہیں کیا۔ اول گز۔ طناب بیگ
عیار مقرر کیا۔ اور پھر زمینوں کی اقسام کیں اور وجہ پاسبانی کا اندا
گز مقدار کا پیمائش کرنے والا اور حال کا گذارش کرنے والا ہے چھوٹے بڑوں کو ا

(۱۰) آئین گز

کام پڑتا ہے نیک بد اسکے آرزومند ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے وسیع ملک میں وہ تین طرح کا مروج تھا اول دراز دوم میانہ سوم کوتاہ اور ہر ایک گز کے چوبیس حصے کئے تھے۔ ہر حصہ کو طسوج کہتے تھے۔ دراز گز کا ایک طسوج آٹھ معتدل جوؤں کی برابر تھا جن کی چوڑان کو ملاکر برابر رکھیں اور میانہ کا طسوج برابر سات جو کے اور کوتاہ کا طسوج برابر ۶ جو کے بڑے گز سے کشت زار و کروہ و شہر و قلعہ و حوض و گلین دیواروں کی پیمائش ہوتی۔ میانہ سے سنگین و چوبین عمارت و نے بست خانے و پرستش جا و کنوئیں و باغ پیمائش ہوتے اور چھوٹے سے پارچہ و سلاح و پلنگ و سنگاسن و چوڈول و ڈولی و صندلی و عرابہ اور اور ان کی مانند چیزیں۔ اگرچہ اور دیار میں گز کو ۲۴ طسوج کا بتاتے ہیں مگر ہر طسوج کو دو حبہ کی برابر گنتے ہیں۔ اور ہر حبہ دو جو کی برابر اور ہر جو چھ خردل کی برابر اور ہر خردل بارہ فلس کی برابر اور ہر فلس ۶ فتیلہ ہر فتیلہ ۶ نقیر اور ہر نقیر آٹھ قطمیر کی اور ہر قطمیر بارہ ذرہ کی اور ہر ذرہ آٹھ ہبا اور ہر ہبا دہ دہمہ کی برابر اعتبار کرتے ہیں۔

چار طسوج کو ایک دانگ کہتے ہیں چھ دانگ کو ایک گز اور بعض گز کو ۲۴ انگشت (انگل) قرار دیتے ہیں اور ہر انگل برابر چھ جو معتدل کے جنکی چوڑان ملاکر برابر رکھی جائے اور ہر جو برابر ٹٹو کی ایال کے چھ بال کے۔ پرانی کتابوں میں گز دو شبر و دگیرہ (پور) انگشت ابہام کی برابر گنتے ہیں اس کی پیمائش سولہ گرہ سے کرتے ہیں اور ہر گرہ کے چار حصے اور ہر حصہ کا نام چار پیر اور ہر گز کے ۶۴ پیر ہوتے ہیں۔

سلطان سکندر لودی نے ایک گز بنایا جس کا اندازہ ۴۱½ اسکندری بنا اور اسکندری ایک تانبے کا نقد گول نقرہ آمیز تھا۔ جنت آشیانی نے اس پر ایک نیم اور زیادہ کرکے ۴۲ قرار دیا اس کی مقدار ۳۲ انگشت کی تھی۔ پہلے حکیموں نے بھی ایسا ہی گز بنایا تھا۔ شیر شاہ و سلیم شاہ کے زمانہ میں کہ ہندوستان میں غلہ بخشی و مقطعی ضبط میں آئی تو اس گز سے پیمائش ہوئی سنہ ۳۱ الٰہی تک اگرچہ کرپاس میں گز اکبرشاہی جو ۴۶ انگل تھا کام میں آتا تھا۔ مگر زراعت و عمارت میں اسکندری گز کام میں آتا تھا۔ پادشاہ نے یہ سوچ کر کہ طرح طرح کے

گزوں سے خلقت کے دلوں کو پریشانی ہوتی ہے اور بدکاروں کو دہوکہ دینے کا موقع ملتا ہے۔ سب گزوں کو دور کیا اور ایک معتدل گز کو رواج دیا جو ۴۱ انگشت کا تہا۔ اور یاد الٰہی کے لئے اسکا نام الٰہی گز رکھا اور اب سب کاموں میں وہی دستآویز ہے۔

پادشاہ نے پرانی جریب شصت درشصت کی رکھی مگر گز اسکے الٰہی کر دئے اس ملک میں طناب پیمایش رسن سے جسکو سن کہتے ہیں بٹتے ہیں وہ خشکی و نرمی میں دراز و کوتاہ ہوتی ہے اسکو اُس میں رکھ دیتے یا بہانے بناکے پانی میں بھگو دیتے۔ بسا اوقات صبح کو جب کام شروع ہوتا تو وہ تری سے سکڑ جاتی اور آخر روز میں خشک ہو کر دراز ہو جاتی۔ اول صورت میں دستمزد جہاں بانی میں کمی ہوتی ۱۹ سنہ الٰہی میں ایک جریب بانس کی بنائی گئی اور اس کو آہنی حلقوں سے پیوستہ کیا کہ کم و افزوں نہ ہو خلقت کو اس سے آسودگی حاصل ہوئی اور خیانت گروں کے ہاتھ کوتاہ ہوئے۔

بیگہ جریب کو کہتے ہیں۔ جو قطعہ زمین ساٹھ گز سے ساٹھ گز ہوتا ہے وہ بیگہ کہلاتا ہے۔ اگر طول یا عرض میں کمی ہو اور دوسرے میں افزونی تو وہ حساب میں کمسر ہوتی ہے۔ کل بیگہ میں زمین ۳۶۰۰ گز ہوتی ہے۔ ہر بیگہ کے بیس حصے کرتے ہیں اسکو بسوہ کہتے ہیں اور اسکے پھر بیس حصے کرتے ہیں اسکو بسوانسہ کہتے ہیں اور پیمایش میں اسکے بعد پھر حصے نہیں شمار کرتے اگر زمین ۹ بسوانسہ ہو تو اُس سے مال نہیں طلب ہوتا اگر دس ہو تو ایک بسوہ شمار کرتے ہیں بعض بسوانسہ کے بھی بیس حصے کرتے ہیں اس کو تسوانسہ کہتے ہیں اور ہر تسوانسہ کے بھی بیس حصے کرتے ہیں اسکو پنوانسہ کہتے ہیں۔ اور پھر اسکے بیس حصے کرتے ہیں اسکو انوانسہ کہتے ہیں۔

ایک بیگہ طناب سن کا طناب بانس کے بیگہ سے دو بسوہ بارہ بسوانسہ کم ہوتا ہے اور ہر سو بیگہ میں تیرہ بیگہ کا تفاوت ہوتا ہے۔ اگرچہ طناب سن بھی شصت گزی ہوتی ہے لیکن تاب زدگی میں ۵۶ گز ہو جاتی ہے اور الٰہی گز سکندر گز سے ایک بسوہ - ۱۶ بسوانسہ و ۱۳ تسوانسہ ۸ پنوانسہ و چار انوانسہ زیادہ ہوتا ہے اس سے بیگہ میں ۱۸ بسوہ ۲۰ بسوانسہ و ۱۳ تسوانسہ ۸ پنوانسہ چار انوانسہ کا نقصان ہوتا ہے۔ اور سو بیگہ میں

ان دونو طرح کی گزوں کی پیمایش سے ۲۲ بیگہ ۳ بسوہ ۰۰ بسوانسہ کا فرق ہوتا ہے۔

پادشاہ نے جب گزو طناب بیگہ مقرر کر دیا تو زمینوں کی یہ اقسام مقرر کی۔

اول پولج۔ وہ زمین جسمیں سال بسال او فصل بفصل زراعت ہو اور اسکا زور کم نہ ہو۔

دوم پرولی۔ کچھ دنوں بوئیں کچھ دنوں نہ بوئیں جسکے سبب اسمیں پھر زور آجائے۔

سوم بنجر۔ جسمیں پانچ سال سے زیادہ گذر گئے ہوں کہ زراعت نہ ہوئی ہو۔

اول دو قسم کی زمینوں کی پیداوار کے لحاظ سے تین قسمیں ہوئیں۔ گزیدہ۔ میانہ۔ زبون ان تینوں قسموں کی پیداوار کو جمع کر کے تین پر تقسیم کریں تو اس اوسط کا نام محصول رکھا گیا اور اس کی تہائی دست مزد جہانبانی قرار پایا۔ ربع جو شیر خاں نے لیا تھا اور آج کل تمام صوبوں میں اس سے کمتر نشان نہیں دیتے اسکو اکبر شاہ نے منظور کیا رسپاہ و رعیت کی آسودگی کے لئے قیمت میں زر خالص کی بازخواست ہوتی ہے۔

ربیع پولج

ہندی زبان میں اسکو اساڑھی کہتے ہیں۔

گندم ایک بیگہ میں اعلیٰ ۱۸ من میانہ ۱۲ من زبون میں ۸ من ۳۵ سیر کل ۳۸ من ۳۵ سیر تھائی اس کی ۱۲ من ۳۸ سیر ویک پاؤ محصول قرار پایا اور اسکی ایک تہائی ۴ من ۱۲ سیر ۳ پاؤ پاریخ جہانبانی۔

نخود۔ ۱۳ من و ۱۰ ½ من و ۷ ½ من ثمث ۱۰ من ۱۳ ⅓ سیر اس میں سے ۳ من ۱۸ سیر لیتے ہیں۔

عدس (مسور) ۱۲ من ۱۰ سیر ۸ ¾ من و ۴ من ۲۵ سیر سہ یک ۸ من ۱۸ سیر یک پاؤ۔ ۲ من ۶ سیر طلب کرتے ہیں۔

جو۔ ۱۸ من و ۱۲ ½ من و ۸ من ۱۵ سیر ۱۳ من ۱۲ ½ سیر۔

کتاں (السی)، ۶ ½ من و ۵ من ۱۰ سیر و ۳ من ۳۰ سیر۔ ۱ من ۲۹ سیر لیتے ہیں۔

تخم معصفر (کرڈ) ۸ من ۳۰ سیر ۶ من ۳۰ سیر و ۵ من ۱۰ سیر۔ ۲ من ۱۲ سیر کی خواہش ہوتی ہے

ارزن (چینہ) ۱۰½ من و ۸½ من و ۵ من ۵ سیر - و ۱ من ۲۷½ سیر دیتے ہیں۔

شرشف (سرسوں) ۱۰½ من و ۸½ من و ۵ من ۵ سیر و ۲½ من ، ½ سیر۔

مشنگ (مٹر) ۱۳ من و ۱۰½ من ۸ من ۲۵ سیر ۳½ من ۳۰ سیر دیوان میں پہنچاتے ہیں۔

شملیت - (میتھی) عربی میں حلبہ کہتے ہیں ۱۴ من و ۱۱ من و ۹½ من ۱۵ سیر ۳½ من ۱۵ سیر لیتے ہیں

شالی کور ایک زبون قسم ہے ۲۴ من و ۱۸ من و ۱۴ من ۱۰ سیر ۶ من ۱۰ سیر لیتے ہیں۔

خربوزہ و نان خورہ (اجواین) و پیاز اور سبزیوں (ترکاری) کو ربیع نہیں قرار دیا دستور العمل نقدی کا رکھا ہے جس کا بیان ہوگا۔

خریفی ربیع

اس کو ہندی میں سانوتی کہتے ہیں۔

قند سیاہ ۱۳ من ۱۰½ من و ۷½ من ۳ من ۱۸ سیر لیتے ہیں۔

پنبہ - ۱۰ من ، ½ من و ۵ سیر - ۲½ من۔

شالی مشکیں ریزہ دانہ بہت سفید خوشبودار زود پز و گوارا ۲۴ من ۱۸ من ۱۴ من ۱۰ سیر ۶ من و ۱۰ سیر قرار پایا۔

شالی سادہ - اس طرح کا نہیں ہوتا ، ۱ من - ۹½ من و ۹ من ۱۵ سیر ۴ من ۱۳ سیر لیتے ہیں۔

ماش ہندی - (مونگ) ۱۰½ من و ۷½ من و ۵ من ۱۰ سیر - ۲ من ۲۳½ سیر قرار پایا۔

ماش سیاہ (اڑد) بدستور مونگ۔

موٹھ - ماش مونگ سے بدتر و اڑد سے بہتر ۶½ من و ۵½ من و ۳¾ من ۱ من ۲۹ سیر لیتے ہیں۔

جرت (جوار) ۱۳ من و ۱۰ من و ۷½ سیر - ۳ من ۱۸ سیر لیتے ہیں۔

شامخ (ساوان) ۱۰ ½ من ۸ ½ من ۵ من ۵ سیر۔ ۲ من ۲۷ ½ سیر لیتے ہین۔

کودون (سانوان کی مانند) لیکن اس کا پوست مائل بہ تیرہ سرخی ۱۷ من و ۱۲ ½ من و ۹ من ۱۵ سیر وجہ دیوان ۴ من ۱۲ سیر۔

کنجد (تل) ۸ من و ۶ و ۴ من۔ ۲ من لیتے ہین۔

کال (کنگنی) ۶ ½ من ۵ من ۵ ¼ سیر ۳ ¾ من ۱ من ۲۹ سیر لیتے ہین۔

توریا۔ سرسون کی مانند لیکن سرخی مائل ہوتا ہی ۶ ½ من ۵ ¼ من ۳ ¾ من۔ ۱ ½ من لیتے ہین

ارزان اکثر ربیع مین ہوتا ہے۔ ۱۶ من و ۱۳ ½ من ۱۰ من ۲۵ سیر۔ ۴ من ۱۸ ½ سیر لیتے ہین۔

لہڈرہ۔ خوشہ ودانہ اس کا کنگنی کی مانند ہوتا ہے ۱ ½ من و ۷ ½ من ۵ ¼ من۔ ۲ من ۲۳ سیر

منڈوہ۔ اس کا خوشہ سانوان کی مانند ہوتا ہے اور اس کا دانہ سرسون کا سا لیکن کچھ سرخ دانے کچھ سفید دانے ہوتے ہین ۱۱ ½ من و ۹ من و ۶ ½ من۔ ۳ من لیتے ہین۔

کوریا۔ باقلے کی مانند ہوتا ہے مگر اس سے کچھ چھوٹا۔ ۱۰ ½ من و ۷ ½ من ۵ ¼ من ۲ من ۲۰ ½ سیر۔

کودری۔ سرسون کی مانند۔ مگر اس سے زبون ۶ ½ من و ۵ ¼ من و ۳ ¾ من ۱ من ۲۹ سیر لیتے ہین۔

کلت۔ مسور کی مانند کچھ سیاہ زیادہ اس کا پانی اونٹ کو فائدہ مند ہوتا ہے پتھر کو اس سے تر کرتے ہین تو اُس کا کاٹنا آسان ہوتا ہے۔ ۱۰ ½ من ۷ ½ من ۵ ¼ من ۲ من ۲۰ ½ سیر۔

برٹی۔ سانوان کی مانند۔ مگر اس سے سفید زیادہ ہوتا ہے۔ ۶ ½ من ۵ ¼ من ۳ ¾ من ۱ من ۲۹ سیر مزد پاسبانی کی بازخواست مین بعض جگہہ پاؤ سیر گھٹا دیتے ہین اور بعض جگہہ بڑھا دیتے ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

نیل و گوکنار و پان و زردچوب و سنگھاڑہ و سن و کچالو و کدو و دھنا و خیار و بادرنگ و بادنجان

وترب وزردک وکریلہ وگلورہ وٹینڈس وکچرہ کو ربیع نہین قرار دیتے اوران پر نقدی
کا دستورالعمل ہے اس آئین سے پروئی کی کھیتی پرشل پونچ کی جمع لی جاتی ہے۔

پادشاہ نے مال مین جو نوازش کی اس کا بیان اوپر ہوا جہات مین ایک دسوان حصہ معاف کردیا اور بیسوان حصہ قرار دیا۔ دو فیصدی مین ادھی پٹواری کو اور ادھی قانونگو کو دینا ٹھیرا۔ پٹواری کسانون کی طرف سے ہوتا ہے جو گائون کا خرچ و دخل لکھتا ہے اور کوئی گائون ایسا نہین ہوتا جسمین وہ نہو۔ قانون گو کشاورزون کی پناہ ہوتا ہے اور ہر پرگنہ مین ایک ہوتا ہے اس زمانہ مین قانون گو کا حصہ موقوف کردیا گیا ہے اور خدمت گزینی کی شرط مین تین طرح کی تنخواہ اسکی مقرر ہوئی ہے اول ماہوارہ پچاس روپیہ دوم ۳۰ روپیہ سوم ۲۰ روپیہ اور اسی کے موافق جاگیرین ہوتی ہین ایسا آئین تھا کہ شقدار نے گماشتے وکارکن وامین ہر روزہ ۵ دام ضابطانہ لے لیتے بشرطیکہ ربیع مین ۲۰ بیگھہ سے کم اور خریف مین ۲۵۰ بیگھہ سے کم نہ ناپتے۔ پادشاہ نے یہ بخشش کی کہ اس کی جگہہ پر ہر بیگہ پیچھے ایک دام مقرر کردیا۔

بہت سی وجوہات جو محصول ہندوستان کی برابر تھی پادشاہ نے ایزدی شکرانہ مین معاف کردیے جیسے کہ جزیہ و میر بحری وکر (یعنی گروہ گروہ آدمی جو معابدین حاضر ہوتے ان مین ہر ایک سے کچھ لیا جاتا) وگاؤشماری۔ وسر درختی۔ پیش کش۔ قروق۔ اقسام پیشور۔ داروغگاہ تحصیلداری و فوطداری۔ بسلامی۔ وجہ کرایہ۔ خریطہ حرانی حاصل بازار۔ نخاس من کنبل۔ روغن۔ ادھوڑی۔ کیالی و درانی۔ قصابی۔ دباغی۔ قمار بازی۔ قنقلہ ساوری۔ راہداری۔ پک۔ (دستار کی عوض مین کچھ لیتے) دودی (جو شخص آگ روشن کرے وہ کچھ دے) اسمخانہ (جو بچھین یا خریدین ہر ایک مین سے کچھ لیا جائے) نمکی (شورہ اس سے بنائین) وبلکٹی (یعنے کھیت کاٹنے کی اجازت جو کسان کو دین تو اس سے کچھ زر لین۔ بتی۔ شورہ چونہ گری۔ خماری۔ دلالی۔ ماہی گیری۔ حاصل

درخت آل - اس طائفہ کی اصطلاح مین جسکو سائر جہات کہتے تھے ان سب کو پادشاہ نے بخشدیا۔

آئین نمبر (۱۴)

بارش کی کثرت سے وسیلاب کی شورش سے جس زمین مین کھیتی نہ ہوتی اور اسکے بونے جوتنے مین کسانون کو مشکل پڑتی تو اسکے لئے یہ دستور مقرر ہوا کہ ان سے سال اول مین دو پانچوین حصے اور دوسرے سال مین تین پانچوین اور چوتھی سال مین چار پانچوین بدستور لئے جائین اور جگہہ کے اندازہ کے موافق نقد یا جنس طلب کیا جائے - بعد ازان سال سوم مین ۱۰ ½ حصے مانگے اور پھر ایک دام زیادہ کرے -

آئین نمبر (۱۵)

چونکہ سیلابی ہونے سے اس زمین کا حال مختلف رہتا ہے اس لئے بہ حق شاہی مقرر ہوا کہ یعنی گندم سیلابی مین سال اول مین بیگہ سے آدہ من دوم مین ایک من سوم مین دو من چہارم مین تین من اور پنجم مین بدستور - اور اسی طرح اور اناجون کے لیئے دستور مقرر تھے۔

سب طرح کی زمینون مین کشاورز کو اختیار تھا کہ نقد یا غلہ دے جس مین اسکو آسانی ہو دامن کوہ وسیلابی پرگنات سنبل و بھرائچ مین بنجر نہین ہے - سیلابون مین خاک اتنی نئی آجاتی ہے کہ پولج سے اس مین زراعت آسان ہوتی ہے اور زیادہ پیداوار ہوتا ہے - پادشاہ اس زمین کو پولج کی برابر شمار کرتا ہے - کشاورز کے اختیار مین یہ امر تھا کہ نقد یا کنکوت یا بھاؤلی جمع کرا کے مال ادا کرے -

آئین نمبر (۱۶)

ہمیشہ کاروان بڑے اور ملک کے نرخنامے لیتے اور بہت غور کر کے غلہ کی قیمت مقرر کرتے زمین پولج پر جس کا ذکر اوپر ہوا زر قرار دیتے مگر اب سال ششم الٰہی سنہ ۹۶۸ ہجری سے ۲۴ سال تک نہایت کاوش سے نرخنامے جمع کیے گئے اور ان کی جدولین بنائی گئین اور ہر سال پر ہندسہ کا نشان کیا گیا اور اوسط کے موافق نرخ قرار دے کر غلہ کی قیمت لیجاتی - اگر کسان زر نقد نہ دیتا تو غلہ لے لیا جاتا اور بازار کے بھاؤ بیچ ڈالا جاتا۔

پادشاہ کی آغاز سلطنت مین یہ دستور تھا کہ ہر سال کاروان نرخون کو دریافت کر کے پادشاہ

پاس لاتے اور ربیع جنس اور اسکی قیمت مقرر کرکے جمع مقرر کرتے جس مین بہت رنج اُٹھانا پڑتا۔ مگر جب خواجہ عبدالحمید آصف خان وزارت سے سربلند ہوا تو جمع ولایت رقمی ہوتی جو کچھ دل مین آتا۔ قلم سے جمع بڑھادی جاتی۔ اس سبب سے کہ ملک فراخ نہ تھا اور خدمت گذار نوکرون کا ہر وقت عروج ہوتا جاتا تھا تو ان کی رشوت ستانی اور غرض پرستی سے جمع کم و بیشں ہوتی رہتی تھی۔ مگر جب یہ خدمت مظفر خان اور راجہ ٹوڈرمل کو سپرد ہو گئی تو ۱۵؁ الٰہی مین قانون گویون سے ملک کی تقسیمات دریافت ہوئین۔ محصول کو قیاس و تخمینہ سے مقرر کرکے ایک تازہ جمع مقرر ہوئی۔ دس قانون گو مقرر ہوئے کہ وہ خرد قانون گویون سے کاغذات لے کر دفتر خانہ مین سپرد کرین۔ اگرچہ پہلے کی نسبت اس سے کچھ رشوت وغیرہ کا انسداد ہوا مگر ابھی حاصل کی راہ دور تھی اب ملک بہت فراخ ہوگیا تھا۔ ہر سال بہت سی ارج شناسی کی تلاش مین تکلیف ہوتی تھی اور دیر مین سامان بہم پہنچتا۔ اس سے طرح طرح کی خرابیان پیدا ہوئین کہ مزارع و دہاقین افزون خواہی سے فریاد کرتے اور اقطاع دار زر بقایا کی نالش کرتے۔ بادشاہ نے ان برائیون کے دور کرنے کے لئے علاج کیا کہ جمع دہ سالہ مقرر کی جس سے خلقت آسودہ اور سپاس گذار ہوئی ۱۵؁ الٰہی سے ۲۴؁ تک محصول دہ سالہ کو جمع کیا اور اس کا دسوان حصہ ہر سال کے لئے جمع مقرر کیا گیا ۲۰؁ سے ۲۴؁ تک تحقیق کے ساتھ جمع دریافت ہوئی اور باقی پانچ سال کی جمع راستی منشون کی گذارش پر مقرر ہوئی۔ ہر سال مین جنس کامل اعتبار کی گئی غرض بندوبست دہ سالہ ہوا ہی

احوال دوازدہ صوبہ

ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ۴۰؁ الٰہی مین پادشاہ کی قلمرو مین ۲۷۳۷ قصبے اور ایک سو پانچ سرکارین تھین۔ جب جمع دہ سالہ یعنی بندوبست دہ سالہ ہوا تو سارے ملک کی آمدنی تین ارب ۶۲ کروڑ ۹۷ لاکھ ۵۵ ہزار ۲ سو ۴۶ دام تھے اور بارہ لاکھ برگ تنبول پادشاہ نے ملک کے

بارہ حصے کئے اور ہر یک کا نام صوبہ رکھا اور اس کو کسی ملک و شہر کے نام سے موسوم کیا جنکی تفصیل یہ ہے (۱) الہ اباد (۲) آگرہ (۳) اودہ (۴) اجمیر (۵) احمد آباد (۶) بہا(۷) بنگالہ (۸) دہلی (۹) کابل (۱۰) لاہور (۱۱) ملتان (۱۲) مالوہ۔

جب برار و خاندیس و احمد نگر فتح ہو گئے تو یہ تین چھوٹے صوبہ اور زیادہ ہو کر پندرہ صوبے ہو گئے۔

نمبر	نام صوبہ	محصول زمین داموں مین	محصول زمین حال کے روپے مین
۱	الہ آباد	۲۱۲۴۲۷۱۱۹	۵۰۳۱۰۶۶۷
۲	آگرہ	۵۴۶۲۵۰۳۰۴	۱۳۶۳۶۲۵۷
۳	اودہ	۲۰۱۷۵۸۱۷۲	۵۰۴۳۹۵۴
۴	اجمیر	۲۸۰۶۱۳۷۹۶۸	۷۱۵۳۴۴۹
۵	گجرات (احمد آباد)	۴۳۶۸۰۲۳۰۱	۱۰۹۲۴۱۲۲
۶	بہار	۲۲۱۹۸۹۴۰۴	۵۵۴۷۹۸۵
۷	بنگال	۵۹۸۴۵۹۳۱۹	۱۴۹۶۱۴۸۲
۸	دہلی	۶۰۱۶۱۵۵۵۵	۱۵۰۴۰۳۸۸
۹	لاہور	۵۵۹۴۵۸۴۲۳	۱۳۹۸۶۴۶۰
۱۰	ملتان	۳۸۴۰۳۰۵۸۹	۹۶۰۰۷۶۴
۱۱	مالوہ	۲۴۰۶۹۵۰۵۲	۶۰۱۷۳۷۶
۱۲	کابل اور قسم کے سکے جنکی تحویل ہندوستانی داموں مین کیگئی	۲۷۲۷۱۷۷۸۶ ۵۰۱۲۳۲۰۰	۸۰۷۱۰۲۴

نمبر	نام صوبہ	محصول زمین دامون مین	محصول زمین حال کے روپیہ مین
	پرانے صوبون کی جمع	۴۶۱۲۵۵۷۸۲۰	
۱۳	برار	۶۹۵۴۴۶۸۲	۱۷۳۷۰۶۱۱۷
۱۴	خاندیس	۳۰۲۵۲۹۴۸۰	۷۵۶۳۲۲۳۷
۱۵	احمدنگر	کچھ نہین لکھا	×
۱۶	ٹھٹہ (سندہ)	۶۶۲۵۱۳۹۳	۱۶۵۶۲۸۴
	نئے صوبون کی جمع	۱۰۶۳۸۲۵۵۶۳	۱۳۳۸۲۸۵۵۲
	کل جمع	۵۶۷۶۳۸۳۳۸۳	

۳۸۱۹۱۶۹ ۲۸ روپے۔

نظام الدین احمد نے اپنے طبقات اکبری مین یہ لکھا ہے کہ ہندوستان کا طول بدخشان کی سرحد ہندوکوہ سے اڑیسہ تک جو بنگال کی سرحد پر ہے مغرب سے مشرق تک ۱۶۸۰ آلہی کوس ہے اور اُس کا عرض کشمیر سے لیکر بروچ کے پہاڑون تک جو سورت اور گجرات کی سرحد پر ہین ۸۰۰ کوس آلہی اور دوسرے طور سے یون بیان کیا جاتا ہے کہ کوہستان کمایون سے دکن کی حدود تک ۱۰۰۰ کوس آلہی کوس۔ بالفعل سنہ ۱۰۰۲ ہجری مین ہندوستان مین ۳۲۰۰ قصبے جن مین ۱۲۰ بڑے شہر ہین اور پانچ لاکھ دہات ہین جنکی آمدنی ۶۔ ارب چالیس کروڑ تنکہ ہین اس مختصر مین ان شہرون کے نام لکھنے کی گنجایش نہین ہے اُن کو مین حروف تہجی کی ترتیب سے جُدا لکھون گا معلوم نہین کہ اُسنے لکھے یا نہین۔

زمین کا محصول سنہ ۱۵۹۴ء ساڑے سولہ کروڑ روپیہ قیصری تھا۔ اور اکبر کی وفات کے وقت سترہ کروڑ بینتالیس لاکھ روپیہ اور کل آمدنی ۳۲ کروڑ روپیہ کی اور خرچ سپاہ کے لئے یعنی بومی کے لئے دس کروڑ روپیہ لیا جاتا تھا کل آمدنی بیالیس کروڑ روپیہ قیصری کی ہوئی۔

پادشاہ کے باقی حالات

تاریخون مین پادشاہ کی آٹھہ بیویون کا ذکر آیا ہے اول سلطان رقیہ بیگم جو مرزا ہندال کی بیٹی تھی وہ آگرہ مین ۸۴ برس کی عمر مین ۷ رجمادی الاول سنہ ۱۰۳۵ کو اس دنیا سے سدھاری وہ شہنشاہ اکبر کی زن کلان یعنی پہلی بیوی تھی - اس کے کچھہ اولاد نہین پیدا ہوئی - اس لئے پادشاہ نے جب شاہزادہ خرم (شاہجہان) پیدا ہوا تو اس کو اس بیگم کے حوالہ کیا اور اسی نے اس شاہزادہ کو پالا پوسا اور تربیت کیا - شیر افگن خان کے مرنے کے بعد نورجہان اس بیگم کے پاس رہتی تھی - دوم سلطان سلیمہ بیگم تھی وہ بابر کی بیٹی گلبدن بیگم اور مرزا نورالدین محمد کی بیٹی تھی - ہمایون نے اس کا نکاح بیرام خان کے ساتھ ٹھیرایا تھا جو اکبر کی ابتدا سلطنت مین ہوا بعد بیرم خان کے مرنے کے پادشاہ نے خود سنہ ۹۶۸ مین اس سے نکاح کیا - ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۱ کو اس نے انتقال کیا - وہ شاعرہ تھی - مخفی اس کا تخلص تھا - یہی تخلص اورنگ زیب کی بیٹی زیب النسا کا بھی تھا جس کا دیوان مخفی چھپا ہوا ہے - سوم راجہ بہاری ل کی بیٹی اور راجہ بھگوانداس کی بہن کی شادی پادشاہ سے سانبھر مین سنہ ۹۶۹ مین ہوئی - چہارم عبدالواسع کی حسین بیوہ سے - بیاہ سنہ ۹۷۰ مین ہوا - پنجم جودہ بائی - یعنی جودھپور کی رانی جہانگیر کی ماں تھی - اُس کا نام تاریخون مین نہین بیان ہوا - مگر پادشاہ کی والدہ مریم مکانی پاس رہتی تھی اور مریم زمانی کہلاتی تھی سنہ ۱۰۳۲ مین اسکا انتقال ہوا تزک جہانگیری مین اسکی نسبت لکھا ہے کہ امید کہ اللہ تعالیٰ ایشان را غریق بحر رحمت خویش گرداناد گو وہ ہندنی تھی جسکا دوزخ میں جانا مسلمانو نکے نزدیک ضرور تھا مگر وہ جہانگیر کی ماں بھی تھی اسلئے وہ دوزخ مین کیونکر جا سکتی تھی اسلئے خدا سے یہ امید کی گئی - ششم شادبی بی جس سے دو لڑکیان پیدا ہوئین - ہفتم عبداللہ خان مغل کی بیٹی بسنہ ۹۷۲ مین نکاح ہوا - ہشتم میران مبارک شاہ خاندیس کی بیٹی - پادشاہ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیان تھین انہین سے حسن حسین توام پیدا ہوئے اور ایک مہینہ جی کر مر گئے - پھر شاہزادہ سلیم پیدا ہوا جسکی ولادت

کا حال ہم نے اوپر بیان کیا خواصون وہ خدمتگارون مین ایک سے پادشاہ کے بیٹا مراد پیدا ہوا۔ وہ کوہستان فتحپور مین پیدا ہوا تھا۔ اس کو پادشاہ پہاڑی کہتا تھا۔ جب وہ دکن کی تسخیر کو گیا ہے تو ناجنسون کی مصاحبت سے شراب خواری کی کثرت سے ۳۰ سال کی عمر مین جالناپور کی نواح مین رحمت حق سے پیوستہ ہوا۔ حلیہ اس کا یہ ہے کہ سبز رنگ۔ لاغر اندام قد بدرازی مائل اسکے اوضاع سے تمکین و وقار ظاہر اور اسکے اطوار سے شجاعت و مردانگی باہر ۳ر محرم ۹۷۸ھ کو پیدا ہوا اور ۱۰۰۷ھ مین مرگیا اسکی ایک بیٹی تھی جسکی شادی جہانگیر نے اپنے بیٹے پرویز سے کی۔

پھر چہارشنبہ جمادی الاول ۹۷۹ھ کو ایک اور خواص سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام دانیال اس سبب سے رکھا کہ وہ اجمیر مین خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمتہ کے مجاورون مین سے شیخ دانیال کے گھر مین پیدا ہوا تھا۔ جب شاہزادہ مراد کا انتقال ہوا تو شاہزادہ دانیال کو دکن کی تسخیر کے لیے پادشاہ نے بھیجا تھا اور اس کے بعد خود بھی دکن روانہ ہوا تھا جس کا مفصل حال مہات دکن مین بیان ہوا کہ بادشاہ نے جب دارالخلافہ کو مراجعت کی ہے تو ولایت دکن دانیال کو سپرد کی ہے اسنے بھی اپنے بھائی مراد کا طریقہ ناپسندیدہ مے خواری کا اختیار کیا۔ جب باپ کو اس بادیہ پیمائی کی خبر ہوئی تو اس نے خانخاناں کو فرمان بھیجا کہ جس طرح ہوسکے اس بلائے جان ستان سے شہزادے کو بچائے۔ خانخانان نے شراب بندگی اور ان تمیرن کارون کو جو مخفی شاہزادے کو شراب پہنچاتے تھے قید کرکے انکی خوب لکد کوب کی۔ جہانگیر نے شاہزادہ دانیال کی وفات کا حال یہ لکھا ہے کہ دانیال کو بندوق و شکار کا بہت شوق تھا اور اپنی بندوقون مین سے ایک کا نام اسنے یکہ و جنازہ رکھا تھا اور یہ بیت اپنی تصنیف سے اسپر نقش کرائی تھی ؎

از شوق شکار تو شود جان تروتازہ　　بر ہر کہ خورد تیر تو یکہ و جنازہ

جب باپ کے حکم سے شراب بالکل مسدود ہوئی تو مرزا نے اپنے نزدیک کے خدمتگارون کو بہ اصرار بلکہ نہایت زاری سے کہا کہ جس طرح ممکن ہو میرے لیے تو لاؤ اس نے

اُس نے مرشد علی تفنگچی کو فرمایا کہ اسی تفنگ یکہ وجنازہ کی نال مین شراب ڈال کر لا۔ اس بے سعادت نے تفنگ مین جو مدت سے باروت اور اسکی بو مین پرورش یافتہ تھی عرق دو آتشہ بھرا جس مین لوہے کا زنگ بھی تحلیل ہوکر آمیختہ ہوا اسکے پیتے ہی دانیال کا انتقال ہوا ؎

کسے باید کہ فنائے بد نہ گیرد　　وگر گیرد برائے خود نہ گیرد

دانیال چالیس روز تک بستر پر سے نہ اُٹھ سکا مگر شراب نہ چھوڑی جس دن شراب نہ ملتی وہ زندہ رہنے کو مرنے سے بدتر سمجھتا اور بیماری کا کچھ خیال نہ کرتا سچ ہے **مصرع**

حریص بادہ کجا فکر دردِ سر دارد۔ دانیال جوان خوش قد اور نہایت خوش ترکیب اور خوشنما تھا۔ گھوڑے اور ہاتھی کا ایسا شوقین تھا کہ جب سنتا کہ کسی پاس اچھا گھوڑا اور عمدہ ہاتھی ہے تو اس کو لئے بغیر نہین رہتا۔ نغمہ ہندی سے میلان رکھتا تھا اور کبھی کبھی اہل ہند کی زبان اور محاورہ مین شعر کہتا۔ وہ بد نہ ہوتا۔ ۳۳ سال ۶ ماہ اس دیر فنا مین بادہ زندگی پیا۔ ۲۸ شوال سنہ ۱۰۱۳ کو پھر خمار مرگ مین گرفتار ہوا۔ سنہ ۱۰۰۲ کی ابتدا مین دانیال کی شادی قلیج خان کی بیٹی سے ہوئی اور سنہ ۱۰۰۶ کے آخر مین خانخانان کی بیٹی خانخانان بیگم سے بادشاہ نے نکاح پڑھا کر دکن اسکے ساتھ بھیجا تھا۔ بیجاپور کے بادشاہ عادل شاہ کے بیٹے کے ساتھ نکاح کا حال اوپر پڑھ چکے ہو اس کے تین بیٹے تھے۔ اول طہمورث دوم ہوشنگ - سوم بایسنغر۔ اور چار لڑکیاں تھین اول سعادت بانو۔ دوم بولاقی بیگم جو دختر قلیج خان سے پیدا ہوئی تھی سوم ماہی بیگم ہمشیرہ ہوشنگ - چہارم برہانی بیگم خواہر طہمورث۔ طہمورث کی جہانگیر کی بیٹی سلطان بہار بیگم سے اور ہوشنگ کی خسرو کی بیٹی ہوشمند بانو بیگم سے شادی ہوئی تھی۔ جہانگیر کے مرنے کے بعد طہمورث اور ہوشنگ کو آصف خان نے مار ڈالا تھا۔ سلطان دانیال اپنی بیوی خانخانان بیگم کو بہت چاہتا تھا یہ بیوی بھی ایسی وفادار تھی کہ خاوند کے مرنے کے بعد جینا نہین چاہتی تھی۔ مگر خودکشی بھی نہین کرسکتی تھی اس لئے خاوند کا سوگ تادم مرگ ایسا ہی تازہ رکھا کہ وہ ابھی مرا ہے۔

شہنشاہ اکبر بیٹون کیطرف سے بدنصیب تھا - ۲۸ برس کی عمر تک کوئی بیٹا جیا نہین - پھر تین بیٹے جیئے تو ان مین سے دو مراد اور دانیال جوان مرگ ہوئے جس سے اسکے دل پر داغ لگے - تیسرا بیٹا سلیم جو زندہ رہا اُسنے اپنے کو تکون سے باپ کی زندگی کو آخر عمر مین تلخ کیا -

بادشاہ کے تین بیٹیان تھین ایک شہزادہ خانم جو سلیم سے تین مہینے بعد ۹۷۷ھ مین پیدا ہوئی دانیال کے تولد ہونے کے بعد بی بی دولت شاد سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام شکر النساء بیگم رکھا گیا اُسنے باپ کے پاس ہی پرورش پائی تھی اس مین نیک ذاتی اور عام خلائق کے ساتھ رحمدلی فطری اور جبلی تھی اپنے ایام خرد سالی سے وہ جہانگیر سے ایسی بے اختیار محبت رکھتی تھی کہ بہن بھائیون مین کمتر ہوتی ہے - دستور ہے کہ لڑکیون کی چھاتیون مین سے اول دودھ نکالتے ہین اور ایک قطرہ شیر اس مین سے نکلتا ہے جب اس بہن کی چھاتی مین قطرۂ شیر نکالا تو باپ نے جہانگیر سے فرمایا کہ بابا اس شیر کو پی کہ حقیقت مین یہ تیری بہن بجاے مان کے ہوجاے جہانگیر لکھتا ہے کہ خدا گواہ ہے کہ جس روز سے مین نے یہ قطرۂ شیر پیا تو علاوہ بہن پنے کی محبت کے مجھے اس سے وہ الفت ہوگئی تھی جو اولاد کو مان کے ساتھ ہوتی ہے اسکی شادی مرزا شاہرخ سے ہوئی تھی بعد از[illegible]ت کے بعد بی بی دولت شاہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام آرام بانو بیگم رکھا گیا - اسکے مزاج مین گرمی اور تندی تھی - باپ کو وہ ایسی عزیز تھی کہ اسکی بے ادبیان بھی باپ کو غایت محبت کے سبب سے بُری نہ معلوم ہوتی تھین - انکی شرح بھی وہ ایسی کرتا تھا کہ ادب مین وہ داخل ہوجاتی تھین اس لیئے جہانگیر کو وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری اس لاڈلی بیٹی سے ایسا سلوک کرنا جیسا مین کرتا ہون اسکی بے ادبیون اور شوخیون پر کچھ خیال نہ کرنا - وہ چالیس برس کی عمر مین اسہال کے مرض مین مبتلا ہوکر دنیا سے انتقال کر گئی -

بادشاہ کا حلیہ جہانگیر کی توزک جہانگیری مین یہ لکھا ہی کہ قد بلند بالا کی حد وسط مین گندم گون چشم و ابرو سیاہ - صباحت سے ملاحت زیادہ - شیر اندام - کشادہ سینہ - دست و بازو دراز پرہ بینی

کے بائین طرف آدھے چنے کی برابر مسّہ نہایت خوشنما جس کو ارباب علم قیافہ دولت عظیم اور اقبال جسیم کی علامت جانتے ہین - آواز نہایت بلند - تکلم و بیان نمکین - اہل عالم سے وہ اوضاع واطوار مین مناسبت نہین رکھتا تھا بلکہ فرۂ ایزدی اُس سے ظاہر ہوتا تھا - پادشاہ ایسا قوی تھا کہ بہت کم بیمار ہوتا اور اگر کبھی ہوتا تو جلد تندرست ہوجاتا - کئی دفعہ شکار کرنے مین اسکے جسم پر ضربین لگین مگر وہ اچھی ہوگئین ایک دفعہ دکہ مین ۹۹۰ھ مین ایک کفتار نمودار ہوا - اس تنگ لاخ مین پادشاہ نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا - گھوڑا سر کے بل گرا - پادشاہ کا منہ پتھرون پر لگ کر زخمی ہوا وہ خود کھڑا ہوا اور اپنے زخمون کو باندھا - یہ زخم حکیم علی نے ہندوستانی تیلون کو ملکر اچھے کئے اس نے زخمون کو اچھا ہونے کا انتظار نہین کیا اور اپنا دورہ شروع کیا سکھپال مین سفر کیا -

ایک دفعہ پادشاہ ہرنون کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ایک ہرن دوڑ کر پادشاہ کی طرف سینگ کر کے آیا - پادشاہ نے اُسکے دونون سینگ اپنے ہاتھ سے پکڑ لیے جس سے اسکے بیضون مین خراش آئی - پھر آخنایہ کی [illegible] سے اُپر آماس ہوا - ایکماہ بیس روز مین اچھا ہوا اور غسل صحت کا جشن ہوا - طرح طرح بخشش وبخشایش [illegible] گر قیدیون کی رہائی ہوئی - مفلسون کو زمینین دی گئین -

پادشاہ کے روبرو ہر روز پہلوان لڑتے تھے ایک دفعہ جگ سوبھا و ہیبت دو پہلوان کشتی لڑتے تھے کہ ہیبت نے اپنے حریف کی انگلیون کو چیر ڈالا پادشاہ نے اسکے ایک گھونسہ ایسا مارا کہ وہ بیہوش ہوگیا -

پادشاہ کے سفرون کا حال تم نے پڑھا کہ وہ اپنی قلمرو مین دور دور کے مقامون مین دو دو تین تین دفعہ سخت موسمون مین گیا - کابل دو دفعہ کشمیر تین دفعہ گجرات دو دفعہ بنگال و بہار و مالوہ وغیرہ مین گیا - یہ اسکے قوائے جسمانی کی خوبی تھی کہ ان سفرون مین اس کو کبھی تکان نہوا -

شہنشاہ اکبر لڑکپن مین نوشت خواند سے دل چراتا تھا اور مکتب سے چھپتا تھا - ایام طفلی مین علم سے بے بہرہ رہا - بڑی عمر مین لکھنے پڑھنے سے ماہر ہوا - اسکے پڑھنے کی کتابین مدتون تک -

اس کی اولاد نے تبرکاً اپنے پاس رکھین۔ گو وہ علم کے اعتبار سے امی تھا مگر اس کو ارباب علم کی مصاحبت کا شوق ایسا تھا کہ علمار کبار اسکو چارون طرف سے گھیرے رہتے تھے وہ ان کے دائرہ کا مرکز بنا رہتا۔ اُن کی باتین اور مباحثے سننے سے اور اپنی خدا داد ذہانت اور جودت طبع سے ایسا صاحب استعداد ہوگیا کہ جب علمی مجلسون مین وہ سخن آرائی اور نکتہ پیرائی کرتا تو کبھی اُس پر بے علمی کا گمان نہ ہوتا۔ نظم و نثر کے دقائق کو وہ خوب سمجھتا تھا۔ ایک دن اسکی مجلس آراستہ تھی کہ اسمین یہ شعر پڑھا گیا۔ ؎

مسیحا یار و خضرش رہنما و ہمعنان یوسف
فغانے آفتاب من بدین اعزاز می آید

اس شعر کو سنکر پادشاہ نے فرمایا کہ آفتاب کی جگہہ شہسوار بہتر معلوم ہوتا ہے اسی طرح ایک اور دن ملا طالب صفاہانی کی یہ رباعی پادشاہ کے سامنے پڑہی گئی جو اس نے حکیم ابوالفتح کے مرثیہ مین اور حکیم ہمام کے آنے کی تہنیت مین لکھی تھی۔

رباعی

مہر دو برادرم دمساز آمد
او شد بسفر وین زسفر باز آمد
اور فت بدنبالہ اور فت عم
دین آمد و عمر رفتہ ام باز آمد

تو اس نے فرمایا کہ دنبالہ کا لفظ دل مین کھٹکتا ہے اگر مصرعہ یہ ہو تو خوب ہو ع
او رفت و درر فتنش مرا عمر رفت۔ سخن شناسون نے اس اصلاح کی داد دی۔

چو شاہنشہا دور بینی کند
بدانشوران ہم نشینی کند
کسانے کہ دانا دلی خواستند
بدانا دلان مجلس آراستند

پادشاہ علم کا قدر شناس بڑا تھا اُسنے اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے بڑے بڑے منتخب عالم مقرر کئے سلطان سلیم کا معلم مولانا میر کلان کو اور سلطان مراد کا استاد ابوالفیض فیضی کو اور سلطان دانیال کا سعید خان کو مقرر کیا تھا۔

اب ہم شہنشاہ اکبر کے مقولات کو نقل کرتے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ کیسا روشن تھا۔

منقولات شہنشاہ اکبر

اور اسکے کیسے خیالات بلند فلسفیانہ تھے ان کے پڑھنے سے آدمی کی عقل کی افزائش ہوتی اور اور نیکی کیطرف ہدایت ہوتی ہے۔ یہ سارے مقولے اسکے فرمائے ہوئے ہین۔ ہر مقولے کے اول یہ الفاظ لگالو کہ وہ فرماتا ہے۔

(۱) آفریدہ کو آفرینندہ کے ساتھ وہ پیوند نہین کہ کوئی اس کو بیان کر سکے۔

(۲) قاعدہ ہے کہ ہر چیز کی ایک خاصیت ہوتی ہے جو اسکی ذات سے فک نہین ہوتی ہے۔ دل کی بھی ایک خاصیت تعلق ہے جو ناگزیر کسی نہ کسی کے ساتھ دوستداری کا ہوتا ہے اور اسی پر اسکی خوشی و رنج کا مدار ہوتا ہے جو شخص کہ اپنی خوش نصیبی سے دنیا سے اپنے تعلقات کو دلسے اُٹھا دیتا ہے وہ خدا کی محبت سے تعلق پیدا کرتا ہے جس مین کچھ چون وچرا نہین ہے۔

(۳) اس پیوند خاص کے سوا مخلوق کی ہستی کا ظہور نہین ہوتا جو اس پیوند کو جان لیتا ہے وہی بلند پایہ ہوتا ہے۔

(۴) جو شخص اس پاک انتساب کی پاسبانی کا خوگر ہو جاتا ہے تو پھر کوئی شغل اُسکو اس سے باز نہین رکھتا

(۵) ہندنیان دریا تال۔ کنوئین سے گھڑون کو پانی سے بھر کر سرون پر کیئی کئی اوپر تلے رکھتی ہین اور تیز چلتی ہین اور نشیب و فراز پر گذرتی ہین اور اپنے ساتھیون کے ساتھ باتین کرتی جاتی ہین مگر ان کا دل گھڑون کی نگاہداشت مین لگا رہتا ہے پس جب عورتون کا حال گھڑون کے ساتھ یہ ہو تو پھر مرد کیون خداوند کے ساتھ پیوند رکھنے مین ان سے کم ہو۔

(۶) جسوقت کہ مجرد اور مادی کا پیوند معنوی استوار ہو جاتا ہے تو ایزد بیہال کے ساتھ نفس ناطقہ کی پیوستگی کو کوئی الگ نہین کر سکتا۔

(۷) فائدہ یا زہد جوئی کے لئے دریوزہ گری مین ناحق تگاپو ہوتی ہے ہر چیز اپنے ضد سے پہچانی جاتی ہے اس لیئے اس کو بھی دوست رکھو۔

(۸) عقل اس کو نہین قبول کرتی کہ دانستگی (جانتے) مین خدا کے فرمان کے خلاف بجز دی کوئی کام کرے۔ لیکن بعض آدمی ایسے ہین کہ وہ کتب سماوی کو نہین مانتے اور خدا کی ذات کو

بے زبان سمجھ کر اس کو حرف سرا نہین جانتے اور بعض انکے قبول کرنے مین اختلافات رکھتے ہین۔

(۹) سب پر یکسان خدا کا فیض جاری ہے لیکن بعض وقت کی نارسیدگی کے سبب سے اور بعض اپنی بے استعدادی کی وجہ سے کامروا نہین ہوتے۔ اس گفتار کی راستی کو کوزہ گر کے کردار سے دیکھ سکتے ہین۔ کمہار اپنے سارے برتنون کو آوے مین یکسان گرمی پہونچاتا ہی ان مین بعض برتن اپنے وقت کی نارسیدگی کے سبب سے اور بعض اپنی نااہلیت کی جہت سے خام دیتے ہین۔

(۱۰) ظاہری پرستش جسکو آئین آلہی کہتے ہین وہ غافلون کے ہشیار کرنے کے لیئے ہی ورنہ ایزدی نیایش دل سے ہوتی ہے نہ تن سے۔

(۱۱) بندگی کا اول درجہ اس کو حاصل ہوتا ہے جو امر ناملائم کے پیش آنے سے تیوری مین بل نہ ڈالے اور طبیب کی کڑوی دوا سمجھ کر شگفتہ روئی سے اس کو پی لے۔

(۱۲) خواب و بیداری مین بے صورت کو نہین دیکھ سکتے مگر اس کے خیال کے غلبہ مین اس کی نمود ہوتی ہے۔ خواب مین خدا کے دیکھنے کے معنے یہی ہون گے۔

(۱۳) بہت سے خداپرستون کو اپنی خواہش روائی پیش نظر ہوتی ہے نہ ایزدپرستی۔

(۱۴) سیاہ بالون کے سفید ہوجانے سے یہ امید پڑتی ہے کہ جیسی یہ سیاہی جس کا ازالہ کسی طور سے نہین ہو سکتا تھا دور ہوگئی ایسے ہی دل کی تیرگی دور ہوجائے گی۔ اور بینش مین ایک اور فروغ آجائے گا۔

(۱۵) ایک گروہ کہتا ہے کہ خدا کی مرضی کے برخلاف آدمی کام کر سکتا ہے اور اس بدطرز سے بازگشت کرنے مین اس کی رستگاری ہے۔ مگر آگاہ دل جانتا ہے کہ خدا کے فرمان سے کوئی سرتابی نہین کر سکتا اور اسی بات سے حکیمون نے رنجورون کے لیئے دوا ئین تجویز کی ہین۔

(۱۶) ہر شخص اپنے حال کے اندازہ کے بقدر ایزدِ بیچون کا نام لیتا ہے ورنہ اُس بے نشان کا نام کہاں ہے۔

(۱۷) اشتباہ کے دور کرنے کے لیے تسمیہ ہوتا ہے اور اس کی ذات قدسی مین راہ نہین۔

(۱۸) ایزد توانا سب جگہہ موجود ہے اس لیے خلا کے محال ہونے مین گفتگو عبث ہے۔ (شاعرانہ مضمون ہے)

(۱۹) اہل عالم نے جن باتون کو نیک و بد خیر و شر قرار دیا ہے وہ عنایت ایزدی کی نیرنگیان ہین ان مین آدمیون نے یہ اختلاف پیدا کیا ہے۔

(۲۰) شیطان کو یہ جاننا کہ وہ بُرے کام کرنے والا ہے اس کو خدا کا شریک بنانا ہے۔ اگر وہ راہ زن ہے تو اسکی رہ زدگی کس نے پیدا کی ہے۔

(۲۱) شیطان کی پُرانی داستان معمایا رموز ہے۔ کس کا مقدور ہے کہ خواہش ایزدی کے موافق کام نہ کرے۔

(۲۲) ایک کسان کے دل مین خداطلبی کا درد پیدا ہوا اس کے پیر کو یہ معلوم ہوا کہ گائے سے اس کو بڑی محبت ہے تو اسنے اس کو ایک کوٹھری مین بند کیا اور فرمایا کہ گائے کے خیال کی ورزش کیا کر۔ کچھ دنون کے بعد امتحاناً اُسے باہر بلایا تو وہ گائے کے خیال مین ایسا مستغرق تھا کہ اپنے تئین شاخدار سمجھکر کہا کہ مجھے بڑی شاخین (سینگ) باہر آنے نہین دیتین۔ رہنما نے یہ نیک اندیشی دیکھ کر اس کو بتدریج آگے بلند مرتبہ پر پہنچایا۔

(۲۳) انسان کی برتری گوہر خرد سے ہے اس لیئے آدمی کو چاہیئے کہ اُس کی زنگ زدائی مین کوشش کرے اور اس کی فرمان پذیری سے سرتابی نہ کرے۔

(۲۴) ہر آدمی اپنی خرد کا مرید ہوتا ہے اگر خرد مین عمدہ تابش ہے تو وہ خود پیشوا ہے اور اگر وہ اپنے خرد کی تابش کو کسی اپنے سے زیادہ مبالغہ کی مریدی سے بڑھاتا ہے تو خود رہنما ہے۔

(۲۵) عقل پژوہی کی ستایش کی اور تقلید کی نکوہش کی اس سے زیادہ کیا حجت ہو سکتی ہی
کہ اگر تقلید شائستہ ہوتی تو انبیا اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے۔
(۲۶) بہت سے آدمی ایسے خرد بیمار ہوتے ہین کہ اپنے تیئن درستا تندرست سراپا ئے سے تنو مند دکھاتے
ہین مگر طبیب معنوی انکی نقش پیشانی سے یہ بیماری پہچان جاتے ہین۔
(۲۷) جیسا آدمی کا بدن ناسازگاری سے بیمار ہوتا ہے ایسے ہی عقل بیمار ہوتی ہے شناسائی
ایسی اس کی جاتی رہتی ہے کہ کسی دوا کو قبول نہین کرتا۔
(۲۸) عقل کی بیماری کا علاج اس سے بہتر کوئی نہین ہے کہ نیک آدمیون سے ملے جلے۔
(۲۹) آدمی کا پہچاننا نہایت ہی مشکل کام ہے ہر شخص اُس کو نہین کر سکتا۔
(۳۰) نفس باوجود گزیدہ ہونے کے طبیعت کی ہمنشینی سے اسی کا ہمرنگ اور اُس کا
گوہر تابناک خاک پوش ہو جاتا ہے۔
(۳۱) جب آدمی کی عقل تاریک ہو جاتی ہے تو دل کا کام جس سے یہ روزی ہوتی ہے وہ چھوڑ دیتا
ہے اور بدن کی فربہی جس سے جان نزار ہوتی ہے نگاہ پو کرتا ہے۔
(۳۲) آدمی اپنے ہمنشین کے ساتھ رغبت کرنے سے اُسی کا ہمخو ہو جاتا ہے اور اس مین بغیر
اپنی خواہش کے بہت سی نیکیان اور بدیان پیدا ہو جاتی ہین۔
(۳۳) آدمی کے شعور کا آغاز جب ہوتا ہے تو وہ بروقت اپنا ایک رنگ دکھاتا ہے سور سرا
مین خوشش۔ ماتم کدہ مین دل تنگ ہوتا ہے مگر جب اُسکی بینش بلند ہو جاتی ہے تو اندوہ و
شادی اس سے کنارہ کرتے ہین۔
(۳۴) بہت سے آدمی اپنے خیال کے پندار مین اور نقل کے خارزار مین اپنے تیئن عقل کا پیرو جانتے
ہین مگر غور سے دیکھے تو وہ عقل کے گرد بھی نہین گئے۔
(۳۵) بہت سے سادہ لوح تقلید پرست قدیمی باتونکو عقل کی باتون پر ترجیح دیتے ہین اور نقصان اُٹھاتے ہین۔
(۳۶) خرد و آز۔ و خشم کے سبب سے طرح طرح کے کردار اور گفتار پیدا ہوتے ہین۔ اور

انصاف کی پردہ نشینی سے مخالف باتون کی شورش ہوتی ہی۔

(۳۷) سونا بھی مرنے کا نمونہ ہے جب آدمی سونے سے اُٹھے تو تازہ زندگانی کا شکریہ بھیجے اور نیک خیالی اور ستودہ کرداری مین کوشش کرے۔

(۳۵) میرا دل چاہتا ہے کہ راستی و درستی کہ سب کی پیشگاہ مین شائستگی رکھتی ہے کردار کی ہمدوش ہو۔

(۳۹) اول آدمی اپنے تئین آراستہ کرنے مین کوشش کرے اور پھر دانش اندوزی پر متوجہ ہو تو امید ہے کہ آگہی کا چراغ روشن ہو اور اختلاف کی شورش بیٹھ جاے۔

(۴۰) مجھے افسوس ہے کہ میری جوانی شائستگی کے ساتھ نہین گذری مگر آیندہ امید ہے کہ برگزیدگی کے ساتھ بسر ہو۔

(۴۱) عادت و رسم کے خلاف کام کرنے سے عام آدمیون کا دل آزردہ ہوتا ہے اور دانا جب تک کسی کام کے لئے برگزیدہ دلیل نہین ہوتی اس کو وہ نہین قبول کرتا۔

(۴۲) اگرچہ نیایش ایزدی بین صورت دمنی کی کارروائی ہے مگر فرزندون کی بہروزی باپ دادا کی رضامندی مین ہے۔

(۴۳) مجھے افسوس ہے کہ میرے باپ جنت آشیانی کا انتقال جلد ہوگیا اور مین اُس کی پسندیدہ خدمت نہ کر سکا۔

(۴۴) آدمی کے غمون کا سبب یہ ہے کہ وہ وقت سے پہلے اور روزی سے زیادہ چاہتا ہے۔

(۴۵) ایک شہزادہ سے مخاطب ہو کر اسنے فرمایا کہ اپنے بھائی کو بزرگ بجھو۔

(۴۶) حکیم مرزا جنت نشانی باپ کی یادگار ہے گو وہ ناشناس ہو مگر ہم کو اسپر مہربانی کرنی چاہیئے۔

(۴۷) بعض دلاور اجازت چاہتے تھے کہ گھات لگا کر مرزا حکیم کا کام تمام کرین مگر میرے دل نے یہ نہ چاہا اور خداداتی سے اسے دور جانا جس سے اس گزین یادگار کے بھی گزند ہے

رہائی پائی اور مخلص جان سپار کی بھی پاسبانی ہوئی۔

(۴۸) آدمی کے سارے کام اپنے ساتھ ہین خشم و آز کے سبب وہ اورون سے لڑتا ہے

(۴۹) دنیاداروں کو چاہیئے کہ وہ کسی پیشہ مین سرگرم ہون کہ بیکاری مین اور ناسزا خواہشون مین گرفتار نہون۔

(۵۰) میرا یہ ارادہ ہوا کہ میری قلمرو سے گدائی موقوف ہو۔ بہت آدمیون کو بہت مال دیا مگر حرص کی بیماری ایسی آدمی کے پیچھے لگی ہوئی ہے کہ اس سے کچھ فائدہ نہین ہوا۔

(۵۱) قالب ہستی مین سوائے خیر کے کوئی اور چیز نہین آتی۔ کوئی آفریدہ نکوہش کا سزاوار نہین ہے

(۵۲) خودی کی طرح حرص کی خواہش بھی ہمت مین نہین سماتی اس لیے وہ سزاوار نہین ہے وہ برباد کرتی ہے یا آموزش کرتی ہے۔

(۵۳) پیری کے معنے درد پہچاننے اور چارہ گری کرنے کے ہین نہ یہ کہ ٹھوڑی پر بال لگائین اور خرقہ مین پیوند لگائین اور بناوٹ کی باتون سے ہنگامہ آراستہ کرین۔

(۵۴) رہنموئی سے مراد رہنمائی ہے نہ مریدونکی گردآوری۔

(۵۵) مرید کرنے کے معنے یہ ہین کہ کسی کو خدا کی بندگی سے آگاہ کرے نہ یہ کہ کسی کو اپنا بندہ بنائے

(۵۶) پیشتر مین اپنے مذہب مین لوگون کو بزور لاتا تھا اور اس کو مسلمانی سمجھتا تھا جب میرا علم بڑھا تو مجھے اس اپنے کام سے شرمندگی ہوئی کہ آپ خود مسلمان نہ ہونا اور اورون کو مسلمانی پر مجبور کرنا ناسزا ہے۔ زبردستی دین مین لانے کا نام دینداری کب ہو سکتا ہے۔

(۵۷) دولت افزائی اور عمرافزائی کا سرمایہ کم آزاری اور خیر سگالی ہوتا ہے باوجودیکہ گوسپند سال بھر مین ایک دو بچے سے زیادہ نہین جنتی مگر اسکے ریوڑ کے ریوڑ موجود ہین اور کتے باوجود بہت بچے جننے کے کم ہین۔

(۵۸) کیا تعجب کی بات ہے کہ لوگ رہنمائی کے لیے بیٹھین اور رہزنی کے لئے کھڑے ہون۔

(۵۹) کار یہ ہے کہ آدمیون مین انسان رہے اور نالائق کامون سے بچے ورنہ عزلت گزینی

تو تن آسانی ہے۔

(۶۰) اگرچہ تنہا علم کو لوگ کمال شمار کرتے ہین لیکن علم جب تک عمل مین نہ آوے پسندیدہ

نہین ہوتا بلکہ نادانی سے بھی فروتر ہوتا ہے۔

(۶۱) جب آدمی اکثر کم بینی کے سبب سے زیادہ تر اپنا فائدہ اپنے نقصان مین دیکھتا ہے وہ غیرون

کو کیا فائدہ پہونچا سکتا ہے۔

(۶۲) آدمی اپنی نابینائی کے سبب سے اپنے ہی گرد دیکھتا ہے یا تکتا ہے اور اپنے ہی فائدہ کی

سوچتا ہے۔

(۶۳) بلی جب کبوتر پر پنجہ مارتی ہے تو آزردہ ہوتی ہے اور جب چوہے کو پکڑتی ہے تو خوش

ہوتی ہے بھلا اس پرندنے کیا خدمت کی اور اس بیچارہ نے کیا ناہنجاری کی۔

(۶۴) دنیا کی راہ دراز کا اول قدم یہ ہے کہ آز و خشم کو مطلق العنان کرے اور کردار کی اساس کو

بائست کی گو نیالے کر رکھے۔

(۶۵) جب آدمی کی عقل مین روشنی آتی ہے تو وہ جانتا ہے کہ مین چیزون کو اپنی ملک سمجھتا ہون

وہ سب عاریت ہین

(۶۶) جس گھر مین بلی و چڑیا اور جانور شریک رہتے ہین ان مین سے ہر ایک اپنی تباہ

سگالی سے اس کو اپنا گھر سمجھتا ہے

(۶۷) ناپسندیدہ ملنے والون سے آدمی پرہیز کرے اور خدا کی ناخوشنودی کو دل کے گرد نہین آنے دے۔

(۶۸) ہم کو سب کے ساتھ آشتی کرنی چاہیئے۔ جو خدا کی رضامندی کی راہ پر چلتے ہین اُن سے لڑنا

یقینی ناستودہ ہے اور اگر وہ راہ پر نہین چلتے وہ نادانی کے بیمار ہین اور مہربانی کے

سزاوار۔

(۶۹) جو پیشہ ور اپنے کام مین سرآمد ہوتا ہے اسکے ساتھ فیض ایزدی ہوتا ہے اسکی

بزرگداشت پرستش ایزدی ہے۔

(۷۰) خواب و خور اس لیے ہے کہ رضاے ایزدی کی جستجو کی پیرو ہو مگر آدمی انھین کو اپنا مقصود جانتا ہے۔

(۷۱) اگرچہ سونے سے تنومندی ہوتی ہے زندگانی خدا تعالے کی بڑی بخشش ہے بہتر یہی ہے کہ وہ بیداری مین بسر ہو۔

(۷۲) دور بین سختی روزگار کو اپنے او پرستم نہین جانتا بلکہ اپنے اعمال کی سزا جانتا ہے

(۷۳) خردمند روزی کا غم نہین کھاتا بلکہ بندہ اور نوکر سے پند لیتا ہے۔

(۷۴) چمن زار ہستی کے نورس خورد سال ہوتے ہین انکی طرف رغبت کرتا داد ار جان آفرین کی جانب منہ کرتا ہے۔

(۷۵) جس نقد پر کہ خدا کا نام لکھا ہو اس کو صدقہ کرنا نکوہیدہ ہے۔

(۷۶) نیایش گری مین چاہیے کہ اپنی جس سودمندی مین دوسرے کی شرمندگی ہو اس سے دور رہے

(۷۷) جو لوگ خواہش نفس کے خلاف کام کرنے کو ایزد پژوہی جانتے ہین وہ زیادہ تر اس روش سے کشایش پاتے ہین ورنہ بہت سے آدمی ایسے ہین کہ کامروائی کو اپنی نروبان جانتے ہین۔

(۷۸) عالم معنے کا نمونہ جہان صورت ہی جیسے اس عالم مین جو اس کو سپرد کرتے ہین وہی اس سے پھر مانگ لیتے ہین ایسے ہی اس عالم مین بھی آدمی کو جتنی خرد دی ہے اسکے اندازہ کے موافق کردار مانگتے ہین۔

(۷۹) پند پذیری مین سال و ثروت پر نظر نہین پڑتی۔ یہ نہ جانے کہ خورد اور تہیدست اوروں سے حق نیوشی مین باز رہتے ہین۔

(۸۰) پیغمبر امی تھے ان کے معتقدون کو چاہیے کہ اپنے فرزندون مین سے کسی ایک کو امی رکھین۔

(۸۱) شاعر کی بنیاد ناراست گذاری پر ہوتی ہے اس لیئے وہ اپنی خاطر کو پسند نہین۔

(۸۲) بازی گر کے اصول دست و پا ہوتے ہین شاعر کی زبان۔

(۸۳) جو شخص دوسرے کے شعر کو تضمین اچھی طرح کرتا ہے یا برمحل اس کو پڑھتا ہے وہ شاعر کا اور اپنا مرتبہ علم مین دکھاتا ہے۔

(۸۴) ایک خدا جو بسیار خواری کی بیماری مین مبتلا ہوا وہ ایک کارآگاہ پاس گیا اس نے کدو کا ایک ظرف اس کو دیا کہ ہر روز اس کو بھر کر کھایا کرے اور کچھ اُس کے کنارہ مین سے گھس کر قشقہ لگایا کرے اور غلط اندازی کے لیے اُس کو ایک دعا پڑھنے کو بتلادی۔ تھوڑے عرصہ مین اس بیماری کا علاج ہوگیا۔

(۸۵) کاشکے مین رسمی علوم کے خواندون سے اسقدر اختلافات نہ سُنتا اور تفاسیر اور احادیث کے اختلافات مجھے حیرانی مین نہ ڈالتے۔

(۸۶) حکمت کی باتین ایسی دلربا ہوتی ہین کہ سب کامون سے باز رکھتی ہین۔ مین ان کے سُننے سے زبردستی کنارہ اس لیے کرتا ہون کہ ضروری کامون کا وقت (ناگزیر وقت) نہ جاتا رہے۔

(۸۷) اختلافات تین سببون سے پیدا ہوتا ہے۔ نارسائی دریافت۔ دوست نما۔ دشمنون کی آمیزش۔ طامع دوستونکی دروغ سازی۔

(۸۸) کاش نامون کی نوشت اور خواند مین پسندیدہ والا دانش کے سوائے کسی اور کو اجازت نہ ہوتی جسکے سبب سے فرو مایون کو کامروائی کے واسطے داستانین بنانے۔ اور کوتاہ بین مکار سادہ لوحون کی نگارش کا موقع نہ ملتا۔

(۸۹) بناوٹ کی باتون کی شناخت کرنا بہت دشوار ہے لیکن گوئندہ کے سنجیدہ کرنے سے وہ ظاہر ہوجاتی ہے۔

(۹۰) اگرچہ مین نے بہت سی قلمرو مین فتح کرلین اور سامان جہانگیری مہیا کرلیا۔ مگر حقیقی بزرگی خدا کی رضامندی مین ہے۔ مذہب و کیش کے اختلافات سے میرا دل آسودہ نہین ہوتا اور ظاہری شکوہ سے ملال ہوتا ہے پھر دل کی کسی خوشی کے لیے کشور کشائی اختیار

کی جائے امید ہے کہ کوئی صاحب دل ایسا آجائے کہ میری خاطر کو کشایش سے چھڑادے۔

(۹۱) بیسوان سال مجھے تھا کہ مین اپنی باطنی امارت کی طرف مشغول ہوا اور واپسی راہ کی زاد کی تہیدستی نے ایک عجیب طرح کا درد میرے دل مین پیدا کیا۔

(۹۲) آب راوی کے دوسرے کنارہ پر ایک درویش حجرہ مین بیٹھا اور لوگون کی آمد و رفت کو اپنے پاس بند کیا۔ جب اُس سے یہ حال پوچھا تو اسنے جواب دیا کہ مین ایک خاص عبادت کرتا ہون۔ جب تک عبداللہ خان والی توران نہ آجائے گا مین خود نہ باہر آؤن گا نہ کسی اور کو اپنے پاس آنے دون گا۔ تو اس سے یہ کہا گیا کہ اگر تیری دعا قبول ہوتی ہے تو ہمارے بہبود کے دروازہ کے بند ہونے کی دعا مانگ اور اس بہتان سے باز آ۔

(۹۳) اگر مین کسی اور شخص مین جہانبانی کی نیرو دیکھتا تو اس گرانبار کو اسکے کندھے پر رکھ کر کنارہ گزین ہوجاتا۔

(۹۴) اگر مین کسی پر بیداد کرتا ہون تو خود اپنے سے لڑتا ہون پھر فرزندون اور خویشون کا تو کیا ذکر ہے۔

(۹۵) دادار کام بخش نے بہت سے قلعے میرے حوالے کئے ہین مگر میرے دل نے کسی کے سامان کی طرف رغبت نہین کی۔ دل مین خدا کا خوف ایسا سمایا ہوا ہے کہ کسی اور خوف کے آنے کی گنجایش ہی اسمین نہین ہے۔

(۹۶) مجھ سے جو شخص ترک دنیا کی اجازت چاہتا ہے مین بکشادہ پیشانی اس کو اجازت دیتا ہون اگر اُس کا دل اس نادان فریب جہان سے برگرفتہ ہے تو اس کو ترک دنیا سے باز رکھنا گناہ ہے اور اگر وہ اپنی خود فروشی کے لئے یہ ارادہ ظاہر کرتا ہے تو وہ اپنے کئے کو بُھگتے گا۔

(۹۷) امراض جسمانی ظاہر ہین اور انکی دوائین وافر۔ ان کے علاج مین اطبا کس قدر خطائین کرتے ہین اور کرینگے۔ امراض نفسانی ناپدید اور ان کا چارہ نایاب پھر کیونکر اس کا

مداوا ہوسکتا ہے۔

(۹۸) یہ خدا کی عنایت تھی کہ مجھے کوئی وزیر برگزیدہ نہین ملا۔ ورنہ میری ساری تحقیقاتین اور دریافتین اس سے منسوب ہوتین۔

(۹۹) جس روز خدا ہمارا جینا نہین چاہتا ہم بھی علاج کی تدبیر نہین کرتے۔

(۱۰۰) مین ہمیشہ خدا سے یہ دعا مانگتا رہتا ہون کہ اگر میرے خیال اور کردار تیرے مقبول نہون تو میری جان لے لے تاکہ دم بدم تیری ناراضامندی زیادہ نہو۔

(۱۰۱) ایزدی نوازش کے ساتھ کشایش کار وابستہ ہے اور نیک مرد اسکے ملنے کو اسکی نشانی جانتا ہے مگر اسکی نایافت سے بہت سے آدمیون کی استعداد خاک اندود ہوجاتی ہے

(۱۰۲) ایک رات کو بارہستی سے میرا دل عاجز ہوا تھا کہ خواب و بیداری مین اس سے شگرف نمائی ہوئی کہ خاطر کو کچھ آرام ہوگیا۔

(۱۰۳) جو شخص کہ دل اخلاص گزین یا صاف درونی سے ہمارا آئین قبول کرتا ہے اس کا کام خواہ صورت کا ہو یا معنے کا دلخواہ نکل آتا ہے۔

(۱۰۴) خویشتن بینی اور ناہنجار خواہی سرمایہ زیانکاری ہے۔

(۱۰۵) وہ طائفہ سعادتمند ہے کہ والاشکوہ فرمان وہون کی درگاہ مین سوائے نیکوئی اور خیراندیشی کی سخن نہین کہتے اور خویشتن بینی اور غرض آرائی نہین کرتے خاص کر خشمناکی کے وقت اگر گفتار دلآویز نہین کرسکتے تو خاموش رہتے ہین۔

(۱۰۶) فرمان روایون پر خورشید والا کو خاص عنایت ہے اور اس سبب سے اسکی نیایشگری وہ کرتے ہین اور یہی پرستش سمجھتے ہین کوتاہ بین اسپر بدگمانی کرتے ہین۔

(۱۰۷) سیہ درون مالدارون کو عام لوگ نفع کے خیال سے کیون بزرگ جانتے ہین۔ اور نابینائی سے اس چشمۂ نور کے احترام مین کوتاہی کرتے ہین اور اسکے نیایش گر پر طعن و طنز کرتے ہین۔ اگر عقل پر آفت نہین آئی تو پھر کس لیے سورۂ والشمس بھول گئے ہین۔

(۱۰۸) پہلے سر کے بال اس سبب سے سفید ہوتے ہین کہ وہ داڑھی اور مونچھون سے پہلے
نکلتے ہین۔

(۱۰۹) ناقوس بجانے اور بوق سے آواز نکالنے کی کوئی وجہ معقول ہین نے ہندوؤن
سے اب تک نہین سُنی۔

(۱۱۰) ابر کی ریزش کے وقت مغرب مین روشنائی نمودار ہونے سے ہوا صاف ہوتی
ہے۔ تحقیق سرچشمہ تاریکی کا فروغ ہر طرف کی روشنی کا حال بتلاتا ہے۔

(۱۱۱) احمدی کیش مین جولڑکی کو میراث کم ملتی ہے باوجودیکہ وہ اپنی کم نیروئی کے سبب سے
زیادہ میراث کی مستحق ہے اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر چلی جاتی ہے اس لئے
بیگانہ کو مال پہونچتا ہے

(۱۱۲) استخوان سے جو گوشت پیوستہ ہوتا ہے وہ لذیذ اس سبب سے ہوتا ہے کہ خلاصہ غذا
اس کو پہونچتا ہے۔

(۱۱۳) جس سال مین میوہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ شیرین و شاداب اس سبب سے نہین ہوتا کہ
شادابی اور شیرینی کے بہت سے حصے ہو جاتے ہین۔

(۱۱۴) یہ جو پُرانی کتابون مین لکھا ہے کہ فلان معبد مین آسمانی آتش تھی اس کو لوگ باور
نہین کرتے اور جھوٹ بتلاتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ آئینہ کو یا سنگ سورج کرانت کو
آفتاب کے مقابل رکھے تو اسین آگ لگجاتی ہے۔

(۱۱۵) گروہا گروہ جانورون مین نرومادگی کی عشرت کا وقت معین ہے مگر انسان کے
لئے نہین۔ ہمیشہ وہ اس کا شیفتہ رہتا ہے اسین خدا کی حکمت یہ ہے کہ اس سبب سے پیوند
دوستی اسین استوار رہتا ہے اور دو لتسرائے تعلق کی بنیاد اسپر قائم ہوتی ہے۔

(۱۱۶) مردہ کا کھانا اس سبب سے ناروا ہے کہ اس کا مزاج کچھ اور ہو جاتا ہے۔

(۱۱۷) آدمی کے مارے ہوئے کا کھانا اسکی خواری کی پاداش ہے۔

(۱۱۸) جس کو خدا مارتا ہے اور اس کا سبب نہین معلوم ہوتا ہے اسکی حرمت بوجھہ اسکی بزرگداشت کے ہے۔

(۱۱۹) خون مین جان کا مایہ ہوتا ہے اس لیئے اُسکی خورش سے پرہیز کرنا اس کا گرامی رکھنا ہے

(۱۲۰) خوبرویون کی اولاد کا بدصورت پیدا ہونا کچھ تعجب کی بات نہین ہے۔ بلکہ اگر آدمی کے کوئی جانور پیدا ہو تو کچھ دور نہین۔ تحقیق یہ ہے کہ مخیلہ سے صورت لے کر مصورہ کارفرما ہوتا ہے جس کو خیال مین جگہہ ہوتی ہے اسی کی صورت زائیدہ کی صورت ہوتی ہے۔

(۱۲۱) اگر عورت کو مرد زیادہ عزیز رکھتا ہے تو وہ خویشتن پرستی ہو جاتی ہے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے اور اگر مرد کو عورت زیادہ عزیز رکھتی ہے تو ہر وقت اسکے خیال مین شوہر رہتا ہے بیٹا پیدا ہوتا ہے۔

(۱۲۲) اندرز نامون مین لکھا ہے کہ دشمن کو خرد نہ گننا چاہیئے۔ دوستی و دشمنی ایزدی تقدیر کی نیرنگیسان ہین پس دشمن کو درمیان نہ دیکھے اور دادار بین ہو جائے۔

(۱۲۳) اگر اُستاد سے شاگرد بڑہ جائے تو بھی اسکو سوائے نیازمندی اور نیایش کے کچھ اور زیبا نہین۔

(۱۲۴) ہر مذہب کی پرستشگاہ مین چند خارق عادات چہرہ افروز ہوتی ہین اسمین صرف لگی وابستگی کارگر ہوتی ہے وگرنہ حق ایک سے زیادہ نہین ہوتا۔

(۱۲۵) امانت گذاری اور وام دیرین کی سبکباری کا نام بخشش ہے۔

(۱۲۶) زنار بندی کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گردن مین ریسمان ڈال کر نیایش کیجاتی تھی پچھلے لوگون نے اس کو دین شمار کر لیا۔

(۱۲۷) ہندوستان مین کسی نے پیغمبری کا دعوے نہین کیا اس کا سبب یہ ہے کہ یہان خدائی کا دعوے پہلے ہوتا تھا۔

(۱۲۸) یہ جو لوگ کہتے ہین کہ فلان شخص نیک ذات یا بدذات ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے

کہ اُس کے خاندان مین سے کوئی صوری یا معنوی بزرگی کو پہونچا تھا یا کسی ہنر اور پیشہ مین زبان زد روزگار ہوا تھا مگر میرے نزدیک نیک سرشت وہ ہے جو آباد کردار ہو۔

(۱۲۹) بعض کہتے ہین کہ بخشندہ سے ستانندہ زیادہ دوست ہوتا ہے میرے دل مین یہ ہے کہ دہندہ تو ایسی ذات ہوتی ہے کہ جب تک وہ شائستہ کسی کو نہین جانتا نہیں دیتا اور گیرندہ سے بخشش کا ظہور ہوتا ہے۔

(۱۳۰) سنسکرت کی کتابون مین لکھا ہے کہ ہنر کے سیکھنے مین اور مال کے جمع کرنے مین ایسی کوشش کرے گویا کہ اس کو کبھی بڑھاپا اور مرنا پیش نہین آئےگا ان دونوں کے خوف سے جو سرمایہ نوامیدی ہیں تن آسان تگاپو سے باز رہتے ہین میری راے یہ ہے کہ ان دونون ضروری چیزون کے جمع کرنے مین فردا کے تعلق کے نشار کو روزوا پسین جان کر آج کی کارکردگی کو کل پر نہ ڈالے۔

(۱۳۱) ہندی حکیم کہتے ہین کہ نیکوکاری کی گردآوری مین ہمیشہ مرگ کو اپنی آنکھون کے سامنے رکھے جوانی اور زندگی پر بھروسہ نہ رکھے اور ایک دم آسودہ نہ ہووے میری رائے یہ ہے کہ نیکی کی جویائی مین مرنے کا خیال ہی نہ کرے تاکہ بے بیم و امید نیکی کو اس شائستگی کے لیے جو وہ رکھتی ہے کام مین لگائے۔

(۱۳۲) تعجب ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کے زمانہ مین کوئی تفسیر ایسی قرار نہ پائی کہ اسمین اختلاف نہ ہو

(۱۳۳) پہلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ سخت ترین بلائین پیغمبرون پر اور بعد ازان اولیاء پر اور پھر مرتبہ بمرتبہ نیک آدمیون پر آتی ہین مجھے اس کا یقین نہین ہوتا کہ خدا کی درگاہ کے مقبول اس شکنجہ فرسائی مین آئین۔ رسمی ملاتون نے مجھ سے کہا کہ یہ آزمایش الٰہی ہے اسپر مجھے تعجب ہوا کہ پوشیدہ اور آشکارا جاننے والے کو امتحان کب سزاوار ہے۔

(۱۳۴) ہر گروہ جو اپنی روشس کا آشنا ہے اس کو نیک جانتا ہے اور حقیقت مین وہ نیک ہوتی ہے۔ اگر دنیا سے وابستہ ہے تو راستی اور درستی اور ناگزیر وقت کی فراہمی مین اپنی بسر

کرتا ہے اور اگر وارستہ ہے تو اپنے نفس سے لڑتا ہے اور اوروں سے آشتی رکھتا ہے اور آفرین اور نفرین مین تمیز نہیں کرتا ہے

(۱۳۵) بعض یہ رائے رکھتے ہین کہ جویندہ ورسندہ کو فیض اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنے ان کے میانجی زیادہ ہوتے ہین۔ حقیقت مین یہ نہین بلکہ کشش معنوی اور نیک کرداری پر رسیدگی موقوف ہے۔

(۱۳۶) تعجب کی بات ہے کہ امام خاک کربلا کی تسبیح اس لیے بناتا ہے کہ لوگ اس کو یہ سمجھین کہ اس مین امام کا خون ملا ہوا ہے۔

(۱۳۷) جو شخص فرومایون دبازی گرون اور مسخرون کو اپنی پوشش دیتا ہے گویا اس طرح کرنے سے وہ اپنے تئین بچوال بناتا ہے۔

(۱۳۸) کسی کی تصنیف کا انتخاب کرنا اس شخص کو سزاوار ہے جس کے علم کا رتبہ مصنف سے زیادہ ہو ورنہ وہ انتخاب نہین کرتا بلکہ اپنی نمایش کرتا ہے۔

(۱۳۹) نوح کے ساتھ سکندر کے فریب دینے کی داستان سچ نہین ہے جس کو خدا بزرگ بناتا ہے وہ اس راہ پر نہین چلتا۔ خاص کر جب وہ مرنے کو قریب جاتا ہے۔

(۱۴۰) میرے نزدیک خواجہ حافظ کی ہر غزل کے بعد عمر خیام کی ایک رباعی لکھنی چاہیے ورنہ حافظ کا پڑھنا شراب بے گزک کا حکم رکھتا ہے۔

(۱۴۱) لوگ بزرگون کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھتے ہین اگرچہ اس مین تفاول کا خیال ہوتا ہے مگر وہ ادب سے دور ہے۔ تعجب یہ ہے کہ فقہا جو تناسخ کے قائل نہین ہین زیادہ تر اسطرح کے نام رکھتے ہین اور اہل ہند جو تناسخ کے قائل ہین اس سے پرہیز کرتے ہین یہ خیال غلط ہی

(۱۴۲) آدمیون کی اس حرکت پر حیرت ہوتی ہے کہ بچون کی جو بار فرائض سے سبکدوش ہوتے ہین ختنہ کی سنت ناگزیر سمجھتے ہین۔

(۱۴۳) تکفین کی رسم قدیم سے چلی آتی ہے ورنہ مرنے والے پر کیون یہ بوجھ لادتے ہین جسطرح

سے آیا تھا اسی طور سے جانے دین۔

(۱۴۴) کسی شخص سے خواہش کرنی بُری ہوتی ہے۔ خاص کر عالی ہمت والا فطرتون سے اس لیٔے یہ لوگ سوائے ناگزیر کے کسی کو ہاتھ نہین لگاتے۔ پس ان سے چاہنا ان کی اور اپنی آبرو ریزی ہے۔

(۱۴۵) آدمیون مین استعداد کا اختلاف انکی پایندگی کا سبب ہے۔

(۱۴۶) کلمۂ حق وہی ہوتا ہے کہ ادھر کان مین گیا اُدھر دل نے قبول کیا اس کا قبول کرنا لازمی ہوتا ہے۔

(۱۴۷) بچون کا سخت بیمار ہونا تناسخ پر کچھ آگاہ کرتا ہے۔

(۱۴۸) آسمانی کتابون مین جو یہ لکھا ہے کہ پہلے زمانہ مین گناہگارونکی صورت مسخ ہوکر بندر اور سور کی شکل ہو گئی تھی اس کا یقین ہوتا ہے۔

(۱۴۹) اگر یہ سوچین کہ خدا نے چند پیکر بنا کے اُن کے اندر نفوس کو پیوند دے دیا ہے اور اس سے آگے کچھ نہین کیا ہے۔ تو یہ امر نکوہیدہ معلوم ہوتا ہے ورنہ نیرنگ ساز تقدیر اگر جماد و رُستنی وجاندار مین پایہ بہ پایہ پیوند دیوے اور والا پایہ بنائے تو تعجب نہین ہے۔

(۱۵۰) بعض پہلے لوگ کہہ گئے ہین کہ ہر ایک کے اعمال کی مکافات چند جونون مین بدنے سے ہوتی ہے۔ اور ہر جون مین اس کے کیفر کردار کے مناسب بدن بنایا جاتا ہے اس بات کی ہم تائید کرتے ہین۔

(۱۵۱) چراغ روشن کرنا آفتاب کو یاد کرنا ہے جس کے ہان آفتاب چھپ گیا ہو۔ اگر چراغ نہ جلائے تو کیا کرے۔

(۱۵۲) دھوان ناخلقی اور نور سے دور ہونے کے سبب سے سیاہ ہوتا ہے۔

(۱۵۳) جب مرنے کا وقت قریب آتا ہے تو آدمی کچھ غوطہ مین جاتا ہے۔ اور پھر کچھ خوشی ہو جاتی ہے۔ اس مین یہ اشارہ ہے کہ خدا کی قدرت مین جان کا لینا دینا ہے۔

(۱۵۴) آواز کا دیدبان کان ہے۔ جب گانے والا بہرا ہوا وہ بے سُرا ہوا۔

(۱۵۵) اِس سبب سے کہ دونون ابتدا شعور و پیرانہ سالی مین آدمی دزدی کر سکتا ہے وہ زنا سے بدتر ہے مگر اس سبب سے کہ زنا مین آدمی اپنے تئین اور دوسرے کو بھی گناہگار بناتا ہے تو یہ سخت تر ہے۔

(۱۵۶) معدہ کو جانورون کا گورستان بنانا سزاوار نہین۔

(۱۵۷) بے گناہ کی جان کا شکار کرنا اسکی خیرسگالی اور خدا کی رحمت سے ملانا ہے۔

(۱۵۵) جان کا شکار کرنا اُسی کو سزاوار ہے جو جان دے سکے۔ جو کوئی خرد کے موافق یہ کام کرتا ہے تو وہ بھی خدا ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

(۱۵۹) باوجود بیٹی کے ہونے کے جو عمزاد کو میراث پہونچتی ہے وہ کسی طرح سزاوار نہین۔ مگر اس حال مین کہ مُردہ کو پدر سے میراث ملی ہو تو گنجایش ہے۔

(۱۶۰) شہر اُسی کو کہتے ہین کہ اُسمین طرح طرح کے پیشہ ور رہتے ہون یا اسقدر آدمی اسمین بستے ہون کہ رات کو معتدل آواز اُس سے باہر نہ سُنائی دیتی ہو۔

(۱۶۱) دریا وہ ہے کہ جو سب سال جاری رہے۔

(۱۶۲) ملک آپس مین کیا دریا سے یا کوہ سے یا بیابان سے یا زیان سے جدا ہوا کرتے ہین۔

(۱۶۳) سردسیر ملکون مین جیسے کابل و کشمیر ہین بندوق کچھ موٹی بنانی چاہیئے تاکہ خشکی و سردی سے پھٹ نہ جائے۔

(۱۶۴) ہوا مین اعتدال کا ہونا عوام مین یہ مشہور ہے کہ چراغ اس مین بجھ جائے مگر وہ کشتی و چکی کے لحاظ سے کچھ اور ہے۔

(۱۶۵) تعبیر بھی تفاول کی قسم مین سے ہے اس لیئے خواب کو دانائے نیک سگال کے آگے بیان کرے کہ وہ فال نیک موںہ سے نکالے۔

(۱۶۶) بلاغت یہ ہے کہ سُننے والے کے اندازہ کے موافق بات کہی جائے اور بہت سے معانی تھوڑی

سی عبارت مین اس طرح ادا ہون کہ بے تکلف سمجھ مین آئین اور فصاحت یہ ہے کہ زبان کج مج نہ ہو۔

(۱۶۶) مرزبان مصر اور حسین منصور کا مقولہ یہ ہے کہ خود بینی اور خدا نگری جدا جدا ہین۔

(۱۶۷) استقامت احوال کا نام کرامت ہے۔

(۱۶۸) ایک دانش ور سے کرگس کی درازیٔ عمر اور باز کی کوتاہ زندگی کا سبب پوچھا گیا تو اسنے جواب دیا کہ پہلا کسی کو ستاتا نہین اور دوسرا شکار کرتا ہے۔

(۱۶۹) جب باز کو جسکی خورش سوائے جانور کے نہین ہے یہ کم زندگی بادافراہ ہو تو آدمی کا حال کیا ہوگا کہ جس کے لئے باوجودیکہ بہت سے کھانے کی چیزین موجود ہین مگر اس کو گوشت کھائے بغیر صبر نہین آتا۔

(۱۷۰) جاندار کم آزار کے حلال ہونے مین اور آزار رندہ کے حرام ہونے مین سرایت کا اندیشہ کیا گیا ہے۔

(۱۷۱) ہم نشینی سے زبان آموزی پیدا ہوتی ہے ورنہ زبان بستگی رہتی ہے۔

(۱۷۲) کسی کے لیے خدا سے دعائے بد مانگنی قبول نہین ہوتی اسی سبب سے مین ایک شخص کے لیئے دعائے بد مانگتا تھا وہ چھوڑدی۔

(۱۷۳) جب سے مین شورہ کو استعمال کرتا ہون تو پانی مین بھی حق نمک ظاہر ہوا ہے۔

(۱۷۴) آدمی گوشت کھانے کا خوگر ایسا ہوگیا ہے کہ اگر اس کو تکلیف نہ ہوتی تو اپنا گوشت کھاتا۔

(۱۷۵) کاش میرا جسم ایسا تنومند ہوتا کہ اُس سے گوشت خوارون کا کام چل جاتا اور کسی اور جاندار کو شکار نہ کرتا یا اُن کے کھانے کے واسطے مین جتنا گوشت جُدا کرتا تو اُس کی جگہہ وہ اور پیدا ہو جاتا۔

(۱۷۶) کاش ہاتھی کا گوشت حلال ہوتا کہ وہ اکیلا بہت سے جانورون کا بدل ہوتا۔

(۱۷۷) اگر لوگون پر بغیر گوشت کھانے کے زندگی دشوار نہوتی تو مین ان کو گوشت کھانے سے

منع کردیتا اور مین خود جو اس کو بالکل نہین چھوڑتا اس کا سبب یہی ہے کہ مجھے دیکھ کر اور لوگ خواہی نخواہی اُسے چھوڑ دین گے جس کے سبب سے وہ غمگین ہونگے۔

(۱۷۸) ابتدائے شعور سے جب مین نے کسی جانور کو خورش کے لئے بیکل پایا تو اس مین دلخواہ مزہ نہ پایا جان پروری کیطرف رہنموئی ہوئی اور مین نے جاندار کے کھانے سے دست کشی کی۔

(۱۷۹) ہرسال اپنے ماہ ولادت مین آدمی گوشت نہ کھائین تاکہ سپاس الٰہی ادا ہو اور سال بخیر و خوبی گذرے۔

(۱۸۰) قصاب و ماہی گیر اور مثل ان کے جو جان شکاری کا پیشہ رکھتے ہین ان کے مکان اور آدمیون کے مکان سے جدا ہون اور جو ان سے ملے اس سے تاوان لیا جائے۔

(۱۸۱) جب ایک سوداگر کا وقت آخر آیا اور اسکے مال پر اسکے چار بیٹون نے جھگڑنے کا ارادہ کیا تو اُس نے سب کو نصیحت کی اور کہا کہ مین نے دوربینی سے تمھارے لیئے برابر حصے کر کے مکان کے چارون کونون مین دبادیئے ہین۔ جب مین مرجاؤن تو ہر ایک اپنا حصہ لے لے۔ جب اسکی وصیت پر عمل ہوا تو ایک کو زر ملا اور دوسرے کو غلہ۔ باقی دو کو کاغذ اور استخوان۔ کم فہمی سے ان مین شورش ہوئی۔ ہندوستان کی فرمانروا سا لباہن نے کہا کہ استخوان کا اشارہ مویشی کیطرف اور کاغذ کا اشارہ قرض کی طرف ہے جو اورون پر لینا ہے۔ جب ان کا حساب ہوا تو سب کو برابر حصہ پہونچا۔

(۱۸۲) حسن صباح بہت آدمیون کے ساتھ دریانوردی کرتا تھا۔ ناگاہ طوفان کا آشوب اُٹھا اور آدمی سراسیمہ ہوئے وہ شگفتہ اور خندان تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اُس نے سب کے بچنے کا مژدہ سُنایا۔ جب کنارے پر اُترے تو سب اسکی غیب دانی کے معتقد ہوئے تحقیق یہ ہے کہ اس سبب سے وہ آشفتہ نہ ہوا کہ وہ جانتا تھا کہ خدا کی خواہش مین تغیر نہین ہوتا اور رہائی کی نوید اس سبب سے سُنائی کہ وہ جانتا تھا کہ اگر سب سیلاب فنا مین بھی بہے تو کوئی میرا دشمن نہین بگڑے گا۔ اور اگر ایسا نہوا تو سادہ لوح میری نیایش گرمی کرینگے۔

(۱۸۳) مجھ سے علی کہتا تھا کہ مین نے بلبیہ مین ایک آدمی دیکھا جس کے اوپر کے دھڑ دو تھے اور اُن مین سر و آنکھین اور ہاتھ جدا جدا تھے اور نیچے کا دھڑ ایک تھا یہ آدمی کہ خدا اور زرگری کرتا تھا۔

(۱۸۴) جس سال مین کہ بیرم خان حجاز کو گیا ہے سکندرہ کے قریب ایک ہرنی کو چیتہ نے پکڑا۔ زندہ بچہ اُسکے پیٹ سے نکلا۔ مین خود ہرنی کا گوشت ہڈیون سے جدا کرکے چیتہ کو کھلاتا تھا ایک پیکان نکلا یقینی چھوٹی عمر مین اسکے یہ پیکان لگا تھا خدا نے اسکی حفاظت کی کہ اس سے کچھ گزند اس کو نہ پہونچا۔ اور تنومندی اور بچہ جننے سے باز نہ رکھا۔

(۱۸۵) چوہا بیضہ کو بغل مین لے کر پیٹھ کے بل سو جاتا ہے اور اور چوہے اُس کی دُم پکڑ کر سوراخ مین لے جاتے ہین۔ اور چوہا اپنی دم کو بل دے کر شیشہ مین لے جاتا ہے اور اس سے خشخاش وغیرہ چیزون کو نکال لیتا ہے اور اسی طرح چوہا عجیب عجیب کام کرتا ہے۔

(۱۸۶) بھیڑیا اگر منھ کھول کر حملہ کرتا ہے تو شکار کو پکڑ لیتا ہے اور نہین تو پھر اس کا مونہ نہین کھلتا اور جب وہ پکڑا جاتا ہے تو پھر آواز نہین کرتا۔

(۱۸۷) سنگ و منگ بین یون تمیز ہو سکتی ہے کہ پہلا پانی مین گل جاتا ہے اور دوسرا نہین گلتا۔

(۱۸۸) شکارگاہ مین خانگی اور دشتی ہرنون مین کشتی ہوئی اُنھون نے چابک دستی کرکے صحرائی کو پکڑ لیا تو مین نے یہ مصرع پڑھا۔

کس ندیدم کہ آہو بدویدن گیرد

آہو فارسی مین عیب کو کہتے ہین وہ تگاپو اور کوشش سے ہاتھ نہین آتا۔

(۱۹۰) چھوٹی عمر مین کدخدا کرنے سے خدا ناخوش ہوتا ہے اس کام سے جو اصل مقصود ہے وہ بہت دور ہوتا ہے اور اسکی گزند نزدیک۔ جس آیئن مین کہ عورت کا دوسرا نکاح کرنا

جائز نہین اس سے بڑی دشواریان ہوتی ہین۔

(۱۹۱) بیگانون مین زناشوئی پسندیدہ ہوتی ہے اس لیئے کہ بیگانگی خویشی ہوجاتی ہے اور خویشون مین جتنی دوری زیادہ ہو اتنی ہی آرزم نزدیکتر ہوتی ہے اور یہ لکھا ہے کہ آدم کے زمانہ مین ہر شکم سے ایک دختر وایک پسر پیدا ہوتے تھے اور ایک کا بیٹا دوسرے کی بیٹی سے بیاہا جاتا تھا اس سے بھی اوپر کی بات مین کچھہ آگاہی ہوتی ہے۔

(۱۹۲) احمدی کیش مین جو دختر عم سے اور اُس کی بہن سے خویشی جائز رکھی گئی ہے وہ اسکا ابتدائی زمانہ آدم کی مانند تھا۔

(۱۹۳) خواہش طبیعت پر عورت سے نزدیکی کرنا بہت ناسزا ہے اسمین حکمت یہ ہے کہ سرچشمۂ ہستی اسکے گلے مین اٹ نہ جائے۔

(۱۹۴) جیساکہ چھوٹی عمر کی عورت سے نزدیکی کرنا خدا کو ناراض کرتا ہے ایسے ہی بڑھیا سے جس کی جننے کی عمر نہ رہی ہو یہ اکثر پچپن سالہ کے بعد ہوتا ہے۔

(۱۹۵) حاملہ عورت کے ساتھہ نزدیکی سے خدا خوش نہین ہوتا نطفہ ناچیز ہوجاتا ہے اور ماں سست ہوجاتی ہے۔ بار آور کو بھی گزند پہونچتی ہے۔

(۱۹۶) ایام سرخی مین عورت سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔ اس مین بعض ناخوشیان ہوتی ہین۔

(۱۹۷) ایک زوجہ سے زیادہ زوجہ کرنی اپنے خون مین تگاپو کرنی ہے اگر وہ بانجہ ہو یا بیٹیا جنے تو البتہ اسکی گنجایش ہے۔

(۱۹۸) اگر مجھے یہ علم پہلے سے ہوتا تو مین اپنی قلمرو مین سے کسی کو حرم سرا مین نہ لاتا اس لئے کہ رعیت فرزند کا حکم رکھتی ہے۔

(۱۹۹) ہندوستان مین عورتون نے اپنی جان بے بہا کو کم قیمت کر رکھا ہے۔

(۲۰۰) ہندوستان مین عورتون کے ستی ہونے کی رسم قدیم سے چلی آتی ہے وہ مردہ شوہر کے

ساتھ جل کر گشادہ پیشانی سے جان دے دیتی ہے اور اپنے شوہر کی رستگاری کا سبب جانتی ہے۔ مردون کی ہمت پر افسوس ہے کہ وہ عورتون کی دستاویز سے اپنی رہائی ڈھونڈھتے ہین۔

(۲۰۱) فرمان روائی بہت بڑی نعمت ہے اسی کے کارکردین ہر کار کی شائستگی ہے پادشاہون کو سپاس گذاری وادگری اور قدردانی اور اورون کو انکی فرمان پذیری اور نیایش گری ضرور ہے۔

(۲۰۲) فرمان دہون کا دیکھنا خدا کی پرستش ہے۔ اہل زمانہ اسکو ظل اللہ کہتے ہین۔ اور صاحب سایہ کو سایہ بتلاتا ہے اس لیئے بادشاہ کا دیدار خدا کی یاد کا سرمایہ ہے۔

(۲۰۳) جہانبانی بڑی عنایت ہے اس کا فائدہ بہت آدمیون کو پہونچتا ہے اور راستون کی نیکیان انھین کو پہونچتی ہین۔

(۲۰۴) جو کام بندے کر سکتے ہین وہ پادشاہ کو نہین کرنے چاہیئن اس لیئے پادشاہ اورونکی خطاؤن کا چارہ کرتا ہے اسکی لغزش کو کون درست کرے گا۔

(۲۰۵) پایہ شناسی کا نام پادشاہی ہے کہ اسکے اندازے کے موافق تلطف و قہر پر آمادہ ہو۔

(۲۰۶) پایہ شناسی ہی پیرایہ سعادت پژوہی و دستمایہ کامروائی ہے۔

(۲۰۷) یہ جو لوگ کہتے ہین کہ پادشاہون کے قدم سے ایمنی اور آسودگی ہوتی ہے۔ سچ ہے جب جماد اور رستنی خاصیتین رکھتی ہین تو برگزیدہ آدم کیون نہ رکھے۔ خاص کر وہ شخص جس کا کردار اہل جہان کی پاسبانی ہے

(۲۰۸) کارفرمائی اور فرمان پذیری بیم و امید ناگزیر ہین جنسے ہنگامہ صورت آراستہ ہوتا ہے اور خلوت گاہ معنے فروغ پاتی ہے۔ لیکن زبردست گرانبار خشم سے سبک سر نہ ہوکر ہر یک کے اندازہ اور مقام کو خرد سے تخمینہ کرے۔

(۲۰۹) جو بیم اور امید کے درمیان راہ چلتا ہے اسکی دین و دنیا آباد ہوتے ہین اسکے

فروگذاشت سے گزند پہونچتی ہے۔

(۲۱۰) بیکاری تمام برائیون کا سر ہے۔ سعادت پژوہ کا کام یہ ہے کہ کوئی ہنر سیکھے اور اسکے کار کرد مین مشغول ہو اور داروغون کو ناگزیر ہے کہ دیدبانی مین سو نہ جائین۔

(۲۱۱) دادگر کا خشم اسکے لطف کی مثل جہان آبادی کا سرمایہ ہے۔

(۲۱۲) کسی شخص کو ستم کرنا روا نہین ہے خاص کر بادشاہ کو کہ وہ پاسبان جہان ہے۔

(۲۱۳) فرمانذہون کی پرستش دادگری اور جہان آرائی مین ہے اور دارستونکی عبادت جان و تن کی گذارش مین ہے ساری شورش اس سبب سے برپا ہوتی ہے کہ آدمی اپنی ناگزیر کو چھوڑ کے اور ون کی کارکرد مین مشغول ہوتے ہین۔

(۲۱۴) پادشاہ کو چار چیزون سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ زیادہ شکار کرنے سے۔ ہمیشہ کھیلنے سے۔ رات دن مست رہنے سے۔ عورتون کے ساتھ سخت آمیزش سے۔

(۲۱۵) اگرچہ شکار مین ملکی تدابیر بھی بہت ہین لیکن مقدم یہ ہے کہ جان شکری ایک ہنجار کے ساتھ ہو

(۲۱۶) سب کا جھوٹ بولنا برا ہوتا ہے اور پادشاہ کا اور زیادہ تر برا ہوتا ہے۔ اس گروہ کو سایۂ خدا کہتے ہین۔ اور سایہ ہمیشہ سیدھا ہوتا ہے۔

(۲۱۷) داروغون کو دیدبانی کرنی چاہیئے کہ کوئی شخص اپنی خواہش سے اپنے پیشہ کو نہ چھوڑے

(۲۱۸) ایران کے پادشاہ طہماسپ ایک مصرعہ بھول گیا چیلچی نے وہ پڑھ دیا۔ پادشاہ نے اُس کی کچھ مالش کی اور فرمایا کہ جب شاگرد پیشہ علم جانین گے تو بہت سے کامون کی کارروائی نہین ہوگی۔

(۲۱۹) پادشاہ اپنے نزدیکون سے خندہ و بازی کا خوگر نہو۔

(۲۲۰) پادشاہ کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ ملک گیری کا قصد کرتا رہے۔ نہین اسکے ہمسایہ اُس پر غالب ہو جائینگے۔

(۲۲۱) سپاہ کو لڑائی کے کام مین مشغول رکھنا چاہیے۔ کہ وہ کم ورزشی سے تن آسان نہو

(۲۲۲) بادشاہ کو چاہیے کہ آدمیون کے مال وجان وناموس ودین کی نگہبانی مین مبالغہ کرے۔ آزوخشم کے گمراہون کو جب نصیحت رہنمون نہو تو مالش کرنی چاہیے۔

(۲۲۳) جو شخص بادشاہ کو شائستگی کے ساتھ یاد نہین کرتا تو اسکی نکوہش ہوتی ہے۔

(۲۲۴) بادشاہونکی باتین دُر کا حکم رکھتی ہین ہر کان آویزہ کا سزاوار نہین ہوتا۔

نصائح اکبری

بادشاہ کی عادت تھی کہ شائستہ خیر سگالون کو منتخب کرتا تھا اور زیر دستون کی تیمارداری خاص کر جو بزرگ نژاد سائشتہ کاری کے پیرایہ سے آراستہ ہوتے یہ اسکی خوی ستودہ تھی کہ خویش و بیگانہ کو کسوٹی پر کستا۔ نیک مردون کو برتر کرتا اور نیک نیتی کے ساتھ ہمسایہ کے مرزبانون کو غور سے دیکھتا۔ اگر وہ خلق کے غمخوار ہوتے تو انکی دادگری اور آبادزندگی مین کوئی گزندنہ پہونچاتا اور انکی یاوری پر دل نہاد ہوتا۔ ورنہ لابہ گری کے سبب سے ان کے سزا دینے سے باز نہ رہتا۔ مگر اول ان کو نصیحت کرتا اور بیم وامید کی داستان سُناتا۔ جب دکن کے سردارون نے ناہنجاری اختیار کی تو پندگزاری کے لیے کارآگہون کو ان پاس بھیجا اور شاہزادہ سلطان مراد کو یہ نصیحتین کرکے روانہ کیا۔

اُول رضائے الٰہی کی جستجو مین اندیشہ کو آباد کرے تاکہ اعمال نیک سرزد ہون پھر بیرونی نمایش کرے اور وقت اور اندازہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ہر عضو سے ایک پسندیدہ کام لے۔ بہت باتین کرنے سے اور ہنسنے سے باز رہے۔ رات دن کے تہائی حصے سے زیادہ نہ سوئے۔ اور ملک کی سپاہ و آبادی مین اور راہ کی ایمنی مین اور سرتابون کے فرمان پذیر بنانے مین اور دزد و رہزنون کے پائمال کرنے مین کوشش کرے۔ اس پیرایش بیرونی کے بعد افروزش درونی کرے۔ خواہش وخشم کو اپنے فرمان

مین رکھے کہ خدا نے اس ہڈیون کے کاخ کے یہی دو پاسبان مقرر کیئے ہین - اول سے جو درخور بودہ
حاصل کرے اور دوم سے جو نا سزا ہو اُس سے پرہیز کرے - آدمی اپنے خود کو ایسا سُلا دیتا ہے کہ جس سے
یہ دونون عنان گسست ہوجاتے ہین اور پیرایۂ زندگی مردگی کا سامان ہوجاتا ہے - شائست
کی شناسائی کو نہ چھوڑے اور کارفرمائی کی نیرو کو شائستگی سے تومندی دے - اُن روحان
باتون مین اعتدال کی طرف رغبت کرے اور کمی اور فزونی سے کہ سرمایہ نکوہیدگی ہے
دور رہے - اس زمانہ مین تقلید و دوروئی کے بازار کو رونق ہو رہی ہے اس مین انصاف
اور ہوشمندی کو کام مین لائے - گوشہ نشین تارک الدنیا کی پرستش اور ہے اور دنیا کے
دل بستون کی نیایش اور ہے اگرچہ دونون کو اندیشہ کی آبادی ضرور ہے لیکن اول کو آگہی
اور دوم کو غفلت سزاوار ہے - ہر یک کار کے پایہ کو دریافت کرے اور ناملائم کے دیکھنے
سے اپنی جگہہ پر قائم رہے - مہر و کین و بیم و امید کو اندازہ اور مقام سے نہ گذرانے
دے - بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اُن پر فقط چین پیشانی وہ کام کرتی ہے جو دوسرے پر
شمشیر و خنجر کرتے ہین - اختلاف مذہب کے سبب سے کارسازی سے باز نہ رہے اور
عوض لینے مین شورش نہ برپا کرے - رازگوئی کی انجمن کو کاردانون سے آراستہ کرے
اگر کوئی عذر کرے تو قبول کرے - اپنی رائے پر غرہ نہو اور سوائے دور بین خیر سگال کے
جو خود لرزان نہو مشورہ کے لائق نہ جانے خوشخوئی کو اپنی عادت بنائے - اور دستگیری کو
ناکامی کے روز پر موقوف نہ رکھے اور اسکی فزونی سے اپنی شکوہ کو شکستہ نہ کرے -
پیمان کے پاس کو سب فائدون پر ترجیح دے - اسی طرح زندگی بسر کرے کہ گروہا گروہ
بیگانے آدمیون کے خاصکر سوداگرون کے دل اس سے آزردہ نہون اس سے نیکنامی کا
آوازہ بلند ہوتا ہے اور آدمی سے اسکی قوت کے موافق خدمت کی امید رکھے - شناسائی
مین چرب زبانی پر فریفتہ نہ ہو - ان چار چیزون مین سے ہر ایک سے دوستداری پیدا
ہوتی ہے - اول دنیا کا فائدہ اگرچہ گمان مین آتا ہے لیکن وہ دیر مین ہاتھ آتا ہے اور

اور جلد ہاتھ سے جاتا ہے۔ دوم دینی بہرہ جو اول سے برعکس ہے۔ سوم نیک ذاتی۔ وہ جان کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ اسکی پایندگی اور ناپائداری اپنے ساتھ ہے۔ چہارم اخلاص۔ یہ چارون باتین اپنے عقیدت گزینون مین غور سے دیکھنی چاہیئے اور شناسائی کے اندازہ کے موافق کار کردگی کی بنیاد رکھنی چاہیئے آگہی ناموں کی آموزش مین کوشش کرے اور دانش کو کردار مین لائے۔ جو خورسند گوشہ نشین اور برہنہ ژولیدہ مو ہین انکے دل کو ہاتھ مین لائے اور خدا کے جلال کے جو ربودہ ہین انکے دیکھنے مین دلبری نہ کرے سپاہ کی غمگساری مین ہمت لگائے اور ان کا ماہوار وقت پر دے اور ہر شخص سے اسکے موافق ستور و خیمہ طلب کرے۔ نیکو خدمت کا پایہ بڑھاوے اور قدیمی نوکرون کو نظرانداز نہ کرے اور کشاورزون کی آبادی سے غافل نہ ہو راستی منش و آگاہ دل کو ہر شغل پر معین کرے جو بغیر اپنی بزرگی کے اظہار کرنے کے اور ستایش کے آرزو کے کامون کو شائستگی سے انجام دین اور اپنی دیدبانی بھی ان سے باز نہ رکھے حق سگالون کا مرتبہ بڑھاوے اور باطل پیچون کو نصیحت و مالش سے پیرایش دے۔ داوری مین سوگندہ گواہ پر بس نہ کرے طرح طرح کی پرسش کرے اور پشیانی کے نامہ کو پڑھکر اپنا یا دربنائے کوئی تازہ رسم ایسی نہ قائم کرے جس کا فائدہ تھوڑا اور نقصان بہت ہو۔ ملک کی سرحدون کو آزمودہ کار جوان مردون کے سپرد کرے اور راہ کے ایمنی کے فکر مین ایک لمحہ صبر نہ کرے۔ عافیت کے وقت مین ناکامی کے زمانہ کو یاد کرتا رہے اور ہر چیز کا چارہ تیار رکھے اور شائستہ کار ہمنشین منتخب کرے کسی کی راست گوئی سے برہم اور دل گرفتہ نہو اور اپنی طبیعت کو اپنے اختیار مین رکھے اور شورش طبیعت سے بے اختیار ہے۔

جہان قوم کی قوت و استعداد کسی خاص شے کے ہاتھ مین ہوتی ہے وہان آخر کو آزادی باقی نہین رہتی۔ چنانچہ راجستان کا یہی حال ہوا کہ وہان کے راجاؤن مین سے ایک جماعت دہلی کے پادشاہون کو اپنا حاکم اعلے ماننے لگی اور اپنے تئین ان کو حوالہ کیا کہ اس کا اقتدار

اور اختیار قائم رہے اُس نے برائے نام اپنی ریاستین مسلمان بادشاہون کو تفویض کین۔
بادشاہون نے پھر اس کو واپس دے دین اور اسکو اسناد لکھدین کچھ عرصہ کے بعد ان اسناد
کی تجدید ہوتی رہتی تھی۔ اور اسناد کے ساتھ راجاؤن کو خلعت ہاتھی۔ گھوڑا۔ اسلحہ وجواہر
بھی دیئے جاتے تھے اور ان کے موروثی خطابون پر اور القابون کا اضافہ ہوتا تھا اور جدید منصب
ملتے تھے۔ اور علم شاہی و نقارہ اور امارات شاہی عطا ہوتے تھے۔ یہ راجہ سوائے اطاعت
شاہنشاہی کے معمولی نذرانہ اور پیشکش دیتے تھے خصوصًا نوروز کو اور اس کا عہد و پیمان
کرتے تھے کہ جب بادشاہ ہم کو طلب فرمائے گا ہم مع تعداد معینہ تابعین کے حاضر ہون گے
ہمایون بادشاہ کی چند راجاؤن نے ملازمت اختیار کی تھی مگر ان کی اعانت و امداد پر
اعتماد نہ تھا اس کے دانشمند عالی دماغ فرزند شہنشاہ اکبر ہی کا یہ حصہ تھا کہ اس نے
اپنی سلطنت کی زینت اور اپنے تخت کا پایہ رجپوتون کو بنایا۔ اس نے اپنی سلطنت کا
اس خوش اسلوبی سے انتظام کر کے مستحکم کیا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہین کر سکتا تھا۔ جو
ملک اسنے اپنی قوت سے فتح کیا اُسکو اپنی نیک سیرتی اور خوش انتظامی سے برقرار
رکھا وہ خوب جانتا تھا کہ اگر مین اپنی حکومت کو دکھا کر رجپوتون کو ہمیشہ دباؤن گا تو وہ
اثر پذیر نہین ہوگی بلکہ خطرناک ہوگی اس لئے ان کو خود سلطنت کے کامون مین ایسا
دخیل کر دیا کہ وہ اس کی حفاظت و اعانت مین خود بدل مستعد و ساعی ہو گئے۔

اس نے یہ عزم مصمم کر لیا تھا کہ جو چنگیز و تیمور و بابر کی رگون مین اوغز خان کے
خون کی نہرین جاری ہوئی تھین ان کو رجپوتون کے خاص خون سے مخلوط کرون کہ جس کے
سبب آپس مین وہ موانست پیدا ہو کہ رجپوت میری فرمان برداری پر زیادہ تر جلد بنا
ہو جائین بہ نسبت اسکے کہ وہ خالص تاتاری ہوتے۔ ان کے ساتھ رشتہ مندی ہونے
سے رجپوت راجاؤن کے عزیز و اقارب بڑے اعانت و مدد پر مستعد ہون گے جس سے
سارے کے سارے رجپوت دوستدار ہو جائین گے۔ یہ خیال اس کا بالکل صحیح نکلا

اس کام کی ابتدا مین جو دشواریان پیش آئین ان کا حال بہ نسبت ان مشکلون کے غیر معلوم ہے جن کا تعابلہ اسکو آخر مین کرنا پڑا۔

پتھورا کے خاندان مین نہ اکبر کا نہ اسکی اولاد کا کوئی بیاہ ہوا۔ اس خاندان نے کبھی شاہان دہلی سے اپنی لڑکیون کی شادی کرنے کو نہین پسند کیا۔

دہلی کے قریب امیر (جے پور) تھا اول اس نے شاہان دہلی سے اپنی لڑکیون کے بیاہنے کا طریقہ اختیار کیا۔ راجہ بھگوان داس نے اپنی لڑکی ہمایون پادشاہ سے بیاہی۔ پھر اس طریقہ کا رواج اکبر نے ایسا دیا کہ راجاؤن کی لڑکیون سے بڑے بڑے نامور شہنشاہ اور شہزادے پیدا ہوئے جنکی تفصیل یہ ہے۔ کہ سلطان سلیم جو تخت نشین ہوکر جہانگیر شہنشاہ دہلی ہوا اور اس کا بیٹا شاہجہان جو باپ کو بہت عزیز تھا اور بدنصیب بیٹا خسرو اور شہنشاہ اورنگ کا سرکش بیٹا اکبر۔ سلطنت کے زوال کی حالت مین فرخ سیر نے اجیت سنگھ راجہ مارواڑ کی لڑکی سے شادی کی۔

اس کے بعد اس قسم کا بیاہ اور نہ ہوا گو ہندو امرا کی لڑکیون سے مسلمانون کی یہ رشتہ مندی مغلون کی سلطنت سے پہلے بھی ہوتی تھی مگر ان ہندو امیرزادیون کو مسلمان ہوکر رہنا پڑتا تھا۔ مگر مغل پادشاہون سے اس رشتہ مندی کی صورت مین وہ اپنے مذہب پر قائم رہتی تھین وہ مسلمان نہین ہوتی تھین۔ بلکہ پادشاہون کو کچھ ہندو بنا لیتی تھین۔ یہ ہندو راجہ پادشاہون کے سسرے ہوکر اپنے خردسال بھانجون کے حامی ہوئے تھے اور ان کی سلطنت کی ترقی کے خواہان اور ان کے ساتھ سارے خوف و خطر مین شریک رہتے تھے۔

شہنشاہ اکبر نے جو اس رشتہ مندی کا رواج دیا اسپر ارباب الرائے مختلف رائین رکھتے ہین۔ بعض کہتے ہین کہ اس سے اکبر کو دو فتحین حاصل ہوئین اول یہ کہ ہندو اسکی نسبت نیک رائے رکھنے لگے۔ دوم راجاؤن کی تلوار اس کی حمایت کرنے لگی۔

اوران کی برچھیون کی نوکین اس کے تخت کو سہارنے لگین۔ اگر خاندان تیموریہ کے پادشاہ اکبر کے ان اصول پر جمے رہتے توان کی سلطنت لازوال ہوجاتی مگر اکبر و جہان گیر و شاہجہان کے اصول کے خلاف اورنگ زیب نے سلطنت کو بگاڑا گو وہ خود اپنی زندگی مین ذہن عالی کی وجہ سے سلطنت وسیع کا انتظام کرتا تھا۔ مگر اس نے ان لوگون کو ناراض کر دیا جنھون نے سلطنت کو معراج پر پہونچایا تھا۔ اورنگ زیب کی قوت و سطوت کے قائمقام اسکے قائمقامون کا ضعف وحمق ہوا اور ہندوون سے غیر موانست ہوئی جس سے سلطنت کی خاک اڑگئی۔

دوسرے ارباب الرا ے کہتے ہین کہ ترکون کی عادت مین داخل تھا کہ جہان وہ فتح کرتے وہان کی عورتون سے رشتہ مندی پیدا کرتے۔ انھون نے یہان بھی اپنی عادت کے موافق یہی کیا مگر اور ملکون مین اس عقد و پیوند سے فائدہ ہوا کہ انکی شکلین خوبصورت ہوگئین۔ اور تہذیب و شائستگی حاصل ہوئی مگر اس ملک مین ترکی خون کے ساتھ ہندی خون کے پیوند پانے سے انکی نسل کی جلادت اور شہامت مین فرق آیا اور وہ جو پادشاہونکی سطوت و شجاعت و عظمت کا رعب داب ہندو راجاؤن کے دلون مین بیٹھا ہوا تھا وہ اس رشتہ مندی کی وجہ سے اُٹھ گیا۔ اس رشتہ مندی سے بھائی بندی اور ہمسری کا دعوے وہ کرنے لگے۔ اور سلطنت کے کامون مین برابر کے مدعی ہو گئے۔ اس لیے اس رشتہ مندی کے پیوند نے مسلمانون کی سلطنت مین زوال کا بیج بو یا گیا۔ اور آخر کو ہندوؤن نے مسلمانون کی سلطنت کو چھین لیا۔

تیسرے ارباب الرائے یہ کہتے ہین کہ ہندوستان مین رجپوتون کی قوم جوان مرد بہادر اور غیرتمند اور اپنی عزت کے لیے جان نثار ایسی ہے جیسی کہ دنیا مین اور بہادر قومین ہین وہ مسلمانون کی عملداری سے پہلے آپس مین لڑ مکر اور کٹ کٹ کر ضعیف ہوگئی تھی۔ پھر ان کی قوت غزنویون اور غوریون کی لڑائیون مین صرف ہوئی پھر افغانون سے انکی

لڑائی رہی۔ مگر اکبر نے اپنی عقل ودانش سے وہ تدبیر کی کہ اس قوم کو بالکل نکما کردیا۔ اس نے رجپوتون سے رشتہ مندی کرکے اور ان کو جاہ ومنصب مین بلند مرتبہ بناکے انکی آدہی قوم کو اپنا دوست ومطیع بنالیا اور اس نصف قوم سے باقی نصف قوم کو جو مطیع نہ ہوئی مارکر تباہ کردیا۔ غرض یون رجپوتون کا ایسا کام تمام کیا کہ جب مسلمانون کی سلطنت بگڑی اور قزاقون اور غارت گرون نے زور پکڑا تو اول اول رجپوتون نے اپنی ناعاقبت اندیشی کے سبب سے اس سے چشم پوشی کی اور پھر کچھ پوشیدہ پوشیدہ فسادون کو برپا کرتے رہے اور یہ نہ سمجھے .... کہ اس کا اثر ہمپر پڑے گا غرض ان کو اُس انقلاب مین اور اقوام ہنود کی طرح عروج نہ ہوا وہ مطلق العنان اور صاحب اقتدار نہ ہوئے اس طرح اکبر کی دوستی سے جو انکی قومی قوت وہمت شکستہ ہوئی وہ کبھی کسی دشمن سے بھی نہوئی تھی۔ اسیطرح کی ارباب الرائے رائے زنی کرتے ہین اصل حقیقت تو کھلتی نہین مگر یہ رائین بھی دل بہلانے کے لیئے اچھی ہین

پادشاہ کے شوق کی چیزین

جب پادشاہ لڑکا تھا اور کابل مین رہتا تھا وہان اونٹ سے بڑا کوئی جانور نظر نہ آتا تھا وہ اونٹ پر سوار ہوتا تھا اور ان کو لڑاتا تھا جب وہ ہندوستان مین آیا تو ہاتھی دیکھکر اس کا شوق پیدا ہوا۔ یہ جانور صورت وسیرت مین عجیب ہے اگر اس کو کلانی مین پہاڑ سے تشبیہ دیجئے تو غلط ہے پہاڑ مین حسن صورت ہی نہ رفتار ہے اگر سرعت وتندی مین ہوا سے اُسے نسبت دیجئے تو یہ صحیح نہین ہوا مین عرصۂ نبرد مین ثابت قدمی اور خشم گینی سے لشکر کا درہم برہم کرنا کہان ہے۔ دوربینی ودریافت وفراست مین اگر گھوڑے کی برابر کہا جائے تو بیان واقع نہوگا۔ وہ باخرد۔ درازعمر۔ بدیع منظر۔ عظیم شکل۔ بلند دریافت۔ سوار ربا ہے فوج برہم زن۔ کوہ فگن عجیب جانور ہے کہ اسکی بدمستی دکینہ کشی کے لکھنے کے لیئے ایک

جدا کتاب کی ضرورت ہے۔ پادشاہ اس ہیبت پیکر بدیع ہیکل کو دیکھ کر اسپر فریفتہ ہوگیا
اسپر چڑہنے کی مشق ایسی بڑھائی کہ مست آدم کش بدخو فیل ربا ہاتھیون پر سوار ہونے لگا
اُس بدمست بدخو ہاتھی پر کہ جس نے اپنے فیلبان کو مارا ہو اور کئی خون کیئے ہون اور شہر
مین شورش مچائی ہو اسکے دانتون پر پاؤن رکھ کر چڑھ جاتا اور ہنستا و کھیلتا بدمست
عربدہ جو ہاتھی سے لڑ آتا تھا اور ان بدمست ہاتھیون کی لڑائی مین کہ جن کے پاس جاتے
ہوئے بڑے بڑے بہادرون کی جان نکلتی تھی وہ ایک ہاتھی سے دوسرے ہاتھی پر
اچھل جاتا ہاتھی پر نہ گدی ہے نہ جھول ہے فقط کلاوہ مین اسکے پاؤن اور پیٹھ پر
اسکی جما ہوا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ دہلی مین پادشاہ بدمست ہاتھی مکھنہ پر سوار ہو کر
دوسرے ہاتھی سے لڑ آتا تھا۔ مکھنہ ہاتھی نے دوسرے ہاتھی کو بھگا دیا اور اسکے پیچھے
بے تحاشا بھاگا وہ ایک گڈھے مین گرا اور ایسی حرکتین کین کہ بھوئی جو اسکی پیٹھ پر بیٹھا تھا
زمین پر گرا اور پادشاہ بھی اُسپر سے گرا مگر پاؤن کلاوہ مین اٹکا رہ گیا۔ لوگون نے کلاوہ
سے پاؤن کو نکالا۔ جب ہاتھی گڈھے سے نکلا تو اُسپر پھر وہ سوار ہوگیا۔ سو دفعہ سے زیادہ
پادشاہ نے مست ہاتھیون کو لڑایا ہوگا کبھی پادشاہ درخت یا چھت پر ہو بیٹھتا جب ہاتھی
برابر آتا تو اُسپر اچھل کر آن بیٹھتا۔

پادشاہ بڑا محقق تھا اُس نے ایک دفعہ ایک گروہ کو بھیجا کہ گنگا کے سرچشمہ کو تحقیق کرے اُس نے
ایک عجیب تجربہ کیا کہ انسان کی طبعی زبان کیا ہے یعنی اول انسان کونسی زبان بولتا تھا مسلمانون
کو دعوے تھا کہ اول عربی زبان بولی گئی۔ یہودی کہتے ہین کہ عبرانی سب زبانون کی اصل ہے
ہندو اپنی سنسکرت کو سب زبانون کی مان بتاتے ہین۔ اس تحقیقات کے لیئے اس نے
شہر سے باہر بہت دور ایک مکان عالیشان سب ضروریات سے آراستہ کیا اور
گنگ محل اس کا نام رکھا بہت سے لڑکے لڑکیان پیدا ہوتے ہی مان باپون سے لیکر
اُس محل مین داخل کین۔ دایون کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ مگر ان کے سامنے بولنے

سے منع کیا۔ غرض ایسا اہتمام کیا کہ ان کے کان مین انسان کی آواز نہ پہونچنے دے۔ جب یہ لڑکے پانچ پانچ سات سات برس کے ہوئے تو اُن کو اپنے سامنے بلُوایا تو سوائے غاین باین کے اُن کے منہ سے کوئی لفظ نہین نکلتا تھا ہر زبان کے فضلا مقرر تھے کہ جو لفظ اول انکی زبان سے نکلے اُس کو امتحان کرین کہ کس زبان کا ہے مگر انکی زبان سے کوئی لفظ ہی نہین نکلتا بلکہ وہ اشارون مین باتین کرتے تھے۔ غرض تجربہ مین ناکامی ہوئی۔ ہیرودوٹس ایک قدیمی مورخ نے لکھا ہے کہ کسی فرعون مصر نے بھی تجربہ کیا تھا مگر اکبر کے تجربہ مین یہ زیادہ خوبی تھی کہ پھر ان بچون کو بولنا سکھایا گیا تو مشکل سے اُنھون نے سیکھا۔

بدایونی بادشاہ کے اس تجربہ کو بھی بڑی حقارت سے اسطرح لکھا ہے کہ بچون کو گونگی دایون سے چار برس تک دودھ پلایا گیا مگر اسکے بعد ان کو ایک لفظ بولنا نہین آیا۔ ابوالفضل یون لکھتا ہے۔

سنہ ۹۸۸ مین بادشاہ کی محفل مین ہر طرح کے علم کا ذکر ہوتا تھا اس نے فرمایا کہ ہر گروہ کی زبان دانی پیاپے شنوائی سے ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی بات یاد کرتے ہین اگر ابتدا پیدایش سے وہ اسطرح پلین کہ آدمی کی گفت گو ان کے کان مین نہ جائے تو ضرور ان مین بولنے کی قوت نہوگی اگر ان مین سے کوئی بولے تو اس کو ایزدی گفتار ہونے کا یقین کرنا چاہیئے مگر بعض سامعین کی پیشانی سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس سے انکار کرتے ہین انکے دل نشینی کے واسطے ایسی سرزمین مین کہ اور مکان کی آواز کوئی وہان نہ پہونچے ایک سرائے آباد کی اور وہان نوزادون کو رکھا راستی منشون کو پاسبانی کے لیئے مقرر کیا کچھ زمانہ تک دائیان ان بچون کو دودھ پلائین۔ مگر اپنی زبان کو بند رکھین۔ عام لوگون نے اس سرائے کا نام گنگ محل رکھا۔ بادشاہ اس عبرت سرا مین خود گیا کوئی آواز اس خاموش خانہ سے برآمد نہوئی اور اس آرامگاہ مین کوئی گفتار نہ سُنی۔ باوجودیکہ اسپر چار سال گذر گئے تھے مگر بچون کو گویائی سے کچھ بہرہ نہ تھا۔ ایسی آوازین نکالتے تھے جیسے گونگے نکالا کرتے ہین۔

حالات اسد بیگ - ایک تاریخ مرزا اسد بیگ کی تصنیف سے ہے اس مین مرزا نے تمباکو
کا حال یہ لکھا ہے کہ مجھے بیجاپور مین کچھ تمباکو ہاتھ لگا - مین نے ہندوستان مین اسکو پہلے
نہین دیکھا تھا مین نے اسکو لیا اور خوبصورت پائپ بنایا - اجین سے رنگے منگائی دو تین
ہاتھ لمبی تھی اور اچھی طرح خشک کیگئی تھی اور اسپر رنگ کرایا اس کے دونون سرون مین
جواہر اور زمرد لگائے - عقیق یمنی کی منہال کا دُم بہم پہونچائی اور اُس کو نے پر لگایا اور سونے کا
آتش افروز بنایا - عادل خان نے مجھے ایک پاندان دیا تھا جسپر نہایت عمدہ کام کیا ہوا
تھا اس مین مین نے ایسا عمدہ تمباکو بھرا کہ اگر اس کے پتے کو آگ لگائیے تو سارا جلنے لگے -
ان سب کو مین نے ایک کشتی مین رکھا اور تے کے رکھنے کے واسطے مین نے ایک چاندی
کی نلی بنوائی اور نلی کے اوپر سرخ مخمل کا غلاف چڑھایا - جب بادشاہ کی خدمت مین حاضر
ہوا اور تحائف پیش کیئے تو بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ اتنے تھوڑے دنون مین ایسی عمدہ اشیاء
کس طرح بہم پہونچائین - جب کشتی اور تے اور اسکے سامان پر اسکی آنکھ پڑی تو اُس کو تعجب
ہوا اور تمباکو جو چلم مین تھا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کہان سے تجھے ہاتھ لگا ہے - خان زمان خان
نے کہا کہ یہ تمباکو ہے مکہ مدینہ مین اس کا بہت رواج ہے - یہ حکیم حضور کے لیئے بطور دوا
کے لایا ہے - پادشاہ نے اُس کے تیار کرنے کا مجھے حکم دیا مین نے اس کو بھر کر تیار کیا
پادشاہ اس کا دم بھرنے کو تھا کہ اس پاس ایک طبیب دوڑا آیا اور اس کو پینے سے منع کیا
مگر پادشاہ نے کہا کہ میرے خوش کرنے کے لیئے وہ تھوڑا سا ہی پئے گا اور اس نے
منہال کو منھ مین لے کر دو تین دم کھینچے - طبیب نے بیتاب ہو کر کہا کہ مین اب زیادہ پینے
کی اجازت نہین دیتا پادشاہ نے منہال منہ سے نکال کر خان زمان کو دی اس نے بھی
دو تین دھوئین کے بقے اُڑائے پھر اس نے اپنے حکیم پاس اسکو بھیجا کہ وہ اسکے خواص
کی تحقیق کر کے اطلاع دے - حکیم نے جواب دیا کہ ہماری کتابون مین کہین اس کا ذکر نہین
ہے - وہ کوئی نیا ایجاد ہے اور نئے چین کی ہے - انگریزی ڈاکٹرون نے تمباکو کی بہت

تعریف لکھی ہے۔ امیر الحکمار نے کہا کہ یہ ایک دوا ایسی ہے کہ جس کا امتحان نہین ہوا اور
اطبار نے اس کے باب مین کچھ نہین لکھا ہم کس طرح سے حضور سے اس مجہول شے کے
خواص عرض کر سکتے ہین۔ مناسب نہین ہے کہ حضور اس کا استعمال فرمائین۔ مین نے
امیر الحکمار سے کہا کہ اہل فرنگ ایسے احمق نہین ہین کہ وہ تمباکو کا حال نہ جانتے ہون اور یونہی
پینے لگے ہون۔ ان مین بعض ایسے با فرہنگ ہین کہ کبھی خطا و غلطی نہین کرتے۔ تم کسطرح سے
ایک چیز پر بغیر اسکے خواص دریافت کرنے کے اور امتحان کے رائے دے سکتے ہو جس کا
اطبا اور سلاطین اور امرا کو اعتبار نہوا شیا پر انکی برائی اور بھلائی تحقیق کرکے حکم لگانا
چاہیئے۔ حکیم نے جواب دیا کہ ہم کو اہل فرنگ کی تقلید کرنی نہین چاہیئے اور ایک رسم کو
جسکو ہمارے عقلار نے حکم نہین دیا بغیر امتحان کے نہین جاری کرنا چاہیئے۔ مین نے جواب دیا
کہ کیا عجیب بات آپ نے کہی ہے۔ آدم کے وقت سے اس دم تک ہر رسم کسی نہ کسی زمانہ
مین نئی تھی وہ بتدریج ایجاد ہوتی گئی۔ جب کوئی نئی چیز داخل ہوتی ہے اور دنیا مین
مشہور ہوتی ہے تو ہر ایک آدمی اس کو اختیار کرتا ہے۔ دانشمندون اور حکیمون کو چاہیئے
کہ کسی چیز کے بُرے بھلے خواصون کی تحقیق کرکے اُسکی تشخیص کرین۔ اچھے خواص مدتون مین
تحقیق ہوتے ہین۔ چین کی چار کو دیکھو جو پہلے زمانہ مین لوگون کو نہین معلوم تھی اس زمانہ
مین دریافت ہوئی ہے وہ بہت بیماریون کی دوا مین کام آتی ہے۔ جب پادشاہ نے اس
مباحثہ اور میرے دلائل کو سُنا تو خان زمان سے کہا کہ تو نے دیکھا اسد کیا فرزانگی وزیر کی
کی باتین کرتا ہے۔ اب حکیم کچھ اور عرض کرنے کو تھا کہ پادشاہ نے اُس کو چپکا کرکے مولوی صاحب
کو بلایا۔ مولوی نے تمباکو کی بہت تعریف کی مگر حکیم صاحب کو کوئی نہ منوا سکا اس کے
عمدہ طبیب ہونے مین شبہ نہ تھا۔

مین بہت سا تمباکو لایا تھا اور بہت سی نیچین۔ مین نے اُن کو امرا مین تقسیم کیا پھر تو
اُسکی سب کو چاٹ ایسی لگی کہ مجھ سے تمباکو کے طلبگار ہونے لگے اور تمباکو کا رواج بہت

جلد ہوگیا۔ مگر بادشاہ نے اس کو نہین پیا۔ اس تمباکو کا بیان پرتگیزون کی کتابون سے
ایک اور طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نوجوان پرتگیز نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حضور
کی مرضی ہو تو مین عجیب و غریب تماشا دکھاؤن۔ بادشاہ نے فرمایا کہ مین ہر عجیب و غریب
چیز کے دیکھنے کا مشتاق ہون تو ضرور تماشا دکھا۔ اس نے روشنی منگائی اور چھپ کر تمباکو کو
روشن کیا اور پائپ کی چلم پر ہاتھ رکھکر منہ سے دھوان نکالنے لگا بادشاہ نے یہ دیکھکر
ناک چڑھا کے کہا کہ یہ کیا تماشا ہے ایسے تماشے تو ہمارے مداری کرتے ہین کہ ناک کی نتھون
سے دھوان کیا شعلے نکالتے ہین اور خوب روپیہ کماتے ہین۔ تو تو اپنے تماشے سے ایک دمڑی
مہینہ بھی نہین کما سکتا۔ اسپر پرتگیز نے کہا کہ مین نے تماشا نہین دکھایا۔ بلکہ یہ دھوان کھایا
ہے جو خوش ذائقہ ہے اور اس سے انسان کا دل خوش اور صاف ہوتا ہے اُس نے ہاتھ
اُٹھا کر مٹی کا پائپ اور تمباکو نکال کر دکھایا۔ بادشاہ نے حکیم ابوالفتح گیلانی کو تمباکو دکھایا
عبدالقادر بدایونی نے حکیم سے کہا کہ یہ شیطان نے بہکانے کی تدبیر کی ہے تو ہرگز تمباکو کا
امتحان نہ کرنا وہ شیطان کا لایا ہوا ہے۔ جاسوسون اور نوکرون کے ذریعہ سے بادشاہ پاس
پہونچا ہے۔ حکیم نے بھی آنکر دیکھا کہ بادشاہ بہت کھانس رہا ہے وہ پائپ کے کئی دم کھینچ چکا تھا
اس لیئے کھانستا تھا۔ حکیم نے تمباکو کو سنجیدگی سے آزما کر عرض کیا کہ وہ خوش ذائقہ اور صحت بخش
ہے مگر اس کا دھوان پہلے صاف ہونا چاہیئے پانی مین پہلے گذرنا چاہیئے۔ بادشاہ نے اسکی
رائے سے اتفاق کیا۔ غرض اسطرح حقہ ایجاد ہوا۔

شہنشاہ اکبر کی عادت تھی کہ وہ بھیس بدل کر رعایا کے ضروری حالات کو دریافت کیا کرتا
تھا۔ بازارون مین جاکر نرخ اجناس معلوم کرتا تھا ایک دن وہ اس طرح چلا جاتا تھا کہ ایک
شخص نے اُسکو پہچان لیا اور ایک دوسرے آدمی سے کہا کہ یہ اکبر جاتا ہے بادشاہ نے اُسے
سُن لیا۔ جب وہ اسکے پاس آیا تو ایسا منہ ٹیڑھا کر لیا کہ اس آدمی نے دیکھکر کہا کہ یہ اکبر
نہین ہے کوئی ٹڑھوا ہے۔

۹۹۱ھ مین پادشاہ نے راجہ جے مل کو گھوڑے کی ڈاک مین بھیجا تھا - تیز روی کی ناہنجاری اور افزونی تابش سے حدود چوسا مین اس کا چراغ زندگی افسردہ ہوا اس کی بیوی راجہ اودے سنگھ پسر راے مالدیو عرف موٹا راجہ کی بیٹی تھی وہ ستی ہونے پر راضی نہین ہوتی تھی اس کا بیٹا اودے چند اور جاہل رجپوت اپنی جہالت کے سبب سے زبردستی اس کو ستی کرنا چاہتے تھے - محل مین پہرون چڑھے پادشاہ کو اس کی خبر ہوئی خدا ترس پادشاہ کو ترس آیا اور سوچا کہ اگر کسی اور امیر کو بھیجتا ہون تو اس کے سینہ مین اپنا دل اور دل مین یہ درد کیونکر ڈال سکتا ہون مبادا وہ تاخیر کرے - اس لیئے وہ اسپ بادپا پر سوار ہو کر اس سرزمین کو روانہ ہوا - لوگون کو اصل حقیقت پر آگاہی نہ تھی - پادشاہ کے اس طرح غائب ہونے سے ایک شورش برپا ہوئی اور شوریدہ سرا بیہودہ گویون نے خیال پرستی سے طرح طرح کی روشس سے داستانین بنائین اخلاص مند فدویون نے ہتھیار بندی کی - لڑائی کا سامان کیا - پادشاہ کے ساتھ اس دوڑا دوڑ مین کشک کے آدمی بھی نہ پہونچ سکے - چند جان نثار اور کئی خدمتگار رکاب مین رہے - جب پادشاہ اس ہنگامہ کے قریب آیا تو جگنناتھ اور رائسال آگے گئے اور آشفتہ راے سرگروہون کو گرفتار کر کے حضور کے روبرو لائے - پادشاہ نے کہا کہ ان کی پیشانی سے پشیمانی ظاہر ہوتی ہے - جوشش خشم کی حالت مین جان بخشی کی مگر مقید کیا -

پھر تھوڑے زمانہ مین پادشاہ اپنی یہ عدالت سترگ اور رافت والا و شجاعت بزرگ دکھا کر اپنے آرام گاہ مین آیا جس سے ترانہ شادی بلند ہوا -

شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات

اس پادشاہ کے مذہبی خیالات معلوم کرنے کے مخازن میرے پاس یہ ہین - اکبر نامہ آئین اکبری - خافی خان کی منتخب اللباب - تزک جہانگیری - منتخب التاریخ عبدالقادر بدایونی - دبستان المذاہب - ایشی ایٹک سوسائٹی کلکتہ کے مختلف جو انگریزی محققین نے لکھے ہین

بادشاہ کے مذہب کا اصل حال ابوالفضل اور عبدالقادر بدایونی کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے جس کو بلوک میں صاحب نے باترتیب لکھا ہے۔ باقی تحریرات انہیں دو اہل علم کی تحریروں پر مبنی ہیں جن پر محقق کی رائے کے گل پھول لگے ہوئے ہیں۔

عبدالقادر بدایونی اکبر کا دشمن تھا اور ابوالفضل کا دوست تھا پس جب کسی شخص کے حال کو لایق دوست اور قابل دشمن دونو لکھیں تو پھر کوئی اس کی برائی بھلائی چھپی نہیں رہتی گو دونو کے بیان میں مبالغہ ہوتا ہے مگر عقل سلیم ان دونوں کی تحریروں میں ثالث بالخیر بن کر اصل حال کا استنباط کر سکتی ہے کہ کیا ہے۔ اول ہم مذہب کے باب جو کچھ منتخب التاریخ میں عبدالقادر نے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں اور پھر ابوالفضل نے جو لکھا ہو وہ تحریر کرتے ہیں۔ دونوں کی تحریر سے جو نتائج محققین نے نکالے ہیں ان کو زیر قلم لاتے ہیں اور خطوط وحدانی کے اندر بعض الفاظ یا رمزوں کی تشریح کرتے ہیں اور دبستان المذاہب کو بھی زیر نظر رکھتے ہیں۔

ان ایام میں آخر ۹۸۲ھ میں شیخ ابوالفضل خلف شیخ مبارک ناگوری بادشاہ کی درگاہ میں دوبارہ آیا (پہلی ملاقات ۹۸۱ھ میں ہو چکی تھی) اب اس کو علامی کہتے ہیں۔ اس نے ایک جہان میں آگ لگا دی۔ اس نے صباحیوں (حسن صباح ایک مذہبی مشہور مکار ہے) کا چراغ روشن کیا یعنی روز روشن میں چراغ جلایا اور بمقتضائے من تخالف تصرف (جو مخالفت کرتا ہے قوت پاتا ہے) اسنے کل امم کی مخالفت پر کمر خوب درست اور چست کی اسکو درگاہ والا میں منشی کی خدمت ملی۔ آیۃ الکرسی جس میں دقایق و نکات قرآنی بہت سے مندرج ہیں اس کی تفسیر پیش کی کہتے ہیں کہ یہ تفسیر اسکے باپ کی تصنیف سے تھی مگر اسنے اسکو قدر دانی تحسین کی عزت حاصل کی اور تفسیر اکبری (۹۸۳) اسکی تاریخ تصنیف تھی۔ بادشاہ نے اس کو ان ملانوں کی گوشمالی کے لئے خاطر خواہ پایا جو فرعون تھے۔ یہ توقع بادشاہ کو مجھ سے نہ تھی۔

ابوالفضل کو جو ان ملانوں سے مخالفت تھی اُس کی وجہ یہ تھی کہ جب اہل بدعت اور اسی قبیل

کے لوگ جیسے کہ میرحبشی اور مثل ان کے تھے گرفتار ہوے تو شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک اور کل علمار نے متفق اللفظ والمعنے ہوکے پادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ مبارک فرقہ مہدویہ مین سے ہے اور ضال و مضل (خود گمراہ اور اورون کو گمراہ کرنے والا) ہے ایک طرح کی پادشاہ کی اجازت اس کے رفع دفع کرنے کے لیے لیکر پادشاہ کے سامنے اسکے حاضر کرنے کے لئے محتسبون کو بھیجا۔ شیخ اپنے دو بیٹون سمیت مخفی ہوگیا تو اسکی مسجد کے منبر کو ان محتسبون نے توڑ ڈالا۔ اس زمانہ مین شیخ سلیم چشتی فتحپوری کا جاہ وجلال اوج پر تھا ان کے پاس اول شیخ التجا لایا کہ وہ پادشاہ سے التماس کرکے اسکی شفاعت کرادین۔ شیخ سلیم نے بعض اپنے خلیفون کے ہاتھ کچھ روپیہ شیخ مبارک کے پاس بھجوایا اور اس سے کہا کہ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اس دیار سے فرار کرو اور گجرات مین چلے جاؤ۔ جب شیخ کو یہان سے ناامیدی ہوئی تو اس نے مرزا عزیز کوکہ کو اپنا متوسل بنایا اس نے پادشاہ سے شیخ مبارک کی درویشی اور اسکی اولاد کی فضیلت کی تعریف کی اور عرض کیا کہ شیخ مرد متوکل ہے اس نے کوئی زمین بھی انعام مین نہین لی۔ ایسے فقیر کو رنجیدہ کرنا مین نہین جانتا کہ کس لیے ہے اس سفارش سے پادشاہ نے شیخ کے ایذا پہونچانے کا خیال بالکل چھوڑا اور تھوڑی مدت مین زمانہ اسکے موافق ہوا۔ شیخ ابوالفضل کو اپنی خدمت کے زور سے اور پادشاہ کی حمایت سے اور زمانہ سازی و بے دیانتی و مزاج شناسی اور غایت درجہ کی خوشامد سے ایسے موقعے ملے کہ اس نے اس جماعت کو جس نے سعایت اور سعی ناشکور کی تھی نہایت بری طرح سے رسوا کیا اس نے فقط انھین تجربہ کار عالمون کا استیصال نہین کیا بلکہ کل ان خدا کے بندون کو خراب کیا جو مشائخ و علماء و عوام صلحاء و ضعفاء و یتیم تھے انکی مدد معاش و وظائف کو بند کیا اور حال و قال کی زبان سے یہ کہتا۔

رباعی

یارب بجہانیان دلیلے بفرست	نمرودان را جوش پیلے بفرست
فرعون وشان دست برآورد ستند	موسی و عصا و رود نیلے بفرست

جب اس وضع سے ان علمار کے حال مین خلل پیدا ہوا اور جنھون نے اس کے باپ کو ستایا تھا تو یہ رباعی اکثر وہ پڑھا کرتا تھا۔

رباعی

آتش بدو دست خویش در خرمن خویش — چون خود زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش — اے وائے من و دست من و دامن خویش

جب بحث مین اسکے سامنے کسی مجتہد کا قول پیش کرتے تو وہ کہتا کہ فلان حلوائی۔ فلان کفش دوز فلان چرم گر کا قول میرے لیے حجت نہین ہوسکتا۔ وہ سب مشائخ وعلمار کا منکر تھا۔

سنہ ۹۸۳ھ مین عبادت خانہ کی عمارات تمام ہوئین۔ پادشاہ نے فتحپور سیکری مین ایوان شاہی کے پاس یہ عمارت بنوائی تھی۔ ان تعمیرات کا منشا بیان ہوگا ان چند سالون مین (۹۸۳ سے پہلے) فتوحات عظیمہ وغریبہ پے درپے حاصل ہوئی تھین دائرہ مملکت روز بروز فراخ ہوتا جاتا تھا مراد کے موافق کام برآتے تھے۔ کوئی مخالف جہان مین باقی نہ تھا۔ اسنے فقرار سے اور حضرت معینہ کی آستانہ کے مجاورون سے دوستی پیدا کی تھی۔ اکثر اوقات اس کے قال اللہ و قال الرسول مین گذرتے تھے۔ تصوف کے مسائل حکمی وفقہی وغیرہ مین وہ مصروف رہتا تھا اور اکثر راتون کو جاگ کر خداے عزوجل کے اسمون یاھو یاھادی کا ذکر کرتا تھا یہ اسکو القا ہوا تھا کہ ان دو نامون کے ذکر سے معرفت حاصل ہوتی ہے فقرار ان کو ہزارون دفعہ پڑھتے ہین۔ منعم حقیقی کی تعظیم نے اسکے دل مین جگہہ پکڑلی تھی وہ بعض نعمتون کے شکرانہ کے لیے بطریق نیازمندی و دردمندی صبح کو ایک چوڑی سل پر بیٹھتا۔ یہ سل ایک پرانے حجرہ کی تھی جو پادشاہی محلون کے سایہ مین آبادی سے ایک طرف تھا۔ اسپر وہ مراقبہ کرتا اور فیض سحری حاصل کرتا اسنے سنا تھا کہ سلیمان کررانی (جس کا ذکر بہت کچھ ہوچکا ہے کہ وہ سنہ ۹۷۱ھ سے سنہ ۹۸۱ھ تک حاکم بنگالہ تھا) کا ذکر سنا تھا کہ وہ سحر کو ڈیڑہ سو مشائخ وعلمار نامدار کے ساتھ تہجد کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے اور صبح تک ان کے ساتھ بیٹھکر تفسیر وتذکیر سنتا ہی

صبح کی آغاز کے بعد مہمات ملکی اور سپاہی و رعیت کی داد و ستد میں مشغول ہوتا ہے اور تقسیم اوقات کرکے تضییع اوقات نہیں کرتا مرزا سلیمان جو ایک بادشاہ صوفی مشرب صاحب حال تھا اور مرید کرتا تھا اس کے آنے کی بھی خبر بدخشاں سے تھی غرض ایسے بواعث تھے کہ شیخ عبداللہ نیازی سرہندی نے حجرہ کا نام عبادت خانہ رکھا دیہ شیخ پہلے شیخ الاسلام چشتی کا مرید تھا) اور پھر فرقہ مہدویہ میں آگیا تھا (اس کا ذکر پہلے ہوچکا ہی) اس حجرہ کے چاروں طرفوں میں ایوان بنائے۔ اور بیچ میں ایک تالاب بنایا جسکا نام انوپ تالاب رکھا اور اس حجرہ کا نام عبادت خانہ رکھا کہ آخر رفتہ رفتہ وہ عبادت خانہ ہی ہوگیا

ملا شیری نے اس عمارت کے باب میں قصیدہ کہا ہی جسکی ایک بیت یہ ہی ؎

دریں ایام دیدم جمع با اموال فاروقی عبادتہائے فرعونی عمارتہائے شدادی

بادشاہ ہر نماز جمعہ کے بعد خانقاہ جدید شیخ الاسلام سے آکر اس عبادت خانہ میں ایک مجلس کرتا جمیں سوائے مشایخ وقت و علما و فضلا اور چند مخصوص بادشاہوں کے مقربین ندیموں کے کوئی اور طلب ہوتا اور اسمیں افادت اور استفادت کی باتیں ہر قسم کی ہوتیں۔

ہر شب جمعہ کو سادات و مشائخ و علما و امرا کے گروہوں کو بادشاہ بلاتا جب اس جماعت نے اپنی نشست کے مقام میں اور تقدیم و تاخیر میں بھی بدنفسی و کسائی۔ اور جھگڑے کھڑے کئی تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ امرا جانب شرقی میں اور سادات جانب مغربی میں اور علما جانب جنوبی میں اور مشائخ جانب شمالی میں بیٹھیں ان صفوں میں خود بادشاہ نوبت بہ نوبت پھرتا اور اس جماعت سے باتیں کرتا اور مقاصد کی تحقیق کرتا۔ طرح طرح کی خوشبوؤں سے مکان کو معطر کرتا۔ بے شمار زر ان اہل استحقاق کو دیتا جو مقربوں کے ذریعہ سے عبادت خانہ میں چلے آتے تھے۔ فتح گجرات میں اعتماد خاں گجراتی کے کتب خانے سے جو نفیس کتابیں ہاتھ لگی تھیں وہ ان علما کو خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کیں اور جو کتابیں فاضل بچی تھیں وہ امرا کو وجہ اجناس میں کہ جسکو ارماس یعنی زوال دشمن کہتے ہیں دیتا تھا ایک دن رات کو علما گردن کی رگیں پھلا پھلا کر اور غل مچا مچا کر باتیں کرنے لگے۔

یہ بات بادشاہ کو ناگوار گذری اسنے عبد القادر سے کہا کہ ایسے آیندہ جو اس جماعت میں نامعقول بات کہے اس کی مجھے اطلاع دے میں اسکو مجلس سے اُٹھا دونگا اوس سے آصف خاں سے آہستہ سے کہا کہ اسطرح تو اکثر علما، مجلس سے اُٹھائے جاینگے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اسنے کیا کہا تو آصف خاں سے جو اسنے کہا تھا وہ عرض کیا تو بادشاہ خوش ہوا اور اس کا ذکر اپنی مجلس میں اپنے مقربین سے کیا۔

ایکدن حاجی ابراہیم سرہندی نے فتویٰ دیا کہ سرخ و زعفرانی لباس پہنا مباح ہے اور اسبات کے ثبوت میں ایک حدیث بھی نقل کی۔ اسکو میر عدل نے بھری مجلس بادشاہی میں اسکو بدبخت ملعون کہکر گالیاں دیں اور عصا لیکر اوسکے مارنے کو چلا اوسنے اپنے تئیں حیلہ کرکے بچایا اب شہنشاہ کو علماء اور مفتیوں سے نفرت ہوگئی وہ کسی آدمی کے قصور غرور و تکبر کو معاف نہیں کیا کرتا اور تمام تکبر کی باتوں میں اسکو علم میں تکبر کرتے سے نہایت نفرت تھی اب اسنے ان علماء عظیم کو ایذا پہنچانے کا قصد کیا اور جب اس کے مقربین کو بادشاہ کی نیت یہ معلوم ہوئی تو پھر علما، پر سب طرح کے الزاموں کا طومار باندہ دیا۔

اسواسطے بادشاہ نے مجلس میں مخدوم الملک مولانا عبداللہ سلطان پوری کو بلایا کہ اسکو ایذا پہنچائے اور اسکے مقابلہ کے لئے حاجی ابراہیم و شیخ ابو الفضل کو اور نئے آدمیونکو بلایا۔ ابو الفضل نیا نیا مجلس میں آیا تھا وہ نئے مذہب و دین کا مجتہد تھا اور مرشد بحق اور داعی مطلق تھا۔ اور مباحثہ میں مخدوم الملک کی ہر بات میں بادشاہ دخل دیتا تھا پھر بعض مقربین بھی بادشاہ کے اشارہ سے اس سے کاوش و کاہش و تراوش کے مقام میں آکر اس کی عجیب و غریب نقلیں کرنے لگے۔

خانجہاں نے کہا کہ مخدوم الملک نے فتویٰ دیا ہے کہ اس زمانہ میں حج فرض نہیں ہے بلکہ گناہ ہے جب اسکی وجہ اس سے پوچھی تو اُس نے دلیل یہ بیان کی۔ کعبہ کی دو راہیں ہیں ایک عراق دوسری گجرات سے پہلے خشکی کی راہ پر قزلباشوں کی ناسزا باتیں سننی پڑتی ہیں اور دوسری دریا کی

راہ بین غیر ملکون سے قول اور عہد لیا جاتا ہے اور عہدنامہ پر اس عہدنامہ پر حضرت مریم اور حضرت
عیسی علیہ السلام کی تصویر منقش ہوتی ہے۔ وہ بت پرستی کا حکم رکھتی ہے۔ دونون طرح سے
حج ممنوع ہے اور خان جہان نے یہ بھی کہا کہ زکوۃ کے باب مین ایک اور حیلہ مخدوم الملک نے
یہ نکالا ہے کہ آخر سال مین جو خزانہ پاس ہو وہ اپنی منکوحہ کو بخشدے اور پھر اسپر ایک سال
نہ گذرنے پائے کہ اس سے لے لے۔ اہل سنت کے پاس جو سال کے آخر مین بحث ہوتی ہے
اسپر زکوۃ دی جاتی ہے۔ بس اسی طرح نہ میان پر نہ بیوی پر زکوۃ فرض ہوگی اس کے حیلون
کے سامنے بنی موسی کے حیلہ بھی شرمندہ ہوتے تھے۔ اس نے مشائخ وفقراء کے ساتھ
خصوصًا پنجاب کے ائمہ اور اہل استحقاق کے ساتھ سخت رزالت۔ خباثت۔ جہالت۔
مکاری۔ دنیاداری۔ ستمگاری کی۔ اور ایسی طرح طرح کی حکایات اسکی اہانت و تخفاف
و مذمت کی تقریر مین آتی تھین جو قیامت کے دن سب کھلینگی۔ جبرًا قہرًا اس کو مکہ معظمہ بھیجا
جب اس سے پوچھا کہ تجھپر حج فرض ہے تو اُس نے کہا کہ نہین (یعنی مفلس ہون) ان دنون
مین شیخ عبدالنبی کا عین جاہ و جلال تھا اور مخدوم الملک کے ہبوط کا اور زوال کا آغاز تھا۔
پادشاہ شیخ کی تعظیم و احترام کرتا تھا اور کبھی کبھی علم حدیث کے سننے کے لئے اس کے
گھر جاتا اور ایک دو دفعہ انکی جوتیان اسکے پاؤن کے سامنے رکھین تھین۔

انھین مجلسون مین سے ایک مجلس مین پادشاہ نے پوچھا کہ کتنی اصل عورتون سے نکاح
کرنا درست ہے۔ علماء نے جواب دیا کہ چار حرہ عورتون سے زیادہ عقد نکاح باندھنا جائز نہین ہے اسپر
پادشاہ نے فرمایا کہ مین عنفوان جوانی مین اس مسئلہ کا مقید نہین تھا جتنی آزاد و بندہ عورتین چاہین
مین نے جمع کرلین اب اسکا علاج کیا ہو سکتا ہے ہر ایک شخص نے کچھ کچھ عرض کیا۔ پادشاہ نے
فرمایا کہ ایک دن مین نے شیخ عبدالنبی سے سُنا کہ مجتہدون مین سے ایک نے نو بیویان کی تھی
جائز رکھی تھین لوگون نے عرض کیا۔ ابن لیلے مجتہد نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت فانکحوا ما طاب
لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع کی عبارت کے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہ بیویان کرنی

جائز ہین (جس طرح چاہو نکاح کرو۔ عورتون مین سے دو دو یا تین تین یا چار چار (جس نے نو بیویان کہین اسنے ۲+۳+۴=کا حساب لگایا اور جس نے اٹھارہ کہین (۲+۲+۳+۳+۴+۴ یعنی اٹھارہ کا حساب) مگر یہ روایتین مرحوم ہین عمل کے لایق نہین۔ پادشاہ نے آدمی بھیجکر شیخ عبد النبی سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ مین نے اختلافات کا بیان کیا تھا کوئی ایسا کا فتوے نہین دیا۔ یہ بات پادشاہ کو گران معلوم ہوئی اور فرمایا کہ شیخ نے ہماری ساتھ نفاق کی بات کی کہ اُس وقت کچھ اور کہا اور اس وقت کچھ اور کہتا ہے یہ بات اُس کے دل مین بیٹھ گئی۔ اس مسئلہ مین بہت سے رد و بدل اور روایات متنوعہ کے جمع کرنے کے بعد علمار نے یہ فتویٰ دیا کہ بطریق متعہ کے جسقدر عورتین کہ میسر ہون مباح ہین اور یہ امام مالک کے مذہب مین جائز ہے اور شیعہ اس فرزند کو کہ متعہ سے پیدا ہو بہ نسبت منکوحہ اولاد کے زیادہ عزیز رکھتے ہین برخلاف اہل سنت وجماعت کے اس مسئلہ مین بہت سی اور باتین ہوئین جن کا بیان عبد القادر نے نجات الرشید مین بالاجمال لکھا ہے۔ موطا امام مالک کی تصنیف درمیان اٹھالایا جس مین امام مالک نے ایک حدیث نقل کی تھی جس سے متعہ کا منع ہونا ثابت ہوتا تھا۔ ایک رات کو قاضی یعقوب و شیخ ابو الفضل و حاجی ابراہیم اور ایک دو اور علمار حجرۂ انوپ تلاؤ مین پادشاہ کی خدمت مین بلائے ہوئے آنکر بیٹھے شیخ ابو الفضل مشائخ کے معارض مقرر ہوئے جو روایتین کہ متعہ کے باب مین ابو الفضل کے باپ نے جمع کی تھین اسنے پیش کین۔ اس اثنار مین پادشاہ نے ملا عبد القادر کو بھی بلاکر پوچھا کہ اس باب مین تمہاری رائے کیا ہے اس نے عرض کیا کہ ان ساری روایات مختلفہ و مذاہب گوناگون کا مآل اس ایک بات پر تمام ہوتا ہے کہ امام مالک اور شیعہ کے نزدیک بالاتفاق متعہ مباح ہے اور امام شافعی اور امام اعظم کے نزدیک حرام اگر کوئی قاضی مالکی حکم لسکے اقتضار کا کرے تو امام اعظم کے مذہب مین بالاتفاق متعہ مباح ہوتا ہے اس بات کے سوائے سب قیل و قال و جنگ و جدال ہے۔ پادشاہ کو یہ بات بہت مستحسن معلوم ہوئی اس باب مین قاضی یعقوب نے چون و چرا کی عبد القادر نے کہا کہ کوئی جو مختلف فیہ ہوتا ہی

وہ قاضی کی قضاے مجمع علیہ میں فیصل ہو جاتا ہی اس اصول کی مثال سے توضیح کی کہ قاضی یعقوب معقول ہوگیا اور عجز کے ساتھ کہا کہ اب میں کیا کہوں مبارک ہو کہ متعہ مباح ہی۔ بادشاہ نے قاضی حسین عرب مالکی کو اس سررشتہ میں قاضی مقرر کیا اور قاضی یعقوب کو معزول کیا۔ فوراً قاضی حسین نے اپنے مذہب کے موافق متعہ کے جواز کا حکم دیدیا جس سے سارے مذہبوں کے صدر سے لیکر مخدوم الملک و قاضی ملک کے چہرے بگڑ گئے اس سے اب انکی خزاں شروع ہوئی اور خریف کا زمانہ آگیا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد مولانا جلال الدین ملتانی کو کہ مدرس متبحر تھا آگرہ سے طلب کر کے قضاء ممالک پر منصوب کیا اور قاضی یعقوب کو صوبہ گور کا قاضی مقرر کر کے وہاں بھیجدیا جہاں کچھ دنوں بعد وہ گور میں گیا اس دن سے جب تک بادشاہ خود مجتہد ہوا اس باب میں خلاف و اختلاف کا دروازہ بند نہ ہوا ان دنوں میں بادشاہ نے پوچھا کہ اگر لفظ اللہ اکبر کا مہر میں کندہ اور سکہ میں نقش کرائیں تو کیسا ہے۔ اکثر نے کہا کہ خوب ہے حاجی ابراہیم نے اسکے خلاف کہا کہ اس ترکیب میں اور احتمال بھی ہے (اللہ اکبر کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ خدا بڑا ہے دوم یہ کہ اکبر خدا ہے) اگر یہ آیہ ولذکر اللہ اکبر نقش فرمائیں تو بہتر ہوگا اس سے وہ احتمال قطع ہو جائیگا۔ یہ بات اسکی بادشاہ کو پسندیدہ نہ ہوئی اور فرمایا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ بندہ کمال عاجزی کے سبب سے خدائی کا دعوی نہیں کرسکتا مقصود ہمارا فقط مناسبت لفظی سے ہے نفس مدعا کو دوسری جانب لیجانا کیا معنے رکھتا ہے (اکبر نے گو خود اس اپنے مدعا کو بیان کر دیا مگر بلوک مین صاحب نے اپنی آئین اکبری کے ترجمہ میں اس پر حاشیہ چڑھا دیا کہ بادشاہ اللہ اکبر اس کو ذوالمعنیین ہونے کے سبب پسند کرتا تھا۔ وہ مہر شاہی میں سکہ میں کتابوں کی پیشانی پر فرمانوں وغیرہ پر اسکو استعمال کرتا تھا)

سنہ ۹۸۳ میں حکیم ابوالفتح گیلانی اور حکیم ہمایوں و نورالدین تین بھائی آئے۔ حکیم ہمایوں نے اول نام اپنا حکیم ہمایوں قلی بدلا اور پھر حکیم ہمام۔ قراری اس کا تخلص تھا۔ یہ تینوں بھائی گیلان سے آئے۔ بڑے بھائی نے ندیمی کے زور سے بادشاہ کے

پیدا کیا اسکی صریح خوشامد کرکے دین و مذہب کی راہ مین اسکے ساتھ چلا اور آگے چل کر جلدی سے اعلےٰ درجہ کا تقرب حاصل کیا چند مدت کے بعد ملا محمد یزدی ایران سے آیا جس کو یزیدی بھی کہتے تھے اور ان کے ساتھ مل گیا اس نے شان صحابہ مین برملا مطاعن کرنے شروع کیے اور اصحاب کی نقلین عجیب عجیب بناکر پادشاہ کو چاہا کہ شیعہ بنائے لیکن بیر براور شیخ ابوالفضل و حکیم ابوالفتح نے اس سے آگے قدم بڑھایا کہ دین سے اسکو منحرف کردیا۔ وحی و نبوت و اعجاز و کرامت و شرائع سے مطلق انکار کروادیا یہان تک نوبت پہنچائی کہ عبدالقادر انکی رفاقت مین نہ رہ سکا۔

انھین دنون مین قاضی جلال الدین اور اور علمار کو حکم ہوا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھین علمار کے درمیان اس کا بڑا غوغا اُٹھا۔

دیب چند راے مجہولہ نے مسخرہ پن سے یہ کہا کہ اگر خدا کے نزدیک گاے معظم نہین ہوئی تو قرآن کی اول سورہ بقر کیون ہوتی اسپر سارا دربار ہنسا۔

پادشاہ کے سامنے تاریخ اسلام پڑھی جاتی جس سے روز بروز اس کا اعتقاد اصحاب کے ساتھ فاسد ہوتا جاتا تھا۔ ان اصحاب سے گذر کر پادشاہ نے اور قدم بڑھایا کہ نماز روزہ اور تمام مسائل جو نبوت سے متعلق تھے اُن کا نام تقلیدت رکھا یعنی غیر معقول اور دین کا مدار عقل پر رکھا نہ نقل پر فرنگیون (پرتگیزون) کی آمد و رفت تھی انکے بعض اعتقادات کو اسنے مان لیا اس سے متعصب عیسائی یہ سمجھتے ہین کہ اکبر عیسائی ہوگیا تھا مگر بدایونی نے جو فقرہ یہ لکھا ہے کہ بعضے اعتقادات ایشان را فرا گرفتند اس سے مطلب یہ ہو کہ جو عقائد عیسائیون کی عقل کے مطابق تھے ان کو اُسنے مان لیا وہ ہر مذہب کے اعتقاد کو جو مطابق عقل کے ہوتا مانتا تھا کچھ عیسائیونکی خصوصیت نہ تھی) ؎

ہر خیالِ کہ عقل شان بندد | چرخ بر عقل اہل آن خندد

اسی سال مین ایک رات شیخ بدرالدین خلف صدق و سجادہ شیخ اسلام چشتی بلائے گئے وہ

نوکری سے نائب اور نائب مناب باپ کا ہوکر اور توفیق پاکر گوشہ نشین ہوا انھار یاضت و مجاہدت وذکر وفکر وتلاوت مین مشغول رہتا مراتب آداب جو یہان وضع کیے گئے تھے ان کا وہ پابند نہ ہوا اس لیے اُسکی نشست وبرخاست وکلام پر ایسی باتین بنائی گئیں کہ اس کو ایذا ہوئی۔

شروع ۹۵۴ھ مین جب بادشاہ مالوہ مین دیبال پور مین تھا شریف آملی اس پاس آیا اس مردود کا حال جلے پانؤن کے کتے کا سا تھا کہ ایک دیار سے دوسرے دیار مین جاتا اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب مین آتا۔ جدل کے بعد الحاد پر وہ جما۔ کچھ مدت تک بلخ مین روشن متصوفہ مبطل وبے صفا پر چلا۔ مولانا محمد زاہد کی خانقاہ مین درویشون کے ساتھ مولانا مخدومی اعظم شیخ حسین خوارزمی کا بھتیجا بنا۔ مگر اسکو درویشی کے ساتھ مناسبت ذاتی نہ تھی اور ہرزہ گوئی اور پریشان باتین بہت کرتا تھا اس سبب سے مولانا نے اپنی خانقاہ سے اس کو نکال دیا اور اسکی شان مین یہ چند بیتین کہین جن مین سے ایک یہ ہے۔ ~~~

ہست یک ملحدے شرایت بنام ناتمامے بطور خویش تمام

وہ دکن مین سیر کرتا ہوا پہونچا۔ مذہب مین مقید نہونے سے اس کا خبث ظاہر ہوا حکام دکن نے اس کو مارنا چاہا لیکن اسکو گدھے پر سوار کرکے شہر مین تشہیر کی۔ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے اور یہان میدان اباحت فراخ ہے کسیکو کسی سے کچھ کام نہین ہے جو شخص جس طور کو چاہے اختیار کرے وہ افغان خیر ان مالوہ مین بادشاہ کی منزل گاہ سے پانچ کوس پر اترا جن اہل باطن کو وہ منہ سے اُگلتا وہ بجائے نوش کے زہر مار ہوتین اور عام آدمیون کی مجلس مین اسکا ذکر ہوتا عوام کالانعام نے خصوصاً عراق کے ملحدون نے اُسے گھیرا یہ ملحد حقیقت ایمان سے ایسے نکالے گئے تھے جیسے کہ خمیر سے بال اور لفظی عبارت الغبین سے ہے وہی دجال کی سب سے اول پرستش کرنے والون مین ہونگے اور اسکے اشارہ سے انھون نے یہ شہرت دی کہ وہ زمانہ عاشر ہزار سال جسمین حضرت عیسیٰ زمین پر آئینگے کا مجدد ہے اس شہرت کی خبر جب بادشاہ کو ہوئی تو اس کو ایک رات کو مجلس

مین بُلایا اور ایک مسجد مین جو کپڑے کی طولانی بنائی گئی تھی اور اس مین پادشاہ ہرگاہ نماز
پڑہتا تھا آئین سے خلوت کی باتین کرتا اول دفعہ وہ ایسی صورت ہیات سے آیا کہ دیکھنے
سے ہنسی آتی تھی۔ گردن ٹیڑہی کیئے ہوئے وہ کورنش بجالایا۔ دست بستہ دیر تک
کھڑا رہا۔ اسکی چشم ارزق (کیری آنکھین) تھین جن کو آنحضرت کی دشمنی کی علامت کہتے
ہین۔ کذب وریا و نفاق ٹپک رہا تھا۔ جب پادشاہ نے اُسکے بیٹھنے کا حکم دیا تو وہ سجدہ کرکے
اونٹ کی طرح دوزانو بیٹھا پھر اسے پادشاہ کی دو بہ دو صحبت خلوت ہوئی اور اُس سے
پادشاہ نے باتین پوچھین۔ سوا مخدوم الملک کے یہان کوئی بھی کھڑا رہ نہ سکتا تھا کبھی
کبھی کہ آواز بلند ہوتی تھی مین علم کا لفظ سنتا تھا وہ بہت خرافات بکتا تھا اور حقیقۃ الحقائق
اور اصل الاصول اُس کا نام رکھتا تھا۔ رباعی

آنکہ زجہالت بہ بطالت آگاہ		قومے نہ زظاہر نہ زباطن آگاہ	
لاحول ولا قوۃ الا باللہ		مستغرق کفر ند وحقیقت گویند	

تمام اُسکا مدار محمود بسخوانی کی روش پر تھا۔ گیلان کے توابع مین سے سخوان ایک گاؤن کا
نام ہے۔ صاحبقران امیر تیمور کے زمانہ مین محمود تھا۔ اُسنے تیرہ رسالے جدا جدا لکھے ہین
جن مین وہ مکر کی باتین لکھی ہین کہ کسی مذہب مین درست وراست نہین سوا رتیتال کے
جس کا نام علم و لفظ دجال رکھا ہے کچھ حاصل نہین ہے۔ اس شقی الاشقیا کی تصنیفات کا
خلاصہ کتاب بحر و کوزہ ہے جو فضلات کہ اُسنے اسمین دکھلائے ہین کان کو اُسکے سُننے سے
قے آتی ہے اگر شیطان بھی اسے سُنے تو ہنسی کے مارے لوٹ جائے اس کثیف شریف نے
ایک اور کتاب ترشح ظہور لکھی ہے جسمین سوای بہلات کے کچھ اور نہین ہے اسمین بیر عبدالاول کی
جماعت کی تقلید کی ہے۔ ہر فقرہ نامربوط عام فریب کا عنوان بی فرمودند بنایا وہ ایک عجیب کشتگاہ اور
طرفہ منزل اور عریب مضحک ہے باوجود اس جہل کے ضرب المثل کے موافق ان اللہ ملکا یسوق الاہل
الے اہل (اہل اہل سے ملتے ہین) اسکا کام ایسا بنا کہ اسنے زمانہ کے مزاج مین اپنا دخل پیدا کیا اور

امرار ہزاری کے گروہ مین داخل ہوا اور ولایت بنگ مین مذہب حق (مذہب الٰہی کا) کے اعیان مین سے ہے اور صاحب مراتب چہارگانہ ہے۔ اور اس ملک مین پادشاہ کی نیابت کرکے مریدون و معتقدون کو ان مراتب اخلاص پر پہونچاتا ہے ان مراتب کا مذکور عنقریب ہوگا

سنہ ۹۸۶ مین زیادہ تر اوقات عبادت خانہ مین علمار و مشائخ کی صحبت مین پادشاہ بسر کرتا خصوصاً جمعہ کے دن ساری رات جاگتا اور تحقیق مسائل دین کے اصول و فروع مین مصروف رہتا۔ علمار نے ایک دوسرے پر اپنی زبان کی تلوار سونتی اور تنافی و تقابل کرنے لگے اور اختلاف مذاہب کی نوبت یہان تک پہونچی کہ ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کرنے لگے۔ عبد النبی کے برخلاف سنّی و شیعے و حنفی و شافعی بحث اپنی حد سے گذر گئی اور اصل اصول مین خلل اندازی ہونے لگے مخدوم الملک نے رسالہ لکھا اور اسپر یہ تہمت لگائی کہ اسنے خضر خان شروانی کو نبی علیہ السلام کے گالی دینے پر متہم کرکے اور میر حبشی کو رافضی ہونے کی تہمت لگا کے دونونکو ناحق قتل کروادیا اسکے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہین ہے اسواسطے کہ اسکے باپ نے اس کو عاق کیا ہے اور خونی بواسیر اُس کو ہے۔ شیخ عبد النبی نے پھر اُسکی تجہیل و تضلیل کی اور ملانے کچھ اسطرف اور کچھ اُسطرف ہوکر دو گروہ سبطی و قبطی بنگئے۔ اہل بدعت بمقتضائے آرائے فاسدہ اور شبہات باطلہ باطل کو صورت حق مین اور خطا کو صواب کے لباس مین دکھانے لگے پادشاہ نیک نفیس جوہر اور طالب حق مطلق تھا اسکی خود تعلیم اچھی طرح نہین ہوئی تھی اسکے گرد اراذل و کافر و اہل بدعت و جہالت جمع ہوئے۔ انھون نے اسلام کی صداقت مین پادشاہ کو مشتبہ کردیا۔ حیرت پر حیرت اُسپر طاری ہوتی گئی اور جو اس کا اصل مقصود تھا وہ مفقود ہوگیا شرع مبین و دین متین کی مضبوط دیوار شکستہ ہوئی اور پانچ برس بعد اسمین کوئی دین کا اثر باقی نہین رہا قضیہ منعکس ہوگیا۔

پانچ چھہ برس سے یہ برابر دستور تھا کہ اعیان درگاہ مین ایک شخص کو امیر حجاج بناتا اور آدمیون کو اذن عام ہوتا کہ پادشاہی خرچ سے حج کو جائے اور زر نقد و جنس و بیش قیمت سے لاکھون روپیہ

کے مکہ معظمہ مین مستحقین مین تقسیم کیئے جاتے۔ چنانچہ اُسنے ایک دفعہ خواجہ خاوند محمود کو میر حاج بنا کر ۶ لاکھ روپیہ نقد و جنس حرمین الشریفین کے مستحقون مین تقسیم کرنے کے لیے اور حرم مین مکان بنانیکے واسطے بھیجے اور خواجہ کی رخصت کے وقت خود محرمون کے طریق پر سر و پا برہنہ احرام باندہ کر چند قدم اسکے ساتھ گیا جسپر آدمیون مین ایک غل ہوا اور بہت رقت ہوئی اسی زمانہ مین خبر آئی کہ شاہ طہماسپ اس عالم سے رخصت ہوا۔ شاہ اسمٰعیل نامی اسکی جگہہ جانشین ہوا جسکی تاریخ جانشینی مصرعہ اول دولت و فتح و ظفر ہوئی (د ۴ م۔ ف ۸۰ = ظ ۹۰۰ = کل ۹۸۴) اسنے حکم عام دیا کہ جس کا جی چاہے حج کو جائے اور خرچ راہ خزانہ شاہی سے لے ایک خلق کثیر حج کی سعادت سے فائز ہوئی مگر یہان یہ حال ہو گیا کہ کوئی حج کا نام نہین لے سکتا تھا اور جو اسکے لیے رخصت مانگتا مجرم و واجب القتل ہوتا تھا۔

۹۸۵ھ مین خبر آئی کہ شاہ طہماسپ کا بیٹا شاہ اسمٰعیل کو اسکی بہن پری خانم نے امیرون کے ساتھ سازش کر کے مار ڈالا۔ میر حیدر معمائی نے اس پادشاہ کی تاریخ جلوس شاہنشاہ روے زمین اور تاریخ وفات شہنشاہ زیر زمین لکھی اور ایران مین فرو ذنابہ (دمدار ستارہ) نکلا اور اس کا اثر وہان ظاہر ہوا کہ عراق مین ہرج مرج عظیم ہوا و تبریز و شروان و ماژندران کو رومیون نے لے لیا۔ بعد اسکے سلطان محمد خدابندہ ولد شاہ طہماسپ جو دوسری مان سے تھا پادشاہ ہوا اور صحابہ کبار پر جو لعن طعن ہزار برس سے چلے آتے تھے اور بنی امیہ کو ناسزا باتین کہی جاتی تھین اُن کی مدت پوری ہوئی یعنی تبرا موقوف ہوا مگر اس بلا سے الحاد ہندوستان مین منتقل ہوا ہے ٥

نفاق آمدہ در ہند از بلاد عراق • عراق قافیہ میدان بر گذار نفاق

پادشاہ کے بے دین ہونے کے بواعث بہت سے ہین مگر اس سبب کے کہ قلیل کثیر پر دلالت کرتا ہی اُن کا مختصر بیان تحریر و تقریر مین آتا ہے۔ ہر دیار کے طرح طرح کے دانا و ارباب مذاہب و ادیان پادشاہ کے دربار مین آنے شروع ہوے اور پادشاہ کی ہم زبانی سے مخصوص ہوے جن کا شیوہ و پیشہ شب و روز تحقیق و تفتیش کے سوا کچھ اور نہ تھا اُنھون نے بعد تحقیق و تفتیش کے غوامض

علوم ودقائق حکم وعجائب وغرائب آثار پادشاہ کے روبرو بیان کیے اگر انکے مجمل ومفصل بیان کو دفاتر مطول بھی ادا نہین کرسکتے۔ پادشاہ نے ہر ایک کی راے کو جمع کیا خصوصًا ان آدمیون کو جو مسلمان نہ تھے ان مین سے جو باتین اس کو اپنی طبیعت کے موافق پسند آئین انکو انتخاب والتقاط کیا۔ جنکو اپنی مرضی کی خواہش کے خلاف دیکھا انسے احتراز واجتناب کیا۔ لڑکپن سے جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے تک کل مذاہب متنوعہ ومشارب مختلفہ سے پادشاہ کی متنوعہ حالتین ہوئین کتابون مین جو متعارف باتین دیکھی اور پڑھی جاتی ہین انکے سواے پادشاہ کو ایک معرفت جداگانہ جو اسکی ذات کے ساتھ مخصوص تھی حاصل ہوئی تھی اور ایک اعتقاد کی ہیولانی پیکر اسکے مرآۃ ضمیر اور گنجینۂ خیال مین مرتسم تھی اور کل رایون سے اسکے دل مین یہ نقش کالحجر ہوا تھا کہ کل ادیان مین عقلا موجود ہین اور ارباب ریاضات وکشف وکرامات کل طوائف امام مین پیدا ہوتے ہین جب حق سب جگہہ دائر ہے تو اس کا انحصار اس ایک دین وایک ملت پر کہ نو پیدا ہوا ہو اور ہزار سال بھی اسپر نہ گذرے ہون کیا لازم ہے ایک کا اثبات اور دوسرے کی نفی ترجیح بلا مرجح کیون ہو۔

اسمانی سندہ مین ایک فرقہ ہے جو تناسخ کا قائل ہے اور برہمن جو پادشاہ کی خلوت وجلوت مین ادراک ملازمت ودولت صحبت مین سب پر سبقت رکھتے تھے اور کتب فضائل وعلوم رسمی وحقیقی وحالات متقالات وکمالات انسانی مین بجمیع وجوہ باعتبار معتبر کل داناؤن ومرتاضون پر فائق تھے انھون نے اپنے دین کے صدق پر اور اورون کے دین کے بطلان پر دلائل عقلیہ وشواہد نقلیہ بیان کین اور نظریات کو بدیہیات کے حکم مین کردیا اور اس نے پادشاہ مین ایسا اعتقاد راسخ پیدا کیا کہ وہ کسی مشکک کی تشکیک سے زائل نہین ہوسکتا تھا۔ اگر پہاڑ چور چور اور آسمان شق ہوجائین حشر ونشر اور شبہات ونقلیات جن کا ماخذ مشکاۃ نبوۃ تھا سب کو بالاے طاق رکھا ملت بیضا وحنیفیہ غرا پر بعض مطاعن کہ اہل کلام کی کتابون مین مذکور ہین وہ ہمیشہ حریفون نے اسکے گوش زد کیے اور اپنی زبان حال وقال سے اپنے مسلک پر سلوک کرنے کی تحریص وترغیب دی۔

رباعی

میداو رقیب آن سہی قدرا پند	کاندر رخ ہر کس چو گل از باد مخند
از حد چو بشد نصیحت آن شوخ گرہ	برگوشہ ابرو زدو سر پیش فگند

یعنی مذہبی تحقیقات آدمی کو ایسا برباد کرتی ہے جیسا کہ گل کو باد (جو اسکی پتیان گرادیتی ہے
پادشاہ نے پرکھوتم برہمن (معبر خردنامہ یعنی سنگھاسن بتیسی کے مطلب بتلانے والے) کو خلو
مین بلاکر یہ فرمائش کی کہ تمام اشیار موجودات کے نام وید کے خاص زبان مین اختراع کرے
بعض اوقات اپنے قصر کے قریب جو اسکی خوابگاہ تھی دیبی برہمن کو چارپائی پر بٹھاکر اور کھینچ
دیہ معلق کرنا اس سبب سے شاید تھا کہ خواب مین زنانہ کے سبب وہ بلا نہین سکتا تھا) یا یہ کہ
وہ اور چیزون کے چھونے سے ناپاک نہ ہوجاے ۱۲ اُس سے اسرار و افسانہ ہندوون کے
مذہب کی پوچھتا۔ اور بتون اور آگ و آفتاب کے پوجا کے اور کواکب کے تعظیم کے اور اساطین ہنو
کے احترام کے طریقے پوچھتا۔ اساطین ہنود برہما و مہادیو و بشن و کشن رام و مہامائی ہین
جن کا بنی نوع انسان سے ہونا تو موہوم ہے اور نہونا متیقن۔ ان مین سے ہندو اپنے زعم باطل
مین بعض کو الٰہ بعض کو ملائک مانتے ہین اس دیار کی رسوم و عادات کا اعتبار سُنکر بادشاہ
اختیار کرتا اور تناسخ کے اعتقاد مین وہ راسخ ہوا اور اُس قول کو وہ صحیح مجھتا کہ کوئی مذہب نہین
ہے جسمین تناسخ اپنا راسخ قدم نہین رکھتا۔ خوشامدی جو پادشاہ کا کلمہ بھرتے تھے انھون نے
رسالے لکھے جسمین اس مسئلہ تناسخ کو دلائل سے ثابت کیا۔ ہندوون کے مذہبی فرقے نامعدو
ہین اور انکی کتابین بے شمار ہین مگر باوجود اسکے وہ اہل کتاب (یہود۔ عیسائی۔ مسلمان) نہین ہین
پادشاہ کو ان کے مذہب کی تحقیقات کا مزہ پڑگیا تھا۔ روز بروز اس خبیث شجر مین ایک نیا پھل لگ
تھا اور تازہ شگوفہ کھلتا تھا شیخ تاج الدین دہلوی ولد شیخ زکریا اجودھنی جسکو اعیان مین سے
تاج العارفین کہتے تھے۔ وہ شیخ زمان پانی پتی کے رشید شاگردون مین سے تھا۔ یہ شیخ
صاحب شرح لوائح اور بہت سی تصنیفات لائق فائق کا علم تصوف مین تھا اور علم توحید مین

وہ شیخ ابن عربی کا ثانی تھا اسنے نزہت الارواح کی شرح بسوط لکھی ہے کتنے دنون تک راتونکو
اسی برہمن کی طرح جس کا بیان اوپر ہوا اس کو معلق اپنے پاس بُلاتا ساری رات اہل تصوف کے
شطحات وترہات سنتا تھا وہ چندان شرعی باتون کا مقید نہ تھا اس نے وحدت الوجود کے مقدمات
کو جو جھوٹے صوفیون کے اعتقاد مین داخل ہین اور آخر کو وہ اباحت والحاد کو پر منجر ہوتے ہین
پادشاہ کے روبرو بیان کیئے اور فرعون لعنۃ اللہ علیہ کے ایمان کا مسئلہ کہ کتاب فصوص الحکم مین
مذکور ہے (فرعون نے دعوے خدائی کیا تھا اسواسطے وہ ملعون ہے مگر فصوص الحکم مین اور بعض اور
کتابون مین لکھا ہے کہ فرعون نے موت کے وقت توبہ کی اور حضرت موسی پر ایمان لایا اس لیے
وہ دوزخی نہین ہے) بیان کیا اور رجا کو خوف پر ترجیح دی (اسلام کا عقیدہ ہے کہ الایمان
بین الخوف والرجا) ایمان خوف ورجا کے درمیان ہے اس سبب یہ گناہ ہے کہ خوف کو رجا پر یا
رجا کو خوف پر ترجیح دین) اور اسی طرح کے مسئلے کہ جبر آدمی بالطبع زاجر عقلی ومانع شرعی سے
قطع نظر کرکے مائل ہوتے ہین پادشاہ کی خاطر نشان کیے اسلیئے وہ باعث عظیم پادشاہ کے اعتقاد
کے فتور کا احکام شرعی مین ہوا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ کفار کا نار مین ہمیشہ رہنا تحقیق لیکن ان کو دوام
عذاب کا ہونا مشتبہ و نامشخص اور نصوص قرآنی اور حدیث نبوی مین تاویلات کین اور انسان
کامل عبارت خلیفۃ الزمان سے بتلائی اور اسکی تعبیر سے یہ نتیجہ نکالا کہ پادشاہ کی ذات اقدس ہے
اسی طرح کی جو باتین عین واجب یقین انکو عکس کرکے سمجھایا اور اس باب مین بہت خرافات بکا۔
اور پادشاہ کے واسطے سجدہ تجویز کیا اور اس کا نام زمین بوس رکھا اور ادب پادشاہی کی
رعایت کو فرض عین شمار کیا اور اسکے منہ کو کعبہ مرادات اور قبلۂ حاجات قرار دیا اور اس باب
مین بعض روایات مجروحہ اور بعض مشائخ ہند کے مریدون کے عمل کو متمسک کیا بعد ازان کہ پادشاہ
عادل ذی شوکت وذی شان انسان کامل کی فرد مطلق قرار پایا تو مشائخ عظام مین سے
بعض نے جیسے کہ شیخ یعقوب کشمیری تھا کہ صاحب تصانیف مشہورہ ومرشد ومقتدا عصر
تھا۔ ایسی ہی باتین بنائین اور عین القضاۃ ہمدانی کی تمہیدات

باتوں کو نقل کیا کہ آنحضرت مظہر اسم الہادی تھے اور شیطان اسم المضل کا مظہر ہے اس دنیا کے کارخانہ میں دونوں مظہروں کا ظہور رہا۔ ان دونوں مظہر کا ہونا ضرور تھا (اسلام میں خدا کو خالق خیر و شر مانتے ہیں اسلیے خدا ہی کو ہادی اور مضل سمجھتے ہیں) اور اسی طرح ملا محمد یزدی بھی معلق بادشاہ پاس پہنچے وہ طعن صریح اور ناسزائے قبیح خلفائے ثلاثہ پر کہتا اور صحابہ کبار و تابعین و تبع تابعین و سلف و خلف صالحین متقدمین و متاخرین کی تکفیر و تفسیق کرتا اور اہل سنت و جماعت کی تحقیر کرتا اور مذہب شیعہ کے سوا سب مذہبوں کو خیال و مضل تبلاتا۔ علماء میں یہ اختلاف تھا کہ اگر ایک فعل کو ایک ملا حرام کہتا تو دوسرا اس کو حیلہ بناکے حلال کہتا اس سبب سے بھی بادشاہ منکر مذہب ہوا۔ بادشاہ اپنے عہد کے علماء کو بہ اعتبار جاہ و عظمت کے امام غزالی اور امام رازی سے بہتر جانتا تھا۔ جب انکی ان رکاکتوں کو دیکھا تو اس نے سلف پر بھی یہ قیاس کیا اور اس سے منکر ہوا۔

ملک فرنگ کے بھی مرتاض دانا جنکو پادھری اور انکے مجتہد کامل کو پوپ کہتے ہیں بادشاہ پاس آتے تھے۔ یہ پوپ احکام مذہبی کو مصلحت وقت کی رعایت کرکے بدلتے رہتے تھے اور بادشاہ بھی انکی عدول حکمی نہیں کر سکتا تھا وہ بھی انجیل کو لاکر ثالث ثلاثہ کی دلائل گذارش کرنے لگے اور نصرانیت کی حقیقت کو ثابت کرکے ملت عیسوی کو ترویج دیتے تھے شاہزادہ مراد کو حکم ہوا کہ چند کلمے انجیل کے تیمناً پڑھے شیخ ابوالفضل اسکے لیے مترجم مقرر ہوا۔ پہلا فقرہ جو بطور بسم اللہ کے تھا اس کا ترجمہ یہ ہوا مصرعہ اے نام وے ژژو کرستو۔ (ژژو جیسس اور کرسٹو یعنی عیسی مسیح) یعنی اے وہ کہ نام تیرا مہربان اور بسیار بخش ہے۔ شیخ فیضی نے اسپر دوسرا مصرعہ لگایا مصرعہ سبحانک لاسواک یاہو (ہم تیری تعریف کرتے ہیں تیرے سوا کوئی خدا نہیں ہے) یہ ملاعین عیسائی آنحضرت کو دجال بتاتے اور اسکی صفات کو انکی ذات میں بتاتے جو دجالین سے ضد رکھتی تھیں۔ بیربل ملعون نے بادشاہ کی خاطرنشان کیا کہ آفتاب خدا کا مظہر تام ہے۔ غلہ کا پکنا و زراعت و میوہ و سبزہ اسی کی تاثیر سے ہوتے ہیں اور عالم کی روشنی اور اہل عالم کی زندگی

اسی سے وابستہ ہی پس تعظیم اور عبادت کے لائق وہ ہی۔ نیازش ہیں اسکے طلوع کی جانب
منہ کرنا چاہیے نہ اُسکے غروب کی طرف فیضی نے شعر کہا ہی۔

شعر

قسمت نگر کہ درخور ہر جوہری عطا است　　آئینہ باسکندر و با اکبر آفتاب

ایسی ہی دلیلوں سے بیربل نے بتلایا کہ آتش و آب سنگ و درخت اور تمام مظاہر کی یہاں تک
گائے اور اسکے گوبر کی بھی پرستش کرے اور قشقہ لگائے اور زنار پہنے۔

حکما اور فضلا جو بادشاہ کے مقرب در خدا کے مقہور تھے ایسے دلائل بیان کرتے جس سے
اور اوپر کی باتوں کو تقویت ہوتی وہ کہتے تھے کہ آفتاب نیر اعظم ہی اور تمام عالم کا عطیہ بخش اور
بادشاہوں کا مُربی ہی اور وہی بادشاہوں کی قدرت کی اصل ہی۔ یہی سبب تھا کہ نوروز جلالی
کی تعظیم ہوتی تھی۔ جب سے بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا ہر سال اس روز بادشاہ جشن کرتا تھا ہر روز
بادشاہ لباس اُسی خاص رنگ کا پہنتا تھا جو اُس دن کے ستارہ کا ہوتا تھا۔ ہر ستارہ ایک
دن سے منسوب ہوتا ہی۔ ہندوؤں نے اُسکو تسخیر آفتاب کا عمل سکھایا تھا اسکو بطور وظیفہ کے
آدھی رات (یا شام) کو ہر روز طلوع آفتاب کے وقت پڑھتا تھا اسکو یہ بھی یقین تھا کہ گائے
کا مارنا گناہ ہی جسکی ہندو تعظیم کرتے ہیں۔ وہ اسکے گوبر کو پاک اور اسکے گوشت کو حرام جانتے
ہیں۔ گایوں کی عوض میں آدمیوں کو خوب مارتے تھے۔ حکما اسکی تائید میں کہتے ہیں کہ
علم طب نے فیصلہ کر دیا ہی کہ گائے کے گوشت کھانے سے امراض پیدا ہوتے ہیں اور وہ
روی الہضم ہی۔

ملک گجرات کے شہر نوساری سے آتش پرست بھی بادشاہ پاس آئے تھے اُنھوں نے
زردشت کے دین کو حق دکھلایا آتش کی تعظیم کو عبادت عظیم بتلایا اور بادشاہ کو اپنی طرف
مائل کرکے کیانیوں کی اصطلاحوں و راہ روش سے ایسا واقف کیا کہ بادشاہ نے ابوالفضل کو
اسکا مہتمم مقرر کیا کہ شاہان عجم کی طرح پر آتش کدہ میں رات دن آگ روشن کرے کبھی نہ بجھنے پائے۔

بادشاہ عنفوان شباب سے حرم میں ہوم کیا کرتا تھا۔ ہوم بھی ایک قسم کی آتش پرستی ہے۔ یہ کام اس کا اس سبب سے ہوتا تھا کہ اسکو اپنی ہندی بیویوں سے محبت بہت تھی۔ پچیسویں ۲۵ سال کے جلوس کے نوروز میں بادشاہ نے آفتاب اور آگ کو سجدہ علانیہ کیا اور مقربوں نے شمع و چراغ روشن ہونے کے وقت انکی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا اپنے اوپر لازم جانا جب سورج کنیا میں جاتا تو اشٹمی کو پوجا کے بعد ماتھے پر بادشاہ قشقہ لگا کے دولتخانہ میں آتا اور برہمن راکھی جسمیں جواہرات پروئے ہوتے اسکے ہاتھ میں باندھتے اُمرا اپنی حالت کے موافق موتی اور جواہر اس روز پیش کرتے اور بادشاہ کی طرح راکھی باندھتے۔ راکھی باندھنے کا رواج عام ہو گیا تھا (راکھی کے معنی لتہ کو لپیٹ کر ہاتھ میں باندھنے کے ہیں) اسلام کے برخلاف جو حکم کہ اور مذہبوں کے آدمی بیان کرتے اُسکو بادشاہ نص قاطع گنتا۔

اسلام کے تمام احکام کو نامعقول اور حادث جانتا اور فقہاء عرب کو جو انکے واضع تھے بہت مفسد اور اقطاع الطریق سمجھتا اسکے نزدیک اہل اسلام مطعون قرار پائے اور آخر کو وہ ان لوگوں میں سے ہو گیا جنکی نسبت قرآن میں آیا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے (وہ اپنی پھونک سے خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں مگر خدا اپنے نور کو کامل کریگا گو کافر اس سے کارہ ہوں) بتدریج یہانتک نوبت پہنچی کہ اسکی ضرورت کچھ نہ رہی کہ اگر کوئی اسلام کی بات باطل ٹھہرائی جائے تو اسکی دلیل لائی جائے۔

۹۹۷ھ بادشاہ اس کا طالب ہوا کہ ریاست دینی کو اپنی ریاست دنیوی کے ساتھ جمع کرے اسکو دوسرے کی تبعیت سخت تکلیف دیتی تھی اس نے سُنا تھا کہ آنحضرت اور خلفاء راشدین اور بعض سلاطین ذوی الاقتدار مثل امیر تیمور اور مرزا الغ بیگ خاں گورکان وغیرہ بھی خطبہ خود پڑھا کرتے تھے۔ غرہ جمادی الاول ۹۹۷ھ فتح پوری کی جامع مسجد میں کہ محل شاہی کے نزدیک تھی ممبر پر خطبہ پڑھنے بادشاہ بیٹھا اور ایک بارگی اسکے بدن پر لرزہ آیا اور بہت پریشان ہو کر شیخ فیضی کی یہ تین بیتیں اوروں کی مدد

سے آدھی پڑھکر منبر سے نیچے آیا اور حافظ محمد امین خطیب کو حکم فرمایا کہ امامت کرے اور وہ بیتیں یہ ہیں۔

ابیات

خداوندیکہ مارا خسروی داد — دل داناؤ و بازی قوی داد
بعدل و داد مارا رہنموں کرد — بجز عدل از خیال ما بروں کرد
بود وصفش زحدِ فہم برتر — تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

عقائد اسلام پر طعن اور مسائل فرعیہ شائع ہوئے تھے۔ چند بدبخت ہندو اور ہندو مزاج مسلمان نبوت پر قدح صریح کرتے تھے۔ علماء بیدین اپنی تصنیفات میں خطبہ پر تبرا کرنے لگے اور فقط توحید پر اکتفا کرکے بادشاہ کے القاب لکھنے لگے اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لینے کے برخلاف کذابین (بدایونی کی مراد کذابین سے ابوالفضل اور فیضی تھے) ابوالفضل نے تو آئین اکبری کا خطبہ اس طرح لکھا ہے جس طرح اس نے بیان کیا ہے۔ مگر فیضی پر یہ تہمت رکھی ہے بلکہ من میں نعت جسکا جی چاہے پڑھ لے) مجال نہ تھی اور یہ بدنامی عالم کا باعث ہوا۔ ملک میں فتنہ و فساد ہونے لگا مگر باوجود اس کے خواص و عوام میں سے رذیل اور کمینے آدمیوں نے اسکی ارادت کا پٹہ گلے میں ڈالکر اپنا نام مرید رکھا امید و ترس سے مرید ہوتے تھے اور کلمہ حق زباں پر جاری ہونا ممکن نہ تھا۔

۹۸۷ھ میں ایک محضر نظر آیا کہ جسپر دستخط ان عالموں کے لیے ہوئے تھے۔ مخدوم الملک و شیخ عبدالنبی کہ صدر الصدور تھا و قاضی جلال الدین ملتانی کہ قاضی القضاۃ تھا۔ صدر جہاں مفتی کل و شیخ مبارک کہ علماء زماں میں اعلم تھا اور غازی خاں بدخشی کہ علم معقول میں بےنظیر تھا۔ اس محضر میں امام عادل کو مطلقاً مجتہد پر تفضیل دی گئی تھی اور اسکی ترجیح کی تجویز کو مسئلہ مختلف فیہ میں ضعیف روایتوں سے درست کیا تھا تاکہ کسی کو مجال نہ ہے کہ اس کے احکام سے انکار کرے۔ خواہ شرعی ہوں یا ملکی اور خود ہی اپنے تئیں ملزم کرے مگر محضر بننے

اس بات میں طول بہت ہو گیا۔ بحث یہ تھی کہ اجتہاد و مجتہد کا اطلاق کسپر ہو سکتا ہے اور امام عادل دانائے مصالح ملکی کو کہ بمراتب مجتہد سے بہتر ہوتا ہے یہ منصب حاصل ہے کہ بحسب مصلحت وقت اور اقتضائے زمان مسئلہ مختلف فیہ (جس مسئلہ میں اختلاف آرا ہو) کو جاری کرے آخر کو اس تحریر پر جسکا بجنسہ ترجمہ کیا جاتا ہے۔

بعض نے رغبت سے بعض نے کراہت سے مہر کر دی۔ اس مبانی کی تشئید سے اور اس معانی کی تمہید سے مقصود یہ ہے کہ عدالت سلطانی اور تربیت جہانبانی کی برکتوں سے ہندوستان امن امان کا مرکز اور عدل و احسان کا دائرہ بنگیا ہے اس میں طوائف انام کے خواص عوام نے خصوصاً علمار عرفان شعار و فضلار دقائق دثار کے جو بادیہ نجات کے ہادی ہیں عرب عجم سے اس دیار میں آنکر اپنا توطن اختیار کیا ہے اور علمار نے کہ جامع فروع و اصول اور حاوی معقول و منقول ہیں اور دین و دیانت و صیانت سے موصوف ہیں اس آیہ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اطاعت کرو انکی جو تم میں اولی الامر (صاحب حکومت ہیں) کے غوامض میں اور اس حدیث صحیح میں ان احب الناس الی اللہ یوم القیامۃ امام عادل من یطیع الامر فقد اطاعنی و من یعص الامر فقد عصانی (تحقیق خدا قیامت کے دن سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے امام عادل کو اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو کہ اُس سے پھرتا ہے وہ مجھ سے پھرتا ہے) اسی طرح کی اور حدیثوں کے معنی میں تامل کافی کرکے اور شواہد عقلیہ و دلائل نقلیہ سے یہ حکم دیا کہ سلطان عادل کا مرتبہ عند اللہ مجتہد سے زیادہ ہے اور حضرت سلطان الاسلام کہف الانام امیر المومنین ظل اللہ علی العالمین ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابداً نہایت عادل نہایت عاقل اور نہایت عالم باللہ ہے اسلیے اگر مسائل دین میں مجتہدین کے درمیان اختلاف واقع ہوا اور وہ اپنے ذہن ثاقب و فکر صائب سے اختلافات میں سے ایک جانب کو کبھی آدمی کی تسہیل معیشت کے لیے اور کبھی انتظام عالم کی مصلحت کے واسطے اختیار

کرکے اس جانب کا حکم فرمائے تو وہ متفق علیہ ہو جائینگے اور اتباع اسکا عوام برایا اور کافہ رعایا پر لازم اور فرض ہوگا اور ایسی ہی اگر اپنی رائے صواب نما کے بموجب کوئی حکم جو مخالف نص قرانی کا نہ ہو اپنے احکام میں قرار دیں اور اس سے اہل عالم کی ترفیہ ہوتی ہو تو اُسپر عمل کرنا سب آدمیوں پر لازم اور فرض ہی اور اس سے مخالفت کرنی عذاب اخروی اور خسران دینوی کا سبب ہوگا یہ سچی تحریر حسبتہ اللہ اور حقوق اسلام کے اجرار کے اظہار کے لیے بموجب محضر علمار دین اور فقہار مجتہدین کے تحریر پایا محررہ شہر رجب ۹۸۷ھ اس محضر کا مسودہ شیخ مبارک کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور وں نے اسپر کراہت سے تحریر کی تھی مگر شیخ مبارک نے رغبت سے اُسکے نیچے یہ لکھا تھا کہ یہ ایک ایسا امر ہی کہ میں اسکا دل و جان سے خواہاں اور برسوں سے منتظر تھا۔ جب بادشاہ کو یہ فتویٰ ہاتھ لگا تو اجتہاد کی راہ اسکے لیے کھل گئی اور امام کا زیادہ عاقل ہونا متحقق ہو گیا اور کوئی اس کا معارض نہیں رہا اور تحلیل و تحریم یعنی (حلال و حرام ہونا) موقوف ہوئی اور حکم شرع پر امام کی عقل کو ترجیح ہو گئی۔ اسلام کا نام تقلید ہو گیا اور شیخ ابوالفضل کا حال بعینہ حیرتی شاعر سمرقندی کا سا ہو گیا کہ جب ماورارالنہر یوں سے ایذا پائی تو وہ ان سے مخالف ہو کر عراق کی پرانی لومڑیوں میں مل گیا راہ بیراہ چلنے لگا۔ یہ ضرب المثل اسپر صادق آنے لگی آخرت النار علی العار (دوزخ کی آگ کو اختیار کیا اور دنیا کی عار نہ اُٹھائی)

اسی سال کی ۱۶ رجب کو بادشاہ اجمیر روانہ ہوا اسکے بعد اب تک کہ چودہ سال ہوئے پھر وہاں نہیں گیا۔ ۲۵ شعبان کو وہ اجمیر سے پانچ کوس پر پیدل ہو کر زیارت کے لیے گیا۔ عاقل ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ کیا تعجب کی بات ہی کہ بادشاہ کو خواجہ اجمیری سے تو یہ اعتقاد ہی اور جو اصل الاصول (پیغمبر) ہی اُس سے انکار جسکے گوشہ دامن سے لاکھوں ولی کامل مکمل مثل خواجہ قدس سرہ اُٹھے اور ہر گوشہ میں موجود ہیں

قطعہ

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت دیدۂ حیرت کہ این چہ بوالعجبی است

دریں چمن گل بے خار کس نچید آرے
چراغ مصطفوی با شرار بولہبی است

جب ۹۸۳ھ میں مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی مکہ کو چلے گئے تو اُس نے خلق کا امتحان کیا خلق قرآن واستحالہ وحی کے توغل میں اور نبوات و امامات (جو باتیں امامت سے تعلق رکھتی ہیں) کی تشکیک میں جن و ملک اور تمام مغیبات (جو چیزیں دکھائی نہیں دیتیں) و معجزات و کرامات کا صریح انکار کیا اس نے ایمان کی متواتر شہادتوں اور قرآن کی صداقت کے ثبوت سے انکار کیا اور اضمحلال بدن کے بعد بقار روح اور اسکے عذاب و ثواب کو بغیر از طریق تناسخ محال کہا اور ان ابیات کو دستاویز بنایا،

مثنوی

از حقیقت بدست کوئے چند | مصحفے ماند و گوئے چند
گو زبانش سخن نے گوید | سر قرآن کسے نے جوید

ایضاً مستزاد

عید آمد و کارہا نکو خواہد کرد | چوں روے عروس
ساقی مئی ناب در سبو خواہد کرد | چوں خون خروس
افسار نماز و پوز بند روزہ | یک بار دگر
از گردن این خران فرو خواہد کرد | افسوس افسوس

یہ قرار پایا کہ علانیہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ۔ مگر اس نے اسمیں دیکھا کہ بڑا خلل پیدا ہو گا۔ اس نے اپنی حرم میں چند آدمیوں کے کہنے پر اکتفا کی۔ لوگوں نے فتنہا است اسکی تاریخ کہی۔ بادشاہ نے قطب الدین خاں و شہباز خاں اور انکے امثال کو دین مبین کی تقلید ترک کرنے کی ترغیب دی۔ مگر اُنھوں نے سختی کے ساتھ انکار کیا۔ قطب الدین خاں نے کہا کہ بادشاہان مغرب جیسے کہ سلطان قسطنطنیہ اور اور بادشاہ ہیں جب یہ حال سنینگے تو کیا کہیں گے سب یہی دین رکھتے ہیں خواہ تقلیدی ہو یا نہ ہو۔ بادشاہ نے ازروئے اعراض و تعرض کے فرمایا کہ تو سلطان روم کی طرف سے غائبانہ یہ درشتی کرتا ہے تو نے

کہ کوئی جگہ اپنے لیے وہاں تجویز کی ہی کہ جب وہاں جائیگا تو تجھکو ملجائیگی اور اس سے تیرا اعتبار پیدا ہو جائیگا تو ابھی وہاں چلا جا۔ شہباز خاں نے بھی اس باب میں تیزی و تندی اختیار کی بیربر سگ جہنمی نے بھی دین پر صریح طعن کی تو اس نے اسکو فحش گالی دیکر کہا کہ اے کافر ملعون اب تو بھی ایسی باتیں کہنے لگا تجھ سے تو میں ابھی سمجھ لونگا۔ غرض بڑی بیمزگی ہوئی۔ بادشاہ نے عموماً اور شہباز خاں سے خصوصاً بطور اجمال فرمایا کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ تمھاری بستر پر نجاست بھری جوتی لگانی چاہیے۔

اسی سال میں تمغا و جزیہ جسکی آمدنی کئی کروڑ داموں کی تھی بادشاہ نے موقوف کردیا اور ملک میں اسکے باب میں تاکیدی فرامین بھیجدیئے۔

اس سال میں محمد معصوم خاں فرنخودی جونپور میں حاکم اور ملا محمد یزدی یہاں کا قاضی القضات مقرر ہوا۔ یہ ملا صوبہ جونپور میں آیا اس نے بادشاہ کے خارج کرنے کا اور اس سے بغاوت کرنے کا فتوی دیا تو معصوم خاں کابلی و محمد معصوم خاں فرنخودی و میر معز الملک و نیابیگ خاں و عرب بہادر تلواریں سونتکر ہر جگہ لڑنے کو کھڑے ہوئے (جنکی بڑی بڑی لڑائیوں کا ذکر ہم نے پہلے لکھا ہی) ائمہ کہنے لگے کہ بادشاہ نے ہماری مدد معاش کی زمین میں دخل دیا۔ خدا نے اسکے ملک میں دخل دیا ارحم ترحم۔ جب بادشاہ کو ملا یزدی کے فتوے کی حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے اس کو اور معز الملک کو جونپور سے آگرہ بلایا اور ان کو جمنا میں ایک کشتی میں بٹھا کر ڈبوایا۔ جن ملازموں سے اسکو ذی اخلاصی کا توہم پیدا ہوا اور ان کو نہانخانہ عدم میں بھیجا۔ علمائے لاہوری کو جلاوطن کیا۔ قاضی صدرالدین لاہوری کو جسکی تحقیق مخدوم الملک سے بڑھی ہوئی تھی بھڑوچ کی قضا پر اور ملا عبدالشکور کو جونپور اور ملا محمد معصوم کو بہار میں نامزد کیا شیخ غفور کو مالوہ میں جلا وطن کیا اس صوبہ کی صداقت اس کو دی۔ یہی قیاس اوروں پر کرنا چاہیے کہ ہر ایک کو غریب منقضی المرام بنایا۔ مگر ہاں شیخ معین الدین نبیرہ مولانا معین واعظ شہر کو کہ مقلد محض تھا

بسبب کبر سن کے بدستور رہنے دیا۔

حاجی ابراہیم سرہندی نے ایک سالہ جسمیں بزرگان دین کی جھوٹی نقلیں تھیں خوشامد کے مارے پادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اس کا جعل ظاہر ہو گیا۔ حاصل یہ تھا کہ اس پُرانی کیڑے کھائی ہوئی کتاب میں ایک عبارت جعلی شیخ عربی کی طرف سے بخط مجہول لکھی ہوئی تھی کہ صاحبُ ماں (امام مہدی) بہت سی بیویاں کرینگے اور ڈاڑھی منڈائیں گے۔ اور چند اور صفتیں جو خلیفۃ الزماں (اکبر) میں تھیں انکو لکھا (اس نے پادشاہ کو امام مہدی بنایا) پادشاہ نے اسپر بہت عنایت کی۔ اس لیے یہ ایک حدیث موضوع کی کہ کسی صحابی کا بیٹا ڈاڑھی منڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر سے گذرا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اہل بہشت کی یہی ہیئات ہو گی۔ مگر شاہ فتح اللہ اور شیخ ابو الفضل اور حکیم ابوالفتح سے وہ دلیرانہ گفتگو کرتا تھا۔ اسکو پادشاہ پاس اُنھوں نے ٹھہرنے نہیں دیا قلعہ رنتھنبور میں بھیجا گیا وہاں سنہ ۹۹۴ میں مر گیا۔

اطراف کے علماء و مشایخ و مقتدا پاس فرمان بھیجے گئے کہ وہ پادشاہ کی درگاہ میں آئیں کہ خود پادشاہ انکی مددمعاش و اوقات کی تحقیق کرے ان سبنے موافق قاعدے کے پادشاہ کی تسلیم و تعظیم کی اور اسکے ساتھ خلوت و جلوت میں صحبت رکھی اور اپنی رائے کے موافق انکے لیے زمین مقرر کی اور جس کسی کو اسنے یہ جانا کہ مرید کرتا ہے یا مجلس سماع یا کسی اور نوع کی قلابی کرتا ہے تو اس کا نام دُکانداری رکھا اور انکو قلعوں میں چڑھا دیا یا بنگالہ کی جانب بھجدیا۔

سنہ ۹۸۸ میں پادشاہ پاس علماء و مشائخ و صوفی بہت سے ایسے خوشامدی ولالچی آئے کہ جن پر یہ رباعی صادق آتی تھی۔

رباعی

پوشیدہ مرقع اند این خامے چند — بگرفتہ بطامات الف لامے چند
نارفتہ رہے صدق و صفا گامے چند — بدنام کنندۂ نکونامے چند

انکی حرکات دیگر بادشاہ پہلے بزرگوں پر بدگمان ہوگیا۔ اسی سال میں ذیل کینے جاہل عالم نما نے دلائل باطل کو اتنا بلند کیا کہ یہ کہا کہ صاحب ماں (امام مہدی) ہندو اور مسلمان کے بہتر فرقوں کے خلاف واختلاف کا دور کرنیوالا ہے وہ بادشاہ ہے محمود سخوانی کے رسالوں سے شریف یزدی نے استشہاد کرکے یہ تصریح کی کہ ۹۹۰ھ میں ایک باطل بردارندہ پیدا ہوگا اسکی تعبیر سے صاحب دین حق شخص کی ہے۔ جو بحساب جمل نوسو نوے میں پیدا ہوا ہے خواجہ مولانا شیرازی ملحد جفردان مکہ معظمہ سے وہاں کے شرفا کا ایک رسالہ اس باب میں لایا کہ احادیث صحیحہ کے موافق دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے اب وہ پوری ہوئی اب مہدی موعود کے ظہور کا وقت ہے اور خود بھی ایک رسالہ تصنیف کرکے بادشاہ کے روبرو پیش کیا اور اسی طرح کے خرافات شیعوں نے حضرت علیؓ سے نقل کیے اور بعض نے یہ رباعی پڑھی جو حکیم ناصر (ناصر خسرو پانچویں صدی کا شاعر ہے وہ شیعہ آزاد خیال تھا اسکے اشعار اکبر کے زمانہ میں بہت پڑھے جاتے تھے) سے یا کسی اور شاعر سے منسوب کی جاتی ہے۔

رباعی

درنہ صد و ہشتاد و نہ از حکم قضا　　آیند کواکب از جوانب یک جا
درسال اسد ماہ اسد روز اسد　　از پردہ برون خرامد آں شیر خدا

غرض اس سے بادشاہ کو نبوت کا خیال ہوا اور پھر اس سے آگے بڑھکر خدا ہونے پر نوبت پہنچی۔
بادشاہ نے ایکدن مجلس میں اہل مجلس سے پوچھا کہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ عاقل کون ہے اسمیں بادشاہوں کا نام نہ لیا جائے کہ وہ مستثنیٰ ہیں۔ ہر ایک شخص نے اپنے معتقد کا نام لیا۔ حکیم ہمام نے خود اپنے تئیں سب سے زیادہ عاقل بتلایا اور ابوالفضل نے اپنے باپ کو۔ انھیں دنوں میں یہ چہار مراتب اخلاص بادشاہ نے مقرر کیے ترک مال و جان و ناموس و دین۔ جو ان چاروں کو بادشاہ پر قربان کرے اسکو چار مرتبہ دئے جائیں جو ایک کرے اسکو ایک درجہ اور علیٰ ہذا القیاس۔ کل اہل مجلس نے اپنا نام لکھایا کہ ہم بادشاہ کے مرید مخلص ہیں۔

شیخ قطب الدین جلیسری کو کہ ایک مجذوب خراباتی تھا پادشاہ نے شیخ جمال بختیار کو بھیجکر بلایا فرنگیوں سے اسکی بحث کرائی اور ارباب عقل و اجتہاد زماں کو بھی بُلا کر حاضر کیا شیخ نے کہا کہ آگ خوب بھڑکتی ہوئی روشن کرو جبکے اندر ہم مع اپنے معارض کے داخل ہوں جو کوئی اس آگ سے سلامت نکل آئے وہی حق پر سمجھا جائے۔ آگ روشن ہوئی شیخ نے ایک فرنگی کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور کہا کہ بسم اللہ ہم تم آگ میں چلیں مگر کسی فرنگی کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ شیخ کے ساتھ آگ میں جاتا پادشاہ کو اس فقیر پر رشک ایسا تھا کہ اُس کو مع اور چند فقیروں کے بکھر میں بھجوا دیا جہاں وہ سب مر گئے اسی طرح بہت سے مشائخ اور فقرا کو اور مقاموں میں بھیجدیا اور اکثر کو قندھار بھیجا۔ اور انکی عوض میں گھوڑے منگائے اسی زمانہ میں ایک جماعت تھی کہ مرید کرتے تھے اور الہیان مشہور تھی۔ چھوٹے بڑے بیہودہ لغو مہمل باتیں بکتے تھے اسکو گرفتار کرکے پادشاہ کے روبرو لائے جب پادشاہ نے پوچھا کہ تم نے ان خرافات سے توبہ کی ہے تو اُنھوں نے کہا کہ توبہ ہماری لونڈی ہے اسی طرح شریعت و دین اسلام اور روزہ کے جدا جدا نام اختراع کر رکھے وہ پادشاہ کے حکم سے بھکر و قندھار بھیجے گئے اور سوداگروں سے انکی عوض میں ترکی نژاد بچھیرے گھوڑوں کے لیے گئے۔

پادشاہ نے اپنے زعم میں یہ ٹھیرا لیا تھا کہ آنحضرت کے بعثت کے زمانہ سے ہزار سال گذر گئے یہی مدت اس دین کے بقا کی تھی وہ تمام ہوئی اور اب مخفی دعوے جو اسکے دل میں تھے انکے اظہار کا مانع کوئی نہیں ہے۔ وہ مشائخ علما کہ صلابت و ہیبت رکھتے تھے اور جنکا پاس و ملاحظہ کرنا ضرور تھا انکی بساط بھی خالی ہو گئی تھی اسلیے فراغ خاطر سے احکام و ارکان اسلام کے ابطال کے درپے پادشاہ ہوا اور نئے ضوابط و قواعد مہمل و مختل مقرر کیے اعتقادوں کے افساد کو رواج دیا۔ سب سے اوّل یہ حکم دیا کہ سکہ میں تاریخ الف (ہزار) لکھی جائے اور آنحضرت صلعم کی وفات سے تاریخ الفی یعنی ہزار سال رحلت (ہجرت) سے لکھائے جائیں نصائح و حکم کے لیے عجیب غریب اختراع ہوتے تھے اس نے جو حکم ابداع کیے انمیں عقل حیران ہوتی ہے۔ انمیں سے ایک یہ تھا کہ پادشاہوں کے

آگے سجدہ کرنا لازمی ہی مگر اس سجدہ کا نام زمین بوس لیا جائے۔ دوسرا شراب اگر بدن کی آسودگی کے لیے بطریق اہل حکمت پی جائے اور کوئی اس سے فتنہ و فساد نہ پیدا ہو تو مباح ہی برخلاف اسکے اگر کوئی شخص شراب پیکر بدمست ہوتا اور اسکے گرد بھیڑ لگتی اور غوغا ہوتا تو اسکو بڑی سیاست دہ کرتا عدالت کی رعایت سے ایک شراب فروشی کی دُکان دربار کے دروازہ پر مقرر کی اور اس دربان کی خاتون کو اُس دُکان کا اہتمام سپرد کیا کہ اصل و نسل میں خمار تھی۔ شراب کا نرخ مقرر کیا تاکہ جو شخص بیماری کے علاج کے لیے شراب خریدے تو اپنا نام اور باپ دادا کا نام مشرف سے لکھا کر دکان پر لیجائے آدمی اس حیلہ سے نام لکھا کر شراب لیجاتے تھے۔ سچ جھوٹ کی کون تحقیق کرتا تھا شراب کی ایک دُکان شرابیوں کے لیے کھولی گئی۔ کہتے ہیں شراب کی ترکیب اجزا میں لحم خنزیر (سور کا گوشت) بھی داخل تھا واللہ اعلم۔ باوجود اس احتیاط کے فتنہ و فساد برپا ہوتے تھے۔ ہر چند ایک جماعت کو نزدیک اس جرم میں عقوبت و ایذا دی دیجاتی تھی مگر کوئی اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا تھا۔ یہ از قبیل کج دار و مریز تھی اور ممالک محروسہ کی فاحشیں جو بادشاہ کے تخت کے نیچے جمع ہوئیں وہ حد و عد کے حصر سے باہر تھیں انکو شہر سے باہر آباد کیا اور انکی آبادی کا نام شیطان پورہ رکھا اور وہاں بھی محافظ داروغہ اور مشرف مقرر کیے تاکہ جو شخص اس جماعت سے صحبت رکھے یا اپنے گھر بلائے اول اپنا نام اور نسب لکھائے غرض آدمی اس جماعت کے ساتھ جماع کر سکتے تھے بشرطیکہ تمغاچی (سائر کے محصول لینے والے) کو معلوم ہو۔ جبتک داروغہ کو خبر نہ ہو۔ رات کو اہل طرب (ناچنے والی عورت) کو اپنے گھر بلا کر اپنے تصرف میں کسی صورت سے نہیں لاسکتا تھا اور اگر کوئی چاہتا کہ کسی عورت کا ازالۂ بکارت کرے اور یہ خواستگار نامی مقربوں سے ہو تو اُنکے واسطے داروغہ بادشاہ سے اجازت حاصل کرتا اور کسی طرح یہ کام نہ ہوتا مگر جو بوند تھے وہ اس کام کو اور لباس میں کرتے اور بدمستی اور سفاہت سے خونریزیاں ہوتیں اگر ایک گروہ کا قصاص ہوتا تھا تو دوسرا گروہ اس امر کو فخر کے ساتھ کرنے لگتا تھا۔

بیت

حسن بے پایاں او چندانکہ عاشق میکشد   زمرۂ دیگر بہ عشق از غیب سر بر میکنند

چند فواحش جو مشہور تھیں بادشاہ انکو مخفی بلا کر تحقیق کرتا کہ کس نے انکا ازالہ بکارت کیا ہی۔ انکا نام دریافت کرتا اگر وہ امرائے نامدار معتبر ہوتے تو انکی تعذیب و تنبیہ کرتا۔ مدتوں تک مقید رکھتا۔ اس جماعت میں سے ایک بیربر تھا کہ اپنے تئیں مرید با اخلاص گنتا تھا اور مراتب چہارگانہ میں پیش رو تھا (الہیات اور فضائل اربعہ حکمت عدالت۔ شجاعت۔ عفت) سے اپنے تئیں متصف ظاہر کرتا تھا مگر اپنی نبات تک نہیں چھوڑتا تھا۔ اس زمانہ میں اپنی جاگیر نگرکوٹ میں تھا۔ جب اس کو اپنی پردہ دری کی خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ میں جوگی ہونے کی اجازت مانگوں۔ مگر بادشاہ نے اسکی طلب کا فرمان بھیجا اور اسکی استمالت کی وہ درگاہ میں آیا۔

گائے کا گوشت حرام تھا اسکا چھونا گناہ تھا۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ بادشاہ خردسالی سے ہنود و رنود کی صحبت میں رہا تھا ہندو گائے کو قوام عالم کا سبب سمجھتے تھے اسلیے گائے کی تعظیم بادشاہ کے دلمیں بیٹھ گئی تھی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں کی بیٹیاں بادشاہ کے گھر تھیں انھوں نے بادشاہ کے مزاج میں ایسا تصرف پیدا کیا تھا کہ گائے کا گوشت اور لہسن و پیاز کا کھانا اور ڈاڑھی کا رکھنا (یہ تین چیزیں بوسہ بازی میں خلل ڈالتی ہیں) چھوڑ دیا تھا وہ اس طرح کی چیزوں سے کمال احتراز کرتا تھا۔ اور مجلس میں ہندوؤں کی بدعتوں و رسموں کو اپنے طور پر کرتا تھا۔ تاکہ اس سے ہندوؤں کی دلجوئی اور انکے قبائل کی خاطر کی پیروی ہو۔ ہندو جن چیزوں سے نفرت طبعی رکھتے تھے بادشاہ ان سے پرہیز کرتا تھا۔ بادشاہ ڈاڑھی منڈانے کو اپنے ساتھ نہایت موافقت کرنا سمجھتا تھا اسلیے اسکا رواج ہوگیا۔ مفاعیل و تفاعیل (قرمساق بھڑوون) نے ڈاڑھی منڈانے کی وجہ یہ بیان کی کہ ڈاڑھی خصیتین سے پانی پیتی ہی اس وجہ سے کسی خواجہ سرا کی ڈاڑھی نہیں ہوتی۔ ڈاڑھی کے رکھنے میں نہ کچھ ثواب ہی نہ کچھ خطر ہی آجکل کے نادان فقہا ڈاڑھی منڈانے کو عیب جانتے ہیں۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ بات مدعا کے خلاف ہی۔ جھوٹے حیلہ ساز

مفتیوں نے یہ ایک روایت مجہول نقل کی کہ بفعلہ بعض القضات کے یہ معنی بیان کئے گئے کہ عراق کے بعض قاضیوں نے ڈاڑھی منڈائی تھی۔ حالانکہ اصل میں قضات کی جگہ عصات ہے جسکے معنی گنہگار کے ہیں عصات کی تحریف کر کے قضات بنالیا۔

نصارا کا ناقوس (گھنٹہ) بجانا اور صورت ثالث ثلثہ (صلیب) کا تماشا اور انکے بلبان (مورچنگ) کا بجانا اور تمام لہو ولعب انکے یہاں روز ہونے لگے اسکی تاریخ کفر شائع شد ہوئی دس بارہ برس کے بعد یہاں تک نوبت آئی کہ اکثر گمراہوں نے جیسے مرزا جانی حاکم ٹھٹہ اور اور مردودوں نے اس مضمون کا خط لکھکر دیا جسکی صورت یہ ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اپنے طوع ورغبت وشوق قلبی سے دین اسلام مجازی وتقلیدی جو میں نے اپنے باپ دادا کا دیکھا تھا اور اُن سے سُنا تھا اسیر اب تبرا کرتا ہوں اور اکبر شاہی دین الٰہی کو اختیار کرتا ہوں اور مراتب چہارگانہ اخلاص کہ ترک مال وجان و ناموس و دین ہیں قبول کرتا ہوں یہ خطوط کہ جو لعنت نامہ سے زیادہ تھے مجتہد جدید (ابوالفضل) کو سپرد ہوتے تھے اور وہ انکے اعتماد اور تربیت کا سبب ہوتے تھے۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ چورا ہو کر خاک ہوجائیں۔

اسلام کے خلاف سور اور کتے نجس نہ رہے حرم وقصر میں وہ پلنے لگے صبح انکی زیارت عبادت سمجھی جاتی تھی ہندؤں نے جو حلول کے قائل ہیں یہ خاطر نشان کیا کہ سور بھی ان دس مظہر الٰہی میں سے ایک ہے جنمیں خدا نے حلول کیا ہے تعالیٰ شانہ عما یقولون۔ خدا تعالیٰ کی بڑی شان ہے مگر وہ نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں یہ جو بعض عرفا سے منقول ہے کہ کہتے ہیں دس صفات حمیدہ ہیں اگر ایک ان میں سے آدمی میں ہو تو ولی ہوتا ہے اس سے بھی اُنھوں نے کتے کی عظمت ثابت کی۔

بعض مقربوں نے کہ جوش طبعی کے سبب سے ملک الشعرائی میں ضرب المثل ہیں (فیضی) ہیں دسترخوان پر کتوں کو ساتھ بٹھاکر کھانا کھلانا شروع کیا۔ بعض مردود ہندی وعراقی شاعروں کی ایک جماعت نے اسکی تبعیت کی وہ کتوں کی زبانوں کو منہ میں لیتے اور اس سے بھی کراہ نہ کرتے بلکہ اسپر فخر کرتے۔

غسل جنابت کی فرضیت بھی مطلق ساقط ہوئی اور اُسکی دلیل یہ بیان ہوئی کہ انسان کا خلاصہ نطفۂ منی ہی کہ وہی نیکوں و پاکوں کا تخم آفرنیش ہی اس کے کیا معنی ہیں کہ بول و براز کے خروج پر غسل واجب نہ ہو اور اس لطیفہ کے خروج پر غسل واجب ہو۔ بلکہ مناسب یہ ہی کہ اول غسل کرے اور بعد ازاں جماع کرے ایسے ہی میت کہ جماد کا حکم رکھتی ہی اسکی روح کے واسطے طعام پکانا کوئی حظ نہیں رکھتا بلکہ آدمی جس روز پیدا ہوا ہو اُس دن جشن عالی کریں اور اس کا نام آش حیات رکھیں۔ ایسے ہی سوّر اور شیر کا گوشت مباح ہی اسمیں شجاعت کی صفت ہوتی ہی۔ وہ آدمی میں سرایت کرتی ہی۔ ایسے ہی چچا ماموں اور قرابت قریبیہ کی بیٹی سے شادی نہ کریں اس سے طرفین میں محبت و رغبت کم ہوتی ہی۔ ایسے ہی بیٹے کا سولہ برس سے پہلے اور اور لڑکی کا چودہ سال سے پہلے نکاح ناجائز ہو اس سے اولاد ضعیف پیدا ہوتی ہی سونا اور ابریشم پہننا عین فرض ہی۔

پہلے اس سے نماز روزہ و حج بھی ساقط ہو چکے تھے بعض اولاد الزنا جیسے کہ پسر ملا مبارک شاگرد رشید شیخ ابوالفضل نے رسالے اس باب میں لکھے اور ائمیں ایک عبادات کا تمسخر اور قدح بدلائل بیان کیا اور وہ بادشاہ کے مقبول ہوئے اور ترقیاں پائیں۔ تاریخ ہجری عربی کو بدل دیا اور اسکی جگہ سال جلوس کی ابتدا تاریخ مقرر ہوئی جو ۹۶۳ تھی اور نام مہینوں کے اہل عجم کی رسم کے موافق مقرر کیے۔ ان تینوں کے نام کتاب نصاب میں لکھے ہیں۔ زردشتیوں کی عید دن کی طرح سال بھر میں چودہ عیدیں مقرر ہوئیں۔ مسلمانوں کی عیدیں بے رونق اور موقوف ہوئیں مگر خطبہ جمعہ ان لوگوں کی خاطر سے برقرار رہا کہ بڈھے فلوک جاہل اسمیں جاتے ہیں برس اور مہینے کا نام سال و ماہ الہیٰ ہوا سکوں اور مہروں میں تاریخ الف (سنہ ۱۰۰۰) لکھا گیا جس سے یہ معلوم ہو کہ دین متین محمد صلعم ہزار سال کے بعد ختم ہو گیا اور عربی کا پڑھنا اور جاننا عیب میں داخل ہوا۔ فقہ و تفسیر و حدیث اور انکا پڑھنے والا مردود و مطعون ہوا علوم نجوم و حکمت و طب و حساب و شعر و تاریخ و افسانہ رائج ہوئے اور انکی تحصیل فرض ہوئی۔ عربی زبان کے مخصوص

حروف مثل ثا و حا و عین و صاد و ضاد و طا تلفظ میں برطرف ہوئے۔ عبداللہ کو ابداللہ و احدی کو ابدی اور مثل انکی کہنا افضل سمجھتے تھے اور اس طرح کہنے سے خوش ہوتے تھے اور شاہنامہ فردوسی کی یہ دو بیتیں اہل عرب کی توہین میں اکثر زبان پر لاتے تھے۔

ابیات

زشیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسید است کار

کہ ملک عجم را کنند آرزو — تفو باد بر چرخ گرداں تفو

جو بیت اشعار تشبیہ آمیز اپنے مشرب کے موافق اساتذہ کے کلام میں سنتے ان کو پسند کرتے۔ جیسے آنحضرت صلعم کے دو دانتوں کے شہید ہوجانے کے باب میں ہجو کے اشعار ہیں۔ علیٰ ہذالقیاس ارکان دین کے ہر رکن میں اور عقائد اسلامیہ کے ہر عقیدہ میں خواہ وہ اصول میں ہو یا فروع میں مثل نبوت و کلام و رویت و تکلیف و تکوین و حشر و نشر میں طرح طرح کے شبہے پیدا کرتے اور اس کو مسخرا پن بناتے (رویت کے معنی دیدار الٰہی کے) جنت میں ہیں سُنّی اس مسئلہ کے قائل ہیں اور شیعہ انکار کرتے ہیں اور تکلیف اس آدمی کو مکلف بالشرع کہتے ہیں کہ اول وہ مسلمان ہو دوم وہ عقل صحیح رکھتا ہو سوم وہ بالغ ہو۔ تکوین کے معنی دو معدوم کے درمیان پیدا ہونا۔ یہ ہستی معدوم اول اور معدوم ثانی کے درمیان ہے یعنی یہ عالم معدوم ہوگا اکبر اس کا منکر تھا وہ قیامت کا قائل نہ تھا) اگر کوئی ان مسئلوں کے معرض جواب میں آتا تو منع کیا جاتا۔ معلوم ہے کہ ایسی حالت میں کون مستدل یا مانع ہوسکتا تھا خصوصاً جس وقت کہ مقابل کی جانب توجہ نافذ بالامری اور قاہری ہو مباحثہ میں مواسات ضرور رہی۔

بیت

آنکس را کہ بقرآن و خبر زو نہ رہی — آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

بہت سے خان ومان ان مباحثوں میں غارت ہوگئے اسکو ہرگز مباحثہ نہیں کہنا چاہیے
بلکہ وہ مکابرہ ومشاعبہ تھا۔ پادشاہ کی خوشامد کے مارے دین فروش شکوک متروک کو
ہر جگہ سے پیدا کر کے بطور تحفہ کے پادشاہ پاس لاتے تھے لطیف خواجہ کہ ماوراءالنہر کے
بزرگوں اور بزرگ زادوں میں تھا اس نے شمائل ترمذی میں اس حدیث پر کہ کانہ جید و
ثنہ ۔ آنحضرت کی گردن مثل بت کے ہے) شبہ کیا کہ پیغمبر کی گردن کو بت کی گردن سے
تشبیہ دینے کے کیا معنی ہیں ؟ اور ایسی ہی حدیث ناقہ قصوی جو سیر میں مشہور ہے اور قافلہ قریش
کا لوٹ مار کرنا ابتدا ہجرت میں اور آنحضرتؐ کا چودہ ازواج کا کرنا اور کسی عورت کا اپنے
خاوند کا زوجہ نہ رہنا اگر آنحضرتؐ اسکو اپنا زوجہ بنانا چاہیں اور اسی کی طرح اور باتیں نبا کے
مذہب کے ساتھ تمسخر کرتے تھے جنکی تفصیل کے لیے زمانہ دراز چاہیے۔

راتوں کو اپنی مجالس انس میں پادشاہ اپنے مقربین کو حکم دیتا کہ وہ چالیس ابدال کی طرح بیٹھیں
اور جو شخص جانتا ہو وہ کہوے اور جو چاہے پوچھے۔ اگر کوئی مسئلہ علمی پوچھتا تو پادشاہ فرماتا
کہ یہ ملانوں سے جاکر پوچھو جو بات عقل وحکمت سے متعلق ہو وہ ہم سے پوچھ۔ کتب سیر کے
پڑھنے کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں باتیں بنائی جاتیں۔ خلفاء ثلاثہ کی خلافت
کے عزت میں قضیہ فدک اور جنگ صفین وغیرہ کا ایسا ذکر ہوتا کہ کان انکے سننے سے بہرے
ہوں ان کو اپنی زبان پر نہیں لاسکتے۔ شیعہ غالب و سنی مغلوب اور اخیار سب جگہ
خائف اور اشرار ایمن تھے ہر روز ایک تازہ حکم اور نیا شبہ ایک جدید قدح ظہور
میں آتا اور اپنا اثبات اوروں کی نفی میں دیکھتے اور اس نکتہ کو بھول گئے کہ بزنا فی
منفی ہوتا ہے اس سبب سے مقبول مردود اور مردود مقبول تھے۔ عام کالانعام کی
زبان پر اللہ اکبر کے وظیفہ کے سوا اور کچھ اور مذکور نہ تھا۔ ملا شیری نے دس شعر
کا قطعہ کہا ہے جس کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

شورش مغز ست اگر در خاطر آرد جاہلے	کز خلایق مہر پیغمبر جدا خواہد شدن

خندہ می آید مرا زیں بیت کز بس طرفگی — نقل بزم منعم و درد گدا خواہد شدن
پادشا امسال دعوئ نبوت کردہ است — گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

مجالس نوروزی میں اکثر علمار صلحا بلکہ قاضی و مفتی بھی قدح نوشی کرتے تھے۔ آخر مجتہدوں نے خصوصاً ملک الشعرا (فیضی) نے کہا کہ ایں پیالہ را بکوری فقہامی خورم (فقہا اندھے ہیں اُنکے لیے یہ پیالہ پیتا ہوں) حمل کے ۱۹ درجہ پر کہ شرف الشرف اور روز آخریں جشن نوروز کا ہی اسکی تعظیم اور سب دنوں سے زیادہ کرتے اور اسی دن امرا کو منصب و جاگیر کا اضافہ ہوتا اور اسپ خلعت مناسب مہمانی و پیش کش کے عنایت ہوتا تھا۔

اس سال میں گلبدن بیگم و سلیمہ سلطان بیگم نے حج سے مراجعت کی اور انہیں دنوں میں ابو تراب اعتماد خاں گجراتی سفر حجاز سے آئے اور ایک پتھر بڑا بھاری جسکو ایک قوی ہیکل ہاتھی اُٹھا سکتا ساتھ لائے اسپر ایک نقش پا معلوم تھا۔ ابو تراب کہتا تھا کہ نقش قدم رسول ہے۔ پادشاہ نے چار کوس تک اسکا استقبال کیا اور امرا کو حکم دیا کہ باری باری سے چند قدم اسکو سر پر اُٹھا کر چلیں اس طرح وہ قدم شہر میں پہنچ گیا (ابوالفضل نے لکھا ہے کہ پادشاہ نے اس قدم کو کندھے پر رکھا اور اسکے سبب مسلمانوں کو پادشاہ کے مذہب کی طرف جو وہم پیدا ہوا تھا وہ کم ہو گیا)

اسی سال میں خلوت میں پادشاہ کے روبرو بیر بر سے شیخ مبارک ناگوری نے کہا کہ جیسے کہ تمہاری کتابوں میں تحریفات ہوئی ہیں ایسی ہی ہمارے دین میں بھی بہت سی تحریفات ہوئی ہیں لیسلیے دونوں اعتماد کے قابل نہیں۔

اسی سال میں بے عفت اور بے عافیت گمراہوں نے پادشاہ سے کہا کہ ہجرت سے مدت ہزار سال کی ختم ہوئی کسواسطے شاہ اسمٰعیل اول کی طرح برہان قاطع (تلوار) کو کام میں نہیں لاتے لیکن آخر کو یہ قرار پایا کہ پادشاہ کا دلی ارادہ مرور زماں میں تدبیر سے شمشیر سے ظہور پائیگا فی الواقع اگر پادشاہ کچھ روپیہ خرچ کرتا تو عوام تو کیا بلکہ خواص بھی اس کے

شیطانی دام میں پھنس جاتے حکیم ناصر خسرو کی یہ رُباعی اکثر پڑھی جاتی۔

رُباعی

در نهصد و تسعین دو قران می بینم | وز مهدی و دجال نشاں می بینم
یا ملک بدل گردد یا گردد دین | سرّے کہ نہان ست عیاں می بینم

جب احداثِ دین کا مشورہ ہوا تو راجہ بھگوانداس نے اُس سے کہا کہ میں خوش ہو کر یہ قبول کرتا ہوں کہ دونوں ہندوؤں اور مسلمانوں کا دین بد ہی مگر انکے سوا اور کونسا تیسرا طائفہ ہی اسکو فرمایئے کہ میں اس دین کو قبول کروں۔ پادشاہ نے کچھ معقولیت اختیار کر کے راجہ کو اس شدت سے باز رکھا۔ مذہب اسلام کے احکام کا تغیر وقوع و شیوع ہوتا جاتا تھا۔ احداثِ بدعت۔ اسکی تاریخ ہوئی۔

انہیں دنوں میں دربار میں جو پانچ وقت اذان اور نماز جماعت کے ساتھ ہوتی تھی موقوف ہوئی۔ نام احمد و محمد و مصطفےٰ اور مثل انکے باہر کے کافروں سے اور گھر کے اندر اہل حرم کی ہندو دختروں کے خاطر سے پادشاہ کو گراں معلوم ہوئے اور مدتوں میں اس نے اپنے مقربوں میں سے بعض کے نام جو ان ناموں سے موسوم تھے موقوف کر دیئے۔ مثلاً یار محمد خاں اور محمد خاں کا نام رحمت بولا جاتا اور لکھا جاتا۔ ان گمراہ اشقیا پر ایسے شریف نام کا اطلاق حیف تھا اور اسکا بدلا جانا ضرور کیا بلکہ واجب تھا اسلیئے کہ سوّر کے گلے میں جواہر کا باندھنا ستم ہی۔ یہ آگ آگرہ سے اُٹھی جسنے چھوٹے بڑوں کے گھر جلائے۔ اور آخر کو یہی آگ آتش زنوں کے گور میں گئی خذلہم اللہ۔

ربیع الاول ۹۹۰ھ میں میر فتح اللہ شیرازی کہ الٰہیات و ریاضیات و طبیعیات و در تمام اقسام علوم عقلی و نقلی و طلسمات و نیز نجات و جرا ثقال میں اپنا نظیر اس زمانہ میں نہیں رکھتا حکم کے موافق عادل خاں حاکم دکن کے پاس سے فتحپور میں آیا۔ اس کو سُنا تھا کہ وہ میر غیاث الدین منصور شیرازی کا شاگرد بیواسطہ ہی اور یہ استاد چنداں نماز و عبادات کا مقید نہ تھا اس سے گمان ہوتا تھا کہ شاگرد بھی ایسا ہی ہوگا۔ وہ مذہب و دین

پادشاہ کا ہمرو ہوگا مگر اس نے باوجود کمال حب جاہ و دنیاداری اور امرا پرستی کے اپنے مذہب میں اپنے تعصب میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی وہ عین دیوانخانہ خاص میں علانیہ امامیہ طریقہ پر ادائے نماز کرتا تھا کسی اور کا مقدور نہ تھا کہ اس طرح نماز پڑھتا اس سبب سے پادشاہ نے اسکو ارباب تقلید کے زمرہ میں شمار کیا اور اپنے مذہب میں اس سے اغماض کیا۔ اسکے علم و حکمت و تدبیر کی رعایت کرکے اسکی پرورش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

ایک رات کو پادشاہ نے میر فتح اللہ کی موجودگی میں بیربر سے کہا کہ یہ بات کیونکہ عقل قبول کرتی ہی کہ ایک شخص ایک لحظہ میں باوجود گرانی جسم کے خوابگاہ سے آسمان پر جائے اور نوّے ہزار باتیں خدا سے کرے اور ہنوز اس کا بستر گرم ہو اور وہ الٹا چلا آئے۔ اور ایسے ہی شق القمر اور اسکی مثل اور باتیں ہیں پھر ایک پاؤں اپنا اُٹھا کر سب کو دکھایا اور یہ فرمایا کہ جب تک دوسرا پاؤں اپنی جگہ پر نہ ہو تا ممکن ہی کہ کھڑا رہوں یہ احمقانہ حکایتوں کو لوگ یقین کرتے ہیں۔ بدبخت بیربر اور گمنام بدبخت آمنّا و صدقنا کہتے تھے اور اسکی تائید میں باتیں بناتے تھے۔ پادشاہ فتح اللہ کی طرف بار بار دیکھتا تھا مگر وہ گردن نیچے ڈالے ہوئے کچھ نہیں کہتا تھا۔ سراسر گوش بنا ہوا تھا۔

گوشت کی ممانعت و آفتاب پرستی

۹۹۱ھ سنہ میں تمام ممالک محروسہ میں حکم جاری ہوا کہ اتوار کو جو آفتاب سے مخصوص ہی اور اٹھارہ روز ماہ آبان میں جو پادشاہ کے میلاد کا مہینہ ہی اور بعض ایام معہود میں مطلق جانور ذبح نہ کیے جائیں۔ یہ حکم ہندوؤں کی خاطر سے دیا تھا جو کوئی ان دنوں میں جانور ذبح کرتا اسکی بڑی سیاست ہوتی اور اسکا خانمان تاراج ہوتا اور خود پادشاہ تمام سال میں اور ایام متفرقہ کی تقریب میں چھ مہینے گوشت نہیں کھاتا تھا اور ایسا ارادہ رکھتا تھا کہ گوشت کھانے کو بالکل ترک کر دے سورج کی پوجا کو دن میں چار دفعہ صبح و شام دوپہر آدھی رات کو اپنے اوپر لازم کیا تھا اور سورج کے ایک ہزار ایک نام سنسکرت کے دوپہر کو سورج کی طرف متوجہ ہو کر حضور قلب سے پڑھتا اور دونوں کان پکڑ کر چکر کھاتا اور کانوں کے اوپر مکے لگاتا اور مثل اسکی

اور حرکتیں کرتا۔ ماتھے پر تلک لگاتا اور آدھی رات اور سورج نکلنے کے وقت نوبت بجواتا۔ مساجدُ معابد ہندؤں کے فراشخانے اور چوکی خانے ہوگئے جماعت کا نام جماع اور حی اعلی کا یلا یلا رکھا۔ شہر میں گورستان اوکھیڑنے کا حکم دیا۔

انھیں دنوں میں شہر سے باہر مسلمان وہندو فقرار کے کھانا کھلانے کے لیے دو محل تعمیر کرائے۔ ایک کا نام خیر پورہ اور دوسرے کا نام دھرم پورہ رکھا۔ شیخ ابوالفضل کے چند آدمی موکل مقرر ہوئے کہ وہ زر پادشاہی سے فقراء کو کھانا کھلاتے تھے۔ جوگیوں کے گروہ کے گروہ آتے تھے اُنکے لیے ایک سرائے آباد کی گئی اُس کا نام جوگی پورہ رکھا گیا۔ جوگیوں میں بعض کو خلوت میں پادشاہ بلاکر باتیں کرتا تھا۔ حقایق مختلفہ کے مجہولات واعتقادات واشغال ومراقبہ وسلوک واطوار وجلسات وحرکات وسکنات وخلع بدن وکیمیا وسیمیا وریمیا ان سے معلوم کرتا کیمیاگری خود سیکھی اور سونا بناکر لوگوں کو دکھایا۔ شبوراتکو جوگیوں کا مجمع عظیم اطراف سے آتا اور پادشاہ اُن جوگیوں میں جو بزرگتر ہوتے انکے ساتھ ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوتا۔ ان جوگیوں نے پادشاہ کو بشارت دی کہ عمر طبعی سے تین چار گنے زیادہ جیئے گا۔ اسکا پادشاہ کو یقین تھا۔ ان مقدمات کو اور قرائن سے بھی ایسا منتظم کیا جس سے یہ یقین اسکے دل پر پتھر کی لکیر ہوگیا اور حکماء ہیں اسکی تائید کرتے تھے کہ عمروں میں نقصان دور قمر کے سبب سے ہے اور وہ اب ختم ہونیوالا ہے زحل کا دورہ شروع ہوگا اس کے بعد اطوار وادوار مجدد طول اعمار کے مورث ہونگے۔ چنانچہ کتب سماوی میں بھی یہ امر مذکور ہے۔ بعض آدمیوں کی عمر ہزار سال لکھی ہے۔ اور کتب ہندی میں آدمی کی عمر دس ہزار برس لکھی ہے اور بالفعل کوہ تبت میں ایک طائفہ لامہ ہے انکے زہاد وعباد دو سو سال اور اس سے زیادہ جیتے ہیں اس طائفہ کی تقلید کرنے کے لیے پادشاہ معاشرت واکل وشرب خصوصاً لحم میں تقلیل کرتے اور سر کی چندیا کے بال اُس نے منڈوا ڈالے مگر اسکے گرد بال رہنے۔ پادشاہ کو ایسا گمان تھا کہ کاملان مکمل کی روح چندیا سے نکلکر باہر جاتی

ہے اور یہ جسم انسانی کا دسواں منفذ (دروازہ) ہے۔ اور اسوقت بجلی و گرج کی ایک آواز ہوتی ہے یہ دلیل میت کی سعادت کی اور گناہوں سے نجات کی ہے اور مذاہب تناسخ میں یہ علامت حلول روح کی پادشاہ ذی شوکت و صاحب نافذ الامر میں ہے۔

پادشاہ نے اپنے روش (مذہب) کا نام توحید الٰہی رکھا اور جوگیوں کی اصطلاح کے موافق اپنے مریدان خاص کا نام چیلہ رکھا اور ایک ور طائفہ اراذل کا مکار مردار تھا کہ وہ دولت خانہ کے اندر نہیں جاسکتا تھا وہ اس وقت کہ پادشاہ سددسی کو سورج کی پوجا کرتا تھا جھروکہ میں آتا اور جبتک پادشاہ کا درشن نہ کرلیتا مسواک و طعام و آب اس پر حرام تھا۔ رات کو ہر صاحب حاجت خواہ ہندو ہو یا مسلمان اور طرح طرح کے طوائف مرد اور عورت صحیح و سقیم کو اس جگہ بار عام کا حکم ہوتا دو طرفہ کاروبار اور گرمی ہنگامہ اور ازدحام عظیم ہوتا۔ پادشاہ آفتاب کے ایک ہزار ایک نام کی تسبیح پڑھکر پردہ سے باہر آتا اور یہ ساری جماعت اس کو سجدہ کرتی اور مکار اور طرار برہمنوں نے سورج کے ایک ہزار ایک ور نام پادشاہ کے لیے ترتیب دیئے تھے وہ کہتے تھے بطریق حلول جیسے رام اور کرشن اور اور سلاطین ہنود اوتار ہوئے ہیں ایسے ہی یہ خود صاحب عالم پادشاہ اوتار کی صورت میں نمودار ہوا ہے تاکہ وہ اس زمین پر بازی کرے اور خوشامد کے مارے سنسکرت کے اشلوک (شعر) پہلے عالموں کے اس مضمون کا نقل کرتے کہ ہندوستان میں ایک پادشاہ عالمگیر پیدا ہوگا۔ برہمنوں کا احترام اور گائے کی حفاظت اور دنیا کی عدالت سے نگہبانی کریگا اور پرانے کاغذوں میں اپنی خرافات کو لکھکر پادشاہ کو دکھلاتے تھے۔ پادشاہ کو ان سب باتوں کا یقین ہوتا تھا مصرع خوشامد ہر کرا گفتی خوشش آمد۔ ان دنوں میں پادشاہ کے فتح پور کے دیوانخانہ خاص میں حنفیہ کے دہ در دہ اور شیعوں اور شافعیوں کے قلتین کو پانی سے بھروایا اور اسکو تلوایا تو حنفیوں کے دہ در دہ کا پانی باقی دو قلتین سے زیادہ نکلا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ سنی اور شیعہ جدا جدا ہو جائیں ۔ ہندوستانی بالکل سنی گری اور عراقی تشیع کے قائل ہوئے ۔

بادشاہ پاس ۹۹۲ھ ملا الہ داد امروہوی اور ملا شیری آئے وہ صدارت میاں دواب پنجاب پر مقرر تھے ۔ خوشامد کے مارے ملا شیری نے ایک نظم ہزار شعاع جیسی آفتاب کی تعریف میں ہزار قطعہ میں پیشکش کی بادشاہ اس سے نہایت خوش ہوا ۹۹۴ھ کے جشن میں بیلان (بیلون) ایک چادر بصورت گنبد اختراع کی ہوئی فرنگیوں کی بھی برپا ہوئی اور بادشاہ کے اخلاص میں اور بہت آدمیوں نے مال و جان و ناموس و دین فدا کیا اور اس قدر ارواح مقدس کا امتحان اس راز میں ہوا کہ انکا حصر نہیں ہو سکتا آدمیوں کا گروہ مرید ہوتا اور مذہب مشرف میں بادشاہ کے ساتھ موافقت کرتا بادشاہ بجائے شجرہ (جو پیر مریدوں کو دیا کرتے ہیں) کے اپنی شبیہ دیتا وہ رسد و دولت میں اخلاص کی علامت ہوتی اور اسکو غلاف میں جو جواہر سے مرصع ہوتا لپیٹ کر سر پر رکھتے ناموں کی پیشانی پر اللہ اکبر لکھے جانے کا حکم ہوا ۔ قمار و سود حلال ہوا ۔ اور علیٰ ہذا القیاس اور محرمات ۔ دوبار میں قمار خانہ بنایا گیا جواریوں کو خزانہ سے روپیہ سودی ملتا اور سود و تشل (جواری) جو اپنے جیت کے مال میں سے کچھ مال مجلس قمار کے حاضرین میں تقسیم کرتا) کفایت میں داخل تھا ۔ لڑکی کے نکاح کو چودہ برس کی عمر سے پہلے اور لڑکے کی شادی کو سولہ برس سے پہلے منع کا حکم دیدیا اور قصہ زفاف حضرت صدیقہ سے بالکل منکر ہوئے اور مطاعن کا ذکر تو کیا کیا جائے ۔ جو کوئی اسپر نوحہ کرے وہ نوحہ پارہ کی طرح اڑ جائے میں نہیں جانتا کون شخص ایسی باتیں سن سکتا ہے عموماً تمام رسولوں سے انکار اس سبب سے کیا گیا کہ وہ گنہگار تھے خصوصاً حضرت داودؑ اور اوریا کے قصہ سے اور اسی کی مثل جس کسی کو اپنے اعتقاد کے موافق نہ پاتے اس کو مردود و مطرود ابدی جانتے اور اس کا نام فقیہہ رکھتے ۔ اور دشمن شاہی کا دشمن بحکم ۵ انچہ بکارند ہمان بدروند

وہ خود عالم میں کفر و گمراہی میں مشتہر ہوئے اور انکا مجتہد و مرشد (ابوالفضل) ابوجہل مشہور ہوا۔۵ پادشاہ بد و وزیر بدتر + ریاست دینی کے لئے ریاست دنیوی تیغ بنی اور تمام جہات میں سے ریاست دین کے مٹانے کو اہم جانا اور باقی اور جہات کو طفیلی ناموس دین کی دکان بگاڑنے کے لیے پادشاہ نے حکم فرمایا کہ نوروز کو جو بازار لگا کرے وہ خاص عام سے خالی کیا جائے اور بیگمیں اور اہل حرم اور صاحب عفت عورتیں اسمیں تماشہ و سیر کریں وہاں پادشاہ زر بخشی کرتا اور جو باہر سے عورتیں آتیں انکو مہمان بناتا اور اسی مجلس میں لڑکے اور لڑکیوں کے ناتے رشتے ٹھیراتا۔ پادشاہ کے مرید لوگ اس خیال سے ہوتے تھے کہ جاہ و منصب پائیں اور اخلاص مند ٹھیریں مگر پادشاہ نے انکے دماغ سے اس خیال کو دفع کیا۔ ہندوؤں کو جو اسکے نزدیک ناگزیر تھے جاہ و منصب دیا۔ نصف لشکر اور نصف ملک ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا۔ ہندوستان میں انکی برابر صاحب شوکت نہ مغل تھے نہ ہندوستانی مسلمان اور سوائے ہندوؤں کے ہر گروہ کی مالش اور کوشش جس طرح پادشاہ چاہتا تھا کرتا تھا انمیں سے غیرت و ناموس و اتفاق بالکل مسلوب ہو گیا تھا۔

اسی سال میں سلطان خواجہ نے کہ وہ خاص الخاص مریدوں میں سے تھا انتقال کیا اور اسکے دفن کرنے کے بعد قبر میں یہ اختراع ہوا کہ سورج کے مقابل ایک جالی لگائی گئی کہ ہر صبح کو سورج کی روشنی جو گناہوں کی پاک کرنے والی ہے اسکے منہ پر پڑے کہتے ہیں کہ اُسکے منہ پر زبانۂ آتش بھی لگا دیا تھا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

یوسف زئی سے جو لشکر شاہی کو شکست ہوئی اس میں بیربر مارا گیا تھا۔ پادشاہ کو اُسکی برابر کسی امیر کے مرنے کا غم نہ ہوا وہ افسوس کرتا تھا کہ اُس کا جسم نہ ہاتھ لگا کہ آگ میں جلایا جاتا۔ مگر اپنے دل کو اس طرح تسلی دیتا تھا کہ وہ سب قیود سے آزاد اور مجرد تھا اُسکے لیے نیر اعظم کی تابش پاک کرنے والی کافی ہے۔

سنہ ۹۹۵ھ میں یہ ضوابط اور احکام جاری ہوئے کہ کوئی شخص ایک عورت سے زیادہ

نکاح نہ کرے مگر اس صورت میں کہ بیوی بانجھ ہو اور نہ خدا کیے وزوجہ کیے جب عورت کو ایام منقطع ہوجائیں تو وہ شوہر کرنیکی خواہش نہ کرے۔ بیوہ عورتوں کو شوہر کرنے کی ممانعت نہ کی جائے جیسے کہ ہندو کرتے ہیں اور ہندوؤں کی خورد سال لڑکی جس نے شوہر سے تمتع نہ اُٹھایا ہو وہ ستی نہ ہو اگر ہندوؤں کو یہ امر دشوار معلوم ہو تو منع نہ کریں جب آپسمیں یدوں کی ملاقات ہو تو ایک اللہ اکبر کہے دوسرا جل جلالہٗ کہے یہ بمنزلہ سلام اور جواب سلام کے ہو۔ راجہ بکرماجیت نے یہ اختراع کیا تھا۔

ہندی مہینے کی ابتدا ۱۳ تاریخ سے ہو مگر بادشاہ نے اسکی ابتدا ۱۸ تاریخ سے مقرر کی اور ہندوؤں کے تیوہار اس تاریخ کے موافق ہوا کریں اگرچہ اس باب میں گجرات و بنگالہ میں سنہ ۹۹۰ میں فرمان جاری ہوئے تھے مگر اس پر عمل نہیں ہوا۔

ارزال کو حکم ہوا کہ وہ شہر کے اندر عربی نہ پڑھیں کیونکہ اس سے فساد کھڑے ہوتے ہیں ہندوؤں کے مقدمات و معاملات کو برہمن پنڈت فیصلہ کیا کریں۔ مسلمان قاضی نہ فیصلہ کیا کرے اگر حلف کی احتیاج ہو تو منکر کے ہاتھ میں گرم آہن رکھیں اگر ہاتھ جلے تو وہ جھوٹا ہے الا نہیں تو سچا یا جلتے تیل میں اسکا ہاتھ ڈالیں یا وہ پانی میں غوطہ کھائے اگر اتنی دیر میں کہ تیر پھینکا جائے اور کوئی اُسکو اُٹھا لائے۔ وہ پانی سے سر نکالے تو مدعا علیہ کو حق مدعی دلایا جائے۔

مردہ جو دفن کیا جائے تو اُسکا سر مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف رکھے جائیں (مسلمانوں کے قاعدہ کے برعکس ہے) سونے میں بھی یہ روش اختیار کی جائے۔

سنہ ۹۹۶ میں حکم ہوا کہ کل قومیں علوم عربیہ کی تحصیل ترک کریں اور علوم نجوم و حساب و طب و فلسفہ پڑھا کریں اسکی تاریخ کساد فضل ہوئی۔

عاشورہ محرم سنہ ۹۹۶ کو بادشاہ نے مان سنگھ کو جو بہار و پٹنہ کی حکومت پر مامور ہوا تھا اور خانخانان کو خلوت میں بلایا اور مذہب کے امتحان کے لیے باتیں ہونے لگیں۔ مان سنگھ نے بے تکلف عرض کیا کہ اگر مریدی عبارت جان سپاری سے ہے تو جان کو

حضور کے لیے اس کو ہتیلی پر لیے پھرتا ہوں اُسکے امتحان کی ضرورت کیا ہی اور اگر اس کے سوائے کچھ اور بات دین کے معاملہ میں ہی تو میں ہندو ہوں اگر فرمایئے تو مسلمان ہو جاؤں ان دو مذہبوں کے سوائے کسی اور مذہب کو میں نہیں جانتا کہ کونی ہی بس اسی پر خیر گزری آگے کچھ اور گفتگو نہیں بڑھی۔

اسی مہینے میں مرزا فولاد بیگ برلاس نے آدمی رات کو ملا احمد رافضی کو جو صحابہ کو گالیاں دیتا تھا کسی بہانہ سے گھر بلاکر خنجر مارا جسکی ایک تاریخ۔ آن زہی خنجر فولاد۔ اور دوسری خوف سقری ہوئی جسوقت وہ نزع کی حالت میں تھا تو عبدالقادر نے اُس کا چہرہ سور کا سا دیکھا تھا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ مرزا فولاد کو ہاتھی کے پانوں میں باندھکر شہر لاہور میں جب تک پھرایا کہ وہ شہید ہوا۔ حکیم ابوالفتح کی معرفت اُس سے پوچھا کہ تونے ملا احمد کو مذہب کے تعصب کے سبب سے مارا تو اُس نے جواب دیا کہ اگر مجھے تعصب ہوتا تو اس سے کسی بڑے (ابوالفضل یا خود اکبر) کو مارتا۔ حکیم نے یہی بات پادشاہ سے عرض کی تو پادشاہ نے کہا کہ یہ بڑا حرام زادہ ہی اس کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ورنہ اسکی مردانگی اور اہل حرم کی شفاعت کے سبب سے پادشاہ اسکی جان بخشی کر دیتا۔ مقتول تین چار روز بعد قاتل سے مرا غسل کے وقت شیعوں نے اپنے مذہب کے قاعدہ کے موافق میخ اسکی مقعد میں کی اور دریا میں غوطے دیئے اور دفن کے بعد اس قبر پر شیخ فیضی و شیخ ابوالفضل نے محافظ مقرر کیے باوجود اسکے جس سال پادشاہ کشمیر کی سیر کو گیا اسکے جسم کو اہل لاہور نے نکالکر جلایا۔

سنہ ۹۹۹ میں یہ امر قرار پایا کہ گائے کا بھینس کا۔ بھیڑ کا گھوڑے کا اونٹ کا گوشت حرام سمجھا جائے۔ اگر کوئی ہندنی اپنی خوشی سے ستی ہو تو کوئی مانع نہ ہو مگر کوئی جبر و اکراہ سے ستی نہ ہونے پائے۔

بارہ برس سے پہلے کسی لڑکے کا ختنہ نہ ہو اور بعد اسکے لڑکے کو اختیار دیا جائے چاہے وہ کرے یا نہ کرے اگر کوئی شخص قصائی کے ساتھ کھائے تو اُس کا ہاتھ

کاٹا جائے اور اگر کوئی اہلخانہ اسکے ساتھ کھائے تو جس انگلی سے کھایا ہو وہ قطع کیجائے

سنہ ۱۰۰۰ میں ریش تراش کے لئے تلاش ہوئی تھی۔

سنہ ۱۰۰۲ میں کوتوال کو وہ حکم دئے گئے جو دفتر سوم میں آئین ۵ میں لکھے ہیں اور سوائے اس کے یہ نئے حکم تھے۔

اگر دو شنبہ کو مریدوں میں سے مرجائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو تو کچا اناج اور پکی اینٹ اس کی گردن میں باندھ کر پانی میں ڈبو دیں اور اگر پانی نہ ہو تو جلا دیں۔ یا بطور اہل خطا کے درخت میں باندھ دیں یہ حکم ایک اصول پر مبنی تھا جو بادشاہ نے قرار دیا تھا مگر میں اس کو یہاں نہیں بیان کرتا۔

پسر و دختر عوام الناس جب تک کوتوالی کے چبوترہ پر کوتوال کے گماشتوں کے روبرو نہ گذریں اور دونو کی عمروں کی تحقیق نہ ہو وہ کدخدا نہوں۔

عورت جو خاوند سے عمر میں بارہ برس بڑی ہو اس سے شوہر جماع نہ کرے وہ جوان عورت کہ شہر کے کوچہ و بازار میں پھرتی ہو اور اپنا منہ نہیں ڈھاسکتی ہو یا منہ کھلی پھرتی ہو اور ایسی ہی وہ عورت جو خاوند سے جھگڑا رکھے وہ محلہ فواحش میں بھیجی جائے وہاں اسکا جی چاہے کرے قحط سالی اور اور مصائب میں ماں باپوں کو اولاد کے بیچنے کا اختیار ہو مگر جب انکو مقدور ہو تو وہ قیمت واپس کرکے اپنی اولاد کو لے سکتے ہیں۔ جس ہندو کے لڑکے کو اس کی نارضامندی سے مسلمان کرلیا ہو۔ اگر وہ چاہے تو پھر اپنے دین آبائی کو اختیار کرے کسی کو مذہب کے سبب سے تکلیف نہ دیجائے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے۔ اگر ہندنی کسی مسلمان پر فریفتہ ہو کر مسلمان کا دین اختیار کرے تو اوسکو جبراً و قہراً پکڑ کر اسکے اہل کو حوالہ کریں۔ اپنے اپنے مذہب کے معبد بنانے کا سب کو اختیار ہے۔ بت خانہ۔ گرجا۔ دخمہ جو بنائے اس کا کوئی مانع نہ ہو یہ دینی احکام ہیں جن کا تھوڑا بیان کیا گیا ہے۔

انہیں دنوں میں اعظم خاں جسے شرفاء مکہ کے ہاتھ سے بہت آزار اوٹھائے تھے حج کرکے بادشاہ
کی خدمت میں آیا جو برکتیں حج سے حاصل ہوئیں تھیں انکو چھوڑ کر بادشاہی مریدوں کے سلسلہ
میں داخل ہوا۔ سجدہ اور تمام لوازم مذہب شاہی بجالایا اور ڈاڑھی کو بھی رخصت کیا
مصاحبت اور ہمزبانی میں سب سے آگے ہوا۔ صوبہ غازی پور و حاجی پور اسکو جاگیر میں ملے
اور خدمت علامی (ابوالفضل) میں احکام مذہب یاد کئے۔

محرم ۱۰۰۴ھ میں صدر جہاں مفتی ممالک محروسہ مع اپنے دو بیٹوں کے اپنے حصول مقاصد کے لئے
حلقۂ ارادت میں آیا اور جیسے کہ مچھلی جال میں شصت (کانٹا جس سے مچھلی پکڑتے ہیں) لیکر گرفتار ہوئی ۱۰۰۴
اسطرح اس نے شصت ارادت قبول کی اور ہزاری کا منصب پایا۔ اور عرض کیا کہ ڈاڑھی کیلئے
کیا حکم ہوتا ہے؟ اسپر حکم ہوا کہ آزاد و اور اس دن ملا نقی شوستری آیا کہ اپنے تئیں اعلم العلماء سمجھتا
تھا اور ان دنوں میں بادشاہ کے حکم سے شاہنامہ کو نثر میں لکھتا تھا اس میں جہاں آفتاب کا نام آیا وہاں
عظمتہ شانہٗ و عزشانہ اور اسی طرح کے الفاظ لکھے شیخ زادہ گوسالہ خاں بنارسی اور ملا محمد شاہ آبادی
اور صوفی احمد کہ اپنے تئیں غوث الاعظم کے فرزندوں میں بتلاتا تھا مریدوں میں شامل ہوئے
اور مراتب چہارگانہ اخلاص کے معتقد ہوئے اور ایک صدی سے پانچ صدی تک منصب
پایا اور ڈاڑھی کو موافق قاعدہ کے منڈایا اور بہشت کے غلمان معلوم ہونے لگے۔ موتراش
چند تاریخ ہوئی۔ ان نومذہبوں کا حال ایسا تھا جیسے کہ نومسلم ہندؤں کا بنیا نوکر شیر
مارے بنیا مسلمان اللہ اللہ پکارے ان میں سے جو سرخ کپڑے پہنکر اترائے
ہوئے اپنے خویشوں میں جاتے تھے تو وہ کہتے تھے اسے مردک یہ کپڑے کل پرانے ہوجائینگے
اور سلمانی تیری گردن میں رہیگی۔ احمد صوفیک جو اپنے تئیں مرید شیخ احمد مصری احمد اللہ
کا بلکہ خلیفہ کامل و مکمل شیخ کا کہتا تھا اسکا یہ بیان ہے کہ میں اپنے مرشد وقت کے اشارہ سے
دیار ہند میں آیا ہوں میرے مرشد بارہا فرماتے تھے کہ سلطان ہند کو زفت ہوئی ہے
تو اسکی دستگیری کرکے تہلکہ سے نجات دیگا مگر یہاں قضیہ اس کے برعکس ہوا۔

ہم نے اب ملا عبدالقادر بدایونی نے جو اپنی تاریخ میں لکھا ہی اسکو ختم کیا ہی اسکے تحریر کے موافق بادشاہ کے مرید اٹھارہ تھے جنمیں ایک ہندو بیربل تھا باقی مسلمان جنکے نام یہ ہیں (۱) ابوالفضل (۲) فیضی اسکا بھائی ملک الشعرا (۳) شیخ مبارک ناگوری اسکا باپ (۴) جعفر بیگ آصف خاں قزوینی شاعر و مورخ (۵) قاسم علیخاں شاعر (۶) عبدالصمد مصور و شاعر شاہی (۷) اعظم خاں کوکہ مکہ سے مراجعت کر کے (۸) ملا شاہ محمد شاہ آبادی مورخ (۹) صوفی احمد (۱۰) صدر جہاں میر صدر اور اسکے دو بیٹے (۱۲) میر شریف آملی بنگال میں بادشاہ کا خلیفہ (۱۴) سلطان خواجہ صدر (۱۵) مرزا جانی حاکم ٹھٹہ (۱۶) نقی شستری (۱۷) شیخ زادہ گوسالہ بنارسی (۱۸) بیربل نمبر (۴) سے (۶) تک کا بیان آئین اکبری میں ہے اور باقی کا بیان بدایونی میں ہے۔ اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے مریدوں میں اہل علم بہت سے تھے۔

اب ہم منتخب التاریخ ملا عبدالقادر بدایونی کو زیادہ تکلیف نہیں دیتے جو کچھ ہم کو شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات و معاملات میں انتخاب کرنا تھا وہ منتخب کر لیا کوئی بات چھوڑی نہیں اس مضمون کو ملا نے ایسی خوش ترتیبی سے لکھا ہے کہ کسی اور تاریخ میں اس طرح نہیں تحریر ہوا اسنے اول سے کہ شہنشاہ کو اسلام کی حقیت میں کیوں شبہات پیدا ہوئے اور کیونکر انھوں نے بڑھ کر یہ نوبت پہنچائی کہ اکبر کے دل میں اسلام کا نام باقی نہیں رہا اور اسنے بتدریج اپنا ہی مذہب قائم کر لیا خوب توضیح سے بیان کیا ہی اب اس تاریخ کے بعد ہم دبستان المذاہب کو جو شہنشاہ اکبر کی وفات سے ستاسی برس بعد تصنیف ہوئی ہے اور اوس میں مذہب الٰہی کی طول طویل داستان لکھی ہے ہاتھ میں لیکر مطالعہ کرتے ہیں۔ تعلیم دہم اس نے عقائد الٰہیہ میں لکھی ہے اور وہ چار نظر پر مشتمل ہے نظر اول میں ظہور خلیفہ اللہ اور بعض اس کے معجزات جن کو برہان کہتے ہیں تحریر ہیں۔ نظر دوم میں ارباب ادیان و مذاہب کے بحثیں جو حضرت خلیفہ اللہ کے روبرو ہوئیں اور براہین خلیفہ اللہ نظر سوم کواکب کے فضائل میں نظر چہارم دستور العمل

اس کتاب کے مصنف نے اپنا نام نہیں ظاہر کیا اسکا حال کچھ معلوم نہیں کہ کون ہی مگر اسکا رجحان آتش پرستی کیطرف معلوم ہوتا ہی اسنے مذہب الٰہی کے بیان میں بہت کچھ منتخب التاریخ ملا عبدالقادر بدایونی سے اور ابوالفضل کی آئین اکبری اور اکبر نامہ سے نقل کیا ہی جو باتیں کچھ زائد اُسنے لکھی ہیں حرف انکو نقل کرتے ہیں۔ باقی بیانوں کے نقل کی ضرورت نہیں سمجھی کہ ہم انکو اصل سے نقل کر چکے ہیں نقل کی نقل سے تحصیل حاصل ہوگی اس سے کیا فائدہ ہوگا۔

نظر اول میں دو معجزے خلیفۃ الحق کی پیدائش کے باب میں وہ بیان کرتا ہے۔ خواجہ مسعود ابن محمود ابن خواجہ مرشد الحق کہ مرتاض صاحب حال تھے اُسنے دبستان المذاہب کے مصنف سے بیان کیا کہ میرا باپ کہتا تھا کہ میں نے بڑے بڑے اولیا سے سُنا تھا کہ صاحب دین و دنیا کا ظہور ہوگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ صاحب فضل پیدا ہو گیا یا آیندہ پیدا ہوگا میں نے رات کو وہ واقعہ دیکھا تو میں خواب سے بیدار ہوکر دفعۃً اُس زمین میں پہنچا جہاں وہ سعادتمند پیدا ہوا تھا یعنی بتاریخ روز یکشنبہ شہر رجب ۹۴۹ھ میں حضرت جلال اکبر فرزند سعادتمند ہمایوں بادشاہ حمیدہ بانو بیگم سے متولد ہوا۔ دوسرا معجزہ یہ ہے کہ مرزا شاہ محمد مخاطب بہ غزنیں خاں خلف شاہ بیگ مخاطب بہ خان دوراں خاں ارغون سے مصنف دبستاں نے لاہور میں ۱۰۵۳ھ میں سُنا کہ نواب عزیز خاں کو مخاطب بہ خان اعظم سے اس نے پوچھا کہ آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی طرح اکبر نے اپنی ماں سے باتیں کیں تو اس نے یہ جواب دیا کہ میری والدہ کہتی تھیں کہ سچ ہے۔

نظر دوم شیعہ سُنی کا مباحثہ لکھا ہے مگر یہ مباحثہ عالمانہ نہیں ہے جو ایک دو باتیں اس میں قابل لحاظ ہیں وہ بدایونی کے بیان میں اوپر آگئی ہیں پھر عیسائی اور مسلمان کا مباحثہ ہے جسمیں کوئی لطف کی بات نہیں پھر اسی مباحثہ میں نصرانی اور یہودی کی تو تو میں میں داخل کردی ہی پھر ایک حکیم اور مسلمان و نصرانی و یہودی کا مباحثہ ہے اور آگے اس مذہب کے مباحثے لکھے ہیں۔ حکیم نے جو باتیں کہیں ہیں انہیں سے اکثر ہمنے بدایونی کی

کتاب ہے اور نقل کی ہیں چند مضامین جو اوپر نہیں بیان ہوئے وہ یہ ہیں کہ (۱) شہنشاہ اکبر نے ایران روپیہ بھیجکر آردشیر زردشتی عالم کو ہندوستان میں اپنے پاس بلایا (۲) ابوالفضل نے جو آیۃ الکرسی کی تفسیر تالیف کی تھی اسکے برعکس ایک خطبہ دو جزو کا مہابھارت کے اول لکھا۔

(۳) بدایونی نے تو صرف یہ لکھا ہے کہ کوئی ہندنی کسی مسلمان پر فریفتہ ہوکر مسلمان ہونا چاہے تو اس کو بالجبر پکڑکر اسکے اہل کو حوالہ کریں۔ دبستان میں یہ ایسا اور اضافہ کیا کہ اگر کوئی مسلمان عورت ہندو پر فریفتہ ہو اور ہندوٗں کا مذہب اختیار کرے تو اوس کو منع کریں اور ہندو نہ ہونے دیں (مگر مسلمان عورت ہندو مذہب کسی طرح نہیں اختیار کرسکتی) (۴) ملا ترسون بدخشی سے کہ مسلمان حنفی مذہب تھا ۱۰۵۳ھ میں مصنف دبستان نے سُنا کہ ایک روز میں سکندرہ میں کہ مرقد حضرت عرش اشیانی کا ہے زیارت کو گیا اسکے ساتھ اور رفیق تھے جن میں سے ایک نے بقعہ مطہرہ میں جانے سے انکار کیا اور خلیفۃ الحق کی فضیحت کی یاروں نے کہا کہ اگر حضرت عرش آشیانی کو علم باطنی ہوگا تو ضرور اس منکر کو ضرر پہنچے گا اس وقت اسکی پانوں کی انگلی ایک پتھر کے شگاف میں گھس گئی جس سے وہ ٹوٹ گئی (۵) شاہ سلام اللہ سے ملتان میں صاحب دبستاں کی ملاقات ہوئی تھی وہ ایک مرد مجرد و موحد و مرتاض ہے خلقت سے بھاگتا ہے وہ کہتا تھا کہ جلال اکبر سے میری بہت صحبت رہی ہے میں نے مکرر اس کو کہتے ہوئے یہ سُنا کہ جو علم اب مجھے حاصل ہوا اگر پہلا حاصل ہوا ہوتا تو کسی عورت سے جفت نہ ہوتا اسلئے جو عورتیں مجھ سے بڑی ہیں وہ میری ماں اور ہمسال خواہر اور خوردسال دختر اور یہی بات ایک میرے عزیز نے نواب ابوالحسن مخاطب بہ لشکرخاں مشہدی سے نقل کی کہ حضرت جنت آشیانی بھی فرماتے تھے (۶) شاہ اسلام اللہ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت خلیفۃ الحق (اکبر) ارشاد کرتے تھے کہ کاش میرا جسم ایسا بڑا ہوتا کہ اہل جہاں اُسے کھاتے اور جانوروں کو آزار نہ دیتے (۷) اس نامدار پادشاہ کی ایک وورببنی یہ تھی کہ ہر قسم کے آدمی فرنگی دیہودی و

وایرانی و تورانی کو وہ نوکر رکھتا تھا۔ اگر پادشاہ ایک ہی قسم کے گروہ کو نوکر رکھتا وہ فساد کرتے ہیں جیسے کہ اوزبکوں اور قزل باشوں نے اپنے سلاطین کو معزول کیا۔ شاہ عباس ابن سلطان خدابندہ صفوی نے اکبر کا اقتدا کرکے گرجیون و اہل جارجیا کو ترتیب فرمایا۔ شہنشاہ اکبر کو میراث کی دولت پر نظر نہ تھی اور نہ وہ حسب و نسب کا لحاظ کرتا تھا جسمیں فرہنگ و آداب کی قابلیت دیکھتا اسکی پرورش کرتا۔ ابوالفضل نے اول دفتر کے آئین ۲۶ و آئین ۲۷ و ۷۷ و ۱۸ میں اور دفتر دوم کے آئین ۸ و ۱۹ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ - اور دفتر سوم میں آئین ۱ و ۲ و ۵ و ۹ و ۱۰ میں اکبر کے خیالات مذہبی بیان کئے ہیں مگر بعض مضامین اکبر نامہ سے نقل کرتے ہیں جو اُس کے مذہبی خیالات ظاہر کرتے ہیں۔

۹۹۰ھ میں بہت دنوں تک بارش نہیں ہوئی۔ کسانوں پر سخت مصیبت آئی قحط کے مارے ایک خلقت نے دہائی مچائی۔ سب نے ایک دل و یک زبان ہوکر بادشاہ سے عرض کیا کہ دادار توانا سے حضور رحمت کے دروازوں کے کھلنے کے لئے دعا فرمائیں۔ اس پر بادشاہ نے ارشاد کیا کہ چاہنا دعا مانگنا ظاہر پرستوں کی رسم و عادت ہے۔ پروردگار مہربان سب کچھ جانتا ہے اور ہماری خواہش سے پہلے لوحہ تقدیر پر جو ہونا ہے لکھا ہے۔ بزرگان دین جو دعا مانگتے ہیں اون کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نادان ہوشیار ہوجائیں اور نیازمندی کو جو پیرایۂ عبادت ہے اختیار کریں۔ بندوں کے حق میں خدا کی شفقت الٰہی ہماری طلب کی محتاج نہیں ہے کہ ہم اسکو یاد دلائیں یا تعلیم کریں۔ ع خدا رارہِ رحمت آموختی
اس حال میں بارش ہونے لگی۔

ابوالفضل نے جو عبادت خانہ کا حال اکبر نامہ میں لکھا ہے اسی میں بادشاہ کے مذہبی خیالات کا چربہ اُتارا ہے اسمیں سے اصل مطلب کو اخذ کرکے لکھتے ہیں باقی مضامین کو ترک کرتے ہیں۔ پادشاہ نے رموز حق جوئی اور فرط معدلت پژوہی سے ایک

انجمن اعلیٰ کے لیے ایک نشیمن عالی بنایا۔ بادشاہ کا اندیشۂ والا یہ تھا کہ میرے عہد سلطنت میں ژرف نگاہی اور انصاف طرازی کے سبب سے جو ٹک صورت کے کارواں تھے اُن کا ظہور ہو گیا اور بہانہ ورزی اور سفارشِ گزینی کا بازار گرم نہیں رہا اسی طرح جو اہل علم و عمل اور اہل باطن ہیں اُن کا امتحان بھی کیا جائے ادیان و ملل کی حقیقت و مذاہب و مشارب کی تشخیص کا ظہور ہو۔ ہر ایک کی دلائل و براہین کی تنقیح ہو اور خالص سونا غلط انداز کھوٹ سے جدا ہو جائے دلوں ہیں اس کی نیت صافی کی برکت سے ایک نزہت گاہ جداگانہ نے حسنِ انجام پایا اور حیلہ آرا اور تزویر فروش نہان خانہ میں چھپ گئے اور جہان معنی کی عجب بارگاہ لگائی گئی اور پایہ شناسی بلندی گرا ہوئی۔

۲۰ رماہ مہر الٰہی ۹۹۰ کو اس عبادت خانہ میں بزم تعلق میں خلوت تجرد کا چراغ روشن ہوا۔ اور مدرسہ و خانقاہ کے دانش اندوزوں کا نقد عیار گاہ میں آیا دُرد سے صاف اور مکدر سے خالص جدا ہونا شروع ہوا۔ ظلِ الٰہی کی فراخی حوصلہ چہرہ آرا ہوئی۔ صوفی حکیم متکلم فقیہہ سنی شیعہ۔ برہمن جیتی سیوڑا چارباک نصاری۔ یہود۔ صابی۔ زردشتی اور سب طرح کے آدمی اس مجلس ہیں آئے اور جنگجو پرخاش کنوں کے خوف بغیر وہ راز کے گنجینہ کشا ہوئے ہر گروہ کے حقیقت ہیں انصاف طراز رعونت و خود پرستی سے نکلکر کام کرنے لگے اور ژرف نگاہی اور تامل گزینی سے مسند بزرگی سے نشاط جاوید جمع کرنے لگے خود آرا الحاح پیشوں نے بدگوہری اور کم اندیشی سے گلزار پندار میں اپنے تئیں داخل کیا اور اپنا سود زیان میں دکھانا دان ہمنشینوں کی رہنمائی سے اُن کی رسوائی ہوئی۔ بادشاہ کے سبب سے ہنگام تقلید میں جو تاریک دوست تھے اُن کے لیے شمع تحقیق روشن ہوئی اور مدرسہ و خانقاہ کا دودمان کسوٹی پر چڑھا اور اس سے بہت لوگ غنی ہو گئے۔ بادشاہ دنیا بخش دین آرا کی ایسی شہرت ہوئی کہ طالبوں کو وطن میں رہنا تلخ معلوم ہونے لگا اور اُنہوں نے سفر اختیار کیا اور درگاہ شاہنشاہی ہفت اقلیم کے مستعدوں کا موطن اور ملل و نحل کے داناؤں کا مجمع ہو گیا جو جماعت کہ گربزی و حیلہ اندوزی کے وسیلہ سے اہل دانش کے لباس ہیں آگئی تھی اس کی قلعی کھل گئی تھ

بعض بعض بے شرم حیلہ اندوز باوجود ظہور حق اور متواتر ملزم ہونے کے زبان درازی اور سینہ زوری اس خیال سے کرتے تھے۔ جیسے پہلے فرمانروایوں کی بے تمیزی سے مقاصد علمی و مطالب حکمی کی کمتر تشخیص ہوتی تھی اور دانا نمابیدانشوں اور بینماک دانایوں کے حوالہ ہوتے تھے شاید اس محفل میں بھی ہمارا کام یوں چل جائے مگر اس محقق حق جو بادشاہ کے روبرو شرمسار ہوکر گمنامی کے گوشہ میں بیٹھے اور جو خرد پژوہ دلیل کے بندہ تھے وہ گوشہ نشینی سے نکلکر سربلند ہوئے اور کل دین و مذہب و عقل کا پایہ بلند ہوا اور دانش اندوزوں کا ستارہ چمکا۔ علمائے متعصب اور فقہائے متقلد کا کام دشوار ہوا۔ وہ نقل آرائی اور چرب زبانی کے سبب اپنے تئیں حکمار کا سرآمد کہتے تھے ان کا پردہ فاش ہو گیا قلب کا رتبہ رلے کا گھر ہزاروں تہمت و بہتان کا گھر بن گیا۔ ان کج منشوں شورش انگیزوں نے اس خداپرست بادشاہ کی نسبت لامذہبی کا الزام لگایا مگر بادشاہ باوجود سطوت ظاہری و باطنی کے اس گروہ کے پاداش کا درپے نہوا اپنی زبان کو اُن پر نفرین کرنے سے اور دل کو اُن سے نفرت کرنے سے باز رکھا اور اپنی خاطر کو اُن سے ملول نہیں کیا۔

ایک رات کو عبادت خانہ کے اندر انجمن میں حقیقت کی روشنی چمک رہی تھی پادری ردلف (ردلف)، کہ نصاریٰ کے دانشوروں میں فہم و فطرت میں یکتا تھا۔ اس علمی بزم میں نکتہ طراز تھا۔ بعض تعصب اندیش نادرست مغالطہ آرائی اور پاسخ گوئی کرتے تھے محفل کی نورافزائی انصاف سے روشن ہوا کہ ان میں سے کوئی شاہراہ دلیل پر نہیں چلتا تھا وہی متقدمین کی مانی ہوئی باتوں کا تانا بانا بنتا تھا اور معمار حقیقت کی کشائش پر کوئی توجہ نہیں کرتا تھا قریب تھا کہ ایک بار پردہ روئے کار سے اُٹھ جائے شرمسار ہوکر اس گفتگو کو چھوڑکر انجیل کی تحریف کے باب میں گفتگو کرنے لگے اس کے اثبات میں خصم ہوکر خاموش نہ کر سکے پادری نے اپنی آرمیدہ خاطر اور یقین پیرا دل سے کہا کہ حاشا یہ امور فروغ صدق نہیں رکھتے۔ اگر واقع میں یہ گروہ ہماری کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے اور قرآن کریم کو کلام

ایزدی خالص جانتا ہو تو چاہئے کہ آگ روشن کی جائے ہم اپنی انجیل کو اور علمار اپنے قرآن کو ہاتھ میں لیکر اس عیار گاہ راستی میں چلیں ہر یک اپنی رستگاری کو نشان حق جانے۔ سیاہ دلوں نے اس کا جواب متعصبانہ لجاجت کے ساتھ دیا۔ بادشاہ کو علمار کی یہ شتر دلی اور بے آزرگی ناگوار خاطر ہوئی اور اس کی نکتہ آرائی سے علم کی بزم نور آگیں ہوئی بادشاہ ہمیشہ ان آئوں میں دلاویز نکتے اور باتیں کہتا۔ اس نے ایک رات کو یہ بیان کیا۔ زیادہ تر خراب دروں ظاہر آرایوں کی ہمسزبانی سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ صورت آرائی اور حرف مسلمانی بغیر پذیرائی اندرونی کے فائدہ دیتی ہو اس سبب سے بہت سے برہمنوں کو بیم افزائی اور زور آوری سے اپنے بزرگوں کے دین میں لایا تھا مگر اب باطنی حقیقت کھلی تو علم کی روشنی میں یہ نظر آیا کہ آشوب گاہ اختلاف میں پندار کی تیرگی اور خود بینی کی تاریکی تہ بر تہ چڑھی ہوئی ہیں بغیر دلیل کی مشعل کے کوئی قدم نہ رکھنا چاہیے اور وہی روش سود مند ہوتی ہو کہ خرد کی صوابدید سے اختیار کی جائے۔ بادشاہ کے خوف سے کلمہ شہادت منہ سے پڑھنا اور ختنہ کرانا اور سر کو زمین پر رکھنا خدا جوئی نہیں ہو ؎

طاعت آن نیست کہ بر خاک نہی پیشانی　　صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست

اس بادیہ خطرناک کا اول قدم یہ ہو کہ اپنی ہمت عالی اور فطرت والا سے اپنے نفس سے لڑے جو طرح طرح سے خود آرائی کرتا ہو اور اپنے خواہش و خشم کو بزور علم سلطان خرد کا فرمان پذیر بنائے اور اپنے دل کو ناستودہ خویوں سے خالی کرے ممکن ہو کہ برہان کی دشنی پر وہ مغالطہ سے باہر نکال لائے اور حق پرست بنا دے جب سے دینداری کی حقیقت مجھے معلوم ہوئی تو ہم میں اپنے آئین پیشین کی نکوہش کرتا ہوں۔ جہاں کو تند بادبے تیزی نے گھیر رکھا ہو مختلف مذہبوں کے آئین بیان ہوتے ہیں اور ان کی سنجیدگی بادشاہ کی محفل میں مذکور ہوتی ہو۔ بادشاہ کے نزدیک دورائی عامہ کی کچھ قدر نہیں وہ ہر مذہب میں جو پسندیدہ بات ہو تحسین کرتا ہو اور بارہا اُس نے فرمایا ہو کہ آدمی وہ ہو کہ

انصاف کو اپنی راہ طلب کا پیش رو بنائے اور ہر گروہ کی جو بات پسندیدہ خرد ہو اس کو اختیار کرے شاید اس سے وہ قفل جس کی کنجی گم ہو گئی ہے کھلجائے۔ اس تقریب میں ہندی نژادوں کی حقیقت گزینی کی ستائش اُس نے اس فصاحت سے بیان کی کہ وہ وفاداری کے لیے ان چار چیزوں مال و جان و ناموس و دین کو دیدیتے ہیں اور چار چیزوں کے سوا دنیا میں کچھ اور نہیں ہے۔ اس ملک کی عورتوں کے ستی ہونے کی اس حالت میں بھی کہ اسکا زمانہ ناکامی سے گذرا ہو روشن بیانی سے گزارش کر کے عبرت افزا ہوا۔

نصاریٰ کے پادریوں سے بادشاہ نے کہا کہ تمہارے دین میں عورت کا احترام اجل ہے اور سوائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنی روا نہیں ہے اس لیے اگر وفاداری اور جانفشانی اس گروہ کی عورتوں میں ہوتی تو چنداں تعجب نہ تھا۔ تعجب تو یہ ہے کہ برہمن اپنے مذہب کے موافق کتنی ایک بیویاں کرتے ہیں اور ان میں بہت سی کم پروائی اور بے باکی اور قدر نشناسی سے خلوت سرائے میں ناکام رہتے ہیں اور باوجود اس پیچ زندگانی کے بھی وہ شعلہ دوستی میں گرم اور ہمتائی ہوتی ہیں

بیت

سوزند بہم ز عشق سیراب ۔۔۔ ہمچوں دو فتیلہ خوردہ یک تاب

۲۰۔ شہریور ماہ ۹۸۷ھ کو ایک انجمن کار آگہوں کی جمع ہوئی اور اس میں یہ قرار پایا کہ بادشاہ امام وقت و مجتہد روزگار ہے پہلے علماء میں جو مختلفات ہیں اُن کے باب میں جو بادشاہ فیصلہ کر دے اُس کو تسلیم کرنے میں سب لوگ خوشنودی ایزدی جانیں ایک محضر اس مضمون کا تیار ہوا۔ مولینا عبد اللہ سلطانپوری جس کا خطاب مخدوم الملک تھا و شیخ عبد النبی صدر نے کہ شیخ الاسلام تھا و غازی خاں بدخشی و حکیم الملک اور اور بزرگ دانشمندوں نے اس پر اپنی مہر کی بادشاہ نے سنا تھا کہ ائمہ ہدیٰ اور خلفاء راشدین منبر پر بیٹھکر خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اس عبادت کو کسی اور کے

پسند نہیں کرتے تھے اس لیے وہ منبر پر چڑھا اور اُس نے وہی اشعار فیضی کے جن کا بیان اوپر کیا ہو پڑھے۔

قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہو کہ ہمیشہ حق جو خدا کے بندوں کی نسبت نادان بیہودہ باتیں بنایا کرتے ہیں اور اپنے خزف ریزوں کو بیش قیمت جواہر جانتے ہیں اور اپنے سنگ سیہ کو شب چراغ روشنائی اور گیتی نمائے خداگانی جانتے ہیں بادشاہ کی نسبت بھی دانا نما نادانوں نے باتیں بنانی شروع کیں۔ ہر طرف ایک شورش ہوئی اور بدگوئی کی انجمنیں جمع ہوئیں۔ کسی طائفہ نے یہ کہا کہ بادشاہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بعض آدمی بادشاہ کی یک جہتی میں ایسے پیش قدم تھے کہ نصیر کے مشرب میں اور حسین منصور کے ذوق میں آنکر بادشاہ کو مظہر حق جانتے تھے۔ بادشاہ کا مذہب صلح کل تھا اس لیے اُس نے ان آشفتہ عقلوں کو سزا نہ دی۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ بادشاہ خدا کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ دین و دنیا کے نئے نئے آئین ایجاد کرتا تھا اور پہلے لوگوں کی باتوں پر اعتراض کرتا تھا اور اُنہوں نے بادشاہ کو دیکھا تھا کہ برخلاف آئین کے اُس نے خطبہ پڑھا۔ بادشاہ ان سب باتوں کا تماشا دیکھتا۔ اپنی فراخ حوصلگی سے کچھ اُن کے گزند کے درپے نہوتا اور بار بار یہ کہتا کہ سبحان اللہ ان نادانوں کے دل میں یہ بات کیونکر آتی ہو کہ میں ایک امکانی حدوث آمود درماندہ طبائع الوہیت کا دعوی کروں وہ گروہ کہ ہادیان آفاق سے ہو اور اُس نے اپنے اعجاز کی شگرف کاری دکھا کر نبوت کا اظہار کیا ہو۔ اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا ہو اور کئی دور ہو چکے ہوں کہ اس معنی نے پرورش پائی ہو اور وہ اب بھی افزوں ہوتا جاتا ہو تو میرے دل میں کب یہ خیال آسکتا ہو کہ میں ان میں ہوں ۔ صورت پرست ظاہر نگاہوں کو معلوم نہیں یہ خیال کیوں سراسیمہ کرتا ہو۔ ملامت کشی و طنز پروری صافی دلوں کو فروغ دیتی ہو وہ ان تیرہ رایوں کی سرزنش نہیں کرتے ایک طائفہ کو یہ خیال تھا کہ بادشا

دین احمدی کو نا ستودہ جانتا ہی اور اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ اپنی فراخ مشربی کے سبب سے اور عموم مہر افزائی کی جہت سے اور ظل الٰہی ہونے کی وجہ سے گروہا گروہ آدمیوں سے دوستی رکھتا تھا خصوصاً ہر کیش کے دانش اندیشوں کو اور ہر دین و مذہب کے ریاضت اندوزوں سے ہمیشہ مطالب دینی و مقاصد حقیقی کے دلیل پوچھتا تھا مگر اُن کی بیدانشی اور کم پژوہی سے جواب پسندیدہ کافی کبھی نہ پایا خصوصاً اس زمانہ میں کہ نصاریٰ کے فیلسوف بادشاہ کی محافل میں آئے اور متفقھوں کی داروگیر اور دانش گزاری کا زمانہ آیا دودمان آگہی کے بدنام کرنے والے کہ حیلہ سازی سے باوجود علم نہونے کے اپنے تئیں دانشمند جتلاتے ہیں شورش برپا کرنے لگے اور دادگری کے روزبازار ہونے سے اور تمیز کے ہنگامہ کے گرم ہونے سے خجلت زدہ ہو کر نادانی کے جیب میں سر چھپانے لگے اور خلوت کدوں میں اپنے دمسازوں سے کہنے لگے کہ ہم کو دین کا غم کھائے جاتا ہی اور بادشاہ وقت جانب داری کے سبب سے ہمارے جواب کو نہیں سُنتا غرض بادشاہ پر انہوں نے یہ تہمت جھوٹی تھوپی اُنہوں نے اس پر کچھ خیال نہیں کیا کہ وہ خاندان نبوت کا احترام اور بزرگ داشت ایسی کرتا ہی کہ پہلے کسی بادشاہ نے کمتر کی ہوگی۔ بادشاہ کی توجہ سے بہت سے سادات سعادت اندوز مراتب عالی اور مناصب والا پر سربلند ہوئے ہیں اور ہمیشہ اُن کی آرزوئیں برآتی رہتی ہیں اور بادشاہ نے منع کر دیا ہی کہ اس خاندان میں سے کوئی اس کے قدموں پر سر نہ رکھے اور اس کے آستانہ پر ناصیہ فرسا نہو۔ ایک طبقہ نے اپنی کج بینی اور بدنیتی سے بادشاہ کو کہدیا کہ تشیع سے دل اُس کا آلودہ ہوا ہی اور سادہ لوح سینوں کو اُنہوں نے بھکا دیا اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ دونو فریق کے دلائل اپنی محافل میں سنتا اور ان دلائل میں سے جس کو راجح دیکھتا اُسے قبول کرتا ہے

بیانے کہ باشد بحجت قوی
زنافرخی باشد ار نشنوی

بادشاہ کے دربار میں ایرانیوں کے اعتبار پانے سے یہ بدگمانی شیعہ ہونے کی اور زیادہ ہوگئی مگر اس کے ساتھ وہ تعصب کے سبب سے یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ تورانیوں نے بھی بزرگی پائی ہو ایک گروہ بادشاہ پر برہمن کیش ہونے کی تہمت رکھتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ اپنے فراخی حوصلہ کے سبب سے دانشمند برہمنوں کو اپنے قریب جگہ دیتا اور طوائف ہنود کا درجہ مصلحت ملکی کے لیے اور افزونی حقیقت کے واسطے بڑہاتا اور تمدن کی شائستگی کے واسطے اُن سے گرم خوئی کر کے عاطفت کرتا۔ ان شبہات کے تین سبب تھے۔ اول بادشاہ کی افزونی شناسائی کی وجہ سے اس کی بارگاہ میں ملل ونحل کے دانشوروں کا مجمع تھا اس وجہ سے کہ ہر ایک کے ساتھ چند شائستگیاں ہوتی ہیں بادشاہ ان سے بہرہ یاب ہوتا تھا اور انصاف گزینی کی کثرت کے سبب سے وہ کسی طائفہ کے ہجو کرنے سے دوسرے طائفہ کی نکوئی پر پردہ نہیں ڈالنے دیتا تھا۔ دوم بادشاہ کی پیشگاہ میں صلح کل کے ہنگامہ نے رونق پائی تھی اور گروہا گروہ مردم مختلف الحال کامروائی صورت و معنی ہوتے تھے۔ سوم زمانہ کے تباہ سرشت کج گرا فرومایہ بادشاہ خیر پسیجی وحق نگالی سے تھوڑے عرصہ میں نادانی سے شرمسار ہو کر اپنی بیدانشی کے زمانہ کی چارہ گری کے لیے تکاپو کرنے لگے اور بہت شکنجہ ناکامی میں گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

ہم نے اکبر کا مذہبی خیال کوئی چھوڑا نہیں بلکہ بعض خیالات کو مکرر مختلف پیرایوں میں لکھا ہو اُن کو عبدالقادر بدایونی کی منتخب التاریخ اور ابوالفضل کی تصنیفات سے بالترتیب نقل کیا ہو اور کتابوں سے بھی اخذ کیا ہو۔

اکبر نے سنہ ۱۰۱۴ میں وفات پائی اور ملا عبدالقادر کی تاریخ سنہ ۱۰۰۴ کے حالات پر ختم ہوئی ابوالفضل نے سنہ ۱۰۱۱ میں وفات پائی اور اکبر کے مرنے سے پہلے اس کی آئین اکبری اور اکبرنامہ ختم ہو گئے پس اکبر کے مذہبی خیالات کے تغیرات کا ذکر آخر دس برس میں کسی مورخ نے نہیں لکھا۔

شہنشاہ اکبر کے خیالات مذہبی ہمیشہ بدلتے رہتے تھے معلوم نہیں کہ اس اخیر دس سال میں اُن میں کیا تغیر و تبدل ہوا۔ جہانگیر کی توزک جہانگیری کا ترجمہ انگریزی زبان میں میجر پرائس صاحب نے کیا ہے۔ ترجمہ میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ شہنشاہ نے سب سے بڑے مولوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور کلمہ پڑھکر جنتی مسلمانوں کی طرح وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مگر اس مضمون کا کوئی فقرہ اس توزک جہانگیری میں موجود نہیں ہے جو سر ڈاکٹر سید احمد خاں بہادر نے ۱۲۸۱/۱۸۶۴ میں چھپوایا ہے اکبر ایسا ہر دل عزیز تھا کہ عوام کو اس طرح مرنے کا یقین تھا جو اسلام کہ اس کے زمانہ میں مروج تھا اُس نے اُس زمانہ میں ترک کیا تھا کہ اُس کی عقل میں قوت اور سلامتی و صحت تھی اگر اُس نے پیرانہ سالی میں پھر اپنے ایام طفلی کی اسلام پر مراجعت کی ہو تو اس میں تعجب نہیں ہے۔ اکثر مصلحان دین کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے اور بعض اوقات وہ صحیح ہوئی ہے کہ جب عقل میں بسبب کہن سالی کے ضعف آجاتا ہے تو وہ پھر اپنی ابتدائی حالت پر عود کرتی ہے اور ایام طفلی میں جو دل پر نقش جمے ہوئے تھے وہ پھر اپنا رنگ چمکا کے تازہ ہو جاتے ہیں اس لیے اکبر کے مرنے کا حال جو اس کے بیٹے جہانگیر نے تحریر کیا ہے غالباً وہ صحیح ہوگا۔ عبدالقادر بدایونی کی تحریر سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ اول شہنشاہ اپنے تئیں ان تمام حقوق کا مستحق سمجھتا جو بادشاہ کے خدا کی طرف سے مقرر ہیں بعد ازاں مجتہد بنا پھر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور پھر خدا بنا ہم نے ابوالفضل کی تحریر جو اوپر نقل کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکبر نے نہ کبھی خدا ہونے کا دعوی کیا نہ پیغمبر ہونے کا۔ دونوں باتوں کے باطل ہونے کو خود اکبر کی زبانی بیان کیا ہے۔ وہ مجتہد اس معنی کر اپنے تئیں جانتا تھا کہ مسلمان قرآن شریف کی غلط بیانی سنکر غلط کام کرتے ہیں مجکو خدا نے اس کے صحیح معنی سمجھانے کے لیے مقرر کیا ہے۔

بادشاہ کی طبیعت حق جو تھی وہ ہمیشہ حق کی تلاش کے سوالات کیا کرتا تھا۔ مگر کبھی اس کو جواب باصواب نہ ملا کہ وہ حق کو ایسا پاتا کہ اُس کے دل کی تسلی و تشفی ہوتی گو اس کا دماغ دل حق پژوہ ہو مگر وہ ایسا قوی نہ تھا کہ اس کو ہم اُن اعلیٰ درجہ کے

حق پژوہوں میں شمار کریں جنہوں نے دنیا میں اپنی حق یابی سے حق پرستی کا ہزاروں دلوں میں نقش جما دیا۔

سب کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے بادشاہ علمائے متعصب آئین کے فتوؤں کے موافق مخالفان مذہب اسلام کو ایذا اور ضرر پہنچاتے تھے اور اس کو ہزاروں اجر اور ثواب کا منتج جانتے تھے بیگانوں سے ان جہالت کیشوں کے فتوؤں سے اخذ جزیہ و زر و اموال و عیال و اطفال اعظم عبادات رب الارباب میں سے شمار ہوتی تھی مگر فی الحقیقت وہ اطاعت نفس و ہوا پرستی تھی اس بادشاہ نے کہ طریقہ معاش و معاد میں عقل خداداد رکھتا تھا صلح کل کا بساط بچھایا اور طوائف انام و طبقات خلائق کو یکساں شمار کیا اور اس نے کہا کہ خالق جہاں آرا نے مختلف المشارب و متنوع المذاہب پر اپنا در فیض کھولا ہے اس کا لطف عام سب پر شامل ہے بس بادشاہ پر کہ ایزد متعال کا سایہ ہے واجب و لازم ہے کہ وہ تخالف و تنازع دینی منظور نظر رکھے اور خدا کے بندوں کو ایک نظر سے دیکھے اور اپنی عنایت کے پرتو کو آفتاب کے نور کی طرح نیک و بد پر یکساں چمکا دے اور ہندو مسلمان و گبر و ترسا اور مذہبوں سے صلح کل اختیار کرے اور کسی دین و مذہب میں تعرض نہ کرے۔ وہ اپنے قدیم دستور کے موافق پرستش کریں ؎

در حیرتم کہ دشمنی کفر و دیں چرا است　　از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

ملانوں اور درباریوں نے جو مذہب کا مقابلہ کیا اس میں اکبر ہی غالب آیا مگر اس کا مذہب عوام الناس میں نہ پھیلا چند حکیمانہ طبیعت والوں اور لالچی ملانوں اور خوشامدی درباریوں کے سوا مذہب الٰہی کسی نے نہیں اختیار کیا۔ اکبر نے ان میں نہ اپنے مذہب پھیلانے کی سعی کی اور نہ اس کی اشاعت میں وہ اپنے اختیارات کو کام میں لایا نہ کسی کو مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ یہ مذہب الٰہی اس کا اتنا بھی نہ چلا کہ جیسا کہ کبیر پنتھیوں کا پنتھ چلا یا بعض اور فقیروں کا طریقہ جاری رہا اکبر کے مرتے ہی دین الٰہی بھی

مرگیا۔ اس کے مذہب میں کوئی نئی بات نہ تھی فقط اس کا اصل اصول صلح کل اور توحید الٰہی تھا اور وہ بقول عرفی یہ چاہتا تھا ؎

جہاں بانیک و بد عرفی بسر کن کز پس مردن مسلمانت بزمزم شوید و ہندو بسوزاند

افسوس ہے کہ یہ مذہب ہندوستان میں شائع نہوا اگر وہ رواج پاتا تو اہل ہند کے سر پر تہذیب کا تاج لگ جاتا۔

ابو الفضل نے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کا مباحثہ لکھا ہے وہ اور مسلمان مورخوں اور خود انگریزی مورخوں کے خلاف لکھا ہے۔

گبن ایک مشہور نامور بے نظیر مورخ سلطنت روم کی تنزل کی تاریخ کا گذرا ہے۔ وہ کچھ عیسائی مذہب کا ادب نہیں کرتا تھا ہمیشہ وہ اسلام کے مقابل میں عیسائی مذہب کی توہین اس طرح کرتا جس طرح ابو الفضل مذہب اسلام کی توقیر اور مذہبوں کے مقابل نہیں کرتا۔ اب ہم اکبر کے مذہب کی نسبت جو انگریزوں نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے اور اکثر اس کی نقل انگریزی تاریخوں میں ہوتی ہے اس کو لکھتے ہیں۔

اکبر کی سلطنت میں مغلوں کے دربار میں ایک فرنگستانی مشن مذہبی آیا۔ اگرچہ اکبر خود کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا مگر اس کو دلی شوق تھا کہ وہ دنیا کے انسانوں کے مختلف مذاہب کی تحقیق کرے اور اُن کی طرز عبادت اور اعتقاد ایمان سے واقف ہو۔ جب اس نے سُنا کہ زمین کے بعد ایک بعید فاصلہ سے نئی طرح کے آدمی آئے ہیں اور اُن کا مذہب ہندوستان کے کل مذہبوں سے نرالا ہے تو اس نے اُن کے بلانے کا اور اُن سے بحث کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ایک خط گوا میں پرتگیزوں کو لکھا کہ وہ اپنی مشنریوں کو مع اپنی شریعت کے کتابوں و انجیل کے یہاں بھیجدیں یہ اُن کا اطمینان کردیا کہ اُن کی بڑی خاطر کی جائے گی۔ اس زمانہ میں مغلوں کے نام سے خوف کے مارے اہل فرنگ کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ مگر جو خدا پرست اس کام

انگریزوں نے جسطرح سے دربار اکبری میں پادریوں کا آنا لکھا ہے اور وہ اکثر انگریزی تاریخوں میں نقل ہوتا ہے

کے واسطے منتخب کیے گئے۔ اُنھوں نے اس خوف کا کچھ خیال نہ کیا اور بیدھڑک یہ فیصلہ کیا کہ ایسے کام کے لیے جس میں نتائجِ اعظم کی امید ہو خوف کے اندیشہ سے انکار کرنا نہیں چاہیے ۲۰۔ دسمبر ۱۵۷۸ء میں لے کوائے کوے وا۔ مون سوریٹ ان ریلوی کو پس سورت کو روانہ ہوئے۔ جب مشنری سورت میں آئے تو اُن کے ساتھ بادشاہی سوار ساتھ ہوئے اول وہ دریا تاپتی سے اُترے پھر دریا نربدا سے پھر مانڈو میں وہ آئے جس کے پندرہ میل میں کھنڈرات دیکھنے سے یہ خیال اُن کو پیدا ہوا کہ دنیا کے بڑے شہروں میں سے یہ ہوگا پھر وہ اجین کے بڑے شہر میں آئے راہ میں انھوں نے بنیوں کے توہمات کو دیکھا کہ نہ وہ کسی جانور کو مارتے ہیں اور نہ کسی زندہ کو مردہ ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے ضعیف اور علیل بھائی بندوں کی تیمارداری میں غفلت کرتے ہیں مگر پرندوں اور حیوانوں کے واسطے انھوں نے بڑے بڑے دارالشفا تیار کیے ہیں ایک پرتگیزی کپتان نے روپیہ مارنے کی یہ ترکیب نکالی کہ وہ بہت سے کتوں کو جمع کر لیتا اور بنیوں سے کہتا کہ اگر اُن کے چھٹانے کے واسطے روپیہ نہ دو گے تو میں انہیں مار ڈالوں گا ہر شہر میں اُنھوں نے مختلف قد و قامت کے چھتریوں کے مینار دیکھے جو عورتوں کے ستی ہونے کی جگہ پر بنائے گئے تھے۔ مشنریوں کی صورت شکل لباس وضع پر کبھی لوگ طنز کرتے تھے اور کبھی بے تحاشا قہقہے لگاتے تھے مگر مغلوں کی حراست کے سبب سے کوئی اُن کو ستا نہیں سکتا تھا۔ بہت سے گنگا کے جاتری اُن کو بالکل بھدرا کیے ہوئے راستے میں ملتے تھے۔ ۱۹ فروری کو یہ مشنری فتحپور سیکری میں جہاں بادشاہ رہتا تھا آئے اُن کا استقبال سواروں اور شتر سواروں اور سانڈنی سواروں نے کیا فوراً وہ شہنشاہ اکبر کے روبرو پیش ہوئے وہ کہتے ہیں اکبر کا رنگ و چہرہ اہلِ فرنگ کا تھا اس کے بشرہ سے ذہنگ و فراست برستی تھی عمر اس کی پچاس برس کی ہو گی اُس نے اُن کی تعظیم و تکریم کی اور اجناس و نقد اُن کو پیش کیا تو انھوں نے لینے سے انکار کیا جس سے اُس کے دل میں اُن کی طرف نیک خیال پیدا ہوا۔ جب پادریوں نے

حضرت عیسیٰ کی تصویر صلیب پر چڑھی ہوئی پیش کی تو اُس نے اپنا بے تعصب ہونا اس طرح ظاہر کیا کہ اس کی تعظیم و تکریم اپنے مذہب اور عیسائیوں کے مذہب کے موافق کی اُس کے آگے سر جھکایا گھٹنوں کو ٹیکا۔ سجدہ کیا اور جب حضرت مریم کی تصویر جو زر و زیور سے آراستہ تھی پیش کی تو بادشاہ کی آنکھیں چکاچوند ہو گئیں اور اُس کو وہ کہنے لگا کہ یہ ملکہ آسمان کی کیا اچھی شبیہہ ہے پھر بائبل چار زبانوں میں پادریوں نے پیش کی تو بادشاہ نے اُسے چوما اور سر پر رکھا۔ پھر بادشاہ نے مشنریوں سے درخواست کی کہ وہ علماء اسلام سے مباحثہ کریں اس کو انہوں نے قبول کیا اور وہ اس بات کو بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں کہ اُن کو اپنی دلائل میں کامل فتحیابی ہوئی مگر اس کے ساتھ بمجبوری اُن کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ اُن کی دلائل نے اُن کے کوردل مخالفوں پر کوئی اپنا اثر نہیں کیا۔ شہنشاہ نے ایسی باتیں بنائیں کہ جن سے اُن کو یہ امید نہ ہوئی کہ وہ عیسائی ہو جائے گا۔ مدتیں گذر گئیں کہ اُس نے پادریوں کے ساتھ خوش خلقی کا برتاؤ رکھا مگر اُن کو بہانے بتاتا رہا کبھی عیسائی ہونے پر ثابت قدم نہ رکھا۔ آخر کو بادشاہ کے درباریوں میں سے ایک نے ان مشنریوں کو سمجھایا کہ ان کو بادشاہ کے عیسائی ہونے کی توقع عبث ہے۔ بادشاہ تو فقط اس سے خوش ہوتا ہے کہ اُس کے دربار میں مختلف خصلت اور رائے کے آدمی جمع ہوں خاص کر وہ لوگ جو قدیمی اور نرالے ہوں اُس کو ان کے مذہب اختیار کرنے کا خیال ذرا بھی دل میں نہیں ہے بے شک بہت سے حالات جو انہوں نے بیان کیے ہیں اس سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ شہنشاہ فقط اُن سے اپنا دل بہلاتا تھا گو مسخرا نہ بناتا ہو۔ شہنشاہ نے اُن سے کہا کہ مسلمانوں کا بڑا عالم یہ چاہتا ہے کہ وہ ہاتھ میں قرآن لیکر جلتی بھٹی میں جائے اور اُس سے بغیر گزند اٹھائے اپنے مذہب کی راستی اور بزرگ عمدگی ثابت کرے آپ کو بھی چاہیے کہ اس طرح اپنی بائبل کی راستی کا ثبوت دیں یہ پادری جو خرق عادات و کرامات کے قائل تھے وہ اس سوال سے نہایت متحیر و دق ہوئے پادریوں نے یہ کہا کہ ہم نے متواتر مجلسوں میں اپنے دلائل کی راستی کو ثابت کیا اس کے بعد ہم اپنے تئیں

ایسے عقل کے خلاف اور مضر امتحان میں ڈالنا نہیں چاہئے پھر ایک دفعہ اور یہی قصہ پیش ہوا اور شہنشاہ نے کہا کہ پہلے مسلمانوں کا ملا آگ میں کودیگا بشرطیکہ اس کے بعد آگ میں ایک پادری اپنے جانے کا وعدہ کرے اور اُس نے یہ بھی اشارہ کیا کہ وہ فقط یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ پادری جو بہادرانہ دعویٰ کرتے ہیں وہ اس طرح اُن کو کیونکر ثابت کرتے ہیں ۔ پادریوں نے بہت سوچ سمجھکر عاقلانہ اپنا عزم مصمم کیا کہ وہ اپنے ایمان و عقائد مذہبی کو اس مشتبہ امتحان میں نہ لائیں ۔ جب شہنشاہ مایوس ہوا کہ یہ تماشا آگ اور انجیل اور قرآن کا دیکھنے میں نہیں آئے گا ۔ اور نیز پادریوں کی باتوں کے سننے کا شوق بھی کم ہو گیا تو اس نے پادریوں سے ملنا بہت کم کردیا کابل اور بنگال کے فسادوں کے سبب سے بھی ان پادریوں کو وہ بالکل بھول گیا پادریوں نے بھی اپنی اقامت کو یہاں بیفائدہ جانا وہ مئی ۱۵۸۳ء میں الٹے گوا کو چلے گئے ۔

۱۵۹۱ء میں بادشاہ نے پھر دوسری دفعہ مشن کی درخواست کی اس مشن پر بھی وہی واقعات گزرے جو پہلے مشن پر گزرے تھے ابتدا میں خوب آو بھگت ہوئی پھر آخر میں اُس کی پوچھ گچھ نہ ہوئی وہ بہت دنوں یہاں نہیں ٹھیرے چار برس بعد پھر شہنشاہ نے اُن کو خط لکھکر بلایا اور اس میں بہت وعدہ کیے اور کلمات شفقت آیات لکھے کہ تیسری دفعہ گورنمنٹ مشن کو بھیجکر میرے مسرور کرنے میں دریغ نہیں کرے گی اس وقت شہنشاہ لاہور میں تھا لاہور جانے میں مشن کو دریاؤں سے کھنبائت جانا اور بڑا مغربی جنگل طے کرنا پڑا کھنبائت کے قریب مشن نے بیس ہزار آدمیوں کو دیکھا کہ وہ گنگا کا اشنان کرنے جاتے ہیں جن کی سنجیدگی اور متین وضع تھے پادریوں کے دلوں میں اُن کی نیکی کا خیال پیدا کیا ۲۰۰ لیگ کا سفر خشکی میں طے کرکے وہ ایک دل فزا دریا پر پہنچے اور وہاں سے دس لیگ طے کرکے لاہور میں آئے اس شہر کو وہ دلکشا اور جان افزا بتاتے ہیں دریا میں ایک جزیرہ تھا جس میں وہ شہنشاہ کے روبرو گئے وہاں اُن کا استقبال اچھی طرح ہوا حضرت مریم کی تصویر جو

نہایت خوبی سے آراستہ کی گئی تھی اور پہلی تصویر سے وہ زیادہ خوبصورت تھی بادشاہ کو نذر کی گئی اس کی بادشاہ نے بہت تعریف کی مشنریوں کو بادشاہ کے عیسائی ہونے کی امید قوی اس سبب سے ہوئی کہ اُنہوں نے دیکھا کہ اُس میں مذہب اسلام کی پاسداری ذرا نہیں ہی - جب روپیہ کی ضرورت ہوتی ہی تو وہ مسجدوں میں سے روپیہ لوٹ لیتا ہی (یہ محض غلط لکھا ہی اس لیے کہ مسلمانوں کی مسجدوں میں کوئی خزانہ نہیں رہتا) مگر اس کے ساتھ اُن کو یہ مایوسی ہوئی کہ اُنہوں نے بادشاہ کو دیکھا کہ وہ آفتاب پرستی بڑی مشقت سے کرتا ہی اور حماقت سے اپنی ذات میں ایک قسم کی الوہیت جانتا ہی وہ ہر صبح کو جھروکے میں بیٹھتا ہی اور گروہا گروہ آدمی اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں بیماربچوں پر وہ دم کرتا ہی مشنری مشرقی تعظیم سے ناواقف تھے اس لیے انہوں نے غلطی کی کہ اس تعظیم کو عبادت جانا شہنشاہ اس وقت دکن کی مہم پر جاتا تھا وہ اس کے لشکر کے ساتھ کچھ دور گوا کی طرف گئے۔ الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند میں اکبر کے مذہب کا خلاصہ یہ لکھتے ہیں کہ اس کے مذہب میں خالص توحید تھی - انسان کی ضعیف خلقت کے سبب سے اس نے اس توحید پر چند رسوم ظاہری کے اضافہ کی بھی اجازت دی تھی وہ حامی اس کا تھا کہ ہم پر لازم ہی کہ خدا کی عبادت اس علم کے موافق کریں جو ہمکو اپنی عقل سے حاصل ہوا ہو عقل سے خدا کی وحدانیت اور رحمت کافی طور سے خوب ثابت ہوتی ہی خدا کی بندگی اور عاقبت کی مسرت کی تلاش اس طرح کرنی چاہئے کہ آدمی اپنی نفسانی خواہشوں کو مارے اور ایسے کام کرے کہ جس سے انسان کا بھلا ہو اور ہم کو کوئی عقیدہ یا عمل و رسم وہ اختیار کرنی نہیں چاہئے جو کسی آدمی نے بنائے اور بتائے ہوں کیونکہ اس میں بھی ہماری طرح سہو و غلطی و خطا بھول چوک کی قابلیت ہوتی ہی - اگر یہ امر قطعی ضروری سمجھا جائے کہ ظاہری پرستش کے واسطے ایسی علامتیں اور نشانیاں مقرر کی جائیں جو انسان کے دل کو خدا کی طرف لے جائیں تو اس کے نزدیک یہ علامتیں آفتاب و ستاروں اور آگ میں موجود تھیں

اکبر کے مذہب میں کوئی مرشد و پیر نہ تھا - عام عبادات کا طریقہ کوئی نہ تھا۔ کھانے پینے کی قید کچھ نہ تھی مگر پرہیز کرنا ایسا ضرور تھا کہ جس سے روح کو سربلندی حاصل ہو اس کا دستور تھا کہ آفتاب کو سلام بہت کیا کرتا تھا۔ صبح اور آدھی رات کو عبادت کیا کرتا تھا اور دوپہر کو سورج کی طرف دہیان گیان کرتا تھا - بادشاہ یہ عبادت اپنی رعیت کے تعصب کے سبب سے کیا کرتا تھا اس کو خود اس پر کسی اثر کا اعتقاد نہیں تھا ابوالفضل نے جو بارش کے لیے دعا کے باب میں لکھا ہے وہ ہم نے اوپر نقل کیا۔ اکبر حق رسوم کا مقید تھا اور وہ اوروں کو بھی اُن کے پابند ہونے کی اجازت دیتا تھا - یہ امر مشتبہ ہے کہ ان کو وہ اپنے خیال میں مستحکم جگہ دیتا ہو۔ اکبر بالطبع زاہد عابد تھا۔ باوصف فلسفی اور عقل و حکمت پر چلنے کے وہ بہ نسبت اس مذہب کے جو اس کی عقل نے قائم کیا تھا زیادہ تر ایسے توہمات میں مبتلا تھا جن کو وہ جانتا تھا کہ ان کے سبب سے خدا سے قربت ہوگی۔ اسی وجہ سے پادریوں نے جو حضرت عیسیٰ اور جناب مریم کی تصاویر پیش کیں اُن کی پرستش کی۔

امرائے دربار اکبری

اس شہنشاہ کی تاریخ کے ساتھ ضرور ہے کہ ہم ان امراء والا کے گروہ پر شکوہ بلند پایہ ہنرمند شناسا کا ذکر کریں جو اس کے دربار میں جمع ہوئے تھے ۔ یہ بیان ایسی ستائش گری نہ ہو جو لوگوں کو گراں معلوم ہو اور یہ بھی نہو کہ اُن کی خوبیاں دکھائی جائیں اور برائیاں چھپائی جائیں اگرچہ ان دونو باتوں کے بیان کرنے پر جرات کرنے کو یہاں کے لوگ شرم و حیا کے خلاف خیال کرتے ہیں مگر میں اس کو ایسا نہیں سمجھتا جو جیسا ہے ویسا بیان کرتا ہوں - ہم ان امرا کا بیان بہ ترتیب مناصب اول بیان کرتے ہیں مگر ان کا حال جو پہلے مہمات ملکی میں بیان ہو چکا ہے وہ فروگذاشت اس لیے کیا گیا کہ ایک بات کو مکرر لکھنا تحصیل حاصل ہے۔

دہ ہزاری (۱) شاہزادہ سلیم - جو سلطان اکبر کا بیٹا سب سے بڑا تھا اس کی سلطنت کے

بیان میں ہم نے جدا کتاب لکھی ہے۔

ہشت ہزاری

(۲) شاہزادہ سلطان مراد فرزند دوم شہنشاہ اکبر جس کا بیان پہلے اس اقبال نامہ میں لکھا گیا

ہفت ہزاری

(۳) شاہزادہ سلطان دانیال فرزند سوم اس کا حال بھی اقبال نامۂ اکبری میں لکھا ہے۔

پنج ہزاری

(۴) سلطان خسرو۔ جو شہنشاہ جہانگیر کا بڑا بیٹا تھا اس کا حال جہانگیر نامہ میں لکھا ہے۔

(۵) میرزا سلیمان بن خان مرزا ابن سلطان محمود بن ابوسعید۔ (۶) میرزا ابراہیم پسر مرزا سلیمان ان مرزاؤں کا حال مہمات بدخشان میں اچھی طرح بیان ہوا۔ (۷) شاہرخ پسر ابراہیم۔

شہنشاہ اکبر نے ۹۹۱ھ میں مرزا شاہرخ سے اپنی بیٹی شکرالنسا بیگم کا نکاح کیا اور اس کو مالوہ کا حاکم مقرر کیا۔ مالوہ اور دکن میں جو جو کام اس نے کیے وہ اقبالنامہ میں ہم نے بیان کیے ہیں۔ اکبر کے آخر عہد میں اس کو منصب ہفت ہزاری کا عنایت ہوا اور وہ جہانگیر کے عہد میں بھی قائم رہا۔ ۱۰۱۶ھ میں اجین میں اس کا انتقال ہوا اور شہر کے باہر دفن ہوا۔ کابلی بیگم کہ مرزا محمد حکیم کی دختر تھی اور اُس کی زوجہ تھی وہ نعش کو لیکر حجاز روانہ ہوئی کہ مدینہ منورہ میں دفن کرے مگر بدوؤں نے اسے لوٹ لیا نعش کو مکاری کی جماعت کو سپرد کر کے مدینہ بھیجا اور خود بصرہ میں آئی اور وہاں سے شیراز گئی۔ الہ وردی خاں حاکم فارس نے اس کا اعزاز و احترام کیا اور اصفہان بھیجا ۱۰۲۲ھ میں شاہ عباس ماضی دارائے ایران نے اس کا نکاح مرزا سلیمان علی محول اپنے چچا سے کر دیا۔ لیکن ان دونو میاں بیوی میں سلوک نہ ہوا۔ جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے کہ اگرچہ دنیا میں کوئی بے حقیقت زیادہ بدخشی سے نہیں ہوتا مگر مرزا شاہرخ بدخشی سے نہیں معلوم ہوتا۔ تیس سال سے ہندوستان میں ہے مگر اصلا ہندی زبان نہیں جانتا۔

اس کی رحلت کے وقت چھ بیٹے اس کے تھے (۱) حسن وحسین دو بیٹے توام تھے خسرو کے ہمراہ
حسن بھاگا تھا کہ دوسرے روز جہانگیر نے دستگیر کر کے قید کیا (۲) مرزا سلطان اس کو جہانگیر بہت
عزیز رکھتا تھا اس سے اپنی بیٹی بیاہنی چاہتا تھا کہ محل کے لوگون نے عرض کیا کہ اس کے گھر
مین بیویان اس کی بہت ہین جب اس سے پوچھا تو اس نے بادشاہ کے قدم کی قسم کھا کے انکار کیا
خواجہ سرا اُس کے گھر مین جا کر اس کی بیویون کو لے آئے جب سے وہ پایۂ اعتبار سے گر گیا غازی پور مین
اس کی جاگیر مقرر ہوئی اور وہین مر گیا (۳) مرزا بدیع الزمان معروف مرزا فتحپوری وہ جہانگیر کے
عہد مین بخشی دکن ہوا۔ بعد ازان پٹن گجرات مین جاگیر پائی وہ شت استخوان شرارت اور فتنہ سے
بھرا ہوا تھا۔ یہان تک بھائیون کو تنگ کیا کہ اس کو پٹن مین انہون نے قتل کر ڈالا اس کی
مان بادشاہ کی حضور مین فریاد لے کر آئی مگر جو خون کے مدعی ہونے کا حق تھا وہ نہ ادا کر سکی۔
اس کے بھائی کچھ دنون محبوس رہے (۴) مرزا مغل کے گھر مین داراب خان کی بیٹی تھی اور
بیسواڑہ مین پرگنہ سمکار جاگیر مین رکھا تھا (۵) مرزا محمد زمان بدخشان مین جاگیر رکھتا تھا
اوزبکیہ کی شورش مین اس کا روزگار ختم ہوا۔ مدتون تک جعلی محمد زمان اوباشون کی دستاویز
شورش تھی (۶) مرزا شجاع کو شاہ جہان کے زمانہ مین بڑا اعزاز حاصل ہوا اور اسے نجابت خان کا
لقب اس کو دیا۔ جہانگیر اپنی توزک مین لکھتا ہے کہ مرزا شاہرخ کے چار بیٹے اور تین لڑکیان جو
میرے باپ پر ظاہر نہین کئے گئے تھے میرے پاس آئے مین نے لڑکون کو اپنے بندہاے معتبر کے
حوالہ کیا اور لڑکیون کو محل کے خدمہ کے سپرد کیا کہ ان کی محافظت مین قیام و اقدام کرین۔
(۸) مرزا مظفر حسین پسر سلطان حسین ولد بہرام مرزا ابن شاہ اسمٰعیل صفوی ۹۶۵ھ مین
شاہ طہماسپ صفوی کے تصرف مین قلعہ قندھار آیا اس نے قندھار اور زمین داور و گرم سیر کو
آب ہیرمند تک اپنے بھتیجے سلطان حسین مرزا کو دیا بیس برس تک وہ اپنے چچا کے سایۂ عاطفت
مین رہا اور ۹۸۴ھ مین شاہ اسمعیل ثانی ایران کا بادشاہ ہو گیا تو سلطان حسین کی طرف سے
وہ متوہم اور وسوسہ ناک تھا وہ بنی اعمام کے قتل کو مرکوز خاطر رکھتا تھا مگر قوہ سے فعل مین

نہین لایا سلطان حسین کا انتقال ہوا تو وہ ان اپنے رشتہ دارون کی جانستانی کے درپے ہوا سلطان حسین کے پانچ بیٹے تھے ان مین سے محمد حسین مرزا ایران گیا تھا مقتول ہوا۔ باقی چار بھائیون کی جان لینے کے واسطے شاہ قلی سلطان کہ حاکم قندھار مقرر ہوا تھا مامور ہوا اُس نے براغ بیگ کو ان بے گناہون کی جان لینے کے لئے بھیجا صبح کو اس نے ان کی جان لی ہوتی کہ ناگاہ پادشاہ ایران کے مرنے کی خبر آئی جس نے ان کی جان بچائی جب ایران کا پادشاہ خدابندہ ہوا تو اس نے مظفر حسین مرزا کو جو سب بھائیون مین بڑا تھا قندھار کی حکومت دی اور زمین داور کنارہ ہیلمند تک اس کے دوسرے بھائی رستم مرزا کو تفویض کی اور باقی دو بھائیون ابو سعید مرزا اور سنجر مرزا کو اس کے ساتھ کیا اور حمزہ بیگ ذوالقدر مشہور کو حمزہ کو کہ سلطان حسین کا وکیل تھا ان مرزاؤن کے ساتھ کیا حمزہ بیگ نے ایسا استیلا پایا کہ مرزائیون کی حکومت برائے نام تھی مظفر حسین مرزا نے تنگ ہو کر حمزہ بیگ کا قصد کیا چند دفعہ صلح و جنگ کے بعد مظفر حسین نے وکیل حمزہ بیگ کو محمد بیگ کی اعانت سے مار ڈالا محمد بیگ کو مرزا نے وکالت کا امیدوار کیا تھا اس سبب سے مرزا رستم نے قندھار پر حملہ کرنے کا قصد کیا مگر مظفر حسین مرزا کی کمک اس کے خسر ملک محمود سیدی نے کی اس لئے رستم سے کچھ کام نہو سکا اور زمین داور کو چلا گیا۔ مظفر حسین مرزا متلون مزاج تھا۔ محمد بیگ بھی آزردہ خاطر ہو کر سیستان کو چلا گیا۔ ملک محمود سے لڑ کر شکست پائی ملک محمود نے یہ آدمیت کی کہ مرزا کو گھر مین اُتارا اور اس کے سبب سے محمد بیگ نے عذر خواہی کر کے مرزا کو قندھار مین طلب کیا مرزا نے فرصت پا کر محمد بیگ کو مار ڈالا اور خود مستقل حاکم قندھار ہو گیا۔

خراسان کے امراء اوزبکیہ بخصوص دین محمد سلطان اور باقی سلطان خواہرزادہ عبداللہ خان والی توران سے کہ خراسان کی تسخیر کے لئے مامور تھے انہون نے مکرر قندھار کی حدود مین افواج بھیجی اور مرزا سے آویزشین کین اوزبک کی سپاہ کو شکست ہوئی لیکن اس کے نہیب و غارت سے کبھی امن نہ ہوا۔ اوزبکون کی لڑائیون مین چونکہ اکثر اعیان و عمدہ قزلباش مارے گئے تھے شاہ ایران نے مدد و اعانت کے وعدے کئے مگر

کبھی ان کو پورا نہ کیا کہ دفعتہً ہندوستان کی فوج کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی تو لوگ سراسیمہ ہوئے۔ رستم مرزا ہندوستان مین گیا تھا اور اس کو صوبہ ملتان تفویض ہوا تھا اس سے ادہر اس ہوا اس لئے مرزا نے ہند کا قصد کیا ہرچند عبداللہ خان نے استمالت نامہ لکھا کہ ایرانیون اور تورانیون کی عداوت قدیم سے چلی آتی ہے لیکن اس وقت تم ہم سے کچھ نہ ڈرو اور زنہار اپنا ملک موروثی چغتائیون کو نہ دو مرزا نے اس کو آلودگی پر محمول کیا اس زمانہ مین مظفر حسین کے باپ کا ایک نوکر قدیمی قرا بیگ جو ہندوستان کو بھاگ گیا تھا اور اکبر نے اس کو فراش بیگی مقرر کیا تھا وہ قندھار مین آیا اور دولت خواہی کے پردہ مین اس نے مظفر کی مان اور اس کے بڑے بیٹے کو اس پر راضی کر لیا کہ عنقریب قندھار کا الحاق ہندوستان سے ہو جائے۔

شہنشاہ اکبر نے شاہ بیگ خان ارغون حاکم بنگش کو لکھا کہ ایلغار کر کے قلعہ قندھار پر متصرف ہو اور مرزا کو یہان بھیجدے جب شاہ بیگ قندھار مین داخل ہوا تو مرزا لشکر آراستہ کر کے باہر آیا مگر مرزا اپنی اس حرکت سے پشیمان ہوا اور شاہ بیگ خان کو کہلا بھیجا کہ آپ باہر آنکر میرے مہمان ایک دن ہو جئے مجھے مواجہ مین کچھ باتین کہنی ہین غرض اس کی یہ تھی کہ قلعہ مین چھپ کر عذر خواہی کرے۔ شاہ بیگ ایک مرد کہنہ اور کاردان سپاہی تھا بھلا وہ اس کام کو کہ آسانی سے ہو سکتا تھا کب دشواری مین ڈالتا اس نے یہ عذر کیا کہ نیک ساعت مین داخل ہوا ہون اس لئے باہر آنا مناسب نہین جانتا جو کچھ آپ کو کہنا ہو مراسلات کے ذریعہ سے لکھئے ناچار ۱۰۰۳ھ مین مرزا مع چار بیٹون بہرام مرزا۔ مرزا حیدر۔ القاس مرزا۔ طہماس مرزا ہزار قزلباشون کے ساتھ شہنشاہ اکبر کی خدمت مین آیا اس نے فرزند کا خطاب و پنج ہزاری منصب پایا اور اقطاع سنبل کہ قندھار سے کہین بڑی تھی اس کو ملی لیکن زمانہ کے مزاج سے مرزا کم آشنا تھا اور معاملہ نافہم تھا اس نے اپنے کام مین سہل انگاری اور بے پروائی ایسی کی کہ آزمند ستمگرون کو اپنا کام سپرد کیا رعایا بار بار اور کچھ سوداگر دادخواہ ہوئے

مرزا کو پند کی گئی مگر سود مند نہ ہوئی آخر کار دادری سے ایسا تنگ دل ہوا کہ حجاز کی رخصت مانگی وہ قبول ہوئی پھر کچھ دنون بعد پشیمان ہوا شہنشاہ نے پھر اس کا اقطاع و منصب بحال کر دیا پھر سنہ ۴۲ الٰہی مین مرزا کے آدمیون کے ظلم کی شکایت ہوئی کہ وہ موقوف ہوا اور نقدی اس کی مقرر ہوئی- مرزا حجاز روانہ ہوا مگر اول ہی منزل سے واپس چلا آیا شہنشاہ کی ملازمت کی مگر پھر اس نے اس کی خبر کچھ نہ لی پایۂ اعتبار سے وہ ساقط ہوا اور ہر روز زیادہ خفیف ہوتا جاتا تھا مرزا ہندوستان کی کسی چیز سے خوش نہ ہوتا تھا. سادہ لوحی سے کبھی ایران کا ارادہ کرتا تھا کبھی حجاز کا. روحانی غصہ و رنج کے سبب سے امراض جسمانی مین گرفتار ہوا سنہ ۱۰۰۸ھ مین انتقال کیا جہانگیر سنہ ۵ جلوس مین اس کی لڑکی سے شاہزادہ سلطان خرم مخاطب بہ شاہجہان سے نکاح ہوا. قندھاری محل وہ مشہور ہوئی سنہ ۱۰۲۰ھ مین نواب پرہیز بانو بیگم اس سے پیدا ہوئی اس کے بیٹون مین سے بہرام مرزا اور حیدر مرزا اور اسمٰعیل مرزا ہندوستان مین آئے اور حیدر مرزا شاہجہان کے عہد مین بلند مرتبہ پر پہنچا اور سنہ ۱۰۴۱ھ مین مرگیا اور بہرام مرزا کا بھی درجہ بلند ہوا.

(۹) مرزا رستم صفوی- مظفر حسین قندھاری کا بھائی عمر مین چھوٹا مگر عقل و فہم مین بڑا تھا- پہلے لکھ چکے ہین کہ سلطان محمد خدابندہ دارائے ایران نے قندھار مظفر حسین کو اور زمین داور رستم مرزا کو تفویض کی تھی جس مین اس کے بھائی ابو سعید مرزا و سنجر مرزا بھی شریک تھے مگر یہ ملک ایسا حقیر تھا کہ مرزا کی اور اس کے بھائیون کی معاش کو وفا نہین کرتا تھا اس لئے اس نے ملک محمود حاکم سیستان پر حملہ کیا کہ اس کے ملک کو اپنے ملک پر اضافہ کرے اول مظفر حسین نے اس کی مدد کی مگر اس نے آویز و ستیز کے بعد ملک محمود کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس کا طرفدار ہو گیا اس سبب سے دونو بھائیون مین رنجش و کلفت ہو گئی- مرزا رستم نے حمزہ بیگ للہ (محافظ) کی اعانت سے قندھار پر مکرر لشکر کشی کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا. اندنون خراسان پر اوزبک حملہ کر رہے تھے مرزا نے فراہ کو جا کر فتح کیا اور کئی دفعہ اوزبکون سے لڑ کر لوائے مردانگی اور شجاعت بلند کیا پھر اس نے سیستان کی فتح کا

ارادہ کیا اور اس دیار پر ایلغار کرکے چڑھ آیا۔ ملک محمود نے بعد تحصن اور لوازم قلعہ داری کے مرزا سے ملاقات کی اور مراسم خدمت بجا لایا مگر مرزا کو تہ خردون کے بہکانے سے ایسا عالم مستی مین مغرور ہوا کہ ملک محمود کو محبوس کیا۔ گو اس کے بیٹے جلال الدین نے ایک جماعت کو فراہم کرکے لڑنے کا قصد کیا اس نے مرزا ملک محمود کو مار ڈالا مگر جلال الدین کا مقابلہ نہ کرسکا اس لئے دادر کو بھاگ کر آیا دشمن نے اُس کا تعاقب کیا اور مرزا کو شکست دی پھر خلق کی نظرون مین اس کی وقعت کچھ نہ رہی بڑا بھائی اس کا منتظر فرصت تھا اس نے غلبہ کرکے زمین دادر کچھ لے لیا رستم مرزا نے تیزی کرکے قلات کو لے لیا ایک دن وہ شکار کو گیا تھا کہ لوگون نے چاہا کہ قلات قابض ہون۔ مرزا کی مان نے قلعہ داری کی لیکن کسی نمک حرام نے اس ضعیفہ کی طرف بندوق چھوڑی جس سے وہ مرگئی۔ اگرچہ مرزا نے بہت آدمیون سے انتقام لیا اور ان کو مار ڈالا مگر اس نے اوضاع زمانہ کو حسب دلخواہ نہ دیکھا تو ۱۰۰۱ھ مین ہندوستان مین وہ مع اپنے بھائی سنجر مرزا اور چار بیٹون مراد۔ شاہرخ حسن۔ ابراہیم کے آیا شہنشاہ اکبر نے اس کو پنجہزاری کا منصب عطا کیا اور اقطاع ملتان اور بلوچستان کے بہت سے پرگنے تفویض کئے جو قندھار سے کہین بڑے تھے بعد ازان علم و نقارہ بھی عنایت ہوا۔ مرزا کے آدمیون نے ملتان مین داد و ستد کو اعتدال سے بڑھایا تو ۱۰۰۳ھ مین چیتوڑ کی جاگیر اس کے لئے مقرر کی گئی مرزا اس طرف جاتا تھا کہ کسی وجہ سے پادشاہ نے اُسے سرہند سے بلا لیا۔ راجہ باسو اور شمالی کوہسار کے زمیندار سرکش ہو رہے تھے اس لئے ۱۲ الٰہی مین مرزا کی تیول مین پٹھان مقرر کرکے ان حدود مین بھیجا اور آصف خان کو اس کی یاوری کے لئے ہمراہ کیا مگر ان دونو مین ناسازی ہوئی راجہ باسو نے موکو استوار کرکے نخوت فروشی کی پادشاہ نے جگت سنگھ پور راجہ مان سنگھ کو وہان بھیجا اور مرزا کو اپنے پاس بلا کر ۱۰۰۶ھ مین رائے سین اور اس کے حوالی مین جاگیر مقرر کی اور وہان بھیج دیا پھر اس نے مرزا دانیال کے ماتحت دکن مین خدمات کین ۱۰۲۱ھ مین جہانگیر نے اُس کو ٹھٹھہ کا حاکم مقرر کیا مگر اس سبب سے کہ اُس نے ارغونیون کے ساتھ بدسلوکی کی وہ معزول

ہوا جہانگیر نے اس کی لڑکی سے شاہزادہ پرویز کا نکاح کیا منصب شش ہزاری عنایت کیا اور الہ آباد کا صاحب صوبہ بنایا جب شاہجہان نے بنگال اور بہار کو سخر کیا ہے تو عبداللہ خان قصبہ جھوسی مین الہ آباد کے مقابل گنگا کے دوسری طرف لشکر آرا ہوا۔ مرزا قلعہ مین متحصن ہوا عبداللہ خان پاس سامان خوب تھا توپ و تفنگ مارتا ہوا دریا سے گذر کر شہر مین آیا۔ ہر چند رومی خان میر آتش شاہی وعدہ کرتا تھا کہ تھوڑی دیر مین قلعہ مفتوح ہوتا ہی مگر عبداللہ خان کچھ ایسا بیجا اضطراب ہوا کہ وہ جھوسی مین چلا گیا کچھ دن نہ گذرے تھے کہ بادشاہ کی آمد آمد کا آوازہ بلند ہوا۔ مرزا محنت سے چھوٹا اور آسائش و آرام مین پڑا۔ اکیسوین سال مین بہار کی صوبہ داری پر تعین ہوا اور شاہجہان کے اول سال جلوس مین حکومت بہار سے معزول ہو کر بادشاہ کی خدمت مین آیا بوڑھا بابت ہو گیا تھا اور نقرس کا عارضہ تھا اس لئے نوکری کی تکلیف سے معاف کیا گیا اور ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ اس کا وظیفہ مقرر ہوا۔ فراغت سے آگرہ مین زندگی بسر کرتا تھا سنہ ۶ جلوس مین شاہزادہ محمد شجاع کی شادی مرزا کی بیٹی سے ہوئی **مصرعہ** مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد۔ تاریخ ہے۔ آگرہ مین ۷۲ برس کی عمر مین سنہ ۱۰۵۱ مین جہان سے مرزا رخصت ہوا کہتے ہین کہ جب مرزا مرنے کو ہوا تو آگرہ کے متصدیون نے چاہا کہ ضبط اموال کرین تو مرزا نے اپنی عمدہ عمدہ لونڈیون کو لباس مردانہ پہنا کر تفنگ ہاتھ مین دی اور آمادہ جنگ ہوا اور کہا کہ وہ ہمارے ساتھ اور امرا کی طرح سلوک نہین کر سکتے۔ متصدیون نے احتیاطاً بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے سواے ہاتھیون کے سب اسباب معاف کر دیا مرزا مرد دنیا تھا۔ زمانہ کے مزاج سے خوب آشنا تھا اپنے بڑے بھائی کی نسبت زیادہ ضابطہ دان تھا۔ شاعر تھا فدائی تخلص تھا یہ رباعی اس کی ہے۔

رباعی

برچید دلم بساط ایمانی را	کج باختہ ام نزد خدا دانی را
ابروے بتی قبلہ خود ساختہ ام	بر طاق نہادہ ام مسلمانی را

(١٠) بیرام خان خانخانان - ترکمان قراقوئیلو ترک کی اعاظم طوائف مین سے بہارلو ایک قبیلہ ہے اور علی شکر بیگ بہارلو تک تین واسطہ سے بیرام خان پہنچتا ہے جب قرا یوسف اور اس کے بیٹون قرا سکندر و مرزا شاہ جہان کے سلسلہ دولت کا ارتفاع تھا تو عراق عرب و آذربائجان مین ان کی سلطنت تھی اور علی شکر بیگ پاس ولایت ہمدان و دینور و کردستان اقطاع مین تھی اب تک یہ ولایت قلمرو علی شکر مشہور ہے - قراقوئیلون کے استیصال مین پادشاہ اقا قوئیلو مصروف ہوا - اور حصار شادمان مین آیا تو سلطان محمود مرزا پاس علی شکر کا بیٹا پیر علی پندرہ روز مقیم رہا اور پھر فارس کو چلا گیا اور حاکم شیراز سے لڑا اور ہزیمت پائی اور انہین دنون سلطان حسین مرزا کے آدمیون کے ہاتھ سے قتل ہوا - بعد ازان اُس کا بیٹا یار علی بیگ نے شاہ اسمٰعیل صفوی کے عہد مین عراق سے نکل کر بدخشان مین سکونت اختیار کی اور وہان سے امیر خسرو شاہ پاس قندز مین گیا اور بعد اُس کی انقضاء دولت کے اپنے بیٹے سیف علی بیگ کے ساتھ بابر پادشاہ کا ملازم ہوا - بدخشان مین سیف علی بیگ کے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام بیرام خان رکھا - باپ کے مرنے کے بعد وہ بلخ مین گیا اور یہان تحصیل علم کی اور سولہ برس کی عمر مین جنت آشیانی (ہمایون کی خدمت مین آیا اور روز بروز اس پر عنایت زیادہ ہوتی گئی اور مصاحبت و امارت پر نوبت آئی اس کا باقی سب حال شگرف نامہ ہمایون اور اقبال نامہ مین مفصل لکھا ہوا ہے - باقی یہ حال اور ہے -

بیرام خان شعر مین بہت درست سلیقہ تھا اور قصائد غزل کہتا تھا استادون کے اشعار مین دخل بجا دیتا تھا ایسے اشعار جمع کیے جن مین دخل دیا تھا اور اس مجموعہ کا نام دخلیہ رکھا بیرام خان جب قندھار مین تھا تو ہمایون نے اس کو یہ رباعی لکھی تھی -

رباعی

اے آنکہ انیس خاطر محزونی — چون طبع لطیف خویشتن موزونی
بے یاد تو من نیم زمانے ہرگز — آیا تو بیاد من محزون چونی

بیرام خان نے یہ جواب لکھا۔

رباعی

اے آنکہ بذات سایۂ بیچونی — از ہرچہ ترا وصف کنم افزونی
چون میدانی کہ بے تو چون میگذرد — چون می پرسی کہ در فراقم چونی

کہتے ہین کہ ایک رات اس سے بادشاہ مخاطب تھا کہ اس کو غفلت آگئی بادشاہ نے کہا کہ مین تجھ سے باتین کرتا ہون تو وہ متنبہ ہوکر بولا کہ مین بھی حاضر ہون لیکن مین نے سنا ہے کہ ملازمت سلاطین مین جسم کی اور درویشون کی خدمت مین دل کی اور علماء کے آگے زبان کی پاسبانی کرنی چاہیئے مین اس فکر مین تھا کہ حضرت مین یہ تینون باتین جمع ہین مین کس کس کی نگہبانی کرون بادشاہ اس لطیفہ سے بہت خوش ہوا اور تحسین کی۔ طبقات اکبری مین لکھا ہے کہ بیرام خان کے پچیس ملازم پنجہزاری کے منصب پر پہنچے اور صاحب علم و نقارہ ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمدہ آدمیون کے انتخاب کرنے مین اس کو کیسا ملکہ تھا سچ یہ ہے کہ بیرام خان فضل و کمال و صلاح و تقویٰ و ہمت و کرم سے آراستہ تھا مرد شجاع کاردان قوی دل تھا اس نے خاندان تیمور پر اپنے بڑے بڑے حق ثابت کئے تھے اس تخلل ایام مین کہ ابھی سلطنت کا انتظام نہین ہوا تھا کہ ہمایون مرگیا اور بادشاہزادہ خورد سال نا تجربہ کار کے پاس پنجاب کے سوا سارا ملک تصرف سے نکل کر افغانون کے پاس تھا اور دعویٰ سلطنت کے لئے ایک گروہ انا لا غیری کا لوا بلند کرتا تھا اور ہر گوشہ مین کنارہ مین واقعہ طلب مخالفت کا نقارہ بجارہے تھے اور امراء چغتائیہ کہ ہندوستان کی اقامت کا دل سے ارادہ نہین رکھتے تھے کابل جانے کے لئے مشورہ کرتے تھے مرزا سلیمان نے کابل مین اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا بیرام خان ہی کی جگرداری اور ثبات پائی و حسن تدابیر و فکر صائب سے آب رفتہ بجو آمد سلطنت کو استقرار ہوا اکبر بادشاہ نے بھی طرح طرح کی دلجوئی و نوازش کے ساتھ کل مہمات اس کو تفویض کین اور قسمین کھا کر کہا کہ جو کچھ مناسب و صلاح کار ہو

عمل مین لائے اور مداہنت اور کسی کی مراعات منظور نہ رکھے اور کسی کی ملالت سے نہ ڈرے اور یہ مصرعہ پڑھا ع دوست کو دوست شود ہر دو جہان دشمن باش جب روز بروز اس کا تسلط اقتدار بڑھتا گیا حسد پیشہ ناتوان بینیون کے دلون مین خار چبھتا گیا جھوٹی سچی باتین لگا لگا کے بادشاہ کا دل اُس سے پھیر دیا۔ خانخانان بھی اپنے اقتدار اور استقلال مین دوسرے کو چشم اعتبار سے نہ دیکھتا تھا اس کی خویشتن وحب جاہ نے روز بد دکھایا اور مہالک و آفات مین پھنسایا سچ ہے حب الدنیا راس الخطا۔

(۱۱) منعم بیگ خان خانخانان۔ یہ جنت آشیانی کے امرار دولت مین سے تھا اس کے باپ کا نام بیرام بیگ ہے وہ مجہول الحال۔ جب ہمایون بادشاہ کے پاس سے بھاگنے کا اور اکبر کے پاس سے بھی فرار ہونے کا حال اور مہمات ممالک شرقیہ مین اس کا ذکر مفصل بیان کیا گیا۔

(۱۲) تردی بیگ خان ترکستانی۔ وہ ہمایون کے قدیم خدمت گذارون مین تھا ہمایون اور اکبر کی سلطنت مین جو اس نے کام کئے وہ سب بیان ہوئے۔

(۱۳) خان زمان علی قلی۔ اس کے باپ کا نام حیدر سلطان اوزبک شیبانی تھا۔ جام اور قزلباش مین جو لڑائی ہوئی تھی اس مین اس نے امارت کا درجہ پایا تھا جب ہمایون بادشاہ نے عراق سے مراجعت کی ہے تو وہ مع اپنے دو بیٹون علی قلی اور بہادر کے اسکی ملازمت مین آیا تھا قندھار کی تسخیر مین اس نے بہت سے کام کئے تھے جب بادشاہ کابل آیا تو راہ مین اس کے لشکر مین وبا آئی جس مین حیدر سلطان مر گیا علی قلی خان نے کابل مین اور ہندوستان کی فتح مین کارہائے نمایان کئے۔ شگرف نامۂ اقبال نامہ مین اس کے کامون کا اور بغاوت کا اور مارے جانے کا حال مفصل لکھا ہے۔

خان زمان امرائے پنجہزاری مین نامور اور صاحب شکوہ تھا ہمت وجود و سپاہ گری و سرداری مین ممتاز تھا اگرچہ وہ اوزبک تھا مگر اس نے ایران مین نشو و نما پایا تھا اور اس کی مان ایرانی تھی اس لئے اس کا مذہب امامیہ تھا اور وہ ذرا التقیہ نہین کرتا تھا طبع اس کی موزون تھی اور سلطان تخلص کرتا تھا زمانیا جہان ایسٹ انڈین ریلوے کا سٹیشن ہی اس کا آباد کیا ہوا ہی۔

(۱۴) عبد الله خان ازبک۔ یہ ہمایون بادشاہ کے امرا مین سے تھا ہیمو کی شکست کے بعد اس کو شجاعت خان کا خطاب ملا۔ اقبال نامہ مین مالوہ کی مہمات مین اس کا حال لکھا ہے۔

(۱۵) شمس الدین محمد اتگہ خان۔ اس کے باپ کا نام میر محمد غزنوی تھا۔ وہ ایک درویش منش دہقان تھا۔ غزنین مین بیس سال کی عمر مین اس نے خواب دیکھا کہ ماہ اس کی بغل مین آیا جس کی تعبیر صحیح ہوئی کہ دولت عظیم اس کو وہ ہاتھ آئی کہ خاندان کی رفعت ہوئی اول وہ مرزا کامران کا نوکر ہوا۔ وہ قنوج کی لڑائی مین جو شیر شاہ اور ہمایون کے درمیان ہوئی موجود تھا جب ہمایون کو شکست عظیم ہوئی اور وہ ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کے پار گیا۔ دریا کا کنارہ بلند تھا بادشاہ جا نہین سکتا تھا تو ایک سپاہی نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا جب بادشاہ نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام شمس الدین ہے اور مولد میرا غزنین مین ہے اور مرزا کامران کا نوکر ہون جب وہ بادشاہ کی ملازمت مین لاہور پہنچا اور بادشاہ کے ہمراہ ہوا اور خدمت مذکورہ کے صلہ مین اس کی بیوی کو شہزادہ اکبر کی اتگہ (انا) بنایا اور جی جی انگہ کا خطاب اس کو دیا جب ہمایون ایران گیا تو شہزادہ اکبر کی خدمت مین شمس الدین رہا اور جب ہمایون کو سلطنت پھر ہاتھ لگی تو اس نے اسکو خطاب اتگہ خان کا دیا جب ہمایون نے شہزادہ اکبر کو جاگیر مین سرکار حصار دی تو شمس الدین کو اس پاس بھیجا۔

جب اکبر تخت نشین ہوا تو اتگہ خان اور امرا کے ساتھ مریم مکانی اور بیگمون کو کابل سے لانے کے لئے مقرر ہوا جب بادشاہ بیرام سے خفا ہوا تو اتگہ خان کو جو اپنی تیول بھیرہ خوشاب مین تھا حکم بھیجا گیا کہ وہ لاہور کو اپنے بڑے بھائی میر محمد خان کو سپرد کر کے اس کے پاس حاضر ہو جب وہ آیا تو بیرام خان کا علم و نقارہ و تومان و توغ اس کو مرحمت ہوا اور پنجاب کی حکومت اس کو تفویض ہوئی اس نے بیرام خان کو جالندھر کے قریب اس سے پہلے کہ اکبر آئے شکست دی اور بادشاہ کی خدمت مین سرہند مین آیا بادشاہ نے اس کو اعظم خانی کا خطاب عطا کیا۔ منعم خان اور شہاب الدین نے ادہم خان کو

اُکسا کر ۱۲ رمضان سنہ ۹۶۹ کو اس کے ہاتھ سے اتگہ خان کو قتل کروا دیا۔ پادشاہ نے خان کے بیٹون اور بھائیون کی بہت تسلی اور تسکین کی اور ان کے درجے بڑے بلند کر دیئے۔ پنجہزاری سے لیکر صدی تک اُن کو منصب دیئے اس خاندان کا ایک گروہ تھا جس کو اتگہ خیل کہتے تھے اُس کی برابر کسی اور خاندان کے ارکان بلند درجہ نہین ہوئے۔

(۱۶) اتگہ خان کلان میر محمد شمس الدین محمد خان اتگہ کا بڑا بھائی ہے اس نے مرزا کامران اور ہمایون پادشاہ کی بہت عمدہ خدمتین کی ہین اور دَور اکبری مین اس نے کارہائے نمایان کیے وہ مدتون تک مملکت پنجاب مین صاحب صوبہ تھا اور اکثر اس صوبہ کے محالات اتگہ خیل ہی کے پاس تھین کابل کے معاملات مین اس کا ذکر اقبال نامہ مین کیا گیا۔

پہلے عقلمندون نے پادشاہی کو باغبانی سے نسبت دی ہے جیسے باغبان باغ کی آرائش کرتا ہے اور درختون کی پیرائش، ان کو ایک جگہ سے اکھیڑتا ہے اور دوسری جگہ لگاتا ہے اور ان کا انبوہ ایک جگہ نہین ہونے دیتا بقدر اعتدال ان کو شاداب رکھتا ہے اور بمقدار صالح ان کے نشو و نما مین کوشش کرتا ہے اور بدسرشت درختون کو جڑ پیڑ سے اکھیڑتا اور ناراست اغصان کو تراشتا ہے اور اشجار عظیمہ کی تفریق کرتا ہے اور بعض کا بعض سے پیوند لگاتا ہے اور میوہائے گوناگون اور گلہائے رنگارنگ سے متمتع کرتا ہے جو علم فلاحت مین مقرر ہین ایسے ہی پادشاہان دوربین اپنے ملازمون کے احوال کی تہذیب و تادیب و سیاست مین مراعات کر کے حکمت کے چراغ کو روشن کرتے ہین جس جگہ ایک جماعت باہم یکدل و یکزبان فراہم ہوتی ہے اور کثرت ہجوم و وفور ازدحام ہوتا ہے تو اول انکے اصلاح احوال کے لئے اور دوم اہل ملک کی رفاہیت کے واسطے اس اجتماع کو متفرق کرتا ہے گو اس کثرت سے کوئی امر نا ملائم معلوم و مظنون نہ ہو اس تفرقہ کو سرمایۂ جمعیت جانتے ہین اس لئے کہ دنیا بادۂ مردافگن ہے تنگ مشربون کو وہ بدمست کرتی ہے ان سے ایمن نہین ہونا چاہیے خصوصاً ایسے وقت مین کہ فتنہ انداز

وسخن ساز وتبہ کار بہت سے ہوں اس سبب امرا نے اخلاص نش اتگہ خیل کو کہ مدت سے
پنجاب مین فراہم ہو رہی تھی اور ان حدود مین انتظام بخش تھی ۱۳ سنہ الٰہی مین معزول کر کے
بادشاہ کے حضور مین بلایا وہ ۹۸۱ سنہ مین دارالخلافہ آگرہ مین آئے بادشاہ نے ان مین سے
ہر ایک کو جاگیر سیر حاصل عنایت کی سرکار سنبل خان کلان کو مرحمت ہوئی اور حسین قلی خان
پنجاب مین مقرر ہوا ۹۸۱ سنہ مین گجرات کے دوبارہ فتح کرنے کے لئے اکبر نے خان جہان کو
بطور منقلا کے بھیجا۔ سروہی (اجمیر) مین اس کو ایک راجپوت نے بغیر کسی وجہ کے زخمی کیا
مگر وہ پندرہ روز مین اچھا ہو گیا جب گجرات فتح ہو گیا تو وہ مین کہ نہروالہ مشہور ہے
مرزبان مقرر ہوا ۹۸۳ سنہ مین اس کی روح نے بدن سے تعلق نہ رکھا بدایونی اس کے
علم کی بہت تعریف کرتا ہے۔ خان کلان صاحب کمال تھا ترکی و فارسی مین شعر کہتا تھا
اس کا ایک دیوان مرتب ہے جس مین قصائد و غزلین ہین غزنوی تخلص کرتا تھا موسیقی
مین بھی مہارت رکھتا تھا کسی وقت اُس کی مجلس فضلا اور شعرا سے خالی نہین ہوتی تھی
رنگین سخنون اور دلنشین نغمون سے وہ اہل ذوق کا حلاوت بخش و طرب افزا تھا اس کا
شعر ہے۔ ع

در جوانی حاصل عمرم بنادانی گذشت	انچہ باقی بود آنہم در پشیمانی گذشت

اس کا بیٹا فاضل خان ہزاری منصب رکھتا تھا جب مرزا کو کہ احمد نگر مین محصور ہوا ہے
تو وہ مارا گیا اور اسکا دوسرا بیٹا فرخ خان تھا اس نے سنہ الٰہی مین یالفدی کا منصب پایا۔

(۱۷) مرزا شرف الدین احراری ولد خواجہ معین۔ یہ مرزا بڑا عالی خاندان ہے اس کا باپ
خواجہ معین بیٹا خاوند محمود کا تھا جو پسر دوم خواجہ کلان کا تھا جس کا نام خواجہ خواجگان
مشہور ہے اور خواجہ کلان بڑا بیٹا خواجہ نصیر الدین عبد اللہ احرار کا تھا اس سبب سے
شرف الدین حسین کو احراری کہتے ہین مرزا کا دادا خاوند محمود ہندوستان مین گیا تھا
ہمایون نے اس کی بہت تعظیم وتکریم کی اس نے کابل مین وفات پائی۔

مرزا کا باپ خواجہ معین اپنے باپ کی جہالت مین کاشغر گیا اور عبداللہ خان والی کاشغر کے
ہان اعتبار پیدا کیا اور رود خانہ نشیب کا حاصل اس کو تفویض ہوا وہ علم معاش
خوب جانتا تھا وہ بڑا متموّل ہوگیا مگر اس کی طبیعت مین بخل و اساک غالب تھا۔
خواجہ معین کا نکاح کیجک بیگم دختر علاء الملک ترمذی سے ہوا تھا اور وہ فخر جہان بیگم
صبیہ سلطان ابو سعید مرزا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اس لئے مرزا شرف الدین کی رگون
مین خون تیموری بھی تھا۔ باپ سے مرزا کی بنتی نہ تھی اس لئے وہ اکبری خدمت مین آیا
ماہم انگہ اور ادہم خان کی سعی سے تھوڑی مدت مین مرتبہ امارت اور منصب پنجہزاری پر
اس کی ترقی ہوگئی اور اجمیر اور ناگور کا تیول دار ہوگیا اپنی شجاعت و کاردانی کی قوۃ سے اس نے
ان اضلاع کے متمردون کو مٹایا۔ بادشاہ نے ۹۶۸ھ اکبری مین اپنی بہن بخشی بانو بیگم کا نکاح
اس سے کیا باقی اور حال اقبال نامہ مین لکھا گیا کہ کیا کیا ناشائستہ حرکتین اس نے کین
(۱۸) یوسف محمد خان کوکلتاش۔ یہ خان اعظم انگہ کا بڑا بیٹا ہے اور شہنشاہ اکبر کا کوکہ یا کوکلتاش
ہے اس نے بارہ برس کی عمر مین اپنے باپ کے ساتھ بیرام خان کی خدمت مین لڑائیون مین
کارہائے نمایان کئے تھے اس لئے اس کو خانی کا خطاب ملا جب اس کا باپ ادہم خان کے
ہاتھ سے مارا گیا تو وہ مسلح ہو کر ادہم و ماہم انگہ سے انتقام لینا چاہتا تھا مگر سیاست
شاہی نے اس کی تسلی کردی باپ کے مرنے کے بعد اس پر اور اس کے بھائی عزیز محمد
کوکلتاش پر بادشاہ نے عنایات خسروانی کی اور بزم و رزم مین اپنا مقرب بنایا علی قلی خان
زمان و بہادر خان و اسکندر خان کی فتنہ پردازی مین بادشاہ نے اسکندر خان کی
سرکوبی کے لئے لکھنؤ یوسف خان کو بھیجا اس نے بادشاہ کی عنایت سے پنجہزاری کا خطاب
پایا۔ عین نوجوانی مین بادہ پیمائی کی کثرت سے بیمار ہوا ۹۹۳ھ مین فنا ہوگیا۔

انتباہ حکما نے آب انگور مین انسان کی تقویت مزاج کے لئے مناسب تجربے کر کے فوائد کثیر
دیکھے اور اس کے استعمال کو جائز رکھا ہے لیکن اس کی مقدار اور تقدیر وقت کی ہے

مگر مذہبون مین وہ مزیل جوہر عقل و مورث امراض کثیرہ قرار پائی ہے اس کے پینے کے لئے منع شدید وتہدید بلیغ کی گئی ہے مذہب مصطفویؐ نے اس کی نہبت نہ تھوڑی پینے کی اجازت دی ہے۔

(۱۹) ادہم خان کوکہ۔ یہ چھوٹا بٹیا ماہم انگہ کا ہے اس کی مان مشہور ومعروف تھی مگر باپ اس کا مجہول تھا۔ غالبًا وہ بادشاہی نطفہ سے پیدا ہوا تھا۔ ماہم انگہ اکبر کے ساتھ درستی اخلاص مین نسبت قوی رکھتی تھی آسائش گہوارہ سے آرائش تخت تک اس کی ملازمت مین ہمیشہ رہی حرم مین وہ بہت بااعتبار تھی اس کا سب بیان اقبال نامہ مین لکھا ہے

(۲۰) پیر محمد خان شروانی۔ اس کے باپ کا حال کچھ معلوم نہین وہ پنجہزاری امرا مین تھا پہلے وہ ملا تھا۔ قندھار مین وہ بیرام خان کا ملازم ہوا۔ اسی کی بدولت مرتبہ امارت پر پہنچا اور اسی کی جانب سے وکالت پر مقرر ہوا۔

پیر محمد خان نے ایسی ثروت بہم پہنچائی کہ اس کے دسترخوان پر پانسو قاب چنی جاتی تھین تبختر ونخوت کے ساتھ کریم وضع بھی تھا۔ کئی دفعہ اس نے ہر یک دفعہ مین پانچ پانچ سو گھوڑے انعام مین دیدیئے اس مین غرور سپاہ گری اور تعصب ملائی دونو جمع تھے۔

(۲۱) خان اعظم مرزا عزیز کوکہ۔ یہ چھوٹا بٹیا شمس الدین انگہ کا ہے وہ شہنشاہ اکبر کا ہم عمر تھا اور اس کے ساتھ کھیلا تھا۔ بادشاہ اس پر بہت عنایت کرتا تھا۔ بان اس کی جی جی بیگم تھی جس کی خاطرداری بادشاہ اپنی سگی مان سے بھی زیادہ کرتا تھا یہی سبب تھا کہ مرزا ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ گستاخیان کرتا تھا اور وہ اپنی کچھ خیال نہین کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میرے اور عزیز کے درمیان جوے شیر ہے جس سے مین گذر نہین سکتا۔ سنہ ۳۹ مین سلطان مراد نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا۔

سنہ ۳۹ مین اکبر نے مرزا کوکہ کو اپنے پاس بلایا کئی برس سے وہ اس سے ملا نہ تھا۔ مگر اس کو بادشاہ کی مذہبی بدعتین جیسی کہ بادشاہ کو سجدہ کرنا اور داڑھی منڈانا پسند نہ تھا اس لئے بادشاہ یا

جانا ناگوار تھا جانے مین عذر کئے بادشاہ کو مذہب کی بابت صاف صاف لکھا کہ عثمانؓ وعلیؓ کی جگہ تو فیضی وابوالفضل کو آپنے مقرر کیا ہے شیخین کی جگہ کس کو مقرر فرمائینگے۔ حاصل یہ ہے کہ آکی جہاز مین بیٹھکر حجاز روانہ ہوا اس نے چھ چھوٹے بیٹے خورم و انور و عبداللہ و عبداللطیف و میر تقی و عبدالغفور اور چھ بیٹیان اور ان کی مائین اور سّو ملازمین ساتھ لئے۔ بادشاہ کو اس کے جانے کا افسوس ہوا اس کے بڑے بیٹون شمسی اور شادمان کو منصب و جاگیر عنایت ہوئے شیخ عبدالقادر بدایونی نے اس کے حج جانے کی یہ تاریخ کہی ؎

بجائے راستان شد خان اعظم
ولے در زعم شاہنشاہ کج رفت
چو پرسیدم بدل تاریخ این سال
بگفتا میرزا کوکہ بہ حج رفت

کہتے ہین کہ اس نے حرمین مین بہت روپیہ صرف کیا۔ روضہ مبارک کا خرچ پنجاہ سالہ شریف کو حوالہ کیا وہان حجرے خرید کر کے وقف کئے جب اس کو اپنے حال پر بادشاہ کی تازہ عنایتون کا حال معلوم ہوا تو وہ ہندوستان کی طرف آیا اور بندر بلاول مین اُترا شروع ۱۰۰۳ھ مین بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اپنے منصب پر بحال ہوا اور صوبہ بہار کا تیول دار ہوا ۱۰۰۴ھ مین وکالت کا عہدہ ملا اور مہر شاہی عنایت ہوئی اور ۱۰۰۵ھ مین صوبہ ملتان جاگیر مین ملا ۱۰۰۸ھ مین محاصرہ آسیر مین بادشاہ کے ساتھ تھا انہین دنون مین مرزا کی والدہ کا انتقال ہوا جس کے تابوت کو بادشاہ نے اپنے کندھون پر اُٹھایا اور سوگواری مین بھدرا کیا۔ سر و مونچھون کے بال منڈائے اگرچہ یہ کوشش کی گئی کہ سوا اس کے فرزندون کے کوئی اور بھدرا نہ کرے مگر بہت آدمیون نے اپنا بھدرا کرایا۔

سلطان خسرو پسر کلان شاہزادہ سلیم نے کہ راجہ مان سنگہ کا ہمشیرزادہ تھا مرزا کی بیٹی سے نکاح کیا۔ یہ سلطنت کے دو رکن رکین دولت خسروی کے ارتفاع مین بڑی کوشش کرتے تھے خصوصًا مرزا کوکہ کو ایسی محبت تھی کہ وہ کہتا تھا کہ مین اس سے خوش ہون کہ میرے ایک کان مین خسرو کی سلطنت کا مژدہ پہنچے اور دوسرے کان سے میری جان نکل جائے جب اکبر بیمار ہو کر مرنے کو

ہوا ہی تو ان دونو نے خسرو کے پادشاہ بنانے مین سعی کی مگر ناکامیاب ہے ابھی پادشاہ مین رمق جان باقی تھی کہ شیخ فرید بخاری اور امیرون نے جہانگیر کو بلا کر شہنشاہ کر دیا۔ مان سنگہ نے آگرہ کے قلعے سے خسرو کو لیکر بنگالہ چلے جانے کا قصد کیا مرزا عزیز نے بھی اس کے ساتھ ارادہ کیا اور اپنے سالے کپنے کو راجہ پاس بھیجدیا اور خود پادشاہ کی تجہیز و تکفین مین مصروف ہوا خزانہ کا پہنچانا ضرور تھا بار برداری موجود نہ تھی راجہ نے بھی عذر کیا ناچار مرزا تنہا قلعہ مین رہا اور پادشاہ کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوا۔ جب سال اول جہانگیری مین خسرو باپ سے بغاوت کرکے بھاگا تو یہ گمان تھا کہ مرزا کے اغوا و رہنمونی سے اس نے یہ حرکت کی اس لئے مرزا معرض عتاب مین آیا۔

کہتے ہین کہ مرزا کفن پہنکر دربار مین جاتا تھا اور جانتا تھا کہ مین مارا جاؤنگا زبان اس کے اختیار مین نہ تھی بیہودہ بکتا تھا امیر الامرا سے بیدھڑک گفتگو کرتا تھا پادشاہ دربار سے اُٹھا خلوت مین مشورہ کیا۔ امیر الامرا نے کہا کہ اس کے مارنے مین ذرا توقف نہین کرنا چاہیئے مہابت خان نے عرض کیا کہ مین مشورہ مین تو کچہ دخل نہین دیتا سپاہی ہون شمشیر میرے پاس ہے اس کی کمر مین مارتا ہون اگر اس کے دو ٹکڑے نہ ہون تو میرے ہاتھ کاٹ ڈالئے جب خان جہان لودی پر نوبت آئی تو اس نے کہا مجھے اس کے طالع پر حیرت ہے کہ جہان حضرت کا نام شہرت رکھتا ہے وہان اس کا نام بھی مشہور ہے بظاہر کوئی حرکت اُس نے ایسی نہین کی کہ وہ واجب القتل ہو اگر وہ مارا جائیگا تو خلق یہ کہیگی کہ بے گناہ مارا گیا اس سے پادشاہ کا غصہ کچہ فرد ہوا کہ سلیمہ بیگم والدہ پادشاہ نے پس پردہ فریاد کی کہ اے حضرت مرزا کوکہ کی شفاعت کے لئے سب بیگمین حاضر ہین اگر آپ تشریف لائین تو بہتر ہے ورنہ ہم سب باہر آتے ہین۔ ناچار پادشاہ محل مین گیا ان کے مبالغہ سے اس کی عفو تقصیر کی اور افیون معتاد مرزا نے نہین کھائی تھی اپنے پاس سے دی اور اس کو اپنے گھر رخصت کیا انہین دنون مین ایک دن خواجہ ابو الحسن ترسی نے مرزا کوکہ کا خط جو اُس نے راجہ علی خان مرزبان خاندیس کو لکھا تھا اور اس مین اکبر کی نسبت ایسے الفاظ

لکھے تھے کہ کوئی نہین لکھتا اور آسیر کی فتح کے بعد راجہ علی خان کے اسباب مین یہ خط خواجہ کے
ہاتھ لگا تھا اور برسون سے اُس کے پاس تھا آخر کو اس کا ضبط نہ کر سکا جہانگیر کی نظر سے
گذرانا۔ بادشاہ نے خان اعظم کو دیا اس نے بے محابا پڑھنا شروع کیا۔ باریابان حضور نے
ہر جانب سے اُس پر لعن طعن کی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اب تک محبت جو میرے باپ کو تیرے
ساتھ تھی وہی مانع تھی کہ مین تیرے سر کا بوجھ تیرے کندھون سے ہلکا نہین کرتا مین تجھے
جاگیر اور منصب سے معزول کر کے نظر بند کرتا ہون۔ مگر پھر ۳ سنہ جلوس جہانگیری مین گجرات کی
صوبہ داری اُس کو دی گئی اس کا بڑا بیٹا جہانگیر قلی ملک کی حراست کے واسطے نائب مقرر ہوا
جب مہم دکن مین امرا کی بے اتفاقی سے کامیابی نہوئی خان اعظم دس ہزار سوارون کے
ساتھ کمک کے لئے بھیجا اس نے برہان پور سے رانا کی مہم مین جانے کی درخواست کی
اور کہا کہ اگر اس جنگ مین مارا جاؤنگا تو شہید ہونگا حسب خواہش اس کی مہم کا سارا
سامان اس کے سپرد ہوا جب بر سر کار ہوا تو عرضداشت بھیجی کہ جب تک بادشاہ
خود نہین آئیگا یہ عقدۂ دشوار حل نہ ہوگا اس لئے بادشاہ ۱۰۲۲ھ مین اجمیر مین آیا اس کی
التماس سے شاہزادہ شاہجہان رانا کی مہم مین مقرر ہوا مگر مدار کار اُس کی صواب دید پر
منحصر رہا۔ مگر اس شاہزادہ نے اس کے ساتھ ناپسندیدہ سلوک کئے کیونکہ اس کو خسرو کا
طرفدار جانتا تھا مہابت خان بھیجا گیا کہ اس کو اودے پور سے بادشاہ پاس لائے۔
۹ سنہ مین وہ آصف خان کے حوالہ ہوا کہ قلعہ گوالیار مین محبوس رکھے۔ مرزا کی زبانی
نقل کرتے ہین کہ آصف خان نے بادشاہ سے عرض کی مرزا میرے مرنے کے لئے دعا مانگتا ہے
اور اس دعا کے لئے خلوت و ترک حیوانات و جماع شرط ہے اور یہ سب باتین حبس مین موجود
ہین اس لئے حکم ہوا کہ مرزا کے لئے اطعمہ گزیدہ گوشت مرغ و دراج کے لگائے جایا کرین۔
مصرعہ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد مرزا کو بالکل اس دعا کی خبر نہ تھی۔ ایک سال کے
بعد وہ زندان سے پھر آزاد ہوا اور اسے نوشتہ کیا گیا حضور مین کوئی حرف

نا پرسیدہ نہ کہے۔ زبان اس کے اختیار مین نہ تھی۔ اس سبب سے جہانگیر نے کہا کہ باپ کا ضامن ہو
اس نے عرض کیا کہ مین باپ کی سب باتون کا ضامن ہو سکتا ہون مگر زبان کا نہین ہو سکتا
جب پادشاہ نے اس کا پنجہزاری منصب بحال کرنا چاہا تو اس نے شاہ جہان سے یہ نقل کی
کہ جب عرش آشیانی (اکبر) نے خان اعظم کے منصب مین دو ہزاری کا اضافہ کیا شیخ فرید بخش
و راجہ رام داس کو اُس کے گھر بھیجا کہ مبارکباد دین وہ حمام مین تھا پہر بھر تک یہ امرا اس کے
دروازہ پر بیٹھے رہے بعد ازان وہ دیوانخانہ مین آیا اور اس کو بلایا۔ ان سے مبارکباد
سُنی اور بیٹھے بیٹھے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کو بغیر کسی مدارات کے رخصت کیا۔ یہ بات
مجھے یاد ہے مجھے شرم آتی ہے کہ مرزا کو کہ اپنی بحالی منصب کے لئے کھڑا ہو کر تسلیم کرے
اب بابا تم اس کی نیابت مین آداب بجا لاؤ۔ ۱۰۳۱ھ مین داور بخش پسر خسرو گجرات کی صوبہ داری
نامزد ہوا مرزا کو کہ اس کا اتالیق مقرر ہوا۔ احمد آباد مین ۱۰۳۲ھ کو اجل طبعی اس کو آئی۔ جدت
ذہن و سلامت بیان مین اس کو کمال تھا۔ تاریخ دانی مین مستثنےٰ تھا۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا
خط نستعلیق خوب لکھتا تھا۔ مدعا نویسی مین ید طولیٰ رکھتا تھا۔ عربی زبان نہین جانتا تھا۔
مصاحبت مین بے نظیر تھا۔ سخنہا رنگین کہتا تھا۔ اس کا قول تھا جب کوئی شخص کوئی بات
کہتا ہے تو مین اس کو سچ جانتا ہون جب وہ اس مین مبالغہ کرتا ہے تو مجھے شبہ ہوتا ہے
اور جب وہ سوگند کھاتا ہے تو اس کو دروغ جانتا ہون۔ اس کے لطائف و ظرائف مین سے
ایک یہ ہے کہ دولتمند آدمی کو چار بیویان کرنی لازم ہین ایک عراقی مصاحبت و ہمزبانی
کے لئے دوم خراسانی سامان خانہ کے واسطے سوم ہندی زناشوئی کے واسطے چہارم
ماوراءالنہری شلاق (تازیانہ زنی) کے لئے کہ اورون کو عبرت ہو۔ مگر خبث و نفاق و درشتگوئی
مین سب پر سبقت لے گیا تھا۔ بہت مغلوب الغضب تھا۔ پادشاہ نے جو مذہب الٰہی بنایا تھا
اس کو لغو و بیہودہ جانتا تھا۔

خان اعظم کی اولاد بہت تھی (۱) سب مین بڑا بیٹا شمسی تھا جس کا حال اوپر بیان ہوا

اُس کو جہانگیر کے عہد مین جہانگیر قلی کا خطاب ملا (۲) مرزا شادمان اسکو شادخان کا خطاب ملا (۳) مرزا خورم۔ اس کو اکبر نے گجرات مین جوگڈھ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جہانگیر نے اُس کو کامل خان کا خطاب دیا اور وہ شاہزادہ خورم (شاہجہان) کے ساتھ دکن گیا (۴) مرزا عبد اللہ اس کو جہانگیر نے سردار خان کا خطاب دیا وہ اپنے باپ کے ساتھ گوالیار مین مقید ہوا تھا۔ (۵) مرزا انور۔ اس کی شادی زین خان کوکہ کی بیٹی سے ہوئی (۶) ان سب کو منصب پنجہزاری سے لیکر دوہزاری تک ملے۔

مرزا عزیز کی ایک بہن کی شادی عبدالرحیم خانخانان سے ہوئی۔

(۲۲) بہادر خان شیبانی۔ برادر خورد خان زمان۔ اصل نام اس کا محمد سعید ہے وہ پنجہزاری امرا مین سے ہے طبیعت موزون رکھتا تھا۔ شعر کہتا تھا۔ باقی حالات اس کے اقبالنامہ مین لکھے گئے

(۲۳) راجہ بہاری مل پسر پرتھی راج کچھواہہ۔ بعض تاریخون مین راجہ بہاڑا مل لکھا ہے کچھواہہ کی قوم مین دو گروہ ہین۔ ایک راجاوت۔ دوسرا سیکھاوت (شیخاوٹ) یہ راجہ راجاوت تھا۔ صوبہ اجمیر کے مضاف مین اور مارواڑ کے جنوب مین انبیر اس کے باپ دادا بوم نشین تھے۔ گو مارواڑ کی برابر انبیر نہ تھا مگر اُس سے سیر حاصل زیادہ تھا۔

بہاری مل ہی رجپوتون مین اول ہے جو اکبر کی خدمت مین آیا ہے۔ اس کا ذکر شگرف نامہ اور اقبالنامہ مین مذکور ہے۔

اس سرزمین مین سب سے بڑا ہی تھا قصبہ سانگانیر مین راجہ اپنے اکثر رشتہ دارون کے ساتھ بادشاہ کا بساط بوس ہوا۔ بادشاہ نے اس پر مہربانی کرکے اس کی قدر و شرافت کو بڑھایا۔ راجہ نے یہ چاہا کہ مین زمینداردن کے زمرہ سے نکل کر درگاہ بادشاہی کا مخصوص ہون اس لئے بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کی بیٹی سے وہ بیاہ کرے۔ بادشاہ نے قبول کیا جب بادشاہ نے اجمیر سے مراجعت کی ہی تو سانبھر مین راجہ نے اپنی بیٹی کا ڈولہ بھجوایا۔ منزل رتن مین راجہ اپنے بیٹے بھگونت داس

اور پوتے کنور مان سنگہ کے پادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا - پادشاہ نے ہندوستان کے تمام راجاؤن اور رایون سے راجہ کی اور اس کے فرزندون اور پوتون کی قدر و منزلت بڑھائی اور مراتب بزرگ اور مناصب ارجمند عنایت کئے راجہ کو پنجہزاری کا منصب دیکر وطن کو رخصت کیا اور راجہ بھگوانداس اور کنور مان سنگہ پادشاہ کے ساتھ آگرہ گئے اور بتدریج مدارج اعلیٰ پر سرافراز ہوئے - راجہ بہاری مل نے آگرہ مین انتقال کیا -

کہتے ہین کہ ۹۶۷ھ مین دھولارائے پسر سورانے انبیر کو آباد کیا تھا - بہاری مل اس کی اٹھارہوین پیڑھی مین تھا -

(۲۴) خانجمان حسین قلی خان یا بیگ پسر ولی بیگ ذوالقدر - یہ بیرام خان کا بھانجا ہی اس کا باپ ولی بیگ ذوالقدر تھا کہ بیرام خان کے زمانہ مین سب امرا پر اعتبار مین تفوق و برتری رکھتا تھا خانجمان کے سارے کام اقبال نامہ مین تحریر ہین -

(۲۵) سعید خان چغتیہ بن یعقوب بیگ بن ابراہیم جابوق - مدتون سے اس کے باپ دادا خاندان تیمور کے نامور ملازمون مین چلے آتے ہین اس کا دادا ابراہیم بیگ جابوق امراء ہمایون مین سے تھا جس نے بنگالہ کی یورش مین ناموری حاصل کی جونپور کے قریب اس کے بیٹے یوسف بیگ پر جلال خان (سلیم شاہ) نے حملہ کیا اور مار ڈالا اس کا دوسرا بیٹا یعقوب بیگ جو سعید خان کا باپ تھا ہمایون کے نامور امیرون مین تھا - طبقات اکبری مین لکھا ہی کہ ہمایون کے عہد مین جہانگیر قلی بیگ جو حاکم بنگال تھا اس کا بھائی تھا -

عہد اکبری مین سعید کی ترقی عظیم ہوئی وہ دولت و اعتبار و سرداری اور نام آوری مین اپنے باپ دادا سے بڑھ گیا - مدتون تک ملتان کا حاکم رہا ۳۲ الٰہی مین وہ شاہزادہ سلطان دانیال کا اتالیق مقرر ہوا - جب پنجاب کے باشندون نے شاہ قلی کی شکایتین متواتر کین وہ اس کی جگہ صوبہ دار پنجاب مین مقرر ہوا پھر راجہ بھگوانداس اُس کی جگہ مقرر ہوا اور اس کو سرکار سنبل تیول مین کی ۳۶ الٰہی مین پادشاہ نے

اس کو اپنے پاس بلایا اور منصب سہ ہزاری عنایت کیا پھر وہ حاجی پور مین مرزا کوکہ کی جگہ مقرر ہوا۔ ۳۲ سنہ الٰہی مین جب بنگال مین وزیر خان مر گیا تو سعید خان بنگالہ کا صوبہ دار مقرر ہوا اور اس عہدہ پر ۴۰ سنہ الٰہی تک وہ قائم رہا اس کی ترقی پنجہزاری منصب پر ہوئی پھر مان سنگھ اس کی جگہ مقرر ہوا ۱۰۰۱ھ مین ٹھٹہ مین مرزا غازی نے اپنے باپ جانی بیگ کے مرنے کے بعد خودسری اختیار کی تو پادشاہ جاگیر مین ملتان و بھکر تنخواہ مین دی اس نے یہان کے باغیون کو مطیع کیا۔

جب جہانگیر پادشاہ ہوا تو اس کو پنجاب کی حکومت یہ مچلکہ لیکر دی گئی کہ اگر اس کے خواجہ سرا ظلم کرین تو اس کا سر کاٹ لیا جائے مگر موت نے اس کو اپنے اس عہدہ پر پہنچنے نہین دیا۔ سرہند کے باغ مین دفن کر دیا۔

کہتے ہین اس نے اپنی ساری مہمات کا اختیار چتر بھوج کو حوالہ کیا تھا۔ خود خواجہ سرایون پر شیفتہ تھا بارہ سو خواجہ سرا خوش چہرہ اور مقطع اس نے جمع کئے تھے ان مین سب سے زیادہ برگزیدہ تین تھے وہ چار چار سو خواجہ سرایون کو زیب و زینت دیکر رات کو چوکی دیتے تھے اس کے بھولے پنے کی حکایت لکھی ہے کہ جب وہ ملتان مین آیا تھا اس کے خزانہ مین سونا غیر مسکوک ۵۰ منظروف ہ تھا نوکرون نے عرض کیا کہ بنگالہ کی زمین مین سیلابی تھی اس لئے سونے کا وزن بڑھ گیا تھا۔ اب ملتان مین آفتاب مین کمال حرارت ہے اس وزن دس سیر کم ہو گیا ہے۔ سعید خان نے کہا کہ بہت کم تفاوت ہوا ہم کو اس سے زیادہ کا گمان تھا عہد اکبری مین یہ خیال نہین ہو سکتا کہ اس کے امرا مین جو بتدریج مراتب اعلیٰ پر پہنچے ہون ایسے احمق ہون۔ شاید اس نے اپنی امارت کے سبب سے اغماض کیا ہو اس کے ایک خواجہ سرا یکدل نے آگرہ سے چھ کردہ پر قلعہ اور سرا بنا کر بلال آباد آباد کیا۔ دوسرا خواجہ سرا اس کا افتخار خان اس کا وکیل تھا۔ تیسرا خواجہ سرا اعتبار خان اسکی جاگیر کا فوجدار تھا۔

(۲۶) شہاب الدین احمد خان۔ وہ سادات نیشاپور سے تھا وہ ماہم انگہ سے

خوشی اور اخلاص رکھتا تھا وہ بیرام خان کا بڑا بیری تھا اس کے تباہ کرنے مین وہ بڑا سرگرم تھا۔

جب شہاب الدین احمد دہلی مین حاکم تھا تو اس نے فیروز شاہ کی نہر جو پرگنہ خضرآباد سے سفیدان تک بنی تھی مرمت کرائی اور اس کا نام نہر شہاب رکھا اس نہر کی دوبارہ مرمت شاہ جہان کے حکم سے اس کے سنہ ۲ جلوس مین مکرمت خان نے کی اور فیض نہر اس کا نام رکھا گیا اورنگ زیب کے عہد مین پھر وہ اَٹ گئی پھر اُس کی مرمت انگریزون نے کی

(۲۷) راجہ بھگوان داس پسر راجہ بہاری مل کچھواہہ۔ سنہ ۹۸۰ھ مین گجرات کی تسخیر کے بعد جنگ سرنال مین اس نے اپنی شجاعت سے شہنشاہ اکبر کی جان بچادی تھی راجہ نے سنہ ۹۹۳ھ مین اپنی بیٹی کا بیاہ سلطان سلیم سے کیا۔ پادشاہ خود راجہ کے گھر بیٹے کو بیاہنے کو گیا۔ بہو کے چوڈول کو خود اور شہزادہ اُٹھا کر لایا۔ سنہ ۹۹۵ھ مین سلطان خسرو اس سے پیدا ہوا سنہ ۱۰۱۳ھ مین پنجہزاری کے منصب پر بلند ہوا۔

وہ راجہ توڈرمل کی ارتھی کے ساتھ گیا تھا جب گھر آیا تو استفراغ کیا حبس بول ہوا پانچ روز مین مرگیا اُس کے اعمال خیر مین سے لاہور کی مسجد جامع کی تعمیر ہے اس مین اکثر آدمی نماز جمعہ پڑھتے ہین۔

(۲۸) قطب الدین خان۔ شمس الدین خان اتگہ کا بھائی ہے۔ پنجاب مین وہ تیولدار تھا یہان اس نے بقاع خیر تعمیر کرائین۔

خاندان تیموریہ مین داقو (گرم کپڑا) سے زیادہ کوئی خلعت گرانمایہ نہین بلکہ بیگی کا خطاب اعظم القاب مین سے ہے۔ یہ دونو اس کو مرحمت ہوئے اس خوشی مین اس نے ایک جشن عالی ترتیب دیا جس مین بادشاہ خود گیا اور شاہزادہ سلیم کو اپنے ہاتھون سے اس کے کندھے پر سوار کیا۔

قطب الدین خان کے بیٹے نورنگ خان نے مرزا خانخانان کے ماتحت گجرات مین کام کیا اور مالوہ مین جاگیر پائی اور بعد ازان گجرات مین وہ سنہ ۹۹۹ھ مین مرگیا۔ طبقات اکبری مین

لکھا ہے کہ نورنگ خان چار ہزاری منصب رکھتا تھا سنہ ۱۰۰۱ھ مین جوناگڈھ کا حاکم تھا۔ پسر دوم اس کا گوجر خان ہفت صدی تھا اور مرزا اعظم خان کوکہ کے ماتحت کام کرتا تھا اور گجرات مین تیول رکھتا تھا۔

(۲۹) خانخانان مرزا عبدالرحیم پسر بیرام خان۔ اس کی مان جمال خان میواتی کی بیٹی تھی۔ جب ملک سندھ سلطنت شاہی مین اس کی کوشش سے شامل ہوا تو ملا شکیبی نے جو خانخانان کا نوکر تھا فتح سندھ کی بابت ایک مثنوی کہی جس کی ایک بیت نیچے لکھی ہے اس فتح مین حاکم ٹھٹھہ مرزا جانی بیگ آزاد ہوا تھا؎

	ہماے کہ بر چرخ کردے خرام		گرفتی و آزاد کردی ز دام	

خانخانان نے شعر کے صلہ مین ہزار اشرفی دین اور مرزا جانی نے بھی ملا کو ایک ہزار اشرفی انعام دی اور کہا کہ رحمت خدا مرا ہما گفتی اگر شغال میگفتی زبانت کہ می گرفت؟ خانخانان قابلیت و استعداد مین یکتاے روزگار تھا۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی (سنسکرت) مین لکھنے پڑھنے کا ملکہ رکھتا تھا۔ شعر خوب سمجھتا تھا اور کہتا تھا تخلص رحیم کرتا تھا۔ کہتے ہین کہ بہت سی مروج زبانین وہ بول سکتا تھا۔ شجاعت مین وہ ضرب المثل تھا اس کی عجیب و غریب حکایتین مشہور ہین کہ ایک دن چٹھیون پر دستخط کرتا تھا کہ ایک پیادہ کی چٹھی مین غلطی سے ہزار ٹنکہ کی جگہ ہزار روپے لکھے گئے دستخط کرکے اس چٹھی کو بحال رکھا۔ کئی دفعہ شعرا کو زر سرخ ان کے وزن کی برابر تول کر دیا ملا نظیری نے ایک دفعہ کہا کہ مین نے نہین دیکھا کہ ایک لاکھ روپیہ کا تودہ کتنا بڑا ہوتا ہے۔ خانخانان نے خزانہ سے ایک لاکھ روپیہ منگا کر اس کا ڈھیر لگایا ملا نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مین نے آج نواب کی بدولت اس قدر زر کا تودہ دیکھا۔ خانخانان نے یہ روپیہ اُسی کو دیدیا وہ ہمیشہ علما و درویشون کو ظاہر و پوشیدہ بہت روپیہ دیتا تھا۔ اور دور دور سالیانہ بھیجتا تھا۔ ہر فن کے اہل کمال کا اجتماع اس کے زمانہ مین ہوا حاصل یہ کہ وہ

سخاوت و شجاعت و دانش و تدبیر مین سرآمد روزگار تھا لیکن کینہ وری اور دنیا دوستی و زمانہ سازی بہت کیا کرتا تھا اور دشمن کے ساتھ دوستی کے لباس مین دشمنی کرتا تھا بدفعات تیس برس دکن مین رہا جو کوئی شاہزادون اور امیرون مین سے اس کی کمک کو آیا اور اس کے ساتھ سلاطین دکن کا اخلاص اس نے دیکھا تو اس کی نسبت نفاق کے منصوبے کرنے لگا۔ شیخ ابوالفضل نے بھی اس کے حق مین فتویٰ بغاوت دیا عہد جہانگیری مین ملک عنبر کے ساتھ دوستی مین متہم ہو کر بدلا گیا اس کے نوکر محمد معصوم نے یہ کورنمکی کی کہ بادشاہ سے عرض کیا کہ مکاتیب ملک عنبر شیخ عبدالسلام لکھنوی ملازم خانخانان پاس ہین۔ مہابت خان نے اس کی پرورش مین اس بیچارہ پر ایسی تعذیب کی کہ وہ جان سے گیا مگر افشائے راز مین لب نہ کھولا۔

عہد اکبری مین خانخانان کی خدمات شائستہ مین یہ تین کارنمایان تھے (۱) فتح گجرات (۲) تسخیر سندھ (۳) شکست سہیل خان بیجاپوری۔ مگر جہانگیر کے عہد مین اس نے کوئی بڑا کام نہین کیا اور باوجود درست دانائی اور فہمید پسندیدہ کے ذلتین اٹھائین مگر حب جاہ سے ہاتھ نہین اُٹھایا ہمیشہ دربار کے اخبار کا جویان رہتا تھا۔ ڈاک چوکی مین دو تین ہزار آدمی ہر روز روزنامچہ لکھ کر بھیجتے تھے۔ عدالت خانہ کچہری و چبوترہ مین یہانتک کہ کوچہ و گلی و بازارون مین جاسوس مقرر تھے کہ جو کچھ افواہ عوام مین سنتے تھے وہ تحریر مین لاتے تھے اور خانخانان پاس بھیجتے تھے وہ شام کو سب کو پڑھ کر آگ مین جلا دیتا تھا۔ باوجودیکہ خانخانان کا باپ امامیہ مذہب رکھتا تھا مگر وہ اپنے تسنن کا اظہار کرتا تھا لوگ اس پر تقیہ کا گمان کرتے تھے۔ مگر اس کے بیٹے متعصب سُنی تھے۔

خانخانان کے عمدہ ملازمون مین میان فہیم تھا۔ اگرچہ کنیزک زادہ یا وہ غلام مشہور تھا مگر اصل مین وہ ایک راجپوت کا لڑکا تھا اُس کو مثل فرزندون کے خانخانان نے پالا تھا کمال صلاح و تقوے رکھتا تھا دم واپسین تک نماز تہجد و چاشت و اشراق قضا نہین کی۔ درویش دوست تھا۔ سپاہ سے برادرانہ ملاقات کرتا تھا۔ لیکن

تند مزاج تھا۔ کوڑے ہمیشہ بجا تا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ شاہجہانی راجہ بکرماجیت داراب خان کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے ایک مسند پر بیٹھے ہین۔ تو اُس نے داراب سے کہا کہ بیرام خان کے پوتے کی برابر برہمن بیٹھے۔ کاش مرزا ایرج کے عوض تو مرا ہوتا داد نو نے اُس سے عذر خواہی کی۔ آخر خانخانان کی طبیعت اُس سے منحرف ہو گئی تھی اس نے سرکار بیجاگڈہ کا محاسبہ لیا تو اُس نے خانخانان سے بہت درشتی کی اور حافظ نصر اللہ کہ دیوان صاحب اختیار تھا ئمنہ پر طمانچہ مارا اور شہر سے باہر نکال دیا۔ کہتے ہین کہ آدھی رات کو خانخانان خود اس کو منا کر لے آیا۔ وہ شجاعت و تہور مین غضب تھا جب خانخانان کی قید کی فکر مین مہابت خان ہوا تو اول اُس نے یہ چاہا کہ فہیم کو منصب کی طمع دیکر اور وعدے کر کے فریفتہ کرے مگر وہ راضی نہ ہوا۔ مہابت خان نے اُس سے کہا کہ کب تک اپنی سپاہ گری پر ناز کریگا۔ فہیم نے ہر چند خانخانان سے کہا کہ یہان غدر و مکر معلوم ہوتا ہے مبادا کہین ذلت و خواری کی نوبت نہ آئے مستعد ہو کر حضور کا عزم کرنا چاہیئے مگر اس نے قبول نہ کیا جب اس کا آقا نظر بند ہوا اور مہابت خان نے پہلے پادشاہی آدمی فہیم پاس بھیجے اس نے اپنے بیٹے فیروز خان سے کہا کہ اتنی دیر تک آدمیون کو روکے رہ کہ مین وضو کر کے سلامتی ایمان کا دوگانہ پڑھون اس سے فراغت پا کر اس نے مع پسر اور چالیس ملازمون کے جان فدا کی۔

(۳۰) راجہ مان سنگہ۔ یہ راجہ بھگونت داس کچھواہہ کا بیٹا ہے وہ آمیسر مین پیدا ہوا تھا۔ فرنگستانی موسرخ اس کو راجہ بھگونت داس کا متبنےٰ بتاتے ہین لیکن مسلمان مورخون نے کہین اس کا ذکر نہین کیا شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہنود حقیقی بیٹے اور متبنےٰ مین ذرا فرق بھی نہین کرتے۔ شہنشاہ اکبر کبھی اس کو فرزند کہتا تھا کبھی مرزا راجہ۔ ہندؤن کے مذہب مین دریا سندھ سے پار جانا منع ہے جب راجہ کو اس دریا کے پار جانے کا حکم دیا تو یہ ہندی شعر پادشاہ نے لکھ کر بھیجے۔ سہ

سب بھوم ہے گو پال کا جس مین اٹک کیا	جس کام مین اٹک ہے سو من اٹک ہوئے گا

سال نہم جہانگیری مین راجہ اجل طبعی سے مرگیا پندرہ سو رانیون مین سے ساٹھ ستی ہوئین اس کے بہت سے بیٹون مین سے فقط ایک بیٹا بھاؤسنگھ زندہ تھا۔ راجہ نے حکومت بنگالہ مین عجب ثروت و دولت و طرفہ ساز و سامان بہم پہونچایا تھا اُس کے نوکر سری و سرداری کرتے تھے ایک دفعہ پندرہ پنجہزاری اس کی ماتحتی مین کام کرتے تھے۔ بالا گھاٹ مین غلہ کا قحط ایسا ہوا کہ ایک روپیہ کے آٹے مین بھی آدمی کا پیٹ نہین بھرتا تھا ایک دن اس نے کچہری سے اُٹھکر کہا کہ اگر مین مسلمان ہوتا تو ایک وقت طعام ہزار مسلمانون کے ساتھ کھاتا مگر مین سب کی ریش سفید ہون۔ مجھہ سے سب بھائی برگ تنبول قبول کرین۔ سب سے اول خان جہان لودی نے ہاتھ سر پر رکھ کر کہا کہ مجھے قبول ہے پھر اورون نے بھی قبول کیا۔ راجہ نے یومیہ ایک سو روپیہ پنجہزاری کا اور اس حساب سے اورون کا مقرر کیا۔ ہر رات کو ایک خریطہ مین ہر شخص پاس یہ روپیہ جاتا اس کا نام اس پر لکھا ہوتا۔ لشکر کے سپاہیون کو رسد پہنچنے تک اجناس سستی قیمت پر وہ دیتا تین چار مہینے مین یہ سفر اسی طرح طے ہوا۔ امامین مسلمانون کے واسطے حمام و کپڑے کی مسجد بنا کر الستادہ کرتا۔

(۳۰) محمد قلی خان برلاس۔ یہ نژاد برمق یا برنیق سے ہو۔ ہمایون کی خدمت گذاری سے اس نے ترقی پائی اور ملتان اس کو جاگیر مین ملا۔ اکبر کی ابتداے سلطنت مین وہ شمس الدین خان انگہ کے ساتھ امراء کے اہل و عیال کو کابل سے ہندوستان مین لایا اسکی جاگیر ناگور مین منتقل ہوئی کچھہ تھوڑے دنون تک وہ مالوہ مین بھی حاکم رہا اور اس کے کام اپنے مقام پر بیان ہوئے ہین ۹۸۲ھ مین اس نے انتقال کیا۔

(۳۲) ترسون محمد خان۔ شاہ محمد خان سیف الملوک کا خواہرزادہ ہے سیف الملک غرجستان مضاف خراسان کا خود مختار حاکم تھا مگر شاہ طہماسپ نے اس کو اپنا مطیع بنایا ابتدا مین ترسون محمد خان بیرام خان کا ملازم ہوا۔ اس کی خدمات کا حال اقبال نامہ مین لکھا ہے ۹۹۴ھ مین معصوم خان نے اس کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔

(۳۳) قیا خان گنگ۔ (قیا کے معنی ترکی زبان مین زیب کے ہین اور گنگ کے معنے فارسی

زبان مین گنگلے کے ہین) یہ امرا رہمایون مین سے ہی- ہمایون کے آخر عہد مین وہ کول جلالی کی حدود مین لوازم خدمت بجالایا تھا وہ بیرام خان کا دوست تھا مگر سب سے اول وہ اُسے چھوڑ کر اکبر سے آن ملا تھا اور وہ ۹۵۹ھ مین مارا گیا- اُس کا بیٹا تردی خان منصب یک ہزار پانصدی رکھتا تھا وہ شاہزادہ دانیال کے ساتھ دکن گیا وہان وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہوا مگر ۱۰۱۰ھ مین پھر وہ بحال ہوا اور منصب دو ہزار و پانصدی اور پانچ لاکھ روپیہ انعام ملا-

امرا چار ہزار و پانصدی

(۳۴) زین خان کوکہ اس کی مان کا نام پیچہ جان تھا اور وہ اکبر شہنشاہ کی ایک انگہ تھی اس کا باپ مقصود علی ایک پاک طینت صدق و دیانت کے ساتھ متصف تھا اور مریم مکانی کا ملازم تھا اور اس کے ہودج کے حوالی سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا اس کے بھائی خواجہ حسن یعنے زین خان کی چچا کی بیٹی سے شاہزادہ سلطان سلیم کا نکاح ہوا جس کے بطن سے ۹۹۷ھ مین پرویز پیدا ہوا- مہمات یوسف زئی اور سواد و بجور کی مہمات مین زین خان کی خدمتون کا حال پڑھو- زین خان کی بیٹی پر سلطان سلیم عاشق ہوا اور اس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا شاہزادہ کی بیراہی سے بادشاہ راضی نہ تھا- مگر جب اس نے دیکھا کہ بیٹے کا عشق بڑھتا گیا تو جشن ازدواج انعقاد پایا- کامروائی کی کثرت کے ساتھ اس کی بادہ پیمائی کی بھی شدت ہوتی گئی جس سے آگرہ مین ۱۰۱۰ھ مین پیمانہ زندگی لبریز ہوا- زین خان کو گیتون اور راگ کا بڑا شوق تھا اکثر باجے خوب بجاتا تھا- شعر بھی کہتا تھا- اس نے ایک دفعہ بادشاہ کو بلا کر ایسے تکلف سے ضیافت کی کہ سب امیرون کو اس پر رشک تھا- طوس کی شالین جو اس وقت بہت کمیاب تھین ان کا چبوترہ ۲۶ گز طول و عرض مین بنایا اور تین حوضون مین سے ایک کو گلاب سے دوم کو زعفران سے سوم کو ارگجہ سے بھرا اور طوائف کو کہ ہزار سے زیادہ تھین ان حوضون مین نہلایا- شیر و شکر کی ندیان بہائین- صحن مین گلاب کا چھڑکاؤ کر دیا پیشکش مین جواہر و مرصع آلات ہاتھیون کے ساتھ دیئے جیسے قلیج خان گھوڑون کی اور

اور سعید خان خواجہ سرایون کی کثرت مین شہور تھا ایسے ہی زین خان ہاتھیون کی کثرت مین مشہور تھا۔

(۳۵) مرزا یوسف خان پسر میر احمد رضوی۔ مشہد مقدس کے سادات صحیح النسب سے تھا۔ شہنشاہ اکبر اسے بہت چاہتا تھا ۲ سنہ مین اس کو دو ہزار پانصدی کا منصب ملا اس کا حال مہمات کشمیر اور دکن مین دیکھو اس کو جالنور مین ۴۲ سنہ جلوس مین جمادی الاخریٰ مین سفر آخرت پیش آیا اس کی نعش مشہد کو روانہ ہوئی وہ اکثر سلطان پور مین رہا کرتا تھا۔ ہندوستان مین اس نے اپنا گھر اور وطن یہین بنایا تھا اُس کی سپاہ مین اکثر روہیلے تھے جن کو وہ ماہوار تنخواہ دیتا تھا۔

چہار ہزاری منصب دار

(۳۶) مہدی قاسم خان۔ وہ ابتدا مین عسکری فرزند سوم فردوس مکانی کا نوکر تھا۔ اور اس کا کوکہ بھی تھا۔ اس کا بھائی غضنفر تھا اس کا حال ہم نے مرزا عسکری کے احمد آباد کی حکومت مین لکھا ہے جب ہمایون عراق سے واپس آیا ہے تو مہدی قاسم خان اُسے ملا تھا۔ عہد اکبری کے آغاز مین اس کو منصب چارہزاری ملا ۹۷۳ سنہ مین اکبر نے اس کو جونپور کا حاکم مقرر کیا اور عبد المجید آصف خان کو گرفتار کرنے کے لئے اس کو حکم دیا۔ اس کے تعاقب مین گیا مگر پھر اس کے مزاج مین ایسی وحشت پیدا ہوئی کہ وہ بے اجازت شاہی مکہ شریف چلا گیا۔ یہان سے وہ ایران و قندھار مین آیا ۱۳ سنہ مین بادشاہ کی خدمت مین آیا۔ بادشاہ نے اس کو تیول مین اودھ دیا وہ ۱۰۰۱ سنہ مین مر گیا حسین خان ترکیہ اس کا بھائی اور داماد تھا۔ اس نے لاہور مین ایک باغ لگایا جس کا نام باغ مہدی قاسم خان ہے۔

(۳۷) مظفر خان تربتی۔ تربت خراسان کی ایک لوس (قوم) کا نام ہے اس کا پورا نام خواجہ مظفر علی خان تربتی ہے وہ بیرام خان کا دیوان تھا جب شیر محمد دیوانہ نے بیرام خان کے اموال پر قبضہ کر لیا اور اس کے متعلقین کی اہانت کی تو بیرام خان نے اس پاس مظفر خان کو

اس کی استمالت کے لئے دیبال پور سے بھیجا تھا۔شیر محمد دیوانہ نے اس کو مقید کر کے پادشاہ پاس
بھیجدیا۔اگرچہ بعض اعیان سلطنت نے بدلائل و وجوہ اس کے قتل کرنے کی صلاح دی مگر پادشاہ نے
اُس کو پرگنہ پرسرور کا عملدار بنایا پھر اسکی حسن کفایت کے سبب سے دیوان بیوتات مقرر کیا جب اس کی
کاردانی و بلند استعدادی پادشاہ کے ذہن نشین ہوئی تو اس کو منصب دیوانی اور لقب مظفر خانی عنایت
ہوا اور راجہ توڈر مال اس کا نائب تھا۔بدایونی لکھتا ہے کہ ان دونون مین ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا خلقت
یہ کہتی تھی کہ راجہ کو مال کا کام مظفر سے اچھا آتا ہے لوگون نے مظفر خان کی تاریخ اس عہدہ پر مقرر
ہونے کی ظالم ۹۷ کہی تھی۔

اس نے سنہ ۹۱۳ مین قلمرو کی جمع رقمی کو دور کیا۔بیرام خان کے زمانہ مین آدمیون کی کثرت اور ولایت کی
قلت کے سبب سے جمع کو برائے نام زیادہ کر کے مزید اعتبار کے لئے تنخواہین دیتے تھے اُس نے اُس کو
دفتر سے نکال کر اور قانون گویون کا اظہار لیکر ممالک محروسہ کی جمع کو تشخیص کر کے پیش کیا اس کا حال
آئین دہ سالہ مین بمفصل لکھا ہی۔داغ قانون جاری نہ تھا۔مظفر خان نے سپاہیون کی تعداد
اور امرا اور پادشاہ کے ملازمین کی تعداد مقرر کی اور سپاہیون کی تین قسمین مقرر کین۔

سنہ ۹۱۴ مین معلوم ہوا کہ قطب پر مظفر عاشق ہوا اس معشوق کو پادشاہ نے زبردستی جدا کیا تو
مظفر فقیر ہوگیا۔پادشاہ نے پھر اس کے معشوق کو اس پاس بھجوادیا۔

سنہ ۹۷۹ مین وہ پادشاہ کے سامنے چوپڑ کھیل رہا تھا جب بہت سی بازیان ہارا تو حضور مین
نامناسب حرکات کرنے لگا جس کے سبب سے پادشاہ نے پایۂ اعتبار سے اس کو ساقط
کر کے رخصت کیا۔مگر جب پادشاہ سورت کا محاصرہ کر رہا تھا تو وہ پادشاہ کی خدمت
مین آیا۔پادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا وہ کچھ دنون مالوہ مین خدمات کرتا رہا
کہ سنہ ۹۸۱ مین وہ وکیل سلطنت مقرر ہوا جملۃ الملک کا خطاب ملا اس کے حسن خدمات کا
بیان مہمات مالوہ مین و بنگال و بہار مین بیان ہوا۔وہ ربیع الاول سنہ ۹۸۸ مین مارا گیا
آگرہ مین اس کی ایک جامع مسجد بنائی ہوئی ہے جو کھنڈر پڑی ہے اور نواب مظفر خان کی

مسجد کہلاتی ہے۔

(۳۸) سیف خان کوکہ یہ زین خان کا بڑا بھائی ہے کہتے ہین کہ اس کی مان کے ہمیشہ لڑکیان پیدا ہوا کرتی تھین۔ کابل مین وہ حاملہ تھی تو اس کے باپ نے کہا تھا کہ اگر اس دفعہ لڑکی جنے گی تو خانہ داری و ملاقات سے موقوف ہوگی وہ غصہ مین آکر مریم مکانی کی خدمت مین گئی اور یہ حال بیان کیا اور اسقاط حمل کی اجازت چاہی اکبر باوجودیکہ چھوٹی عمر کا تھا اس نے کہا کہ میری خاطر سے یہ کام نہ کر خدا تجھکو بیٹا دیگا اس نے اس شہزادہ کے کہنے کو مژدۂ غیبی جانا اپنے ارادہ سے باز رہی اتفاقاً سیف خان پیدا ہوا مان باپ کو بہت خوشی ہوئی اُنہون نے شاہزادہ کا شکریہ ادا کیا۔ اکبر اس کے حال پر بہت عنایت کرتا تھا پادشاہ ہوتے ہی سیف خان کو باوجودیکہ آغاز شباب تھا منصب چار ہزاری دیدیا وہ جوانمرد بڑا تھا سورت کے محاصرہ مین اس کے گولی لگی۔ ایک مہینہ مین اچھا ہوا۔ احمد آباد کی لڑائی مین دو زخم کھا کر پادشاہ کی تلاش مین گیا اور دشمن سے لڑکر ملک بقا کو سدھارا۔ پادشاہ کو ایسے مخلص راسخ قدم کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا جب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ وہ قرضدار مرا ہے تو اس کا سارا قرض اپنے پاس سے چکا دیا اور اُس کے بیٹون شیر افگن خان اور امان اللہ کو اچھے منصب عنایت کئے۔

(۳۹) راجہ تو ڈرمل کھتری۔ وہ لاہور مین پیدا ہوا کہتے ہین کہ ابتدا مین اُس کو شیر شاہ نے تعلیم کیا تھا ۹۷۱ھ مین وہ مظفر خان کے ماتحت مقرر ہوا ۹۷۲ھ مین وہ پادشاہ کے ساتھ خان زمان کے فسادون کے مٹانے مین پادشاہ کے ہمراہ تھا ۹۸۰ھ مین وہ گجرات کی جمع کی تشخیص کے لئے بھیجا گیا جب پٹنہ فتح ہوگیا تو ۹۸۲ھ مین اس کو علم و نقارہ مرحمت ہوا اور منعم خان کے ساتھ بنگال بھیجا گیا ہر چند سرداری و کارفرمائی خانخانان سے تعلق رکھتی تھی لیکن فوج کشی و دلدہی سپاہ مین مردانہ یورشون مین سرتابون اور مخالفون کی تنبیہ مین اصل مین وہی اس مہم کی جان تھا جب داؤد خان کررانی کی جنگ مین خان عالم کشتہ اور خانخانان زخمی ہوا تو راجہ جنگ مین ایسا ثابت قدم رہا کہ جس سے شکست فتح کی

صورت بن گئی جب راجہ پاس خانخانان اور خان عالم کی خبر ناخوش اور ناخواستنی پہنچی تو برآشفتہ ہو کر کہا کہ اگر خان عالم مرا تو کیا غم اور اگر خانخانان چلا گیا تو کیا باک ہے اقبال شاہی ہمارے ساتھ ہے اس ولایت کا بندوبست کر کے حضور مین آیا اور بدستور سابق مقدمات مالی اور ملکی مین دخیل ہوا جب خانخانان بنگال کو گیا راجہ کو اُس کے ہمراہ جانے کا حکم ہوا۔ اس دفعہ بھی اس کی یاوری سے گیا ہوا ملک ہاتھ لگا اور اس نے داؤد کو پکڑ کر عدم خانہ مین بھیجا اور ۹۸۳ھ مین چار سو ہاتھی اور غنائم کے ساتھ پادشاہ کی خدمت مین بھیجے۔ سال آئندہ مین وہ وزیر خان کی جگہ دوبارہ گجرات بھیجا گیا جس سے یہان کا کام نہین چلا تھا وہ احمد آباد مین وزیر خان کے ساتھ انتظام کر رہا تھا کہ مظفر حسین نے مہر علی کولابی کے اغوائے سرکشی کی وزیر خان چاہتا تھا کہ قلعہ مین جلا گے مگر راجہ تو ڈرمل لڑنے پر آمادہ ہوا اور ۹۸۶ھ مین دھولقہ کے حدود مین احمد آباد سے بارہ کوس پر مظفر کو شکست دیدی۔ وزیر خان کا قریب تھا کہ کام تمام ہوتا اگر راجہ اُسکی کمک کو نہ آتا مظفر اس شکست کے بعد جوناگڈھ کو بھاگ گیا۔

اسی سال مین تو ڈرمل وزیر مقرر ہوا جب پادشاہ اجمیر سے پنجاب کو روانہ ہوا تو راجہ کے وہ بت جن کی ہر روزہ خاص طرح پر پرستش بنین کر لیتا تھا کوئی اور کام نہین کرتا تھا گم ہو گئے راجہ نے اس غم مین خواب آشام کو چھوڑا مگر پادشاہ کی نصیحت سے اس تقلید دوست کی کچھ تسلی نہ ہوئی دار الوزارت کا کام اس کا منافقون نے قرار واقع نہ ہونے دیا۔

۹۹۰ھ مین تو ڈرمل دیوان شرف کا اشراف یعنی وکیل مقرر ہوا اس نے ازسرنو ملکی و مالی معاملات کی بنا تازہ رکھی اور چند نئے ضابطے بنائے جو فرمان شاہی سے جاری ہوئے۔ اور جو سکّون کے باب مین قوانین بنائے تھے آئین اکبری مین ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے قوانین کا بیان اقبال نامہ مین ہے سب سے بڑی بات اصلاح کی جو تو ڈرمل نے

داخل کی وہ یہ ہے کہ اس نے مال کے حسابون کی زبان اور خط کو بدل دیا پہلے یہ سارے حساب ہندی مین ہندی محرر رکھتے تھے تو ڈرمل نے حکم دیدیا کہ اب سے تمام حسابات فارسی مین لکھے جائین اس سبب سے اس نے ہندؤن کو فارسی زبان سیکھنے پر مجبور کیا۔ فارسی زبان کے داخل ہونے کا حال بعینہٖ ایسا ھے جیساکہ برٹش گورنمنٹ مین دفترون مین انگریزی زبان کے داخل ہونے کا۔ فارسی زبان کی تحصیل ہندؤن کے لئے سرمایۂ دولت بنی پہلے ہندو فارسی نہ پڑھنے کے سبب سے مسلمانون کی طرح اعلےٰ عہدے نہین پاتے تھے اب پانے لگے ہندؤن کے فارسی پڑھنے کے سبب اُردو زبان پیدا ہوگئی۔

۲۹ سنہ مین بادشاہ نے راجہ کے گھر جاکر اس کی عزت کو بڑھایا ۳۲ سنہ مین ایک کھتری نے اپنی ذاتی دشمنی کے سبب رات کو ایک تلوار لگائی اور اپنے ٹکڑے ٹکڑے کرائے جب راجہ بیربر یوسف زئی کی لڑائی مین مارا گیا تو تو ڈرمل کو مان سنگھ کے ساتھ جو سپہ سالار مقرر ہوا تھا جانے کا حکم ہوا تھا۔

۳۴ سنہ مین جب راجہ کشمیر مین گیا ہے تو لاہور مین اس کو منتظم مقرر کیا جب بادشاہ کابل کو جانے لگا ہے تو راجہ نے بادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ پیری و بیماری نے مجھ پر غلبہ کیا ہے موت قریب آگئی ہے اگر اجازت ہو تو سب چیزون کو چھوڑ کر گنگا کے کنارہ پر خدا کی یاد مین اپنی باقی زندگی بسر کرون۔ بادشاہ نے اس کو اجازت دیدی لاہور سے وہ ہردوار مین آیا کہ بادشاہ کا منشور واپسی کے لئے آیا اس مین لکھا تھا کہ کوئی ایزدی پرستش زیردستون کی تیمارداری سے بہتر نہین ہے۔ بہتر ہے کہ وہ آدمیون کے کام مین مشغول ہو ناگزیر وہ واپس آیا مگر جلدی سے ۹۹۸ سنہ کی گیارھوین تاریخ کو زندگی اس کی ختم ہوئی۔ ابوالفضل نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ تیز دستی و درستی خدمت گزینی اور بے طمعی اور مہمات کی مردانگی و بے ہمتون کی ہمت افزائی و معاملہ شناسی و کارطلبی و سربراہی مین وہ ہندوستان مین یگانۂ روزگار تھا مگر کینہ ور اور انتقام کش تھا تھوڑی سی ناملائمی بھی اُس کے دل مین نشو و نما پاتی تھی۔ یہ خصلت دوربین خردگزینون کے نزدیک نہایت

ناپسندیدہ ہے خصوصاً ریاست ہندی مین جب کہ اہل عالم کی مہمات اُسکو سپرد ہون اور بادشاہ عالم کی وکالت مفوض ہو۔ اگر تعصب دینی اسکے چہرۂ فطرت کا غازہ نہوتا تو اُسکی خصلت مین چندان نکوہیدگی نہوتی سچ یہ ہے کہ اگر تعصب سازی و تقلید دوستی و کینہ توزی نہ کرتا اور اپنے کیے پر اصرار نہ کرتا تو صورت مین اس معنے کر بزرگون مین سے ہوتا مگر باوجود ان سب باتون کے وہ بے طمعی کارشناسی مین کم نظیر کیا بے عدیل تھا۔ بادشاہ فرماتا تھا کہ ٹوڈرمل امور مالی و ملکی مین تندو ذہن رسا رکھتا ہے لیکن استغنا و خود پسندی اسکی مجھے خوش نہین معلوم ہوتی۔ ابوالفضل سے اسکی نبتی نہ تھی۔ ایک دن بادشاہ سے اس نے راجہ کی شکایت کی تو بادشاہ نے فرمایا کہ نواختہ را نمی توان برانداخت۔

غرض راجہ ٹوڈرمل کی سپہ سالاری مین اور باقی کامون مین کمال کی شہرت اکبر کے تمام امرا مین سبقت لے گئی ہے۔ ابوالفضل و مان سنگھ کی طرح وہ ہندوستان مین مشہور ہے اسکا بیٹا دھورا منصب ہفت صدی رکھتا تھا۔ سندھ کی مہم مین وہ مارا گیا۔ لوگ کہتے ہین کہ وہ گھوڑون کے نعل سونے چاندی کے لگواتا تھا۔

ٹوڈرمل کے نام مین ٹ و ڈ و ڑ کتابون مین لکھی جاتی ہے اور پُرانی تاریخون مین اسکا نام تورل مل لکھا جاتا ہے۔ تفریح الامارات مین لکھا ہے کہ ٹوڈرمل کا باپ جب مرا ہے تو اسکی بہت کم عمر تھی اور اسکی ماں بڑی مفلوک الحال تھی۔ کم عمری مین عقل و شعور کے آثار نمودار تھے۔ اول اسنے محرری کا ادنے عہدہ قبول کیا اور اس کمتر درجہ سے برتر مرتبہ پر پہنچا۔

راجہ ٹوڈرمل اپنے مذہب مین بڑا کٹا و پکا تھا اسنے جو دفاتر شاہی مین ہندی کی جگہ فارسی کو رواج دلوایا۔ ظاہر اپنے قوم کے خلاف معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین یہ کام اسکا بڑا اپنی قومی خیرخواہی کا تھا۔ ہندوؤن مین اسنے فارسی زبان کے سیکھنے کا رواج دلا کر انکو اہل قلم کے صیغہ ملازمت مین مسلمانون کی برابر کردیا وہ ہندی لکھک سے اب وزیر بڑے بڑے عہدون پر سرفراز ہونے لگے۔

(۴۰) محمد قاسم خان نیشاپوری - وہ اعاظم نیشاپور سے ہے - جب یہان ازبکون نے ہنگامہ شورش برپا کیا تو خان مزبور وطن کو چھوڑ کر بیرام خان کی رفاقت مین آیا - اسکند سور کے ساتھ جنگ مین نیک خدمات کین اور جنگ ہیمو مین علی قلی خان زمان کے ساتھ ہراول مین ناموری حاصل کی - اجمیر و ناگور کو فتح کیا - کچھ دنون ملتان مین اور کچھ دنون مالوہ کی حکومت پر سرافراز رہا اور سارنگ پور مین مرگیا -

(۴۱) وزیر خان برادر عبد المجید آصف خان ہراتی - جب ان دونون بھائیون نے خانخانان و بہادر خان سیستانی کی قید سے رہائی پائی تو وہ کڑہ مانک پور مین آئے - مظفر خان کے توسل سے وزیر خان نے اپنا اور اپنے بھائی کا قصور بادشاہ سے معاف کرایا -

جب مرزا کوکہ ناظم گجرات معرض عتاب مین آیا تو وزیر خان گجرات بھیجا گیا اور وہان سپہ سالار مقرر ہوا - پھر ۹۸۲ھ مین ٹوڈرمل نے اس سے کام لے لیا - وزیر خان دربار مین بلایا گیا کوئی کام اسنے یہان اچھا نہین کیا - پھر ۹۸۵ھ مین اودھ مین حاکم مقرر ہوا - پھر مہم بنگال مین وہ کام کرتا رہا - ۹۹۱ھ مین وہ اور محب علی خان دونو بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے ۹۹۵ھ مین وزیر خان نے انتقال کیا - اسکے بیٹے محمد صالح کو شہباز خان بخشی فوج نے باپ کی جگہ مقرر کیا مگر اسنے ایسی سرکشی کی کہ اسکو مقید کر کے بادشاہ پاس بھیجنا پڑا -

(۴۲) قلیج خان اندجانی - اندجان ضلع فرغانہ مین دریا جیحون کے جنوب مین ہے سلاطین چغتائیہ کی خدمت مین اسکے باپ دادا خدمت کرتے چلے آئے ہین - وہ صاحب نسب تھا - اسکا دادا سلطان حسین مرزا کے ہان عمدہ عہدہ رکھتا تھا - ۹۷۸ھ مین بادشاہ نے قلعہ آہنین بنیاد سورت کو ایک مہینہ سترہ روز مین فتح کیا تھا - اس قلعہ کی حراست و صیانت قلیج خان کے سپرد ہوئی وہ اسی برس کی عمر مین ۲ رمضان ۱۰۲۳ھ مین پشاور مین مرگیا - مرنے کے زمانہ مین وہ منصب شش ہزاری رکھتا تھا اور پانچ ہزار سوار کا افسر تھا - قلیج خان صلاح و تقوی بہت رکھتا تھا - تسنن مین متعصب تھا - درس علوم و افادہ طلاب

مین اشتغال کرتا تھا۔ کہتے ہین کہ لاہور کی صوبہ داری مین وہ ایک پہر مدرسہ کے اندر فقہ و تفسیر و حدیث کے درس مین قیام کرتا تھا۔ علوم شرعیہ کی ترویج مین کمال کوشش کرتا تھا۔ طبع موزون رکھتا تھا۔ الفتی تخلص کرتا تھا۔ اسکے دو بیٹے مرزا سیف اللہ خان و مرزا حسین قلیچ اکبر بادشاہ کے عہد مین مناصب مناسب پر ممتاز ہوے قلیچ کے ...... معنے ترکی زبان مین شمشیر کے ہین پس قلیچ خان ایسا ہی نام ہے جیسے کہ شمشیر خان۔

(۳۴۳) صادق خان۔ یہ محمد باقر ہروی کا بیٹا ہے جو قراخان حاکم خراسان کا وزیر تھا جس نے پادشاہ طہماسپ سے بغاوت کی تھی۔ صادق خان اول ہندوستان مین آیا۔ اور بیرام خان کا نوکر ہوا۔ رکاب داری کی خدمت پائی۔ تھوڑی مدت مین منصب پادشاہی پایا۔ بیرام خان کے بعد وہ امیر ہو گیا۔ بادشاہ کا ہاتھی لعل خان اسکی غفلت سے غرق ہو گیا تھا اس لیے عتاب شاہی مین آیا۔ مگر جب چند ہاتھی جرمانہ کے طور پر بادشاہ کی نذر کیے تو قصور معاف ہوا اور ولایت گڈھ و ولایت شرق بنگال و ملتان و تیراہ و دکن کی مہمات مین اُس نے خدمات نمایان کین۔ دکن مین سنہ ۳۸ مین وہ شاہزادہ مراد کا اتالیق مقرر ہوا۔ سنہ ۴۱ مین اس نے منصب پنجہزاری پایا۔ ملک دکن مین سپہ سالار مقرر ہوا۔ سنہ ۴۲ ۱۰۰۵ھ مین شاہ پور اسہال کے مرض سے ملک بقا کا مسافر بنا۔ آگرے سے آٹھ کروہ پر دھولپور مین اسنے وطن بنایا تھا۔ یہان اسنے عالی شان سرا عمارت و مقبرہ بنایا اور اسکے گرد دہات آباد کیے۔ بڑا بیٹا اسکا زاہد خان ہے جسکا ذکر جدا بیان ہوگا اور بیٹے اسکے دوست محمد و یار محمد تھے۔ انمین سے کوئی شاہجہان کے عہد مین زندہ نہ تھا۔

(۳۴۴) رائے رائے سنگھ پسر رائے کلیان مل۔ کلیان مل بیکانیر کا زمیندار قوم کا راٹھور راجپوت تھا وہ مالدیو کی چوتھی پڑھی مین تھا۔ بیرام خان کا دوست تھا۔ سنہ ۱۵ مین اکبر کی خدمت مین وہ مع اپنے بیٹے رائے سنگھ کے اجمیر مین آیا اور اپنی بھتیجی کو بادشاہ سے بیاہا۔ وہ اپنی چالیس برس کی عمر مین منصب دو ہزاری رکھتا تھا۔ سنہ ۱۷ مین رائے سنگھ نے

جو دھپو وطن مالدیو مین توقف کر کے گجرات کی راہ روکی کہ باغی ممالک محروسہ مین داخل ہون - ابراہیم حسین کی و محمد حسین مرزا کی و چندر سین پسر راجہ مالدیو کی لڑائیون مین اور سوانہ کی فتح مین جالور و سروہی و ناڈوت و رکابل بلوچون کی و ٹھٹہ و رانا کی مہمات مین اچھی اچھی خدمتین کین بعض اوقات بادشاہی عتاب مین آیا - مگر اسکے قصور معاف ہو گئے - اکبر کے عہد مین تو اسکو منصب چار ہزاری ملا - مگر جہانگیر کے عہد مین وہ پنجہزاری ہوا - جب جہانگیر خسرو کے تعاقب مین پنجاب جا رہا تھا تو وہ محل کے ہمراہ مامور ہوا تھا - مگر اثنائے راہ مین وہ بے حکم اپنے وطن کو بیکانیر چلا گیا - شریف خان نے اسکا یہ قصور معاف کرا دیا - سنہ ۱۰۲۱ھ مین وہ عدم آباد کو سدھارا - اسکے بیٹون کا حال جہانگیر کی سلطنت مین بیان ہوگا -

منصب دار سہ ہزار و پانصدی

(۵۴) شاہ قلی محرم بہارلو - یہ بیرام خان کا عمدہ نوکر تھا ہیمو کو ہاتھی پر سے پکڑ کر اور ہاتھ پانو باندھ بادشاہ کے روبرو لایا تھا - قبول خان پر عاشق ہوا - اسکا بیان اقبالنامہ مین لکھا گیا - وہ بیرام خان کا آخر وقت تک دوست رہا - بیرام خان کے مرنے کے بعد بہت جلد وہ امیر ہو گیا - پنجاب کا حاکم مقرر ہوا - وہ بادشاہ کا ایسا منظور نظر تھا کہ اسکو بادشاہ اپنے محل مین لیگیا - شاہ قلی نے اپنے گھر جا کر اپنے تئین مجبوب کیا یعنی فوطے اپنے نکال کر پھینک دیے - جب بادشاہ کو اس پر علم ہوا تو اسکو محرم کا خطاب دیا - سنہ ۳۴ مین بادشاہ ایک ہتنی پر سوار ہوتا تھا کہ ایک بدمست ہاتھی اس پر آن چڑھا - جس سے بادشاہ گر کر بیہوش ہو گیا - خبر اُڑ گئی کہ بادشاہ مر گیا اس لیے بہت سے پرگنون مین لُوٹ مچ گئی میوات سے ریواڑی تک راجپوتون نے لوٹ لیا - شاہ قلی نے خوب انکی مالش کی سنہ ۴۱ مین منصب چہار ہزاری اُسے ملا - پھر منصب پنجہزاری و علم و نقارہ سنہ ۴۲ مین دارالخلافہ آگرہ مین عارضہ سہال مین انتقال کیا - بیماری کی حالت مین سپاہ کو دو سال کی تنخواہ پیشگی دی اور مستحقون کو بہت خیرات دی

نارنول میں اسنے اپنا وطن بنایا تھا وہان عالیشان عمارتین اور بڑے تالاب بنائے اسکے اولاد نہین تھی اِس لیے تمام مال اسکا خزانہ شاہی مین آیا۔

(۴۴) اسماعیل قلی خان برادر خورد خان جہان۔ وہ جالندھر کی لڑائی مین گرفتار ہوا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ بادشاہ کی خدمت مین سرافراز ہوا و مہم بلوچستان مین کامیاب ہوا۔ زابلستان کی حکومت مین افعال ناسزا کا مرتکب ہوا۔ بھکر سے مکہ روانہ ہونیکا حکم ہوا۔ مگر تضرع و زاری کے سبب سے وہ یوسف زئی کی مالش کے لیے متعین ہوا۔ یہان بھی اُسنے کچھ کام نہین کیا پھر وہ ۳۶ھ مین مالوہ مین جاگیردار مقرر ہوا۔ پھر کالپی بنی جاگیر مین گیا اور ۴۲ھ مین اسکو منصب پنجہزاری ملا وہ عیش دوست بڑا تھا۔ کھانے پینے لباس و فرش و ظروف مین بہت تکلف کرتا تھا۔ بارہ سو عورتین اسکے پاس تھین۔ جب دربار مین جاتا تو انکے ازاربندون کو قفل لگا جاتا۔ آخران عورتون نے عاجز ہوکر اسکو زہر دیکر مار ڈالا۔ اسکے تین بیٹے (۱) ابراہیم قلی (۲) سلیم قلی۔ (۳) خلیل قلی تھے۔ اول کو منصب سہ صدی اور باقی دو مین سے ہر ایک کو منصب دو صدی ملا تھا۔

منصب داران سہ ہزاری

(۴۷) مرزا جانی بیگ ارغون حاکم ٹھٹہ۔ ارغون کا حال تاریخ سندھ مین بیان ہوگا۔ ۱۰۰۰ھ خانخانان نے مرزا جانی بیگ کو شکستین دے کر مطیع کیا۔ ۱۰۰۱ھ وہ بادشاہ پاس آیا۔ منصب سہ ہزاری پایا۔ ملتان کی صوبہ داری کے ساتھ مخصوص ہوا۔ مگر پھر اسکو سندھ ملگیا۔ ۴۲ھ مین منصب سہ ہزار پانصدی پایا۔ مرزا فراست و دانائی سے آراستہ تھا اسکے گفتار و کردار سے راستی و درستی اور شناسائی و آہستگی اسکی نشست و برخاست سے نمایان تھی چھوٹی عمر سے شراب پینے کا شوق تھا مگر اس حالت مین کوئی ناہنجار حرکت نہین کرتا۔ کارکرد و گفتگو مین اپنا پاسبان رہتا۔ مگر شراب کے بڑھنے سے بیمار رہا۔ رعشہ و سرسام مین

گرفتار ہوا۔ ۱۰۰۸ھ میں برہان پور میں قلعۂ اسیر کی فتح کے بعد فنا ہوا۔

ایک دن بادشاہ کی مجلس میں کہتا تھا کہ آسیر جب قلعہ میرے پاس ہوتا تو سو سال تک اُسکو میں نہ دیتا۔ معاندون نے بادشاہ سے کہا۔ بادشاہ کے دل میں غبار اُسکی طرف سے آیا ہی تھا کہ موت آگئی۔ طبیعت اسکی موزون تھی۔ حلیمی تخلص کرتا تھا۔ مرزا جانی بیگ کا بیٹا مرزا غازی بیگ تھا۔ جب ا۔ ۱۱۰ تو اسکی عمر ۱۷ سال کی تھی۔ بادشاہ نے اسکو ملک سندھ کا حاکم مقرر کر دیا۔ مگر اسکے پاس سپاہ اتنی جمع ہو گئی تھی کہ اسنے بادشاہ سے بغاوت کی۔ مگر سعید خان بھکر جاکر اسکو دربار میں لایا۔ بادشاہ نے اسکو ملک سندھ دیدیا۔

جہانگیر جب تخت پر بیٹھا ہے تو اسکو سوا سندھ کے ملتان بھی اور ہفت ہزاری منصب ملگیا اور قندھار کی کمک کو بھیجا گیا۔ جسکو حسین خان شاملو حاکم ہرات نے گھیر رکھا تھا اسکو فرزند کا خطاب ملا۔ عباس اسکو اپنی طرف بر چاہتا تھا اور کئی دفعہ اسکو خلعت بھیجے تھے۔ وہ ۱۰۲۱ھ میں دفعتہ مرگیا۔ اسکے مرنے کی تاریخ لفظ غازی ہے۔ اسکے کچھ اولاد نہ تھی۔ باپ کی طرح وہ بھی شاعر تھا۔ اپنا تخلص وقاری کرتا تھا۔ سب طرح کے ساز بجاتا تھا شاعرون کو بہت انعام دیتا تھا وہ صرف شراب نہین پیتا تھا بلکہ ہر روز ایک باکرہ عورت سے مباشرت کرتا تھا۔ سب جگہ سے یہ باکرہ اسکے لیے جمع کی جاتی تھین۔ ٹھٹہ مین کوئی رنڈی باقی نہ تھی جو اس سے اپنا رشتہ نہ بتائی ہو۔

(۴۸) اسکندر خان ازبک۔ اوزبک کے سلاطین زادون مین سے تھا اکبر شہنشاہ کی خدمات بجالایا۔ خانی کا خطاب پایا۔ آگرہ کی حکومت ملی۔ ہیمون کے ساتھ مرکر سرہند کو بادشاہ پاس بھاگا۔ پھر وہ پنجاب مین مظفر خان کی کمک کو گیا۔ پھر اودھ کا تیولدار مقرر ہو خان زمان کی بغاوت مین شریک ہوا۔ پھر توبہ کرکے بادشاہ کے پاس بازگشت کی اور سرکار لکھنؤ کا تیولدار مقرر ہوا جب لکھنؤ مین آیا تو بیمار پڑا اور ۹۸۰ھ مین دنیا سے گیا۔

(۴۹) آصف خان خواجہ عبدالمجید ہروی۔ شیخ ابوبکر تابادی کے فرزندون مین سے ہے جو

اپنے زمانے کے صاحب کمالون مین سے تھا۔ سنہ ۷۹۲ مین امیر تیمور ہرات کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا تو ملک غیاث الدین یہان فرمانروا تھا۔ تابماہ مین جب وہ آیا تو اُسنے شیخ پاس اپنا آدمی بھیجا کہ آپ کس واسطے تیمور سے ملاقات نہین کرتے تو اُسنے کہا کہ مجھے امیر سے کیا کام ہے تو امیر خود شیخ پاس گیا اور اس سے کہا کہ آپنے ملک غیاث الدین کو نصیحت کیون نہین کی تو اُنھون سنے جواب دیا کہ مین نے نصیحت کی تھی مگر اُس سنے نہین سُنی۔ خداتعالی نے تمکو اس پر مقرر کردیا۔ اب مین تمکو نصیحت کرتا ہون کہ عدل کرو اگر عدل نہ کروگے تو خدا تم پر کسی دوسرے کو مقرر کرے گا۔ امیر کہتا تھا کہ مجھے ہر قسم کے درویشون کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا ہے سب کے دل مین خودغرضی کو دیکھا مگر شیخ کو اُس سے خالی پایا۔

خواجہ عبدالمجید کے بھائی وزیر خان کا ذکر اوپر ہوچکا ہے وہ ہمایون کی سرکار کا دیوان تھا۔ اکبر کے عہد مین وہ دیوان سے سردار ہوا اور جامع سیف و قلم ہوا۔ اسکو آصف خان کا خطاب ملا۔ وہین کی حکومت ملی اور بتدریج صاحب علم و طبل ہوا منصب سہ ہزاری ملا۔ چنار اور بھٹہ اور باندھو و گڈھ کتنگہ کی مہمات مین جو کام خواجہ نے کیے وہ اقبالنامہ مین مرقوم ہین۔ سنہ مین وہ باغی ہوکر خان زمان کے ساتھ مین گیا پھر اسکے جرائم معاف ہوے سنہ مین وہ رانا اودے سنگھ کی ساتھ لڑائیون مین شائستہ خدمت بجالایا اور جب قلعہ چتوڑ فتح ہوا تو آصف خان کو وہ عنایت ہوا۔ اسکے مرنے کی تاریخ نہ ماثرالامرا مین نہ طبقات مین لکھی ہے۔

(۵۰) مجنون خان قاقشال۔ عہد ہمایون مین وہ نارنول کا تھولدار تھا۔ جہان سے شیر شاہ کے غلام حاجی خان نے اسے نکالدیا۔ عہد اکبری مین وہ کڑہ مانک پور کا جاگیردار ہوا خان زمان اور اُسکے بھائی کی بغاوتون مین اسنے کارہاے نمایان کیے۔ کالنجر کو تسخیر کیا گورکھپور کو خلاص کیا۔ گجرات مین کچھ بے عنوانی کی۔ پھر بہار و بنگال کی مہمات مین شائستہ خدمات بجالایا۔ گھوڑا گھاٹ کو فتح کرکے عدم کو سدھارا۔ سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ طبقات اکبری مین لکھا ہے کہ وہ پنج ہزاری منصب رکھتا تھا اور پانچ ہزار سوار اس کے

نوکر تھے - اسکا بیٹا جباری خان چند سال مراسم نوکری اور کارگذاری مین سرگرم رہا - جب داغ کا آئین جاری ہوا تو گروہ قاقشال اس سے متوحش ہوے کر بغاوت کے آثار ظاہر کرنے لگے وہ بھی اس کام مین شریک ہوا - مگر پھر اسکو خانجہان کا خطاب ملا - پھر اسکو مدت تک زندان مین رہنا پڑا - پھر ۳۹ھ مین رہا ہوا -

(۵۱) شجاعت خان عرف مقیم خان عرب - یہ تردی بیگ کا بھانجا اور خویش ہے - ہمایون بادشاہ نے اسکو مقیم خان کا خطاب دیا تھا وہ ہمایون کی خدمت چھوڑ کر مرزا عسکری سے جا ملا تھا - پھر اسنے بادشاہ سے قصور معاف کرایا - منعم خان کے ساتھ شہنشاہ اکبر کی خدمت مین آیا - ۹ھ مین مالوہ کی یورش مین شایستہ خدمات بجا لایا - شجاعت خان کا خطاب پایا - ۱۵ھ مین بادشاہ اسکے گھر مین مہمان ہوا - ایلغار نہ روزہ مین وہ بادشاہ کے ساتھ تھا - ایک دفعہ بزم شاہی مین اسنے کچھ کلمات نامناسب منعم خان خانان کی نسبت کہے تھے - اسکو سرزنش زبانی ہوئی اور خان خانان پاس بھیجا گیا جس نے اسکا قصور معاف کیا - ۲۲ھ مین منصب سہ ہزاری اُسکو ملا - ممالک شرقیہ مین وہ سپہ سالار اور حاکم مالوہ رہا ۹۸۸ھ مین اسکے نوکرون نے شہید کیا - اکبر نے اُسکے قاتلون کو سخت سزا دی - ایکدفعہ جنگل مین بادشاہ نے اُسکی جان بھی بچا دی تھی -

اسکا ایک بیٹا قویم خان باپ کے ساتھ مارا گیا وہ نوجوان تھا علم موسیقی سے خوب ماہر تھا - دوسرا بیٹا مقیم خان تھا اسے منصب ہفت صدی ملا تھا -

(۵۲) شاہ بُداغ خان وہ ایماق کال کی اولاد مین تھا (فراترک کی قوم کے دو فرقے ایماق کہلاتے تھے وہ ہندوستان مین شہلوری مین مشہور تھے مغلون کے مؤرخ ایماق لکھتے ہین اور اس سے شہسلوار مراد لیتے ہین اس ترکی لفظ کے معنی ہندوستان مین کچھ سے کچھ ہوگئے (بداغ کے معنی ترکی زبان مین شاخ کے ہین - کال کے معنی کسی فرقہ کے بانی کے ہین) ہمایون کے عہد مین اپنی خدمات پسندیدہ کے سبب سے امیر ہوگیا اور عہد اکبری مین بہجا بادشمنون سے لڑتا تھا - اس کی . . . . . .

عوض مین پے در پے اُسکے منصب اضافہ ہوتے گئے اور وہ امیر ہو گیا اور منصب ہزاری اسکو مل گیا۔ سنہ ۹ مین جب بہادر خان سے لشکر شاہی نے شکست پائی تو بداغ خان نہین بھاگا۔ گھوڑے پر سے گرکر گرفتار ہوا۔ پھر وہ اس قید سے رہا ہوا۔ مالوہ مین اسکو حسن خدمات کے سبب سارنگپور تیول مین ملا۔ اسنے مانڈو مین انتقال کیا۔ قلعۂ مانڈو مین اسنے عمارت مطبوع اور مستحکم بنائی اور نیل کنٹھ اسکا نام رکھا اور اس پر یہ بیت کندہ کرائی ؎

توان کردن تمامی عمر را مصروف آب وگل — کہ شاید یکدمے صاحبدلے اینجا کند منزل

اسکے نیچے میر معصوم بھکری نے جسکا تخلص نامی تھا یہ رباعی کندہ کی۔

رباعی

چندے دیدم شکستہ در صبح گاہ — بر کنگرہ مقبرۂ شروان شاہ
فریاد کنان نیرروے عبرت گفت — کو آن ہمہ حشمت و کجا آن ہمہ جاہ

عہد جہانگیری مین ان عمارات کو رونق تازہ حاصل ہوئی۔

(۵۳) حسین خان ٹکریہ۔ مہدی قاسم خان کا بھانجا اور داماد ہے وہ بیرم خان کا ملازم تھا۔ ماہ صفر سنہ ۹۶۵ مین لاہور کی حراست اُسے سپرد ہوئی کوئی ہندو لمبی ڈاڑھی کا آیا اسکو مسلمان سمجھ کر اُسنے تعظیم دی جب اُسکو معلوم ہوا کہ وہ ہندو ہے تو اُسنے حکم دیا کہ کوئی ہندو اس پاس جبتک نہ آئے کہ کندھے پر عبار نہ لگائے۔ عبار ایک رنگ کپڑا ہوتی امتیاز کے واسطے کندھے پر لگایا کرتے تھے۔ اسکا ہندی ترجمہ ٹکڑی ہے اسلیے اسکے نام کے ساتھ ٹکریہ لگایا جاتا ہے۔ بیرام خان کے ساتھ وہ ورشاہ قلیخان اُسوقت تک ساتھ رہے ہے کہ کوئی عزیز دوستان مین اسکی ہمراہ نہ رہا تھا جب مہدی قاسم خان گڈھ سے دل برداشتہ ہو کر راہ دکن سے حجاز کو روانہ ہو تو وہ کچھ دور اسکے ساتھ گیا جب قصبہ ستواس پر آیا تو یہان مرزاؤن کا غوغا جمع ہو رہا تھا ناچار وہ قصبۂ مذکور مین مقرب خان کے ساتھ کہ یہان کا تیولدار تھا متحصن ہوا۔ جب مقیم خان بھاگ گیا تو حسین خان باہر نکلکر ابراہیم حسین مرزا سے ملا۔ ہرچند اسنے اسکو رفاقت کے لیے کہا مگر اس نے

قبول نہین کیا۔ سنہ ۲ھ مین جو وہ پادشاہ پاس آیا قدر دانی کا بازار گرم تھا تہور و جلادت و خدمت
گزینی اور کارطلبی کی پادشاہ کے دلنشین تھی باوجودیکہ وہ سپاہ گیشر کے کسی انتظام کو اچھی طرح
نہین جانتا تھا اِس امید پر کہ وہ اِس سے شناسا ہو جائیگا اسکو منصب سہ ہزاری عنایت ہوا
اپنے تیول محال مین دست تعدی دراز کیا اور اندازہ سے پانوٗن باہر نکالا۔ سنہ ۱۹ھ پادشاہ شرقی
ولایت مین گیا تو وہ پادشاہ کی خدمت مین نہ آیا۔ پادشاہ نے لوگون سے اسکا سبب پوچھا
تو لوگون نے عرض کیا کہ اسکے خشک مزاج پر سودا غالب ہوا ہے اور زیردستون پر تاخت
اور رعایا کو تاراج کرتا ہے۔ پادشاہ نے اسکی جاگیر ضبط کر لی۔ جب پٹنہ فتح کر کے پادشاہ
معاودت کر کے آگرہ مین آیا تو اثناء راہ مین پادشاہ پاس آیا۔ پادشاہ نے اُسکو مجرے کی اجازت
نہ دی اسنے دنیا کو چھوڑ کر قلندری اختیار کی۔ پادشاہ نے پھر تازہ مہربانی کی کہ اپنی ترکش مین سے
ایک تیر دے کر حکم دیا کہ اپنی جاگیر مین جو خالصہ مین داخل ہو گئی تھی جائے اور سرانجام سپاہ کا
سامان کرے۔ جب اس تقریب سے پادشاہ سے رخصت ہوا تو پھر اپنا وہی شیوہ ناستودہ
اختیار کیا اور اس نواح کی غارت و تاراج مین دست جرأت دراز کیا۔ بسنت پور سرکار کمایون
کو غارت کرتا ہوا پہنچا۔ یہان سنا تھا کہ بہت سے دولت اور جواہر اور سونے کی کانین ہین۔
یہان جنگ بے آئین کر کے شکست پائی۔ ہندوٗن کی گولی سے زخمی ہوا۔ وہان سے پھر اسکی
شورش کے دفع کرنے کے واسطے صادق خان پادشاہ کی طرف سے روانہ ہو چکا تھا اس
سبب سے آدمی جو اُس پاس جمع ہوے تھے وہ پراگندہ ہوے ہوا خواہون نے مصلحت بتلائی
کہ منعم خانخانان پاس جاکر اسکے وسیلہ سے اپنے جرائم معاف کراؤ مگر اسکو راہ مین قصبہ برہ کے
نزدیک پکڑ لیا۔ حسب الحکم آگرہ مین آیا اپنے گھر مین اُترا آتے ہی زخم جانکاہ سے مرگیا۔ اس کا
بیٹا یوسف خان عہد جہانگیری مین امرا کے جرگہ مین داخل ہوا۔

حسین خان عبدالقادر بدایونی کا مربی و محسن تھا۔ اسنے اپنی تاریخ مین اس طرح
ستائش کی ہے کہ وہ سنی مذہب پاک اعتقاد تھا۔ ہمت مین بے عدیل و شجاعت مین یگانہ

اور خورد و بزرگ کی تواضع مین یکسان تھا جب وہ لاہور مین تھا تو حضرت ختم النبئین کی متابعت کے سبب سے رونق تھی اسنے ہزارون مساجد و مقبرون کی از سر نو مرمت کرائی۔ ایکدن ایک ہندو مسلمان کی صورت بنا کے آیا امیر اسلام کا گمان کر کے قیام کیا بحقیق حال کے بعد انفعال ہوا جس پر وہ حکم جاری کیا جسکا او پر مذکور ہوا۔ پھر اسنے حکم دیا کہ ہندو زین سے اور نہو ن بالان پر بیٹھین کبھی چار پائی پر نہ سوتا نشست و برخاست مین سادات کا پاس کرتا جماعت و تہجد کی نماز کبھی اسکی باختیار فوت نہین ہوئی۔ باوجود لاکھون اور کروڑون کی جاگیر کے اسکے طویلہ مین ایک گھوڑا تھا کبھی وہ بھی دیدیتا تو سفر و حضر مین جب تک غلام و ملازم کوئی اپنا گھوڑا اُسے نہ دیتا وہ پیادہ پا پھرتا۔ یہ مصرع اُسکے حال پر صادق آتا تھا مصرع خان مفلس غلام باسامان ٭ خزانہ جمع کرنے کی اُسنے قسم کھائی تھی۔ روز جنگ مین وہ فاتحہ جو پڑھتا اُسکی عبارت یہ تھی۔ یا شہادت یا فتح۔ لوگ کہتے کہ فتح مقدم کیجیے۔ یا فتح۔ یا شہادت کیجیے۔ تو وہ کہتا کہ مجھے اپنے مردہ عزیزون کے دیکھنے کا شوق بہت زیادہ ہے بہ نسبت محاذیم باقی ماندہ کے۔ بارہا اسنے پندرہ ہزار روپیہ سے چالیس ہزار روپیہ تک کی چِٹھی سیاہ کو لکھدی۔ اسنے یہ نذر کی تھی کہ جو غلام اسکے ملک مین آوے وہ اول ہی دن سے آزاد ہو۔ جب مرا ہے تو ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا قرض دار تھا وہ قرض خواہون کے ساتھ نیک معاملہ ایسا تھا کہ اُنھون نے خوشی سے وصولی دستاویزون کو چاک کر کے قرض معاف کیا اور وارثون سے کچھ دعوی نہین کیا اور سلام درود اسپر بھیجا۔ عبدالقادر لکھتا ہے کہ خلاصہ عمر کہ عنفوان جوانی ہے بخلاف ارذال العمر کے کہ ہنگام رذالت پیری اور سرگردانی ہی ہے مین نے اسکی خدمت مین گذرانی ہے اور اسی کی تقریب التفات سے مستحسن نشو و نما پاتا ہون شہرہ زمان وانگشت نمائے جہان ہوا ہون اسکے احسان و نعمتون کا شکر نہین ادا کر سکتا

(سہ ۵) مراد خان پسر امیر خان مغل بیگ سنہ ۹ مین اسنے گدھ کٹنکہ کی مہم مین آصف خان کے ماتحت عمدہ خدمات کین سنہ ۱۲ مین مالوہ اسکو جاگیر ملی اور مرزاؤن سے وہ شہاب الدین احمد خان کے

ماتحت خوب لڑائیان لڑا - مالوہ مین اجین اسکو جاگیر ملی - سنہ ۹۷۳ھ مین مرزاؤن نے خاندیس پر حملہ کیا - قلیج خان کی مدد سے اُسنے مرزاؤن کو نربدا پار اُتار دیا - سنہ ۹۸۰ھ مین پٹن کی لڑائی مین مراد خان کی لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا - کوئی کام مردانگی کا اسنے نہین کیا - سنہ ۹۸۲ھ مین وہ منعم خان کے ساتھ بنگال کی مہم مین گیا - بنگال کے جنوب مشرق مین اُسنے فتح آباد سرکار بوگلا کو فتح کیا اور اُڑیسہ مین جلیسر (جبلی سور) مین حاکم مقرر ہوا - سنہ ۹۸۳ھ مین منعم خان خانخانان کی وفات کے بعد ٹانڈہ مین آیا اسنے بنگال کی آخر مہمات مین کوئی کار نمایان نہین کیا - اسکا پردہ فاش ہونے کو تھا کہ سنہ ۹۸۸ھ مین وہ اجل طبعی سے مر گیا - اسکے مرنے کے بعد فتح آباد کے زمینداروں نے اُسکے بیٹون کو دعوت مین بُلا کر دغا سے مار ڈالا -

(۵۵) حاجی محمد خان سیستانی - یہ بیرام خان کا عمدہ نوکر تھا وہ ہمیشہ اسکے ساتھ مصاحبت و مشاورت رکھتا تھا - سنہ ۹۶۱ھ مین جب ہمایون قندھار گیا ہے حاجی محمد خان کو بیرام خان سے اپنے ساتھ لیگیا - آدمیون کو اسکی طرف سے یہ گمان تھا کہ وہ فتنہ برپا کریگا - ہندستان مین آن کر بیرام خان کی سفارش سے اسکو خانی کا خطاب ملا اور مراتب اعلی پر ترقی ہوئی - اول ہی سال جلوس اکبری مین وہ لاہور کا صوبہ دار مقرر ہوا اسنے ملا عبداللہ مخدوم الملک کو اس سبب سے شکنجہ مین کھینچا کہ بادشاہ سے وہ بد اخلاص تھا اور افغانون سے وہ سازش رکھتا تھا - جب بیرام خان حج کو روانہ ہوا تو ایکدن بیرام خان نے اِس سے کہا مجھے کسی شخص کی مخالفت سے اسقدر کوفت نہین حاصل ہوئی کہ جسقدر تیری بیوفائی سے تونے سارے حقوق قدیم کو فراموش کر دیا -

حاجی محمد خان نے جواب دیا کہ تونے باوجود دعوی اخلاص اور رافزونی تربیت ہمایون اور مراحم و اشفاق اکبری کی بغاوت اختیار کی اور تلوار کھینچی - اگر مین نے تیری صحبت کو ترک کیا تو کیا بُرا کیا - تو بیرام خان شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا

حاجی ہمیشہ بادشاہ کی خدمت مین رہا - معارک ہیجا مین مردانہ کام کرتا رہا سنہ ہزاری

منصب پایا- مرزاؤن کی بغاوت نابونے گیا- سرکار مانڈو مین جاگیر پائی ۲۰ سنہ مین
منعم خان کا کمکی ہوکر بنگال گیا اور شہر گور مین وبا پھیلی اسی جوشش فنا مین ۹۸۳ سنہ مین فنا ہوا-

(۵۶) افضل خان خواجہ سلطان علی تربتی- ابتدا مین سرکار ہمایون مین مشرف خزانہ تھا-
سنہ ۹۵۶ مین اسکی ترقی مشرف بیوتات کے عہدہ پر ہوئی- سنہ ۹۵۷ مین جب مرزا کامران نے
کابل پر تسلط پایا تو اسکو قید کیا اور اُس سے جبر و تعدی کرکے نقد و جنس بہت لیا جب
ہمایون نے ہندوستان کو معاودت کی تو اُسکو میر بخشی بنا دیا- جب ہیمو نے دہلی پر حملہ
کیا ہے تو خواجہ تردی بیگ کے ساتھ تھا اور قول کا افسر تھا- لڑائی مین اپنی جگہ نہین
ٹھہر سکا اور اشرف خان زین محمد خان کے ساتھ بھاگ گیا- بیرام خان نے تردی بیگ
کو ہلاک کیا اور خواجہ اور میر منشی کو نفاق اور زرداری کے سبب سے نظر بند کیا یہ دونو
بھاگ کر حج کو چلے گئے- سنہ ۵ مین اکبر کا آستان بوس ہوا اور مرتبہ امارت اور منصب
سہ ہزاری پایا- آگے اسکا حال معلوم نہین-

(۵۷) شاہ بیگ خان ارغون مخاطب بہ خان دوران خان پسر ابراہیم بیگ حریک-
ابتدا مین وہ مرزا محمد حکیم کا نوکر تھا اور پشاور کا حاکم- جب مرزا مر گیا اور اُسکے رہ و نژاد کے
لینے کے لیے راجہ مان سنگھ گیا ہے تو وہ مرزا کے بیٹون کو لیکر بادشاہ کی خدمت مین
آیا- سواد اور بجور مین یوسف زئی کی مالش مین اپنی مردانگی کے سبب سے نام پیدا کیا-
خوشاب اسکو اقطاع مین ملا- ٹھٹہ کی فتح مین خان خانان کے ساتھ کارہائے نمایان
دکھائے- دو ہزار پانصدی منصب پایا اور سنہ ۳۹ مین قندھار مین حاکم مقرر ہوا- اور
اوس کاکر کو جو اس سرزمین مین مدتون سے رہ زنی اور رعیت آزاری کر رہے تھے-
خوب تاخت و تاراج کیا- سنہ ۴۲ مین منصب سہ ہزاری و پانصدی پایا اول سنہ
جہانگیری مین حسین خان شاملو حاکم ہرات نے اکبر کی وفات کے بعد قندھار کا محاصرہ
کیا- شاہ بیگ خوب دل قوی اور ہمت درست سے دن کو لڑتا اور رات کو دشمنون کی

آنکھون کے سامنے بزم نشاط آراستہ کرتا۔ ایکدن حسین خان کا ایلچی قلعہ مین آیا۔ گو غلہ تمام ہو چکا تھا۔ مگر جسقدر باقی تھا اُسکے تو دے راستہ اور بازار مین لگوا دیے کہ دشمن کو عبرت ہو۔ کچھ دنون کے بعد شاہ عباس شاہ ایران کا عتاب حسین خان پر ہوا کہ کیون ہمارے حکم بغیر قندھار پر حملہ ہوا۔ اس لیے وہ بے نیل مقصود قندھار سے چلا گیا۔ سنہ ۱۰۱۶ مین حسب الحکم جہانگیر کی خدمت مین قندھار سے کابل مین آیا۔ منصب پنجہزاری اور خانذران خان کا خطاب پایا۔ کابل کا صاحب صوبہ اور افغانستان کا منتظم مقرر ہوا۔ مدتون تک یہان نظم و نسق کرتا رہا۔ کبر سن سے ایسا کم قوت ہو گیا تھا کہ سوار نہین ہو سکتا تھا۔ اس لیے بادشاہ نے اُسے بلا کر ٹھٹہ کا صوبہ دار کیا۔ سنہ ۱۰۲۴ مین پیری و سال خوردگی سے استعفا دیا۔ بادشاہ نے پرگنہ خوشاب جو اُسکی قدیمی جاگیر تھی اُسکا حاصل چھتر ہزار روپیہ بطریق مدخرچ کے مرحمت کیا۔ کہتے ہین جب وہ ٹھٹہ جاتا تھا تو آصف خان سے رخصت ہونے آیا۔ اس نے ملا محمد ٹھٹھی کی بھائیون کی جو اُسکے مصاحب تھے سفارش کی۔ شاہ بیگ نے سنا تھا کہ ملا کے بھائی آصف خان کی حمایت کے سبب سے حکام کو خاطر مین نہین لاتے ہین تو اُسے جواب مین کہا کہ اگر بے حساب ہون گے تو بہتر ہوگا۔ ورنہ مین انکی کھال کھچواؤن گا۔ اُس سے آصف جاہ نہایت ناخوش ہوا اور اُسکے کامون کو ایسا برہم زدہ کیا کہ منصب و جاگیر چھوڑ کر گوشہ نشین ہوا، شاہ بیگ ایک ترک سادہ سپاہی تھا جب اکبر نے اُسکو علم و نقارہ دیا تو اُسنے کہا کہ یہ کس کام آئین گے منصب بڑھایا جاے۔ جاگیر دی جاے تو مین بادشاہی کام کے واسطے عمدہ سوار بہم پہنچاؤن۔ جہانگیر سے اسنے ایکدفعہ بر سر دیوان کہا کہ حضرت آپکے باپ کے دنگل مین اتنے جوان کھڑے ہوتے تھے کہ شاہ بیگ انکے آگے پشم کی برابر تھا اور اب جو جوان کھڑے ہین وہ شاہ بیگ کی پشم کی برابر نہین۔

سنہ ۱۰۲۸ مین اسنے ایک ہزار سپاہ مغلون کی ایسی آراستہ دکھائی کہ جہانگیر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ دائم الخمر تھا۔ بنگ و افیون کو کنار و شراب کو ملا کر پیتا تھا اُسکا نام چار مغزا

رکھا تھا - اِس لیے چار مغز اخور اسکا نام مشہور ہو گیا تھا اسکے بیٹون مین اول شاہ محمد خان تھا جسکا خطاب غزنین خان تھا صاحب کمال تھا - ہزاری کا منصب پایا تھا کہ مر گیا - دوم یعقوب بیگ اما دومزا جعفر آصف خان کا تھا - ارزل برشت تھا - ترقی نہوئی - اسد بیگ منصب سہ صدی رکھتا تھا پچاس گھوڑون کا سردار تھا -

(۵۸) خان عالم چلمہ بیگ پسر ہمدم کوکہ - یہ مرزا کامران کا کوکلتاش تھا - ہمایون کا سفرچی تھا - ۹۱۰ھ مین مرزا کامران کی آنکھون مین میل کھینچی گئی اور وہ حج کو روانہ ہوا تو یہ وفادار اُسکے ساتھ گیا - کامران کی وفات کے بعد وہ اکبر کی خدمت مین آیا - تھوڑے دنون منصب سے ہزاری اور خطاب خان اعظم پایا - حاجی پور کی فتح اور بنگال و اڑیسہ کی مہم مین کارہاے نمایان کیے اور ۹۸۰ھ مین جنگ اودا افغان مین مارا گیا کہتے ہین کہ وہ اس جنگ سے پہلے کہتا تھا کہ اس لڑائی مین اپنی جان دونگا - دوستون سے توقع ہے کہ وہ میری جانفشانی بادشاہ سے عرض کردینگے - طبع موزون بھی - شعر کہتا تھا اور ہمدمی تخلص کرتا تھا - باپ کے نام کے سبب سے یہ تخلص اسنے اختیار کیا تھا -

(۵۹) محمد قاسم خان میر بحر - چمن آرائے خراسان - خاندان تموریہ کے قدیمی امراءمین دوست مرزا تھا - اسکا یہ بھانجا تھا - ۹۵۴ھ مین جب مرزا کامران کا محاصرہ ہمایون نے کوہ عقابین سے کیا ہے تو قاسم حسین مع اپنے چھوٹے بھائی خواجہ محمد حسین کے قلعہ کے آہنین دروزہ مین سے نکلکر ہمایون کی خدمت مین چلا آیا پھر اکبر کے عہد مین اُسنے بتدریج منصب سے ہزاری پر ترقی کی - اور قلعہ آگرہ کو اُسنے اپنے اہتمام سے آٹھ سال مین سات کروڑ ٹنکے یعنی ۳۵ لاکھ روپیہ مین تعمیر کرایا اور ۹۷۳ھ مین آگرہ کا حاکم ہوا پھر ۹۹۵ھ مین کشمیر کی تسخیر مین کارہاے نمایان کیے - کشمیریون کی شرارت کے سبب سے اُسنے یہان کی حکومت سے استعفا دیا - ۹۹۷ھ مین وہ دار الملک کابل کا مرزبان مقرر ہوا اُسنے شاہرخ مرزا کے جعلی بیٹے کو اپنے پاس رکھا تھا جس نے اسکی خوابگاہ مین جاکر اُسے مارڈالا ...... اس قاتل کو قاسم خان کے بیٹے

نے ہلاک کیا۔ یہ واقعہ ۳۹ سنہ ۱۰۰۲ کا ہے۔

(۶۰) باقی خان کوکہ۔ اکبر کا کوکہ اور ادہم خان کا بڑا بھائی اور ماہم انگہ کا بیٹا ہے۔ پادشاہ نے خود اسکی شادی کرائی اور اُسمین خود گیا۔ سہ ہزاری منصب عنایت کیا۔ تاریخ شیخ عبدالقادر بدایونی سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۳۰ میں وہ ولایت گڈھ کٹنکہ مین جاگیردار تھا اور وہ یہین مر گیا۔

(۶۱) میر معز الملک موسوی مشہدی۔ وہ موسوی مشہدی سیدون مین تھا یعنی حضرت موسی رضا امام ہشتم کی اولاد مین۔ انہین سیدون کا ایک شعبہ جو ایک ورمان سے پیدا ہوا ہے رضوی کہلاتا ہے۔ وہ سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ سنہ ۱ مین پادشاہ جونپور روانہ ہوا ہے تو معز الملک کو بہادر اور اسکندر خان سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا ان سے لڑ نہ سکا اور بھاگا۔

بہادر کے فتح ہونے کے بعد اسکو پرگنہ آرہ جاگیر مین ملا تھا مگر یہان وہ اور اُس کا بھائی دونو باغی ہو گئے۔ اسد خان اسکو پکڑ کر کشتی مین بٹھا کے پادشاہ پاس لایا تھا کہ اٹاوہ کے قریب اسکی کشتی ڈوب گئی اور وہ مر گیا۔

(۶۲) میر علی اکبر۔ یہ چھوٹا بھائی میر معز الملک کا ہے اور عہد اکبری مین اسکو سہ ہزاری کا منصب ملا۔ وہ تقدیم خدمات مین اپنے بڑے بھائی کا شریک تھا اُسنے شہنشاہ اکبر کا مولودنامہ لکھا تھا جسکے صلہ مین ایک پرگنہ پادشاہ نے انعام دیا وہ اپنے بھائی کے ساتھ باغی ہو گیا تھا اِس لیے مقید ہوا۔

(۶۳) شریف خان پسر اتگہ خان۔ شمس الدین محمد خان اتگہ کا چھوٹا بھائی تھا سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ اول پنجاب مین پھر سنہ ۱۳ مین سرکار قنوج مین جاگیر رکھتا تھا۔ تسخیر کو تھلمیر مین بڑی دولتخواہی کی۔

سنہ ۲۵ مین شاہزادہ مراد کا اتالیق مقرر ہوا۔ اسی سال مین مالوہ کا حاکم مقرر ہوا۔ گجرات اور دکن مین شائستہ خدمت بجا لایا۔ سنہ ۳۵ مین مالوہ سے پادشاہ کی خدمت مین آیا

اور اپنے وطن مالوف غزنین مین جہان وہ پیدا ہوا تھا قلعہ دار مقرر رہا۔ شاہ بیگ اسکی جگہہ گیا پھر اس کا حال نہین معلوم۔

اُس کا بیٹا ناز بہادر گجرات مین جاگیر رکھتا تھا۔ پھر وہ مالوہ مین بدلا گیا۔ اسیر اور احمد نگر کی لڑائیون مین خدمات بجا لایا۔ سنہ ۱۰۴۶ھ مین تلنگانہ مین لڑائی مین پکڑا گیا۔ ابو الفضل نے اُسے چھڑا لیا۔

منصب داران دو ہزار و پانصدی

(۶۴) ابراہیم خان اوزبک یا شیبانی۔ امرائے ہمایونی مین سے تھا جس سال ہندوستان فتح ہوا ہے وہ شاہ ابو المعالی کے ساتھ لاہور مین متعین ہوا کہ اگر کوہستان سے نکل کر سکندر سور ملک پر دست انداز ہو تو وہ اس کا تدارک کرے اس کلام کو اس نے احسن وجوہ سے انجام دیا پھر جون پور مین وہ خان زمان کے ساتھ آیا۔ جب خان زمان نے اول دفعہ بغاوت کی ہے تو وہ اسکی معافی قصور کے لیئے ضامن ہوا دوسری دفعہ خان زمان کی بغاوت مین وہ خود شریک ہوا پھر اس کا خان خانان کی وساطت سے قصور معاف ہوا اور وہ خان خانان کے معینون مین مقرر رہا۔ اسکے مرنے کی تاریخ معلوم نہین۔ طبقات اکبری مین اس کا منصب چار ہزاری لکھا ہے اس کا بیٹا اسماعیل خان تھا کہ خان زمان نے اسکو سندیلہ جاگیر مین دیا تھا جب بادشاہ کی طرف سے سلطان حسین جلائر کو قصبہ مذکور ملا تو اُس سے وہ لڑا اور شکست پا کر بھاگ گیا۔

(۶۵) خواجہ جلال الدین محمود بجوق (بجوق کے معنی ترکی زبان مین بینی بریدہ کے ہین) جلال الدین مرزا عسکری کا نوکر تھا وہ قندھار اور گرم سیر مین تحصیل مال کے لیئے آیا تھا کہ ہمایون کا گذر ایران جانے کے لئے اس ضلع مین ہوا اُس نے اپنا تمام نقد و جنس اُسکو نذر کیا۔ ہمایون نے اُسکو میر سامان کا خطاب دیا جب ہمایون ایران سے پھر کر آیا ہی تو اُس نے شاہزادہ اکبر

کے ساتھ غزنین بھیجا کہ وہ اس ولایت مین حکمرانی کرے۔ خواجہ پادشاہ قلی تھا وہ کسی کے ساتھ
بے تقریب تواضع کے پیش نہین آتا تھا اور ہزل و مزاح سب سے کرتا تھا اس لیئے امرا مین
کوئی اس کا دوست نہ تھا۔ اکبر کے عہد مین اسکو منصب دو ہزار پانصدی مل گیا اور غزنین
کو رخصت ہوا۔ بیرام خان اور منعم خان کی عداوت کے سبب سے مقید ہوا آنکھون مین سلائی
پھری مگر کچھ بینائی باقی تھی کہ وہان سے بھاگ کر ہندوستان کو بھاگا مگر راہ مین منعم خان نے
پکڑوا کے اس کو اور اس کے چھوٹے بھائی مسعود کو مروا دیا۔ منعم خان نے ان بیگناہون کو مار کر
بدنامی کا داغ اپنے اوپر لگایا۔

(۶۶) حیدر محمد خان اختہ بیگی۔ ہمایون پادشاہ کے قدیم نوکرون مین تھا ایران اُسکے ساتھ گیا
تھا بلخ مین جب گھوڑا اس کا مارا گیا تو اُسنے اپنا گھوڑا دیدیا تھا جب مرزا کامران نے ہمایون کے
لشکر پر شبخون مارا ہی تو حیدر نے زخمی ہو کر بھی اپنی جگہہ کو نہ چھوڑا۔ قندھار اور ہندوستان
مین پادشاہ کے ساتھ رہا۔ بیانہ اس کو جاگیر مین ملا یہان غازی خان پدر سلطان ابراہیم فرمانروا
تھا اسنے اس کو دغا سے مار ڈالا پادشاہ اسپر خفا ہوا۔ ہیمو بقال کی لڑائی مین شکست پائی۔ پھر
کسی تقریب سے کابل گیا۔ گجرات کی مہم مین شریک ہوا اور دو ہزار پانصدی کا منصب پایا
جنت آباد گور مین وبا کے زمانہ مین ۹۸۳ھ مین وہ اور اس کا بھائی دونون مر گئے

(۶۷) اعتماد خان گجراتی۔ سلطان محمود والی گجرات کا ایک ہندی غلام تھا۔ سلطان کو اسپر ایسا
اعتماد تھا کہ اس نے اپنی حرم کا محرم بنایا اس نے احتیاط کافور کھا کر قطع رجولیت کیا اس سبب سے
کہ عقل معاش و متانت و وضع و صلاح ظاہری کی صفات رکھتا تھا وہ گجرات کے امراء کبار مین
تھا اور جب اکبر نے گجرات کو فتح کر لیا تو اس کا دولتخواہ بنا پادشاہ نے اس کو منصب دو ہزار پانصدی
دیا۔ طبقات اکبری مین لکھا ہے کہ چار ہزاری منصب دیا۔ ۹۹۵ھ مین اس دنیا سے رخصت ہوا۔

(۶۸) پاینده خان مغل۔ برادر زادہ حاجی محمد خان کوکی۔ حاجی محمد خان اور اس کے بھائی شاہ محمد کو
ہمایون نے قتل کیا تھا۔ حاجی جرأت مین مفرد تھا۔ ہمایون پادشاہ نے بار بار یہ کہا کہ پادشاہون

کے ایسے خدمتگار ہونے چاہئین سنہ اکبری مین وہ شہنشاہ کی خدمت مین منعم خان کے ساتھ آیا مالوہ کی فتح مین شریک ہوا سنہ ۱۹ مین بنگالے بھیجا گیا سنہ ۲۲ مین راناکی تنبیہ کے لئے روانہ ہوا۔ پھر مظفر گجراتی کی لڑائی لڑا سنہ ۲۳ مین گھوڑا گھاٹ جاگیر مین ملا۔ سنہ ۱۰۱۷ مین پیرانہ سالی کی وجہ سے اسکی پنشن ہوگئی تھی سنہ ۱۰۲۴ مین وہ مرگیا۔

(۶۹) جگنناتھ پسر راجہ بہاری مل۔ وہ شرف الدین حسین (۱۷) کے ہاتھ مین بطور اُول کے تھا۔ کچھ مدت کے بعد اسنے رہائی پائی اور بعد ازان اسپر پادشاہ کے الطاف ہوئے۔ وہ اکثر مان سنگہ کے ساتھ مہمات مین شریک رہا سنہ ۲۱ مین جب رانا پرتاب سنگہ نے پادشاہی سپاہ کا مقابلہ کیا ہے تو اس نے رام داس پسر جے مل کو کہ مخالفون مین نامور تھا اپنے ہاتھ کی ضرب سے مارا تھا سنہ ۲۳ مین پنجاب مین تیول پائی سنہ ۲۵ مین پنجاب مین مرزا حکیم کے حملہ روکنے کے لئے ہراول مقرر ہوا سنہ ۲۹ مین رانا سے وہ لڑا۔ پھر مرزا یوسف خان کے ساتھ کشمیر گیا سنہ ۳۴ مین پادشاہ کی خدمت مین آنکر سلطان مراد کے ساتھ کابل کیطرف گیا۔ سنہ ۳۶ مین شاہزادہ کے ساتھ مالوہ گیا پھر اُسی کے ساتھ دکن کی مہمات مین شریک رہا سنہ ۴۳ مین وہ شاہزادے کی اجازت بغیر پادشاہ کی خدمت مین چلا آیا اس لئے کچھ دن عتاب شاہی مین رہا جب پادشاہ نے دکن سے مراجعت کی ہے تو رتنبھور مین وہ پادشاہ سے ملا اپنی جاگیر پر بحال ہوا اور دکن بھیجا گیا۔

سال اول جلوس جہانگیری مین پادشاہزادہ سلطان پرویز کے ہمراہ مہم رانا مین متعین ہوا اور جب پادشاہ نے خسرو کے ہنگامہ کے سبب پرویز کو بلالیا تو وہی کل سپاہ کا سپہ سالار تھا اسی سال مین ضلع ناگور مین دلپت ہنگامہ پرداز ہوا تو وہ اسکے دفع کرنے کے لئے مامور ہوا سنہ جہانگیری مین اس کو پنجہزاری کا منصب اور تین ہزار سوار ملے اور اسکے بیٹے رام چند کو دو ہزاری منصب اور پندرہ سو سوار ملے اور صوبہ دکن کو بھیجا گیا۔

رام چندر کا بیٹا راجہ من روپ تھا۔ جب شاہزادہ شاہ جہان نے بغاوت کی ہے تو وہ اسکے

ساتھ رہا اسکی تخت نشینی پر منصب دو ہزاری اور دو ہزار سوار اور علم و اسپ با زین نقرہ و فیل اور پانچہزار روپیہ انعام ملا ۱۰۱۳ھ مین ؛ راجہ جگ سنگہ کے ساتھ تعلقہ نظام الملک کی تخریب کے لیے متعین ہوا اور اسی سال میں عدم کا رستہ لیا۔ گوپال سنگہ بیٹا چھوڑا۔

(۱۰) مخصوص خان سعید خان کا چھوٹا بھائی ہے ملتان مین اپنے بھائی کے ساتھ ۹۸۲ھ مین مہم گجرات مین شہباز خان کے ماتحت کام کرتا رہا شاہزادہ مراد کے ساتھ کابل گیا وہان اکبر جب گیا تو اسکی خدمت بھی کرتا رہا اس کے بھائی کا قصور پادشاہ نے معاف کیا شاہزادہ سلیم کی بھی خدمات کرتا رہا وہ جہانگیر کی ابتداے سلطنت مین زندہ تھا۔ تاریخ وفات معلوم نہین اس کا بیٹا مقصود باپ سے برگشتہ تھا اس لیے پادشاہ نے اسکو منصب، نہین دیا۔

(۱۱) شیخ ابو الفضل۔ شیخ نے جو اپنا حال آئین اکبری مین لکھا ہے پہلے اس سے خلاصہ کے طور پر لکھتے ہین پھر مآثر الامرا اور تاریخ عبد القادر بدایونی مین اور اور مورخون نے جو اسکی نسبت لکھا ہے اسے بیان کرینگے۔ وہ لکھتا ہے

تہیدستی کے سبب سے نسب سرا ہونا باپ دادا کی ہڈیون کی تجارت کرنی ہے اور اپنی نادانی کا ظاہر کرنا ہے اور شوریدہ مغزی سے اورون کے ہنر پر نازش کرنی اور اپنے عیبون کا نہ دیکھنا ہے۔ مین اس باب مین کچھ لکھنا نہین چاہتا تھا اس دنیا مین سلسلہ خاندان کا پابند مقصد پر نہین پہنچتا اور آبیاری انتساب صوری نزہتگاہ معنوی مین کام نہین کرتی۔

ابیات

چو ناطان نہ در بند پدر باش	پدر بگذار و فرزند ہنر باش
چو دود از روشنی نبود نشان مند	چہ حاصل زانکہ آتش راست فرزند

زمانہ کے محاورہ مین نسب کو تخمہ۔ نژاد۔ ذات اور اسی طرح کے الفاظ سے تعبیر

کرتے ہین اور اسکو عالی و سافل سے پابند کرتے ہین۔ ہشیار دانا جانتا ہے کہ عالی خاندان ہونے کے معنے یہ ہین کہ اُسکے ابائے معانی مین کوئی ظاہری ثروت مین یا شناسائی حقیقت مین غالب ہوگا۔ نام مین لقب مین حرفہ مین مسکن مین شہرت پائی ہوگی۔ وگرنہ عالم جو انسان کو آدم صفی کی اولاد سمجھتے ہین اور داستان گذارون کی گفت وگو کے سبب سے کوئی اور احتمال اُنکے دلمین نہاد نہین ہے تو خوب ظاہر ہے کہ اس معاملہ مین وہ دوری راہ کے سبب سے بہک جاتے ہین اور اس گوہر گرامی کا اعتبار نہین کرتے پس بیدار دل کب اس افسانہ سے خواب مین آتا ہے۔ اور اسپر بھروسہ کرکے حقیقت پژوہی سے ہاتھ کو اُٹھاتا ہے۔ پسر نوح کو ایزد شناسی پدر سے کیا فائدہ اور ابراہیم خلیل اللہ کو بت پرستی سے کیا زیان۔

بندۂ عشق شو ترک نسب کن جامی — کہ درین راہ فلان بن فلان چیزی نیست

لیکن سرنوشت آسمانی سے صورت پرست رسمیون سے کام پڑا اور اس طائفہ سے آمیزش ہوئی۔ جو نسب کو حسب پر ترجیح دیتا ہے اس لیئے کچھ نسب کا حال بیان کرکے ان لوگون کے آگے اپنا مائدہ بچھاتا ہون۔

آبائے کرام کی داستان دراز ہے اسمین کیون وقت اپنا ضائع کرون ان مین بعض لباس ولایت مین ایک گروہ علوم رسمی مین ایک طائفہ عمارت کے جامہ مین ایک جماعت معاملہ گذاری مین اور ایک طبقہ تجرد و تنہائی مین بسر کرتا تھا۔ مدت سے ان بزرگون کی وطن گاہ زمین مین تھی شیخ موسے پنجمین جد کو ابتدائے حال مین خلق سے وحشت ہوگئی گھر بار چھوڑ چھاڑ مسافرت اختیار کی علم و عمل کے ساتھ جہان کی سیر کی نوین صدی مین ریل مین کہ سیوستان (سندھ) مین ایک نزہتگاہ ہے عزلت قبول کی خدا کیش حقیقت پژوہون کی صحبت و دوستی مین رہا اگرچہ صحراسے مدینہ مین آیا مگر تجرد سے تعلق مین نہین دوڑا وہ اپنے نفس بوقلمون کے آراستہ کرنے مین مصروف رہا۔ اسکے بیٹے پوتے اُسی کی آئین پر چلتے رہے اور تحصیل علم مین مصروف رہے۔

دسوین صدی کے شروع مین شیخ خضر کے دل مین یہ آرزو آئی کہ بعض اولیاء ہند کی

زیارت کرے اور دیار حجاز مین جائے اور اپنی قوم کو جاکر دیکھے وہ اپنے چند خویشون اور دوستون کے ساتھ ہند مین آیا اور شہر ناگور مین پہنچا۔ یحییٰ بخاری اچی مخدوم جہانیان کا جانشین تھا اور ولایت معنوی سے بہرہ رکھتا تھا و شیخ عبد الرزاق قادری بغدادی کہ سید عبد القادر جیلی کی اولاد مین تھا اور شیخ یوسف سندی جس نے صورت و معنے کی سیر کی تھی اور بہت سے کمالات حقیقی جمع کیئے تھے اور خلق کی رہنمائی اور ارشاد مین بسر کرتا تھا اور خلقت اُسکی رہ آورد سے ذخیرے لیتی تھی ان کار آگاہ بزرگون کی گرم خوئی اور دلجوئی کے سبب سے شیخ خضر نے یہان توطن اختیار کیا۔

شیخ خضر کا بڑا بیٹا سنہ ٩١١ مین شیخ مبارک پیدا ہوا۔ چار سال کی عمر مین آگہی کے آثار نمایان تھے۔ نو سال کی عمر مین سرمایہ سترگ اس نے حاصل کیا چودہ سال کی عمر مین علوم متداولہ حاصل کر لیئے۔ ہر علم مین اس کو متن یاد تھے۔ شیخ عطن کی خدمت مین وہ زیادہ رہتا تھا اور اپنے باطن کی پیاس کو اُس سے بجھاتا تھا۔ شیخ ترک نژاد تھا ایک سو بیس برس کی عمر مین مرا سکندر لودی کی سلطنت مین یہان وطن بنایا اور شیخ سالار ناگوری کی خدمت مین علم کا پایہ والا پایا۔ شیخ نے توران اور ایران مین دانش کو حاصل کیا تھا القصہ شیخ خضر سندہ مین اس ارادہ سے گیا کہ وہان سے کچھ اپنے اقربا کو اس دیار مین لے آئے مگر اس سفر مین ہی سفر آخرت پیش آیا ناگور کی حدود مین بڑا قحط پڑا و بائے عام پھیلی اور مادر و والدہ کے سوائے سب مر گئے۔

شیخ مبارک (پدر ابو الفضل) کا ارادہ ہمیشہ جہان گردی کا اور ہر زمین کے بزرگون کے دیکھنے کا اور فیض ایزدی کی دریوزہ گری کا دل مین جوش کرتا تھا لیکن کدبانوئے خاندان اجازت نہ دیتی تھی اور خاطر سعادتمند مین سرکشی نہ تھی اس کشاکش باطنی مین وہ شیخ فیاضی بخاری سے ملا تو اور دل مین شورش بڑھی پھر خواجہ احرار سے چار مہینے تک سعادت حاصل کی اور دل کو طرح طرح کے حقائق سے پُر کیا۔

اسی اثنا مین مادر والدہ کا انتقال ہوا۔ وہی پدر بزرگوار کی تربیت کرتی تھی مالدیو کا

حادثہ برپا ہوا۔ پدر بزرگوار نے مجردانہ دریاے شور کی طرف کوچ کیا۔ قصد یہ تھا کہ اس راہ سے معمورۂ عالم کی سیر کیجیے اور طرح طرح کے آدمیون سے فیض حاصل کیجیے۔ احمد آباد گجرات مین بڑے بڑے عالمون سے ملاقات ہوئی اور ہر فن بزرگ مین اُن سے سند عالی حاصل کی ابن مالک ۔ شافعی ۔ ابو حنیفہ حنبل امامیہ مین اصولاً و فروعاً طرح طرح کا علم حاصل کیا اور سخت تگاپو کر کے اجتہاد کا درجہ حاصل کیا اگرچہ باپ دادا کا طریقہ ابو حنیفہ کی روش پر تھا لیکن شیخ مبارک تقلید سے کنارہ کر کے دلیل کی بندگی کرتا اور علم ظاہر سے حقائق معنوی پر عبور کرتا اور نزہتگاہ صورت سے ملک حقیقت کا رہنما ہوتا۔ تصوف و اشراق کے اسالیب کو پڑھا اور بہت سی کتابون خاصکر شیخ ابن عربی و شیخ ابن فارض و شیخ صدرالدین قونیوی کا مطالعہ کیا سب سے بڑی نعمت اسکو یہ ملی کہ خطیب ابوالفضل گازرونی کی خدمت سے مشرف ہوا اس نے قدردانی اور آدم شناسی کے سبب سے اس کو فرزند بنایا اسی شہر مین پدر بزرگوار شیخ عمر ٹھٹھوی کہ اکابر اولیاء زمانہ مین تھا اور شیخ یوسف سے کہ ہوشیاران سرمست و ربودگان آگاہ دل مین تھا ہمنشین ہوا اسی بزرگ نے شیخ کو سمجھایا کہ سفر دریا کا دروازہ بند ہے دارالخلافہ آگرہ کی طرف جانا چاہیئے وہان اگر کارکشائی نہو تو توران و ایران جانا چاہیئے حضرت کے اشارہ سے وہ ۶ محرم سنہ ۹۵۰ھ کو آگرہ مین آیا یہان شیخ علاء الدین مجذوب سے اتفاق صحبت ہوا اُسنے اپنی مستی سے ہوشیاری مین آنکر کہا کہ فرمان ایزدی ایسا ہے کہ اس شہر مین توقف کر۔ گردش کو ترک کر۔ اور بہت سی خوشخبریان سنائین اور خاطر جو سفر پر آمادہ تھی اُس کو آرام دیا۔ دریاے جمن کے کنارہ پر میر رفیع الدین صفوی کے جوار مین وہ فروکش ہوا اور اسی گھرانے مین اس نے اپنا نکاح کیا

جب سنہ ۹۵۴ھ مین میر کا انتقال ہوا تو والد بزرگوار نے اپنا گوشۂ عافیت اختیار کیا باطن کی شست و شو مین اور ظاہر کی پاکیزگی مین ہمت صرف کی گوناگون علوم کے درس مین مشغول ہوا کسی سے کچھ نہین مانگتا جو کوئی اہل ارادت برسم اخلاص کچھ لاتا تو بقدر ضرورت اس مین سے لے لیتا۔ اور آدمیون سے لینے مین عذر کر دیتا۔ تھوڑے دنون مین اسکی نشستگاہ دانشورونکی پناہ

اور بزرگ وکوچک کی بازگشت ہوگئی لوگون نے حسد سے انجمنین اور دوستی سے خلوتین آراستہ
کین اسکو نہ اول سے کچھ اندوہ ہوتا نہ دوسرے سے خوشی ۔ شیرخان وسلیم خان (شیر شاہ و
سلیم شاہ) اور بزرگون نے چاہا کہ وجوہ سلطانی سے کوئی تیول مناسب مقرر ہو مگر اس ہمت بلند
نے انکار کیا اور اس سے اپنی منزلت کو افزائش دی ۔

شیخ مبارک کی نہاد مین رہنمائی سرشت ہوئی تھی اپنی مجلس کے آنے والون کو اور آگہی ڈھونڈنے
والون کو وہ ہدایت کرتا اور بدخویون کی سرزنش کرتا ۔ ظاہر پرست خویشتن دوست اس سے
رنجیدہ ہوتے اور ناسزا اندیشے کرتے اپنی ہنگامہ آرائی اور معرکہ گیری اور دکانداری اسکے
دل کے پاس بھی نہین آئی تھین اس لیئے نہ وہ حق سرائی مین نہ بدکارون کی نکوہش مین
تخفیف کرتا اور پرخاش جویون کی چارہ سگالی پر توجہ کرتا یہی سبب تھا کہ خدا نے اُس کو سعادت
گزین فرزند عنایت کیئے اگرچہ وہ اپنی اوقات کو علمی گفتگو مین صرف کرتا افغانون کے زمانہ
مین حقیقی دانشمند بہان کمتر تھے ۔ مگر جب ہمایون پادشاہ ہندوستان مین آیا تو چند ایرانی و
تورانی دانشمندون نے آنکر یہان انجمن دانائی کو رونق دیدی جب شہنشاہ اکبر تخت پر بیٹھا تو اول ہی
سال جلوس مین بڑا قحط پڑا اور تفرقہ آدمیون مین ہوا اور آبادی کی ویرانی بنی کچھ گھر ہی باقی رہے
اور پھر وبائے عالم نے اور خلقت کا کام تمام کیا ۔ اکثر بلاد ہندوستان مین تنگدستی اور جانگزائی نے پانون
پھیلائے مگر شیخ مبارک نے اپنے گوشہ عزلت کو نہ چھوڑا ۔ جب ابوالفضل پانچوین سال مین تھا اس عمر
مین اُسکی وہ لیاقت تھی جس کا یقین کسی کو نہین آئیگا سختی روزگار نے خاندانون کو پراگندہ کیا
اور ہزارون کو مار ڈالا مگر شیخ مبارک کے گھر مین سب عورت مرد چھوٹے بڑے بہتر آدمی رہتے
تھے انکی فراخ حالی و نشاط درویشی کو دیکھکر لوگ متحیر ہوتے تھے اور شیخ پر کیمیاگر و سحر خوان ہونیکا
گمان کرتے تھے کبھی ایک سیر غلہ بہم پہونچتا وہ مٹی کی ہنڈیون مین جوش ہوتا اس کا آب تفسیدہ
ان سب آدمیون مین تقسیم ہوتا مگر اسپر بھی روزی کا غم اس گھر مین قدم نہ رکھتا اور سوائے خدا کی
عبادت کے کوئی اور خیال دلون مین نہ آتا ۔ سختی سے اور شادمانی ہوتی اب شیخ مبارک

پر یہ افترا باندھا کہ وہ فرقہ مہدویہ مین ہے اور اس باب مین بہت پریشان داستانین گھڑی گئین
ہند مین ایک گروہ ہے کہ میر سید محمد جونپوری کو مہدی موعود سمجھتے ہین اور اس مین مبالغہ کرتے
ہین سلیم شاہ کے عہد مین شیخ علائی ایک جوان جس کا ظاہر و باطن آراستہ تھا وہ اس ورطہ
مین پڑا۔ وہ شیخ مبارک سے ملنے آیا۔ فتنہ اندوز بہانہ جو نے ہرزہ سرائی شروع کی۔
زمانہ کے علماء کہ نادان دانش فروش اور زہر گیاہ نوش نما ہین شیخ علائی کے مارنے پر مستعد
ہوئے اور فتوی درست کئے۔ شیخ مبارک نے ان کے ساتھ موافقت نہین کی اور عقل و نقل کو
انکی معاضدت مین نہ پایا۔ ہندوستان کے بادشاہ کے روبرو یہ معرکہ پیش ہوا۔ بادشاہ نے زمانہ
کے علماء کو جمع کیا اور حکم شرعی کا استفسار کیا۔ شیخ مبارک کو بھی انہین بلایا۔ اس نے سب کے برخلاف
ارشاد کیا۔ اس دن سے لوگون نے شیخ کو مہدویہ ہونے سے متہم کیا۔ پھر اس سبب سے اس پر شیعہ ہونے
کی تہمت لگائی کہ ایک شخص سادات عراق سے آیا تھا وہ زمانہ یگانہ تھا۔ علم کو عمل کے ساتھ متقرون
رکھتا تھا اور گفتگو کو کردار کے ساتھ یکتائی دیتا تھا علماء نے ایک دن اکبر سے کہا کہ میر کا
پیش نماز ہونا روا نہین ہے جب اسکی گواہی مردود ہے تو اس کا اقتدا کیسے سزاوار ہوسکتا ہے
حنفی کتابون کی چند روائتین استشہاد کے لئے پیش کین کہ عراق کے اشراف کی شہادتین
نہین سننی چاہیئن مرزا پر بُری بنی مگر شیخ مبارک سے اسکی اخوت تھی اُس نے خوب ان
روایتون کو رد کیا اور ثابت کیا کہ اس عراق سے عجم مراد نہین ہے بلکہ عراق عرب مراد ہے۔
اس وجہ سے شیخ پر شیعہ ہونے کی تہمت تھوپی یہ نہین سمجھے کہ شناسائی اور چیز ہے اور
پذیرائی اور ہے۔

۹۰۸ھ مین شیخ مبارک گوشہ انزوا سے باہر آیا اور عجیب مصیبتون مین مبتلا ہوا جنہین سے
نیچے کچھ لکھی جاتی ہین۔ اگرچہ ہمیشہ حسد کے زنبور خانہ مین شورش تھی اور ہار سوراخ حقد جوش
مین تھا اور دوستی کا شب چراغ بیفروغ اور زمانہ کے نیکون کا دل بدی سے بستہ اور بیگانگی
کا دروازہ کشادہ تھا لیکن اسوقت مین کہ شیخ مبارک کے پایہ دانش کی بلندی نے بلندی

نے بلندی پائی اور بزرگان زمانہ اس کے شاگرد ہوئے اور اس کے پاس آدمیون کا ہنگامہ
گرم ہوا اور اس نے اپنی آئین کے موافق دوستون اور نیک خواہون کو بُری عادتون اور
خوبیون سے باز رکھا تو علمار زمانہ و مشائخ روزگار کہ وہ شیخ مبارک کو اپنے عیبون کا آئینہ جانتے
تھے اس کے آزار کے درپے ہوئے۔ ان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر پادشاہ تک اسکی رسائی
ہوگئی تو ہماری قلعی کھل جائیگی اور کچھ آبرو باقی نہین رہیگی غرض اُنھون نے آپسمین صلاح و
مشورہ کرکے ایک شخص کو جسکو شیخ مبارک نیک جانتا تھا سکھا پڑھا آدھی رات کو بھیجا وہ اس اندھیری
رات مین کانپتا لرزتا بسورتا روتا ہوا شیخ فیضی پاس آیا اور اُس نے اُس سے کہا کہ لوگون نے ہجوم
کرر کھاہے اور بہت سے مدعی پیدا کر رکھے ہین شیخ پر بہت سے بہتان باندھے ہین - یہ لوگ
صاحب اقتدار ہین - مین یہ حال دیکھکر آدھی رات کو آیا ہون ایسا نہو کہ دن ہوجائے اور پھر
علاج نہ ہوسکے بہتر یہی ہے کہ کچھ دنون کے لیئے شیخ کو بغیر اس کے کہ کسی کو خبر ہو ایک گوشہ
مین لے جائے اور جب تک کہ دوست جمع ہون اس کو کنارہ کرنا چاہیئے۔ فیضی بیتاب ہوکر
باپ پاس گیا اس نے متوکلانہ صوفیانہ باتین بنائین۔ فیضی کی عقل و ہوش بجا نہ تھے اس نے
کہا کہ معاملہ کی بات اور ہوتی ہے اور داستان تصوف اور ہے اگر اس وقت آپ نہین
جاتے ہین تو مین اپنے تئین مارتا ہون کہ روز ناکامی کو نہ دیکھون جب بیٹے نے یہ سُنائی
تو باپ نے اس کا کہنا مانا ابوالفضل کو بیدار کیا پھر اندھیری رات مین باپ اور دونون بیٹے
گھر سے پیادہ نکلے نہ کوئی رہبر معین تھا نہ رفتار کے لئے پائون استوار تھے۔ شیخ صاحب نیرنگی
تقدیر کا تماشا دیکھ رہے تھے بیٹے دونون آپس مین تقریر کرتے تھے جو ایک کہتا تھا دوسرا اس کو
رد کرتا تھا ابوالفضل کہتا تھا کہ گھر چلو باپ اس کے ساتھ اتفاق رائے کرتا تھا مگر فیضی کسی طرح
نہین مانتا تھا آخر کو جب دن ہوا تو شیخ کے دشمنون نے پادشاہ کے سپاہیون کو اُس کے گھر
بھیجا کہ اُس کو لے آئین۔ جب یہ سپاہی گھر آئے اور شیخ کو نہ پایا تو شیخ ابوالبرکات کو پکڑ کر
لے گئے اور شیخ کے بھاگنے کی داستان بنا بنا کے پادشاہ سے کہدی پادشاہ نے اس جھوٹے

لڑکے کو چھوڑ دیا اور گھر پر سے سپاہیون کو بُلالیا اور کہدیا کہ شیخ کہین سیر و تماشے کو گیا ہوگا ان دشمنون نے شیخ کو گھر سے تو نکالا ہی تھا اب اُس کے درپے ہوئے کہ کسی نہ کسی طرح سے اُس کو پادشاہ کے روبرو پکڑ کر بلانا چاہیئے پادشاہ کی طرف سے جھوٹی موٹی باتین شیخ کی نسبت مشہور کردین۔

شیخ اور اُس کے دونون بیٹے مارے مارے پھرے کوئی ان کو گھر مین جگہہ نہ دیتا تھا غرض بہت دنون تک مصیبت اُٹھاکر آگرہ مین گئے وہان پادشاہ پاس کچھ ایسے دوست ان کے جمع ہوگئے تھے کہ شیخ پادشاہ کی خدمت مین گیا اور وہان اسکی تعظیم و تکریم کی گئی اور اس کے دشمنون کو ذلت ہوئی۔ جب پادشاہ دارالسلطنت مین لاہور مین آیا تو اس نے سنہ ۹۹۵ جلوس ۳۴ مین شیخ کو یاد فرمایا وہ پادشاہ پاس گیا جب شیخ وہان سے واپس آیا تو اس دنیا سے رخصت ہوا عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے کہ اس مخالفت اور درشتی کا سبب یہ تھا کہ جب اہل بدعت گرفتار ہوتے تھے تو اس سے پہلے میر حبشی اور اسکے سوا شیخ عبدالنبی و مخدوم الملک اور سائر علما نے متفق اللفظ والمعنی ہوکر پادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ مبارک مہدی اہل بدعت سے ضال و مضل ہے یعنی خود گمراہ اور اورون کا گمراہ کرنے والا ہے۔ پادشاہ سے ایک طرح کی اجازت لے کر اسکے دفع رفع کے درپے ہوئے محتسبون کو شیخ کی حاضری کے لیے بھیجا۔ شیخ اپنے بیٹون سمیت روپوش ہوگیا تھا ان محتسبون نے اُسکی مسجد کا منبر توڑ ڈالا۔ شیخ نے شیخ سلیم چشتی فتحپوری سے کہ جن کا جاہ و جلال اوج پر تھا التجا کی کہ وہ پادشاہ سے اسکی شفاعت کے لیئے التماس کرین۔ شیخ نے بعض خلفاء کے ہاتھ کچھ خرچ اس پاس بھجوادیا اور یہ پیغام دیا کہ تمھارے لئے بڑی مصلحت یہی ہے کہ گجرات چلے جاؤ۔ جب شیخ یون ناامید ہوا تو مرزا عزیز کوکہ کا متوسل ہوا۔ اُس نے شیخ مبارک کی ملائی اور درویشی کا اور اسکی اولاد کی فضیلت کا حال پادشاہ سے عرض کیا اور کہا کہ وہ مرد متوکل ہے کچھ زمین بھی پادشاہی اُسے نہین ملی یہ فقیر کیون رنجیدہ کیا جاتا ہے۔ پادشاہ اُسکی ایذاء سے دست بردار ہوا۔ تھوڑے دنون بعد زمانہ اُس کا

موافق آگیا۔

بدایونی اس کا اور حال یہ لکھتا ہے کہ وہ روزگار کے علماء کبار مین سے تھا۔ اصلاح و تقویٰ و توکل مین ابنائے زمان و خلائق دوران سے ممتاز تھا۔ ابتدائے حال مین ریاضت و مجاہدہ بہت کرتا تھا۔ امر معروف و نہی منکر مین اس طرح بجد تھا کہ اگر اسکی مجلس وعظ مین سونے کی انگوٹھی یا حریر یا سرخ موزہ یا سرخ زرد پاجامہ کوئی پہنکر آتا تو خود کھڑکتا کہ اُس کو اُتارو اور کوئی ازار ٹخنے سے نیچے پہنے ہوئے ہوتا تو فوراً اُس کے پاجامہ کترنے کا حکم دیتا۔ اگر نغمہ کی آواز گلی مین سنتا تو بھاگ جاتا مگر آخر مین وہ نغمہ مین مشغوف ہوا کہ ایک دم بے استماع صوت وراگ وسرود و جانہ کے آرام نہ لیتا۔ غرض اطوار مختلف اور اوضاع متلون کا مسالک تھا۔ کچھ مدت تک افغانون کے عہد مین شیخ علائی کی صحبت مین رہا۔ اوائل عہد اکبری مین جماعت نقشبندیہ کو استیلا ہوا تو اُس نے اپنی نسبت سلسلہ کے ساتھ درست کی کچھ دنون مشائخ ہمدانیہ مین داخل رہا۔ جب دربار کو عراقیون نے گھیرا تو ان کے رنگ مین ہوگیا تکلموا الناس علی عقولھم اس کا شیوہ تھا۔ بہر حال وہ علوم دینیہ کے درس مین اشتمال رکھتا تھا۔ علم شعر و فنون وسائر فضائل خصوصاً علم تصوف کو خوب جانتا تھا وہ اور علماء ہند کی طرح نہ تھا شاطبی دعلم تجوید مین یعنی قرآن کی قرائت مین ایک کتاب ہی حفظ تھی حفظ اس کو پڑھاتا تھا۔ قرآن مجید کو دسون قراٰتون مین پڑھ سکتا تھا۔ پادشاہون کے دروازہ پر کبھی نہین جاتا تھا بہت خوش صحبت تھا آخر عمر مین ضعف بصر ہوا۔ مطالعہ سے باز رہا گوشہ نشین ہوا۔ اس نے تفسیر کبیر کی مانند ایک تفسیر لکھی جسکی چار جلدین ضخیم ہین۔ منبع نفائس العیون۔ اس کا نام ہے۔ جب اس نے تفسیر تمام کی تو وہ قصیدہ قرصی تائیہ کو جسکی سات سو بیتین ہین اور قصیدہ نعت بن زہیر اور اور قصائد کو حفظ ورد کے طور پر پڑھا تھا۔ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۰۱ھ کو اس جہان سے رخصت ہوا۔ اس جامعیت کے ساتھ کوئی ملا نظر نہین آیا۔ مگر افسوس ہے حب دنیا و جاہ کی شومی سے لباس فقر مین کوئی جگہ آشتی دین اسلام کی نہین چھوڑی۔ جامع اوراق یعنی عبدالقادر نے عنفوان شباب مین آگرہ مین چند

سال اسکی ملازمت مین رہ کر اُس سے سبق پڑھا ہے اس کا بڑا احمق مجھپر ہے لیکن بعض امور دنیادی اور دینی اور مال وجاہ کی حرص وزمانہ سازی ومکر وفریب اور تغیر مذہب وملت مین غلو اس سے ایسے ظہور مین آئے کہ کوئی حق اس کا مجھپر باقی نہین رہا۔

یہ حال تو ابوالفضل کے بزرگون کا تھا اب وہ اپنا حال لکھتا ہے کہ ۶ محرم ۹۵۸ھ کو مین پیدا ہوا ایک سال سے کچھ عمر بڑی تھی کہ مین پیاری پیاری باتین کرنے لگا پانچ سال مین غیر متعارف آگاہی ہوئی اور سواد حاصل ہوا۔ ساتوین سال مین باپ کے خزانون کا گنجور اور اسکے جواہر معانی کا پاسدار اور اُس کے گنج کا مار بنا تعجب یہ ہے کہ مین ہمیشہ علوم مکتسبی سے اور رسوم زمانی سے بھاگتا تھا۔ اکثر اوقات مین کتاب کا مطلب نہین سمجھتا تھا۔ باپ اپنے طور پر ہر فن مین ایک مختصر کتاب تالیف کر کے سکھاتا اور اس سے میرا علم بڑھتا لیکن کوئی علم کی بات دلنشین نہین ہوتی۔ بعض باتین مطلقاً سمجھ مین نہین آتین بعض وقت اشتباہ مجھے آگے نہ چلنے دیتے زبان میری یاوری نہ کرتی کہ مین ان کو کہتا اور حجاب الکنی لاتا یا سخن گذاری کی تومندی نہ رکھتا۔ اس مجلس مین روتا اور اپنے پر نفرین کرتا۔ اس اثنا مین ایک مظاہر کوفی سے علاقہ خاطر پیدا ہوا وہ مجھ مدرسہ مین لے گیا۔ دس سال یہان گذارے تحصیل علم مین رات دن مصروف رہا۔ علم کے شغل مین ایسا مصروف ہوتا کہ دو دو تین تین روز نہین کھاتا تو لوگون کو تعجب ہوتا مین نے ان سے کہا کہ الفت وعادت سے استبعاد اُٹھ جاتا ہے۔ بیمار کی طبیعت مرض کے معارضہ مین ایسی پڑتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچتی ہے تو کسی کو تعجب نہین ہوتا اگر توجہ معنوی سے فراموشی ہو تو کیا تعجب ہے۔ کتب متداولہ پڑھنے اور سُننے سے ازبر ہوگیئن۔ کتابون کے پُرانے ورقون سے مطالب دل کے صفحہ پر نئے ہوگئے۔ مین متقدمین پر اعتراض کیا کرتا تو لوگ مجھے لڑکا سمجھ کر کچھ اسپر خیال نہین کرتے تھے جس سے میرا دل جلتا تھا۔

ایک دفعہ حاشیہ خواجہ ابوالقاسم کا مطول میرے پاس لائے۔ مین ملا اور میر پر اعتراض کرتا تھا بعض دوست اس کا مسودہ کرتے جاتے تھے وہ بالکل اس حاشیہ مین نکلے میری

تدریس کا آغاز ہی تھا۔ حاشیہ سفاہانی میری نظر سے گذرا کہ آدھے سے زیادہ دیوک (دیمک) خوردہ تھا۔ طلبہ اسکے استفادہ سے ناامید تھے۔ مین نے کرم خوردہ کاغذ کو جدا کرایا اور اسکی جگہہ سفید کاغذ لگایا اور صبح کو تامل کر کے مبدا و منتہا کو دریافت کر کے اس کا مسودہ مربوط کیا اور اس کو سفید کاغذ پر لکھایا اس اثنار مین درست کتاب ہاتھ لگی جب مقابلہ کیا گیا تو دو تین جگہہ تغیر بالمرادف اور تین چار جگہہ ایراد بالمقارب ہوا تھا سب کو دیکھ کر تعجب ہوا۔

ابوالفضل کا شہنشاہ کی خدمت مین جانا

۹۸۱ھ مین ابوالفضل مبارک حضرت شہنشاہ اکبر کا قدمبوس ہوا اسکی خود پرستی نخوت کا علاج ہوا اس ملاقات کا حال وہ خود اکبر نامہ مین اسطرح لکھتا ہے کہ جب مین پیدا ہوا تو پانچ سال کی عمر مین تمیز رسمی مجھے حاصل ہوئی۔ پدر صوری و معنوی کی نظر تربیت سے فنون حکمی و علوم نقلی مین مجھے اطلاع ہوئی۔ اگرچہ مجھپر دانش کا دروازہ کھلا۔ پیشگاہ حکمت مین داخل ہوا لیکن نامساعدی بخت سے خود بین اور خویشتن آرا ہوا کچھ دنون اپنے ہنگامہ کے رونق دینے مین سرگرم رہا۔ طالبعلمون کے ہجوم سے میری رعونت بڑھی اس گروہ کی بے تمیزی و بے انصافی کی شورش سے تجرد اور اختیار عزلت کا نشہ سر مین چڑھا اگرچہ دن مین درس علوم مین مشغول رہتا لیکن راتون کو صحرا مین جاکر کوئے طلب کے شوریدون سے ملتا۔ ان گنجینہ دار تہیدستون سے دریوزہ ہمت کرتا۔ ظاہر بین دانایون کے اور صورت پرست تقلیدیون کے رواج بازار سے مین متحیر و سراسیمہ ہوتا۔ نہ چپ رہنے کی طاقت تھی نہ حرف زنی کرنے کی قوت تھی اگر پدر بزرگوار کے مقدمات موعظت مجھے وحشت دیوانگی مین نہین لے جاتے تھے لیکن خاطر کی شورش کا علاج مفید نہین ہوتا تھا کبھی دل چاہتا تھا کہ خطہ خطا کے دانایون پاس چلئے کبھی کوہ لبنان کے مرتاضون کی طرف طبیعت میل کرتی تھی۔ کبھی جوگیون کے ساتھ ہمزبانی کا شوق ہوتا تھا کبھی پرتگال کے پادریون کی ہمنفسی کا خیال دامنگیر ہوتا تھا کبھی مویدان فارس کی ہمنشینی اور ژندواوستا

کی رموز دانی خاطر کو بے صبری کرتی تھی۔ میرا دل اپنے دیار کے ارباب صحو اور اصحاب سکر سے شکستہ تھا۔ اگرچہ طلب کی ناہار باپ کی تعلیم سے شکستہ ہوتی تھی لیکن میرے درد کا درمان نہین ہوتا تھا اور اپنی نادانی سے نشاط ظاہری کو مخالف عقبیٰ جانتا تھا اور یہ وضع مجھ تنہا بیقرار رکھتی تھی اور ان کی صحبت سے مین دور رہنا چاہتا تھا۔ نصیبہ کی یاوری سے پادشاہ کی انجمن مین میری دانش مکتسبی کی شہرت مذکور ہوئی۔ برادر گرامی اور خیر اندیش دوست اور محبت گزین خویش اور شاگرد سب اسپر ہمزبان ہوئے کہ پادشاہ کی ملازمت سے مین مشرف ہون۔ بے مجھے اس کا خیال نہ تھا اور خاطر تجرد گزین کو تعلق کا سودا سراسیمہ کرتا تھا اس لیئے کہ میری چشم دوربین ہکی نہ تھی اور سلاسل تقید کے توڑنے مین ہمت مصروف تھی اور نادانون کی طرح ظاہر کو باطن کا نقیض اور قید کو اطلاق سے مغایر شمار کرتا تھا یہان تک کہ خدا مجازی نے پردہ اٹھا کر حقیقت پر رہنمائی کی اور میرے پندار کو سر سے نکالا۔ تاگزیر اسکی رضا کو اپنی خواہش سے مقدم جانا گو میری خاطر معانی کی گنجینہ دار تھی لیکن متاع دنیا سے تہیدست تھی درگاہ والا کی پیشکش کے لیئے مین نے آیۃ الکرسی کی تفسیر لکھی اور جب پادشاہ دارالخلافہ مین آیا تو کورنش بجالایا اور اُس تفسیر کو اپنی تہیدستی کا عذر بنایا۔ پادشاہ نے حسن قبول فرمایا اور خاص نظر سے خوب دیکھا۔ دولت ملازمت سے کہ اکسیر اہلیت ہے میری شورش خاطر کو تسکین دی پادشاہ کی محبت نے یکبارگی میرے دل کو گھیر لیا پادشاہ دیار شرقی پر یورش کے لیئے چلا۔ گو مین نے اس درگاہ کے بزرگون سے توسل نہین ڈھونڈھا۔ ملازمت سے باز رہا لیکن پادشاہ کے ساتھ رابطہ روحانی میرے دل مین ہمیشہ ناخن زنی کرتا تھا۔

اب تجدید ملازمت کا حال اکبرنامہ مین اس نے یہ خود لکھا ہے کہ ۹۸۲ کے شروع مین دارالخلافہ آگرہ مین سجدہ خدمت سے ناصیہ افروز ہوا۔ دانش رسمی کی رعونت اب تک دماغ مین چلی جاتی تھی باوجود فرط اخلاص و عقیدت کے دیار شرقی کے سفر سے پہلو تہی کی۔ اگرچہ سفر کا سامان موجود نہ تھا لیکن دل خود بینی کا بت پرست ایسا تھا کہ اُس نے

وس سفر کا ارادہ بھی نہین کیا۔ اور اپنے علم کے تنگدہ مین ایسا رعونت افزا تھا کہ غربت صوری اور نظارگی کی عزیمت دل مین جوشش کرتی تھی۔ لیکن باپ کی اجازت بغیر مین سفر کو مبارک نہین جانتا تھا اور باپ بھی مجھکو وداع نہین کرتا تھا یہان تک کہ دیار شرقی سے مرحمت نامہ بڑے بھائی ابوالفیضی کا آیا کہ پادشاہ مجھکو یاد کرتا ہے۔ مگر سامان سفر ایسا نہ تھا کہ خدمت کے ارادہ کو قوہ سے فعل مین لاتا مگر دل مین آرزوئے ملازمت پیدا ہوئی اور سورۂ فتح کی تفسیر لکھی کہ اس کو مجلس مقدس مین تحفہ بنائے۔ جب اجمیر مین پادشاہ آیا تو اس نے دوبارہ یاد فرمایا۔ یہ حال بڑے بھائی کے خط سے معلوم ہوا اس سے پادشاہ کی قدمبوسی کا شوق اور بڑھا۔ جب پادشاہ فتحپور سیکری مین آیا تو باپ سے اجازت لے کر فتحپور دوڑا گیا۔ یہان کوئی مہربان نہ تھا کہ مہربانی مجھپر کرتا۔ میری رعونت یہ اجازت نہین دیتی تھی کہ وسیلہ ڈھونڈھتا۔ کوئی گھر نہ تھا کہ وہ اپنی خلوت کا چراغ مجھ سے روشن کرتا۔ بھائی جو مجھ سے عمر مین اور دانش مین بڑا تھا اپنے گھر مین لے گیا دوسرے روز جامع مسجد مین پادشاہ کی ملازمت حاصل ہوئی توجہ پادشاہی نے میرے نصیبہ کی یاوری کی ایک مدت تک اس مجمع دین و دنیا مین کہ ہزارون ملل ونحل جمع تھے (عبادت خانہ مین جس کا حال اقبالنامہ مین درج ہے) پادشاہ مجھسے مخاطب ہوتا اور میرا حال جو مجھے خود بھی نہین معلوم تھا وہ اپنی بزم کے خاصون سے کہتا پادشاہ کی مہربانی مجھے روز بروز بتدریج مرتفع کرتی گئی۔ میرا دوسرا جنم تو یہ ہوا کہ پھر شکم پندار سے ملک نیاز مین آیا۔ تیسرا جنم یہ کہ صلح کل کی اطمینان کی بارگاہ مین صدر نشین ہوا۔ چوتھا جنم یہ کہ صلح کل کے خارستان نے نکل کر محبت کے گلستان ہمیشہ بہار مین عشرت پیرا ہوتا۔ پانچوان جنم یہ تھا کہ مجھے یہ تگاپو ہوئی کہ اس باغستان بے خار مین ایک غرفہ عالی عمارت کو قبول کرون تاکہ پادشاہ کی نظر عاطفت سے رضائے کل کی سعادت حاصل ہو جس سے دوئی نیست ہو۔ چھٹا جنم یہ تھا کہ پھر مجھے یہان نشیمن دلنشین حاصل ہوا کہ پادشاہ کی رہنمونی سے چہار طاق تسلیم کی پیشگاہ مین مربع نشین آگہی ہوا اور ساتوان جنم

یہ کہ جب مردان تو بار تعلق کو دوش فطرت سے ڈال کر خلوت کدہ ہستی نیست نما مین عشرت آلودہ ہون کہ فارغ دلی اور کشادہ پیشانی سے بارگاہ فقر الٰہی مین فرصت تجرید اور رخصت تفرید کا ارمغان لے جاؤن کہ پھر مجھے متوطن تنا نخی یا موقف حشری مین اُٹھونین جنم کی آرزو نہو۔ ان ملاقاتون کا حال عبد القادر بدایونی اسطرح لکھتا ہے کہ شیخ ابو الفضل خلف شیخ مبارک ناگوری کہ جو علامی لکھا جاتا ہے اُسکے علم کی شہرت جہان مین ہے چراغ صباحیون کو روشن کیا ہے جو روشن دن مین چراغ جلانے کا حکم رکھتا ہے اور بمقتضاے من تخالف تعرف۔ جمیع امم کی مخالفت پر کمر بستہ ہو کر بادشاہ کی ملازمت کی اور تفسیر آیۃ الکرسی کہ جس مین کچھ قرآنی دقائق و نکات درج ہین پادشاہ کی نذر کی۔ کہتے ہین کہ وہ اسکے باپ کی تصنیف سے تھی تفسیر اکبری اسکی تاریخ ہوئی ہے۔ فرعون صفت ملانون کی گوشمالی کے لئے اس کو خاطر خواہ پادشاہ نے پایا۔ پادشاہ کی حمایت سے اور اپنی زور خدمت و زمانہ سازی و بے دیانتی و مزاج شناسی و خوشامد سے وہ اقصی الغایت کو پہونچا اس نے فرصت کے وقت جماعت علماء کی جس نے سعایت و سعی نامشکور کی تھی اقبح وجوہ سے رسوا کیا اور ان کے استیصال کا باعث ہوا بلکہ موجب تخریب جمیع عباد۔ و مشائخ و علماء و عوام صلحا و ضعفاء و ایتام کا ہوا انکی مدد معاش اور وظائف کو موقوف کرایا۔ زبان حال و قال سے وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا

رباعی

یارب بجہانیان دلیلے بفرست	نمرودان راچون پشہ نیلے بفرست
فرعون وشان دست برآوردستند	موسی وعصا و رود نیلے بفرست

جب اس وضع سے خلل و فتنے برپا ہوئے تو یہ رباعی اکثر اسکی زبان پر تھی

رباعی

آتش بدو دست خویش درخرمن خویش	چون خود زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش	اے واے من و دست من و دامن خویش

اگر بحث کے وقت مجتہدین کا قول اس سے کہا جاتا تو وہ یہ کہتا کہ یہ سخن فلان حلوائی کا فلان کفش دوز کا فلان چرم گر کا ہے۔ ہمارے لئے حجت ہین لاتے ہو۔ تمام مشائخ وعلمار کی نفی کرتا تھا۔ ابوالفضل اور اسکے بھائی ابو الفیض فیضی کا اثر جو اکبر کے اور اور اور آدمیون کے مذہب پر ہوا اس کا مفصل حال ہم نے اکبر کے مذہب کے بیان مین لکھا ہی۔ مہمات دکن مین جو اس نے خدمات شائستہ کین اُس کا اور اُس کے مارے جانے کا حال ہم نے اقبال نامہ مین بیان کیا ہے۔ مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ خان اعظم نے اسکے فوت ہونے کی تاریخ یہ کہی ہے۔ تاریخ تیغ اعجاز نبی اللہ سر باغی برید۔ کہتے ہین کہ شیخ نے خواب مین آن کر کہا کہ میری تاریخ فوت بندۂ ابوالفضل ہے۔ شاہ ابوالمعانی قادری کہ مشائخ لاہور مین سے تھے نقل کرتے ہین کہ مجھے ابوالفضل کے کامون سے انکار تھا ایک رات مین نے خواب مین دیکھا کہ مجلس جناب رسالت مآب مین ابوالفضل کو حاضر کیا حضرت نے جبہ مبارک شیخ کے منھ پر ڈال کر فرمایا کہ یہ مرد حیات چند روزہ مین افعال بد کا مرتکب ہوا تھا مگر یہ مناجات جس کا شعر اول یہ ہے سے الٰہی نیکان را بوسیلۂ نیکی سرفرازی بخشی و بدان را بمقتضائے کرم دلنوازی کنی۔ اسکی نجات کا سبب ہوئی۔ شیخ کی تکفیر زبان زد خواص وعوام ہے بعض اسکو ہندو بعض آفتاب پرست بعض دہریہ کہتے ہین۔ غایت درجہ لوگ اس کو الحاد و زندقہ سے نسبت کرتے ہین۔ مگر جو لوگ انصاف دوست ہین وہ اس کو متصوفہ کے مقلدون مین صلح کل و وسعت مشرب اور ادعائے ہمہ اوست و خلع ربقۂ شریعت اور التزام طریقہ اباحت سے منسوب کرتے ہین سے بدنام کنندۂ نکونامے چند۔ صاحب عالم آرائے عباسی نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالفضل نقطوی تھا اور اُس کی دلیل یہ لکھی ہے کہ اس نے میر سید احمد کاشی کو منشور لکھا تھا۔ میر مذکور اس طائفہ کے اکابر مین سے تھا اس نے بہت رسالے علم نقطہ مین لکھے ہین۔

سنہ ۱۰۰۲ مین جب ایران مین ملحد کشی ہوئی ہے تو کاشان مین شاہ عباس نے میر کو اپنے

ہاتھ سے قتل کیا ہے۔ علم نقطہ بھی الحاد و زندقہ و اباحت و توسیع مشرب کے اس مین عالم کو قدیم
مانا ہے حشر و قیامت و اعمال نیک و بد کی سزا جزا سے انکار کیا ہے دنیا کی عزت و ذلت
کو ہی جنت و دوزخ مانا ہے ذخیرۃ الخوانین مین لکھا ہے کہ شیخ ابو الفضل راتون کو
درویشون کے گھرون مین جاتا تھا اور اشرفیان نذر دیتا تھا اور التماس کرتا تھا کہ
اسکی سلامتی ایمان کے لیئے دعا کرین - یہ اس کا تکیہ کلام تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ وہ
ران پر ہاتھ مارتا اور سرد آہ کھینچتا- کبھی ناسزا لفظ زبان پر نہین لایا۔ اسکی سرکار
مین نہ نوکرون پر غیر حاضری پر جرمانہ ہوتا نہ کوئی معطل ہوتا جس کو وہ مقرر کرتا اُس کو تا مقدور
تغیر نہ کرتا- اُس کا قول تھا کہ کسی شخص کو نوکر رکھ کر موقوف کرنا خفت عقل پر حمل ہوگا- کہ
نادانستہ کسواسطے ایسے آدمیون کو تربیت کیا- جب آفتاب برج حمل مین آتا تو اپنے
سارے کارخانون کو دیکھتا اور اسکی موجودات لکھ کر اپنے پاس رکھتا اور دفاتر کو جلا دیتا
اور کل ملبوسات مستعمل کو سوائے پاجامہ کے جس کو وہ اپنے سامنے جلواتا نوروز کے دن نوکرون
مین تقسیم کر دیتا- اس کو اشتہا عجیب تھی کہتے ہین کہ سوائے آب و ہیمہ کے بائیس سیر وزن ین
کھانا اُس کے لیئے پکتا اس کا بیٹا شیخ عبد الرحمن سفرہ چی بنکر بیٹھتا اور باورچی خانہ کا مشرف
سلمان کھڑا رہتا- جس کھانے مین شیخ دو مرتبہ ہاتھ ڈالتا وہ دوسکر روز بھی پکایا جاتا اگر کوئی
چیز بدمزہ پکتی تو وہ بیٹے کو کھلاتا بیٹا باورچیون کو چشم نمائی کرتا- مگر وہ خود اُس سے کچھ نہ کہتا
ہم دکن مین شیخ جس تورہ اور ضابطہ کو کام مین لاتا تھا اس سے زیادہ تصور مین نہین آسکتا-
چالیس راوٹیون مین شیخ کے لیئے مسند بچھتی اور ہر روز ہزار لنگری طعام خاصہ تمام امراء مین تقسیم
ہوتا اور باہر نہ گزی فرش - برپا کرکے ہر شخص کو جو بھوکا ہو کھچڑی پکی پکائی ملتی تھی- کہتے ہین
کہ جب شیخ وکیل مطلق تھا- ایک روز خانخانان مرزا جانی بیگ حاکم ٹھٹھ کو ساتھ لے کر
اسکی ملاقات کو گیا- شیخ پلنگ پر دراز لیٹا ہوا اکبر نامہ کو دیکھتا تھا اصلا متوجہ نہوا اسیقدر
کہا کہ آیئے بیٹھئے- مرزا جانی بیگ کہ سلطنت کا دماغ رکھتا تھا بہت پیچ و تاب مین آیا

خانخانان پھر دوبارہ منت وسماجت کرکے مرزا کو شیخ کے گھر پر لے گیا تو شیخ نے دروازہ پر آنکر استقبال کیا اور حد سے زیادہ تواضع کی اور مرزا سے کہا کہ مین آپ کا ہم شہر ہون ۔ مرزا فی متحیر ہوکر خانخانان سے پوچھا کیا وہ نخوت یا یہ فروتنی ۔ خانخانان نے کہا کہ اس روز وہ توزک وکالت نظر کے سامنے رکھتا تھا سایہ بمثل اصل کام کرتا تھا آج برادرانہ ملاقات ہے قطع نظر تمام چیزون کے شیخ فن انشا طرازی مین طرفہ سحر کاری کرتا تھا باوجودیکہ وہ تکلفات منشیانہ اور تصنیفات مرسلانہ سے عاری ہے مگر اس کے طرز مین اس قسم کی متانت سخن واستخوان بندی کلمات ونسبت مفردات وتراکیب مستحسنہ وفقرات بیگانہ موجود ہین کہ کوئی دوسرا اس کا تتبع نہایت مشکل سے کرسکتا ہے اس بیان کی صداقت تاریخ اکبری سے ہوتی ہے اس نے التزام کیا ہے کہ الفاظ فارسی کا استعمال زیادہ کرون ۔ اس لیے اُسے کہتے ہین کہ شیخ نے خمسہ نظامی کو نثر مین لکھا ہے ۔ اس فن مین اس کا یہ کمال ہے کہ بہت سے مطالب بدیہی البطلان کو بادشاہ کی ستایش کے لیئے ایسی چند تمہیدون کے ساتھ تحریر کرتا ہے کہ بغیر غور کے وہ سمجھ مین نہین آتے اس سے زیادہ کیا اس کی تحریر کی تعریف ہوسکتی ہے کہ عبداللہ خان بادشاہ بخارا نے لکھا کہ جیسا مین ابوالفضل کی قلم سے ڈرتا ہون ایسا اکبر کے تیر سے نہین ڈرتا ۔ ہندوستان مین سب جگہہ وہ بڑا منشی مشہور ہے اس کے مکتوبات مدرسون اور مکتبون مین پڑھائے جاتے ہین گو مبتدی کو وہ مشکل معلوم ہوتے ہین مگر وہ فارسی زبان کے کامل نمونے ہین ۔ اگر آدمی فارسی زبان سے خوب ماہر ہو اور ابوالفضل کی طرز تحریر کو بھی جانتا ہو تو اس کی تصنیفات پڑھنے مین عجب لطف آتا ہے اسکی انشا ایسی بے نظیر ہے کہ نہ اس کا تتبع ہوسکتا ہے نہ کسی نے کیا ہے ۔

ابوالفضل کی کتابون مین مضامین کی پاکیزگی قابل تعریف ہے اس بات کو وہی سمجھتے ہین کہ جو مشرقی علم ادب سے واقف ہین اس کی ساری تصنیفات مین کہین فحش الفاظ نہین ۔

عورتون کا ذکر بے حرمتی کے ساتھ نہین فضائل ورذائل کا جہان ذکر ہے وہان انکی تعریف اعلیٰ درجہ کی ہے اور بداخلاقی پر لعنت ملامت کی ہے۔ بلوک مین صاحب اور کلیڈٹون صاحب نے اسکی بڑی تعریف یہ کی ہے کہ وہ سچ کا عاشق ہے اور راے بڑی بلند وعمدہ رکھتا ہے۔

گو ابوالفضل پر سب مصنف یہ الزام لگاتے ہین کہ اس نے پادشاہ کو دین اسلام اور پیغمبر سے پھیر دیا مگر وہ اسپر ذرا نہین خیال کرتے ہین کہ اس نے پادشاہ کو بتلایا کہ وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے کی قدر جانے جب سے وہ اکبر کی ملازمت مین آیا تب سے مختلف المذاہب اقوام پر حکومت کرنے کا وہ اصول قائم کیا جو اسلام نے چند ہی اور ملکون مین قائم کیا تھا جس کا نتیجہ مسالمت مذہبی تھا۔ کین صاحب نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ مشرق اور مغرب مین کوئی مدبر ملکی ابوالفضل سے پہلے ایسا نہین پیدا ہوا جو مسالمت مذہبی کے باب مین رائے اسکی برابر رکھتا ہو۔ اگر اکبر کو اس قانون مسالمت کی ضرورت خود معلوم ہوئی تھی تو ابوالفضل ہی اسکی تشریح کرنے والا اور قلم سے اسکے لئے لڑنے والا تھا۔ اگر خان خانائون کی تلوارون نے ملک فتح کئے تو ابوالفضل کے قلم نے دلون کو فتح کیا اور اہل ملک کو پادشاہ کی رعیت ہونے پر راضی کیا۔ اکبر کا اسلام پھر نا سب کو فراموش ہوگیا۔ مگر خاندان مغلیہ مین سے کسی شہنشاہ کا رعایا کا مائی باپ بنا اسکی برابر یاد نہین۔ اورنگ زیب کو اسلام کی طرف معاودت کی اور اسکے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ لکھا جاتا ہے مگر اسکے ساتھ ہی سلطنت کا زوال مذہبی مسالمت کے ترک کرنے سے شروع ہوگیا۔

ابوالفضل کی تصنیفات سے کتب مفصلہ ذیل ہین

(۱) اکبرنامہ مع آئین اکبری۔ اکبر نامہ کی تین جلدین ہین۔ آئین اکبری اسکی چوتھی جلد ہے یہ آئین سنہ ۴۲ اکبری مین ختم ہوئی پھر سنہ ۴۳ مین برار کی فتح کے سبب سے اس مین کچھ ترمیم کی

اسمین ۴۶ سال کا حال سلطنت کا لکھا ہے باقی سلطنت کے حالات کا ذمیمہ عنایت اللہ محب علی نے لکھا ہے۔

(۲) مکتوبات علامی جسکو انشار ابوالفضل بھی کہتے ہین اسمین اور سلاطین اور امراء کے نام نامی اور کتابون پر ریویو اور بعض اور مضامین لکھے ہین اُن کو عبدالصمد بن افضل محمد نے جمع کیا ہے وہ ابوالفضل کا بھانجا اور داماد تھا۔ مدارس کے درس مین یہ انشا جاری ہے اس کے تین دفتر ہین سوانحہ اکبری مین دیباچہ مین امیر حیدر حسین بلگرامی نے لکھا ہے کہ اس کتاب کے چار دفتر ہین مگر دفتر چہارم کمیاب ہے شاید اس نے ابوالفضل کی انشار کو جسمین اسنے خاص رشتہ دارون کے نام خط لکھے ہین چوتھا دفتر سمجھ لیا ہوگا۔

(۳) عیار دانش جس کا بیان ہم نے عہد اکبری کی تصنیفات کے اندر لکھا ہے۔ ابوالفضل کی تصنیفات سے ان کتابون کے سوا اور کتابین ہین۔ رسالہ مناجات۔ جامع اللغات کشکول تفسیر آیۃ الکرسی اور تفسیر فاتحہ سورہ فتح یہ دونون تفسیرین بادشاہ کی نذر مین دین سنسکرت کی کتابون کے ترجمہ مین جو اسنے حصہ لیا اس کا بیان عہد اکبری کی تصنیفات کے عنوان مین دیکھو۔ محمد عسکری بلگرامی نے اپنی دارالمنشور مین ابوالفضل کے حالات مین یہ لکھا ہے کہ کشمیر کی مسجد پر جو کتابہ ذیل ہے وہ ابوالفضل کی تصنیف سے ہے۔

الٰہی بہر خانہ کہ می نگرم جویائے تواند و بہر زبان کہ می شنوم گویائے تو۔

کفر و اسلام در رہت پویان ٭ وحدہ لاشریک کہ گویان

اگر مسجد است بیاد تو نعرۂ قدوس میزنند	واگر کلیساست بشوق تو ناقوس می جنبانند
گہ معتکف دیرم وگہ ساکن مسجد	یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ
اگر خاصان ترا بہ کفر و اسلام کاری نیست	این ہر دو را در پردۂ اسلام تو باری نہ
کفر کافر را و دین دیندار را	ذرۂ دردے دل عطار را

این خانہ بیت ایتلاف قلوب موحدان ہندوستان خصوصاً معبود پرستان عرصہ کشمیر تعمیر یافتہ

بفرمان خدیو تخت و افسر	چراغ آفرینش شاہ اکبر
نظام اعتدال ہفت معدن	کمال انشراح چار عنصر

ہر کہ نظر صدق نینداختہ این خانہ را خراب سازد باید کہ نخست معبد خود را بیندازد چہ اگر نظر بر دل است باہمہ ساختنی و اگر چشم بر آب و گل است ہمہ برانداختنی۔ ابیات

خداوندا چو داد کار دادی	مدار کار بر نیت نہادی
توئی بر بارگاہ نیت آرا	بہ پیش شاہ داری نیت شاہ

ابو الفضل نے آئین اکبری مین لکھا ہے کہ آج آخر سال ۴۲ الٰہی کا ہے پھر میرا دل پیوند توڑنے کا ارادہ رکھتا ہے اور باطن مین ایک نئی شورش ہو رہی ہے۔ شعر

مرغ دل من نغمۂ داؤد نمی داند آزاد کنندش کہ نہ مرغ قفس است این

مجھے معلوم نہین کہ میرے حال کی نوبت کہان تک پہونچے گی اور میرا کیا انجام ہوگا اور سفر واپسین کس منزل مین پیش آئے گا۔ مگر ابتدائے آفرینش سے اب تک متواتر محبت الٰہی کی حمایت مین رہا ہون امید ہے کہ آرام گاہ جاوید مین جاؤن۔

خدا کی نعمتون کا شمار کرنا ایک طرح کی سپاس گذاری ہے اس لیے اسمین کچھ لکھتا ہون (۱) اول نعمت جو مجھکو ملی ہے وہ یہ ہے۔ نژاد بزرگ رکھتا ہون امید ہے کہ میرے باپ دادا کی پاکی کے سبب میرے گناہ کا بھی چارہ ہو اور شورش دردولی کا ایسا ہی مداوا ہو جیسے کہ وہ درد کا داروے آتش کا پانی سے گرم کا سرد ہے عاشق کا دیدار سے ہوتا ہے۔

(۲) سعادت روزگار اور ایمنی زمانہ (۳) طالع مسعود کہ مین ایسے مبارک زمانہ مین پیدا ہوا کہ سلطنت کا پاک سایہ مجھپر پڑا (۴) شریف الطرفین (۵) سلامتی اعضا و اعتدال قوئ و تناسب اعضا (۶) مان باپون کی امتداد ملازمت کہ درونی و بیرونی آفتون کے لیئے حصار اور حوادث انفسی و آفاقی کے واسطے پناہ ہے۔ (۷) بہت صحت اور ناخوشداروئے تندرستی (۸) منزل شائستہ (۹) روزی سے بے غمی اور

حال سے خرسندی (۱۰) والدین کی رضاجوئی کا شوق روزافزون (۱۱) باپ کی عاطفت حوصلہ ساز گار سے زیادہ اور طرح طرح کی عنایتین مجھے وہ ابوالابائی دودمان کے ساتھ اختصاص دیتا ہے (۱۲) درگاہ ایزدی کی نیازمندی (۱۳) زاویہ نشینان حق گزین کی اور درست عیار خود پژوہون سے دریوزہ گری (۱۴) توفیق بر دوام (۱۵) اقسام علوم کی کتابونکی فراہمی بے مذلت خواہش کے ہر کیش کا رازدان ہونا اور دل کا کثرت سے بیزار ہونا (۱۶) باپ کا ہمیشہ علم پر تحریص دینا اور خیالات پریشان مین نہ مصروف ہونے دینا۔ (۱۷) سعادت افزا ہمنشین (۱۸) عشق صوری کا میرے لئے منزلگاہ کمال کا رہبر ہونا گو وہ اور خاندانون کی شورش کا سبب ہوتی ہے (۱۹) پادشاہ کی ملازمت کہ جس سے نیا جنم اور تازہ سعادت حاصل ہوئی (۲۰) رعونت سے نکل کر پادشاہ کی ملازمت مین آنا (۲۱) پادشاہ کی برکت سے صلح کل پر رسائی کہنے سے چپ مین کچھ آنا ہر طائفہ کے نیکون سے آشتی کی۔ بدون کا عذر قبول کرکے ان سے مصالحت کی۔ اللہ تعالی آگہی کی روشنی سے نقش بدی کو دور کرے (۲۲) پادشاہ کے ساتھ ارادت (۲۳) بغیر کسی کی سفارش اور اپنی تگاپو کے پادشاہ کا اعتبار بخشنا (۲۴) دانش آمود سعادت گزین رضاجوے نیکوکار بھائیون کا ہونا اپنے بڑے بھائی کا ذکر کیا کرون اسمین کمالات صوری اور معنوی جمع تھے وہ بغیر میری رضا کے قدم باہر نہین رکھتا تھا۔ اس نے میری دلجوئی مین اپنے تئین وقف کر دیا تھا۔ میری سرکردگی مین وہ پامردی کرتا تھا۔ وہ میری نیک اندیشی کو دست مرد اپنی سمجھتا تھا۔ اپنی تصانیف مین قصیدہ فخریہ مین فرماتا ہے۔

قصیدہ

جائیکہ از بلندی و پستی سخن رود — از آسمان سرآمد و از خاک کمترم

با این چنین پدر کہ نوشتم نگارشش — در فضل مفتخر ز گرامی برادرم

برہان علم و عقل ابوالفضل کز دمش — دارو زمانہ مغز معانی معطرم

صد سالہ رومیان من و اوست کمال در چشم باغبان نشود قدر او بلند	درعمر گر از دو سالے فزون ترم گر از درخت گل گزرد شاخ عوعم

یہ میرا بھائی ۹۵۴ھ ہجری مین پیدا ہوا تھا۔ دوسرا بھائی شیخ ابو البرکات کا ہے وہ ۱۷ شوال ۹۶۰ھ
مین پیدا ہوا تھا گو وہ علم مین پایہ والا نہین رکھتا تھا مگر معاملہ دانی و شمشیر آرائی و کارشناسی
مین پیش قدمون مین شمار ہوتا ہے۔ نیک ذاتی و درویش پرستی و خیر سگالی مین ممتاز ہے
تیسرا بھائی شیخ ابو الخیر ہے ۲۲ جمادی الاول ۹۶۷ھ کو پیدا ہوا اسکی خوے ستودہ مین مکارم
اخلاق و شرائف تھے۔ زمانہ کے مزاج کو خوب پہچانتا تھا زبان کو شل اور اعضا کے قابو مین
رکھتا تھا۔ اکبرنامہ مین لکھا ہے کہ وہ شاہزادہ دانیال کے ساتھ بھیجا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ بادشاہ کا ملازم تھا۔ چوتھا بھائی شیخ ابو المکارم ۲۳ شوال ۹۷۶ھ کو پیدا ہوا
ابتدائے عمر مین اسکے مزاج مین شورش تھی۔ مگر باپ کی ہدایت سے وہ راہ پر آگیا۔
اور معقول و منقول کو باپ سے پڑھا۔ علم حکمت کو امیر فتح اللہ شیرازی سے سیکھا دل سے
راہ رکھتا ہے امید ہے کہ ساحل مقصود پر پہونچ جائے۔ ان چارون بھائیون اور ابو الفضل
کی مان ایک تھی جس کا انتقال ۹۹۸ھ مین ہوا۔

پانچوان بھائی شیخ ابو تراب ۲۳ ذی الحجہ ۹۸۸ھ کو پیدا ہوا۔ اسکی مان اور تھی وہ دربار مین آتا
اور کسب و کمال مین مشغول رہتا ان کے سوا دو اور بھائی ہین شیخ ابو الحامد جو ۳ رجب ۱۰۰۲ھ
کو اور شیخ ابو راشد جو غرہ جمادی الاول ۱۰۰۲ھ کو پیدا ہوا۔ اگرچہ وہ حرم سے پیدا ہوئے ہین
مگر آثار اصالت ان مین ظاہر ہین۔ ان بیٹون کے پیدا ہونے سے پہلے باپ مر گیا مگر ان کے
نام وہ مرنے سے پہلے رکھ گیا تھا۔ اگرچہ بڑا بھائی مر گیا جس سے ایک عالم کو غم ہوا امید ہے
کہ اور بھائیون کی عمر دراز ہو اور خیرات صوری و معنوی سے سربلند ہون (۲۵) کہ خدائے
عالی خاندان مین۔ جس سے کاشانہ ظاہر کو رونق اور نفس کجگرا کو مہار لگی۔ تین بیویان تھین
جنمین سے ایک ہندی۔ دوسری ایرانی تیسری کشمیری تھی (۲۶) گرامی فرزند کا ۱۲ شعبان ۹۷۹ھ

کو پیدا ہونا۔ بادشاہ نے پوتے کا نام عبدالرحمن رکھا۔ اگرچہ ہندوستانی نژاد ہے مگر مشرب یونانی رکھتا ہے۔ علم سیکھتا ہے۔ زمانہ کے سود و زیان سے خوب واقف ہے۔ نیک بختی کے آثار ظاہر ہیں۔ پادشاہ نے اپنے کوکون کے ساتھ منتسب کیا ہے۔

(۲۷) پوتے کا پیدا ہونا جو ۳ ذی قعدہ سنہ ۹۹۰ کو پیدا ہوا۔ پادشاہ نے اُس کا نام شوتن رکھا (۲۸) کتب اخلاق کا مطالعہ (۲۹) نفس ناطقہ پر علم ہونا۔ مدتون تک مقدمات بیانی اعیانی کا طلبگار رہا۔ ان روش کے صاحبون سے بہت آمیزش کی دلائل ذاتی و شہودی و اکتسابی و نظری نظر میں آئے مگر شبہ کی راہ نہ بند ہوئی۔ دل کو آرام نہوا۔ عقیدت کی برکت سے یہ عقدہ حل ہوا اور دلنشین ہوا کہ نفس ناطقہ ایک لطیفہ ربانی سوائے بدن کے ہے اس کو خاص تعلق پیکر عنصری سے ہے (۳۰) بزرگان صورت کی شکوہ نے مجھے پارسا گوہری کے سبب گفتار حق سے باز نہین رکھا میری دانش و بینش مین وہ راہزن نہین ہوئے مالی و جانی و ناموس کے گزند کے خوف نے میری عزیمت مین تفرقہ نہ ڈالا رفتار آب کردار نے اپنی جوئبار بنائی (۳۱) اعتبارات دنیا کی طرف بے میلی۔ (۳۲) اکبرنامہ کا لکھنا۔ اگرچہ اسمین اکبر کا حال لکھا ہے مگر وہ طرح طرح کے علم کا ایک چشمہ سار ہے اور گروہ دانش کا معدن کارگذار جدمنشون کا رہنمون۔ خندہ فروش ہزل سرایون کو اس سے فائدہ۔ خوردون کے واسطے سرمایہ نشاط جوانون کے واسطے اسباب عشرت۔ بڈھے روزگارون کے تجربون کو اسمین ایک جگہ پائین اور زر و سیم کے بخشنے والے آئین مردی کو اُس سے پہچانین گوہر بینائی کے لئے حرم وزن گاہ۔ آزادی کی گیاہ کے لیئے پروردہ زمین کارگاہ ہنر کا بجز۔ صبح سعادت کا روزن۔ گوہر آفرینش کا دریائے ژرف۔ سعادت نہاد۔ ناموس آرا روش اُس سے سیکھتے ہین۔ حق پژوہ دیندار نامہ اعمال کی ویدبانی سے عشرت جمع کرتے ہین ہر قماش کے سوداگر اُس سے سود حاصل کرتے ہین۔ پہلوانی کے میدان کا جان نثار ہمت نامورِی کا سبق اُس سے پڑھتے ہین۔ تن گداز نفس آرا نیکوکاری اُس سے حاصل کرتے ہین۔ بجنتار اخلاص طراز اُس سے ذخائر بے منتہی جمع کرتے ہین نزہتگاہ حقیقت آرا جشن گزین

اسکی یاوری سے اپنا مقصد حاصل کرتے ہین۔ **ابیات**

یکے نامۂ ساختم پر شگفت	کہ ہر دانشے زو توان برگرفت
چنان گفتم این نامہ نغز را	کہ روشن کند خواندنش مغز را

ان سخنون کے سبب سے یہ مژدہ دل کے کان مین آتا ہے کہ فاتحہ بالخیر ہو اور ابدی سعادت یاوری کرے۔ اگر یہ پور مبارک (مبارک کا بیٹا) مورد اضداد اور عبرت نامہ جہانیان ہے اور اسکی مہر وکین کا ہنگامہ شورش کر رہا ہے۔ ایزد پرست حق پژوہ اسکو ابوالاحد کہتے ہین اور وادار میہال کا یگانہ بندہ جانتے ہین۔ عرصہ دلاوری کے پہلوان اسکو ابوالبہمۃ کہتے ہین۔ ہستی دشمن کے یکتاؤن مین خیال کرتے ہین۔ خرد منداس کو ابوالفطرت کہتے ہین اور اس دودمان عالی مین منتخب اس کو جانتے ہین۔ دفاتر عوام مین کہ آشوب خانہ بے تمیزی ہے بعض اسکو پرستاری دینے سے نسبت دیتے ہین اور اس گرداب مین ڈوبا ہوا سمجھتے ہین اور بعض اسکو کفر الحاد مین منہمک گمان کرتے ہین اور اسکی نکوہش وسرزنش کے لیئے انجمنین بناتے ہین ۵ صد داستان بوالعجب آید بروئے کار ہیران شوند گر دو سہ حرفے رقم کنم الحمد للہ کہ ان باتون سے اس زمانہ کی شگرف کاری کے تماشے سے باہر نہین جاتا اور بُرے بھلے کہنے والون کی خیر سگالی نہین چھوڑتا اور زبان ودل کو آفرین ونفرین سے آلودہ نہین کرتا

ابیات

شناسندہ گر ہست شوریدہ مغز	نہ مہرہ شناسد ز دینار نغز
ہنر تابد از مردم گوہرے	چو نور از مہ و تابش از مشتری

شیخ مبارک کی چار بیٹیون کا ذکر تاریخ مین آیا ہے (۱) ایک بیٹی اُسکی خداوند خان دکنی سے بیاہی ہوئی تھی جسکو بدایونی رافضی تبلاتا ہے وہ گجرات مین کری کے اندر مرگیا۔

(۲) دوسری بیٹی حسام الدین سے بیاہی گئی۔

(۳) راجہ علی خان حاکم خاندیس سے تیسری بیٹی بیاہی گئی جسکے بیٹے صفدر خان نے

سنہ مین منصب ہزاری پایا۔

(۴۴) اسلام خان سے چوتھی بیٹی لاڈلی خانم بیاہی گئی وہ سنہ مین خاوند سے پانچ برس پہلے مرگئی اسکے مقبرہ کو روضۂ لاڈلی بیگم کہتے ہین وہ اکبر کے مقبرہ سکندرخان سے مشرق مین دو میل آگرہ کے قریب ہے۔ سنہ ۱۰۰۴ مین وہ تعمیر ختم ہوئی۔ برٹش گورنمنٹ نے ایک ہندو کے ہاتھ اس روضہ کو بیچڈالا جس نے سنگ مرمر کی سب قبرین کھود کھاد بیچڈالین۔ احاطہ کے سوائے روضہ کا کوئی اور نشان باقی نہین رہا اور دروازہ پر یہ طغرا لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ نقتی ہذا الروضہ للعالم ربانی والعارف الصمدانی جامع العلوم شیخ مبارک اللہ قدس سرہ قد وقف بیناہ بحر العلوم شیخ ابوالفضل سلمہ اللہ تعالیٰ فی ظل دولت الملک العادل یطلبہ المجد والاقبال والکرام جلال الدنیا والدین اکبر پادشاہ غازی خلد اللہ تعالیٰ ظلال سلطنتہ باہتمام حضرت ابے البرکات فی سنہ اربع الف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سنہ مین روضہ بنا اسمین فیضی کا انتقال ہوا تھا شیخ مبارک سنہ ۱۰۰۱ مین مرا تھا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے مقابل جمنا کے بائین کنارہ پر دونون شیخ مبارک اور فیضی دفن ہوئے جہان وہ اول آباد ہوئے کیونکہ ابوالفضل آئین مین آگرہ کے بیان مین یہ لکھتا ہے کہ دریا کے دوسری طرف حضرت فردوس مکانی (بابر) نے چار باغ لگایا تھا۔ مین اول وہان پیدا ہوا تھا یہین اسکے باپ اور بھائی کی خوابگاہ بنی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مبارک کو روضہ مین لیجاکر دفن کیا ہوگا جو روضہ پر یہ طغرا لکھا گیا۔

ابوالفضل کا بیٹا شیخ عبدالرحمن مشہور ہے سنہ ۳۵ اکبری مین وہ بیس برس کا تھا کہ اکبر نے اسکو سعادت یار کوکہ کے بھائی کی بیٹی سے بیاہا اس سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اکبر نے پشوتن رکھا (یہ نام اسفندیار کے بھائی کا تھا جس کا نام شاہنامہ مین اکثر آتا ہے) جب ابوالفضل دکن مین سپہ سالار تھا تو عبدالرحمن باپ کا تیر روئے ترکش تھا جسوقت کوئی کام ایسا ہوتا کہ اسکے کرنے مین اور آدمی تامل کرتے تو وہ کرتا جہان ضرورت ہوتی عبدالرحمن

کو شیخ بھیجا وہ اپنی ہوشیاری اور مردانگی سے اس کام کو انجام دیتا ۲۶؁ مین ملک عنبر حبشی نے علی مردان خان حاکم تلنگانہ کو لڑکر گرفتار کیا اور اس ولایت پر متصرف ہوا شیخ نے اسکو شیر خواجہ کے ساتھ اس سے لڑنے کو بھیجا عبدالرحمن نے ناندیر اور گوداوری سے عبور کرکے بالگھیرہ کے قریب ملک عنبر کو شکست دی۔ عبدالرحمن شجاعت و کاروانی مین درست اندیش تھا۔ گو جہانگیر نے اس کے باپ کو قتل کرایا تھا مگر بادشاہ کی طرف سے اس کو غبار خاطر نہ تھا اور اپنی زور خدمت و حسن پرستاری سے افضل خان کا خطاب اور منصب دوہزاری پایا ۳؁ جہانگیری مین وہ بہار و پٹنہ مین صاحب صوبہ مقرر ہوا اور گورکھپور کا اسکی جاگیر پر اور اضافہ ہوا اور اس نے سلطان خسرو جعلی جسنے بڑا مفسدہ مچایا تھا زیر کیا۔ اس مہم مین بخشی دیوان نے غفلت کی تھی اسکو بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکے سر اور داڑہی منڈاکر اور چادر اوڑھاکر اور الٹا گدھے پر چڑھاکر ہمارے پاس بھیجدو اور سر راہ شہر و قصبون مین اسکی تشہیر کرو۔ ان ہی دنون مین افضل خان بیمار ہوا بادشاہ کے پاس آنکر ایک مدت تک ایک دنبل کے الم مین مبتلا رہا ۲۱؁ مین دار فنا سے ملک بقا کو گیا۔ اسکے بیٹے پشوتن نے ۱۸؁ جہانگیری مین منصب ہفت صدی کا پایا۔ اور شاہجہان کی سلطنت کے دسوین سال مین وہ پانچ سو گھوڑون کا سردار مقرر ہوا اور اسی عہدہ پر ۱۵؁ مین انتقال کیا۔

دوہزاری منصبدار

(۲۷) اسماعیل بیگ دولدی یا اسماعیل خان دولدی۔

دولدی قوم برلاس کا ایک فرقہ ہے۔ بیگ خان لقب خان کے لقب سے کم درجہ کا ہے اور بیگلربیگی کا درجہ خان خانان سے کم ہے

اسماعیل بیگ امرائے بابری مین سے ہے اور دلاوری اور مدبری مین مسلم وقت تھا۔ قندھار کے محاصرہ مین مرزا عسکری کے پاس سے بھاگ وہ ہمایون بادشاہ کے پاس آیا تھا فتح قندھار کے بعد وہ زمین داور کا حاکم مقرر رہا۔ محاصرہ کابل مین اُس نے

مرزا کامران کے نوکر شیر علی کو جو قافلہ لوٹنے کے لیئے قلعہ سے باہر آیا تھا پھر قلعہ مین جانے نہین دیا۔ وہ ہمایون پادشاہ سے باغی ہو کر مرزا کامران پاس چلا گیا اور مرزا ہی کے ساتھ گرفتار ہوا اور منعم خان کی سفارش سے ہندوستان کی یورش مین پادشاہ کے ساتھ آیا۔

(۷۳) میر بابوس ایغور (ایغور چغتائیہ کا مشہور فرقہ ہے)

(۷۴) اشرف خان میر منشی۔ محمد اصغر سبزواری۔ یہ سادات حسینی مشہد مقدس سے تھا صاحب طبقات اکبری نے اس کو سادات عرب شاہی سے لکھا ہے یہ تباین عموم خصوص کی وجہ سے شائد ہوا ہو ابو الفضل نے جو اس کو سبزواری لکھا ہے وہ کاتبون کی تحریفات سے ہے اصغر علی فن انشا و دقائق سخن مین ید طولی رکھتا تھا وقت یابی اور موشگافی مین سر مو فرق نہین چھوڑتا تھا۔ خطاطی و خوشنویسی مین ہفت قلم استاد تھا۔ خصوصاً تعلیق و نسخ مین سر آمد روزگار و یگانہ دہر علم جفر کو عمل کے ساتھ جانتا تھا۔ ہمایون کا اول ملازم ہوا اُس نے میر منشی کا خطاب دیا۔ ہندوستان کی فتح کے بعد میر عرض اور میر مالی کا عہدہ ملا۔ بیرام خان نے جس روز تردی بیگ کو قتل کیا ہے اس میر منشی کو قید کیا تھا پھر وہ حجاز کو چلا گیا وہان سے اکبر شہنشاہ کی خدمت مین وہ آیا اور اشرف خانی کا خطاب پایا دو ہزاری منصب پایا گور کی وبا مین سنہ ۹۷۳ مین دنیا سے سدھارا۔ موزون طبع تھا۔ کبھی کبھی شعر کہتا تھا شاہجہان کے عہد مین اس کا بیٹا ابو المظفر پانچ سو سوارون کا افسر تھا۔

(۷۵) سید محمود۔ سادات بارہہ مین اول یہی سید ہے جو دولت تیموریہ مین درجہ امارت پر پہنچا اول وہ بیرام خان کا ملازم ہوا۔ سال اول جلوس اکبر مین علی خان شیبانی کے ہمراہ ہیمو بقال کے دفع کرنے کے لیئے مقرر ہوا۔ وہ بہت سی خدمات شائستہ بجا لایا قلعہ بدھگرا سنے زور شمشیر سے فتح کیا۔ وہ بھولا بھالا سید تھا۔ جب پادشاہ کے روبرو اس فتح مین اپنے ترددات کا بیان کرنے لگا تو آصف خان نے کہا کہ میر جی یہ فتح اقبال پادشاہی سے ہوئی ہے اُسنے یہ جان کر کہ اقبال کسی پادشاہ کے امیر کا نام ہوگا یہ جواب دیا کہ اس جگہ

اقبال پادشاہی نہ تھا مین اور میرے بھائی تھے جنھون نے دو مہینے تلوار چلائی پادشاہ نے مسکرا کر اسپر بہت طرح کی عنایت کی ایک دن بطور کنایہ کے اس سے کسی نے پوچھا کہ سادات بارہ کا نسب نامہ کہان تک پہونچتا ہے وہ فوراً آگ مین جو رات کو ملنگون نے روشن کی تھی کود پڑا اور کہنے لگا کہ اگر مین سید ہون تو آگ مجھپر اثر نہ کریگی اور اگر نہین ہون تو جل جاؤن گا ایک گھنٹہ تک آگ مین کھڑا رہا۔ آدمیون نے منت و سماجت کر کے نکالا مخملی کفش پہنے ہوئے تھا اس کا خواب تک نہین جلا دوہزاری منصب رکھتا تھا ۹۸۰ھ مین بہتر عمر اس کا لبریز ہوا۔ سید قاسم و سید ہاشم اسکے دو بیٹے تھے۔

(۷۶) عبد اللہ خان مغل۔ اسکی بیٹی سے اکبر نے شادی کی تھی جس سے بیرام خان اس سبب سے ناراض ہوا کہ اسکی بہن کا نکاح مرزا کامران سے ہوا تھا۔

(۷۷) شیخ محمد بخاری۔ وہ ہندوستانی سید تھا اور شیخ فرید بخاری کا طغائی یعنی ماموں تھا وہ عقل مین اور پادشاہ کے ساتھ حسن عقیدت مین ممتاز تھا مدتون اسکی خدمت مین رہا دو ہزاری منصب پایا۔ اجمیر مین درگاہ کی تولیت اس کو سپرد ہوئی دولقہ کی لڑائی مین زخمی ہو کر ۹۷۹ھ مین دنیا سے سفر کیا اس کے مرنے کے بعد پادشاہ نے قدر شناسی کر کے اس کا قرض چکایا۔

(۷۸) سید حامد بخاری۔ سید میران بن سید مبارک کا بیٹا تھا۔ سید مبارک امرائے گجرات مین تھا اپنے وطن اوچھ سے وہ ایک گھوڑا لے کر گجرات مین آیا تھا ایک دن رستہ مین ایک فیل مست نے اسپر حملہ کیا اس نے ایک تیر اسکی پیشانی پر ایسا لگایا کہ سوائے سوفار کے کوئی نشان اس کا نہ دکھائی دیتا تھا اس زور سے اہل گجرات اس کے تیر کی قسم کھاتے ہین اُس کو پٹن دولقہ و دوندوقہ مین تیول ملی تھی وہی تیول اسکے پوتے سید حامد کو ملی اسنے پادشاہ کی بہت جگہہ خدمات شائستہ کین منصب دوہزاری پایا۔ جلالہ سے بنگرام مین ایک سو پچاس اوزبکون کو لے کر لڑا اول ہی اسکے تیر لگا مگر وہ لڑتا رہا۔

سنہ ۹۹۳ مین اس کا کام تمام ہوا اور اس لڑائی مین چالیس آدمی اسکے عزیزون خویشون مین ہلاک ہوئے۔

(۷۹) رستم خان پسر رستم ترکستانی۔ اسکی مان بخیہ بیگی یا بخیبہ بیگم ماہم انگہ کی دوست تھی وہ محل شاہی مین آمدورفت رکھتی تھی پادشاہ کے ساتھ وہ کھیلا تھا۔

سنہ ۹ مین رستم خان کے معزالملک نے ساتھ عبداللہ خان اوزبک کے مقابلہ مین خوب کام کیے سنہ ۱۷ مین مرزا عزیز کوکہ کے ساتھ ٹھٹہ مین خدمات شائستہ بجالایا کہ علم اُس کو مرحمت ہوا سنہ ۲۲ مین رنتھور اس کو تیول مین ملا اور پھر اجمیر کی ایالت ملی سنہ ۲۵ مین لپرا و جلا بیھدر اور راجہ بہاری مل کے بھائی کے بیٹے موہن۔ سورداس تلوک سے بغیر اجازت کے پنجاب سے اپنے وطن لونی مین چلے آئے رستم خان سے اُن کو لڑنے کا حکم ہوا اُس نے انکو شکست دی مگر خود زخمی ہوکر اس دنیا سے رخصت ہوا اکبر پادشاہ نے اسکی مان سے تسلی کے لیئے کہا کہ وہ تمام عمر مین صرف مجھ سے تین سال جدا رہا اور یہ تجھ سے بہت سالون تک علحدہ رہا اس لیئے مجھے اس کی مفارقت کا رنج تجھ سے زیادہ ہے۔ مآثر مین لکھا ہے کہ وہ سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔

(۸۰) شہباز خان کنبوہ۔ قوم کنبوہ کی شان مین لیک شعر زبان زد خاص و عام ہے۔

اگر قحط الرجال افتد ازین سہ انس کم گیری یکے افغان دوم کنبوہ سوم بدذات کشمیری

معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین مین سے کسی بے تمیز شاعر نے یہ شعر کہا ہے اکبر جہانگیر کے عہد تک تو کنبوہ معزز عہدون پر ممتاز تھے۔ شہباز خان کا جد ششم حاجی جمال ہے کہ مخدوم بہاءالدین زکریا سے ملتانی کا مرید تھا کہتے ہین ایک درویش نے مخدوم سے سوال کیا کہ للہ ہر پیغمبر کے نام لینے پر مجھے ایک اشرفی دو۔ مخدوم متفکر ہوا۔ حاجی نے کہا کہ مجھے حوالہ کیجیے وہ اسے گھر لے گیا اور اُس سے کہا کہ ہر پیغمبر کے نام پر مجھ سے اشرفی لے۔ اُسنے دس بیس پیغمبرون کے نام لیکر اشرفیان لین اور کہا کہ اس سے زیادہ نام مجھے یاد نہین۔ جب مخدوم کو معلوم ہوا تو اسکے حق مین دعا دی کہ تیری قوم کے درمیان کوئی

خفیف العقل ہو چنانچہ اکثر اس فرقہ کے آدمی ہند مین جدت ذہن مین مشہور ہین۔ شہباز خان
ابتدائے حال مین باپ دادا کی طرح زہد و درویشی مین بسر کرتا تھا۔ پھر کوتوال ہوگیا۔ اور
مقدمات مین ایسی احتیاط کی کہ اکبر شہنشاہ کا منظور نظر ہوا۔ ایک صدی منصب سے دو ہزاری
منصب پر نوبت پہونچی میر توزک مقرر ہوا اسکی حسن خدمات کا بیان اقبال نامہ مین اپنی جگہ
لکھا ہوا ہی۔ اجمیر مین شنہ مین اس کا انتقال ہوا اسکی قبر حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ
کی قبر کے پاس ہی۔ صلاح و تقویٰ اُس کا مشہور ہے۔ وہ شریعت کا پاس بہت رکھتا تھا
رسم و رواج کے موافق وہ داڑہی نہین کترواتا تھا۔ شراب نہین پیتا تھا۔ تہجد و اشراق و
سنت عصر کبھی قضا نہوئی۔ کبھی بے وضو نہ رہتا۔ ہاتھ مین تسبیح رکھتا وظیفہ پڑہتا رہتا عصر
و مغرب کے درمیان کسی سے بات نہین کرتا۔ ایک دن عصر کے قریب اکبر پادشاہ فتحپور سیکری
کے تالاب پر ہوا کھا رہا تھا اور شہباز خان کا ہاتھ پکڑے ہوئے اُس سے باتین کرتا تھا وہ
ہر وقت آفتاب کو دیکھتا تھا حکیم علی سے کچھ فرق پر حکیم ابو الفتح کھڑا تھا اُس سے وہ کہنے
لگا کہ اگر آج شہباز خان نماز عصر قضا نہ کرے تو ہم جانین گے کہ واقعی دیندار ہی جب نماز
کا وقت تنگ ہوا ناچار پادشاہ سے نماز کے لئے عرض کیا پادشاہ نے فرمایا کہ قضا پڑھ لینا
ہم کو اکیلا چھوڑ کر کہان جاؤ گے بے اختیار شہباز خان ہاتھ چھٹا کر نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے
بعد وظیفہ شروع کیا پادشاہ ہر لحظہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا کہ اُٹھو۔ حکیم ابو الفتح نے کہا کہ
اس عزیز کے شغل مین خلل ڈالنا انصاف نہین ہی اور آگے بڑھکر پادشاہ سے عرض کیا کہ حضور
کا لطف انتہا کا بے حساب ہے اور یہ آپکے مراحم کا امیدوار ہے پادشاہ نے اُس کو چھوڑ دیا
اور وان کی طرف متوجہ ہوا شیخ ابو الفضل اُسکے باب مین لکھتا ہی کہ ہر گونہ پرستاری مین اور سپاہ کی
سر براہی مین کم ہمتا تھا اگر تعلید پرست ہنوتا تو فرو ہندگی کا طراز لیتا۔ ہمت و بخشش مین بھی نظیر نہین رکھتا
تھا اسکے خرچون کو دیکھکر لوگ متحیر ہوتے تھے اور جانتے تھے کہ سنگ پارس اُس پاس ہے۔
کہتے ہین کہ اس کے دس نوکر ایسے تھے کہ ایک لاکھ روپیہ سالیانہ پاتا تھا۔ جنگ برہم تر

مین اس پاس نو ہزار سوار تھے۔ ہر شب جمعہ کو حضرت غوث الثقلین کی فاتحہ دے کر سوا شرفیون کی شیرینی تقسیم کیا کرتا تھا۔ کنبوہ کی قوم کو اسقدر روپیہ دیا تھا کہ اس قوم کا کوئی آدمی ہندوستان مین پریشان و بدحال نہ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد بھی پچاس سال تک اشرفیان اور روپے اسکے دفائن و خزائن مین نکلتے رہے تعجب یہہ ہی کہ سنہ ۱۱ اکبری تک اس کو دو ہزاری سے زیادہ منصب نہین ملا۔ اس کے بیٹون کی کچھ ترقی نہین ہوئی۔ انعام اللہ اس کا بیٹا بکلانہ کا واقعہ نویس تھا اور اس مین اسکی عمر کٹ گئی اسکا بھائی اکرام اللہ خان سنہ ۲۱ مین بہت رشد رکھتا تھا۔ شروع سنہ ۲۱ مین اجل طبعی سے مرگیا۔

(۸۱) درویش محمد اوزبک۔ یہ بیرام خان کا دوست تھا جس کو شیر محمد نے پا بہ زنجیر اکبر پاس بھیجا تھا پادشاہ نے اس کا قصور معاف کردیا۔

(۸۲) شیخ ابراہیم۔ شیخ سلیم فتحپور سیکری کے بڑے بھائی شیخ موسی کا بیٹا اور اس کا داماد ہی وہ مدتون تک شاہزادون کی خدمت مین آگرہ کے اندر سرگرم رہا اور جب اکبر کابل گیا تو آگرہ کا پاسبان اس کو مقرر کیا تھا سنہ ۴۲ ۹۹۹ مین اس نے انتقال کیا۔

(۸۳) عبد المطلب خان پسر شاہ بداغ خان۔ ابتدا مین اوہ مرزا شرف الدین حسین خان کے ساتھ میر تھا کی تسخیر مین شریک ہوا۔ مہمات عظیم مین خدمات شائستہ بجالایا سنہ ۲۶ مین فتح دوست پسر علی دوست یار بیگی کے قتل کی تہمت مین آن کر کچھ دنون عتاب شاہی مین گرفتار ہوا سنہ ۲۷ مین کالپی مین پادشاہ اسکے گھر گیا سنہ ۳۲ مین جلالہ تاریکی کی لڑائی مین فکر و اوہام کی کثرت سے سودائی ہوکر پادشاہ پاس آیا وقت موعود پر یستی سر اکو گیا اس کا بیٹا شیر زاد عہد جہانگیری مین منصب پانصدی اور دو سو سوارون کی افسری پر مامور ہوا۔

(۸۴) اعتبار خان ناظر۔ اس خواجہ سرا کا نام خواجہ عنبر تھا وہ بابر کا مقرب تھا ہمایون پاس عراق کے سفر مین وہ مریم مکانی کو لایا تھا۔ ہمایون کے مرنے کے بعد اکبر نے بھی اسکو

کابل کو اپنی والدہ مریم مکانی کے لانے کے لئے بھیجا تھا سنہ ۲ جلوس مین وہ اسے لایا۔ کچھ دنون بعد وہ دہلی کی حکومت پر ممتاز ہوا اور یہین مرگیا۔

(۸۹) راجہ بیربر برہمن - اس راجہ کا نام مہیش داس تھا وہ برہمن اور بھاٹ تھا وہ بے بضاعت کم مایہ تھا پریشان حالی اور خستگی مین گذارتا تھا۔ لیکن فرہنگ و دانش کا مجموعہ تھا رسائی ادراک اور درستی فہم مین اپنے اقران و امثال پر ممتاز تھا۔ اکبر کی تخت نشینی پر وہ کالپی سے پادشاہ کی خدمت مین آیا اور اپنی لطیفہ گوئی اور سخن سنجی کے سبب مجلس پادشاہی کے ندیمون اور مخصوصون مین داخل ہوا اور بتدریج تمام ارباب قرب و خصوصیت پر سبقت لے گیا۔ پادشاہ اس کو مصاحب دانشور راجہ بیربر کہکر مخاطب ہوتا تھا۔ ہندی شعر خوب کہتا تھا اس لیئے اس کو خطاب کب رای (ملک الشعرا) کا ملا۔ نگرکوٹ کا حال اور مہم یوسف زئی مین اس کے مارے جانے کا بیان اقبال نامہ مین درج ہے۔ اگرچہ راجہ کو منصب دوہزاری تھا مگر مصاحبت و خصوصیت کا پندار اس کو بڑا تھا۔ اس کے مرنے کے غم مین پادشاہ نے دو روز کھانا نہین کھایا اور کیف معتاد پر مائل نہین ہوتا۔ پادشاہ کا کسی کے مرنے پر ایسا بُرا حال نہین ہوا جیسا کہ اُسکے مرنے پر۔

ابوالفضل نے مرزا عبدالرحیم خانخانان کو جو فرمان لکھا ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادشاہ کے دلمین اُسکی جگہہ عجیب تھی اور ایک ربط خاص تھا اس کے اظہار عقیدت مین یہ عبارت لکھی ہے کہ بعض موانع اگر نہ واقع ہوتے تو مین خود جاکر اُسکی نعش کو اپنی آنکھون سے دیکھتا اور اپنی عطوفت و مہربانی کو جو اس کے ساتھ تھی ظاہر کرتا ؎

کدام دل کہ ازین واقعہ جگر خون نیست   کدام دیدہ ازین واقعہ جگر گون نیست

راجہ بیربر بوجود سخاوت مین زمانہ مین یکتا تھا بخشش و انعام مین شہرۂ آفاق۔ فن موسیقی مین مہارت تمام رکھتا تھا۔ کبت و دوہرے جو اُس کے مشہور ہین اور

لطائف ونکات اس کے خلائق کی زبان پر ہین۔ ہر مہینہ مجلس کرتا تھا اس کا بڑا بیٹا
لالہ نام اپنے لایق منصب رکھتا تھا بدخوئی وخودکامی سے خرچ اپنے اندازہ سے زیادہ
رکھتا تھا۔ خواہشین فراخ رکھتا تھا جب آمدنی زیادہ نہ ہوئی تو پادشاہ سے سنہ ۴۹
اکبری مین اجازت لے کر جوگی ہوگیا۔ بدایونی اس راجہ کی نسبت یہ لکھتا ہے کہ سنہ ۹۹۵ کی
جھوٹی اور پاجیانہ باتون مین سے جو محالات سے بھی ایک قدم بڑھاے ہوے ہین بیربر
ملعون کے زندہ ہونے کی خبر ہے باوجودیکہ وہ جہنم کے ساتوین طبقے مین پہونچ چکا تھا اس کا
مجمل بیان یہ ہے کہ جب ہندوؤن نے دیکھا کہ اس ناپاک سے پادشاہ کو میلان خاطر
بہت تھا اور اسکی مفارقت سے اضطراب مین تھا تو ہر روز یہ مشہور کرتے تھے کہ نگرکوٹ
مین کوہستان کے اندر جوگیون اور سناسیون کے ساتھ وہ سیر کرتا پھرتا ہے پادشاہ کو اسکا
یقین تھا اس لئے کہ اس کو علاقہ دنیا سے مجرد جانتا تھا اور اس کو دور نہین جانتا تھا۔
کہ اس نے لباس فقیری اختیار کیا ہو اور واقعہ یوسف زئی کی شرمندگی کے مارے
یہان نہ آتا ہو احمقون نے اس خبر کو سچ جان کر لاہور مین اسکی داستانین بنانی شروع
کین اور ایک شخص نے نگرکوٹ مین جاکر حال تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ یہ فقط باتین ہی
ہین اصل اسکی کچھ نہین۔ بعدازان یہ سنا کہ کالنجر مین جو اس کتے کی جاگیر تھی وہ چلا گیا
ہے عمال کالنجر نے اس مضمون کی عرضداشت بھیجی کہ ایک حجام نے جو محرم اسرار تھا۔
تیل ملنے کے وقت علامات بدنی کو دیکھ کر بیربر کو پہچانا ہے اور وہ پوشیدہ رہتا ہے
ہندو کروری نے یہ چھل کر رکھا تھا کہ ایک بے گناہ مسافر خون گرفتہ کو چھپا رکھا تھا اور مشہور
کردیا تھا کہ وہ بیربر ہے۔ پادشاہ نے حجام کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کروری حجام
کو بھیج سکا نہین مگر اس مسافر کو اخفاء حال کے لئے مار ڈالا اور پادشاہ کو کہلا بھیجا کہ وہ
بیربر تھا جسکی اجل آگئی اور پادشاہ کی پابوسی کی سعادت نہ پائی پادشاہ نے اس کا دوبارہ
ماتم کیا۔ کروڑی اور اوروں کو طلب کرکے کچھ دنون شکنجہ مین رکھا کہ کسواسطے ہم کو پہلے خبر نہ کی

اور بہت سارو پیہ اُس سے ڈنڈ اس بہانہ سے لیا۔

بدایونی اور شہباز خان اور مسلمانون کو راجہ بیربر سے اس سبب سے نفرت پیدا ہوئی تھی کہ ا
یقین تھا کہ اسی راجہ نے پادشاہ کو آفتاب پرست بنایا ہے۔

(۸۶) اخلاص خان اعتبار خواجہ سرا بھی امرا دو ہزاری مین داخل تھا۔

(۸۷) بہار خان محمد اصغر۔ ہمایون کا نوکر تھا دو ہزاری منصب رکھتا تھا ۱۱۰ھ مین مرگیا۔

(۸۸) شاہ فخر الدین پسر میر قاسم۔ وہ موسوی سید مشہد کا تھا وہ ۹۶۱ھ مین ہمایون کے
ہندوستان مین آیا وہ سب لڑائیون مین شریک ہوا۔ کفایت خان کا خطاب پایا اجین
کا حاکم مقرر ہوا پھر پٹن کا حاکم مقرر ہوا ۹۸۲ھ کے شروع مین مرگیا۔

(۸۹) راجہ رام چندر بگھیلہ۔ ملک بھٹہ کا زمیندار تھا اور رابر نے جو اپنی واقعات مین ہندوستان
کے تین بڑے راجہ بیان کیے ہین ان مین وہ ایک تھا اسی راجہ کے دربار مین تانسین
کلاوت جو فنون نغمہ سرائی مین لاجواب تھا حسن صورت مین نازک خیالی مین کوئی اسکی
مثل نہین ہوا۔ راجہ کمال قدردانی کرتا تھا اور اس سے انس رکھتا تھا۔ جب اس کے
کمالات کے وصف اکبر شہنشاہ نے سُنے تو ۹۷۰ھ جلالی مین جلال خان قورچی کو راجہ کے
پاس بھیجا اور تانسین کو اپنے پاس بُلایا راجہ انکار نہ کرسکا۔ تانسین کو سازوسامان تجمل
ہدیون کے ساتھ روانہ کیا۔ پادشاہ کی خدمت مین جب وہ آیا تو اول ہی روز مین اس کو
دو کروڑ دام کہ دو لاکھ روپے رائج الوقت ہوتے ہین پادشاہ نے انعام دیئے تقریبون مین
بہت کچھ انعام دیتا رہا۔ باقی حال اس راجہ کا مہم گڈہ اور قلعہ باندھو کی تسخیر مین اقبالنامہ
مین پڑھو۔

(۹۰) لشکر خان محمد حسین خراسانی۔ وہ میر بخشی و میر عرض تھا ۹۷۱ھ مین مظفر خان (۳۷) نے اسکو
معزول کیا ۹۷۲ھ مین وہ پادشاہ کے دربار مین شراب پی کر آیا۔ پادشاہ نے اُسکو گھوڑے
کی دُم سے بندھوا کر قیدخانہ مین بھیجدیا پھر وہ رہا ہو کر منعم خان کے ماتحت مہم بنگال مین بھیجا گیا۔

نگروٹی کی لڑائی مین زخمی ہوا اور پھر مرگیا۔ دو ہزار یا ایک ہزار سپاہ اس پاس رہتی تھی

(٩١) سید احمد بارہ۔ یہ سید محمود کا چھوٹا بھائی تھا گجرات کی مہمات مین اُسنے کارہاے نمایان کیے سنہ ٩٨٥ مین وہ مرگیا۔

(٩٢) کاکر علی خان چشتی۔ وہ ہمایون کے ساتھ ہندوستان مین آیا۔ گدہ کٹنگہ اور خیرآباد کی لڑائی مین خدمات شائستہ بجالایا سنہ ٩٨٠ مین پٹن کی لڑائی مین مارا گیا۔

(٩٣) راے کلیان مل۔ زمیندار بیکانیر۔ راے سنگہ کا بیٹا تھا جس کا بیان (٤٤) مین کیا گیا

(٩٤) ظاہر خان میر فراغت پسر میر خورد اتالیق شاہزادہ دانیال۔ وہ امراء ہمایون مین تھا۔ اکبر بادشاہ کا مصاحب تھا۔ اس لیئے اکبر کے مامون خواجہ معظم دیوانی کے پکڑنے مین بڑی مدد کی تھی۔

(٩٥) شاہ محمد خان قلاتی۔ قلات کا تلفظ اہل قلات کلات کرتے ہین۔ بیرام خان کا دوست تھا جس نے قندھار اس کے بالکل سپرد کیا تھا۔ قندھار مالوہ کی مہمات مین اس نے کام کیے سنہ ٩٦ مین منصب دو ہزاری پایا۔ سنہ ٩٨٠ مین پٹن کی لڑائی مین زخمی ہوا۔

(٩٦) رائے سرجن ہاڈا۔ اکثر اس کو راے ہاڈا کہتے ہین (ہاڈا چوہانون کے ایک فرقہ کا نام ہے سرکار رنتھنبور کو ہاڈولی کہتے ہین راے سرجن پہلے رانا کی خدمت مین تھا اپنے تئین رنتھنبور مین محفوظ سمجھکر مغلون سے لڑا تھا۔ مگر جب اس قلعہ کو اکبر نے فتح کر لیا تو اُسنے بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور خدمات شائستہ مختلف مہمات مین بجالایا سنہ ١٠٠١ مین مرگیا۔

(٩٧) شاہم خان جلائر (جلائر ایک چغتائی قوم کا نام ہے) اس کے باپ کا نام بابا بیگ تھا۔ جس کو ہمایون نے جونپور مین حاکم مقرر کیا تھا۔ شاہم خان نے بنگال و اوڑیسہ کی مہمات اور بعض اور مقامات مین خدمات کین مزاج مین اسکے ظلم تھا

سنہ امین اسکو دو ہزاری منصب ملا تھا۔

(۹۸) آصف خان (مرزا قوام الدین) جعفر بیگ بدیع الزمان ولد آقاے ملات دوات دار قزوینی کا بیٹا مشہور ہے۔ شاہ طہماسپ شاہ ایران کے زمانہ مین مرزا بدیع الزمان کاشان کا وزیر تھا۔ مرزا جعفر بیگ اپنے باپ دادا کے ساتھ مجلس شاہ مین آمد و رفت رکھتا تھا سنہ ۹۸۵ مین نوجوانی کے عالم مین عراق سے ہند مین وارد ہوا۔ اپنے چچا مرزا غیاث الدین علی آصف خان بخشی کی ہمراہ اکبر پادشاہ کی خدمت مین آیا۔ پادشاہ نے اس کو منصب بستی داخلی آصف خان عنایت کیا اس کم منصبی پر راضی نہین ہوا دربار کے مجرلے اور آمد و رفت کو ترک کیا۔ یہ استغنا پادشاہ کو ناگوار ہوا۔ مگر پھر پادشاہ سے اس نے رجوع کی اور مہمات عظیم مین شریک ہوا۔ خدمات شائستہ کین۔ گھوڑا گھاٹ مین اپنے اجل طبعی سے مرگیا۔ صد حیف از آصف خان تاریخ ہے۔ وہ صاحب کمال تھا۔ سب فنون مین ایک فنی تھا۔ ہر ہنر کو سمجھتا تھا۔ اسکی فطرت بلند کا شہرہ تھا وہ کہا کرتا تھا جس بات کو مین بدیہہ نہ سمجھون وہ بے معنے ہوگی۔ ایک نگاہ مین تمام سطر پڑھ لیتا تھا فراست و دانائی و کاردانی و اجراے مہام ملکی و مالی مین اس کو ملکہ تھا۔ ظاہر و باطن آراستہ تھا اسکے شعر و انشا مین کمال متانت ہوتی تھی۔ گل و گلزار باغ و چمن کا شوق بہت تھا نخل و نہال اپنے ہاتھ سے لگاتا تھا اور اپنے ہاتھ سے بیل سے دست کاری کرتا۔ بیویان اسکی بہت تھین اسکے بیماری و اسپ سین ایک سے نعلیان اسکے گھر سے برآمد ہوئیں اسکے بیٹے جیت تھیں اسکے بیٹوں میں کوئی آگے نہیں بڑھا

منصب دو ہزار پانصدی

(۹۹) شیخ فرید مرتضےٰ خان بخاری۔ (۱۰۰) سمانچی خان پور چلپہ بیگ (سمان ترکی زبان مین کاہ کو کہتے ہین۔ سمانچی وہ جو کاہ کی نگہبانی کرے (۱۰۱) تردی خان پسر قیا خان گنگ (۱۰۲) مہر خان انیس الدین ملازم ہمایون (۱۰۳) راے درگا سی سوہنہ اکبر نامہ مین

اس کا نام راے درگا چند راوت لکھا ہے۔ پرگنہ رام پور مین جس کو اسلام پور بھی کہتے ہین اور وہ چیتور کے پاس ہے اس کے باپ دادا سب رہتے تھے چالیس برس اکبر کی خدمت مین رہا (۱۰۴) مادہو سنگہ پسر راجہ بھگوان داس (۱۰۵) سید قاسم

منصب داران یکہزاری دویست و پنجاہی

(۱۰۶) رای سال درباری شیخاوت اسکے باپ کا نام راجہ سوجا پسر رائے مل شیخاوت ہے، حسن خان سور پدر شیرشاہ اول اُس کا نوکر ہوا تھا۔ لکھا ہے کہ دو فرقے ہین ایک راجاوت جس مین مرزا راجہ مان سنگہ کا خاندان ہے دوم شیخاوت جس کے راجہ لونکرن و راجہ رائسال اور ان کے اقربا ہین کہتے ہین کہ ان کے اسلاف مین سے کسی کے ہان بیٹا نہین ہوتا تھا۔ ایک درویش کی دعا سے اسکے ہان بیٹا پیدا ہوا اس کا نام شیخ رکھا گیا اس لیئے یہ خاندان شیخاوت سے منسوب ہوا۔ پہلے ہزار دویست و پنجاہ کا منصب ملتا تھا مگر بعد ازان موقوف ہوا اور یہ قرار پایا کہ ہزار سے آگے پانصدی سے کم کسی کا اضافہ نہ ہوا کرے۔

منصب داران ہزاری

(۱۰۷) محب علیخان پسر میر خلیفہ۔ میر خلیفہ سلطنت بابر کا رکن اعظم تھا جس کا حال بابرنامہ مین لکھا ہے (۱۰۸) سلطان خواجہ عبد العظیم پسر خواجہ خاوند دوست (۱۰۹) خواجہ عبداللہ پسر خواجہ عبد اللطیف (۱۱۰) خواجہ جہان امین ہرات (۱۱۱) تاتار خان خراسانی۔ (۱۱۲) حکیم مسیح الدین ابوالفتح پسر ملا عبد الرزاق گیلانی۔ عبد الرزاق مدتون گیلان مین صدارت کے عہدہ پر ممتاز رہا ہے سنہ ۹۷۴ شاہ ایران نے اس کو زندان مین بھیجا یہین بند کے شکنجہ مین دم اس کا نکلگیا۔ حکیم ابوالفتح مع اپنے دو بھائیون حکیم ہمام و حکیم نورالدین کے ہندوستان مین آیا ان بھائیون مین سے ہر یک بجودت طبع وحدت فہم و علوم رسمی و کمالات صوری مین ممتاز زمان

تھا سنہ ۲ مین پادشاہ کی خدمت مین آے۔ ہریک اپنی لیاقت کے موافق سرافراز
ہوا ابوالفتح شائستہ زیادہ تھا اور مزاج روزگار سے آشنا تھا اُس نے جلد ترقی کی سنہ ۲۴
مین صدارت و امینی صوبہ بنگالہ پر مقرر ہوا اگرچہ منصب مین ہزاری تھا مگر رتبے مین
وزارت و وکالت سے بڑھا ہوا تھا وہ اجل طبعی سے دمنتور کے مضافات مین مرگیا
حسن ابدال مین دفن ہوا۔ جہان پادشاہ اسکی فاتحہ پڑھنے گیا یہ حکیم دقیقہ شناس ہوشیار مغز
بیدار دل عالی فطرت تھا فیضی نے اس کا مرثیہ لکھا۔ کریم الصفات و محسن الزمان تھا
شعراے وقت کا ممدوح تھا عرفی نے اکثر قصائد اسکی مدح مین کہے ہین۔ اس کا بھائی حکیم
نورالدین قراری تخلص کرتا تھا وہ اکبر کے حکم سے بنگالہ گیا کچھ ترقی نہین کی یہین مرگیا
اس کا مقولہ تھا کہ دوسرے شخص پر اظہار ہمت کرنا اظہار طمع ہے۔ بازاری کو ملازم کرنا خود
اپنے تئین بدخو کرنا ہی جسپر اعتماد کیجیے وہ معتمد ہے۔ وہ حکیم ابوالفتح کو مرد دنیا کہتا۔ حکیم ہمام
کو مرد آخرت کہتا اور اپنے تئین دونون سے برکنار سمجھتا۔

(۱۱۳) شیخ جمال پسر محمد بختیار۔ اسکی بہن حرم سراے اکبری کی مہتمم تھی اسی کی سفارش سے بھائی
کو ہزاری منصب ملا تھا شراب نوشی کے سبب سے پادشاہ نے اسے قید مین کچھ دنون رکھا تھا
مگر اس نے اس اپنی بُری عادت کو چھوڑا نہین۔

(۱۱۴) جعفر خان پسر قزاق خان (۱۱۵) شاہ فنائی پسر میر نجفی (۱۱۶) اسد اللہ خان تبریزی
(۱۱۷) سعادت علی خان بدخشانی (۱۱۸) روپسی بیراگی برادر راجہ بہاری مل (دنمبر ۲۳)
(۱۱۹) اعتماد خان خواجہ سرا (۱۲۰) باز بہادر پسر سجاول خان سور (۱۲۱) اودے سنگ
پسر راے مالدیو۔ اسی راجہ کی بیٹی جگت گسائین سے جہانگیر کا بیاہ ہوا تھا جس سے شاہزادہ
خرم پیدا ہوا (۱۲۲) خواجہ شاہ منصور شیرازی (۱۲۳) قتلق قدم خان آختہ بیگی (ترکی
زبان مین قتلق کے معنے مبارک کے ہین) (۱۲۴) علی قلی خان اندرابی قندز کے جنوب
مین اندراب ایک شہر ہے اگر کابل سے ایک خط مستقیم شمال کی طرف طالقان تک

کھینچا جاے تو وہ اس کے قریب گذرتا ہے (۱۲۵) عادل خان پسر شاہ محمد قلاتی (۹۵) ایک دفعہ شکار مین ایک شیر اکبر پر حملہ کرنے آیا کہ عادل خان نے اس کے منہ مین اپنا ایک ہاتھ دے دیا اور دوسرے ہاتھ مین خنجر سے شیر کا منہ زخمی کیا مگر اسکے دونون ہاتھ شیر نے پکڑ لیے اور آدمیون نے شیر کو مارا عادل خان زخمی ہوا اور اسی سبب سے مرگیا۔

(۱۲۶) خواجہ غیاث الدین علی آصف خان قزوینی (۱۲۷) فرخ حسین خان پسر قاسم حسین خان (۱۲۸) معین الدین احمد خان فرنخودی (فرنخود ایک شہر سمرقند کے پاس ہے) (۱۲۹) محمد قلی توقبائی (چغتائی قوم کا ایک فرقہ توقبائی ہے۔ (۱۳۰) مہر علی خان سلدوز سلدوز چغتائی فرقہ کا نام ہے (۱۳۱) خواجہ ابراہیم بدخشی (۱۳۲) سلیم خان کاکر (۱۳۳) حبیب علی خان (۱۳۴) جگ مل چھوٹا بھائی راجہ بہاری مل (۱۳۵) الغ خان حبشی (الغ خان کے معنے ترکی زبان مین خانخان کے ہین (۱۳۶) مقصود علی خان (۱۳۷) قبول خان

منصب دارانِ صدی

(۱۳۸) کوچک علی خان کولابی (کولاب ایک شہر بدخشان مین ہے طول ۷۰ درجے عرض ۳۸ درجے (۱۳۹) سعادت خان سنبل ہمایون کا غلام (۱۴۰) شیر محمد میر عدل (امروہہ کا سید) (۱۴۱) رضوی خان مرزا میرک رضوی سید مشہد (۱۴۲) مرزا نجات خان برادر سید میرک (۱۴۳) سید ہاشم پسر سید محمود بارہ (۱۴۴) غازیخان بدخشی (اس کا نام قاضی نظام تھا) اسکی تصنیف سے بہت کتابین ہین۔ سجدہ جو اکبر کے دربار مین ہوتا تھا اس کا موجد یہی تھا (ابو الفضل کا بہنوئی تھا (۱۴۵) فرحت خان مہتر سکائی غلام ہمایون (۱۴۶) رومی خان استاد جلبی رومی (۱۴۷) سمانجی خان قورغوجی (۱۴۸) شاہ بیگ خان پسر کوچک علی خان بدخشی (۱۴۹) مرزا حسین خان برادر مرزا نجات خان (۱۵۰) حکیم زنبیل برادر مرزا محمد طبیب سبزواری (۱۵۱) خداوند خان دکنی

(ابوالفضل کا بہنوئی) ایک دن ابوالفضل نے اسکی ضیافت کی اور امرار کو بلایا۔ ہر نوکر کے آگے نو قابین کھانے کی اور ایک لنگری گوسفند بریان اور نان کی رکھی۔ خداوند خان کے آگے بہت سی رکابیان مرغ و دراج اور طرح طرح کے ساگ وسالن کی چنین تو وہ ناخوش ہوکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ ہمارے سامنے مرغ کا کباب استہزا اور مسخرا بنانے کے لئے رکھا جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے خداوند خان سے کہا کہ یہ چیزین ہندوستان کے معمولی تکلفات مین ہین مگر اس کا دل ابوالفضل سے صاف نہ ہوا اور پھر اُس کے گھر نہ گیا۔ اسی سبب سے ہندوستان مین اہل دکن حماقت وسخافت عقل مین مشہور ہوئے

(۱۵۲) میرزادہ علی خان پسر محترم خان (۱۵۳) سعادت مرزا پسر خواجہ خضر خواجہ خان (۱۵۴) شمال خان چیلہ (۱۵۵) شاہ غازی خان سید تبریزی (۱۵۶) فاضل خان پسر خانخانان (۱۵۷) معصوم خان پسر منعم الدین فرنخودی (۱۵۸) تولک خان قوچین (۱۵۹) خواجہ شمس الدین خوافی (خواف ایک ضلع خراسان مین ہے اکثر نقشون مین ہرات کے مغرب مین خاف لکھتے ہین) (۱۶۰) جگت سنگہ پسر کلان راجہ مان سنگہ (۱۶۱) نقیب خان پسر میر عبداللطیف قزوینی (۱۶۲) میر مرتضے سبزواری سید (۱۶۳) شمس پسر خان اعظم مرزا کوکہ (۱۶۴) میر جلال الدین حسین سید انجوئی (۱۶۵) سید راجو بارہ (۱۶۶) میر شریف آملی (۱۶۷) حسین بیگ شیخ عمری (۱۶۸) شیرویہ خان پسر شیر افگن خان (۱۶۹) نظر بے اوزبک (۱۷۰) جلال خان پسر محمد خان بن سلطان آدم گکھر (۱۷۱) مبارک خان پور کمال خان گکھر (۱۷۲) تاش بیگ خان مغل (۱۷۳) شیخ عبداللہ پسر شیخ محمد غوث (۱۷۴) راجہ راج سنگہ ولد راجہ اسکرن کچھوا (۱۷۵) رائے بھوج پسر رائے سرجن۔

منصب داران ہشت صدی

(۱۷۶) شیر خواجہ (۱۷۷) مرزا خرم پسر خان اعظم مرزا کوکہ

منصب داران ہفت صدی

(۱۷۸) قریش سلطان پسر عبدالرشید خان حاکم کاشغر (۱۷۹) قرا بہادر عم زادہ مرزا حیدر پسر مرزا محمود (۱۸۰) مظفر حسین مرزا پسر ابراہیم حسین مرزا (۱۸۱) قتلدوق خان اوزبک برادر بیرام خان اوغلان (۱۸۲) سلطان عبداللہ برادر غیر مادری سلطان قریش (۱۸۳) مرزا عبدالرحمن برادر زادہ امیر زا حیدر (۱۸۴) قیا خان پسر صاحب خان (۱۸۵) دربار خان عنایت خان (؟) پسر تکلتو خان قصہ خوان (۱۸۶) عبدالرحمن خان پسر مؤید خان (۱۸۷) قاسم علیخان (۱۸۸) باز بہادر خان پسر شریف خان (۱۸۹) سید عبداللہ خان پسر میر خوانند (۱۹۰) دھارو پسر راجہ تو ڈرمل (۱۹۱) احمد بیگ کابلی (۱۹۲) حکیم علی گیلانی (۱۹۳) گوجر خان پسر قطب الدین خان آتگہ (۱۹۴) صدر جہان مفتی (۱۹۵) تختہ بیگ کابلی (۱۹۶) رائے پتر داس کھتری (۱۹۷) شیخ عبدالرحیم لکھنوی (۱۹۸) میدنی رائے چوہان (۱۹۹) ابوالقاسم تمکین (۲۰۰) وزیر بیگ جمیل (۲۰۱) طاہر یوسف الملوک (۲۰۲) بابو منگلی

منصب داران شش صدی

(۲۰۳) محمد قلی ترکمان (۲۰۴) بختیار بیگ گرد شاہ منصور

ابوالفضل نے آئین اکبری مین جس ترتیب سے منصب دارون کے نام اس صدی تک لکھے ہین وہ نقل کیے۔ اگر ہم سب منصب دارون کا مفصل حال لکھتے تو اقبال نامہ ہم کو دوبارہ نقل کرنا پڑتا اس لیے کہ ان کل منصب دارون کے کارہائے عظیم کا مجموعہ اکبر کی سلطنت کی تاریخ ہے اس لئے ہم نے ان منصب دارون کا فقط نام یا جو حال انکا لکھنا ضروری تھا وہ لکھدیا ہے۔ جنکو ان کا حال مفصل دیکھنا ہو وہ اقبالنامہ کے اوراق گردانی کرکے پڑھ لین ابوالفضل نے جو فہرست منصبدارون کی لکھی ہے اس سے یہ دو بڑی باتین معلوم ہوتی ہین اول یہ ہندوستان کے

ہندوستان کے مسلمان بہت ہی کم منصب دار تھے زیادہ تر ترک و ایرانی و افغانی منصب دار تھے دوم ہندو بھی اعلیٰ منصوبون پر ممتاز تھے (۴۱۵) منصب دارون مین ۵۱ ہندو تھے مگر جو منصب دار معزول ہو گئے تھے یا جنھون نے بغاوت کی انکے نام اکثر اس فہرست سے خارج ہین جیسے شاہ ابو المعالی خواجہ معظم برادر مادر اکبر بابا خان قاقشال۔ معصوم خان کابلی۔ عرب بہادر جباری لیکن بعض اور بھی فروگذاشت ہوئے ہین جیسے خضر خواجہ سلطان حسین جلائر۔ کمال خان گکھر۔ میر غوث۔ نورنگ خان پسر قطب الدین خان۔ مرزا قلی۔ راجہ اسکرن انکے سوا اور بھی فروگذاشت ہوئے اس کا سبب بتانا کہ کیون فروگذاشت ہوئے مشکل ہے غرض اکبر جو فاتح ہند تھا اس نے گو اعلیٰ درجے کے عہدے ترکون اور ایرانیون اور افغانون کو دیئے مگر اسنے ہندوستانی مسلمانون اور ہندوؤن کو بھی انکے دینے مین دریغ نہین کیا۔ راجہ توڈرمل کا درجہ بادشاہ کے بعد تھا مال کے کام کا وہی مختار تھا۔ مان سنگہ۔ بھگوان داس۔ راجہ بیربل جنگی کامون مین بڑے باقتدار تھے اول درجہ جو منصب کا پنجہزاری تھا اس مین تیس مین تین ہندو اور چار ہزاری منصب مین نو مین دو ہندو ۔ ۳ ہزاری منصب مین سترہ مین ۸ ہندو تھے غرض تمام اعلیٰ درجے کے عہدہ دارون مین ستاون ہندو تھے علاوہ ان کے ہندوستانی مسلمان بھی تھے اور شاہ جہان کے عہد مین ہندوؤن کے اعلیٰ عہدہ دارون کی تعداد دوچند ہو گئی تھی

ٹوڈ صاحب اپنی تاریخ راجستان مین لکھتے ہین کہ اکبر کے ۴۱۶ منصبدارون مین ۴۷ رجپوت منصب دار تھے جن کے پاس دو سو سے لیکر دس ہزار تک سپاہ تھی اور کل سپاہ ان پاس ۵۷ ہزار تھی جو کل منصب دارون کی سپاہ پانچ لاکھ سترہ ہزار کا دسوان حصہ تھا ان ۴۷ منصب دارون مین ہزاری سے لیکر پنجہزاری تک منصب رکھتے تھے اور ۳۰ کا دوصدی سے ہزاری تک منصب تھا۔ امیر (جے پور) و مارواڑ و بیکانیر و بوندی و جیسلمیر و بوندیل کھنڈ و شیخاوت کے راجاؤن کے منصب تھے۔ امیر کے راجہ کا منصب پنجہزاری تھا۔ بیکانیر کا راجہ رائے سنگہ چار ہزاری منصب رکھتا تھا چندیری و کرولی و دتیا کے خود مختار راجہ اور بڑی بڑی ریاستون اور شیخاوت کے اعلیٰ درجہ کے زمیندار

چار صدی سے لیکر ہفت صدی تک منصب رکھتے تھے ہم اورنگ زیب سلطنت کے آخر مین ہندو و مسلمانون کے اعلی عہدون کے پانے پر زیادہ بحث کرینگے۔

بدآیونی نے لکھا ہے کہ صاحب تاریخ نظامی نے امرا اکبری کا ذکر لکھا ہے جنہین سے اکثر متوفی غیر مرحوم ہین اس لیے ان کے بیہودہ حالات کے ذکر سے مین اپنے قلم کو آلودہ نہین کرتا مشایخ عصر و علمار و حکمار کا ذکر اس نے خوب لکھا ہے طبقات اکبری مین بعض اعلی درجہ پر منصب دارون کا ذکر نہایت مختصر لکھا ہے اور اس کے بیان اور ابوالفضل اور ماثر الامرا کے بیانون مین کہین کہین اختلاف ہے۔

دانش اندوزان جاوید دولت

بادشاہ نے اس گروہکی پانچ قسمین کین ہین۔ اول ان بزرگونکی ہین جو اپنی خوش نصیبی سے اسرار بیرونی و اندرونی کی بینائی رکھتے ہین اور اپنی والا فطرتی سے اور فراوانی حوصلہ سے دونون مین کمال رکھتے اور بادشاہ کے فیض پذیر ہین دوم وہ جو تدبیر ہین صورت پر کمتر نظر رکھتے ہین مگر فروغ دل سے فراوان شناسائی رکھتے ہین۔ سوم معقول و منقول دونون پر نظر رکھتے ہین۔ چہارم نقل مین اشتباہ رکھتے برہان کے سوا کسی کو دستاویز نہین گردانتے پنجم تعلید پیشگی و نقل پرستی کی تنگنا سے باہر قدم نہین رکھتے ہر ہر قسم کے اور فرقہ بہت ہین

ظاہر و باطن آشنا

(۱) شیخ مبارک ناگوری جنکا بیان اوپر ابوالفضل کے بیان مین ہوچکا ہے بدایونی نے جو انکی نسبت لکھا ہے وہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۲) شیخ نظام امیٹھے وال۔ امیٹھے ایک قصبہ توابع لکھنؤ سے ہے وہ سلوک و جذب دونون رکھتے تھے۔ ابتداء حال مین عام مکتسبہ کے طلبہ مین داخل تھے مگر اپنی فطرت عالی کے سبب سے فنا کی

طرف رجوع تھے ہمیشہ آنکھ ورق پر بستہ اور دل حق کے ساتھ پیوستہ رکھتے تھے تھوڑے دنون مین پیر سے رخصت ہوئے اور تکمیل پاکر قصبہ ایٹھے مین قناعت کرکے گوشہ گزین ہوئے اور کبھی اس قصبہ سے سوای چند خدا دوست دوستون کے ملاقات کو نہ جاتے وہ نماز جمعہ سے پیشتر نماز ظہر کی جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے وہ اپنی کسر نفسی کے سبب سے شاذ و نادر مرید کسی کو کرتے تھے وہ ملاقات مین ہر شخص سے مناسب حال اُسکے زبان سے کلمہ نکالتے پھر سوای قرآن و حدیث اور مشایخ کبار کے سخنون کے اور بات نہ کرتے وہ ہر شخص کو خواہ امیر ہو یا فقیر کچھ نقد یا نمک دیتے تھے وہ نمک کو کہا کرتے تھے کہ بہتر مرضون کی دوا ہے جس کسی کو وہ دشنام دیتے تھے تو پھر تحسین کے قابل وہ کام کرتا جسپر لعنت بھیجتے تھے وہ کار رحمت کرتا سنہ ٩٧٩ھ مین اس دار فنا سے رحلت کی۔

(٢) شیخ نظام الدین نارنولی سلسلہ چشتیہ مین تھے۔ نارنول ہندوستان کا مشہور ہے چالیس برس تک مسند ارشاد پر استقرار رہا۔ ابتدائے جوانی سے آخر عمر تک دہلی مین حضرت قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیار کی کے عرس مین پیادہ پا جاتے تھے وہ بے تکلفی و بے تعینی سے فقرا اور اغنیا سے برابر نسبت رکھتے تھے اور سب طرح کے آدمیون کو مرید کرتے تھے وفات انکی سنہ ٩٩٧ھ مین ہوئی واہ نظام انکی تاریخ وفات ہے۔

(٣) شیخ ادھن جونپوری سلسلہ چشتیہ مین تھے۔ عمر طبعی سے بھی زیادہ عمر پائی اُنکے بیٹے پوتے پر پوتے بہت سے تھے ان کے سامنے بیٹے ایسے بوڑھے ہو گئے تھے کہ معلوم نہین ہوتا تھا کہ باپ کون ہے اور بیٹا کون شریعت و طریقت و حقیقت کے جوامع الکلم فرماتے تھے کہ نہ عوام ایسی تقریر کر سکین نہ خواص سنہ ٩٧٠ھ مین جونپور مین نقاب خفا عالم فنا سے چہرہ پر کھینچی شیخ ادھن تاریخ وفات ہے۔

(٤) میان وجیہ الدین احمد آبادی نسبت انکی علوی مگر انھون نے اس کو شہرت نہ دی وہ علماء کبار اور کارشناس سے تھے۔ صاحب صلاح و تقوے و مجاہدہ۔ جادہ شریعت پر مستقیم۔ گوشہ قناعت مین مقیم۔ ہمیشہ درس علوم مین اشتغال رکھتے تھے جمیع علوم عقلی و نقلی مین انکی قدرت اس مرتبہ پر تھی کہ بہت کم کتابین ایسی تھین جن کا وہ درس نہ دیتے تھے۔ غرض انکے انفاس

مستبر کہ سے فیض بہر وقت پہونچتا تھا بہت آدمی ان پاس محنت زدہ و بیمار دعا کے لیئے آتے تھے کبھی وہ اہل دنیا کے خانہ پر نہین گئے بہت ہی کم خانہ و مسجد سے باہر قدم رکھا۔ موٹا کپڑا پہنتے جو کچھ فتوح ہوتی اسکو تقسیم کر دیتے ۹۹۸ھ مین اس سراے وحشت سے چلدیئے شیخ وجیہ الدین بے الف لام کے تاریخ وفات ہے۔

(۵) شیخ رکن الدین۔ ولد رشید شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ہین۔ ارباب ذوق وحال مین سے تھے۔ اہل حشمت وشوکت پاس کبھی نہین جاتے تھے عزلت نشین تھے۔

(۶) شیخ جلال الدین قنوجی۔ مجذوب سالک تھے ملتان انکے باپ دادا کا وطن تھا وہ قنوج مین رہتے تھے کبھی جذب کی حالت کو غلبہ ہوتا تھا۔ چارپائی کی اوان گلے مین ڈالکر بازار مین پھرتے تھے اور مصیبت افزا اور دردانگیز فریادین مچاتے تھے اور یہ دائمی غیر مکرر وقوع مین آتی تھین۔

(۷) شیخ الهدیہ خیرآباد۔ علماء متجرین سے تھے۔ ابتداے احوال مین برسون درس وافادہ علوم ظاہری مین عمر بسر کی پھر طریقہ صوفیہ پر رجوع کی۔ توکل وتجرید و نثار وایثار اختیار کی۔ اہل دنیا کو ترک کیا۔ کسی کی ضیافت بھی قبول نہین کی۔ شیخ سے محمد حسین خان نے ایک دن پوچھا کہ سالار مسعود کہ عوام ہند مین پرستش کرتے ہین کون تھے فرمایا کہ ایک افغان تھا کہ شہید ہوگیا ۹۹۳ھ مین وفات پائی۔

(۸) شیخ عبدالغفور اعظم پوری۔ خاندان چشتیہ مین مرید تھے۔ کمالات صوری ومعنوی رکھتے تھے۔ ہرچند طالب مناسبت کم رکھتا مگر شیخ اس کو بے اختیار اہل خدمت بناتا علوم دین کا درس دیتا کلام بلاغت فرجام اس کا شورانگیز دلون کو راحت پہونچاتا اور زبان معجز بیان اسکی مشتاق جانونکی مرہم بنتی اسکی حسن صورت وخوبی سیرت کی شہرت اٹھی تھی۔ علم تصوف مین صاحب تصنیف ہین ۹۸۵ھ مین دارالبقا کو رحلت کی اعظم پور مین مدفون ہوئے۔

(۹) شیخ عبدالعزیز دہلوی۔ صاحب مکارم اخلاق تھے۔

(۱۰) مولانا حسام الدین سرخ لاہوری۔ وہ علماء لاہور سے اختلاف رکھتے تھے علوم دین اور

فلسفہ سے ماہر تھے۔

(۱۱) شیخ پنجو۔ ان کو لوگ غلطی سے بہجو کہتے تھے وہ سنہ ۹۶۹ مین مرگیا۔

(۱۲) مولانا اسمعیل۔ وہ اہل عرب مین سے تھے۔ شیخ حسین کے دوست تھے وہ ہمایون کے مدرسہ دہلی مین درس دیتے تھے وہ بڑے دولت مند تھے اُن کو چورون نے گھر مین داخل ہوکر مار ڈالا۔

(۱۳) مادھو سرستی

(۱۴) مادھو سودھن	(۱۸) رام تیرتھ
(۱۵) میان اسرم	(۱۹) نرسنگھ
(۱۶) ہرجی سور	(۲۰) پرسندر
(۱۷) وامرور بھٹ	(۲۱) آدات

اہل باطن

(۲۲) شیخ رکن الدین محمود کمانگر (۲۳) امان اللہ (۲۴) خواجہ عبدالشہید۔ خواجہ ناصر بن عبداللہ احرار کے پوتے نہایت بزرگ صاحب کمال تھے۔ ہندوستان مین پادشاہ نے ان کو پرگنہ جمیاری وظیفہ مین دیا۔ خواجہ کے سبب سے دو ہزار فقرا اور مستحقین پرورش پاتے تھے جب مرنے کے دن آئے تو سمرقند چلے گئے اور کہہ گئے کہ مین اپنی ہڈیون کے لئے جاتا ہون سمرقند مین جاکر چھٹے روز رحلت کی۔

(۲۵) شیخ موسی۔ آہن گر تھے۔ کشف و کرامات مین مشہور تھے اکبر کی اوائل سلطنت مین مرگئے لاہور مین مدفون ہوئے۔

(۲۶) بابی بلاس۔

(۲۷) شیخ علاءالدین مجذوب تھے آگرہ مین رہتے تھے صاحب کمال تھے۔

(۲۸) شیخ یوسف ہرکن۔ مجذوب لاہوری کشف و کرامت مین مشہور۔
(۲۹) شیخ برہان اہین زہد و توکل و تقویٰ۔ ارباب عزلت و تجرید و استغنا مین سے تھے۔ کالپی مین ایک نہایت تنگ و تاریک حجرہ مین رہتے تھے پچاس سال تک ترک حیوان کیا اور اکثر شیر و شیرینی پر بسر کرتے تھے آخر عمر مین پانی پینا چھوڑ دیا تھا طریقہ مہدویہ رکھتے تھے اگرچہ علوم عربیہ نہین پڑھے تھے مگر قرآن کی تفسیر خوب کرتے تھے ۹۶۷ھ مین انتقال کیا۔ سو برس کی عمر تھی اپنے حجرہ مین مدفون ہوئے۔
(۳۰) شیخ گبھور بابا۔ مجذوب گوالیاری سادات حسینی سے تھے۔ ابتدائے حال مین سپاہ گری کرتے تھے پھر نوکری کو ترک کرکے سقے بنگئے۔ راتون کو بیوہ عورتون کے گھر مین پانی پہنچاتے تھے اور خلائق کو بے اجرت پانی پلاتے پھر ایسا جذبہ ہوا کہ سب کاروبار کو چھوڑ دیا اور محاورہ کے موافق باتین نہ کرتے گوالیار کے بازار کے ایک محلہ مین کہین رہتے تھے مراقبہ مین سرافگندہ رہتے تھے۔ جو کوئی حاضرین مین سے سوال لیتا اس کا جواب بطور ہذیان کے دیتے۔ راتونکو ہمیشہ قیام کرتے کبھی روتے کبھی ہنستے ۹۷۲ھ مین رات کو نعرہ زنان اپنے دروازہ سے گر کر جان بحق تسلیم کی۔ فیضی نے تاریخ اُٹھی گبھور مجذوب کہی ہے۔
(۳۱) شیخ ابواسحق فرنگ یا مجذوب کالو لاہوری۔ انکے باپ کا نام کالو تھا لاہور کے آدمی انکے معتقد تھے وہ دانشمند متبحر و متوکل و متورع تھے۔ ارباب دنیا کے گھر پر کبھی قدم نہ رکھا اور نہ ان سے کچھ چاہا۔ ہمیشہ درس کہتے۔ صوفی مشرب تھے جمیع علوم کے جامع تھے۔ ہمیشہ حق کے ساتھ مشغول رہتے جب تک ان سے کچھ پوچھو نہین وہ بات نہین کرتے تھے پھر ایک مجذوب کے مرید ہونے سے انکا دل نفسانیت سے پاک ہو گیا علمار رسمی سے زیادہ ممتاز ہو گئے ۹۹۶ھ مین انتقال کیا عمر سو سال سے زیادہ تھی۔
(۳۲) شیخ داؤد جھنی وال۔ جھنی لاہور کے قریب ایک قصبہ ہے ان کے باپ دادا عرب سے آنکر شیث پور مین ملتان کے اندر آباد ہوئے اور شیخ داؤد یہین پیدا ہوئے ماں باپون کے

جلد مرنے سے وہ یتیم ہوگئے ان کے بڑے بھائی رحمت اللہ نے انکی پرورش کی لاہور مین آن کر مولانا اسماعیل آچہ کی خدمت مین ایسی تحصیل علم کی کہ ایک علامی ہوگئے۔ حضرت غوث الاعظم کی روح نے ان مین حلول کیا۔ شیخ ہر سال کئی دفعہ جو کچھ فتوح سے حاصل ہوتا تھا سب کو لٹا دیتے تھے سوائے مٹی کی ہنڈیا اور پرانے بوریہ کے بیوی پاس کچھ نہ چھوڑتی باوجود اس کے حضرت غوث الاعظم کا میلاد بڑی دھوم دھام سے کرتے لاکھ آدمی اسمین جمع ہوتے سب کو خانقاہ کے لنگر سے کھانے کو ملتا وہ صاحب کشف وکرامات تھے ریاضات شاقہ کرتے تھے۔ علوم ظاہری کو ابتدا مین تحصیل کیا پھر متوکل وگوشہ نشین ہوکر اہل دنیا کے گھر کبھی نہ گئے سلیم شاہ نے بلایا تو عذر کیا کہ دعائے غائبانہ کافی ہے دنیا دارونکی صحبت سے بھاگتے تھے۔ الفقر فخری ان کا شعار تھا ہمیشہ ایثار اور طالبون کو ارشاد کرتے ۹۸۲ھ مین بارگاہ وصال مین انتقال کیا۔ شیخ داؤد تاریخ وفات ہے۔

(۳۴) شیخ سلیم چشتی۔ شیخ فریدالدین شکرگنج کی اولاد مین سے ہین اصل انکی دہلی ہے خشکی وتری کی راہ سے دو دفعہ ہندوستان سے حرمین الشریفین طواف کو گئے۔ روم۔ بغداد۔ شام نجف اشرف اور بلاد مغرب کی سیر کی۔ بائیس حج کئے اول مرتبہ چودہ اور دوسرے مرتبہ چار مکہ معظمہ مین اور مدینہ طیبہ مین چار سال اقامت کی۔ عرب مین انکا نام شیخ الہند مشہور ہے سلطان سلیم کی پیدایش اور بادشاہ کی عقیدت ان کے ساتھ پہلے بیان ہوچکی ہے۔ عربی عبارت لکھنے مین بڑی مہارت تھی۔ ایک مکتوب عربی ان کا تاریخ بدایونی مین لکھا ہے ۹۷۹ھ مین انتقال کیا۔ شیخ ہندی تاریخ وفات ہے۔

(۳۵) شیخ محمد غوث گوالیاری۔ سلسلہ شطاریہ مین سے ہین شیخ بایزید بسطامی تک ان کو نسبت ہے۔ ابتدائے حال مین بارہ برس چنار کے دامن کوہ مین اور اس نواحی کے اندر ریاضت شاقہ کھینچین۔ اور غارون مین مسکن رکھا اور درخت کے پتون کو غذا بنایا۔ باقی حال اقبال نامہ مین پڑھو۔

انشی برس کی عمر مین آگرہ مین رحلت کی اور گوالیار مین مدفون ہوئے۔ لفظ من کبھی زبان پر نہین آیا۔ لفظ فقیر سے اپنے تیئن تعبیر کرتے۔ غلہ کے دینے کے وقت یہ کہتے کہ فلان شخص کو اسقدر سیم و نون دیدو تا کہ لفظ من زبان پر نہ آئے۔ ایک کروڑ تنکہ مدد معاش تھی۔ تواضع ایسی تھی کہ ہندوؤن کی تعظیم سر و قد دیتے۔ اس سبب سے اہل فقر کچھ اُن پر ملامت کرتے۔ مآثر مین لکھا ہے کہ شیخ کی نو لاکھ روپیہ کی جاگیر تھی اور سو ہاتھی ان کی سپاہ مین تھے۔ اکبر ان کا مرید تھا۔

(۳۵) رام بہادر۔ (۳۶) جدروپ۔ معقول و منقول کے جاننے والے۔

(۳۷) میر فتح اللہ شیرازی۔ سادات شیراز سے تھا۔ اپنے زمانہ مین اعلم العلماء تھا۔ مدتون تک فارس کے حکام و اکابر کا مقتدا رہا تھا علوم عقلی حکمت و ہیئت و ہندسہ و نجوم و رمل و حساب و طلسمات و نیرنجات و جر اثقال خوب جانتا تھا ان فنون مین اسکی ایسی استعداد تھی کہ اگر پادشاہ رصد بنوانے پر متوجہ ہوتا تو وہ بنا دیتا۔ علوم عربیہ و حدیث و تفسیر و کلام سے خوب واقف تھا بہت سی اسکی تصانیف ہین جو مستند سمجھی جاتی ہین۔ میر اگرچہ محاسن ہین بغایت خلیق و متواضع نیک خلق تھا۔ مگر نعوذ باللہ جس وقت وہ پڑھاتا تھا تو شاگردون کو فحش گالیان دیتا اس کے سبب سے اسکے شاگرد بہت کم تھے اور کوئی شاگرد رشید لایق بھی نہین ہوا۔
چند سال دکن مین عادل خان پاس رہا وہ اس کا بہت معتقد رہا۔ پھر شہنشاہ اکبر کی خدمت مین آیا۔ عضد الملکی کا خطاب پایا۔ کشمیر مین ۹۹۷ھ مین وفات پائی۔ تخت سلیمان مین مدفون ہوا۔ فرشتہ بود اسکی تاریخ ہے۔ طبقات مین لکھا ہے کہ اسنے ہوا چکی بنائی تھی کہ خود حرکت کرتی تھی آٹا پیستی تھی۔ ایک آئینہ بنایا جو دور اور نزدیک کی اشکال غریبہ دکھاتا تھا۔ ایک چرخ بنایا کہ جس سے بارہ بندوقین سر ہوتی تھین کچھ دنون وہ مہمات جدال و اشغال دیوانی مین مشغول رہا۔ ابو الفضل اور اس حکیم کے درمیان جو مراسلت ہوئی ہے وہ ایک دفتر دانش پڑھنے کے قابل ہے۔

(۳۸) میر مرتضے - امیر سید شریف جرجانی کے بنائرہین سے ہے اس نے عالم متبحر ابن حجر مکی سے حدیث پڑھی تھی سنہ ۹۷۰ھ مین وہ ہندوستان مین دکن مین آیا اور دکن سے آگرہ مین گیا اور یہان عطایاے خسروانی سے بہرہ مند ہوا - دہلی مین سنہ ۹۷۴ھ مین وفات پائی. حضرت امیر خسرو کے مقبرہ مین دفن ہوا۔ پھر نعش اُسکی مشہد مین بھیجی گئی۔ علامہ زعالم رفت۔ تاریخ انتقال ہے۔ علوم عقلی خوب جانتا تھا ریاضیات وحکمت کا درس دیتا تھا۔

(۳۹) مولانا سعید ترکستانی - اس کو سمرقندی بھی کہتے ہین سنہ ۹۷۰ھ مین ماوراءالنہر سے ہندوستان مین آیا اور مراحم پادشاہانہ سے ممتاز ہوا اپنے زمانہ کے بڑے دانشمندون مین شمار ہوتا۔ پادشاہ کو اسکی صحبت بہت پسند تھی درویشی وانکسار طبیعت پر غالب تھا خوش طبع تھا تقریر فصیح وملیح تھی شاگردون پر مشفق ومہربان تھا۔ ہندوستان سے کابل گیا اور وہان سنہ ۹۷۰ھ مین رحمت خداوندی کے ہمسایہ مین آیا۔

(۴۰) حافظ تاشکندی - جس کو ماوراءالنہر مین حافظ کہتے تھے وہ دانشمند متبحر تھا کل علوم کو خوب جانتا تھا۔ خصوصاً عربیت مین کامل تھا۔ علماء ماوراءالنہر اسکی بزرگی مانتے تھے - سپاہی وضع تھا۔ ہمیشہ ترکونکی طرح ترکش کمر مین باندھکر سوار ہوتا تھا سنہ ۹۷۰ھ مین ہندوستان مین آیا۔ پادشاہی ملازمت سے مشرف ہوا۔ انعامات وافرسے سرافراز ہوکر گجرات کی راہ سے حرمین شریفین کی زیارت کو گیا۔ پھر روم مین گیا جہان اُسکی عزت ہندوستان سے دہ چند ہوئی۔ وزارت کے لئے اس سے کہا اُس نے انکار کیا۔ اپنے وطن کو مراجعت کی اور ملک عدم کی راہ لی۔

(۴۱) مولانا شاہ محمد - شاہ محمد ارباب مناصب کی سلک مین داخل تھا شجاعت وشہامت کی صفت سے موصوف تھا کرم وکرامت سے کہ لازمۂ عرب ہے موسوم - حسن ادب وتواضع مین معروف - علوم عربیہ وادبیہ مین مہارت ایسی تھی کہ اُسکو ثانی کسائی کہنا چاہیے اسکی بہت رقعے تاریخ بدایونی مین لکھے ہین -

(۴۲) مولانا علاؤالدین۔ وہ لارستان سے آیا تھا اس لیئے اس کو لاری کہتے ہین وہ مولانا کمال حسین کا بیٹا اور مولانا جلال دوانی شافعی کا شاگرد تھا وہ کچھ مدت تک حضرت شہنشاہی کا استاد بھی رہا۔ دربار مین ایک دفعہ وہ خان اعظم سے آگے کھڑا ہو گیا تو میر توزک سے اُسنے کہا کہ پیچھے ہٹو یہ کہکر کہ کس لیئے احمقون سے آگے ایک عالم نہ کھڑا ہو وہ دربار سے چلا گیا اور پھر کبھی نہین آیا سنبل مین چار ہزار ٹنکہ کی زمین اس کو سیورغال مین ملی تھی یہین وہ مر گیا۔

(۴۳) مولانا شیخ حسین اجمیری۔ مشہور ہے کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی کی اولاد مین سے ہے بعض دشمنون کے مشائخ فتحپوری کی رہنمونی سے جو اپنے ابناو جنس کے استیصال مین مساعی جمیل کرتے تھے نہ ثابت کیا کہ حضرت معین الدین چشتی کی اولاد نہ تھی اس لیئے وہ اجمیر کی تولیت سے محروم کیا گیا۔ شیخ کو بڑا مقدور تھا اس حنو مین پادشاہانہ زندگی بسر کرتا تھا اس لیئے پادشاہ نے اس کے اخراج کا حکم مکہ معظمہ کیطرف دیا۔ وہ حج کو گیا اور سفر حجاز سے آن کر پھر پادشاہ کے پاس حاضر ہوا مگر شرائط آداب جو ایجاد ہوئی تھین وہ نہ بجا لایا۔ اس سے پادشاہ نے اُسے بے اخلاص جانا۔ قلعہ بکر مین حبس کا حکم دیا۔ چند سال یہان قید رہا شیخ کے معتمدون کی سفارش سے بکر سے اسکی طلب کا حکم ہوا وہ اور قیدیون کے ساتھ پادشاہ کے روبرو آیا۔

اور قیدیون نے پادشاہ کو سجدہ کر کے خلاصی پائی مگر اس پیر معمر ہفتاد سالہ نے بوضع قدیم تعظیم و تسلیم کی۔ اس لیئے پھر پادشاہ نے اس کو بکر بھیجا وہان تین سو بیگہ وجہ معاش مقرر کر دی اس کی مان بڑھیا اجمیر مین تھی بیٹے سے ملنے کے لیئے بیتاب تھی مگر اس سے ملنے کی بھی اجازت نہین دی اور کہدیا کہ وہ اس کو اپنے پاس بلا لے ہمیشہ اسکی ریاضت و عبادت مین گذرتی صائم الدھر و قائم اللیل تھا۔

(۴۵) مولانا میر کلان۔ ملا خواجہ کہ خراسان کے مشائخ کبار مین سے تھے ان کا پوتا یہ ہے

شیخ جلال الدین ہردی کا مرید تھا ۹۸۱ھ میں اسی برس کی عمر میں آگرہ میں مرا
مدفون ہوا۔ اس خیال سے ساری عمر مجرد رہا کہ مبادا اس کی بیوی اسکی ماں
اطاعت نہ کرے۔ ماں اس کی ایک برس بعد اس کے مرنے سے مری۔ جہانگیر
اول اُستاد وہی تھا۔

(۴۶) غازی خان بدخشی۔ اس کا نام قاضی نظام تھا۔ ملا عصام کا شاگرد تھا عقلی و نقلی
دانش میں یکتائے روزگار تھا شیخ حسین خوارزمی کا مرید تھا۔ طریقہ صوفیہ صافیہ سے مناسبت
تمام رکھتا تھا اپنے ذہن رسا و فکر بلند سے بدخشان میں درجہ امارت حاصل کیا۔ کابل
محاصرہ میں منعم خان اور مرزا سلیمان کی صلح اُسنے کرائی۔ ۹۷۱ھ میں پادشاہ کی خدمت
میں جونپور میں آیا ایسی خدمات شائستہ بجالایا کہ ایک ہزاری منصب پایا۔ غازی خان
کا خطاب پایا ۹۹۲ھ میں ستر برس کی عمر میں قصبہ اودہ میں سفر واپسین پیش آیا۔ صاحب
تصانیف معتبر ہے۔ شیخ علامی نے اس کے حال میں لکھا ہے کہ سپاہ گری سے اپنی دانائی
کا چہرہ روشن کیا اور شمشیر سے اپنی قلم کا مرتبہ بڑھایا۔ صوفیان صافی کے علم رسمی میں
فروتنگی کے ساتھ نیایش کرتا اور شائستگی کے ساتھ ظاہری آزادی رکھتا۔ ہمیشہ چشم گریان
اور دل تفسیدہ رکھتا کہتے ہیں کہ اول جسنے اکبر کے آگے سجدہ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا وہ یہی تھا
ملا عالم کابلی کہ فضلاء وقت سے تھا اس کو ہمیشہ حسرت رہی کہ کاش میں اس امر کا مخترع
(۴۷) مولانا صادق حلوائی۔ سمرقندی ہے مکہ سے پادشاہ کی خدمت میں چند سال
ہندوستان میں رہکر کابل گیا اور وہاں افادہ سے شغل رکھتا تھا۔ مرزا محمد حکیم کو درس
دیتا تھا۔ پھر سمرقند میں چلا آیا ۱۰۰۱ھ میں زندہ تھا۔

(۴۸) حاجی ابراہیم پادشاہ۔ نقلی کلام سے آگاہ اور عقلی کلام کا شناسا
(۴۹) مولانا پیر محمد۔ نمبر ۲۰ منصب داروں کا دیکھو۔
(۵۰) مولانا عبدالباقی۔ وہ صدر تھا۔

(۵۱) مرزا مفلس اوزبک۔ ملا احمد جنید کا شاگرد تھا۔ علوم جدل و مناظرہ مین مستعد و مستحضر مگر تقریر فصیح نہین تھی۔ اشنار درس مین ایسی ادائین کرتا تھا کہ ہنسی آتی تھی بدقیافہ و کوسہ تھا۔ صلاح و تقوے رکھتا تھا۔ ماوراالنہر سے ہند مین آیا۔ چار سال تک آگرہ کی مسجد خواجہ معین الدین فرنخودی مین درس دیا اور پھر حج کو گیا دہلی ستر برس کی عمر مین رحلت کی

(۵۲) مولانا نازادہ لشکر۔

(۵۳) مولانا محمد۔ وہ لاہور مین رہتا تھا ۹۸۶ھ مین نوے برس کی برس کی عمر تھی بدایونی اس کو مولانا محمد مفتی لکھتا ہے۔

(۵۴) قاسم بیگ۔ وہ واحد العین قندھاری ملا تھا علوم عقلی و نقلی کا درس دیتا۔

(۵۵) مولانا نورالدین ترخان۔ جامع اقسام علوم حکمت تھا۔ شاعر تھا مگر آخر عمر مین شعر سے توبہ کی۔ نوری تخلص تھا۔ وہ مدت تک دہلی مین مقبرہ ہمایون کا متولی رہا پہلے وہ مرگیا۔ طبقات مین لکھا ہے کہ ریاضی دان اور نجومی تھا۔ مآثر مین لکھا ہے کہ وہ خراسان مین جام مین پیدا ہوا اور مشہد مین تعلیم پائی۔ وہ بابر کے پاس آیا اور پھر ہمایون کا رفیق رہا۔ اس لیئے ان دونون کو اسطرلاب کا شوق تھا۔ وہ ہمایون کے ساتھ عراق گیا اور بیس برس تک اسکی خدمت مین رہا۔ اس کا تخلص نوری تھا۔ اس کو نوری سفیددن بھی کہتے ہین۔ کچھ دنون سبفیدون اپنی جاگیر مین رہا تھا۔ اکبر نے اس کو خطاب خان کا دیا۔ پھر ترخان کا اور سمانہ مین اس کو مقرر کیا۔

(۵۶) نراین (۵۷) مادھو بھٹ (۵۸) سری بھٹ (۵۹) بشن ناتھ (۶۰) رام کشن (۶۱) بھدھر مصر (۶۲) باسدیو مصر (۶۳) باہن بھٹ (۶۴) بدیا واس (۶۵) گوری ناتھ (۶۶) گوپی ناتھ (۶۷) کشن پنڈت (۶۸) بھیاچارج

(۶۹) بھاگیرت بھٹاچارج

(۷۰) کاشی ناتھ بھٹاچارج۔

(۷۱) حکیم مصری طب مین صاحب علم و عمل۔ علوم نقلی مین ماہر۔ علوم عربیہ مین مثل دعوات اسمار و علم حروف سے واقف۔ کشادہ رو و خوش صحبت و مبارک قدم کبھی کبھی مضحک شعر بھی کہتا تھا۔ سیدھا سادھا بے غرض۔ بعض معالجات مین مسیحائی کی۔ برہان پور خاندیس مین عمر پوری ہوئی۔

(۷۲) حکیم الملک۔ اُس کا نام شمس الدین تھا وہ اور اکثر حکیمو نکی طرح گیسلان سے بادشاہ کی ملازمت کے لیے آیا تھا حکمت طب مین اپنے وقت کا جالینوس تھا۔ علوم نقلی و رسمی مین سب سے مستثنیٰ و ممتاز۔ بندگان خدا کا خیرخواہ۔ اپنے دین مین راسخ و ثابت قدم۔ آشنا پرور۔ ہمیشہ طلبہ کا مربی ان کو بغیر پڑھائے کھانا نہ کھاتا۔ مشائخ و علمار کے معرکہ کی ویرانی ہوئی توحسب الامکان اس نے مخالفان دین سے جدل کی آخر کو اُسے تاب نہوئی۔ مکہ معظمہ رخصت لے کر چلا گیا اور وہان ۹۸۳ھ مین فوت ہوا۔

(۷۳) ملا میر۔ اس کو طبقات مین ملا میر طبیب ہراتی اور ملا عبدالحق یزدی کا پوتا لکھا ہے

(۷۴) حکیم ابوالفتح گیلانی۔ نمبر ۱۱۲ منصب دارون کا دیکھو۔

(۷۵) حکیم زنبیل بیگ۔ مرزا محمد طبیب شیرازی کا بھائی ہے۔ علم مین ممتاز اور پادشاہی مقربون مین سرافراز تھا۔

(۷۶) حکیم علی گیلانی۔ علوم و فنون مین خصوصاً طب و ریاضی مین پوری مہارت تھی اپنے وقت مین اطبائے حاذق مین سے تھا۔ کمال پریشانی و افلاس مین اپنی ولایت سے ہندمین آیا تھا اکبر کے ملازمون مین داخل ہوا ایک دفعہ بادشاہ کے حکم سے بول مریض و صحیح و گاؤ و خرون کے قارورون کو اس کے روبرو لائے۔ اس نے سب کو اپنے قیاس سے مطابق واقع کے بتلا دیا اس وقت سے اس کا مرتبہ اور اعتبار زیادہ ہوا۔ پادشاہی مصاحبت و قرب کی دولت حاصل ہوئی اور ثروت و مکنت مین اور امرا ر

کے ساتھ ہمسر و مساوی ہوگیا۔ بیجاپور مین بطور سفیر گیا۔ علی عادل شاہ والی بیجاپور نے اس کا استقبال کیا۔ سامان نفائس تیار کر کے حکیم کو روانہ کیا چاہتا تھا کہ ناگہان سنہ ۹۹۸ مین وہ مرگیا۔ حکیم علی نے ایک عجیب حوض بنایا تھا۔ کہ اس کے اندر سے ہوکر ایک مکان کے اندر جانے کی راہ جاتی تھی اور تعجب یہ ہی کہ اس راہ سے پانی اس مکان مین نہین جاتا تھا شہنشاہ اکبر خود حوض مین غوطہ مار کے اور تین زینے اُتر کر اس مکان مین گیا جسمین دس بارہ آدمی سماتے تھے فرش خواب و رخت پوشش تھا۔ حاضری طعام موجود چند کتابین طاق پر رکھی ہوئی۔ ایک قطرہ پانی کا اس کے اندر نہ جاتا تھا۔ پادشاہ وہان کچھ دیر ٹھیرا۔ آدمیون کا عجب حال جب تک رہا کہ وہ باہر آیا سنہ ۱۰۱۴ تک منصب ہفت صدی پر وہ پہونچا۔ جب پادشاہ اسہال کے مرض مین مبتلا ہوا اس نے علاج کیا اس کا حال پادشاہ کے علالت کے بیان مین پڑھ لو۔

سنہ ۱۰۱۸ مین جہانگیر اس حوض کی سیر کو آیا اور حکیم کو منصب دو ہزاری عنایت کیا اس کے چند روز بعد وہ مرگیا وہ ہر سال چھ ہزار روپیہ کی دوائین اور شربت غریبون کو مفت تقسیم کرتا تھا۔

(۷۷) حکیم حسن۔ اسکی حذاقت کی شہرت تھی مگر علم اس کو بہت نہ تھا صاحب مکارم اخلاق و محامد اوصاف تھا۔

(۷۸) حکیم ارسطو۔

(۷۹) حکیم فتح اللہ۔ کچھ کتب طب اسنے پڑھی تھین اور علم ہیئت سے واقف تھا قانون کی شرح فارسی زبان مین لکھی۔ جہانگیر کی اول سال سلطنت مین منصب ہزاری تین سوا رکھتا تھا۔ پادشاہ نامہ مین لکھا ہے کہ وہ اپنے ملک کو چلا گیا اور خودکشی کی اس کا پوتا فتح اللہ شاہ جہان کا طبیب تھا۔

(۸۰) حکیم مسیح الملک۔ درویش و پاک اعتقاد تھا۔ طبابت مین کامل تھا دکن سے

تم مین مکالمہ بے واسطہ ہوگا۔ اسکی غیبت مین پادشاہ نے کئی دفعہ فرمایا کہ جب سے حکیم ہمام گیا ہے کھانے کی لذت جاتی رہی ہے۔ حکیم ابوالفتح سے پادشاہ نے کہا کہ تیری برادری مین حکیم ہمام کی جدائی سے کسی کا دل ایسا نگران نہوگا جیسا ہمارا دل ہے۔ حکیم ہمام کی شکل کب پیدا ہوتے ہین سنہ ۳ھ مین توران سے اس نے معاودت کی۔ ابوالفتح کی موت پر ایک ماہ گذرا تھا جب وہ پادشاہ پاس آیا تو اسکی تسلی کے لیئے پادشاہ نے کہا کہ تیرا تو ایک بھائی مرا ہے اور میرے دس بھائی سنہ ۱۰۰۵ھ مین تپ دق مین دو مہینے تک مبتلا رہا۔ پھر پیمانۂ عمر لبریز ہوا اس کے دو بیٹے تھے ایک حکیم حاذق دوم خوشحال۔

(۸۵) حکیم عین الملک۔ علم مین رتبہ عالی رکھتا تھا اور صاحب اخلاق حمیدہ تھا۔ مان کیطرف سے محقق دوانی کے ساتھ اس کو نسبت تھی۔ ابتدا مین وہ پادشاہ کی بزم و رزم مین ایک ہمصحبت ہوتا سنہ ۹ جلوس مین احمدآباد مین چنگیز خان پاس بھیجا گیا وہ خان مذکور سے پیشکش لے کر واپس آگرہ مین پادشاہ کی خدمت مین آیا سنہ ۱۷ مین اعتماد خان گجراتی پاس پادشاہ کا دلاسا نامہ لے کر گیا اور اس کو مع ابوتراب کے پادشاہ کی خدمت مین لایا سنہ ۱۹ مین پادشاہ کے ساتھ دیار شرقی مین گیا۔ عادل خان حاکم بیجاپور کی رہنمائی کے لیئے دکن مین گیا۔ سنہ ۲۲ مین وہان سے واپس آیا۔ پھر حدود سنبل مین فوجدار ہوا سنہ ۲۶ مین عرب بہادر و نیابت خان نے اس نواح مین شورش اٹھائی تو اس نے قلعہ بریلی کو نہایت مستحکم کیا۔ اپنے حسن تدبیر سے اس نے نیابت خان کو اپنے پاس بلالیا۔ لڑکر مخالفون کو پریشان کیا اسی سال بنگالہ مین صدارت پر سرافراز ہوا سنہ ۳۱ مین صوبہ آگرہ مین بخشی ہوا پھر وہ خان اعظم کے ہمراہ دکن گیا۔ خان مذکور نے اسکی جاگیر ہنڈیہ کو بدل دیا تھا اس لیے سنہ ۳۵ مین بے طلب وہ پادشاہ پاس چلا آیا۔ پادشاہ نے دربار بند کیا۔ بعد دریافت کیفیت کورنش کی پروانگی ہوئی اور اپنے پرگنہ پر بحال ہوا سنہ ۱۰۰۳ھ مین عدم آباد مین گیا شعر کہتا تھا۔ دوائی تخلص کرتا تھا۔ منصب پانصدی رکھتا تھا۔ پرانی بریلی مین مرزائی محلہ مین ایک مسجد جس کا نام مرزائی یا پادشاہی مسجد ہے تعمیر کی اسکے

کتابہ مین ۹۸۷ھ لکھے ہین اس سن مین سنبل کا فوجدار تھا۔

(۸۶) حکیم شفائی۔ اس کا تخلص شفائی تھا وہ اپنے تئین مظفر ابن محمد الحسینی الشفائی کہتا تھا وہ اصفہان مین پیدا ہوا تھا۔ شاہ عباس صفوی کا دوست تھا ۱۰۳۷ھ مین اس کا انتقال ہوا۔ اسکی تصنیف سے ایک مثنوی ہے۔

(۸۷) حکیم نعمت اللہ۔ (۸۸) حکیم دوائی (۸۹) حکیم طالب علی (۹۰) حکیم عبدالرحیم۔ (۹۱) حکیم روح اللہ (۹۲) حکیم فخرالدین علی (۹۳) حکیم اسحاق (۹۴) شیخ حسن (۹۵) شیخ بلیا شیخ حسن طبیب سرہندی کا بیٹا ہے جراحی مین کمال تھا۔ اکبر کو جو زخم شکار مین ہرن نے لگایا تھا اس کا علاج اُسنے خوب کیا تھا۔

(۹۶) مہادیو (۹۷) بھیم ناتھ (۹۸) ناراین (۹۹) سیواجی۔ طبقات مین یہ اور ہندو حکیم لکھے ہین۔ بھیرون۔ جو کابل مین جراح تھا۔ درگامل بڑا کحال تھا درگامل بڑا جراح تھا۔

تعلیمہ پیشہ و نقل پرست

(۱۰۰) میان حاتم سنبلی۔ عالم جامع معقول و منقول تھا۔ خصوصًا کلام و اصول و فقہ و عربیت مین چالیس دفعہ اُسنے مفتاح و مطول باسم اللہ سے تا تمت تک پڑھائی۔ شیخ عبدالقادر بدایونی کا استاد تھا ۹۶۸ھ مین عالم فانی کو گیا۔ شیخ عبدالحلیم اس کا لایق بیٹا تھا جو ۹۸۹ھ مین پدر بزرگوار سے جاملا باقی اور چند پسر ناخلف وارث تھے۔ ؎

چند بناز پرورم مہر بتان سنگدل   یاد پدر نمی کنند این پسران ناخلف

(۱۰۱) میان جمال خان۔ دہلی مین مفتی تھا اپنے باپ شیخ نصیرالدین اور اپنے بھائی شیخ لادن کا شاگرد تھا۔ قوم کا کنبوہ تھا۔ اپنے زمانہ مین اعلم العلماء تھا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ مین خصوصًا فقہ و کلام و عربیت و تفسیر مین بنظیر تھا مفتاح کی دو شرحون پر محاکمہ لکھا ہے۔ عضدی کو کہ انتہا کی کتاب ہی چالیس مرتبہ اول سے آخر تک پڑھایا ہی۔ ہمیشہ درس کہتا۔ افادہ علوم دینی فرماتا ملوک و سلاطین کے گھر کبھی نہین جاتا

حکام کے نزدیک معزز و محترم اکثر شاگرد اُسکے دانشمند تھے عمر اسکی نوے برس سے بھی کچھ زیادہ تھی سنہ ۹۸۴ مین دارالبقا کو رحلت کی۔

(۱۰۲) شیخ عبدالقادر۔ اچہ کا رہنے والا اور مخدوم شیخ حامد قادری کا بیٹا تھا جو چاندپور ضلع ملتان مین بطور امانت کے مدفون ہوا تھا۔ عبدالقادر اور شیخ موسیٰ کے درمیان سجادہ مشیخت کی بابت مناقشہ رہتا تھا۔ شیخ موسیٰ اکثر اوقات لشکر مین برسون رہا کرتا تھا شیخ نے فتحپور مین ایک شب بادشاہ کو کوکنار کھانے کو منع کیا اس لئے پادشاہ کے ساتھ مصاحبت راست نہ آئی ایکدن وہ دیوانخانہ فتحپور مین جماعت سے فارغ ہو کر نفل پڑھتا تھا پادشاہ نے کہا کہ شیخ نماز نفل اپنے گھر مین پڑھنا۔ اُس نے جواب دیا کہ پادشاہ سلامت یہ ملک نہین ہے کہ اس مین آپکا حکم ہو۔ پادشاہ نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ شیخ کیا جاہل ہے۔ جب تو ہم سے ملک نہین چاہتا تو ہماری ملک مین بھی نہ رہو۔ اُسی وقت شیخ باہر آیا۔ مدد معاش چھوڑکر اور اپنے بھائی کے نزاع کو ترک کرکے اچہ مین چلا آیا۔ شیخ موسیٰ نے باپ کے عظام رمیم کو اچہ مین لاکر دفن کیا اور اتباع شریعت کیا۔ فتوحات اتنی ہوتی تھین کہ کسی اور مدد معاش کی حاجت نہ تھی بعد چند سال کے اُسنے پادشاہی نوکری قبول کی امرائے پانصدی مین داخل ہوا شیخ موسیٰ پادشاہ کے حضور مین نماز کے وقت آتا۔ عین دیوانخانہ خاص و عام مین اذان کہکر نماز پڑہتا اور کوئی اُسکو کچھ نہ کہتا۔ ملتان مین اسکو جاگیر ملی۔ شیخ عبدالقادر فقر کی عزت و جاہ مین کامیاب ہوئے۔

(۱۰۳) شیخ احمد۔ طبقات مین اسکو شیخ حاجی احمد لاہوری لکھا ہے۔

(۱۰۴) مخدوم الملک۔ یہ خطاب مولانا عبداللہ سلطان پوری کا ہے وہ کتب عصمت انبیا اور شمائل النبی کا مصنف ہے۔ ہمایون پادشاہ نے اس کو خطاب مخدوم الملک اور شیخ الاسلام کا دیا تھا وہ بڑا متعصب سنی تھا۔ ابوالفضل کو ابتدا سے وہ جانتا تھا کہ یہ بڑا مفسد ہے۔ اکبر کے خیالات کے باب مین اس کا حال پڑھو وہ سنہ ۹۹۰ مین گجرات مین مکہ معظمہ سے مراجعت کرکے احمد آباد مین فوت ہوا۔ پادشاہ کی عنایت سے اس پاس اتنا روپیہ تھا کہ مرنے کے بعد تین کروڑ زر اسکے خزانہ سے نکلا۔

(۱۰۵) مولانا عبدالسلام - طبقات مین لکھا ہی کہ وہ لاہور مین رہتا تھا اور بڑا عالم تھا مرآۃ مین لکھا ہے کہ وہ بڑا فقیہ تھا - بیضاوی کی شرح اُس نے لکھی ہے نوے برس سے زیادہ عمر مین شاہجہان کے سال اول جلوس مین لکھا ہے۔

(۱۰۶) قاضی صدرالدین عالم متبحر تھا - اہل تصوف و سلوک کا معتقد تھا بہت خوش طبع و خوش صحبت تھا - شیخ مخدوم الملک کا مشہور شاگرد تھا - وسیع المشرب ایسا تھا کہ عوام اُسپر الحاد کا گمان کرتے تھے اسپر حسن ظن غالب تھا جس کا شیوہ تجرید کا دیکھتا اگرچہ وہ بظاہر بدعتی ہوتا اس پاس اعتقاد آجاتا اور ہاتھ باندھ کر اسکے سامنے کھڑا ہوتا اور اسکی باتون کو حجت جانتا - ایک دن ایک بدعتی مجذوب بنکر آیا وہ حسب عادت اسکی تعظیم کے لیئے کھڑا ہوا - اس مجذوب مکار نے کہا کہ حضرت خضر میرے ساتھ رہتے ہین - قاضی جی نے اُس سے کہا کہ میری ملاقات حضرت خضر سے کرا دیجے اُسنے کہا کہ اسوقت تو مجھے اپنی لڑکی کی کتخدائی کا فکر ہے - تنگہ تلاش کرتا ہون بعد فراغ خاطر کے حضرت سے ملاقات کرا دون گا - قاضی جی نے اُسے سات سو تنکہ دیدیئے وہ چند روز بعد آنکر مولانا کو دریا کے کنارہ پر لے گیا اور ایک بڑے لمبے قد آدمی کو دوسرے کنارہ پر دکھایا - اور کہا کہ یہ حضرت خضر ہین ملنے چلو قاضی کوتاہ قد تھا اس نے کہا کہ مجھے تیرنا نہین آتا اسنے کہا کہ مین نے آپ کو حضرت خضر کو بتلا دیا آپ اگر نہین مل سکتے تو اسمین میرا قصور کیا ہے غرض ایسی ایسی حکایتین جو قابل لکھنے کے نہین بہت مشہور ہین اسی حکایت سے قاضی کی سادہ لوحی کا قیاس ہو سکتا ہی۔

پادشاہ نے بندر بھروچ کا اسے قاضی مقرر کیا یہین مرگیا - قابل بیٹا شیخ محمد نام اس کا جانشین ہوا لاہور مین بھی کچھ تھوڑے دنون قاضی صاحب نے قضارت کی تھی۔

(۱۰۷) مولانا سعداللہ پوربی ہے بیانہ مین رہتا تھا - اپنے زمانہ مین علم نحو مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا - نوعمری سے شیخ محمد غوث کی خدمت مین رہتا تھا پھر دعوات اسماء مین مشغول ہوا - بیانہ مین ایک خانقاہ بنائی - وہان مدتون تک طالب العلم اور اہل سلوک کی تلقین اور ہدایت کرتا رہا۔

ستر برس تک سوائے دودھ و جنس پت و میوون کے افطار نہین کیا بخشش بہت کرتا تھا۔ آخر عمر مین وہ ساکت ہوگیا اور اپنے حجرہ مین تنہا عزلت قبول کی۔ فرزندون تک کو اپنے پاس نہین آنے دیتا تھا سنہ ۹۸۹ مین اس عالم سے خرامان ہوا اور اپنی خانقاہ مین مدفون اسکی نعش پر ایک چڑیا آن پڑی تھی جسے دیکھنے والون کو بڑا تعجب ہوا۔

(۱۰۸) مولانا اسحاق۔ شیخ کالو کا بیٹا ہے۔ لاہور مین رہتا تھا شیخ سعد اللہ و شیخ منور اور اور شاگرد اُسکے بڑے نامور ہوئے سو برس سے زیادہ عمر ہو کر سنہ ۹۹۶ مین مرگیا۔

(۱۰۹) میر عبد اللطیف قزوینی۔ سادات حسینی سیفی سے علوم عقلی و نقلی سے بہرہ کافی رکھتا تھا جب شاہ طہماسپ صفوی نے اس کو اور اُسکے باپ میر یحیٰے کو اس سبب سے قید کرنے کا حکم دیا کہ مذہب اُس کا سنت والجماعت تھا۔ باپ تو قید مین پڑکر مرگیا مگر بیٹا بھاگ گیلان کے پہاڑون مین پڑا پھرا۔ پھر بادشاہ ہند کی خدمت مین آیا اسکے انعام و احسان سے محظوظ ہوا۔ بادشاہ نے دیوان خواجہ حافظ کے چند سبق اُس سے پڑہے۔ ۵ رجب سنہ ۹۸۱ مین فتحپور مین دارالسرور کو انتقال کیا۔ فرزند رشید اس کا مرزا غیاث الدین علی اخوند جس کا لقب نقیب خان تھا علم سیر و تاریخ و اسماء الرجال مین اسکی مثل نہ کوئی عرب مین تھا نہ ہند مین۔ شب و روز پادشاہ کی خدمت مین رہتا۔ اسکو فارسی ہندی تواریخ و قصص و حکایات و افسانے سُناتا وہ پادشاہ کا جزو حیات بن گیا تھا ایک لحظہ جدا نہوتا تھا۔ تھوڑے دنون مین وہ مرگیا۔

(۱۱۰) میر نور اللہ شوستری۔ وہ شوستر سے آیا تھا حکیم ابوالفتح کی سفارش سے اکبر تک اسکی رسائی ہوئی۔ وہ شیعہ تھا سنیون مین تقیہ کرتا تھا امام ابو حنیفہ کی فقہ سے بھی خوب واقف تھا۔ جب لاہور کے قاضی شیخ معین نے پیرانہ سالی کے سبب سے عہدۂ قضا چھوڑا تو اسکی جگہہ وہ لاہور کا قاضی مقرر ہوا اسنے رشوت کا دروازہ بالکل بند کردیا اپنے عہدہ قضا مین سوائے گواہ کی شہادت کے کچھ نہین لیا کسی گستاخی پر جہانگیر نے اُسے قتل کردیا۔

(۱۱۱) مولانا عبد القادر۔ مدتون تک شہنشاہ اکبر کا استاد رہا۔ پادشاہ نے حج کا حکم اُسکو دیا وہ حج کرکے لاہور

عبادت خانہ مین مشغول ہوا۔

(۱۲۰) قاضی عبدالسمیع۔ وہ میان کالی تھا۔ میان کالے سمرقند اور بخارا کے دو پہاڑون کے درمیان مین ایک مقام ہے۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ وہ روپیہ لیکر شطرنج کھیلتا تھا شراب پیتا تھا۔ اکبر نے سنہ ۹۹۰ مین قاضی جلال الدین ملتانی کی جگہ قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔

(۱۳) مولانا قاسم۔ قندھاری واحد العین تھا علوم عقلی و نقلی کا درس دیتا تھا۔

(۱۴) قاضی حسن قزوین کا رہنے والا تھا اور قلعہ آسیر کے محاصرہ مین خدمات شائستہ بجالایا صورت آراستہ رکھتا تھا۔

(۱۱۵) ملا کمال۔ طبقات اکبری مین شیخ کمال کو انور کا رہنے والا خلیفہ و خویش سلیم چشتی کا لکھا ہی

(۱۱۶) شیخ یعقوب مجمع فضائل تھا۔ حاجی تھا شیخ ابن حجر سے حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ مشیخت کے لباس مین سفر بہت کیا تھا اور اکثر عرب و عجم کے مشائخ اعظم سے ملا تھا اور ارشاد و ہدایت کی اجازت حاصل کی تھی۔ ہندو کشمیر مین اسکے بہت مرید تھے صاحب تصانیف تھا۔ آخر عمر مین ایک تفسیر لکھی تھی پادشاہ اُسکو بہت عزیز رکھتا تھا۔ شعر مین اس کا ذوق دون مرتبہ تھا مگر اسکے فکر سے کبھی اس کا ذہن خالی نہوتا تھا۔ صرفی تخلص کرتا تھا۔

(۱۱۷) ملا عالم۔ یہ وہی ملاؔ ہین جنکو یہ حسرت رہی کہ مین سجدہ اکبری کا موجد کیون نہوا۔ یہ کابل کا رہنے والا تھا خوش طبع و شگفتہ و بے قید تھا۔ سنہ ۹۹۱ مین وفات پائی۔ فواتح الولایت تصنیف کی جس مین حکماء و علماء و شعراء کا احوال لکھا ہے۔

(۱۱۸) شیخ عبدالنبی۔ صدر الصدور تھا وہ شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا بیٹا تھا چند مرتبہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ مین گیا اور وہان علم حدیث پڑھا جب پھر کر آیا تو آباواجداد کی روش کے برخلاف سماع و غنا سے منکر تھا۔ محدثین کی روش پر چلتا تھا تقوی و طہارت و عبادت ظاہری سے اشتغال رکھتا جب منصب صدارت پر پہونچا تو مدد معاش و وظائف و اوقاف خلایق کو ایسے دیے کہ پہلے نہین دیئے گئے تھے۔ پادشاہ کو بھی اُس سے ایسا اعتقاد

تھا کہ جو تیان اٹھاکر اسکے روبرو رکھی تھین مگر مخدوم الملک اور اور علمارے یہ تعظیم و تکریم باقی نہین رہی ایک برہمن کے قتل کرانے پر اپنے عہدہ صدارت سے معزول ہوا سنہ ۹۱ مین یا سنہ ۹۹۲ مین اس کا انتقال ہوا وہ اپنے تیئن امام ابو حنیفہ کی اولاد مین بتاتا تھا۔

(۱۱۹) شیخ بھیک۔ یہ شیخ کاکوری مین جو لکھنؤ کے قریب ہے رہتا تھا۔ بدایونی اس کو شیخ بھیکن لکھتا ہے وہ اعلم العلما متورع و متشرع تھا۔ برسون درس و افادہ خلائق مین مصروف رہا۔ حافظ کلام مجید تھا اور سات قراءت مین پڑھتا تھا۔ تصوف کی کوئی بات مجلس مین نہین کہتا خلوت مین محرمان راز اور اہل علم سے کہتا۔ سنہ ۹۸۱ مین انتقال فرمایا۔

(۱۲۰) شیخ ابو الفتح گجراتی۔ میر سید محمود جونپوری کا داماد تھا۔ سلسلہ مہدویہ کی روش پر راسخ و ثابت قدم با استقلال تھا مکہ معظمہ گیا گجرات مین شیخ گدائی کے ساتھ بہت دوستی رکھتا تھا۔ بیرم خان کے زمانہ مین وہ کسی ضرورت کے سبب سے آگرہ مین آیا تھا۔ تھوڑے دنون مین یہ جلسہ برہم ہوگیا۔ تو وہ گجرات چلا گیا اسکے مرید ہو نٹون پر بیش لگاتے تھے ہاتھ مین سنگریزہ رکھ لیتے تھے۔

(۱۲۱) شیخ بہاء الدین مفتی۔ آگرہ مین سکونت تھی عالم و عابد تھا۔

(۱۲۲) قاضی جلال الدین ملتانی۔ اصل مین قلعہ بکر کے توابع کا رہنے والا تھا دانشمند متبحر و حق گو و حق پرست تھا۔ ابتدائے حال مین تجارت کرتا تھا۔ اواسط مین درس مین مشغول ہوا۔ چند سال آگرہ مین افادت فرمائی۔ قاضی یعقوب کے معزول ہونے کے بعد وہ عہدہ جلیل القدر قضا پر مامور ہوا۔ دیانت و امانت کی صفات رکھتا تھا مگر بیٹے کی ناخلفی سے وہ دکن بھیجا گیا وہان سے حج کو گیا اور وہین وفات پائی۔

(۱۲۳) شیخ ضیاء الدین یا ضیاء الصمد۔ پادشاہ نے شیخ کو آگرہ مین طلب کر کے عبادتخانہ مین جگہ دی تھی

(۱۲۴) شیخ عبد الوہاب (۱۲۵) شیخ عمر

(۱۲۶) میر سید محمد میر عدل۔ امروہہ علاقہ سنبل کے رہنے والا تھا۔ صاحب صلاح و تقوی و ورع تھا۔ پادشاہ کے ملازمون مین داخل ہو کر ایسا اختصاص حاصل کیا کہ میر عدل کے

منصب پر ممتاز ہوا اور اس جلیل القدر منصب مین عدالت و انصاف و صدق و امانت کا طریق اختیار کیا جب تک وہ اس دیار مین رہا وین اسلام مین کسی کو بدعت پیدا کرنے کی قدرت نہ تھی ۹۵۴ھ مین بکر کی حکومت اس کو تفویض ہوئی یہین ۹۸۲ھ مین انتقال کیا۔

(۱۲۷) مولانا جمال۔ طبقات مین لکھا ہی مدرس ملتانی تھا۔ بدایونی لاہور کے ایک محلہ تلہ کا رہنے والا بتاتا ہے۔

(۱۲۸) شیخ احمدی فیاضی امیٹھی وال۔ علمار کبار مین سے ہے صاحب تقوے و ریاضت و مجاہد تھا۔ شیخ نظام الدین امیٹھی وال کا ہمعصر تھا۔ ایسا ضعیف و مسن ہوگیا تھا کہ چل پھر اٹھ بیٹھ نہین سکتا تھا۔ اس حال مین ایک سال مین قرآن شریف حفظ کرلیا۔ کتب درسیہ اس کو ایسی ازبر تھین کہ اگر شاگرد کتاب غلط پڑہتا تو وہ صحیح کر دیتا۔ تفسیر و حدیث و سیر و تاریخ خوب جانتا تھا۔

(۱۲۹) شیخ عبدالغنی بدایونی۔ بداؤن مین جب طالبعلی کرتا تھا تو حال اسپر غالب ہوتا تھا اور نغمہ سننے سے بیشعور ہو جاتا تھا۔ روزگار کی تلاش مین دہلی مین آیا۔ یہان کا حاکم تاتار خان تھا۔ جو اہل جاہ کے لباس مین اہل اللہ تھا اس کا ملازم ہوا کتب درسیہ کی تحصیل تمام کی مدتون درس دیا پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ گوشہ نشین ہوا ۹۹۴ھ مین خانخانان اسکی ملاقات کو گیا جب اس نے نصیحت کے لیئے التماس کیا تو فرمایا کہ اتباع سنت محمدی کو اپنے او پر لازم جان۔ اس کو بعض شہر یردن نے فرمان بھیجکر دہلی سے لاہور بلایا مگر اس نے عذر کیا۔

(۱۳۰) شیخ عبدالواحد بلگرامی۔ بلگرام قنوج کے توابع مین تھا وہ صاحب فضائل و کمالات و ریاضت و عبادات تھا۔ اخلاق پسندیدہ و صفات رضیہ رکھتا تھا۔ خود ہندی راگ راگنی بناتا۔ اس پر اس کو حال آتا۔ سب کچھ چھوڑ کر نزہت الارواح پر شرح محققانہ لکھی اور اصطلاح صوفیہ مین چند رسائل لکھے ان مین سے ایک کا نام سنابل ہے اور اور بھی اسکی تصنیفات ہین۔

(۱۳۱) میران صدر جہان۔ یہ پہانی مین پیدا ہوا تھا۔ یہ ایک قصبہ توابع لکھنؤ یا قنوج سے تھا وہ مرد فاضل وخوش طبع تھا۔ اکبر شہنشاہ کی خدمت سے وہ شیخ عبد الغنی صدر کی وساطت سے مشرف ہوا تھا۔ جب عبد اللہ خان اوزبک والی توران نے پادشاہ اکبر کو لکھا کہ ارسال رسل مین بڑا مانع یہ تھا کہ دین سے آپ کا انحراف زبان خلایق تھا۔ پادشاہ نے سنہ میران کو حکیم ہمام کے ساتھ ایلچی گری کے لیے توران روانہ کیا۔ مذہب کے مقدمہ کی بابت یہ صرف دو شعر اپنے نامہ مین لکھے۔

قطعہ

	قیل ان الالہ ذو ولد ما نجا را اللہ والرسول معا		قیل ان الرسول قد کہنا من لسان الوری فکیف انا	

سنہ ۹۹۳ مین توران سے میران نے معاودت کی اور کابل مین پادشاہ سے ملا۔ سنہ ۹۹۵ مین جشن آبان ماہ مین مجلس بادہ پیمائی مین میر صدر جہان مفتی اور میر عبد الحی میر عدل دونون نے ساغر مے پیا تو پادشاہ نے یہ حافظ کا شعر پڑھا ؎

در دور پادشاہ خطا بخش وجرم پوش — حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

سنہ ۱۰۱۴ تک ہفت صدی پر پہونچا اور خدمت صدارت پر مقرر ہوا بعد ازان ترقی کرکے پایہ امارت اور منصب دو ہزاری پر پہونچا۔ شیخ عبد الغنی صدر سے چہل حدیث کا سبق لیتا تھا تو میران بطور خلیفہ کے تھا۔ شاہزادہ سلیم اُس کو بہت دوست رکھتا تھا اُسنے ایکدن اُس سے وعدہ کیا کہ اگر سلطنت کی نوبت میری آئے تو بتاؤ کہ قرض تمہارا ادا کردون یا جو منصب تم چاہو وہ دون۔ میران نے اداے قرض اپنے ذمہ لیا۔ منصب چارہزاری کی درخواست کی۔ جہانگیر نے پادشاہ ہوکر منصب چارہزاری دیا اور صدارت کو قائم رکھا اور قنوج جاگیر مین دیا وہ محسن نافع الخلق تھا اُسنے جہانگیر کے عہد مین اپنی صدارت مین مدد معاش آدمیون کو دی کہ آصف خان جعفر نے پادشاہ سے عرض کیا کہ عرش آشیانی کے عہد مین جو پچاس سال کے عرصہ مین دیا گیا تھا وہ پانچ

برس کے عرصہ مین اسنے دیا۔ ایکسو بیس برس کی عمر تھی اصلا اسکی عقل وحواس مین فتور نہ تھا فقط ہڈیان باقی تھین۔ ہمیشہ ضعف سے بستر پر پڑا رہتا تھا جب پادشاہ کے حضور مین آتا تو حب جاہ و برتری سے بے استعانت غیر زینہ پر آمد و رفت کرتا۔ ؎

نیست گاہ نماز از ضعف قدرت برقیام   لیک پیش پادشاہ ایستادہ تا شب بے عصا

سنہ ۲۲ا مین ودیعت حیات سپرد کی۔ طبع موزون تھی ابتدا رحال مین اشعار کہتا جب اسکو خدمت افتا ملی تو شریعت غرا کا پاس کرکے پھر شعر کہنا چھوڑ دیا۔ اس کا بڑا بیٹا میر بدر عالم گوشہ نشین تھا۔ پسر دوم سید نظام مرتضے خان امارت کے درجہ پر پہونچا۔

(۱۳۲) مولانا اسمعیل۔ ایک وہ ہین جن کا او پر ذکر نمبر ۱۲ مین ہوا۔ طبقات مین ایک لاہور کا مفتی اور دوسرا اودہ کا مفتی اسی نام کا لکھا ہے۔

(۱۳۳) ملا عبدالقادر۔ عبدالقادری بداؤن مین سنہ ۹۴۷ مین پیدا ہوا۔ اس سبب سے دوس اکبر سے پہلے وہ پیدا ہوا اسکے باپ کا نام تھا شیخ ملوک شاہ اور وہ شیخ پنجو سنبلی کا خلیفہ تھا۔ اس نے سنہ ۹۶۹ مین وفات پائی۔ عبدالقادر یا بداؤنی مین نے جابجا اپنی تاریخ مین لکھا ہے۔ وہ علوم عقلی و نقلی سے واقف تھا اور بڑے بڑے کامل فاضلون و عابدون سے اس نے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی تھی وہ علم موسیقی اور تاریخ اور علم ہیئات سے خوب ماہر تھا خوش آواز بڑا تھا قراوت خوب جانتا تھا اس لیئے وہ پادشاہ کے عبادت خانہ مین امام ہر چارشنبہ کے لئے مقرر ہوا تھا۔ جلال خان قورچی کی وساطت سے وہ اول اکبر کی خدمت مین پہونچا تھا وہ چالیس برس تک شیخ مبارک اور فیضی اور ابوالفضل کے پاس رہا مگر کبھی انہین باطنی اتحاد نہوا وہ ان کو بدعتی جانتا تھا اور مسلمان نہین سمجھتا تھا اس تعصب مذہبی کے سبب سے ہمیشہ جان کا دشمن ہی رہا شہنشاہ اکبر کے حکم سے رامایین کا ترجمہ کیا جس کا حال ہم نے تصنیفات عہد اکبری مین لکھا ہے ۲۴ ہزار اشلوکون کا ترجمہ کیا۔ ایک سو پچاس اشرفی اور دس ہزار تنکہ انعام پایا مہابھارت کے ایک حصہ کا ترجمہ کیا۔ تاریخ رشیدی کا انتخاب کیا اور بحر الاثمار علم حدیث

مین اور نجات الرشید ایک اور کتاب تصنیف کی۔ ایک تاریخ منتخب التواریخ تصنیف کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہنشاہ اکبر کا سخت دشمن تھا۔ اس مین اکبر کی برائیان بھلائیان بہ نسبت اکبر نامہ اور طبقات اکبری و مآثر رحیمی کے زیادہ لکھی ہین خاص کر مذہبی خیالات اکبر کے زیادہ توضیح سے بیان کیئے ہین مشایخ و فضلا و علماء و شعراء کے حالات نہایت دلچسپ لکھے ہین وہ سنہ ۱۰۰۴ کی ابتدا تک یعنی اکبر کے مرنے سے گیارہ برس سے پہلے تک کی تاریخ ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سال مین جہان سے رخصت ہوگیا۔ یہ کتاب مخفی رہی مرآرة العالم مین لکھا ہے کہ وہ جہانگیر کے عہد مین مشتہر ہوئی۔ جب عبد القادر کی اولاد نے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو اس کتاب کا علم نہ تھا تو وہ نہایت رنجیدہ ہوا۔ تزک جہانگیری مین اس کتاب کی بابت کچھ نہین لکھا مگر مآثر رحیمی مین جو یہ شکایت لکھی ہے کہ سوائے طبقات و اکبر نامہ کے کوئی تاریخ اکبر کے عہد کی موجود نہین ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۰۲۵ تک یہ کتاب مشتہر نہین ہوئی تھی۔

(۱۳۵) شیخ جوہر

(۱۳۶) شیخ منور وہ لاہور مین پیدا ہوا اسکی قوت حافظہ مشہور تھی۔ نامور عالم تھا اس نے مشارق الانوار (حدیث) بدیع البیان ارشاد قاضی پر شرحین تصنیف کین جب علماء کا اخراج دربار شاہی سے ہوا تو وہ گوالیار کے قلعہ مین قید ہوا اور سنہ ۱۰۱۱ مین مرگیا۔ اس کا بیٹا شیخ کبیر ہے بڑا عالم تھا احمد آباد مین سنہ ۱۰۲۶ مین مرگیا۔

(۱۳۷) قاضی ابراہیم جس کو بدایونی نے حاجی ابراہیم محدث لکھا ہے وہ آگرہ مین زہد و تقوے و ورع و درس علوم دینی خصوصًا علم حدیث مین بہت توجہ کرتا تھا۔

اسکے شرع و تورع کا تعقید آدمیون کے ساتھ اختلاط اور ارتباط کا مانع تھا امر معروف نہی منکر کرتا تھا جب الغضب جبا دنخانہ مین آیا تو مراسم تکلفات و آداب ملوک کا مقید نہوا۔ وعظ کہتا و نصیحت کرتا۔

(۱۳۸) مولانا جمال (۱۳۹) شیخ بین (۱۴۰) بھان چند - اب تک تو ہم نے ان مشائخ و علماء و فضلاء کا نام لکھا جن کا ذکر آئین اکبری میں ابوالفضل نے تحریر کیا ہے مگر اب ہم بعض مشائخ کا ذکر تاریخ بداؤنی اور طبقات اکبری اور دیگر کتابوں سے کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق دہلوی - اس عہد کے افضل الفضلا و مشہور محدثوں میں سے تھے - کعبۃ اللہ میں جاکر بعد ادائے حج مدت مدید تک محض تحقیق و صحت احادیث کے لیئے وہاں مقیم رہے - علوم عقلی و نقلی میں سو کتابیں تصنیف کی ہیں شرح مشکوٰۃ و تاریخ مدینہ جس میں ائمہ طاہرین اور ظلم و تعدی مخالفین کا ذکر کمال حسن عقیدت سے کیا ہے انکی تصنیفات میں تکمیل الایمان بڑی مشہور کتاب ہے اسمیں عقائد اور مشہور تالیفات کا ذکر ہے - سو سال سے زیادہ عمر ہوئی - جہانگیر کے آخر عہد میں ان کا انتقال ہوا جو علم باعمل کے لیے تقوے اور صلاح لازم ہیں وہ انمیں تھے - دم واپسین تک ادائے فرض و سنن میں کوئی طریقہ فرو گذاشت نہیں ہوا - کعبۃ اللہ سے آن کر اکثر زبان صدق بیان سے فرماتے تھے کہ بیت اللہ میں جاکر تحقیقات احادیث میں جبتک میں نے اوقات صرف نہیں کی مجھے معلوم نہوا کہ بہت سی مشہور احادیث وضعی ہیں ان کا مقبرہ دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین کی قبر کے پاس ہے -

(۲) خواجہ باقی باللہ - اس عہد میں مقتدائے زمان تھے - صفات ذاتی و کسبی و خوارق ان کے مشہور ہیں گوشہ نشینی میں اکثر اوقات بسر کرتے تھے مخلوق سے کم ملتے تھے اکثر علوم عقلی و نقلی سے بہرہ تام رکھتے تھے - شاہ جہان آباد میں قدم شریف کے متصل جہان آبادی بستی انکی خانقاہ تھی وہیں اب آرام کرتے ہیں -

شعرائے عہد اکبری

اس گروہ آفرین طراز و نام آرائے کا ذکر بھی حق گذاری کے لیے نا گزیر ہے نہانخانہ معنے میں شعراء راہ رکھتے ہیں - ان کا ضمیر روشن فیض ایزدی کی تابش گاہ ہے لیکن وہ اپنے گوہر کی بیش قیمتی سے واقف نہیں ہوتے اور اس کو سستا بیچ ڈالتے ہیں - کیونکہ مدح کرتے ہیں اشرافوں کی ہجو

وگرنہ صرف الفاظ کا پیوند دینا ہی بڑا تعجب خیز ہے چہ جائیکہ معانی والا کی دریافت ۔

آنکہ سخن را بہ سخن ضم کند		قطرۂ از خون جگر کم کند
ہر کہ سخن را بہ سخن باز بست		معجزہ گر نیست کرامات ہست

تم یہ گمان نہ کرو کہ مین ظاہری پیوند دینے کو کہتا ہون ۔ حق سے باطل دانا سے نادان گوہر سے خر مہرہ ۔ باوجود بہت دوری کے بظاہر نزدیک ہین ۔ پیوند معنوی صورت کی ہم ترازو ہونے کے بغیر نہین پیدا ہوتا اس کا پہچاننا مشکل ہے اور تولنا اس کا اور زیادہ مشکل ہے اس سبب سے بادشاہ شاعر و شاعری کی طرف متوجہ نہین ہوا ۔ خیالی باتونکی تھوڑی سی بھی قدر نہین کرتا تھا نادان جانتے ہین کہ یہ طرز گفتار بادشاہ کو پسند خاطر نہین اس لیے شاعرون سے دل برداشتہ رہتا تھا باوجود اس حال کے بھی ہزارون قافیہ سنج و نظم آرا ہمیشہ آستانہ پر لگے رہتے ہین اور بہت سے شاعر ایسے ہین جنھون نے دیوان لکھے اور داستان طرازی کی ۔ انہین سے صرف ہم ایک شاعر کا حال اور باقی بعض نامی شاعرون کے نام لکھتے ہین ۔

(۱) شیخ ابو الفیض فیضی ۔ یہ بڑا بیٹا شیخ مبارک ناگوری کا اور بڑا بھائی شیخ ابو الفضل علامی کا ہے اسکے خاندان کا حال ابو الفضل کے بیان مین لکھ چکے ہین وہ ۹۵۴ھ مین پیدا ہوا اپنے جودت ذہن و دقت طبع سے جمیع علوم سے بہرہ وافر حاصل کیا ۔ حکمت و عربیت مین زیادہ توجہ کی ۔ طبابت اختیار کی ۔ مفلس بیمارون کا علاج شروع کیا ۔ فکر معاش سے تنگ حال تھا ۔ ایکدن باپ کے ساتھ شیخ عبد النبی صدر اکبری پاس گیا اور اپنا حال بیان کیا اور سو بیگہ کی مدد معاش کی استدعا کی شیخ نے تعصب مذہبی کے سبب سے اسکو اور اسکے باپ کو سرزنش کی اور حقارت کے ساتھ مجلس سے نکالدیا ۔ فیضی کو غیرت آئی اور اسنے یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ وقت سے روشناسی ہو کر راہ خوف پیدا کیجیے بعض باریابون کی وساطت سے بادشاہ کے روبرو شیخ کے فضل و کمال و سخن طرازی و بلاغت گستری کا مذکور ہوا ۱۲ سنہ مین جب بادشاہ چتور کی مہم کو جاتا تھا اسنے شیخ کی طلب کا حکم دیا ۔ ایک طائفہ اہل مدارس کا اس خاندان کا بد اندیش تھا اسنے

اس طلب عاطفت کو مطالبہ عتابی کا عنوان بنایا۔ حاکم دارالخلافہ کو حکم بھیجا۔ چارشنبہ ۲۰ ربیع الاول کو صبح کو ترکونکی ایک جماعت نے فیضی کے گھر کو گھیر لیا۔ دشمن یہ سمجھے تھے کہ شیخ مبارک اپنے فرزند کو چھپائے گا اور معذرت مین بھیجے گا جس سے اُس کو آزار پہونچے گا اُس وقت گھر مین فیضی نہ تھا قریب تھا کہ دشمنون کی شورش کی کشمکش شروع ہو کہ اس اثنا مین فیضی آگیا شورش مٹ گئی۔ اب یہان تنگ دستی تھی۔ سفر کا سامان پاس نہ تھا آخر شاگردونکی سعی سے یہ مشکل آسان ہوئی اسکو رخصت کیا سارے گھر کو غم تھا۔ مگر اس سانحۂ غم نما کا انجام نشاط ہوا کہ پادشاہ نے اسپر غریب نوازی کی۔ یہ ایک لطیفہ مشہور ہے معلوم نہین سچ ہے یا جھوٹ کہ جب فیضی پادشاہ کے دربار مین آیا تو وہ چاندی کے کٹھرے سے جس کو نقرۂ پنجرہ کہتے ہین باہر کھڑا تھا کہ اس وقت اسنے یہ قطعہ پڑھا۔

قطعہ

پادشاہا درون پنجرہ ام	زانکہ من طوطی شکر خائم
از سر لطف خود مرا جا دہ	جاے طوطی درون پنجرہ بہ

اس قطعہ کو پادشاہ نے بہت پسند کیا اور اسی روز سے بتدریج قربت مصاحبت بڑھتی گئی۔ اسنے شیخ عبدالنبی صدر کے ایسے عیوب پادشاہ کے دلنشین کیے کہ وہ اپنے منصب اور رتبے سے گرا۔ حجاز کو بھیجا گیا جان اور مال خواری و ذلت کے ساتھ دیے۔ فیضی نے حسن شعر کو اعلےٰ مرتبہ پر پہونچایا تھا ۹۹۳ھ مین ملک الشعراء کا خطاب پایا ۱۰۰۳ھ مین اسنے ارادہ کیا کہ خمسہ نظامی کی زمین کو جولانگاہ طبع کرے مخزن اسرار کی برابر مرکز ادوار تین ہزار اشعار کی اور خسرو شیرین کے مقابل سلیمان بلقیس اور لیلےٰ مجنون کی بجاے نلدمن ہر یک چار چار ہزار اشعار کی اور ہفت پیکر کے وزن پر ہفت کشور اور سکندر نامہ کی بحر مین اکبر نامہ ہر یک پانچ پانچ ہزار اشعار کا لکھے اور تھوڑے دنون مین اس پنج نامہ کی ہر یک کتاب کی کچھ داستانین لکھین مگر ان کے تمام کرنے پر دل نہاد نہ ہوا۔

کہتا تھا کہ اب نقش ہستی کے مٹنے کا وقت آیا ہے نہ بلند نامی کے پیشطاق کے نگارین کرنے کا
پادشاہ نے سنہ ۹۹۳ مین انکے انجام دینے کی اسپر تقید کی اور حکم دیا کہ اول نلدمن افسانہ موزون ہو
اُسنے اسی سال مین اسکو ختم کرکے پادشاہ کی نظر کے سامنے گذرانا۔ لیکن مدت سے اس کو تنہائی
پسند تھی خموشی اختیار کی تھی دشوار پسندی کے سبب سے وہ اپنی گرامی کالاکو بازار مین نہ لاتا۔
تارک ہمت پر دست نوازش نہ رکھتا۔ فطرت والا کو شعر کے لیئے نیچے نہ اُتارتا۔ اس لیئے
خمسہ ختم نہوا۔ ضیق النفس کی بیماری شروع ہوئی اس حال مین یہ

ابیات

	مرغ وہم از قفس شب آہنگی کرد تا نیم دمے برآ وردم تنگی کرد		دیدی کہ فلک چہ زہرہ نیرنگی کرد آن سینہ کہ عالمے دروے گنجید	

ایام بیماری مین بار بار یہ شعر پڑھتا تھا ؎

	بہ نشود سیکے مور لنگ		گر ہمہ عالم بہم آیند تنگ	

۱۰ صفر سنہ ۱۰۰۴ھ مین انتقال کیا۔ فیاض عجم اُسکی تاریخ وفات ہی چالیس برس کے قریب
فیضی تخلص کرتا تھا۔ بعد ازان علامی کے وزن پر فیاضی تخلص کیا۔ نلدمن مین وہ لکھتا ہے۔

ابیات

	فیضی رقمم نگین من بود فیاضیم از محیطہ فیاض		زین پیش کہ سکہ ام سخن بود اکنون کہ شدم بعشق مرتاض	

شیخ کی تالیعت سے اکیسو ایک کتابین ہین جو اسکے فضل پر شاہد قوی ہین سواطع الالہام بے نقط
تفسیر لکھی۔ حیدر معمائی نے سورہ اخلاص سے اسکی تاریخ سنہ ۱۰۰۲ نکالی ہی۔ دس ہزار روپیہ اس کو صلا ملا
موارد الکلم اخلاق مین بھی بے نقط لکھی ہے۔ علماء عصر نے اعتراض کیا کہ ابتک کسی بڑے عالم نے علم
تفسیر مین بے نقط نہین لکھا تو شیخ نے کہا کہ جب کلمہ طیبہ جسپر ایمان موقوف ہے بے نقط ہے اس سے
زیادہ اور دلیل اسکی فضیلت کی کیا ہو سکتی ہے۔ شیخ کی چار ہزار تین سو کتابین صحیح و نفیس سرکا

شاہی مین داخل ہوئین۔ پادشاہ کے ساتھ مصاحبت شیخ کی علم و کمال کے سبب تھی
شاہزادونکی تعلیم کے لیئے اکثر وہ مامور ہوتا تھا۔ حکام دکن پاس ایک دفعہ سفارت مین بھیجا
گیا تھا۔ چارصدی کا منصب پایا تھا۔

اسنے مال و دولت کی زیادتی کو اپنے نیاز کی افزایش کا دستمایہ بنایا اور روزگار کی تنگی
کو پیرایۂ نشاط۔ اس کا گھر خویش و بیگانہ و دوست دشمن کے لئے کھلا رہتا تھا اسکے گھر مین مجے
سامان آرام پاتے۔ حکمت نامون کو غور سے پڑھتا اور دیدہ کی راہ سے دل کو غذا دیتا۔ اکثر
طبابت کرتا اور مفلس بیمارون کا علاج کرتا۔ فنون شعر مین دلآویز سخن اسکی یادگار ہین۔
ابوالفضل نے اسکے مرنے کے دو برس بعد ان اشعار کو جمع کیا ہے کہتے ہین کہ جسوقت فیضی کی
جان بلب ہونے کی خبر پادشاہ کو پہونچی تو وہ اوسی وقت اس پاس آیا اور اس کا سر ہاتھ
سے اُٹھایا اور کئی دفعہ کہا کہ شیخ جی تم کیون نہین بولتے مگر اس وقت زبان مین تاب و توان
کہان تھی جو وہ کچھ کہتا۔ اسوقت پادشاہ نے زمین پر اپنی پگڑی دے ماری اور رونے پیٹنے
لگا۔ جب ہوش مین آیا تو گھر نہ گیا بلکہ ابوالفضل پاس جو ایک جدا مکان مین تھا آیا اور اس کو
تسلی و تشفی دی۔ شیخ عبدالقادر بدایونی نے جو ان دونون بھائیون کا سخت دشمن تھا جلے پھپھولے
پھوڑے ہین اور فیضی کا حال یہ لکھا ہے کہ وہ شعر کے فنون جزئیہ و معما۔ عروض و قافیہ۔ تاریخ
لغت۔ طب۔ خط انشا مین زمانہ مین اپنا عدیل نہین رکھتا تھا۔ اوائل مین تخلص فیضی کرتا تھا
اور آخر مین اپنے چھوٹے بھائی کے خطاب علامی کے وزن پر تخلص فیاضی رکھا جس سے کہ علو
شان معلوم ہو۔ مگر وہ سازگار نہوا۔ ایک دو مہینے کے بعد دنیا سے سفر کیا اور بہت حسرت ساتھ
لے گیا۔ وہ جد و ہزل کا مخترع۔ اور عجب و کبر و حقد۔ نفاق۔ خباثت و ریا و حب جاہ و رعونت کا
مجمع تھا۔ اہل اسلام سے عناد و عداوت رکھتا اصل اصول دین پر طعن کرتا اصحابہ کرام کے
مذہب کی توہین کرتا۔ تابعین و سلف و خلف متقدمین و متاخرین و مردہ و زندہ مشائخ
کی بے ادبی کرتا۔ علماء و صلحاء و فضلاء کو رات دن ظاہر بُرا بھلا کہتا۔ برخلاف دین جمیع محرمات

کو مباح اور فرائض کو محرم جانتا تھا۔ بے نقط تفسیر بدنامی کے دور کرنے کے لئے عین حالت مستی وجنابت مین لکھی۔ کتے اسکے ورقون کو پائمال کرتے تھے یہی سبب تھا کہ جب مرنیکا وقت آیا تو وہ کتے کی طرح بھوکتا تھا۔ جب اس کے آخروقت پادشاہ عیادت کو گیا ہی تو اُس پر بھی وہ بھوکا اس بات کو پادشاہ نے خود برسر دیوان بیان کیا۔ اُس کا منہ سوج گیا تھا اور سارے ہونٹ سیاہ تھے۔ بادشاہ نے ابوالفضل سے پوچھا کہ کیا فیضی مسی ملتا تھا جو یہ ہونٹ کالے ہین اُس نے جواب دیا کہ خون کی تے آنے سے یہ سیاہی ہوگئی ہے۔ اسکی تاریخین مرنے کی بھی اُس نے لکھی ہین۔ ؎

سال تاریخ فیضئ مردار		شد مقرر بچار مذہب ما	
سال فوتش چہ سگ پرستی مُرد		سال تاریخ خالداً فی النار	

چالیس برس تک شعر کہا مگر درست شعر کہنا نہ آیا۔ استخوان بندی اسکی خوب ہوتی۔ مگر مصالح شعر کا مغز نہوتا۔ وہ سرتاپا بیمزہ ہوتا۔ شطحیات وفخریات وکفریات مین اس کا سلیقہ مشہور تھا۔ لیکن ذوق عشق حقیقت ومعرفت وچاشنی روحانی قبول خاطر نہین رکھتا تھا وہ اپنی تصنیفات کو لکھا کر مفت لوگون کو دیتا تھا مگر کوئی نہین لیتا تھا۔ جب وہ دکن مین تھا اور مین نے اُسکو دامن کوہ کشمیر سے خط پادشاہ کی بے التفاتی اور کورنش بند ہونے کا حال لکھا تو اُسنے میری سفارش مین پادشاہ کو یہ خط لکھا کہ وہ اکبرنامہ مین لکھا ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ملا عبدالقادر اہلیت تمام رکہتا ہے اور علوم رسمی جو ہندوستان کے ملا پڑھتے ہین وہ جانتا ہے میرے باپ سے کسب وفضیلت کی ہے اور ۲۷ برس سے مین اسکو جانتا ہون۔ فضیلت علمی کے سوائے طبع نظمی وسلیقہ انشا عربی وفارسی رکھتا ہے اور کچھ نجوم ہندی وحساب بھی جانتا ہے نغمہ ولایت وہندی وشطرنج مین بھی وقوف رکھتا ہے۔ باوجود ان تمام فضائل کے بے طمعی وقناعت وکم تردد رکھتا ہے راستی ودرستی وادب آئین مین اکثر رسوم تقلید کو ترک کیا ہے۔ درگاہ پادشاہی سے اخلاص وعقیدت رکھتا ہے جب کو تھل میر کو لشکر متعین ہوا ہے تو وہ اتہام

گر کے جان سپاری کے لئے گیا اور وہان تردد کر کے زخمی ہوا اور حضور نے اس کا انعام دیا۔ اول مرتبہ اس کو جلال خان قورچی خدمت اقدس مین لایا اور عرض کیا کہ مین نے ایک امام حضرت کے لئے پیدا کیا ہے کہ جس سے حضور بہت خوش ہونگے۔ میر فتح اللہ نے بھی اس کے حال عرض کیا تھا اور اسکی آخری خدمت سے بھی وہ مطلع ہے لیکن مشہور ہے ع جو کہ طالع زخرواری ہنر بہ۔ مین خود اسکے قصور معاف کرنے کے لئے نہین آسکتا اس لیے عرض رسا ہون کہ اسکی خطا معاف ہو۔ اب عبدالقادر خود لکھتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فیضی کی جانب سے اسقدر اخلاص پھر اسکی یہ مذمت کرنا کس مذہب مین جائز ہے تو یہ مین کہونگا کہ تمام حقوق سے حق دین و حفظ عہد برتر ہے۔ آج ہم فیضی کی اس فیاضی اور اشنا پروری پر تحسین کرتے ہین اور بداونی کی خباثت پر نفرین۔ اور نامور شاعرون کے نام یہ ہین۔ خواجہ حسین ثنائی مشہدی۔ عرفی شیرازی۔ میلی ہروی۔ نظیری نیشاپوری۔ عرفی شیرازی کے ان دو شعرون سے جو نیچے لکھے ہین بعض آدمی یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ ان دونون بھائیون فیضی و ابوالفضل سے ناراض تھا۔

یوسف نفس مراز آسیب اخوان دور دار ما فریب غول ہم زادند در راہ سلوک		کاین حسودان مروت سوز باین بے گناہ با فسا د گرگ انبار ند در نزدیک چاہ	

لارڈ ٹنی سن انگلستان کا ملک الشعرا ہے اُسنے خواب کے طور پر نظم لکھی اس کا ترجمہ لکھتے ہین۔

خواب ٹنی سن

اکبر اور ابوالفضل۔ محل فتحپور سیکری کے سامنے۔

وقت شب

اکبر کے مورخ نے پوچھا اے قومون کے نور آج شب کو کس بات نے تجھکو پریشان کر رکھا ہے۔ اکبر نے ستارون کیطرف دیکھ کر ابوالفضل کی طرف سر پھیرا اور کہا۔ مین نے ایک خواب دیکھا ہے ممکن ہے کہ وہ غلط ہو لیکن مین نے اپنا دل خدا کی طرف رجوع کیا اور خواب کے خلاف دعا کرتا رہا۔ دعا کرنی اور دعا کے موافق عمل کرنا۔ یہ دونون باتین اللہ کی عبادت ہین لیکن وہ

سب مین نور ہے اور نور تھوڑا یا بہت چھانون کے ساتھ عبادت کے انسانی طریقون مین ظاہر ہے مگر ہمارے علماء دین جو سبز مسندون پر بیٹھ کر ناریون کی اداؤن پر غور و فکر فرماتے ہین وہ سب وحشی جانورون کی مانند ہین جو ابھی قفس مین بند کئے گئے ہین جسقدر قفس تنگ ہے اُسی قدر اُن کا غصہ اور پیچ وتاب زیادہ ہے یہ لوگ بڑے گستاخ نظرون سے میرے مقابلہ پر آتے ہین - یہ کچھ تعجب کی بات نہین ہے مین آخر وہ ہی ہون جس نے کہدیا ہے کہ کتا تک پاک ہے - تم خنزیر تک چکھ سکتے ہین اور شراب پی سکتے ہین وہ یہ بھی بخوبی جانتے ہین کہ جب کبھی ہمارے آزا و قصر مین جہان حکمت کی باتین اور مذہب کے مسائل آزادی کے ساتھ بیان ہوتے ہین انھون نے معمولی شرعی قیل و قال کی ہے تو مین نے اُنکی باتون مین ایسی ہی موجون کی آواز سُنی جو تنگ پانی مین جوش کھاتی تھین لیکن یہ آواز وہ صورت عظیم نہ تھی جو حقیقی بہتے سمندر کی ہوتی ہے - کسی قوم کو اپنے قدیم مذہب کے احاطہ سے خارج کر کے زبردستی اپنے ملت کے حدود مین محصور کرنا عقل اور شان سلطانی کے خلاف ہے میرے عہد سلطنت کی نورانی صبح (یعنی ابتدائی زمانہ سلطنت کا) پر اس شرمناک بادل کی سرخی ظاہر مین تھی جب کہ مین نے (نیا مذہب جاری کرنا چاہا تھا -

مین لوگون کی جات اور مذہب کے جھگڑون سے متنفر ہون لیکن مین لوگون کو اُنکی مرضی کے موافق عبادت کرنے دیتا ہون - اور کسیطرح کا محصول غیر مذہب والون سے حاصل نہین کرتا مین ہر مذہب اور قوم والون مین بہادر اور شجاع آدمی مشورت اور دوستی کے لئے انتخاب کرتا ہون اور کافر کے لفظ سے نفرت کرتا ہون - قرآن اور شمشیر کے نام سے مجھ مین لغزش آجاتی ہے (پچکچاتا ہون) (مسیحی وصلیب کے الفاظ پر سہم جاتا ہون) لیکن مسیحون کی پاک کتاب بتاتی ہے کہ اللہ عشق ہے اور جب کہ گووا کے پادری نے اپنے پیغمبر ابن مریم کا قول نقل کیا کہ "ایک دوسرے کو پیار کرو - اور اچھا چاہو ان کا بھی جو تم پر ظلم کرتے ہین" مین نے یہ سنکر خیال کیا

کہ اس قول مین ایک بادل کو ہٹا کر وہ نورانی شعاع پیدا ہوئی ہے جو آفتاب اسلام سے بھی نہین نکلتی۔

تجھکو یاد ہوگا کہ غصہ وغضب سے کس طرح اس بوسیدہ مذہب (غالبًا اسلام سے مطلب ہے) کے در و دیوار ہل گئے تھے جب اس پیشین گو پادری نے اپنا آقا مسیح کو پاکی اور انصاف کا سورج کہا۔ یعنی اللہ اس روے زمین پر آیا اور اپنے بندون کو سچائی اور انصاف کی عنان سے پکڑا (مذہبی تعصب نے یہ اشعار شاعر سے کہلائے ہین۔)

یہ تو کیا کہتا ہے؟ کیا قدیم ایران مین اللہ کو عشق کا آفتاب اور عشق کو راستی کی کمند نہین کہا گیا کیا یہ قدیم ایران کی آواز تھی۔ نہین بلکہ مین جانتا ہون کہ ضعیف شیخ ابوسعید کا قول تھا شیخ پر عورتین چلاتی تھین کہ یہ ملحد و کافر ہے اور اسکے سر پر چھتون سے غلاظت پھینکی تھی یہ شیخ وہ تھا کہ جو راز آلہی کو گاتا تھا اور جس نے خدا کے عشق مین اپنے آپکو محو کر دیا تھا۔

اللہ آفتاب ہے جو دنیا مین اسوقت تک دھندلا نظر آتا ہے جبتک زمین پر صبح فانی کی عبادات آفتاب نصف النہار کی چمک مین محو نہ ہوجائین یہ وقت وہ ہوگا جب کہ ایک مذہب دوسرے مذہب کے خلاف غلط شہادت نہ دے گا۔

بلکہ نور کی تیزی مین اپنی حدود کو پہچانے اور اپنے سے گذر کر سچائی کی محبت اور محبت کی سچائی مین ازل تک ہمیشہ آسانی سے متحرک رہے گا۔

آفتاب۔ آفتاب۔ لوگ مجھ زردشتی پر ملامت کرتے ہین۔ آفتاب ہماری زمین کو گرما کر اناج اور پھل دیتا ہے۔ ہمارے کھیتون پر تبسم کرتا ہے۔

اسمین چاہے تیری کھیتی ہو یا میری۔ شیعہ اور سنی دونون کے خون کو حرارت بخشتا ہے اس لئے آفتاب کو ابدی و ازلی نشان مانو۔ جو سلاطین اپنی کل رعایا سے ایک سی محبت اور ایک سا قانون سب کے لئے رکھتے ہین اس بناء پر کیونکر آفتاب کی عظمت نہ کرین اپنے اچھے افعال سے انسان کے حق مین ایسے سلاطین نور ہوتے ہین۔

لیکن یہ نور ہماری حضوری سے ایک شخص کے چہرے پر چمکنے نہ پایا تھا کل صبح ہمارے پاس آیا دونون آنکھون مین غصہ سے نار جہنم مشتعل تھی وہ آتے ہی چلایا کہ تو آسمان سے نیا قرآن ہمارے لیے لایا ہے۔ کیا تو پیغمبر ہے۔ تو معجزہ دکھا سکتا ہے اس کا دبیہ غصہ چاہتا تھا کہ مجھکو اُٹھا کر کہین پھینکدے لیکن وہ کامیاب نہوا۔ معجزہ۔ کیسا معجزہ۔ نہ مین دکھا سکتا ہون نہ وہ۔ اور نہ کوئی اور۔ مین صرف اتنا کر سکتا ہون کہ حیات انسانی کو تاریک حجرہ مین عقل کی مشعل دکھلا دون اور متحیر ہو کر کائنات عالم کے معجزہ کو دیکھون اُسکی عظمت کے خیال مین محو ہو جاؤن۔ جس نے یہ سب کچھ بنایا اور بناتا ہے جو ہے اور جو وہ نہین ہے جس کو مین دیکھ رہا ہون۔ باقی سب ظاہری صورتین ہین اور خفیف رسوم جو مختلف قومون کے ساتھ اپنا رنگ جدا جدا دکھاتی ہین۔

لیکن اے دوست تو جانتا ہے کہ یہ ظاہری صورتین...... بھی میرے نزدیک ضروری ہین۔ صرف اتنا لازم ہے کہ وہ شخص جو احتیاط اور مہربانی کے ساتھ خلق خدا پر حکومت کرتا ہے اس کو چاہیے کہ ان ظاہرا صورتون کو ایسے سانچے مین ڈھالے جو سب کے لیے موزون ہو جاوین۔

یہ ظاہرا صورتین کیا ہین۔ خوبصورت لباس ہین۔ کہین سادے کہین قیمتی چست یا ڈھیلی جو ادھر اودھر اُڑتے پھرتے ہین۔ ان مین جو حرارت ہے وہ دل کی حرارت ہے۔ ان مین جو حرکت ہے وہ ہاتھ پیرون کی حرکت ہے جب پُرانے ہو جاوین تو انکی جگہ نئے بدلے جا سکتے ہین یہ صورتین فطرت کے بازار مین روحانی کہلائی جاتی ہین۔ یہ انسان مین خدا کے ہونے کی خاموش ابجد ہین جو بول اُٹھتی ہین۔ یہ علم ہین جو اس قوت کا نشان دیتے ہین جو نظر نہین آتی لیکن دورے سب پر حاکم اور قادر ہے۔

یہ صورتین وہ ریشمین رسن ہین جو بہشت سے لٹکائی گئی ہین تا کہ اس وقت جب حکمت کے طریقے ناکام رہین تو مخلوق کو زمین کی غلاظت مین لوٹنے سے بچا دے۔

مین نے یہ خواب دیکھا کہ ایک پتھر رکھکر مین نے ایک مقدس معبد تعمیر کیا ہے جو نہ مندر ہے نہ مسجد نہ کلیسہ۔

یہ عمارت بلند اور سادہ تھی اور اسکے دروازے آسمان کی نسیم کے لیے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ راستی۔ امن۔ محبت۔ انصاف۔ اس گھر مین آکر بس گئے تھے۔

ہم اور تم اس قصر عالیشان کو کھڑے دیکھتے اور خوش ہو رہے تھے کہ دفعتہً ہنسنے کی آواز آئی جیسے کوئی کسی کو چھیڑتا ہے اور یہ الفاظ سنائی دیئے "نیا قرآن" اس کے بعد دفعتہً سلیم کا نام سنا اور فوراً مجھکو دیکھا کہ میرے سامنے مرکر گرا۔ سیاہ پر والے عزرائیل نے مجھ کو بھی مغلوب کیا۔ لیکن چونکہ موت کے بعد سماعت وبصارت ہے مین نے اپنے فرزندان کو جو اُسکے پیرو تھے دیکھا کہ میری تعمیر کے ایک ایک پتھر کو علحدہ کر کے اس کو کھنڈر کر دیا ہے اور اس کھنڈر سے لاکھون مظلومون کی چیخون اور کوسنون کی آوازین اس طرح بلند ہوئی ہین جیسا کہ پہلے کبھی حال تھا مین اس حالت کو دیکھ کر آہین بھرتا تھا کہ مغرب کی سمت سے ایک اجنبی قوم آئی اور اُس نے میرے قصر کے ایک ایک پتھر کو پھر جمع کیا اور راستی۔ امن۔ محبت۔ انصاف پھر اُس مین آگئے اور آباد ہو گئے۔

میدانون مین ستی کی آگ پھر نہ نظر آئی اور نہ کم سن بیوی اور بیوہ کی پر درد آہین سنائی دین۔ سب تعریف اللہ کی ہے جسکے ہاتھ سے اُس نے چاہا میرے مقصد کو پورا کروایا۔ لو اب نوبت کی آواز آنے لگی ہے محل مین سب جاگ اُٹھے اور صبح نے رات کی سیاہ پلکون کو روز بیدار کے گلابی رخسارون سے اُٹھا دیا۔ آؤ سورج کی تعریف گائین وہ گا رہے ہین اب ہم کو بھی چلنا چاہیئے

سورج کی تعریف

پھر تو آسمان پر چمکتا ہوا بڑھا۔ پھر تجھ کو ہین نے چمکتا ہوا دیکھا۔ ہر صبح تیری پیدایش کا دن ہے۔ انسان کی آنکھ اور دل کو تو خوش کر رہا ہے۔ ہر صبح ہم تجھکو یہان آکر سلام کرتے ہین اور تیرے سامنے بہت جھکتے ہین۔ تو مثل خدا کی ہے۔ تو نہ بدلنے والا بدلنے والے افلاک پر ہے۔

تو نے پرچھائین کا پیدا کرنے والا اور تو ہی پرچھائین کا مٹانے والا ہے ملکون ملکون اپنی روشنی کو تیرون کی طرح بھیجتا ہے۔

یہان تیرے دربار کے لاکھون شاعر پادشاہ پکار کر تیرے استقبال کو کھڑے ہین
اور چمن وصحرا کے راگون مین تیری تعریف گانے بیٹھے ہین۔ پرند گاتے
ہین پھول کھلتے ہین آدمی اس گنبد نیلگون کے سایہ مین
جھکتے ہین اسکی عبادت مین جو ازلی وابدی ہے
اور جو اس شعلے نور مین موجود ہے
جس سے وقت کو اندازہ
کرتے ہین

احوال دوازدہ صوبہ

بابر کے عہد سے ہندوستان کے انتظام و بندوبست نے ایک نئی صورت پیدا کی اور شیر شاہ نے سلطنت کے تو بالکل صحیح اصول قائم کیے اُس نے ساری قومون اور فرقون کو انتظام سلطنت مین شریک کرلیا - یہ بیج جو اُس نے بویا تھا وہ اکبر کی آبیاری سے بڑا بارور درخت ہوا - اکبر نے اپنی ابتدائے سلطنت مین شیر شاہ کے تمام ضوابط و سرشتے و صیغے بدستور قائم رکھے - شیر شاہ و سلیم شاہ کی قابلیتون اور لیاقتون کا شہنشاہ اکبر ایسا قائل تھا کہ اُن کو ملائک السلاطین کہتا تھا - گو شیر شاہ نے ہمایون اُس کے باپ کو ہندوستان سے شکستین دیکر نکالا تھا - ابوالفضل نے جو سلطنت کے آئین و ضوابط بیان کئے تھے اُس کا بیان ہم لکھ چکے ہین - اب دوازدہ صوبہ کا حال جو اُس نے لکھا ہے وہ نہایت مختصر بیان کرتے ہین اور اسپر کچھ اضافہ اور اُن کا نقشہ جو انگریزی تاریخون کے ساتھ چھاپا جاتا ہے اُس کو بھی اپنے نقشون کی جلد مین چھاپتے ہین -

اکبر کی سلطنت کے بعض صوبے یورپ کی سلطنت کے برابر وسعت رکھتے تھے -

سنہ ۴۰ الٰہی مین شہنشاہ اکبر کی قلمرو مین ۲۷۳۷ قصبے اور ۱۰۵ سرکارین تھین - جب جمع دہ سالہ مقرر ہوئی ہے تو ان صوبون کی جمع ۳ ارب ۶۲ کروڑ ۹۷ لاکھ ۵۵ ہزار ۲ سو چھیالیس دام تھے یعنی ۹ کروڑ ۷ لاکھ ۴۳ ہزار ۸ سو اکیاسی روپے اور ۱۲ ہزار برگ تنبول تھے -

پادشاہ نے اپنے ملک کو بارہ حصون مین تقسیم کیا اور ہر حصہ کا نام صوبہ رکھا اور اس کو کسی ملک یا شہر کے نام سے موسوم کیا - ان صوبون کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) الہ آباد (۲) آگرہ (۳) اودہ (۴) اجمیر (۵) احمد آباد (۶) بہار (۷) بنگالہ (۸) دہلی (۹) کابل (۱۰) لاہور (۱۱) ملتان (۱۲) مالوہ -

جب دکن مین برار و خاندیس و احمد نگر فتح ہوگئے تو یہ تین صوبے اور بڑھ کر پندرہ صوبے ہوگئے - ہم ان صوبون کا بیان مشرق سے جو پایئن ہند ہے شروع کرتے ہین اور

زابلستان پر جو بالاے ہند ہے ختم کرتے ہین۔

درازی بندر چاٹگانون سے گڈھی تک چارسوکوس اور پہنا شمالی کوہ سے سرکار مداران تک دوسوکوس۔

جب اس صوبہ پر ملک اڑیسہ کا اضافہ ہوا تو اس صوبہ کا طول ۴۳ کوس اور عرض ۲۳ کوس بڑھ گیا اسکے مشرق مین دریا رشور شمال وجنوب مین کوہ مغرب مین بہار مشرق مین ایک ولایت بھاٹی ہے اُس کو بھی اس ملک مین شمار کرتے ہین۔ اس ولایت کے پہلو مین راجہ آشام کا ملک ہے۔ اسکی فرد شکوہ کی بڑی باتین بنائی جاتی ہین۔ جب راجہ مرتا ہے تو اُسکے خاص مرد وزن کشادہ پیشانی سے زندہ درگور ہوجاتے ہین۔ اس سے پایان تبت پیوستہ اور اُسکے چپ مین ختا جسے مہاچین مین جانتے ہین جسکو ماچین کہتے ہین دارالملک خان بالغ سے دریاے شور تک چالیس منزل مین ایک نہر کاٹی ہے اُسکے کنارہ پتھر وچونہ سے بنائے ہین۔ مشرق وجنوب کے درمیان ایک فراخ ملک ہے جس کا نام ارخنگ ہے۔ بندر چاٹگانون اُسین ہی یہان کے آدمیون کا مذہب ہندو مسلمانون کے مذہب سے نرالا ہے۔ اُن کے ہان سگی مان کے سوا سب سے ازدواج جائز جانتے ہین اسکے قریب پیگو ہے جس کو چین کہتے ہین۔ پرانی کتابون مین اُس کو دارالملک چین لکھا ہے۔

فلزات کے کانون پر گھہ یترہ کی قومون مین لڑائی رہتی ہے۔

بنگالہ کا اصلی نام بنگ ہے۔ پہلے فرمانرواؤن نے سارے ملک مین بیس گز چوڑی اور دس گز اونچی جابجا بنائی تھین اور اُن کو آل کہتے تھے۔ بنگ اور آل ملکر بنگالہ زبان زد خلائق ہوا ہر مقام مین دریاؤنکی افراط ہے۔ پامین گنگا مین یہ صوبہ واقع ہے۔ یہان کے آدمی سواے دھوتی کے کچھ اور لباس نہین پہنتے۔ عورتون پر اُنکے کامون کا مدار ہے نرسل وبانس کے مکانات بناتے ہین جنمین سے بعض پانچ پانچ ہزار روپے کی لاگت کے ہوتے ہین وہ بہت دیرپا ہوتے ہین آمدورفت کشتی پر ہوتی ہے خاصکر بارش مین لڑائی وباربرداری اور تیز روی کے لیئے طرح طرح کی

کشتیان بناتے ہین۔ قلعہ گیری کے لیئے ایسی کشتیان تیار کرتے ہین کہ جب ساحل پر جاہین
تو وہ ایسی بلند ہوجاتی ہین کہ قلعہ پر آسانی سے غالب آئین۔

اس دیار مین خواجہ سرا تین طرح کے ہوتے ہین (۱) صندلی (۲) بادامی (۳) کافوری
اول کے تینون عضو کو جڑ سے کاٹ دیتے ہین اُن کو اطلسی بھی کہتے ہین۔ دوسرے مین آلت فعلی
ہوتا ہے۔ سوم خصیتین کو بچپنے سے مل مل کر نابود کردیتے ہین یا نکال لیتے ہین۔ کہتے ہین کہ
آدمی کے سوائے جس جاندار کو خصی کیجئے اُسکی سرکشی کم ہوجاتی ہے مگر اس مردم زاد کی سرکشی
بڑھ جاتی ہے۔

جنت آباد ایک پُرانا شہر ہے کئی دفعہ دارالملک رہ چکا ہے اُس کا نام لکھنوتی زبان زد خلائق ہے
بعض اُسکو گور بھی کہتے ہین جنت آشیانی ہمایون نے لکھنوتی کا نام یہ جنت آباد رکھا تھا۔

چاٹگانوٗن ایک بڑا شہر سمندر کے کنارہ پر ہے وہ ایک عمدہ بندر ہے جہان فرنگی اور تاجر آتے
جاتے ہین۔ ساتگانو اور ہگلی دو اور بندر ہین جنین آدہ کوس کا فاصلہ ہے دونون فرنگیون کے پاس
ہین اڑیسہ ایک جدا ملک ہی وہ بنگالہ مین داخل ہے اسمین ایک سو نوپختہ قلعے ہین اسمین ایک
عورت کئی کئی خاوند کرتی ہے تاڑ پر لوہے کے قلم کو ہاتھ مین لیکر لکھتے ہین۔ کٹک مین ایک
سنگین قلعہ ہے اور اس ملک مین جگن ناتھ کا بڑا مندر ہے

اس صوبہ بنگال مین ۲۴ سرکارین ہین ۷۸۷ محال جمع ۵۹ کروڑ ۸۴ لاکھ ۵۹ ہزار ۳ سو انیس
دام سب نقد ہے۔ ۲۳ ہزار ۳ سو تیس سوار۔ آٹھ لاکھ ایک ہزار ایک سو پچاس پیادے ۱۱۷۰
ہاتھی ۴ ہزار دو سو ساٹھ توپ چار ہزار چار کشتی۔

گڈھی سے رہتاس تک ۱۲۰ کوس تک لمبا اور ترہت سے شمالی کوہسار تک سو کوس چوڑا
مشرق مین بنگالہ مغرب مین الہ آباد و اودہ۔ شمال و جنوب مین کوہ بزرگ دریا بہت سے
ہین سرکار بہار مین موضع راج نگر مین سنگ مرمر کی کان ہے اس سنگ مرمر کے ریو
بناتے ہین۔ یہان گیا کا معبد ہے اُس کو برہما سے منسوب کرتے ہین۔ منگیر مین دریا سے

گنگ سے کوہ تک ایک سنگین دیوار کھچی ہوئی ہے اُس کو سرحد بنگالہ کہتے ہین - ترہت مدتون سے دار العلم ہے رہتاس کوہ پر ایک قلعہ ہے - پٹنہ بڑا شہر ہے بنگال اور بہار دونون مل کر ملک فرانس کی برابر ہین اس صوبہ مین ۷ سرکار ۱۹۹ پرگنے جمع ۲۲ کروڑ ۱۹ لاکھ ۱۹ ہزار ۴ سو ۴ دام ضبطی ۸ ۲۳ زمین پیمودہ ۲۴ لاکھ ۴۴ ہزار ایک سو بیس بیگہہ ۷ اکروڑ ۲۶ لاکھ ۱۸ ہزار ۷ سو چہتر دام نقد ہے اور اس مین سے ۴ کروڑ ۹۲ لاکھ ۲۷ ہزار ۶ سو ۳ ½ دام سیورغال - بومی ۱۱ ہزار ۴ سو پندرہ سوار اور ۴ لاکھ ۴۹ ہزار ۳ سو پچاس پیادے اور سو کشتی ان دونون صوبون کی مال گذاری ڈیڑہ کروڑ روپیہ انگریزی تخمینہ ہے -

طول مین نجھولی جون پور سے جنوبی کوہ تک ۱۶۰ کوس - عرض مین گذر چوسا سے گھاٹم پور تک ۱۲۲۰ کوس - مشرق مین بہار - شمال مین اودہ - جنوب مین باندھہ - غرب مین آگرہ - الہ آباد کا پہلا نام پیاگ (پریاگ) ہے اکبر شہنشاہ نے اس کا نام الہاباد یا الہاباس رکھا ہے اس مین قلعہ بنایا ہے اور عمدہ عمدہ محل اسمین تعمیر کیئے ہین - پریاگ کو ہندو معابد کا بادشاہ سمجھتے ہین - اُسکے قریب گنگا - جمنا سرستی آپسمین ملتی ہین سرستی الوپ ہوگئی ہے - ان تینون دریاؤن کے ملاپ کو تربینی کہتے ہین - بنارس اصل مین بارانسی ہے ایک بڑا شہر ہے - برنا اور اسی ندیون کے درمیان پرانی کتابون مین اسکو کاسی لکھا ہے کمان کی شکل کا شہر ہے جسکی زہ گنگا ہے یہان ایک بت خانہ ہندوؤن کا کعبہ ہے - جہان جاتری آ نکر پرچھا کرتے ہین - مدتون سے یہ شہر ہندوؤن کا دار العلم ہے اور دور دور سے تحصیل علم کے لیے یہان طلبا آتے ہین اور جان وتن کی گذارش کرتے ہین -

جونپور بڑا شہر ہے - کالنجر بڑا قلعہ ہے - کاری بھیرون جسکے اٹھارہ ہاتھ ہین کالنجر کی دیبی ہے - اس صوبہ مین ۱۰ سرکار ۱۷۷ پرگنے جمع ۲۰ کروڑ ۴۲ لاکھ ۲۷ ہزار ۸ سو ۱۹ دام اور ۱۲ لاکھ وت اُسکے اندر ۱۳ ضبطی زمین پیمودہ ۳۹ لاکھ ۶۸ ہزار ۱۸ بیگہہ ۳ بسوہ اس کا زر جمع

ہ۵

۲۰ کرڑ ڈرُ ۲ لاکھ ۱۷ ہزار ۲ سو چوبیس دام اور ۹۶ پرگنے نقدی جنگی مال گذاری ۹۴ لاکھ ۵۶ ہزار ۵ سو ۹۵ دام ان مین سے ایک کروڑ ۱۱ لاکھ ۶۵ ہزار ۴ سو سترہ دام سیورغال بومی ۱۱ ہزار ۳ سو ۷۵ سوار۔ ۲ لاکھ ۳۷ ہزار ۸ سو سترہ پیادے۔ ۳۲۳ ہاتھی

سرکار گورکھپور سے قنوج تک لمبا ۱۳۵ کوس شمالی کوہ سے سدہ پور صوبہ الہ آباد تک چوڑا ۱۱۵ کوس بشرق مین بہار شمال مین کوہ۔ جنوب مین مانک پور۔ غرب مین قنوج۔

اودہ (اجودھیا) ہند کے بڑے شہرون مین سے ہے طول بلد ۱۸؍ ۶۴ عرض بلد ۶؍۲۷ ۲۲ کسی بڑے پُرانے زمانہ مین ۱۴۸ کوس طول مین اور ۳۶ کروہ عرض مین یہ شہر آباد تھا۔ وہ پُرانے معابد مین سے ہے اب تک شہر کے گرد خاک چھانتے ہین اور سونا پاتے ہین۔ یہ شہر راجہ رام چندر کی راجدھانی ہے۔ اسکے پاس دو قبرین چھ چھ سات سات گز کی لمبی ہین جنکو عوام الناس حضرت شیث وحضرت ایوب کی خوابگاہ جانتے ہین فیض آباد کا شہر اسکے پاس ہے

بہرائچ بڑا شہر دریاے سرد کے کنارہ پرہی۔ سالار مسعود اور رجب سالار کی قبرین ہین۔ مسلمانون کو اُن سے بہت اعتقاد ہے۔ موضع دو کون مین دار الضرب ہے۔

نیمکھار ایک بڑا قلعہ ہے۔ لکھنو دریا گومتی کے کنارہ پر بڑا شہر ہے۔ کھیری ایک قصبہ سیئ ندی کے کنارہ پر ہے وہان کے آدمی کشتی مین سوار ہوکر نیزہ سے مچھلی کا شکار کرتے ہین۔

بلگرام ایک قصبہ خوش ہوا ہے یہان کے اکثر آدمی خوش فہم وسرود سرا ہوتے ہین ایک کنوان ہے اگر چالیس روز اُس کا پانی کوئی آدمی پیئے تو شناسائی وحسن منظر مین زیادہ ہوجاتا ہے

اس صوبہ مین ۵ سرکار ۱۳۸ پرگنے زمین پیمودہ ایک کروڑ ایک لاکھ ۱۷ ہزار ایکسو اسی بگھہ جمع ۲۰ کروڑ ۱۷ لاکھ ۵۸ ہزار ایک سو ۷۲ دام اس مین سے ۵۸ لاکھ ۲۱ ہزار چھہ سو اٹھاون دام سیورغال۔ بومی ۷ ہزار ۶ سو ۴ سوار۔ ایک لاکھ ۶۸ ہزار دو سو پچاس پیادے ۵۹ ہاتھی انگریز مورخ لکھتے ہین کہ دونون صوبون الہ آباد اودھ مین اکثر صوبہ دار ایک ہی رہا کرتا تھا ان دونون کا رقبہ مل کر آئرلینڈ سے بڑا ہوگا مالگذاری اُنکی ایک کروڑ ۳۲ لاکھ

سے کچھ زیادہ ہے۔ طول مین گھاٹم پور الہاباس سے پلول دہلی تک ۱۷۵ کوس عرض مین قنوج سے چندیری مالوہ تک مشرقی حد گھاٹم پور شمالی دریاے گنگ جنوبی چندیری غربی پلول
آگرہ بڑا شہر ہے پانچ کوس تک اسکے درمیان دریا بہتا ہے۔ اکبر بادشاہ نے سنگ سرخ سے ایک قلعہ بنوایا ہے پانچسو سے زیادہ اس مین کوشک بنگالہ و گجرات کی وضع کے بنوائے ہین پہلے آگرہ ایک گاؤن تھا۔ سکندر لودی نے اسُ کو پاے تخت بنایا پھر اکبر نے اس کو اور رونق دی اُسکے نام پر اس شہر کا نام اکبرآباد مشہور ہوا۔
فتح پور ایک گاؤن بیانہ کا تھا جس کو سیکری کہتے تھے وہ دار الخلافہ سے بارہ کوس پر ہے شہنشاہ اکبر نے اسُ کو ایک عمدہ شہر بنا دیا۔ سنگین قلعہ بنایا۔ اُسکے دروازون پر دو سنگین ہاتھی بنوائے۔
بیانہ پہلے ایک بڑا شہر تھا اس مین قلعہ تھا بہت سے محل اور تہ خانہ تھے اب تک اُسمین سے آلات جنگ کھود کر نکالتے ہین صوبہ آگرہ کو صوبہ بیانہ بھی کہنے لگے ہین۔
متھرا۔ جمنا کے کنارے ایک شہر ہے۔ اسمین بڑے بڑے بتخانہ اور پرستش کدے ہین۔
کالپی۔ ایک بڑا شہر ہے اسمین بزرگونکی قبرین بہت ہین۔
قنوج پہلے زمانہ مین ہندوستان کا دار الملک تھا۔
گوالیار۔ نامور قلعون مین سے ہی۔ دروازے پر سنگین فیل تعجب دلاتے ہین۔ پہلے فرمانرواؤنکی بڑی بڑی عمارتین موجود ہین۔ لوہے کی کان ہی۔ جادو نفس خنیاگر اور دلربا خوبرو پیدا ہوتے ہین
الور بھی ایک شہر ہے وہان تانبا بہت نکلتا ہے
اس صوبہ مین ۱۳ سرکارین ۲۰۳ پرگنے۔ زمین پیمودہ ۲ کروڑ ۷۸ لاکھ ۶۲ ہزار ایکسو نواسی بیگھہ ۱۸ بسوہ۔ جمع ۵۴ کروڑ ۶۲ لاکھ ۵۰ ہزار ۳ سو ۴ دام۔ اسمین سے ایک کروڑ ۲۱ لاکھ ۵ ہزار ۷ سو ۳ ½ دام سیورغال بومی پچاس ہزار ۶ سو اکیاسی سوار ۵ لاکھ ۷۷ ہزار ۵ سو ۷۰ پیادے ۲۲۱ ہاتھی۔

طول مین پایان گڈھ سے بانسواڑہ تک ۲۴۵ کوس عرض مین چندیری سے ندر بار تک
کوس مشرقی حد باندھو شمالی اور جنوبی بگلانہ مغربی گجرات - اجمیر کوہ جنوبی انکی آب و
کا اعتدال اور زمین کا پیدا وار مشہور ہے ضرب المثل ہے کہ مالوہ مین کوئی بھوکا نہین
ہر قدم پر آب و نان موجود ہے۔

اجین ایک بزرگ شہر ساحل سپرا پر ہے - ہندون کی بڑی پرستشگاہ ہے۔
گدہ ایک ملک جدا گانہ پر درخت ہے - چندیری پرانا شہر ہے اس مین سنگین قلعہ ہے
اُس مین چودہ ہزار سنگین بڑے مکان اور تین سو چوراسی بڑے چوڑے چکلے بازار اور
ہزار مسجدین ہین۔

منڈو ایک بڑا شہر ہے اُسکے قلعہ کا دور بارہ کروہ ہے - اس دیار مین سنگ پارس کا
ہے جسکی کہانیان عجیب و غریب مشہور ہین۔
قصبہ دھار راجہ بھوج کی تخت گاہ تھی۔

اس صوبہ مین ۱۲ سرکار ۳۰۱ پرگنے - زمین پیمودہ ۴۲ لاکھ ۶۶ ہزار ۲ سو ۱۱ بیگہ ۶ بسوہ
جمع ۴۲ کروڑ ۶ لاکھ ۹۵ ہزار ۵۲ دام اسمین سے ۱۱ لاکھ ۵۰ ہزار ۴ سو ۳۲ دام سیورغال ہے
بومی ۲۹ ہزار ۶ سو ۶۸ سوار - ۴ لاکھ ۷۰ ہزار ۳ سو ۶ پیادے - ۹۰ ہاتھی - اس صوبہ کا رقبہ
بھی صوبہ اودہ کے رقبہ کی برابر ہے۔

اس آباد سرزمین کو خاندیس کہتے ہین جب قلعہ آسیر فتح ہوا اور شہزادہ دانیال کو یہ ملک
شہنشاہ اکبر نے عنایت کیا تو شہزادہ کے نام پر اس صوبہ کا نام داندیس رکھا طول مین بورگاؤن
سے جو ہندیہ سے پیوستہ ہے للنگ تک جو ولایت احمد نگر سے متصل ہے ۷۵ کوس عرض مین جامئ
و برار سے پیوستہ ہے پال تک کہ مالوہ سے ملا ہوا ہے ۵۰ کوس کہین کہین ۲۵ کوس
مشرقی حد برار شمالی مالوہ جنوبی گالنہ مغربی مالوہ کے کوہ جنوبی رود بار بیست ہین
آسیر - ایک بہت اونچے پہاڑ پر قلعہ ہے اُسکے گرد اور تین قلعے ہین جو استواری اور بلندی

ہین کمتر نظیر رکھتے ہین اُسکے پیچھے ایک بڑا شہر آباد ہے۔

برہان پور ایک بڑا شہر تاپتی کے کنارہ پر ہے۔

اس صوبہ مین ۳۲ پرگنے کشت وکار سے بہت کم خالی ہین اسکے بہت سے دیہات شہرون کی مانند ہین کشاورز فرمان پذیر دکارگذار بومی کولی وبھیل وگونڈیہ لوگ شیر کو فرمان پذیر کر لیتے ہین

اسکی جمع ایک کروڑ ۲۶ لاکھ ۷۴ ہزار ۴۶ ٹنکہ براری ہے۔ جب آسیر فتح ہوگیا تو جمع ڈیوڑھی ہوگئی۔ براری ہر ٹنکہ مین ۲۴ دام اعتبار کرتے ہین اس لیئے (۵۴ کروڑ ۵۲ لاکھ ۴۹ ہزار ۲ سو ۳۲ دام اکبری) جمع ہوئی۔ انگریزی تاریخون مین ایک کروڑ تیرہ لاکھ روپیہ کے قریب لکھی جاتی ہے۔

اصل نام اس کا وردائٹ ہے **وردا** ندی ہے **ٹٹ** کنارہ کو کہتے ہین طول مین بٹالہ سے بیراگڈہ تک دوسو کوس عرض مین بیدر سے ہنڈیہ تک ۱۸۰ کوس بشرق مین بیراگڈہ پیوستہ بستہ۔ شمال مین ہنڈیہ جنوب مین تلنگانہ مغرب مین پھکر آباد۔ یہ ملک دو جنوبی کوہ کے درمیان ہے جنمین سے ایک کو بندہ کہتے ہین۔ گاویل۔ نرنالہ میل گڈہ اسیر ہین دوسرے کو سنہیا کہتے ہین ماہور و رام گڈہ اسیر ہین۔ آب و ہوا۔ زراعت نہایت عمدہ اس مین بہت سی ندیاں ہین۔ سب مین اچھی ندی گنگ گوتی ہے اُس کو گوداوری بھی کہتے ہین۔ ہندوستان کی گنگا کو مہادیو سے نسبت دیتے ہین اور اُس کو گوتم سے اُسکے عجیب افسانے بیان ہوتے ہین اسکی بڑی پرستش ہوتی ہے کوہ سہیاے ٹرنبک کے نزدیک سے وہ نکلتی ہے۔ احمدنگر کی ولایت مین گذرتی ہوئی برار مین آتی ہے اور تلنگانہ مین جاتی ہے جب مشتری اسد مین آتا ہے تو آدمی دور دور سے پرستش کے لیئے آتے ہین۔ نالی اور تپتی کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ دنول گانون کے نزدیک سے پورنا ندی نکلتی ہے۔ اس ملک مین چودہری کو دیس مکھہ کہتے ہین۔ اور قانون گو دیس پانڈیہ مقدم کو پٹیل و پٹواری کو کل کرنی ایلچ پور۔ ایک بڑا شہر ہے۔

وہ پایہ تخت ہے وہان بنفشہ کا پھول بڑا خوشبو دار ہوتا ہے بھوپن چنپہ اُس کو کہتے ہین ت
زمین سے ملا ہوا پیدا ہوتا ہے اُس سے سات کوس پر گاویل ایک بزرگ قلعہ ہے جسکی نظیر
کم تر ملتی ہے اس مین ایک چشمہ ہے جس مین ہتھیارون کو آب دیتے ہین -

پنار - ایک سنگین قلعہ ہے ایک پشتہ پر اُسکے تین طرف دو ندیان ہین -

کھیرلہ - زمین پر سنگین حصار ہے اُسکے درمیان ایک کوچہ ہے اُسکی پرستش ہوتی ہے اُسکے
چار کوس پر ایک چاہ ہے - جس جانور کی ہڈیان اُسمین ڈالین پتھر ہوجاتی ہین وہ خرمہرہ کی مانند
ہوتی ہین مگر چھوٹی - اسکے مشرق مین ایک زمیندار ہے چاتوا نام ہے پاس ۲ ہزار سوار
۵۰ ہزار پیادون سو سے زیادہ ہاتھیون کا خدیو ہے - اسی کی مانند ایک زمیندار داد حی
رادحی ہے - سو سوار و پنج ہزار پیادے اُسکے زیر حکم ہین - شمال مین ناہر راؤ زمیندار ہے
دو سو سوار ۵ ہزار پیادے اس پاس رہتے ہین - پہلے اس کے پاس ایک زمیندار
ہتھیار راؤ تھا - اب اُس کی زمین کے اور مالک ہوگئے ہین - سب زمیندار قوم کے گونڈ ہین
اُنکی زمین مین فیل صحرائی بہت پیدا ہوتا ہے - ہمیشہ وہ حاکم مالوہ کے مطیع تھے پہلے
مرزبان گڈہ کے اور اب سرکار ہنڈیہ کے -

نرنالہ - پہاڑ پر ایک بڑا قلعہ ہے - بہت عمارتین اس مین بنی ہوئی ہین اسکے پاس بجا راؤ
زمیندار رہتا ہے دو سو سوار اور پانچ ہزار پیادے اس پاس رہتے ہین دوسرا زمیندار
ڈونگر خان ہے - ۵۰ سوار اور ۳ ہزار پیادے اس پاس رہتے ہین - یہ دونون الوس گونڈ سے ہین
بالاپور کے نزدیک دو ندیان ہین اُسکے گرداگرد خوشرنگ پتھر طرح طرح کے ہوتے ہین -
لوگ ان کو تراش کر اپنے پاس رکھتے ہین اس سے چھ کوس پر شاہزادہ سلطان مراد نے
اپنا بنگاہ بنایا تھا - شاہ پور اس کا نام رکھا تھا جو ایک عمدہ شہر ہوگیا -

سبل گڈہ کے نزدیک ایک چشمہ ہے کہ چوب اور اُسکے سوا جو چیز اس مین ڈالو وہ پتھر ہو جاتی ہے
کلم قدیمی عمدہ شہرون مین سے ہے گاؤمیش عمدہ ہوتی ہے اُسکے پاس ایک زمین ہے جسکا نام

باپ دادا کو نجات ہوتی ہے۔ ایک پہاڑ مین گیا ہو وہ برہما سے منسوب ہے ایک اور گیا جسکو رودر سے منسوب کرتے ہین وہ بیجاپور کے پاس ہے اور یہ ایک حوض ہے چشمہ دار بہت گہرا لمبان چوڑان مین ایک کوس اسکے گرد اونچا پہاڑ ہے آب شور اسمین ہوتا ہے اگر اُسکے اندر کنارہ پر کھودین تو شیرین پانی نکلتا ہے آبگینہ وصابون وشورہ کا مایہ اُس سے خوب حاصل ہوتا ہے بہت محصول اس سے حاصل ہوتا ہے کوہ کے اوپر چشمہ ہے اُس کا دہن گاؤ کی شکل کا ہے اور تیسری گیا ایک چشمہ کوہ پر ہے اس کا دہنہ گائے کی شکل کا ہے۔ بندر بہت ہوتے ہین۔ پٹیالہ ایک استوار قلعہ پہاڑ پر ہے۔ پتال نگری اُسکے مضافات سے ہے ۲۴ تجانے کمر کوہ مین تراشے ہین ہر ایک بت نہایت نادر ہے۔

اس صوبہ مین تیرہ سرکار ۲۴ پرگنے ہین مدت سے یہان بندوبست ہوا ہے اس دیار کا ٹنکہ دہلی کے ۸ ٹنکہ کی برابر ہوتا ہے اصل مین جمع ساڑھے تین کروڑ ٹنکہ تھی جسکے ۵۶ کروڑ دام ہوتے ہین۔ کچھ دکنیون نے بڑھا کر ۴ کروڑ ۵۰ لاکھ ۲۵ ہزار ۳ سو ۵۰ ٹنکہ کردیے ہین۔ سلطان مراد کے زمانہ مین ۲۶ لاکھ ۷۰ ۳۷ ہزار ۴ سو ۴۵ ٹنکہ براری کا اضافہ ہوا تھا یہ سب ۶۰ کروڑ ۶ لاکھ ۳ ہزار ۲ سو ۷۰ دام دہلی کے ہوئے ان مین سے ۸ پرگنے سرکار کے حکم سے داخل چاندا کے ہین جسکی جمع مقرر نہین ہوئی اور سرکار کھیرلہ سے ۲۲ پرگنے چاتوا اور بعض اور زمین دار رکھتے ہین۔

صوبہ گجرات

طول مین برہان پور سے جگت تک ۳۰۲ کوس عرض مین جالور سے بندر دمن تک ۲۶۰ کوس۔ اور اندر سے بندر کھمبایت تک ۷۰ کوس مشرق مین خاندیس شمال مین جالور د۔ جنوب مین بندر دمن وکھمبایت۔ مغرب مین جگت کہ ساحل دریائے شور پر ہے اور کوہ جنوبی عمدہ رود بار۔ شور دریا۔ سابرمتی۔ ماترک۔ مہندری۔ نربدہ۔ تپتی۔ سرستی دو چشمے ہین جنکو جمنا وگنگا کہتے ہین۔ ہوا اعتدال کے نزدیک پیمایش کم ہوتی۔ بیشتر نسقی ہے بندوبست پہلا ہی رہتا ہی۔ کھیتی اور باغ

کے گرد زقوم لگاتے ہین جس سے ایک عمدہ حصار بنجاتا ہے۔ اس سبب سے یہ ملک بڑا دشوار گذار ہوجاتا ہے۔ بعض آدمی ہیش بینی سے چوڑی چوڑی بنیادین رکھتے ہین اور ان پر دیوارین جن مین کاواک ہوتے ہین بناتے ہین اور اُن مین مخفی راہین رکھتے ہین۔ سوار اکثر بہلی پر ہوتے ہین بیشمار نقاش وخاتم بند اور پیشہ ور رہتے ہین۔ صدف کا کام ایسا بناتے ہین کہ خوشخط معلوم ہوتا ہے قلمدان وصندوقچے بناتے ہین۔ روم وفرنگ وایران کے طرح طرح کے قماش کی تقلید کرتے ہین۔ شمشیر وجمدھر وکھپوہ وتیر وکمان خوب بناتے ہین جواہر کی خرید وفروخت ہوتی ہے روم وعراق اور اور مقامون سے نقرہ آتا ہے۔

پہلے اس کا پایتخت پٹن تھا۔ پھر کچھ دنون چانپانیر ہوا اور اب احمد آباد ہے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے نہایت عمدہ طرح سے آباد ہوا ہے۔ سابرمتی کے کنارہ پر ہے۔ عرض بلد ۲۳° خوش ہوائی مین اور ساتون اقلیم کا اسباب موجود رکھنے مین اپنا جواب کم رکھتا ہے اس مین دو قلعے ہین اسکے باہر ۳۶۰ معمورہ ایک خاص خط پر ہین ہر ایک کا نام پورہ ہے ہر ایک پورہ مین جو شہر کے لئے ضروری چیزین ہوتی ہین موجود ہین۔ اب ۸۴ پورے آباد ہین انمین ہزار سنگین مسجدین ہین اور ہر مسجد مین دو منارہ اور نادر کتابے۔ رسول آباد کے پورہ مین شاہ عالم بخاری کا مزار ہے احمد آباد سے تین کوس پر ایک قصبہ بتوہ ہے قطب عالم پدر شاہ عالم اور بزرگونکی خوابگاہ ہے اور اُسکے پاس نہایت عمدہ باغ ہین ایک ہاتھ کی برابر پارچہ قطب عالم کی درگاہ مین ہے جس کا کچھ حصہ چوب وکچھ سنگ کچھ حصہ آہن ہے عجیب عجیب داستانین اُسکے باب مین گھڑی جاتی ہین تین کوس پر ایک موضع سرکھج ہے اسمین شیخ احمد کھٹو کی قبر ہے سلطان احمد کی جسکے نام پر احمد آباد بسایا گیا ہے اور بہت سے سلاطین کی یہان قبرین ہین نیل یہان کا عمدہ ہوتا ہے روم جاتا ہے۔ بارہ کوس پر محمود آباد ایک شہر ہے سلطان محمود نے اسے آباد کیا تھا۔ چار کوس مربع مین دلنشین کاخ بنائے ہین اسکے گرد ایک دیوار کچی ہے اور ہر آدہ کوس پر ایک باغ وسہ منزل بنایا ہے آہو اور طرح طرح کے شکار ان مین چھوڑے جاتے ہین۔

ایدر مین ایک بہین کا رہنے والا مرزبان ہے نراین داس اس کا نام ہے بہت ریاضت کرے
اول غلہ گائے کو کھلاتا ہے اور اوس کے گوبر مین سے جو دانے نکلتے ہین ان کو چن کر اپنی غذا
کرتا ہے۔ اور برہمن کو بڑا مقدس سمجھتا ہے اوس کو الوس راٹھور مین بزرگ سمجھتے ہین پانچسو
سوار اور دس ہزار پیادے اوس پاس ہین بندر گھوگہ و کنبھایت اس سرکار مین ہے۔ کنبھایت
بہت بڑا بندرگاہ ہے طرح طرح کے سوداگر اور بہت سی عمارتین اور اسباب اسمین ہین
گھوگہ سے جہاز روانہ ہوتا ہے اور وہین آتا ہے بجرے و کشتیان جن کا نام تادری ہے کنبھایت
مین لاتے ہین۔

جھالوارہ قدیم زمانہ مین ایک ملک جدا تھا۔ اسمین بارہ سو دیہات آباد تھے۔ طول مین ۷
کوس عرض مین ۴۰ کوس تھا دس ہزار سوار اور اسی قدر پیادے اسمین رہتے تھے اب اسمین دو ہزار
سوار اور ۳ ہزار پیادے رہتے ہین۔ اس کا حاکم حاکم گجرات کا ماتحت رہتا ہے اسکے چار حصون
مین زیادہ تر الوس جھالہ رہتے ہین اب اس کو سرکار احمداباد کا ایک پرگنہ شمار کرتے ہین
پٹن مین دو قلعے ہین ایک سنگین دوسرا خشتی طول بلد ۱۷ ء ۱۰ عرض بلد ۲۳ ء ۳۰۔

سدہ پور ایک قصبہ ہے سرستی کے کنارہ پر بڑا معبد ہے۔

بڑنگر قدیمی بڑا شہر ہے تین سو بتخانے اسمین ہین ہر ایک بتخانہ کے پاس ایک کولاب ہے
اور بہت برہمن اسمین بستے ہین۔

چانپانیر نہایت عمدہ قلعہ بہت اونچے پہاڑ پر ہے ڈھائی کوس تک دشوار گذار ہے۔ کئی
جگہ دروازے لگائے ہین اور ایک جگہ ۶۰ گز کاٹ کر تختہ بند کیا ہو وقت پر اوس کو کام مین لاتے ہین

سورت۔ نامور بنادر مین سے ہے اوسکے قریب دریا رتپتی گذرتی ہے۔ سات کوس پر دریا ے
شور سے ملتی ہے۔

راینر اوسطرف دریا کے ایک بندر اوسکے توابع مین سے ہے پہلے زمانہ مین ایک بڑا شہر تھا بندر
گھنڈوی۔ بلسار بھی اسکے مضافات مین سے ہین۔ زردشتی کیش آدمیون نے فارس سے آن کر

جلد

یہان اپنا گھر بنایا ہی ژند و پاژند پڑھتے ہین اور زخمی بناتے ہین پادشاہ کے صلح کل ہونے کے سبب سے ہر طائفہ کامیاب ہوتا ہے پادشاہی کارپردازون کی اور سرحد کے سپہ سالارونکی بے پروائی سے اس سرکار کا بہت حصہ ابھی سے اہل فرنگ کے ہاتھ مین ہے جیسے کہ دمن۔

سنجان وتارا پور وماہم اور بہت سے اور شہر اور بندر اہل فرنگ کے پاس ہین بہروچ مین ایک عمدہ قلعہ ہی آب نربدہ اسی کے کنارے جاکر شور دریا مین ملتا ہی اسکو بڑے بندرون مین شمار کرتے ہین بندر کاوی۔ گندھار۔ بھابھوت۔ بھنکورا اُسکے توابع مین سے ہین اسکے نزدیک قصبہ ہانسوت ایک شکارگاہ ہے۔

سرکار سورٹھہ ایک ملک جداگانہ تھا۰ ۵ ہزار سوار و ایک لاکھ پیادے اسمین رہتے تھے قوم گھلوت اسمین بزرگی رکھتی تھی۔ طول مین بندر کھوگہ سے بندر آرامرای تک ۱۲۵ کوس اور عرض مین سردھا سے بندر دیو تک ۷۲ کوس شرق مین احمد آباد شمال مین ولایت کچھ جنوب و غرب مین دریا شور ہوا اسکی سازگار۔ میوہ گل فراوان۔ اس صوبہ مین ۹ سرکار ۱۹۸ پرگنے اُنکے درمیان تیرہ بندر ہین جمع ۴۳ کروڑ ۶۸ لاکھ ۲۲ ہزار تین سو ایک دام و ایک لاکھ ۶۲ ہزار ۲۸ ۱/۴ ۳ محمودی حاصل بنادر زمین پیمودہ سوا و سورٹھ کے جو نقدی ہے ایک کروڑ ۶۹ لاکھ ۳۶ ہزار ۳ سو ستر بیگہ ۲ بسوہ۔ اسمین سے ۴ لاکھ ۲۰ ہزار ۲ سو چوہتر دام سیورغال بومی ۱۲ ہزار ۴ سو ۴ سوار اکسٹھ ہزار ایکسو پیادے۔

طول مین موضع بھکر و مضافات انبیر سے بیکانیر و جیسلمیر تک ۱۶۸ کوس عرض مین نہایت سرکار اجمیر سے بانسواڑہ تک ۱۵۰ کوس شرق مین دار الخلافہ۔ شمال مین قصبات دہلی جنوب مین گجرات مغرب مین دیپال پور۔ ملتان۔ زمین ریگستانی۔ پانی دور جاکر نکلتا ہے کشت و کار کا مدار بارش پر زمستان اعتدال کے نزدیک تابستان بہت گرم۔ ربیع کم ہوتی ہے۔ جاری اور لہدرہ موبھ طبیعت ساتوان۔ آٹھوان حصہ غلہ کا دیوان کو دیتے ہین اور نقد کم عوام الناس پھونس بانس کے جھونپڑون مین خرگاہ کیطرح رہتے ہین اسمین کوہ جنوبی اور دشوار گذار جا ہین۔ یہ صوبہ میواڑ و مارواڑ و ہاڈوتی سے بنا ہی۔ صوبہ اجمیر کو یہ سمجھو کہ وہ راجپوتانہ کے ساتھ مشترک حدود رکھتا ہے اس صوبہ مین سات

سرکار ۷، ۱۹۷ پرگنے - زمین پیمودہ دو کروڑ ۱۴ لاکھ ۳۵ ہزار ۹ سو ۴۱ بیگہ ۷ بسوہ جمع نقدی ۲۸ کروڑ ۸۴ لاکھ ایکہزار ۵ سو پچپن دام اسمین سے ۲۳ لاکھ ۲۶ ہزار ۳ سو ۳۶ دام سیورغال بومی ۸۶ ہزار ۵ سو سوار ۳ لاکھ ۴۷ ہزار پیادے راجپوت۔

صوبہ دہلی

اقلیم سوم سے طول مین پلول سے لودہیانہ تک جو ساحل دریاے ستلج پر واقع ہے ۱۶۵ کوس اور عرض مین سرکار ریواڑی سے کوہ کمایون تک ۱۴۰ کوس اور حصار سے خضرآباد تک ۱۳۰ کوس مشرق مین دارالخلافہ آگرہ مشرق وشمال کے درمیان خیرآباد صوبہ اودہ - شمالی کوہستان سے پیوستہ جنوب مین صوبہ آگرہ واجمیر۔ غرب مین لدھیانہ - اسکے عمدہ دریا گنگ وجمن ہین ان دونون دریاؤن کا آغاز اسی صوبہ مین ہوتا ہی - گھگھر اور بہت سی ندیان ہین بیشتر کوہ شمالی سے وہ نکلتی ہین آب وہوا اعتدال کے نزدیک زمین بہت سیلاب بعض جگہ زراعت سہ فصلہ ہوتی ہی ایرانی وتورانی وہندی میوے اور طرح طرح کی پھول بہت ۔ سنگ وخشت کی عمارات عالی چشم کی فروغ افزا اور دل کی عشرت افروز ساتون ولایتون کا اسباب یہان ایسا موجود رہتا ہے کہ کہین اور کمتر رہتا ہوگا۔

دہلی بہت پرانے شہرون مین سے ہی اول اُسکا نام اندرپت تھا طول بلد ۱۱۴ و ۳۸ عرض بلد ۲۸ و ۱۵ اُسکو جو اقلیم دوم سے بعض کہتے ہین وہ غلطی کرتے ہین اُسکے عرض بلد کو دیکھین کہ جنوبی دار دلی ا کا آغاز پہلے سے ہوتا ہے ۔ سلطان قطب الدین اور سلطان شمس الدین قلعہ پتھورا مین رہتے تھے ۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے اس قلعہ کو گورستان سمجھا ۔ دوسرا قلعہ بنایا ۔ عمارت دل کشا بنائی جو گنہگار اسمین جاتا رہائی پاتا ۔ معز الدین کے قباد نے جون دریا کے کنارہ پر ایک شہر آباد کیا اس کا نام کیلو کھری رکھا قران السعدین مین اس شہر وقصر کی تعریف حضرت امیر خسرو نے لکھی ہے - اب وہان جنت آشیانی کی خوابگاہ ہے یعنی ہمایون کا مقبرہ ہی اور ایک عالیشان عمارت بنی ہے سلطان علاء الدین نے ایک اور شہر کی ، بنیاد رکھی اور اپنا قلعہ بنایا اُس کا نام سیری رکھا تغلق آباد تغلق شاہ کی یادگار ہے اُسکے بیٹے سلطان محمد نے ایک شہر اور بنایا اور بلند ایوان بنائے اور ہزار ستون سنگ

رحام کے لگائے اور منازل و کشک بنائین سلطان فیروز نے اپنے نام سے ایک شہر فیروزآباد آباد کیا اور دریا جون کو کاٹ کر شہر کے قریب لایا فیروزآباد سے تین کوس پر ایک اور کوشک بنایا اور جہان نما اُس کا نام رکھا تین بڑی نقبین بنائین کہ ان مین اہل حرم کے ساتھ سوار ہو کر جاتا ۔ وہ ایک دریا کی طرف ۵ جریب ۔ دوسری جہان نما کی طرف دو کوس ۔ تیسری دہلی قدیم کیطرف پانچ کوس ۔ جنت آشیانی (ہمایون) نے قلعہ اندرپت کی تعمیر کرا کے دین پناہ نام رکھا ۔ شیر شاہ نے دہلی علائی کو ویران کر کے ایک جدا شہر شیر گڈھ آراستہ کیا ۔ اکثر اس شہر کے آثار شیوا زبانی کرتے ہین اور بڑے بڑے اندر پڑھاتے ہین لیکن اب پچھلی دہلی سب سے زیادہ ویران ہے اور اُس مین گورستان آباد ہین ۔ خواجہ قطب الدین اوشی و شیخ نظام الدین اولیا ۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی و ملک یار پران ۔ شیخ صلاح و ملک کبیر اولیا ۔ مولانا محمد ۔ حاجی عبدالوہاب ۔ شیخ عبداللہ قریشی و شیخ شمس ترک بیابانی ۔ و شیخ شمس اوتاد و امیر خسرو اور بہت سے ایزد شناس ۔ حق پرست اس سرزمین مین خواب واپسین مین آرام کرتے ہین ۔ سلطان شہاب الدین غوری ۔ سلطان شمس الدین ۔ سلطان ناصر الدین غازی و سلطان غیاث الدین ۔ و سلطان سکندر لودی کی خوابگاہین یہین ہین بہت سے زندہ آدمیون نے خواب گاہ واپسین کے لیئے دلگداز جائین اور باغ بنائے ہین طبیعت پژوہون کو سرمایہ شادخواب عشرت و خردمندون کے لیئے داروے بیداری ۔

کوہ اسلام آباد مین ایک چشمہ بہت گہرا ہے اس مین ہمیشہ گرم پانی جوش کرتا ہے اُس کو پربھاس کنڈ کہتے ہین اُس کو ہندی بڑی عبادت گاہ جانتے ہین ۔ بسوامتر رکھیسر نے پہاڑ کے تیس بیگہ کو گہرا کھود کر ایک عبادت گاہ بنائی تھی آج کے دن وہ پہلی طرح سے اپنی داستان کہتی ہے ۔

بداؤن ایک بڑا شہر ہے بہت اولیا کی قبرین اُس مین ہین ۔

اس صوبہ کے کوہ شمالی کے نزدیک حصہ کو کوہ کمایون کہتے ہین ۔ کان طلا ۔ نقرہ ۔ کرم پیلہ و آہن مس ۔ زرنیخ و تنگار کی اسمین ہین آہوے مشکین و گاؤ قسطاس ۔ کرم پیلہ و باز و

شاہین ۔ اور شکاری جانور وعسل واسپ گوٹ بہت وہان ہوتے ہین سرکار سنبل مین بہت شگا ہوتا ہے کرگدن (گینڈا) بھی ہوتا ہے ۔

ہانسی ایک بڑا شہر ہے شیخ فرید شکر گنج کے خلیفہ شیخ جمال کی خوابگاہ ہے قصبہ سہنہ کے قریب ایک کولاب پہاڑ پر ہے کہ ہمیشہ اسمین گرم پانی جوش کرتا ہی کان کو گردگی نیرنگی دکھاتا ہی

حصار سلطان فیروز کا آباد کیا ہوا ہے ۔ جمنا سے نہر کاٹ کر اُسکے اندر لایا کسی آلہی پرستار نے اُسکو فرمانہی کی نوید دی تھی ۔ اُسکی خواہش سے یہ نہر بنائی ۔ تعجب یہ ہے کہ قصبہ سرسا کے پاس ایک کولاب مین یہ نہر داخل ہوکر ناپدید ہوگئی ۔ اس حوض کو بھدرا کہتے ہین ۔ اس زمین مین رود بار کم اور آب چاہ بہت دور نکلتا ہے ۔

سہرند ۔ نامور شہرون مین سے ہے حافظ رخنہ کا باغ دیکھنے والون کی نشاط افزائی کرتا ہے ۔

تھانیسر بزرگ معبد ہی دریاے سرستی اُسکے پاس گذرتی ہے ۔ ہندوؤن کو اُسکی طرف پرستش کا بہت میل ہے ۔ اُسکے نزدیک کولاب ہے کرکھیت اُس کا نام ہے دور دور سے آدمی نہان اشنان کے لئے یہان آتے ہین مہا بھارت کی لڑائی یہین ہوئی ہے ۔

اس صوبہ مین ۸ سرکار ۲۳۲ پرگنے ہین زمین پیمودہ دو کروڑ ۵۸ لاکھ ۴۶ ہزار ۸ سو ۹۶ بیگہ ۱۶ بسوہ ۔ جمع ۶۰ کروڑ ۱۶ لاکھ ۱۵ ہزار ۵۵ دام اس مین سے ۳۰ کروڑ ۳۰ لاکھ ۷۵ ہزار ۷ سو ۳۹ دام سیورغال ۔ بومی ۳۱ ہزار سوار چار سو ۹۰ سوار ۲ لاکھ ۴۴ ہزار ۳ سو دس پیادے

طول مین آب ستلج سے دریاے سند تک ۱۸۰ کوس عرض مین بھلبر سے چوکھنڈی مضافات سنگرہ تک ۸۶ کوس ۔ مشرق مین سرہند ۔ شمال مین کشمیر ۔ جنوب مین بیکانیر ۔ اجمیر ۔ مغرب مین ملتان ۔ چھہ عمدہ دریا اس مین ہین اور سب کوہ شمالی سے نکلتے ہین ستلج جس کا پُرانا نام شتدر ہے اس کا سرچشمہ کوہ کا ہلور ہی ۔ اس دریا کے کنارہ پر ۔ روپڑ ۔ ماچھواڑہ لودھیانہ ہین ۔ گندر بوہ پر بیاہ اس سے ملتا ہے ۔ بیاہ کا پہلا نام بیاشا ہے اُس کا آغاز بیاہ کنڈ سے ہوتا ہے ۔ جو کوہ کلو کے نزدیک ہے سلطان پور اس دریا کے نزدیک ہے

راوی اس کا پرانا نام ایراوتی ہے۔ کوہ بھدرال سے نکلتی ہے۔ دارالملک لاہور اسپر ہے
چناب اس کا پہلا نام چندر بھاگا ہے۔ کوہ کھتوار کے اوپر دو خوشگوار چشمے نکلتے ہین ایک کو
چندر دوسرے کو بھاگا کہتے ہین اور کھتوار کے نزدیک وہ مل کر اس دریا کے نام سے
مشہور ہین۔ بہلول پور سودھرہ و ہزارہ مین وہ گذرتا ہے۔ بہت (جہلم) پہلے لوگ اسکو
بدستا کہتے تھے اس کا آغاز ایک حوض سے ہوتا ہے جو کشمیر مین پرگنہ ویر مین ہے۔
وہ سری نگر دارالملک کشمیر کے درمیان گذر کر ہندوستان مین آتا ہے۔
بہیرہ اسکے کنارہ پر ہے۔ سندہ کا آغاز کشمیر و کاشغر کے درمیان بتلاتے ہین بعض
ختا مین حدود سواد واٹک بنارس و چوپارہ سے بلوچستان مین گذرتا ہے۔ شہنشاہ اکبر
نے ستلج و بیاہ کے دوآب کا نام بتیہ جالندھر رکھا۔ بیاہ و راوی کے درمیان کا نام باری
دوابہ راوی و چناب کا نام رچنا اور چناب و بہت (جہلم) کے درمیان کا نام جھٹ
رکھا۔ بہت و سندہ کے درمیان کا نام سندساگر۔ ستلج سے بیاہ تک ۵۰ کوس کا۔ بیاہ سے
راوی تک ۱۷ کوس کا۔ راوی سے چناب تک ۴۰ کوس کا اور راوی سے بہت تک ۴۲ کوس کا
اور اسے سندہ تک ۶۸ کوس کا فاصلہ ہے۔ یہ ملک آباد ہے آب و ہوا اسکی بہت سازگار
زراعت مین اپنی نظیر کمتر رکھتا ہے اکثر حصہ اس کا کنوئن کے پانی سے سرسبز ہوتا ہے اگرچہ ایران
و توران کا سا جاڑہ نہین پڑتا۔ لیکن ہندوستان کے اور مقامات سے زیادہ سخت ہوتا ہے
پادشاہ کی توجہ سے توران و ایران ہندوستان کا عمدہ اسباب موجود رہتا ہے بعض جا ریگ
شوی کرنے سے طلا و نقرہ و مس و روی و جست و برنج و شیشہ نکلتا ہے یہان ہنرمند نادر کار
طرح طرح کے ہوتے ہین۔ لاہور دوآبہ باری مین ایک بڑا شہر ہے بزرگی اور انبوہی مردم
اسکی مثل کمتر ہین پرانی تاریخون مین لہاور و یکھا ہے طول بلد ۹۰ د۔ ۲۲ ق عرض بلد ۱۳ د۔ ۵۰ ق
شہنشاہ اکبر نے یہان قلعہ وارک خشت پختہ بنایا ہے۔ چونکہ کچھ دنون وہ اس کا پایۂ تخت
رہا اس لیئے عالیشان کاخ بنائے گئے اور دلکشا باغون سے شاداب کیا گیا۔ ہرطرح کے

اُسکے کھودنے والون کو دیتے ہین اور ایک حصہ اُسکے لانے والون کی مزدوری ہوتی ہے۔
سوداگر آدھے دام سے لیکر دو دام تک فی من خریدتے ہین اور دور دور لیجاتے ہین
اور زمیندار اور ہر مرد پیچھے دس دام لیتا ہے اور سوداگر ۷ من پیچھے ایک روپیہ دیوان کو دیتے
ہین اور بہت سے ہنرمند اس نمک کے طبق و سرپوش و رکابی و چراغدان بناتے ہین۔

اس صوبہ مین پانچ دوآبہ اور ۲۳۴ پرگنے ہین۔ زمین پیمودہ ایک کروڑ ۶۱ لاکھ ۵۵ ہزار ۶ سو ۴۳ بیگھہ ۳ بسوہ جمع ۵۵ کروڑ ۹۴ لاکھ ۸۸ ہزار ۴ سو ۲۳ دام اُس کے اندر ۹۸ لاکھ ۶۵ ہزار ۵ سو ۴۹ دام سیورغال بومی ۵۴ ہزار ۴ سو ۱۰ سوار و ۴ لاکھ ۲۶ ہزار ۸۶ پیادے

اس سے پہلے کہ اس صوبہ مین ٹھٹہ کا اضافہ ہو طول فیروزپور سے سیوستان تک ۳۰۴ کوس عرض مین خط پور سے جیسلمیر تک ۱۰۸ کوس۔ پیچھے طول کیچ و مکران تک ۶۶۰ کوس
شرق مین سرکار سرہند پیوستہ ہے شمال مین دریاے شور جنوب مین صوبہ اجمیر مغرب مین کیچ و مکران۔ ملتان۔ ہندوستان کے پرانے شہرون مین سے طول مین ۱۰۷° ۳۵ عرض بلد ۲۹° ۵۲ اس مین خشتین قلعہ اور بلند منارے شہر کا حسن زیادہ ہو گیا ہے شیخ بہاءالدین زکریا کی اور بہت اولیا کی خوابگاہ ہے۔

بھکر ایک عمدہ قلعہ ہے اُس کو پرانی کتابون مین منصورہ لکھتے ہین۔ چھیون دریا ملکر اُسکے نیچے سے گزرتے ہین۔

سیوی و بھکر کے درمیان ایک بڑا دشت ہے گرمیون مین تین مہینے اسمین لو چلتی ہے دریا سند چند سال مین جنوب سے شمال کو بہنے لگتا ہے اور اُس سے بہت دہات بہ جاتے ہین اس لیے وہان مکان خس اور نے اور لکڑی کے بناتے ہین۔

اس صوبہ مین ۳ سرکار ۸۸ پرگنے ہین۔ سب ضبطی۔ زمین پیمودہ ۳۲ لاکھ ۷۳ ہزار ۹ سو ۳۲ بیگہ ۴ بسوہ جمع ۱۵ کروڑ ۱۴ لاکھ ۳ ہزار ۶ سو ۱۹ دام اس مین سے ۳ لاکھ ۵۹ ہزار ۹ سو ۸۴ دام سیورغال ہے بومی ۱۸ ہزار ۷ سو ۸۵ سوار و ایک لاکھ ۶۵ ہزار

۶ سو ۵۰ پیادے۔

کشمیر۔ پکّلی۔ بنیر۔ سواد۔ بجور۔ قندھار۔ زابلستان جس کا پای تخت پہلے غزنہ تھا اور اب کابل ہی اس صوبہ مین یہ سرکارین ہین ہر ایک کا حال لکھا جاتا ہے۔

طول مین قنبر دیرے کشن گنگ تک ۱۲۰ کردہ۔ عرض مین دس کوس سے ۲۵ کوس تک شرق مین پرستان و دریاے چناب شرق جنوب مین بنہال وکوہ جمو شرق شمال مین بہت کلان مغرب مین پکّلی و دریاے کشن گنگ۔ مغرب جنوب مین ولایت گکھر۔ مغرب شمال مین بہت خرد چارون طرف شمالی کوہ۔ ہندوستان سے ۲۶ راہین کشمیر کو جاتی ہین لیکن راہ بھنبھر و پکّلی سب سے زیادہ عمدہ راہ ہے اس مین زیادہ تر سوار جا سکتے ہین۔ بھنبھر کی راہ بہت نزدیک ہے اور اُس کے کئی شعبے ہین اُن مین تین عمدہ (۱) ہستی دتر پہلے اسی راہ سے لشکرون کی آمد و رفت تھی۔ دوم پیر پنجال شہنشاہ اکبر تین دفعہ اسی راہ سے کشمیر کی سیر کو آیا۔ اگر اس کوہسار پر گاؤ و گھوڑے کو حلال کرین تو اُسی وقت ابر و باد کا جوش رہتا ہے برف و بارینہ برستا ہی

سوم تنک تلہ۔

کشمیر ایک دلکشا ملک ہے اگر اُسکو ایک باغ ہمیشہ بہار مع ایک قلعہ آسمانی کے کہین تو بجا ہی اگر اسکو سبک روحون کا عشرتکدہ اور گوشہ نشینون کا خلوت کدہ کہین تو سزاوار ہے۔ پانی خوشگوار۔ آبشار ہا معہ افروز ہوا سازگار۔ توران و ایران کی طرح برف و باران۔ ہندوستان کی برسات مین وہان بھی مینہ برستا ہے زمین آبی خشک جنگل روح افزا بنفشہ گل سرخ۔ نرگس کے جنگل کے جنگل خودرو پھولوں کی گنتی نہین ہو سکتی۔ بہار و خزان دونون بہت نادر تمام مکان چوبین چو منزلہ اور اُس سے زیادہ منزل کے مکان بناتے ہین۔ دیوار بندی کی رسم نہین۔ چھت کے اوپر لالہ بوتے ہین بہار مین اُسکی عجب نمایش ہوتی ہے۔ آشیانہ پایین مین جانور و اسباب رکھتے ہین دوسرے آشیانہ مین آرام کرتے ہین اور تیسرے اور چوتھے آشیانے مین کچھ رخت خانہ رکھتے ہین۔ لکڑی کی افراط اور زلزلے بھی بہت آتے ہین اس لیے سنگین و خشتی مکان نہین بناتے

اگر پُرانے تحخانے جو بنے ہوے ہین اُنھین دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر ان زلزلون مین قائم رہے
آج کل وہ سب خراب پڑے ہین پشمینہ کا کام طرح طرح کا ہوتا ہے خاص کر شال کا۔ ساتوُن لاتون
مین شال یہان سے ارمغان کے طور پر جاتی ہے یہان سب سے بدتر وزبون تر چیز یہان کے آدمی
ہین تعجب یہ ہے کہ باوجود آدمیون کے زیادتی اور سرمایہ زندگی کے کمی کے دزدی ودریوزہ
گری بہت کم ہے سوا، شاہ آلو وشاہ توت کے بہت میوے ہوتے ہین۔ خربوزہ وسیب وشفتالو
اور زردآلو بہت خوب ہوتے ہین۔ انگور اگرچہ بہت ہوتا ہے لیکن اچھا نہین ہوتا اور زیادہ تر
وہ درخت توت پر پھل دیتا ہے توت کم کھاتے ہین اُسکے پتے کرم پیلہ کے کام آتے ہین۔
گلگٹ وتبت سے بیج لاکے بوتے ہین تو وہ زیادہ اچھا پھل دیتا ہے زیادہ تر خورش برنج
وشراب ماہی اور طرح طرح کی سبزی ہے۔ سبزی تو خشک کرکے رکھ چھوڑتے ہین۔
برنج پختہ کو رات کو باسی رکھکر کھاتے ہین۔ شالی بہت ہوتی ہے مگر اچھی میسر نہین ہوتی۔
گندم چھوٹا وسیاہ فام وکم ہوتا ہے اور کمتر کھاتے ہین۔ نخود وجو تو بالکل ناپدید ہے۔
گدھے کی برابر گوسفند ہوتی ہے اُسکو ہنڈو کہتے ہین بہت نازک وخوش مزہ وگوارا ہوتی ہے
آدمیونکی زیادہ تر پوشش پشمین ہوتی ہے ایک جامہ کو برسون تک یہان پہنتے ہین۔ گھوڑا
چھوٹا زورآور گریوہ گذار بہت ہوتا ہے فیل وشیر نہین ہوتا۔ گاؤ سیاہ رنگ بدسنجی ہوتی ہے
مگر دودہ وروغن بہت عمدہ ہوتا ہے۔ بڑے شہر مین جتنے ہنر پیشہ ہوتے ہین وہ یہان
ہین۔ بازار کی رسم کمتر ہے اپنے گھرون مین خرید وفروخت کا ہنگامہ گرم ہوتا ہے بچھو اور اور جانور
جان آزار شہر مین نہین ہوتے۔ ایک پہاڑ مہادیو ہے جہان تک اُسکی چوٹی دیکھی جاے
کہین سانپ نظر نہین آتا۔ کیک وپشہ ومگس بہت۔ بندوقونکی کثرت کے سبب سے
غلیل نہین دکھائی دیتی اُس کو ایک زہ کا بناتے ہین۔ کشتیون مین سوار ہوکر کولابون کی
سیر کرتے ہین۔ شکاری جانور ہوا مین مرغابی کو شکار کرکے کشتیون مین لاتے ہین اور کبھی
پانی کے اندر اپنے پانوُن کے پنجے سے اُس کو دبا کر اُسپر بیٹھ جاتے ہین تو بہت تعجب ہوتا ہے

گوزن وکبک کا بھی شکار ہوتا ہے۔ پلنگ کا بھی شکار کرتے ہین بار کشی کا مدار کشتی پر ہے آدمی
بھاری بھاری بوجھ پیٹھ پر لاد کر گریوہ نوردی کرتے ہین۔ ملاح اور درودگر کی دکان خوب گرم
رہتی ہے۔ برہمن کی قوم بہت ہے۔

اگرچہ اہل ملک کی زبان خاص ہی لیکن علمی کتابین اُنکی سنسکرت مین ہین اُن کا خط بھی جدا گانہ
ہے۔ اسمین کتابت کرتے ہین اور توز ایک درخت کا پوست ہوتا ہے کہ تھوڑی سی کاریگری سے
اُسکے ورق ورق ہوجاتے ہین اُسپر لکھتے ہین اور وہ برسون رہتے ہین۔ پُرانی کتابین اسپر
لکھی ہوئی ہین سیاہی ایسی بناتے ہین کہ شست وشو سے نہین مٹتی۔ اگرچہ قدیم زمانہ مین
یہان سنسکرت کے علم کا رواج تھا لیکن اب طرح طرح کے علم اور دانائے روزگار یہان
موجود ہین۔ ہند کی مانند طبابت واختر شناسی ہے۔ چار دیوار تقلید کے رہنے والے یہان بہت
سنی اور کچھ امامی ونوربخشی ہین اُن مین ہمیشہ دشمنی کے سبب سے لڑائیان رہتی ہین۔ زیادہ
تر یہان ایرانی وتورانی آدمی ہین۔ خنیاگر بہت ہین لیکن ایک آہنگ مین گاتے ہین اور
ہر ایک تال سے ہر ایک کے جگر پر ناخن لگاتے ہین۔ اس ملک مین سب سے زیادہ شائستہ برہمن
ہین اگر تقلید گزینی وعادت پرستی سے اُنکو رہائی نہین ہوئی مگر خدا تعالے کی عبادت مین دلبستگی
کے ساتھ مشغول ہوتے ہین اور اپنے مخالف مذہب پر طعن وطنز نہین کرتے نہ زبان سے سوال
کرتے ہین نہ ننگا پوے مین پانون رکھتے ہین میوہ دار درخت لگاتے ہین ....

یہی اُن کا سرمایہ روزی ہی گوشت نہین کھاتے عورت نہین کرتے دو ہزار آدمی اس گروہ کے
ہونگے تولچہ اس ملک مین ۱۶ ماشہ کا ہوتا ہے ہر ماشہ مین ۶ سرخ مہر طلا کا وزن ۱۶ دانی اور ہر دانی
مین ۶ سرخ دہلی کے متعارف مہرون سے چار سرخ اسمین زیادہ ہوتے ہین۔ ساسنو ایک چاندی
کا سکہ ۹ ماشے کا ہے۔ پنجوہوس کا سکہ ہوتا ہے دام کے چوتھائی حصہ کے برابر اُسکو کیسرہ کہتے ہین
اسے آدھی بارہ کانی ہوتی ہے۔ چوتھائی حصہ اس کا شکری ہوتا ہے۔ چار کیسرہ کو راہت
کہتے ہین۔ ۴ کیسرہ کو ساسنو۔ ڈیڑھ ساسنو کو سکہ دسو ساسنو کو ایک شہنشاہی شمار کے

موافق وہ ایک ہزار دام ہوتے ہین۔ ساری ولایت کو ہندی حکیم پرستش گاہ جانتے ہین۔انہین
۴۵ خاص مہادیو کے نام شمار کرتے ہین ۶۴ بشن کے نام ۳ برہما کے نام ۲۲ درگا کے نام سات
سو جگہ سانپ کی پیکر بنائی ہے اور اُس کو پوجتے ہین اور اُسکی عجیب عجیب داستانین کہتے ہین
سری نگر دار السلطنت ہے، طول مین چار فرسنگ ہو دریا بہت دیار و لچھمہ کل اُسکے اندر گزرتے
ہین۔ پچھلا دریا خشک ہوجاتا ہے دوسرے مین پانی اتنا کم ہوجاتا ہے کہ کشتی نہین چل سکتی۔ بہت
مدت سے یہ شہر آباد ہو اور بہت کاریگرون کا گھر ہے۔ شال نہایت عمدہ بنتے ہین۔ پشم سے سقلاط
بہت ملائم بناتے ہین۔ درمہ و پٹو اور شپینہ تیار کرتے ہین لیکن یہ پشمینہ تبت کا عمدہ ہوتا ہے۔
میر سید علی ہمدانی چند روز اس شہر مین آیا اُسکی خانقاہ یادگار ہے شرق مین ایک کوہچہ ہے جس کا
نام کوہ سلیمان مشہور ہے۔ شہر سے ملے ہوئے دو بڑے کولاب ہین سارے سال پُر آب رہتے
ہین۔ تعجب یہ ہے کہ باوجود لطافت و گوارائی آب کے مدتہائے دراز سے گندہ نہین ہوتے۔
تحقیق یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مین اگراو گتا ہے۔ ساری زمین نسقی غلہ بخش ہے۔ ضبط زمین و
زر و سیم کی داد و ستد کی رسم نہین ہے۔ سائر جہات مین سے ایک جزو نقدینہ ہے۔ نقد و جنس
کا حساب خروار شالی سے کرتے ہین۔ اگرچہ مدت سے تو وہ کا نام لیا جاتا ہے لیکن دو حصون سے
زیادہ اُٹھاتے ہین بادشاہ کی دادگری کے سبب سے ادھا باز یافت ہوتا ہے قاضی کے قرار کے
موافق ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار ۵۰ خروار ۱۱ ترک جمع تھی۔ ہر خروار مین ۳ من ۸ سیر اکبر شاہی ایک
وزن پل ہے جو دو دام کی برابر وزن رکھتا ہے اُسکا آدھا و چوتھائی بھی کام مین آتا ہے، ½
آدھے پل کو سیر کہتے ہین اور دو سیر کو نیم من اور چار سیر کو ایک ترک اور ۱۶ ترک کو ایک خروار
اور اکبر شاہی ۸ سیر کا ایک ترک ہوتا ہے قاضی نے چند سالون کا نرخ جمع کرکے اوسط نکالا۔
تو خروار کی قیمت ۲۹ دام ہوئی اور خروار نقدی ۱۳½ دام آئین پشین کے موافق برقرار
رکھی۔ پس جمع مبلغ ۷ کروڑ ۴۶ لاکھ ۷۰ ہزار ۴۱۱ سوا دام ہوئے اسکے اندر ۹ لاکھ ۱ ہزار
۶ سو ۶۳ خروار اور ۸ ترک جسکے نقدینہ حساب کے موافق ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ۲۲ ہزار

ایک سو ۳۸ دام ہوے اور آصف خان نے یہ جمع مقرر کی ۳۰ لاکھ ۶۹ ہزار ۴ سو ۴۴ خروار منجملہ اُسکے ۱۰ لاکھ ۱۱ ہزار ۳ سو ۳۰ ¼ خروار نقدی۔ بادشاہ نے زر باج تمغا معاف کر دیا اس سببسے ۹۷ ہزار ۸ سو ۴۲ ¼ خروار کی کمی ہوئی۔ یا یہ کہو کہ ۸ لاکھ ۹۸ ہزار ۴ سو دام گھٹ گئے آسودگی کشاورز کے لئے ۵ دام خروار کی قیمت مین گھٹا دیئے۔ اگرچہ خروار مین جمع آصف خان کی ۱۶ ہزار ۳ سو ۴۹ خروار ۵۰ ترک جمع قاضی علی سے زیادہ ہے لیکن بہ سبب بخشش کے حساب نقا مین ۸ لاکھ ۶۰ ہزار ۴۳ ½ دام کی کمی ہوئی اسی سبب سے اُس نے خروار نقدی پر کہ کم بہا ہے بہت خیال رکھا جو جمع قاضی علی نے دفترخانہ کو سپرد کی اسمین ۴۸ پرگنے تھے اور آصف خان کے نسخہ مین ۳۸ پرگنے تھے اصل مین بھی ۳۸ پرگنے تھے قاضی علی نے پرگنون کی تقسیم کچھ اور طرح سے مواضع کو ادھر اودھر کرکے کی تھی۔

پہلے لوگون نے ملک کے دو حصے کئے تھے مشرقی حصے کو مراج کہتے تھے اور مغربی کو کامراج اب کہ کشمیر سے بہت سی سپاہ نکل آئی ہے اس کا یہ حال ہے کہ بومی ۴ ہزار ۸ سو ۹۲ سوار و ۹۲ ہزار ۴ سو پیادے۔

طول مین ۳۵ کروہ عرض مین ۲۵ کروہ مشرق مین کشمیر۔ شمال مین کتور۔ جنوب مین بنگاہ الوس گکھر۔ مغرب مین اٹک۔ بنارس۔ اسکے کوہستان مین ہمیشہ برف برستی ہے دشت گاہ مین کبھی کبھی۔ گرما سے سرما زیادہ ہوتا ہے۔ برسات ہندوستان کی سی ہوتی ہے۔ تین دریا کشن گنگ، بہت ہسندہ اسمین بہتے ہین۔ زبان یہان کی کشمیر کی و ہندوستان کی و زابلستانی کی مانند ہے۔

اس سرکار مین تین ولایت ہین۔ بنیر۔ سواد بجور اول طول مین ۱۶ کروہ عرض مین ۱۲ مشرق مین پکلی۔ شمال مین کتور و کاشغر۔ جنوب مین اٹک بنارس۔ غرب مین سوا ہندوستان سے دو راہ جاتی ہین۔ گریوہ شیرخانی و کوتل بلندری۔ اگرچہ دونون دشوار گذار ہین مگر اول سخت تر ہے۔ دوم طول مین ۴۰ کروہ عرض مین ۵ سے ۱۵ کروہ مشرق

مین بنیر۔ شمال مین کتور کاشغر جنوب مین بگرام مغرب مین بجور بہت سے درے ہین۔ درہ و مغار کے نزدیک کہ کاشغر سے ملتا ہے قصبہ منکنور حاکم نشین ہے۔ ہند سے دو راہین جاتی ہین گریوہ ملکند بیچ بشیرخانہ۔ گرمی سردی بہت نہین ہوتی برف برستا ہے لیکن دشت مین تین چار روز سے زیادہ نہین کہسار مین تمام سال زمستان۔ ہندوستان کی بارش کے موسم مین وہان بہار ہوتی ہے۔ ریزش ابر ہوتی ہے۔ بہار وخزان دونون عجیب۔ ہندوستان و توران کے پھول دونون ہوتے ہین۔ بنفشہ و نرگس کے جنگل کے جنگل خودرو۔ طرح طرح کے میوے خودرو۔ باز جرہ شاہین گزیدہ ہوتے ہین۔ لوہے کی کان یہان ہے۔ سیوم طول مین ۲۵ کروہ۔ عرض مین ۵ سے ۱۰ کروہ۔ شرق مین سواد۔ شمال مین کتور و کاشغر جنوب مین بلگرام۔ مغرب مین گینر۔ نورکل۔ کابل سے زیادہ درے اسمین ہین۔ کبہ ایک پرانا قلعہ استوار ہے اور اس کو حاکم نشین کہتے ہین۔ امیر علی ہمدانی نے یہین انتقال کیا۔ وصیت کے موافق ختلان مین اسکی لاش گئی۔ اسکی ہوا سواد کی سی ہے لیکن سردی گرمی کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ تین راہون سے زیادہ راہین ہین۔ ایک ہندوستان سے جاتی ہے اس کو راہ دوش کول کہتے ہین اور دو کابل سے جاتی ہین ایک کو سیج اور دوسری کو کبر ور نورکل کہتے ہین۔ زیادہ آسان راہ دوش کول ہے۔ اسکے ایک متصل دشت ہے کوہ و دریاے کابل و سندہ کے درمیان طول مین ۳۰ کروہ عرض ۲۰ سے ۲۵ کروہ۔ اس سرکار مین کوہ و دشت ہین یوسف زئی کی بنگاہ ہے شہنشاہ اکبر کے عہد مین اس ملک کے بدگوہر کچھ مارے گئے کچھ اسیر ہوئے کچھ تابع ہوئے۔

ایک ولایت ہے جنوب و شرق مین کابل سب مین افغان رہتے ہین زیادہ قوم شرانی کرانی، وزیری۔

طول مین قلات بنجارہ سے غور و غرجستان تک ۳۰ کروہ عرض مین سندہ سے فرہ تک ۲۶ کروہ۔ مشرق مین سندہ۔ شمال مین غور و غرجستان۔ جنوب مین سیوی مغرب مین فرہ

شرق وشمال کے درمیان کابل وغزنین شہر مین برف کم برستا ہی مگر کہسار مین ہمیشہ برستا ہی ۹ دینار کو تومان کہتے ہین- ہر تومان ۱۰۰۰ درم کا ہوتا ہے خراسان کا تومان ۳۰ روپیہ کا تومان عراق کا ۴۰ روپیہ کا- پیشتر جنوب کا خروارے حساب کرتے ہین- اس مین ۴۰ من قندھار کے اور دس من ہندوستان کے ہوتے ہین-

قندھار دار الملک ہی- طول بلد ۱۰۷ درجہ ۴۰ دقیقہ وعرض ۳۳ درجہ و ۴۰ دقیقہ- دو قلعے ہین سخت گرم سرما کم لیکن دی و بہمن مین یخ وادلون سے بھر جاتے ہین- تین چار سال کے بعد برف کی ریزش سے نشاط ہوتی ہے- گل ومیوہ بہت- گیہون بہت سفید دور دور تک ارمغان مین جاتا ہی پانچ کوس پر ایک پہاڑ ہے اُس کو اژدر کوہ کہتے ہین- ایک غار اُس مین غار جمشید مشہور ہے- چراغ روشن کر کے اُسمین جاتے ہین دم ایسا گھُٹتا ہے کہ اس کا اندازہ نہین کر سکتے- قلات سے ۸ کروہ پر ایک بڑا پہاڑ ہے اُسکی کمر مین ایک غار ہے اُس کو غار شاہ کہتے ہین- گندم وجو کو سفید بری کہتے ہین اور ۶۰ گز جریب سے ناپتے ہین لیکن ۲۰ گز کی جریب کو مجازی اعتبار کرتے ہین- ہر ایک ۴۴ ۲ ½ انگشت مجموع ۴۵ گز قندھاری خالصہ مین دس خروارے دردیوان صیغہ مال وجہات کو دیتے ہین اور کشت وکار سات طرح کی ہوتی ہے- دفتر مین اعلے کا نشان عین کرتے ہین اور ہر جریب کا حاصل ۳ خروار وہان کے ۴۴ من لیتے ہین اعلے واوسط کا نشان عین وطا کرتے ہین ½ خروار بیس من لیتے ہین اور اوسط کا نشان طا کرتے ہیت جریب مین ۲ خروار سولہ من لیتے ہین اوسط اوئے کا طا ودال نشان کرتے ہین جریب مین ۱ ½ خروار ضبط کرتے ہین بارہ من لیتے ہین ادنے کو دال سے نشان کرتے ہین جریب مین ایک خروار خیال کرتے ہین اور ۸ من لیتے ہین ادنا وادناے ادنا کا دال اور دالین نشان کرتے ہیت جریب مین بیس من گمان کرتے ہین چھ من لیتے ہین اوناے ادنی کا دالین نشان کرتے ہیت جریب مین ۱۰ من تصور کرکے ۳ من لیتے ہین اگر برزگر کو بیج دے ضبط نہین ہوتی تو وہ پر عمل کرتے ہیت دو حصے خداوند زراعت کو اور سیوم تین حصے کرتے ہین ایک حصہ سرکار دیوان مین دو حصونکو اخراجات کلی استوابی مین شمار کرتے ہین

طول مین اٹک بنارس سے کہ ساحل سندہ پر ہے ہندوکوہ تک ۱۵۰ کروہ۔ عرض مین قرابلغ قندہار سے
چغان سرا تک سو کروہ مغرب مین ہندوستان۔ غرب شمال مین کوہ غور اُسکے درمیان شمالی اندراب بدخشان و
ہندوکوہ درمیانہ جنوب مین قرپل و نغز۔ آب و ہوا کی تعریف نہین ہوسکتی اگرچہ جاڑا اعتدال سے باہر ہوتا ہی
مگر گزند نہین پہونچاتا۔ گرم سیر و سرد سیر ایسا کہ ایک ہی دن مین ایک عالم سے دوسرے عالم مین پہونچاتا ہے
باوجود اس ییلاق و قشلاغ کا نشان معمورہ مین کم ہے۔ دشت و کوہ مین بارش برف ہوتی ہے۔ دشت
مین جبکہ آفتاب برج قوس مین آتا ہی اور کوہ مین جب آفتاب برج میزان مین آتا ہے۔ موسم گرما مین بھی میوے
طرح طرح کے مگر خربزہ بہت اچھا نہین ہوتا۔ زراعت بھی زیادہ نہین بڑہتی ہر چار طرف پہاڑ بلند بلند ہین
کہ وہان غنیم کا جلد جلد آنا دشوار ہے۔ کابل و بدخشان و بلخ کے درمیان ہندوکوہ واسطہ ہی۔ سات راہین ہین
جنمین سے تورانی آمد و شد کرتے ہین۔ ہندوستان سے پانچ راہین (۱) کرپہ دو کوتل طے کرنے کے بعد
جلال آباد آتا ہے (۲) راہ خیبر یہ راہ ایسی تنگ ہے کہ عرابہ جاتا ہے (۳) بنگش (۴) راہ نغز (۵) راہ قرپل
اس ملک مین ہر طائفہ اپنی بولی برتتا ہے گیارہ زبانین مروج ہین (۱) ترکی (۲) مغولی (۳) فارسی
(۴) ہندی (۵) افغانی (۶) پشاوری (۷) پراچی (۸) گبری (۹) ترکی (۱۰) المغانی (۱۱) عربی
پہلے عقلمند کابل و قندہار کو ہندوستان کا دروازہ کہتے ہین۔ ایک سے توران کو جاتے ہین اور دوسرے
سے ایران کو۔ ان دو فراخنائے کی نگہبانی سے ہندوستان بیگانون سے امن رہ سکتا ہے اس دیار مین
سمرقند و بخارا کی طرح پرگنہ متضمن بچاوت قریات پر ہوتا ہے اُس کو تومان کہتے ہین۔
غزنین اقلیم سوم سے ہے زابل عبارت اس سے ہی وہ سلطان محمود و سلطان شہاب الدین اور بادشاہون کا
پائے تخت تھا۔ پہلے اس ولایت کو زابلستان کہتے تھے کچھ قندہار کا حصہ بھی اسمین شامل کرتے تھے۔
حکیم سنائی اور بہت سے اولیا کی خوابگاہ ہے ایک ندی شمال سے جنوب کو جاتی ہے زراعت اس سے
سرسبز ہوتی ہی کسان بہت محنت کرتے ہین ہر سال نئی خاک لاتے ہین تاکہ زراعت دہ آراضی کابل سے
زیادہ پھل دیتی ہے۔ روئین یہان بہت ہوتا ہے۔ ہندوستان مین یہان سے جاتا ہے فقط

تمت

جلد ہفتم - ظفر نامۂ شاہجہاں جس میں شاہجہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہی قیمت ... عہ/

جلد ہشتم - بادشاہ نامۂ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اول سے آخر تک درج ہی قیمت ... عہ/

جلد نہم و دہم - زوال سلطنت تیموریہ - عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خاتمۂ مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور اُن کا کیا حال ہی ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان دہلی میں پایۂ تخت کا بدلنا اور اس کی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم و دہم عہ/ کُل تاریخ کی قیمت (عہ) ہوئی، مگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ ہی کچھ اور حصوں پر موقوف نہیں ہی اگر علٰحدہ کوئی خریدے گا تو بہ تفصیل بالا اُس کے ہاتھ بیچے جائیں گے یکمشت دس حصوں کے خریدار کو اُن کی قیمت بلا جلد (عہ) علاوہ محصول -

تاریخ عہد سلطنت ملکۂ معظمہ قیصر ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مرحوم

یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہی (حصۂ اول) میں بطور تمہید ۱۸۳۷ء تک لکھا ہی کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیوں کر نکالا اور اپنی فرماں روائی کا سلسلہ کس طرح جمایا (دوسرے حصے) میں ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں -

(تیسرے حصے) میں ۱۸۴۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریہ نے وفات پائی حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بتفصیل بیان کیا ہی دہلی کا بیان مؤلف نے اپنی چشم دید لکھا ہی -

(حصۂ چہارم) میں اُن محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہی جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ، ایشیا، افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگِ کریمیا، جنگِ ٹرنسوال، جنگِ سوڈان، اور مصر میں

(پانچویں حصے) کا نام آئین قیصری ہی اِس میں مفصلۂ ذیل مضامین ہیں -

ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہی ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیوں کر منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں ہندوستان کے لئے قوانین کیوں کر مدوّن ہوئے عدالتیں کیوں کر مقرر ہوئیں بحری بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیوں کر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت پنج حصص بلا جلد عہ

ملنے کا پتہ: آنریری مینیجر بک ڈپو مدرسۃ العلوم علی گڑھ

بفضلِ خدا

انسٹی ٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمڈن کالج کی مِلک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہی) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اُردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہی۔ اہلِ ذوق ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہی۔

مطبع کو اُس کے قدیم و اہلِ نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عند الطلب روانہ کی جا سکتی ہی۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہی جو کالج کا سرکاری اخبار ہی اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ مبلغ (للعہ) ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ **نمونہ مفت۔**

اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہی۔

ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ :۔

مینیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ کالج

زائد خرچ ہوتا ہے اور پرکار کی قیمت کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہین اور یہی حال اور اقسام کا ہے۔

(۲) چوبین راوٹی دس ستونون پر لگائی جاتی ہے جو کچھ زمین مین دبے ہوتے ہین۔ سب بلندی مین برابر ہوتی ہین مگر دو زیادہ بلند ہوتی ہین جسپر شہتیر رکھتے ہین۔ ستونون کے اوپر اور نیچے داسے لگاتے ہین جس سے وہ مضبوط رہتے ہین اور چند ترک (ترنگے) یر و داسہ پر لگاتے ہین سب کو لوہے کے جامہ سے بطرز نر مادگی پیوند دیتے ہین۔ دیوار و چھت ترسل کے بوریہ کی بناتے ہین۔ ایک دو دروازے رکھتے ہین اور نیچے کے دالسے کے اندازہ کے موافق صفہ بناتے ہین اس کو اندر سے زربفت و مخمل سے آراستہ کرتے ہین اور باہر سقرلاط اور ریشمین نواڑ سے کمربند کرتے ہین۔

(۳) دو آشیانہ منزل۔ اٹھارہ ستون لگاتے ہین۔ ستون شش گزی ہوتے ہین ان کو تختہ پوش کرتے ہین اور اسکے اوپر بطرز نر مادہ کے چار زرعی ستونون کو پیوند دیتے ہین اور بالاخانہ تیار کرتے ہین۔ اندر اور باہر آرائش راوٹی کی طرح کرتے ہین یورشون مین وہ شبستان اقبال کے کام مین آتا ہے۔ بادشاہ اسی مین خدا کی پرستش کرتا ہے اور آفتاب کی نیایش بجالاتا ہے۔ بعد اس پوجا کے بیگمات دیدار سے کامیاب ہوتی ہین بعد ازان باہر کے آدمی کورنش بجالاتے۔ سفرون مین اسی منزل مین پادشاہ بیٹھکر سب چیزون کو دیکھتا ہے اس کو جھروکہ کہتے ہین۔

(۴) زمین دوز ایک خیمہ ہی جو طرح بطرح کا بنایا جاتا ہے کبھی وہ ایک سرخہ کبھی دو سرخہ ہوتا ہی انمین پردہ اس طرح لگاتے ہین کہ وہ کئی درجہ کا ہوجاتا ہے۔

(۵) عجائبی چار ستون پر نو شامیانے بلند ہوتے ہین۔ پانچ چہار گوشہ و چار مخروطی و یک لخت بھی بناتے ہین یک سرخہ برپا ہوتا ہے۔

(۶) منڈل۔ چار ستونون پر پانچ شامیانے متصل بلند ہوتے ہین۔ انمین سے کبھی چار شامیانونکو